عُمدۃ الفقہ

فَسْئَلُوْٓا اَھْلَ الذِّکْرِ اِنْ کُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ

حضرت مولانا سیّد زوّار حسین شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ

فَقِیۡهٌ وَاحِدٌ اَشَدُّ عَلَی الشَّیۡطَانِ مِنۡ اَلۡفِ عَابِدٍ

(رواہ ترمذی وابن ماجہ عن ابن عباس رضی اللہ عنہما)

(ایک فقیہ (عالمِ دین) شیطان پر ہزار غیر فقیہ عابدوں سے زیادہ حاوی ہے

عُمدۃ الفقہ

حصہ چہارم
کتاب الحج

مؤلفہ

حضرت مولانا سید زوّار حسین شاہ نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ

زوّار اکیڈمی پبلی کیشنز

فہرستِ مضامین

تمت

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دیباچہ

الحمد للہ العلی الاعلیٰ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ خصوصاً علیٰ رسولہ سید الوریٰ صاحب قاب قوسین او ادنیٰ سیدنا و مولٰنا محمدن المصطفیٰ وعلیٰ الہ واصحابہ البررۃ التقی اما بعد، عمدۃ الفقہ کا کتاب الایمان وکتاب الطہارۃ پر مشتمل حصہ اول، کتاب الصلوٰۃ پر مشتمل حصہ دوم اور کتاب الزکوٰۃ وکتاب الصوم پر مشتمل حصہ سوم ادارۂ مجددیہ کراچی سے شائع اور ہدیۂ ناظرین ہوکر قبولیتِ عام حاصل کر چکے ہیں، عوام و خواص کی پسندیدگی اور قدردانی نے مؤلف اور ادارہ کی حوصلہ افزائی کی اور کتاب الحج پر مشتمل حصہ چہارم کو نذرِ قارئین کرنے کی سعادت کا شرف بخشا۔ اہلِ ذوق واحباب کے اصرار پر حصہ سوم کی اشاعت کے بعد ہی سے حصہ چہارم کی ترتیب وتالیف کا کام شروع کر دیا گیا تھا لیکن مختلف مصروفیات اور متعدد موانعات کے پیش آتے رہنے کے باعث اس کی تکمیل میں تاخیر در تاخیر واقع ہوتی رہی اور اس عاجز کی ناچیز مساعی کے ماحصل کو جلد ہدیۂ ناظرین نہیں کیا جا سکا، الحمد للہ کہ ان ایامِ فرخندہ فرجام میں یہ کتاب زیورِ طبع سے آراستہ ہوکر ہدیۂ ناظرین ہو رہی ہے۔

ویسے تو فقہ کے تمام ہی ابواب وفصول ادق وادسع اور مبسوط ومشکل ہیں لیکن حج کا بیان اس ضمن میں اور بھی زیادہ خصوصیت رکھتا ہے اس لئے کہ حج عمر بھر میں ایک ہی دفعہ صاحبِ استطاعت پر فرض ہے جس کی وجہ سے اس کے مسائل کو سمجھنے اور سمجھانے والے حضرات بہت کم ہیں، عربی کی ضخیم ومتداول کتبِ فقہ وفتاویٰ میں بھی حج کے مسائل کا استقصا اس قدر میسر حاصل نہیں ہے کہ عام ضروریات وجزئیاتِ مناسک کو کفایت کر سکے، عربی کتبِ مناسک میں مُلّا علی قاری قدس سرہ کی شرح لباب المناسک اور مولانا حسن شاہ قدس سرہ کی کتاب غنیۃ الناسک میں حج کے مسائل کا ایک معتدبہ وسیر حاصل ذخیرہ موجود ہے لیکن کمیاب اور عربی میں ہونے کے باعث اہلِ علم اور غیر عربی دان حضرات ان سے استفادہ نہیں کر سکتے، اردو زبان میں دو مشہور کتابیں معلم الحجاج وزبدۃ المناسک مع عمدۃ المناسک اس فن میں کسی قدر جامع ومشرح ہیں تاہم ایک ایسی کتاب کی ضرورت بہرحال تھی جو مزید جامعیت کی حامل ہو اور سلیس وواضح بھی ہو، الحمد للہ کہ عمدۃ الفقہ حصہ چہارم کتاب الحج میں اس بات پر بطورِ خاص توجہ دی گئی ہے اور اس میں عربی فارسی اور اردو کی مروجہ کتب کے تقریباً جملہ مسائل عام فہم انداز میں ایک جگہ جمع ہو گئے ہیں۔

اس کتاب کی خوبیاں مطالعہ سے معلوم ہوں گی، بعض خصوصیات یہ ہیں:۔ حسبِ سابق مسائل کی ترتیب وتالیف میں منطقی و نفسیاتی انداز کو ملحوظ رکھا گیا ہے حتی الامکان ہر مسئلہ کی پوری تفصیل یکجا درج کی گئی ہے، ذیلی عنوانات کے ذریعے مسائل کو اس طرح تقسیم کر کے لکھا گیا ہے کہ ضرورت کے وقت آسانی سے مسئلہ دیکھا جا سکتا ہے اور یاد رکھنے میں بھی آسانی ہوتی ہے، ہر مسئلہ کا ماخذ بتا دیا گیا ہے اور ہر مسئلہ میں جسقدر عبارت جس کتاب سے لی گئی ہے اس کا حوالہ حاشیہ میں دیدیا گیا ہے تاکہ اہلِ علم حضرات اصل ماخذ کی طرف رجوع کر کے اطمینان کر سکیں، جہاں کئی کتابوں کے حوالے دیئے گئے ہیں ان میں پہلے اس کتاب کا حوالہ دیا ہے جس کی اصل عبارت لی گئی ہے اور دوسری کتابوں کے حوالہ کا مطلب یہ ہے کہ ان میں بھی وہ مسئلہ قدرے اختلافِ عبارت وکمی وبیشیٔ الفاظ کے ساتھ درج ہے، ایک ہی مسئلہ میں متعدد

کتابوں کے حوالہ کا یہ بھی فائدہ ہے کہ مسئلہ کی صحت میں قوت پیدا ہو جائے نیز ہر شخص کے پاس ہر کتاب کا موجود ہونا مشکل ہوتا ہے اس لئے ان میں سے جو کتاب بھی کسی کے پاس موجود ہو اس سے دیکھ کر اطمینان کر سکے، جہاں کسی ایک کتاب کی عبارت مسئلہ کی پوری تفصیل سے قاصر رہتی ہے وہاں دو یا زیادہ کتابوں کے الفاظ کو یکجا کر کے مسئلہ کی پوری وضاحت کر دی گئی ہے اور حوالہ میں ان کتابوں کے نام کے ساتھ ملتقطاً یا مترتباً کا لفظ لکھا گیا ہے کتابوں کے حوالے کے لئے اختصار کی غرض سے حسبِ سابق رموز استعمال کئے گئے ہیں ان رموز اور متعلقہ کتابیات کا اشاریہ اسی دیباچہ کے ساتھ درج کر دیا ہے، شرح لباب المناسک اور غنیۃ الناسک کو اس کتاب کی بنیاد بنایا گیا ہے اور باقی کتابوں سے مزید اضافات و تشریحات شامل کر کے کتاب میں جامعیت پیدا کی گئی ہے، گھر سے روانگی ہو شروع کر کے واپسی تک مکمل طریقہ حج ذیلی عنوانات کے تحت الگ مفصل درج کر دیا گیا ہے اور اگر حج کرنے والا شخص صرف اسی بیان کو حسبِ ضرورت پڑھتے ہوئے افعالِ حج ادا کرے تو انشاء اللہ العزیز بڑی حد تک اس کو کفایت کریگا۔ حج کے افعال یعنی شرائط و فرائض، واجبات، سنن، مستحبات، مباحات، مکروہات، محرمات اور مفسدات کو نہایت تفصیل کے ساتھ لکھا گیا ہے اور حج کے بیان کے آخر میں حجِ افراد، تمتع، قران اور عمرہ کے احکام کا اجمالی خاکہ اور حج و افعالِ حج کے شرائط و فرائض اور واجبات وغیرہ کا اجمالی نقشہ بھی درج کیا گیا ہے جو انشاء اللہ ہر خاص و عام کے لئے مفید ہو گا۔ مواقیت کی تفصیل نہایت تحقیق سے لکھی گئی ہے اور حجِ بدل، حجِ نذر، جنایات، کفارات اور ہدایا وغیرہ کو بھی مفصل بیان کیا گیا ہے، اکثر مسائل کے ساتھ ان کی فقہی تعلیلات و توجیہات کو بھی بیان کیا گیا ہے تاکہ طالبانِ علم فقہ کے لئے مفید اور علمائے کرام و مفتیانِ عظام کیلئے باعثِ اطمینان ہو ضعیف و غیر مفتیٰ بہ اور صحیح و مفتیٰ بہ اقوال کی وضاحت بھی کر دی گئی ہے، عبارت کو سلیس و شگفتہ اردو زبان میں پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے غرضیکہ کتاب کو ہر لحاظ سے جامع و مفید اور عام فہم بنانے میں کامل جدوجہد سے کام لیا گیا ہے اور مشکل مقامات کو علمائے کرام سے استصواب کر کے حل کیا گیا ہے، اس کے باوجود کم علمی و بے بضاعتی اور ہیچمدانی کے باعث اس عاجز سے غلطیوں کا سرزد ہونا ناگزیر ہے اس لئے ناظرین و علمائے کرام کی خدمت میں استدعا ہے کہ جہاں کہیں اغلاط پائیں از راہ کرم اس عاجز کو ان کی صحیح صورت سے مع حوالہ کتب کے مطلع فرما کر ممنون فرمائیں تاکہ آئندہ اشاعت میں ان کو درست کیا جا سکے اور اگر غلطیاں زیادہ ہوں تو طبع اول کیلئے بھی اصلاح نامہ شائع کیا جا سکے۔

جن حضرات نے کتاب ہذا کی ترتیب و تالیف کے سلسلہ میں مسائل و عربی عبارات کے حل میں اس عاجز کی رہنمائی فرمائی اور طباعت و نشر و اشاعت میں ادارہ کے ساتھ تعاون فرمایا ہے، یہ عاجز اور ادارہ ان سب کا تہِ دل سے شکریہ ادا کرتا ہے اور سب کیلئے دعاگو ہے کہ اللہ تعالیٰ ان سب کو اس کا اجرِ عظیم عطا فرمائے اور سعادتِ دارین کے حصول میں مزید ترقی و استقامت عطا فرمائے آمین۔ نیز ناظرین سے بھی دعائے خیر کی درخواست ہے، اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو اس کتاب سے منتفع ہونے اور حجاج و زائرین کو شرع شریف کے مطابق صحیح حج و زیارت ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین - ربنا تقبل منا انك انت السميع العليم وتب علينا انك انت التواب الرحيم ؕ

سبحان ربك رب العزة عما يصفون وسلام على المرسلين والحمد لله رب العلمين ؕ

خاکسار زوّار حسین غفر اللہ لہ ولوالدیہ

جمعہ ۹ رمضان المبارک ۱۳۹۹ھ مطابق ۳ اگست ۱۹۷۹ء

کتابیات

نمبر شمار	رمز	کتاب کا پورا نام	مصنف
۱	لباب	لباب المناسک	علامہ مولانا رحمۃ اللہ سندھی قدس سرہ العزیز
۲	شرح اللباب	شرح لباب المناسک یعنی المسلک المتقسط فی المنسک المتوسط	علامہ ملا علی قاری قدس سرہ العزیز
۳	لباب مع شرحہ	لباب المناسک و شرح لباب المناسک	دونوں کتابوں کی عبارت پر مشتمل ہے۔
۴	ارشاد	ارشاد الساری علی مناسک الملا علی القاری یعنی حاشیہ شرح لباب المناسک	مولانا حسین بن محمد سعید عبد الغنی المکی الحنفی قدس سرہ العزیز
۵	غنیہ	غنیۃ الناسک فی بغیۃ المناسک	علامہ مولانا حسن شاہ مہاجر مکی قدس سرہ العزیز
۶	ادعیۃ الحج والعمرۃ	کتاب ادعیۃ الحج والعمرہ ضمیمہ ارشاد الساری	علامہ قطب الدین حنفی قدس سرہ العزیز
۷	تقریر الرافعی	التقریر المسمی التحریر المختار لرد المحتار	الشیخ عبد القادر الرافعی الفاروقی الحنفی المصری قدس سرہ العزیز
۸	بحر	البحر الرائق شرح کنز الدقائق	علامہ شیخ زین الدین الشہیر بابن نجیم قدس سرہ العزیز
۹	منحہ	منحۃ الخالق علی البحر الرائق	علامہ سید محمد امین الشہیر بابن عابدین شامی قدس سرہ العزیز
۱۰	نور	نور الایضاح	علامہ شیخ حسن بن علی الشرنبلالی قدس سرہ العزیز
۱۱	م	مراقی الفلاح	امام و فقیہ شیخ حسن بن عمار بن علی الشرنبلالی الحنفی قدس سرہ العزیز
۱۲	ط	طحطاوی علی مراقی الفلاح	علامۃ الدہر شیخ احمد بن محمد بن اسمٰعیل الطحطاوی الحنفی قدس سرہ العزیز
۱۳	در	در المختار	علامہ مولانا محمد علاؤ الدین الحصکفی بن شیخ علی حنفی قدس سرہ العزیز
۱۴	در المنتقی	در المنتقی فی شرح الملتقی	ایضاً
۱۵	ش	رد المحتار علی الدر المختار المعروف بفتاویٰ شامی	علامہ سید محمد امین الشہیر بابن عابدین شامی قدس سرہ العزیز
۱۶	مجمع	مجمع الانہر فی شرح ملتقی الابحر	علامہ شیخ عبد الرحمن بن شیخ محمد بن سلیمان المدعو بشیخ زادہ قدس سرہ العزیز
۱۷	ہدایہ	الھدایۃ	شیخ الاسلام امام برہان الدین ابو الحسن علی بن ابی بکر المرغینانی قدس سرہ العزیز
۱۸	فتح	فتح القدیر	شیخ امام کمال الدین محمد بن عبد الواحد بن عبد الحمید بن مسعود المعروف بابن ہمام قدس سرہ العزیز
۱۹	بدائع	بدائع الصنائع	امام علاؤ الدین ابی بکر بن مسعود الکاسانی الحنفی قدس سرہ العزیز
۲۰	ع	فتاویٰ الہندیہ المعروف بفتاویٰ عالمگیری	مصنفہ علمائے ہند بامر سلطان اورنگ زیب عالمگیر شہنشاہ ہند قدس سرہ العزیز
۲۱	احیاء	احیاء علوم الدین	امام ابو حامد محمد بن محمد الغزالی قدس سرہ العزیز
۲۲	التاج	التاج الجامع للاصول فی احادیث الرسول	شیخ منصور علی ناصف
۲۳	جمع الفوائد	جمع الفوائد عن جامع الاصول و مجمع الزوائد	امام محمد بن محمد بن سلیمان قدس سرہ العزیز
۲۴	عرف	العرف الشذی علی جامع الترمذی	علامہ مولانا سید انور شاہ کشمیری قدس سرہ العزیز جمع کردہ مولانا محمد چراغ قدس سرہ العزیز۔
۲۵	مظہری	تفسیر مظہری	بیہقیٔ دوران مولانا قاضی ثناء اللہ پانی پتی قدس سرہ العزیز۔
۲۶	غایۃ الاوطار	غایۃ الاوطار ترجمہ شرح اردو در مختار	مولانا خرم علی و مولانا محمد احسن صدیقی نانوتوی قدس سرہما العزیز
۲۷	مظاہر	مظاہر حق ترجمہ شرح اردو مشکوٰۃ شریف	مولانا قطب الدین شاہجہاں آبادی قدس سرہ العزیز
۲۸	حیات	حیات القلوب (فارسی)	محدث و فقیہ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی قدس سرہ العزیز

علاوہ ازیں اردو کی بعض مشہور کتب معلم الحجاج، زبدۃ المناسک مع عمدۃ الناسک اور فضائل حج وغیرہ سے بھی بعض مسائل لئے گئے ہیں (مؤلف)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

کِتَابُ الْحَجِّ

تفسیرِ حج
لفظِ حج ساتوں قراءتوں میں ح کے زبر اور زیر دونوں کے ساتھ پڑھا گیا ہے۔ بعض کے نزدیک ح کے زبر کے ساتھ اسم ہے اور زیر کے ساتھ مصدر ہے[1]۔ لغتِ عرب میں حج کے معنی کسی عظیم الشان چیز کی طرف قصد کرنے کے ہیں مطلق ہر قصد کو حج نہیں کہتے جیسا کہ امام زیلعی رحمہ اللہ نے اس کو گمان کیا ہے[2]۔ اور شرع شریف کی اصطلاح میں مخصوص زمانے میں مخصوص فعل سے مخصوص مکان کی زیارت کرنے کو حج کہتے ہیں[3]۔ امام ابنِ ہمام رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ ظاہر یہ ہے کہ حج اُن خاص افعال کا نام ہے جو حج کی نیت سے احرام باندھنے کے بعد ادا کئے جاتے ہیں اور وہ افعال فرض طواف اور وقوفِ عرفات ہیں جن کو ان کے مقررہ وقتوں میں ادا کرتے ہیں[4]۔

سببِ حج
حج کا سبب بیت اللہ شریف ہے نیز اس کے موجود ہونے کا علم اور اس کی جگہ کا متحقق ہونا ہے[5]، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کے فرمان حِجُّ الْبَيْتِ میں حج کی اضافت بیت کی طرف ہے اور یہ اضافت اس کے سبب ہونے کی دلیل ہے[6]، کیونکہ اصول یہ ہے کہ احکام کی اضافت ان کے اسباب کی طرف ہوتی ہے جیسا کہ اصولِ فقہ میں یہ بات مقرر ہے[7]۔ پس حج کی اضافت بیت کی طرف ہونے کا تقاضا یہ ہے کہ حج کے واجب ہونے کا سبب یہی بیت ہے اور یہی وجہ ہے کہ حج اللہ تعالیٰ کی طرف سے عمر بھر میں ایک ہی دفعہ کیلئے فرض ہوا ہے دوبارہ فرض نہیں ہے کیونکہ یہ بیت اللہ بھی ایک ہی ہے اور کوئی دوسرا نہیں ہے[8]۔

فرضیتِ حج
جاننا چاہئے کہ حج دینِ اسلام کا پانچواں رکن اور اللہ تعالیٰ کی عظیم ترین عبادت ہے اور تمام انبیاءِ کرام علیہم السلام اور اللہ تعالیٰ کے تمام نیک بندوں کا شعار ہے، کیونکہ روایات میں وارد ہے کہ حضرت آدمؑ اور تمام انبیاءِ کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام نے خانۂ کعبہ کا حج کیا ہے اور کوئی پیغمبر ایسا نہیں ہوا جس نے حج نہ کیا ہو۔ ایک روایت میں حضرت ہود اور حضرت صالح علیہما الصلوٰۃ والسلام کے بارے میں جو آیا ہے کہ انھوں نے حج نہیں کیا تھا یہ صحیح نہیں ہے بلکہ صحیح یہ ہے کہ انھوں نے بھی حج کیا تھا[9]۔ فرضیتِ حج کے عنوان کے تحت تین امور کا بیان ہے ——— (۱) حج فرض ہونے کے دلائل ——— (۲) حج تمام عمر میں صرف ایک ہی مرتبہ فرض ہے ——— (۳) فرض حج کی ادائیگی کا وقت ——— ان تینوں امور کی تفصیل درج ذیل ہے۔ (مؤلف)۔

(۱) حج فرض ہونے کے دلائل۔ تمام امت کا اس بات پر اجماع ہے کہ نماز، روزہ اور زکوٰۃ کی طرح حج بھی اسلام کا

[1] ش و ع و ط۔ [2] بحر و در و ش۔ [3] کنز۔ [4] فتح و بحر و ع و شرح اللباب تصرفاً۔ [5] شرح اللباب۔ [6] ارشاد بتغیر۔ [7] ش۔ [8] منظری۔ [9] حیات۔

ایک رکن ہے اور فرضِ عین ہے[1]۔ اور حج فرضِ محکم ہے اس کی فرضیت قطعی دلیلوں سے ثابت ہو چکی ہے چنانچہ اس کا منکر کافر ہوتا ہے[2]۔ پس حج بھی ایک ایسا فریضہ ہے جس کی فرضیت کتاب (قرآن مجید)، سنّت (احادیث)، اجماعِ امت اور عقلی طریق سے ثابت ہے، ان چاروں دلائل کا بیان یہ ہے:-

قرآن مجید سے حج کی فرضیت کا ثبوت۔ حج کے فرض ہونے کا ذکر قرآن مجید کی مختلف آیتوں میں موجود ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلًا ۚ وَمَن كَفَرَ فَإِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعٰلَمِينَ ۝ (آل عمران ع ۱۰) (ترجمہ: اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لئے بیت اللہ شریف کا حج لوگوں پر فرض ہے اور یہ ہر اُس (عاقل بالغ آزاد) مرد و عورت پر فرض ہے جس کو وہاں تک پہنچنے کی استطاعت ہو اور جس شخص نے اس کا انکار کیا تو بیشک اللہ تعالیٰ تمام جہانوں سے بے نیاز ہے) اس آیتِ مبارکہ میں حج کی فرضیت کی دلیل دو طرح پر ہے ایک[1] یہ کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا وللہ علی الناس حج البیت، اور علیٰ عربی میں کلمۂ ایجاب ہے یعنی بیت اللہ کا حج کرنا لوگوں پر واجب ہے اور دوسرے[2] یہ کہ فرمایا ومن کفر الخ اس کی تاویل میں علماء نے کہا ہے کہ یہ بھی حج کے وجوب کے لئے ہے[3]۔ جمہور علماء کے نزدیک یہ آیت حج کی فرضیت کے بارے میں نازل ہوئی ہے اور بعض علماء نے کہا ہے کہ یہ آیت نہیں بلکہ آیۂ وَأَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلّٰهِ حج کی فرضیت کے بارے میں نازل ہوئی ہے اور پہلا قول اظہر ہے، اور کئی حدیثیں اس بارے میں وارد ہوئی ہیں کہ حج ارکانِ اسلام میں سے ایک رُکن ہے اور اسلام کا ستون اُس کی بنیاد ہے اور تمام امتِ مسلمہ کا اس بات پر اجماع ہے[4]۔

(فائدہ) اس آیتِ کریمہ میں بہت سی تاکیدیں جمع ہو گئی ہیں ——— اوّل[1] یہ کہ جملہ اسمیہ خبریہ سے اس کے وجوب پر دلالت کی گئی ہے ——— دوم[2] یہ کہ لِلّٰهِ کا لام ایجاب کے لئے ہے جیسا کہ علامہ عینی رحمہ اللہ نے لکھا ہے ——— سوم[3] عَلَى النَّاسِ میں عَلٰی کا لفظ نہایتِ لزوم پر دلالت کرتا ہے یعنی بیت اللہ کا حج کرنا لوگوں کی گردنوں پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے لازمی حق ہے جس کو ادا کئے بغیر اس فرض سے سبکدوش اور اس کی ذمہ داری سے عہدہ برآ نہیں ہو سکتے ——— چھارم[4] اس آیتِ مبارکہ میں پہلے اَلنَّاس کا ذکر فرمایا پھر اس کی بجائے مَنِ اسْتَطَاعَ کا ذکر فرمایا جس میں دو طرح کی تاکید ہے ایک لفظ کو بدل دینا جس میں مراد کو مکرر بیان کرنا اور اس پر متنبہ کرنا پایا جاتا ہے اور دوسرے یہ کہ اس میں ابہام کے بعد وضاحت اور اجمال کے بعد تفصیل ہے

پنجم[5] یہ کہ حج نہ کرنے والے کو مَنْ كَفَرَ سے تعبیر فرمایا اور مَنْ لَّمْ يَحُجَّ نہیں فرمایا اس میں حج کے وجوب کی تاکید اور اس کے تارک پر وعید ہے، اسی لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص کے لئے کوئی ظاہری اور واقعی مجبوری حج سے روکنے والی نہ ہو یا ظالم بادشاہ کی طرف سے رکاوٹ نہ ہو یا ایسا شدید مرض نہ ہو جو حج سے روک دے پھر وہ بغیر حج کئے مر جائے تو اس کو اختیار ہے کہ چاہے یہودی ہو کر مرے یا نصرانی ہو کر مرے۔ اس روایت کو دارمی نے روایت کیا ہے

---

[1] مظہری۔ [2] ع۔ [3] بدائع۔ [4] تفسیر ابنِ کثیر

جیسا کہ مشکوٰۃ شریف اور اتحاف میں ہے اور یہ حدیث مختلف الفاظ کے ساتھ روایت کی گئی ہے جیسا کہ علامہ سیوطی رحمہ اللہ نے الدر میں اس کے طرق کی تفصیل بیان فرمائی ہے اور اسی قسم کی تاکید اور تارک پر وعید نماز کے بارے میں بھی حدیث شریف میں آئی ہے اور وہ حدیث یہ ہے مَنْ تَرَكَ الصَّلٰوةَ مُتَعَمِّدًا فَقَدْ كَفَرَ (ترجمہ: جس نے جان بوجھکر نماز ترک کی پس اس نے کفر کا کام کیا)۔ اور آیتِ مذکورہ میں حج کے ترک کو کفر کے نام سے اسی حیثیت سے ذکر فرمایا ہے کہ یہ کافروں کا فعل ہے۔ تفسیر درمنثور میں ہے کہ ابن ابی شیبہ و عبد بن حمید و ابن ابی حاتم نے مجاہد کے طریق سے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ جو شخص تندرست ہو اور اتنے پیسے والا ہو کہ حج کو جاسکے اور پھر بغیر حج کئے مر جائے قیامت میں اس کی پیشانی پر کافر کا لفظ لکھا ہوا ہوگا پھر انھوں نے یہ آیت وَمَنْ كَفَرَ آخر تک پڑھی، اور ابن ابی شیبہؒ کی روایت کے الفاظ کا ترجمہ یہ ہے کہ جو شخص مر گیا اور مالدار ہونے کے باوجود اس نے حج نہیں کیا وہ قیامت کے روز اس حال میں اٹھے گا کہ اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان کافر لکھا ہوا ہوگا۔ اگرچہ ائمہ اربعہ کے نزدیک حج نہ کرنے سے آدمی کافر نہیں ہوتا جب تک کہ حج کا انکار نہ کرے لیکن اس کے تارک کے لئے قرآن مجید و احادیث میں بہت سخت وعیدیں آئی ہیں ——— ششم اس آیتِ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنی استغنا اور بے نیازی کا ذکر فرمایا ہے جو اس کے تارک کے حق میں نہایت غصہ و ناراضگی و رسوائی پر دلالت کرتا ہے ——— ہفتم اور استغنا بھی سارے جہان سے ذکر فرمایا ہے اور یہ نہیں فرمایا کہ صرف اس شخص سے بے نیاز ہے اس میں دلیل ہے کہ جب اللہ تعالیٰ تمام جہانوں سے بے نیاز ہے تو اس شخص سے بالضرور بے نیاز و بے پرواہ ہے اور نیز یہ استغنائے کامل پر دلالت کرتا ہے جس سے اور بھی بہت بڑی ناراضگی و غصہ کا اظہار ہوتا ہے[1]۔

حج کی فرضیت احادیث سے :۔ بہت سی احادیث میں حج کی فرضیت کا ذکر ہے ان میں سے دو حدیثیں درج کی جاتی ہیں پہلی حدیث، عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ خَطَبَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَيُّهَا النَّاسُ اِنَّ اللّٰهَ قَدْ فَرَضَ عَلَيْكُمُ الْحَجَّ فَحُجُّوْا الحدیث[2] رواہ مسلم والنسائی، وفی التاج عن ابی ہریرۃ وقال رواہ مسلم والنسائی والترمذی (ترجمہ: حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں خطاب فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ اے لوگو! اللہ تعالیٰ نے تم پر حج فرض کیا ہے پس حج کرو۔ الحدیث اس کو مسلم اور نسائی نے روایت کیا ہے[3]۔ اور التاج میں یہ روایت حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہے اس میں یہ ہے کہ اس کو مسلم و نسائی و ترمذی نے روایت کیا ہے۔ — دوسری حدیث عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بُنِيَ الْاِسْلَامُ عَلٰى خَمْسٍ شَهَادَةِ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَاِقَامِ الصَّلٰوةِ وَاِيْتَاءِ الزَّكٰوةِ وَالْحَجِّ وَصَوْمِ رَمَضَانَ، رواہ البخاری ومسلم[4] والترمذی والنسائی۔ (ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے وہ یہ ہیں: (۱) اس امر کی شہادت دینا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے رسول ہیں اور نماز پڑھنا اور

[1] الکشاف و اتحاف و بیضاوی و مظہری وغیرہا ملتقطاً [2] و [3] جمع الفوائد [4] التاج کتاب الایمان۔

زکوٰۃ دینا اور بیت اللہ کا حج کرنا اور ماہِ رمضان کے روزے رکھنا، ان کے علاوہ اور بھی بہت سی احادیث ہیں جو کتبِ احادیث میں مذکور ہیں۔

حج کی فرضیت اجماع سے ۔ بدائع ولباب المناسک و مجمع الابحر وغیرہ کتب فقہ میں حج کی فرضیت پر اجماع نقل کیا گیا۔ بدائع میں ہے کہ تمام امت نے حج کی فرضیت پر اجماع کیا ہے اور لباب المناسک میں ہے کہ حج بالاجماع ہر اُس شخص پر عمر میں ایک مرتبہ فرض کیا گیا ہے جس میں حج کے شرائط پائے جاتے ہوں اور مجمع الابحر میں ہے کہ حج کی فرضیت پر اجماع منعقد ہو چکا ہے۔

حج کی فرضیت عقلی طریق سے ۔ جس قدر عبادات ہیں سب کا مقصد اظہارِ عبودیت اور شکرِ نعمت ہے جیسا کہ عقل کا تقاضا بھی یہی ہے اور حج میں یہ دونوں باتیں پوری طرح سے پائی جاتی ہیں کیونکہ اظہارِ عبودیت سے مقصود اپنے معبود کے سامنے اپنی عاجزی اور انکساری کا اظہار ہے اور حج میں یہ بات پائی جاتی ہے اس لئے کہ حاجی احرام کی حالت میں انتہائی تذلل اور پراگندگی ظاہر کرتا ہے اس کی ہر حرکت وسکون سے عاجزی ظاہر ہوتی ہے، گھر بار، عزیز واقارب، مال ودولت سب کو چھوڑ کر بحری وبری وہوائی سفر کی تکالیف، بھوک، پیاس، سر چکرانے اور قے ومتلی کی تکالیف کو برداشت کرتا ہوا پراگندہ حال دیارِ محبوب کی طرف دیوانوں کی طرح دوڑتا چلا جاتا ہے، آرائش وزیبائش کے لباس کو چھوڑ کر ایک تہبند باندھتا اور ایک چادر لپیٹتا ہے گویا کہ کفنِ کفایت ساتھ لے لیا ہے اور محبوب کے دروازے پر جان دینے کے لئے تیار ہے، بال وناخن بڑھے ہوئے ہیں میل کچیل بدن پر جما ہوا ہے اور زبان پر لبیک لبیک (میں حاضر ہوں، میں حاضر ہوں) ہے گویا کہ محبوب اس کو پکار رہا ہے اور وہ نہایت محویت اور شوق کے ساتھ زبانِ حال وقال سے جواب دے رہا ہے۔ جب محبوب کے دیار میں پہنچتا ہے تو کبھی اس کے در و دیوار کو چومتا ہے (اس سے مراد حجرِ اسود وملتزم کو چومنا ولپٹنا ہے) کبھی اس کے چاروں طرف گھومتا ہے اور طواف کرتا ہے اور جب دیکھتا ہے کہ اس ناچیز کو اس سعادتِ عظمیٰ سے مشرف فرمایا گیا ہے تو فوراً سجدۂ شکر بجا لاتا ہے یعنی دوگانۂ طواف ادا کرتا ہے اور اپنی غلامی کا اظہار اور اللہ تعالیٰ کے معبود ہونے کا اقرار کرتا ہے نیز یہ تصور کرتا ہے کہ اس کا مالک اس پر ناراض ہے پس وہ اپنے آپ کو خستہ وپراگندہ حالت میں اپنے مالک وآقا کے سامنے پیش کرتا ہے تاکہ اس کے مالک کی رحمت وعاطفت کی نظر اس پر ہو جائے اور وقوفِ عرفات کی حالت میں گویا کہ وہ ایک نافرمان غلام کی حیثیت سے اپنے آقا کے سامنے تضرع وزاری کے ساتھ کھڑا ہے اور اس کی حمد وثنا کر رہا ہے اور اپنے گناہوں اور لغزشوں کی معافی مانگ رہا ہے اور اپنی غلطیوں اور تقصیرات کا اعتراف کر رہا ہے اور طوافِ بیت اللہ کے وقت اس نے اپنے رب کی طرف منسوب مکان کو لازم پکڑا ہے گویا کہ غلام اپنے آقا کے دروازے پر معتکف ہے اور اس کی جناب میں پناہ گزیں ہے پس حج اظہارِ عبودیت کا اعلیٰ ذریعہ ہے اور اظہارِ عبودیت واجب ہے تو حج بھی واجب ہے نیز حج میں شکرِ نعمت بھی ہے کیونکہ عبادت کی دو قسمیں ہیں، مالی جس میں مال خرچ کرنا پڑتا ہے جیسے زکوٰۃ اور بدنی جس میں بدن کو مشقت ہو جیسے نماز روزہ، اور حج میں یہ دونوں باتیں جمع ہیں مال بھی خرچ کرنا پڑتا ہے اور بدنی مصائب ومتاعب بھی برداشت کرنے پڑتے ہیں اسی واسطے حج واجب ہونے کیلئے مال اور صحتِ بدن شرط ہے گویا حج میں ان دونوں نعمتوں کا شکر ادا کیا جاتا ہے کیونکہ شکرِ نعمت یہ ہے کہ اس کو منعم کی طاعت میں صرف کیا جائے اور شکرِ نعمت عقلاً وشرعاً وعرفاً ہر طرح سے فرض ہے تو حج بھی فرض ہے۔ واللہ اعلم۔ (بدائع ومعلم الحجاج ملتقطاً وتصرفاً)

(۲) احناف کے نزدیک حج تمام عمر میں ایک ہی دفعہ فرض ہے کیونکہ اس کا سبب بیت اللہ ہے اور وہ ایک ہی ہے اور جیسا کہ مسند احمد میں مرفوع روایت ہے کہ حج ایک ہی دفعہ فرض ہے پس جو اس سے زیادہ کرے تو وہ نفلی حج ہوگا [۱] اور یہ روایت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ اقرع بن حابس رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کیا حج ہر سال فرض ہے یا عمر میں صرف ایک مرتبہ فرض ہے؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں بلکہ عمر میں صرف ایک ہی مرتبہ فرض ہے پس جو ایک سے زیادہ مرتبہ حج کرے تو وہ نفلی حج ہے اس کو ابوداؤد ونسائی واحمد وحاکم نے روایت کیا ہے اور اس کی تصحیح کی ہے [۲]۔ پس حج ساری عمر میں ایک دفعہ کرنا اس شخص پر فرض ہوا جس میں حج فرض ہونے کے تمام شرائط پائے جائیں [۳] خواہ وہ مرد ہو یا عورت اور ایک دفعہ سے زیادہ حج کرنا مستحب ہے فرض نہیں ہے [۴] اور ہاں حج کبھی کسی عارض کی وجہ سے دوسری دفعہ کرنا بھی فرض ہو جاتا ہے جیسا کہ حج کی نذر ماننے سے، پس اس نذر کا پورا کرنا فرض ہو جاتا ہے اور اگر کسی نے نفلی حج کا احرام باندھ لیا تو اب بھی شروع کر دینے کی وجہ سے اس کا پورا کرنا فرض ہو جاتا ہے پس اگر کسی مفسد کے ارتکاب کی وجہ سے یا احصار وغیرہ کی وجہ سے اس کے احرام سے باہر آیا تو اس کو قضا کرنا فرض ہو گیا۔ اسی طرح اگر آفاقی مکہ مکرمہ میں داخل ہونے کے ارادہ سے پانچوں میقاتوں میں سے کسی ایک میقات پر پہنچا تو اس پر بھی حج یا عمرہ ادا کرنا دوسری دفعہ واجب ہو جائے گا اگرچہ اس سے پہلے حج یا عمرہ کر چکا ہو [۵]۔ مزید تفصیل آگے اپنے اپنے مقام پر آئے گی انشاء اللہ (مؤلف)

(۳) حج فرض ہونے کے بعد فوراً ادا کرنا فرض ہے [۶] یعنی ممکن ہونے کے بعد پہلے سال میں ادا کرنا فرض ہے [۷] اور یہی اصح ہے پس اس شخص کو جائز نہیں ہے کہ امکان کے بعد دوسرے سال تک تاخیر کرے [۸] لیکن اگر اس کو مؤخر کر دیا اور اس سال کے بعد ادا کیا تو وہ ادا ہی واقع ہوگا [۹] اور تاخیر کرنے میں ترکِ واجب کی وجہ سے گنہگار ہوگا [۱۰] اور فوراً ادا کرنے سے مراد یہ ہے کہ امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک اس کی ادائگی کے لئے پہلے سال کے حج کے مہینوں میں ادا کرنا متعین ہو جائے گا [۱۱] یعنی فوراً ادائگی واجب ہونے کا قول ہمارے فقہا کے نزدیک اصح ہے اور اس کو امام ابو یوسف رحمہ اللہ نے اختیار کیا ہے [۱۲] اور امام ابو حنیفہ و امام مالک وامام احمد رحمہم اللہ سے دو روایتیں ہیں ان میں سے اصح روایت یہی ہے [۱۳] ان تینوں اماموں کا ذکر حرفِ عطف کے ساتھ کرنے سے یہ بات حاصل ہوتی ہے کہ امام مالک وامام احمد سے بھی اس مسئلہ میں اختلاف روایت ہے اور درر البحار کی عبارت سے بھی یہی بات حاصل ہوتی ہے جیسا کہ اس میں کہا ہے کہ یہ امام ابو حنیفہ وامام مالک وامام احمد رحمہم اللہ سے اصح روایت ہے پس سمجھ لیجئے [۱۴] اور امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک حج کی فرضیت ادائگی میں تاخیر کے ساتھ ہے یعنی اس فرض کا تاخیر کے ساتھ ادا کرنا بلا کراہت جائز ہے اور جلدی کرنا افضل ہے [۱۵] اور امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک بھی یہی حکم ہے [۱۶] اور امام ابو حنیفہ و امام مالک وامام محمد رحمہم اللہ سے بھی ایک روایت یہی ہے [۱۷] اور امام محمد رحمہ اللہ کی دلیل یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سن دس ہجری

---

[۱] بحر وغیرہ بزیادۃ عن غنیہ۔ [۲] التاج [۳] لباب [۴] و [۵] حیات [۶] در و بحر وغیرہا [۷] بحر [۸] ع [۹] بحر و ع [۱۰] بحر وغیرہ [۱۱] شرح اللباب [۱۲] در و ش و مجمع و شرح اللباب [۱۳] ش [۱۴] ع وغیرہ [۱۵] مجمع [۱۶] شرح اللباب

(۱۰ھ ہجری) میں حج ادا فرمایا ہے اور حج ۹ھ (سن نو ہجری) میں فرض ہو چکا تھا پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو روانہ فرمایا اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس سال لوگوں کے ساتھ حج ادا کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنفسِ نفیس اس سال حج ادا نہیں فرمایا بلکہ اس کے بعد آنے والے سال میں ادا فرمایا لیکن امام ابوحنیفہؒ و امام ابویوسفؒ کی دلیل یہ ہے کہ احتیاط اسی میں ہے کہ ممکن ہونے کے بعد اول سال میں حج ادا ہو کیونکہ سال بھر میں حج کا ایک وقت مقرر ہے اور موت کا کوئی وقت مقرر نہیں اور سال میں موت کا واقع ہونا نادر امر نہیں ہے تو قدرت کے باوجود تاخیر کرنا گویا حج کو فوت ہونے کا موقع دینا ہے پس یہ جائز نہیں ہے اور اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تاخیر سے حج کرنے کا جواب مل گیا کیونکہ یہ بات معلوم ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں حج کو فوت ہونے دینا متحقق نہیں ہے جو کہ فوراً ادا کرنے کا سبب ہے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جانتے تھے کہ آپ زندہ تشریف فرما رہیں گے یہاں تک کہ حج کو ادا فرمالیں گے اور لوگوں کو حج کے مناسک پوری طرح سکھا دیں گے اور ان کی تبلیغ فرما دیں گے ۱؎ اور امام ابویوسفؒ کی دلیل وہ حدیث ہے جو امام احمدؒ و ابن ماجہ اور بیہقی نے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو حج کا ارادہ کرے اس کو جلدی کرنا لازم ہے اس لئے کہ کبھی آدمی بیمار ہو جاتا ہے یا راحلہ گُم ہو جاتا ہے یا کوئی ضروری حاجت پیش آجاتی ہے کذا فی العینی شرح الکنز ۲؎ اور ان ائمہ کا یہ اختلاف اس صورت میں ہے جبکہ اس کو اپنی سلامتی کا گمان غالب ہو اور اگر بڑھاپے یا مرض کی وجہ سے موت کا گمان غالب ہو تو بالاجماع وجوب کا وقت تنگ ہو جاتا ہے ۳؎ (یعنی بالاجماع فوراً ادا کرنا واجب ہو جاتا ہے، مؤلف) اور خلاف کا فائدہ گنہگار ہونے میں ظاہر ہوتا ہے یہاں تک کہ جب حج فرض ہو جائے اور وہ فوراً ادا نہ کرے تو جو فقہا فوراً حج ادا کرنے کو واجب کہتے ہیں ان کے نزدیک وہ فاسق ہوگا اور اس کی گواہی قبول نہیں ہوگی ۴؎ اور قنیہ میں ہے کہ یہی مختار ہے پس بلا عذر پہلے سال سے تاخیر کرنے پر فاسق ہو جائے گا اور اس کی گواہی رد کر دی جائے گی لیکن جب وہ حج ادا کر دے گا خواہ اپنی عمر کے آخر میں ہی ادا کرے تو بلا خلاف اس پر وہ گناہ باقی نہیں رہے گا ۵؎ اور ان حضرات کے نزدیک گنہگار اس وقت ہوگا جبکہ بلا عذر پہلے سال سے تاخیر کرے لیکن اگر عذر کی وجہ سے تاخیر ہوئی تو وہ گنہگار نہیں ہوگا ۶؎ اور جو فقہا حج کی ادائیگی کو مہلت کے ساتھ واجب قرار دیتے ہیں ان کے نزدیک اگر وجوب کے دوسرے یا تیسرے سال میں ادا کیا تو وہ ادا کرنے والا ہی ہوگا قضا کرنے والا نہیں ہوگا۔ (اس کا حج تاخیر کے ساتھ بھی ادا ہی کہلائے گا قضا نہیں ہوگا ۷؎) پس تمام عمر اس کے لئے وقت ہے جیسا کہ نماز کے لئے ایک وقت ہوتا ہے اور اس وقت کے آخر تک اس نماز کا مؤخر کرنا جائز ہوتا ہے پس اسی طرح آخری عمر تک حج کی ادائیگی میں تاخیر کرنا جائز ہے بشرطیکہ مرنے سے پہلے پہلے ادا کرلے ۸؎ اور جب اس نے اپنی آخری عمر میں حج ادا کرلیا تو بالاتفاق اس کا گناہ دُور ہو گیا ۹؎ اور اگر بغیر حج کئے مر گیا تو بالاجماع گنہگار ہوگا ۱۰؎ اور اس اختلاف کے بہت سے ثمرات ہیں جو کتبِ بسوط میں مذکور ہیں ۱۱؎

۱؎ بحر و ارشاد ۲؎ غایۃ الاوطار ۳؎ ع ۴؎ ع وغیرہ ۵؎ در المنتقی ۶؎ و ۷؎ حیات ۸؎ مجمع۔
۹؎ بحر و ش و مجمع و ع و ارشاد ۱۰؎ بحر و ع و ارشاد ۱۱؎ حیات۔

حج کا حکم

حج کا حکم یہ ہے کہ اس کے کرنے سے ثواب ملتا ہے اور ترک کرنے پر عذاب ہوگا اور اس کی فرضیت کا انکار کرنے والا کافر ہو جاتا ہے اور یہ ایک دفعہ ادا کرنا مردوں اور عورتوں پر بلا خلاف فرضِ عین ہے [۱]

حج کا وقت

حج کا وقت مقررہ مہینے ہیں (جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے اَلْحَجُّ اَشْهُرٌ مَّعْلُوْمٰتٌ (الآیہ) اور وہ مقررہ مہینے یہ ہیں شوال، ذی قعدہ اور دس دن ذی الحجہ کے [۲] اگر حج کے اعمال میں سے کوئی عمل مثلاً طواف یا سعی حج کے مہینوں سے پہلے کر لیا تو جائز نہیں اور اگر حج کے مہینوں میں کیا تو جائز ہے [۳] (اس کی تفصیل شرائط وجوب میں آ چکی انشاء اللہ مؤلف)

فضائلِ حج

حج کے فضائل بہت زیادہ اور بے شمار ہیں جن کا ذکر بڑی بڑی کتابوں میں مذکور ہے اور اس بارے میں بہت سی آیات و احادیث وارد ہوئی ہیں ہم یہاں چند آیات و احادیث تبرکاً درج کرتے ہیں (مؤلف)

(۱) اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وَاَذِّنْ فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ يَاْتُوْكَ رِجَالًا وَّعَلٰى كُلِّ ضَامِرٍ يَّاْتِيْنَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيْقٍ لِّيَشْهَدُوْا مَنَافِعَ لَهُمْ الآیہ (ترجمہ: آپ لوگوں میں حج کے فرض ہونے کا اعلان کر دیں اس اعلان سے لوگ آپ کے پاس (یعنی آپ کی اس عمارت کے پاس حج کے لئے) پیدل چل کر بھی آئیں گے اور ایسی اونٹنیوں پر سوار ہو کر بھی آئیں گے جو دور دراز راستوں سے چل کر آئی ہوں اور سفر کی وجہ سے دُبلی ہو گئی ہوں تاکہ یہ آنے والے اپنے منافع حاصل کریں)۔ لیشھدوا منافع لھم کی تفسیر میں کہا گیا ہے کہ موسم حج میں تجارت بھی کریں گے اور آخرت میں حج کا اجر و ثواب بھی حاصل کریں گے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی گئی ہے کہ انھوں نے فرمایا منافع سے مراد دنیا اور آخرت کے منافع ہیں، پس آخرت کے منافع سے مراد اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کا حاصل ہونا ہے اور دنیا کے منافع سے مُراد قربانیوں اور ذبیحہ جانوروں کے گوشت اور تجارتیں ہیں [۴]

(۲) اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا الآیہ (ترجمہ: آج کے دن میں نے تمہارے لئے تمہارے دین کو ہر طرح کامل و مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت کو پورا کر دیا اور تمہارے لئے دینِ اسلام کو ہمیشہ کے لئے پسند کر لیا کہ قیامت تک تمہارا یہی دین رہے گا اس کو منسوخ کر کے دوسرا دین تجویز نہ کیا جائے گا) یہ آیتِ مبارکہ جمعہ کے روز عرفات کے میدان میں عصر کے بعد حجۃ الوداع میں نازل ہوئی جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عرفات کے میدان میں اپنی اونٹنی پر جس کا نام عضباء ہے تشریف فرما تھے پس وہ اونٹنی بوجھ کی وجہ سے بیٹھ گئی کھڑی نہ رہ سکی۔ نزولِ وحی کے وقت حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم میں وزن بہت بڑھ جاتا تھا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم اونٹنی پر سوار ہوتے اور وحی نازل ہوتی تو وہ اونٹنی اپنی گردن گرا دیتی اور جب تک وحی ختم نہ ہوتی حرکت نہ کر سکتی تھی۔ شیخین نے صحیحین میں حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ یہود کے کسی شخص نے حضرت عمرؓ سے عرض کیا اے امیر المؤمنین تمہارے قرآن کریم میں ایک آیت ہے جس کو تم پڑھتے ہو اگر وہ آیت ہم یہودیوں پر نازل ہوتی تو ہم اس دن کو عید بناتے (یعنی سالگرہ کے طور پر اس دن کی خوشی مناتے) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا کہ وہ کونسی آیت ہے؟

[۱] شرح اللباب بزیادۃ۔ [۲] ع و م وغیرہما [۳] ع وغیرہ [۴] اتحاف۔

اس شخص نے عرض کیا الیوم اکملت لکم دینکم۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ ہم خوب اچھی طرح جانتے ہیں کہ یہ آیت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر کس دن اور کس جگہ نازل ہوئی، یہ آیت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر میدانِ عرفات میں جمعہ کے دن وقوفِ عرفات کے وقت نازل ہوئی ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس میں اشارہ فرمایا کہ یہ دن ہمارے لئے پہلے سے ہی عید کا دن ہے بلکہ بحمد اللہ ہمارے یہاں اس وقت دو عیدیں جمع تھیں ایک جمعہ کا دن (کہ وہ بھی مسلمان کے لئے عید کے دن کی طرح ہے) دوسرے عرفہ کا دن (کہ وہ بھی بالخصوص حاجی کے لئے عید کا دن ہے) [1]

(۳) عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال مَنْ حَجَّ لِلّٰہِ فَلَمْ یَرْفُثْ وَلَمْ یَفْسُقْ رَجَعَ کَیَوْمٍ وَلَدَتْہُ اُمُّہٗ رواہ الخمسۃ الا ابا داود[2] (ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص نے محض اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لئے حج کیا اور رفث یعنی جماع اور اس کے تذکرے اور لغو کلام اور فسق یعنی ہر قسم کے گناہ کے کاموں سے محفوظ رہا تو وہ حج سے ایسا پاک ہو کر واپس ہوتا ہے جیسا کہ ماں کے پیٹ سے پیدا ہونے کے دن پاک تھا) یعنی تمام گناہوں سے پاک ہو جاتا ہے اور بعض محدثین کا یہی مذہب ہے جیسا کہ حدیث شریف کے ظاہر الفاظ کا مطلب ہے سوائے بندوں کے حقوق کے کیونکہ حقوق العباد کو دنیا میں ادا کرنا یا صاحبِ حق سے معاف کرا لینا ضروری ہے ورنہ وہ معاف نہیں ہوں گے[3]۔ یعنی حج کرنا ان صغیرہ و کبیرہ گناہوں کو جو حج سے پہلے کے زمانہ میں اس سے سرزد ہوئے ہیں مٹا دیتا ہے سوائے حقوق کے، جیسے قرضہ اور غصب کیا ہوا مال اور قضا نمازیں وغیرہ اور اس کی مثل، ہاں جو گناہِ کبیرہ ان حقوق سے متعلق ہوتا ہے مثلاً قرض کا وقت پر ادا نہ کرنا اور غصب کر لینے کا فعل اور نمازیں تاخیر کرنا وغیرہ کا گناہ حج سے ساقط ہو جاتا ہے لیکن خود حقوق کسی کے نزدیک بھی اس وقت تک ساقط نہیں ہوں گے جب تک حج کے بعد قادر ہونے پر ان حقوق کو ادا نہ کرے اور اس مسئلہ کی پوری تحقیق مغنیہ میں ہے[4] وفی اللباب الحج یھدم ماکان قبلہ من الصغائر واختلف فی الکبائر (ترجمہ: حج سے پہلے کے تمام صغیرہ گناہ حج کرنے سے معاف ہو جاتے ہیں اور کبیرہ گناہوں کے معاف ہونے میں علماء کا اختلاف ہے)۔

(۴) عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال اَلْعُمْرَۃُ اِلَی الْعُمْرَۃِ کَفَّارَۃٌ لِّمَا بَیْنَہُمَا وَالْحَجُّ الْمَبْرُوْرُ لَیْسَ لَہٗ جَزَآءٌ اِلَّا الْجَنَّۃُ رواہ الخمسۃ الا ابا داود[5] (ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک عمرہ دوسرے عمرہ تک ان گناہوں کا کفارہ ہے جو ان کے درمیان میں سرزد ہوں اور حج مبرور کی جزا جنت ہی ہے)۔ اور ایک روایت میں ہے حَجَّۃٌ مَّبْرُوْرَۃٌ خَیْرٌ مِّنَ الدُّنْیَا وَمَا فِیْہَا وَالْحَجُّ الْمَبْرُوْرُ لَیْسَ لَہٗ جَزَآءٌ اِلَّا الْجَنَّۃُ رواہ النسائی وابن عدی عن ابی ہریرۃ[6] (ترجمہ: حج مبرور دنیا و مافیہا سے بہتر ہے اور حج مبرور کا بدلہ جنت ہی ہے)۔ اور حج مبرور وہ ہے جس میں گناہ اور ریاکاری نہ ہو یا وہ ہے جس میں سخاوت اور حسنِ اخلاق ہو۔ یعنی حج مبرور وہ ہے جس میں کسی قسم کی معصیت کا مرتکب ہوا ہو اور بعض کے نزدیک اس سے حجِ مقبول مراد ہے کیونکہ جب آداب و شرائط کی رعایت ہوگی اور کوئی لغزش اس میں نہ ہوگی تو وہ

[1] منظور و ارشاد [2] التاج و جمع الفوائد بمشکوٰۃ [3] حاشیۃ التاج [4] معلم الحجاج [5] لباب و حاشیہ معلم الحجاج [6] التاج و جمع الفوائد و مشکوٰۃ [7] اتحاف [8] حاشیۃ التاج۔

حج انشاء اللہ مقبول ہی ہوگا۔ بعض نے کہا کہ حج مبرور وہ ہے جس میں ریا و سمعہ نہ ہو اور نہ رفث (یعنی فحش کلامی) ہو اور نہ فسوق (نافرمانی) ہو۔ اور بعض نے کہا کہ وہ ہے جس کے بعد گناہ نہ ہو۔ اور امام نوویؒ نے کہا کہ یہ دونوں قول پہلے قول ہی میں داخل ہیں، امام حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ حج مبرور یہ ہے کہ حج کرنے کے بعد دنیا سے بے رغبتی ہو جائے اور آخرت کی طرف رغبت پیدا ہو جائے [1] اور حج مقبول کی علامت یہ ہے کہ حج کرنے کے بعد حاجی نیکیوں کے کرنے اور برائیوں سے بچنے میں اس حالت سے بہتر حالت کی طرف لوٹ آئے جس پر وہ حج سے پہلے تھا [2]

(۵) وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا رُؤِيَ الشَّيْطٰنُ يَوْمًا هُوَ فِيْهِ أَصْغَرُ وَلَا أَدْحَرُ وَلَا أَحْقَرُ وَلَا أَغْيَظُ مِنْهُ فِيْ يَوْمِ عَرَفَةَ وَمَا ذٰلِكَ إِلَّا لِمَا يَرٰى مِنْ تَنَزُّلِ الرَّحْمَةِ وَتَجَاوُزِ اللّٰهِ عَنِ الذُّنُوْبِ الْعِظَامِ إِلَّا مَا رُؤِيَ يَوْمَ الْبَدْرِ الحدیث رواہ مالک عن ابراہیم بن ابی عبلہ مرسلاً [3] (ترجمہ: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ غزوہ بدر کے دن کو چھوڑ کر اور کوئی دن عرفہ کے دن کے علاوہ ایسا نہیں ہے جس میں عرفہ کے دن کی طرح شیطان بہت ذلیل ہو رہا ہو، بہت راندہ پھر رہا ہو، بہت حقیر ہو رہا ہو، بہت زیادہ غصہ میں بھر رہا ہو اور یہ سب کچھ اس وجہ سے ہے کہ وہ عرفہ کے دن میں اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کا کثرت سے نازل ہونا اور بندوں کے بڑے بڑے گناہوں کا معاف ہونا دیکھتا ہے)

(۶) عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيُّ الْعَمَلِ أَفْضَلُ قَالَ الْإِيْمَانُ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ قِيْلَ ثُمَّ مَاذَا قَالَ الْجِهَادُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ قِيْلَ ثُمَّ مَاذَا قَالَ حَجٌّ مَبْرُوْرٌ رواہ بخاری ومسلم وفی روایۃ عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ جِهَادُ الْكَبِيْرِ وَالصَّغِيْرِ وَالضَّعِيْفِ وَالْمَرْأَةِ الْحَجُّ وَالْعُمْرَةُ رواہ النسائی [4] (ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ کونسا عمل سب سے افضل ہے؟ آپؐ نے فرمایا اللہ تعالیٰ پر اور اس کے رسول پر ایمان لانا۔ عرض کیا گیا کہ پھر کونسا عمل افضل ہے؟ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کے راستہ میں جہاد کرنا۔ عرض کیا گیا پھر کونسا؟ آپ نے فرمایا حج مبرور۔ اس کو بخاری و مسلم نے روایت کیا ہے اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ایک روایت میں ہے بوڑھے آدمی اور بچے اور ضعیف و عورت کا جہاد حج و عمرہ کرنا ہے اس کو نسائی نے روایت کیا ہے)

(۷) اَلْحُجَّاجُ وَالْعُمَّارُ وَفْدُ اللّٰهِ إِنْ سَأَلُوْا أُعْطُوْا وَإِنْ دَعَوْا أُجَابَهُمْ وَإِنْ أَنْفَقُوْا أُخْلِفَ لَهُمْ۔ رواہ البیہقی عن ابن عمرؓ وعن ابی ہریرۃ رفعہ، اَلْحُجَّاجُ وَالْعُمَّارُ وَفْدُ اللّٰهِ إِنْ دَعَوْهُ أَجَابَهُمْ وَإِنِ اسْتَغْفَرُوْهُ غَفَرَ لَهُمْ۔ رواہ ابن ماجۃ وفی ارشاد الساری حاشیۃ شرح اللباب قولہ الحجاج والعمار۔ فی نسخۃ مصححۃ الحاج والعمار وھو الصواب (ترجمہ: حج کرنے والے اور عمرہ کرنے والے لوگ اللہ تعالیٰ کے وفد (جماعتیں) ہیں اگر وہ اللہ تعالیٰ سے کوئی سوال کریں تو ان کو دیا جاتا ہے اور کوئی دعا کریں تو قبول کی جاتی ہے اور اگر خرچ کریں تو ان کو اس کا بدلہ دیا جاتا ہے، اس کو بیہقی نے حضرت ابن عمرؓ سے روایت کیا ہے اور ابوہریرہؓ سے مرفوع روایت ہے کہ حاجی لوگ اور عمرہ کرنے والے لوگ اللہ تعالیٰ کے وفود ہیں اگر وہ اللہ تعالیٰ سے

---

[1] شرح اللباب بزیادۃ عن الشیخ [2] حیات [3] اتحاف ومشکوٰۃ [4] جمع الفوائد وشرح اللباب ومشکوٰۃ [5] اتحاف [6] جمع الفوائد۔

دعا کریں تو وہ قبول فرماتا ہے اور اگر وہ اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کریں تو وہ ان کی مغفرت فرما دیتا ہے اس کو قزوینی نے روایت کیا ہے شرح اللباب میں ہے کہ اس کو ابنِ ماجہ نے روایت کیا ہے اور شرح اللباب کے حاشیہ ارشاد الساری میں ہے کہ ایک تصحیح شدہ قلمی نسخہ میں الحاج والعمار ہے اور یہی درست ہے) [۱]

(۸) وقال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِلْحَاجِّ وَلِمَنِ اسْتَغْفَرَ لَہُ الْحَاجُّ، رواہ حاکم من طریق ابی ھریرۃ [۲] ورواہ البیہقی فی سننہ [۳] وعنہ صلے اللہ علیہ وسلم اِنَّ دَعْوَۃَ الْحَاجِّ لَا تُرَدُّ حَتّٰی یَرْجِعَ رواہ ابن الجوزی [۴] وقال عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ اَلْحَاجُّ مَغْفُوْرٌ لَّہٗ وَلِمَنْ یَّسْتَغْفِرُ لَہٗ فِیْ شَھْرِ ذِی الْحِجَّۃِ وَالْمُحَرَّمِ وَصَفَرٍ وَعِشْرِیْنَ مِنْ رَبِیْعِ الْاَوَّلِ [۵] اَیْ فَاِنْ تَاَخَّرَ وُصُوْلُہٗ عَنْھَا فَاِلٰی وُصُوْلِہٖ اِلٰی وَطَنِہٖ کَذَا ذَکَرَہُ ابْنُ رَجَبٍ [۶] وروی احمد من حدیث ابن عمر مرفوعًا اِذَا لَقِیْتَ الْحَاجَّ فَسَلِّمْ عَلَیْہِ وَصَافِحْہُ وَمُرْہُ اَنْ یَّسْتَغْفِرَ لَکَ قَبْلَ اَنْ یَّدْخُلَ بَیْتَہٗ فَاِنَّہٗ مَغْفُوْرٌ لَّہٗ وَھٰذَا شَاھِدٌ جَیِّدٌ لِّلْجُمْلَۃِ الْاُوْلٰی مِنْ قَوْلِ عُمَرَ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ وَقَدْ کَانَ مِنْ سُنَّۃِ الْخَلَفِ اَنْ یُّشَیِّعُوا الْغُزَاۃَ اَیْ یَمْشُوْنَ مَعَھُمْ لِلتَّوْدِیْعِ وَاَنْ یَّسْتَقْبِلُوا الْحَاجَّ اِذَا قَدِمُوْا وَیُقَبِّلُوْا بَیْنَ اَعْیُنِھِمْ وَیَسْاَلُوْھُمُ الدُّعَاءَ لَھُمْ وَکَانُوْا یَتَلَقَّوْنَ الْحَاجَّ یَدْعُوْنَ لَھُمْ قَبْلَ اَنْ یَّتَدَنَّسُوْا وَیَقُوْلُوْنَ تَقَبَّلَ اللہُ مِنَّا وَمِنْکُمْ، فَیُبَادِرُوْا ذٰلِکَ قَبْلَ اَنْ یَّتَدَنَّسُوْا [۷] (ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی کہ یا اللہ تو حاجی کی بھی مغفرت فرما اور حاجی جس کے لئے مغفرت کی دعا کرے اس کی بھی مغفرت فرما۔ اس کو حاکم نے بطریق ابی ہریرۃ روایت کیا ہے اور بیہقی نے اس کو اپنی سنن میں روایت کیا ہے ———— اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ حاجی کی دعا رد نہیں کی جاتی یہاں تک کہ وہ اپنے گھر لوٹے۔ اس کو ابن الجوزی نے روایت کیا ہے ———— اور حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا حاجی کی اللہ تعالیٰ کے یہاں مغفرت ہے اور جس کے لئے حاجی ماہ ذی الحجہ و محرم و صفر میں اور بیس ربیع الاول تک مغفرت کی دعا کرے اس کی بھی مغفرت ہے ———— یعنی اگر وطن واپس آنے میں اس سے زیادہ تاخیر ہو جائے تو اس کے اپنے وطن واپس آنے تک اس کی دعا قبول ہے۔ ابن رجب نے اسی طرح ذکر کیا ہے ———— اور احمد نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مرفوعاً روایت کیا ہے کہ جب کسی حاجی سے ملاقات ہو تو اس کو سلام کرو اور اس سے مصافحہ کرو اور اس سے پہلے کہ وہ اپنے گھر میں داخل ہو اس سے اپنے لئے دعائے مغفرت کی درخواست کرو کیونکہ وہ بخشا ہوا یعنی اپنے گناہوں سے پاک صاف ہو کر آیا ہے اور یہ روایت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قول کے لئے جو اوپر ذکر ہوا بہت اچھی طرح مؤید ہے اور سلف کا معمول تھا کہ غازیوں کو رخصت کرنے کے لئے ان کے ہمراہ چلتے تھے اور جب حاجی لوگ آتے تھے تو ان کا استقبال کرتے تھے اور دونوں آنکھوں کے درمیان بوسہ دیتے تھے اور ان سے دعا کی درخواست کرتے تھے اور قبل اس کے کہ حاجیوں کو آئے ہوئے زیادہ عرصہ گذرے ان سے ملاقات کرتے، دعا کی درخواست کرتے، اور کہتے تھے کہ اللہ تعالیٰ تم سے اور ہم سے قبول فرمائے۔ پس قبل اس کے کہ حجاج کو آئے ہوئے زیادہ عرصہ گذرے اُن سے دعا وغیرہ کرانے کے لئے جلدی کرنی چاہئے۔)

[۱] شرح اللباب و ارشاد [۲] اتحاف [۳] شرح اللباب [۴] اتحاف [۵] ارشاد [۶] اتحاف بتصرف۔ [۷] جمع الفوائد۔

(۹) عن جابر رضی اللہ عنہ عن النبی صلے اللہ علیہ وسلم قال ما امعر حاجّ قطّ قیل للجابر ما الامعار قال ما افتقر للاوسط والبزار[۱] ای ما افتقر حاجّ ای حجًّا مبرورًا قطّ فاذا حصل لہ فقر فھو لتقصیرہ فی النسك وعدم ادائہ علی الوجہ المرضیّ[۲] (ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے آپ نے فرمایا کہ حاجی ہرگز فقیر نہیں ہو سکتا۔ یہ اوسط و بزار کی روایت ہے ـــــ یعنی جس کا حج مبرور ہوا ہو وہ ہرگز فقیر نہیں ہو سکتا پس اگر کوئی حاجی فقیر ہو جائے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ اس نے حج کی ادائیگی میں کوتاہیاں کی ہیں اور حج کو شرع شریف کے پسندیدہ طریقہ پر ادا نہیں کیا ہے ایک دوسری حدیث میں ہے کہ حج اور عمرہ کثرتِ فقر کو روکتا ہے[۳] ـــ اس مضمون کی اور بھی احادیث کنز العمال وغیرہ میں ہیں (مؤلف)

(۱۰) من مات فی ھذا الوجہ حاجًّا او معتمرًا لم یعرض ولم یحاسب وقیل لہ ادخل الجنۃ، ابونعیم فی الحلیہ وغیرہ ورواہ البیہقی بلفظ من مات فی طریق مکۃ لم یعرضہ اللہ یوم القیمۃ ولم یحاسبہ[۴] (ترجمہ: حدیث شریف میں ہے کہ جو شخص حج یا عمرہ کے لئے نکلے اور راستہ میں مرجائے تو نہ اس کی عدالتِ قیامت میں پیشی ہوگی اور نہ حساب کتاب ہوگا اور اس کو کہہ دیا جائے گا کہ جنت میں داخل ہو جا۔ اس کو ابونعیم نے حلیہ میں روایت کیا ہے اور بیہقی کی روایت کے الفاظ یہ ہیں کہ جو شخص مکہ کے راستہ میں (جاتے ہوئے یا واپسی میں) مرجائے اس کی قیامت کے روز اللہ تعالیٰ کے حضور میں پیشی نہیں ہوگی اور اس کا حساب کتاب نہیں ہوگا) ـــــ کنز العمال میں بھی اسی مضمون کی حدیث ہے۔ (مؤلف)۔

(۱۱) وقال الحسن البصری رضی اللہ عنہ من مات عقیب رمضان او عقیب غزو او عقیب حجّ مات شہیدًا[۵] (ترجمہ: اور حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ نے فرمایا جو شخص رمضان المبارک کے فوراً بعد مرگیا یا جہاد (غزوہ) کے فوراً بعد یا حج کے بعد مرگیا تو وہ شہید ہو کر مرا) یہ تینوں حالتیں ایسی ہیں کہ ان میں وہ گناہوں سے پاک صاف ہو چکا ہوگا۔ (مؤلف)

(۱۲) عن ابن مسعود وجابر رضی اللہ عنہما رفعاہ تابعوا بین الحجّ والعمرۃ فانّھما ینفیان الفقر والذّنوب کما ینفی الکیر خبث الحدید والذّھب والفضّۃ، للنسائی والترمذی والبزار[۶] (ترجمہ: حضرت ابن مسعود و جابر رضی اللہ عنہما سے مرفوع روایت ہے کہ پے درپے حج و عمرہ کرو (یعنی قران کرو یا حج کر کے عمرہ بھی کرو یا عمرہ کر کے حج بھی کرو) کہ یہ دونوں فقر اور گناہوں کو اس طرح دور کرتے ہیں جیسا کہ آگ کی بھٹی لوہا، سونا اور چاندی کے میل کو دور کرتی ہے)

حج کی مصلحتیں اور حکمتیں

موجودہ زمانہ میں باوجودِ کثرتِ جہل علم کا دعویٰ ہے اور ہر شخص اپنی عقل پر نازاں ہے جو چیز اپنی سمجھ میں نہ آئے وہ غلط، جس چیز میں کوئی مصلحت معلوم نہ ہو وہ لغو قرار دیجاتی ہے اور تو اور احکامِ شرعیہ قطعیہ میں بھی اپنی رائے زنی کی جاتی ہے نہ صرف ان کی مصالح پر بس کیا جاتا ہے بلکہ علل دریافت کی جاتی ہیں اور یہ مرض ایسا عام ہو گیا ہے کہ ہر شخص احکامِ شرعیہ کی علت دریافت کرتا ہے بلکہ اس کے بغیر تسلی ہی نہیں ہوتی، یہ سب بددینی اور خدائی احکام کی عظمت سے ناواقفیت کی بنا پر ہے ورنہ ہمارا کیا منھ ہے کہ ہم اس خالق و مالک کے احکام کی

[۱] جمع الفوائد و شرح اللباب [۲] ارشاد [۳] کنز [۴] اتحاف [۵] اتحاف [۶] جمع الفوائد و شرح اللباب و مشکوٰۃ۔

علتیں دریافت کریں وہ مالک ہے جو چاہے حکم کرے ہم کو یہ حق نہیں کہ ہم لفظ "کیوں" زبان پر لائیں۔ ارشادِ خداوندی ہے لَا یُسْئَلُ عَمَّا یَفْعَلُ وَھُمْ یُسْئَلُوْنَ ۔ (ترجمہ: حق تعالیٰ سے اس کے فعل کے متعلق سوال نہیں کیا جا سکتا اور لوگ جو کچھ کریں گے اُن سے اس کا سوال کیا جائے گا) ہمارا تو یہ کام ہونا چاہئے ؎

زبان تازہ کردن باقرارِ تو　　　نینگیختن علت از کارِ تو

اس کے علاوہ یہ سوال کہ اس حکم میں کیا حکمت اور اس کی کیا علت ہے خود مقنن سے ہو سکتا ہے علماء سے نہیں ہو سکتا کیونکہ علماء قوانین کے ناقل ہیں خود مقنن نہیں۔ باینہمہ احکامِ شرعیہ حکمت و مصلحت سے خالی نہیں ہیں لیکن یہ ضروری نہیں کہ ہر شخص ان کو سمجھ سکے۔ حکمائے اسلام نے سب احکام کی مصالح بیان کی ہیں اور اس موضوع پر مستقل کتابیں لکھی ہیں لہذا یہ بات خوب ذہن نشین کر لینی چاہئے کہ یہ سب مصالح مدارِ احکام نہیں، اگر یہ مصالح نہ بھی ہوں تب بھی ہمارا فرض ہے کہ خدائی حکم کے سامنے سرِ تسلیم خم کر دیں اور سمجھیں کہ حق سبحانہ وتعالیٰ حکیم ہے اور فِعْلُ الْحَکِیْمِ لَا یَخْلُوْا عَنِ الْحِکْمَۃِ (ترجمہ: حکیم کا کوئی فعل حکمت سے خالی نہیں ہوتا) یہ ہماری عقل کی کوتاہی ہے کہ ان کے اسرارِ غامضہ تک نہیں پہنچ سکتے۔ چونکہ ہماری عقل اور حکمت دونوں ناقص ہیں اور رہنمائی کے لئے کافی نہیں اسی لئے انبیاء (علیہم السلام) کو بھیجا گیا۔ کتابیں نازل کی گئیں تاکہ احکامِ الٰہی بندوں کو معلوم ہوں۔ حکمائے اسلام نے حج کی بہت سی حکمتیں بیان کی ہیں اور ہر فعل کے اسرار علیحدہ ذکر کئے ہیں جو اپنے مقام پر مذکور ہیں ہم صرف اجمالی طریق سے حج کی چند حکمتیں ذکر کرتے ہیں ممکن ہے کہ ہر چیز کا فلسفہ تلاش کرنے والے کیلئے کچھ موجبِ تسکین ہو۔[1]

(۱) اس میں بیت اللہ شریف کی تعظیم ہے کیونکہ وہ شعائر اللہ میں سے ہے اور اس کی تعظیم خدا تعالیٰ کی تعظیم ہے۔

(۲) اجتماع کے معنی کا تحقق ہوتا ہے کیونکہ ہر سلطنت اور ہر ملت کے لئے ایک اجتماع کا دن ہوتا ہے جس میں اعلیٰ ادنیٰ سب جمع ہوتے ہیں تاکہ ایک دوسرے کو پہچانیں اور دین و ملت کے احکام سیکھیں اور اس کے شعائر کی تعظیم کریں اور حج مسلمانوں کے جمع ہونے کا اور ان کی عظمت کے ظاہر ہونے کا اور ان کے لشکروں کے جمع ہونے کا اور ان کے دین کی تعظیم کا دن ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَاِذْ جَعَلْنَا الْبَیْتَ مَثَابَۃً لِّلنَّاسِ وَاَمْنًا (ترجمہ: اور جبکہ ہم نے اس گھر کو لوگوں کے لئے مرجع اور ان کے لئے امن کی جگہ بنایا)۔

(۳) اس دستور کے ساتھ موافقت کرنا جو حضرت ابراہیم اور حضرت اسمٰعیل علیہما السلام سے لوگوں میں وراثۃً چلا آ رہا ہے کیونکہ وہ دونوں ملتِ حنیفیہ کے امام اور اہلِ عرب کے لئے اس کے احکام مقرر کرنے والے تھے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اسی ملت کو ظاہر کرنے کے لئے اور سب ملتوں پر اس کو غالب کرنے کے لئے مبعوث فرمائے گئے تھے چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے مِلَّۃَ اَبِیْکُمْ اِبْرَاھِیْمَ (ترجمہ: یہ تمہارے باپ ابراہیم (علیہ السلام) کی ملت ہے)۔ پس اس ملت کے ان دونوں اماموں سے جو طریقہ چلا آ رہا ہے اس کی حفاظت کرنا ضروری ہوا جیسے فطرت کے خصائل اور امورِ حج چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: "اپنے مشاعر پر قائم رہو کیونکہ تمہارے باپ ابراہیم علیہ السلام کی وراثت سے تم کو یہ ورثہ ملا ہے۔"

(۴) حج میں ایسے امور مقرر ہیں جن میں ہر خاص و عام کے لئے سہولت ہے جیسے منیٰ میں اُترنا اور مزدلفہ میں رات کو قیام کرنا،

[1] معلم الحجاج۔

کیونکہ ایسے امور مقرر نہ کئے جاتے تو حاجیوں کو سخت دشواری پیش آتی اور اگر اس کی تاکید اور پابندی نہ کی جاتی تو اس کثرت اور انتشار کی وجہ سے لوگ ایک بات پر متفق نہ ہوتے ———— (۵) حج میں ایسے اعمال ہیں جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان کا کرنے والا موحد ہے اور حق کا تابع ہے اور ملتِ حنیفی کا پابند ہے اور اس ملت کے پیشواؤں پر جو کچھ اللہ تعالیٰ نے انعامات فرمائے ہیں جیسا کہ صفا اور مروہ کے درمیان سعی کرنا وہ ان پر اللہ تعالیٰ کا شکر گذار ہے [1] پس حج میں توحید اور اطاعت خالق وحدہٗ لاشریک لہٗ کا مظاہرہ ہے کیونکہ افعالِ حج سے مقصود اطاعت رب البیت ہے نہ کہ در و دیوار اور میدان عرفات، جب ہم کو وہاں کی حاضری کا حکم کیا گیا تو ہم محض اظہارِ عبودیت اور کامل انقیاد ظاہر کرنے کے لئے اپنے مالک وخالق کے حکم پر لبیک کہتے ہوئے حاضر ہو گئے ———— (۶) اہلِ جاہلیت حج کیا کرتے تھے اور حج ان کے دین کے اصول میں سے تھا لیکن انھوں نے اس کے اندر ایسے اعمال کو جو حضرت ابراہیم علیہ السلام سے منقول نہیں تھے اور انھوں نے از خود وضع کئے تھے شامل کر لیا تھا اور ان اعمال میں شرک پایا جاتا تھا جیسے اساف اور نائلہ کی تعظیم اور مناتِ طاغیہ کے لئے احرام باندھنا اور جیسے تلبیہ میں اُن کا یہ کہنا لا شریک لک الا شریکا ھو لک اور یہ اعمال ایسے تھے جن سے نہایت تاکید کے ساتھ روکنا ضروری تھا اور بعض اعمال ایسے تھے جن کو وہ بطور فخر و خود پسندی اپنی طرف سے کیا کرتے تھے جیسے قریش کا یہ کہنا کہ ہم حق تعالیٰ کے ہمسایہ ہیں اس واسطے ہم اللہ تعالیٰ کے حرم سے نہیں نکلیں گے پس یہ آیت کریمہ نازل ہوئی ثُمَّ اَفِیْضُوْا مِنْ حَیْثُ اَفَاضَ النَّاسُ الآیہ (پھر جہاں کو اور لوگ چلیں تم بھی وہیں سے چلو) غرضکہ حج کرنے والوں کی شان یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لئے اپنے نفس کو عاجز و ذلیل بنائیں اور حج کی جن مصالح کا اعتبار کیا گیا ہے وہ اعلاء کلمۃ اللہ اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سنت کی موافقت اور اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی یاد ہے [2] پس شریعتِ محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں ان تمام امورِ فاسدہ کی اصلاح کی گئی جو زمانۂ جاہلیت میں لوگ حج میں کرتے تھے اور اصل عبادت کو باقی رکھا گیا ہے تاکہ یہ قدیم عبادت قائم رہے اور شعائر الٰہیہ کی عظمت و شوکت کا اظہار ہوتا رہے [3] ————

(۷) مسلمانوں کی فلاح وبہبود کے لئے مختلف ممالک کے اہل الرائے اگر کوئی لائحہ عمل تجویز کریں تو اس کی تشکیل اور اشاعت کے لئے یہ بہترین موقع ہے [4] ———— (۸) تمام اسلامی ممالک کے افراد کے درمیان باہمی تعارف واتحاد واتفاق اور تعلقات کی وسعت کے لئے حج ایک بہترین ذریعہ ہے کیونکہ اس موقع پر ملتِ اسلامیہ کا ایک عظیم الشان اور بے نظیر اجتماع ہوتا ہے، مشرق ومغرب وجنوب وشمال سے لوگ جوق در جوق آتے ہیں اور باہمی الفت ومحبت اور تعارف حاصل کرتے ہیں آجکل کی اصطلاح میں اس کو "کل عالمی اسلامی کانفرنس" کہہ سکتے ہیں۔ یہ ایسا عظیم الشان اجتماع ہے کہ دنیا میں کہیں اس کی نظیر نہیں ملتی [5] ———— (۹) علم الالسنہ کے شوقین حضرات کے لئے حج کے زمانہ سے بہترین موقع شاید نہ مل سکے کہ ایک ہی جگہ عربی، اردو، ترکی، فارسی، ہندی، پشتو، چینی، جاوی، انگریزی وغیرہ وغیرہ ہر زبان کے واقف لوگ ملیں گے [7] ———— (۱۰) سپاہیانہ زندگی جو اسلامی زندگی کا خصوصی شعار ہے حج کے سفر میں پوری طرح سے پائی جاتی ہے لباس معاش

---

[1] حجۃ اللہ [2] معلم الحجاج [3] منقول از حجۃ اللہ البالغہ [4] معلم الحجاج [5] فضائل حج [6] معلم الحجاج وفضائل حج بتصرف [7] فضائلِ حج۔

میں بھی اور چلنے پھرنے میں بھی [1] ——— (۱۱) سرمایہ داری کے خلاف امیر وغریب میں مساوات پیدا کرنے کی جو کوششیں کی جاتی ہیں اسلام کا ہر رکن نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ اس مقصد کو نہایت آسان اور کامیاب طریقہ سے پورا کرتا ہے، اسلامی اصول سے بہتر کوئی چیز آج تک نہ پیدا ہوسکی ہے اور نہ آئندہ ہوسکے گی بشرطیکہ ان احکام کو اسلام کی صحیح تعلیم کے ماتحت ادا کیا جائے [2] ———

(۱۲) دنیا کے مختلف طبقات میں مساوات پیدا کرنے کے لئے بھی حج بہترین عمل ہے کہ امیر، غریب، بادشاہ، فقیر، ہندی، عربی، ترکی اور چینی وغیرہ سب ایک ہی حال میں ایک ہی لباس میں ایک ہی مشغلہ میں معتدبہ زمانہ تک رہتے ہیں [3] ——— (۱۳) اشاعت اسلام کے شائقین دینی احکام کی اشاعت وتبلیغ کا بطورِ خاص اہتمام کریں، مقامی حضرات باہر سے آنے والے مہمانوں کی اصل خاطر اور ضیافت اس کو سمجھیں کہ ان میں دینی جذبہ قوت پکڑے اور دین کے احکام پر عمل کا ولولہ اور شوق پیدا ہو، ان میں جو ضعف یا بددینی کے اثرات ہوں وہ زائل ہوجائیں، اسی طرح باہر سے آنے والے حضرات بھی اس کو مقامی اصحاب کی اعانت سمجھیں تو دین کو جسقدر فروغ ہو اظہر من الشمس ہے [4] ——— (۱۴) غُربا اور امراء کا اختلاط جو مستقل طور پر ایک مقصود چیز ہے کہ اس کی وجہ سے ایک طرف امراء میں سے نخوت اور غرور دور ہو دوسری طرف غربا کا حوصلہ بڑھے، وہ حج میں ایسے کامل طور سے پایا جاتا ہے کہ جس کی نظیر دوسری جگہ نہیں ملتی، امراء اپنی جسمانی ضروریات کی وجہ سے غرباء کی طرف متوجہ ہوتے ہیں کہ باربرداری کھانا پکانا اور آمدو رفت کی تمام ضروریات کا ان کو خود پورا کرنا مشکل ہوتا ہے، دوسری جانب غربا کی مالی ضروریات ان کو امراء کی طرف متوجہ کرتی ہیں جس کی وجہ سے ان دونوں طبقوں کا اختلاط بڑھ جاتا ہے جو بسا اوقات تعارف اور مدارات سے بڑھ کر مودت اور دوستی تک پہنچ جاتا ہے جس کا سفرِ حج میں پوری طرح مشاہدہ ہوتا رہتا ہے [5] ——— (۱۵) مسلمانوں کے اجتماع کو بالخصوص جبکہ وہ عاجزی اور مسکنت، زاری اور تضرع کے ساتھ ہو اللہ جل شانہٗ کی رحمت اور لطف وکرم کے متوجہ کرنے میں جتنا دخل ہے وہ عامی سے عامی آدمی سے بھی مخفی نہیں، حج کا موقع اس کا بہترین منظر ہے کہ عرفات کا میدان اس کا خصوصی مظہر ہے [6] ———

(۱۶) آثارِ قدیمہ کا تحفظ اور اسلاف بالخصوص پہلے انبیاءِ کرام کے احوال کا علم اور استحضار سفرِ حج کا خصوصی ثمرہ ہے [7] ——— (۱۷) انبیاء کرام کے واقعات کا استحضار اور ان کے اخلاق واوصاف اور صبر ورضا کا نقشہ جب سامنے ہوگا تو بے اختیار ان کے اتباع کا داعیہ پیدا ہوگا اس لئے حج تزکیۂ نفس اور تہذیبِ اخلاق کے لئے بہترین ذریعہ ہے [8] ———

(۱۸) معاشی حیثیت سے دنیا کی معلومات کا ذریعہ سفرِ حج سے بہتر نہیں ہے کہ ہر ملک کی مصنوعات، ایجادات، پیداوار کے حالات اور اس قسم کی جتنی تفصیلات معلوم کرنا چاہیں اس سفر میں بہترین طریقہ سے حاصل ہوسکتی ہیں [9] ———

(۱۹) علمی حیثیت سے سفرِ حج نہایت بہتر چیز ہے کہ اس موقع پر ہر جگہ کے علماء موجود ہوتے ہیں ان کی علمی حیثیت اور ہر مقام کے علمی مراکز، علمی کارنامے، ان کی ترقیات اور تنزل اور اُن کے اسباب پر تفصیل سے اطلاع ہوسکتی ہے اور مختلف نوع کے علماء سے افادہ اور استفادہ کیا جاسکتا ہے [10] ——— (۲۰) دنیا بھر کے اولیا ءابدال واقطاب کا ایک معتدبہ طبقہ ہر سال حج میں

---

[1] فضائل حج [2] فضائل حج بتصرف [3] تا [7] فضائل حج [8] معلم الحجاج [9]، [10] فضائلِ حج۔

شرکت کرتا ہے لہذا اُن کے فیوض و برکات، انوار و کمالات سے استفادہ کا بہترین موقع حج ہی ہے [۱] ——— (۲۱) اللہ تعالیٰ کی معصوم مخلوق فرشتے جو عرش الٰہی کے طواف میں ہر وقت مشغول رہتے ہیں حج میں ان سے نشبہ حاصل ہوتا ہے اور حدیث پاک کے ارشاد مَنْ تَشَبَّہَ بِقَوْمٍ فَھُوَ مِنْھُمْ (ترجمہ: جو کسی قوم کے ساتھ مشابہت پیدا کرتا ہے ان ہی میں شمار کیا جاتا ہے) کی بنا پر فرشتوں کے ساتھ جو کسی وقت اور کسی آن اللہ جل شانہٗ کی منشا کے خلاف نہیں کرتے مشابہت حاصل ہوتی ہے [۲] ———

(۲۲) پہلی امتوں میں مذہبی حیثیت سے رہبانیت ایک بہت ہی اہم اور اونچی چیز شمار کی جاتی تھی مگر اسلام نے اس کو روک کر اس کا بدل سفرِ حج کو قرار دیا چنانچہ زینت کی اشیاء اور بیوی سے صحبت تو درکنار صحبت کا ذکر تک ناجائز کر دیا اور اس رہبانیت کا نعم البدل سفرِ حج کو قرار دیا [۳] پس جو نفع رہبانیت (تارک الدنیا ہونے) سے حاصل ہو سکتا تھا وہ بلا دشواری اضعافاً مضاعفہ ہو کر امتِ محمدیہ کو نصیب ہوا فللّٰہ الحمد [۴] ——— (۲۳) حج اُن متبرک مقامات کی زیارت کا ذریعہ اور برکات حاصل کرنے کا موقع ہے جہاں لاکھوں عشاق نے ایڑیاں اور ماتھے رگڑ رگڑ کر جان دیدی [۵] ——— (۲۴) سفر سے ایک طرف تو اخلاق کی جِلا اور صفائی ہوتی ہے دوسری طرف بدن کی صحت کے لئے معین ہے، حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے سافروا تصحوا [۶] (ترجمہ: سفر کرو صحت یاب ہو گے) تبدیل آب و ہوا صحت کے لئے معین و مددگار ہے حج کا سفر اس کا بہترین ذریعہ ہے [۷] ———

(۲۵) حج اس عبادت کی یادگار و بقا ہے جو حضرت آدم علیٰ نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ سے لیکر ہر مذہب و ملت میں رہی ہے [۸]

——— (۲۶) حج کوئی نئی چیز نہیں ہے قدیم زمانہ سے چلا آرہا ہے سب سے پہلے حضرت آدم علیہ السلام نے ہندوستان سے حاضر ہو کر حج کیا تو حضرت جبرئیل علیہ السلام نے فرمایا کہ فرشتے اس بیت کا طواف آپ سے ہزار سال پہلے سے کرتے ہیں۔ نقل کیا جاتا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام نے ہندوستان سے پیدل چل کر چالیس حج کئے تمام انبیاء علیہم السلام نے بھی حج کیا ہے اور زمانہ جاہلیت میں بھی لوگ حج کرتے تھے لیکن انھوں نے بہت سے مفاسد اور خلافِ شرع امور اس میں شامل کر لئے تھے، شریعتِ محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام نے ان سب کی اصلاح کر دی اور اصل عبادت کو قائم رکھا تاکہ یہ قدیم عبادت قائم رہے اور شعائر الٰہیہ کی عظمت و شوکت کا اظہار ہوتا رہے [۹] ——— (۲۷) مکہ مکرمہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا مولد ہے اور ترپن سال کی عمر تک مختلف دور یہاں گذرے۔ اسلام کا ابتدائی دور نہایت بیکسی کے عالم میں یہیں گذرا اور مسلمانوں نے نہایت صبر و استقلال کے ساتھ کفار کے مظالم کو برداشت کیا۔ اس کے بعد مدینہ طیبہ ہجرت کا مقام ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا روضۂ اقدس وہاں ہے، رسالت کے اکثر احکام وہاں نازل ہوئے۔ اسلام کا انتہائی دور جہاں وہ ہجرت کے بعد غالب اور فاتح کی شکل میں رہے اور غالب و قوی ہو کر اپنے اخلاق کی خوبی اور وسعت سے اسلام کو ایسا پھیلایا کہ دنیا کے گوشے گوشے میں اس کا نور پھیل گیا۔ اس سفرِ حج میں ان دونوں شہروں کی زیارت سے دونوں ادوار کی یاد تازہ ہوتی ہیں اور دونوں سبق یاد کرنے کا امت کو موقع ملتا ہے [۱۰] ——— (۲۸) مرکزِ اسلام کا استحکام و تقویت

[۱، ۲] فضائل حج [۳] فضائلِ حج عن اتحاف [۴] زبدۃ زیارۃ الحرمین [۵] فضائل حج [۶] کنز [۷، ۸] فضائلِ حج۔
[۹] معلم الحجاج [۱۰] فضائلِ حج بتصرف۔

اور حرمین شریفین کے رہنے والوں کی اعانت و نصرت، ان کے حالات کی تحقیق اور اُن کے ساتھ ہمدردی و غمگساری کا بہترین ذریعہ حج و زیارت ہے کہ جب ان سے تفصیلی ملاقات ہوگی تو ان کی اعانت اور مدد کا جذبہ خود بخود دل میں پیدا ہوگا اور وہاں سے واپسی پر بھی عرصہ تک ان کی یاد رہے گی ۱؎ ________ (۲۹) خدا تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ محبت کرنے والوں کے لئے حج ایک امتحان ہے جو سچے عاشق ہیں وہ سب چیزوں کو خیرباد کہہ کر مستانہ وار نکل کھڑے ہوتے ہیں اور تکالیف و مصائب کی پرواہ نہیں کرتے اور جو محض نام کے مسلمان اور اغراضِ نفسانی کے بندے ہیں وہ سینکڑوں بہانے بنا کر حج جیسی دولت سے محروم رہ جاتے ہیں ۲؎ ________ (۳۰) سفرِ حج سفرِ آخرت کا نمونہ ہے، جس وقت حاجی گھر سے چلتا ہے اور احباب و اقارب سے رخصت ہوتا ہے تو جنازے کا سماں نظر آتا ہے کہ ایک روز اس عالم سے سب عزیز و اقارب کو چھوڑ کر سفرِ آخرت کرنا ہوگا، جب احرام کا لباس پہنتا ہے تو کفن کا وقت یاد آتا ہے، راستہ میں رہزنوں اور ڈاکوؤں کی ہول و ہراس پیش آنے کے وقت شیطان دشمنِ ایمان کی رخنہ اندازیاں یاد آتی ہیں، رات کے وقت سمندری موجوں یا برّی درندوں کے خوف پر اندھیری قبر میں سانپ بچھو اور کیڑے مکوڑے یاد آتے ہیں، کبھی قافلے سے چھوٹ کر اکیلا رہ گیا تو قبر کی تنہائی و وحشت یاد آتی ہے، جدہ میں وکلا و مطوفین کی طرف سے نام و وطن کا سوال ہونے پر قبر میں منکر نکیر کے سوالات و بازپرس کا دھیان آتا ہے اور پھر جب مطوف یا اس کے وکیل کے سپرد ہوا تو اس کو دیکھ کر وہ مربی و سرپرست شفیع پیغمبر یاد آتا ہے جس کی کفالت میں اور جس کے جھنڈے کے نیچے محشور ہونا ہے، حرمِ محترم میں داخل ہو کر لبیک پکارا تو قبروں سے اٹھتے وقت فرشتہ کی ندا پر حاضر حاضر کہنا یاد آتا ہے الخ ۳؎ اور میقاتِ حج گویا میقاتِ قیامت کی نظیر ہے اور عرفات کے میدان میں لاکھوں آدمیوں کا اجتماع اور حرارت کی تمازت روزِ محشر کا نمونہ ہے اسی طرح تمام افعال میں اگر غور کرو گے تو سفرِ آخرت کا نمونہ نظر آئے گا ۴؎ ________ (۳۱) غرضکہ یہ سفر دینی اور دنیوی لحاظ سے ایک بہترین چیز ہے اس سے اقوام کے اخلاق و عادات کا پتہ چلتا ہے مختلف تجربات اور دینی و دنیوی منافع حاصل ہوتے ہیں، موجودہ اور سابقہ امتوں کے حالات اور مقامات دیکھ کر خاص عبرت حاصل ہوتی ہے۔ سفرِ حج کرنے والے جانتے ہیں کہ اس سفر سے بہتر کوئی دوسرا سفر نہیں یہ سب چیزوں کا جامع ہے ۵؎

حج کی حکمتیں یا اللہ جل شانہٗ کے کسی بھی حکم کی حکمتیں کوئی کہاں تک بیان کر سکتا ہے، اللہ جل شانہٗ کے ہر حکم میں اتنی حکمتیں ہیں کہ ان میں سے بہت سی مصالح تک ہماری عقول کی رسائی بھی نہیں ہے اور ہر حکم میں جتنا غور کیا جائے روز بروز فوائد زائد ہی سمجھ میں آتے رہتے ہیں اور ہر شخص اپنی فہم کے موافق اُن پر غور کرتا رہتا ہے، یہاں نمونہ کے طور پر چند امور کی طرف مختصر اور مجمل اشارات کئے گئے ہیں غور کرنے سے اور بہت سے امور و مصالح سمجھ میں آسکتے ہیں، لیکن نہایت اہم بات یہ ہے کہ اصل مقصد اللہ جل شانہٗ کے ساتھ تعلق کا بڑھانا ہے اور دنیا اور اس کی محبت سے بے رغبتی پیدا کرنا ہے، واللہ اعلم بالصواب ۶؎

۱؎ فضائل حج ۲؎ معلم الحجاج ۳؎ زیارتِ حرمین ۴؎ و ۵؎ معلم الحجاج ۶؎ فضائل حج بتصرف

شرائطِ حج

حج کی شرطیں چار قسم کی ہیں (۱) شرائطِ وجوبِ حج، (۲) شرائطِ وجوبِ ادا (۳) شرائطِ صحتِ ادا (۴) حج کے فرض کی جگہ واقع ہونے کے شرائط۔ ان میں سے ہر قسم کی شرطوں کا بیان ہر قسم کے عنوان کے تحت تحریر کیا جاتا ہے [۱]

قسمِ اول: شرائطِ وجوبِ حج

حج کی شرطوں کی پہلی قسم شرائطِ وجوبِ حج ہے اور یہ وہ شرطیں ہیں کہ جب کسی شخص میں وہ سب شرطیں پائی جائیں تو اس پر حج فرض ہو جاتا ہے اور اگر وہ تمام شرطیں یا ان میں سے کوئی ایک شرط بھی نہ پائی جائے تو اس پر حج بالکل فرض نہیں ہوتا اس پر خود ادا کرنا بھی فرض نہیں ہوتا اور زندگی میں کسی دوسرے سے حج کرانا یا مرتے وقت وصیت کرنا بھی اس پر واجب نہیں ہوتا اس قسم کی یہ سات شرطیں ہیں، (۱) اسلام — (۲) جو شخص دار الحرب میں ہے اس کو حج کی فرضیت کا علم ہونا — (۳) بلوغ — (۴) عقل — (۵) آزاد ہونا — (۶) استطاعت و قدرت — (۷) حج کا وقت ہونا [۲] — ان سات شرطوں کی تفصیل درج ذیل ہے (مؤلف)

اسلام

(۱) حج فرض ہونے کے لئے مسلمان ہونا شرط ہے [۳] یعنی شرائطِ وجوبِ حج میں سے پہلی شرط اسلام کا تحقیقی طور پر پایا جانا ہے صرف لوگوں میں اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کرنے سے اس پر حج فرض نہیں ہوتا جب تک کہ دل سے اسلام نہ لایا ہو، پس کافر پر حج فرض نہیں ہے خواہ وہ کافر ذمی ہو یا حربی اور اس کا کفر ظاہری طور پر ہو یا باطن میں کافر ہو یعنی منافق ہو [۴]۔ پس منافق کا حج بھی صحیح نہیں ہوگا کیونکہ اس میں حقیقتاً اسلام نہیں پایا گیا اگرچہ وہ اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کرتا ہے [۵] — (۲) اگر کافر اپنے کفر کے زمانہ میں اس قدر مال کا مالک ہو گیا تھا جس سے حج واجب ہو جاتا ہے پھر فقیر ہو جانے کے بعد وہ مسلمان ہو گیا تو حالتِ کفر کی مالداری کی وجہ سے اس پر حج فرض نہیں ہوگا اس کے برخلاف اگر کوئی مسلمان اس قدر مال کا مالک ہوا کہ جس سے حج واجب ہو جاتا ہے اور اس نے حج نہ کیا یہاں تک کہ فقیر ہو گیا تو اس کے ذمہ حج فرض کے طور پر باقی رہے گا [۶] — (۳) اگر کسی مسلمان نے ایک مرتبہ یا چند مرتبہ حج کیا پھر حج پورا کر لینے کے بعد وہ (نعوذ باللہ) مرتد ہو گیا اس کے بعد پھر مسلمان ہو گیا تو اب دوبارہ اسلام لانے کے بعد جب اس میں حج کے شرائط پائے جائیں گے تو اس پر دوبارہ حج کرنا فرض ہوگا [۷] کیونکہ یہ تمام عمر میں کسی وقت ادا کرنا فرض ہے اور پہلے اسلام کی حالت میں کیا ہوا حج اس کے مرتد ہونے کی وجہ سے باطل ہو گیا پس اب وہ شخص گویا کہ نیا مسلمان ہوا ہے [۸] — (۴) کافر اگر خود حج کرے تو حج کی ادائیگی صحیح نہیں ہے، کیونکہ وہ عبادت کا مطلق اہل نہیں ہے اس لئے اس کو حج کی بھی صلاحیت

---

[۱] شرح اللباب بتغیر و حیات [۲] شرح اللباب و ش [۳] ع وغیرہ عامہ کتب [۴] لباب و شرحہ [۵] ارشاد [۶] فتح و ع و ش و لباب و ط [۷] لباب و شرحہ بزیادۃ و ع

[۸] شرح اللباب۔

نہیں ہے پس اگر کوئی کافر حج کرلے اور پھر مسلمان ہو جائے تو اس حج کا کوئی اعتبار نہیں ہوگا جو اس نے حالتِ کفر میں کیا ہے کیونکہ وہ صحیح نہیں ہے (بلکہ اگر اب اس میں شرائطِ وجوب پائے جائیں تو دوبارہ حج کرنا فرض ہوگا) اور اگر کافرِ اصلی یا مرتد احرام باندھنے کے بعد وقوفِ عرفہ سے پہلے مسلمان ہوگیا تو اگر اس نے مسلمان ہونے کے بعد نئے سرے سے حج کا احرام باندھ لیا تو اس کا حج فرض صحیح ہو جائے گا کیونکہ اس کا پہلا احرام عدمِ اہلیت کی وجہ سے منعقد ہی نہیں ہوا ؎۱ اور وقوفِ عرفات سے پہلے کا مطلب یہ ہے کہ وقوف کا وقت فوت ہونے سے پہلے ہو اگرچہ وقوف کے بعد ہو اس لئے کہ وہ احرام اور وقوف اور شہودِ مناسک کے ساتھ ہی مسلمان ہوتا ہے جیسا کہ بحر الرائق میں ہے ؎۲ اور اگر مسلمان ہونے کے بعد نیا احرام نہیں باندھا تو اس کا حج مطلقاً صحیح نہیں ہوگا نہ فرض کی جگہ ہوگا اور نہ نفلی کیونکہ کافر کا احرام ہرگز منعقد نہیں ہوتا نہ فرض کی جگہ اور نہ نفلی کی کیونکہ وہ احرام باندھنے کا اہل نہیں ہے اور اگر کسی مسلمان نے احرام باندھا پھر وہ احرام کے دوران میں ہی (العیاذ باللہ) مرتد ہوگیا تو اس کا احرام مطلقاً باطل ہوگیا خواہ وہ حجِ فرض کا احرام ہو یا نفلی حج کا ہو ؎۳ فقہا کے قول "کافر کے حج کی ادائیگی صحیح نہیں ہے" کا مطلب یہ ہے کہ اگر کافر نے تنہا حج کیا یا نامکمل حج کیا تو اس کی ادائیگی صحیح نہیں ہوگی بخلاف اس کے اگر اس نے مسلمانوں کے ساتھ پورا حج کیا تو کیونکہ وہ اس سے مسلمان ہو جائے گا اس لئے اس کے حج کی ادائیگی صحیح ہو جائے گی اور وہ حج نفلی ہوگا اور بعض نے کہا کہ فرض حج ہوگا اور بعض کے نزدیک اس کے مسلمان ہونے کا حکم نہیں ہوگا اس لئے اس کے حج کی ادائیگی بھی صحیح نہیں ہوگی اور اس حکم کا بیان ظاہر کے اعتبار سے ہے لیکن اللہ تعالیٰ اور اس کافر کے درمیان کے باطنی معاملہ کا حکم یہ ہے کہ اگر وہ احرام باندھنے سے پہلے مسلمان تھا تو فرض ساقط ہو جائے گا ورنہ نہیں، اس کی پوری تفصیل منسک الکبیر میں ہے ؎۴ ______ (۵) اگر کسی کافر نے کسی مسلمان کو اپنی طرف سے نیابت کے طور پر بھیج کر حج کرایا تو وہ حج صحیح نہیں ہوگا نہ فرض کی جگہ ہوگا نہ نفل، خواہ وہ کافر کے امر سے ہی کرے ؎۵

فائدہ: مسلمان ہونے کی شرط حج کے ساتھ ہی مخصوص نہیں ہے بلکہ سب عبادات کے لئے شرط ہے اور یہ وجوبِ حج اور صحتِ ادا اور حج کے فرض کی جگہ واقع ہونے کے لئے یعنی ان تینوں کے لئے شرط ہے ؎۶

جو شخص دار الحرب میں ہے اس کو حج کی فرضیت کا علم ہونا

(۱) وجوبِ حج کی دوسری شرط یہ ہے کہ جو شخص دار الحرب میں ہو اس کو حج کی فرضیت کا علم ہو ؎۷ ______ (۲) دار الحرب میں ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہاں اسلام کے ساتھ پرورش پا کر بالغ ہوا ہو یا یہ کہ وہ کفر کی حالت میں وہاں رہتا تھا اور پھر وہیں دار الحرب میں ہی اسلام لے آیا اور اسی طرح دار الحرب میں رہنے والا مسلمان جب دار الاسلام کی طرف منتقل ہو جائے اور ابھی اس کو اتنا عرصہ وہاں رہتے ہوئے نہ گذرا ہو کہ جس میں شریعتِ اسلام اور قواعدِ احکام سیکھ سکے تو اس کا بھی یہی حکم ہے کہ اس کو بھی فرضیتِ حج کا علم ہونا شرط ہے ؎۸ اور اگر اس کو دار الاسلام میں رہتے ہوئے اتنا عرصہ گذر جائے

؎۱ لباب وشرح بتصرف وزیادۃ عن ش وغیرہ ؎۲ غنیہ فی شرائط صحۃ الاداء ؎۳ لباب وشرحہ بتصرف ؎۴ غنیہ ولباب وشرحہ، حاشیۃ تصرفاً وملتقطاً ؎۵ لباب وشرحہ ؎۶ شرح اللباب وحیات ؎۷ و ؎۸ لباب وشرحہ بتصرف وزیادۃ عن ارشاد

جس میں شریعتِ اسلام کے احکام سیکھ سکے تو وہ دارالاسلام میں رہنے والے کے حکم میں ہے [۱] ——— (۳) اور جو شخص دارالاسلام یعنی مسلمانوں کے ملک میں رہتا ہو اس کے لئے یہ شرط نہیں ہے بلکہ اس کا دارالاسلام میں رہنا ہی فرضیت کا علم ثابت ہونے کے لئے کافی ہے یعنی اس ہی سے اس کے حق میں فرضیت کے علم کا ثبوت ہوجائے گا خواہ اس کو فرضیت کا علم ہو یا نہ ہو (کیونکہ دارالاسلام میں رہنے والے مسلمان کے لئے فرائضِ اسلام کا علم نہ ہونا شرط نہیں ہے بلکہ یہ اس کی ذمہ داری ہے کہ وہ فرائضِ اسلام کا علم فوراً حاصل کرے، مؤلف) خواہ وہ شخص دارالاسلام میں پیدا ہو کر بالغ ہوا ہو یا بالغ ہونے کے بعد اسلام لایا ہو یا باہر سے آکر آباد ہو گیا ہو اس حکم میں یہ سب برابر ہیں پس ایسے شخص کے حق میں حکمی طور پر یہ علم ثابت ہوجائے گا (مثلاً کوئی ذمی کافر اسلام لے آیا تو اس کے لئے حکمی طور پر یہ علم ثابت ہوجائے گا [۲]، یعنی اگر کوئی کافر شخص دارالاسلام میں رہتا تھا پھر وہ وہیں پر اسلام لے آیا تو وہ معذور نہیں سمجھا جائے گا اور اس کے لئے علمِ مذکور حکماً ثابت ہوجائے گا، مؤلف) اور جو مسلمان دارالحرب میں رہتا ہے اگر اس کو دو مردِ مستور الحال یا ایک مرد اور دو عورتیں مستور الحال یا ایک مردِ عادل حج کی فرضیت کی خبر دیدے تو اس کے لئے حج کی فرضیت کا علم ثابت ہوجائے گا اور اس پر حج فرض ہوجائے گا [۳]، اور ایک مردِ خبر دینے والے کیلئے عادل ہونے کی شرط امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک ہے [۴] اور ظاہر ہے کہ عادل ہونے کی شرط ایک خبر دینے والے کے ساتھ ہے دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتیں ہونے کی صورت میں عدالت شرط نہیں ہے اُن کا مستور الحال ہونا بھی کافی ہے اور اسی لئے نہر الفائق میں کہا ہے کہ شہادت کا ایک ضابطہ کافی ہے خواہ عدد ہو یا عدالت [۵] اور صاحبین کے نزدیک اُن کا عادل اور بالغ اور آزاد ہونا اس کی خبر دینے کے لئے شرط نہیں ہے [۶] ——— (۴) اگر دارالحرب میں رہنے والے کسی مسلمان نے حج کے وجوب کا علم ہونے سے پہلے حج ادا کیا تو قطبی نے اپنی مناسک میں بحث کرتے ہوئے ذکر کیا کہ وہ فرض کی جگہ ادا نہیں ہوگا اور ہم اس میں یہ فرق کرتے ہیں کہ وجوب کا علم ہونا حج کے فرض واقع ہونے کیلئے شرط نہیں ہے اور فرض حج فرضیت کا تعین کئے بغیر مطلق حج کی نیت سے صحیح ہوجاتا ہے بخلاف نماز کے، نیز یہ کہ اس کے دارالاسلام میں داخل ہوجانے سے اس کا دارالاسلام میں ہونا متحقق ہو گیا پس وہ ایسا ہے گویا کہ دارالاسلام میں ہی بالغ ہوا ہے پس وہ اس فقیر کی مانند ہے جس نے مواقیت سے پہلے مثلاً اپنے گھر سے حج کا احرام باندھا اور مطلق حج کی نیت کی تو اس کا حج فرض کی جگہ واقع ہوگا حالانکہ اس پر حج واجب نہیں ہے [۷]

بلوغ (۱) تیسری شرط بالغ ہونا ہے اور یہ حج کے وجوب اور فرض کی جگہ واقع ہونے کی شرط ہے، حج ادا ہونے کے جواز اور صحت کی شرط نہیں ہے [۸] پس نابالغ پر حج فرض نہیں ہے [۹] خواہ وہ بالغ تمیزدار (سمجھ دار) ہو یعنی ناپاک اور پاک، میٹھی اور کڑوی چیز میں تمیز کرسکتا ہو اور جانتا ہو کہ اسلام نجات کا سبب ہے یا تمیز نہ کرسکتا ہو [۱۰] پس اگر سمجھ دار نابالغ نے خود حج کیا یا نا سمجھ نابالغ کے ولی نے اس کی طرف سے احرام باندھا اور اس لڑکے نے حج ادا کیا تو اس کا حج نفلی ہوگا

[۱] و [۲] غنیہ [۳] بحر و ع بزیادۃ عن غنیہ [۴] شرح اللباب [۵] ارشاد و ش و غنیہ [۶] شرح اللباب و بحر و ع [۷] غنیہ و ش۔
[۸] لباب و شرحہ و حیات [۹] ع و لباب و حیات وغیرھا۔ [۱۰] شرح اللباب بزیادۃ عن ارشاد۔

حج فرض ادا نہیں ہوگا کیونکہ وہ فرضِ حج کا مکلّف نہیں ہے [۱] یعنی اگر کسی بچے نے بلوغ سے پہلے حج کیا تو یہ حجۃ الاسلام یعنی فرض حج نہیں ہوگا بلکہ نفلی حج ہوگا [۲] اور اس کے ولی کو چاہیے کہ اس نابالغ کو ممنوعاتِ احرام کے ارتکاب مثلاً سلا ہوا کپڑا پہننے اور خوشبو لگانے سے روکے لیکن اگر اس نابالغ سے کسی ممنوعِ احرام کا ارتکاب ہوا تو اس نابالغ یا اس کے ولی پر کچھ جزا لازم نہیں ہوگی [۳] ـــــــــ (۲) اور اگر نابالغ نے احرام باندھا پھر وہ بالغ ہوا اب اگر اس نے نئے سرے سے احرام باندھ لیا تو اس کا حج فرض واقع ہو جائے گا ورنہ نہیں [۴] یعنی اگر نابالغ احرام باندھنے کے بعد وقوفِ عرفہ سے پہلے بالغ ہوگیا اور اسی احرام میں رہ کر حج پورا کر لیا تو اس کا حج نفلی ہوگا اور اگر بالغ ہونے کے بعد نئے سرے سے تلبیہ کہا یا نئے سرے سے (حج فرض یا مطلق حج کی نیت سے) احرام باندھا پھر وقوفِ عرفہ کیا تو بالاجماع اس کا حج فرض ادا ہو جائے گا [۵]

(تنبیہ) فقہا کا قول "وقوفِ عرفات سے پہلے" اکثر کتبِ فقہ میں قبل الوقوف کے لفظ سے مذکور ہے اس میں دو احتمال ہیں ایک یہ کہ اس سے مراد وقوفِ عرفہ ادا کرنے سے پہلے ہے، دوسرا احتمال یہ ہے کہ اس سے مراد وقوفِ عرفہ کا وقت فوت ہونے سے پہلے ہے۔ پہلے قول کی تائید امام سرخسی رحمہ اللہ کے اس قول سے ہوتی ہے جو مبسوط میں باب المواقیت کے آخر میں ہے وہ یہ ہے کہ اگر کسی نابالغ نے بلوغ سے پہلے حج کا احرام باندھا پھر وہ خانۂ کعبہ کا طواف کرنے سے پہلے یا وقوفِ عرفہ سے پہلے بالغ ہوا تو ہمارے نزدیک اس کا حج فرض کی جگہ کافی نہیں ہوگا لیکن اگر وہ وقوفِ عرفہ کرنے سے پہلے نئے سرے سے احرام باندھ لے گا تو اب اس کا حج فرض کی جگہ ادا ہو جائے گا انتہیٰ۔ پس اگر اس نے زوال کے بعد عرفات کا وقوف کر لیا اگرچہ ایک لحظہ ہی ہو اس کے بعد وہ بالغ ہوا تو اب اس کے لئے تجدیدِ احرام جائز نہیں ہے اگرچہ تجدید کا وقت یعنی وقوف کا وقت باقی ہو کیونکہ اس کا حج پورا ہو چکا ہے اور جب حج پورا ہو جائے تو اب وہ نقص کو قبول نہیں کرتا اور ایک سال میں دو حج ادا کرنا بالاجماع درست نہیں ہے۔ قاضی محمد عید نے اپنی کتاب لباب کی شرح خلاصۃ الناسک علی لباب المناسک میں اپنے شیخ حسن العجیمی مکی سے اسی طرح ذکر کیا ہے اور شیخ عبداللہ العفیف نے اپنی شرح منسک میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان سے استدلال کرتے ہوئے اس کی تائید کی ہے اور وہ حدیث یہ ہے "جس نے رات یا دن کی ایک ساعت وقوفِ عرفہ کر لیا تو اس کا حج پورا ہوگیا پس لفظِ مَنْ عموم کے صیغوں میں سے ہے پس صبی (نابالغ) کو بھی شامل ہے۔ ردالمحتار میں کہا ہے کہ مصنفِ درمختار نے الدرر کی متابعت میں جو قبل الوقوف لکھا ہے اس سے مراد حقیقتِ وقوف ہے نہ کہ وقتِ وقوف، پس اس سے بھی عجیمی کے کلام کی تائید ہوتی ہے اھ ـــــــــ

دوسرا احتمال یعنی "وقوف کا وقت فوت ہونے سے قبل" ملا علی قاری رحمہ اللہ نے وقایہ اور لباب پر اپنی شرحوں میں اسی کو اختیار کیا ہے اور نخبہ میں اس کا قول اسی کی تائید کرتا ہے وہ قول یہ ہے "اگر اس نے احرام کی تجدید کی اس طرح پر کہ اس نے وقوفِ عرفہ سے قبل حج فرض کی نیت کی اور پھر وقوف کیا اور طواف کیا تو اس کا فرض حج بلاخلاف صحیح ہوگیا اور اگر وقوفِ عرفہ کرنے اور وقتِ وقوفِ عرفہ گذر جانے کے بعد بالغ ہوا تو وہ فرض حج کی جگہ کافی نہیں ہوگا" اور اس کا اسی طرح کا قول ملتقیٰ میں بھی ہے وہ یہ ہے کہ اگر نابالغ یا مجنون یا کافرنے

[۱] لباب و شرحہ و حیات [۲] ع [۳] لباب و شرحہ و ش و حیات [۴] شرح اللباب [۵] ع

احرام باندھا پھر نابالغ بالغ ہوا یا مجنون کو افاقہ ہوا یا کافر مسلمان ہوا اور حج کا وقت باقی ہے پس اگر یہ لوگ احرام کی تجدید کرلیں تو ان کا فرض حج ادا ہو جائے گا اھ۔ اور اس کا مقتضیٰ یہ ہے کہ قبل الوقوف سے مراد وقوف کا وقت فوت ہونے سے قبل ہے پس غایۃ الامر اس میں یہ ہے کہ اس سے پہلے جو وقوف اس نے کیا ہے وہ رکن کے حق میں بیکار و رائیگاں چلا جائے گا۔ اور یہ حکم نابالغ و مجنون کے بارے میں ہے لیکن کافر کا حکم یہ ہے کہ اس کا پہلا احرام منعقد نہیں ہوا نہ فرض کی جگہ اور نہ نفل کی جگہ اس لئے اس کا وقوف معتبر نہیں ہوگا اور حاصل یہ ہے کہ اس مسئلہ میں فقہا کا اختلاف ہے بعض نے وقوفِ عرفہ کی ابتدا کے بعد نئے سرے سے احرام باندھنے کی صحت کا فتویٰ دیا ہے اور بعض نے اس صورت میں تجدیدِ احرام کی عدمِ صحت کا فتویٰ دیا ہے (اور یہی صحیح و فتویٰ کے لئے مختارِ علما ہے، مؤلف) یہ بیان منحۃ الخالق و در مختار و غیرہما سے ملخصاً تحریر کیا گیا ہے [۱]

(۳) اگر نابالغ میقات سے بغیر احرام کے گذر گیا پھر مکہ میں اس کو احتلام ہوا یعنی وہ بالغ ہو گیا اور مکہ سے اس نے حج (فرض یا مطلق حج) کا احرام باندھا تو اس کا حج فرض ادا ہو جائے گا اور میقات سے بغیر احرام گزر جانے کی وجہ سے اس پر کچھ جزا واجب نہیں ہوگی [۲] (اس کی مزید تفصیل نابالغ کے حج کے بیان میں ہے۔ مؤلف)۔

عقل

چوتھی شرط عقل ہے (۱) اور یہ بھی حج کے وجوب اور فرض کی جگہ واقع ہونے کی شرط ہے اور اس بارے میں فقہا کا اختلاف ہے کہ یہ حج کی ادائیگی جائز و صحیح ہونے کی شرط ہے یا نہیں [۳] پس مجنوں (پاگل) پر حج فرض نہیں ہے اور معتوہ (نیم پاگل و ناقص العقل) کے بارے میں کتبِ اصول میں اختلاف ہے [۴] امام فخر الاسلام نے معتوہ پر عبادات کے واجب نہ ہونے کو اختیار کیا ہے کیونکہ وہ نابالغ سمجھ دار کی مانند تمام احکام میں غیر مکلف ہے لیکن اگر وہ ادا کرلے گا تو اس کی ادائیگی درست ہوگی (مگر وہ حج فرض کی جگہ واقع نہیں ہوگا بلکہ نفلی ہوگا، مؤلف) اور امام دبوسی نے احتیاطاً اس کو اختیار کیا ہے کہ وہ عبادات کے لئے مخاطب ہے یعنی اس پر عبادات واجب ہیں [۵] (۲) اور بیوقوف کا حکم عاقل کی طرح ہے پس اگر وہ حج فرض یا عمرہ یا دونوں ادا کرنے کا ارادہ کرے تو اس کو منع نہیں کیا جائے گا [۶] (۳) کسی مجنوں کے ولی نے اس کی طرف سے حج کا احرام باندھا اور وقوفِ عرفات سے پہلے وہ ہوش میں آگیا، اگر اس نے افاقہ کے بعد نئے سرے سے (حج فرض یا مطلق حج کی نیت سے) احرام باندھ لیا تو حج فرض ادا ہو جائے گا اور اگر دوبارہ نئے سرے سے احرام نہیں باندھا تو حج فرض ادا نہیں ہوگا [۷] اور اگر اس کو افاقہ نہیں ہوا یا وقوفِ عرفات کے بعد افاقہ ہوا یا وقوفِ عرفہ سے پہلے افاقہ ہونے کے بعد اسی احرام کو باقی رکھا جو جنون کی حالت میں باندھا تھا تو ان تینوں صورتوں میں اس کا حج فرض ادا نہیں ہوگا (بلکہ نفلی ہوگا، مؤلف عن لباب) اس کو افاقہ کے بعد جب استطاعت حاصل ہو حج ادا کرنا فرض ہے [۸] (۴) اگر کسی نے حالتِ عقل میں حج کیا پھر اس کو جنون لاحق ہو گیا تو اگر اس نے حج میں فرض کی نیت کی تھی یا مطلق حج کی نیت کی تھی تو اس کا وہ حج جو حالتِ عقل میں

---

[۱] غنیہ بتغیر یسیر [۲] ع [۳] لباب و شرحہ و حیات [۴] بحر و ش و ع و حیات [۵] بحر و ش و ارشاد ملتقطاً و مجمع و غنیہ۔ [۶] لباب و شرحہ و غنیہ و حیات ملتقطاً [۷] لباب و شرحہ بزیادۃ عن ش [۸] ارشاد۔

ادا کیا تھا اور فرض کی جگہ ادا ہوا تھا باقی رہے گا پس وہ جنون کے افاقہ ہونے کے بعد اس کی قضا نہیں کریگا[1] ۔

(۵) اگر کسی صحیح (عاقل) نے احرام باندھا یعنی احرام باندھنے کے وقت اس میں جنون کا مرض نہیں تھا پھر اس کو جنون لاحق ہو گیا یا احرام باندھتے وقت افاقہ تھا اور وہ نیت و تلبیہ کو سمجھتا تھا اور اس نے نیت و تلبیہ ادا کیا پھر اس نے مناسک اس طرح پر ادا کئے کہ اس کی طرف سے نیابتاً کسی دوسرے شخص نے بعض مناسک ادا کئے اور اسے بھی ساتھ رکھا اور اس کی طرف سے طوافِ زیارت کی نیت کی پھر حج کر لینے کے بعد اس مجنوں کو افاقہ ہو گیا۔ اگرچہ افاقہ کئی سال کے بعد ہوا ہو تو وہ حج فرض ادا ہو جائے گا[2] اور اس کی طرف سے طوافِ زیارت کی نیت میں نیابت ضرورت کی وجہ سے جائز ہے لیکن نفسِ طواف میں نیابت جائز نہیں ہے کیونکہ اس کو اٹھا کر طواف کرانا ممکن ہے پس اگر وہ اس کو اٹھا کر طواف کرائیں گے لیکن اس کی طرف سے نیت نہیں کریں گے تو اس کو افاقہ کے بعد خود طواف کرنا لازم ہو گا جیسا کہ بیہوش کے طواف کے بیان میں اس کی وضاحت آئے گی انشاءاللہ تعالیٰ[3] اور اگر اس نے افاقہ کی حالت میں احرام باندھا اور نیت و تلبیہ کو سمجھتا ہے اور اس نے خود بغیر کسی کی نیابت کے حج ادا کیا تو اس کا حج نفلی ادا ہو گا فرض کی جگہ نہیں ہو گا اور اگر وہ نیت و تلبیہ کو نہیں سمجھتا تو اس کا حج ادا کرنا ایسا ہے جیسا کہ بغیر طہارت کے نماز ادا کرنا یعنی اس کا حج نہ فرض کی جگہ صحیح ہو گا نہ نفل ہو گا[4] (کیونکہ اس صورت میں وجوب کی ایک شرط یعنی نیت کے وقت عقل کا ہونا مفقود ہے۔ مؤلف)

آزاد ہونا

(۱) پانچویں شرط آزاد ہونا ہے خواہ اصلی ہو یا عارضی اور یہ حج کے وجوب اور فرض کی جگہ واقع ہونے کی شرط ہے، حج کی ادائیگی کے صحیح و جائز ہونے کی شرط بالاتفاق نہیں ہے[5] پس غلام (اور باندی) پر حج فرض نہیں ہے خواہ مدبر ہو یا ام ولد ہو یا مکاتب ہو یا اس کا کچھ حصہ آزاد ہو گیا ہو یا اس کو حج کی اجازت مل گئی ہو اور خواہ وہ غلام مکہ میں ہی ہو کیونکہ کوئی چیز اس کی ملکیت نہیں ہے[6] یعنی غلام (شرعی) پر حج فرض نہیں ہے خواہ اس کا آقا اس کو اجازت دیدے پس اگر اس نے اپنے آقا کی اجازت سے حج کر لیا یا اس کی اجازت کے بغیر ادا کیا تو اس کا فرض حج ادا نہیں ہو گا[7] اور وہ نفلی حج ہو جائے گا کیونکہ وہ ادائے حج کا اہل ہے جیسا کہ آگے آتا ہے[8] اور اس سے فرض اس کے ذمہ سے ساقط نہیں ہو گا[9] یعنی آزاد ہونے کے بعد جب شرائطِ حج اس میں پائے جائیں گے تب اس پر حج فرض ہو گا اور غلامی کی حالت میں کیا ہوا حج فرض کی جگہ کافی نہیں ہو گا بلکہ اب اس کو دوبارہ کرنا فرض ہو گا[10] ۔ (۲) اگر آزاد ہونے سے پہلے اپنے مالک کے ساتھ حج کیا تو اس کا حج فرض ادا نہیں ہو گا اور اس کو آزاد ہونے کے بعد دوبارہ حج کرنا فرض ہو گا اور اگر حج کے راستہ میں احرام باندھنے سے پہلے آزاد ہو گیا پھر اس نے احرام باندھا اور حج کیا تو حج فرض ادا ہو جائے گا اور اگر آزاد ہونے سے پہلے احرام باندھا پھر آزاد ہونے کے بعد نئے سرے سے احرام باندھا تو یہ حج فرض کی جگہ ادا نہیں ہو گا[11] اس لئے کہ اب اس کے لئے حج فرض

---

[1] لباب و شرحہ [2] لباب و شرحہ [3] غنیہ بتصرف و زیادۃ عن غنیہ [4] غنیہ بتصرف [5] لباب و شرحہ بتغیر و تصرف [6] لباب و شرحہ و حیات۔
[7] بحر و ع و غنیہ وغیرہا [8] ط [9] ش بتصرف و حیات [10] لباب و غنیہ و حیات [11] حیات [12] ع۔

کے لئے نئے سرے سے احرام باندھنا جائز نہیں ہے کیونکہ پہلا احرام شروع کر دینے کی وجہ سے اس کے حق میں لازم ہو گیا۔ اب اسکو اس احرام سے حج ادا کئے بغیر باہر آنا جائز نہیں ہے اور اس احرام کو فاسد کر دینے سے اس کی قضا اس پر لازم آئے گی بخلاف نابالغ کے کہ اس کے حق میں بالغ ہونے پر نئے سرے سے فرض حج کا احرام باندھنا جائز ہے کیونکہ اس کا پہلا احرام یعنی نابالغ ہونے کی حالت میں باندھا ہوا احرام اس کو اپنے اوپر لازم کرنے کے لئے نہیں ہے ۱؎ ______ (۳) اہلِ مکہ کے غلاموں پر حج واجب نہیں ہے اور اہلِ مکہ کے فقرا پر حج واجب ہے کیونکہ زاد و راحلہ کا شرط ہونا فقیر کے حق میں تیسیر کے لئے ہے اہلیت کے لئے نہیں بخلاف آزاد ہونے کی شرط کے ۲؎

استطاعت و قدرت

چھٹی شرط استطاعت یعنی مالدار ہونا ہے اور یہ وجوب حج کی شرط ہے، جواز و صحتِ ادا اور حج فرض واقع ہونے کی شرط نہیں ہے پس اگر کسی فقیر و مسکین نے تکلّف کیا اور حالتِ فقر میں جا کر حج ادا کر لیا اور اس میں حج فرض یا مطلق حج کی نیت کی تو اس کا یہ حج جائز ہو کر اس کے فرض حج سے واقع ہو جائے گا اور فرض حج اس سے ساقط ہو جائے گا ۳؎ (یعنی اگر اس کے بعد وہ مالدار ہو گیا تو اس کو دوبارہ حج کرنا فرض نہ ہو گا، مؤلف) اور اگر کسی فقیر نے نفل حج یا نذر کی نیت کی تو وہ حج نفل یا نذر سے ادا ہو گا اور فرض حج اس سے ساقط نہیں ہو گا پس اگر وہ بعد میں مالدار ہو گیا تو اس پر دوسرا حج لازم ہو گا ۴؎ استطاعت سے مراد یہ ہے کہ زاد راہ (توشہ) اور راحلہ (سواری) پر اس طرح قدرت ہو کہ وہ اس کا مالک ہو یا کرایہ پر لے کر قابض ہو اور اگر مانگ کر یا اس کے مباح ہونے کی وجہ سے قادر ہوا ہو تو اس سے حج فرض نہیں ہوتا خواہ وہ اس شخص نے مباح کیا ہو جس کا اس پر احسان شمار نہیں ہوتا جیسے ماں باپ اور اولاد یا اُن کے علاوہ کسی اور نے مباح کیا ہو جیسے اجنبی لوگ ۵؎ ______ (۲) زاد راہ پر قدرت مِلک سے ثابت ہوتی ہے اباحت سے نہیں اور راحلہ (سواری) پر قدرت مِلک اور اجارہ سے ثابت ہوتی ہے عاریت اور اباحت سے ثابت نہیں ہوتی۔ پس اگر بیٹے نے اپنے باپ کے لئے اطاعت (خدمت جس کی راستہ میں اس کو ضرورت پڑے گی جیسا کہ اپاہج کو پڑتی ہے ۶؎) خرچ کی اور اس کے لئے زاد راہ اور سواری مباح کر دی تو باپ پر حج فرض نہیں ہو گا اور اسی طرح اگر کسی نے اس کو مال دیا کہ وہ اس سے حج کرلے تو اس کو اس کا قبول کرنا واجب نہیں ہے ۷؎ اسی طرح اس کے برعکس یعنی اگر باپ نے اپنے بیٹے کو مال دیا کہ وہ حج کرلے تو اس کو اس کا قبول کرنا واجب نہیں ہے ۸؎ یعنی اگر کسی نے حج کرنے کے لئے اس کو مال دیا تو اس پر اس کا قبول کرنا واجب نہیں ہے خواہ وہ دینے والا اُن لوگوں میں سے ہو جن کے احسان کا اعتبار ہوتا ہے جیسا کہ اجنبی لوگ یا اُن لوگوں میں سے ہو جن کے احسان کا اعتبار نہیں کیا جاتا جیسا کہ ماں باپ اور اولاد ۹؎ اس لئے کہ جب وجوب کی شرطوں میں سے کوئی شرط نہ پائی جائے تو اس کا حاصل کرنا اس پر واجب نہیں ہے ۱۰؎ اور اگر اس نے وہ مال قبول کر لیا تو بالاجماع اس پر حج واجب ہو جائیگا ۱۱؎

۱؎ شرح اللباب بتصرف ۲؎ غنیہ و فتح و ارشاد ۳؎ لباب و شرحہ ۴؎ حیات بتصرف ۵؎ ع و حیات ۶؎ شرح اللباب ۷؎ بحر۔
۸؎ در و ش بتصرف ۹؎ فتح و ع ۱۰؎ بحر و در و ط ۱۱؎ لباب و شرحہ۔

(۳)، زادِ راہ (توشہ) اور سواری کا مالک ہونے سے مراد یہ ہے کہ اس کے پاس اپنی حاجت سے زیادہ مال ہو یعنی اس کے رہنے کے مکان، لباس، خادم اور گھر کے اسباب کے سوا اس قدر سرمایہ ہو کہ سواری پر مکہ مکرمہ کو جائے اور واپس گھر آئے، پیدل چلنے کا اعتبار نہیں اور وہ سرمایہ اس کے قرض کو منہا کر دینے کے بعد ہو (خواہ وہ قرض مہر معجل یا مؤجل سے متعلق ہو اور بعض نے کہا کہ سرمایہ کا مہرِ معجل سے فارغ ہونا شرط ہے مہرِ مؤجل سے نہیں ۱؎) اور اپنے واپس آنے کے وقت تک اس سرمایہ کے علاوہ اپنے عیال کا خرچ اور مرمت مکان وغیرہ کے لئے بھی دے سکے ۲؎ اس کے اپنے نفقہ اور اس کے عیال کے نفقہ میں اوسط درجہ کے خرچ کا اعتبار کیا جائیگا کنجوسی یعنی اوسط درجہ سے کم اور فضول خرچی یعنی اوسط درجہ سے زیادہ کا اعتبار نہیں ہوگا اور عیال سے مراد وہ لوگ ہیں جن کا نفقہ اس کے ذمہ لازم ہے (مثلاً بیوی، چھوٹی اولاد اور بالغ لڑکیاں جو نادار ہوں وغیرہ) ظاہر الروایت کے مطابق حاجی کے واپس آنے کے بعد کے نفقہ کا اعتبار نہیں کیا جائے گا ۳؎ پس اپنے شہر میں لوٹ کر آنے کے بعد کے دنوں کا نفقہ چھوڑ کر جانا ظاہر الروایت میں شرط نہیں ہے ۴؎ یعنی نہ ایک سال کا اور نہ ایک ماہ کا اور نہ ایک دن کا جیسا کہ بعض روایتوں میں وارد ہوا ہے ۵؎ جیسا کہ بعض نے کہا کہ واپس آنے کے بعد کے ایک دن کا نفقہ چھوڑنا لازمی ہے اور بعض نے کہا کہ ایک مہینہ کا نفقہ چھوڑنا لازمی ہے پہلا قول امام ابوحنیفہؒ کا اور دوسرا قول امام ابو یوسفؒ کا ہے ۶؎ اس لئے کہ اس کو واپسی کے بعد فوراً کمائی کر لینا ممکن نہیں ہے پس وہ ایک ماہ میں اس پر قادر ہوگا ۷؎ اور جو ظاہر الروایت میں ہے وہی صحیح ہے ۸؎ اور اوسط درجہ کے خرچ سے مراد اس کی معروف جانی پہچانی حالت کا اوسط درجہ ہے اسی لئے کہا ہے کہ کنجوسی اور فضول خرچی کے بغیر ہو، یہ مراد نہیں ہے کہ مالدار اور فقیر کے درمیان کے درجہ کے مطابق ہو جیسا کہ بحر الرائق میں اس کا وہم کیا گیا ہے ۹؎ اور اس کی عیال کے نفقہ کے تحت ان کے رہنے کے لئے مکان اور کھانے پینے کا خرچہ اور لباس داخل ہے پس نفقہ بلا شبہ خوراک و لباس اور رہنے کی جگہ کو شامل ہے ۱۰؎ پس جس گھر میں وہ رہتا ہے اور جو غلام اس کی خدمت کرتا ہے اور جو کپڑے وہ پہنتا ہے اور جس سامان کی اس کو ضرورت پڑتی ہے اُن کے ہونے سے اس کے لئے حج کی استطاعت ثابت نہیں ہوتی اور اگر کسی کے پاس ایسا گھر ہے جس میں وہ نہیں رہتا اور ایسا غلام ہے جس سے وہ خدمت نہیں لیتا تو اس کے موجود ہونے سے استطاعت ثابت ہو جاتی ہے پس اس کو لازم ہے کہ اس کو بیچے اور حج کرے ۱۱؎ پس نفقہ ان حوائجِ اصلیہ سے زائد ہونا چاہیے جن کا ذکر زکوٰۃ کے بیان میں ہو چکا ہے مثلاً اس کے رہنے کا مکان خدمت کے غلام اس کے سواری کا گھوڑا جس کی اس کو ضرورت پڑتی ہے اگرچہ کبھی کبھی ضرورت پڑتی ہے اور ہتھیار جبکہ وہ ان کا اہل ہو، پیشہ ور کے لئے اس کے پیشے کے اوزار، فقیہ کے لئے فقہ کی کتابیں جبکہ وہ ان کے استعمال کی طرف محتاج ہو اس کے پہننے کے کپڑے اس کے گھر کا سامان اور اس کے گھر کی مرمت کا خرچہ اس کے پیشہ کا سرمایہ جبکہ اس کو اس کی ضرورت ہو اور کھیتی کے آلات بیل وغیرہ جبکہ وہ خود کھیتی کرتا ہو اور تجارت کا سرمایہ جبکہ وہ تاجر ہو اور تجارت اس کا ذریعۂ معاش ہو، سرمایہ سے اس قدر سرمایہ مراد ہے جس سے اپنے لئے اور اپنے

۱؎ در و حیات ۲؎ ع ۳؎ غ و بحر و فتح وغیرہا ۴؎ حیات ۵؎ شرح اللباب و حیات ۶؎ بحر وغیرہ ۷؎ د ۸؎ مجمع ۸؎ حیات
۹؎ غلیہ و منحہ و ش تنویر ۱۰؎ ط ۱۱؎ بحر و ش ۱۱؎ بحر و ع ع و حیات

عیال کے لئے بقدرِ کفایت روزی کما سکے نہ کہ اس سے زیادہ کیونکہ زیادہ کی کوئی حد نہیں ہے [1]

(۴) اگر کسی کے پاس رہنے کا مکان بہت بڑا ہے جو اس کی ضرورت سے زائد ہے اور وہ اس کو بیچ کر اس رقم کے کچھ حصہ سے ایک چھوٹا مکان لیکر رہ سکتا ہے اور باقی بچی ہوئی رقم سے حج کر سکتا ہے تو اس کو اس مقصد کے لئے اس مکان کا بیچنا واجب نہیں ہے لیکن اگر اس کو بیچ دیا اور اس رقم کے کچھ حصہ سے اپنی ضرورت کے لئے کوئی دوسرا چھوٹا مکان خرید لیا اور زائد رقم سے حج کر لیا تو یہ اس کے لئے افضل ہے [2] اور اسی طرح اگر اس مکان کے ایک حصہ کو بیچ کر حج کر سکتا ہے اور باقی حصہ اس کے رہنے کیلئے کافی ہو سکتا ہے تو اس کو حج کے لئے اس زائد حصہ کا بیچنا لازم نہیں ہے [3] (لیکن ایسا کرنا افضل ہے جیسا کہ پہلے بیان ہوا۔ مؤلف) اور بالاتفاق یہ واجب نہیں ہے کہ حج کرنے کے واسطے اپنے مکان کو بیچ ڈالے اور آئندہ کرایہ کے مکان میں رہا کرے [4] اور اگر کسی کے پاس رہنے کا گھر اور حاجتِ اصلیہ سے زائد کوئی چیز نہ ہو لیکن اس کے پاس اتنے درہم ہوں کہ اس رقم سے یا حج کر سکتا ہے یا رہنے کا گھر اور خادم اور خوراک وغیرہ نفقہ کا سامان خرید سکتا ہے تو اس پر حج فرض ہے پس اگر وہ اس رقم کو حج کے سوا کسی اور کام میں خرچ کرے گا تو گنہگار ہوگا [5] لیکن یہ حکم اس وقت ہے جبکہ اس کی یہ حالت اس کے شہر والوں کے حج کے لئے روانہ ہونے کے وقت ہو البتہ اس سے پہلے اس رقم سے جو کچھ چاہے خرید کر سکتا ہے کیونکہ یہ خریدنا حج واجب ہونے سے قبل ہوگا جیسا کہ آگے مسئلہ تزوج میں آتا ہے [6]

(۵) اور اسی طرح اگر کسی کے پاس ایسے کپڑے ہوں جن کو وہ استعمال نہیں کرتا تو اگر ان کو بیچ کر اتنی رقم حاصل ہو سکتی ہے کہ اس سے حج ہو سکے تو اس پر واجب ہے کہ ان کو بیچے اور حج کرے [7]

(۶) فقہا نے کہا ہے کہ اگر کسی کے پاس فقہ کی کتابیں ہیں تو اگر وہ شخص فقیہ ہے اور اس کو ان کے استعمال کی حاجت ہے تو ان کی وجہ سے حج کی استطاعت ثابت نہیں ہوگی اور اگر جاہل ہے تو حج کی استطاعت ثابت ہوگی اور اگر طب و نجوم کی کتابیں ہیں تو حج کی استطاعت ثابت ہوگی خواہ اس کو ان کے استعمال اور مطالعہ کی حاجت ہو یا نہ ہو [8] اور کتبِ فقہ سے مراد شرعی علوم کی کتابیں ہیں اور وہ کتابیں بھی اسی حکم میں ہیں جو علومِ شرعیہ کے تابع ہیں اور عربی سیکھنے کے لئے جن کا ہونا ضروری ہے (یعنی صرف و نحو و لغت وغیرہ مؤلف) لیکن طب و نجوم و ہیئت اور اس قسم کی اور کتابیں مثلاً ریاضی و ادب وغیرہ کی کتابیں، ان کے بقدر زاد و راحلہ موجود ہونے سے استطاعت ثابت ہو جائے گی خواہ وہ ان کے استعمال کی طرف محتاج ہو یا نہ ہو [9]

(۷) اگر پیشہ والے کو اس کے پیشہ میں مال کی ضرورت ہو تو حج واجب ہونے کے لئے حج کے خرچ کے علاوہ اس کے پیشہ کے سرمایہ کا باقی رہنا شرط ہے اور اگر اس کے پیشہ میں مال کی ضرورت نہ ہو تو سرمایہ کا باقی رہنا شرط نہیں ہے [10] جیسا کہ تاجر اور زمیندار اور کسان کے لئے مال کی ضرورت ہے [11] (کیونکہ تجارت بغیر مال کے نہیں ہو سکتی اور کاشتکار کھیتی کرنے کے لئے آلات و بیج وغیرہ خریدنے میں مال کا محتاج ہے، مؤلف) سرمایہ لوگوں کے حالات کے مطابق مختلف ہوتا ہے [12] اور مراد یہ ہے کہ اسقدر سرمایہ ہو

---

[1] غنیہ عن رد المحتار وغیرہ [2] بحر و ع [3] ع [4] بحر و ع [5] م و منحہ و ش [6] ش [7] ع [8] ع [9] شرح اللباب و ش وغیرہ [10] ش [11] بحر و ش۔

جس سے اپنے لئے اور اپنے عیال کے لئے بقدر کفایت کما سکے نہ کہ اس سے زیادہ کیونکہ زیادہ کی کوئی حد نہیں ہے ۱؎ چنانچہ بعض علماء نے کہا ہے کہ اگر کوئی شخص تاجر ہو اور تجارت پر ہی اس کی گذر اوقات ہو اور وہ اس قدر مال کا مالک ہو جائے کہ حج کو جانے اور واپس آنے کے زمانے میں خوراک وغیرہ زادراہ اور سواری کا خرچ اور روانگی سے لیکر واپس آنے تک اہل وعیال کا خرچ دیکر تجارت کا وہ راس المال جس سے وہ تجارت کرتا تھا باقی بچ رہے تو اس پر حج واجب ہو گا ورنہ نہیں، اور اگر وہ پیشہ ور ہے تو حج کے واجب ہونے کے واسطے یہ شرط ہے کہ اس قدر مال کا مالک ہو جس سے آنے جانے کے زمانہ کا زادراہ اور سواری کا خرچ اور روانگی سے واپسی تک عیال کا نفقہ دیکر اس کے پیشہ کے آلات اس کے پاس باقی رہیں، اور اگر کوئی شخص مزروعہ زمین کا مالک ہے تو اگر اس کے پاس اس قدر زمین ہے کہ اگر اس میں سے تھوڑی سی زمین بیچ ڈالے جو اس کے آنے جانے میں خوراک وغیرہ اور سواری کا خرچ اور اس کے اہل وعیال کے نفقہ کو کافی ہو جائے اور باقی اتنی زمین اس کے پاس بچ جائے جس کی آمدنی سے وہ واپس آکر اپنی گذر کر سکے تو اس پر حج فرض ہو گا ورنہ فرض نہیں ہو گا (اور یہی حکم اس زمین کا ہے جس کو وہ کاشت نہیں کرتا ۲؎) اور اگر کوئی کسان ہل جوتنے والا ہے اور وہ ایسے مال کا مالک ہو جائے جو جانے اور آنے کے زمانہ کی خوراک اور سواری اور اس کے جانے کے وقت سے واپسی تک اس کے عیال و اولاد کے خرچ کو کافی ہو اور پھر اس کے پاس کھیتی کے آلات مثل بیل وغیرہ کے باقی رہ جائیں تو اس پر حج فرض ہو گا ورنہ فرض نہیں ہو گا ۳؎ اور اگر کسی کے پاس انگوروں وغیرہ پھل دار درختوں کا باغ ہے جس کا پھل اس کے بطور خوراک کھانے کی مقدار سے زائد ہو یا دکانیں یا حمام اور دیگر کرایہ پر دینے کے مکانات ہیں جو اس کی ضروریات سے زائد ہیں یا اسی طرح کی اور چیزیں ہیں یعنی چرنے والے اونٹ گائے و بکریاں ہیں جن کے دودھ اور اون اور بالوں کا وہ حاجتمند نہیں ہے یعنی وہ ان چیزوں کی آمدنی کا محتاج نہیں ہے تو اگر وہ اتنی مالیت کے ہیں کہ ان کو بیچ کر حج کا خرچہ پورا ہو سکتا ہے تو ان کو حج کے لئے بیچنا واجب ہے ۴؎

(۸) اگر کسی کے پاس اتنا غلہ موجود ہے کہ وہ اس کو سال بھر کے لئے کافی ہے تو اس کو اس میں سے کچھ کا بیچ دینا اور اس کو حج کے راستہ میں خرچ کرنا واجب نہیں ہے اور اگر غلہ سال بھر کے خرچ سے زائد ہو تو اگر اس زائد کو بیچ کر حج کا خرچ پورا ہو سکتا ہے تو اس پر حج فرض ہے ۵؎

(۹) اور زادراہ (خوراک وغیرہ) میں ہر شخص کا اس کے حال کے مطابق اعتبار ہو گا یعنی ایسی خوراک حاصل ہونی چاہئے جس سے اس کی صحت قائم رہے اور اس بارے میں لوگوں کی حالت مختلف ہوتی ہے ۶؎ پس ہر وہ شخص جو روٹی اور پنیر پر قادر ہو جائے اور گوشت پر قادر نہ ہو زادراہ پر قادر نہیں کہلائیگا بلکہ بعض وقت ایسا بھی ہوتا ہے کہ اگر کوئی شخص مالدار خوشحال ہو اس کو گوشت اور خوشحال لوگوں کی غذاؤں کی عادت ہو اور اس کو تین دن بھی گوشت نہ ملے تو بیمار ہو کر ہلاک ہو جائے تو ایسے شخص پر اس وقت تک حج فرض نہیں ہوتا جبتک کہ وہ ایسی غذا پر قادر نہ ہو جس سے اس کی صحت قائم رہ سکے ۷؎ پس جو شخص گوشت کا

۱؎ ش ۲؎ لباب وشرحہ ۳؎ ع ۴؎ لباب وشرحہ ۵؎ لباب وشرحہ وحیات ۶؎ بحر و در ۷؎ فتح وشرح اللباب ومنحہ۔

عادی ہو اس کو صرف روٹی اور پنیر پر قادر ہو جانے سے قادر شمار نہیں کیا جائے گا[1] یعنی ہر شخص کے لئے اسی خوراک کا اعتبار ہوگا جیسی وہ عام طور پر کھاتا ہے، پس اگر کوئی شخص گوشت روٹی کا عادی ہے تو اس کے لئے محض روٹی کافی نہیں ہوگی[2]

(۱۰) اگر کسی کو اس قدر مال ملجائے جس سے صرف حج یا نکاح کر سکتا ہو .... تو حج کرے نکاح نہ کرے اس لئے کہ حج فرض ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے پر فرض کیا ہے[3] لیکن یہ حکم اس وقت ہے جبکہ اس شہر کے حاجیوں کے حج کیلئے روانہ ہونے کا وقت ہو[4] اب اس کو اس رقم سے حج کرنا فرض ہے نکاح نہ کرے (مؤلف) یعنی اگر وہ اس شہر کے حاجیوں کے روانہ ہونے کا وقت نہیں ہے تو اس کو نکاح کر لینا جائز ہے اور اگر حاجیوں کی روانگی کا وقت ہے تو اس پر حج کرنا فرض ہے[5] کیونکہ کسی شخص میں حج کی استطاعت کا ہونا اس کے شہر کے حاجیوں کی روانگی کے وقت معتبر ہے اس سے پہلے نہیں (جیسا کہ ساتویں شرط میں آتا ہے)[6] اور اس میں یہ تفصیل بھی ہونی چاہیے کہ اس کو اس بات کا یقین ہو کہ اگر اس نے نکاح نہ کیا تو وہ زنا میں مبتلا نہیں ہوگا کیونکہ اگر یہ یقین ہو کہ وہ زنا میں مبتلا ہو جائے گا تو اس کو نکاح کر لینا فرض ہے لیکن اگر زنا میں مبتلا ہونے کا صرف خوف ہو یقین نہ ہو تو اس کو نکاح کرنا واجب ہے فرض نہیں ہے پس اس صورت میں حج فرض کو نکاح پر مقدم کیا جائے گا غور کر لیجئے[7] وجوب علی الفور کی بنا پر (جو کہ اصح قول ہے) زنا میں مبتلا ہونے کے خوف کے باوجود حج میں تاخیر کرنا اور مال کو نکاح میں صرف کرنا جائز نہیں ہے لیکن اگر وہ وقت اہل شہر کے حج پر روانہ ہونے کا نہ ہو تو اس کو اس مال کا نکاح میں خرچ کرنا جائز ہے خواہ اس کو زنا میں مبتلا ہونے کا خوف ہو یا نہ ہو[8]

(۱۱) زاد راہ پر قادر ہونے کی شرط عام ہے اہلِ مکہ اور غیر اہلِ مکہ سب کے لئے ہے لیکن راحلہ (سواری) پر قادر ہونا غیر اہلِ مکہ یعنی آفاقی کے حق میں شرط ہے اور اہلِ مکہ کے لئے سواری پر قادر ہونا شرط نہیں ہے اور جو مکہ کے اردگرد آس پاس کے رہنے والے ہیں وہ بھی اہلِ مکہ کے حکم میں ہیں اس لئے کہ ان کو بھی حج میں پیدل چلنے سے مشقت لاحق نہیں ہوتی لیکن اہلِ مکہ اور گردونواح کے لوگوں میں سے بھی جو لوگ پیدل ہرگز نہیں چل سکتے تو ان کے لئے بھی باہر کے رہنے والوں (آفاقی) کی طرح سواری شرط ہے[9] یعنی مکہ کا رہنے والا شخص اگر بلا تکلیف و مشقت پیدل چلنے پر قادر ہو تو اس کے حق میں سواری پر قادر ہونا شرط نہیں ہے اور اگر وہ بلا مشقت پیدل چلنے پر قادر نہیں ہے تو وہ بھی سواری پر قادر ہونے کی شرط میں آفاقی کے حکم میں ہے[10] اور جو شخص میقات کے اندر رہتا ہے وہ شخص سواری کے شرط نہ ہونے میں اہلِ مکہ کی مانند ہے اور بعض نے کہا کہ جو شخص مدتِ سفر سے کم فاصلہ پر ہے وہ اہلِ مکہ کے حکم میں ہے پس جو شخص مکہ سے تین دن یا زیادہ کی مسافت پر ہو تو وہ سواری شرط ہونے کے بارے میں آفاقی کی مانند ہے اور ایک جماعتِ فقہا نے اسی کو اختیار کیا ہے[11] اس کلام سے ظاہر ہوتا ہے کہ اسی کو ترجیح ہے اور یہی مختار ہے[12] یعنی اسی دوسرے قول کو ملا علی قاری رحمہ اللہ شارحِ لباب نے قوی کہا ہے[13] جیسا کہ کہا ہے کہ معتبر یہی ہے جو بعض فقہا نے کہا ہے کہ مکہ کے اردگرد رہنے والوں کے فاصلہ کی حد یہاں یہ ہے کہ اُن کے اور مکہ کے درمیان تین دن کی مسافت سے کم فاصلہ ہو اور یہی ظاہر ہے اور ملتقیٰ

---

[1] در و غنیہ [2] معلم الحجاج [3] ع [4] ش عن اللباب [5] در [6] حیات [7] ش تغیر [8] حیات [9] بحر
[10] لباب و شرحہ بتصرف و تغیر [11] لباب و منحہ [12] ارشاد [13] منحہ۔

حنفیہ کے مطابق ہے جس میں کہ شرعی قضیوں (معاملات) میں حرج کو رفع کر دیا گیا ہے اور یہ اکابر حنفیہ کی ایک جماعت سے منقول ہے [1]

(۱۲) اور اگر آفاقی (باہر کے رہنے والا) فقیر شخص مکہ یا پانچوں میقاتوں میں سے کسی میقات تک پہنچ گیا اور چلنے پر قادر ہے تو اس کیلئے بھی مکہ والوں کی طرح سواری شرط نہیں ہے البتہ زادِ راہ شرط ہے (لیکن اگر اب پیدل چلنے سے عاجز ہے تو راحلہ بھی شرط ہے) [2] اور غنی آفاقی کا بھی یہی حکم ہونا چاہئے جبکہ وہ میقات کی حد تک پہنچ کر سواری سے محروم ہو جائے پس فقیر کے ساتھ اس مسئلہ کو بیان کرنا صرف اس لئے ہے کہ سواری سے عاجز ہونا اس کا ظاہر ہے اور اس لئے بھی ہے تاکہ اس کے حق میں یہ بات واضح ہو جائے کہ بلاشبہ اب اس کے لئے حج فرض کی نیت کرنا متعین ہو جائے گا تاکہ اس کا حج فرض ادا ہو جائے اور وہ اس گمان پر کہ فقیر ہے اور اس پر حج فرض نہیں ہے نفلی حج کی نیت نہ کرے اس لئے کہ جب وہ اہلِ مکہ کی مانند ہو گیا تو اب اس پر حج فرض ہو گیا پس اگر اب وہ نفلی حج ادا کریگا تو (مکروہِ تحریمی ہوگا [3] اور) اس پر دوبارہ حج کرنا فرض ہوگا اور اگر وہ مطلق حج کی نیت کریگا تو اس کا وہ حج فرض کی جگہ ادا ہو جائیگا [4]

اسی طرح مالدار آدمی جس کا اوپر ذکر ہوا اس کے بارے میں احتمال ہے کہ شاید وہ یہ گمان کرے کہ سواری کے ضائع کر دینے سے اب وہ فقیر کی مثل ہو گیا ہے اور اب اس پر حج فرض نہیں رہا ہے اور وہ نفل کی نیت کرلے تو اس سے فرض ساقط نہیں ہوگا [5] (یعنی اس کو دوبارہ فرض حج ادا کرنا ہوگا جیسا کہ فقیر کے لئے بیان ہوا، مؤلف) اس مسئلہ میں فقہا کا میقات تک پہنچنے کو مطلق بیان کرنا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ اس کا حج کے مہینوں میں وہاں پہنچنا شرط نہیں ہے لیکن اس میں فقہا کا بہت زیادہ اختلاف ہے اور حاصل یہ ہے کہ جنھوں نے وقت کے پانے کو وجوبِ حج کی شرط قرار دیا ہے تو اُن کے قول کے مطابق اس کا حج کے مہینوں میں پہنچنا شرط ہے اور جنھوں نے وقت کے پانے کو شرط قرار نہیں دیا اُن کے قول کے مطابق خواہ وہ حج کے مہینوں کے علاوہ بھی میقات تک پہنچ جائے اس پر حج فرض ہو جائے گا [6]

(۱۳) خواہ کوئی شخص پیدل چلنے پر قادر ہو یا نہ ہو راحلہ پر قادر ہونے کی شرط ہونے میں کوئی فرق نہیں ہے یعنی دونوں صورتوں میں راحلہ پر قادر ہونا شرط ہے یہاں تک کہ اگر کوئی شخص راحلہ پر قادر نہ ہو اور پیدل چلنے پر قادر ہو تو اس پر حج فرض نہیں ہوتا [7] اور ہر شخص کے حق میں ایسی سواری کا اعتبار کیا جاتا ہے جو اس کو پہنچا سکے، پس جو ایسی اونٹنی پر قادر ہو جس پر وہ سفر کر سکتا ہے تو اس پر حج فرض ہے ورنہ اگر وہ مالدار اور آرام و راحت میں زندگی گذارنے والا ہو تو اس پر حج اس وقت فرض ہوگا جبکہ وہ محمل کی ایک شق (نشست) پر قادر ہو، اور اگر دو شخص ایک اونٹ کرائے پر اس طرح لیں کہ ہر ایک باری باری سوار ہو یعنی ایک منزل ایک شخص سوار ہو اور ایک منزل دوسرا سوار ہو، یا ایک فرسخ ایک سوار ہو اور ایک فرسخ دوسرا (یا ایک دن ایک سوار ہو دوسرے دن دوسرا) یا جب ایک تھک جائے تو دوسرا سوار ہو جائے یا اُتر جائے وغیرہ [8]) تو اس سے حج کی استطاعت ثابت نہیں ہوتی اور اسی طرح اگر اس قدر مال ہے کہ ایک منزل اونٹ کرایہ کرے اور ایک منزل پیدل چلے تو وہ مالدار نہیں سمجھا جائیگا [9] (یعنی اس پر حج فرض نہیں ہوگا، مؤلف) کیونکہ وہ تمام راستہ کے لئے سواری پر قادر نہیں ہے اور تمام سفر میں سواری پر قادر ہونا شرط ہے خواہ وہ پیدل چلنے پر

[1] شرح اللباب و تمام فقیہ [2] حیات [3] غنیہ [4] لباب و شرحہ تصرفاً و زیادۃ عن غنیہ [5] ارشاد [6] ارشاد ملخصاً [7] حیات [8] شرح اللباب [9] و بحر زیادۃ عن شرح اللباب

قادر ہو یا نہ ہو[1] خلاصہ یہ ہے کہ تمام سفر میں سواری پر قادر ہونے کا اعتبار ہے لیکن ہر شخص کے بارے میں معتبر یہ ہے کہ سواری ایسی ہونی ضروری ہے جس سے کوئی شدید تکلیف نہ ہو پس جو شخص سواری کی پیٹھ پر بیٹھ کر سفر کر سکتا ہو تو اس کے حق میں ایسی سواری کا پایا جانا ہی چاروں ائمہ کے نزدیک معتبر ہے ورنہ محمل وغیرہ (یعنی شغدف وشبری وغیرہ) مع سواری کے ہونا معتبر ہوگا[2] اور یہ اس لئے ہے کہ لوگوں کی حالت ضعف و قوت و نازک بدنی و خوشحالی کے اعتبار سے مختلف ہوتی ہے پس آسودگی و خوشحالی کی زندگی والے آدمی کے لئے ایسی اونٹنی کا ہونا کافی نہیں ہے جس پر مسافر سوار ہوتا اور اپنا سامان اور خوراک لادتا ہے اس لئے کہ وہ اس طرح پر سفر کرنے کی طاقت نہیں رکھتا بلکہ بعض دفعہ اس طرح کی سواری پر سوار ہو کر سفر کرنے سے وہ ہلاک ہو جاتا ہے پس اس شخص کے حق میں جب تک وہ محمل کی ایک شق پر قادر نہ ہو حج فرض نہیں ہے[3] پس اس میں ہر شخص کی حالت کا اعتبار ہوگا اور اس کی حیثیت کے موافق عرف و عادت کے اعتبار سے سواری معتبر ہوگی، جو شخص نزاکتِ طبعی کے باعث موٹر وغیرہ کے سوا سوار نہیں ہو سکتا تو اس کے لئے مناسب سواری وغیرہ کا خرچہ ہونا ضروری ہے لیکن فخر کے لئے نہ ہو، جہاز اور ریل میں فرسٹ، سیکنڈ اور انٹر کا ٹکٹ ہونا ضروری نہیں ہے لیکن اگر کوئی شخص کبھی تیسرے درجہ میں سفر نہیں کرتا اور اس میں سفر کرنے سے شدید تکلیف کا اندیشہ غالب ہے تو اس کے لئے سیکنڈ یا فرسٹ کا اعتبار ہوگا[4] مستقل سواری کا ہونا ضروری نہیں[5] پس اگر دو آدمی سارے سفر میں سواری پر اس طرح قدرت رکھتے ہوں کہ ایک ہی اونٹ پر دونوں اکٹھے سوار ہوں جیسے شغدف یا شبری وغیرہ میں بیٹھتے ہیں یا بغیر ان کے ایسے ہی سواری کی پیٹھ پر بیٹھیں تو ان پر حج فرض ہو جائے گا لیکن جو آدمی بوڑھا ہو یا ایسا نازک ہو کہ کسی کے سوار کرائے بغیر اونٹ یا محمل پر خود سوار نہیں ہو سکتا تو اس کے لئے مناسب سواری وغیرہ کا خرچہ ہونا ضروری ہے[6]

(۱۴) سواری سے مراد اونٹ کی سواری ہے خواہ نر ہو یا مادہ پس اگر خچر یا گدھے پر قادر ہے تو اس پر حج فرض نہیں ہے اور فقہا نے اس کے مکروہ ہونے کی تصریح کی ہے[7] یعنی تنزیہی کراہت ہے جیسا کہ صاحب بحر نے اس کے بالمقابل کے افضل ہونے کی دلیل سے اس کو تقویت دی ہے[8] اور امام رملی رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ فقہ کا تقاضا یہ ہے کہ خچر، گدھے اور گھوڑے پر قادر ہونے کی صورت میں حج فرض ہونا چاہئے جبکہ حج استطاعت پر موقوف ہے اور استطاعت عام ہے اور نر یا مادہ اونٹ ہونے کی شرط کے لئے کوئی دلیل نہیں ہے غور کر لیجئے اھ اور اس بارے میں کچھ تفصیل ہونی چاہئے جیسا کہ علامہ سندھی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب منسک الکبیر میں اس کی بحث کی ہے اور وہ تفصیل یہ ہے کہ اگر قریب کی مسافت ہو تو خچر و گدھے اور گھوڑے پر استطاعت کی صورت میں حج فرض ہے بخلاف بہت دُور کی مسافت والے کے مثلاً اہلِ مشرق و مغرب کے[9] یعنی اس بارے میں امام اوزاعی شافعی کا قول مناسب ہے انھوں نے کہا ہے کہ خچر و گدھے پر قادر ہونے کا معتبر ہونا اس وقت درست ہے جبکہ اس جگہ اور مکہ مکرمہ کے درمیان آسان مراحل ہوں کہ اس قسم کی مسافت میں ان جانوروں پر سفر کرنے کی عام عادت ہو اور اگر بہت دُور کا فاصلہ ہو مثلاً

[1] بحر و غنیہ [2] شرح اللباب [3] فتح و شرح اللباب [4] معلم الحجاج و زبدۃ المناسک بتصرف [5] معلم [6] زبدہ [7] بحر و در [8] ش [9] غنیہ

اہلِ مشرق یا اہلِ مغرب میں سے ہو تو ان جانوروں پر استطاعت حاصل ہونے سے حج فرض نہیں ہوگا کیونکہ اتنی دُور کی مسافت غالب طور پر سوائے اونٹ کے اور جانور پر طے نہیں کر سکتا اور یہ بہت اچھی تفصیل ہے میں نے اپنے اصحاب کے کلام میں اس کے مخالف نہیں دیکھا بلکہ چاہئے کہ ان کی مراد بھی یہی تفصیل ہو انتہیٰ فافہم [۱] پس فقہا نے جو کراہت کی تصریح کی ہے وہ مسافتِ بعیدہ کے بارے میں نہیں ہے اور اگر قریبہ کے بارے میں بھی ہو تو اس وقت ہے جبکہ اونٹ میسر ہو (اور وہ گدھے یا خچر پر سفر کرے) [۲]

(۱۵) پیدل حج کرنے سے سواری پر حج کرنا افضل ہے اور اسی پر فتویٰ ہے [۳] شاید اس کی وجہ یہ ہے کہ اس سے حج کے خرچہ میں زیادتی ہوتی ہے اور یہی بات حج میں مقصود ہے [۴] اور خرچ کی زیادتی کے علاوہ سواری پر حج کرنا اس لئے بھی افضل ہے کہ اس سے حج کو بطریقِ کمال ادا کرنے پر نفس کو قوت حاصل ہوتی ہے بخلاف پیدل چل کر حج کرنے کے کیونکہ پیدل چلنے میں کمال درجہ کی ادائیگی میں خلل واقع ہو جائے گا اور اکثر تکان و بدخلقی پیدا ہو کر ممنوعاتِ احرام کا ارتکاب ہو جائے گا بلکہ اگر کسی کو بدخلقی پیدا ہونے کا گمان ہو تو اس کو پیدل حج کرنا مکروہ ہے، لیکن اگر کوئی شخص اپنے اوپر اعتماد رکھتا ہو اور پیدل چلنے سے اس کی حالت میں فرق نہ آئے تو حج میں پیدل چلنا فی نفسہٖ سواری پر حج کرنے سے افضل ہے کیونکہ یہ تواضع اور تذلل کے زیادہ قریب ہے اور اس سے بدن کو زیادہ مشقت ہوتی ہے پس قادر کے لئے یہ افضل ہے، اور طبرانی کی ایک روایت میں ہے کہ سواری پر حج کرنے والے کے لئے سواری کے ہر قدم پر ستر نیکیاں ملیں گی اور پیدل چلنے والے کے لئے اس کے ہر قدم پر ستر ہزار نیکیاں ملیں گی اس کو ثقہ راویوں نے روایت کیا ہے اور یہ آفاقی کے حق میں ہے لیکن اہلِ مکہ اور اس کے ارد گرد والوں کیلئے پیدل حج کرنا سواری پر حج کرنے سے افضل ہے جیسا کہ ان کے لئے راحلہ پر قادر ہونا شرط نہیں ہے کیونکہ ان کو اتنی زیادہ مشقت لاحق نہیں ہوتی جو مناسک کی ادائیگی میں خلل انداز ہو اور اس لئے بھی کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے مکہ سے پیدل چل کر حج کیا یہاں تک کہ پیدل ہی واپس بھی آیا اس کے لئے ہر قدم پر حرمِ محترم کی سات سو نیکیاں لکھی جائیں گی اور حرم شریف کی ہر نیکی دوسری جگہ کی نیکی سے ایک لاکھ گنا زیادہ ہوتی ہے اس کو حاکم نے روایت کیا ہے اور اس کی اسناد کی تصحیح کی ہے، ایضاح پر ابنِ حجر کے حاشیہ میں اسی طرح ہے اور اسی کی مثل کبیر میں ہے لیکن اس کی روایت میں حسناتِ حرم کے بعد یہ ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کہا گیا کہ حسناتِ حرم کیا ہیں انھوں نے فرمایا حرم کی ہر نیکی (دوسری عام جگہ کی) ایک لاکھ نیکی کے برابر ہے اھ اور اہلِ مکہ میں سے جو شخص ضعیف ہے اور پیدل چلنے کی قدرت نہیں رکھتا تو اس کے لئے سواری پر حج کرنا افضل ہے جیسا کہ اس کے حق میں سواری پر قادر ہونا شرط ہے [۵] بغیر محمل کی اونٹنی پر حج کرنا محمل والی پر حج کرنے سے افضل ہے [۶] کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی طرح کی اونٹنی پر حج فرمایا تھا اور اس لئے بھی کہ یہ ریا وسمعہ سے محفوظ ہے اور اس سے جانور پر زیادہ بوجھ نہیں پڑتا [۷]

(۱۶) فقیر اگر پیدل چل کر حج کرلے پھر وہ مالدار ہو جائے تو اس پر دوبارہ حج واجب نہیں ہوگا [۸] کیونکہ عمر بھر میں ایک ہی بار حج فرض ہے [۹] اور یہ حکم اس وقت ہے جبکہ اس نے حج فرض کی نیت کی ہو یا مطلق حج کی نیت کی ہو یعنی صرف حج کی نیت کی

[۱] منحہ وش وغنیہ ملتقطاً [۲] غنیہ [۳] درو غنیہ [۴] ش [۵] غنیہ [۶] درو غنیہ [۷] ش وغنیہ [۸] ع [۹] حاشیہ مع اردو۔

اس میں فرض یا نفل یا نذر کا ارادہ اور ذکر نہیں کیا تو اس کا فرض حج ادا ہو جائے گا حتیٰ کہ اگر اس حج کے ادا کرنے کے بعد وہ حلال مال حاصل کر کے مالدار ہو گیا تو اب اس پر دوبارہ حج فرض نہیں ہے [1] لیکن اگر پہلے نفل کی نیت سے حج کیا تھا تو اب مالدار ہونے پر دوبارہ حج کرنا فرض ہو جائے گا [2]

(۱۷) زادِ راہ میں سرکاری محصول، فیس معلمین اور دیگر ضروری اخراجات جو حاجیوں کو ادا کرنے پڑتے ہیں سب داخل ہیں [3]

(۱۸) تحفے اور تبرکات جو رشتہ داروں اور دوستوں کو دینے کے لئے خریدے جاتے ہیں وہ حوائج اصلیہ شرعیہ میں سے نہیں، اُن پر جو رقم خرچ ہوگی وہ زادِ راہ میں شمار نہیں ہوگی اور اس رقم پر قادر نہ ہونے کی وجہ سے حج کے ترک پر معذور نہیں ہوگا (یعنی صرف اس رقم پر قادر نہ ہونے کی صورت میں بھی اس پر حج فرض ہے محض اس کی وجہ سے حج ترک نہ کرے، مؤلف) پس جس شخص نے محض اس وجہ سے حج نہ کیا یہاں تک کہ مر گیا تو وہ گنہگار ہو کر مرا لہٰذا اس امر سے بچنا چاہئے [4، 5]

(۱۹) مدینہ منورہ کے سفر کے اخراجات بھی زادِ راہ میں شمار نہیں ہوں گے بعض لوگ اس کو بھی شمار کر لیتے ہیں اور وہ اس وجہ سے حج کو نہیں جاتے کہ مدینہ منورہ جانے کا خرچ ان کے پاس نہیں ہوتا یہ سخت غلطی ہے، مدینہ منورہ کی حاضری بہت ہی بڑی نعمت ہے اللہ تعالیٰ جس کو وسعت دے اس کو ضرور جانا چاہئے لیکن حج فرض ہونے میں اس کو دخل نہیں، حج کے واجب ہونے کے لئے صرف اتنا خرچہ ہونا چاہئے کہ مکہ مکرمہ سے حج کر کے واپس گھر آ سکے، اگر کسی کے پاس صرف حج کے لئے روپیہ ہے اور اس سفر میں حج سے پہلے یا بعد میں مدینہ منورہ جانے کا خرچہ نہیں ہے تو اس کو محض اس وجہ سے حج کو مؤخر نہیں کرنا چاہئے کیونکہ اگر وہ حج کرنے میں تاخیر کرے گا تو گنہگار ہوگا خوب سمجھ لیجئے [5]

(۲۰) حج کے لئے حلال طریقہ سے نفقہ حاصل کرنے کی کوشش کرے کیونکہ حرام مال سے حج قبول نہیں ہوتا جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے لیکن اگر کسی شخص نے حرام مال سے حج کیا تو فرض اس کے ذمہ سے ساقط ہو جائے گا (یعنی فرض اُتر جائے گا) خواہ وہ غصب کیا ہوا مال ہی ہو اور فرض ساقط ہونے اور حج قبول نہ ہونے میں کوئی تضاد نہیں ہے کیونکہ حج قبول نہ ہونے کی وجہ سے اس کو آخرت میں ثواب نہیں ملے گا البتہ فرض اُتر جانے کی وجہ سے قیامت میں اس کو وہ عذاب نہیں ہوگا جو حج کے تارک کو ہوگا [6] حج کے مقبول نہ ہونے سے آخرت کا ثواب نہ ہوگا یہ معمولی بات ہے بلکہ جہاں احادیث میں یہ آیا ہے کہ مقبول حج سے فلاں فلاں گناہ معاف ہوتے ہیں اور فلاں فلاں فضائل عطا ہوتے ہیں نامقبولیت کی وجہ سے ان سے محروم رہنا بڑا خسارہ ہے [7]

حج کا وقت ہونا

(۱) حج فرض ہونے کی شرطوں میں سے ساتویں شرط حج کا زمانہ ہے اور وہ حج کے مہینے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے اَلْحَجُّ اَشْهُرٌ مَّعْلُوْمٰتٌ فَمَنْ فَرَضَ فِيْهِنَّ الْحَجَّ الآیہ (البقرہ ع ۲۴) (ترجمہ: حج کا زمانہ مقررہ مہینے ہیں پس جس پر ان مہینوں میں حج فرض ہو جائے الآیہ) وہ حج کے مہینے ہمارے فقہا کے نزدیک یہ ہیں، ماہ شوال، ماہ ذیقعدہ اور ذی الحجہ کے شروع کے دس دن (جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے، مؤلف) یا ایسا وقت ہو کہ اس جگہ کے

---

[1] لباب و شرحہ [2] معلم [3] غنیہ و درمختار و شامی وغیرہا [4] منحہ و شامی [5] معلم الحجاج و زبدہ بتغیر و تصرف [6] بحر و شامی و حیات [7] زبدہ و عمدہ۔

لوگ عام طور پر اس وقت حج کو جاتے ہوں جبکہ وہ لوگ حج کے مقررہ مذکورہ زمانہ سے پہلے روانہ ہو جاتے ہوں پس حج اس شخص پر فرض ہے جو ان مہینوں میں یا ان سے پہلے اس شہر کے لوگوں کے روانہ ہونے کے وقت حج کے سفر خرچ یعنی زادِ راہ و راحلہ پر قادر ہو ۱؎ پس اس سے معلوم ہوا کہ حج کی استطاعت زمانۂ حج کے اندر ہونا ضروری ہے وقت سے پہلے قطعاً کوئی شخص بھی حج کے راستہ کیلئے صاحبِ استطاعت شمار نہیں ہوگا ۲؎

(۳) حج کے مقررہ مہینے ان لوگوں کے لئے ہیں جو مکہ مکرمہ سے اتنا قریب رہتے ہوں کہ وہاں کے لوگ اپنے وطن سے حج کے مہینوں میں نکل کر حج پر پہنچ جاتے ہوں اور جو لوگ اتنی دُور رہتے ہیں کہ وہاں کے لوگ اپنے وطن سے حج کے مہینے آنے سے کچھ پہلے روانہ ہو کر مکہ مکرمہ میں حج پر پہنچ سکتے ہیں تو اُن لوگوں کے لئے حج کے مہینوں سے پہلے کا وقت دوریٔ مسافت کے سبب سے حج کے واجب ہونے کے لئے مقرر ہے ۳؎ پس اگر کوئی شخص اپنے شہر والوں کی روانگی کے وقت زاد و راحلہ پر قادر تھا جبکہ وہ لوگ مسافت کی دُوری کی وجہ سے حج کے زمانہ سے پہلے روانہ ہو رہے تھے یا اگر وہ حج کے مہینوں میں روانہ ہو رہے تھے تو وہ حج کے مہینوں میں قادر تھا اور اس نے حج نہیں کیا (اور اس مال کو کسی اور کام میں خرچ کر دیا) یہاں تک کہ وہ فقیر ہو گیا تو باتفاقِ علما اس سے حج فرض ساقط نہیں ہوگا بلکہ اس پر حج فرض ہو کر اس کے ذمہ بطورِ قرض باقی رہے گا اور اگر اس زمانہ کے علاوہ اور دنوں میں اس قدر مال کا مالک ہوا جس سے حج ہو سکتا ہے اور اس مال کو کسی اور کام میں خرچ کر دیا تو اس پر حج فرض نہیں ہے ۴؎ لیکن اگر حج ساقط کرنے کے حیلہ کے قصد سے یعنی اپنے اوپر سے حج کو ٹالنے کے لئے اس مال کو خرچ کر دیا تو اس میں اختلاف ہے۔ امام محمدؒ کے نزدیک مکروہ ہے اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک کوئی مضائقہ نہیں مباح ہے ۵؎ پس اگر حج کے مہینوں سے پہلے یا اپنے شہر کے لوگوں کے حج کے لئے مکہ مکرمہ روانہ ہونے کے زمانہ سے پہلے شروع سال میں زاد و راحلہ پر قادر ہو گیا تو اس کو اختیار ہے جہاں چاہے اس کو خرچ کر سکتا ہے کیونکہ اہلِ شہر کے حج کے لئے نکلنے سے پہلے اس کو حج کے لئے تیار ہونا اور اس کا سامان تیار کرنا لازمی نہیں ہے کیونکہ وقت سے پہلے اس پر حج فرض نہیں ہوا اور جس پر حج فرض نہیں ہوا اس کو حج کے لئے تیار ہونا بھی لازم نہیں ہے پس اس کو اپنا مال جہاں چاہے خرچ کرنا جائز ہے اور جب اس نے وہ مال خرچ کر دیا اس کے بعد اس کے شہر کے لوگ حج کے لئے روانہ ہوئے تو اس شخص پر حج فرض نہیں ہے لیکن اگر حاجیوں کی روانگی کا وقت آ گیا اور مال اس کے قبضہ میں ہے تو اس کو جائز نہیں ہے کہ اس مال کو حج کے علاوہ کسی اور کام میں خرچ کرے یہ حکم اُن علما کے قول کی بنا پر ہے جو کہتے ہیں کہ حج کرنا علی الفور واجب ہے اس لئے کہ جب اس کے شہر والوں کے حج پر روانہ ہونے کا وقت آ گیا تو استطاعت موجود ہونے کی وجہ سے اس پر حج فرض ہو گیا اور اس کو حج کے لئے تیار ہونا اور سامان تیار کرنا لازم ہو گیا پس اس کو وہ مال کسی اور کام میں خرچ کرنا جائز نہیں ہے اور وہ اُن علما کے نزدیک کسی اور کام میں خرچ کر دینے سے گنہگار ہوگا اور اس پر حج فرض ہے ۶؎ حاصل یہ ہے کہ جن علما کے نزدیک وجوب علی الفور ہے ان کے نزدیک وہ گنہگار ہوگا اور جو وجوب بالتراخی کے قائل ہیں

۱؎ لباب و شرحہ ۲؎ ارشاد ملخصاً و حیات ۳؎ حیات و زبدہ ۴؎ فتح و شرح اللباب و حیات ۵؎ شرح اللباب و غنیہ ۶؎ بدائع۔

اُن کے نزدیک وہ گنہگار نہیں ہوگا بشرطیکہ اپنی عمر میں خود ادا کرلے لیکن اس سے اس پر حج کا واجب ہونا بالاتفاق ثابت ہے اہلِ شہر کا روانہ ہونا شہروں کے مختلف فاصلہ پر ہونے کی وجہ سے مختلف ہوتا ہے پس ہر شخص کے لئے اس کے اپنے شہر والوں کی روانگی کے وقت کا اعتبار ہوگا۔ آیتِ مبارکہ میں حج کے وقت کے لئے مہینوں کا جو تعین مذکور ہے وہ اہلِ مکہ اور اس کے اردگرد والوں کے لئے ہے اور اس لئے ہے تاکہ معلوم ہوجائے کہ احرام کا ان ہی دنوں میں واقع ہونا ان سے پہلے واقع ہونے سے افضل ہے جیسا کہ قواعدِ حنفیہ کا تقاضا ہے کیونکہ احرام ان کے نزدیک شرط ہے رکن نہیں ہے [1]

(۳) اس بارے میں فقہائے احناف کا اختلاف ہے کہ وقت وجوب کی شرط ہے یا وجوبِ ادا کی شرط ہے اور ابنِ ہمام رحمہ اللہ نے اس قول کو ترجیح دی ہے کہ وقت وجوبِ حج کی شرط ہے [2] پس اگر حج کے وقت سے پہلے کوئی کافر مسلمان ہوا یا نابالغ لڑکا بالغ ہوا یا مجنون کو افاقہ ہوا یا غلام آزاد ہوا پھر اس کو موت کا خوف ہوا اور وہ مالدار ہے تو بعض فقہا نے کہا کہ اس پر حج کے لئے وصیت کرنا واجب نہیں ہے کیونکہ اس نے حج کا وقت نہیں پایا اور کوئی عبادت اس کا وقت داخل ہونے سے پہلے واجب نہیں ہوتی یہ حکم وقت کے وجوبِ حج کی شرط ہونے کی بنا پر ہے پس اس قول کی بنا پر وہ وصیت کرے گا تو وہ وصیت صحیح نہیں ہوگی بلکہ باطل ہوگی بعض نے کہا کہ اس پر وصیت کرنا واجب ہے اور یہ حکم وقت کے وجوبِ ادا کی شرط ہونے کی بنا پر ہے حج تو مالدار ہونے کی وجہ سے اس پر واجب ہوچکا ہے اور اس قول کی بنا پر اس کی وصیت صحیح ہوگی [3] اور یہ دوسرا قول یعنی وقت کا وجوبِ ادا کی شرط ہونے کا قول بہت ضعیف ہے جیسا کہ ملا علی قاری رحمہ اللہ وغیرہ نے کہا ہے [4] اور صاحبِ مجمع نے وصیت کے درست ہونے کا قول امام ابو حنیفہ اور صاحبین رحمہم اللہ کی طرف منسوب کیا ہے اور اس کا خلاف یعنی وصیت کا صحیح نہ ہونا امام زفر کی طرف منسوب کیا ہے اور وصیت صحیح ہونے کی تعلیل یہ بیان کی ہے کہ وہ وصیت کے وقت وجوبِ حج کے اہل تھے پس ان کی وصیت صحیح ہے تاکہ ان کی طرف سے حج کے وقت میں حج کیا جائے کیونکہ وہ خود حج ادا کرنے سے عاجز ہیں، فتاویٰ قاضی خاں کی عبارت سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے یہ مشہور و مرجح قول یعنی وقت کے وجوبِ حج کی شرط ہونے کے منافی نہیں ہے [5] (لہٰذا ہمارے تینوں اماموں کا صحیح مذہب یہ ہے کہ وقت کے وجوبِ ادا کی شرط ہونے کے باوجود اگر وہ وصیت کریگا تو اس کی وصیت صحیح ہے ۔ مؤلف)

(۴) اگر کوئی آفاقی فقیر حج کے مہینوں سے پہلے مکہ مکرمہ آیا یا مکہ مکرمہ میں رہنے والا نابالغ لڑکا بالغ ہوا یا مکہ میں رہنے والا غلام آزاد ہوا یا مکہ کا کافر مسلمان ہوا تو کیا اس پر فی الحال حج واجب ہے یا جب تک وہ مکہ مکرمہ میں رہتے ہوئے حج کے مہینے نہ پائے اس پر حج واجب نہیں ہوگا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ وقت کے وجوبِ حج کی شرط ہونے کے قول کی بنا پر اس پر فی الحال حج واجب نہیں ہوگا اور وقت کے وجوبِ ادا کی شرط ہونے کی بنا پر اس پر فی الحال (اسی وقت) حج واجب ہوجائے گا [6] (اور اس قول کی بنا پر اس کی ادائیگی حج کے مہینے شروع ہونے پر واجب ہوگی۔ مؤلف)

---

[1] لباب وشرحہ [2] ایضاً ملخصاً [3] ایضاً تصرفاً [4] حیات [5] شرح اللباب [6] غنیہ عن کبیر۔

(۵) صاحب لباب نے اپنی کتاب منسکِ کبیر میں ذکر کیا ہے کہ وقت کے ساتھ یہ بھی شرط ہے کہ متوسط اور رسم عادت کے مطابق رفتار سے حج کے وقت مکہ پہنچ سکے پس اگر ایسی صورت ہو کہ روزانہ یا بعض دنوں میں ایک منزل سے زیادہ سفر کرے تو پہنچ سکتا ہے اور حج مل سکتا ہے اور اگر ایک منزل ہر روز چلے تو حج نہیں ملے گا تو اس پر حج واجب نہیں ہوگا [۱]

(۶) اور یہ بھی شرط ہے کہ فرض نمازیں اپنے اپنے وقت میں ادا کرتے ہوئے مکہ و عرفات پہنچنے کا وقت ہو (پس اگر کوئی شخص نماز ترک کر کے تو پہنچ سکتا ہے اور اگر فرض نماز اپنے اپنے وقت میں پڑھے تو نہیں پہنچ سکتا تو اس پر حج فرض نہیں ہوگا [۲]) امام کرمانی نے کہا ہے کہ کسی فرض کو اس طرح سے بجا لانا کہ دوسرا فرض فوت ہو جائے یہ کوئی حکمت و دانائی نہیں ہے [۳] مزید مفاد حسب ذیل ہے

(۷) اگر کوئی شخص ذی الحجہ کی نو تاریخ کو مکہ مکرمہ نہ پہنچ سکا بلکہ نویں اور دسویں ذی الحجہ کی درمیانی شب میں پہنچا اور اتنا وقت تنگ ہے کہ اگر عشا کی نماز پڑھے گا تو وقوفِ عرفات کا وقت نکل جائے گا اور وہ عرفات تک نہیں پہنچ سکے گا اور اگر عشا کی نماز نہ پڑھے تو وقوفِ عرفات پا سکتا ہے تو بعض نے کہا کہ وہ عشا کی نماز پڑھے اگرچہ وقوفِ عرفات فوت ہو جائے کیونکہ نماز ایسا فرضِ عین ہے کہ جس کا وقت تنگ مقرر ہوا ہے اور اس سے تاخیر کرنا گناہ ہے اور یہی ظاہر ہے اور یہ نقلی دلائل اور عقلی اعتبارات سے جلدی سمجھ میں آجاتا ہے۔ امام رافعی نے اسی کو اختیار کیا ہے اور صاحب سراج الوہاج نے ذکر کیا کہ وہ نماز کو چھوڑ دے اور عرفات کی طرف چلا جائے اور گویا کہ صاحب سراج الوہاج نے اس وقت میں مبتلی بہ سے حرج کو دفع کرنے کا لحاظ کیا ہے کیونکہ عشا کی نماز کا قضا کرنا ساری عمر میں ایک دفعہ واقع ہونے والے فریضہ کے مقابلہ میں آسان کام ہے اور اس نماز کی قضا کا تدارک جلدی ہو سکتا ہے بخلاف ان امور کے جو حج فوت ہو جانے پر مرتب ہوتے ہیں مثلاً حج کے احرام سے باہر آنے کیلئے افعال عمرہ ادا کرنا اور اس حج کی قضا آئندہ سال دینا کہ اس کا حاصل ہونا بہت مشکل ہے بہت دفعہ ایسا بھی ہوگا کہ اس کو آئندہ سال تک مکہ مکرمہ میں ٹھہرنے کی قدرت نہیں ہوگی اور اگر اپنے وطن واپس چلا گیا تو وہاں سے دوبارہ حج کے لئے واپس آنے کی قدرت نہیں ہو سکے گی (اور فتویٰ کے لئے یہی قول مختار معلوم ہوتا ہے صاحب معلم الحجاج نے اسی کو اختیار کیا ہے، مؤلف) اسی لئے صاحب نخبہ نے کہا ہے کہ فرض نماز پیدل چلتے ہوئے اشاروں سے ادا کرے پھر اس کے بعد احتیاطاً اس کو قضا کرلے یہ قول حسن ہے اور اس طرح دونوں قولوں میں تطبیق دینا مستحسن ہے یہ حکم حج فرض و نفل دونوں کے لئے ہونا چاہئے کیونکہ نفل حج جب احرام باندھ کر شروع کر دیا تو بالاجماع فرض ہو جاتا ہے اور ان دونوں کے فوت ہونے کا حکم بالاتفاق ایک ہی ہے [۴] اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یرید اللہ بکم الیسر ولا یرید بکم العسر [۵]

(تتمہ) منسک الکبیر میں ہے جاننا چاہئے کہ وقت کی دو قسمیں ہیں ایک وہ وقت ہے جو کہ وجوبِ حج کیلئے شرط ہے اور ایک وہ وقت ہے جو حج کی ادائیگی صحیح ہونے کیلئے شرط ہے پس پہلی قسم وہ ہے جس کا یہاں بیان ہوا ہے اور دوسری قسم کے وقت کی بھی دو قسمیں ہیں ایک ممدود (طویل) اور وہ حج کے مہینے ہیں دوسرا قصیر اور وہ عرفہ کا دن اور افعالِ حج کی ادائیگی کے ایام ہیں [۶]

---

[۱] ش و ارشاد و غنیہ [۲] کمافی الغنیہ [۳] لباب بشرحہ و ش و غنیہ [۴] شرح اللباب فی احکام المزدلفہ و فی شرائط الحج تصرفاً [۵] غنیہ [۶] غنیہ

قسمِ دوم، شرائطِ وجوبِ ادا

حج کی شرطوں میں سے دوسری قسم وجوبِ ادا کی شرائط ہیں، یہ وہ شرائط ہیں کہ حج کا واجب ہونا ان کے پائے جانے پر موقوف نہیں ہے لیکن حج کا ادا کرنا اس وقت واجب ہوتا ہے جبکہ یہ شرطیں سب کی سب پائی جائیں۔ پس اگر شرائط وجوبِ حج اور شرائط وجوبِ ادا سب کی سب پائی جائیں تو اس شخص کو خود حج کرنا فرض ہے اور اگر کسی شخص میں شرائطِ وجوبِ حج تمام موجود ہوں لیکن شرائط وجوبِ ادا میں سے کوئی ایک شرط نہ پائی جاتی ہو تو پھر خود حج کرنا واجب نہیں ہوتا بلکہ ایسی صورت میں اپنی طرف سے کسی دوسرے شخص کو بھیج کر فی الحال حج کرانا یا مرنے کے وقت اپنے مال میں سے حج کرانے کی وصیت کرنا واجب ہوتا ہے [۱] یہ دوسری قسم کی تمام شرائط ایسی ہیں جن میں ہمارے فقہا کا اختلاف ہے کہ یہ وجوبِ حج کی شرائط ہیں یا وجوبِ ادا کی، بخلاف پہلی قسم یعنی شرائطِ وجوبِ حج کے کہ وہ سوائے وقت کے سب متفق علیہا ہیں اور وقت میں بھی معمولی سا اختلاف ہے [۲] راجح یہی ہے کہ وہ شرطِ وجوب ہے اسی لئے اس کا ذکر اُن میں کیا گیا ہے [۳] اس دوسری قسم کی پانچ شرطیں ہیں [۴] اور وہ یہ ہیں (۱) تندرست ہونا اور بدن کی سلامتی۔ (۲) راستہ کا پُر امن ہونا۔ (۳) قید نہ ہونا یا بادشاہ کی طرف سے ممانعت نہ ہونا۔ (۴) عورت کے لئے محرم کا ہونا (۵) عورت کا عدت سے خالی ہونا [۵] پہلی تین شرطیں مردوں اور عورتوں سب کے لئے عام ہیں اور اخیر کی دو شرطیں عورتوں کے لئے خاص ہیں [۶] ان پانچوں شرطوں کے احکام مندرجہ ذیل ہیں (مؤلف)

تندرست ہونا اور بدن کی سلامتی

(۱) دوسری قسم یعنی وجوبِ ادا کی شرطوں میں سے ایک شرط بیماریوں اور علتوں سے بدن کی سلامتی ہے، بعض نے کہا کہ یہ پہلی قسم یعنی وجوبِ حج کی شرط ہے اور بحر العمیق میں ہے کہ یہی صحیح مذہب ہے اور بعض نے کہا کہ یہ دوسری قسم یعنی وجوبِ ادا کی شرط ہے۔ قاضی خاں نے شرح جامع صغیر میں اس کی تصحیح کی ہے اور بہت سے مشائخ نے اس کو اختیار کیا ہے جن میں سے ابن الہمام بھی ہیں لہذا ترجیح میں بھی اختلاف ہے پس پہلے قول کی بنا پر جس میں کہ اس کو وجوبِ حج کی شرط کہا ہے اندھے شخص پر اگرچہ اس کے لئے کوئی پکڑ کر لے جانے والا راہنما موجود ہو اور اپاہج اور مفلوج اور ایسے پرانے مریض پر جس کے صحتیاب ہونے کی امید نہ رہی ہو اور اس شخص پر جس کے دونوں پاؤں کٹے ہوئے ہوں یا ایک پاؤں کٹا ہوا ہو یا دونوں ہاتھ کٹے ہوئے ہوں (یا دونوں میں سے کوئی ایک ہاتھ کٹا ہوا ہو [۷]) جو شخص بیمار ہو اور وہ اس وقت بیماری کی حالت میں ہو اور ایسا بوڑھا شخص جو سواری پر نہیں بیٹھ سکتا اور اس پر بغیر شدید تکلیف و مشقت کے نہیں ٹھہر سکتا ان سب پر حج فرض نہیں ہے اور اسی لئے کسی دوسرے سے حج کرانا یا مرتے وقت وصیت کرنا بھی فرض نہیں ہے اگرچہ ان کے پاس حج کے خرچ کے لئے مال (زاد و راحلہ) ہو، اور امام ابوحنیفہؒ سے ظاہر المذہب یہی ہے اور صاحبین سے بھی ایک روایت یہی ہے اور دوسرے قول

---

[۱] لباب و شرحہ بتصرف و ش و حیات [۲] شرح اللباب بزیادۃ عن ارشاد [۳] مؤلف عن شرح اللباب بتصرف [۴] شرح اللباب و بحر و غنیہ [۵] ش [۶] ارشاد [۷] حیات۔

کی بنا پر جس میں اس کو وجوبِ ادا کی شرط کہا ہے ان سب پر حج فرض ہو کر کسی دوسرے سے حج کرانا یا مرتے وقت وصیت کرنا فرض ہے پھر اس روایت کی بنا پر بعض نے یہ کہا ہے کہ ان پر خود حج کرنا فرض ہے اور یہ امام ابو حنیفہؒ سے امام حسنؒ کی روایت شاذہ ہے اور بعض نے کہا کہ خود حج کرنا فرض نہیں ہے بلکہ فی الحال اپنے مال سے کسی دوسرے سے حج کرانا فرض ہے اور اگر ایسا نہ کیا تو مرتے وقت وصیت کرنا فرض ہے پس اگر مذکورہ بالا شخصوں نے کسی دوسرے سے حج کرا دیا اگر اُن کا یہ عذر ہمیشہ قائم رہا تو وہ حج ان کی طرف سے کافی ہے اور اگر وہ عذر کسی وقت جاتا رہا تو اب ان کو دوبارہ خود حج کرنا فرض ہے اور پہلا حج جو کسی دوسرے سے کرایا تھا نفلی ہو جائے گا فقہا کی ایک جماعت نے اسی کو اختیار کیا ہے اور یہ صاحبین سے ظاہر الروایت ہے امام ابو حنیفہؒ سے امام حسنؒ کی ایک روایت بھی یہی ہے بظاہر تحفہ نے بھی اسی کو اختیار کیا ہے کیونکہ اس میں صرف اسی صورت کو بیان کیا گیا ہے اسی طرح اسبیجابی اور بدائع کے نزدیک بھی یہی مختار ہے محقق ابن الہمام نے بھی فتح القدیر میں اسی کو قوی کہا ہے اور اسی طرف گیا ہے کہ صحتِ بدن وجوبِ ادا کی شرط ہے پس حاصل یہ ہے کہ ظاہر المذہب میں یہ امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک وجوبِ حج کی شرط ہے پس اگر یہ لوگ زاد و راحلہ پر قادر ہوں تو اُن پر کسی دوسرے شخص سے حج کرانا یا مرتے وقت وصیت کرنا واجب نہیں ہے اور صاحبین کے نزدیک یہ وجوبِ ادا کی شرط ہے پس اگر یہ لوگ زاد و راحلہ پر قادر ہوں اور اٹھا کر سواری پر بٹھانے اور مناسک تک پکڑ کر لے جانے والا بھی ہو تو ان پر حج فرض ہے لیکن اُن کے اوپر خود حج کرنا فرض نہیں ہے بلکہ کسی دوسرے شخص سے حج کرانا یا مرتے وقت وصیت کرنا فرض ہے اور اگر وہ زاد و راحلہ پر قادر ہو لیکن مناسک تک لے جانے والے کا خرچہ اور آدمی میسر نہیں ہے تو ان پر سب کے نزدیک حج فرض نہیں ہے پس اس اختلاف کا فائدہ فی الحال کسی دوسرے سے حج کرانے اور فی المآل وصیت کرنے کے وجوب کے بارے میں ظاہر ہوتا ہے[1]

اگر ان لوگوں نے تکلیف اُٹھا کر خود حج ادا کر لیا تو ان کے ذمہ سے بالاتفاق حج کا فرض اُتر جائے گا حتیٰ کہ اگر وہ اس کے بعد تندرست ہو گئے تو اب ان کو دوبارہ حج کرنا فرض نہیں ہے، صاحبین کے نزدیک تو اس کی وجہ ظاہر ہی ہے کیونکہ ان کے نزدیک یہ ادائیگی وجوب کے بعد ہے اور امام صاحب رحمہ اللہ کے نزدیک یہ حکم اس لئے ہے کہ یہ لوگ وجوب کے اہل ہیں اور اُن سے دفع حرج کے لئے شرع نے حج ساقط کر دیا ہے پس جب انھوں نے خود تکلیف اٹھا کر حج ادا کر لیا تو فرض کی جگہ واقع ہو گیا جیسا کہ فقیر اگر پیدل چل کر حج کر لے اور اس کے بعد مالدار ہو جائے تو فرض ادا ہو جائے گا اور اب دوبارہ اس پر حج فرض نہیں ہو گا[2] لیکن یہ حکم اس وقت ہے جبکہ اس نے احرام باندھتے وقت فرض حج یا مطلق حج کی نیت کی ہو لیکن اگر حج نفل یا نذر کی نیت کی تو وہ حج فرض کی جگہ واقع نہیں ہو گا جیسا کہ شرائطِ وجوبِ حج میں بیان ہو چکا ہے (مؤلف)

(۲) اور یہ اختلاف اس صورت میں ہے جبکہ اس کو معذور ہونے کی حالت میں استطاعت حاصل ہوئی ہو لیکن اگر بدن کی سلامتی و صحت کی حالت میں حج فرض ہو چکا تھا اور ابھی اس نے حج نہیں کیا یہاں تک کہ مایوس العلاج بیماری یا فالج وغیرہ کوئی عذر اس کو لاحق ہو گیا اور صحت جاتی رہی تو اس پر حج فرض ہو کر اس کے ذمہ قرض ہو گیا اب اس پر بالاتفاق واجب ہے کہ

---

[1] لباب و شرحہ و بحر و ع و ش و منحہ و غنیہ ملتقطاً [2] غنیہ۔

اپنی طرف سے کسی دوسرے تندرست آدمی سے حج کرائے اور اگر کسی دوسرے سے حج نہیں کرایا تو مرتے وقت وصیت کرنا بالاتفاق واجب ہے [1] یہ بات یاد رکھنی چاہئے کہ وصیت کا واجب ہونا اس وقت ہے جبکہ حج واجب ہونے کے بعد اسی سال حج کیلئے نہیں نکلا یہانتک کہ وہ شخص مرگیا لیکن اگر وہ حج کے لئے اسی سال نکلا اور راستہ میں مرگیا تو اب اس پر حج کی وصیت کرنا بالاتفاق واجب نہیں ہے کیونکہ اس نے واجب ہونے کے بعد مؤخر نہیں کیا [2] اور مراد یہ ہے کہ مذکورہ عذرات میں سے کسی عذر والا جو شخص حج واجب ہونے کے پہلے سال میں حج کے راستہ میں مرگیا تو اس پر وصیت کرنا واجب نہیں ہے اور جو شخص حج فرض ہو کر اس کے ذمہ مقرر ہونے (یعنی پہلا سال گذرنے) کے بعد نکلا اور راستہ میں مرگیا تو اس کا حکم یہ نہیں ہے بلکہ اس پر وصیت کرنا واجب ہے یا خرج کی ضمیر قادر علی الحج کی طرف لوٹتی ہے لیکن اس میں یہ شرط ہے کہ واجب ہونے کے بعد پہلے ہی سال میں حج کے لئے نکلا ہو جیسا کہ تعلیل کی دلیل سے ظاہر ہے [3]

(۳) اندھے شخص کے ساتھ کوئی رہبر ہو یا نہ ہو اس کے متعلق اس حکم میں کوئی فرق نہیں ہے (یعنی صحیح مذہب کی بنا پر اس پر خود حج کرنا فرض نہیں ہے لیکن صاحبِ استطاعت ہونے کی صورت میں کسی دوسرے سے حج کرانا یا مرتے وقت حج کرانے کی وصیت کرنا واجب ہے مؤلف) امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے مشہور روایت یہی ہے اس لئے کہ ان کے نزدیک کسی دوسرے کی قدرت کے ساتھ قادر ہونے پر قادر نہیں ہوتا [4]

راستہ کا پُرامن ہونا

(۱) اصح قول کی بنا پر وجوبِ ادا کی دوسری شرط جان و مال کے قتل و غارت سے راستہ کا پُرامن ہونا ہے [5] کیونکہ وہ اس کے بغیر منزلِ مقصود تک پہنچنے پر قادر نہیں ہے اور مفتی بہ قول کی بنا پر غالب اور اکثر طور پر راستہ کا پُرامن ہونا معتبر ہے [6] اور اس بارے میں ہمارے فقہاء کا اختلاف ہے کہ راستہ کا امن وجوبِ حج کی شرط ہے یا وجوبِ ادا کی شرط ہے بعض نے کہا ہے کہ یہ وجوبِ حج کی شرط ہے اور یہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے ابن شجاع کی روایت ہے اور بعض نے کہا کہ یہ وجوبِ ادا کی شرط ہے اس اختلاف کو ہمارے اصحاب کی ایک جماعت مثلاً صاحب بدائع و مجمع و کرمانی و صاحب ہدایہ وغیرہم نے ذکر کیا ہے [7] اور فتح القدیر میں اسی کو ترجیح دی ہے کہ یہ وجوبِ ادا کی شرط ہے۔ پس اگر وہ شخص راستہ کا امن بحال ہونے سے پہلے مرگیا تو وجوبِ ادا کی شرط ہونے کی بنا پر اُس پر وصیت کرنا واجب ہے (اور وجوبِ حج کی شرط ہونے کی بنا پر وصیت کرنا اس پر واجب نہیں ہے، مؤلف) حج کی وصیت کرنے کے وجوب میں یہ اختلاف اس وقت ہے جبکہ وہ شخص راستہ کا امن بحال ہونے سے پہلے فوت ہو جائے لیکن اگر راستہ کا امن بحال ہونے کے بعد فوت ہوا اور اس میں وجوبِ حج کے تمام شرائط پائے جاتے ہیں تو وصیت کرنا بالاتفاق اس پر واجب ہے [8]

(۲) امام ابواللیث رحمہ اللہ نے کہا کہ اگر راستہ میں غالب و اکثر طور پر امن و سلامتی ہے یعنی اکثر قافلے صحیح سلامت پہنچ جاتے ہیں اور بعض اتفاقیہ طور پر لُٹ بھی جاتے ہیں تو راستہ امن والا سمجھا جائے گا اور حج فرض ہوگا — اور اگر سلامتی غالب طور پر نہ ہو بلکہ اکثر قافلے لُٹ جاتے ہوں تو حج فرض نہیں ہوگا اور اسی پر اعتماد ہے [9]

---

[1] ع و بحر و لباب و شرحہ ملتقطاً [2] بحر و ش بزیادۃ عن النہر و حیات عن فتح عن التجنیس [3] آقرب الا فمی [4] بحر و شرح لباب و فتح بزیادۃ عن غیرہ۔ [5] مجمع [6] شرح اللباب [7] فتح و بحر و ش و حیات ملتقطاً [8] ع و لباب و شرحہ متصرف و غنیہ و ش۔

(۳) اور جب سمندر کے راستہ سے سوار ہو کر سفر کئے بغیر چارۂ کار نہ ہو تو حج کی فرضیت ساقط ہونے میں اختلاف ہے بعض نے کہا کہ سمندر وجوبِ حج کا مانع ہے اور اصح یہ ہے کہ اس کا حکم بھی خشکی کے راستہ کی مانند ہے، اور کرمانی نے کہا ہے کہ سمندر کے راستہ میں جہاں سے سوار ہونے کی عام عادت ہو اگر اس جگہ سے سمندر کے راستہ میں غالب طور پر سلامتی ہو یعنی اکثر جہاز صحیح سالم پہنچ جاتے ہوں تو راستہ امن والا سمجھا جائے گا اور حج واجب ہو گا اور اگر اکثر جہاز ڈوب جاتے ہوں تو راستہ امن والا نہیں ہو گا اور حج واجب نہیں ہو گا اور یہی اصح ہے اور سیحون و جیحون و فرات و نیل اور دجلہ نہریں (دریا) ہیں سمندر نہیں ہیں [۱] پس یہ بالاتفاق وجوب حج کے مانع نہیں ہیں [۲] حاصل یہ ہے کہ جس شخص کو کسی ظالم یا دشمن یا درندہ یا ڈوبنے یا کسی اور چیز مثلاً چور ڈاکو رہزن یا ظالم یا راستہ روکنے والے کا خوف ہو تو اس پر خود حج کرنا فرض نہیں ہے بلکہ اپنے مال سے اپنی طرف سے نائب بھیج کر حج کرانا فرض ہے خواہ راستہ خشکی کا ہو یا سمندر کا، اور راستہ کے امن کے غالب طور پر ہونے کا اعتبار ہے پس اگر غالب طور پر امن ہو تو خود حج کرنا فرض ہے اور اگر قتل و ہلاکت کا خوف غالب ہو تو اس کو خود حج پر جانا واجب نہیں ہے بلکہ اپنی طرف سے کسی دوسرے آدمی کو بھیج کر حج کرانا واجب ہے (وہ بھی اس شرط سے کہ راستہ کا خوف اس کے مرنے کے قریب تک رہے) یا مرنے کے قریب حج کرانے کی وصیت کر دے اسی پر فتویٰ ہے اور اسی پر اعتماد ہے [۳] اور اگر راستہ میں سمندر ہو اور اس میں جہاز نہ ہو تو حج فرض نہیں ہو گا [۴] اور اگر مکہ مکرمہ کے راستہ میں سمندر ہو اور کوئی خشکی کا راستہ بھی ہو جو پُر امن ہو تو ان لوگوں پر حج قطعاً فرض ہو گا خواہ سمندر کے راستہ میں جہاز وغیرہ ہو یا نہ ہو اور خواہ سمندر کا راستہ پُر امن ہو یا نہ ہو [۵] اور ظاہر یہ ہے کہ سلامتی کے غالب گمان کے ساتھ غلبۂ خوف کے نہ پائے جانے کا بھی اعتبار کیا جائے گا حتیٰ کہ اگر بار ہا لوٹ مار واقع ہونے اور جنگ و جدال کرنے والوں کے غلبہ کی وجہ سے لوگوں کے دلوں پر خوف غالب ہو یا لوگوں نے سنا ہو کہ کوئی گروہ راستہ میں حائل ہوتا اور لوٹ مار کرتا ہے اور اس کو شوکت و غلبہ حاصل ہے اور لوگ اپنے آپ کو اس گروہ کے مقابلے میں کمزور محسوس کرتے ہیں تو ان پر حج واجب نہیں ہو گا [۶]

(۴) اگر راستہ میں امن و سلامتی اور ہلاکت و خوف دونوں برابر درجے کے ہوں تو فقہا نے اس صورت کا حکم بیان نہیں فرمایا غنیۂ کبیر میں ہے کہ اصحابِ فقہ کے کلام کا ظاہر مطلب یہ ہے کہ مساوات کی صورت میں اس پر حج فرض نہیں ہو گا اھ [۷]

(۵) اور امن کے موجود ہونے کا اعتبار اس شہر والوں کے حج پر روانگی کے وقت سے ان کے واپس آنے تک کا وقت ہے اس سے قبل یا اس کے بعد کا اعتبار نہیں [۸] یعنی خواہ دوسرے دنوں میں راستہ پُر امن نہ ہو اگر حج کے اُن دنوں میں پُر امن ہو جبکہ اس شہر کے لوگ حج پر روانہ ہوئے ہوں تو حج واجب ہو گا [۹]

(۶) امام کرمانی رحمہ اللہ نے کہا کہ اگر اپنے مال و نفقہ میں سے کچھ رشوت یا چونگی ٹیکس وغیرہ دیکر راستہ میں امن مل جاتا ہے تو ہمارے بعض فقہا نے کہا کہ یہ بھی عذر ہے اور اس پر حج فرض نہیں ہے اور بعض نے کہا کہ یہ عذر نہیں ہے اور اس پر حج فرض ہے اگرچہ

---

[۱] بحر و فتح و ع و ش و غنیہ بتصرف [۲] غنیہ [۳] لباب و شرحہ و غنیہ بتصرف [۴] غنیہ [۵] حیات بتصرف [۶] فتح و ش و غنیہ۔
[۷] حیات [۸] لباب و شرحہ [۹] بحر و ش

وہ جانتا ہو کہ اس سے زبردستی ظلماً ٹیکس لیا جائے گا، صاحب قنیہ و مجتبیٰ نے کہا ہے کہ اسی پر اعتماد ہے اور منہاج میں ہے کہ اسی پر فتوی ہے امام ابن ہمام رحمہ اللہ نے جو کچھ کہا اس کا حاصل یہ ہے کہ اس قسم کی صورتوں میں رشوت لینے والا گنہگار ہوگا دینے والا گنہگار نہیں ہوگا (یعنی دفعِ ظلم کے لئے رشوت دینا جائز ہے) اور یہ اس وقت ہے جبکہ وہ اس کے لئے مضطر ہو اور مذکورہ صورت بھی اسی قسم کی ہے کیونکہ وہ اپنے ذمہ سے فرض حج ادا کرنے کے لئے مضطر ہے پس وہ دوسرے کے گنہگار ہونے کی وجہ سے اپنا فرض ترک نہ کرے اور اس قول کی بنا پر حوائجِ اصلیہ سے زائد مال پر قادر ہونے کے لئے وہ خرچ بھی زادِ راہ میں شمار ہوگا جو اس کو ظالمانہ ٹیکس، رشوت وغیرہ میں دینا پڑے گا [۱]

قید میں نہ ہونا یا بادشاہ کی طرف سے ممانعت و خوف نہ ہونا

(۱) تیسری شرط یہ ہے کہ وہ قید میں نہ ہو یا بادشاہ کی طرف سے لوگوں کو حج کے لئے جانے کی ممانعت و خوف نہ ہو پس کفایہ میں ہے کہ بادشاہِ وقت سے خوف کرنے والا مانع کے پائے جانے کی وجہ سے مریض کی مانند ہے [۲] اور اس شرط میں بھی شرطِ وجوب یا شرطِ وجوبِ ادا ہونے کا وہی اختلاف ہے جو شرطِ صحتِ بدن میں بیان ہو چکا ہے اور صحیح قول کی بنا پر یہ بھی وجوبِ ادا کی شرط ہے۔ ابنِ ہمام رحمہ اللہ نے اسی کو اختیار کیا ہے پس محبوس اور بادشاہ سے خائف مریض کی مانند ہیں ان دونوں پر خود حج ادا کرنا فرض نہیں ہے البتہ صاحبین کے نزدیک ان دونوں پر فرض ہے کہ کسی دوسرے شخص سے حج کرائیں یا مرتے وقت حج کرانے کی وصیت کریں [۳] لیکن محبوس کے متعلق ظاہر یہ ہے کہ اگر اس کو اس لئے قید کیا گیا ہے کہ وہ کسی دوسرے شخص کا حق ادا نہیں کرتا حالانکہ وہ اس حق کے ادا کرنے پر قادر ہے تو یہ قید اس کے لئے عذر نہیں ہے اور حج کی ادائیگی کا واجب ہونا اس قید کی وجہ سے اس سے ساقط نہیں ہوگا [۴]

(۲) یہ بات پوشیدہ نہیں ہے کہ یہ عذر یعنی قید میں ہونا یا بادشاہ کی طرف سے ممانعت کا ہونا اگر اس کی موت تک قائم رہے تب عذر ہے ورنہ اس عذر کے زائل ہونے کے بعد اس شخص کو خود حج کرنا واجب ہوگا اس میں ایک قید یہ بھی ہے کہ وہ شخص اس عذر سے پہلے حج پر قادر ہوا اور پھر عاجز ہو گیا ہو ورنہ اس کو دوسرے شخص سے حج کرانا یا مرتے وقت وصیت کرنا ظاہر المذہب میں امام ابوحنیفہ کے نزدیک واجب نہیں اس اختلاف کی بنا پر جس کا ذکر پہلے (یعنی سلامتیٔ بدن کے بیان میں) ہو چکا ہے [۵]

(۳) اور شمس الاسلام رحمہ اللہ نے نقل کیا ہے کہ بادشاہ اور جو اس درجہ کے امرائے ذیشان ہیں وہ سب اس حکم میں محبوس کے ساتھ ملحق ہیں پس بادشاہ اور امرائے ذیشان اگر اتنا مال رکھتے ہوں جو لوگوں کے اُن حقوق سے زیادہ ہو جو اُن کے ذمہ ہیں اور وہ حج کے لئے کافی ہو سکے تو اُن کے مال میں حج واجب ہوگا ان کے نفس (ذات) پر واجب نہیں ہوگا یعنی ان کو خود حج کرنا واجب نہیں ہوگا بلکہ اپنے مال سے کسی دوسرے شخص کو بھیج کر حج کرانا واجب ہوگا اس لئے کہ اگر بادشاہ اپنی مملکت سے باہر نکل جائے گا تو اس کا ملک خراب ہو جائے گا اور لوگوں میں فتنہ برپا ہو جائے گا اور اس بات کا غالب امکان ہے کہ اس کو اس حالت میں قتل کر دیا جائے

---

[۱] شرح اللباب بتغیر و زیادۃ عن بحر و در و ش [۲] لباب و شرحہ و ع و در و ش و حیات [۳] غنیہ و حیات [۴] ش و غنیہ [۵] ش زیادۃ

اور یہ امکان بھی غالب ہے کہ کوئی اور بادشاہ اس کو اس کی حدودِ مملکت میں داخل نہ ہونے دے اور اس طرح فتنۂ عظیم واقع ہو کر عام مسلمانوں کے لئے دین و دنیا کے امور میں بہت بڑے نقصان تک پہنچ جائے انتہی [۱] یہ حکم اس وقت ہے جبکہ یہ احتمالاتِ خوف یقینی و دائمی ہوں فافہم [۲] ظاہر ہے کہ یہ حکم اُس بادشاہ یا ذی شان حاکم کے بارے میں ہے جس کی سلطنت شرائطِ شرعیہ کیساتھ ثابت ہو ورنہ اس پر واجب ہے کہ وہ اپنے آپ کو اس ذمہ داری سے الگ کرے اور جو شخص خلافت کا مستحق ہے اس کو اس امر پر قائم کر دے جبکہ ایسا کرنے سے اس کے لشکر میں فساد واقع نہ ہوتا ہو [۳] اگر اس بادشاہ یا حاکم کا مال مسلمانوں کے حقوق میں مستغرق ہو یعنی حقوق سے زائد بقدر کفایتِ حج نہ ہو جیسا کہ ظالم حاکموں اور بادشاہوں کا حال ہوتا ہے تو وہ فقیر کے معنی میں ہے پس اس پر حج فرض نہیں ہے جیسا کہ اگر کسی شخص کا مال دین (قرضہ) میں مستغرق ہو تو اس پر حج فرض نہیں ہوتا [۴]

عورت کیلئے محرم یا خاوند کا ہونا

(۱) واجب ادا ہونے کی چوتھی شرط جو عورتوں کے ساتھ مخصوص ہے وہ محرم امین یا خاوند کا ہونا ہے [۵]

(۲) پھر اسی بارے میں بھی ہمارے فقہا کا اختلاف ہے کہ محرم یا خاوند کا ساتھ ہونا وجوبِ حج کی شرط ہے یا وجوبِ ادا کی، جیسا کہ راستہ کے امن کے بارے میں اختلاف ہے قاضی خاں وغیرہ نے تصحیح کی ہے کہ یہ وجوبِ ادا کی شرط ہے اور صاحب بدائع و سروجی وغیرہ نے تصحیح کی ہے کہ یہ وجوبِ حج کی شرط ہے [۶] اور اختلاف کا نتیجہ حج کی وصیت واجب ہونے کے بارے میں ظاہر ہوگا جبکہ وہ عورت محرم اور اس محرم کا نفقہ پائے جانے سے پہلے مر جائے تو جن فقہا کے نزدیک یہ وجوبِ حج کی شرط ہے ان کے نزدیک اس پر وصیت کرنا واجب نہیں ہے کیونکہ اس کی موت وجوبِ حج سے پہلے واقع ہوئی ہے اور جن کے نزدیک وجوبِ ادا کی شرط ہے ان کے نزدیک اس پر وصیت کرنا واجب ہوگا کیونکہ اس کی موت وجوبِ حج کے بعد واقع ہوئی ہے اور اس نے تاخیر میں زیادتی کی ہے [۷] محقق ابن کمال نے فتح القدیر میں اس کو ترجیح دی ہے کہ یہ وجوبِ ادا کی شرط ہے [۸] اکثر مشائخ نے اسی کو اختیار کیا ہے [۹] اور اس اختلاف کا نتیجہ محرم کا نفقہ اور اس محرم کے لئے سواری کا خرچہ اس عورت پر واجب ہونے کے بارے میں بھی ظاہر ہوگا جبکہ محرم نفقہ اور سواری کا خرچہ لئے بغیر اس کے ساتھ جانے سے انکار کر دے نیز اس اختلاف کا نتیجہ اس وقت بھی ظاہر ہوگا جبکہ عورت محرم کو نہ پائے تو اس پر نکاح کرنا تاکہ اس کے ساتھ حج کرے واجب ہوگا یا نہیں [۱۰] (اور ان سب کی تفصیل آگے آتی ہے، مؤلف) پس جن فقہا کے نزدیک یہ وجوبِ حج کی شرط ہے اُن کے نزدیک اس پر ان میں سے کوئی چیز واجب نہیں ہوگی اور جن فقہا کے نزدیک یہ وجوبِ ادا کی شرط ہے اُن کے نزدیک یہ سب چیزیں واجب ہوں گی [۱۱] فتح القدیر میں اسی طرح ہے لیکن لباب میں اس کو وجوبِ ادا کی شرط کہا ہے اور اس کے باوجود کہا ہے کہ اس پر محرم نہ ملنے کی صورت میں نکاح کرنا واجب نہیں ہے جیسا کہ ہم ذکر کر چکے ہیں [۱۲]

(۳) جاننا چاہئے کہ وجوبِ وصیت میں اختلاف اس وقت ہے جبکہ وہ عورت محرم کے پائے جانے سے پہلے مر جائے۔ بیمار

---

[۱] شرح اللباب و غنیہ و حیات [۲] زبدہ [۳] شرح اللباب و غنیہ [۴] غنیہ [۵] لباب و شرحہ [۶] شرح اللباب و ہدایہ و غیرہما۔
[۷] فتح و ارشاد و غنیہ [۸] بحر بتغیر و شرح اللباب و ارشاد و غنیہ [۹] ارشاد [۱۰] بحر و فتح [۱۱] بحر و غنیہ و ش [۱۲] غنیہ۔

بیان ہوچکا ہے لیکن اگر وہ عورت محرم حاصل ہونے کے بعد مرے تو وصیت کرنا بالاتفاق اس پر واجب ہے جیسا کہ سلامتیٔ بدن اور راستہ کے امن میں بیان ہوچکا ہے [۱]

(۴) عورت خواہ جوان ہو یا بوڑھی دونوں کے لئے یہی حکم ہے کیونکہ نصوص میں اس کا ذکر مطلق طور پر ہے [۲] اور عورت سے مراد بالغ عورت ہے کیونکہ اس کے متعلق بیان ہے جس پر حج فرض ہو اسی لئے فقہا نے کہا ہے کہ جو لڑکی شہوت کی حد کو نہیں پہنچی وہ بغیر محرم کے سفر کر سکتی ہے اور جو لڑکی حدِ شہوت کو پہنچ جائے وہ بغیر محرم کے سفر نہ کرے اور مراد یہ ہے کہ اس کے ولی کے لئے حکم ہے کہ اس کو سفر سے منع کرے اور اگر اس کا کوئی ولی نہ ہو تو وہ سفر میں کسی کے ساتھ نہ نکلے اور یہ مراد نہیں ہے کہ اس لڑکی پر حرام ہے کیونکہ وہ جب تک بالغ نہ ہوجائے مکلف نہیں ہے اور اس کے شہوت کی حد کو پہنچنے سے بالغ ہونا لازم نہیں آتا [۳]

(۵) محرم وہ شخص ہوتا ہے جس سے نسب یا رضاعت (دودھ کی شرکت) یا مصاہرت (دامادی) کی وجہ سے ہمیشہ کے واسطے نکاح جائز نہ ہو سکے [۴] کیونکہ نکاح کی دائمی حرمت خلوت میں مرد کے محرم عورت کے ساتھ ہونے کی تہمت کو زائل کر دیتی ہے اور اسی لئے فقہا نے کہا ہے کہ جب محرم مامون علیہ (امین) نہ ہو تو عورت کے لئے اس کے ساتھ سفر کرنا جائز نہیں ہے [۵] مصاہرت یعنی دامادی کا رشتہ خواہ نکاح کے ذریعہ سے ہو یا نعوذ باللہ بدکاری (زنا) کی وجہ سے ہو اصح قول یہی ہے کہ محرم ہونے میں دونوں برابر ہیں لیکن علامہ قوام الدین رحمہ اللہ شارح ہدایہ نے لکھا ہے کہ جو محرم زنا کے سبب سے ہو بعض فقہا کے نزدیک وہ عورت اس کے ساتھ سفر نہ کرے اور علامہ قدوری نے بھی اسی کو اختیار کیا ہے اور ہم بھی اسی کو لیتے ہیں اھ۔ اور دین میں زیادہ احتیاط اسی میں ہے اور تہمت سے اس میں زیادہ بچاؤ ہے [۶] اور سید ابو السعود رحمہ اللہ نے نفقات بزازیہ سے نقل کیا ہے کہ ہمارے زمانہ میں عورت اپنے رضاعی بھائی کے ساتھ بھی سفر نہ کرے کیونکہ آج کل فساد کا غلبہ ہے اور رضاعی بھائی کو اس کے ساتھ خلوت میں ہونا مکروہِ تحریمی ہونے سے بھی اس کے ساتھ سفر کرنے کی ممانعت کی تائید ہوتی ہے جیسا کہ جوان ساس کے ساتھ خلوت مکروہِ تحریمی ہے پس جوان ساس کو بھی یہاں پر مستثنیٰ کرنا چاہئے (یعنی اسے اپنے داماد کے ساتھ سفر نہیں کرنا چاہئے، مؤلف) کیونکہ سفر بھی خلوت کی طرح ہے

(۶) محرم کے لئے شرط ہے کہ امین (دیندار) عاقل بالغ ہو لاابالی بے شرم فاسق نہ ہو [۸]

(۷) محرم خواہ آزاد ہو یا غلام، مسلمان ہو یا کافر (ذمی)، یہ سب اس حکم میں برابر ہیں لیکن جو محرم اس عورت کے ساتھ نکاح کرنے کو جائز سمجھتا ہو جیسے مجوسی یا جو محرم فاسق بے شرم لاابالی ہو یا نابالغ لڑکا ہو یا ایسا مجنون ہو جس کو افاقہ نہ ہوتا ہو تو اس کے ساتھ سفر نہ کرے اسی طرح اگر چند نیک صالح عورتیں مل کر سفر کریں تو ان کو بھی بغیر محرم کے ایک دوسرے کے ساتھ جانا جائز نہیں ہے اور حماد نے کہا ہے کہ عورت کے لئے کوئی مضائقہ (کراہت) نہیں ہے کہ وہ بغیر محرم کے نیک و صالح لوگوں کے ساتھ سفر کرے اور یہی قول امام مالک کا ہے اور امام مالک کا دوسرا قول و امام شافعی کا قول یہ ہے کہ ثقہ (پرہیزگار) عورتوں کے ساتھ سفر کرے اور ان

---

[۱] مستفاد عن بحر وغیرہ [۲] بحر وع [۳] بحر و فتح وغنیہ [۴] بحر وع دش وغنیہ و بدائع [۵] بدائع [۶] شرح اللباب دش و منحہ وغنیہ و حیات [۷] ش وغنیہ [۸] غنیہ وع وغیرہا۔

دونوں حضرات کا ایک دوسرا قول یہ بھی ہے کہ عورت اگر اپنے نفس کو پُر امن سمجھتی ہے تو اکیلی نکلے [۱] اگر محرم مجوسی ہو اور وہ اپنے اعتقاد میں اس کے ساتھ نکاح کرنا جائز سمجھتا ہو تو وہ عورت اس کے ساتھ سفر نہ کرے [۲] کیونکہ اپنے محرم کے ساتھ نکاح حلال جاننے کی وجہ سے اس مجوسی محرم سے گناہ کا خوف ہے اور فاسق بے مروت و بے شرم کا بھی یہی حکم ہے کہ اس کے ساتھ سفر نہ کرے اگرچہ وہ اس کا خاوند ہی ہو [۳] اور جب فاسق اس وجہ سے محرم نہیں ہو سکتا کہ اس کے فسق کی وجہ سے گناہ میں مبتلا ہونے کا ڈر ہے تو کتابی غیر مسلم بدرجۂ اولیٰ محرم نہیں ہو سکتا کیونکہ ڈر ہے کہ جب وہ اس کے ساتھ تنہا ہوگا تو اس کو دینِ اسلام سے منحرف کریگا [۴] اور فاسق کا حکم عام ہے خاوند اور محرم دونوں کو شامل ہے اور مجوسی کا حکم محرم کے ساتھ خاص ہے کیونکہ خاوند کا مجوسی ہونا متصوّر نہیں ہے [۵] مجوسی کے علاوہ اور کافر اگرچہ محرم ہو فی زمانہ اس کے ساتھ بھی سفر نہ کرے کیونکہ اس زمانہ میں کافر کا اعتبار نہیں۔ اندیشہ ہے کہ وہ عورت کو اسلام سے برگشتہ کرے اس لئے اس سے احتیاط ضروری ہے [۶] جس لڑکے کو ابھی احتلام نہیں ہوا (یعنی نابالغ) اور ایسے مجنون کے ساتھ جس کو افاقہ نہ ہوتا ہو سفر کرنا معتبر نہیں ہے یعنی اس کا ساتھ ہونا حفاظتِ نفس کے لئے اطمینان بخش نہیں ہے [۷] پس یہ دونوں بھی محرم نہیں ہیں [۸] کیونکہ محرم کے ساتھ ہونے سے مقصود عورت کی عزت و ناموس کی حفاظت ہے اور وہ ان چاروں (یعنی مجوسی و فاسق و نابالغ و مجنون) میں مفقود ہے [۹] خاوند میں بھی وہ تمام شرائط پائے جانے چاہئیں جو محرم کے لئے ضروری ہیں اور وہ یہ ہیں کہ عاقل بالغ اور امین (دیندار) ہو (جن کا بیان اوپر ہو چکا ہے) [۱۰] اس لئے کہ خاوند اگر امین نہیں ہوگا یا لڑکا یا مجنون ہوگا تو اس سے اس عورت کی حفاظت کا مقصد ادا نہیں ہوگا اور مجمع کی عبارت زیادہ بہتر ہے وہ یہ ہے کہ عورت کے سفرِ حج کے لئے یہ شرط ہے کہ اس کے ساتھ اس کا خاوند یا محرم سفر کرے جو کہ بالغ اور عاقل ہو اور مجوسی و فاسق نہ ہو اور عورت کا نفقہ خاوند پر ہے اھ محرم یا خاوند کا ساتھ ہونا بالغ عورت کے لئے شرط ہے اگرچہ وہ بوڑھی ہو اور اگرچہ اس سفر میں اس کے ساتھ ثقہ (معتبر) عورتیں اور نیک صالح مرد ہوں [۱۱] اور یہ ہمارے (احناف) کے نزدیک ہے اس لئے کہ جب اس کے ساتھ اس کا خاوند یا محرم نہیں ہوگا اس پر بے خوف نہیں ہوا جا سکتا کیونکہ عورتیں دسترخوان پر رکھے ہوئے گوشت کی مانند ہیں مگر یہ کہ اس کے روکنے اور ہٹانے والی کوئی چیز ہو اور اسی لئے اکیلے نکلنا جائز نہیں ہے اور ان کے اجتماع کے وقت یہ خوف زیادہ ہے اسی لئے عورت کو اجنبی عورت کے ساتھ خلوت حرام ہے اگرچہ اس کے ساتھ دوسری عورت بھی ہو اور آیت وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا کے حکم میں عورتیں اس وقت تک شامل نہیں ہیں جبتک خاوند یا محرم سفرِ حج میں ان کے ساتھ نہ ہو کیونکہ عورت خود اپنے آپ سوار ہونے اور سواری سے اُترنے پر قادر نہیں ہوتی پس اس کو کسی ایسے آدمی کی ضرورت ہوتی ہے جو اس کو سوار کرائے اور سواری سے اُتارے اور اس بارے میں جوان اور بوڑھی عورت میں کوئی فرق نہیں کیا جائے گا بلکہ بوڑھی عورت کو زیادہ ضرورت ہوتی ہے کیونکہ وہ زیادہ عاجز ہے اور یہ سوار کرانا اور اُتارنا سوائے خاوند اور محرم کے کسی اور کیلئے جائز نہیں ہے پس وہ اس حالت میں صاحبِ استطاعت شمار نہیں ہوگی اور اسی لئے نص کے حکم میں شامل نہیں ہوگی [۱۲]

[۱] شرح اللباب [۲] ع [۳] ش وغنیہ [۴] غنیہ عن حموی علی الاشباہ [۵] ش تصرف وغنیہ [۶] معلم [۷] ع و بدائع [۸] بدائع [۹] بحر [۱۰] ش بزیادۃ [۱۱] غنیہ [۱۲] ح بتصرف و ش اِلی الفتح والبحر۔

(۸) عورت کا غلام اس کے واسطے محرم نہیں ہے [۱] اگرچہ وہ خصی ہو اور اصح روایت میں مجبوب (خصیے کٹا ہوا) جس کا پانی خشک ہو گیا ہو اس کا بھی یہی حکم ہے [۲] کیونکہ عورت کا اپنے غلام کے ساتھ نکاح کرنا دائمی طور پر حرام نہیں ہے بلکہ جب وہ اس کو آزاد کر دیگی اُس کو اُس غلام سے نکاح کرنا جائز ہو جائے گا [۳] پس عورت اپنے غلام کے ساتھ سفر نہ کرے خواہ وہ خصی ہی ہو [۴]

(۹) مراہق (قریب البلوغ) لڑکے کا حکم بالغ کی مانند ہے جیسا کہ جوہرہ میں ہے [۵] (پس اس کے ساتھ سفر کرنا جائز ہے) اور رحمتی رحمہ اللہ نے اس کو نابالغ لڑکے کے حکم میں کہا ہے کیونکہ وہ ایسے شخص کا محتاج ہے جو اس کی طرف سے مدافعت کرے اور اسی لئے اس کے باپ کو حق حاصل ہے کہ اس کو فرض حج سے روک دے پس وہ عورت کی حفاظت کی صلاحیت کیسے رکھتا ہے اور دونوں محیطوں میں اور بدائع میں ہے کہ جس لڑکے کو ابھی احتلام نہیں ہوا یعنی بالغ نہیں ہوا اس کے ساتھ سفر کرنا معتبر نہیں ہے لیکن جو کچھ جوہرہ میں ہے وہ خلاصہ اور بزازیہ کے موافق ہے [۶] (پس فتویٰ کیلئے یہی مختار ہے کہ وہ بالغ کے حکم میں ہے اور اس کے ساتھ سفر جائز ہے۔ مؤلف)

(۱۰) اگر عورت نے بغیر محرم یا شوہر کے حج کیا تو اس کا حج بالاتفاق جائز ہے لیکن وہ محرم یا شوہر کے بغیر حج کی طرف نکلنے کی وجہ سے گنہگار ہوگی [۷] پس کراہتِ تحریمی کے ساتھ جائز ہوگا کیونکہ صحیحین کی حدیث میں ممانعت وارد ہے کہ عورت تین دن کے سفر پر اس وقت تک نہ نکلے جبتک اس کے ساتھ اس کا محرم نہ ہو اور مسلم کی روایت میں او زوج کا لفظ زیادہ ہے یعنی یا اس کے ساتھ اس کا خاوند ہو تب نکلے [۸] اور جب کوئی عورت محرم کے بغیر سفر کرے اور وہ سواری سے اُترنے پر قادر نہ ہو تو جوان آدمی کے لئے جائز ہے کہ اس کو اُتار دے اگرچہ اس کے اعضائے زینت کو پکڑنا پڑے اور یہ ضرورت کی وجہ سے جائز ہے کنز العباد میں اسی طرح ہے اگر اس کے خاوند کا لڑکا ہو تو اس کے ساتھ سفر کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں اس لئے کہ وہ محرم ہے لیکن وہ اُٹھائے نہیں اور نہ ہی اٹھا کر سواری پر رکھے کیونکہ اس کے دل میں کوئی خیال واقع ہونے کا خوف ہے [۹]

(۱۱) محرم کو بھی اس وقت سفر میں ساتھ جانا جائز ہے جبکہ اس کو اپنے آپ پر شہوت و فتنہ کا اندیشہ نہ ہو لیکن اگر اس کو شہوت و فتنہ کا اندیشہ ہو اور گمان غالب یہ ہو کہ اس کے ساتھ تنہائی واقع ہونے یا اس کے ساتھ سفر کرنے یا اس کو ضرورت کے وقت چھونے سے شہوت ہو جائے گی تو اس کو ساتھ جانا جائز نہیں ہے اور خانیہ میں ہے کہ اگر عورت کو سوار کرانے یا اتارنے کی ضرورت پڑے تو اس کو کپڑوں کے اوپر سے چھونے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے اور اس کو چاہئے کہ اس کی پیٹھ اور پیٹ کا حصہ پکڑے اس سے نیچے کا حصہ نہ پکڑے یہ اس وقت ہے جبکہ شہوت کا اندیشہ نہ ہو لیکن اگر اپنے یا اس عورت کے نفس پر شہوت کا اندیشہ و خوف ہو خواہ یقین کے درجہ کا ہو یا ظن یا شک کے درجہ کا ہو تو اپنی کوشش کے ساتھ اس خیال سے بچے پھر اگر عورت خود سوار ہو سکتی ہے تو مرد کو چھونے سے بالکل منع کیا جائے گا اور اگر عورت خود سوار نہیں ہو سکتی تو کپڑوں کے ساتھ اس کو چھوئے تاکہ عورت کے کسی عضو کی حرارت اس مرد کو نہ پہنچے اور اگر ایسے کپڑے نہ مل سکیں تو مرد کو چاہئے کہ اپنے قلب سے حتی الامکان شہوت کے خیال کو دُور کرتا رہے [۱۰] پس اگر عورت کو سوار کرانے

---

[۱] ع و در و شرح اللباب [۲] شرح اللباب و ش [۳] ارشاد و ش [۴] منحہ ش و ع و در و غنیہ و ارشاد [۵] د [۶] ش و غنیہ و ارشاد [۷] ش [۸] ش [۹] ارشاد و غنیہ [۱۰] غنیہ۔

یا اُتارنے کی ضرورت ہے اور شوہر ساتھ نہیں ہے اور شہوت کا خوف ہے خواہ اپنے نفس پر ہو یا عورت پر تو جہانتک ممکن ہو اس سے بچے اور اگر کوئی اتارنے والا نہ ہو تو پھر موٹا کپڑا ہاتھ اور بدن کے بیچ میں ہونا ضروری ہے، کپڑا اتنا موٹا ہونا چاہئے کہ جس سے بدن کی حرارت ایک دوسرے کو نہ پہنچ سکے [۱]

(۱۲) جب محرم موجود ہو تو عورت پر لازم ہے کہ وہ فرض حج ادا کرے خواہ اس کا خاوند اجازت دے یا نہ دے اور نفلی حج کیلئے خاوند کی اجازت کے بغیر نہ نکلے [۲] خاوند کے لئے جائز نہیں ہے کہ اپنی عورت کو فرض حج کی ادائیگی سے منع کرے جبکہ اس کے ساتھ محرم ہو اور اگر محرم اس کے ساتھ نہ ہو تو خاوند اس کو منع کر سکتا ہے جس طرح فرض حج کے علاوہ کسی دوسرے حج سے منع کر سکتا ہے خواہ وہ اس کے اپنے فعل سے اس پر واجب ہوا ہو مثلاً حج کی نذر کر لینے سے واجب ہوا ہو یا نفلی حج کا احرام باندھ کر اس کو فوت کر دیا ہو (یا فاسد کر دیا ہو) اور عمرہ کے افعال ادا کر کے اس احرام سے حلال ہو گئی ہو پس عورت اس حج کو بھی خاوند کی اجازت کے بغیر قضا نہ کرے (اگر وہ عورت نذر کا یا فاسد کیا ہوا حج ادا نہ کر سکے تو مرتے وقت حج کرانے کی وصیت کر دے [۳]) اور اسی طرح اگر عورت میقات سے بغیر احرام باندھے گذر گئی اور مکہ مکرمہ میں داخل ہو گئی تب بھی خاوند کی اجازت کے بغیر احرام نہ باندھے کیونکہ عورت اپنے فعل سے اپنے اوپر حج واجب کر لینے سے خاوند کے حق کو نہیں روک سکتی بلکہ اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف سے فرض کئے ہوئے حج میں خاوند کو اس کے حق سے روکا ہے (پس اگر عورت پر حج فرض نہیں ہے اور محرم ساتھ ہے یا حج فرض ہے اور محرم ساتھ نہیں ہے تو ان دونوں صورتوں میں خاوند اس کو روک سکتا ہے [۴]) جس صورت میں خاوند کو منع کرنے کا اختیار ہے اگر خاوند نے اس کو منع کر دیا تو وہ عورت محصرہ یعنی حج سے روکی ہوئی ہو گئی جیسا کہ آگے احصار کے بیان میں آئیگا انشاء اللہ تعالیٰ [۵] یہ حکم اس وقت ہے جبکہ وہ حج کے مہینوں میں یا اپنے اہلِ شہر کے حج پر روانہ ہونے کے وقت نکلے یا اس سے ایک دو دن پہلے نکلے (یعنی ایسے وقت خاوند اس کو نہیں روک سکتا) اور اس زمانہ سے قبل نکلنے کی صورت میں وہ اس کو روک سکتا ہے اور خاوند اپنی بیوی کو اقرب میقات پر پہنچنے تک احرام باندھنے سے روک سکتا ہے اور مکہ میں آٹھویں ذی الحجہ تک اس کو احرام باندھنے سے روک سکتا ہے اور اگر ان وقتوں سے پہلے عورت احرام باندھ لے تو مرد کو احرام کھلوا دینے کا اختیار ہے اور اس صورت میں وہ عورت محصرہ کی مانند ہو جائیگی اگر عورت پیدل حج کرنے کا ارادہ کرے تو اس کے ولی یا خاوند کو روکنے کا حق ہے [۶]

(۱۳) اگر عورت کا کوئی محرم نہ ہو تو اس کو حج ادا کرنے کے لئے نکاح کرنا واجب نہیں ہے [۷] یعنی محرم نہ ہونے کی صورت میں عورت پر واجب نہیں ہے کہ ایسے شخص کے ساتھ نکاح کرے جو اس کے ساتھ حج کرے، بدائع و قاضی خاں وغیرہما میں اسی طرح ہے اور امام ابو حنیفہؒ سے ابو شجاع نے روایت کیا ہے کہ اگر عورت مالدار ہو اور اس کے لئے سفر میں کوئی محرم نہ ہو تو (فرض حج ادا کرنے کے لئے) اس پر واجب ہے کہ ایسے شخص کے ساتھ نکاح کرے جو اس کے ساتھ حج کرے [۸] پس اس مسئلہ میں دو قول ہیں اور وہ دونوں قول اس اختلاف پر مبنی ہیں کہ محرم کا ہونا وجوبِ حج کی شرط ہے یا وجوبِ ادا کی، فتح القدیر میں اس کو اختیار کیا ہے

---

[۱] معلم [۲] ع [۳] معلم [۴] زبدہ [۵] ش و غنیہ [۶] غنیہ [۷] ع [۸] لباب و شرحہ و حیات۔

کہ یہ اور سلامتیٔ بدن و راستہ کا امن وجوبِ ادا کی شرطیں ہیں پس اگر بیماری یا راستہ کا خوف مانع ہو یا عورت کا خاوند یا کوئی محرم موجود نہ ہو تو اس پر حج کرانے کے لئے وصیت کرنا واجب ہے اور محرم نہ ہونے کی صورت میں عورت پر نکاح کرنا واجب ہے پہلے قول یعنی وجوبِ حج کی شرط ہونے کی صورت میں اس پر ان میں سے کچھ بھی واجب نہیں ہے جیسا کہ بحرالرائق میں ہے اور نہرالفائق میں ہے کہ بدائع میں پہلے قول کی تصحیح کی ہے اور نہایہ میں قاضی خاں کا اتباع کرتے ہوئے دوسرے قول کو ترجیح دی ہے اور فتح القدیر نے اسی کو اختیار کیا ہے اھ علامہ شامی کہتے ہیں کہ لباب میں اس پر جزم کیا ہے کہ اس پر نکاح کرنا واجب نہیں ہے حالانکہ اس نے محرم یا خاوند کا ہونا وجوبِ ادا کی شرط قرار دیا ہے۔ جوہرہ میں اور ابن امیر الحاج نے مناسک میں اسی کو ترجیح دی ہے جیسا کہ مصنف نے اپنی کتاب منحہ میں کہا ہے اور کہا ہے کہ اس کی وجہ یہ ہے کہ نکاح کر لینے سے بھی اس کو یہ مقصد حاصل نہیں ہو سکتا اس لئے کہ جب خاوند اس کا مالک ہو گیا تو اب اس کو اختیار ہے کہ وہ اس کے ساتھ نہ جائے اور وہ اس سے چھٹکارا حاصل کرنے پر قادر نہیں ہوگی اور بعض دفعہ خاوند عورت کے ساتھ موافقت نہیں کرتا پس عورت کو اس سے ضرر پہنچتا ہے بخلاف محرم کے کہ اگر وہ اس عورت سے موافقت کرتا ہے تو عورت اس پر خرچ کرتی ہے۔ اور اگر وہ موافقت نہیں کرتا تو وہ اپنا نفقہ دینا روک لیتی ہے اور حج کو ترک کر دیتی ہے اھ فافہم [1] پس جو بیوہ عورتیں محرم کے بغیر حج کو جانا چاہیں ان کے لئے مناسب ہے کہ کسی نیک صالح مرد سے نکاح کر کے اس کو ساتھ لے جائیں تاکہ اس اختلاف سے بچ کر حجِ مبرور سے مشرف ہو کر اجرِ دارین حاصل کریں اس سفر میں بہت سی نوجوان عورتوں کو بیگانوں کے ساتھ میل جول رکھتے ہوئے دیکھا ہے یہ نہایت خراب شرکت ہے [2]

(۱۴) صحیح قول کی بنا پر محرم یا شوہر کو عورت کے ساتھ حج پر جانے کے لئے مجبور نہیں کیا جا سکتا۔ امام ابو یوسفؒ سے ایک روایت میں اس کے خلاف مذکور ہے اور وہ یہ ہے کہ خاوند کو عورت کے ساتھ نکلنے پر اور اس پر خرچ کرنے پر مجبور کیا جائے گا [3]

(۱۵) عورت کے لئے محرم یا خاوند کے ساتھ ہونے کی شرط اس وقت ہے جبکہ عورت کے وطن اور مکہ مکرمہ کے درمیان شرعی سفر یعنی تین دن یا اس سے زیادہ کی مسافت ہو اور اگر اس سے کم مسافت ہو تو عورت کو محرم یا خاوند کے بغیر بھی حج کیلئے جانا فرض ہے سوائے اس صورت کے جبکہ وہ عدت میں ہو (جس کی تفصیل آگے پانچویں شرط میں درج ہے) [4] کیونکہ (غیر معتدہ) عورت کو سفر شرعی سے کم مسافت میں کسی ضرورت کے لئے محرم (اور خاوند) کے بغیر سفر کرنا جائز ہے [5] امام ابو حنیفہؒ و امام ابو یوسف رحمہما اللہ سے روایت کی گئی ہے کہ عورت کو محرم کے بغیر ایک دن کی مسافت پر نکلنا بھی مکروہ ہے اور فسادِ زمانہ کی وجہ سے اسی پر فتویٰ ہونا چاہیئے [6] صحیحین کی حدیث سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے جس کا ترجمہ یہ ہے کہ "جو عورت اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتی ہے اس کے لئے جائز و حلال نہیں ہے کہ محرم کے بغیر ایک دن اور رات کی مسافت پر سفر کرے" مسلم کی ایک روایت میں ایک رات کی مسافت اور ایک روایت میں ایک دن کا ذکر ہے پھر جبکہ صحیح مذہب یہ ہے کہ تین دن سے کم مسافت پر عورت کے لئے بغیر محرم کے نکلنا مباح ہے تو خاوند کو اس کے منع کرنے کا اختیار نہیں ہے جبکہ

---

[1] ش [2] زبدہ [3] لباب و شرحہ و حیات [4] شرح اللباب و حیات [5] بحر و ش [6] شرح اللباب و ش و غنیہ و حیات۔

اس کے اور مکۂ مکرمہ کے درمیان تین دن سے کم مسافت کا فاصلہ ہو اور عورت کے ساتھ جانے والا کوئی محرم نہ ہو[1]

(۱۶) محرم کے لئے زادِ راہ اور سواری کا خرچہ عورت پر واجب ہونے کے بارے میں فقہا کا اختلاف ہے بعض فقہا نے کہا ہے کہ عورت پر محرم کا نفقہ واجب ہے کیونکہ محرم کا ہونا ان کے نزدیک وجوب ادا کی شرط ہے اور السراج الوہاج میں کہا ہے کہ یہی صحیح ہے اور بعض نے کہا کہ واجب نہیں ہے اس لئے کہ ان کے نزدیک یہ وجوبِ حج کی شرط ہے اور وجوب کی شرط کا حاصل کرنا واجب نہیں ہے اور بعض فقہا نے نفقہ واجب نہ ہونے ہی کو صحیح کہا ہے اور سراج الوہاج میں ان دونوں قولوں میں اس طرح تطبیق دی گئی ہے کہ اگر محرم یہ کہے کہ میں اپنے خرچہ پر جانے کے لئے تیار نہیں ہوں اور اگر عورت خرچ دے تو تیار ہوں اس صورت میں بالاجماع اس کا نفقہ عورت پر واجب ہو جائے گا (اس لئے کہ اس نے اپنے آپ کو اس عورت کے ساتھ جانے کے لئے پابند کر دیا ہے اور جو شخص اپنے آپ کو دوسرے کا پابند کر دے تو اس کا نفقہ اس دوسرے شخص پر واجب ہو گا اور ایسی صورت میں اپنے خرچہ کے ساتھ محرم کے خرچہ پر قادر ہونا بھی عورت پر حج واجب ہونے کے لئے شرط ہو گا[2] اور اگر وہ محرم اپنے خرچہ پر اس عورت کے ساتھ جانے کے لئے تیار ہو تو پھر اس عورت پر اس محرم کا نفقہ واجب نہیں ہو گا اور یہ توضیح عمدہ ہے[3] اس مسئلہ میں محرم کی قید سے معلوم ہو گیا کہ اگر اس کے ساتھ اس کا خاوند سفر کرے تو عورت پر اس کا نفقہ واجب نہیں ہو گا بلکہ خاوند پر عورت کا نفقہ واجب ہو گا اور اگر خاوند اس کے ساتھ نہ جائے تو امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک تب بھی یہی حکم ہے اور امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک اس صورت میں خاوند پر اس کا نفقہ واجب نہیں ہے کیونکہ عورت نے اپنے فعل سے اپنے نفس کو خاوند سے روک لیا ہے[4]

جاننا چاہیئے کہ جب عورت حج کرے تو خاوند پر نفقہ واجب ہونے کے مسئلہ کی چند صورتیں ہیں وہ یہ ہیں — ۱۔ اگر عورت اپنے خاوند کے گھر رخصت ہونے سے پہلے خاوند اور محرم کے بغیر فرض حج ادا کرے تو وہ عورت ناشزہ (نافرمان) ہے پس خاوند پر اس کا نفقہ واجب نہیں ہے ۲۔ اور اگر وہ خاوند کے بغیر کسی محرم کے ساتھ حج کرے تو سب کے نزدیک خاوند پر اس کا نفقہ واجب نہیں ہے کیونکہ تسلیم (خاوند کے سپرد کرنا) واجب ہونے کے بعد اس نے اپنے آپ کو تسلیم سے روکا پس وہ ناشزہ (نافرمان) کی مانند ہو گئی ۳۔ اور اگر وہ اپنے خاوند کے گھر رخصت ہو چکی ہے پھر اس نے خاوند کے علاوہ کسی محرم کے ساتھ حج کیا تو امام ابو یوسفؒ نے کہا ہے کہ خاوند پر اس کا نفقہ واجب ہے اور امام محمدؒ نے کہا ہے کہ خاوند پر اس کا نفقہ واجب نہیں ہے۔ سراج الوہاج میں ہے کہ یہی اظہر ہے پھر جب امام ابو یوسفؒ کے قول کی بنا پر خاوند پر عورت کا نفقہ واجب ہو گیا تو قاضی اس کے لئے صرف اقامت کا نفقہ فرض کرے گا حالتِ سفر کا نفقہ نہیں کیونکہ خاوند پر صرف حضر (اقامت) کا نفقہ واجب ہوتا ہے لیکن زائد مشقت جس کی عورت کو سفر میں ضرورت پیش آئے گی مثلاً کرایہ وغیرہ تو عورت کے ذمہ ہے خاوند پر لازم نہیں ہے کیونکہ یہ خرچہ حج فرض کی ادائیگی کے لئے ہے اور حج فرض کی ادائیگی عورت پر ہے اس لئے یہ زائد خرچ بھی عورت کے ذمہ ہو گا خاوند کے ذمہ نہیں اور اگر عورت نے حج کے بعد مکۂ مکرمہ میں بلاضرورت قیام کیا تو اس کا ان دنوں کا نفقہ خاوند کے ذمہ سے ساقط ہو جائے گا کیونکہ وہ عورت اس میں معذورہ نہیں ہے پس وہ نافرمان

[1] فتح و ش و ارشاد و غنیہ [2] ش [3] شرح اللباب و منحہ بزیادۃ عن ش و بحر [4] ش عن السراج

کی مانند ہوگئی، اگر عورت آنے جانے کے زمانہ کے بقدر تین ماہ کا خرچہ طلب کرے تو یہ خاوند پر لازم نہیں ہوگا لیکن وہ اس کو ایک ماہ کا نفقہ دیگا اور جب وہ واپس لوٹ آئے گی تو باقی خرچہ لے لیگی کیونکہ خاوند پر حالتِ اقامت کا نفقہ واجب ہے، حالتِ سفر کا نہیں، عورت کے لئے حالتِ اقامت کا نفقہ ماہ بماہ واجب ہوتا ہے اور یہ تمام بیان امام محمدؒ کے قول پر متفرع نہیں ہوتا یہ سب اس وقت ہے جبکہ خاوند اس کے ساتھ سفر نہ کرے لیکن اگر خاوند اپنی بیوی کے ساتھ حج کا سفر کرے تو بلا اختلاف اس پر بیوی کا نفقہ واجب ہوگا اس لئے کہ مطلق تسلیم کا ہونا پایا جاتا ہے کیونکہ خاوند کو اس سے راستہ میں وطی و دیگر استمتاع کا انتفاع ممکن ہے پس وہ اپنے مکان میں مقیمہ کی مانند ہوگئی [۱] صرف حضر (اقامت کے دنوں) کا نفقہ اس پر واجب ہوگا سفر کے دنوں کا نہیں اور کرایہ بھی واجب نہیں ہوگا پس حضر میں جو کھانے کی قیمت ہوگی وہ دیکھی جائے گی سفر کی قیمت کا لحاظ نہیں ہوگا علامہ شامی کہتے ہیں کہ یہ حکم اس وقت ہے جبکہ خاوند اپنی بیوی کے ساتھ اس کی وجہ سے سفرِ حج پر جائے لیکن اگر خاوند خود اپنی بیوی کو لیکر گیا تو سفر و حضر کا نفقہ و کرایہ وغیرہ سب خرچہ خاوند کے ذمہ لازم ہوگا [۲] اگر خاوند اپنی بیوی کے ساتھ سفرِ حج پر جائے تو امام ابو یوسفؒ کے نزدیک پھر بھی یہی حکم ہے امام محمد رحمہ اللہ نے کہا کہ اس صورت میں عورت کا نفقہ خاوند پر نہیں ہے کیونکہ عورت اپنے فعل سے اپنے نفس کو روکنے والی ہے اور کتب متون کا یہی مذہب ہے [۳] (جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا ہے۔ مؤلف) لیکن اگر عورت نفلی حج کرے اور اس کا خاوند اس کے ساتھ نہ ہو تو بالاجماع اس کا نفقہ خاوند پر نہیں ہے اور اگر اپنے خاوند کے ساتھ نفلی حج کرے تو خاوند پر اقامت (حضر) کے دنوں کا نفقہ واجب ہے سفر کے دنوں کا نفقہ واجب نہیں ہے [۴] اسی طرح اگر عورت اپنے خاوند کے ساتھ عمرہ کے لئے یا تجارت کے لئے سفر پر نکلی تو اس کا نفقہ خاوند کے ذمہ واجب ہوگا اس لئے کہ خاوند اس کے ساتھ ہے جس کی وجہ سے وہ اس کی پابند ہے [۵]

(۱۶) خنثیٰ مشکل عورتوں کے مخصوص احکام میں عورت کی مانند ہے پس خنثیٰ مشکل کے حق میں بھی محرم کا ہونا احتیاطاً شرط ہے جیسا کہ عورت کے حق میں شرط ہے [۶] خنثیٰ مشکل وہ ہے جس میں زنانہ و مردانہ دونوں علامتیں پائی جائیں [۷]

(۱۷) جاننا چاہیئے کہ عورت کو خاوند یا محرم کے بغیر سفر کرنا جائز نہ ہونے کا حکم آزاد (غیر مملوکہ) عورت کے لئے مخصوص ہے مملوکہ عورت یعنی باندی (لونڈی) مکاتبہ، مدبرہ، ام الولد، معتقۃ البعض کے لئے بغیر محرم کے سفر کرنا جائز ہے لیکن فتویٰ اس پر ہے کہ ہمارے زمانہ میں مکروہ ہے [۸]

عورت کا عدت سے خالی ہونا

(۱) وجوبِ ادا کی پانچویں شرط جو صرف عورتوں کے لئے مخصوص ہے یہ ہے کہ عورت عدت میں نہ ہو اور حکمِ قضا میں یہی اظہر ہے اور بعض نے کہا کہ یہ وجوبِ حج کی شرط ہے [۹] یعنی بعض نے کہا کہ یہ وجوبِ ادا کی شرط ہے اور بعض نے کہا کہ وجوبِ حج کی شرط ہے اور احتمال ہے کہ اس میں بھی وہی اختلاف ہے

---

[۱] بدائع ملخصاً من کتاب النفقۃ بزیادۃ عن غنیۃ و ارشاد [۲] ش من باب النفقۃ و غنیۃ [۳] غنیۃ [۴] ع من باب النفقات و ارشاد [۵] ش من باب النفقۃ [۶] لباب و شرحہ و غنیۃ [۷] زبدہ [۸] شرح اللباب و ش و غنیۃ بتصرف و حیات [۹] لباب و شرحہ و ش۔

جو راستہ کے امن کے بارے میں ہے [1]

(۲) اور عدت کا نہ ہونا عورت کے حق میں مطلق طور پر شرط ہے خواہ کوئی سی عدت بھی ہو [2] یعنی خواہ طلاقِ بائن کی عدت ہو یا طلاقِ رجعی یا وفاتِ شوہر یا فسخِ نکاح کی عدت ہو [3] پس عورت طلاق یا موت کی عدت کی حالت میں حج کے لئے نہ نکلے اور اسی طرح اگر اس کو راستہ میں کسی شہر کے اندر عدت واجب ہوئی اور وہاں سے مکہ مکرمہ تک تین دن کی مسافت ہے تو جبتک عدت پوری نہ ہو جائے اس شہر سے نہ نکلے [4] اور اگر عورت نے عدت کی حالت میں حج کر لیا تو اس کا حج بالاتفاق جائز ہو جائے گا لیکن وہ عورت گنہگار ہوگی [5]

(۳) عورت کے حق میں عدت کا سفرِ حج سے مانع ہونے کا وقت وہ ہے جو اس کے شہر کے لوگوں کے حج پر روانہ ہونے کا وقت ہے [6] اور اسی طرح تمام شرائط کا پایا جانا اس وقت معتبر ہے جبکہ اس کے شہر کے لوگ حج پر روانہ ہوں [7] پس اگر عورت اپنے شہر کے لوگوں کے حج پر روانہ ہونے کے وقت عدت کی حالت میں ہو تو اس پر حج واجب نہیں ہے جیسا کہ ابنِ فرشتہ کی کتاب شرح مجمع میں ہے اور اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ وجوبِ حج کی شرط ہے اور ابنِ امیر الحاج نے ذکر کیا ہے کہ یہ وجوبِ ادا کی شرط ہے اور قضا کے حکم میں یہی اظہر ہے [8] یعنی اس بنا پر اُس عورت کو اپنے مال سے حج کرانا واجب ہوگا نہ کہ خود اپنے آپ ادا کرنا پس اس کو خود حج ادا کرنا بالاتفاق لازم نہیں ہے اور اس بارے میں اختلاف ہے کہ اس کو اپنے مال سے حج کرانا لازم ہے یا نہیں جیسا کہ وجوبِ ادا کی دوسری شرطوں میں یہی اختلاف ہے اور صحیح قول یعنی وجوبِ ادا کی شرط ہونے کی وجہ سے اس عورت پر واجب ہے کہ وہ اپنے مال سے حج کرائے جیسا کہ وجوبِ ادا کی تمام شرطوں میں حکم ہے [9]

(۴) اور عورت کے سفر پر نکلنے کا مانع ہونے میں عدت کا ہونا محرم کے نہ ہونے سے زیادہ قوی ہے حتیٰ کہ عدت کی حالت میں سفرِ شرعی سے کم مسافت پر جانے سے بھی منع کی جائے گی اور اگر عورت کو حج کے سفر پر روانہ ہونے کے بعد عدت لازم ہوئی اور وہ عورت سفر کی حالت میں ہے یعنی اپنے خاوند کے ساتھ حج کے سفر پر جا رہی ہے پھر اسی حالتِ سفر میں خاوند نے اس کو طلاق دیدی اگر وہ طلاق رجعی ہے تو عورت اپنے خاوند سے ہرگز جدا نہ ہو بلکہ خاوند کی متابعت کرے خواہ وہ وطن کی طرف لوٹے یا حج کا سفر جاری رکھے اور خاوند کے لئے افضل یہ ہے کہ طلاق سے اپنی بیوی کی طرف رجوع کر لے اور اگر وہ بائن طلاق ہے تو خاوند اجنبی شخص کی مانند ہے [10] (لہٰذا عورت کو خاوند سے جدا رہنا چاہئے) پس اگر اس کے شہر کی طرف مدتِ سفر یعنی تین روز کے سفر سے کم فاصلہ ہو اور مکہ مکرمہ کی طرف مدتِ سفر یعنی تین روز یا زیادہ کی مسافت ہے تو اس کو اپنے وطن کی طرف لوٹنا واجب ہے اور اگر اس کے برعکس ہے یعنی مکہ مکرمہ کی طرف فاصلہ مدتِ سفر سے کم ہے تو مکہ مکرمہ کی طرف چلی جائے اور اگر دونوں طرف مدتِ سفر سے کم فاصلہ ہے تو اس کو اختیار ہے خواہ مکہ مکرمہ چلی جائے یا اپنے شہر کو واپس ہو جائے اس صورت

---

[1] ارشاد بتصرف [2] در و بحر بتصرف [3] غنیہ و شرح اللباب بزیادۃ و ش و غیرہا [4] ع [5] ارشاد و غنیہ [6] در و بحر [7] در و ش [8] لباب و شرحہ و غنیہ [9] مؤلف و شلہ فی حیات القلوب [10] ع و غنیہ و ش و ارشاد ملتقطاً۔

[پ]س وہ خواہ شہر میں ہو یا جنگل میں اور خواہ محرم ساتھ ہو یا نہ ہو اس حکم میں برابر ہے مگر اس کو اپنے شہر کی طرف لوٹنا افضل ہے اور اگر دونوں [ط]رف مدتِ سفر کی مسافت ہے اور وہ عورت اس وقت کسی شہر میں ہے تو بلا خلاف اس کو وہاں سے بغیر محرم کے نکلنا جائز نہیں ہے [ا]ور محرم کے ساتھ نکلنے میں اختلاف ہے، مؤلف) پس وہ اپنی عدت پوری ہونے تک وہیں قیام کرے اور وہاں سے نہ نکلے اگرچہ اس کے [س]اتھ محرم بھی ہو، یہ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک ہے اور صاحبین کے نزدیک یہ حکم ہے کہ اگر محرم موجود ہو تو اس کے ساتھ جانا جائز ہے ورنہ [ن]ہیں، اور اگر عورت کسی گاؤں یا جنگل میں ہو اور وہاں اس کا نفس و مال محفوظ و مامون نہ ہو تو اس کو امن کی جگہ چلے جانا چاہئے اور اس وقت تک وہاں سے نہ نکلے جبتک اس کی عدت نہ گذر جائے۔ امام صاحب کے نزدیک اگرچہ اس کا محرم موجود ہو یہی [ح]کم ہے اور صاحبین کا اس میں خلاف ہے [1] اور منسک الفارسی میں ہے کہ اگر اس کے وطن اور مکہ مکرمہ دونوں کی طرف وہاں سے مدتِ سفر کا فاصلہ ہے اور وہ عورت جنگل میں ہے۔ تو اس کو اختیار ہے کہ خواہ مکہ مکرمہ چلی جائے یا اپنے وطن لوٹ جائے خواہ اس کے ساتھ محرم ہو یا نہ ہو اور اپنے وطن کی طرف لوٹنا اولیٰ ہے اور اس کے دائیں یا بائیں جانب کے شہر و گاؤں کا اعتبار نہیں ہے بلکہ جو اس کے راستہ میں اس کے سامنے ہے اس کا اعتبار ہوگا حتیٰ کہ اگر دائیں یا بائیں جانب مدتِ سفر سے کم فاصلہ پر کوئی گاؤں یا شہر ہو تو اس کو راستہ سے ہٹنا اور اس میں جانا لازمی نہیں ہے اھ واللہ اعلم [2] ان تمام صورتوں میں شرط یہ ہے کہ عورت نے احرام نہ باندھا ہو لیکن اگر احرام باندھنے کے بعد اس کے خاوند نے اس کو طلاق دی اور اس پر عدت واجب ہوگئی تو اب وہ عورت عدتِ طلاق کی وجہ سے محصرہ ہے خواہ حج فرض کا احرام باندھا یا نفلی وغیرہ کا اور خواہ وہ عورت مقیمہ ہو یا مسافرہ اور مکہ میں ہو یا مکہ سے مسافتِ سفر کے فاصلہ پر ہو یا اس سے کم ہو اور اگرچہ اس کے ساتھ محرم بھی ہو اس پر وہیں عدت گذارنا لازم ہے اس لئے کہ وہ اپنے گھر سے نکلنے سے روک دی گئی ہے اور اس پر واجب ہے کہ اپنی طلاق کی جگہ میں ہی رات گذارا کرے (پس اگر وہ مکہ مکرمہ میں ہے تو عرفات پر نہ جائے بلکہ عمرہ کے افعال بجا لاکر احرام سے حلال ہو جائے اور چاہے تو وقوفِ عرفات کا وقت ختم ہو جانے کے بعد عمرہ کے افعال بجا لاکر احرام کھول دے) اور اگر سفرِ حج کے راستہ میں خاوند کی موت کی وجہ سے عدتِ موت واقع ہو گئی ہے تو اگر اس جگہ سے مکہ معظمہ تک شرعی مسافتِ سفر کا فاصلہ ہے (اور کوئی محرم ساتھ نہیں ہے) اور اس کے شہر کا فاصلہ مسافتِ سفر سے کم ہے یا مسافتِ سفر سے زیادہ ہے لیکن اس عورت کو اس جگہ یا اس کے قریب قیام کرنا ممکن ہے تو وہ بھی محصرہ ہے (پس اگر وہاں رُک کر عدت گذار سکتی ہے تو وہاں عدت گذارے) اور اگر ایسا نہیں ہے یعنی مکہ معظمہ شرعی [3] مسافتِ سفر سے کم فاصلہ پر ہے تو وہ عورت محصرہ نہیں ہے (اس کو وہیں رُک جانا ضروری نہیں ہے چاہے کوئی محرم ساتھ بھی نہ ہو) محصرہ بعدتِ طلاق و محصرہ بعدتِ موت میں یہی فرق معلوم ہوتا ہے کہ عدتِ طلاق کی صورت میں مکہ معظمہ سے مسافتِ سفر پر ہونا یا نہ ہونا برابر ہے اور عدتِ موت کی صورت میں مکہ معظمہ سے مسافتِ سفر پر ہے تو محصرہ ہے ورنہ نہیں [4]

---

[1] فتح و ارشاد و غنیہ و ش ملتقطاً [2] ارشاد و غنیہ عن کبیر [3] لباب و شرحہ و ش ملتقطاً من باب الاحصار بزیادۃ عن زبدہ مع عمدہ و حج و عمرہ [4] زبدہ مع عمدہ تصرفاً۔

لیکن اس مسئلہ میں اس وقت بہت ہی مشکل پیش آئے گی جبکہ عورت اپنے خاوند کے ساتھ مکہ مکرمہ میں ہو اور اس کا خاوند اس کو طلاق دیدے اور وہ عورت مکہ مکرمہ میں ہی رہے وقوفِ عرفات پر نہ جائے۔ اس صورت میں دوسرے سال تک وہاں رہنا اور اگر گھر چلی جائے تو پھر واپس آکر حج کرنا اور وہاں رہنے کی صورت میں سال بھر کا نفقہ موجود ہونا اور واپسی کے وقت محرم کی رفاقت کا حاصل ہونا وغیرہ بہت سی مشکلات کا سامنا ہوگا تو یہ عورت بھی اسی طرح معذور سمجھی جانی چاہئے جیسا کہ بوادی (جنگل) وغیرہ میں جہاں اقامت مشکل ہو تو مکہ معظمہ چلے جانے کا جواز ہے تو اب اس حالت میں عرفات پر حج کرنے کیلئے جائے تو عذر ہو سکتا ہے ورنہ اس کو نہایت ہی مشکل پیش آئے گی، اگر افعالِ عمرہ بجالا کر حلال ہو گئی تو پھر حج کی قضا لازم ہوگی پھر اس کے لئے وہاں رہنا یا واپس آنا نہایت دشوار ہوگا واللہ اعلم۔ کسی معتبر کتاب میں اس کے متعلق جواز کی گنجائش نظر سے گذری تھی لیکن اب بہت تلاش کرنے سے بھی نہیں ملی غالباً کبیر میں کہیں عبارت تھی [۱] (محصرہ کے مسائل احصار کے بیان میں آئیں گے انشاء اللہ العزیز۔ مؤلف)

(فائدہ) نیز جاننا چاہئے کہ شرائطِ حج کی قسمِ دوم کی تمام شرطیں مختلف فیہا ہیں جیسا کہ بیان ہو چکا ہے پس بعض فقہا نے تصحیح کی ہے کہ یہ سب وجوبِ حج کی شرطیں ہیں اور بعض نے تصحیح کی ہے کہ یہ وجوبِ ادا کی شرطیں ہیں بعض نے فرق کیا ہے یعنی بعض شرطوں کو قسمِ اول سے اور بعض شرطوں کو قسمِ ثانی سے کہا ہے اور اختلاف کا نتیجہ وصیت کے بارے میں ظاہر ہوتا ہے جبکہ ان شرطوں کے پائے جانے سے پہلے بڑھاپا آجائے یا کوئی مرض لاحق ہو جائے اس کے بعد وہ شرائط اس میں پائی جائیں اور وہ بڑھاپے یا مرض سے جسم کمزور ہونے کی وجہ سے مرنے کے قریب ہو تو جن فقہا کے نزدیک یہ وجوبِ حج کی شرطیں ہیں ان کے نزدیک اس پر کسی دوسرے سے حج کرانے کی وصیت کرنا واجب نہیں ہے اور جن کے نزدیک یہ وجوبِ ادا کی شرطیں ہیں ان کے نزدیک کسی دوسرے سے حج کرانے کی وصیت کرنا واجب ہے یہ سب کچھ ظاہر ہے اور اسکی وجہ واضح ہے [۲]

(تنبیہ) شرائطِ وجوبِ ادا میں سے کوئی شرط صحتِ ادا اور وقوع عن الفرض کیلئے شرط نہیں ہے [۳]

قسمِ سوم۔ شرائطِ صحتِ ادا

شرائطِ حج کی تیسری قسم وہ شرطیں ہیں جن کے بغیر حج کی ادائیگی صحیح نہیں ہوتی اور وہ نو ہیں (۱) اسلام۔ (۲) احرام (۳) حج کا زمانہ ہونا (۴) حج کی جگہ ہونا (۵) تمیز ہونا (۶) عقل (۷) اگر عذر نہ ہو تو حج کے افعال خود ادا کرنا۔ (۸) احرام کے بعد سے وقوف سے پہلے تک جماع کا واقع نہ ہونا (۹) جس سال حج کا احرام باندھے اسی سال حج کرنا [۴]

ان سب کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے:۔

اسلام صحتِ ادائے حج کی پہلی شرط مسلمان ہونا ہے پس کافر کا حج صحیح نہیں ہوتا خواہ حج فرض ہو یا نفل، اس کا بیان اور مسائل شرائطِ وجوب میں گذر چکے ہیں [۵]

[۱] زبدہ مع عمدہ [۲] لباب وشرحہ [۳] غنیہ عن کبیر [۴] ش [۵] لباب وشرحہ بتصرف وجیات۔

احرام

دوسری شرط احرام ہے اور احرام حج کے صحیح ہونے کے لئے ایسی شرط ہے جیسی کہ طہارت نماز کے لئے شرط ہے اور مشروط بغیر شرط کے صحیح نہیں ہوتا پس احرام کے بغیر حج ہرگز صحیح نہیں ہوتا [1]

حج کا زمانہ

تیسری شرط حج کا زمانہ ہونا ہے یعنی حج کے افعال طوافِ قدوم، سعی، وقوف وغیرہ کا حج کے مہینوں میں اپنے اپنے وقت پر واقع ہونا پس حج کے افعال مثلاً طوافِ قدوم اور حج کی سعی حج کے مہینوں سے پہلے کرنا جائز نہیں بخلاف احرام کے کہ یہ پہلے سے باندھ لینا بھی درست ہے لیکن مکروہ ہے اور وقوفِ عرفات یوم عرفہ سے پہلے یا عرفہ کے دن زوال سے پہلے جائز نہیں اور یوم عرفہ کے بعد یعنی دس ذی الحجہ کو طلوعِ فجر کے بعد بھی وقوفِ عرفات جائز نہیں ہے (کیونکہ عرفہ کے روز یعنی نویں ذی الحجہ کے زوالِ آفتاب سے لیکر دسویں ذی الحجہ کی طلوعِ فجر سے پہلے تک وقوفِ عرفہ کا وقت ہے [2]) لیکن جب یومِ عرفہ میں چاند کی وجہ سے شبہ واقع ہو جائے تو اس ضرورت کی وجہ سے دسویں ذی الحجہ کو زوالِ آفتاب کے بعد وقوف جائز ہے جیسا کہ اس کی تفصیل اپنے مقام پر آئے گی انشاء اللہ۔ اور طوافِ زیارت و طوافِ وداع قربانی کے دن سے پہلے جائز نہیں اور طوافِ زیارت ایامِ قربانی کے بعد (آخر عمر تک) صحیح ہے لیکن امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک اس کا ایامِ قربانی میں ادا کرنا واجب ہے بخلاف دوسرے ائمہ کے [3]

حج کی جگہ کا ہونا

چوتھی شرطِ حج کی جگہ کا ہونا ہے یعنی وقوف، رمی، حلق اور ذبح وغیرہ میں سے ہر ایک کا اس کی متعین جگہ میں کرنا صحتِ ادا کے لئے شرط ہے اور مسجد الحرام طواف کے لئے متعین جگہ ہے اگرچہ اس کی چھت پر ہو اور سعی کے لئے مَسْعٰی (صفا و مروہ کی درمیانی جگہ) متعین ہے اور وقوف کے لئے عرفات متعین ہے اور سب حاجیوں کے عرفات سے روانہ ہو کر جمع ہونے اور رات گذارنے اور پھر وقوف کرنے کے لئے مزدلفہ متعین ہے اور رمیٔ جمار کے لئے منیٰ اور ہدی وغیرہ کے ذبح کے لئے حدودِ حرم متعین ہے پس اگر کوئی شخص حج کے اعمال میں سے کوئی عمل خواہ وہ رکن (فرض) ہو یا واجب یا سنت ہو اس کی خاص مقررہ جگہ کے علاوہ دوسری جگہ کریگا تو وہ عمل صحیح نہیں ہوگا [4]

تمیز ہونا

پانچویں شرط تمیز ہونا ہے یعنی وہ حج کے مالہٗ وما علیہ کے درمیان تمیز کر سکتا ہو [5] اور اس کی حد یہ ہے کہ وہ خطاب کو سمجھتا ہو اور اس کا جواب اچھی طرح دیسکتا ہو اور کلام کے مقاصد کو جانتا ہو وغیرہ اور اس کے لئے کسی خاص عمر کی حد مقرر نہیں کی جاسکتی بلکہ قابلیت کا معیار مختلف ہونے کی وجہ سے اس کا معیار بھی مختلف ہوتا ہے [6] اور جو اس قسم کی تمیز نہ رکھتا ہو اس کی طرف سے نیابتاً حج کرنا درست ہے [7] جاننا چاہئے کہ تمیز ہونے کی شرط نابالغ کا نفلی حج صحیح ہونے کے لئے ہے کیونکہ اس پر حج فرض نہیں ہے اس لئے اس کے حق میں فرض حج کی صحت کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، مزید تفصیل اپنے مقام پر آئے گی انشاء اللہ (مؤلف)

---

[1] لباب وشرحہ بتصرف وحیات [2] حیات [3] لباب وشرحہ بتصرف وغنیہ وحیات [4] ایضاً [5] لباب وشرحہ۔
[6] ارشاد [7] لباب وشرحہ۔

عقل چھٹی شرط عاقل ہونا ہے لیکن حج کے بعض افعال کا ادا کرنا غیر عاقل (مجنون) کی طرف سے بھی نیابتاً جائز ہے [۱] تفصیل اپنے مقام پر آئے گی انشاء اللہ (مؤلف)۔

اگر عذر نہ ہو تو افعالِ حج کا خود ادا کرنا افعالِ حج خواہ شرائط ہوں یا ارکان یا واجبات، ان سب کا بغیر نیابت کے خود ادا کرنا صحتِ ادا کی ساتویں شرط ہے البتہ بعض افعال میں عذر کی وجہ سے نیابت بھی جائز ہے [۲] مثلاً بیہوشی والے شخص کی طرف سے اس کا ساتھی احرام باندھ لے اور مریض کی طرف سے اس کا ساتھی رمی کرے اور غیر تمیز والے بچے اور مجنون کی طرف سے ان کا ولی نیابتاً طواف کی نیت کرے [۳] مفصل بیان اپنے مقام پر آئے گا انشاء اللہ (مؤلف)۔

جماع کا نہ ہونا احرام باندھنے کے وقت سے وقوفِ عرفہ کے پہلے تک جماع کا واقع نہ ہونا صحتِ ادا کی آٹھویں شرط ہے، پس اگر کسی آدمی نے احرام باندھنے کے بعد عرفات پر وقوف کرنے سے پہلے جماع کر لیا تو اس کا یہ حج صحیح نہیں ہوگا لیکن اس سال میں اس کو اس حج کے سب افعال پورے کر کے احرام سے حلال ہونا لازم ہوگا اگرچہ یہ حج فاسد ہو چکا ہے اور اس حج کی قضا اُس پر واجب ہوگی [۴]

جس سال حج کا احرام باندھے اسی سال حج کرنا نویں شرط یہ ہے کہ جس سال حج کا احرام باندھے اسی سال میں حج ادا کرے اور اس احرام کے ساتھ حج ادا کرنے میں آنے والے سال تک تاخیر نہ کرے پس جس سال احرام باندھا اگر اُسی سال حج نہ کیا یعنی اس کا وقوفِ عرفات ترک ہو گیا تو اس کو اس احرام سے آئندہ سال حج کرنا درست نہیں ہے بلکہ اس پر واجب ہے کہ اس احرام سے اسی سال میں عمرہ کے افعال بجا لا کر احرام سے حلال یعنی باہر ہو جائے پھر آئندہ سال میں نئے سرے سے احرام باندھ کر اس فوت شدہ حج کو قضا کرے [۵] مزید تفصیل آگے اپنے مقام پر درج ہے (مؤلف)

قسم چہارم۔ حج کے فرض کی جگہ واقع ہونے کے شرائط

شرائطِ حج کی چوتھی قسم وہ شرطیں ہیں جن کا پایا جانا حج کے فرض واقع ہونے اور ذمہ سے ساقط ہونے کے لئے ضروری ہے خواہ ان شرطوں کے بغیر نفل حج درست ہوتا ہو یا نہ ہوتا ہو [۶] اس کی بھی نو شرطیں ہیں۔ (۱) اسلام، یعنی حج ادا کرتے وقت مسلمان ہونا۔ (۲) آخر وقت تک اسلام پر باقی رہنا۔ (۳) عاقل ہونا۔ (۴) آزاد ہونا (۵) بالغ ہونا (۶) قدرت ہوتے ہوئے خود حج کرنا (۷) نفل کی نیت نہ کرنا (۸) حج کو جماع سے فاسد نہ کرنا (۹) کسی دوسرے کی طرف سے حج کی نیت نہ کرنا [۷] ان میں سے پہلی دو شرطیں صحتِ ادا کی شرطوں میں سے ہیں کہ اُن کے نہ پائے جانے سے اصلاً حج صحیح نہیں ہوگا نہ فرض نہ نفل، باقی سات شرطیں وہ ہیں جو فقط حج کے فرض واقع ہونے کی شرطیں ہیں پس اگر ان میں سے کوئی

---

۱ و ۲ لباب و شرحہ ۳ ارشاد ۴ لباب و شرحہ بتصرف و حیات ۵ ایضاً ۶ لباب و شرحہ ۷ ش۔

شرط نہ پائی گئی تو حج فرض ادا نہیں ہوگا بلکہ نفل ہوگا ۱؎ ان سب کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے:-

اسلام یعنی حج ادا کرتے وقت مسلمان ہونا پہلی شرط اسلام ہے یعنی حج ادا کرتے وقت مسلمان ہونا حج کے فرض کی جگہ ادا ہونے کے لئے شرط ہے اور یہ نفل حج کے لئے بھی شرط ہے پس اگر کافر نے حج کیا تو وہ حج نہ فرض سے ادا ہوگا نہ نفل سے اگرچہ حج کرنے کے بعد وہ مسلمان ہو جائے جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے کیونکہ کفر کی حالت میں وہ جو بھی عبادت کریگا اس کو اس کا کوئی ثواب حاصل نہیں ہوگا ۲؎

آخر عمر تک اسلام پر باقی رہنا دوسری شرط اسلام کی حالت میں حج کرنے کے بعد اس کا مرتے دم تک (درمیان) میں مرتد ہوئے بغیر اسلام پر قائم رہنا ہے یعنی حج کرنے کے بعد مرتے تک کسی وقت مرتد نہ ہو جائے پس اگر کسی مسلمان نے حج کیا اس کے بعد (العیاذ باللّٰہ من ذلک) وہ مرتد (کافر) ہو گیا تو اس کا وہ حج باطل ہو گیا نہ فرض رہا نہ نفل اگرچہ وہ اس کے بعد کفر سے توبہ کرکے پھر مسلمان ہو جائے ۳؎ دوبارہ اسلام لانے کے بعد اگر وہ غنی ہو جائے تو اس کو دوسرا حج کرنا فرض ہے جو حج باطل ہو گیا وہ کافی نہیں ہے ۴؎

عاقل ہونا حج کے فرض واقع ہونے کی تیسری شرط عاقل ہونا ہے پس مجنون کا حج فرض کی جگہ واقع نہیں ہوگا اگرچہ مجنون کی طرف سے نیابتاً اس کے ولی کا افعالِ حج ادا کرنا درست ہے اور وہ حج ادا ہو جائیگا لیکن نفل ہوگا فرض کی جگہ واقع نہیں ہوگا۔ جاننا چاہئے کہ اس مسئلہ کی تین صورتیں ہیں اوّل یہ کہ اگر کوئی شخص احرام باندھنے کے بعد مجنون ہو گیا یا احرام باندھنے سے پہلے مجنون تھا مگر احرام باندھنے کے وقت افاقہ ہو گیا اور وہ اس وقت نیت و تلبیہ کو سمجھتا ہے اور اس نے خود احرام کی نیت کرکے تلبیہ پڑھ لیا پھر اس کے بعد مجنون ہو گیا اور اس کے ولی نے اس کو ساتھ لیکر وقوفِ عرفات اور تمام افعالِ حج ادا کرا دیئے اور طوافِ زیارت میں اس کی طرف سے نیت کی تو اس کا حج فرض ادا ہو جائے گا اور طوافِ زیارت میں اس کی طرف سے نائب کا نیت کرنا ضرورت کی وجہ سے جائز و کافی ہے لیکن نفسِ طواف میں نیابت جائز نہیں ہے کیونکہ اس کو اٹھا کر طواف کرانا ممکن ہے پس اگر وہ اس کو اٹھا کر طواف کرائیں گے لیکن اس کی طرف سے نیت نہیں کریں گے تو اس کو افاقہ کے بعد خود طواف کرنا لازم ہوگا جیسا کہ بیہوش کے طواف کے بیان میں اس کی وضاحت آئے گی انشاء اللّٰہ تعالیٰ ۵؎۔ دوم یہ کہ اس نے افاقہ کی حالت میں احرام باندھا اور خود نیت کرکے تلبیہ پڑھا اور وہ نیت و تلبیہ کو سمجھتا ہے پھر اس پر جنون طاری ہوا اور اس نے بغیر کسی نائب کے خود حج ادا کیا تو اس کا حج نفلی ادا ہوگا فرض کی جگہ واقع نہیں ہوگا سوم اگر وہ نیت و تلبیہ کو نہیں سمجھتا تو اس کا حج ادا کرنا ایسا ہے جیسا کہ طہارت کے بغیر نماز ادا کرنا یعنی اس کا حج نہ فرض کی جگہ صحیح ہوگا نہ نفل ہوگا ۶؎ (کیونکہ اس صورت میں وجوب کی ایک شرط یعنی نیت کے وقت عقل کا ہونا مفقود ہے

۱؎ حیات ۲؎ لباب و شرحہ بتصرف و حیات ۳؎ ایضاً ۴؎ درد ش بتصرف باب المرتد ۵؎ جلد سوم ۵؎ غنیہ بتصرف۔
۶؎ لباب و شرحہ بتغیر و تصرف۔

شرائطِ وجوب میں ان تینوں صورتوں کا بیان ہو چکا ہے، مؤلف)

آزاد ہونا ۔ بالغ ہونا

چوتھی شرط آزاد ہونا اور پانچویں شرط بالغ ہونا ہے۔ پس اگر غلام یا نابالغ نے حج کیا تو اس کا وہ حج نفل ہو جائے گا، لہذا مجنون اور نابالغ اور غلام کا حج فرض کی جگہ واقع نہیں ہوگا اگرچہ حج ادا کرنے کے بعد مجنون کو افاقہ ہو جائے اور نابالغ بالغ ہو جائے اور غلام آزاد ہو جائے بخلاف نفلی حج کے کہ وہ ادا ہو جاتا ہے [۱] بشرطیکہ مجنون احرام باندھنے کے وقت عقل رکھتا ہو اور نیت و تلبیہ کو سمجھتا ہو اور افعالِ حج بغیر نائب کے خود ادا کئے ہوں اور نیابت میں ادا کرنے کی صورت میں فرض حج بھی ادا ہو جائے گا جبکہ فرض حج یا مطلق حج کی نیت کی ہو جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا ہے اور بشرطیکہ نابالغ بچہ صاحبِ تمیز ہو یا صاحبِ تمیز نہ ہونے کی صورت میں اس کا ولی اس کی طرف سے احرام باندھے لیکن اگر مجنون احرام باندھتے وقت نیت و تلبیہ کو نہ سمجھتا ہو یا لڑکا صاحبِ تمیز نہ ہونے کی صورت میں اس کا ولی اس کی طرف سے احرام نہ باندھے تو ان کا حج نہ فرض ادا ہوگا نہ نفل جیسا کہ شرائطِ وجوب میں مذکور ہے [۲] پس غلام کو آزاد ہونے کے بعد اور نابالغ کو بالغ ہونے کے بعد اور مجنون کو افاقہ کے بعد پھر حج کرنا فرض ہوگا بشرطیکہ اس وقت قدرت اور دیگر شرائطِ وجوب موجود ہوں [۳] (ان سب کی تفصیل اپنے اپنے مقام پر درج ہے، مؤلف)

قدرت ہوتے ہوئے خود حج کرنا

چھٹی شرط یہ ہے کہ خود حج کرنے کی قدرت ہوتے ہوئے مثلاً صحیح و تندرست ہوتے ہوئے خود جا کر حج ادا کرے پس خود حج ادا کرنے کی قدرت ہوتے ہوئے اگر کسی دوسرے آدمی کو بھیجکر حج کرائیگا تو اس کا یہ حج فرض کی جگہ واقع نہیں ہوگا بلکہ وہ اس کی طرف سے نفلی حج ہوگا اگرچہ اس نائب نے اس کی طرف سے حج فرض کی نیت کی ہو، [۴] لیکن اگر اس کو کوئی ایسا عذر لاحق ہو جس کی وجہ سے وہ خود حج ادا نہیں کر سکتا مثلاً وہ مریض ہے یا قید میں ہے یا اسی قسم کا کوئی اور عذر ہے اب اگر کوئی دوسرا شخص اس کی طرف سے حج کر دے تو اس کا یہ حج فرض کی جگہ صحیح ہو جائے گا لیکن اس میں شرط یہ ہے کہ اس کا وہ عذر مرتے دم تک قائم رہے اور اگر دوسرے سے حج کرانے کے بعد ثابت ہوا کہ وہ عذر مرتے دم تک باقی نہیں رہا بلکہ اس کی زندگی میں ہی جاتا رہا تو وہ حج نفل ہو جائے گا (اور اب اس پر خود حج کرنا فرض ہوگا، مؤلف) لیکن اگر بیہوشی والا شخص خود حج ادا کرنے پر قادر نہیں ہے اور اس کے کسی ساتھی نے اس کی طرف سے احرام باندھا اور وقوفِ عرفہ کیا تو اس کا حج فرض صحیح ہو جائے گا اور اگر اندھا یا اپاہج یا مفلوج یا اس قسم کے عذر والا اور کوئی شخص جس پر حج فرض نہیں ہے تکلیف اٹھا کر خود حج ادا کرلے تو اس کا حج فرض ادا ہو جائے گا [۵] اور یہ حکم اس وقت ہے جبکہ اس نے فرض حج یا مطلق حج کی نیت کی ہو اور اگر نفل یا نذر کے حج کی نیت کی تو نفل یا نذر کا حج واقع ہوگا جیسا کہ شرائطِ وجوبِ ادا میں گذر چکا ہے (مؤلف)

(فائدہ) جاننا چاہیے کہ اگر کوئی شخص خود حج کرنے سے عاجز ہو اور کوئی دوسرا شخص اس کی طرف سے نیابتاً

---

[۱] لباب و شرحہ بتصرف [۲] حیات بزیادۃ [۳] معلم [۴] حیات [۵] لباب و شرحہ بتصرف و تغیر۔

حج کرے تو اس مسئلہ کی تین صورتیں ہیں اوّلؔ یہ کہ وہ عاجز شخص وجوبِ حج کا بالکل اہل نہ ہو جیسا کہ نابالغ و بے عقل و مجنون پس ان کا حکم شرائطِ قسمِ اول کی شرط ۳ و ۲ میں بیان ہو چکا ہے۔ دوّمؔ یہ کہ وہ عاجز شخص وجوبِ حج کا اہل ہو اور اس پر حج واجب ہو چکا ہو لیکن اس کو خود حج ادا کرنے سے کوئی عذر مانع ہو مثلاً مریض یا محبوس وغیرہ ہو، وہ اگر اپنی طرف سے کسی دوسرے شخص سے نیابتاً حج کرا دے تو وہ حج فرض کی جگہ ادا ہو جائے گا بشرطیکہ اس کا وہ عذر موت تک دائمی ہو لیکن اگر وہ عذر مرنے تک دائمی نہ رہے تو وہ حج فرض کی جگہ واقع نہیں ہوگا بلکہ نفلی ہو جائے گا اور حج فرض پھر کرنا اس پر لازم ہوگا لیکن ایک صورت میں جبکہ بیہوشی کی حالت میں کسی نے اس کی طرف سے نیابتاً حج ادا کیا ہو تو نائب کا ادا کیا ہوا حج اس مغمیٰ علیہ کی طرف سے ادا ہو جائے گا خواہ اس کا عجز موت تک دائمی نہ بھی ہو جیسا کہ مغمیٰ علیہ کے بیان میں آئے گا۔ سوّمؔ یہ کہ وہ شخص وجوب کا اہل ہو اور اس پر حج فرض ہو چکا ہو لیکن راستہ میں اس پر بیہوشی طاری ہو گئی ہو جو اس کے خود حج کرنے میں مانع ہو تو اس مسئلہ کی بھی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ احرام باندھنے سے پہلے اسے بیہوشی طاری ہو گئی ہو دوسرے یہ کہ احرام باندھنے کے بعد طاری ہوئی ہو پس اگر احرام باندھنے سے پہلے بیہوشی طاری ہوئی ہو اور اس کی جگہ اس کا ساتھی یا کوئی اور شخص اس کی طرف سے نیت کر کے تلبیہ کہہ کر احرام باندھ لے تو اس نائب کا احرام مغمیٰ علیہ کی طرف سے درست ہو جائے گا لیکن اس مغمیٰ علیہ (بیہوشی والے شخص) کے سلے ہوئے کپڑے اتارنا لازم نہیں ہے اور اس کا یہ حج فرض کی جگہ واقع ہو جائے گا (بشرطیکہ وہ تمام حج میں بیہوش رہا ہو اور نائب نے اس کی طرف سے افعالِ حج ادا کئے ہوں) پس اگر اس کی طرف سے دوسرے آدمی کے احرام باندھنے کے بعد مغمیٰ علیہ ہوش میں آ گیا تو اب اس پر بقیہ افعال خود ادا کرنا اور محظورات سے خود بچنا لازم ہو گیا اور اگر ہوش میں نہیں آیا تو اس کی جگہ وہ نائب بقیہ افعال مثلاً وقوفِ عرفات، وقوفِ مزدلفہ، رمی جمار، طوافِ زیارت اور سعی بین الصفا والمروہ وغیرہ ادا کرے لیکن اس صورت (یعنی ہوش میں آنے کی صورت) میں ہمارے فقہا کا اس بارے میں اختلاف ہے کہ مناسک کے بقیہ مقامات میں مغمیٰ علیہ کو حاضر ہونا واجب ہے یا نہیں بعض نے کہا کہ واجب نہیں ہے بلکہ مستحب ہے اور بعض نے کہا کہ فرائضِ حج میں اس کو حاضر ہونا واجب ہے جیسا کہ وقوفِ عرفات و طوافِ زیارت میں اور واجبات مثلاً سعی وغیرہ میں حاضر ہونا واجب نہیں ہے اور پہلا قول اصح ہے اور یہ اختلاف بھی اسوقت ہے جبکہ احرام باندھنے سے پہلے اس پر بیہوشی طاری ہوئی ہو لیکن اگر احرام باندھنے کے بعد بیہوشی طاری ہوئی ہو تو ہمارے اصحاب کے نزدیک بلا اختلاف یہ حکم ہے کہ وقوفِ عرفات و طوافِ زیارت کے وقت اس مغمیٰ علیہ کو اٹھا کر لے جانا اس کے ساتھیوں پر واجب ہے [۱]

حج نفل کی نیت نہ کرنا

ساتویں شرط یہ ہے کہ حج کا احرام باندھتے وقت نفل حج کی نیت نہ کرے پس اگر کسی نے احرام باندھتے وقت نفل حج کی نیت کی تو وہ حج فرض کی جگہ ادا نہیں ہوگا بلکہ احرام باندھتے وقت نیت کرتے ہوئے یہ ضروری ہے کہ فرض حج یا مطلق حج کی نیت کرے یعنی فرض نفل واجب وغیرہ کچھ نہ کہے تاکہ اس کا حج فرض کی جگہ واقع ہو پس اگر نفل حج کی نیت کی تو اس کا وہ حج نفل ہی واقع ہوگا خواہ وہ شخص مالدار ہو یا فقیر ہو لیکن فرض حج ادا ہونے کیلئے صرف فرض حج کی نیت کرنا شرط نہیں ہے بلکہ اگر مطلق حج کی نیت کریگا تب بھی فرض حج ہی ادا ہوگا [۲] لیکن فرض حج کی نیت کرنا بہتر ہے [۳]

ملخصات [۱] لباب و شرحہ بتصرف و بیر [۲] عمدہ عن حیات۔

حج کو جماع سے فاسد کرنا

آٹھویں شرط وقوف سے پہلے جماع کر کے اپنے حج کو فاسد نہ کرنا ہے پس اگر کسی نے وقوفِ عرفات کرنے سے پہلے جماع کر لیا تو اس کا حج فاسد ہو گیا اب اس کے بعد حج کے باقی افعال پورے کر لینے سے اس کا فرض حج ادا نہیں ہو گا [1] اس سے مستفاد ہوتا ہے کہ یہ حج نفل واقع ہو جائے گا پس اس صورت میں فساد سے مراد وصفِ فرضیت کا فساد ہو گا نہ کہ اصلاً فساد کما لا یخفی۔ پس اس کو اس حج کا پورا کرنا لازم ہو گا اور اس پر یہ بھی لازم ہو گا کہ آئندہ سال اس فاسد حج کی قضا کرے [2] (اس کی مزید تحقیق افسادِ حج کے بیان میں ملاحظہ فرمائیں۔ مؤلف)

کسی دوسرے کی طرف سے حج کی نیت نہ کرنا

نویں شرط یہ ہے کہ کسی دوسرے کی طرف سے حج کی نیت نہ کرے کیونکہ کسی دوسرے کی طرف سے حج کی نیت کرنے سے اس کا اپنا فرض حج ادا نہیں ہو گا پس اگر کوئی شخص کسی دوسرے کی طرف سے حج کرے گا خواہ اس کے امر سے کرے یا اس کے امر کے بغیر یعنی اپنی مرضی سے کرے اور خواہ اس کی طرف سے فرض حج کی نیت کی ہو یا نفل حج کی، اس سے حج کرنے والے کا فرض حج ادا نہیں ہو گا [3] یعنی جب مامور نے آمر کی طرف سے حج کی نیت کی اور اس کی طرف سے حج ادا کیا تو مامور کا فرض حج ادا نہیں ہو گا اور اگر اس مامور نے پہلے اپنا حج فرض ادا کیا ہوا نہیں ہے تو اس پر اپنا حج کرنا اس کی شرائط کے ساتھ فرض ہو کر اس کے ذمہ باقی ہے اور آمر کی طرف سے نیت کرنے کی صورت میں اگر اس کے امر سے ایسا کیا ہے تو آمر کا فرض حج ادا ہو جائے گا جبکہ اس کی شرائط کے ساتھ ادا کیا گیا ہو [4] بشرطیکہ آمر کا عذر مرنے کے وقت تک قائم رہا ہو جیسا کہ شرطِ ششم میں بیان ہو چکا ہے [5]

(تتمہ) پس مجنون و نابالغ و غلام اور جن کا ذکر ان کے بعد کی شرطوں میں ہے اگر حج کریں اگرچہ استطاعت کے بعد ہی کریں ان سے فرض حج ساقط نہیں ہو گا بلکہ وہ حج نفل واقع ہو گا کیونکہ مجنون و نابالغ کی استطاعت معتبر نہیں ہے اس لئے ان پر حج فرض نہیں ہو گا اور غلام کو استطاعت حاصل نہیں ہوتی، پس اگر مجنون کو تندرست ہونے کے بعد اور نابالغ کو بالغ ہونے کے بعد اور غلام کو آزاد ہونے کے بعد استطاعت حاصل ہو تو دوبارہ حج کرنا فرض ہے لیکن فقیر اور جو فقیر کے معنی میں ہے مثلاً جس کا مال قرض یا مسلمانوں کے حقوق میں مستغرق ہو جیسا کہ ظالم حاکموں اور بادشاہوں کا ہوتا ہے تو اگر فقیر یا ایسا شخص حج کرے اور اس میں فرض حج کی یا مطلق حج کی نیت کرے یعنی اس میں نفل یا نذر کی نیت نہ کرے تو اس کا فرض حج ادا ہو جائیگا حتیٰ کہ اگر وہ اس کے بعد مالدار ہو جائے تو اب اس پر دوبارہ حج کرنا واجب نہیں ہو گا [6] لیکن اگر وہ حج نفل یا حج نذر کی نیت کریگا تو اس کا فرض حج ادا نہیں ہو گا [7]

حج کی وصیت واجب ہونا اور متعلقہ مسائل

(۱) وجوبِ حج کی تمام شرطیں پائی جانے کے باوجود اگر کسی شخص نے خود حج نہیں کیا تو اس پر (مرتے وقت) حج بدل کی وصیت کرنا واجب ہے خواہ اس میں شرائطِ ادا پائے گئے ہوں یا نہ پائے گئے ہوں [8]

---

[1] لباب و شرحہ بتصرف و حیات [2] حیات [3] لباب و شرحہ بتصرف و حیات [4] ارشاد ملخصاً [5] حیات [6] لباب و شرحہ و غنیہ [7] حیات وغیرہ [8] لباب و شرحہ

(۲) اگر کسی میں شرائطِ وجوب تو سب پائے گئے لیکن شرائطِ ادا سب نہیں پائے گئے تو اس وقت میں کسی دوسرے شخص سے حج کرانا واجب ہے اور اگر اس وقت (یعنی اپنی زندگی میں) کسی دوسرے شخص سے حج نہیں کرایا تو مرتے وقت حج بدل کی وصیت کرنا واجب ہے [۱]

(۳) جس شخص میں شرائطِ وجوب و شرائطِ ادا دونوں پائے گئے اور اس نے خود حج نہ کیا ہو تو اس کے حق میں مرتے وقت حج بدل کی وصیت کرنا متعین ہو جائے گا یعنی وہ اپنی زندگی میں کسی دوسرے سے حج بدل نہیں کرا سکتا [۲]

(۴) اگر کسی شخص میں شرائطِ ادا تو پائے گئے لیکن شرائطِ وجوب نہیں پائے گئے تو اس پر نہ (اپنی زندگی میں) کسی دوسرے سے حج کرانا واجب ہے اور نہ مرتے وقت حج بدل کی وصیت کرنا واجب ہے کیونکہ شرائطِ وجوب نہ پائے جانے کی وجہ سے اس پر حج فرض ہی نہیں ہوا [۳]

(۵) پس جس شخص میں حج کے مہینوں میں یا اس کے شہر والوں کے حج پر روانہ ہونے کے وقت سب شرائطِ وجوب و شرائطِ ادا پائے جائیں تو اس پر اسی سال حج کرنا واجب ہے نیز اس پر خود حج ادا کرنا واجب ہے پس اس پر لازم ہے کہ حج کی تیاری کرے اور اپنے شہر والوں کے ساتھ حج کے لئے روانہ ہو پس اگر اس نے حج نہ کیا یہاں تک کہ وہ مر گیا تو اس پر واجب ہے کہ مرتے وقت حج بدل کی وصیت کرے، یہ حکم اس وقت ہے جبکہ اس نے وجوبِ حج کے بعد خود حج نہ کیا ہو اور اسی سال حج کے سفر پر روانہ نہ ہوا ہو یہاں تک کہ وہ مر گیا ہو لیکن اگر وہ (ہونے والے) سال میں حج کے سفر پر روانہ ہوا اور راستہ میں مر گیا تو اس پر حج بدل کی وصیت کرنا واجب نہیں ہے کیونکہ اس نے واجب ہونے کے بعد حج کے لئے روانہ ہونے میں تاخیر نہیں کی، فتح القدیر میں تجنیس سے اسی طرح منقول ہے [۴]

(۶) اسی طرح جس شخص پر حج واجب ہوا خواہ وہ حجۃ الاسلام (فرض حج) ہو یا قضا یا نذر کا حج ہو اگر وہ اس کی ادائگی پر قادر ہونے سے پہلے مر گیا تو اس سے حج ساقط ہو گیا اور اس پر حج بدل کی وصیت کرنا واجب نہیں ہے [۵]

(۷) اسی طرح جب کسی شخص پر اس کے اہلِ شہر کی حج پر روانگی کے وقت وجوبِ حج کی تمام شرائط پائی جانے کی وجہ سے حج فرض ہو گیا اور وہ اس وقت حج کے لئے روانہ نہیں ہوا یہاں تک کہ اس کا مال تلف ہو گیا اور وہ فقیر ہو گیا تو اب فقر کی وجہ سے اس سے حج ساقط نہیں ہوگا بلکہ حج کا وجوب بالاتفاق اس کے ذمہ بطور قرض مقرر ہو جائے گا خواہ وہ مال اس کے فعل کے بغیر ہلاک ہو جائے یا وہ شخص خود اس کو تلف کر دے اگر وہ کسی سے قرض لیکر حج کرنے کی وسعت رکھتا ہو اگرچہ وہ اس قرض کی ادائگی پر قادر نہ ہو، تو اس فقیر شخص کے لئے جائز ہے کہ وہ حج کے لئے قرض لے اور بعض نے کہا کہ اس پر واجب ہے کہ قرض لے یہ امام ابو یوسف سے ایک روایت ہے اور اس کا ضعیف ہونا ظاہر ہے پس اگر کسی سے قرض لیکر حج ادا کیا اور وہ اس کی ادائگی پر قادر نہیں ہوا یہاں تک کہ مر گیا تو امید کی جاتی ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ آخرت میں اس کا قرض ادا فرما دیگا، اس سے اس کا مؤاخذہ نہیں فرمائے گا اور وہ شخص گنہگار نہیں ہوگا جبکہ اس کی نیت یہ رہی ہو کہ قادر ہونے پر اس دَین کو ادا کر دے گا، اس قرض کی ادائگی پر قادر نہ ہونے سے مراد یہ ہے کہ اگر وہ فی الحال اس کی ادائگی پر قادر نہیں ہے تاہم اس کا گمان غالب یہ ہے کہ اگر وہ کوشش کرے تو آئندہ اس کی

[۱ و ۲ و ۳] لباب و شرحہ [۴] غنیہ و فتح و لباب و شرحہ و حیات [۵] غنیہ و لباب و شرحہ

ادائیگی پر قادر ہو جائے گا لیکن اگر اس کا گمان غالب یہ ہو کہ اگر وہ قرض لے گا تو اس کی ادائیگی پر ہرگز قادر نہیں ہو سکے گا تو افضل یہ ہے کہ وہ قرض نہ لے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے حقوق کا اپنے ذمہ رہ جانا بندوں کے حقوق کے بوجھ سے بہت ہلکا ہے [۱]

(۸) اسی طرح اگر کسی شخص نے (خود حج ادا کرنے پر قادر ہونے کے باوجود) حج نہیں کیا یہاں تک کہ وہ معذور ہو گیا اور اس کو خود حج ادا کرنے کی قدرت باقی نہ رہی مثلاً پہلے کوئی شخص بینائی والا تھا اس حالت میں اس پر حج فرض ہوا اس کے بعد وہ نابینا ہو گیا یا حج فرض ہونے کے وقت تندرست تھا پھر بیمار یا اپاہج یا مفلوج وغیرہ ہو گیا جس کی وجہ سے وہ خود حج ادا نہیں کر سکتا تو اس سے حج ساقط نہیں ہو گا بلکہ بالاتفاق حج کا وجوب اس کے ذمہ بطورِ قرض مقرر ہو گیا اور اس کو کسی دوسرے سے اپنی زندگی میں حج کرانا یا موت کے وقت حجِ بدل کی وصیت کرنا اس پر واجب ہے [۲] (جیسا کہ شرائطِ ادا میں گذر چکا ہے۔ مؤلف)

(۹) اگر کسی شخص کو مال حاصل ہوا اور اس پر پہلے سے زکوٰۃ و حج فرض ہے تو اس کو حج ادا کرنا چاہئے لیکن اگر وہ مال زکوٰۃ کے مال کی جنس سے ہے تو اس سے زکوٰۃ ادا کرے چنانچہ خزانۃ الاکمل میں ہے کہ اگر کسی شخص پر اس کے مال کی زکوٰۃ ہزار روپیہ اور حج فرض ہے اور اس کے قبضہ میں ہزار روپیہ ہے تو وہ اس کو زکوٰۃ کی ادائیگی میں خرچ کرے لیکن اگر وہ ہزار روپیہ کوتنگے مال کی جنس سے نہیں ہے[۵] تو اگر وہ حج کا زمانہ ہے (یعنی اس کے شہر والوں کے حج پر روانہ ہونے کا زمانہ ہے [۳]) تو اس روپیہ سے حج ادا کرے (اس سے زکوٰۃ ادا کرنا جائز نہیں ہے [۴]) لیکن اگر حج کے لئے روانگی کا زمانہ نہیں ہے تو اس سے زکوٰۃ ادا کرے [۱۵]

(۱۰) اگر کسی شخص پر لوگوں کا قرضہ ہے اور وہ کل قرضہ یا اس کے کچھ حصہ کی ادائیگی پر قادر نہیں ہے تو اس کو حج کے لئے جانا جائز ہے اور اس کا افلاس ثابت ہونے کے بعد قرضخواہ کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ اس کو حج پر روانہ ہونے سے روکے لیکن اگر وہ مال رکھتا ہے جو کل قرضہ یا کچھ حصہ کی ادائیگی کے لئے کافی ہے تو اس پر اس قدر قرضہ کی ادائیگی واجب ہے جبکہ وہ قرض معجل ہو اور اگر وہ قرض مؤجل ہے تو اس کی ادائیگی مستحب ہے کذا قال الملا علی قاری [۶]

(۱۱) اگر کسی شخص میں وجوب کی تمام شرطیں پائی جاتی ہیں اور ادا کی تمام شرطیں نہیں پائی جاتیں تو اس پر حج واجب ہے لیکن اس کو خود حج کرنا واجب نہیں ہے کیونکہ وہ وجوب ادا کی کل یا بعض شرطوں پر قادر نہیں ہے اس لئے اس کو اپنے مال سے حج ادا کرانے کی رخصت دی گئی ہے پس اس پر واجب ہے کہ اپنی زندگی میں کسی دوسرے آدمی کو بھیج کر اس سے حج کرائے اور اگر اپنی زندگی میں دوسرے آدمی سے حج نہیں کرایا تو مرتے وقت حجِ بدل کی وصیت کرنا اس پر واجب ہے لیکن اگر اس میں ادا کی تمام شرطیں موجود ہیں اور وجوبِ حج کی تمام شرطیں موجود نہیں ہیں تو اس پر نہ خود حج کرنا فرض ہے اور نہ کسی دوسرے سے کرانا اور نہ مرتے وقت وصیت کرنا واجب ہے [۸] (جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا ہے، مؤلف)

---

[۱] لباب و شرحہ و درر و شرح و غنیہ ملتقطاً [۲] غنیہ و بیانات وغیرہا [۳] ک [۴] د [۵] بیانات [۶] لباب و شرحہ لنقاد و غنیہ و بیانات [۷] حیات [۸] غنیہ

[۵] یعنی مالِ زکوٰۃ چرنے والے جانور ہیں۔

فرائضِ حج

(۱) فرض عام ہے ارکان و شرائط اور ان کے علاوہ دیگر فرائض مثلاً عبادت میں اخلاص وغیرہ کو شامل ہے [۱]

(۲) جاننا چاہئے کہ حج کے فرائض سات ہیں جن میں سے ایک شرط ہے اور دو رکن اور باقی مطلق ہیں یعنی شرط و رکن کے علاوہ ہیں [۲] پس حج کے اصل فرض تین ہیں:

(اوّل) احرام باندھنا [۳] یعنی دل سے حج کی نیت کرنا اور تلبیہ (لبیک الخ) پڑھنا یا اللہ تعالیٰ کا کوئی اور ذکر کرنا جو تلبیہ کے قائم مقام ہو یا ہدی کے گلے میں پٹہ ڈالنا اور اس کو ہانکتے ہوئے حج کی طرف لے چلنا اگرچہ لبیک نہ کہی ہو کیونکہ یہ بھی تلبیہ کے قائم مقام ہے [۴] احرام ایک لحاظ سے حج کی شرط ہے اور اسی لئے یہ وقت سے پہلے بھی جائز ہے [۵] یعنی احرام ابتدا کے اعتبار سے شرط ہے یہاں تک کہ اس کو حج کے مہینوں سے پہلے باندھ لینا جائز ہے جیسا کہ وضو نماز سے پہلے جائز ہے [۶] اگرچہ تقدیم مکروہ ہے جیسا کہ آگے آتا ہے [۷] اور ایک لحاظ سے احرام رکن ہے [۸] جیسا کہ تکبیرِ تحریمہ [۹] یعنی انتہا کے اعتبار سے رکن ہے [۱۰] اسی لئے اگر کسی نابالغ بچے نے احرام باندھا پھر وہ بالغ ہوگیا تو اگر وہ اپنے احرام کی تجدید کرلے گا یعنی نئے سرے سے حج فرض کا احرام باندھ لے گا تو اس کا حج فرض کی جگہ ادا ہو جائے گا اور اگر نئے سرے سے حج فرض کا احرام نہیں باندھے گا تو اس کا حج فرض کی جگہ واقع نہیں ہوگا [۱۱] احرام کے انتہاءً رکن ہونے کی ہی وجہ ہے کہ اگر احرام باندھنے کے بعد کسی کا حج فوت ہوگیا تو اس کو آئندہ سال تک اس احرام کا باقی رکھنا اور اس سے آئندہ سال حج کرنا جائز نہیں ہے [۱۲] بلکہ اس کو چاہئے کہ عمرہ کے افعال ادا کرکے حلال ہو جائے اور آئندہ سال اس حج کو قضا کرے، اگر احرام محض شرط ہوتا تو اس کا آئندہ سال تک باقی رکھنا جائز ہوتا [۱۳] اس اصول پر اور فروعات بھی متفرع ہوتی ہیں جو شرح اللباب وغیرہ میں ہیں مثلاً یہ کہ اگر کسی نے احرام باندھا پھر مرتد ہوگیا تو اس کا احرام باطل ہوگیا ورنہ مرتد ہونے سے حقیقی شرط باطل نہیں ہوتی جیسا کہ نماز کے لئے طہارت کا حکم ہے اور احرام میں نیت شرط ہے اور محض شرط میں نیت کی ضرورت نہیں ہوتی اور احرام کا طوافِ زیارت و سعی و رمی کے لئے باقی رہنا شرط نہیں ہے اور احرام کا وقت سے پہلے باندھنا مکروہ ہے اور اس کا احرام دو عمروں کے لئے منعقد نہیں ہوتا اور جب حج نفل کے لئے احرام باندھ لیا جائے تو اس سے حج فرض ادا نہیں ہوتا [۱۴] (احرام کی پوری تفصیل الگ بیان میں درج ہے، مؤلف)

(دوم) وقوفِ عرفات اپنے وقت میں ادا کرنا اگرچہ ایک ساعت ہو [۱۵] اور وقوف کا وقت عرفہ کے دن یعنی ۹ ذی الحجہ کو زوالِ آفتاب سے شروع ہوتا ہے اور ۱۰ ذی الحجہ کی صبح صادق طلوع ہونے سے ذرا پہلے تک ہے [۱۶]

(سوم) طوافِ زیارت کا اکثر حصہ اپنے وقت اور اپنی جگہ میں کرنا [۱۷] اور رکن یعنی فرض ادا ہونے کے لئے طواف کا

---

[۱] شرح اللباب و ش وغیرہا [۲] حیات [۳] در و تصرف [۴] لباب و شرحہ و ش و حیات [۵] شرح اللباب [۶] مجمع و ش [۷] ش [۸] شرح اللباب [۹] در المنتقی [۱۰] مجمع [۱۱] شرح اللباب [۱۲] مجمع و در و ارشاد [۱۳] ش [۱۴] ش و غنیہ ملتقطاً [۱۵] لباب و شرحہ و در و غنیہ [۱۶] ش و مجمع [۱۷] لباب و شرحہ و غنیہ وغیرہا۔

اکثر حصہ کُل کا قائم مقام ہو جاتا ہے [1] پس طواف کے چار چکر فرض ہیں اور باقی تین چکر واجب ہیں جن کے ترک پر دم واجب ہوتا ہے جیسا کہ واجباتِ حج کے بیان میں آتا ہے [2] طوافِ زیارت کا وقت دسویں ذی الحجہ کی صبح صادق سے شروع ہوتا ہے اور تمام عمر میں کسی وقت کر لینا فرض ہے لیکن قربانی کے دنوں میں اس کا ادا کرنا واجب ہے [3] اور یہ دونوں یعنی وقوفِ عرفات و طوافِ زیارت بالاجماع حج کے رکن ہیں لیکن وقوفِ عرفات اصلی رکن ہے (وقوفِ عرفات و طوافِ زیارت کی تفصیل الگ الگ بیان میں مفصل درج ہے، مؤلف)

(۳) حج کے مطلق فرائض میں سے ایک فرض یہ ہے کہ مذکورہ بالا تینوں فرائض کو ترتیب وار ادا کرے یعنی پہلے احرام کے وقت میں احرام باندھے پھر وقوفِ عرفات کے وقت میں وقوفِ عرفات کرے پھر طوافِ زیارت کے وقت میں طوافِ زیارت کرے۔ ایک فرض یہ ہے کہ دونوں رُکنوں کو اُن کے وقت میں ادا کرے (دونوں کے وقت اوپر بیان ہو چکے ہیں۔ مؤلف) اور ایک فرض یہ ہے کہ دونوں رُکنوں کو اُن کے مقام (جگہ) میں ادا کرے وقوف کا مقام عرفات کی تمام زمین ہے اور طواف کی جگہ خانۂ کعبہ کے گرد چاروں طرف مسجد الحرام ہے خواہ اس کی چھت کے اوپر ہو (لیکن حج کے احرام کے لئے کوئی جگہ یا زمانہ فرض کے طور پر مقرر نہیں ہے البتہ مکان (جگہ) کا مقرر ہونا واجب کے طور پر ہے اور زمان (وقت) کا مقرر ہونا سنت کے طور پر ہے جیسا کہ یہ اپنے اپنے مقام پر بیان ہوں گے [4]) یہ بات بھی حج کے فرضوں کے ساتھ ملحق ہے کہ احرام باندھنے کے بعد سے وقوفِ عرفات تک جماع ترک کرے [5] اس لئے کہ جماع مفسدِ حج ہے اور مفسد کا ترک کرنا فرض ہے [6]

حج کے فرائض کا حکم

فرائضِ حج کا ایک حکم یہ ہے کہ جب ان سب فرائض کو ادا کیا جائے گا تو حج صحیح ہو گا ورنہ نہیں پس اگر ان فرضوں میں سے کسی ایک فرض کو بھی ترک کر دے گا تو اس کا حج صحیح ادا نہیں ہو گا اور دم (قربانی) دینے سے بھی اس کی تلافی نہیں ہوگی کیونکہ دم (قربانی) دینا واجب کے کفارہ کے لئے ہے فرض کے لئے نہیں دوسرا حکم یہ ہے کہ جب تک سب فرائض ادا نہ کئے جائیں یعنی جب تک کوئی ایک فرض بھی اس کے ذمہ باقی رہے گا وہ شخص پوری طرح احرام سے باہر نہیں ہو گا پس اگر کسی شخص سے وقوفِ عرفات فوت ہو گیا تو اس کو چاہیے کہ عمرہ کے افعال ادا کر کے احرام سے باہر ہو جائے اور اگر اس کا وقوفِ عرفات ادا ہو گیا تو جب تک وہ طوافِ زیارت نہ کر لے اس کا احرام عورتوں کے حق میں باقی رہ جائے گا یعنی اس کو عورت سے جماع حلال نہیں ہو گا اگرچہ حلق (سر منڈانے) کے بعد وہ جماع کے علاوہ احرام کے اور لوازم سے حلال ہو گیا ہے [7] (ان سب کی تفصیل اپنے اپنے مقام پر درج ہے، مؤلف)

---

[1] مجمع [2] در و ش و تبصرف و حیات [3] ط و ع و حیات [4] باب و شرحہ و غنیہ و ش و حیات [5] د [6] ع [7] باب و شرحہ و تبصرف و غنیہ و حیات۔

ارکانِ حج

حج کے رکن دو ہیں اوّل وقوفِ عرفات اور یہ اصلی رکن ہے دوم طوافِ زیارت [۱] (جیسا کہ فرائضِ حج میں بیان ہو چکا ہے، مؤلف) اور ان دونوں میں زیادہ اہم و معظم رکن وقوفِ عرفات ہے کیونکہ اس کے فوت ہونے سے حج فوت ہو جاتا ہے اسی لئے حدیث شریف میں آیا ہے اَلْحَجُّ عَرَفَۃُ یعنی وقوفِ عرفہ ہی حج ہے [۲] پس وقوفِ عرفہ طواف سے اقویٰ ہے اس لئے کہ وقوفِ عرفہ سے پہلے جماع کرنے سے حج فاسد ہو جاتا ہے اور طوافِ زیارت سے قبل جماع کر لینے سے حج فاسد نہیں ہوتا [۳] یہ اس لئے بھی اقویٰ ہے کہ وقوفِ عرفات احرام کے بغیر کسی حالت میں ادا نہیں ہوتا بلکہ ہر حال میں وقوفِ عرفہ احرام کے ساتھ ہونا ضروری ہے اور طوافِ زیارت بعض صورتوں میں احرام کی حالت میں ادا ہوتا ہے اور بعض صورتوں میں احرام کے بغیر بھی ادا ہو سکتا ہے [۴] لیکن طوافِ زیارت وقوفِ عرفات سے افضل ہے [۵] یعنی بعض لحاظ سے (مؤلف) اس لئے کہ وقوفِ عرفات کی صحت کے لئے نیت شرط نہیں ہے اور طواف کے لئے نیت شرط اور ضروری چیز ہے حتیٰ کہ اگر کسی شخص نے دشمن کے ڈر سے بھاگتے ہوئے طواف کیا تو اس کا طواف صحیح نہیں ہوگا اور وقوف و طواف میں فرق یہ ہے کہ طواف عبادتِ مقصودہ ہے اور اسی لئے طواف نفلی بھی ہوتا ہے پس اس کے لئے اصل نیت کا شرط ہونا ضروری ہے اگرچہ نیت میں تعین ہونا ضروری نہیں ہے حتیٰ کہ اگر کسی احرام والے نے دسویں ذی الحجہ کو طواف کیا اور اس میں طوافِ نذر کی نیت کی تو وہ طوافِ زیارت کی جگہ کافی ہو جائے گا اور نذر کی جگہ ادا نہ ہوگا لیکن وقوفِ عرفات عبادتِ مقصودہ نہیں ہے اسی لئے وقوف نفلی نہیں ہوتا پس اصل عبادت یعنی احرام میں نیت کا ہونا وقوف میں نیت شرط ہونے سے بے نیاز کر دیتا ہے یعنی احرام کی نیت اس کے لئے کافی ہوتی ہے حالانکہ وقوفِ عرفات حج کا اعظم رکن ہے لیکن ہر لحاظ سے نہیں بلکہ یہ اس اعتبار سے ہے کہ یہ حج کو فاسد ہونے سے بچاتا ہے [۶]

واجباتِ حج

حج کے بلاواسطہ واجبات دراصل چھ ہیں اور کتبِ فقہ میں جو زائد واجبات اس عنوان کے تحت درج کئے گئے ہیں اور جن کو لباب المناسک اور اس کی شرح لملا علی قاری میں ترکِ محظورات سمیت پینتیس ۳۵ تک پہنچایا ہے وہ حقیقت میں بلاواسطہ حج کے واجبات نہیں ہیں بلکہ بالواسطہ ہیں یعنی حج کے افعال (فرائض و واجبات) کے واجبات ہیں، مثلاً بعض احرام کے واجبات ہیں اور بعض طواف وغیرہ کے واجبات ہیں اور ان میں واجباتِ حج و واجباتِ شرائطِ حج کو بھی شمار کر لیا ہے ورنہ حج کے بلاواسطہ واجبات چھ ہی ہیں [۵] (بالواسطہ واجبات یعنی افعالِ حج کے واجبات کی تفصیل اُن افعال کے بیان میں درج ہے، مؤلف)

---

[۱] بدائع وغیرہ [۲] شرح اللباب [۳] ع وارشاد [۴] ارشاد [۵] غنیہ [۶] بحر و تصرف [۷] ش بتغیر۔

حج کے چھ واجبات

حج کے بلاواسطہ چھ واجبات یہ ہیں: (۱) صفا اور مروہ کے درمیان سعی کرنا [1] ------

(۲) مزدلفہ میں وقوف کے وقت وقوف کرنا یعنی ٹھہرنا اگرچہ وہ نمازِ فجر کے بعد ایک ساعت ہی ہو [2] دسویں ذی الحجہ کی صبح صادق طلوع ہونے کے بعد کچھ وقت کے لئے مزدلفہ میں رہنے کو وقوفِ مزدلفہ کہتے ہیں [3]

(۳) رمی جمار یعنی جمروں پر کنکریاں مارنا [4]

(۴) قارن اور متمتع کا قربانی کرنا [5]

(۵) حلق کے وقت اور مقام میں حلق کرانا یعنی سر کے بال منڈانا یا تقصیر کرانا یعنی سر کے بال کتروانا اور مرد کے لئے حلق افضل ہے [6] اور یہ پانچ واجبات ہر حاجی کے لئے ہیں خواہ وہ آفاقی ہو یا مکی اور خواہ قارن ہو یا متمتع یا مفرد سوائے ذبح ہدی کے کہ یہ صرف قارن اور متمتع پر واجب ہے مفرد پر واجب نہیں ہے بلکہ اس کو اختیار ہے اگر چاہے تو ذبح کرے اور ذبح کرنا اس کے لئے افضل ہے [7]

(۶) آفاقی کا طوافِ صدر کرنا اس کو طوافِ وداع بھی کہتے ہیں اور یہ آفاقی کے لئے خاص ہے اہلِ مکہ کے لئے نہیں ہے اور عورت کے لئے اس وقت ہے جبکہ وہ حیض کی حالت میں نہ ہو کیونکہ حیض کی حالت میں طوافِ وداع اس سے ساقط ہو جاتا ہے [8] ان واجبات کی تفصیل اور دیگر واجبات جو بالواسطہ ہیں اپنے اپنے مقام پر بیان کئے جائیں گے انشاء اللہ (مؤلف)

واجباتِ حج کا حکم

(۱) واجبات حج کا ایک حکم یہ ہے کہ حج کے کسی واجب کے ترک ہو جانے سے قصور کی تلافی اس قصور کا کفارہ یعنی جزا ادا کرنا ہے اور ایسا ہے جیسا کہ نماز میں کسی واجب کے ترک ہونے پر سجدۂ سہو کر لینے سے اس قصور کی تلافی ہو جاتی ہے [9] حج میں دم (قربانی) وغیرہ جزا دینے سے اس قصور کی تلافی ہو کر حج پورا ہو جاتا ہے ورنہ ترکِ واجب پر جزا ادا نہ کرنے کی صورت میں کراہتِ تحریمی آجائے گی [10]

(۲) واجبات حج کا دوسرا حکم یہ ہے کہ کسی واجب کے چھوٹ جانے پر اس کی جزا یعنی دم دینا (قربانی کرنا) یا صدقہ دینا واجب ہوگا (ان کی تفصیل جنایات کے بیان میں درج ہے) اور اس کا حج جائز و درست ہو جائے گا خواہ کسی واجب کا ترک قصداً ہوا ہو یا بلا قصد، غلطی سے ہوا ہو یا بھول کر مسئلہ جانتے ہوئے ہوا ہو یا بے علمی سے ہوا ہو، لیکن مسئلہ جانتے ہوئے قصداً ترک کرنے والا گنہگار ہوگا [11] اور جزا (دم یا صدقہ) ادا کر دینے سے وہ گناہ معاف نہ ہوگا جبتک توبہ نہ کرے [12] لیکن ترکِ واجب سے جزا لازم آنے کے اس کلیہ سے علماء نے دس صورتیں مستثنیٰ کی ہیں جو مع تعلیلات مندرجہ ذیل ہیں:-

(۱) نمازِ دوگانہ واجب الطواف کا ترک کرنا۔ اس سے دم واجب نہیں ہوتا خواہ عذر سے ترک کرے یا بلا عذر اس لئے کہ یہ دوگانہ مستقل عبادت ہے کیونکہ یہ سوائف کے واجبات میں سے ہے حج و عمرہ کے واجبات میں سے نہیں ہے اسی لئے اس کا ادا کرنا حج ...

---

[1] در و ع و لباب و شرحہ وغیرہا [2] لباب و شرحہ و در و ش [3] زبدہ [4] لباب و ع وغیرہا [5] در وغیرہ [6] در و ش [7] ش بتصرف و تغیر [8] در و ش و لباب و شرحہ [9] شرح اللباب من آخر فرائض الحج [10] مؤلف عن بعض الکتب۔ [11] لباب و شرحہ [12] جات

عمرہ کے احرام کے بغیر بھی بیت اللہ شریف کے ہر طواف کرنے والے پر واجب ہے اور اس لئے بھی کہ اس دوگانہ کا واجب ہونا ائمہ میں مختلف فیہ ہے یا یہ وجہ ہے کہ اس کی ادائیگی کا وقت تمام عمر ہے اس لئے آخر عمر تک اس کا ترک ہونا متصور نہیں ہے پس دم سے اس کی تلافی نہیں ہوگی بلکہ اس کا زمانہ و مکان مخصوص نہ ہونے کی وجہ سے جبتک اس دوگانہ کو ادا نہیں کریگا اس کے ذمہ واجب رہے گا لیکن بعض کتب مناسک میں اس دوگانہ کے ترک پر دم لازم ہونا بھی منقول ہے۔

(۲) مزدلفہ میں مغرب کی نماز کو عشا کی نماز کے ساتھ جمع کرنے کے لئے عشا تک مؤخر نہ کرنا۔ اس سے دم واجب نہیں ہوتا خواہ بلا عذر ہو یا عذر سے ہو، شاید اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کا وجوب مختلف فیہ ہے اور ایک یہ بھی وجہ ہے کہ امام صاحب سے اس بات کی تصریح منقول ہے کہ اگر کسی نے اس روز مغرب کی نماز اپنے وقت میں ادا کی یا مغرب و عشا کی نماز عشا کے وقت میں مزدلفہ میں داخل ہونے سے پہلے ادا کی یا مزدلفہ سے گذرنے کے بعد ادا کی تو جائز نہیں ہے اور طلوعِ فجر سے پہلے تک اس کا اعادہ واجب ہے لیکن اگر اعادہ نہ کیا یہانتک کہ صبح صادق طلوع ہو گئی تو اب وہ نماز جو ادا کی گئی تھی جائز ہو گئی اور بالاتفاق قضا اس سے ساقط ہو گئی لیکن وہ اس کے ترک سے (یعنی مزدلفہ میں عشا کے وقت میں ادا نہ کرنے سے) گنہگار ہوگا۔

(۳) جن حضرات کے نزدیک مزدلفہ میں رات گذارنا واجب ہے ان کے نزدیک اس کا ترک کرنا کا اس سے بھی دم لازم نہیں ہوگا خواہ عذر سے ترک کیا ہو یا بلا عذر، کیونکہ یہ بنفسہٖ مستقل واجب نہیں ہے بلکہ اس کا وجوب نمازِ مغرب و عشا کو مزدلفہ میں جمع کرنے کی وجہ سے ہے اور ایک وجہ یہ بھی ہے کہ اس کا وجوب بھی مختلف فیہ ہے۔

(۴) اور اسی طرح جن کے نزدیک طواف کی ابتداء حجرِ اسود سے کرنا واجب ہے ان کے نزدیک طواف کی ابتدا حجرِ اسود سے نہ کرنا چونکہ اس کا وجوب بھی مختلف فیہ ہے اس لئے اس کے ترک پر بھی دم واجب نہیں خواہ عذر سے ہو یا بلا عذر۔ (یہ چار صورتیں ایسی ہیں جن کا ترک خواہ عذر سے ہو یا بلا عذر اس پر جزا لازم نہیں ہوگی البتہ تو بضرور لازم ہوگی)۔

(۵) کسی عذر مثلاً مرض یا ساتھیوں کے روانہ ہونے کی وجہ سے سعی بین الصفا والمروہ کا ترک کرنا، لیکن ہجوم (بھیڑ) عذر نہیں ہے کیونکہ سعی کے وقت میں گنجائش ہونے کی وجہ سے اس میں تاخیر کرنا جائز ہے۔

(۶) طواف و سعی میں بیماری یا بڑھاپا یا پاؤں کٹا ہوا وغیرہ عذر کی وجہ سے پیدل نہ چلنا بلکہ کسی سواری یا کسی کے کندھے وغیرہ پر کرنا کیونکہ طواف و سعی میں پیدل چلنا واجب ہے جبکہ کوئی عذر نہ ہو۔

(۷) کسی مرض یا ہجوم کے باعث اور بوڑھے لوگوں اور عورتوں کو ضعفِ بدن کی وجہ سے وقوفِ مزدلفہ کا ترک کرنا۔

(۸) سر کے بال منڈانا یا کتروانا ترک کرنا جبکہ کسی عذر مثلاً سر میں بیماری کی وجہ سے ہو لیکن کسی حالق یعنی سر مونڈنے والے کا یا آلۂ حلق کا نہ ملنا عذر نہیں ہے اور اس کی وجہ سے حلق یا قصر ترک کرنے والے پر جزا لازم ہوگی۔

(۹) طوافِ زیارت کو اس کے وجوب کے دنوں یعنی ایامِ نحر سے مؤخر کرنا جبکہ عذر سے ہو یعنی عورت حیض یا نفاس سے ہو اور بیماری و قید بھی عذر ہے جبکہ بیمار کو کوئی اٹھا کر طواف کرانے والا نہ ملے یا وہ اسقدر کمزور ہو کہ اٹھانے سے بھی ادا نہ کر سکے۔

(۱۰) عورت کا حیض یا نفاس کی حالت میں ہونے کی وجہ سے طوافِ وداع کو ترک کرنا۔ یہ چھ صورتیں ایسی ہیں جن میں عذر کی وجہ سے ترک کرنے پر جزا لازم نہیں آتی اور بلا عذر ترک کرنے پر جزا لازم آتی ہے) ان دس صورتوں کے علاوہ باقی تمام واجبات میں کسی کو ترک کردیگا تو ہر حالت میں جزا لازم ہوگی خواہ عذر سے ترک کرے یا بلا عذر، تحفہ میں ہمارے بعض اصحاب سے اسی طرح مذکور ہے اور یہی اظہر ہے اگرچہ صاحب بدائع نے کہا ہے کہ "تمام واجبات میں سے کسی واجب کے ترک پر عذر کی حالت میں جزا لازم نہیں آتی اگر بغیر عذر کے ترک کریگا تو اس پر دم واجب ہوگا" اور عذر کی مراد وہ عذر ہے جو شرعاً معتبر ہو اور شرعاً وہ عذر معتبر ہے جو اللہ تعالیٰ کی جانب سے لاحق ہوا ہو اور اگر عذر مخلوق کی طرف سے لاحق ہوا ہو تو وہ معتبر نہیں ہے اس لئے اس سے جزا ساقط نہیں ہوگی ع

یہ تمام بیان ترکِ واجبات کے متعلق تھا لیکن ممنوعاتِ احرام کا ارتکاب خواہ کسی عذر کی وجہ سے بھی ہو اس سے ہرگز جزا ساقط نہیں ہوگی بلکہ اس پر ہر حال میں جزا واجب ہوگی لیکن عذر کی صورت میں علیٰ وجہ التخییر والتخفیف ہوگی کیونکہ ارتکابِ معصیت کے بغیر صدور ہوا ہے (جزا کی تفصیل جنایات کے بیان میں ملاحظہ ہو) ۱؎

حج کی سُنّتیں

(۱) مفرد آفاقی و قارن کو طوافِ قدوم کرنا صحیح روایت کی بنا پر سُنّتِ مؤکدہ ہے بعض نے اس کو واجب کہا ہے یہ صحیح نہیں ہے (اور یہ قول ضعیف ہے، ۲؎) اہلِ مکہ کے لئے طوافِ قدوم سنّت نہیں ہے اور جو لوگ اہلِ مکہ کے حکم میں ہیں یعنی اہلِ میقات اور جو میقات و اہلِ مکہ کے درمیانی علاقہ میں رہتے ہیں (اہلِ حل) ان کے لئے بھی طوافِ قدوم سنت نہیں ہے ۳؎ لیکن اگر مکہ کا رہنے والا حج کے مہینوں سے پہلے آفاق کی طرف جائے پھر حجِ مفرد یا قران کا احرام باندھ کر واپس آئے تو اس کو طوافِ قدوم کرنا سنت ہے ۴؎ طوافِ قدوم صرف عمرہ کرنے والے کے لئے سنت نہیں ہے اور حجِ تمتع کرنے والے کے لئے بھی سنت نہیں ہے کیونکہ تمتع کرنے والا پہلے احرام کے وقت صرف عمرہ کرنے والے کے حکم میں ہے اور دوسرے یعنی حج کے احرام کے وقت اہلِ مکہ کے حکم میں ہے لیکن قارن چونکہ عمرہ و حج دونوں کا احرام ایک ساتھ باندھتا ہے اس لئے پہلے وہ عمرہ کا طواف و سعی کرتا ہے پھر طوافِ قدوم کرتا ہے اور طوافِ قدوم کے بعد ہی حج کی سعی بھی اسی احرام کے ساتھ کرلیتا ہے جبکہ وہ سعی کو مقدم کرنا چاہے یعنی جبکہ وہ حج پر روانگی سے پہلے ادا کرنا چاہے اور اگر مؤخر کرنا چاہے تو حج کی سعی کو منیٰ سے طوافِ زیارت کے لئے آکر طوافِ زیارت کے بعد کرے ۵؎ (جیسا کہ اس کی تفصیل آگے آئے گی) خلاصہ یہ ہے کہ طوافِ قدوم کرنا مفرد آفاقی اور قارن کے لئے سنت ہے اور اس اہلِ مکہ کے لئے بھی سنت ہے جو حج کے مہینوں سے پہلے آفاق کی طرف جائے اور پھر مفرد یا قران کا احرام باندھ کر واپس آئے (مؤلف)

(۲) امام کا تین مقامات پر خطبہ پڑھنا ایک ساتویں ذی الحجہ کو مکہ مکرمہ میں زوال کے بعد، دوسرا نویں ذی الحجہ کو عرفات میں مسجدِ نمرہ میں جمع بین صلوٰۃ الظہر والعصر سے پہلے، تیسرا گیارہویں ذی الحجہ کو منیٰ میں ۶؎ پس ہر خطبہ میں ایک دن کا فاصلہ کرے، مکہ اور منیٰ کے مقام پر ایک ایک خطبہ ہے جس کے درمیان بیٹھنا نہیں ہے اور یہ دونوں خطبے ظہر کے بعد دے، یومِ عرفہ کے دو خطبے ہیں

۱؎ لباب و شرحہ و ارشاد و حیات ملتقطاً ۲؎ حیات ۳؎ لباب و شرحہ و ش و حیات ۴؎ لباب و شرحہ من انواع الالطوفۃ و ش و ارشاد ۵؎ لباب و شرحہ و تغیر و حیات ۶؎ لباب و شرحہ و حیات زیادۃ من ش۔ ع؎ ش و غنیہ ملتقطاً و تصرفاً۔

جن کے درمیان میں بیٹھنا ہے یہ خطبہ ظہر کی نماز سے قبل ہے اور یہ سب امور سنت ہیں [1]

(۳) مکہ مکرمہ سے منیٰ کی طرف آٹھویں ذی الحجہ کو فجر کی نماز کے بعد نکلنا تاکہ منیٰ میں پانچ نمازیں پڑھ سکے [2] یعنی طلوعِ آفتاب کے بعد نکلے یہی صحیح ہے [3]

(۴) نویں ذی الحجہ کی رات کو فجر تک منیٰ میں رہنا، اس رات کو نہ مکہ میں رہے اور نہ عرفات میں لیکن اگر کوئی ضرورت پیش آجائے تو مضائقہ نہیں [4] اور نویں ذی الحجہ کو فجر کی نماز منیٰ میں مختار و مستحب وقت میں یعنی اسفار کرکے پڑھے اور یہ (اسفار کرنا) افضل ہے

(تنبیہ) مناسک نووی میں ہے کہ اکثر لوگ یہ غلطی کرتے ہیں کہ آٹھویں ذی الحجہ کو مکہ مکرمہ سے روانہ ہوکر سیدھے عرفات میں جاکر قیام کرتے ہیں یہ خلافِ سنت اور خطا ہے اور اس کی وجہ سے اُن سے کئی سنتیں مثلاً منیٰ میں پانچ نمازوں کا پڑھنا، رات وہاں گذارنا، منیٰ سے نمرہ کی طرف روانہ ہونا، نمرہ میں اُترنا، خطبہ، عرفات میں داخل ہونے سے پہلے نماز پڑھنا وغیرہ ترک ہوجاتی ہیں [5]

(۵) نویں ذی الحجہ کو طلوعِ آفتاب کے بعد منیٰ سے عرفات کو جانا، اس سے پہلے جانا جائز ہے مگر خلافِ اولیٰ ہے [6]

(۶) عرفات میں زمانۂ وقوف کی فضیلت کے لئے زوال کے بعد غسل کرنا یعنی اس میں اختلاف ہے کہ یہ غسل یوم عرفہ کے لئے ہے یا وقوف کے لئے اور اصح یہ ہے کہ یہ وقوف کے لئے سنت ہے [8]

(۷) عرفات سے روانہ ہونے میں امام کی متابعت کرنا یعنی امام کے روانہ ہونے کے بعد چلنا [9]

(۸) (۹ ذی الحجہ گذرنے پر) عرفات سے واپسی پر مزدلفہ میں ساری رات رہنا [10]

(۹) (۱۰ ذی الحجہ کو) مزدلفہ سے منیٰ کی طرف سورج طلوع ہونے سے ذرا پہلے روانہ ہونا [11]

(۱۰) ایام نحر کی راتوں کو منیٰ میں رہنا [12] یعنی گیارھویں اور بارھویں کی رات میں، اور جو شخص تیرھویں کی رمی کرنا چاہے اس کو تیرھویں کی رات میں بھی منیٰ میں رہنا سنت ہے اور یہاں راتوں سے مراد اُن دنوں کے بعد آنے والی راتیں ہیں نہ کہ ان دنوں کے پہلے کی راتیں [13]

(۱۱) منیٰ سے واپسی پر وادیٔ ابطح یعنی محصب میں ٹھہرنا اگرچہ ایک لحظہ (ساعت) ہی ہو [14] اور یہ سنتیں جن کا بیان ہوا مؤکدہ سنتیں ہیں اور حج کی بلاواسطہ اصلی سنتیں ہیں، ان کے علاوہ اور بہت سی مؤکدہ سنتیں ہیں جو بالواسطہ ہیں یعنی احرام و طواف وسعی وغیرہ افعالِ حج کے متعلق ہیں ان سب کا بیان افعالِ حج کے بیان میں اپنے اپنے مقام پر درج ہے [15]

سننِ مؤکدہ کا حکم

سننِ مؤکدہ کا حکم یہ ہے کہ ان میں سے کسی سنت کا قصداً چھوڑنا نہایت بُرا اور مکروہ ہے لیکن اس کے چھوڑنے والے پر کوئی جزا یعنی دم یا صدقہ دینا لازم نہیں آتا اور ان سنتوں کے ادا کرنے سے ثواب ملتا ہے لیکن یہ ثواب واجبات کے ثواب سے کم ہوتا ہے جیسا کہ واجبات کا ثواب فرض کے ثواب سے کم ہوتا ہے [16]

---

[1] لباب من باب الخطبۃ و ش [2] لباب و شرحہ [3] ش [4] لباب و شرحہ و ع بزیادۃ عن ش [5] ش [6] ع و لباب و شرحہ۔ [7] ش [8] لباب و شرحہ بزیادۃ عن م [9] غنیہ [10] لباب و ع [11] ایضاً [12] ع و لباب [13] شرح اللباب [14] لباب و شرحہ [15] لباب و شرحہ بتغیر و زیادۃ عن ارشاد و حیات [16] لباب و شرحہ و حیات۔

[*] نویں ذی الحجہ کو نمرہ میں اُترنا اور اس کے بعد کے امور امام کے لئے ہیں اور اُن لوگوں کیلئے ہیں جو امام کے ساتھ شامل ہوسکیں۔ (ش تصرفاً)

حج کے مستحبات و آداب

حج کے مستحبات و آداب بے شمار ہیں ان کی تفصیل افعالِ حج کے بیان میں اپنے اپنے مقام پر آئے گی یہاں ان میں سے کچھ مستحبات و آداب بیان کئے جاتے ہیں :-

(۱) حج کے فرائض وواجبات اور سننِ مؤکدہ کے بعد سب سے افضل عمل حج میں مرد کو تلبیہ کا بلند آواز سے کہنا ہے عورت بلند آواز سے نہ کہے [۱]

(۲) مفردِ حج کرنے والے کا نفلی قربانی دینا [۲]

(۳) آفاقی کا مکہ مکرمہ میں داخل ہونے سے پہلے غسل کرنا [۳] اور یہ حیض یا نفاس والی عورت کے لئے بھی مستحب ہے [۴] اور مزدلفہ میں غسل کرنا خواہ حاجی مکہ کا رہنے والا ہو یا آفاقی ہو [۵] یعنی یہ غسل قربانی کے دن کی صبح صادق کے طلوع ہونے کے بعد وقوفِ مزدلفہ کے لئے مستحب ہے کیونکہ اس وقت وقوفِ مزدلفہ کا وقت داخل ہوتا ہے [۶] اور طوافِ زیارت کے لئے بھی قربانی کے دن غسل کرنا مستحب ہے تاکہ وہ اکمل طہارت کی حالت میں طوافِ زیارت کرے اور بیت اللہ شریف کی تعظیم بجا لائے [۷] یعنی زائد تعظیم بجا لائے ورنہ اصل تعظیم تو وضو کے ساتھ طواف کرنے میں بھی ہو جائے گی اور رمی جمار (کنکریاں مارنے) کے لئے بھی غسل کرنا مستحب ہے، پس یہ تین غسل (یعنی وقوفِ مزدلفہ و طوافِ زیارت و رمی جمار کے لئے غسل کرنا) ایک ہی دن میں جمع ہو گئے اور ظاہر یہ ہے کہ ان تینوں کی نیت سے ایک غسل کر لینا ہی کافی ہو جائے گا [۸]

(۴) عرفات میں جبلِ رحمت کے قریب قیام کرنا یعنی اس جگہ ٹھہرنا جہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وقوف فرمایا تھا جس کی پہچان وقوفِ عرفات کے بیان میں آئے گی) جبکہ اس جگہ کا وقوف زحمت اور معصیت کے بغیر حاصل ہو [۹] لیکن جبلِ رحمت پر اوپر چڑھنا سنت نہیں [۱۰]

(۵) عرفات میں ظہر اور عصر دونوں نمازوں میں جمع تقدیم کرنا یعنی ظہر کے وقت میں دونوں نمازوں کو ان کی شرائط کے ساتھ ادا کرنا خواہ مسافر ہو یا غیر مسافر، ان شرائط کا بیان اپنے مقام پر یعنی وقوفِ عرفات کے بیان میں درج ہے [۱۱] اور یہ جمع بین الصلوتین کا حکم ہمارے نزدیک مقیم و مسافر دونوں کے لئے عام ہے اور امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک مسافر کے لئے خاص ہے [۱۲]

(۶) وقوفِ عرفات کی حالت میں کثرت سے دعا کرنا [۱۳]

(۷) اور اسی طرح مطلق طور پر تلبیہ کی کثرت کرنا [۱۴] (یعنی تلبیہ کا وقت ختم ہونے سے پہلے تک ہر جگہ تلبیہ کی کثرت کرنا، مؤلف)

(۸) دعا کے وقت امام کے پیچھے ٹھہرنا جبکہ وہاں پر جگہ مل سکتی ہو [۱۵]

---

[۱] لباب و شرحہ و حیات [۲] ع [۳] لباب و شرحہ و حیات [۴] من بیان الغسل المندوب [۵] ایضاً و ارشاد [۶] ط من بیان الغسل المندوب۔
[۷] لباب و شرحہ ملخصاً و غنیہ و حیات [۸] حیات [۹] لباب و شرحہ تصرفاً و غنیہ و حیات [۱۰] حیات [۱۱] و [۱۲] و [۱۳] و [۱۴] لباب و شرحہ و غنیہ و حیات۔

(۹) امام کے قریب وقوفِ عرفات کرنا جبکہ وہ ان لوگوں میں سے ہو جن کو قرب حاصل ہو سکتا ہے [۱] (لیکن آجکل یہ مشکل ہے)۔

(۱۰) قربانی کے دن (۱۰ ذی الحجہ) کی فجر کے وقت مشعر الحرام میں جاکر وقوف کرنا یہ مزدلفہ میں ایک مشہور مقام کا نام ہے (اب وہاں مسجد اور مینارے بنے ہوئے ہیں اور رات کو میناروں پر بجلی کی روشنی رہتی ہے، مؤلف) اس جگہ وقوفِ مزدلفہ مستحب ہے ورنہ سوائے وادی محسر کے تمام مزدلفہ وقوف کی جگہ ہے جہاں موقع مل جائے وقوف کرلے یعنی ٹھہر جائے [۲]

(۱۱) صبح کی نماز مشعر الحرام میں اندھیرے میں یعنی اول وقت میں پڑھنا [۳]

(۱۲) دسویں ذی الحجہ کو سورج طلوع ہونے کے بعد منیٰ میں پہنچتے ہی فوراً جمرۂ عقبہ پر کنکریاں مارنا اگرچہ رمیِ جمار کے پہلے دن یعنی دسویں ذی الحجہ کو کنکریاں مارنا صبح صادق ہونے کے بعد سورج نکلنے سے پہلے بھی جائز ہے لیکن اس دن کے طلوعِ آفتاب کے بعد کنکریاں مارنا مستحب ہے جبکہ تکلیف دینے والا ہجوم نہ ہو [۴] پس بلاوجہ مستحب کو ترک کرنا اچھا نہیں ہے۔

(۱۳) اگرچہ قربانی کے تینوں دنوں میں سے کسی دن طوافِ زیارت کرنا واجب ہے لیکن پہلے دن یعنی دس ذی الحجہ کو کرنا مستحب ہے [۵]

(۱۴) مختلف حالتوں میں مکرر آنے والے اذکار پر ہمیشگی کرنا [۶] ان کے علاوہ اور مستحبات ہیں جن کا ذکر افعالِ حج کے الگ الگ بیان میں ہوگا [۷]

مستحب امور کا حکم مستحب امور کا حکم یہ ہے کہ ان کے کرنے والوں کو مزید ثواب ملتا ہے لیکن سنتِ مؤکدہ کے ثواب سے کم درجہ کا ہوتا ہے اور نفل سے زیادہ ہوتا ہے اور کسی مستحب کے چھوڑنے پر کامل ثواب ملنے میں کمی ہو جاتی ہے پھر بھی اس کے ترک کرنے والے پر کوئی برائی (کراہت و اسارت وغیرہ) لازم نہیں آتی بخلاف سنت مؤکدہ کے [۸] کہ اس کے چھوڑنے کی کراہت و اسارت لازم آتی ہے [۹] (لیکن اس سے بھی کوئی جزا لازم نہیں آتی جیسا کہ سننِ مؤکدہ میں بیان ہو چکا ہے، مؤلف)

حج کے مکروہات

حج کے مکروہات بہت زیادہ ہیں ان میں سے چند یہ ہیں :-

(۱) امام کا عرفہ کے مقام پر زوال سے پہلے خطبہ دینا۔

(۲) مسجد نمرہ میں جمع بین صلوٰۃ الظہر والعصر کرنے کے بعد زمینِ عرفات کے علاوہ کسی اور جگہ میں ٹھہر کر وقوفِ عرفات میں تاخیر کرنا [۱۱] کیونکہ جمع بین الصلوٰتین کے بعد وقوفِ عرفات میں جلدی کرنا سنت ہے [۱۲]

(۳) عرفات سے امام کے نکلنے سے پہلے نکلنا یا امام کے نکلنے کے بعد تاخیر سے نکلنا [۱۳] اور جو شخص دن میں وقوفِ عرفات کرے اس کو عرفات سے غروب آفتاب سے پہلے نکلنا مکروہِ تحریمی ہے کیونکہ غروب تک وقوف کرنا واجب ہے کما تقدم [۱۴]

(۴) جمرات پر دوسروں کی پھینکی ہوئی کنکریوں میں سے لیکر ان کنکریوں سے اپنی رمیِ جمار کرنا، کیونکہ بعض روایتوں کی بنا پر وہ

---

[۱]تا[۵] لباب و شرحہ و غنیہ و حیات [۶] لباب و شرحہ [۷] غنیہ [۸] لباب و شرحہ و حیات [۹] حیات۔
[۱۰] لباب و شرحہ و غنیہ و حیات [۱۱] لباب و شرحہ و حیات [۱۲] حیات [۱۳] لباب و شرحہ [۱۴] حیات

کنکریاں غیر مقبول ہیں اور مسجد کی کنکریوں سے رمیٔ جمار کرنا بھی مکروہ ہے اس لئے کہ مسجد کی کنکریاں عظمت والی ہوتی ہیں اور مسجد کے اندر کی کسی چیز کو لینا اور اس کو مسجد سے باہر نکالنا مکروہ ہے خاص کر اس سے رمیٔ جمار کرنا کہ اس سے مسجد کی اہانت ہوتی ہے اور بڑی کنکریوں سے رمیٔ جمار کرنا بھی مکروہ ہے اس لئے کہ سنت یہ ہے کہ رمی کے لئے کنکریاں کھجور کی گٹھلی یا باقلہ کے دانے کی برابر ہوں اور کراہت کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ بڑی کنکریوں سے دوسرے لوگوں کو ایذا پہنچنے کا احتمال ہے اسی طرح بڑی کنکریوں کو توڑ کر چھوٹی چھوٹی کنکریاں بنانا بھی مکروہ ہے کیونکہ یہ ایک عبث فعل ہے چھوٹی کنکریاں عام مل جاتی ہیں جس کی وجہ سے ایسا کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے [۱]

(۵) حج یا عمرہ کے احرام سے باہر آنے کے لئے صرف چوتھائی سر منڈانا یا قصر کرانا (کترانا) کیونکہ مطلق طور پر ہر حالت میں پورے سر کے بال منڈانے یا قصر کرانے (کتروانے) کا حکم ہے کم و بیش حصہ سر کو منڈانا یا قصر کرانا ہر حال میں ممنوع و مکروہ ہے اس کو عربی میں قزع کہتے ہیں جس کی حدیثوں میں مطلقاً ممانعت آئی ہے حتیٰ کہ چھوٹے بچوں کے سر کے بال اس طرح کٹانے سے اس کا ولی سرپرست گنہگار ہوگا [۲] پس تمام سر کے بال منڈانا یا کترانا ہمیشہ سنت ہے خواہ احرام میں ہو یا نہ ہو اور کچھ حصہ سر کے بال منڈانا یا کترانا بالعموم خلافِ سنت ہے خواہ احرام میں ہو یا نہ ہو اور احرام کے باہر آنے کے لئے کچھ حصہ سر کا منڈانا یا کترانا بالخصوص خلافِ مندوب بھی ہے [۳] بلکہ امام ابن الہمام رحمہ اللہ کے نزدیک مختار یہ ہے کہ تمام سر کا حلق کرائے بغیر احرام سے باہر نہیں ہوگا جیسا کہ امام مالک رحمہ اللہ کا بھی یہی مذہب ہے اور اس مسئلہ میں دلائل کا ظاہر بھی یہی ہے [۴]

(۶) عرفہ کی رات (یعنی نویں ذی الحجہ کی رات) اور کنکر مارنے کے تین دنوں کی راتوں (۱۰، ۱۱، ۱۲ ذی الحجہ کے دن کے بعد آنے والی راتیں یعنی ذی الحجہ کی گیارہویں بارہویں تیرہویں شب۔ مؤلف) کو منیٰ کے علاوہ کسی اور جگہ رہنا خواہ مکہ مکرمہ میں ہو [۵]

(۷) وادیٔ عرنہ میں وقوفِ عرفہ کرنا اور وادیٔ محسر میں وقوفِ مزدلفہ کرنا بعض کے نزدیک مکروہ ہے لیکن صحیح یہ ہے کہ ان دونوں جگہ میں وقوف کرنا درست نہیں ہے۔ عرنہ ایک وادی ہے جو حرم اور عرفات کے درمیان واقع ہے اور مُحسِّر سین مہملہ مشددہ کی کسرہ کے ساتھ مزدلفہ اور منیٰ کے درمیان ایک وادی ہے [۶]

(۸) ہر واجب فعل کا ترک کرنا مکروہِ تحریمی ہے اور ہر سنتِ مؤکدہ کا ترک کرنا مکروہِ تنزیہی ہے [۷]

(۹) عرفات کو جاتے وقت اپنا اسباب مکہ مکرمہ میں چھوڑ دینا اور منیٰ میں قیام کے دنوں میں اپنا اسباب مکہ مکرمہ بھیج دینا ان دونوں صورتوں میں کراہت اس وقت ہے جبکہ مکہ مکرمہ میں سامان محفوظ نہ ہو اور اگر محفوظ ہو تو کوئی کراہت نہیں [۸]

مکروہات کا حکم

مکروہات کا حکم یہ ہے کہ جو عمل میں کسی مستحب کو ترک کرے گا اس کے ثواب میں کمی آجائے گی اور سنتِ مؤکدہ کے ترک کرنے پر سختی اور ڈانٹ بھی ہوگی اور واجب کے ترک کرنے پر عذاب ہوگا (جبکہ اس گناہ سے توبہ نہ کرے) اور جزا میں دم (قربانی) یا صدقہ دینا بھی لازم ہوگا اور واجبات کے علاوہ اور چیزوں یعنی سنن و مستحبات کے ترک پر قربانی یا صدقہ کوئی جزا لازم نہیں ہوگی [۹]

[۱] لباب و شرحہ و حیات [۲] لباب و شرحہ و زبدۃ عن غنیہ [۳] غنیہ [۴] شرح اللباب و غنیہ [۵] لباب و شرحہ و زبدۃ و غنیہ و حیات [۶] لباب و شرحہ ملخصاً [۷] لباب و شرحہ و غنیہ [۸] غنیہ [۹] لباب و شرحہ و غنیہ

(جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے، مؤلف)

محرمات و مفسدات و مباحاتِ حج

حج میں حرام کی ہوئی چیز حج کے واجبات میں سے کسی واجب کا ترک کرنا ہے حج کے واجبات بلاواسطہ بیان ہو چکے ہیں جن سے اُن کے محرمات کی تفصیل ظاہر ہے واجبات بالواسطہ افعالِ حج احرام و طواف و سعی وغیرہ میں بیان ہوں گے اس لئے اُن کے محرمات کی تفصیل بھی اپنے مقام پر بیان ہوگی۔ حج کی مفسد ایک چیز ہے یعنی وقوفِ عرفات سے پہلے احد السبیلین میں جماع کرنا اور وہی احرام کی بھی مفسد ہے اس لئے اس کا ذکر احرام کے بیان میں ہوگا اور مباحاتِ حج کا ذکر افعالِ حج کے بیان میں آئے گا انشاء اللہ العزیز[۱]

مواقیت کا بیان

مواقیت، میقات کی جمع ہے اور میقات اصل میں وقتِ معیّن اور مکانِ معیّن کو کہتے ہیں پس حج کے میقات کی دو قسمیں ہیں (۱) میقاتِ زمانی یعنی جو زمانہ کی طرف منسوب ہے (۲) میقاتِ مکانی یعنی جو مکان کی طرف منسوب ہے[۲] ان دونوں کی تفصیل الگ الگ عنوان سے ذیل میں درج کی جاتی ہے، مؤلف)

میقاتِ زمانی کے احکام

حج کے لئے میقاتِ زمانی حج کے مہینے ہیں یعنی احناف کے نزدیک ماہِ شوال، ماہِ ذیقعدہ اور ماہِ ذی الحجہ کے شروع کے دس دن ہیں جیسا کہ عبداللہ بن عمر و عبداللہ بن عباس و عبداللہ ابن مسعود و عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہم سے روایت ہے[۳] اور میقاتِ زمانی کے احکام یہ ہیں:۔

(۱) حج کے افعال یعنی طوافِ قدوم و حج کی سعی وغیرہ حج کے مہینوں میں ہی صحیح ہوں گے[۴]

(۲) اگر افعالِ واجبہ یا مسنونہ یا مستحبہ میں سے احرام کے علاوہ کوئی فعل ان مہینوں سے پہلے کیا جائے گا تو صحیح نہیں ہوگا اور احرام حج کے مہینوں سے پہلے باندھنا احناف کے نزدیک جائز ہے لیکن مکروہِ تحریمی ہے پس اگر کسی نے حج کا احرام باندھا اگرچہ وہ حج کے مہینوں سے پہلے باندھا ہو اور شوال کے مہینے میں طوافِ قدوم پورا یا اس کا اکثر حصہ ادا کیا اور طواف کے بعد حج کے لئے سعی کی تو اس کی یہ سعی حج کے لئے واقع ہو جائے گی اور اس کا طوافِ قدوم حج کے مسنون طوافِ قدوم کی جگہ واقع ہو جائے گا اور اگر یہ سب امور جو اوپر بیان ہوئے رمضان المبارک میں ادا کئے تو جائز نہیں (اگر اس نے پھر شوال میں کوئی نفلی طواف کر کے اس کے بعد سعی بھی کر لی تو اب یہ طواف طوافِ قدوم سے محسوب ہوگا اور یہ سعی حج کی سعی کی جگہ جائز ہو جائیگی[۵] اور اگر طواف کا اکثر حصہ (چار یا زیادہ پھیرے) رمضان میں واقع ہوا اور اس طواف کا کم حصہ (کم پھیرے) شوال میں واقع ہوا تو بھی جائز نہیں ہے اور اسی طرح اگر سعی طوافِ قدوم سے پہلے کی اگرچہ شوال میں کی ہو تب بھی یہی حکم ہے کہ وہ سعی جائز نہیں ہوگی[۶] بشرطیکہ سعی سے پہلے شوال میں کوئی نفلی طواف نہ کیا ہو[۷] پس توقیتِ زمانی (حج کے مہینے مقرر ہونے) کا

---

[۱] حیات بتصرف [۲] لباب و شرح [۳] غنیہ و لباب و شرح بتصرف [۴] لباب و شرح بتصرف [۵] حاشیۂ معلم [۶] لباب و شرح [۷] حاشیۂ معلم۔

فائدہ ابتدا میں یہ ہے کہ اگر حج کا کوئی فعل ایامِ حج سے پہلے کر لیا تو وہ حج کے لئے کافی نہیں ہو گا حتیٰ کہ اگر متمتع اور قارن نے حج کے مہینوں سے پہلے تین روزے رکھے یا عمرہ کے طواف کے اکثر چکر لگائے یا ہدی کا جانور ہانکا تو یہ جائز نہیں ہے اسی طرح حج کے مہینوں سے پہلے طوافِ قدوم کے بعد سعی کرنے سے حج کی سعی ادا نہیں ہوتی حتیٰ کہ اگر اس کو رمضان کے آخری وقت میں کیا تو بھی جائز نہیں ہے [1] لیکن طوافِ قدوم کے متعلق اختیار میں لکھا ہے کہ یہ حج کے مہینوں سے پہلے بھی جائز ہے کیونکہ یہ حج کے افعال میں سے نہیں ہے پس اگر حج کے مہینوں سے پہلے طواف کر لیا تو اس پر حج کے مہینوں میں اعادہ نہیں ہے، امام ابن الہمام رحمہ اللہ نے احصار کے بیان سے ذرا پہلے اسی طرح تحقیق کی ہے کہ یہ افعالِ حج میں سے نہیں ہے لیکن مشہور یہ ہے کہ یہ افعالِ حج میں سے ہے اور اسی مشہور قول کی بنا پر صحتِ ادا کی شرطوں میں ہم بیان کر چکے ہیں کہ طوافِ قدوم حج کے مہینوں سے پہلے جائز نہیں ہے اور تحقیق یہی ہے کہ یہ افعالِ حج میں سے نہیں ہے جیسا کہ سعی وغیرہ افعالِ حج ہیں بلکہ یہ دراصل قدوم بیت اللہ کے لئے ہے اسی لئے اہلِ مکہ کے لئے مسنون نہیں ہے پس یہ حج کے مہینوں سے پہلے جائز ہے اور اس کی نظیر طوافِ صدر ہے کہ یہ حج کے مہینوں کے بعد بلا کراہت جائز ہے بخلاف سعی وغیرہ کے جو کہ حج کے اصلی اعمال ہیں واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔ اور افعالِ حج سے مراد احرام کے علاوہ افعالِ حج ہیں پس احرام کا حج کے مہینوں سے پہلے باندھنا کراہت کے ساتھ جائز ہونا اس کے منافی نہیں ہے یہاں تک کہ اگر کسی نے حج کے مہینوں سے پہلے احرام باندھا تو مطلقاً مکروہِ تحریمی ہے خواہ وہ اپنے آپ کو محظوراتِ احرام سے محفوظ سمجھتا ہو یا نہ سمجھتا ہو، کیونکہ یہ رکن کے مشابہ ہے اگر احرام حقیقت میں رکن ہوتا تو حج کے مہینوں سے پہلے صحیح نہ ہوتا پس جبکہ یہ مشابہ بارکن اور عدمِ صحت کے قریب ہے اس لئے حج کے مہینوں سے پہلے احرام باندھنا مکروہ ہے [2]

(۳) وقوفِ عرفات کا اپنے وقت میں واقع ہونا شرط ہے پس اگر عرفہ کا دن لوگوں پر مشتبہ ہو جائے اور وہ یہ گمان کرتے ہوئے کہ یہ عرفہ کا دن ہے وقوف کریں اور پھر ظاہر ہو کہ یہ قربانی کا پہلا دن یعنی دسویں ذی الحجہ ہے تو جائز ہے اور اگر یہ ظاہر ہوا کہ گیارہویں ذی الحجہ ہے تو جائز نہیں [3] پس انتہا میں توقیتِ زمانی کا فائدہ یہ ہے کہ حج کے رکنِ معظم یعنی وقوفِ عرفات کے فوت ہونے سے حج فوت ہو جاتا ہے اور اس سے دسویں ذی الحجہ کا حج کے مہینوں سے خارج ہونا لازم نہیں آتا کیونکہ شبہ کے دن دسویں ذی الحجہ کو وقوفِ عرفات جائز ہے بخلاف گیارہویں ذی الحجہ کے لیکن عدمِ شبہ کے وقت دسویں ذی الحجہ کو وقوفِ عرفات جائز نہ ہونے کی وجہ یہ نہیں ہے کہ دسویں ذی الحجہ حج کے مہینوں میں سے نہیں ہے بلکہ وقوفِ عرفات نص سے مؤقت ہونے کی وجہ سے اس کا منصوص وقت کے علاوہ ہونا جائز نہیں ہے اگرچہ اشہرِ حج میں ہی ہو [4]

(۴) عمرہ کے طواف کے اکثر چکروں کا حج کے مہینوں میں واقع ہونا حجِ تمتع وقران کے صحیح ہونے کے لئے شرط ہے [5]

(۵) اگر کسی شخص نے قربانی کے دن (دس ذی الحجہ کو) حج کا احرام باندھا اور اسی روز طواف کے بعد سعی کی پھر اس احرام سے آئندہ سال حج کیا تو اس کی یہ سعی صحیح ہو جائے گی (یعنی آئندہ سال کے حج کی سعی شمار ہو جائے گی) کیونکہ وہ حج کے مہینوں میں واقع

[1] بحر. ش. وغنیہ ملتقطاً [3] لباب وشرحہ [4] غنیہ [5] لباب وشرحہ وفتح۔

ہوئی ہے اور احرام کے متعلق پہلے بیان ہو چکا ہے کہ اس کو مقدم کرنا مطلقاً جائز ہے [۱] - اب اس پر طوافِ زیارت کے بعد سعی کرنا واجب نہیں ہے کیونکہ اس کی وہ سعی معتبر ہو گئی ہے اور قربانی کے دن حج کا احرام باندھنا مکروہ بھی نہیں ہے بلکہ حج کے مہینوں کے علاوہ اور دنوں میں احرام باندھنا مکروہ ہے مگر قربانی کے دن احرام باندھنا بھی اس لئے مکروہ ہونا چاہئے کہ اگرچہ وہ حج کے مہینوں میں احرام باندھنے والا ہو گا لیکن آئندہ سال تک کے طویل عرصہ میں محظوراتِ احرام سے ہرگز محفوظ نہیں رہ سکے گا [۲]

(۶) اگر کسی شخص نے قربانی کے دن عمرہ کا احرام باندھا اور اسی دن اس کے افعال ادا کئے اگرچہ قربانی کے دنوں میں عمرہ کرنا مکروہ ہے پھر اس نے عمرہ کے احرام سے باہر آنے کے بعد اسی روز حج کا احرام باندھا اور اس احرام سے آنے والے سال میں حج کیا تو وہ متمتع ہو جائے گا [۳] اور اس حج تمتع کے مسنون یا غیر مسنون ہونے کے متعلق ظاہر یہ ہے کہ اہلِ مکہ کے تمتع پر قیاس کرتے ہوئے اس کا تمتع بھی غیر مسنون ہو گا اور بعض نے کہا کہ وہ ہرگز متمتع نہیں ہو گا کیونکہ اکثر فقہا کے قول پر تمتع کے لئے یہ شرط ہے کہ عمرہ و حج ایک ہی سال میں واقع ہوں اور بہت سے فقہا نے اس کی تصریح کی ہے [۴] (اس مسئلہ کی مزید تفصیل شرائط تمتع کے بیان میں ہے، مؤلف)

(۷) تمتع و قران کے روزے بھی انہی حج کے مہینوں میں ادا ہونے چاہئیں ان سے پہلے یا بعد میں جائز نہیں حتیٰ کہ تمام ایامِ قربانی میں ان روزوں کا رکھنا جائز نہیں ہے کیونکہ ان ایام میں روزہ رکھنا علی الاختلاف حرام یا مکروہ تحریمی ہے [۵]

(۸) حج کے مہینوں میں عمرہ کرنا اہلِ مکہ کے لئے مکروہ تحریمی ہے جبکہ وہ اس سال حج بھی کرے اس لئے کہ اہلِ مکہ کو حج تمتع یا قران منع ہے آفاقی کے لئے جائز ہے کیونکہ آفاقی کے لئے تمتع و قران ممنوع نہیں ہے اور اس لئے بھی کہ آفاقی کے لئے عمرہ تمام سال میں جائز ہے صرف یوم عرفہ سے ایام تشریق کے آخری دن تک (ان پانچ دنوں میں) مکروہ ہے [۶]

مواقیتِ مکانی

مواقیت کی دوسری قسم مواقیتِ مکانی ہیں جو مختلف جگہ کے لوگوں کی وجہ سے مختلف ہوتے ہیں اور مواقیتِ مکانی (یعنی وہ مقامات جہاں سے احرام باندھنا واجب ہوتا ہے) کے لحاظ سے تین قسم کے لوگ ہوتے ہیں اوّل اہلِ آفاق (آفاقی) یعنی جو لوگ میقات سے باہر کے رہنے والے ہوں خواہ حقیقۃً باہر کے رہنے والے ہوں یا حکماً (حدودِ مواقیت سے باہر کی تمام سرزمین آفاق کہلاتی ہے اور اس کو حل کبیر بھی کہتے ہیں) دوم اہلِ حل، یہ وہ لوگ ہیں جو میقات کے اندر اور حدودِ حرم کے باہر کے درمیانی علاقہ میں رہتے ہیں (اور اس حدود کی سرزمین کو حل اور حلِ صغیر کہتے ہیں اور اس کے لئے صرف حل کا لفظ عام طور پر استعمال ہوتا ہے) سوم اہلِ حرم یعنی اہلِ مکہ اور حدودِ حرم کے اندر رہنے والے لوگ۔ [۷] (ان تینوں قسم کے مواقیت کی تفصیل الگ الگ عنوان سے درج ذیل ہے، مؤلف)

---

[۱] لباب و شرحہ و فتح [۲] غنیہ و فتح [۳] لباب و شرحہ و زبدۃ و غنیہ و فتح [۴] لباب و شرحہ [۵] لباب بتصرف و زبدۃ [۶] لباب و شرحہ [۷] لباب و شرحہ و غنیہ و بدائع۔

آفاقیوں کے مواقیت

(۱) میقات سے مراد یہاں میقاتِ مکانی ہیں اور اہلِ آفاق (آفاقی) وہ سب لوگ ہیں جو حدودِ مواقیت سے باہر رہتے ہوں اور اسی طرح اہلِ حرم یا اہلِ حِل میں سے جو شخص حدودِ مواقیت سے باہر یعنی اہلِ آفاق میں چلا گیا وہ بھی آفاقی کے حکم میں ہو گیا [۱] (۲) وہ مواقیت جن سے آفاقی کو احرام باندھے بغیر آگے بڑھنا جائز نہیں ہے پانچ میقات ہیں۔ [۲]

(اوّل) **ذوالحلیفہ**: یہ مدینہ طیبہ کی طرف سے آنیوالوں کے لئے میقات ہے یعنی مدینہ طیبہ کے رہنے والوں کیلئے اور ان لوگوں کے لئے جو اس میقات سے ہو کر گزریں یہی میقات ہے (پس مصر و شام و دیار مغرب کے جو لوگ مدینہ منورہ کے راستہ سے آتے ہیں ان کا میقات بھی یہی ہے [۳]) ذوالحلیفہ اسم تصغیر کے صیغہ سے ہے اور یہ مکہ معظمہ سے تمام مواقیت سے زیادہ فاصلہ والا میقات ہے اور اس جگہ کچھ کنوئیں ہیں جن کو عوام میں آبارِ علی یا بیرِ علی کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے (اور آجکل یہی نام مشہور ہو گیا ہے) جہاں یہ مقام واقع ہے اس کو وادیٔ عتیق کہتے ہیں [۴] ذوالحلیفہ مدینہ منورہ سے علی اختلاف الروایات چھ یا سات یا چار میل کے فاصلہ پر ہے اور سید نور الدین علی سمہودی نے تاریخ مدینہ میں کہا ہے کہ "میں نے مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے باب السلام سے ذوالحلیفہ کی مسجد شجرہ کے دروازہ کی چوکھٹ تک پیمائش کی تو میرے ہاتھ کی پیمائش سے جو کہ چوبیس انگشت کا ہے یہ فاصلہ انیس ہزار سات سو ساڑھے بتیس ذراع (ہاتھ) ہوا اھ" اور یہ پانچ میل سے کم ہوتا ہے کیونکہ ہمارے نزدیک میل تو ہے کے آجکل کے مستعمل ذراع کے ساتھ چار ہزار ذراع کا ہوتا ہے واللہ اعلم۔ اور مکہ مکرمہ سے ذوالحلیفہ کا فاصلہ دس یا نو مرحلے ہے [۵] اور حافظ ابن حجر مکی رح نے فتح الباری میں تصریح کی ہے کہ ذوالحلیفہ سے مکہ معظمہ تک اکیسو اٹھانوے میل ہے [۶]

(دوم) **جُحفہ**، جس کا پہلا حرف جیم پیش کے ساتھ اور دوسرا حرف حا جزم کے ساتھ ہے، یہ اہلِ مصر و شام دیارِ مغرب کے لئے میقات ہے جو تبوک کے راستہ سے آئیں [۷] اس کے فاصلہ میں شدید اختلاف ہے (مؤلف) امام نووی رحمہ اللہ نے شرح مہذب میں کہا کہ جحفہ اور مکہ کے درمیان تین منزل کا فاصلہ ہے لیکن اس میں نظر ہے جیسا کہ فتح الباری میں ہے اور شیخ عبداللہ بن سالم بصری نے شرح بخاری میں کہا ہے کہ جحفہ سے مکہ مکرمہ تک پانچ منزل کا فاصلہ ہے اور جحفہ سے مدینہ منورہ تک سات منزل ہے اور علامہ مرشدی رحمہ اللہ نے شرح منسک المتوسط میں کہا ہے کہ جحفہ اور مکہ کے درمیان بیاسی میل کا فاصلہ ہے [۸] اور مُلّا علی قاری رحمہ اللہ نے بتیس میل کہا ہے [۹] (لیکن یہ صحیح نہیں ہے، غالباً اس اختلاف کی وجہ یہ ہے کہ جحفہ سے مکہ مکرمہ کے لئے مختلف راستے ہیں کسی راستہ سے مسافت کم ہے اور کسی سے زیادہ، مؤلف) اور یہ ایک گاؤں تھا جو مکہ معظمہ سے شمال مغرب کی جانب تبوک کے راستہ پر واقع تھا، یہ پہلے اہلِ شام اور اس کے اردگرد والوں کا راستہ تھا [۱۰] پہلے اس کو مہیعہ کہا جاتا تھا، ایک دفعہ یہاں سیلاب آیا جس نے اس گاؤں کو اکھیڑ پھینکا اس لئے اس کا نام جحفہ (سیلاب کا تباہ کیا ہوا) ہو گیا [۱۱] لیکن کہا جاتا ہے کہ اس کے نشانات

---

[۱] لباب و شرحہ [۲] ع و بحر بتصرف [۳] حیات [۴] بحر و لباب و شرحہ بتصرف [۵] ش و حیات [۶] حیات
[۷] لباب و شرحہ و بحر [۸] حیات [۹] شرح اللباب [۱۰] بحر [۱۱] شرح اللباب بتصرف عن بحر

مٹ چکے ہیں ہلکے سے نشانات رہ گئے ہیں جن کو وہاں کے بادیہ نشینوں کے سوا اور کوئی پہچان نہیں سکتا چونکہ موضع جحفہ آجکل ویران ہے اور اس کی جگہ کو یقین کے ساتھ متعین نہیں کر سکتے اس لئے علمائے کرام نے احتیاطاً رابغ سے احرام باندھنا اختیار کر لیا ہے کیونکہ رابغ جحفہ سے پہلے آتا ہے اور جحفہ رابغ سے نصف منزل یا اس کے قریب فاصلہ پر مکہ مکرمہ کی طرف واقع ہے پس جس نے رابغ سے احرام باندھا اس نے یقیناً جحفہ سے پہلے احرام باندھا اور اس کا میقات سے احرام باندھنے کا وجوب یقینی طور پر ادا ہو گیا کیونکہ جحفہ رابغ سے بعد میں آتا ہے اس لئے رابغ سے احرام باندھنے میں تقدیم ہے جو ہمارے نزدیک افضل ہے رابغ بکسر بائے موحدہ ایک مشہور وادی کا نام ہے جو مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے درمیانی راستہ میں واقع ہے اس کو رابض اور رابق بھی کہتے ہیں آجکل اس وادی میں ایک گاؤں آباد ہے جو پہلے زمانہ میں نہیں تھا ۱؎ اور علامہ قطبی رحمہ اللہ نے کہا کہ میں نے وہاں کے واقف لوگوں کی ایک جماعت سے جحفہ کے باقیماندہ نشانات کے متعلق دریافت کیا تو جب ہم رابغ سے مکہ مکرمہ کی طرف دائیں جانب پر تقریباً ایک میل چل چکے تو انھوں نے مجھے کچھ کھجوروں اور زراعت کے نشانات دکھائے ۲؎ پس شامی مصری اور دیارِ مغرب کے باشندے خواہ خشکی کے راستہ سے (بطریق تبوک) آئیں یا بحری راستہ سے رابغ پر اتریں ان سب کو یہیں سے احرام باندھنا چاہئے لیکن اگر یہ لوگ مدینہ منورہ کے راستہ سے آئیں تو ان کو اہل مدینہ کی میقات ذوالحلیفہ پر احرام باندھ لینا مستحب ہے اور وہ لوگ جحفہ پر بھی باندھ سکتے ہیں جحفہ ان لوگوں کی میقات ہے جو مدینہ سے بطریق شام (تبوک) آئیں اور ان لوگوں کی بھی میقات ہے جو ذوالحلیفہ اور جحفہ کے درمیان رہتے ہیں ۳؎

(سوم) **قرن**، قاف کے زبر اور رَ کی جزم کے ساتھ، اس کو قرن المنازل، قرن الثعالب اور وادیٔ محرم بھی کہتے ہیں، قرن ایک پہاڑ کا نام ہے جو عرفات کے اوپر آیا ہوا ہے اہل مکہ اور ان اطراف کے لوگ اس پہاڑ کو جبلِ کرا، کاف کے زبر کے ساتھ کہتے ہیں اور قاموس میں ہے کہ قرن اس پہاڑ کا نام بھی ہے اور اس کے متصل وادی کو بھی قرن کہتے ہیں اس وادی کے اندر ایک گاؤں ہے جو طائف کے قریب ہے اس کو بھی قرن کہا جاتا ہے اس کے اور مکہ مکرمہ کے درمیان تقریباً دو منزل کا فاصلہ ہے اور باقانی نے شرح ملتقی الابحر میں کہا ہے کہ مکہ معظمہ سے قرن تک پچاس میل ہے۔ یہ نجد کے راستہ سے آنے والوں کے لئے میقات ہے یعنی یمامہ سے عراق تک کے تمام مقامات مثلاً نجد الطائف، نجد الحجاز، نجد الیمن اور نجد التہامہ والوں اور جو اس راستہ سے گذریں ان سب کے لئے میقات ہے ۴؎

(چہارم) **یلملم**، اس کو ہمزہ کے ساتھ اَلملم بھی کہتے ہیں، یہی اصل ہے اور یا، تسہیل کے طور پر مستعمل ہے یہ تہامہ کے پہاڑوں میں سے ایک پہاڑ ہے جو مکہ مکرمہ سے دو منزل کے فاصلہ پر ہے۔ علامہ عینی اور حافظ ابن حجر رحمہما اللہ نے شرح بخاری میں کہا ہے کہ یلملم سے مکہ معظمہ تک تیس میل ہے اور بعض نے ساٹھ میل کہا ہے۔ یہ مکہ معظمہ کے جنوب میں واقع ہے اور ہمارے زمانہ میں سعدیہ کے نام سے مشہور ہے، یہ باقی اہل یمن و تہامہ کے لئے اور جو اس راستہ سے گذریں ان سب کے لئے میقات ہے ۵؎

۱؎ بحر وش و مجمع و غنیہ و بیاہ - ملتقطاً ۲؎ ش ۳؎ حج و عمرہ ۴؎ ایاب شرح و بحر و ارشاد و حیات و غیرہا ملتقطاً ۵؎ ش و بحر و شرح اللباب و غنیہ و غیرہا ملتقطاً۔

پاکستان، ہندوستان، چین، جاوا اور یمن کے باشندوں اور اُن تمام لوگوں کے لئے جو یلملم کی شرعی حد (محاذات) سے گذر کر مکہ معظمہ جانا چاہیں احرام باندھنے کی میقات یہی یلملم ہے [1] (اس کی تفصیل آگے آتی ہے، مؤلف)۔ (مکہ مکرمہ سے یلملم کے فاصلہ میں بھی کافی اختلاف ہے۔ شرح بخاری عمدۃ القاری و فتح الباری وغیرہ میں بحوالہ ابنِ حزم یہ فاصلہ تیس میل بتلایا ہے۔ شیخ عبداللہ بن عبدالرحمٰن نجدی نے اپنی کتاب مفید الانام و نور الظلام ص ۵۷ ج ۱ میں یہ فاصلہ چالیس میل لکھا ہے آجکل بعض اہلِ فن نے یہ فاصلہ باون میل بتایا ہے۔ تحفہ شرح منہاج کے حاشیہ میں شیخ عبدالحمید شروانی نزیلِ مکہ مکرمہ نے اس اختلاف کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ "یلملم اس پہاڑ کو کہا جاتا ہے جو سعدیہ کے محاذ میں واقع ہے اور وہ دو پہاڑ ہیں ایک کا فاصلہ مکہ مکرمہ سے میلوں کے اعتبار سے دو مرحلے سے زیادہ ہے دوسرے کا فاصلہ دو مرحلے سے بھی کم ہے۔" اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ابنِ حزم نے دوسرے فاصلہ کا اعتبار کر کے تیس میل بتایا ہے اور جنھوں نے پہلے فاصلہ کو لیا انھوں نے چالیس پچاس میل تک کا فاصلہ قرار دیا، البلاغ ماہ شوال ۸۸ھ ۱۳)

(پنجم) **ذاتِ عِرق**، عین کے زیر اور جزم کے ساتھ ہے یہ ایک موضع (گاؤں) کا نام ہے جو مکہ مکرمہ سے مشرق و مغرب کی درمیانی سمت میں (عراق کی طرف سے عقیق کے بعد) ہے (یعنی قرن کے مقابل نادی محرم اور ضبیہ کے شمال میں واقع ہے، حج وعمرہ) اس کا محل وقوع اس مقام کے قریب تھا جس کو آجکل سیل کہا جاتا ہے [2]) امام نووی نے ایضاح میں اور ابنِ حجر نے تحفہ میں کہا ہے کہ مکہ مکرمہ سے ذاتِ عرق کا فاصلہ دو منزل ہے (جیسا کہ قرن و یلملم کا فاصلہ ہے) قسطلانی کی شرح بخاری اور فتح الباری میں مکہ مکرمہ سے اس کا فاصلہ بیالیس میل لکھا ہے، یہ اہلِ عراق یعنی بصرہ و کوفہ والوں کی میقات ہے جن کو اہلِ عراقین کہا جاتا ہے اور تمام اہلِ مشرق کی میقات یہی ہے (پس یہ عراق، ایران، خراسان اور شمال مشرق سے براہِ بغداد آنے والوں کی میقات ہے [3]) یہ مقام آجکل ویران ہو گیا ہے اور اس کی عمارتوں کو مکہ مکرمہ کی اقرب جانب ہٹا کر بنایا گیا ہے اس لئے اب ذاتِ عرق کا صحیح تعین کرنا ممکن نہیں رہا پس ادھر سے آنے والوں کے لئے افضل یہ ہے کہ احتیاطاً عقیق سے احرام باندھیں، عقیق سے احرام باندھنے میں اصل میقات سے کچھ پہلے احرام بندھے گا اسی میں احتیاط ہے، عقیق حسبِ اختلافِ روایات ذاتِ عرق سے پہلے ایک منزل یا دو منزل کے فاصلہ پر واقع ہے [4] اور یہ وادیٔ عقیق وہ نہیں ہے جس کے بارے میں حدیث شریف میں وارد ہے العقیق وادٍ مبارکٌ (عقیق ایک مبارک وادی ہے) کیونکہ وہ مبارک وادیٔ عقیق مدینہ منورہ سے چند میل کے فاصلہ پر واقع ہے جیسا کہ خلاصۃ الوفا وغیرہ میں اس کی تحقیق مذکور ہے [5] یہ آخری تینوں میقات یعنی قرن و یلملم اور ذاتِ عرق مکہ معظمہ سے دو دو منزل کے فاصلہ پر واقع ہیں بعض نے کہا کہ ذاتِ عرق تین منزل پر ہے اور دونوں روایتوں میں تطبیق اس طرح پر ہے کہ دو منزل سے مراد عُرفی منزلیں ہیں اور تین منزل سے مراد شرعی منزلیں ہیں [6]

(۳) ذاتِ عرق کے علاوہ باقی چاروں میقات صحیحین یعنی صحیح بخاری و صحیح مسلم کی حدیثوں سے ثابت ہیں اور ذاتِ عرق کا ثبوت صحیح مسلم و سنن ابی داؤد و نسائی و ابنِ ماجہ وغیرہا میں ہے واللہ اعلم [7] ان مواقیت میں مکہ مکرمہ سے سب سے زیادہ

---

[1] حج وعمرہ [2] ارشاد [3] حج وعمرہ وغیرہ [4] لباب و شرحہ و بحر و غنیۃ و ارشاد و حیات وغیرہا ملتقطاً [5] حیات [6] غنیہ و ش [7] عمدۃ الفقہ بزیادۃ۔

دور ذوالحلیفہ، اور یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قدر و منزلت کی تعظیم کی وجہ سے ہے [1] اور یا یہ اہلِ مدینہ کے اجر و ثواب کے عظیم ہونے کی وجہ سے ہے یا تمام اہلِ آفاق پر نرمی کرنے کے لئے دوسرے مواقیت کو اس کی بہ نسبت قریب مقرر کیا ہے کیونکہ مدینہ منورہ دوسرے مقاماتِ عالم کی بہ نسبت مکہ مکرمہ سے زیادہ قریب ہے [2] اور قرن المنازل تمام میقاتوں میں مکہ مکرمہ سے سب سے زیادہ قریب ہے [3]

(۴) اِن مواقیت میں سے ہر میقات ان ملکوں کے رہنے والوں کے لئے ہے جن کی وہ میقات ہے (جن کا ذکر اوپر ہر میقات کے بیان میں ہو چکا ہے، مؤلف) اور دوسرے ملکوں کے اُن لوگوں کے لئے بھی وہی میقات ہے جو مکہ مکرمہ کو جاتے ہوئے اس میقات سے ہو کر گذریں خواہ ان کا ارادہ حج یا عمرہ کا نہ بھی ہو [4]

(۵) میقاتوں کے مقرر کرنے کا فائدہ یہ ہے کہ اُن سے آگے احرام باندھنے میں تاخیر کرنا یعنی بغیر احرام باندھے ان سے آگے بڑھنا منع ہے اور تقدیم بالاتفاق جائز ہے پس اگر کوئی شخص ان مواقیت سے پہلے احرام باندھ لے تو جائز ہے بلکہ اگر حج کے مہینوں میں احرام باندھے اور محظوراتِ احرام کے صادر ہونے کا خوف نہ ہو تو ہمارے نزدیک یہی افضل ہے ورنہ میقات تک تاخیر کرنا افضل ہے [5] اور اگر محظوراتِ احرام میں پڑنے سے محفوظ ہو تو اکمل طریقہ یہ ہے کہ اپنے گھر سے احرام باندھے یا میقات سے بہت ہی پہلے احرام باندھ لے اور اگر محظورات صادر ہونے کا خوف ہو تو میقات سے پہلے احرام باندھنا مکروہ ہے خواہ حج کے مہینوں میں ہی ہو بلکہ ایسی صورت میں افضل یہ ہے کہ اپنے میقات تک احرام کو مؤخر کرے بلکہ آخری میقات تک مؤخر کرنا افضل ہے [6]

(۶) مواقیت کا ایک حکم یہ ہے کہ ان مواقیت سے باہر رہنے والوں کو حج یا عمرہ کے لئے ان میں سے کسی میقات پر احرام باندھنا بالاجماع واجب ہے اور ان مواقیت سے پہلے احرام باندھ لینا بلا خلاف جائز ہے اور جو شخص حج یا عمرہ کے لئے مکہ شریف جائے اس کو احرام باندھنے میں ان مواقیت سے تاخیر کرنا یعنی احرام باندھے بغیر اُن سے آگے جانا بھی بلا خلاف حرام ہے لیکن جو شخص حج یا عمرہ کے علاوہ کسی اور غرض کے لئے مثلاً تجارت یا سیر و تفریح یا اپنے گھر میں داخل ہونے کے قصد سے کسی میقات کے باہر سے مکہ شریف یا حدِ حرم میں داخل ہوتے وقت اس کا حج یا عمرہ کا ارادہ نہ ہو تو اس کے لئے احرام باندھنا واجب ہونے کے بارے میں ائمہ کا اختلاف ہے احناف کے نزدیک مکہ یا حرم مکہ میں داخل ہونے کے لئے احرام باندھنا مطلقاً واجب ہے خواہ اس کا داخل ہونا حج یا عمرہ کے لئے ہو یا کسی اور غرض کے لئے، اور میقات سے احرام باندھنے میں تاخیر کرنے یعنی احرام باندھے بغیر وہاں سے آگے بڑھ جانے سے اس پر دم (قربانی) لازم ہوگا اور امام شافعیؒ کے نزدیک صرف حج یا عمرہ کے لئے داخلِ مکہ ہونے والے پر میقات سے احرام باندھنا واجب ہے، ان دونوں کے علاوہ کسی اور غرض سے داخل ہونے والے پر میقات سے احرام باندھنا واجب نہیں ہے۔ مواقیت کا دوسرا حکم یہ ہے کہ اگر کسی آفاقی شخص نے میقات میں داخل ہوتے وقت یا اس کے بعد کسی اور جگہ بھی احرام نہیں باندھا یہاں تک کہ وہ احرام کے بغیر مکہ مکرمہ میں داخل ہو گیا تو اس پر ایک عمرہ یا حج کرنا واجب ہو جائے گا تاکہ اس مقدس مقام کی حرمت کا حق ادا ہو جائے [7] (اور اس مسئلہ کی

---

[1] غنیہ [2] غنیہ [3] در المنتقی [4] غنیہ [5] لباب وشرحہ وغنیہ وبحر وع [6] ع وہدایہ بتصرف عن غنیہ [7] غنیہ [8] لباب وشرحہ [9] یعنی ممنوعات

تفصیل بغیر میقات سے آگے گذر جانے کے بیان میں مذکور ہے وہاں ملاحظہ فرمائیں۔مؤلف)

(۷) میقات پر احرام باندھنے والے کے لئے افضل یہ ہے کہ ابتدائی حصۂ میقات سے یعنی میقات کی اس طرف سے احرام باندھے جو کہ آفاق کی طرف ہے تاکہ احرام کی حالت میں سارے میقات پر سے گذر ہو جائے اور اگر میقات کی آخری حد پر جو کہ مکہ مکرمہ کی طرف ہے احرام باندھا تب بھی باتفاقِ ائمہ اربعہ جائز ہے ؎۱ لیکن اس سے آگے حل کی حد میں احرام کے بغیر نہ بڑھے، مگر ذوالحلیفہ میں مدینۂ طیبہ کی جانب والے حصۂ میقات سے احرام باندھنا افضل نہیں ہے بلکہ افضل یہ ہے کہ مسجدِ شجرہ سے احرام باندھے جو کہ ذوالحلیفہ میں اس کے ابتدائی حصہ کے بعد ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی جگہ پر احرام باندھا تھا ؎۲ (یہاں پہلے ایک درخت تھا اب ایک مسجد بنی ہوئی ہے جس کا نام مسجدِ شجرہ ہے) بعض علماء نے مسجدِ نبویؐ سے احرام باندھنے کو افضل کہا ہے اور بعض نے مسجدِ شجرہ ذوالحلیفہ سے ہی احرام باندھنے کو افضل کہا ہے اور ان کی دلیل یہ ہے کہ اگر کسی میقات میں کوئی ماثورہ مسجد ہو تو اس مسجد ہی سے احرام باندھنا افضل ہے نہ کہ آفاق کی طرف سے اس لئے انھوں نے مسجدِ شجرہ ہی سے احرام باندھنے کو افضل کہا ہے کیونکہ یہ وہ مصلیٰ ہے جہاں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے احرام باندھا تھا واللہ اعلم بالصواب ؎۳

(۸) عین ان مواقیتِ خمسہ سے ہی احرام باندھنا شرط (یعنی واجب) نہیں ہے بلکہ عین میقات پر یا اس کے محاذی و مقابل کی جگہ پر احرام باندھنا واجب ہے اسی لئے میقات سے پہلے احرام باندھ لینا بھی جائز ہے ؎۴ اگر کسی کے راستہ میں ان میقاتوں میں سے کوئی میقات بھی نہ آئے تو وہ تحری کرے اور جب ان میں سے کسی میقات کے محاذ میں پہنچے تو وہاں سے احرام باندھے ؎۵ پس اگر کوئی شخص خشکی یا سمندر میں سفر کر کے ایسے راستہ سے مکہ مکرمہ جا رہا ہے کہ ان پانچوں میقاتوں میں سے کوئی میقات اس کے راستہ میں نہیں آتا تو اس کو کوشش اور تحری کر کے ان پانچوں میقاتوں میں سے کسی میقات کے محاذی (مقابل) جگہ معلوم کرنی چاہئے اور وہاں سے احرام باندھنا چاہئے لیکن ابعد میقات سے باندھنا افضل ہے ؎۶ یعنی جو شخص ایسے راستہ سے مکہ مکرمہ جا رہا ہو جو عام مستعمل راستہ نہیں ہے تو جب وہ ان میقاتوں میں سے کسی میقات کے محاذی و مقابل ہو جائے احرام باندھے اور جو شخص سمندر میں حج کا سفر کرے جب وہ خشکی کے کسی میقات کے محاذی پہنچ جائے وہ اس کے احرام باندھنے کی جگہ ہے اس کو وہاں سے احرام باندھے بغیر آگے نہیں بڑھنا چاہئے اور اگر سمندر یا خشکی کا راستہ ایسا ہو کہ دو میقاتوں کے درمیان میں سے گذرتا ہو تو وہ قیاس دوڑائے (تحری کرے) اور جب اپنے گمانِ غالب کے مطابق وہ دونوں میقاتوں میں سے کسی ایک میقات کے محاذ میں پہنچے تو احرام باندھ لے لیکن ان دونوں میں سے جو میقات مکہ مکرمہ سے زیادہ دور ہے اس کی محاذات سے احرام باندھنا اولیٰ ہے ؎۷ یعنی جو شخص سمندر یا خشکی کے راستہ میں پانچوں مواقیت میں سے کسی میقات سے نہ گذرے اور اس کو محاذاتِ میقات کا بتانے والا بھی نہ ملے تو تحری کرے اور اس کے گمانِ غالب میں جو جگہ ان مواقیت میں سے آخری میقات کے محاذی معلوم ہو احرام باندھ لے خواہ وہ قریبی میقات کے محاذ میں ہو یا دور والے میقات کی ہو جیسا کہ ردالمحتار میں نہر الفائق سے منقول ہے لیکن ابعد میقات کی محاذات سے احرام

؎۱ شرح اللباب و حیات ؎۲ حیات عن تحفہ ؎۳ عمدۃ المناسک ملخصاً ؎۴ لباب و شرحہ ؎۵ درمختار ؎۶ لباب و شرحہ و حیات۔ ؎۷ ع۔

باندھنا افضل ہے [1] اور اگر محاذات کا علم نہ ہو سکے (یعنی نہ وہ خود جانتا ہے اور نہ کوئی جاننے والا ملا اور نہ ہی تحری و اٹکل سے گمان حاصل ہوا، مؤلف) تو ایسی صورت میں جب مکہ مکرمہ سے عرفی دو منزل کا فاصلہ رہ جائے اس وقت احرام باندھنا واجب ہے جیسا کہ سمندر کی طرف سے آنے والے کے لئے جدہ [2] کیونکہ جدہ مکہ مکرمہ سے عرفی دو منزل اور شرعی تین منزل کے فاصلہ پر ہے اور ایسی صورت میں جدہ سے احرام باندھنے کی وجہ یہ ہے کہ مکہ مکرمہ سے سب سے زیادہ قریبی میقات عرفی دو منزل کے فاصلہ پر ہے پس کم سے کم فاصلہ کے لئے عرفی دو منزل کا اندازہ مقرر ہوا واللہ اعلم [3] ورنہ احتیاط اس میں ہے کہ اس سے زیادہ فاصلہ سے احرام باندھے [4] تحری اور غور و فکر اس وقت کرنا چاہئے جبکہ وہاں کوئی میقات کا واقف موجود نہ ہو اور اگر واقف وہاں موجود ہو تو اس سے دریافت کرنا واجب ہے اور اس وقت تحری جائز نہیں ہے اس لئے کہ جاننے والے سے دریافت کرنا تحری پر مقدم ہے جیسا کہ ہدایہ میں ہے لیکن اگر دونوں یکساں ناواقف ہیں اور دونوں کی رائے میں اختلاف ہے تو ہر شخص کو اپنی اپنی رائے کے موافق جس جگہ کے متعلق محاذات کا ظن غالب ہو وہ وہیں سے احرام باندھ لے اور دوسرے کے قول کا اعتبار نہ کرے [5] یہ مسئلہ صریحاً ہماری فقہ کی کتابوں میں نہیں ملا لیکن تحری سے قبلہ کی سمت معلوم کرنے کے مسئلہ پر قیاس کرتے ہوئے یہی حکم ظاہر ہوتا ہے۔ مناسک النووی میں بھی اسی طرح ہے اور یہ ہمارے قواعد کے بھی خلاف نہیں ہے [6] میقات کے متعلق معلوم کرنے کے لئے کافر کا قول معتبر نہیں ہے مثلاً جہاز میں انگریز یا کافر بتائے کہ اس جگہ سے میقات کی محاذات ہے تو اس کا قول معتبر نہیں البتہ اگر جہاز کے ملازمین میں سے ایک مسلمان عادل شخص وہاں آمد و رفت رکھنے والا اور جاننے والا خبر دے تو اس کا قول معتبر ہے [7]۔

مسئلہ ۹) اگر مکہ مکرمہ پہنچنے کے لئے کسی شخص کو دو میقاتوں سے گزرنا پڑے تو ابعد میقات سے احرام باندھنا افضل ہے اور اگر اس نے اگلے دوسرے یعنی اقرب میقات تک احرام کو مؤخر کیا تو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے ظاہر الروایت میں اس پر کچھ لازم نہیں آتا [8] اور جو شخص اپنے میقات سے بغیر احرام باندھے آگے بڑھ جائے پھر وہ دوسرے میقات پر آئے اور وہاں سے احرام باندھے تو جائز ہے (اور ظاہر الروایت کے مطابق اس پر کوئی جزا لازم نہیں ہے) لیکن اس کو اپنے میقات سے احرام باندھنا افضل ہے اور یہ حکم ان لوگوں کے لئے ہے جو اہل مدینہ نہیں ہیں اس لئے کہ اہل مدینہ کو اپنے میقات کے ساتھ زیادہ خصوصیت ہے [9] پس اگر کسی نے اپنی گذرگاہ کے میقات سے احرام کے بغیر گذر کر کسی دوسرے میقات سے احرام باندھا تو اس سے دم (قربانی) ساقط ہو جائے گا اگرچہ وہ دوسرا میقات پہلے میقات کی نسبت مکہ مکرمہ سے زیادہ قریب ہو مگر اس کو پہلے میقات ہی سے احرام باندھ لینا افضل ہے [10] بلا ضرورت اپنے راستہ کے میقات کو ترک کرکے احرام باندھنے کے لئے دوسرے میقات پر جانا مکروہ ہے کیونکہ اپنے شہر اور اپنے راستہ کے میقات سے احرام باندھنا سنت ہے اور اس شخص نے سنت کو ترک کر دیا ہے [11] لیکن اگر کسی ضرورت اور غرض کی وجہ سے اور طرف کو جانا پڑے جیسے پاکستان سے بعض لوگ یمن کے راستہ سے اور بعض طائف سے اور بعض کویت، بصرہ، بغداد، بحرین وغیرہ کے راستہ سے جاتے ہیں تو جو میقات ان کے راستہ

---

[1] غنیہ [2] لباب و ش و غنیہ وغیرہا [3] غنیہ و ارشاد و ش [4] ش [5] معلم بزیادۃ عن غنیہ [6] حاشیۃ المعلم عن مؤلف [7] معلم [8] در و غنیہ [9] ع [10] لباب و شرحہ بزیادۃ [11] حیات۔

میں آئے گا وہی اُن کا میقات ہوگا اب اس کو خواہ مخواہ نہ چھوڑنا چاہئے خوب سمجھ لیجئے [1] اور اس کا مفہوم یہ ہے کہ اگر دوسرا میقات پہلے کی نسبت مکہ مکرمہ سے دور ہو تو بدرجۂ اولیٰ اس سے دم ساقط ہو جائے گا [2] اور اس سے دم ساقط ہونے کے لئے یہ شرط نہیں ہے کہ وہ اپنے اس مخصوص میقات کی طرف واپس جائے جس سے وہ آگے بڑھ گیا ہے کیونکہ میقات سے مقصود حرم محترم کی تعظیم ہے اور وہ شرع شریف کے مقرر کئے ہوئے مواقیت میں سے کسی بھی میقات سے احرام باندھنے پر حاصل ہو جاتی ہے خواہ وہ قریب کا میقات ہو یا دُور کا، اس بارے میں دونوں کا حکم برابر ہے البتہ پہلے میقات سے احرام باندھنا مستحب ہے اور اسی طرح بدائع میں امام ابوحنیفہؒ سے روایت کیا گیا ہے، انھوں نے فرمایا کہ جب اہلِ مدینہ کے علاوہ دوسرے لوگ مدینہ منورہ کے پاس سے گذریں اور وہ ذوالحلیفہ سے احرام باندھے بغیر گذر جائیں اور جحفہ تک پہنچ جائیں تو ان کو جحفہ سے احرام باندھنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے اور میرے نزدیک زیادہ پسندیدہ یہ ہے کہ وہ ذوالحلیفہ سے احرام باندھیں اس لئے کہ جب وہ پہلے میقات تک پہنچ گئے تو ان کو اس کی حرمت کی محافظت لازم ہوگئی پس اب اس کو ترک کرنا ان کے لئے مکروہ ہے انتہیٰ اور قدوری نے بھی اپنی شرح میں اسی کی مانند ذکر کیا ہے اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے اس قول میں غیر اہلِ مدینہ فرمانے سے اس طرف اشارہ ہے کہ یہ حکم اہلِ مدینہ کے لئے نہیں ہے یعنی ان کو اپنے اُس میقات سے جو شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کے لئے مقرر فرمایا ہے یعنی ذوالحلیفہ سے احرام باندھے بغیر آگے جانا جائز نہیں ہے اور امام صاحب سے جو دو مختلف روایتیں مروی ہیں جن میں سے ایک میں مجاوزتِ ذوالحلیفہ پر دم واجب ہوتا ہے اور دوسری روایت میں دم واجب نہیں ہوتا تو اس طرح سے دونوں روایتوں میں تطبیق ہو جاتی ہے کہ دم واجب ہونے والی روایت کو مدنی پر محمول کیا جائے اور دم واجب نہ ہونے والی روایت کو غیر مدنی پر محمول کیا جائے اھ [3] لیکن فتح القدیر میں منقول ہے کہ جب مدنی احرام کے بغیر جحفہ تک چلا جائے اور وہاں سے احرام باندھ لے تو کوئی مضائقہ نہیں اور افضل یہ ہے کہ وہ ذوالحلیفہ سے احرام باندھے اور فتح القدیر ہی میں اس سے قبل کافی سے نقل کیا گیا ہے جو حاکم صدر شہید (محمد بن محمد المتوفی ۳۳۴ھ) کی کتاب ہے جس میں امام محمد رحمہ اللہ کا کلام جمع کیا گیا ہے، اور کافی کی عبارت یہ ہے "جس نے اپنے میقات سے احرام کے بغیر تجاوز کیا پھر وہ دوسرے میقات پر آیا اور اس سے احرام باندھا تو اس کے لئے کافی ہے اور اگر وہ اپنے میقات سے احرام باندھتا تو یہ میرے نزدیک زیادہ بہتر ہوتا اھ"

پس فتح القدیر کی پہلی عبارت اس بارے میں صریح ہے اور دوسری روایت سے بھی یہی ظاہر ہوتا ہے کہ اس سے مدنی پر کچھ جزا لازم نہیں آتی، پس اس سے معلوم ہوا کہ اہلِ مدینہ کے بارے میں امام صاحب رحمہ اللہ کا قول جو اوپر گذر چکا ہے اتفاقی ہے احترازی نہیں ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ اس بارے میں ظاہر الروایت میں مدنی اور غیر مدنی میں کوئی فرق نہیں ہے، اور ہدایہ کا یہ قول کہ "ان پانچوں مواقیت کے مقرر کرنے کا فائدہ یہ ہے کہ احرام باندھنے میں ان مواقیت سے تاخیر کرنا منع ہے لیکن ان سے تقدیم بالاجماع جائز ہے" اس قول پر فتح القدیر میں اعتراض کیا ہے کہ اس بنا پر یہ لازم آتا ہے کہ اہلِ مدینہ کو احرام باندھنے میں ذوالحلیفہ سے تاخیر کرنا جائز نہیں ہے حالانکہ اوپر اس کے خلاف لکھا گیا ہے۔ بیشک امام صاحبؒ سے روایت کیا گیا ہے کہ اس پر

---

[1] عمدۃ المناسک بتغیر۔ [2] ارشاد۔ [3] ش ولباب وشرحہ۔

دم لازم ہوگا لیکن امام صاحبؒ سے ظاہر الروایت وہی ہے وہی اول قول ہے (یعنی جو پہلے اوپر لکھا گیا ہے کہ اس بارے میں مدنی اور غیر مدنی میں کوئی فرق نہیں ہے) اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی گئی ہے کہ جب وہ حج کا ارادہ فرماتی تھیں تو ذوالحلیفہ سے احرام باندھتی تھیں اور جب عمرہ کا ارادہ فرماتی تھیں تو جحفہ سے احرام باندھتی تھیں، اور یہ بات معلوم ہے کہ حج و عمرہ کے میقات میں کوئی فرق نہیں ہے پس اگر جحفہ حج و عمرہ دونوں کے لئے میقات نہ ہوتا تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا عمرہ کا احرام جحفہ سے نہ باندھتیں پس آپ کے فعل سے معلوم ہوگیا میقات سے احرام مؤخر کرنے کی ممانعت میں آخری میقات کی قید ہے اور یہ حدیث کہ کوئی شخص کسی میقات سے احرام باندھے بغیر نہ گذرے اس پر محمول ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ ان مواقیت سے آگے نہ بڑھے اور نہر الفائق میں کہا ہے کہ اس کا جواب یہ ہے کہ احرام باندھنے میں میقات سے تاخیر کرنے کی ممانعت میقاتِ اخیر کے ساتھ مقید ہے وتمامہ فیہ سلہ (یعنی آخری میقات سے آگے احرام کے بغیر جانا منع ہے، مؤلف)

(تنبیہ) جاننا چاہئے کہ اب جحفہ کا یقینی طور پر متعین کرنا ممکن نہیں رہا اس لئے کہ وہ ویران ہو چکا ہے اور سوائے نامعلوم قسم کی نشانیوں کے اور کچھ باقی نہیں رہا، پس اب اس کو ترک کر دیا گیا اور رابغ کو اس کی بجائے اختیار کر لیا گیا ہے، رابغ جحفہ سے پہلے نصف منزل یا اس کے قریب فاصلہ پر واقع ہے اس لئے لوگوں نے احتیاطاً رابغ سے احرام باندھنا اختیار کر لیا ہے، پس جس نے رابغ سے احرام باندھا اس نے جحفہ سے پہلے احرام باندھا اور اس کا میقات سے احرام باندھنے کا وجوب یقینی طور پر ادا ہو گیا بلکہ میقات سے پہلے احرام باندھنے کی فضیلت بھی اس کو حاصل ہو گئی کیونکہ احناف کے نزدیک تقدیم افضل ہے جیسا کہ یہ سب مواقیت کی تشریح میں بحر وش وغنیہ وغیرہ سے بیان ہو چکا ہے، اور فقہائے کرام کی عبارتوں سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ اب جحفہ کے بدل کے طور پر رابغ میقات مقرر ہو گیا ہے پس اگر مدنی یا غیر مدنی جو مدینہ منورہ کے راستہ سے آئے، ذوالحلیفہ سے بغیر احرام باندھے گذر جائے اور رابغ سے احرام باندھ لے تو کوئی مضائقہ نہیں ہے اور یہ اس کے لئے جائز ہے اور اس پر کچھ لازم نہیں آتا لیکن افضل یہی ہے کہ وہ ذوالحلیفہ سے احرام باندھے واللہ اعلم بالصواب (مؤلف)

(۱۰) کسی میقات کی محاذات سے احرام باندھنا اس وقت معتبر ہے جبکہ کسی میقات سے گذر نہ ہو لیکن اگر کسی ایک یا زیادہ میقات سے گذر ہوتا ہو تو آخری میقات سے احرام کے بغیر آگے نہ بڑھے اگرچہ اس کے بعد کسی دوسرے میقات کی محاذات سے گذرنا پڑے کیونکہ اس صورت میں اس کو محاذاتِ میقات سے احرام باندھنا جائز نہیں ہے سلہ

پاک و ہند اور بلاد شرقیہ کے حجاج جو بحری راستہ سے حج کا سفر کرتے ہیں ان کو یلملم کی محاذات سے گذرنا پڑتا ہے ان کے احرام باندھنے کی جگہ کے بارے میں علماء کا اختلاف ہے اس لئے اس مسئلہ کو خاص طور پر علیحدہ عنوان سے تفصیل کے ساتھ بیان کیا جاتا ہے، (مؤلف)

سلہ ش بزیادۃ عن فتح۔ سلہ ش وغنیہ۔

پاک وہند کے حجاج کے لئے میقات کا مسئلہ

اس بارے میں علمائے کرام میں اختلاف ہے کہ پاک وہند ودیگر بلادِ شرقیہ سے سمندر کے راستے سے حج وعمرہ پر جانے والے حجاجِ کرام کو مکہ مکرمہ جانے کے لئے احرام کہاں سے باندھنا چاہئے۔ سابقہ زمانہ میں صدیوں سے یعنی جب سے مشرقی ممالک سے آنے والے بحری جہاز جدہ کی بندرگاہ پر لنگر انداز ہونے لگے ہیں تمام حجاجِ کرام سمندر میں یلملم کی محاذات سے احرام باندھتے رہے ہیں جو جدہ سے کئی گھنٹے کی مسافت پر پہلے ہی آجاتی ہے لیکن اب کچھ عرصہ سے اکابر علمائے کرام کی ایک جماعت کی تحقیق ہے کہ پاک وہند ودیگر بلادِ شرقیہ سے آنے والے حجاجِ کرام کو جدہ تک احرام کو مؤخر کرنا جائز ہے اور دوسرے اکابر علمائے کرام کی جماعت کی تحقیق ان حضرات کے خلاف یہ ہے کہ جب سمندر میں یلملم کی محاذات میں جہاز پہنچتا ہے وہاں سے احرام باندھنا واجب ہے، اس سے آگے بغیر احرام گذرنے پر گنہگار ہوگا اور دم واجب ہوگا۔

جدہ تک احرام کو مؤخر کرنا جائز فرمانے والے حضرات میں مفتیٔ اعظم پاکستان استاذ العلماء حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندی قدس سرہٗ اور بعض دیگر حضرات ہیں چنانچہ حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندی قدس سرہٗ کا مضمون "مواقیتِ احرام کا مسئلہ" ماہنامہ البلاغ کے ماہِ شوال و ذیقعدہ ۱۳۸۸ھ کے شماروں میں دو قسطوں میں شائع ہوچکا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے: "(۱) یلملم کی محاذات میں جو تجاوز بحر میں ہوتا وہ تجاوز آفاق کے اندر ہے حِل یا جہتِ حرم میں نہیں ہے اس کو موجبِ دم قرار دینا سمجھ میں نہیں آتا۔ (۲) جدہ کو فقہا کا داخلِ میقات کہنا اس کے منافی نہیں کہ جدہ سے احرام باندھنے کو جائز قرار دیا جائے کیونکہ اس پر سب کا اتفاق ہے کہ جتنے بھی مواقیت ہیں وہ سب اجزاءِ حِل ہوتے ہیں باہر سے بقصدِ مکہ آنے والا یہاں سے احرام باندھ سکتا ہے اور یہاں اور اس کے قُرب وجوار کا رہنے والا حِلّی کہلاتا ہے اس کے لئے دخولِ مکہ بلا احرام جائز ہے۔ (۳) بحری جہاز یلملم کی محاذات سے آگے جو جدہ کی طرف سفر کرتا ہے وہ تمام سفر آفاق میں ہے جب جہاز بڑے سمندر سے ساحلِ جدہ کا رُخ کرتا ہے اس وقت یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اب محاذاتِ میقات کس جگہ ہوگی، اس کے متعلق عام فقہا کا ارشاد یہ ہے کہ حقیقی محاذات کا علم ہونا مشکل ہے اس لئے اقرب مواقیت کی مسافت کا اعتبار کرلیا جائے یعنی جس جگہ سے مکہ مکرمہ کا فاصلہ دو مرحلہ ہو وہاں سے احرام باندھنا ضروری ہوگا اور اس پر سب کا اتفاق ہے کہ جدہ سے مکہ مکرمہ کا فاصلہ دو مرحلہ ہے اسی لئے شیخ ابن حجر مکی، ملا علی قاری، مخدوم ہاشم سندھی اور ملا اخوند جان وغیرہ اکابر علماء نے جدہ کو بحکمِ میقات قرار دیا۔ اس بات پر بھی سب کا اتفاق ہے کہ یلملم کی مسافت بھی مکہ مکرمہ سے دو مرحلہ پر ہے اور جدہ کی مسافت بھی، اب رہا میلوں کا فرق سو احکامِ شرعیہ کا مدار کسی جگہ بھی اس طرح کی تدقیقات پر نہیں ہے، مواقیت کے مسائل واحکام پر نظر کرنے سے یہ بات بہت واضح ہوجاتی ہے کہ اس معاملہ میں اتنی تدقیق کا اعتبار نہیں کیا گیا۔"

حضرت مفتی صاحب موصوف قدس سرہٗ کے نزدیک دلائلِ شرعیہ کا حاصل یہ ہے کہ مشرقی ممالک سے بحری جہازوں پر

آنے والے حجاج کرام کے لئے محاذاتِ یلملم پر احرام باندھنا واجب نہیں بلکہ جدہ تک مؤخر کرنا جائز ہے جس طرح یلملم سے مکہ مکرمہ دو مرحلے پر ہے اسی طرح جدہ سے بھی دو مرحلے پر ہے اس لئے مسافت برابر ہونے کی وجہ سے جدہ ہی محاذاتِ یلملم قرار دیا جائے گا اور مسافت کی تعیین میں میلوں کی کمی بیشی کا اعتبار نہیں کیا جائے گا۔ آخر میں حضرت مفتی صاحب موصوف مدظلہ العالی عوام کے لئے یہ ارشاد فرماتے ہیں: " ایسے حالات میں کہ اس مسئلہ میں علما کا اختلافِ رائے ہے، احتیاط اسی میں ہے کہ بحری جہاز میں یلملم ہی سے احرام باندھ لیں یا ساحلِ جدہ پر اترنے سے پہلے احرام باندھ لیں کیونکہ حسبِ تصریحِ فقہا محلِ اختلاف میں احتیاط کا پہلو اختیار کرنا بہتر ہے تاکہ اپنی عبادت کے جواز میں کسی کا اختلاف نہ رہے اس کے علاوہ احرام کو میقات سے پہلے باندھنا سب ہی کے نزدیک افضل ہے بلکہ بعض روایاتِ حدیث میں اپنے گھر سے ہی احرام باندھ کر چلنے کی فضیلت آئی ہے شرط یہ ہے کہ محظوراتِ احرام میں مبتلا ہونے کا خطرہ نہ ہو اور جس کو یہ خطرہ ہو کہ محظوراتِ احرام سے بچنا اس تمام عرصہ میں اس کے لئے مشکل ہوگا اس کیلئے آخری حد تک مؤخر کرنا بہتر ہے ایسے شخص کو آخری حد میں اتنی احتیاط کر لینا چاہئے کہ اس کا احرام علما کے اختلاف سے نکل جائے۔

وعزاللہ سبحانہ وتعالیٰ نسأل ان یھدینا لما اختلف فیہ الی الحق باذنہ وھو ولی التوفیق والسداد والصواب وبہ نستعین ولاحول ولاقوۃ الا بہ" (البلاغ ذی قعدہ ۱۳۸۶ھ)

دوسرے حضرات یعنی استاذ العلما حضرت مولانا محمد یوسف صاحب بنوری قدس سرہٗ اور حضرت مولانا مفتی رشید احمد صاحب لدھیانوی وحضرت مولانا مفتی ولی حسن صاحب ٹونکی مدظلہما العالی کے مضامین ماہنامہ بینات صفر المظفر و شعبان المعظم ۱۳۸۶ ہجری کے شماروں میں پاک و ہند کی میقات کے بارے میں شائع ہو چکے ہیں جن کا خلاصہ یہ ہے: (۱) فقہائے امت کا اس پر اتفاق ہے کہ اگر زائرینِ حرم کا گذر عین ان مواقیت پر سے ہو تو ان سے آگے بڑھنے سے پہلے پہلے احرام باندھ لینا واجب ہے اور کسی عین میقات سے گذر نہ ہو بلکہ کوئی سے دو میقاتوں کے درمیانی حصہ کے کسی مقام سے گذر ہو تو ان دونوں میں سے کسی ایک میقات کی محاذات سے احرام باندھ لینا چاہئے اور اقرب من مکہ کی محاذات سے باندھنا افضل ہے پس اگر کوئی شخص اپنے راستہ کی آخری میقات یا اس کی محاذات سے احرام باندھے بغیر آگے بڑھ جائے گا تو وہ جنایت کا مرتکب اور گنہگار ہوگا جس کا کفارہ دم (قربانی) اور توبہ کرنا ہے یا پھر کسی میقات یا محاذاتِ میقات پر لوٹ کر احرام باندھنا ہے۔ فقہی تصریحات کے مطابق یہ حکم تمام آفاقی مسافرانِ حرم المحترم کے لئے ہے خواہ وہ خشکی کے راستہ سے سفر کریں یا بحری راستہ سے، اور محاذاتِ میقات سے مراد ہر وہ مقام ہے جس کا فاصلہ مکہ معظمہ سے اتنا ہو جتنا اس میقات سے مکہ معظمہ کا فاصلہ ہے جس کی محاذات سے گذرنا ہے اس کے علاوہ محاذاتِ میقات کے جو معنی بھی بیان کئے گئے ہیں وہ شرعاً و عقلاً صحیح نہیں ہیں اور یہ بات مسلم ہے کہ کسی بھی منصوص میقات سے نہ گذرنے کی صورت میں کوئی سے دو میقاتوں کے درمیان کسی جگہ سے ضرور گذرنا پڑتا ہے اور وہ دونوں میقات مکہ مکرمہ سے مختلف فاصلہ پر واقع ہوں گے اس لئے فقہانے واضح فرما دیا ہے کہ میقاتِ ابعد من مکہ کی محاذات سے احرام باندھنا افضل ہے اور اقرب میقات تک مؤخر کرنا جائز ہے اور اقرب میقات کی محاذات سے آگے احرام باندھے بغیر گذرنا ممنوع و موجبِ دم ہے، اس سے

معلوم ہوا کہ ذاتِ عرق، قرن المنازل اور یلملم جو کہ مکہ مکرمہ سے دو دو مرحلۂ عرفی پر واقع ہیں اگر ان کا فاصلہ میلوں وغیرہ سے متعین نہیں کیا جائے گا تو اقرب و ابعد کا اصول بیکار ہو جائے گا، اور فقہا کی عبارتوں سے یہ بات بھی واضح ہے کہ جدّہ حدودِ حل میں واقع ہے اور یہ کہنا کہ جدّہ یلملم کی محاذات پر واقع ہے کیونکہ یلملم اور جدّہ دونوں مکہ معظمہ سے مرحلتین کے فاصلہ پر ہیں کسی طرح مسلّم نہیں ہے البتہ جدّہ کا مرحلتین پر واقع ہونے کا فائدہ احرام کے جدّہ تک مؤخر کرنے کے لئے اس وقت ظاہر ہو گا جبکہ محاذات کا جاننے والا کوئی نہ ہو جس سے معلوم کر سکے اور علامت سے محاذات کا علم نہ ہو سکے اور اجتہاد و تحری سے بھی اس کے متعلق ظنِ غالب حاصل نہ ہو سکے پس ایسی صورت میں سمندر کے اس راستے سے آنے والے حجاج کے لئے جدہ سے احرام باندھنا جائز ہو جائے گا کیونکہ فقہائے کرام نے محاذات کا علم یا ظنِ غالب نہ ہو سکنے کی صورت میں مکہ مکرمہ سے اقرب میقات کی مقدار کے فاصلہ یعنی مرحلتین پر احرام باندھنا واجب قرار دیا ہے لیکن آجکل یہ کہنا کسی طرح صحیح نہیں ہے کہ محاذات کا علم صحیح طریقہ سے ممکن نہیں ہے آجکل آلات نقشہ جات اور جہازرانوں کی معلومات کے پیش نظر یہ محض خیال خام ہے اور آجکل پاکستان سے جو بحری جہاز جدّہ جاتے ہیں ان کے کپتان مسلمان ہوتے ہیں اس لئے حاجیوں کو میقات کی اطلاع دینے والے کے کافر ہونے کا سوال بھی ختم ہو جاتا ہے۔

ان مذکورہ بالا اصولوں کا مقتضیٰ یہ ہے کہ پاک و ہند و دیگر بلادِ شرقیہ کے جو حجاج بحری راستے سے جدہ پہنچتے ہیں چونکہ ان کو مکہ مکرمہ جانے کے لئے یلملم و جحفہ دو میقاتوں کے درمیانی حصے میں سے کسی جگہ سے گزرنا ہوتا ہے اس لئے ان کو ان دونوں میقاتوں میں سے ابعد میقات یعنی جحفہ کی محاذات سے احرام باندھنا افضل ہے اور اقرب میقات یعنی یلملم کی محاذات تک احرام مؤخر کرنا بھی جائز ہے۔ جحفہ کی محاذات جدّہ سے بہت کافی پہلے آجاتی ہے اور یلملم کی محاذات بھی جدّہ سے پہلے ہی آجاتی ہے لہٰذا جدہ پہنچنے سے پہلے ہی بحری جہاز محاذاتِ میقات سے تجاوز کر کے حدودِ حل میں داخل ہو جاتا ہے جیسا کہ اہلِ فن پر یہ بات مخفی نہیں ہے اور جہازوں کے کپتان اس مقام کے آنے سے کچھ پہلے اعلان کر دیتے اور احرام باندھنے کے لئے آگاہ کر دیتے ہیں اس لئے پاک و ہند و بلادِ شرقیہ کے حجاجِ کرام کو مکہ مکرمہ جانے کے لئے سمندر میں یلملم کی محاذات سے احرام باندھ لینا لازمی ہے اگر اس سے تاخیر کریں گے تو محاذاتِ میقات سے بلا احرام گذرنے کی وجہ سے گنہگار ہوں گے جس کی وجہ سے اُن پر دم بھی واجب ہو گا اور توبہ بھی لازم ہو گی"۔

مفتیٔ اعظم حضرت مولانا محمد شفیع صاحب قدس سرہٗ نے بھی عوام کے لئے یہی فرمایا ہے کہ علما کے اختلاف کی صورت میں احتیاط کا پہلو اختیار کرنا بہتر ہے اور احتیاط اسی میں ہے کہ بحری جہاز میں محاذاتِ یلملم ہی سے احرام باندھ لیں یا ساحلِ جدہ پر اُترنے سے پہلے احرام باندھ لیں جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا ہے اس لئے عوام الناس کو اسی پر عمل کرنا چاہئے واللہ اعلم بالصواب (مؤلف)

مذکورہ بالا تحقیق سمندری راستہ سے سفر کرنے والے پاک و ہند اور بلادِ شرقیہ کے حجاجِ کرام کے متعلق بیان ہوئی ہے لیکن ان ملکوں کے جو لوگ ہوائی جہاز سے مکہ معظمہ جانے کے لئے جدہ کا سفر کرتے ہیں ہمارے علمائے کرام کا اس امر پر اتفاق ہے کہ ان کو جدہ پہنچکر احرام باندھنا کسی طرح جائز نہیں ہے کیونکہ ہوائی جہاز کا راستہ ایسا ہے جس میں جدہ پہنچنے سے پہلے ہوائی جہاز کئی

میقاتوں کی محاذات سے گذر کر جدہ پہنچتا ہے چنانچہ اہلِ عراق کے میقات ذاتِ عرق کی محاذات بھی راستہ میں آتی ہے اور اہلِ نجد کے میقات قرن المنازل کے تو تقریباً اوپر سے گذرتا ہے اور ہوائی جہاز کے مسافروں کو یہ پتہ چلنے کی کوئی صورت نہیں ہے کہ جہاز کس وقت حدودِ میقات کے اندر داخل ہوگا اور ہوائی جہاز اتنی تیز رفتاری سے پرواز کرتا ہے کہ اگر حدودِ میقات میں داخل ہونے کا علم بھی ہوجائے تو اس سے پہلے پہلے احرام باندھ کر فارغ ہونا مشکل ہے اور پھر ہوائی جہاز میں احرام باندھنے سے پہلے کے امورِ سنن و مستحبات کی ادائیگی بھی مشکل ہے، مؤلف) اس لئے ہوائی جہاز سے سفر کرکے حج و عمرہ کرنے والے حضرات کو چاہئے کہ اپنے گھر سے احرام باندھ کر روانہ ہوں یا ایئرپورٹ پر یا پھر ہوائی جہاز میں سوار ہوکر اس کی پرواز سے قبل یا قدرے بعد فوراً احرام باندھ لیں واللہ اعلم بالصواب (ماہنامہ البلاغ کراچی بابت ذیقعدہ ۱۳۸۷ھ بتغیر العبارۃ)

اہلِ حِلّ کا میقات

(۱) اہلِ حِلّ یعنی وہ لوگ جو عین میقات پر یا میقاتوں اور حدودِ حرم کے درمیانی علاقہ میں رہتے ہیں اُن سب کے لئے مواقیت اور حدودِ حرم کے درمیانی علاقہ کی تمام زمین میقات ہے جس کو حِلّ کہتے ہیں (اور اس کو حِلِّ صغیر بھی کہتے ہیں لیکن عام طور پر صرف حِلّ کا لفظ استعمال ہوتا ہے، مؤلف) کیونکہ حدودِ حرم سے باہر کی زمین ان کے حق میں مکانِ واحد کے حکم میں ہے اور ان کے حق میں احرام باندھنے کی آخری حد حرمِ محترم کی حد ہے جیسا کہ آفاقی کے لئے آخری حد میقات ہے پس سرزمینِ حِلّ کا رہنے والا شخص جب حج یا عمرہ کے ارادہ سے حدودِ حرم میں داخل ہو تو احرام باندھے بغیر داخل نہ ہو لیکن اگر اس کا ارادہ حج یا عمرہ کا نہ ہو تو اس کو ان دونوں مقاصد کے علاوہ کسی اور ضرورت کے لئے حدودِ حرم میں احرام باندھے بغیر داخل ہونا جائز ہے جیسا کہ مکہ کا رہنے والا شخص اپنی کسی ضرورت کے لئے حدودِ حرم سے باہر چلا جائے لیکن حِلّ ہی میں رہے حِلّ سے باہر آفاق میں نہ جائے تو اس کو احرام کے بغیر مکہ مکرمہ میں داخل ہونا جائز ہے لیکن اگر مکہ کا رہنے والا حدودِ میقات سے باہر چلا گیا تو اب اس کو احرام باندھے بغیر مکہ معظمہ میں داخل ہونا جائز نہیں ہے اس لئے کہ اب وہ حکماً آفاقی ہوگیا ہے [۱] پس جو لوگ عین میقات پر رہتے ہیں یا میقات کے اندر کی طرف حدودِ حرم تک رہتے ہیں حج و عمرہ کے لئے ان کی میقات وہ تمام زمین ہے جو میقات سے آگے انتہائے حِلّ یعنی حدودِ حرم تک واقع ہے اور ان کے لئے گنجائش یعنی جائز ہے کہ اس تمام جگہ میں جہاں سے چاہیں احرام باندھ لیں اور جب تک وہ احرام باندھے بغیر حدودِ حرم میں داخل نہ ہوں ان پر کوئی کفارہ لازم نہیں ہوگا [۲] یعنی حج و عمرہ کے لئے ان کا میقات حِلّ ہے جو کہ مواقیت اور حرم کے درمیان کی زمین ہے پس اگر انھوں نے حدودِ حرم تک احرام کو مؤخر کیا (یعنی حدِ حرم کے متصل پہنچ کر زمینِ حِلّ سے احرام باندھ لیا پھر حدودِ حرم میں داخل ہوئے) تو جائز ہے [۳] لیکن ان کو اپنے گھر سے احرام باندھ کر نکلنا افضل ہے اور اگر ان کا ارادہ حج یا عمرہ کا نہ ہو تو ان کو مکہ مکرمہ میں احرام کے بغیر داخل ہونا جائز ہے اور جب اُن کا ارادہ حج یا عمرہ کا ہو تو اب حدودِ حرم میں احرام کے ساتھ داخل ہونا واجب ہے [۴]

(۲) اور داخلِ مواقیت سے مراد وہ لوگ ہیں جو زمینِ حِلّ میں رہتے ہیں [۵] خواہ وہ وہاں کے اصلی باشندے ہوں یا

۱ بحر ۲ لباب و شرح ۳ ع ۴ لباب و شرح ۵ بحر۔

کسی ضرورت کے لئے وہاں آئے ہوں جیسا کہ مدینہ منورہ کا رہنے والا شخص کسی ضرورت کے لئے ذوالحلیفہ میں آجائے ؎۱ نیز داخلِ میقات سے مراد وہ لوگ ہیں جو میقات سے باہر نہیں ہیں پس یہ حکم عین میقات پر رہنے والوں اور میقات سے اندر حرم کی طرف رہنے والوں سب کو شامل ہے کیونکہ منصوص روایت میں ان دونوں کے بارے میں کوئی فرق نہیں ہے جیسا کہ فتح القدیر اور بحرالرائق وغیرہ میں اس کی تصریح کی گئی ہے اور داخلِ میقات سے مراد یہی ہونی چاہئے کہ وہ تمام مواقیت کے لحاظ سے داخلِ میقات ہوں تاکہ جو لوگ دو میقاتوں کے درمیان رہتے ہیں مثلاً جو لوگ ذوالحلیفہ اور جحفہ کے درمیانی علاقہ میں رہتے ہیں وہ اس حکم میں داخل ہوں کیونکہ وہ جحفہ کے لحاظ سے خارجِ میقات ہیں پس ان کو حرم میں داخل ہونے کے لئے جحفہ سے احرام باندھنا لازمی ہونا چاہئے اور ان کو احرام کے بغیر حدودِ حرم میں داخل نہیں ہونا چاہئے (خواہ وہ کسی بھی ارادے سے حرم میں داخل ہوں) غور فرمالیجئے ؎۲ اور اسی کی مثل بحرِ عمیق میں ہے چنانچہ اس میں کہا ہے کہ جو لوگ دو میقاتوں کے درمیان رہتے ہیں یعنی ایک میقات اُن کے آگے (مکہ کی طرف) ہے اور دوسرا میقات ان کے پیچھے (آفاق کی طرف) ہے جیسا کہ ذوالحلیفہ اور جحفہ تو اُن کو آفاقی کی طرح احرام باندھے بغیر جحفہ سے آگے جانا جائز نہیں ہے ؎۳ اور یہ بات بھی جان لینی چاہئے کہ ہمارے اصحاب میں سے امام طحاوی رحمہ اللہ کا مذہب یہ ہے کہ جو لوگ عین میقات پر رہتے ہیں وہ سب آفاقی کے حکم میں ہیں ؎۴ اس لئے اس میں احتیاط ہے کہ خود مواقیت یا محاذاتِ مواقیت کے رہنے والے لوگ یا جو آفاقی لوگ کسی اور غرض سے کسی میقات یا محاذاتِ میقات پر آئے ہوں اور پھر یہاں سے مکہ مکرمہ حاضر ہونے کی نیت سے حدودِ حرم میں جانے کا ارادہ کریں تو اگرچہ یہ میقات پر رہنے والوں کے حکم میں ہو گئے اور ان کو اندرونِ حل کسی بھی جگہ سے احرام باندھنا جائز ہے لیکن اس روایت کی وجہ سے بہتر یہ ہے کہ میقات ہی سے احرام باندھ کر جائیں ؎۵

(۳) اگر مدینہ منورہ کا رہنے والا شخص سیر و تفریح کے لئے ذوالحلیفہ کی طرف جائے اور وہاں سے کسی ضرورت کے لئے مکہ مکرمہ جانے کا ارادہ ہو جائے تو اب اس کو حدودِ حرم میں بلا احرام داخل ہونا جائز ہے جبکہ وہ اس راستہ سے جائے جس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے تھے اور اس حکم سے یہ بات لازم آتی ہے کہ خود ذوالحلیفہ کے رہنے والے لوگوں کے لئے بطریقِ اولیٰ یہی حکم ہے جبکہ وہ اسی قدیم راستے سے مکہ مکرمہ جائیں جس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے تھے اور اس سے یہ بات بھی لازم آتی ہے کہ جو لوگ اس مذکورہ قدیم راستے پر آباد ہیں جیسا کہ اہلِ عرج و ابواء اُن کے لئے بھی یہی حکم ہے کہ وہ بغیر احرام مکہ مکرمہ میں داخل ہو سکتے ہیں کیونکہ ذوالحلیفہ کے راستے کے لوگ ہیں پس ان کا حکم بھی اہلِ داخلِ میقات کے مطابق ہونا چاہئے کیونکہ اہلِ داخلِ میقات کے لئے تمتع و قران کا منع ہونا اور بغیر احرام کے حدودِ حرم میں داخل ہونا مطلق طور پر مذکور ہے یعنی ہر میقات کے لئے ہے اس لئے اہلِ ذی الحلیفہ بھی اس اطلاق میں داخل ہیں لیکن جو لوگ ذوالحلیفہ کے اس قدیم راستے سے خارج ہیں جس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے تھے جیسا کہ اہلِ بدر و صفرا تو ان کے لئے آفاقی کی طرح جائز نہیں ہے کہ وہ

؎۱ غنیہ۔ ؎۲ ش۔ ؎۳ غنیہ وحیات۔ ؎۴ شرح اللباب۔ ؎۵ زبدہ۔

(حدودِ حرم میں داخل ہونے کے لئے) میقاتِ جحفہ (رابغ) سے احرام کے بغیر آگے جائیں کیونکہ وہ اہلِ طریق ذی الحلیفہ نہیں ہیں لیکن ردالمحتار وغیرہ کے کلام کا مقتضیٰ یہ ہے کہ عام مستعمل راستے کا اعتبار ہے اگرچہ نیا ہو جیسا کہ تمام مواقیت کے لئے یہی حکم ہے نہ کہ قدیم راستہ جو اب متروک ہو چکا ہے۔ پس ظاہر یہ ہے کہ قدیم راستے کی کوئی قید نہیں ہے واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم لے (خلاصہ یہ ہے کہ جو لوگ ذوالحلیفہ سے مکہ مکرمہ کے قدیم یا جدید راستہ سے ہٹ کر دائیں یا بائیں جانب آباد ہیں ان کے لئے حدودِ حرم میں جانے کیلئے آفاقی کی طرح احرام کے بغیر جحفہ سے آگے جانا جائز نہیں ہے ——————————

—————————— لیکن جو لوگ قدیم یا جدید عام مستعمل راستے پر آباد ہیں ان کو احرام کے بغیر مکہ مکرمہ جانا جائز ہے جبکہ حج یا عمرہ کا ارادہ نہ ہو، مؤلف)

(تتمہ) ذوالحلیفہ سے مکہ مکرمہ کا وہ قدیم راستہ جس سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے جاتے تھے آجکل کے راستے سے وادیٔ روحار کے آخری حصے سے مسجد غزالہ کے نزدیک سے جو کہ مکہ مکرمہ جانے والے کے بائیں جانب واقع ہے الگ ہو جاتا ہے اور اس قدیم راستے پر چلنے والا الاعرج اور ابواء سے گزرتا ہے اور یہ شامی الجحفہ ہے لیکن آجکل لوگوں کا راستہ وادیٔ روحار کے بعد خیف بنی سالم یا صفرا اور بدر سے ہو کر گزرتا ہے، یہاں تک کہ وادیٔ جحفہ کے زیریں حصہ رابغ سے ہو کر گزرتا ہے پھر قدید کے قریب پرانے راستے سے جا ملتا ہے ۲ھ

(۴) علامہ شیخ قطب الدین (قطبی) رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی منسک میں کہا ہے کہ اہلِ جدہ و اہلِ حدہ اور مکہ مکرمہ کے قُرب و جوار کی وادیوں میں رہنے والوں کو اس بات سے آگاہ ہونا ضروری ہے کہ وہ لوگ اکثر چھ یا سات ذی الحجہ کو احرام کے بغیر مکہ مکرمہ میں داخل ہوتے ہیں اور مکہ مکرمہ سے حج کے لئے احرام باندھتے ہیں تو ان میں سے جو لوگ حنفی ہیں اُن کو واجب ہے کہ وہ حدودِ حرم میں داخل ہونے سے پہلے احرام باندھ لیا کریں ورنہ اُن پر میقات سے احرام کے بغیر آگے جانے کی وجہ سے دم (قربانی) واجب ہوگا لیکن اگر وہ لوگ مکہ مکرمہ سے احرام باندھ کر عرفات کی طرف روانہ ہوں جیسا کہ ان لوگوں کی عادت ہے تو اس میں گنجائش ہے کہ جب وہ تلبیہ کہتے ہوئے حدودِ حل میں داخل ہوں تو اُن سے دم مجاوزت ساقط ہو جانا چاہئے کیونکہ اب وہ احرام کی حالت میں اپنے میقات پر لوٹ آئے ہیں اور تلبیہ کہہ لیا ہے اور اپنے میقات پر لوٹنے اور تلبیہ کہنے سے دم ساقط ہو جاتا ہے لیکن یہاں پر یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ ان کا عرفات کے راستے میں حدودِ حل میں آنا میقات کی طرف لوٹنے میں شمار نہیں ہوگا اس لئے کہ اُن کا میقات کی طرف لوٹنے کا قصد نہیں ہے جس سے اس چیز کی تلافی ہو جاتی جو بغیر احرام مجاوزتِ میقات سے لازم ہوئی ہے بلکہ انھوں نے عرفات کی طرف جانے کا قصد کیا ہے اور میں نے کسی کو اس کی تردید کرتے ہوئے نہیں پایا، واللہ اعلم بالصواب اھ۔ اور شیخ عبداللہ العفیف نے اس کو اپنی شرح میں تحریر فرمایا ہے اور اس کا اقرار کیا ہے اور قاضی محمد عید رحمہ اللہ نے اپنی شرح منسک میں کہا ہے کہ ظاہر یہ ہے کہ اس سے دم ساقط ہو جائے گا کیونکہ میقات پر واپس لوٹ آنے اور تلبیہ کہنے سے دم مجاوزت ساقط ہو جاتا ہے خواہ وہ

لے غنیہ ملخصاً ۲ھ غنیہ

واپس لوٹنے کی نیت کرے یا نہ کرے کیونکہ مقصود یعنی اس مبارک سرزمین کی تعظیم حاصل ہو جاتی ہے اھ۔ درمختار کے حاشیۃ المدنی میں اسی طرح ہے [1]

اہلِ حرم کا میقات

اہلِ حرم سے مراد وہ لوگ ہیں جو حدودِ حرم کے اندر رہتے ہیں خواہ وہ وہاں کے مستقل باشندے ہوں یا دوسری جگہ سے آئے ہوں اور خواہ وہ مقیم ہوں یا مسافر [2] پس جو لوگ مکۂ معظمہ میں یا حدودِ حرم میں کسی اور جگہ مثلاً منیٰ وغیرہ میں رہتے ہوں حج کے لئے ان کا میقات حدودِ حرم کے اندر کی تمام سرزمین ہے اس میں جہاں سے چاہیں احرام باندھ لیں لیکن مسجد الحرام یعنی بیت اللہ شریف کی مسجد سے احرام باندھنا افضل ہے اس کے بعد ان کو اپنے گھروں سے احرام باندھنا افضل ہے [3] اور مسجدِ مذکور میں اکمل جگہ حطیم میں ہے خصوصاً میزابِ رحمت کے نیچے [4] اور حدِ حرم تک اس کو مؤخر کرنا جائز ہے [5] اور مکۂ مکرمہ اور حدودِ حرم والوں کے لئے عمرہ کا میقات تمام زمینِ حِل ہے [6] تاکہ انھیں عمرہ کرنے میں ایک قسم کا سفر حاصل ہو جائے [7] جو کہ مشقت و تکلیف کا سبب ہے تاکہ مزید اجر حاصل کرے [8] پس مکۂ مکرمہ یا حدودِ حرم کا رہنے والا شخص جب حج کا ارادہ کرے تو اس کا میقات سرزمینِ حرم ہے اگر وہ زمینِ حِل سے حج کا احرام باندھے گا تو اس پر دم (قربانی) واجب ہو گا اور جب وہ عمرہ کا ارادہ کرے تو اس کا میقات حِل ہے اگر وہ زمینِ حرم سے عمرہ کا احرام باندھے گا تو اس پر دم (قربانی) واجب ہو گا کیونکہ اس نے ان دونوں صورتوں میں اپنے میقات کو ترک کر دیا ہے حالانکہ وہ میقات بالاجماع ثابت ہیں [9] پس حدودِ حرم میں رہنے والا جو شخص عمرہ کا ارادہ کرے وہ حدودِ حرم سے حِل کی طرف جس جانب سے چاہے نکلے اور احرام باندھے لیکن تنعیم سے احرام باندھنا افضل ہے [10] یعنی احناف کے نزدیک مکی (یعنی اہلِ حرم) کا تنعیم سے عمرہ کا احرام باندھنا افضل ہے اور امام شافعی رحمۃ اللہ کے نزدیک عمرہ کا احرام جعرانہ سے باندھنا افضل ہے [11] تنعیم حدِ حرم سے باہر حِل کی حد میں مدینۂ طیبہ کے راستہ پر مکۂ مکرمہ سے تین میل کے فاصلہ پر ایک مقام ہے جو مسجدِ عائشہ رضی اللہ عنہا کے نزدیک ہے اور یہ مقام حِل کے تمام مقامات میں مکۂ مکرمہ سے زیادہ قریب ہے اور احناف کے نزدیک جعرانہ یا دوسرے مقاماتِ حِل کی بہ نسبت یہاں سے عمرہ کا احرام باندھنا افضل ہے اور جعرانہ جیم و عین کی زیر اور را کی تشدید کے ساتھ ہے اور زیادہ فصیح عین کے سکون اور را کی تخفیف یعنی بغیر تشدید کے ہے۔ اگرچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بنفسِ نفیس جعرانہ سے عمرہ کا احرام باندھا تھا لیکن حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہما کو ارشاد فرمایا تھا کہ وہ اپنی بہن حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ تنعیم جائے تاکہ وہ وہاں سے عمرہ کا احرام باندھ لیں، اور احناف کے نزدیک قولی دلیل فعلی دلیل پر مقدم ہے لیکن امام شافعیؒ کے نزدیک فعلی دلیل قولی دلیل سے اقویٰ ہے اس لئے ان کے نزدیک جعرانہ سے عمرہ کا احرام باندھنا افضل ہے [12] نیز ہم یہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جعرانہ سے احرام باندھنا بطریقِ قصد واقع نہیں ہوا بلکہ طائف سے واپسی کے وقت جعرانہ سے گزرتے ہوئے واقع ہوا تھا اس لئے بھی تنعیم پر اس کی افضلیت لازم نہیں آتی

[1] منحہ و ش و غنیہ و ارشاد۔ [2] غنیہ [3] لباب و شرحہ بتغیر و حیات وغیرہما [4] حیات [5] غنیہ عن طوالع [6] بحر و ع و لباب و حیات۔ [7] شرح اللباب و حیات [8] حیات [9] بحر [10] ع [11] لباب و شرحہ [12] ش بزیادۃ و حیات۔

نیز امام محمد بن سیرین سے بطریق مرسل روایت کی گئی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہلِ مکہ کے لئے تنعیم کو میقات مقرر فرمایا ہے اس کو امام ابوداؤد نے مراسیل میں روایت کیا ہے پس اس روایت سے بھی تنعیم کی افضلیت کو تقویت پہنچتی ہے کما لایخفی [1] پس عمرہ کا احرام تنعیم میں اس جگہ سے باندھنا افضل ہے جہاں سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عمرہ کا احرام باندھا تھا۔ بعض نے کہا کہ یہ وہ مسجد ہے جو حدودِ حل میں حرم سے قریب ہے اور بعض نے کہا کہ یہ وہ مسجد ہے جو حدودِ حل میں پہلی مسجد سے دُور ہے اور بعض نے کہا کہ یہی اظہر ہے تنعیم کے بعد جعرانہ سے عمرہ کا احرام باندھنا افضل ہے۔ امام طحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس کے برعکس اختیار کیا ہے جیسا کہ امام مالک و امام شافعی رحمہما اللہ تعالیٰ کا مذہب بھی یہی ہے [2] جاننا چاہئے کہ تنعیم میں دو مسجدیں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے نام سے مشہور ہیں اور اس بارے میں علماء کا اختلاف ہے کہ وہ کونسی جگہ ہے جہاں سے خود حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے احرام باندھا تھا۔ اس بارے میں دو قول ہیں بعض نے کہا ہے کہ یہ وہ جگہ ہے جہاں وہ مسجد بنی ہوئی ہے جو حدِ حرم سے دوسری کی نسبت قریب ہے۔ ابن جزیج دمشقی بن صلاح سے یہی منقول ہے اور اہلِ مکہ کے نزدیک بھی یہی مشہور و متعارف ہے جیسا کہ فاکہی نے ذکر کیا ہے اور بعض نے کہا ہے کہ یہ وہ جگہ ہے جہاں وہ مسجد بنی ہوئی ہے جو حدِ حرم کی پہلی کی نسبت دُور ہے اور ایک بلند پشتہ کے قریب اس پشتہ سے نیچی جگہ میں ہے۔ اور شیخ محب الدین طبری نے کہا کہ یہی اظہر ہے اور ان دونوں مسجدوں میں سے ہر ایک میں پُرانے پتھر ہیں جن پر کچھ لکھا ہوا ہے جس کا مقتضیٰ یہ ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس جگہ سے احرام باندھا ہے اور احسن یہ ہے کہ ان دونوں قولوں میں اس طرح تطبیق دی جائے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ایک مرتبہ اس جگہ سے احرام باندھا اور دوسری مرتبہ دوسری جگہ سے باندھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں یہ مساجد نہیں تھیں بلکہ بعد میں یہاں دونوں جگہ پر مساجد تعمیر کردی گئیں تاکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے تنعیم میں احرام باندھنے کی جگہ کی علامت رہے جیسا کہ ابنِ جماعہ نے اپنی منسک میں کہا ہے اور کہا گیا ہے کہ ان دونوں مسجدوں کے درمیان جدید گز سے آٹھ سو بہتر گز کا فاصلہ ہے اور ان دونوں کے درمیان ایک کنواں ہے یہ دُور کے فاصلہ والی مسجد اور یہ کنواں ۳۵ھ میں تعمیر ہوئے اور قریب کے فاصلہ والی مسجد [4] اس کے بعد دوم مرتبہ تعمیر کی گئی جیسا کہ المنسک لمتوسط لملا رحمۃ اللہ السندھی کے بعض شارحین نے بیان کیا ہے اور جعرانہ ایک موضع ہے جو طائف کے راستہ میں مکہ معظمہ سے اٹھارہ میل کے فاصلہ پر ہے وہاں ایک مسجد ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احرام باندھنے کا مقام ہے یہ مسجد وادی کی پشت پر اس کنارہ پر واقع ہے جو مکہ مکرمہ کی طرف سے دُور تر ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وادی کو احرام کی حالت میں عبور فرمایا تھا اور وہاں ایک ایک دوسری مسجد بھی ہے جو مکہ مکرمہ سے قریب تر ہے اس کو ایک قریشی شخص نے بنایا تھا اور اس کو مسجد مقرر کرلیا تھا یہ مسجد (جو مسجدِ جعرانہ کی بہ نسبت مکہ مکرمہ سے قریب ہے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احرام باندھنے کی جگہ نہیں ہے جیسا کہ بعض لوگوں نے ایسا گمان کیا ہے، تنعیم اور جعرانہ ارضِ حل میں ہیں اور ارضِ حرم سے باہر ہیں [3] وادیٔ جعرانہ کے فضائل جو

---

[1] حیات [2] غنیہ [3] حیات و غنیہ۔ [4] آجکل وہاں ایک ہی مسجد بنی ہوئی ہے اور سب لوگ اس مسجد میں ہی احرام باندھتے ہیں۔ (مؤلف)

علامہ خجندیؒ نے ذکر فرمائے ہیں ان میں سے بعض یہ ہیں کہ یہاں سے تین سو انبیاء کرام علیہم السلام نے عمرہ کیا ہے اور مسجد خیف میں ستر انبیاء علیہم السلام نے نماز پڑھی اور جعرانہ کا پانی نہایت شیریں ہے، کہا جاتا ہے کہ پانی کی اس جگہ کو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بہ نفسِ نفیس اپنے دستِ مبارک سے کھودا ہے پس وہاں سے پانی جاری ہوا جس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بھی نوش فرمایا اور لوگوں کو بھی پلایا، اور بعض نے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا عصا گاڑا تو اس جگہ سے پانی اُبل کر نکلا ؎۱ اہلِ حرم کے علاوہ جو دوسرے لوگ حدودِ حرم میں داخل ہو گئے خواہ وہ اقامت کی نیت نہ بھی کریں مثلاً صرف عمرہ کرنے والا یا حجِ تمتع کرنے والا آفاقی شخص تو یہ لوگ بھی اہلِ حرم کے حکم میں ہیں ؎۲ پس اہلِ مکہ سے مراد ہر وہ شخص ہے جو حدودِ حرم میں داخل ہو، خواہ وہ مکہ مکرمہ میں رہتا ہو یا حدودِ حرم میں کسی اور جگہ رہتا ہو اور خواہ وہ اہلِ مکہ و اہلِ حرم میں سے ہو یا حدودِ حرم کے باہر کا شخص حدودِ حرم میں داخل ہو گیا ہو ؎۳

حالت بدل جانے سے میقات بھی بدل جاتا ہے

اور حالت بدل جانے سے میقات بھی بدل جاتا ہے یعنی ان تینوں مقامات ارضِ حرم و ارضِ حل و آفاق کے رہنے والوں میں سے جب کوئی شخص اپنی جگہ سے دوسری جگہ میں چلا جائے گا تو اس کا میقات بدل کر وہی ہو جائے گا جہاں وہ اب ہے۔ پس اگر آفاقی حرم یا حل میں آ گیا تو اس کا میقات حسبِ اختلافِ حالت حرم یا حل ہو جائے گا اور اسی طرح مکی حِل یا آفاق میں چلا گیا تو اس کا میقات حل یا آفاق ہو گا ؎۴ پس جب کوئی آفاقی شخص (کسی ضرورت کے لئے) زمینِ حل میں داخل ہوا یا کوئی مکہ مکرمہ کا رہنے والا زمینِ حل کی طرف نکلا اب اگر وہ وہاں سے حج یا عمرہ کا ارادہ کرے تو وہ اہلِ حل کے حکم میں ہے اور اسی طرح جب کوئی حل یا مکہ کا رہنے والا شخص آفاق کی طرف چلا گیا تو وہ اہلِ آفاق کے حکم میں ہو گیا اس کو مکہ مکرمہ یا حدودِ حرم میں جانے کے ارادہ سے اہلِ آفاق کے میقات سے احرام کے بغیر آگے جانا جائز نہیں ہے اور اسی طرح جب کوئی آفاقی یا حل کا رہنے والا شخص مکہ یا حدودِ حرم میں داخل ہو گیا تو اب حج کیلئے حدودِ حرم اس کا میقات ہے اور عمرے کے لئے حل میقات ہے اور یہ سب اس وقت ہے جبکہ کسی ضرورت کے لئے ان میقات میں داخل ہوا یا ان کی طرف نکلا ہو خواہ اس نے وہاں پر اقامت کی نیت نہ کی ہو لیکن اگر وہ کسی ضرورت کے لئے نہیں بلکہ دانستہ طور پر اپنا میقات ترک کر کے وہاں سے احرام باندھنے کے لئے ان جگہوں میں آیا ہو تو وہ شخص اس جگہ والوں کے حکم میں داخل نہیں ہو گا اسے اپنے میقات کی طرف واپس لوٹنا اور وہاں سے احرام باندھنا واجب ہے پس اگر وہ اپنے میقات پر واپس آ کر احرام نہیں باندھے یا احرام کی صورت میں تلبیہ نہیں کہے گا تو اس پر دم واجب ہو گا اور اگر وہ واپس لوٹنے پر قادر ہوتے ہوئے نہیں لوٹے گا تو اس کے ترک سے گنہگار ہو گا اور قادر نہ ہونے کی صورت میں گنہگار نہیں ہو گا لیکن اس شخص پر دمِ مجاوزت کے علاوہ اس ترک کی وجہ سے اور کوئی دم واجب نہیں ہو گا ؎۵ اور اس بارے میں کلیہ قاعدہ یہ ہے کہ ان تینوں مقامات میں سے جس مقام میں وہ چلا گیا اسی مقام والوں کے میقات کے حکم میں داخل ہو جائے گا لیکن شرط یہ ہے کہ وہ شرعی طریقہ پر وہاں گیا ہو۔ پس

؎۱ غنیہ عن ابی سعود ؎۲ لباب و شرحہ ؎۳ بحر ؎۴ لباب و شرحہ ؎۵ غنیہ و لباب و شرحہ۔

اگر وہ غیر مشروع طریقہ سے وہاں جائے گا تو اس جگہ والوں کے حکم میں نہیں ہوگا، مثلاً کسی آفاقی شخص نے احرام کے بغیر میقات کو عبور کرلیا اور حدودِ حرم میں داخل ہوگیا یا مکہ کا رہنے والا شخص حج کا احرام باندھنے کے لئے حل کی طرف گیا یا صرف راستے سے گذرنے کے لئے میقات پر گیا جیسا کہ آفاقی شخص جب مکہ مکرمہ میں داخل ہونے کے لئے میقات پر گیا تو اس کا حکم اس جگہ کے رہنے والوں کے مطابق نہیں ہوگا جن کی طرف وہ گیا ہے [۱] (مزید تفصیل آگے آتی ہے مؤلف)

احرام باندھے بغیر میقات سے گذرجانا

جو شخص بغیر احرام باندھے اپنے میقات سے آگے چلا جائے گا خواہ اس کے بعد وہ احرام باندھ لے یا نہ باندھے اس کو کسی میقات پر واپس لوٹنا واجب ہے اگر وہ نہیں لوٹے گا تو اس پر دم واجب ہوگا [۲] پس اگر آفاقی نے میقات سے آگے گذر کر احرام باندھا یا اہلِ حرم نے حج کے لئے حل سے احرام باندھا اور عمرہ کے لئے حرم سے احرام باندھا یا اہلِ حل نے حرم سے احرام باندھا تو ان کو اپنے اپنے شرعی میقات کی طرف لوٹنا واجب ہے تاکہ ان سے حرمت دور ہوجائے اور کفارہ (دم) ساقط ہوجائے اگر یہ لوگ اپنے اپنے میقات کی طرف نہ لوٹے تو اُن پر دم واجب ہوگا اور وہ گنہگار بھی ہوں گے [۳]

آفاقی کا احرام کے بغیر اپنے میقات سے آگے جانا

(۱) اگر کوئی مسلمان عاقل بالغ شخص جو آفاقی یعنی میقات سے باہر کا رہنے والا ہو مکہ مکرمہ یا حدودِ حرم میں داخل ہونے کا ارادہ رکھتا ہو خواہ حج یا عمرہ کی نیت سے ہو یا کسی اور غرض مثلاً صرف زیارت یا سیر و تفریح یا تجارت کے لئے ہو اس کو میقات سے احرام کے بغیر گذرنا حرام ہے پس اس کو احرام باندھنے کے لئے معینہ میقاتوں میں سے کسی ایک کی طرف لوٹنا واجب ہے اگرچہ وہ اس کا اپنا میقات نہ ہو، پس اگر وہ کسی میقات پر لوٹ کر احرام نہیں باندھے گا تو اس پر دم واجب ہوگا (جیسا کہ تفصیل آگے آتی ہے) [۴] یعنی اگر کوئی شخص کسی میقات پر پہنچا خواہ وہ میقات وہ ہو جو شرعاً اس کے لئے معین ہے یا کوئی اور دوسرا میقات ہو اور وہ بغیر احرام اس سے آگے بڑھ گیا پھر میقات سے آگے چلے جانے کے بعد خواہ اس نے احرام باندھ لیا ہو یا نہ باندھا ہو، اس کو ان (معروف میقاتوں میں سے کسی میقات کی طرف لوٹنا واجب ہے خواہ اس میقات کی طرف ہی لوٹے جو مکہ مکرمہ سے قریب ہے اور اس کو اپنے اس مخصوص میقات کی طرف لوٹنے کی پابندی نہیں ہے جس سے وہ بلا احرام گذرا تھا لیکن امام ابو یوسف ؒ سے ایک روایت یہی ہے اس لئے اولیٰ یہی ہے کہ اسی اپنے میقات کی طرف لوٹے تاکہ خلاف سے بچ جائے [۵] ظاہر الروایت کی بنا پر دم مجاوزت ساقط ہونے کے لئے اپنے اسی میقات پر واپس آنا شرط نہیں ہے بلکہ خواہ اسی میقات کی طرف لوٹے جس سے آگے گیا ہے یا آفاقیوں کے کسی دوسرے میقات کی طرف لوٹے دم مجاوزت ساقط ہونے میں برابر ہے اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ سے یہ روایت ہے کہ اگر وہ میقات جس کی طرف لوٹ رہا ہے اس کے میقات کے محاذی (برابر فاصلے پر) ہے جس سے وہ

---

[۱] لباب وشرحہ و غنیہ ملتقطاً [۲] غنیہ [۳] لباب وشرحہ [۴] درو ش بتصرف [۵] لباب وشرحہ

آگے گیا تھا یا اس سے زیادہ فاصلہ پر ہے تب تو دمِ مجاوزت ساقط ہونے میں اس میقات کی مانند ہے جس سے وہ آگے گیا تھا اور اگر اس سے کم فاصلہ پر ہے یعنی اس کی بہ نسبت مکہ مکرمہ سے قریب والے میقات کی طرف رجوع کریگا تو دمِ مجاوزت ساقط نہیں ہوگا اور صحیح ظاہر الروایت کا حکم ہے اس لئے کہ ہم پہلے بیان کرچکے ہیں کہ ان میقاتوں میں سے ہر میقات وہاں کے لوگوں کیلئے بھی میقات ہے اور دوسرے لوگ جو اس میقات سے گذریں اُن کے لئے بھی وہی میقات ہے کیونکہ نص میں محاذات کے اعتبار کے بغیر مطلقاً یہی حکم ہے [۱] پس جس میقات سے وہ احرام کے بغیر آگے گیا تھا اسی میقات پر واپس آکر احرام باندھنا افضل ہے جبکہ وہ اس سے ابعد ہو تاکہ خلاف سے بچ جائے اور اس لئے بھی کہ اس میں زیادہ مشقت ہے اور اجر و ثواب بقدرِ مشقت ہوتا ہے ظاہر الروایت کی بنا پر اسی میقات پر لوٹنا جس سے آگے گیا تھا دمِ مجاوزت ساقط ہونے کے لئے شرط نہیں ہے بلکہ دم ساقط ہونے کیلئے اسی میقات کی طرف لوٹنا یا کسی دوسرے میقات کی طرف لوٹنا برابر ہے بخلاف امام ابو یوسف رحمہ اللہ کی ایک روایت کے، اور اگر مطلقاً کسی میقات کی طرف بھی نہ لوٹا تو اس پر میقات سے بلا احرام گذر جانے کی وجہ سے دم واجب ہوگا [۲]

(۲) میقات کی طرف لوٹ کر احرام باندھنے کا حکم اس وقت ہے جبکہ اس کو کوئی عذر نہ ہو پس اگر اس کو کوئی عذر نہیں ہے اور وہ میقات کی طرف نہ لوٹا تو واپس لوٹنا جو اس پر واجب تھا اس کے ترک کرنے کی وجہ سے دوسرا گناہ ہوگا (یعنی پہلا گناہ احرام کے بغیر میقات سے آگے جانے کا اور دوسرا گناہ واپس آنا ترک کرنے کا ہوگا کیونکہ دونوں صورتوں میں ترک واجب ہوگا، مؤلف) اور اگر اس کو کوئی عذر ہو مثلاً راستہ میں جان و مال کا خوف یا ساتھیوں سے بچھڑ جانا یا وقت کی تنگی یا سخت بیماری وغیرہ کا عذر ہو پس اُس نے اسی جگہ سے احرام باندھ لیا اور میقات کی طرف واپس نہ آیا تو اس صورت میں وہ واپس نہ لوٹنے کی وجہ سے گنہگار نہیں ہوگا لیکن بلا احرام میقات سے گذر جانے کا گناہ اس پر رہے گا اور دمِ مجاوزت واجب ہوگا [۳] (پس اس گناہ سے توبہ و استغفار کرنا چاہئے مؤلف) اور اگر احرام کے ساتھ کسی میقات پر لوٹنے میں حج فوت ہو جانے کا خوف ہو تو اس پر نہ لوٹنا واجب ہے اور وہ اپنے اسی احرام میں حج کی ادائیگی کے لئے چلا جائے کیونکہ حج فرض ہے اور میقات سے احرام باندھنا واجب ہے اور واجب کا ترک کرنا فرض کے ترک کرنے سے اہون و آسان تر ہے اور اسی طرح عمرہ کی صورت میں اگر واپس لوٹنے میں اپنی جان و مال کا خوف ہو تو واپس لوٹنا واجب نہیں ہے [۴]

(۳) اگر میقات سے بغیر احرام آگے بڑھ جانے والا شخص احرام باندھنے سے پہلے کسی میقات پر واپس آکر احرام باندھ لے اور پھر احرام کی حالت میں میقات سے آگے جائے تو بالاجماع اس پر دم واجب نہیں ہے (یعنی دمِ مجاوزت ساقط ہو جائے گا) کیونکہ جب وہ احرام باندھنے سے پہلے میقات کی طرف لوٹ آیا اور میقات پر احرام باندھ لیا تو اس کا بغیر احرام آگے جانا کالعدم ہوگیا اور اب میقات سے اس کے احرام کی ابتدا ہوگئی۔ اور اگر میقات سے بلا احرام گذر جانے کے بعد احرام باندھ لیا پھر حج یا عمرہ کے افعال شروع کرنے سے پہلے یعنی طوافِ عمرہ یا طوافِ قدوم یا وقوفِ عرفہ شروع کرنے سے پہلے میقات کی طرف واپس آکر تلبیہ (لبیک الخ) پڑھ لیا تو اس سے دم ساقط ہو جائے گا اور اگر احرام باندھ کر میقات پر واپس آیا اور میقات پر واپس آکر اس نے

[۱] فتح و بدائع [۲] لباب و شرحہ بتصرف [۳] غنیہ و ارشاد ملتقطاً [۴] ش بتصرف و غنیہ۔

تلبیہ نہیں پڑھا تو دم ساقط نہیں ہوگا، یہ امام ابو حنیفہؒ کا قول ہے اور امام ابو یوسف و امام محمد رحمہما اللہ کا قول یہ ہے کہ احرام کے ساتھ میقات پر واپس آنے سے دم ساقط ہو جائے گا خواہ تلبیہ پڑھے یا نہ پڑھے اور امام زفر رحمہ اللہ نے کہا کہ دم ساقط نہیں ہوگا خواہ تلبیہ پڑھے یا نہ پڑھے [1] اور یہ حکم اس وقت ہے جبکہ یہ فرض کر لیا گیا ہے کہ اس نے حدودِ حل میں داخل ہونے کے بعد احرام باندھ لیا ہے اور اگر احرام نہیں باندھا اور احرام کے بغیر میقات پر واپس آیا ہے تو اب اس کے لئے ضروری ہے کہ نیت کرے اور تلبیہ پڑھے تاکہ اب وہ احرام میں داخل ہو جائے [2] اور اگر بلا احرام میقات سے آگے گذر جانے کے بعد احرام باندھ لیا اور حج یا عمرہ کے افعال شروع کرنے کے بعد میقات کی طرف واپس لوٹا مثلاً حجرِ اسود کا استلام کرنے کے بعد یا طوافِ قدوم کئے بغیر عرفات کا وقوف کرنے کے بعد لوٹا تو اس سے دم ساقط نہیں ہوگا [3] اور استلام سے مراد پہلے دو چکروں کے درمیان کا استلام ہے یعنی پہلے چکر کے ختم پر دوسرا چکر شروع کرتے وقت کا استلام ہے نہ کہ شروع طواف کا استلام اور بدائع کے قول سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے چنانچہ اس میں ہے کہ ایک یا دو چکر کرنے کے بعد لوٹا اھ، اور بحر الرائق وغیرہ کی عبارت کا ظاہر بھی اسی پر دلالت کرتا ہے کہ دم لازم ہونے اور سقوطِ دم ممکن نہ ہونے کے لئے پورے چکر کے بعد لوٹنا شرط ہے جیسا کہ بحر الرائق میں کہا ہے کہ اگر وہ طواف کا ایک چکر ادا کرنے کے بعد میقات کی طرف لوٹا تو اس سے دم ساقط نہیں ہوگا اھ اور صاحب ہدایہ وغیرہ نے ابتدائے طواف کے بعد لوٹنے سے دم ساقط نہ ہونے کو بیان کیا ہے اور ایک چکر پورا ہونے کی قید نہیں لگائی۔ شیخ محمد طاہر سنبل رحمہ اللہ نے ان دونوں قولوں میں اس طرح تطبیق دی ہے کہ ابتدائے طواف کے استلام کے بعد لوٹنے سے دم ساقط نہ ہونے کو عمرہ کے طواف پر محمول کیا جائے کیونکہ عمرہ کرنے والا حجرِ اسود کا پہلا استلام کرتے ہی تلبیہ کہنا موقوف کر دیتا ہے اور مجردِ استلام سے ہی وہ عمرہ کے افعال شروع کرنے والا ہو جاتا ہے بخلاف حج کرنے والے کے کہ اس کے لئے طوافِ قدوم کا پورا چکر کر کے لوٹنا دم ساقط نہ ہونے کے لئے شرط ہے کیونکہ وہ طواف کا پورا چکر کرنے کے بعد افعالِ حج شروع کرنے والا بنتا ہے اور یہ توفیق و تطبیق بین القولین حسن ہے اھ [4] پس اگر میقات سے بلا احرام آگے جانے کے بعد حج کا احرام باندھا اور طوافِ قدوم کا ایک چکر پورا کرنے کے بعد میقات کی طرف لوٹا یا طوافِ قدوم کئے بغیر وقوفِ عرفہ شروع کرنے کے بعد میقات کی طرف لوٹا یا عمرہ کا احرام باندھا اور عمرہ کا طواف شروع کرنے اور شروع طواف کا استلام کرنے کے بعد میقات کی طرف لوٹا تو اس سے بالاتفاق دم مجاوزت ساقط نہیں ہوگا [5] کیونکہ جب احرام کا اتصال افعالِ حج یا افعالِ عمرہ کے ساتھ ہو گیا تو اس پر دم کا واجب ہونا مؤکد ہو گیا پس اب وہ دم واپس لوٹنے سے ساقط نہیں ہوگا [6] اور اگر وہ شخص جو بلا احرام میقات سے آگے گیا ہے میقات پر واپس نہ آیا لیکن اُس نے عمرہ کے احرام کی صورت میں طوافِ عمرہ سے پہلے جماع کر کے عمرہ کا احرام فاسد کر دیا اور حج کے احرام کی صورت میں وقوفِ عرفہ سے پہلے جماع کر کے حج کا احرام فاسد کر دیا تو دونوں صورتوں میں اس سے دم مجاوزت ساقط ہو جائے گا کیونکہ اس پر اس عمرہ یا حج کی قضا واجب ہے اور اس دم کا تدارک عمرہ یا حج کی قضا کے ساتھ ہو جائے گا اور اسی طرح اگر اس کا حج فوت ہو گیا تو وہ عمرہ کر کے اس احرام سے باہر ہو جائے گا اور اس پر اس حج کی قضا واجب ہو گی اور ہمارے تینوں ائمہ

[1] لباب وشرحہ وبدائع ملتقطاً [2] شرح اللباب [3] لباب وشرحہ ملخصاً [4] تقریرات الرافعی ملخصاً [5] غنیہ بالتصرف وبدائع [6] بدائع بزیادۃ۔

(امام ابوحنیفہ وصاحبین رحمہم اللہ تعالیٰ) کے نزدیک دمِ مجاوزت اس سے ساقط ہو جائے گا اور امام زفر رحمہ اللہ کے نزدیک یہ دم ساقط نہیں ہوگا [۱]

(۴) اگر کوئی آفاقی شخص مکہ یا حدودِ حرم میں داخل ہونے کا ارادہ رکھتے ہوئے بلا احرام میقات سے آگے چلا گیا تو اس پر ایک حج یا عمرہ واجب ہو جائے گا کیونکہ مکہ مکرمہ یا حدودِ حرم میں داخل ہونے کا ارادہ رکھتے ہوئے جبکہ بلا احرام میقات سے آگے جانا حرام ہے تو میقات سے آگے جانا دلالۃً اپنے اوپر احرام کو لازم کر لینا ہے گویا کہ اس نے یوں کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لئے میرے اوپر احرام باندھنا واجب ہے اور جب کوئی یہ کہے گا تو اس پر حج یا عمرہ کرنا لازم ہو جائے گا پس اسی طرح اگر کوئی ایسا فعل کیا جو اپنے اوپر لازم کرنے پر دلالت کرتا ہے تب بھی یہی حکم ہے [۲] پس اگر کوئی آفاقی شخص مکہ یا سرزمینِ حرم میں بلا احرام داخل ہو گیا تو اس پر ایک حج یا عمرہ کرنا واجب ہو جائے گا اور اسی طرح اس پر حدودِ میقات سے اندر کی طرف احرام کے بغیر گذر جانے کی جنایت کا دم بھی واجب ہوگا یا اس کو میقات پر واپس آکر احرام باندھنا واجب ہوگا (جس کی تفصیل اوپر گذر چکی ہے، مؤلف) پس اگر اس نے اسی سال یا اس سال کے بعد مکہ مکرمہ یا اس سے باہر لیکن میقات کے اندر کسی جگہ سے احرام باندھ لیا تو وہ احرام کافی ہے اور اس پر دمِ مجاوزت واجب ہوگا اور اگر اس نے احرام باندھنے کے بعد کسی میقات پر واپس آکر لبیک کہہ لیا تو اس سے دمِ مجاوزت بھی ساقط ہو جائے گا [۳]

پس اگر وہ اسی سال کسی میقات پر لوٹ آیا اور حجِ فرض قضا یا ادا یا حجِ نذر یا حجِ نفل یا عمرۂ نذر یا عمرۂ قضا یا عمرۂ سنت یا عمرۂ مستحب کا احرام باندھ لیا تو بلا احرام داخل ہونے کی وجہ سے جو غیر متعین حج یا عمرہ اس پر واجب ہوا تھا ساقط ہو جائے گا اور اسی طرح بلا احرام میقات سے گذر جانے کا جو دم (قربانی) اس پر واجب ہوا تھا وہ میقات پر احرام باندھ کر تلبیہ کہنے سے اس کے ذمے اتر جائیگا (نسک (عمرہ یا حج) اور دمِ مجاوزت دونوں اس کے ذمہ سے ساقط ہو جائیں گے، مؤلف) اگرچہ احرام میں اس نے خاص اس چیز کی نیت نہ کی ہو جو اس پر لازم ہوئی تھی کیونکہ مقصود اس مبارک مقام کی تعظیم حاصل کرنا ہے جو ان مذکورہ امور میں سے کسی ایک کی ادائیگی کے ضمن میں حاصل ہو جائے گی یہ استحسان ہے اور قیاس یہ ہے کہ جب تک میقات پر واپس آکر اسی مخصوص نسک کی نیت سے احرام نہ باندھے جو اس پر بلا احرام دخولِ حرم سے واجب ہوا تھا تب تک وہ حج یا عمرہ اس کے ذمہ سے ادا نہیں ہوگا اور دم اس سے ساقط نہیں ہوگا اور یہ امام زفر کا قول ہے، اور اگر بلا احرام میقات سے گذر جانے کے بعد احرام باندھ لیا لیکن میقات پر واپس نہ آیا، یا افعالِ حج یا عمرہ شروع کرنے کے بعد واپس آیا، یا افعالِ حج یا عمرہ شروع کرنے سے پہلے واپس آیا لیکن میقات پر آکر تلبیہ نہیں کہا [۴] تو اس سے دم ساقط نہیں ہوگا (جیسا کہ اوپر گذر چکا ہے، مؤلف) اور اگر اسی سال حج یا عمرہ کا احرام نہیں باندھا تو جب تک اسی حج یا عمرہ کی نیت سے احرام نہ باندھے جو اس پر بلا احرام داخلِ حرم ہونے کی وجہ سے لازم ہوا تھا وہ واجب اس کے ذمہ سے ادا نہیں ہوگا [۵] یعنی اس بارے میں فقہا میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ جب وہ سال گذر جائے جس میں وہ بلا احرام حدودِ حرم میں داخل ہوا تھا اس کے بعد وہ میقات کی طرف لوٹے اور وہاں سے فرض حج (ادا یا قضا) یا حجِ نذر یا عمرۂ نذر یا سنت

[۱] بدائع [۲] [۳] غنیہ [۴] درو ش [۵] لباب و شرحہ ملخصاً و زیادۃً۔

ستحب) کا احرام باندھے تو جو حج یا عمرہ اس پر واجب ہوا ہے وہ اس کے ذمہ سے ادا نہیں ہوگا جب تک نیت میں اس کا تعین کرے
اس پر واجب ہوا ہے کیونکہ جب اس نے اس مبارک مقام کی تعظیم کا حق ادا نہیں کیا یہاں تک کہ وہ سال گذر گیا تو وہ اس حق کو فوت
نے والا ہو گیا پس یہ حق اس کے ذمہ دَین (قرض) ہو گیا اور اب وہ حق اصل اور مقصود بالذات ہو گیا جو اس کے علاوہ کسی اور نیت سے
ا نہیں ہوگا [۱] اور اس صورت میں بالاتفاق اس سے دم بھی ساقط نہیں ہوگا جب تک خاص اسی واجب کی نیت سے احرام
باندھے [۲] پس اسی سال میقات کی طرف واپس جا کر حج فرض کا احرام باندھ لینے سے اس کی تلافی ہو جائے گی جو بلا احرام اپنے
قات سے گذر جانے کی وجہ سے اس پر واجب ہوا تھا کیونکہ اس پر واجب تھا کہ وہ اس مبارک مقام کی تعظیم کے لئے میقات سے احرام
ندھ کر آگے جائے پس یہ صورت ایسی ہو گئی گویا کہ اس نے ابتدا میں میقات سے حج فرض کا احرام باندھا ہے بخلاف اس صورت کے
کہ وہ سال گذر جائے کیونکہ اب وہ حقِ تعظیم اس کے ذمہ دَین ہو گیا اب وہ احرام مقصود کے ساتھ ہی ادا ہوگا جیسا کہ نذر کے
عتکاف میں ہے کہ وہ اسی سال کے رمضان کے روزہ سے ادا ہو جاتا ہے لیکن وہ سال جس کے رمضان میں اعتکاف کی نذر کی تھی
گذر جانے کے بعد آئندہ سال کے رمضان کے روزہ سے ادا نہیں ہوگا بلکہ اس کے ذمہ دَین ہو جانے کی وجہ سے رمضان کے علاوہ
دنوں میں روزہ رکھ کر اعتکاف کرنے سے ادا ہوگا [۳]

(۵) اگر کوئی شخص سرزمینِ حرم میں احرام کے بغیر کئی مرتبہ داخل ہوا تو بلا احرام داخل ہونے کی وجہ سے ہر دفعہ کے لئے ایک
حج یا عمرہ واجب ہوگا اور اسی طرح ہر دفعہ کے لئے ایک دم واجب ہوگا کیونکہ ہر دفعہ کا بغیر احرام داخلِ حرم ہونا وجوبِ نسک و دم کا
سبب ہے اور اگر حدودِ میقات سے کئی دفعہ بغیر احرام گذر جانے والے شخص نے اسی سال میں حج فرض یا نذر وغیرہ کا احرام باندھا تو
یہ احرام آخری دفعہ بغیر احرام گذرنے کی جگہ معتبر ہوگا (یعنی آخری دفعہ کا حج یا عمرہ اور دم اس سے ساقط ہوگا) اور باقی دفعات کے
حج یا عمرہ اور دم کی قضا اس پر واجب ہوگی اور اگر اسی سال کسی حج یا عمرہ کا احرام نہیں باندھا تو آئندہ سال احرام باندھنے کی
تفصیل اوپر (ایک مرتبہ بلا احرام گزرنے والے کے لئے) میں گذر چکی ہے وہی یہاں بھی ہے [۴] (یعنی اب اس کو ہر دفعہ کے
حصول کے لئے خاص اسی کی ادائیگی کی نیت سے حج یا عمرہ کا احرام باندھنا ہوگا اور اسی کی ادائیگی کی نیت سے دم دینا ہوگا، مؤلف)
اور اگر کئی مرتبہ احرام کے بغیر داخلِ حرم ہوا تو دفعات کے تعیین کی ضرورت نہیں ہونی چاہئے بلکہ اگر کئی دفعہ میقات پر واپس لوٹ
آیا اور ہر دفعہ کسی نسک (حج یا عمرہ) کی نیت کی حتیٰ کہ جتنی مرتبہ بغیر احرام کے حرم میں داخل ہوا اتنی مرتبہ واپس ہوا اور حج یا عمرہ کا
احرام باندھا تو جو کچھ اس کے ذمہ واجب ہوا وہ اس کے ذمہ سے ادا ہو گیا [۵]

(۶) اگر کوئی شخص بغیر احرام میقات سے گذر کر مکہ مکرمہ میں مقیم ہو گیا یہاں تک کہ وہ سال گذر گیا پھر اس نے اس چیز کی ادائیگی
کی نیت سے احرام باندھا جو اس پر بغیر مکہ مکرمہ میں داخل ہونے کی وجہ سے واجب ہوئی تھی تو اب اس کو اہلِ مکہ کا میقات یعنی حج
کے احرام کے لئے حرم اور عمرہ کے احرام کے لئے حِل کافی ہے اس لئے کہ جب وہ مکہ مکرمہ میں مقیم ہو گیا تو اہلِ مکہ کے حکم میں ہو گیا

[۱] بدائع [۲] غنیہ [۳] ہدایہ وش بتصرف [۴] لباب و شرحہ ملخصاً و زیادۃً عن بدائع [۵] فتح وش و غنیہ۔

پس اس کو اُن کے میقات سے احرام باندھنا کافی ہے [1] اور اس تعلیل کا مقتضیٰ یہ ہے کہ اس مسئلہ میں سال گذرنے کی قید لگانے کی ضرورت نہیں ہے [2] اور اس مسئلہ میں میقات کی طرف واپس جانے کی قید دم مجاوزت ساقط ہونے کے لئے لگائی جاتی ہے نہ کہ احرام کے جائز و کافی ہونے کے لئے، اس لئے کہ آفاقی کے مکہ مکرمہ میں بلا احرام داخل ہونے سے اس پر دو چیزیں واجب ہوتی ہیں ایک دم (قربانی) دوسرے نسک یعنی حج یا عمرہ [3] (اور دم ساقط ہونے کے لئے میقات پر واپس آنا شرط ہے لیکن نسک یعنی حج یا عمرہ کے لئے اہلِ مکہ کا میقات اس کے لئے کافی ہے، مؤلف)

(۷) مندرجہ بالا عبارتوں میں جو بلا احرام میقات سے گزرنے کے احکام بیان ہوئے ہیں یہ سب اس وقت ہے جبکہ ان پانچوں میقاتوں میں سے کسی میقات کو بغیر احرام کے عبور کرے اور اس کا ارادہ حج یا عمرہ کا ہو یا مکہ یا حدودِ حرم میں داخل ہونے کا ہو لیکن اگر اس کا یہ ارادہ نہ ہو بلکہ اس کا ارادہ بستان بنی عامر وغیرہ میں کسی ضرورت کے لئے جانے کا ہو تو اس پر کچھ واجب نہیں ہے پس اگر کوئی آفاقی شخص کسی ایسی جگہ پر جانے کے ارادہ سے جو حرم سے خارج یعنی حلّ میں ہے مثلاً بُستانِ بنی عامر یا جدّہ (جیم کے ساتھ) یا حدّہ (حائے حطّی کے ساتھ) جانے کے لئے اپنے میقات سے آگے بغیر احرام اس طرح پر چلا جائے کہ زمینِ حرم سے اس کا گذر نہ ہو اور میقات سے آگے جاتے وقت اس کا یہ ارادہ بھی نہ ہو کہ وہ حل میں اس مقصودہ جگہ پر پہنچنے کے بعد حرم میں داخل ہوگا پھر اس کے بعد اس کو کوئی ایسا امر پیش آیا جس کی وجہ سے اس کو مکہ مکرمہ یا حرم میں کسی اور جگہ جانا پڑا اور وہ اس وقت حج یا عمرہ کا ارادہ بھی نہیں رکھتا تو اب اس کو مکہ مکرمہ یا حدودِ حرم میں بلا احرام داخل ہونا جائز ہے [5] اور اس پر کچھ جزا لازم نہیں ہوگی اور اگر وہ شخص یہاں سے حج یا عمرہ کا ارادہ کرے تو اس کا میقات تمام زمینِ حلّ ہے جیسا کہ بُستانی وغیرہ اہلِ حلّ کے لئے ہے جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے پس اگر اس نے حرم سے احرام باندھا تو جب تک حلّ میں واپس آکر احرام نہ باندھے اس پر دم واجب ہوگا جیسا کہ پہلے گذر چکا ہے لیکن اگر وہ کسی ضرورت کے لئے حرم میں داخل ہوگیا پھر وہاں سے حج یا عمرہ کا ارادہ کیا تو اب وہ حرم سے حج کا احرام باندھے اس لئے کہ اب وہ اہلِ مکہ کے حکم میں ہوگیا جیسا کہ گذر چکا ہے [6] اور کسی ضرورت کیلئے حل میں آنیوالے آفاقی کو اہلِ حل کے حکم میں ہونے کے لئے مدتِ اقامت کی نیت کرنا ظاہر المذہب کی بنا پر شرط نہیں ہے [7] امام ابو یوسف رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ جبتک آفاقی شخص حلّ کی کسی جگہ بُستان وغیرہ میں پندرہ دن یا اس سے زیادہ کی اقامت کی نیت نہ کرے اس کو مکہ مکرمہ میں احرام کے بغیر داخل ہونا جائز نہیں ہے کیونکہ اس کے حق میں بُستان کو وطن کا حکم اس وقت تک نہیں ہوگا جبتک کہ وہ وہاں مدتِ اقامت تک ٹھہرنے کی نیت نہ کرے اور کم سے کم مدتِ اقامت پندرہ دن ہے [8] پس اگر آفاقی حلّ کے کسی موضع مثلاً خلیص یا جدّہ جانے کا ارادہ کرے تو اس کو بلا احرام میقات سے گذرنا جائز ہے اور جب وہ وہاں پہنچ گیا تو اب وہ اس جگہ کے رہنے والوں کے حکم میں ہوگیا اب اس کو مکہ مکرمہ میں احرام کے بغیر داخل ہونا جائز ہے جبکہ وہ حج یا عمرہ کے ارادہ سے داخل نہ ہو

---

[1] بدائع وش۔ [2] فتح وش۔ [3] ش [4] بدائع بتصرف [5] لباب وشرحہ وشلہ فی البدائع [6] ش بتصرف وتغیر من الخانیات وغنیہ [7] در من الخانیات وغنیہ [8] بدائع وغیرہ

اس لئے کہ جو شخص میقات کے اندرونی علاقہ یعنی حِل کا رہنے والا ہے اس کو احرام کے بغیر مکہ مکرمہ میں داخل ہونا جائز ہے جبکہ اس کا ارادہ حج یا عمرہ کا نہ ہو (یعنی جبکہ وہ حج یا عمرہ کے علاوہ کسی اور ارادہ سے جائے) اور یہ اس آفاقی شخص کے لئے حیلہ ہے جو مکہ یا زمینِ حرم میں بلا احرام داخل ہونا چاہے [١] لیکن یہ حیلہ اس وقت تک صحیح نہیں ہوگا جب تک اس کا مقصدِ اول صرف حل کی اس جگہ نہ ہو یعنی اس کا سفر صرف اسی جگہ جانے کیلئے ہونا چاہئے یہ ارادہ نہ ہو کہ وہ وہاں سے مکہ مکرمہ بھی جائے گا [٢] اور چاہئے کہ یہ حیلہ اس شخص کے حق میں جائز نہ ہو جو کسی کی طرف سے حج بدل کرنے پر مامور ہو کیونکہ اس صورت میں اس کا سفر حج کے لئے نہیں ہوگا اور اس لئے بھی جائز نہیں ہونا چاہئے کہ وہ تو آفاق سے حج بدل کرنے پر مامور ہے اور جب وہ مکہ مکرمہ میں احرام کے بغیر داخل ہوگیا تو اس کا حج مکہ میں رہنے والے کی حیثیت سے ہوگا پس وہ آمر کے حکم کے مخالف ہوگا اور اگر وہ احرام باندھنے کے لئے میقات یا آفاق کی طرف جائے گا تو اب اس کا حج میقاتی نہیں ہوگا بلکہ (مکی ہوجانے کی وجہ سے) اس کو حرم کی طرف لوٹنا اور وہاں سے احرام باندھنا واجب ہے اور یہ مسئلہ ایسے شخص کے حق میں اکثر واقع ہوتا رہتا ہے جو سمندر کے راستہ سے سفر کرتا ہے اور حج بدل کے لئے مامور ہے اور اس کا یہ سفر سال کے وسط میں واقع ہو تو کیا اس کے لئے جائز ہے کہ وہ مکہ مکرمہ میں احرام کے بغیر داخل ہونے کے لئے مشہور بندرگاہ جدّہ کا ارادہ کرلے تاکہ اس کو حجِ بدل کا احرام باندھ کر طویل عرصہ تک احرام کی حالت میں نہ رہنا پڑے کیونکہ جو شخص حجِ بدل کے لئے مامور ہو اُس کو عمرہ کا احرام باندھنا جائز نہیں ہے [٣] یعنی اس لئے کہ جب اس نے عمرہ کرلیا پھر مکہ مکرمہ سے حج کا احرام باندھا تو اُن کے قول میں وہ آمر کی مخالفت کرنے والا ہوگا جیسا کہ تتارخانیہ میں محیط سے ہے [٤] اور نیز درمختار کے باب الجنایات (ص ٣١٢) میں جہاں یہ عبارت ہے کہ "جو آفاقی احرام کے بغیر مکہ مکرمہ میں داخل ہونا چاہے اس کے لئے یہ حیلہ ہے" اس مقام پر صاحبِ ردالمحتار علامہ شامی رحمۃ اللہ نے کہا ہے کہ یہ حیلہ مشکل ہے کیونکہ تونے جان لیا ہے کہ اس کو میقات سے آگے بلا احرام جانا اس وقت تک جائز نہیں ہے جبتک کہ اس کا زمینِ حل میں کسی ضرورت کے لئے جانے کا ارادہ نہ ہو ورنہ ہر آفاقی جو مکہ مکرمہ میں داخل ہونے کا ارادہ رکھتا ہے وہ حل میں داخل ہونے کا ارادہ بھی رکھتا ہے، اور ہم پہلے بیان کرچکے ہیں کہ حل میں کسی ضرورت کے لئے جانے کی قید لگانے کا مقصد یہ ہے کہ میقات سے آگے بڑھتے وقت دخولِ مکہ کا ارادہ نہیں ہونا چاہئے اور ایسے ہی شخص کو مکہ مکرمہ میں بغیر احرام داخل ہونا جائز ہے جبکہ اس کے بعد اس کا ارادہ مکہ میں داخل ہونے کا ہوجائے جیسا کہ ہم پہلے شرح ابن الشلبی و ملّا مسکین سے بیان کرچکے ہیں پس معلوم ہوا کہ اس سے احرام ساقط ہونے کے لئے یہ شرط ہے کہ وہ میقات سے آگے جاتے وقت صرف حل میں داخل ہونے کا قصد کرے، پھر علامہ شامیؒ نے اس کی تائید میں کافی و بدائع ولباب المناسک اور اس کی شرح وغیرہ کے اقوال نقل کئے ہیں اور شرح اللباب کا قول نقل کرنے کے بعد کہا ہے کہ یہ بحر کے جواب کے قریب ہے اس لئے کہ اس کا حاصل یہ ہے کہ اس سفر سے اس کا مقصود حل میں خرید و فروخت کرنا ہو اور مکہ مکرمہ میں اس کا داخل ہونا اس کے تابع یعنی ضمناً ہو، لیکن اُن (فقہا) کا یہ قول "ثم بدا لہ دخول مکۃ" یعنی پھر اس کو مکہ مکرمہ میں

---

[١] بحر و در و ش ملتقطاً [٢] ش و غنیہ ملتقطاً [٣] بحر و ش بزیادۃ عن غنیہ و مثلہ فی البدائع [٤] ش و تمامہ فیہ۔

داخل ہونے کی ضرورت لاحق ہوئی" اس کے خلاف ہے کیونکہ فقہا کے اس قول سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اس کا مکہ مکرمہ میں داخل ہونا بعد میں پیش آئے اور اس سفر سے یہ مقصود نہ ہو نہ اصالتًا اور نہ تبعًا یعنی ضمنًا بلکہ مقصود صرف حل میں داخل ہونا ہو جیسا کہ بحر الرائق کے جواب اور کافی و بدائع ولباب وغیرہ کے کلام سے ظاہر ہوتا ہے اور یہ ان کے اس قول کے منافی ہے کہ "یہ آفاقی کے لئے بلا احرام مکہ مکرمہ میں داخل ہونے کا حیلہ ہے" اس لئے کہ جب اس کا قصد صرف دخولِ حل کا ہوا تو اب اگر اس کو مکہ مکرمہ میں داخل ہونے کی ضرورت پیش آجائے تو اس کو حیلہ کرنے کی کوئی ضرورت نہیں رہی کیونکہ یہ اب (اہلِ حل میں سے ہو جانے کی وجہ سے) ان لوگوں میں سے ہے جن کو حج وعمرہ کے علاوہ کسی اور ضرورت کے لئے مکہ مکرمہ میں بلا احرام داخل ہونا جائز ہے لیکن اگر وہ حج یا عمرہ کا ارادہ کرے تو اب اس کو بلا احرام مکہ مکرمہ میں داخل ہونا حلال نہیں ہے کیونکہ اب وہ اہلِ حل میں سے ہو گیا ہے پس جو میقات اہلِ حل کا ہے وہی اس کا بھی میقات ہے اور وہ تمام زمینِ حل ہے جیسا کہ بارہا بیان ہو چکا ہے پس جو شخص حج کے ارادہ سے گھر سے نکلا اس کیلئے یہ حیلہ کس طرح درست ہو گیا، پس سمجھ لیجئے [1] اور علامہ رافعی رحمہ اللہ نے اپنی تقریر (التحریر المختار علی رد المحتار) میں شامی کے قول " لکن ینافیہ قولھم ثم بدا لہ دخول مکۃ الخ یعنی فقہا کا یہ قول پھر اس کو مکہ مکرمہ میں داخل ہونے کی ضرورت لاحق ہو گئی، اس کے خلاف ہے " کے تحت کہا ہے کہ اس مسئلہ میں جو اشکال ہے وہ اس طرح دور ہو سکتا ہے کہ احرام کے بغیر مکہ مکرمہ میں داخل ہونے کو جائز کرنے والی چیز دو صورتوں میں سے ایک صورت کا پایا جانا ہے اول یہ کہ وہ کسی ضرورت کے لئے زمینِ حل کا قصد کرے پھر اس کو مکہ مکرمہ میں داخل ہونے کی ضرورت پیش آجائے اور یہ وہ صورت ہے جس کو کافی ولباب وبدائع میں ذکر کیا گیا ہے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ حل میں داخل ہونا اس کا مقصدِ اول ہو اور اس کے ساتھ ہی ضمنی طور پر مکہ مکرمہ میں داخل ہونے کا بھی قصد ہو، (یعنی اصل مقصدِ سفر حل میں کوئی کام ہو اور اس کے ساتھ ہی یہ بھی ارادہ ہو کہ کام سے فارغ ہو کر مکہ شریف جائیگا، مؤلف) اور یہ وہ صورت ہے جس کی طرف بحر الرائق میں اشارہ ہے اور شرح اللباب میں بھی اسی کو ذکر کیا ہے اور حیلہ سے اُن (فقہا) کی مراد یہی صورت ہے، اور پہلی صورت کے ذکر کرنے سے دوسری صورت کے کافی ہونے کی نفی نہیں ہوتی پس دونوں منصوص صورتوں پر عمل کیا جا سکتا ہے غور کر لیجئے۔ اور شیخ محمد طاہر سنبل نے کہا ہے جس کو علامہ سندھی (مولانا عابد سندھیؒ) نے درمختار کے اس قول ھٰذہ حیلۃ کی شرح میں نقل کیا ہے یعنی یہ حیلہ اس شخص کے لئے ہے جو حیلہ کو پختہ و مضبوط کرے اس طرح پر کہ اس کا قصدِ اول حل میں کسی جگہ کسی ضرورت کے لئے جانے کا ہو جیسا کہ مبسوط وغیرہ میں اس کی تصریح کی گئی ہے اور اپنی ضرورت پوری کرنے کے بعد اس کا مکہ مکرمہ میں داخل ہونے کا قصد اس کو مضر نہیں ہے اھ [2]

(۸) قصد وارادہ وہ معتبر ہے جو میقات سے آگے جاتے وقت ہو نہ کہ اپنے گھر سے نکلتے وقت کا یعنی آفاقی کے لئے اپنے میقات سے آگے جانے کے بارے میں اس کے قصد وارادہ کا اعتبار اپنے میقات سے آگے بڑھنے کے وقت ہو گا پس اگر میقات سے تجاوز کرتے (آگے بڑھتے) وقت اس کا ارادہ حج یا عمرہ یا دخولِ مکہ یا دخولِ حدودِ حرم کا ہے تو اس پر میقات سے احرام باندھنا لازم ہے اور

[1] ش ملخصاً وتمامہ فیہ الجنایات۔ [2] تقریر الرافعی۔

اگر اس کا ارادہ ایسا نہیں ہے بلکہ حل میں کسی جگہ مثلاً بستان بنی عامر وغیرہ میں کسی ضرورت کیلئے جانے کا ہے تو اس کو بلا احرام آگے جانا جائز ہے اور اس پر کچھ لازم نہیں ہے (یعنی بلا احرام داخلِ حل ہونے سے اس پر کچھ جزا لازم نہیں ہوگی، مؤلف) پس ان دونوں صورتوں میں میقات سے آگے جاتے وقت کا ارادہ معتبر ہوگا اس سے یہ فائدہ حاصل ہوا کہ اگر حدودِ میقات کے تجاوز سے پہلے ہی کسی ضرورت کیلئے حدودِ حل میں جانے کا ارادہ کیا تو بدرجۂ اولیٰ اس کا حکم بھی یہی ہے (یعنی اس کو بلا احرام میقات سے آگے جانا جائز ہے) اور اپنے گھر سے نکلتے وقت اس قصد کا ہونا شرط نہیں ہے اور یہ حکم بحر الرائق کے برخلاف ہے کیونکہ بحر الرائق میں اس بات کی تائید کی ہے کہ ارادہ کا اعتبار اپنے گھر سے نکلنے کے وقت کا ہے۔ نہر الفائق میں کہا ہے کہ ظاہر یہ ہے کہ اس قصد کا میقات سے مجاوزت کے وقت پایا جانا کافی ہے اور بدائع کی عبارت اس پر دلالت کرتی ہے اھ۔ البتہ میقات سے آگے چلے جانے کے بعد حل میں کسی حاجت کا قصد کرنا معتبر نہیں ہے کیونکہ مجاوزۃ یعنی میقات سے آگے جاتے وقت اس کا قصد مکہ مکرمہ کا ہے پس اب جبتک وہ کسی میقات پر واپس آکر احرام نہ باندھے اس سے دم ساقط نہیں ہوگا۔ اور جاننا چاہیے کہ حل سے مراد میقات کے اندر کا علاقہ یعنی حدودِ میقات اور حدودِ حرم کے درمیان کی زمین ہے اور ظاہر یہ ہے کہ کسی معین مکان کا قصد کرنا شرط نہیں ہے اس لئے کہ شرط یہ ہے کہ میقات سے آگے بڑھتے وقت حدودِ حرم میں داخل ہونے کا قصد نہ ہو پس داخلِ میقات یعنی سرزمینِ حل میں کسی بھی جگہ کا قصد کرے یہ مقصد حاصل ہوجائے گا اور بحر کا یہ قول خلاف ظاہر ہے کہ حل کے کسی مخصوص مکان کا قصد پایا جانا ضروری ہے [1] رحمتی نے افادہ کیا ہے کہ اگر آفاقی عین میقات پر جانے کا قصد کرے تب بھی یہی حکم ہے پس اگر مدینہ منورہ کا رہنے والا شخص کسی ضرورت کے لئے ذوالحلیفہ کی طرف نکلا تو وہ بھی میقات پر رہنے والوں کے حکم میں ہوگیا کیونکہ جو شخص جس مقام والوں میں پہنچ جائے گا وہ وہاں والوں کے حکم میں ہوجائے گا پس اس کو بھی (حج وعمرہ کے علاوہ کسی ضرورت کے لئے) مکہ مکرمہ میں بلا احرام داخل ہونا جائز ہے اور اس کے لئے تمتع وقران ممنوع ہے اور اس سے طوافِ وداع ساقط ہے، یہ فقہا کی عبارتوں سے مفہوم ہوتا ہے پس غور کر لیجئے اھ اس کو علامہ سندھیؒ نے نقل کیا ہے [2] (اس مسئلہ کا کچھ ذکر اہلِ حل کے میقات کے بیان میں بھی گذر چکا ہے، مؤلف)

(۹) اگر کوئی کافر میقات سے آگے چلا گیا پھر اسلام لے آیا یا نابالغ لڑکا آگے چلا گیا پھر وہ بالغ ہوگیا یا مجنوں آگے چلا گیا پھر اس کو افاقہ ہوا اور اس نے مکلّف ہونے کے بعد احرام باندھ لیا اگرچہ مکہ مکرمہ میں ایسا ہوا ہو تو اُس کا احرام حج فرض کے لئے کافی ہے اور میقات سے بلا احرام آگے جانے کی وجہ سے اس پر دم بھی واجب نہیں ہے کیونکہ اب وہ اس جگہ کے رہنے والوں کے حکم میں ہوگیا جہاں سے وہ اب احرام باندھ رہا ہے اور اس کا میقات سے بلا احرام گذرنا اس حالت میں ہوا جبکہ وہ اس کا مکلّف نہیں تھا [3] یہ اس لئے کہ وہ میقات سے مجاوزت کے وقت نہ حج کی فرضیت کا اہل تھا اور نہ احرام کے وجوب کا اہل، اور کبیر میں ہے کہ نابالغ جس وقت بالغ ہوجائے یا کافر مسلمان ہوجائے یا مجنوں کو افاقہ ہوجائے تو کیا اُن پر اس وقت احرام باندھنا واجب ہوجائے گا؟ پس فقہا کا یہ قول کہ جو شخص جس جگہ پہنچ گیا وہ وہاں کے باشندوں کے حکم میں ہوگیا لازم کرتا ہے کہ اس پر احرام واجب ہوجائے اھ

---

[1] ش بتغیر وتصرف من باب الجنایات ص ۳۰۹، ۳۱۱، ۳۱۲۔ [2] تقریر الرافعی [3] لباب وشرحہ وغنیہ ملتقطاً۔

اور اسی طرح اگر نابالغ کے ولی نے نیت کی کہ وہ نابالغ کے لئے میقات سے احرام باندھے گا اور اس نے وہاں سے اُس کے لئے احرام نہیں باندھا پھر اس کے لئے احرام باندھا تو ان دونوں میں سے کسی پر بھی دم واجب نہیں ہوگا ۱؎

(۱۰) اور اگر غلام بغیر احرام کے میقات سے آگے چلا گیا یا ممنوعاتِ احرام میں سے کوئی اور امر اُس سے سرزد ہوا جس کی وجہ سے کوئی مالی کفارہ اس پر واجب ہوتا ہے، اور وہ بالغ ہے پھر وہ آزاد ہو گیا تو اس پر آزاد ہونے کے بعد دم واجب ہوگا اور اسی طرح اگر وہ آزاد نہیں ہوا تب بھی اس پر دم واجب ہوگا اور اس کو آزاد ہونے کے بعد ادا کریگا، اور یہ ایک انوکھی جزئی اور عجیب حکم ہے کیونکہ اگر وہ تمام عمر آزاد ہی نہ ہو سکے تو آزاد ہونے کے بعد ادائیگی کس طرح متصور ہو سکتی ہے لیکن تکلف کے ساتھ اس کی توجیہ ہو سکتی ہے اور یہ کہا جا سکتا ہے کہ بالفرض پھر وہ حدودِ میقات سے مجاوزت کے فوراً بعد آزاد ہو جائے اور اسی طرح اگر وہ اس وقت آزاد نہ ہو سکے تو جس وقت بھی آزاد ہو جائے اس وقت دم ادا کرے ۲؎ اور کبیر میں ہے کہ اگر غلام نے اپنے آقا کے ساتھ میقات سے (بلا احرام) تجاوز کیا پھر اس کے آقا نے اس کو اجازت دیدی پس اس نے مکہ مکرمہ سے احرام باندھا اور لوٹ کر میقات پر نہیں آیا تو اس پر دم مجاوزت واجب ہے جو آزاد ہونے کے بعد ادا کیا جائیگا، اور میقات سے آگے جانا خواہ عمداً ہو یا بھول کر اور خواہ اکراہ و زبردستی سے ہو یا بلا اکراہ ہو اُس سے دم مجاوزت کے لازم ہونے میں کوئی فرق نہیں پڑتا ۳؎

اہلِ حِل یا اہلِ حرم کا بلا احرام اپنے میقات سے آگے جانا

اگر کوئی حِل یا حرم کا رہنے والا مسلمان مکلّف یعنی عاقل بالغ شخص حج کا ارادہ کرے اور اپنے میقات سے بلا احرام آگے چلا جائے اس کے بعد وہ احرام باندھے یا نہ باندھے وہ گنہگار ہوگا اور اس پر آفاقی کی طرح اپنے میقات پر واپس آنا واجب ہے اور اگر وہ اپنے میقات پر واپس نہ لوٹا تو اس پر دم واجب ہوگا۔ پس اگر حل یا حرم کے رہنے والے شخص نے حرم سے عمرہ کے لئے احرام باندھا اور اپنے میقات پر واپس نہ آیا تو بالاتفاق اس پر دم واجب ہے اور وہ گنہگار ہوگا پس اگر وہ عمرہ شروع کرنے سے پہلے اپنے میقات پر لوٹ آیا اور وہاں تلبیہ کہہ لیا تو ہمارے فقہا کے نزدیک اس سے دم ساقط ہو جائے گا اور اگر عمرہ شروع کرنے یعنی حجرِ اسود کے استلام (بوسہ دینے) اور تلبیہ منقطع کرنے کے بعد میقات کی طرف لوٹا تو بالاتفاق اس سے دم ساقط نہیں ہوگا اور اسی طرح حل کے رہنے والے نے حرم سے حج کا احرام باندھا، یا حرم کے رہنے والے نے حل سے حج کا احرام باندھا تو وہ گنہگار ہوگا اور اس پر دم واجب ہے۔ پس اگر حج کے افعال شروع کرنے سے پہلے میقات پر واپس آگیا اور وہاں لبیک کہا، تو اس سے دم ساقط ہو جائے گا اور اگر افعال شروع کرنے کے بعد یعنی حل کا رہنے والا طواف کا ایک چکر کرنے کے بعد یا حرم کا رہنے والا وقوفِ عرفہ کے بعد میقات پر لوٹا تو اس سے دم ساقط نہیں ہوگا۔ مکہ مکرمہ کے رہنے والے شخص نے حج کا ارادہ کیا اور متمتع آفاقی تمتع کے عمرہ سے فارغ ہوا پھر دونوں حدودِ حرم سے نکلے اور انھوں نے حل سے حج کا احرام باندھا اور وقوفِ عرفہ کیا تو ان دونوں پر گناہ ہے اور دم واجب ہے اور اسی طرح دونوں پر میقات کی طرف نہ لوٹنے کا گناہ بھی ہے جبکہ وہ واپس لوٹنے پر قادر ہوں ۴؎

۱؎ غنیہ ۲؎ لباب و شرح ۳؎ و ۴؎ غنیہ۔

متفرقات (۱) آفاقی یعنی وہ لوگ جو میقات سے باہر کے رہنے والے ہیں جیسے پاک و ہند (کراچی و بمبئی وغیرہ) کے لوگ جو حج کو روانہ ہوتے ہیں اُن میں سے بعض کا ارادہ یہ ہوتا ہے کہ جدّہ سے خشکی کے راستے موٹر یا اونٹوں پر حدِ حرم سے باہر باہر پہلے مدینۂ طیبہ حضورِ انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کے لئے حاضر ہوں اور وہاں سے واپسی پر اہلِ مدینہ کے میقات ذوالحلیفہ سے حج یا عمرہ کا احرام باندھ کر مکہ مکرمہ میں حاضر ہوں تو اُن کو چاہئے کہ اپنے میقات یلملم سے یا جس راستہ سے جائیں اس راستہ کے میقات سے احرام نہ باندھیں اور ان پر میقات سے بلا احرام گذرنے کی وجہ سے دم وغیرہ بھی واجب نہیں ہوگا کیونکہ وہ اپنے میقات سے گزرنے کے وقت نہ مکہ مکرمہ میں حاضر ہونے کا ارادہ رکھتے ہیں اور نہ حدودِ حرم محترم میں داخل ہونے کا، بلکہ وہ فی الحال میقات کی حد سے باہر ہی باہر سیدھا مدینۂ طیبہ کی حاضری کا ارادہ رکھتے ہیں، اب جب وہ بلا احرام جدّہ پہنچ گئے تو اگر مدینۂ طیبہ جانے کا راستہ بند ہوگیا ہو یا رفیقوں کی رفاقت کے سبب یا از خود جی میں آیا کہ چلو پہلے مکۂ مکرمہ ہی حاضر ہو جائیں تو اب ان کو جدّہ ہی سے احرام باندھ لینا چاہئے اور اُن پر کچھ جزا بھی لازم نہیں ہوگی کیونکہ اپنے میقات سے بلا احرام گذرتے وقت مکۂ مکرمہ یا حرم محترم میں جانے کی نیت نہیں تھی اور نیت کا اعتبار میقات سے گزرنے کے وقت ہے جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے، لیکن اگر میقات سے مکۂ مکرمہ جانے کی نیت کی تھی اور احرام باندھا تھا تو اب اس کو مکۂ مکرمہ ہی جانا لازم ہے اب نیت نہیں بدل سکتا جیسا کہ اس مسئلہ کی تفصیل اگلے نمبر میں آتی ہے۔

(۲) اگر کسی آفاقی نے میقات سے گذرنے کے وقت مکۂ معظمہ کو جانے کے ارادے سے احرام باندھ لیا پھر جب جدّہ میں پہنچا اور وہاں اپنے ساتھیوں یا دوسرے لوگوں کو مدینۂ طیبہ جاتا ہوا دیکھ کر رفاقت کی سہولت کی وجہ سے اس کو بھی مدینۂ طیبہ حاضر ہونے کا خیال پیدا ہوا تو اگر اس کو مکۂ معظمہ جانے میں سخت تکلیف وغیرہ پہنچنے کا اندیشہ نہ ہو تو یہی اولیٰ ہے کہ وہ مکۂ معظمہ چلا جائے آجکل تو بہت سہولت ہے تارکول کی پکی سڑک بنی ہوئی ہے موٹریں اور ٹیکسیاں عام چلتی ہیں جو گھنٹہ بھر میں پہنچا دیتی ہیں اور اگر کوئی شخص ساتھیوں کا محتاج ہے جیسے عورت یا بوڑھا ضعیف آدمی تو اس کو پہلے سیدھا مدینۂ منورہ جانا مباح ہے اور اگر کوئی جوان ہمت والا ہونے کے باوجود پہلے مکۂ مکرمہ نہ جائے اور سیدھا مدینۂ منورہ چلا جائے تو مکروہ ہے، پس مکۂ مکرمہ جانے کے ارادہ سے میقات سے احرام باندھ کر جدہ پہنچنے والا شخص اگر پہلے سیدھا مدینۂ منورہ چلا جائے خواہ عذر کی وجہ سے ایسا کرے مثلاً عورت ہو یا بوڑھا ضعیف ہو اور اس کے ساتھی مدینۂ منورہ جارہے ہوں یا بلا عذر ایسا کرے یعنی جوان و باہمت ہونے کے باوجود سیدھا مدینۂ منورہ چلا جائے تو ضروری ہے کہ احرام ہی کی حالت میں مدینۂ طیبہ جائے اور محظوراتِ احرام سے بچتا رہے اس پر مکۂ معظمہ کی بجائے مدینۂ منورہ جانے کی کوئی جنایت و جزا لازم نہیں ہوگی البتہ اگر اس سے احرام کی ممنوعات میں سے کوئی امر واقع ہو جائے گا تو اس کی جنایت لازم ہوگی۔

(۳) بعض لوگ اپنے میقات سے احرام تو باندھ لیتے ہیں لیکن جدہ پہنچکر جب دوسرے حاجیوں کو مدینۂ طیبہ جاتے ہوئے دیکھتے ہیں تو وہ بھی پہلے مدینۂ طیبہ کی حاضری کے لئے تیار ہو جاتے ہیں، احرام والے کپڑے اُتار کر سلے ہوئے کپڑے پہن لیتے ہیں اور مدینۂ طیبہ کو روانہ ہو جاتے ہیں ایسا کرنا منع ہے اور ایسا کرنے سے اُن پر دم (قربانی) واجب ہو جائے گا، پھر وہ لوگ مدینۂ طیبہ سے واپسی پر وہاں سے دوبارہ احرام باندھ کر مکۂ معظمہ آتے ہیں، اُن کو ایسا نہیں کرنا چاہئے یعنی واپسی پر جدید احرام کی نیت سے

نئے سرے سے احرام نہ باندھیں بلکہ سِلے ہوئے کپڑے وغیرہ جو احرام کے ممنوعات میں سے ہیں اُتار کر احرام کی دو چادریں اوڑھ لیں اور یہ خیال کریں کہ ہم اُسی پہلے احرام میں ہیں تجدید نیت کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ جب وہ اپنے میقات سے احرام باندھ کر چلے تھے وہ احرام سے اس وقت تک نہیں نکل سکتے جب تک حج یا عمرہ کے افعال پورے کر کے احرام سے حلال (باہر) نہ ہو جائیں چادریں اُتار کر سِلے ہوئے کپڑے پہن لینے سے احرام سے باہر نہیں ہوتے اگرچہ احرام سے نکلنے کی نیت بھی کرلی ہو اب بھی وہی پہلا احرام باقی رہے گا البتہ اُن پر سِلے ہوئے کپڑے پہننے کی جنایت لازم ہوگی یعنی حجِ افراد یا عمرہ کے احرام کی صورت میں ایک دم واجب ہوگا اور اگر وہ احرام قران کا ہے تو دو دم واجب ہوں گے اور سِلے ہوئے کپڑے پہن لینے کے بعد اگر اپنے آپ کو احرام سے باہر سمجھ کر احرام میں منع کیا ہوا کام کریں گے تو ان پر اس کی وجہ سے کوئی دوسری جنایت لازم نہ ہوگی کیونکہ جب انھوں نے احرام چھوڑنے کی نیت سے کپڑے پہن لئے تو اب کوئی منافیٔ احرام کام کرنے کے وقت ان کا گمان یہ ہے کہ وہ احرام سے باہر ہو چکے ہیں اگرچہ اُن کا یہ گمان غلط ہے اس لئے کہ کوئی شخص بھی صرف سِلے ہوئے کپڑے پہن لینے یا اور کوئی احرام کے منافی کام کرنے سے احرام سے باہر نہیں ہوتا جبتک حج یا عمرہ کے افعال ادا کر کے حلال نہ ہو جائے، اور صرف ایک جنایت کا لازم ہونا اس وقت ہے جبکہ احرام چھوڑنے کی نیت سے کپڑے پہننے کے بعد وہ اپنی بے علمی کی وجہ سے یہ جانتا ہو کہ میں احرام سے باہر ہو چکا ہوں لیکن اگر وہ یہ جانتا ہو کہ احرام چھوڑنے کی اس نیت سے کپڑے پہن لینے سے وہ احرام سے باہر نہیں ہوا یا اس کو اس صورت میں احرام سے باہر ہونے میں تردد ہو یا مسئلہ کا حکم بھول گیا ہو تو اس کی احرام چھوڑنے کی نیت معتبر نہیں ہوگی پس ایسا شخص جتنی دفعہ احرام کے ممنوع کام کرے گا سب کی جنایت لازم ہوگی۔

(۴) مسئلہ مذکورہ ۳ میں اگر مدینہ طیبہ سے واپسی پر اس شخص نے دوبارہ حج یا عمرہ کا احرام باندھ لیا تو اس سے جمع بین النسکین یعنی دو حجوں یا دو عمروں کو جمع کرنے کی وجہ سے دونوں لازم ہوں گے یا نہیں ؟ اس کے متعلق بعض حضرات نے دونوں کے لازم ہونے کا حکم دیا ہے لیکن محققین کی تحقیق یہ ہے کہ اس صورت میں دو حج یا دو عمرے لازم نہ ہوں گے بلکہ وہی پہلا ایک حج یا عمرہ لازم ہوا اور دوسرا احرام جو باندھا گیا ہے وہ عین اول احرام ہے کیونکہ اس شخص نے اب اس احرام میں دوسرے حج یا عمرہ کی نیت نہیں کی بلکہ اسی حج یا عمرہ کی نیت کر رہا ہے جو احرامِ اول سے اس پر لازم ہوا تھا اور احرام ثانی سے پہلے احرام کی طرف عود کرنے کی نیت سے بالاتفاق حجِ ثانی لازم نہیں آتا اور امام صاحبؒ کے نزدیک حج ثانی اس وقت لازم آتا ہے جبکہ احرام اول کو باقی سمجھ کر اس کے علاوہ دوسرے حج کی نیت سے احرام باندھے اور اس صورت میں اُس نے ایسا نہیں کیا کیونکہ وہ بے علمی کی وجہ سے اپنے خیال کے مطابق جدہ سے احرام توڑ کر مدینہ طیبہ سے واپسی کے وقت دوبارہ احرام کی نیت کرتا ہے اور سمجھتا ہے کہ پہلا احرام اس کے چھوڑنے سے چھوٹ چکا ہے اب وہ اسی احرام کے لوٹانے (تجدید) کی نیت سے دوبارہ احرام باندھتا ہے گویا وہ اسی پہلے حج یا عمرہ کی طرف عود کرتا ہے جیسا کہ کوئی شخص بلا احرام میقات سے تجاوز کے بعد احرام باندھ کر پھر میقات پر لوٹ کر احرام کو دُھراتا ہے یا لبیک کہتا ہے تو وہ اسی پہلے احرام کو لوٹاتا ہے نہ کہ پہلے کے علاوہ دوسرا احرام باندھتا ہے، اور مذکورہ بالا صورت میں فقط کپڑے وغیرہ پہننے سے وہ احرام سے باہر نہیں ہوا اگرچہ اس نے احرام کے چھوڑنے کی نیت بھی کی ہو پس اس نے اپنے جہل کی وجہ سے

اپنے آپ کو احرام سے باہر سمجھ لیا تھا اور اس پر جو دم لازم ہوا وہ سِلے ہوئے کپڑے وغیرہ پہننے کی وجہ سے ہوا جو کہ احرام کے ممنوعات میں سے ہے اور احرام تو پہلا ہی باقی ہے۔

(۵) ایک کثیر الوقوع مسئلہ یہ ہے کہ حج کے بعد جب حاجی لوگ مدینۂ طیبہ سے اپنے وطن کو جانے کے ارادہ سے جدہ آتے ہیں تاکہ بحری یا ہوائی جہاز وغیرہ کے ذریعہ سے وطن کو جائیں لیکن فی الحال جہاز وغیرہ نہ ملنے کی وجہ سے جدہ میں چند روز رہنا پڑتا ہے تو یہ لوگ خیال کرتے ہیں کہ یہاں بیکار کیوں پڑے رہیں چلئے مکۂ مکرمہ میں حاضر ہو کر عمرہ و طواف اور بیت اللہ شریف کی مسجدِ حرام میں نمازیں ہی ادا کریں اور وہ اس وقت یہ گمان کرتے ہیں کہ جدہ تو ہمارا میقات نہیں ہے احرام کہاں سے باندھیں، چونکہ یہ لوگ مدینۂ طیبہ سے حج وغیرہ کی نیت کے بغیر محض اپنے وطن جانے کی غرض سے آئے ہوئے ہیں یعنی جدہ میں نہ تو مکۂ مکرمہ کی حاضری کی نیت سے آئے ہیں اور نہ خود جدہ میں کسی خاص کام کے ارادہ سے آئے ہیں بلکہ صرف وطن جانے کے ارادہ سے گذرگاہ کے طور پر جدہ آئے ہیں اس لئے یہ لوگ میقات یا حل والوں کے حکم میں نہیں ہیں پس ان کا میقات حل نہیں ہے، چونکہ یہ لوگ آفاق سے آئے ہوئے ہیں اور جدہ بطریق مرور (رہ گذری) پہنچے ہیں کیونکہ وطن جانے کا ارادہ رکھتے ہیں اس لئے اب بھی یہ لوگ آفاقی ہیں، اب اگر یہاں سے مکۂ مکرمہ یا حدِ حرم میں جائیں گے تو بغیر احرام نہیں جا سکتے اور ذوالحلیفہ و جحفہ و رابغ سے بلا احرام گذرنے کی وجہ سے اُن پر دم وغیرہ بھی کچھ لازم نہیں ہوگا کیونکہ اس وقت ان کی مکۂ مکرمہ اور حدودِ حرم میں جانے کی نیت نہ تھی جیسا کہ کوئی شخص کراچی سے جہاز میں سوار ہو کر اس نیت سے جدہ میں آیا کہ سیدھا مدینۂ طیبہ جاؤں گا خاص جدہ میں آنے کی نیت نہ تھی بلکہ محض گذرگاہ کے طور پر آنا ہوا اور پھر اگر یہاں سے مکہ معظمہ جانے کا ارادہ کر لیا تو اب اس کو یہیں سے احرام باندھنا پڑے گا کیونکہ وہ شخص یہاں کے رہنے والوں کے حکم میں داخل نہیں ہے کہ جس کی وجہ سے اس کے لئے حدودِ حرم سے پہلے حل میں کسی جگہ سے احرام باندھنا جائز ہوتا، خوب سمجھ لیجئے [1]

حدود الحرم زادہ اللہ تعالیٰ شرفاً و امناً و تعظیماً

(۱) حرمِ مکۂ معظمہ کی حد مدینۂ منورہ کے راستہ پر تنعیم [1] کے پاس بیوتِ غفار کے نزدیک ہے جو مکۂ مکرمہ سے تین میل کے فاصلہ پر ہے، اور عراق کے راستہ پر [2] یہ حد مکۂ معظمہ سے سات میل کے فاصلہ پر ثنیۂ خَل کے پاس ہے جو کہ مقطع میں ہے، اور طائف [3] کے راستہ پر عرفات کے پاس بطنِ عرنہ (بطنِ نمرہ) میں ہے جو کہ مکۂ مکرمہ سے سات میل ہے ازرقی نے گیارہ میل کہا ہے اور جدہ کے [4] راستہ پر مکۂ معظمہ سے دس میل کے فاصلہ پر حدیبیہ تک ہے جس کو بیر شُمَیس (بصیغۂ تصغیر) بھی کہتے ہیں اور اب اس مقام کا نام شمیسی ہے اس کے قریب تھوڑا مکۂ مکرمہ ہی کی طرف کو دو ستون حدِ حرم کی علامت کے لئے بنے ہیں۔ مبسوط میں ہے کہ حدیبیہ کا نصف حصہ حرم میں ہے اور نصف حصہ حل میں اھ۔ اور بلا شبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے نزدیک (صلح حدیبیہ کے وقت) حدِ حرم میں دمِ احصار کی قربانی کی، اور جعرانہ [5] کے راستہ پر یہ حد مکۂ مکرمہ سے نو میل کے فاصلہ پر شعب آلِ عبداللہ بن خالد کے پاس ہے اور یمن کے راستہ پر یہ حد مکۂ معظمہ سے سات میل کے فاصلہ پر ثنیۂ لبن میں اَضَارَۃِ لبن کے پاس ہے

---

[1] زبدہ مع عمدہ بتغیر العبارۃ۔

اوپر بیان ہو چکا ہے کہ حدیبیہ کا نصف حصہ حرم میں ہے اور نصف حصہ حل میں اس کے علاوہ باقی حدود کی انتہا حل میں ہے ؎۱
علامہ ازرقی و امام نووی وغیرہما ایک جماعتِ کثیرہ نے حدودِ حرم کو اسی طرح بیان کیا ہے لیکن ازرقی واحد شخص ہے جس نے طائف کی طرف سے حدودِ حرم مکہ مکرمہ سے گیارہ میل کہی ہے شاید اس کی مراد پہاڑی راستہ کے علاوہ دوسرا راستہ ہو اور دوسرے جمہور علماء کی مراد پہاڑی راستہ ہو ؎۲۔ علامہ ابنِ مُلَقِّن نے ان حدودِ حرم کو نظم میں اس طرح بیان کیا ہے ؎

وَلِلْحَرَمِ التَّحْدِيْدُ مِنْ اَرْضِ طَيْبَةٍ ثَلَاثَةُ اَمْيَالٍ اِذَا رُمْتَ اِتْقَانَهٗ
وَسَبْعَةُ اَمْيَالٍ عِرَاقٍ وَّطَائِفٍ وَجُدَّةُ عَشْرٍ ثُمَّ تِسْعٌ جِعْرَانَهٗ ؎۳

بعض نے ان اشعار کو قاضی ابوالفضل نویری کی طرف منسوب کیا ہے ؎۴ بحر نے ایک شعر کا اضافہ کیا ہے وہ یہ ہے:-

وَمِنْ يَمَنٍ سَبْعٌ بِتَقْدِيْمِ سِيْنِهَا وَقَدْ كَمُلَتْ فَاشْكُرْ لِرَبِّكَ اِحْسَانَهٗ

اور شامی نے کہا ہے کہ اگر دوسرے شعر کے پہلے مصرع کو اس طرح کہتا "ومن یمن سبع عراق وطائف" تو بحر کے مذکورہ تیسرے شعر کی ضرورت نہ پڑتی ؎۵ ان تینوں اشعار کا ترجمہ یہ ہے :- حرم شریف کی حد مدینہ طیبہ کی جانب سے تین میل ہے جبکہ اے مخاطب تو اس کے حفظ کا قصد کرے اور عراق و طائف کی طرف سے سات سات میل ہے اور جدہ کی طرف سے دس میل اور جعرانہ کی طرف سے نو میل ہے اور یمن کی طرف سے سات میل ہے اور البتہ ہر طرف سے حدودِ حرم پوری طرح بیان ہو گئی پس اپنے رب کے احسان کا شکر ادا کر۔ (مؤلف)

(۲) جاننا چاہئے کہ حدودِ حرم (زادہ اللہ شرفاً و امناً و تعظیماً) کے لئے سب طرف نشانات نصب کئے ہوئے ہیں یہ نشانات سب سے پہلے حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے نصب فرمائے، حضرت جبرئیل علیہ السلام نے حضرت ابراہیم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کو حدودِ حرم کے وہ مواقع دکھائے اور حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان مواقع پر نشانات نصب فرمائے تھے، بعد ازاں حضرت اسمٰعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان علامات کی تجدید کی بعد ازاں عدنان نے و بعد ازاں قصی بن کلاب نے و بعد ازاں تمام قریش نے مل کر تجدید کی، اس کے بعد حضرت سرورِ عالم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے سال ان نشانات کو نئے سرے سے نصب کرنے کا امر فرمایا اور وہ نصب کئے گئے پھر حضرت عمرؓ نے اور پھر حضرت عثمان غنیؓ نے اور پھر حضرت معاویہؓ نے (رضی اللہ عنہم اجمعین) اپنے اپنے زمانہ میں ان نشانات کی تجدید فرمائی اور وہ نشانات اب تک ہر طرف قائم ہیں سوائے جدہ اور جعرانہ کے کہ ان دونوں جانب کی حد پر اب وہ نشانات نصب نہیں رہے ؎۶ (اب جدہ اور جعرانہ کی جانب کی حدِ حرم پر بھی علامت کے لئے دو دو ستون قائم ہو چکے ہیں، مؤلف) اور علامہ حنیف الدین مرشدی نے شرح منسک متوسط میں کہا ہے کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بعد حدودِ حرم کی تجدید خلفائے بنی امیہ میں سے خلیفہ عبدالملک بن مروان نے کی اس کے

؎۱ غنیہ و اخبار مکہ ص ۳۶۱ و لباب فی المتفرقات من فصل حدود الحرم وغیرہا ؎۲ شرح اللباب ؎۳ مجمع و در مختار و بحر و ش و غنیہ و حیات ؎۴ در و ش و حیات ؎۵ ش ؎۶ ش و حیات ملتقطاً۔

بعد خلفائے بنی عباس میں سے خلیفہ ہارون الرشید کے والد خلیفہ مہدی نے کی اھ۔ اور علامہ عبدالرؤف مناوی نے شرح توضیح المناسک میں کہا ہے کہ اس کے بعد سلاطین اپنے اپنے وقت میں ان نشانات کی تجدید کرتے رہے ہیں یہانتک کہ ان کی تجدید کرنے والا آخری بادشاہ مظفر تھا جو کہ یمن کا بادشاہ تھا اس کے بعد ان نشانات کی تجدید کی بابت معلوم نہیں ہو سکا [1]

(۳) ان حدود کے اندر کی زمین کو حرم یا ارضِ حرم کہتے ہیں اس لئے کہ یہ بڑی حرمت والی زمین ہے اس میں شکار کرنا، درخت، ہری گھاس وغیرہ کاٹنا یا اکھیڑنا، توڑنا اور چوپایوں کو اپنے اختیار سے چرانا حرام ہے [2] (اس کی تفصیل حرم کی جنایات کے بیان میں آئے گی، مؤلف) حدودِ حرم کی باہر کی زمین کو جو کہ ہر طرف سے حدودِ میقات تک واقع ہے حل کہتے ہیں کیونکہ وہاں یہ چیزیں حلال ہیں [3]

(۴) مکہ مکرمہ سے حدودِ حرم کے قرب وبعد کے سبب میں اختلاف کیا ہے بعض علماء نے اس کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ جب حضرت آدم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے آسمان سے زمین کی طرف نزول فرمایا تو آپ شیطان سے ڈرے اور اللہ تعالیٰ سے پناہ مانگی، اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو بھیجا، فرشتے مکہ مکرمہ کے چاروں طرف حضرت آدم علیہ السلام کی حفاظت کے لئے کھڑے ہو گئے پس جس طرف جس قدر جگہ مکہ معظمہ اور ان فرشتوں کے درمیان تھی اس کو اللہ تعالیٰ نے حرم قرار دیدیا۔ اور بعض علماء کہتے ہیں کہ جب حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خانہ کعبہ کی تعمیر کے وقت حجرِ اسود کو اس کی جگہ پر نصب کیا تو حجرِ اسود کی روشنی (چمک) شرقاً وغرباً وشمالاً وجنوباً چاروں طرف جہاں جہاں تک پڑی اللہ تعالیٰ نے اس تمام سرزمین کو ارضِ حرم قرار دیدیا [4]

(۵) اس بارے میں بھی علماء نے اختلاف کیا ہے کہ ارضِ حرم کو آسمانوں اور زمینوں کی پیدائش کے دن سے ہی حرم قرار دیا گیا تھا یا حضرت خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعا سے اس کو حرم بنایا گیا ہے جیسا کہ آپ نے دعا کی تھی رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا الْبَلَدَ اٰمِنًا الآیہ اور اصح یہ ہے کہ ارضِ حرم کی تحریم آسمانوں اور زمینوں کی پیدائش کے دن سے ہو چکی تھی جیسا کہ اس کو امام بخاری وامام مسلم وغیرہما رضی اللہ عنہم نے متعدد طریقوں سے روایت کیا ہے اِنَّ مَكَّةَ بَلَدٌ حَرَّمَ اللّٰهُ تَعَالٰى يَوْمَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ (بیشک مکہ ایسا شہر ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کی پیدائش کے دن حرم قرار دیا تھا) لیکن حضرت خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عام مخلوق پر اس کی حرمت کا اظہار طلب کیا تھا [5]

(۶) ارضِ حرم کی حرمت کے سبب میں بھی علماء نے اختلاف کیا ہے اور اس بارے میں تین قول ہیں دو قول تو وہی ہیں جو مکہ میں مکہ سے قُرب وبُعدِ حدودِ حرم کے سبب میں بیان ہو چکے ہیں اور تیسرا قول یہ ہے کہ جب حق تعالیٰ نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا فرمایا تو ان کو حکم دیا کہ تم دونوں (ہمارے حکم کی طرف) خوشی سے آؤ یا زبردستی سے (تمہیں آنا ضرور پڑے گا) تو دونوں (زمین) نے جواب میں عرض کیا کہ ہم خوشی سے (آپ کے احکام کے لئے) حاضر ہیں اسوقت جسقدر زمین نے جواباً عرض کیا تھا وہ ارضِ حرم تھی اس لئے اس کی تحریم کی گئی فلیتدبر [6]

---

[1] حیات [2] حیات وزبدہ وغیرہما [3] ح وعمدہ وزبدہ [4] اخبار مکہ للازرقی وحیات [5] و [6] حیات۔

احرام

احرام حج و عمرہ کی صحت کے لئے شرط ہے جیسا کہ نماز کی صحت کے لئے تکبیرِ تحریمہ یعنی ذکر اللہ شرط ہے [1]

تفسیرِ احرام

احرام لغت میں دخول فی الحرمۃ کو کہتے ہیں یعنی بے حرمتی نہ کرنا یا اس کے معنی حرام کرنا ہے یعنی جس وقت کوئی شخص حج یا عمرہ کا احرام باندھ کر تلبیہ پڑھ لیتا ہے تو چند مباح چیزیں بھی مثلاً شکار کرنا اور عورت وغیرہ جن کی تفصیل آگے آتی ہے احرام کی وجہ سے اس پر حرام ہو جاتی ہیں [2] اور شرع شریف میں احرام کے معنی ہیں چند مخصوص حرمات میں احرام کی نیت سے اللہ تعالیٰ کے ذکر یا ہدی کو گلے میں پٹہ ڈال کر ہمراہ لے جانے کے ساتھ داخل ہونا [3] نیت اور ذکر یا ہدی لے جانا احرام کے ثابت ہونے کے لئے دونوں شرط ہیں اور ذکر سے مراد تلبیہ یعنی لبیک الخ کہنا یا کوئی اور اللہ کا ذکر کرنا ہے، ہدی کے گلے میں پٹہ ڈال کر اس کو ہانکنا بھی تلبیہ کے قائم مقام ہے [4] پس احرام کے شرعی معنی یہ ہوئے کہ جو چیزیں احرام سے پہلے حلال و مباح تھیں نیت اور تلبیہ کے ساتھ احرام باندھ لینے سے اُن چیزوں کو اپنے اوپر لازمی طور پر حرام قرار دے لے [5] مجازاً ان دو چادروں کو بھی احرام کہتے ہیں جن کو حاجی احرام کی حالت میں استعمال کرتا ہے [6]

حکمِ احرام

جب احرام صحیح طریقہ پر باندھ لیا تو اب اس کے متعلق دو احکام ہیں: **اوّل** یہ کہ حج و عمرہ میں سے جس کا احرام باندھا ہے اس کا پورا کرنا لازمی ہے اس لئے اس کو پورا کئے بغیر احرام نہ کھولے اگرچہ وہ حج یا عمرہ نفلی ہی ہو اور اگرچہ وقوف سے پہلے جماع کر کے احرام کو فاسد کر دیا ہو (یعنی تب بھی وہ حج کے تمام افعال ادا کئے بغیر احرام سے باہر نہیں ہو سکتا۔ مؤلف) پس تمام حالات میں حج و عمرہ میں سے جس کے لئے احرام باندھا ہے اس کے افعال پورے کر کے احرام سے باہر آنا چاہئے سوائے اس صورت کے جبکہ اس کا حج فوت ہو جائے یعنی اس کو وقوفِ عرفات حاصل نہ ہو سکے اس صورت میں وہ عمرہ کے افعال ادا کر کے احرام سے باہر ہو جائے گا اور اسی طرح اس صورت میں جبکہ اس کو حج یا عمرہ سے روک دیا گیا ہو تو وہ حدودِ حرم میں ہدی ذبح کر کے احرام سے باہر ہو جائے گا۔ **دوم** یہ کہ حج و عمرہ میں سے جس کا احرام باندھا ہے اگر اس کے افعال ادا کئے بغیر احرام سے باہر ہو گیا جیسا کہ حج فوت ہو جانے یا احصار یا اپنے فعل سے حج فاسد کرنے یعنی وقوفِ عرفہ سے پہلے جماع کر کے حج فاسد کر دینے کی صورت میں، تو اس پر مطلق طور پر اس کی قضا واجب ہے اگرچہ وہ مظنون ہو پس اگر کسی شخص نے اس گمان پر حج کا احرام باندھا کہ اس پر حج فرض ہے پھر اس کے خلاف ظاہر ہوا تو اس پر اس کے افعال پورے کرنا واجب ہے اور اس کو اس کا باطل کر دینا جائز نہیں ہے پس اگر اس کو باطل کر دیا تو اس کی قضا واجب ہے کیونکہ احرام کو فسخ کرنا ہرگز مشروع نہیں ہے مگر یہ کہ اس کے فسخ کرنے سے دم (قربانی) اور قضا واجب ہو گی اور یہ اس کے افعال کو مطلق طور پر پورا کرنے پر دلالت کرتا ہے بخلاف مظنون فی الصلوٰۃ کے کہ اگر وہ نمازِ مظنونہ کو فاسد کر دے تو اس پر اس کی قضا واجب نہیں ہے [7]، اور محصر پر حجِ مظنون کی قضا واجب ہونے میں اختلاف ہے اور صحیح یہ ہے کہ اس پر بھی قضا واجب ہے جیسا کہ محصر کے بیان میں آئے گا [8]

---

[1] در و غنیہ [2] بحر وغیرہ [3] فتح و ش و غنیہ [4] ش و غنیہ [5] شرح اللباب [6] معلم [7] لباب و شرحہ و بحر و فتح و ش تصرفاً و ملتقطاً [8] ش۔

اقسام ودرجاتِ احرام ومحرم

جاننا چاہئے کہ اصل میں احرام کا باندھنا تین طرح پر ہے اوّل[1] صرف حج کا، دوم[2] صرف عمرہ کا، سوم[3] عمرہ وحج دونوں کا[1] پھر عمرہ وحج دونوں کا احرام باندھنے کی دو[2] قسمیں ہیں قِران وتمتع (مؤلف) پس اس لحاظ سے احرامِ مشروع چار طرح کا ہوتا ہے[2] اور وہ یہ ہیں:۔

(۱) صرف حج کا احرام باندھنا اس کو حجِ افراد یا افرادِ حج کہتے ہیں خواہ وہ شخص اس سال[1] میں عمرہ نہ کرے یا ایامِ حج[2] گذرنے کے بعد عمرہ کرے یا حج سے[3] پہلے کرے تو حج کے مہینوں سے بھی پہلے عمرہ کرلے، ان تینوں صورتوں میں اس کا حج افراد ہی ہوگا۔

(۲) صرف عمرہ کا احرام باندھنا اس کو افرادِ بعمرہ کہتے ہیں خواہ اس[1] نے عمرہ سے پہلے حج کرلیا ہو، یعنی حج ادا کر کے ایامِ حج گذرنے کے بعد عمرہ کیا ہو، یا حج سے[2] پہلے عمرہ کیا تو حج کے مہینوں سے بھی پہلے عمرہ کیا ہو، یا اُس[3] نے اس سال حج ہی نہ کیا ہو، ان تینوں صورتوں میں وہ صرف عمرہ کا احرام ہوگا۔

(۳) تمتع کا احرام باندھنا (یعنی پہلے صرف عمرہ کا احرام باندھنا اور حج کے مہینوں میں عمرہ کے افعال ادا کر کے احرام سے باہر ہو جانا پھر اپنے وطن واپس آئے بغیر اُسی سال اُسی سفرِ واحد میں حج کے وقت حج کا احرام مکہ مکرمہ سے باندھنا[3] اس کو تمتع اس لئے کہتے ہیں کہ وہ افعالِ عمرہ ادا کرنے کے بعد عمرہ کے احرام سے حلال ہوکر حج کا احرام باندھنے کے وقت تک ممنوعاتِ احرام کا متمتع ہوسکتا ہے اور یہ اس وقت ہے جبکہ وہ ہدی ساتھ نہ لایا ہو (کیونکہ ہدی ساتھ لانے کی صورت میں وہ عمرہ کے افعال ادا کرنے کے بعد بھی احرام کی حالت میں رہتا ہے۔ مؤلف)

(۴) قِران یعنی حج وعمرہ دونوں کو (حج کے مہینوں میں) ایک احرام میں جمع کرنا[4] (تفصیل قران کے بیان میں ملاحظہ فرمائیں)۔

احرام کی ان چاروں قسموں کی بنا پر احرام باندھنے والے بھی چار قسم کے ہوئے:۔

(۱) مفرد بالحج جبکہ وہ صرف حج کا احرام باندھے (یعنی وہ حج کے دنوں میں حج ادا کرے اور اس سال میں عمرہ نہ کرے یا حج کے ایام گذرنے کے بعد عمرہ کرے یا حج کے مہینے آنے سے پہلے عمرہ کرے[5])

(۲) مفرد بالعمرۃ جبکہ اس نے حج کے مہینوں سے پہلے عمرہ کا احرام باندھ کر عمرہ کا طواف کرلیا ہو خواہ وہ اس سال حج کرے یا نہ کرے یا حج کے مہینوں سے پہلے عمرہ کا احرام باندھ کر عمرہ کا پورا طواف یا اکثر حصہ حج کے مہینوں میں کیا یا حج کے مہینوں میں احرام باندھ کر عمرہ کا طواف کیا اور ان دونوں صورتوں میں اس سال حج نہ کیا تب بھی وہ مفرد عمرہ ہوگا، یا اس نے اسی سال حج بھی کیا لیکن عمرہ کے احرام سے فارغ ہونے کے بعد عمرہ وحج کے درمیانی زمانے میں اپنے اہل وعیال (وطن) میں آیا تب بھی وہ عمرہ مفرد ہی ہوگا۔

(۳) متمتع، جبکہ وہ صرف مفرد عمرہ کا احرام باندھ کر عمرہ کا پورا طواف یا اس کے اکثر چکر حج کے مہینوں میں کرے پھر اسی سال حج کرے اور عمرہ کے احرام سے فارغ ہو کر عمرہ وحج کے درمیانی زمانہ میں اپنے وطن میں نہ آئے (اس کی تفصیل تمتع کے بیان میں ملاحظہ فرمائیں)

(۴) قارن، یعنی وہ شخص جو عمرہ وحج کا احرام ایک ساتھ باندھے یا عمرہ[1] کا احرام میقات سے باندھ کر عمرہ کا اکثر طواف

---

[1] بدائع [2] حیات [3] حیات بتصرف [4] لباب وشرحہ بتصرف [5] زبدہ۔

(چار چکر) کرنے سے پہلے حج کا احرام اس کے ساتھ داخل کرلے، یا حج کا احرام میقات سے باندھ کر طواف قدوم کا ایک چکر کرنے سے پہلے عمرہ کا احرام اس کے ساتھ داخل کرلے (قران کی یہ تین صورتیں ہوئیں، مؤلف) اور قران کی پہلی تصورتوں میں کوئی برائی نہیں ہے اور تیسری صورت برائی وکراہت کے ساتھ جائز ہے (تفصیل قران کے بیان میں ملاحظہ فرمائیں، مؤلف) اور احرام مبہم یعنی حج یا عمرہ کا تعین کئے بغیر نسک کا احرام باندھنا اور پھر اس کو حسب منشا حج یا عمرہ یا دونوں کے لئے مقرر کرلینا اور احرام معلق مثلاً کسی نے زید کے احرام کی مثل احرام باندھا تو یہ دونوں قسمیں بھی مذکورہ بالا چار قسموں سے خارج نہیں ہیں جیسا کہ یہ بات پوشیدہ نہیں ہے [1] (اور احرام مبہم ومعلق کی تفصیل نیت احرام کے بیان میں ہے، مؤلف) ان چاروں قسموں میں افضل قران ہے اور اس کو جمہور سلف اور اکثر خلف نے اختیار کیا ہے اس کے بعد تمتع کا درجہ ہے پھر حج افراد کا پھر مفرد عمرہ کا درجہ ہے، اور احرام کی یہ چاروں صورتیں مشروع ہیں لیکن پہلی دو صورتیں یعنی قران وتمتع صرف آفاقی کے لئے مشروع وجائز ہیں (اہل مکہ اور جو ان کے حکم میں ہیں یعنی میقاتی وحلی اور وہ آفاقی جو حل یا حرم میں آکر ان کے حکم میں ہوگیا ہو ان کے لئے مشروع وجائز نہیں ہیں، مؤلف) اور آخری دو صورتیں یعنی حج افراد اور عمرہ افراد مطلقاً ہر شخص کے لئے مشروع وجائز ہیں خواہ وہ آفاقی ہو یا مکی ومیقاتی وحلی ہو۔ احرام کی متصورہ صورتوں میں سے جو صورتیں ممنوع ہیں وہ یہ ہیں: دو حجوں کو جمع کرنا، دو عمروں کو جمع کرنا، عمرہ کا احرام حج کے احرام پر داخل کرنا (جیسا کہ اوپر قران کی تیسری صورت میں بیان ہوا) یہ آفاقی وغیر آفاقی مطلقاً سب کے لئے ممنوع ہے اور حج کا احرام عمرہ کے احرام پر داخل کرنا (یہ قران کی دوسری صورت میں بیان ہوا ہے جو آفاقی کے لئے مشروع وجائز ہے لیکن) مکی (اور جو اس کے حکم میں ہے) کے لئے مشروع وجائز نہیں اور اسی طرح قران (کی پہلی صورت یعنی میقات سے عمرہ وحج دونوں کا احرام ایک ساتھ باندھنا) اور تمتع مکی (اور جو اس کے حکم میں ہے) کے لئے مشروع وجائز نہیں ہے۔ [2]

مکانِ احرام کے اعتبار سے احرام کی قسمیں

احرام کے مکان کے اعتبار سے چند قسمیں ہیں جن کے احکام مختلف ہیں:-

(۱) **واجب**: یعنی مقررہ میقاتوں میں سے کسی ایک میقات سے احرام باندھنا خواہ وہ میقات اس کے اپنے شہر کا ہو یا کوئی اور میقات ہو۔

(۲) **سنت**: یعنی اپنے شہر کے میقات سے احرام باندھنا اور یہ شریعت نے اسلئے مسنون قرار دیا تاکہ امت سے حرج وتکلیف رفع ہوجائے۔

(۳) **افضل**: اور وہ یہ ہے کہ اپنے گھر ہی سے احرام باندھ کر روانہ ہو کیونکہ اس میں عبادت کی طرف پیشقدمی اور نیکیوں کی طرف جلدی کرنا ہے۔

(۴) **فاضل**: یعنی فضیلت والا احرام اور وہ یہ ہے کہ اپنے گھر سے نکلنے کے بعد اور میقات پر پہنچنے سے پہلے پہلے (مثلاً بندرگاہ سے سوار ہوتے وقت یا جہاز میں سوار ہو کر میقات یا محاذات میقات آنے سے پہلے) کسی جگہ احرام باندھ لینا لیکن اس میں شرط یہ ہے کہ حج کے مہینوں میں احرام باندھا جائے۔

[1] بحر فی القران [2] لباب وشرحہ

(۵) حرام: یعنی جس میقات سے احرام باندھنا اس کیلئے متعین ہے اس سے تاخیر کرنا (یعنی آخری میقات سے بلا احرام آگے جانا، مؤلف)

(۶) مکروہ: وہ یہ ہے کہ اگر کسی شخص کے راستہ میں دو میقات آتے ہوں تو پہلے میقات سے احرام نہ باندھنا اور بلا احرام دوسرے میقات کی طرف آگے جانا اور یہ کراہت اس وقت ہے جبکہ وہ ممنوعاتِ احرام سے بچنے کے لئے اپنے اوپر قدرت رکھتا ہو اور اگر ممنوعات سے بچنے پر قادر نہ ہو تو اس کو پہلے میقات سے احرام باندھنے کی بجائے دوسرے میقات سے احرام باندھنا افضل ہے اور ان تمام مخالف و موافق صورتوں میں احرام صحیح ہو جاتا ہے حتیٰ کہ صورتِ محرمہ (یعنی میقاتِ معینہ سے آگے گذر کر احرام باندھنے کی صورت) میں بھی احرام منعقد ہو جاتا ہے لیکن اس صورت میں اس پر دم واجب ہو جائے گا پس احرام کی صحت کے لئے مکان یا زمان کی کوئی شرط و قید نہیں ہے اور اسی طرح احرام کی صحت کے لئے کسی ہیئت و حالت کی بھی شرط و قید نہیں ہے پس اگر کسی شخص نے سلے ہوئے کپڑے پہنے ہوئے احرام باندھا یا جماع کرتے ہوئے احرام باندھا تو پہلی صورت یعنی کپڑے پہنے ہوئے احرام باندھنے میں احرام کا انعقاد صحیح ہوگا اور اس پر دم واجب ہوگا جبکہ سلے ہوئے کپڑے ایک دن رات پہنے رہا ہو اور اس سے کم پہنا تو صدقہ واجب ہوگا اور دوسری صورت یعنی حالتِ جماع میں احرام باندھنے سے احرام منعقد ہو کر فاسد ہو جائے گا اور اس کو لازم ہوگا کہ وہ حج کے افعال پورے کر کے احرام سے باہر ہو جیسا کہ حج فاسد ہو جانے کی صورت میں حکم ہے اور پھر آئندہ سال اس کی قضا دے[1]

شرائطِ صحتِ احرام

احرام صحیح ہونے کی شرطیں تین ہیں: (۱) اسلام اور اس کا بیان پہلے ہو چکا ہے۔

(۲) نیت، یعنی دل سے نسک یعنی حج یا عمرہ کے التزام کی نیت کرنا لیکن نیت میں نسک یعنی حج یا عمرہ کا متعین کرنا شرط نہیں ہے پس مبہم نیت کرنا اور یہ نیت کرنا کہ فلاں شخص نے جس قسم کا احرام باندھا ہے وہ بھی اسی قسم کا احرام باندھتا ہے صحیح ہے خواہ اس کو اس کے احرام کی قسم کا علم ہو یا نہ ہو، (تفصیل نیتِ احرام کے بیان میں ملاحظہ فرمائیں)۔

(۳) تلبیہ یا کوئی ذکر جو اس کے قائم مقام ہو یا اس کی بجائے ہدی کے گلے میں پٹہ ڈالنا اور اس کو حج کی طرف لے جانا صرف نیت کر لینے سے احرام میں داخل نہیں ہوتا بلکہ نیت کے ساتھ تلبیہ یا اس کے قائم مقام کوئی ذکر پڑھنا ضروری ہے۔ ہدی کے گلے میں پٹہ ڈالنا اور اس کو حج کی طرف لیجانا بھی تلبیہ کے قائم مقام ہے یہاں تک کہ اگر کسی نے صرف نیت کی اور تلبیہ نہ پڑھا تو وہ محرم نہیں ہوگا اور اسی طرح اس کا عکس یعنی کسی نے تلبیہ پڑھا اور نیت نہیں کی تب بھی محرم نہیں ہوگا اور صحیح مذہب یہ ہے کہ نیت اور تلبیہ (یا اس کے قائم مقام) کے پائے جانے سے احرام میں داخل ہو جائے گا اور اس بارے میں اختلاف ہے کہ وہ نیت و تلبیہ دونوں کے ساتھ محرم ہوتا ہے یا دونوں میں سے ایک کے ساتھ اس شرط پر محرم ہو جاتا ہے کہ دوسرا ابھی اس کے ساتھ پایا جائے اور معتمد وہ ہے جو شیخ حسام الدین شہید نے ذکر کیا ہے اور وہ یہ ہے کہ احرام تلبیہ کے ساتھ شروع نہیں ہوتا بلکہ نیت کے ساتھ شروع ہوتا ہے لیکن یہ اس وقت ہے جبکہ نیت تلبیہ کے وقت پائی جائے جیسا کہ نماز میں تکبیر تحریمہ کے وقت نماز شروع کرنے والا ہوتا ہے تکبیر تحریمہ کے ساتھ نہیں[2] اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک صرف نیت سے ہی محرم ہو جاتا ہے اور امام شافعیؒ کے دو قولوں میں سے بھی ایک قول

[1] لباب و شرحہ وغیرہ [2] لباب و شرحہ و ش وغیرہ بتصرف

یہی ہے [1] اور اگر تلبیہ کہا اور نیت نہ کی تو اجماعاً احرام صحیح نہیں ہوگا [2] اور احرام کی صحت کے لئے کسی خاص وقت یا جگہ یا ہیئت یا حالت کا ہونا شرط نہیں ہے پس اگر کسی نے سلے ہوئے کپڑے پہنے ہوئے یا جماع کرتے ہوئے احرام باندھا تو پہلی صورت میں اس کا احرام صحیح ہو کر منعقد ہو جائے گا اور دوسری صورت میں فاسد ہوتے ہوئے منعقد ہوگا [3]۔

شرائط بقائے صحتِ احرام

احرام کی صحت کے باقی رہنے کی شرطیں یہ ہیں ——— (۱) حج میں وقوفِ عرفہ سے پہلے تک جماع کا نہ پایا جانا اور عمرہ میں طوافِ عمرہ سے قبل جماع کا نہ پایا جانا، کیونکہ ان اوقات میں جماع حج یا عمرہ کو فاسد کرنے والا ہے ——— (۲) مرتد نہ ہونا [4] (یعنی وقوفِ عرفہ وطوافِ عمرہ سے پہلے یا بعد، مؤلف)

شرطِ بقائے احرام

احرام کے اپنی حالت پر باقی رہنے کے لئے شرط یہ ہے کہ جب تک اس احرام کے متعلق افعال پورے نہ کر لئے جائیں اور اس کے تمام اعمال سے باہر نہ ہو جائے اس احرام میں دوسرے حج یا عمرہ میں سے کوئی اس کی جنس کا احرام داخل نہ کیا جائے اور اسی طرح بعض مخصوص صورتوں میں اس کے خلاف جنس کا احرام بھی داخل نہ کیا جائے مثلاً یہ کہ پہلا احرام حج کا ہو اور دوسرا اس کے خلاف یعنی عمرہ کا ہو، یا پہلا احرام عمرہ کا ہو اور دوسرا اس کے خلاف یعنی حج کا ہو (اور اس کی تفصیل ایک احرام پر دوسرے احرام کو ملانے کے بیان میں ملاحظہ فرمائیں) [5]

رکنِ احرام

احرام کا رکن یہ ہے کہ احرام باندھنے والے کو کوئی ایسا فعل پایا جائے جو حج کے خصائص میں سے ہو اور وہ دو قسم کے ہیں۔

پہلی قسم قول ہے یعنی لبیک اللّٰھم لبیک الخ کہنا اور اس کا ایک مرتبہ کہنا شرط (فرض) ہے اور ایک سے زیادہ دفعہ کہنا سنت ہے جس کا ترک کرنا بُرا ہے اور وہ گنہگار ہوگا (اور تلبیہ یعنی لبیک اللّٰھم لبیک الخ کہنا فرض ہونے سے مراد یہ ہے کہ کوئی ذکر ہو جس سے اللہ تعالیٰ کی تعظیم مقصود ہو خاص ان الفاظ کے ساتھ تلبیہ ہونا فرض نہیں بلکہ سنت ہے، غنیہ وغیرہ تلبیہ اور اس کے متعلق مسائل کی تفصیل آگے الگ عنوان سے درج ہے، مؤلف)۔ اگر تلبیہ کی جگہ سبحان اللہ یا الحمد للہ یا لا الٰہ الا اللہ وغیرہ اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا اور اس کے ساتھ احرام کی نیت کی تو وہ بالاجماع احرام میں داخل ہو جائے گا خواہ وہ تلبیہ اچھی طرح پڑھ سکتا ہو یا اچھی طرح نہ پڑھ سکتا ہو اور اسی طرح اگر عربی کے علاوہ کسی اور زبان میں تلبیہ یا کوئی اور اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا تو اس کے لئے کافی ہے خواہ وہ عربی زبان میں اچھی طرح کہہ سکتا ہو یا نہ کہہ سکتا ہو، لیکن عربی میں کہنا افضل ہے اور اگر کسی نے اللّٰھم کہا اور اس پر اور کچھ زیادہ نہ کیا تو جن فقہا کے نزدیک اتنا کہہ لینے سے نماز شروع ہو جاتی ہے ان کے نزدیک احرام میں بھی داخل ہو جائے گا اور جن فقہا کے نزدیک اس سے نماز شروع نہیں ہوتی ان کے نزدیک احرام میں بھی داخل نہیں ہوگا۔

اور دوسری قسم فعل ہے اور وہ یہ کہ بدنہ یعنی قربانی کے اونٹ یا گائے کے گلے میں پٹہ ڈالے اور حج کی نیت سے احرام باندھ کر اس جانور کو ہمراہ لیجائے اس طرح بھی وہ احرام میں داخل ہو جائے گا خواہ تلبیہ نہ پڑھے اور وہ اونٹ یا گائے نفلی حج کی قربانی کا ہو یا نذر حج یا جزائے صید وغیرہ کی قربانی کا ہو، اور اگر جانور کو کسی دوسرے آدمی کے ساتھ روانہ کر دیا اور خود اس کے ساتھ

[1] شرح اللباب وفتح وغنیہ [2] حیات [3] لباب وشرحہ وش وغنیہ [4] لباب وشرحہ [5] ایضاً۔

روانہ نہیں ہوا بعد میں اس طرف روانہ ہوا تو جبتک قربانی کے جانور سے نہیں مل جائیگا اسوقت تک احرام میں داخل نہیں ہوگا لیکن اگر ہدی (قربانی) تمتع یا قران کی ہے تو اس جانور کے پاس پہنچنے سے پہلے ہی یعنی اس طرف روانہ ہوتے ہی احرام میں داخل ہوجائیگا پس جب وہ اس قربانی کے جانور سے جاملا اور اس کو لے چلا تو اب اس کی نیت عمل کے ساتھ مل گئی جو احرام کی خصوصیات میں سے ہے اور وہ اسی طرح محرم ہوگیا جیسا کہ ابتدا میں قربانی کا جانور ہانکنے سے ہوتا ہے [۱]

واجبات احرام

احرام کے واجبات دو ہیں: (۱) میقات سے احرام باندھنا (یعنی اس سے مؤخر نہ کرنا، مؤلف) (۲) ممنوعات احرام سے بچنا [۲] اور سِلے ہوئے کپڑے اُتار دینا بھی واجبات میں سے ہے پس اگر سلے ہوئے کپڑے پہن کر احرام باندھا تو یہ مکروہ ہے اور اس پر ان کپڑوں کو اُتارنا واجب اور اس کی جنایت کی جزا لازم ہے [۳] (تفصیل آگے آئے گی، مؤلف) اور ممنوعات کے ترک کا واجب ہونا اس لحاظ سے ہے کہ ان کے ترک کا تدارک دم اور کفارات کے ذریعہ سے ہوجاتا ہے اور یہ اس بات کے منافی نہیں ہے کہ ممنوعات کا ترک کرنا فرض ہے [۴]

سنن احرام

احرام کی سنتیں نو ہیں ___ (۱) حج کا احرام حج کے مہینوں میں باندھنا، کیونکہ ان سے پہلے احرام باندھنا احناف کے نزدیک مکروہ ہے اور امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک بالکل جائز ہی نہیں ہے [۵]

(۲) اپنے ملک کے میقات سے احرام باندھنا جبکہ اس سے گزر ہو ورنہ اپنے راستہ کی میقات سے باندھنا اور اپنے ملک یا راستہ کی میقات کے علاوہ کسی دوسرے میقات سے احرام باندھنا بھی صحیح ہے مگر ایسا کرنا بُرا ہے اور سنت یہ ہے کہ اپنے ملک یا اپنے راستہ کی میقات سے اعراض نہ کرے [۶]

(۳) غسل یا وضو کرنا [۷] اور غسل کرنا افضل ہے [۸] اور یہ غسل صفائی ستھرائی کے لئے ہے طہارت و دفع نجاست کے لئے نہیں ہے پس یہ غسل حیض و نفاس والی عورت اور نابالغ کے حق میں بھی مستحب ہے اور اسی لئے پانی نہ ملنے کے وقت احرام کے لئے تیمم مشروع نہیں ہے یعنی تیمم کر لینے سے یہ سنت ادا نہیں ہوگی [۹] کیونکہ تیمم سے صفائی حاصل نہیں ہوتی [۱۰] بلکہ اعضا خاک آلودہ ہوجاتے ہیں [۱۱] اور یہ غسل احرام کے لئے سنت ہے پس اگر کسی شخص نے غسل کیا پھر حدث کیا پھر احرام باندھتے وقت وضو کیا تو اس کو غسل کی فضیلت حاصل نہیں ہوگی [۱۲] اور بعض نے کہا کہ اس کو غسل کی فضیلت حاصل ہوجائیگی اور یہی اظہر ہے [۱۳] اس سے معلوم ہوا کہ ایک سنت یہ ہے کہ احرام طہارت پر باندھا جائے یہ سنت تو غسل سے عاجزی کے وقت وضو سے اور وضو سے عاجزی کے وقت تیمم سے حاصل ہوجائے گی اور ایک سنت یہ ہے کہ احرام باندھتے وقت بدن کی صفائی اور ستھرائی حاصل کی جائے یہ غسل کے بغیر حاصل نہیں ہوگی پس غسل کی بجائے وضو کرنا در حقیقت صفائی کی سنت کے قائم مقام نہیں ہوگا لیکن جس شخص کے لئے نماز پڑھنا جائز ہے اس کے لئے دو رکعت سنت احرام کی ادائیگی کے لئے کافی ہوگا ایسا ہی تیمم کا حکم ہے

---

[۱] ع [۲] لباب [۳] غنیہ [۴] شرح اللباب [۵] لباب و شرحہ و حیات [۶] لباب و شرحہ و غنیہ و حیات [۷] لباب و شرحہ و غنیہ وغیرہا۔ [۸] ع وغیرہ [۹] بحر و شرح اللباب وغیرہا [۱۰] حیات [۱۱] در و ش [۱۲] ش و لباب [۱۳] لباب و شرحہ۔

کہ پانی سے عجز کے وقت تیمم صفائی ستھرائی کے لئے غسل کی سنت کے قائم مقام نہیں ہوگا البتہ دوگانہ سنتِ احرام ادا کرنے کے حق میں سنتِ غسل کا قائم مقام ہوگا [۱]

(۴) دو کپڑے یعنی چادر اور تہبند پہننا [۲]

(۵) خوشبو اور تیل لگانا یعنی احرام کی نیت کرنے سے پہلے اپنے بدن پر خوشبو لگانا خواہ وہ خوشبو ایسی ہو جس کا عین (وجود) بعد میں باقی رہ جائے مثلاً مشک یا غالیہ یا ایسی خوشبو ہو جس کا وجود باقی نہ رہے [۳] اور اسی طرح جو بھی تیل چاہے لگائے خواہ خوشبودار ہو یا بغیر خوشبو کا ہو اور اس بات پر فقہا کا اجماع ہے کہ احرام (کی نیت کرنے) سے پہلے ایسی خوشبو کی چیز لگانا جائز ہے جس کا وجود (جرم) احرام باندھنے کے بعد تک باقی نہ رہے اگرچہ اس کی خوشبو احرام باندھنے کے بعد تک باقی رہے اور اسی طرح گاڑھی خوشبودار چیز جس کا وجود احرام باندھنے کے بعد تک باقی رہے جیسا کہ مشک اور غالیہ بدن پر لگانا ہمارے نزدیک ظاہر الروایت کے بموجب مکروہ نہیں ہے یہی صحیح ہے [۴] یہ شیخین کا مذہب ہے اور امام محمدؒ کے نزدیک ایسی خوشبو بدن پر لگانا جس کا وجود احرام باندھنے کے بعد باقی رہے مکروہ ہے، اور امام مالک و امام شافعی و امام زفر رحمہم اللہ کا بھی یہی قول ہے کیونکہ وہ اس خوشبو سے احرام کی حالت میں منتفع ہوگا [۵] اور اس اختلاف کی وجہ سے فقہا نے اس بات کو پسند کیا ہے کہ جب مشک وغیرہ جسم دار خوشبو احرام سے پہلے استعمال کرے تو عرق گلاب وغیرہ میں اس کو حل کر کے لگائے تاکہ وہ جسم دار نہ رہے [۶] اور کپڑے میں ایسی خوشبودار چیز لگانا جس کا وجود (عین) احرام کے بعد بھی باقی رہے سب کے قول کے بموجب جائز نہیں، اور یہ قول شیخین سے مروی دو روایتوں میں سے ایک روایت کے بموجب ہے ہمارے فقہا نے کہا ہے کہ ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں [۷] یعنی شیخین سے کپڑے میں جسم دار خوشبو لگانے کے بارے میں دو روایتیں ہیں اور صحیح روایت یہی ہے کہ جائز نہیں ہے جیسا کہ امام محمدؒ کے نزدیک جائز نہیں ہے اور جس خوشبو کا وجود بعد میں باقی نہ رہے اس کا استعمال بدن و کپڑے میں بالاتفاق جائز ہے [۸] اور طرابلسی نے کہا کہ اولیٰ یہ ہے کہ اپنے بدن پر خوشبو لگائے اور اختلاف سے بچنے کے لئے اپنے کپڑوں پر خوشبو نہ لگائے [۹] پس افضل و اولیٰ یہ ہو کہ اپنے بدن پر بھی جسم دار خوشبو نہ لگائے بلکہ ایسی خوشبو لگائے جس کا جسم باقی نہ رہے تاکہ امام محمدؒ وغیرہم کے خلاف سے بچ جائے اور کپڑے پر بالاتفاق جسم دار خوشبو نہ لگائے جیسا کہ ائمہ ثلاثہ کا صحیح مذہب اوپر بیان ہوا کیونکہ کبھی کپڑا بدن سے الگ بھی ہو جاتا ہے اور پھر اس کا پہننا جبکہ اس پر جسم دار خوشبو لگی ہوئی ہے حالتِ احرام میں خوشبو کے استعمال کے مشابہ ہو جائے گا [۱۰] اور مبسوط میں ہے کہ اگر احرام سے پہلے تیل لگایا پھر اس نے اس کی خوشبو احرام باندھنے کے بعد پائی تو اس پر کچھ لازم نہیں ہوگا جیسا کہ اگر کوئی شخص (احرام کی حالت میں) عطر فروشوں کے بازار میں داخل ہوا اور خوشبو دار ہوا اس کے ناک میں داخل ہوئی تو اس پر کچھ لازم نہیں ہوگا اسی طرح اگر احرام باندھنے کے بعد وقوفِ عرفات وغیرہ میں خوشبو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہوئی تو احرام والے کو اس سے کوئی نقصان نہیں ہے اور اس پر کوئی فدیہ لازم نہیں ہوگا [۱۱]

---

[۱] حیات تصرفاً [۲] لباب و غنیہ و حیات وغیرہا [۳] بحر وغیرہ [۴] ع [۵] ہدایہ بزیادۃ عن فتح [۶] فتح و ارشاد [۷] ع و بحر [۸] حیات [۹] ارشاد [۱۰] حیات [۱۱] ارشاد۔

(۶) احرام کی سنت کی نیت سے دو رکعت نماز ادا کرنا[۱] یعنی احرام کی چادریں پہننے اور خوشبو لگانے کے بعد دو رکعت نماز بطورِ سنت ادا کرے (اور مستحب یہ ہے کہ اس دوگانہ میں سنتِ احرام کی نیت کرے تاکہ پوری فضیلت حاصل ہو ورنہ مطلق نیت کرنا بھی حصولِ سنت کیلئے کافی ہو جائے گا[۲]) اور اگر ایسا وقت ہو جس میں نفل ادا کرنا مکروہ ہے تو یہ نماز نہ پڑھے اور اگر اس وقت متصل ہی فرض نماز پڑھ لی ہو تو سنتِ احرام کے لئے بھی وہی کافی ہے جیسا کہ تحیۃ المسجد کے لئے کافی ہو جاتی ہے[۳] اور ان دونوں رکعتوں میں جو بھی سورت چاہے پڑھے اور اگر پہلی رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد سورۂ قل یا ایہا الکافرون الخ اور دوسری رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد قل ہو اللہ احد الخ اس نیت سے پڑھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عملِ مبارک کے ساتھ برکت حاصل کرے تو افضل ہے، اور اکثر علما قل یا ایہا الکافرون الخ سے فراغت کے بعد رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ ۝ اور قل ھو اللہ سے فارغ ہو کر رَبَّنَا اٰتِنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً وَّهَيِّئْ لَنَا مِنْ اَمْرِنَا رَشَدًا ۝ پڑھتے ہیں[۴] قل یا ایہا الکفرون پڑھنے میں شرک و کفر سے بیزاری کرنا ہے اور قل ہو اللہ پڑھنے میں اللہ تعالیٰ کی توحید کا اقرار کرنا ہے، پس احرام کے شروع میں توحید کے لفظوں سے مشرف ہونا بہتر ہے[۵]

(۷) تلبیہ کے جو الفاظ حدیث شریف کی روایات میں آئے ہیں اُن کو کم و بیش کئے بغیر پڑھنا سنت ہے اور اگر ان پر کچھ الفاظ زیادہ کرے تو جائز بلکہ پسندیدہ ہے[۶]

(۸) تلبیہ ایک دفعہ سے زیادہ پڑھنا[۷] یعنی تلبیہ کا تین دفعہ تکرار کرنا، احرام باندھتے وقت تلبیہ کا ایک دفعہ پڑھنا فرض ہے اور اس کو تین دفعہ پڑھنا سنت ہے اور اسی طرح جب بھی تلبیہ پڑھے تو ہر موقع پر تین دفعہ پڑھنا سنت ہے[۸]

(۹) تلبیہ بلند آواز سے پڑھنا تاکہ زمین، پتھر، ڈھیلے، درخت وغیرہ اس کی شہادت دیں لیکن عورت بلند آواز سے نہ پڑھے[۹] بعض نے بلند آواز سے تلبیہ پڑھنے کو مستحب کہا ہے لیکن معتمد قول یہ ہے کہ سنت ہے مگر بہت زور سے چیخنا نہیں چاہئے اور مسجد میں اتنا بلند نہ کہے کہ جس سے نمازیوں کو تشویش ہو[۱۰] اور عورت فتنہ سے بچنے کیلئے بلند آواز سے تلبیہ نہ کہے بلکہ اس طرح کہے کہ صرف اپنے آپ کو سنائے[۱۱]

مستحباتِ احرام

احرام کے مستحبات بہت ہیں جن کا مفصل ذکر کیفیتِ حج کے بیان میں احرام کی کیفیت کے ضمن میں آئے گا اُن میں سے بعض مستحبات کا ذکر یہاں کیا جاتا ہے (مؤلف)

(۱) جو چیزیں میل کچیل کا موجب ہیں غسل سے پہلے اُن کو دُور کرنا اس کو احرام میں افضلیت کے بیان کے لئے مستحب کہا ہے ورنہ یہ احرام کے علاوہ بھی مطلقاً (یعنی ہر زمانہ میں) سنت ہے[۱۲] پس جب کوئی شخص احرام باندھنے کا ارادہ کرے اس کے لئے مستحب ہے کہ اپنے بدن کو پوری طرح سے صاف ستھرا کرے یعنی دونوں ہاتھوں اور دونوں پاؤں کے ناخن اور لبیں کٹائے اور بغلوں اور زیرِ ناف کے بال اُسترے سے مونڈ کر یا ہاتھ سے اُکھاڑ کر یا بال دور کرنے کی دوائی چونا وغیرہ سے دُور کرے اور مَردوں میں سے جو شخص سر منڈانے کا

---

[۱] لباب و شرحہ وغیرہ [۲] حیات [۳] بحر و در و شرح اللباب وغیرہا [۴] ع [۵] حیات [۶] لباب و شرحہ [۷] غنیہ۔
[۸] لباب و شرحہ و در وغیرہا بتصرف [۹] لباب و شرحہ [۱۰] زبدہ مع عمدہ [۱۱] در و ارشاد [۱۲] لباب و شرحہ۔

عادی ہو یا اس وقت اس کا ایسا ارادہ ہو تو اپنے سر کے بال منڈائے ورنہ ان بالوں میں کنگھی کرے اور خطمی واشنان وغیرہ سے دھو کر اپنے بالوں اور بدن سے غبار اور میل دور کرے [1]

(۲) غسل کرتے وقت غسلِ احرام کی نیت کرنا مستحب ہے ورنہ اصل سنتِ غسل حاصل ہونے کے لئے مطلق غسل کی نیت بھی کافی ہے اور اسی طرح غسلِ جنابت یا غسلِ حیض کی نیت بھی کافی ہے [2]

(۳) دو سفید نئے یا دُھلے ہوئے کپڑے یعنی چادر اور تہبند پہننا، دو کپڑے یعنی چادر اور تہبند کا پہننا سنت ہے (جیسا کہ سنتوں میں بیان ہو چکا ہے) اور ان میں باقی اوصاف کا پایا جانا یعنی سفید اور نئے دُھلے ہوئے ہونا مستحب ہے [3] اور ان دونوں کپڑوں کا نیا ہونا افضل ہے [4] اور کفن کی طرح ان دونوں کا کسی اور رنگ کی بجائے سفید ہونا بھی افضل ہے اور پرانے کپڑے کو دھوئے بغیر استعمال کرنے میں ترکِ مستحب ہے اور دو کپڑے ہونا سنت کے بیان کے لئے ہے ورنہ جس ایک کپڑے سے ستر عورت ہو سکے کافی ہے [5] یعنی اس صفت پر تہبند اور چادر کا پہننا سنت کے بیان کے لئے ہے ورنہ جس قدر کپڑے سے ستر عورت ہو سکے کافی ہے پس ایک کپڑے میں احرام باندھنا بھی جائز ہے اور دو کپڑوں سے زیادہ یعنی ایک کے اوپر دوسرا کپڑا پہننا یا ایک کو دوسرے سے بدل لینا بھی جائز ہے اور سیاہ یا سبز یا دیگر رنگ کے کپڑوں میں یا پیوند لگے ہوئے کپڑوں میں احرام باندھنا بھی جائز ہے (پس اگر کسی مسکین وغیرہ نے خرقہ کے ٹکڑے آپس میں ملا کر چادر بنالی تو اس میں بھی احرام جائز ہے لیکن بغیر سلے کپڑے پر قادر ہونے کے باوجود ایسا کرنا افضل نہیں ہے [6]) اور افضل یہ ہے کہ ان میں کہیں کوئی سلائی نہ ہو (یعنی مستحب یہ ہے کہ دونوں چادریں کہ بیچ میں بھی سلائی نہ ہو [7]) یہ فضیلت کا بیان ہے ورنہ اگر سلا ہوا کپڑا اس طرح کا سلا ہوا نہ ہو جس کا پہننا احرام میں ممنوع ہے (یعنی جسم کی وضع پر سلایا بنا ہوا نہ ہو مؤلف) تو جائز ہے بلکہ اگر سلے ہوئے کپڑے بالکل نہ اتارے تب بھی اس کا احرام منعقد ہو جائے گا اگرچہ اس پر دم واجب ہو گا خواہ عذر کی وجہ سے ہو جبکہ ان کو ایک دن یا ایک رات پہنے رہے اور اس سے کم عرصہ پہننے کی صورت میں صدقہ واجب ہو گا جیسا کہ اس کی تفصیل جنایات کے بیان میں ہے [8] اور تہبند ناف سے لیکر گھٹنوں کے نیچے تک کا ہو اور چادر پیٹھ، کاندھوں اور سینہ پر اوڑھے اور ناف سے اوپر باندھ لے اور اگر اس کے دونوں سرے اپنی ازار (تہبند) میں اُڑس لے (یعنی اندر کرلے) تو کچھ مضائقہ نہیں اور اگر کانٹے یا سوئی سے اٹکالے یا اپنے اوپر ایک رسی سے باندھ لے تو یہ فعل بُرا ہے اور اس پر دم یا صدقہ کچھ واجب نہیں ہو گا [9] اور پوشیدہ نہ رہے کہ دو چادروں کا پہننا اور اُن کے متعلق اوصافِ مذکورہ کا حکم مردوں کے لئے ہے [10]

(۴) نعلین یعنی چپل پہننا مستحب ہے ان کے علاوہ کسی اور قسم کا ایسا جوتا پہننا بھی جائز ہے جو دونوں پاؤں کے وسطی حصہ یعنی پشتِ پا کے درمیان کی اُبھری ہوئی ہڈی کو نہ چھپائے [11]

(۵) زبان سے بھی احرام کی نیت کرنا (یعنی دل و زبان سے ایک ساتھ نیت کرنا [12] کیونکہ شروط و معتبر تو دل سے

---

[1] بحروع بزیادۃ عن ش و شرح اللباب [2] لباب و شرحہ و حیات [3] ایضاً [4] ع [5] بحر بتصرف و در [6] د [7] حیات۔ [8] لباب و شرحہ تصرفاً و ش [9] بحروع [10] بحر بتصرف [11] لباب و شرحہ [12] حیات۔

نیت کرنا ہے[1] یعنی اگر زبان سے یوں کہے نَوَیْتُ الْحَجَّ وَاَحْرَمْتُ بِہٖ لَبَّیْکَ اَللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ الخ ترجمہ: میں نے حج کی نیت کی اور اس کے لئے احرام باندھا لبیک الخ تو یہ مستحسن ہے تاکہ قلب اور زبان دونوں نیت پر موافق ہو جائیں اور زبان اور دل سے نیت کرنے کی جو تفصیل نماز کی نیت کے بیان میں گذر چکی ہے وہی تفصیل یہاں بھی ہے یعنی اگر دل کا عزم نیت پر جمع نہیں ہوتا تو زبان سے بھی نیت کہہ لینا احسن ہے لیکن اگر دل کا عزم نیت پر جمع ہو جائے تو زبان سے نیت کہنا مستحسن نہیں ہے اسی لئے ہمارے مشائخ نے کہا ہے کہ زبان سے نیت کہنا احسن ہے تاکہ دل کے ساتھ مطابقت ہو جائے[2] اور دل میں جو نیت ہے اگر زبان سے اس کے خلاف ادا ہوا تو اس کا اعتبار نہیں ہے بلکہ دل میں جو نیت ہے اس کا اعتبار ہوگا[3] مثلاً اگر دل میں فرض حج کی نیت کی اور زبان سے نفل نکل گیا تو یہ حج فرض ہی ادا ہوگا[4] (نیتِ احرام کا مفصل بیان الگ درج ہے مؤلف)

(۶) اگر نماز دوگانۂ احرام پڑھے تو احرام کی نیت کا نمازِ احرام کے بعد متصل ہی ہونا اور دونوں میں زیادہ فاصلہ نہ ہونا یعنی قبل اس کے کہ وہاں سے کھڑا ہو یا سوار ہو یا پیدل چلے وہیں اپنی نماز کی جگہ پر قبلہ رو بیٹھے ہوئے نیت کرنا[5]

(۷) آفاقی کے لئے میقاتِ مکانی سے پہلے احرام باندھنا بشرطیکہ وہ ممنوعاتِ احرام سے بچنے کے لئے اپنے نفس پر قادر ہو[6] ورنہ اس کے لئے تقدیم مستحب نہیں ہے[7]

(۸) اور مستحب ہے کہ جب احرام باندھنے کا ارادہ کرے اور اس کی بیوی یا باندی اس کے ساتھ ہو اور حیض وغیرہ جماع کا کوئی مانع بھی نہ ہو تو اس سے جماع کر لے اس لئے کہ یہ بھی سنّت (حدیث) سے ثابت ہے[8]

نیّتِ احرام

مسائل نیّتِ احرام

(۱) نیّت کی شرط یہ ہے کہ وہ دل کے ساتھ ہو پس اگر مفرد حج یا مفرد عمرہ یا قِران یعنی حج و عمرہ کے ایک ساتھ احرام کا قصد کرے یا بلا تعین نسک یعنی حج یا عمرہ یا قِران کا تعین کئے بغیر مطلق نسک کے احرام کا قصد کرے تو اس کی نیت دل سے کرے[9]

(۲) صرف زبان سے نیت کرنا بالاجماع معتبر نہیں ہے بلکہ بعض فقہا نے کہا ہے کہ زبان سے نیت کرنا بدعت ہے لیکن یہ بدعتِ حسنہ ہے یا مستحب ہے تاکہ دل کو یاد دلائے اور مستحضر کرے، پس دل کی نیت کے ساتھ زبان سے بھی نیت کے الفاظ ادا کرنا افضل ہے اور دل اور زبان کی نیت کو جمع کرنا بالاتفاق شرط نہیں ہے پس اگر کسی نے دل سے نیت کی اور اپنی زبان سے کچھ بھی نہ کہا تو نیت درست ہے جبکہ تلبیہ زبان سے کہہ لیا ہو[10] لیکن دل کی نیت کے ساتھ اگر زبان سے بھی یہ کہہ لیا نَوَیْتُ الْحَجَّ وَاَحْرَمْتُ بِہٖ لِلّٰہِ تَعَالٰی لَبَّیْکَ الخ تو یہ مستحسن ہے تاکہ دل اور زبان نیّت پر مجتمع ہو جائیں جیسا کہ مشائخ رحمہم اللہ تعالیٰ نے کہا ہے

[1] لباب و شرحہ [2] ش [3] شرح اللباب [4] عمدۃ المناسک [5] لباب و شرحہ و حیات [6] ایضاً [7] حیات [8] بحر و ع و در [9] لباب و شرحہ و غنیہ [10] لباب و شرحہ بتصرف [11] ش و غنیہ و فتح ملتقطاً۔

(اور اگر صرف زبان سے نیت کے الفاظ کہے اور دل میں نیت بالکل مستحضر نہیں ہے تو اس کا کوئی فائدہ نہیں اور اسکی نیت درست نہیں ہوگی مؤلف)

(۳) اور اگر دل میں نیت کی اور زبان سے اس کے برخلاف الفاظ کہے تو جو نیت دل میں کی ہے اس کا اعتبار ہوگا یعنی وہی صحیح ہوگی اور زبان سے جو الفاظ دل کی نیت کے خلاف کہے ہیں ان کا کوئی اعتبار نہیں ہوگا جیسا کہ نماز کی نیت کا حکم ہے (کیونکہ زبان سے ادا کرنا کلام ہے نیت نہیں ہے) اور یہ نیت کا حکم ہے اور تلبیہ کا بھی یہی حکم ہے پس اگر کسی نے دل میں عمرہ کی نیت کی اور تلبیہ حج کے لئے پڑھا، یا دل میں حج کی نیت کی اور تلبیہ عمرہ کے لئے پڑھا، یا دل میں نیت صرف ایک یعنی صرف حج یا صرف عمرہ کے لئے کی اور تلبیہ دونوں کیلئے پڑھا، یا نیت حج و عمرہ دونوں کے لئے کی اور تلبیہ دونوں میں سے کسی ایک کے لئے پڑھا تو جس کی دل میں نیت کی ہے اس کا اعتبار ہوگا [1] پس اگر کسی شخص نے تلبیہ حج کے لئے پڑھا اور نیت حج و عمرہ دونوں کی کی تو وہ قارن ہو جائیگا [2] اور ابن الہمام رحمہ اللہ وغیرہ محققین نے کہا ہے کہ زبان سے نیت کے الفاظ کہنا اس شخص کے لئے احسن ہے جس کا دل عزمِ نیت پر جمع نہ ہوتا ہو لیکن جس کا عزمِ قلب نیت پر جمع ہو جاتا ہو اس کے لئے تمام عبادات میں زبان سے نیت کے الفاظ کہنا مستحسن نہیں ہے بلکہ بدعت ہے [3]

(۴) نیت میں حج یا عمرہ یا قران کا تعین کرنا اور اسی طرح فرض کا تعین کرنا نیت کی اکملیت کے لئے ہے اور شرط نہیں ہے اس لئے مبہم اور معلق بنسک الغیر کی نیت سے احرام صحیح ہو جائے گا، پس اگر کوئی شخص دل سے حج یا عمرہ یا قران کی نیت کرے یا مبہم نیت کرے یعنی مطلق نسک کی نیت کرے اور اس میں حج یا عمرہ یا قران کا تعین نہ کرے تو صحتِ احرام کے لئے کافی ہے اور اسی طرح اگر مبہم معلق بنسک الغیر کی نیت کرے یعنی یہ کہے أَحْرَمْتُ بِمَا أَحْرَمَ بِهِ فُلَانٌ (یعنی فلاں شخص نے جس قسم کا احرام باندھا ہے میں بھی اسی قسم کا احرام باندھتا ہوں) یا مطلق احرام کی نیت کرے (اور کچھ بھی تعین نہ کرے) تو یہ نیت بھی احرام کی صحت کیلئے کافی ہے [4]

مبہم اور مطلق نیت کے مسائل

(۱) مبہم نیت سے مراد یہ ہے کہ حج یا عمرہ یا دونوں کا تعین کئے بغیر محض نسک کی نیت سے احرام باندھے اور اگر کسی شخص نے یہ نیت کی کہ فلاں شخص نے جس چیز کا احرام باندھا ہے میں بھی اسی چیز کا احرام باندھتا ہوں یعنی نیت معلق بنسک الغیر کی اور وہ یہ نہیں جانتا کہ اس دوسرے شخص نے کس چیز کا احرام باندھا ہے تو یہ بھی مبہم نیت کہلائیگی اور مطلق نیت سے مراد یہ ہے کہ صرف احرام باندھنے کی نیت کرے اور کچھ نہ کہے [5] پس اگر کسی شخص نے فقط احرام کی نیت کی اور اس کے ساتھ کسی اور چیز کی نیت نہیں کی یا نسک کی نیت کی لیکن نسک کا تعین نہیں کیا یعنی حج یا عمرہ یا قران نہیں کہا تو اس کا احرام بالاجماع صحیح ہو جائے گا اور اس پر ممنوعاتِ احرام سے بچنا لازم ہو جائے گا اور اس کو حج یا عمرہ دونوں میں سے کسی ایک کو پورا کرنا لازم ہوگا اور ان دونوں میں سے کسی ایک کے اعمال شروع کرنے سے پہلے اس کو چاہئے کہ دونوں میں سے جس کو چاہے متعین کرلے پس اگر اس نے متعین نہ کیا حتیٰ کہ اس نے عمرہ کے لئے یا مطلق طور پر طواف کرلیا خواہ طواف کا ایک ہی چکر کیا ہو اس کا احرام عمرہ کے لئے متعین ہو جائے گا یا اس نے طواف سے پہلے وقوفِ عرفات کرلیا تو اب اس کا احرام حج کے لئے

[1] لباب و شرحہ بزیادۃ و ع و غنیہ [2] ع [3] غنیہ و فتح و ش [4] لباب و شرحہ و ش و غنیہ ملتقطاً [5] لباب و شرحہ و ش و ارشاد ملتقطاً۔

متعین ہو جائے گا اگرچہ اس نے اپنے اس وقوف میں حج کا قصد نہ کیا ہو لیکن وہ شرعاً اسی کی طرف پھر جائے گا اور اگر حج و عمرہ میں سے کسی کو متعین کرنے اور اس کے ارکان میں سے کوئی فعل کرنے سے پہلے وہ حج و عمرہ سے روک دیا گیا اور وہ دم (قربانی) دیکر احرام سے باہر ہو گیا یا وقوف کا وقت فوت ہو جانے کی وجہ سے اس کا وقوفِ عرفات فوت ہو گیا یا اس نے وقوف سے پہلے جماع کر کے اپنے احرام کو فاسد کر دیا تو ان تینوں صورتوں میں اس کا مبہم احرام عمرہ کے لئے متعین ہو جائے گا [۱] اس لئے کہ احرام بندھ جانے کی وجہ سے دونوں میں سے کسی ایک نسک کی قضا اس پر واجب ہو گئی تو ہمارے فقہا نے کہا کہ ہم اس چیز کو واجب قرار دیں گے جو کم ہو اور یقینی ہو اور وہ عمرہ ہے [۲] پس پہلی صورت میں اس پر عمرہ کی قضا واجب ہو گی حج کی قضا واجب نہیں ہو گی اور دوسری صورت میں وہ عمرہ کے افعال ادا کر کے احرام سے باہر ہو جائیگا اور آئندہ سال حج کرنا اس پر لازم نہیں ہے اور تیسری صورت میں اس کو عمرہ کے افعال پورے کرنے چاہئیں اور عمرہ کی قضا بھی دینی چاہیے [۳]

(۲) اگر کسی نے پہلے مبہم نیت سے احرام باندھا پھر دوبارہ حج کی نیت سے احرام باندھا تو پہلا احرام جو مبہم تھا عمرہ کے لئے متعین ہو جائے گا اور اگر پہلا احرام مبہم باندھا اور دوبارہ عمرہ کا احرام باندھا تو پہلا احرام حج کے لئے متعین ہو جائے گا اور اگر ان دونوں مذکورہ صورتوں میں دوسرے احرام میں بھی کوئی چیز معین نہیں کی تو وہ قارن ہو گا [۴]

(۳) لیکن جب اپنے گھر سے حج کے ارادے سے نکلا پھر احرام باندھا اور کوئی نیت نہ کی تو امام ابو یوسف و امام محمد رحمہما اللہ سے روایت ہے کہ وہ اس کل حج کا احرام ہو گا کیونکہ سابقہ نیت پر عبادات کا ادا ہونا جائز ہے [۵] اور فتاویٰ قاضی خاں میں امام محمد رحمہ اللہ سے منقول ہے کہ جب کوئی شخص حج کے ارادہ سے سفر پر نکلے اور پھر احرام باندھے اور اس وقت اس کو نیت مستحضر نہ ہو تو امام محمدؒ نے کہا کہ وہ حج کا احرام ہے اس پر امام محمدؒ سے کہا گیا کہ اگر گھر سے سفر پر نکلتے وقت اس کی کوئی نیت نہ ہو اور پھر جب وہ احرام باندھے تو اس وقت بھی کسی چیز کی نیت نہ کرے تو امام محمدؒ نے کہا کہ جب تک وہ بیت اللہ کا طواف نہ کرے اس کو اختیار ہے کہ حج یا عمرہ میں سے جس کے لئے چاہے اس احرام کو متعین کر لے اور جب وہ (متعین کرنے سے پہلے) بیت اللہ کا طواف کر لے تو اب اس کا احرام عمرہ کے لئے متعین ہو جائے گا اور محیط سرخسی میں ہے کہ جب اس نے طواف کا ایک چکر کر لیا تو اس کا احرام عمرہ کیلئے متعین ہو جائے گا [۶] اور اسی کی مثل کبیر میں ہے اور اس سے امام ابو یوسف و امام محمد رحمہما اللہ کے قول میں اور جو ہم نے اس سے پہلے یعنی ع۲ میں ذکر کیا ہے اس میں اس طرح پر تطبیق ہو جاتی ہے کہ مسئلہ مبہم میں یہ تفصیل اس وقت ہے جبکہ وہ اپنے گھر سے حج کے ارادہ و نیت سے نہ نکلے اور شارح اللباب نے بھی اس کی طرف اشارہ کیا ہے [۷]

(۴) اگر کسی شخص نے کسی دوسرے شخص کے احرام کی نیت کے مطابق نیت کرتے ہوئے یعنی معلق بنیۃ نسک الغیر سے احرام باندھا تو اس کے احرام کا شروع ہونا صحیح ہے اور اس پر حج یا عمرہ یا قران میں سے وہی چیز لازم ہو گی جس کا احرام اس دوسرے شخص نے باندھا ہے اور اگر وہ یہ نہیں جانتا کہ اس شخص نے کس چیز کا احرام باندھا ہے تو اب اس کا احرام مبہم ہے اور

---

[۱] لباب و شرحہ و غنیہ و فتح بتصرف [۲] ع [۳] شرح اللباب [۴] لباب و فتح و غنیہ [۵] لباب و شرحہ و فتح و ع و غنیہ [۶] لباب و شرحہ و فتح و غنیہ [۶] خانیہ و ع و غنیہ ملتقطاً [۷] غنیہ۔

اس کا حکم مبہم احرام کی مانند ہے پس اس پر اسی تفصیل سے جو اوپر مبہم کے متعلق بیان ہو چکی ہے حج یا عمرہ لازم ہوگا اور اگر اس کا وقوفِ عرفات فوت ہو جائے گا تو اس کا احرام عمرہ کے لئے متعین ہو جائے گا اور اسی طرح اگر اس کو حج و عمرہ سے روک دیا گیا ہو یا اس نے وقوف سے پہلے جماع کر کے حج فاسد کر دیا ہو تو ان دونوں صورتوں میں بھی اس کے لئے عمرہ متعین ہو جائے گا جیسا کہ اوپر مبہم کے بیان میں مفصل گذر چکا ہے ۱؎

(۵) اگر کسی نے مطلق حج کی نیت کی یعنی حج کی نیت کی لیکن فرض یا نفل کا تعین نہیں کیا اور اس پر حجِ فرض ابھی باقی ہے تو اس نیت سے اس کا حج کا احرام صحیح ہو جائے گا اور اس مطلق نیت سے فرض حج ادا ہو جائے گا یعنی استحساناً ظاہر المذہب کی بنا پر فرض کی جگہ شمار ہوگا ۲؎ یعنی اگر کسی شخص نے مطلق طور پر حج کا احرام باندھا اور فرض یا نفل کی نیت نہیں کی تو وہ فرض ہوگا اس لئے کہ مطلق کامل کی جگہ شمار ہوتا ہے پس اگر اس کے ذمہ حجۃ الاسلام یعنی فرض حج باقی ہے تو استحساناً ظاہر المذہب میں یہ حج بالاتفاق فرض حج کی جگہ واقع ہوگا ۳؎ اور اگر نفل حج کے لئے معین کیا تو یہ حج نفل ہوگا اگرچہ اس نے ابھی حج فرض ادا نہ کیا ہو ۴؎ اور اسی طرح اگر کسی دوسرے کی طرف سے حج ادا کرنے کی نیت کی یا نذر کی نیّت کی تو جس کی نیت کی ہے یعنی جس کے لئے معین کیا وہی ادا ہوگا اگرچہ اس نے ابھی تک فرض حج ادا نہ کیا ہو اور امام ابو حنیفہ و امام ابو یوسف رحمہما اللہ سے اس بارے میں صحیح و معتمد و صریح روایت یہی منقول ہے کہ فرض حج نفل حج کی نیت سے ادا نہیں ہوتا ۵؎

(۶) اور اگر کسی نے حج کا احرام باندھا تو وہ اسی سال کے حج کا احرام ہوگا ۶؎

جس چیز کا احرام باندھا اس کو بھول جانے کے مسائل

(۱) اگر کسی شخص نے کسی ایک معین نسک مثلاً حج یا عمرہ کا احرام باندھا پھر وہ حج یا عمرہ کے افعال میں سے کوئی فعل کرنے سے پہلے بھول گیا یا اس کو شک واقع ہوا کہ کس چیز کا احرام باندھا تھا تو وہ تحری کرے اور قیاس دوڑائے اور غلبہ ظن پر عمل کرے کیونکہ غلبہ ظن دین کے فروعی مسائل میں یقین کے قائم مقام ہو جاتا ہے پھر اگر اس کے گمان غالب میں کسی چیز کو ترجیح نہیں ہوئی تو احتیاطاً اس پر حج و عمرہ دونوں لازم ہوں گے ۷؎ تاکہ یقینی طور پر ذمہ داری سے عہدہ برآ ہو سکے ۸؎ اور قران معروف کی طرح افعالِ عمرہ کو افعال حج سے پہلے ادا کرے اور اس پر قران کا دم (قربانی) واجب نہیں ہوگا کیونکہ یہ صورتاً قران ہے شرعاً نہیں ہے جس سے دم واجب ہوتا ہے اور اگر اس کو حج سے روک دیا گیا تو ایک قربانی کر کے احرام سے باہر ہو جائے اور یہ دم اس کے مطلق نسک سے باہر ہونے کا ہے اور پھر احتیاطاً حج اور عمرہ کی قضا دے اور اس کو اختیار ہے کہ چاہے ان دونوں کو قران کی طرح جمع کرے یعنی دونوں کا ایک ساتھ احرام باندھے یا تمتع یا غیر تمتع کی طرح دونوں کا الگ الگ احرام باندھے (یعنی خواہ حج کے مہینوں میں یا اُن سے پہلے عمرہ کا احرام باندھ کر عمرہ کرلے پھر حج کے دنوں میں حج کا احرام باندھ کر حج کرلے یا پہلے حج کی قضا دے اور اس کے بعد عمرہ کی قضا دے، مؤلف)

۱؎ لباب وشرحہ بزیادۃ عن غنیہ ۲؎ در وش ورع وغنیہ ملتقطاً ۳؎ لباب وشرحہ ۴؎ در ۵؎ لباب وشرحہ وش ومنحہ وغنیہ ۶؎ ع وغنیہ
۷؎ لباب وشرحہ ورع وغنیہ ملتقطاً ۸؎ فتح وارشاد وغنیہ۔

اور اگر اس نے عمرہ کا طواف کرنے سے پہلے جماع کر لیا تو اس پر حج و عمرہ دونوں کے افعال پورے کرنا واجب ہے اور پھر ان دونوں کی قضا دینا بھی واجب ہے خواہ قضا میں دونوں کو جمع کرے یا الگ الگ ادا کرے اور اس پر دو دم واجب ہوں گے اور اگر عمرہ و حج دونوں کے طواف کے بعد وقوفِ عرفہ سے پہلے جماع کر لیا تو اس کا حج فاسد ہو جائے گا عمرہ فاسد نہیں ہوگا اور اس پر ایک دم حج فاسد ہونے کی وجہ سے اور ایک دم عمرہ کے احرام میں جماع کرنے کی وجہ سے واجب ہوگا اور اس پر صرف حج کی قضا واجب ہوگی [1]

(۲) اور اگر دو چیزوں یعنی حج و عمرہ میں سے کسی دو معین نسک کا احرام باندھا پھر وہ ان دونوں کو بھول گیا کہ وہ دو حج تھے یا دو عمرے تھے یا ایک حج اور ایک عمرہ تھا تو روایتِ قیاس میں اس پر دو حج اور دو عمرے واجب ہوں گے، اور روایتِ استحسان میں اس پر ایک حج اور ایک عمرہ واجب ہوگا اور اس کے اس معاملہ کو مسنون و معروف پر محمول کیا جائے گا اور وہ قِران ہے یعنی اس پر قران شرعی اور دم قران واجب ہوگا [2] اور اگر اس کو حج و عمرہ سے روک دیا جائے تو وہ قربانی کے دو جانور بھیجے کیونکہ دو احراموں میں ہے اور اس پر ایک حج اور دو عمروں کی قضا واجب ہوگی [3] اس لئے کہ ہم نے اس کو قارن قرار دیا ہے بخلاف مسئلہ ما قبل کے کیونکہ وہ یقینی طور پر نہیں جانتا کہ اس کا احرام دو چیزوں کے لئے تھا [4]

ایک حج میں دو وصفوں کی نیت کرنا یا نصف نسک کی نیت کرنا وغیرہ

(۱) اگر کسی نے حج کا احرام باندھا اور اس میں دو نذر کے حجوں کی نیت کی تو وہ نفل حج کا احرام ہوگا اس لئے کہ جب تدافع (ٹکراؤ) کی وجہ سے دونوں وصفوں کی نیت باطل ہوگئی تو اصل نیت باقی رہ گئی اور یہ نفل کے لئے کافی ہے [5]

(۲) اور اگر کسی نے حج نذر اور نفل کا اکٹھا احرام باندھا تو وہ امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک نفل کا احرام ہوگا اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک نذر کا احرام ہوگا اور پہلا قول اظہر و احوط ہے اور فتح القدیر میں اسی پر اعتماد کیا ہے اور دوسرا قول اوسع ہے اور امام صاحبؒ سے بھی ایک روایت یہی ہے اور یہ اس لئے ہے کہ فرض کو اس کی قوت کی وجہ سے ترجیح ہے یا اس لئے ہے کہ فرض کو تعیین کی حاجت ہے [6]

(۳) اور اگر کسی نے فرض و نفل حج کی اکٹھی نیت سے احرام باندھا تو وہ امام محمدؒ کے نزدیک فرض کا احرام ہوگا اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک بھی اصح روایت میں یہی حکم ہے جیسا کہ بحر میں ہے لیکن کافی میں ہے کہ اگر حج فرض اور نفل کے احرام کی اکٹھی نیت کی تو وہ بالاتفاق فرض حج کا احرام ہے، امام ابو یوسفؒ کے نزدیک اس لئے کہ نفل کی نیت کے تعین کی ضرورت نہیں ہے پس وہ لغو ہوگئی اور امام محمدؒ کے نزدیک اس لئے کہ تعارض کی وجہ سے دونوں نیتیں باطل ہوگئیں اور مطلق حج کی نیت باقی رہ گئی پس اس کو فرض کی طرف پھیرنا متعین ہوگیا [7]

(۴) اور اگر کسی نے آدھے نسک کی نیت کی تو اس کو نسک کامل ادا کرنا لازم ہوگا اس لئے کہ یہ ٹکڑے ٹکڑے نہیں ہو سکتا اور یہ مبہم احرام ہوگا اور مبہم کا حکم پہلے بیان ہو چکا ہے اسی طرح نصف حج کی نیت کی صورت میں کامل حج اور نصف عمرہ کی نیت کی

[1] لباب و شرحہ و فتح و غنیہ تصرفاً۔ [2] لباب و شرحہ و فتح و ع و غنیہ ملتقطاً [3] لباب و شرحہ و فتح و غنیہ [4] شرح اللباب و فتح [5] غنیہ
[6] لباب و شرحہ و غنیہ تصرفاً و ملتقطاً [7] لباب و شرحہ و غنیہ۔

صورت میں کامل عمرہ ادا کرنا واجب ہوگا، مؤلف) اور حج کی نیت اس طرح پر کی کہ وہ اس کے لئے طواف زیارت اور وقوف عرفات نہیں کریگا تو اس پر پورا حج واجب ہوگا یعنی اس کو طواف زیارت اور وقوف عرفات کرنا لازمی ہوگا کیونکہ یہ دونوں حج کے رکن ہیں اور اسی طرح اس پر تمام واجبات کو ادا کرنا اور تمام ممنوعات سے بچنا لازم ہے اور وہ مطلق نیت کا احرام ہوگا اس کا حکم بھی پہلے گذر چکا ہے (۵) اگر کسی نے اس گمان پر حج کا احرام باندھا کہ اس پر حج فرض ہے یا اس کے ذمہ حج نذر ہے پھر اس گمان کے خلاف ظاہر ہوا یعنی ظاہر ہوا کہ اس پر حج فرض یا حج نذر نہیں ہے تو اس کو شروع کر دینے کی وجہ سے پورا کرنا واجب ہے، اور اگر اس کا حج فوت ہوجائے تو عمرہ کے افعال ادا کرکے احرام سے باہر ہوجائے اور اسی طرح اگر اس کو فاسد کردیگا تب بھی اس کے افعال پورے کرنا واجب ہے اور اس پر اس کی قضا واجب ہوگی بخلاف اس شخص کے جس نے کوئی فرض یا نذر نماز اس گمان سے شروع کی کہ اس کے ذمہ باقی ہے پھر ظاہر ہوا کہ اس کے ذمہ کوئی فرض یا نذر نماز نہیں ہے تو اگر وہ اس کو توڑ دے گا تو اس پر اس کی قضا لازم نہیں ہوگی [۲] (جیسا کہ نماز کے بیان میں گذر چکا ہے، مؤلف) اور اگر حج مظنون کے احرام والا شخص حج سے روک دیا گیا پھر وہ دم دیکر احرام سے باہر ہوگیا تو اس پر قضا لازم ہونے میں اختلاف ہے بعض نے کہا کہ اس پر اس کی قضا لازم نہیں ہے اس لئے کہ جب وہ روک دیا گیا اور دم دیکر حلال ہوگیا تو اب اس کو احرام سے باہر ہونے کے لئے افعالِ حج ادا کرنے کی ضرورت نہیں رہی پس اس کا احرام سے باہر ہونا صحیح ہوگیا اور بعض نے کہا کہ اس پر اس کی قضا واجب ہوگی اور اصح یہی ہے کہ اس پر قضا لازم ہوگی اس لئے کہ احرام اصل میں لازم ہے (یعنی جس چیز کا احرام ہے اس کا ادا کرنا اس پر لازم ہے، مؤلف) اور تحلل یعنی اس کا احرام سے باہر ہونا صرف حرج و مشقت دور کرنے کیلئے ہے پس حرج و مشقت کے علاوہ لزوم کی صفت بدستور معتبر رہے گی [۳]

نیتِ احرام کا طریقہ

جب دو رکعت نمازِ احرام سے فارغ ہوجائے تو اللہ تعالیٰ سے آسانی طلب کرے کیونکہ اللہ تعالیٰ ہر مشکل و دشواری کو آسان کرنے والا ہے پس مفرد حج کا احرام باندھنے والا شخص دل کی حضوری کے ساتھ اپنی زبان سے یہ الفاظ کہے اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اُرِیْدُ الْحَجَّ فَیَسِّرْہُ لِیْ وَتَقَبَّلْہُ مِنِّیْ ؕ (ترجمہ: اے اللہ میں حج کا ارادہ کرتا ہوں پس آپ اس کو میرے لئے آسان فرما دیجئے اور اس کو میری طرف سے قبول فرمالیجئے) [۴] اور بعض نے یہ الفاظ زیادہ کئے ہیں وَاَعِنِّیْ عَلَیْہِ وَبَارِکْ لِیْ فِیْہِ ؕ (اور اس پر میری مدد فرمائیے اور اس میں میرے لئے برکت عطا فرمائیے) [۵] اور اسی طرح عمرہ کا احرام باندھنے والا یوں کہے اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اُرِیْدُ الْعُمْرَۃَ فَیَسِّرْھَا لِیْ وَتَقَبَّلْھَا مِنِّیْ ؕ اور قران کا احرام باندھنے والا یوں کہے اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اُرِیْدُ الْعُمْرَۃَ وَالْحَجَّ فَیَسِّرْھُمَا لِیْ وَتَقَبَّلْھُمَا مِنِّیْ ۔ اور تمتع کا احرام باندھنے والا چونکہ حج کا احرام الگ باندھتا ہے اور عمرہ کا الگ پس اس کے لئے الگ دعا نہیں ہے بلکہ وہ اس مذکورہ بالا بیان میں شامل ہے [۶] اور اس دعائے تیسیر کے پڑھنے سے نیت حاصل نہیں ہوگی [۷] اس لئے کہ نیت ارادہ کے علاوہ ایک اور چیز ہے اور وہ کسی چیز پر عزم یعنی

---

[۱] لباب وشرحہ بتغیر و زیادۃ وغنیہ [۲] بحر ولباب وشرحہ وغنیہ ملتقطاً [۳] لباب وشرحہ وغنیہ عن غایۃ السروجی ملتقطاً۔
[۴] ع ودروش ولباب وغیرہا ملتقطاً [۵] شرح اللباب [۶] دروش بتصرف [۷] بحر وش وغنیہ۔

ارادہ کی پختگی ہے لے پس دعائے تیسیر کے بعد حج یا عمرہ یا قِران میں سے جس کا احرام باندھ رہا ہے دل سے اس کی نیت کرے اور دل کی مطابقت وحضوری کے ساتھ استحباباً حج کی نیت کے لئے زبان سے بھی یہ الفاظ کہے: نَوَیْتُ الْحَجَّ وَاَحْرَمْتُ بِہٖ لِلّٰہِ تَعَالٰی۔ اور عمرہ کی نیت کے لئے زبان سے یوں کہے: نَوَیْتُ الْعُمْرَۃَ وَاَحْرَمْتُ بِھَا لِلّٰہِ تَعَالٰی۔ اور قران کے لئے یوں کہے: نَوَیْتُ الْعُمْرَۃَ وَالْحَجَّ وَاَحْرَمْتُ بِھِمَا لِلّٰہِ تَعَالٰی ۲ہ (اگر دعائے تیسیر کے وقت اس کے دل میں یہ نیت موجود ہے کہ میں فلاں چیز کا احرام باندھتا ہوں تو وہ دل کی نیت اس کے لئے کافی ہے، مؤلف) پھر نیت کرکے متصل ہی تلبیہ ماثورہ پڑھے (تلبیہ ماثورہ کے الفاظ آگے آتے ہیں، مؤلف) اس لئے کہ جب تک نیت اور تلبیہ متصل نہ ہوں احرام صحیح نہیں ہوتا اور مستحب یہ ہے کہ تلبیہ بلند آواز سے پڑھے۔ پھر جب احرام باندھ لیا یعنی نیت کرکے تلبیہ پڑھ لیا تو پست آواز سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود شریف پڑھے اس کے بعد جو دعا چاہے مانگے ۳ہ اور جو دعا حدیثوں میں آئی ہے اس کا پڑھنا مستحسن ہے ۴ہ ایک دعائے ماثورہ یہ ہے: اَللّٰھُمَّ اِنِّیْٓ اَسْئَلُکَ رِضَاکَ وَالْجَنَّۃَ وَاَعُوْذُبِکَ مِنْ غَضَبِکَ وَالنَّارِ۔ اور اسی طرح یہ دعا پڑھنا بھی مستحب ہے: اَللّٰھُمَّ اَحْرَمَ لَکَ شَعْرِیْ وَبَشَرِیْ وَدَمِیْ مِنَ النِّسَآءِ وَالطِّیْبِ وَکُلِّ شَیْءٍ حَرَّمْتَہٗ عَلَی الْمُحْرِمِ اَبْتَغِیْ بِذٰلِکَ وَجْھَکَ الْکَرِیْمَ۔

تلبیہ

صِفَۃُ التَّلْبِیَۃِ

تلبیہ ماثورہ کے الفاظ یہ ہیں:۔ لَبَّیْکَ اَللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ، لَبَّیْکَ لَا شَرِیْکَ لَکَ لَبَّیْکَ، اِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَۃَ لَکَ وَالْمُلْکَ، لَا شَرِیْکَ لَکَ ۵ہ (ترجمہ: میں تیری خدمت میں حاضر ہوں، اے اللہ! میں تیری خدمت میں حاضر ہوں، میں تیری خدمت میں حاضر ہوں تیرا کوئی شریک نہیں ہے میں تیری خدمت میں حاضر ہوں، بیشک تمام تعریفیں اور نعمتیں تیرے لئے ہیں اور تیری ہی بادشاہت ہے (میں اقرار کرتا ہوں کہ) تیرا کوئی شریک نہیں ہے)

مسائلِ تلبیہ

(۱) ان الحمد میں لفظ اِنَّ ہمزہ کی کسرہ (زیر) اور فتح (زبر) بالاتفاق دونوں طرح جائز و درست ہے لیکن کسرہ (زیر) کے ساتھ افصح ہے ۶ہ اور یہی افضل و اوجہ و ارجح ہے ۷ہ

(۲) الملک پر وقف کرنا مستحسن ہے تاکہ یہ وہم نہ ہو کہ بعد والا جملہ اس کی خبر ہے ۸ہ

(۳) تلبیہ میں یہی الفاظ پڑھے جو اوپر تلبیہ ماثورہ میں بیان ہوئے اور ان میں سے کچھ بھی کم نہ کرے اور ان الفاظ کے درمیان میں بھی کوئی الفاظ نہ بڑھائے اور یہ تلبیہ ماثورہ پورا پڑھنے کے بعد اگر کچھ اور الفاظ بڑھائے تو مستحسن ہے بلکہ مستحب ہے کہ یہ الفاظ زیادہ کہے لَبَّیْکَ وَسَعْدَیْکَ وَالْخَیْرُ کُلُّہٗ بِیَدَیْکَ وَالرَّغْبَآءُ اِلَیْکَ لَبَّیْکَ اِلٰہَ الْخَلْقِ لَبَّیْکَ بِحَجَّۃٍ حَقًّا تَعَبُّدًا وَّرِقًّا لَبَّیْکَ اِنَّ الْعَیْشَ عَیْشُ الْاٰخِرَۃِ۔ اور اسی قسم کے دوسرے الفاظ زیادہ کرنا جائز ہے۔ پس جو الفاظ احادیث و آثار میں مروی ہیں

لہ ش ۲ہ لباب و شرحہ و غنیۃ ملتقطاً و تصرفاً ۳ہ لباب و شرحہ و ش تصرفاً ۴ہ بحر و ش ۵ہ ع و غیرہ ۶ہ ع و بحر ۷ہ بحر و ش ملخصاً ۸ہ شرح اللباب و ش۔

اُن کا زیادہ کرنا مستحب ہے اور جو الفاظ مروی نہیں ہیں اُن کا اضافہ جائز یا حسن (بہتر) ہے [1] یا یہ الفاظ زیادہ کرے:۔ لَبَّيْكَ وَسَعْدَيْكَ وَالْخَيْرُ بِيَدَيْكَ وَالرَّغْبَاءُ إِلَيْكَ وَالْعَمَلُ لَبَّيْكَ إِلٰهَ الْخَلْقِ غَفَّارَ الذُّنُوْبِ لَبَّيْكَ ذَا النَّعْمَآءِ وَالْفَضْلِ الْحَسَنِ لَبَّيْكَ عَدَدَ التُّرَابِ لَبَّيْكَ إِنَّ الْعَيْشَ عَيْشُ الْآخِرَةِ" جیسا کہ بہت سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے یہ الفاظ وارد ہوئے ہیں اور مصنف نے کافی تصریح کی ہے کہ تکرارِ تلبیہ کی طرح تلبیہ کے الفاظ پر اضافہ حسن ہے اور حلبی نے اپنی مناسک میں صراحت کی ہے کہ تلبیہ پر زیادتی ہمارے نزدیک مستحب ہے [2] اور تلبیۂ مسنونہ مشہورہ کے الفاظ میں کمی کرنا بالاتفاق مکروہ ہے [3] اور ظاہر یہ ہے کہ یہ کراہت تنزیہی ہے اس لئے کہ یہ تلبیہ ماثورہ مشہورہ سنت ہے اور تلبیہ ادا ہونے کے لئے شرط تو صرف یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا کوئی ذکر پڑھا جائے اور تلبیہ کا ان مخصوص الفاظ سے ہونا سنت ہے پس جب ان مخصوص الفاظ کے تلبیہ کو بالکل ترک کر دیگا تو مکروہِ تنزیہی کا مرتکب ہوگا پس جب ان الفاظ میں کمی کریگا تو بدرجۂ اولیٰ مکروہِ تنزیہی ہوگا [4] اور تلبیۂ مسنونہ کے درمیان میں الفاظ کا زیادہ کرنا بھی مکروہِ تنزیہی ہے [5] حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ذوالحلیفہ میں پہلے دو رکعت نماز (احرام باندھنے کے وقت) ادا فرماتے تھے پھر جب آپ کی اونٹنی مبارکہ آپ کو لیکر مسجد ذوالحلیفہ کے نزدیک کھڑی ہوتی تو آپ لبیک ماثورہ مسنونہ کے الفاظ بلند آواز سے ادا فرماتے اور ان الفاظ کا اضافہ فرماتے: لَبَّيْكَ اَللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ، لَبَّيْكَ وَسَعْدَيْكَ وَالْخَيْرُ فِيْ يَدَيْكَ لَبَّيْكَ وَالرَّغْبَاءُ إِلَيْكَ وَالْعَمَلُ۔ متفق علیہ ولفظ لمسلم (مشکوٰۃ) اور جمع الفوائد میں اس روایت میں فی یدیک کی بجائے بیدیک ہے (مؤلف) اور امام بخاری کے علاوہ دوسروں نے یہ زیادہ کہا ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے تھے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ تلبیہ کے وہ مشہور الفاظ بلند آواز سے ادا فرماتے تھے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بلند آواز سے ادا فرماتے تھے اور یہ الفاظ زیادہ کرتے تھے" لَبَّيْكَ اَللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ لَبَّيْكَ وَسَعْدَيْكَ جو اوپر بیان ہوئے ہیں [7] اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ یہ الفاظ زیادہ کہتے تھے: لَبَّيْكَ عَدَدَ التُّرَابِ لَبَّيْكَ لَبَّيْكَ ذَا الْمَعَارِجِ لَبَّيْكَ، لَبَّيْكَ إِلٰهَ الْخَلْقِ لَبَّيْكَ" [8]

(۴) تلبیہ کا زبان سے کہنا شرط ہے پس اگر دل میں کہہ لیا اور زبان سے نہ کہا تو تلبیہ ادا نہیں ہوگا [9] یعنی دل میں تلبیہ کہہ لینا اور اس کے ساتھ زبان سے تلبیہ کے الفاظ ادا نہ کرنا کافی نہیں ہے اور اسی طرح صرف تلبیہ کے الفاظ زبان سے کہہ لینا اور دل میں احرام کی نیت کا نہ پایا جانا بھی کافی نہیں ہے [10] اور اسی طرح اگر زبان سے حروف کی ادائیگی تو صحیح ہوگی لیکن اس نے خود بھی اُن کو نہیں سُنا تب بھی صحیح قول کی بنا پر کافی نہیں ہے [11]

(۵) جو شخص گونگا ہو اس کو تلبیہ کہنے کے لئے اپنی زبان کو حرکت دینا لازمی ہے اور بعض نے کہا کہ لازمی نہیں بلکہ مستحب ہے [12] جیسا کہ نماز کی قرات میں حکم ہے [13] اور لباب المناسک کے شارح جناب ملا علی قاری رحمہ اللہ دوسرے قول یعنی

---

[1] لباب وشرحہ وش [2] بحر [3] بحر وع [4] بحر وش [5] غنیہ عن الکبیر [6] مشکوٰۃ [7] التاج [8] بدائع [9] لباب وش وغنیہ [10] شرح اللباب بتغیر عن ارشاد [11] غنیہ عن کبیر [12] لباب وش وغنیہ [13] غنیہ۔

مستحب ہونے کی طرف میلان رکھتے ہیں جیسا کہ انھوں نے کہا ہے کہ محیط میں ہے گونگے آدمی کو زبان ہلانا مستحب ہے جیسا کہ نماز میں مستحب ہے اور اصح یہ ہے کہ نماز کے لئے قرأت کرنے میں اس کو زبان کا حرکت دینا لازمی نہیں ہے پس حج میں بطریقِ اولیٰ لازمی نہیں ہونا چاہئے کیونکہ حج کے بارے میں زیادہ وسعت ہے معہذا قرأت فرضِ قطعی اور متفق علیہ ہے اور تلبیہ ظنی اور مختلف فیہا مر ہے [۱]

(۶) ہر وہ ذکر جس سے اللہ تعالیٰ کی تعظیم مقصود ہو تلبیہ کے قائم مقام ہے مثلاً لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ؕ اور سُبْحَانَ اللّٰہِ، اور اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ ؕ اور اَللّٰہُ اَکْبَرُ ؕ وغیرہ اللہ تعالیٰ کی ثنا اور بزرگی کے کلمات کہنا، اور صحیح یہ ہے کہ خواہ ان کلمات کے ساتھ دعائیہ کلمات بھی ہوں (مثلاً اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِیْ وغیرہ کہنا [۲]) تب بھی وہ تلبیہ کے قائم مقام ہیں اور اگر اللھم بمعنی یا اللہ کہا اور کچھ زیادہ نہ کیا تو (اس میں اختلاف ہے اصح یہ ہے کہ [۳]) تلبیہ کے لئے کافی ہے اور نماز کے بارے میں بھی یہی اصح قول ہے [۴]۔ اور حاصل یہ ہے کہ حج یا عمرہ یا قران کی نیت کے ساتھ خاص مسنونہ تلبیہ کے الفاظ کہنا شرط نہیں ہے بلکہ ان الفاظ سے تلبیہ کہنا سنت ہے اور شرط صرف یہ ہے کہ نیت کے ساتھ کوئی بھی ذکر جس سے اللہ تعالیٰ کی تعظیم ہو کہہ لیا جائے [۵] پس اگر تلبیۂ مسنونہ کو ترک کر دیا اور اس کی بجائے اللہ تعالیٰ کے کسی اور تعظیمی ذکر سے احرام باندھ لیا تو ترکِ سنت کی وجہ سے مکروہِ تنزیہی ہوگا۔ اور یہ جو کہا گیا ہے کہ تلبیہ کا ایک مرتبہ کہنا شرط ہے اس سے مراد کسی ایسے ذکر کا کہنا ہے جس سے اللہ تعالیٰ کی تعظیم ہوتی ہو نہ کہ تلبیہ کے مخصوص الفاظ کا کہنا اور اسی طرح یہ جو کہا گیا ہے کہ تلبیہ کی شرط یہ ہے کہ زبان سے ادا کیا جائے تو اس سے بھی یہی مراد ہے کہ کوئی ایسا ذکر زبان سے کہا جائے جس سے اللہ تعالیٰ کی تعظیم ہوتی ہو نہ کہ تلبیہ کے مخصوص الفاظ کا کہنا [۶]

(۷) تلبیہ اور اس کے قائم مقام ذکر اللہ کا عربی فارسی یا کسی اور زبان ترکی، ہندی، اُردو وغیرہ میں ہونا جائز ہے اور جمہور فقہا کے نزدیک کسی بھی زبان میں کہہ لینا جائز ہونے میں یہ بات برابر ہے کہ وہ عربی میں اچھی طرح کہہ سکتا ہو یا نہ کہہ سکتا ہو اور یہی صحیح ہے بخلاف نماز کی تکبیرِ تحریمہ کے کیونکہ حج کے بارے میں بہت وسعت ہے حتیٰ کہ غیرِ ذکر اللہ یعنی تقلیدِ بدنہ بھی تلبیہ کے قائم مقام ہو جاتا ہے [۷] اور عربی میں ہونا افضل ہے [۸]

(۸) تلبیہ پڑھنے کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھے اور پھر جو دعا چاہے مانگے لیکن مستحب یہ ہے کہ درود و دعا، آہستہ آواز سے پڑھے [۹] اور اگر برکت کے لئے ماثورہ دعا پڑھے تو بہتر و حسن ہے [۱۰] اور اسی طرح جب بھی کبھی تلبیہ پڑھے اس کے بعد درود و دعا آہستہ آواز سے پڑھنا مستحب ہے [۱۱] (ماثورہ دعائیں نیتِ احرام میں بیان ہو چکی ہیں اور کیفیتِ حج میں بھی مذکور ہیں، مؤلف)

(۹) اور جاننا چاہئے کہ (حکم کے اعتبار سے) تلبیہ فرض[۱] بھی ہے اور سنت[۲] مستحب[۳] مؤکد اور مندوب[۴] بھی ہے [۱۲] پس تلبیہ کا ایک بار پڑھنا فرض[۱] (یعنی شرط) ہے اور وہ احرام باندھنے کے وقت شروع کا تلبیہ ہے اس کے علاوہ اور کہیں فرض نہیں اور اس کا تکرار پہلی مجلس میں بھی سنت[۲] ہے اور اسی طرح جب بھی تلبیہ پڑھے تو ہر دفعہ کے پڑھنے میں بھی اس کا تکرار (یعنی تین بار پڑھنا) سنت ہے اور نیز تغیرِ حالات کے وقت

---

[۱] شرح اللباب و ش و غنیہ و فتح [۲] و [۳] و [۴] حیات [۵] لباب و شرحہ و در و ش و حیات [۶] ش [۷] غنیہ و بحر و ش [۸] شرح اللباب و ش ملخصاً و ملتقطاً [۹] در و ش و خانیہ و حیات [۱۰] ع بزیادۃ و فتح بتصرف [۱۱] بحر [۱۲] غنیہ

مثلاً جب صبح ہو جائے یا شام یا سحر یعنی رات کا پچھلا حصہ ہو جائے (جو کہ دعا کی قبولیت کا خاص وقت ہے) یا جب گھر سے نکلے یا گھر میں داخل ہو یا کھڑا ہوتے وقت یا بیٹھتے وقت یا چلنے یا ٹھہرنے یا لوگوں سے ملاقات کے وقت یا لوگوں سے رخصت ہوتے وقت یا بھیڑ ہونے یا بھیڑ چھٹنے (کم ہونے) کے وقت اور اسی قسم کے دوسرے مواقع میں تلبیہ پڑھنا مستحب مؤکد ہے[۳] یعنی دوسرے مستحب موقعوں سے ان موقعوں پر اس کی زیادہ تاکید ہے اور مطلق طور پر یعنی حالات کی تبدیلی کے علاوہ اوقات میں تلبیہ کی کثرت کرنا مندوب ہے[۴] یعنی شرعاً مطلوب ہے اور اس پر اجر و ثواب ملے گا لیکن مندوب کا مرتبہ مستحب سے کم ہے[۱] پس تلبیہ کی کثرت کا مستحب ہونا کسی حالت کے ساتھ مقید نہیں ہے بلکہ ہر حال میں مستحب ہے پس کھڑے بیٹھے لیٹے چلتے وقت، سواری پر سوار ہوتے وقت سواری سے اُترتے وقت، ٹھہرنے کے وقت، چلنے کی حالت میں، پاکی کی حالت میں یعنی وضو کے ساتھ اور یہ اکمل درجہ ہے اور بے وضو ہونے اور جنبی ہونے اور حیض و نفاس کی حالت میں تلبیہ کا بکثرت ہونا مستحب ہے اور قضائے حاجت کی حالت ان صورتوں سے مستثنیٰ ہے (کیونکہ اس حالت میں تلبیہ پڑھنا مکروہ ہے[۱]) اور حالات کے تغیر اور اوقات و مکانات کی تبدیلی کے وقت کثرتِ تلبیہ کا مستحب ہونا زیادہ مؤکد ہو جاتا ہے تغیرِ حالات کی کچھ صورتیں اوپر بیان ہو چکی ہیں اور کچھ یہ ہیں مثلاً آندھی چلنے کے وقت، سورج طلوع ہوتے وقت، سورج غروب ہوتے وقت (اور ستاروں کے طلوع کے وقت) وغیرہ اور اسی طرح اوقات و مکانات کے تبدیل ہونے کے وقت مثلاً بلندی پر چڑھتے وقت اور اس وقت تلبیہ کے ساتھ تکبیر (اللہ اکبر) بھی ملانا مستحب ہے اور نشیبی جگہ وادی وغیرہ میں اُترتے وقت اور اس وقت تلبیہ کے ساتھ تسبیح (سبحان اللہ) بھی ملانا مستحب ہے، اور رات کے شروع ہوتے وقت اور دن کے شروع ہوتے وقت اور رات کا آخری حصہ ہوتے وقت اور تمام فرض و واجب ادا و قضا و وتر و سنت و نفل نمازوں کے بعد تلبیہ پڑھنا مستحب ہے اور یہ مطلق ہر نماز کے بعد تلبیہ کا مستحب ہونا ہی صحیح اور معتمد اور ظاہر الروایت کے مطابق ہے اور امام طحاوی رحمہ اللہ نے جو صرف فرض نمازوں کے لئے اس حکم کو مخصوص کیا ہے نوافل اور قضا نمازوں کے لئے نہیں تو وہ شاذ روایت ہے جیسا کہ امام اسبیجابی نے کہا ہے اور امام ابن الہمام رحمہ اللہ نے اس حکم کا عام ہونا (یعنی سب قسم کی نمازوں کے بعد تلبیہ کا مستحب ہونا) ہی اولیٰ کہا ہے (اور ایامِ تشریق میں فرض نمازوں کے بعد بالاتفاق پہلے تکبیرِ تشریق کہے پھر تلبیہ کہے پس اگر پہلے تلبیہ کہہ لیا تو تکبیرِ تشریق ساقط ہو جائے گی اور مسبوق نے اگر تلبیہ کہنے میں اپنے امام کی متابعت کی تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی بخلاف تکبیراتِ تشریق کے[۳]) اور جب بھی سواری پر سوار ہو اور سواری سے اُترے اور ایک دوسرے سے ملاقات کے وقت اور جب نیند سے جاگے اور اسی طرح جب سونے کا قصد کرے اور جب اپنی سواری کو کسی طرف موڑے یعنی سواری کی باگ ایک راستہ سے دوسرے راستہ کی طرف موڑے وغیرہ ان سب مواقع میں تلبیہ کا پڑھنا مستحب مؤکد ہے کیونکہ یہ سب تغیرِ حالات و زمان و مکان کی صورتیں ہیں اور جب جماعت یعنی دو یا زیادہ آدمی ہوں تو کوئی ایک، دوسرے کے تلبیہ پر تلبیہ نہ کہے کیونکہ اس سے دل منتشر و پریشان ہو جاتے ہیں اور حاضرین کا پوری طرح سننا فوت ہو جاتا ہے بلکہ ہر شخص اپنے طور پر تلبیہ کہے یعنی جماعتی طور پر کسی دوسرے شخص کی آواز پر آواز ملائے بغیر ہر شخص اکیلا اپنی آواز سے تلبیہ کہے[۴] اور جب

---

[۱] لباب و شرحہ و غنیہ ، [۲] حیات [۳] غنیہ عن کبیر [۴] لباب و شرحہ و غنیہ و ع و در و ش ملتقطاً۔

(امور دنیا کی کوئی ایسی چیز دیکھے جو اس کو پسندیدہ معلوم ہو تو پہلے تلبیہ مسنونہ کہے اس کے بعد یہ الفاظ کہے لَبَّیْکَ اِنَّ الْعَیْشَ عَیْشُ الْاٰخِرَۃِ [1] یا یوں کہے اِنَّمَا الْخَیْرُ خَیْرُ الْاٰخِرَۃِ [2]

(۱۰) جب بھی تلبیہ شروع کرے تو ہر دفعہ اس کا تین بار کہنا مستحب ہے اور تینوں بار لگاتار کہنا بھی مستحب ہے درمیان میں فصل نہ ہو یعنی تینوں دفعہ کے درمیان میں کچھ کھانا پینا اور ذکر کے علاوہ کوئی اجنبی کلام نہ کرے [3]

(۱۱) اگر کسی نے کسی تلبیہ پڑھتے ہوئے شخص کو تلبیہ کے دوران میں سلام کیا تو اس کو اس کے سلام کا جواب دینا جائز ہے اور یہ بھی جائز ہے کہ وہ اس کے سلام کا جواب تلبیہ کہنے کے درمیان میں نہ دے بلکہ مؤخر کرے اور جب تین بار تلبیہ پڑھ کر فارغ ہو جائے تب جواب دے اور یہ حکم اس وقت ہے جبکہ مؤخر کرنے میں سلام کا جواب فوت ہو جانے کا اندیشہ نہ ہو کیونکہ سلام کا جواب دینا اس پر واجب ہو چکا ہے (پس اگر یہ اندیشہ ہو کہ سلام کرنے والا چلا جائے گا تو سلام کا جواب دیدے) اور جب کوئی شخص جہری آواز سے تلبیہ پڑھ رہا ہو تو دوسرے شخص کا اس کو سلام کرنا مکروہ ہے۔ رہی یہ بات کہ کیا اس شخص کے سلام کا جواب دینا واجب ہے؟ اظہر یہ ہے کہ ہاں واجب ہے [4] لیکن ردالمحتار وغیرہ میں ہے کہ جو شخص تلبیہ یا ذکر یا دعا میں مشغول ہو اس پر سلام کا جواب دینا واجب نہیں ہے بلکہ جن مواقع میں سلام کرنا مشروع نہیں ہے ان مواقع میں سلام کا جواب دینا بھی واجب نہیں ہے اھ [5]

(۱۲) مرد کے لئے سنت یہ ہے کہ جب بھی تلبیہ پڑھے تو بلند آواز سے پڑھے مگر اتنی بلند آواز سے نہ کہے جس سے اس کو مشقت ہو تاکہ اس کو ضرر و ضعف نہ پہنچے [6] پس اگر کوئی شخص تلبیہ میں آواز بلند نہیں کرے گا تو وہ برائی کا مرتکب ہوگا لیکن اس پر کوئی جزا لازم نہیں ہوگی اور آواز کو جتنا بلند کرے پسندیدہ و بہتر ہے تاکہ انس و جن حجر و شجر ارض و نباتات وغیرہ جس چیز کو اس کے تلبیہ کی آواز پہنچے وہ اس کی گواہی دے لیکن آواز کو اسقدر بلند نہ کرے کہ اس کی آواز منقطع ہونے لگے اور خود اس کے لئے تکلیف کا باعث ہو لیکن اگر کسی شہر میں ہو تو آواز کو بلند کرنا سنت نہیں ہے کیونکہ اس میں ریا و سمعہ کا خوف ہے [7] جہر یعنی بلند آواز سے پڑھنے کا یہ حکم تلبیہ کے متعلق ہے تلبیہ کے علاوہ دیگر اذکار میں اخفا افضل ہے کما لا یخفی [8]

(۱۳) عورت اپنی آواز مطلقاً بلند نہ کرے بلکہ اس طرح آہستہ سے کہے کہ بس خود ہی سن سکے کوئی دوسرا نہ سنے تاکہ فتنہ سے محفوظ رہے یعنی عورت کی آواز کے سننے سے غیر مرد کی طرف سے فتنہ کا خوف ہے [9] اور یہ حکم اس وقت ہے جبکہ اس کے نزدیک اجنبی مرد ہوں [10] اور یہ جو بعض فقہا نے کہا ہے کہ عورت کی آواز بھی عورت ہے یعنی ستر میں داخل ہے یہ قول ضعیف ہے [11]

(۱۴) احرام کی حالت میں مکہ مکرمہ کی مسجد الحرام اور منیٰ اور مسجد منیٰ اور عرفات میں بھی تلبیہ پڑھے اور اسی طرح عرفات سے واپسی پر مزدلفہ اور مسجد مزدلفہ میں بھی تلبیہ پڑھے اور ظاہر یہ ہے کہ ان مواقع میں تلبیہ زیادہ مبالغہ کے ساتھ بلند آواز سے نہ پڑھے تاکہ نمازیوں طواف کرنے والوں، سونے والوں اور ذکر کرنے والوں وغیرہ کو تشویش و پریشانی نہ ہو اور رمی جمار (کنکریاں مارنے) تک تلبیہ پڑھتا رہے

---

[1] فتح و غنیہ بزیادۃ و حیات [2] حیات [3] لباب و شرحہ و ش و غنیہ و فتح [4] لباب و شرحہ بزیادۃ و غنیہ و فتح [5] غنیہ
[6] فتح و ع تغیر و زیادۃ عن غنیہ [7] لباب و شرحہ تغیر او ملخصاً [8] حیات [9] در و ش و لباب و شرحہ و ارشاد و حیات [10] حیات عن شرح اللباب [11] در و ارشاد۔

اور طواف کرنے کی حالت میں مطلقاً تلبیہ نہ پڑھے کیونکہ طواف کی حالت میں اس کو ماثورہ دعاؤں میں مشغول ہونا افضل ہے اور یہاں پر طواف سے مراد، طوافِ قدوم اور طوافِ افاضہ یعنی طوافِ زیارت ہے جبکہ طوافِ زیارت کو رمی پر مقدم کرے (کیونکہ ان دونوں صورتوں میں طواف میں تلبیہ پڑھ سکتا ہے لیکن افضل نہیں ہے بلکہ ماثورہ دعاؤں میں مشغول ہونا افضل ہے، مؤلف) اور اسی طرح نفلی طواف میں بھی تلبیہ نہ پڑھے (یعنی جائز ہے لیکن افضل نہیں ہے، مؤلف) اور طوافِ عمرہ میں اور اس طوافِ زیارت (طوافِ فرض) میں جو رمیٔ جمار کے بعد کیا جائے تلبیہ مطلقاً جائز نہیں ہے (کیونکہ طوافِ عمرہ شروع کرتے ہی تلبیہ ختم ہو جاتا ہے اور اسی طرح پہلے دن (۱۰ ذی الحجہ) کی رمیٔ جمار کرتے ہی تلبیہ پڑھنا منقطع ہو جاتا ہے، مؤلف) اور عمرہ کی سعی میں تلبیہ نہ پڑھے کیونکہ عمرہ کا طواف شروع کرتے ہی تلبیہ ختم ہو جاتا ہے [۱] اور اگر حج کی سعی وقوفِ عرفات سے پہلے کرے تو اس سعی میں تلبیہ کہے [۲] اور اگر حج کی سعی طوافِ زیارت کے بعد کرے تو اس میں تلبیہ نہ کہے [۳]

جو چیز تلبیہ کے قائم مقام ہوتی ہے

(۱) احرام کی نیت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا کوئی ذکر کرنا، یا تقلیدِ بُدنہ مع السوق یعنی اونٹ یا گائے کی گردن میں قلادہ باندھ کر اس کو ہمراہ لے جانا تلبیہ کا قائم مقام ہو جاتا ہے [۴]

(تلبیہ کے قائم مقام ذکر اللہ کی تفصیل تلبیہ کے مسائل میں گذر چکی ہے، مؤلف)

(۲) اونٹ یا گائے کی گردن میں قلادہ باندھ کر اس کو ہمراہ لیجانا تلبیہ کے قائم مقام ہو جاتا ہے خواہ وہ جانور قران یا تمتع یا نذر یا کفارہ کی ہدی کا ہو یا سالِ گذشتہ کی جنایت یا سابقہ احرام میں قتلِ صید کی جزا کا ہو یا اس کی قیمت سے ہدی کا جانور حرم میں خریدا ہو، یا نفلی یا مسنون ہدی کا ہو کیونکہ جس طرح اجابت یعنی لبیک ہر تعظیمی ذکر سے ادا ہو جاتی ہے اسی طرح انعقادِ احرام کے ہر مخصوص فعل سے بھی ادا ہو جاتی ہے [۵]

(۳) تقلیدِ بدنہ یعنی اونٹ یا گائے کے پٹہ باندھنے کا مطلب یہ ہے کہ قران یا تمتع وغیرہ کی ہدی کے لئے جو اونٹ یا گائے اپنے ساتھ لے جائے اس کی گردن میں سالم یا ناقص جوتا یا چمڑے کے توشہ دان کا ٹکڑا یا توشہ دان باندھنے کی چمڑے کی رسی یا درخت کی چھال یا جوتے کا چمڑے کا تسمہ (یعنی چمڑے کی پٹی جو چپل کے اوپر ہوتی ہے) وغیرہ باندھنا جو اس بات کی علامت ہو کہ یہ ہدی کا جانور ہے تاکہ کوئی شخص اس سے تعرض نہ کرے (اس کے درپے نہ ہو) اور اگر وہ راستہ بھٹک جائے تو اس کو لوٹا دیا جائے اور جب وہ پانی یا گھاس کی جگہ پر آئے تو اس کو بھگایا نہ جائے اور اگر تھک کر چلنے سے رہ جائے اور اس کو ذبح کیا جائے تو اس کو فقراء ہی کھائیں مالدار لوگ نہ کھائیں [۶]

(۴) اور قلادہ (پٹہ) باندھنے کا طریقہ یہ ہے کہ اُون یا بالوں کا ایک دھاگا بٹ لے اور اس کے ساتھ چمڑے کا ایک جوتا یا جوتے کا ٹکڑا یا جوتے کا تسمہ یا چمڑے کے توشہ دان کا ٹکڑا یا درخت کی چھال وغیرہ باندھ کر ہدی کے اونٹ یا گائے کی گردن میں لٹکا دیا جائے یہ اس بات کی علامت ہوگی کہ یہ جانور ہدی کا ہے تاکہ کوئی شخص اس کے درپے نہ ہو اور اگر وہ راستہ میں تھک کر چلنے سے رہ جائے اور ذبح کر دیا جائے تو اس کے گوشت میں سے مالدار نہ کھائے [۷] اور ہدی کے جانور کے گلے میں قلادہ ڈالنے میں اس امر کی

[۱] لباب و شرحہ بتصرف و غنیہ [۲] غنیہ [۳] غنیہ [۴] حیات [۵] غنیہ [۶] لباب و شرحہ و غنیہ ملتقطاً [۷] لباب و شرحہ و بحر و فتح و غنیہ ملتقطاً [۸] ش و بحر ملتقطاً۔

طرف اشارہ ہے کہ اس کا خون بہہ جانے کی وجہ سے خشک ہو کر اس کی جلد عنقریب اس چھال یا چوتے کی مانند ہو جائے گی [۱] اور اس ہدی کو پیچھے سے ہانک کر لے جائے (پیچھے سے ہانکنا افضل ہے ورنہ آگے سے رسّی پکڑ کر کھینچنا بھی جائز ہے) اور خود بھی حج یا عمرہ کی نیت سے احرام باندھ کر اس جانور کے ساتھ روانہ ہو خواہ نیت میں حج یا عمرہ کو متعین کر لیا ہو یا مبہم نیت ہو یا حج و عمرہ دونوں کی اکٹھی نیت کی ہو اور مستحب یہ ہے کہ جب حج یا عمرہ کے لئے روانہ ہوتے وقت ہدی کو ساتھ لیکر روانہ ہو تو یہ تکبیر پڑھے، اَللّٰہُ اَکْبَرُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ۔ پس حج یا عمرہ کی نیت سے احرام باندھ کر مذکورہ بالا طریقہ سے اونٹ یا گائے کو پٹہ ڈال کر لے جانے سے بھی احرام بندھ جاتا ہے خواہ وہ شخص تلبیہ پڑھے یا نہ پڑھے کیونکہ ہدی کو پٹہ ڈال کر ہانکنا تلبیہ کے قائم مقام ہے لیکن اگر دونوں کو جمع کرے یعنی ہدی کے جانور کو پٹہ ڈال کر بھی لے جائے اور تلبیہ بھی پڑھے تو افضل یہ ہے کہ پہلے تلبیہ پڑھے پھر جانور کو پٹہ ڈال کر لے چلے تاکہ احرام کا باندھنا جانور کو پٹہ ڈالنے کے ساتھ شروع نہ ہو کیونکہ سنت یہ ہے کہ احرام تلبیہ کے ساتھ شروع ہو [۲]

(۵) اور ہدی کے جانور کو صرف اِشعار کرنا تلبیہ کے قائم مقام نہیں ہوتا اگرچہ احرام کی نیت کر کے اس جانور کو لیکر مکہ مکرمہ کی طرف روانہ ہو بلکہ اس زخم کے اندر تک سرایت کر جانے کی صورت میں ہمارے تینوں اماموں کے نزدیک مکروہ ہے یعنی امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک اشعار مطلقاً مکروہ ہے خواہ اس کے اندر تک سرایت کرنے کا خوف ہو یا نہ ہو اور صاحبین کے نزدیک اگر اندر تک سرایت کرنے کا خوف ہو تو مکروہ ہے ورنہ اونٹ میں اشعار کرنا بہتر ہے اور گائے و بکری میں اشعار نہ کرے، پس اس میں اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ اشعار اونٹ کے ساتھ مخصوص ہے اور اِشعار ہمزہ کی کسرہ (زیر) کے ساتھ ہے اور وہ یہ ہے کہ بدنہ یعنی اونٹ کی جلد کو چیر دیا جائے یا نیزہ مارا جائے حتیٰ کہ اس سے خون ظاہر ہو جائے [۳] یعنی اس کے کوہان کو بائیں طرف سے نیزہ وغیرہ سے زخم لگایا جائے یہاں تک کہ اس سے خون نکلنے لگے [۴] پھر اس خون کو انگلی سے سونت کر اس کی کوہان پر لتھیڑ دے (مل دے) [۵] اور اسی طرح اگر بدنہ (یعنی اونٹ یا گائے) پر جھول ڈال دے اور اس کی گردن میں قلادہ نہ ڈالے اور حج کی نیت کرے تو اس سے وہ احرام میں داخل نہیں ہو گا اگرچہ اس کے ساتھ حج کے لئے روانہ ہو [۶] کیونکہ اشعار کرنا اور جھول ڈالنا دونوں حج و عمرہ کے لئے مخصوص نہیں ہیں اس لئے کہ اشعار کبھی علاج کے طور پر بھی کیا جاتا ہے اور جھول سردی و گرمی و اذیت دور کرنے کے لئے بھی ڈالا جاتا ہے [۷] اور اونٹ کو قلادہ بھی ڈالا جاتا ہے اور جھول بھی اور اشعار بھی کیا جاتا ہے اور گائے بیل بھینس کو اِشعار نہیں کیا جاتا بلکہ قلادہ اور جھول ڈالا جاتا ہے لیکن جھول ڈالنا مستحب ہے اور تقلید (قلادہ ڈالنا) اس سے زیادہ پسندیدہ ہے اور دونوں کو جمع کرنا افضل ہے اور بکری و بھیڑ کے لئے ان تینوں مذکورہ چیزوں میں سے کوئی چیز نہیں کی جاتی [۸] پس اگر بکری کو قلادہ ڈالا تو اس سے وہ محرم نہیں ہو گا اگرچہ اس کو ہانک کر لے جائے کیونکہ بکری کو قلادہ ڈالنا غیر متعارف ہے اور یہ سنت بھی نہیں ہے پس یہ تلبیہ کے قائم مقام نہیں ہو گا [۹]

(۶) اور اگر ایک اونٹ یا گائے بیل میں سات یا اس سے کم آدمی شریک ہوئے اور ان میں سے کسی ایک نے باقی دوسروں کے امر سے

---

[۱] فتح و بحر و غنیہ [۲] لباب و شرحہ [۳] لباب و شرحہ بتغیر و غنیہ [۴] بحر و در [۵] غنیہ [۶] شرح اللباب وغیرہ [۷] ش و غنیہ و بحر۔ [۸] لباب و شرحہ و فتح و غنیہ [۹] غنیہ و بحر و ش و ہدایہ۔

اس کو پٹہ ڈالا تو وہ سب احرام میں داخل ہو گئے جبکہ وہ سب اس ہدی کے ساتھ چلے ہوں، اور اگر اس شخص نے باقی ساتھیوں کے امر کے بغیر پٹہ ڈالا ہو تو صرف وہی ایک شخص احرام میں داخل ہوگا باقی دوسرے نہیں ؎۱

(۷) اور اگر ہدی کا جانور کسی دوسرے آدمی کے ساتھ روانہ کیا یا جانور کو اپنی مرضی پر چھوڑ دیا یعنی کسی کے ساتھ کئے بغیر ہنکا دیا اور آگے بڑھا دیا پھر اس کے بعد خود بھی روانہ ہو گیا تو اگر وہ روانہ کیا ہوا جانور قران یا تمتع کی ہدی کا تھا اور حج کے مہینوں میں روانہ کیا تھا تو اس ہدی کا مالک خانۂ کعبہ کی طرف روانہ ہوتے ہی احرام میں داخل ہو جائیگا جبکہ وہ احرام کی نیت کر کے روانہ ہوا ہو اگرچہ وہ اس جانور سے ابھی نہیں ملا، یہ حکم استحسانا ہے (یعنی استحسان یہ ہے کہ اس کا احرام منعقد ہونے کے لئے اپنی ہدی کے جانور کو جا ملنا شرط نہیں ہے۔ مؤلف) اور اگر وہ ہدی قران یا تمتع کی نہیں تھی یا ہدی تو قران یا تمتع کی تھی لیکن وہ حج کے مہینے نہیں تھے تو اب وہ خانۂ کعبہ کی طرف روانہ ہوتے ہی مُحرم نہیں ہوگا بلکہ روانہ ہو کر جب تک میقات سے پہلے اس ہدی کو نہ مل جائے اور پھر خود اس ہدی کو نہ ہانکے احرام میں داخل نہیں ہوگا اگرچہ اس کا خانۂ کعبہ کی طرف روانہ ہونا حج کے مہینوں میں پایا جائے اس لئے کہ تمتع و قران کی ہدی کو حج کے مہینوں کے علاوہ قلادہ ڈالنا معتبر نہیں ہے کیونکہ پٹہ ڈالنا تمتع کے افعال میں سے ہے اور افعالِ تمتع کا حج کے مہینوں سے پہلے ادا ہونا معتبر نہیں ہے پس وہ نفلی حج ہوگا اور نفلی حج کی ہدی کو روانہ کرنے کے بعد جب تک اس سے نہ مل جائے اور اس کے ساتھ نہ چلے احرام میں داخل نہیں ہوتا اور اگر وہ میقات سے گذر کر اس ہدی سے ملے گا تو اب اس کو میقات سے تلبیہ پڑھ کر احرام باندھنا لازمی ہے، حاصل یہ ہے کہ بدنہ یعنی اونٹ یا گائے بیل وغیرہ کے تلبیہ کا قائم مقام ہونے کے لئے تین شرطیں ہیں: ایک شرط احرام کی نیت کا ہونا ہے اور نیت کا بیان پہلے گذر چکا ہے۔ دوسری شرط ہدی کا جانور روانہ کرنا، اور تیسری شرط ہدی کے جانور کے ساتھ خود بھی روانہ ہونا، یا اگر ہدی کے جانور کو کسی دوسرے آدمی کے ساتھ یا کسی کے ساتھ کئے بغیر ہانک کر آگے بھیج دیا اور خود اس کے ساتھ روانہ نہیں ہوا تو پھر خود بھی روانہ ہو کر اس جانور سے جا ملے اور اس کو ہانک کر لے جائے جبکہ وہ قران اور تمتع کی ہدی کے علاوہ کوئی اور ہدی ہو۔ پس اگر کسی شخص نے اپنی ہدی کو پٹہ ڈال دیا لیکن اس کو آگے روانہ نہیں کیا، یا روانہ تو کر دیا لیکن خود اس کے ساتھ روانہ نہیں ہوا، یا اس کے ساتھ روانہ ہوا لیکن احرام کی نیت نہیں کی تو مشہور مذہب کی بنا پر وہ مُحرم نہیں ہوگا اور اگر بدنہ (اونٹ یا گائے) کو پٹہ ڈالا اور حج یا عمرہ یا قران یا مطلق نسک یا مطلق احرام کی نیت کر کے خود اس کو مکہ مکرمہ کی طرف لیکر چلا تو وہ محرم ہو جائے گا خواہ اس نے تلبیہ نہ کہا ہو لیکن اگر بدنہ کے گلے میں پٹہ ڈالا اور کسی دوسرے آدمی کے ہاتھ روانہ کر دیا اور خود اس کے ساتھ روانہ نہیں ہوا اس کے بعد وہ کسی نسک یعنی حج یا عمرہ کے ارادہ سے مکہ مکرمہ کی طرف روانہ ہوا، اگر وہ بدنہ قران اور تمتع کے علاوہ تھا تو جب تک وہ شخص میقات سے پہلے اس ہدی کو مل نہ جائے اس وقت تک محرم نہیں ہوگا اور جب میقات سے پہلے اس سے جا کر مل گیا اور اس جانور کو ہانکا تو اب وہ احرام میں داخل ہو جائے گا، اس شخص کا ہدی کو روانہ کرنے کے بعد (میقات سے پہلے) اس ہدی سے جا ملنا بالاتفاق شرط ہے لیکن اس کو جا ملنے کے بعد خود ہانکنے کے بارے میں اختلاف کیا گیا ہے، جامع صغیر میں ہے کہ خود ہانکنا شرط نہیں ہے

؎۱ لباب و شرحہ و فتح و بحر۔

اور کتبِ متون نے اسی کو اختیار کیا ہے اور یہی ظاہر ہے اور اصل میں اس کو شرط قرار دیا ہے اور کہا ہے کہ اس کو ہانکے اور اس کے ساتھ روانہ ہو اور کافی میں ہے کہ شمس الائمہ امام سرخسی رحمہ اللہ نے مبسوط میں کہا ہے کہ اس مسئلہ میں صحابہ کرام میں بھی اختلاف تھا بعض فرماتے تھے کہ جب بدنہ کے پٹہ ڈال دیا تو محرم ہو گیا اور بعض فرماتے تھے کہ جب اس کے پیچھے چلا تو محرم ہو گیا اور بعض فرماتے تھے جب اس جانور سے جا ملا پھر اس کو ہانکا (لیکر چلا) تو محرم ہو گیا پس ہم ان اقوال میں سے یقینی چیز کو لیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جب اس بدنہ کو جا ملا اور اس کو لیکر چلا تو وہ محرم ہو گیا کیونکہ اس صورت پر تمام صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا اتفاق ہے ۔ [1]
لیکن اگر اس نے اپنی ہدی کے جانور کو جا ملنے کے بعد خود نہیں ہانکا بلکہ کسی دوسرے شخص نے ہانکا تو وہ ایسا ہی ہے جیسا کہ اس نے خود ہانکا ہو اس لئے کہ مؤکل کی موجودگی میں وکیل کا فعل ایسا ہے جیسا کہ خود مؤکل کا فعل، لیکن الجامع الصغیر کی روایت کے مطابق خود ہانکنے کی بالکل ضرورت ہی نہیں ہے [2] اور اگر ہدی کو میقات سے گزرنے کے بعد ملے تو اس کو میقات سے تلبیہ کہہ کر احرام باندھنا لازمی ہے اس لئے کہ جب وہ میقات پر پہنچ گیا تو وہ ہدی سے نہ ملنے کی وجہ سے ابھی تقلید کے ساتھ محرم نہیں ہوا اور اس کو احرام کے بغیر میقات سے آگے جانا جائز نہیں ہے لہذا اس کو تلبیہ کے ساتھ احرام باندھنا لازم ہو گیا [3] اور یہ جو کہا گیا ہے کہ ہدی کا روانہ کرنا حج کے مہینوں میں ہو اس سے مراد یہ ہے کہ تمتع (وقران) کی ہدی کے گلے میں پٹہ ڈالنے اور روانہ کر دینے سے اس وقت محرم ہو گا جبکہ یہ دونوں باتیں حج کے مہینوں میں کی گئی ہوں لیکن اگر حج کے مہینوں کے علاوہ اور دنوں میں ایسا کیا گیا تو جب تک خود روانہ ہو کر اس ہدی کو جا نہ ملے اور اس کو ساتھ لیکر نہ چلے وہ احرام میں داخل نہیں ہو گا اور بعض فقہا کی روایت کے مطابق دمِ قران کا حکم بھی اسی طرح ہے، لیکن اگر تطوع (نفلی) اور نذر اور جزا، کا بدنہ ہو تو خواہ حج کے مہینے ہوں یا کوئی اور دن ہوں جب تک وہ اپنی ہدی کے جانور کو جا نہیں ملے گا اور پھر اس کو ساتھ لیکر نہیں جائے گا اس وقت تک محرم نہیں ہو گا [4]

(خلاصہ) فعل کے ساتھ احرام باندھنے کے لئے پانچ باتوں کا ہونا ضروری ہے اوّل تعیینِ بدنہ (یعنی اونٹ یا گائے ہو بکری وغیرہ نہ ہو)۔ (دوم) تعیینِ تقلید (یعنی پٹہ ڈالنا اور صرف اشعار یا صرف جھول ڈالنے پر اکتفا نہ کرنا)۔ (سوم) اس کو مکہ مکرمہ کی طرف روانہ کرنا۔ (چہارم) خود بھی اس کے ساتھ روانہ ہونا۔ (پنجم) نیتِ نسک (یعنی حج یا عمرہ کی نیت یا مطلق نسک یا مطلق احرام کی نیت یا مبہم یا معلق نیت کرنا) لیکن ہدی کے جانور کو روانہ کرنے کے بعد میقات سے پہلے اس کو جا ملنا چوتھی شرط کی بجائے کافی ہو جاتا ہے بلکہ اگر وہ ہدی قران اور تمتع کے لئے حج کے مہینوں میں روانہ کی ہے تو اس کے بعد خود مکہ مکرمہ کی طرف روانہ ہو جانا ہی محرم ہونے کے لئے کافی ہے (جانور سے جا ملنا اور ہانکنا اس کے لئے شرط نہیں ہے) [5]

[1] لباب و شرح و در و ش و فتح و بحر و غنیہ ملتقطاً [2] فتح و بحر و غنیہ [3] ش و غنیہ [4] لباب و شرح [5] غنیہ بتصرف ۔

محرمات وممنوعاتِ احرام

احرام باندھنے کے بعد جو چیزیں مُحرِم پر حرام ہیں اور اس کیلئے جن چیزوں کا ارتکاب ممنوع ہو جاتا ہے اور جن کے ارتکاب پر جزا لازم آتی ہے وہ آٹھ چیزیں ہیں: (۱) سِلا ہوا کپڑا پہننا۔ (۲) خوشبو استعمال کرنا۔ (۳) تیل لگانا۔ (۴) بدن کے کسی حصہ سے بال دُور کرنا (۵) ناخن کاٹنا۔ (۶) رفث وفسوق وجدال۔ (۷) جماع اور اس کے محرکات۔ (۸) خشکی کے شکار کا قتل کرنا [۱] ان سب کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے:-

سِلا ہوا کپڑا پہننا

(۱) مرد کے لئے عادت کے مطابق سِلے ہوئے کپڑے پہننا احرام کی حالت میں منع ہے [۲]۔ حلبی رحمہ اللہ نے اپنی مناسک میں ذکر کیا ہے کہ اس کا اصول یہ ہے کہ جو لباس انسان کے تمام بدن یا بدن کے بعض حصہ کے موافق بنایا گیا ہو اس طرح پر کہ وہ سلائی کے ذریعہ یا بعض حصوں کو بعض حصوں کے ساتھ چپکانے سے یا کسی اور طرح سے (مثلاً بُنائی سے) کل بدن یا بدن کے بعض حصہ کو ڈھانپ لے اور وہ خود بخود جسم پر ٹھہرا رہے ایسا لباس احرام کی حالت میں پہننا منع ہے سوائے مِکْعَب کے [۳] (یعنی سر موزہ کے جو کہ جوتی کی طرح پاؤں کی اُبھری ہوئی ہڈی کی جگہ سے کٹا ہوا ہو کہ اس کا پہننا جائز ہے اگرچہ پاؤں کی وضع پر سِلا ہوا ہو کیونکہ یہ جوتی کے حکم میں ہے جیسا کہ آگے آتا ہے، مؤلف) وہ کپڑا اس حکم سے خارج ہے جس کا بعض حصہ بعض کے ساتھ اس طرح پر سِلا ہوا ہو کہ وہ بدن یا اس کے کسی حصہ کی وضع پر نہ ہو مثلاً ٹانکیوں والا کپڑا پس اس کے پہننے میں کوئی مضائقہ نہیں [۴] پس احرام کی حالت میں قمیص وشلوار وصافہ (پگڑی) وہر قسم کی ٹوپی لوہے کی زرہ اور بُرنس کا پہننا منع ہے، بُرنس بضمتین ایک قسم کی ٹوپی ہے جو اونچی ہوتی ہے یا ایک قسم کا پیراہن ہوتا ہے جس میں سر پر پہننے کا حصہ بھی ساتھ ہی ہوتا ہے خواہ وہ درع ہو یا جبہ یا برساتی اور یہ لباس بالعموم مغربی لوگ پہنتے ہیں اور یہ سر سے قدم تک بدن کو ڈھانپ لیتا ہے اور اس سے مراد یہ ہے کہ عادت کے طریقہ پر پہنی جانے والی کوئی چیز پہن کر سر کو ڈھانپنا منع ہے خواہ وہ صافہ ہو یا ٹوپی وغیرہ کوئی اور چیز ہو اور عورت برقع اس طرح نہ پہنے کہ وہ اس کے چہرہ کو مس کرتا ہو کیونکہ عورت کے لئے چہرہ کو مس کرتا ہوا کپڑا پہننا بالاجماع منع ہے لیکن اجنبی آدمیوں سے اپنے چہرہ کو چھپانے کے لئے اپنے چہرہ پر اس طرح کپڑا ڈال لے کہ وہ اس کے چہرہ کو مس نہ کرے جیسا کہ عورت کے احرام کے بیان میں آئے گا۔ محرم کے قبا و جُبّہ و پوستین ولبادہ وعبا وغیرہ کا اس طرح پر پہننا منع ہے کہ اپنے دونوں ہاتھ آستینوں میں یا ایک ہاتھ آستین میں ڈالے اور اگر ہاتھ آستین میں نہ ڈالے تو ہمارے نزدیک جائز ہے اور قبا وعبا وغیرہ کو آستینوں میں ہاتھ ڈالے بغیر کندھوں پر ڈال لینے سے سوائے کراہت کے کوئی چیز اس پر لازم نہیں آتی اور یہ حکم اس وقت ہے جبکہ اس کو گھنڈی (تکمہ) وغیرہ نہ لگائی ہو اور اگر قبا وغیرہ کو اپنے کندھوں پر ڈال لیا اور اس کی گھنڈی (تکمہ) وغیرہ لگائی اور وہ ایک دن لگی رہی تو اس پر دم

---

[۱] ماخوذ عن فتح وش وبحر تصرفاً [۲] لباب وشرحہ [۳] بحر وش وغنیہ [۴] ش وغنیہ۔

واجب ہوگا اگرچہ اُس نے اپنے دونوں ہاتھ آستینوں میں داخل نہ کئے ہوں کیونکہ گھنڈی کا لگانا ایسا ہی ہے جیسا کہ آستینوں میں ہاتھ داخل کرنا اور اسی طرح اگر اُس نے گھنڈی تو نہیں لگائی لیکن دونوں ہاتھ آستینوں میں داخل کرلئے تب بھی یہی حکم ہے (کہ ایک دن تک ایسا کرنے پر دم واجب ہوگا، مؤلف) اور ایک ہاتھ داخل کرنے کا بھی وہی حکم ہے جو دونوں ہاتھوں کے داخل کرنے کا ہے اور اگر نہ گھنڈی لگائی اور نہ ہاتھ آستینوں میں داخل کئے تو اس پر کوئی جزا لازم نہیں ہے صرف کراہت آئے گی جیسا کہ اوپر بیان ہوا [1] کیونکہ اس طرح لباس پہننا سنت کے خلاف ہے اور یہ کراہت تنزیہی ہے جس کو ترکِ افضل سے بھی تعبیر کیا جاتا ہے [2]، قمیص وغیرہ کو چادر و تہبند کی طرح سے پہننا عادت کے طریقہ پر پہننے سے خارج ہے [3] پس اگر کسی نے حالتِ احرام میں قمیص کو تہبند کی طرح پہنا یا چادر کی طرح لپیٹا تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے کیونکہ اس صورت میں سلائی کے ذریعہ بدن کا احاطہ نہیں ہوا اور اسی طرح اگر کسی مُحرِم نے طیلسان پہنا اور اس کو گھنڈی (تکمہ) نہیں لگائی تو کوئی مضائقہ نہیں کیونکہ اس طرح یہ خود بخود جسم پر نہیں ٹھہرا رہتا لہٰذا اس کی حفاظت میں تکلف و عمل کی ضرورت پڑتی ہے پس اگر اس کو تکمہ لگایا تو اب یہ سلے ہوئے کپڑے کا پہننا ہو جائے گا کیونکہ سلائی کے ذریعہ سے احاطۂ بدن کے ساتھ ساتھ اس کا تکمہ کے ذریعہ جسم پر ٹھہرنا بھی حاصل ہوگیا [4] اور اگر کسی شخص کے پاس چادر نہ ہو اور قمیص ہو اور وہ احرام کی حالت میں قمیص کو پھاڑ کر چادر کی طرح پہن لے تو کوئی مضائقہ نہیں ہے کیونکہ جب قمیص کو پھاڑ دیا تو وہ چادر کے حکم میں ہوگئی [5] یعنی تاکہ وہ ہیئت کی خصوصیت کے اعتبار سے سنّت کے زیادہ قریب ہو جائے پس یہ عبارت بحرالرائق کی عبارت کے منافی نہیں ہے، بحرالرائق کی عبارت یہ ہے کہ قمیص کو پھاڑنے کی ضرورت نہیں ہے اس لئے کہ اگر قمیص کو بغیر پھاڑے بھی چادر کی طرح پہن لے تو کوئی مضائقہ نہیں ہے [6] اور اسی طرح اگر کسی کے پاس تہبند نہ ہو اور اس کے پاس شلوار ہو تو اگر شلوار کو نیفہ کی جگہ کے علاوہ اور حصہ کی سلائی کو کھول کر تہبند کی طرح پہن لے تو کوئی مضائقہ نہیں ہے کیونکہ جب اس کی سلائی کو کھول لیا تو وہ ازار (تہبند) کے حکم میں ہوگئی [7]۔ اور اگر اس کو اسی حالت میں پہن لیا اور اس کی سلائی کو نہ پھاڑا تو اس پر دم واجب ہوگا [8]۔ اور سونے وغیرہ کی حالت میں اپنے اوپر قمیص یا جُبّہ وغیرہ کو اوڑھ لینا بالاتفاق جائز ہے [9] یعنی لیٹنے کی حالت میں اپنے اوپر قبا وغیرہ کو ڈال لینا جائز ہے کیونکہ جب وہ کھڑا ہوگا تو وہ اس کو پہننے والوں میں شمار نہیں ہوگا جیسا کہ اس کو منسک الکبیر میں ذکر کیا ہے [10]

(۲) احرام کی حالت میں موزوں کا پہننا منع ہے لیکن اگر اس کو نعلین میسر نہ ہوں تو دونوں موزوں کو دونوں کعب کے نیچے سے کاٹ دے [11] اور حدیث شریف میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ مُحرِم کیا پہنے؟ آپ نے فرمایا کہ مُحرِم قمیص و عمامہ و بُرنس و شلوار نہ پہنے اور نہ ایسا کپڑا پہنے جس کو ورس (ایک قسم کی خوشبو) یا زعفران مس ہوئی ہو اور نہ موزے پہنے لیکن اگر اس کو نعلین میسر نہ ہوں تو موزوں کو کعبین سے نیچے تک

---

[1] لباب و شرحہ و ش و غنیہ ملتقطاً [2] حیات بتصرف [3] بحر [4] غنیہ [5] بدائع [6] شرح اللباب و غنیہ۔
[7] بدائع و شرح اللباب [8] شرح اللباب [9] در تصرفاً [10] شرح اللباب فی مباحات الاحرام و ش [11] لباب و در و ع وغیرہما۔

کاٹ ڈالے، رواہ الستۃ [1] اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں لیکن اگر کسی شخص کو نعلین میسر نہ ہوں تو وہ خفین (موزے) پہن لے اور ان کو کعبین کے نیچے تک کاٹ ڈالے، رواہ الخمسہ [2] اور کعب سے مراد یہاں ہڈیوں کا وہ جوڑ یعنی اُبھری ہوئی ہڈی ہے جو وسطِ قدم میں جوتے کے تسمہ کی گرہ لگانے کے مقام پر ہے [3] یعنی وہ مثلث ہڈی جو پاؤں کی پُشت پر اُبھری ہوئی ہوتی ہے جہاں نعلین کا تسمہ باندھا جاتا ہے یہاں اس سے مراد ٹخنہ نہیں ہے جو کہ وضو کے بیان میں پاؤں دھونے کی حد میں معتبر ہے ہشام رحمۃ اللہ علیہ نے امام محمد رحمۃ اللہ علیہ سے اسی طرح روایت کیا ہے [4] اور دونوں موزوں کو اس جگہ سے کاٹنے سے مراد یہ ہے کہ کعبین (وسطِ قدم کی ہڈی) اور ان دونوں کے اوپر کا ساق کا حصہ کھل جائے صرف کعبین کی جگہ کا کاٹ دینا مراد نہیں ہے جیسا کہ یہ بات پوشیدہ نہیں ہے اور نعل چپل کو کہتے ہیں جس کو اہلِ حرمین پہنتے ہیں اور اس کے تسمے ہوتے ہیں [5] اور مشائخ نے موزوں کے پہننے کا جواز مطلق طور پر بیان کیا ہے جبکہ وہ کعبین سے نیچے تک کاٹ دیئے گئے ہوں لیکن نص میں جس طرح مذکور ہے اس کا مقتضیٰ یہ ہے کہ کعبین سے نیچے تک کٹے ہوئے موزوں کا پہننا مُحرِم کے لئے اس وقت جائز ہے جبکہ اس کو نعلین میسر نہ ہوں [6] لیکن اگر اس کو نعلین (چپل یا ایسا جوتا جس میں پاؤں کی پُشت کی ہڈی کُھلی رہتی ہے) اس کو میسر ہوں تو موزوں کو نہ کاٹے کیونکہ اب ایسا کرنے میں بلا ضرورت مال کا ضائع کرنا ہے [7] اور ظاہر ہے کہ نعلین موجود نہ ہونے کی قید موزوں کو کعبین کے نیچے تک کاٹنے کے وجوب کے لئے ہے لیکن اگر نعلین موجود ہوں تو اب موزوں کا کاٹنا واجب نہیں ہے اس لئے کہ اب اس میں مال کا بے فائدہ ضائع کرنا ہے اور یہ حکم نعلین کی موجودگی میں کٹے ہوئے موزوں کا پہننا جائز ہونے کے خلاف نہیں ہے ہاں البتہ نعلین کی موجودگی میں ان موزوں کا پہننا سنت کے خلاف ہے اس لئے مکروہِ تنزیہی ہے اور اس سے اسارت (بُرائی) حاصل ہوگی [8] اور نعلین موجود ہونے کی صورت میں موزوں کو قطع کرنے پر فدیہ واجب ہونے کی جو روایت امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی طرف منسوب ہے یہ خلافِ مذہب ہے جیسا کہ شرحِ اللباب کے جنایات میں مذکور ہے [9] اور صحیح روایت یہ ہے کہ اس صورت میں چاروں اماموں کے نزدیک فدیہ واجب نہیں ہے [10] اور طحاوی نے امام ابو حنیفہؒ سے روایت کی ہے کہ جب مُحرِم نعلین پہننے پر قادر ہو تو اس کو خفین (موزوں) کا پہننا جائز نہیں ہے اگرچہ ان کو موضعِ کعبین سے کاٹ دیا گیا ہو لیکن یہ سب خلافِ مذہب ہے اور شاید یہ امام صاحب سے ایک روایت ہو [11] پس خلاصہ یہ ہے کہ پاؤں میں ہر اُس چیز کا پہننا جائز ہے جس سے وسطِ قدم کا کعب (اُبھرا ہوا حصہ) کُھلا رہے خواہ وہ چپل ہو یا ہندوستانی و پاکستانی دیسی جُوتا و نیوکٹ وغیرہ ہو [12] اور اسی لئے مشائخ نے کہا ہے کہ مُحرِم کے لئے مُکعّب کا پہننا جائز ہے اس لئے کہ موزوں کی مقامِ کعبین سے کاٹنے کے بعد جو شکل ہوتی ہے مکعب بھی اسی قسم کا ہوتا ہے [13] اور مُکعّب وہ جوتا ہے جس میں پشتِ قدم کُھلی رہتی ہے جیسا کہ نیوکٹ و دیسی جُوتا وغیرہ [14]

[1] جمع الفوائد [2] التاج والمشکوٰۃ [3] ہدایہ و بحر و ع و در و لباب و شرحہ [4] غنیہ بزیادۃ عن جات [5] ش [6] فتح و غنیہ و شرح اللباب و منحہ۔
[7] ش و بحر و غنیہ [8] لباب و شرحہ فی الجنایات و غنیہ و منحہ و جات تصرفا [9] ش [10] شرح اللباب فی الجنایات [11] لباب و شرحہ فی الجنایات و ش و غنیہ
[12] بحر [13] فتح و غنیہ [14] غنیہ بتصرف۔

اگر نعلین موجود نہ ہونے کی وجہ سے موزوں کو کاٹ کر پہن لیا پھر اس کو نعلین بھی مل گئے تو اب اس کو موزے پہنے رہنا بھی جائز ہے اور یہ ضروری نہیں ہے کہ اب وہ موزوں کو نکال دے اور نعلین پہنے ؎۱

(۳) ممنوعاتِ احرام میں سے جرابوں کا پہننا ہے خواہ وہ منعّل ہوں یا غیر منعّل ؎۲ پس جس طرح موزے پہننا منع ہے جرابیں پہننا بھی منع ہے ؎۳ کیونکہ جرابیں بھی خفین (موزوں) کے معنی میں ہیں ؎۴ اور اسی طرح احرام کی حالت میں ہر اُس چیز کا پہننا منع ہے جو پاؤں کے اس کعب (اُبھری ہوئی ہڈی) کو ڈھانپ دے جو جُوتے کا تسمہ باندھنے کی جگہ پر ہے یعنی پاؤں کی پشت کے وسط میں جو جوڑ ہے اور یہاں کعب سے مراد وہ ٹخنے نہیں جو وضو میں پاؤں دھونے کی حد کے لئے معتبر ہیں ؎۵ اور جو چیز وسطِ قدم کے اُبھار والی جگہ کو نہ ڈھانپے اس کا پہننا جائز ہے پس سر موزہ (ہندی جوتی و نیوکٹ وغیرہ) کا پہننا جائز ہے جیسا کہ اوپر بیان ہوا اور اگر جُوتے و چپل وغیرہ کا منھ اتنا لمبا ہو کہ وسطِ قدم کا کعب اس میں چھپ جاتا ہو تو اس کا منھ جس قدر زائد ہے اس کو کاٹ دے یا اُس کے مُنھ کے اندر کوئی کپڑا ٹھونس دے تاکہ وہ پاؤں کو اس قدر نہ جانے دے کہ جس سے پشتِ پاؤں کا وسطی اُبھار ڈھک جائے اور یہ ترکیب اس لئے ہے کہ کاٹنے سے بچ جائے کیونکہ کاٹنے سے مال ضائع ہو جائے گا ؎۶

(۴) احرام کی حالت میں دستانے پہننا بھی منع ہے عزالدین بن جماعہ نے نقل کیا ہے کہ مُحرم کو اپنے ہاتھوں میں دستانے پہننا ائمۂ اربعہ کے نزدیک حرام ہے اور فارسی نے کہا ہے کہ مُحرِم دستانے پہن سکتا ہے اور شاید یہ قول مرد کے حق میں کراہت کے ساتھ جائز ہونے پر محمول ہو پس عورت کے لئے دستانوں کا پہننا منع نہیں ہے اگرچہ اس کے لئے نہ پہننا اولیٰ ہے ؎۷ اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ عورت دستانے نہ پہنے ؎۸ اور روایت کی گئی ہے کہ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ اپنی صاحبزادیوں کو دستانے پہناتے تھے اور وہ احرام کی حالت میں ہوتی تھیں اور اس لئے بھی جائز ہے کہ دستانے پہننے میں سلے ہوئے کپڑے سے ہاتھوں کو ڈھانپنا پایا جاتا ہے اور عورت کے لئے یہ منع نہیں کیونکہ وہ قمیص سے اپنے ہاتھوں کو ڈھانپتی ہے حالانکہ وہ سِلی ہوئی ہوتی ہے تو اس کے لئے کسی دوسری سلی ہوئی چیز سے ڈھانپنا بھی جائز ہوا بخلاف اس کے چہرہ ڈھانپنے کے اور حدیث شریف میں جو حکم ہے کہ عورت احرام کی حالت میں دستانے نہ پہنے تو یہ نہی استحباب کے لئے ہے ہم نے اس نہی کو استحباب پر حمل کیا ہے تاکہ دلائل میں بقدرِ امکان جمع ہو جائے ؎۹ لیکن مرد کے لئے ہاتھوں کو ڈھانپنے کی ممانعت کی کوئی دلیل نہیں ہے سوائے اس کے کہ یہ کہا جائے کہ دستانے سِلے ہوئے لباس کی قسم میں سے ہیں واللہ اعلم ؎۱۰ یعنی مرد کے لئے بھی کپڑے سے ہاتھ کو ڈھانپنا منع نہیں جبکہ وہ سِلے ہوئے کے حکم میں نہ ہو اور دستانے سِلے ہوئے لباس کے حکم میں ہونے کی وجہ سے مرد کیلئے احرام کی حالت میں منع ہیں اور عورت کے لئے جائز مگر خلافِ اولیٰ ہیں (مؤلف)۔

؎۱ لباب و شرحہ و حیات ؎۲ لباب و شرحہ ؎۳ ع ؎۴ بدائع ؎۵ لباب و شرحہ و حیات ؎۶ ش بتغیر ؎۷ لباب و شرحہ و منحہ۔ ؎۸ فتح و بدائع وغیرہما ؎۹ بدائع ؎۱۰ شرح اللباب و منحہ۔

(۵) احرام کی حالت میں ایسے کپڑے پہننا بھی منع ہیں جو خوشبودار چیز سے رنگے گئے ہوں جیسے ورس یا زعفران یا کسم کے پھول یا اور کوئی پھول وغیرہ جن سے رنگنے سے خوشبو آتی ہے خواہ کپڑا سلا ہوا ہو یا بغیر سلا ہوا ہو البتہ اگر خوشبودار چیز سے رنگا ہوا کپڑا سلا ہوا بھی ہو تو آدمی پر دوہری جزا لازم آئے گی جیسا کہ لباب میں ہے اور خوشبو سے رنگے ہوئے کپڑے پر تکیہ بھی نہیں لگانا چاہئے اور اس پر سونا بھی نہیں چاہئے لیکن اگر رنگنے کے بعد اس کو اس قدر دھو لیا گیا ہو کہ اس سے خوشبو بالکل نکل جائے تو پھر اس کے پہننے میں کوئی مضائقہ و کراہت نہیں ہے، خوشبو نکل جانے کے بارے میں بعض کا قول یہ ہے کہ اس قدر دھو یا جائے کہ پھر اس کا رنگ بدن پر نہ چھوٹے اور بعض نے کہا اس سے خوشبو آنی بند ہو جائے اور یہی اصح ہے اس لئے کہ خوشبو کا اعتبار ہے رنگ کا اعتبار نہیں ہے [۱] کیونکہ اگر کپڑا خوشبو سے رنگا گیا ہو اور اس میں سے خوشبو آتی ہو اور اس سے رنگ نہ چھوٹتا ہو تو ایسے کپڑے کا پہننا مُحرِم کے لئے منع ہے [۲] اور اسی لئے اگر کپڑا ایسے رنگ سے رنگا گیا ہو جس میں خوشبو نہ ہو مثلاً گیرو وغیرہ سے تو اس کے پہننے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے اگرچہ دھونے سے پہلے ہی پہنا جائے کیونکہ اس میں صرف زینت ہے اور احرام زینت سے منع نہیں کرتا [۳] حتیٰ کہ فقہا نے کہا ہے کہ احرام والی عورت کے لئے ہر قسم کے زیورات اور ریشم کا پہننا جائز ہے لیکن ملتقطات میں یہ کہا ہے کہ مُحرِم زینت حاصل نہ کرے تو یہ خلافِ اولیٰ پر محمول ہے اور نہی تنزیہی ہے [۴] ورس ایک خوشبودار گھاس ہوتی ہے جس کو یمن میں کرکم کہتے ہیں اس کا رنگ زرد ہوتا ہے [۵]

(۶) مرد کے لئے احرام کی حالت میں سر کا ڈھانپنا منع ہے خواہ پورے سر کو ڈھانپے یا اس کے کچھ حصہ کو ڈھانپے [۶] لیکن عورت کو اپنا سر ڈھانپنا چاہئے [۷] اور عورت اپنا سر کھلا نہ رکھے کیونکہ یہ عورت (ستر) ہے پس مرد اپنا سر صافہ (پگڑی) یا کسی اور ایسی چیز سے سر نہ ڈھانپے جس سے سر کو ڈھانپنا مقصود ہو کیونکہ مُحرِم مرد کے لئے ہر اس چیز سے سر کو ڈھانپنا ممنوع ہے جس سے سر کا ڈھانپنا مقصود ہو [۸] اور سر ڈھانپنے سے مراد اس چیز سے سر کو ڈھانپنا ہے جس سے عادتاً سر کو ڈھانپا جاتا ہے مثلاً کپڑا وغیرہ پہننا یا خا و مٹی وغیرہ کا لیپ کرنا بخلاف اس چیز کے جس سے سر کو عادتاً ڈھانپا نہیں جاتا مثلاً طشت یا زنبیل یا جوال (گونی) یا پتھر یا ڈھیلہ یا لوہا یا لکڑی یا شیشہ وغیرہ کا سر پر رکھنا کہ اس میں کچھ مضائقہ نہیں ہے لیکن اس کا ترک کرنا افضل ہے کیونکہ ظاہر سنّت کے خلاف ہے اور اس میں کوئی فرق نہیں ہے کہ کل سر ڈھانپے یا سر کا بعض حصہ ڈھانپے اور سر پر پٹی باندھے [۹] اور نہر الفائق میں خانیہ سے مذکور ہے کہ اگر مُحرِم نے اپنے سر پر ایسی چیز اٹھائی جس کو لوگ پہنتے ہیں تو وہ پہننے والا شمار ہوگا اور اگر لوگ اس کو نہیں پہنتے مثلاً طشت وغیرہ تو وہ پہننے والا شمار نہیں ہوگا [۱۰]

(۷) مرد و عورت دونوں کو احرام کی حالت میں اپنے چہرہ کو ڈھانپنا منع ہے [۱۱] نہ تمام چہرہ کو ڈھانپے نہ اس کے بعض حصہ کو مثلاً رخسار یا ناک یا منھ یا ٹھوڑی کو ڈھانپے نہ کپڑے سے ڈھانپے اور نہ ہی مٹی یا خا (مہندی) کا لیپ کرے اور

---

[۱] لباب و شرحہ و ع و بحر و غنیہ و ش ملتقطاً [۲] بحر و ش و غنیہ و شلہ فی البدائع [۳] شرح اللباب و غنیہ و فتح [۴] شرح اللباب [۵] غایۃ الاوطار [۶] لباب و شرحہ [۷] ش [۸] بدائع [۹] بحر بزیادۃ عن جلات [۱۰] ش و غنیہ [۱۱] لباب و شرحہ وغیرہ۔

نہ ہی پٹی باندھے اور نہ کسی اور طریقے سے جس سے چہرہ چھپانے کا قصد کیا جاتا ہو ڈھانپے اور نہ عذر سے ڈھانپے نہ بغیر عذر کے کیونکہ دونوں حالتوں میں جزا لازم آتی ہے البتہ صاحبِ عذر گنہگار نہیں ہوتا [۱] لیکن کل چہرہ یا سر کے ایک دن یا ایک رات تک ڈھانپنے میں دم واجب ہوتا ہے اور چوتھائی حصہ کا ڈھانپنا پورا ڈھانپنے کے حکم میں ہے اور ایک دن یا ایک رات سے کم یا ایک چوتھائی حصہ سے کم ڈھانپنے میں صدقہ واجب ہوتا ہے [۲] اور قاضی خاں نے اپنے فتاویٰ میں ذکر کیا کہ مُحرِم اپنے مُنھ و ٹھوڑی و رخسار کو نہ ڈھانپے اور اگر مُحرِم اپنی ناک پر ہاتھ رکھے تو کوئی مضائقہ نہیں ہے [۳] اور جاننا چاہئے کہ عورت کو اپنا سر ڈھانپنا چاہئے اس لئے کہ یہ عورت (ستر) ہے اور عورت بالاجماع اپنا چہرہ نہ ڈھانپے حالانکہ چہرہ بھی عورت مستورہ ہے اور اس کے کُھلا رکھنے میں فتنہ ہے اور مرد اپنے چہرہ اور سر دونوں کو کُھلا رکھے پس چہرہ کے کُھلے رکھنے میں مرد اور عورت دونوں مشترک ہیں اور سر کے ڈھانپنے میں عورت منفرد ہے [۴] اور بلاشبہ عورت اپنے چہرہ پر کپڑا اس طرح لٹکا کر کہ کپڑا چہرہ کو مس نہ کرے اپنے چہرہ کو اجنبی (غیر محرم) آدمیوں سے چھپائے [۵] پس عورت کے چہرہ کو کُھلا رکھنے سے مراد یہ ہے کہ کپڑا چہرہ کو مس نہ کرے اس لئے وہ اپنے محرم کے سامنے منھ کُھلا رکھے اور غیر محرم کے سامنے آنے کی صورت میں کپڑا چہرہ پر اس ترکیب سے ڈالے کہ چہرہ کو مس نہ کرے اور پردہ بھی ہو جائے اس کی تفصیل عورت کے حج کے بیان میں ملاحظہ فرمائیں، مؤلف)

اور یہ سر اور چہرہ کے ڈھانپنے کی حرمت کا حکم زندہ مُحرِم کے لئے ہے لیکن جب مُحرِم مر جائے تو اس کا سر اور چہرہ ڈھانپ دیا جائے کیونکہ اس کا احرام اس کی موت کی وجہ سے باطل ہو گیا اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب ابنِ آدم مر جاتا ہے تو اس کا عمل منقطع ہو جاتا ہے سوائے تین باتوں کے الحدیث۔ چونکہ احرام بھی عمل ہے پس وہ بھی منقطع ہو گیا پس اس کے سر اور چہرہ کو بھی دیگر اموات کی طرح ڈھانپ دیا جائے اور یہی وجہ ہے کہ ماموربالحج اس میت کے احرام پر بالاتفاق بِنا نہیں کر سکتا اور یہ اس کے احرام کے موت کے ساتھ منقطع ہونے کی دلیل ہے [۶]

(۸) مُحرِم مرد کے لئے سر اور چہرہ پر پٹی باندھنا منع ہے خواہ عذر کی وجہ سے ہو یا بغیر عذر کے لیکن عذر کی وجہ سے ایسا کرنے والا گنہگار نہیں ہوگا [۷] اور اگر کسی نے اپنے سر و چہرہ پر پٹی باندھی اور وہ ایک چوتھائی دن یا رات سے کم عرصہ تک رہی تو اس پر بالاتفاق صدقہ واجب ہے [۸] اور اس کی تفصیل جنایات کے بیان میں ہے (مؤلف) اور اگر سر و چہرہ کے علاوہ بدن کے کسی اور حصہ پر پٹی باندھی خواہ کسی علت کی وجہ سے ہو یا بغیر علت کے ہو اس پر کچھ لازم نہیں ہے لیکن علت کے بغیر ایسا کرنا مکروہ ہے [۹] (جیسا کہ اس کی تفصیل مکروہات میں درج ہے، مؤلف)

(۹) مُحرِم کو اپنے سر کے بالوں پر کسی گاڑھی چیز کا لیپ کرنا (اس لئے کہ یہ بھی سر کو ڈھانپنا ہے) اگرچہ وہ لیپ بغیر خوشبو کی چیز کا ہو [۱۰] اور اگر وہ لیپ کسی خوشبو والی چیز کا ہے تو اس پر دو دم لازم ہوں گے ایک خوشبو کے استعمال کی وجہ سے اور

---

[۱] غنیہ [۲] ش وغنیہ [۳] بحر [۴] بحر تصرفا [۵] ش [۶] بحر ملخصاً وتصرفا و ش وغنیہ [۷] لباب وشرحہ فی المکروہات۔ [۸] لباب وشرحہ فی الجنایات [۹] فتح بزیادۃ [۱۰] لباب وشرحہ بزیادۃ۔

دوسرا سر کو ڈھانپنے کی وجہ سے جبکہ وہ لیپ تمام سر یا چوتھائی حصہ پر ایک دن یا ایک رات تک رہا ہو [۱] اور اگر سر کو ایک دن سے کم (یا چوتھائی سر سے کم) لیپ کیا ہو تو صدقہ واجب ہوگا اور یہ حکم مرد کے حق میں ہے اور عورت کو اپنے سر کا ڈھانپنا منع نہیں ہے [۲] پس اگر کسی نے اپنے سر یا ڈاڑھی کو حنا یا وسمہ کا خضاب لگایا یا اپنی ہتھیلی کو مہندی لگائی تو اگر وہ پانی کی طرح پتلی تھی تو اس پر ایک دم لازم ہوگا اور اگر وہ گاڑھی تھی اور اس سے اپنے سر پر لیپ کیا تو مرد پر دو دم لازم ہوں گے، ایک دم خوشبو کے استعمال کی وجہ سے اور دوسرا دم سر ڈھانپنے کی وجہ سے اور عورت پر صرف ایک دم خوشبو کے استعمال کی وجہ سے لازم ہوگا [۳]۔

خوشبو استعمال کرنا ۔۔۔ تیل لگانا

(۱) نیت و تلبیہ کے ساتھ احرام میں داخل ہونے کے بعد بدن اور کپڑے میں خوشبو کا استعمال منع ہے اگرچہ علاج کے قصد سے ہو اور اسی طرح بدن میں تیل لگانا بھی منع ہے خواہ وہ تیل خوشبودار ہو یا بغیر خوشبو کا ہو اور تیل کپڑوں پر لگانے کے بارے میں ظاہر المذہب کی بنا پر منع ہونے کا حکم خوشبودار تیل کے ساتھ مخصوص ہے [۴] پس احرام کی حالت میں خوشبو کو ہاتھ سے بھی نہ چھوئے اگرچہ اس کا ارادہ خوشبو لگانے کا نہ بھی ہو [۵] کیونکہ وجوبِ کفارہ کے لئے قصد کا ہونا شرط نہیں ہے اور جس شخص نے حجرِ اسود کا استلام کیا اور اس کی خوشبو اُس شخص کے ہاتھ کو لگی تو فقہا نے کہا ہے کہ اس شخص پر کفارہ واجب ہے اس لئے کہ اس نے خوشبو کا استعمال کیا ہے اگرچہ اس نے خوشبو لگانے کا قصد نہیں کیا تھا [۶] اور احرام کی حالت میں تیل کا استعمال بھی نہ کرے [۷] ۔۔۔ (۲) خالص خوشبو (مثلاً زعفران و مشک وغیرہ) کھانا پینا منع ہے خواہ قلیل ہو یا کثیر لیکن کثیر کے کھانے سے دم واجب ہوتا ہے اور قلیل سے صدقہ واجب ہوتا ہے، اور اسی طرح اگر خوشبو کھانے میں ملائی گئی اور پھر اس کھانے کو پکایا نہ گیا ہو اور خوشبو کے اجزا مغلوب ہوں تو اس پر کچھ واجب نہیں ہے لیکن اگر اس میں سے خوشبو آتی ہو تو اس کا کھانا مکروہ ہے ورنہ مکروہ بھی نہیں ہے اور اگر خوشبو کے اجزا غالب ہوں تو اس کا حکم خالص خوشبو کھانے کی طرح ہے کہ اگر کثیر ہو تو اس کے کھانے سے دم واجب ہوگا اگرچہ اس کی خوشبو ظاہر نہ ہو اور اگر قلیل ہو تو صدقہ واجب ہوگا، یہ سب حکم امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک ہے صاحبین کا اس میں اختلاف ہے اور اگر پینے کی چیز میں خوشبو ملی ہوئی ہو تو خواہ خوشبو غالب ہو یا مغلوب ہر حال میں خوشبو کا حکم ہے لیکن اگر خوشبو اجزا کے اعتبار سے غالب ہے تو دم واجب ہوگا اور اگر خوشبو مغلوب ہے تو صدقہ واجب ہوگا جو نصف صاع گندم ہے لیکن مغلوب خوشبو والے مشروب کو چند بار پینے سے بھی دم واجب ہو جاتا ہے [۸] (اور اس کی مزید تفصیل جنایات کے بیان میں ہے، مؤلف) ۔۔۔۔

(۳) ایسی خوشبو کو جس کی بُو اُڑتی ہو اپنے کپڑے کے کسی سرے میں باندھنا منع ہے بخلاف عود و صندل وغیرہ کے کہ جس کی بُو نہیں اُڑتی [۹] ۔۔۔ (۴) خوشبو کا ص

ص صرف سونگھنا مکروہ ہے اگرچہ قصداً سونگھا ہو اور اس پر اس سے کچھ جزا لازم نہیں آتی [۱۰] (اس کی تفصیل مکروہات میں ملاحظہ فرمائیں، مؤلف)

(۵) مُحرِم کا اپنے سر یا ڈاڑھی یا کسی اور عضو کو مہندی (حنا) کا خضاب لگانا منع ہے [۱۱] اس لئے کہ حنا خوشبو ہے [۱۲] اور سر و ڈاڑھی کو خطمی سے دھونا منع ہے [۱۳] اس لئے کہ یہ خوشبودار چیز ہے یا اس لئے کہ یہ کیڑوں کو مارتی ہے، پس خطمی سے سر اور ڈاڑھی کو دھونے سے پرہیز کرنا بالاتفاق واجب ہے اور اختلاف اس کی علت اور سبب میں ہے پس امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک اس سے اس لئے پرہیز کرے کہ یہ ایک خوشبودار چیز ہے اور اس کی وجہ سے اس پر دم واجب ہوگا اور صاحبین کے نزدیک یہ خوشبو نہیں ہے بلکہ اس لئے پرہیز کرے کہ یہ کیڑوں کو مارتی ہے اور بالوں کو نرم کرتی ہے اور اس کی وجہ سے اس پر صدقہ واجب ہوگا

---

[۱] فتح و ش من الجنایات بتغیر [۲] ش فی الجنایات [۳] لباب و شرحہ من الجنایات بتصرف [۴] لباب و شرحہ بزیادۃ [۵] ش و بدائع [۶] بدائع [۷] ہدایہ و ع۔
[۸] لباب و شرحہ من المحظورات والجنایات ملتقطاً [۹] لباب و شرحہ و غنیہ [۱۰] ش و بدائع و غنیہ و غیرہا [۱۱] لباب [۱۲] بدائع و ع [۱۳] لباب و کنز و غیرہا۔

اور اسی لئے بعض فقہا نے کہا ہے کہ عراق کی خطمی میں کوئی اختلاف نہیں ہے اس لئے کہ وہ خوشبودار ہوتی ہے سلہ پس خطمی سے اپنا سر اور ڈاڑھی نہ دھوئے سلہ۲ بخلاف صابن و دلوک (مسور کا آٹا یا اُبٹن) اور اُشنان یعنی حُرض (ایک قسم کی نباتات جس سے ہاتھ دھوتے ہیں) کے، کہ اگر ان چیزوں سے سر یا ڈاڑھی کو دھوئے گا تو امام صاحب و صاحبین کے نزدیک بالاتفاق کچھ لازم نہیں ہوگا سلہ۳ یعنی بخلاف ایسی چیز کے جو نہ خود خوشبودار ہو اور نہ اس میں خوشبو ملائی گئی ہو کہ اس سے دھونا جائز ہے سلہ۴ اور خطمی بکسر الخاء ایک قسم کی نباتات ہے اور خطمی کے ساتھ دھونے سے مراد یہ ہے کہ جس پانی میں خطمی ملی ہوئی ہو اُس پانی سے دھونا سلہ۵

(۶) خوشبودار سرمہ لگانا اگر کسی نے خوشبو ملا ہوا سرمہ ایک یا دو مرتبہ (ایک یا دو سلائی) لگایا تو اس پر صدقہ واجب ہوگا اور تین یا اس سے زیادہ مرتبہ (تین یا زیادہ سلائی) لگایا تو اُس پر دم واجب ہوگا سلہ۶ اس لئے کہ جب خوشبو سرمہ پر غالب آگئی تو کوئی فرق نہیں ہے خواہ اس کو دوائی کے طور پر استعمال کرے یا خوشبو کے طور پر سلہ۷

(فائدہ) طیب یعنی خوشبو سے مراد ہر وہ چیز ہے جس میں لذت بخش بُو ہو اور عاقل لوگ اس کو خوشبو شمار کرتے ہوں سلہ۸ اور ہمارے اصحاب نے کہا ہے کہ بدن میں استعمال ہونے والی چیزیں تین قسم کی ہیں:۔ ایک قسم وہ ہے جو محض خوشبو ہے اور وہ خوشبو حاصل کرنے کے لئے بنائی گئی ہے جیسا کہ مشک و کافور و عنبر وغیرہ، ایسی چیز کا استعمال خواہ کسی وجہ سے کیا جائے اس سے کفارہ یعنی جزا لازم آئے گی یہاں تک کہ فقہا نے کہا ہے کہ اگر کسی نے حالتِ احرام میں اپنی آنکھ میں خوشبو کو دوا کے طور پر ڈالا تو اس پر کفارہ واجب ہوگا اور دوسری قسم وہ ہے جو فی نفسہٖ خوشبو نہیں ہے اور نہ ہی اس میں خوشبو کی کوئی بات پائی جاتی ہے اور نہ ہی وہ کسی وجہ سے خوشبو بنتی ہے جیسا کہ چربی تو خواہ اس کو کھلائے یا چکنائی کے طور پر بدن پر ملے یا پاؤں کی پھٹن میں رکھے برابر ہے، اس پر کفارہ واجب نہیں ہوگا اور تیسری قسم وہ ہے جو فی نفسہٖ تو خوشبو نہیں ہے لیکن اس کی اصل خوشبو ہے اور وہ خوشبو کے طور پر بھی استعمال کی جاتی ہے اور دوائی اور سالن کے طور پر بھی استعمال کی جاتی ہے جیسا کہ زیتون کا تیل اور تلوں کا تیل، اس میں استعمال کا اعتبار کیا جائے گا پس اگر ایسے تیل کو بدن میں تیل کے طور پر استعمال کیا تو اس کو خوشبو کا حکم دیا جائے گا اور اگر کھانے کی چیزوں میں یا پاؤں کی پھٹن میں استعمال کیا گیا تو اس کو چربی کی طرح خوشبو کا حکم نہیں دیا جائے گا سلہ۹

بالوں کو دُور کرنا

ممنوعاتِ احرام میں سے کُل یا بعض بالوں کا دُور کرنا ہے خواہ کسی طرح سے بھی دُور کئے جائیں یعنی خواہ اُسترے سے مونڈے یا قینچی و مشین سے کٹائے یا ہاتھ سے اُکھاڑے یا چونا وغیرہ کوئی دوائی لگا کر یا جلا کر دُور کرے (جبکہ ایسا کرنا ممکن ہو) اور خواہ خود بالوں کو دُور کرے یا کسی دوسرے سے کرائے اور خواہ اکراہ (زبردستی) سے ایسا کیا جائے یا سونے وغیرہ کی حالت میں ایسا کیا جائے اور بال خواہ کسی جگہ کے بھی ہوں یعنی سر کے ہوں یا بدن کے باقی کسی حصے مثلاً ڈاڑھی، مونچھ، بغل، زیرِ ناف، گردن اور پچھنے لگانے کی جگہ کے ہوں ہر جگہ کے بالوں کو ہر طرح سے دُور کرنا منع ہے سوائے اس بال کے جو آنکھ کے

سلہ ش و بحر تصرفاً سلہ۲ ع وغیرہ سلہ۳ دُر و بحر سلہ۴ شرح اللباب فی الجنایات سلہ۵ ش سلہ۶ در و ش ولباب و شرحہ بتصرف سلہ۷ بدائع سلہ۸ ع ۔ سلہ۹ بدائع و ع وغیرہ ۔

اندر اگا ہو کہ وہ اس حکم سے مستثنیٰ ہے یعنی اس کا اُکھاڑنا جائز ہے ہمارے مشائخ نے ذکر کیا کہ اس سے اس پر کچھ لازم نہیں ہوگا [۱] پس احرام کی حالت میں اپنے سر کے بال یا کسی دوسرے کے سر کے بال مونڈنا منع ہے خواہ دوسرا شخص احرام کی حالت میں ہو یا احرام کی حالت میں نہ ہو جب تک وہ دونوں اپنے اپنے حج یا عمرہ کے افعال سے فارغ نہ ہوجائیں [۲]

ناخن کاٹنا

محظوراتِ احرام میں سے ناخن کا کاٹنا بھی ہے [۳] یعنی ایک ناخن کا کاٹنا بھی منع ہے خواہ وہ خود اپنا ناخن کاٹے یا کوئی دوسرا آدمی اس کے امر سے اس کا ناخن کاٹے یا وہ کسی دوسرے شخص کا ناخن کاٹے لیکن اگر کسی کا ناخن ٹوٹ گیا ہو اور ایسا ہوگیا ہو کہ اب وہ بڑھتا نہیں ہے تو اس کے کاٹنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے [۴]

رفث و فسوق و جدال

ممنوعاتِ احرام میں سے رفث و فسوق و جدال بھی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: فَمَنْ فَرَضَ فِيهِنَّ الْحَجَّ فَلَا رَفَثَ وَلَا فُسُوقَ وَلَا جِدَالَ فِي الْحَجِّ، سورۃ البقرہ ع ۱۷ [۵] (ترجمہ: جن لوگوں پر ان حج کے مہینوں میں حج فرض ہوجائے تو ان کو حج میں رفث اور فسوق اور جدال سے بچنا چاہیے) پس جب کوئی شخص احرام باندھ لے تو وہ ان چیزوں سے بچے جن سے اللہ تعالیٰ نے منع فرما دیا ہے یعنی رفث و فسوق و جدال سے بچے [۶] اور رفث کے معنی میں اختلاف ہے جمہور علماء کے نزدیک جماع کو کہتے ہیں [۷] اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: أُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ إِلَىٰ نِسَائِكُمْ الآیۃ [۸] (ترجمہ: روزہ کی رات میں تمہارے لئے اپنی عورتوں سے جماع حلال کردیا گیا۔ سورۃ البقرہ ع ۲۱) یا رفث سے مراد مطلق طور پر جماع اور اس کے محرکات کا ذکر کرنا ہے (یعنی خواہ مردوں کے سامنے ہو یا عورتوں کے سامنے، [۹]) بعض نے کہا کہ یہی اصح ہے [۱۰] پس یہ بھی جماع کی طرح حرام ہے [۱۱] بعض کے نزدیک عورتوں کی موجودگی میں جماع اور اس کے محرکات کا ذکر کرنا [۱۲] پس اگر عورتوں کی موجودگی میں نہ ہو تو یہ رفث نہیں ہوگا اور یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے [۱۳] اور بعض نے کہا کہ ہر فحش و فجور اور مکر و فریب کی بات رفث ہے [۱۴] اور فسوق ہر قسم کی نافرمانیوں (گناہوں) کو کہتے ہیں [۱۵] اور اللہ تعالیٰ کی طاعت (بندگی) چھوڑ دینے کو کہتے ہیں [۱۶] اور بعض نے کہا کہ فسوق کے معنی گالی دینا ہے [۱۷] اور فسوق ہر حال میں منع ہے خواہ احرام کی حالت میں ہو یا نہ ہو لیکن احرام کی حالت میں زیادہ شدت سے منع ہے [۱۸] پس تمام معاصی کا احرام کی حالت میں منع ہونا اس لئے خاص طور پر ذکر کیا گیا ہے کہ اس حالت میں ان کا ارتکاب بہت ہی زیادہ برا ہے [۱۹] اور جدال کا مطلب ہے اپنے ساتھی سے جھگڑنا یہانتک کہ بری طرح جھگڑا کرکے اس کو غضبناک کردے [۲۰] پس جدال یہ ہے کہ اپنے ساتھیوں اور خادموں (نوکروں) اور جانور وغیرہ کرایہ پر دینے والوں کے ساتھ جھگڑا کرے یہانتک کہ ان کو غصہ و ناراض کردے [۲۱] اور یہ اس وقت منع ہے جبکہ دنیوی تعصب و حمیت کی وجہ سے ہو بخلاف اس جدال کے جو دینی امور کے بارے میں تحقیقِ مطالب

---

[۱] بحر و لباب و شرحہ و در و ش و غنیہ و مجمع ملتقطاً [۲] شرح اللباب [۳] در و شرح اللباب [۴] ش و مجمع و غنیہ تصرفاً۔ [۵] لباب و شرحہ و حیات [۶] ع [۷] لباب و س و غیرہما [۸] بحر و ش و فتح و غیرہا [۹] حیات [۱۰] شرح اللباب و مجمع و غنیہ و غیرہا و حیات۔ [۱۱] بحر [۱۲] فتح و شرح اللباب و در و مجمع و غیرہا [۱۳] فتح و غنیہ و ش [۱۴] شرح اللباب و غیرہ [۱۵] شرح اللباب و ہدایہ و حیات و غیرہا۔ [۱۶] در و غنیہ [۱۷] شرح اللباب [۱۸] بحر [۱۹] بحر [۲۰] شرح اللباب و حیات [۲۱] لباب و شرحہ و فتح [۲۲] بحر و ش و ع و مجمع بزیادۃ عن غنیہ۔

شرعیہ کے لئے ہو کہ اس میں کوئی مضائقہ نہیں اور البتہ قواعدِ شرعیہ کے مطابق امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنا ہر شخص پر حالتِ احرام وغیر احرام یعنی ہر حال میں واجب ہے [۱] اور محیط میں ہے کہ جب کوئی شخص رفث (جماع) کرے تو اس کا حج فاسد ہو جاتا ہے اور اگر کوئی شخص فسق یا جدال کرے تو حج فاسد نہیں ہوتا اس لئے کہ جماع محظوراتِ احرام میں سے ہے اھ - اور یہ بات پوشیدہ نہیں ہے یہ حکم اس وقت ہے جبکہ جماع وقوفِ عرفہ سے قبل ہو ورنہ اس سے بھی حج فاسد نہیں ہوگا [۲]

جماع اور اس کے محرکات

جماع اور اس کے محرکات بھی ممنوعاتِ احرام میں سے ہیں (اور اس سے پہلے نمبر میں بیان ہو چکا ہے کہ جمہور علماء کے نزدیک رفث جماع کو کہتے ہیں، مؤلف) پس کتبِ فقہ میں رفث کے بیان کے بعد خصوصیت سے جماع کا ذکر اس کی اہمیت کی وجہ سے ہے کیونکہ احرام کی بعض حالتوں میں حج یا عمرہ کو فاسد کر دیتا ہے [۳] یعنی جبکہ حج کے احرام میں وقوفِ عرفات سے پہلے جماع کرنا پایا جائے اور عمرہ کے احرام میں طواف کا اکثر حصہ (چار پھیرے) ادا کرنے سے پہلے جماع کرنا پایا جائے [۴] اور جماع کے دواعی (محرکات) یہ ہیں: بوسہ لینا، چھونا، شہوت کے ساتھ معانقہ اور مفاخذہ کرنا (ایک دوسرے کی ران کے ساتھ ران ملانا) اجنبی عورت کو شہوت سے دیکھنا اور اس کے ساتھ بدی کے خیال سے گفتگو کرنا [۵] احرام کی حالت میں اپنی عورت کا بوسہ نہ لے اور اس کو شہوت کے ساتھ مس نہ کرے [۶] پس احرام کی حالت میں بیلین میں جماع کرنے اور محرکاتِ جماع یعنی بوسہ لینا و چھونا و معانقہ اور تفخیذ سے بچنا چاہئے لیکن دواعی یعنی محرکاتِ جماع کا منع ہونا اپنی منکوحہ عورت یا باندی کے بارے میں شہوت کے ساتھ مقید ہے پس اگر شہوت کے بغیر ہو تو کوئی مضائقہ نہیں ہے لیکن اجنبیہ عورت میں مطلق طور پر حرام ہے خواہ شہوت کے ساتھ ہو یا بغیر شہوت کے اور خواہ حالتِ احرام میں ہو یا بغیر احرام کے کیونکہ یہ فسوق میں داخل ہے اور یہی حکم اجنبی عورت کے بارے میں شہوت کے ساتھ دیکھنے کا ہے۔ [۷]

خشکی کے شکار کا قتل کرنا

(۱) اور ممنوعاتِ احرام میں سے خشکی کے شکار کا قتل کرنا ہے، دریا کے شکار کا قتل کرنا منع نہیں ہے اگرچہ وہ جانور ایسا ہو جس کا کھانا حلال نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے أُحِلَّ لَكُمْ صَيْدُ الْبَحْرِ وَطَعَامُهُ مَتَاعًا لَّكُمْ وَلِلسَّيَّارَةِ وَحُرِّمَ عَلَيْكُمْ صَيْدُ الْبَرِّ مَا دُمْتُمْ حُرُمًا (ترجمہ: تمہارے لئے (احرام کی حالت میں) دریا کے جانور کا شکار کرنا اور اس کا کھانا حلال کر دیا گیا ہے یہ تمہارے لئے اور مسافر کے لئے متاع ہے اور خشکی کے جانور کا شکار کرنا حرام قرار دیدیا گیا ہے جبتک کہ تم احرام کی حالت میں ہو۔ سورۂ مائدہ ع ۱۳) اور اسی طرح خشکی کے جانور کا شکار کرنا اور اس کو پکڑنا اور اپنے قبضہ میں ہمیشہ رکھنا اور اس کی طرف اشارہ کرنا اور اس کی طرف رہنمائی کرنا اور اس پر امداد کرنا مثلاً چھری دینا یا نیزہ و کوڑہ وغیرہ دینا یا اس کو اپنی جگہ سے نکالنے کے لئے ہانکا لگانا اور شکاری کی طرف بھگانا یا اس کا انڈا توڑنا یا اس کے انڈے کو بھوننا و پکانا یا اس کے پر اکھیڑنا یا اس کی ٹانگیں توڑنا یا بازو توڑنا یا اس کا دودھ نکالنا اور شکار کو پکانا یا اس کو بیچنا یا خریدنا یا اس کو کھانا یہ سب امور منع ہیں [۸] پس کسی شکار کو قتل نہ کرے اور شکار سے کچھ تعرض نہ کرے نہ اس کو پکڑے

---

[۱] شرح اللباب و حیات [۲] بحر [۳] لباب و شرحہ [۴] ارشاد [۵] لباب و شرحہ بتصرف و غنیہ [۶] ع [۷] حیات [۸] لباب و شرحہ و غنیہ ملتقطاً۔

نہ اس کی طرف اشارہ کرے نہ کسی کو بتائے اور نہ شکار کرنے میں کسی کی مدد کرے [1] (جزا کی تفصیل جنایات کے بیان میں ملاحظہ ہو۔ مؤلف)

(۲) جُوں کا مارنا اور اس کو دھوپ وغیرہ میں پھینکنا اور کسی دوسرے کی جُوں کو دُور کرنا مطلقاً اور اس کے مارنے کا امر کرنا اور اس کی طرف اشارہ کرنا جبکہ مشارٌ الیہ اس کو قتل کردے اور جُوں کو ہلاک کرنے کے لئے اپنے کپڑے کو دھوپ میں ڈالنا اور اس مقصد کے لئے کپڑے کو دھونا یہ سب امور احرام کی حالت میں منع ہیں [2]

(فائدہ) حرم کے ممنوعات میں سے سوائے اذخر کے حرم کا درخت و گھاس کاٹنا اور اس کو اکھاڑنا اور جانوروں کو چَرانا ہے [3] اور یہ حکم اس شخص کے لئے بھی ہے جو احرام کی حالت میں نہ ہو [4] مذکورہ بالا ممنوعاتِ احرام میں سے فسوق و جدال کے سوا سب کے ارتکاب پر اکثر جزا لازم آتی ہے اور جن چیزوں کی حرمت کا بیان ہوا ہے اگر کسی حاجی نے ان میں سے کسی حرام فعل کا ارتکاب کیا تو اس کا حج مبرور نہیں ہوگا اور اوپر جسقدر محرمات بیان ہوئے یہ سب محرماتِ احرام ہیں سوائے حرم کا درخت کاٹنے کے کہ اس کی حرمت کا تعلق حج کے ساتھ نہیں اور نہ ہی حالتِ احرام کے ساتھ مخصوص ہے [5] (یعنی خواہ احرام کی حالت میں ہو یا بغیر احرام کے ہو ہر حال میں منع ہے، محظورات کی مزید تفصیل اور ان کی جزا کا بیان باب الجنایات میں ملاحظہ فرمائیں۔ مؤلف)

مکروہاتِ احرام

مکروہاتِ احرام یعنی وہ ممنوعات جن کا ارتکاب مکروہ ہے اور ان کے کرنے پر کوئی جزا لازم نہیں آتی یہ ہیں ——— [6]

(۱) بدن و کپڑوں سے میل کچیل دُور کرنا اور بکھرے ہوئے بالوں کو سنوارنا [7] اس لئے کہ حدیث شریف میں آیا ہے اَلْحَاجُّ اَلشَّعِثُ التَّفِثُ (ترجمہ: کامل حاجی وہ ہے جس کے بال بکھرے ہوتے اور بدن و کپڑے میلے کچیلے ہوں) پس جتنا ہو سکے زیب و زینت نہ کرے ——— [8]

(۲) سر، داڑھی اور سارے بدن کو بیری کے پتّوں یا اشنان (کھار) یا دلوک (ابٹن) یا صابون وغیرہ سے دھونا جس میں خوشبو ملی ہوئی نہ ہو [9] پس اگر (بغیر خوشبو کے) صابن یا کھار (اشنان) سے غسل کیا تو اس پر کچھ جزا لازم نہیں ہوگی اس لئے کہ کھار نہ خوشبو ہے اور نہ ہی کیڑوں کو مارتا ہے [10] اور بیری کے پتّے خطمی کی مانند کیڑوں کو مارتے اور بالوں کو نرم کرتے اور ان کی پراگندگی کو دور کرتے ہیں پس ان کے ساتھ غسل کرنے سے صاحبین کے نزدیک صدقہ واجب ہونا چاہئے [11] اور دلوک ہر اس چیز کو کہتے ہیں جو بدن کی صفائی کے لئے ملتے ہیں جیسے ابٹن وغیرہ [12] اور بعض کے نزدیک دلوک بھی ایک مشہور نباتات ہے جو سرزمین حجاز میں اُگتی ہے اور اشنان کی طرح ہے مگر یہ سیاہ ہوتی ہے اور اشنان سفید ہوتی ہے یہ بدن کو تر و تازہ کرتی اور خارش کو دور کرتی ہے [13] ——— (۳) اپنے سر اور داڑھی کے بالوں میں کنگھی کرنا کیونکہ اس سے بالوں کے ٹوٹنے کا احتمال ہے اور اس سے زینت بھی ہوگی اور بالوں کی پراگندگی دور ہوگی [14] ——— (۴) اپنے سر اور داڑھی کے

---

[1] ع۔ [2] لباب و شرح و ش و غنیہ بزیادۃ عن مجمع [3] لباب و شرح و غنیہ و ع [4] ع [5] لباب و شرح و غنیہ ملتقطاً [6] لباب شرح و غنیہ۔ [7] شرح اللباب [8] عمدۃ المناسک [9] لباب و شرح بزیادۃ من الجنایات [10] فتح فی الجنایات و ش [11] ش و غنیہ [12] مستفاد عن منجد وغیرہ

[13] ش [14] لباب و شرح و غنیہ۔

بالوں اور تمام بدن کو شدت کے ساتھ کھجانا، کیونکہ اس سے بالوں کے ٹوٹنے اور اکھڑنے اور جُوؤں کے گرنے کا زیادہ امکان ہے اور اگر اس سے جوئیں وغیرہ مرنے لگیں اور بال ٹوٹنے لگیں تو اس صورت میں کھجانا محرمات میں شمار ہوگا مکروہات میں نہیں [۱] (اور جزا لازم ہوگی، مؤلف) لیکن اگر نرمی سے کھجایا جائے یا جس جگہ بال ٹوٹنے اور جوں کے مرنے کا خوف نہ ہو ایسی جگہ شدت کے ساتھ کھجایا جائے تو کوئی مضائقہ نہیں (جیسا کہ مباحات میں مذکور ہے) اور اگر بال ٹوٹنے یا جوں مرنے کا باعث ہو تو کھجانا خواہ سخت ہو یا نرم محرمات میں شمار ہوگا [۲] پس جب اپنے سر کو کھجائے تو نرمی سے کھجائے، اور امام ابو حنیفہؒ سے روایت ہے کہ انگلیوں کے اندرونی حصہ سے کھجائے تاکہ سر کے کیڑوں (جوں وغیرہ) کو ایذا نہ پہنچے اور اس کے بال نہ جھڑیں [۳] ——————

(۵) طیلسان (چادر) کے سروں کو اپنی گردن کے اوپر باندھنا، اگر گرہ (یا گھنڈی) لگائے بغیر طیلسان (چادر) کو اوڑھا جائے تو کوئی مضائقہ نہیں ہے [۴] اور اسی طرح اپنی طیلسان کو تکمہ (گھنڈی) یا خلال (پن وغیرہ) سے بھی بند نہ کرے کیونکہ اس طرح یہ سلے ہوئے کپڑے کے مشابہ ہو جائے گا [۵] —————— (۶) قباو عباو جُبہ و پوستین لبادہ یا قمیص وغیرہ کو اپنے کندھوں پر (چادر کی طرح) اس طرح ڈالنا کہ بازو اس کی آستینوں میں داخل نہ کئے جائیں [۶] یعنی جبکہ نہ ان کو تکمہ (بٹن وغیرہ) لگائے جائیں اور نہ پن یا کانٹے وغیرہ سے اٹکایا جائے پس اگر قبا وغیرہ کو کندھوں پر ڈال لیا اور اس کو تکمہ وغیرہ نہیں لگایا اور نہ ہی اُسکی آستینوں میں بازو داخل کئے تو یہ فعل مکروہ ہے لیکن اس پر کچھ لازم نہیں ہے اور ایک آستین میں ایک بازو کا داخل کرنا دو آستینوں میں دونوں بازو داخل کرنے کے حکم میں ہے [۷] —————— (۷) چادر اور تہبند میں گرہ لگانا یعنی چادر یا تہبند کے ایک سرے کو دوسرے سرے کے ساتھ باندھنا یا کانٹے و سوئی و پن وغیرہ سے اٹکانا یا چادر و تہبند کو رسّی و کمر بند وغیرہ سے باندھ لینا [۸] —————— (۸) قمیص اور شلوار کو تہبند کے طرز پر پہننا یا قمیص کو اس طرح پہننا کہ اس کا کچھ حصہ اپنے نصف زیریں حصہ پر باندھ لے اور باقی حصہ کو اپنے دونوں کندھوں یا ایک کندھے پر ڈال لے اس کو توشیح کہتے ہیں اور یہ مکروہ ہے [۹] —————— (۹) احرام باندھنے کے بعد ایسا کپڑا پہننا جس کو عود یا صندل وغیرہ کسی خوشبو کی دھونی دی گئی ہو اور سراج الوہاج میں ہے کہ خوشبو کی دھونی دیئے ہوئے کپڑے کو پہننے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے کیونکہ خوشبو کا کوئی جز اس کپڑے میں مستعمل نہیں ہے بلکہ اس سے صرف بُو حاصل ہوتی ہے اور یہ خوشبو کا استعمال کرنا نہیں ہوگا جیسا کہ اگر کوئی شخص عطر فروش کی دکان میں بیٹھے تو کوئی مضائقہ نہیں ہے [۱۰] اور اسی وجہ سے خانیہ میں کہا ہے کہ جو شخص ایسے گھر میں داخل ہوا جس میں خوشبو سلگائی گئی ہو اور اس کے دھوئیں میں سے کچھ اس کے کپڑے کو لگا ہو تو اس پر کوئی جزا واجب نہیں ہوگی [۱۱] اور منسک الکبیر میں یہ زیادہ ہے "اور خوشبو لگا ہوا کپڑا پہننا بخلاف خوشبو کے ساتھ رنگا ہوا ہونے کے کہ اس میں جزا لازم ہوگی اھ [۱۲] —————— (۱۰) خوشبو سونگھنا مکروہ ہے اور اس سے اس پر کوئی جزا لازم نہیں ہے [۱۳] اور یہ مسئلہ یا تو مختلف فیہ ہے

[۱] لباب و شرح [۲] حیات [۳] غنیہ عن کبیر [۴] لباب و شرح و غنیہ و حیات [۵] ع [۶] لباب و شرح [۷] لباب و شرح من فصل الجنایات و ش و غنیہ و حیات تصرفاً [۸] لباب و شرح و غنیہ و حیات [۹] حیات [۱۰] لباب و شرح و ش [۱۱] ش [۱۲] غنیہ [۱۳] لباب و ش ملتقطاً۔

اس لئے کہ فارسی نے نقل کیا ہے کہ محیط میں ہے کہ خوشبو سونگھنا مکروہ نہیں ہے یا کراہت کا ہونا اس کے قصداً سونگھنے پر محمول ہے اور اسی طرح البحر الزاخر میں ذکر کیا ہے کہ اس کو ریحان و خوشبو و سفرجل (یہی جو کہ ایک قسم کا میوہ ہے) اور لیموں سنگترہ وغیرہ کا سونگھنا مکروہ ہے اھ ؎۱ یعنی ہر خوشبودار پھل یا نباتات کا سونگھنا مکروہ ہے جبکہ قصداً ایسا کرے اور اگر ارادہ و قصد کے بغیر خوشبو اس کے دماغ میں پہنچے تو کوئی مضائقہ نہیں ہے ؎۲ ——— (۱۱) خوشبو کو اس طرح پر چھونا کہ اس خوشبو کا کوئی جزو اس کے بدن سے نہ لگنے پائے مکروہ ہے کیونکہ بدن سے لگ جانے کی صورت میں ایک طرح کا استعمال کرنا ہو جائے گا بخلاف اس کے اگر صرف اس کی خوشبو اس کو لگی ہو اور صرف اس کی بُو اس سے اُڑی ہو تو کوئی مضائقہ نہیں ہے ؎۳ پس خوشبو کو ہاتھ سے بھی نہ چھوئے اگرچہ خوشبو لگانے کے ارادہ سے نہ بھی ہو ؎۴ ——— (۱۲) ریحان اور خوشبودار پھلوں اور ہر خوشبودار نباتات کو سونگھنا اور اسی طرح اس کو مس کرنا اور عطر فروش کی دکان میں بیٹھنا اور اسی طرح خوشبو سونگھنے کی نیت سے اس شخص کے ساتھ بیٹھنا جس کے پاس پھیلنے والی خوشبو ہو یہ سب امور مکروہ ہیں ؎۵ (**ایک قابلِ غور بات**) یہ جو لکھا گیا ہے کہ خوشبودار پھلوں کا سونگھنا مکروہ ہے اس پر اکثر حضرات کو یہ شبہ پڑتا ہے کہ جب خوشبودار پھل کے سونگھنے سے کراہت لازم آتی ہے تو پھر اس کے کھانے سے تو ضرور جنایت لازم ہونی چاہئے جیسا کہ خود خوشبو کے سونگھنے سے کراہت کا حکم ہے اور خوشبو کھانے کی وجہ سے سب کتابوں میں جنایت لازم ہونا لکھتے ہیں، تو جاننا چاہئے کہ پہلے بیان ہو چکا ہے خوشبودار چیزیں تین قسم کی ہیں اور ہر ایک قسم کا حکم الگ ہے اور یہ بھی معلوم ہے کہ بہت سے پھلوں میں سے خوشبو آتی ہے جیسے خربوزہ، کیلا، امرود، لیموں، سنگترہ، نارنگی، سیب اور بعض آم جیسے مالدہ، سرولی وغیرہ لیکن فقہا نے پھل دار درختوں یا اُن کے پھلوں کو خوشبو میں شمار نہیں کیا اور نہ ان میں خوشبو کا حکم لگایا ہے، باقی رہا یہ شبہ کہ خوشبودار پھل کے سونگھنے کو مکروہ لکھتے ہیں تو اس کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ جن چیزوں سے خوشبو آتی ہو اور وہ خوشبو کی چیزوں میں شمار نہ ہوتی ہوں ان کا کھانا جائز ہوگا لیکن بغرضِ خوشبو اُن کا سونگھنا مکروہ ہوگا تا کہ خوشبو سے تلذذ حاصل نہ ہو واللہ اعلم بالصواب ؎۶ ——— (۱۳) سر اور چہرہ کے علاوہ بدن کے کسی حصہ پر پٹی باندھنا اگر کسی عذر کے بغیر ہو تو مکروہ ہے اس لئے کہ یہ ایک بیکار فعل ہے ؎۷ پس سر و چہرہ کے علاوہ بدن کے کسی حصہ پر پٹی باندھنے سے کچھ جزا لازم نہیں آتی خواہ کسی علت کی وجہ سے باندھے یا بغیر علت کے لیکن علت کے بغیر باندھنے کی صورت میں کراہت ہے ؎۸ ——— (۱۴) غلافِ کعبہ کے شرف کے باوجود احرام کی حالت میں غلافِ کعبہ کے نیچے اس طرح داخل ہونا مکروہ ہے کہ اس کا تمام سر یا چہرہ یا اس کا کچھ حصہ غلاف سے چھپ جائے، اگر ایسا نہ ہو تو کوئی مضائقہ نہیں ہے ؎۹ پس اگر کوئی شخص خانۂ کعبہ کے غلاف کے نیچے داخل ہوا اور غلاف اس کے سر یا چہرہ پر لگ گیا تو مکروہ ہے اور اگر ایسا نہیں ہوا یعنی اس کا سر اور چہرہ بالکل باہر رہا تو

؎۱ شرح اللباب ؎۲ حیات ؎۳ لباب و شرحہ و غنیہ ؎۴ ع ؎۵ لباب و شرحہ بتغیر عن ارشاد و مثلہ فی الغنیہ۔
؎۶ عمدۃ الناسک ملخصًا ؎۷ غنیہ و لباب و شرحہ ؎۸ فتح بزیادۃ و شرح اللباب و غنیہ ؎۹ لباب و شرحہ بزیادۃ و غنیہ۔

کوئی مضائقہ نہیں ہے [۱] اور کراہت کو مطلق بیان کرنے سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ کراہت تحریمہ ہے [۲] اور یہ محض مکروہ ہونے کا حکم اس وقت ہے جبکہ اس کا سر یا چہرہ غلاف کے نیچے اتنی دیر تک نہ رہے جتنی دیر رہنے پر جزا لازم آتی ہے [۳] ——— (۱۵) اوندھا لیٹ کر تکیہ پر منھ یا پیشانی رکھنا مکروہ ہے کیونکہ یہ منھ کو ڈھانپنے کی مانند ہے بخلاف اس کے کہ تکیہ پر اپنا رخسار یا اپنا سر رکھے کہ یہ بلاکراہت درست ہے کیونکہ یہ سونے کے لئے مستحب ہیئت ہے اگرچہ اس سے اس کے چہرہ یا سر کے بعض حصہ کا ڈھانپنا لازم آتا ہے بخلاف اوندھے منھ لیٹنے کے کہ یہ خلافِ سنت ہے [۴] ——— (۱۶) اپنی ناک یا ٹھوڑی یا رخسارہ کو کپڑے سے ڈھانپنا مکروہ ہے لیکن ہاتھ سے ڈھانپنا مکروہ نہیں ہے [۵] ملا علی قاری رحمہ اللہ نے منھ و ناک وغیرہ کے کپڑے سے ڈھانپنے کو مکروہات میں بیان کیا ہے لیکن صاحب منح الغفار نے محرماتِ احرام میں شمار کیا ہے [۶] اور ظاہر یہ ہے کہ ان اعضا کو کپڑے کے ساتھ ڈھانپنے میں کراہتِ تحریمہ ہے اس لئے کہ ان میں سے ہر ایک عضو چہرہ کے چوتھائی حصہ سے کم ہے اور چہرہ کے چوتھائی حصہ سے کم کے ڈھانپنے سے صدقہ واجب ہوتا ہے پس اس کا شمار محرمات میں ہی ہونا چاہئے جیسا کہ ہم بھی ممنوعات و محرمات میں بیان کر چکے ہیں (مؤلف) ——— (۱۷) جس کھانے میں خوشبو ملائی گئی ہو اور اس کو آگ پر پکایا نہ گیا ہو اگر اس میں خوشبو اجزاء کے اعتبار سے مغلوب ہو اور اس میں سے خوشبو آتی ہو تو اس کا کھانا مکروہ ہے اور اگر خوشبو نہ آتی ہو تو مکروہ نہیں ہے [۷] (تفصیل جنایات کے بیان میں ملاحظہ فرمائیں)۔

مباحاتِ احرام

(۱) غسل کرنا یعنی سر اور ڈاڑھی اور تمام جسم کو خالص پانی یا صابن یا کھار کے ساتھ دھونا پس محرم کو ہر قسم کے پانی سے غسل کرنا مباح ہے لیکن یہ حکم اس وقت ہے جبکہ میل کچیل دُور کرنے کے لئے نہ ہو (ورنہ مکروہ ہوگا) بلکہ طہارت کے لئے یا غبار یا حرارت دُور کرنے کے قصد سے کرے اور بیری کے پتّوں کے پانی کے ساتھ غسل کرنا مطلقاً مکروہ ہے جیسا کہ مکروہات میں بیان ہو چکا ہے [۸] ——— (۲) پانی میں غوطہ لگانا کیونکہ احرام کی حالت میں پانی سر پر ڈال کر نہانے اور پانی میں غوطہ لگانے میں کوئی فرق نہیں ہے، اس مسئلہ میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ حالتِ احرام میں سر کا پانی سے ڈھک جانا منع نہیں [۹] ——— (۳) تقویت بدن کے لئے حمام میں داخل ہونا اور گرم پانی سے غسل کرنا [۱۰] لیکن میل کچیل کا دور کرنا مکروہ ہے [۱۱] (جیسا کہ بیان ہو چکا ہے) ——— (۴) کپڑے کو پاک یا صاف کرنے کے لئے دھونا، البتہ جوؤں کو مارنے اور زینت کے قصد سے دھونا منع ہے [۱۲] ——— (۵) انگوٹھی پہننا، اس لئے کہ انگوٹھی پہننا صاحبِ ضرورت کے لئے مطلقاً سنت ہے اور بلا ضرورت اس کا نہ پہننا اولیٰ ہے مطلقاً یعنی خواہ احرام کی حالت میں ہو

[۱] در [۲] ش [۳] ارشاد [۴] لباب و شرح ملخصاً و ش و غنیہ [۵] لباب و شرح تصرفاً [۶] حیات [۷] لباب و شرح و ش و فتح وغیرہ تصرفاً۔ [۸] لباب شرح و غنیہ بتصرف و حیات [۹] لباب و شرح و حیات [۱۰] لباب و شرح و غنیہ [۱۱] غنیہ [۱۲] لباب و شرح و غنیہ و حیات۔

یا بغیر احرام کے ہو [1] ―――― (۶) تلوار وغیرہ کسی ہتھیار کا اپنے بدن پر لگانا [2] یعنی تلوار کے حمائل (پٹہ) کا اپنی کمر میں باندھنا یا لٹکانا اور ہتھیار سے مراد وہ چیز ہے جس سے جنگ و قتال کرے پس زرہ ہتھیار کے حکم میں نہیں ہے کیونکہ یہ پہنی جاتی ہے [3] (یعنی اس سے قتال نہیں کیا جاتا، مؤلف) ―――― (۷) شریعت کے حکم کے موافق دشمن سے جنگ و قتال کرنا خواہ جارحانہ ہو یا مدافعانہ [4] ―――― (۸) ہمیانی اور پیٹی (کمر بند) باندھنے میں محرم کیلئے کوئی مضائقہ نہیں ہے [5] یعنی ہمیانی کا وسطِ کمر میں باندھنا مباح ہے خواہ اس میں اپنا روپیہ ہو یا کسی دوسرے کا [6] اس لئے کہ یہ سلے ہوئے کپڑے کا پہننا نہیں اور نہ ہی اس کے ہم معنیٰ ہے [7] پس اس کا پہننا دونوں حالتوں میں برابر ہے [8] اور کمر بند (پیٹی) کا باندھنا خواہ بکسوئے (بکلس) کے ساتھ ہو یا تسمہ کے ساتھ، دونوں طرح مباح ہے اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک اگر کمر بند کو بکسوئے کے ساتھ باندھا جائے تو مکروہ ہے اور اگر تسمہ کے ساتھ باندھا جائے تو مکروہ نہیں ہے کیونکہ بکسوا سلے ہوئے کی مانند ہو جاتا ہے پس اس سے باندھنا ایسا ہی ہے جیسا کہ چادر (تہبند) کو گھنڈی سے باندھنا بخلاف تسمہ کے [9] اور ہمارے نزدیک احرام والے کے لئے ہمیانی کا باندھنا مطلق طور پر جائز ہونے کی دلیل حدیث شریف میں اس کا مطلق بیان ہے [10]۔ اور شرح اللباب میں ہے کہ امام ابو یوسف رحمہ اللہ سے ایک روایت میں ہے کہ اگر کمر بند ریشم کا ہو تو اس کا باندھنا مکروہ ہے۔ (یعنی محرم و غیر محرم دونوں کے لئے مکروہ ہے) [11] اور ایک دوسری روایت میں ہے کہ اگر کمر بند کو بکسوئے سے باندھا جائے تو مکروہ ہے [12] اور پیٹی (کمر بند) یا ہمیانی خواہ تہبند کے اوپر سے باندھی جائے یا نیچے سے دونوں صورتوں میں یکساں حکم ہے اس لئے کہ عادۃً چادر کے نیچے سے باندھی جاتی ہے اگرچہ کوئی اس کو اوپر سے بھی باندھ لے اس لئے کہ اس سے چادر کی حفاظت کا ارادہ نہیں کیا جاتا بلکہ کسی اور ہی مقصد کے لئے باندھی جاتی ہے جبکہ چادر تو اس کے سروں کو مروڑی لگانے (اُڑسنے) سے ہی کھلنے سے محفوظ ہو جاتی ہے بخلاف اس کے اگر محرم اپنی چادر کو رسّی وغیرہ سے باندھے تو یہ مکروہ ہے جیسا کہ مکروہات میں بیان ہو چکا ہے [13] ―――― (۹) گھر کے سایہ میں داخل ہونا خواہ سایہ گھر کے اندر ہو یا باہر، اسی طرح محمل (کجاوہ) و عمّاری و خیمہ میں داخل ہونا جبکہ خیمہ وغیرہ اتنا چھوٹا نہ ہو کہ محرم کے سر سے مس کرے یا کسی لکڑی پر یا اپنے ہاتھ پر یا کسی دوسرے کے ہاتھ پر کپڑا ڈال کر اس کے سایہ میں بیٹھنا جبکہ وہ کپڑا اس کے سر یا چہرے کو نہ لگے یا کسی اور چیز مثلاً دیوار یا پہاڑ یا اونٹ وغیرہ کے سایہ میں بیٹھنا جائز ہے [14] کیونکہ اس میں سر و چہرے کو ڈھانپنا نہیں پایا جاتا لیکن اگر وہ سر یا چہرے پر لگ جائے تو مکروہ ہے [15] پس دکان مکان یا محمل یا خیمہ کے سایہ میں آجانے کا مضائقہ نہیں ہے اور اگر کعبہ کے پردہ کے نیچے داخل ہو جائے حتیٰ کہ پردہ اس کو ڈھانپ لے لیکن کعبہ کے پردہ کا کپڑا اس کے سر اور چہرے کو نہ لگے تو مضائقہ نہیں ہے اور اگر وہ پردہ اس کے سر یا منہ کو لگ جائے تو مکروہ ہے کیونکہ اس سے سر یا منھ ڈھک جائیگا [16]

---

[1] لباب و شرحہ و حیات [2] لباب و شرحہ و غنیہ و حیات [3] ش و تصرف و غنیہ [4] لباب و شرحہ و غنیہ بتصرف [5] بدائع و رع و لباب و غنیہ [6] شرح اللباب و بدائع و رع و غنیہ [7] بحر و ہدایہ [8] ہدایہ [9] بدائع [10] مستفاد عن بدائع [11] حیات [12] شرح اللباب [13] ش و فتح ملتقطاً [14] لباب و شرحہ بتصرف [15] در و غنیہ [16] ع۔

(۱۰) بغیر خوشبو کا سرمہ لگانا جبکہ یہ سنّت پر عمل کرنے اور قوتِ باصرہ (نگاہ) کو قوت دینے کے لئے ہو زینت کے قصد سے نہ ہو[1] پس جس سرمہ میں خوشبو ملی ہوئی نہ ہو اس کے لگانے میں مضائقہ نہیں ہے[2] اگر خوشبودار سرمہ ایک دفعہ یا دو دفعہ لگایا تو اس پر صدقہ واجب ہے اور اگر زیادہ یعنی تین دفعہ یا اس سے زیادہ دفعہ لگایا تو اس پر دم واجب ہوگا[3] (۱۱) اپنی ہیئت معلوم کرنے کے لئے آئینہ دیکھنا[4] (۱۲) مسواک کرنا[5] بلکہ مسواک کرنا حالتِ احرام میں اسی طرح مسنون ہے جس طرح بغیر احرام کے[6] (۱۳) دانت کا نکلوانا مطلقاً[7] یعنی خواہ دانت ٹوٹا ہو یا نہ ٹوٹا ہو[8] (۱۴) ٹوٹے ہوئے ناخن کو کاٹنا[9] یعنی اگر ناخن ٹوٹ کر ایسا ہو گیا ہو کہ اب اس کا بڑھنا رک گیا ہے تو اس کے کاٹ دینے میں مضائقہ نہیں ہے[10] صحیح سالم ناخن کا کاٹنا محرماتِ احرام میں سے ہے جیسا کہ بیان ہو چکا ہے[11] (۱۵) اگر فصد لینا یا پچھنے لگوانا بال دور کئے بغیر ممکن ہو تو جائز و مباح ہے[12] اگرچہ ہاتھ کو (یعنی فصد و پچھنے لگنے والی جگہ کو) پٹی باندھنا پڑے کیونکہ پہلے گذر چکا ہے کہ سر اور چہرہ کے علاوہ بدن کے کسی حصہ پر پٹی باندھنا عذر کے ساتھ مکروہ نہیں ہے البتہ اگر بغیر عذر کے ہو تو مکروہ ہے[13] (۱۶) پڑوال (آنکھ کے اندر اُگے ہوئے بال) اکھاڑنا اور بدن کی رگوں میں سے کسی رگ کا کاٹنا، ختنہ کرانا اور دُنبل (پھوڑا و آبلہ وغیرہ) کو پھوڑنا اور زخم میں چیرا دینا، ٹوٹے ہوئے عضو پر پٹی و جبیرہ (کھپچیاں) باندھنا اور اسی طرح اس کو ڈھانپنا جبکہ اس کے سر اور چہرہ کے علاوہ کسی جگہ پر ہو، یہ سب امور جائز و مباح ہیں پس احرام والے کو پچھنے لگوانے، فصد کرانے، دانت نکلوانے، ٹوٹے عضو پر پٹی و کھپچی باندھنے اور ختنہ کرانے میں مضائقہ نہیں ہے[14] (۱۷) اپنے سر و ڈاڑھی اور تمام بدن کو نرمی سے یعنی اپنی انگلیوں کے اندرونی حصہ سے اس طرح کھجلانا کہ بال نہ ٹوٹے (اور جُوں بھی نہ گرے مؤلف) اور یہ حکم اس وقت ہے جبکہ بال ٹوٹنے یا جُوں کے گرنے کا اندیشہ ہو لیکن اگر یہ اندیشہ نہ ہو تو زور سے کھجلی کرنا بھی جائز ہے اگرچہ خون نکل آئے[15] کیونکہ محرم کو اپنے بدن سے خون نکالنا ممنوع نہیں ہے اسی لئے فصد کرانا و پچھنے لگوانا جائز ہے[16] پس احرام والے کو چاہئے کہ اپنے سر میں کھجلی نہ کرے اور اگر کرے تو نرمی سے کرے تاکہ بال نہ جھڑے اور جُوں ہلاک نہ ہو جائے کیونکہ یہ ممنوع ہے اور اگر کسی احرام والے کے سر پر بال نہ ہوں یا اس کے سر میں تکلیف ہو تو اس کے لئے زور سے کھجلانے میں مضائقہ نہیں ہے[17] (۱۸) خز اور بز اور ہروی و مروی و قطن (روئی) و کتان (ٹاسا) اور دھاریدار و رنگدار چادر وغیرہ جمیع اقسام کا کپڑا پہننا جائز ہے جبکہ وہ سلا ہوا نہ ہو اور ریشمی نہ ہو اور خوشبو سے رنگا ہوا نہ ہو[18] پس خز و صوف (اون) و کتان اور دھاریدار یا رنگین چادر وغیرہ کا پہننا مکروہ نہیں ہے جبکہ سلا ہوا نہ ہو[19] کیونکہ اس میں کوئی زیادہ زینت نہیں ہے اور محرم کو اس سے منع نہیں کیا گیا ہے[20]

---

[1] لباب و شرح و حیات [2] ع [3] در و ش و غنیہ [4] لباب و شرح و غنیہ و حیات [5] ایضاً [6] حیات [7] لباب و شرح و در و غنیہ [8] حیات [9] لباب و شرح و غنیہ و حیات [10] ش [11] حیات [12] لباب و شرح و غنیہ و حیات [13] ش [14] ع بزیادۃ عن بحر [15] لباب و شرح بتصرف و زیادۃ و غنیہ و در [16] حیات [17] ع [18] لباب و شرح و غنیہ و حیات [19] ع و بدائع ملتقطاً [20] بدائع۔

اور یہ اس وقت ہے جبکہ وہ کپڑا ریشم کا نہ ہو [1] اور خوشبو کے ساتھ نہ رنگا گیا ہو (مؤلف) اور رنگ دار کپڑا سرخ یا زرد رنگا ہوا نہ ہو کیونکہ ہمارے مذہب میں اصح قول کی بنا پر سرخ و زرد کپڑا مردوں کے لئے پہننا احرام والے و بغیر احرام والے سب کیلئے مکروہ ہے [2] خز ایک قسم کا سوتی کپڑا ہوتا ہے اور ہروی و مروی و کتان وغیرہ کپڑے کی قسمیں ہیں [3] ——— (۱۹) قمیص یا شلوار یا صافہ کو چادر کی طرح اوڑھنا یا تہبند کی طرح پہننا یا اس کے کچھ حصہ کو تہبند کی طرح باندھ کر باقی حصہ کو دونوں کندھوں یا ایک کندھے پر ڈال لینا جائز ہے اور یہ جو بعض جاہل لوگ ایک ہاتھ قمیص کی آستین سے باہر نکال لیتے ہیں تو اس کا کوئی فائدہ نہیں (یعنی اس طرح پہننا جائز نہیں) اس لئے کہ اس پر سلے ہوئے کپڑے کا پہننا صادق آتا ہے، اور قمیص اور جُبّہ کو تہبند کی طرح باندھنا اور لیٹنے کی حالت میں اس کو اپنے اوپر لپیٹنا بالاتفاق جائز ہے، شلوار کو تہبند کی طرح پہننا اور عمامہ کو تہبند کی طرح باندھنا یعنی اس کو بغیر گرہ دیئے ہوئے باندھنا جائز ہے کیونکہ اس صورت میں اس پر صافہ پہننے کا اطلاق نہیں ہوگا اور اس کا عادت کے مطابق پہننا ممنوع ہے اپنی چادر کے دونوں سروں کو اپنے تہبند میں اٹکا لینا جائز ہے بلکہ نماز کا ارادہ کرتے وقت ایسا کرنا مستحب ہے کیونکہ اسبال یعنی کپڑے کا لٹکانا اس وقت منع ہے اور قبا، عبا، پوستین اور لبادہ کا اپنے اوپر اس طرح ڈال لینا جائز ہے کہ آستین اپنے کندھوں میں داخل نہ کرے خواہ وہ قبا وغیرہ مقلوب ہو (یعنی اندر کا حصہ باہر کیا ہوا ہو) یا معکوس ہو (یعنی اوپر کا حصہ نیچے اور نیچے کا حصہ اوپر کیا ہوا ہو) اور قبا وغیرہ کا لیٹنے کی حالت میں اپنے اوپر ڈال لینا جائز ہے کیونکہ جب وہ کھڑا ہوگا تو وہ عادت کے مطابق پہننے والا شمار نہیں ہوگا اور اپنے رخسارے اور سر کو تکیہ پر رکھنا بلا اختلاف جائز ہے جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے [4] ——— (۲۰) اپنا یا کسی دوسرے کا ہاتھ کپڑے کے بغیر اپنے سر یا ناک پر رکھنا بالاتفاق جائز ہے کیونکہ اس کو سر پر پہننے والا یا ناک کو ڈھانپنے والا نہیں کہا جائے گا [5] ——— (۲۱) جو داڑھی ٹھوڑی سے نیچے لٹکی ہوئی ہو اس کو کپڑے سے ڈھانپنا جائز ہے کیونکہ وہ چہرہ میں داخل نہیں ہے اور اپنے دونوں کانوں کو ڈھانپنا بھی جائز ہے کیونکہ یہ دونوں چہرے اور سر میں شامل نہیں ہیں بلکہ مستقل عضو ہیں اگرچہ یہ دونوں ہمارے نزدیک مسح کے حکم میں سر میں شمار کئے جاتے ہیں اور بعض سلف کے نزدیک دونوں کان چہرے میں شمار کئے جاتے ہیں اور اپنی گدّی پر کپڑا ڈالنا بھی جائز ہے اس لئے کہ یہ بلا اختلاف سر کے علاوہ ایک علیحدہ عضو ہے۔ اور اپنے دونوں ہاتھوں کو رومال وغیرہ سے ڈھانپنا جائز ہے [6] لیکن دستانوں کا پہننا مردوں کے لئے ممنوع ہے اور عورتوں کے لئے منع نہیں ہے مگر عورتوں کو بھی ان کا نہ پہننا اولیٰ ہے جیسا کہ محرماتِ احرام میں بیان ہو چکا ہے اگر دونوں ہاتھوں پر سِلا ہوا کپڑا یا چمڑا وغیرہ پہنے گا تو یہ احرام کی حالت میں مردوں کے لئے ائمہ اربعہ کے نزدیک حرام ہے [7] سر اور چہرے کے علاوہ باقی تمام بدن کو ڈھانپنا جائز ہے اور سر و چہرہ کا ڈھانپنا منع ہے خواہ ان کا تھوڑا حصہ ڈھانپا جائے یا تمام جیسا کہ محظوراتِ احرام میں گذر چکا ہے [8] ——— (۲۲) اپنے سر پر

---

[1] حاشیہ رع [2] حیات [3] شرح اللباب [4] لباب و شرحہ و غنیہ ملتقطاً [5] ایضاً [6] لباب و شرحہ و غنیہ و حیات [7] حیات [8] شرح اللباب وغیرہ بتغیر من محرمات الاحرام۔

دیگ، لگن (بڑا طشت) طباق، رکابی، دیگچی، چارپائی، خوانچہ، بوری، تختہ اور دروازہ وغیرہ اُٹھانا جائز ہے یعنی جس چیز سے عادۃً سر کو ڈھانپنے کا قصد نہیں کیا جاتا اس کو سر پر رکھنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے اگرچہ وہ تمام سر کو ڈھانپ لے بخلاف کپڑوں کو سر پر اٹھانے کے اگرچہ وہ کسی تھیلے یا گٹھری (بقچہ) میں ہوں کیونکہ یہ سر کو ڈھانپنا ہو جائے گا [1] اور اس عبارت میں بقچہ (تھیلہ یا گٹھری) کو مطلقاً ذکر کیا ہے لیکن اس میں یہ قید ہونی چاہئے کہ اگر بقچہ ایسا سخت بندھا ہوا کہ اس سے سر کا ڈھانپنا حاصل نہ ہوتا ہو تو اس کے سر پر اٹھانے میں کوئی کراہت نہیں ہے اور اس پر کوئی جزا بھی لازم نہیں آتی لیکن اگر اس قدر سخت بندھا ہوا نہ ہو بلکہ ڈھیلا بندھا ہوا ہو جس سے سر ڈھک جاتا ہو تو اس کا سر پر اُٹھانا مکروہ ہے اور اس صورت میں اس پر جزا بھی لازم آئے گی کیونکہ یہ سر کا ڈھانپنا ہو جائے گا بس اس بات سے غفلت نہیں کرنی چاہئے [2] لیکن افضل یہ ہے کہ دیگ و طبق و تھال وغیرہ مذکورہ بالا اشیا کو بھی اپنے سر پر نہ اٹھائے [3]

(۲۳) ایسی غذا کھانا جس میں خوشبو ملی ہوئی ہو اور خوشبو ملانے کے بعد اس کو آگ پر پکایا گیا ہو بلا کراہت جائز ہے اگرچہ اس میں سے خوشبو آتی ہو، اسی طرح اگر خوشبو ملی ہوئی غذا کو آگ پر نہیں پکایا گیا لیکن خوشبو اجزاء کے اعتبار سے مغلوب ہے تو اس کا کھانا بھی جائز ہے کیونکہ وہ مستہلک کی مانند ہے لیکن اگر اس میں سے خوشبو آتی ہو تو اس کا کھانا مکروہ ہے اور خوشبو نہ آتی ہو تو مکروہ بھی نہیں ہے، اسی طرح جس خالص خوشبو کو آگ نے متغیر کر دیا ہو اس کے کھانے میں کوئی کراہت نہیں ہے اور نہ ہی اس پر کچھ جزا لازم ہے اگرچہ اس میں سے خوشبو آتی ہو اس لئے کہ وہ مستہلک ہو گئی ہے [4]۔ سادہ پان بلا الائچی و لونگ و خوشبو دار تمباکو کے کھانا جائز ہے اور لونگ یا الائچی یا خوشبو دار تمباکو ڈال کر کھانا مکروہ ہے [5] مولانا حاجی شیر محمد صاحب مہاجر مدنی رحمہ اللہ زبدۃ المناسک میں اضافہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ میری رائے میں پان میں الائچی وغیرہ کھانا کسی طعام میں مخلوط کر کے کھانے کے حکم میں نہیں ہے بلکہ خوشبو کے حکم میں ہے، (مزید تفصیل جنایات کے بیان میں ملاحظہ فرمائیں، مؤلف)

(۲۴) گھی اور ہر قسم کا تیل خواہ زیتون کا ہو یا تلوں کا یا اور کسی قسم کا ہو جبکہ اس میں خوشبو نہ ہو اور چربی و چکنی کا کھانے پینے میں استعمال کرنا جائز ہے اور اس کے ساتھ علاج کرنا یعنی زخم یا ہاتھ پاؤں وغیرہ کی بوائی (پھٹن) میں لگانا یا کان میں ٹپکانا جائز ہے (بوجہ ضرورت کے، حیات) [6] (جبکہ وہ تیل وغیرہ خوشبو دار نہ ہو، مؤلف) بدن کو گھی یا چربی لگانا جائز ہے (لیکن مکروہ ہے، معلم) بخلاف تیل کے جیسا کہ محرمات میں بیان ہو چکا ہے [7] یعنی تیل بدن پر لگانا ممنوع و حرام ہے خواہ خوشبو دار ہو یا بغیر خوشبو کا ہو (مؤلف)

(۲۵) احرام کی حالت میں اپنی ڈاڑھی کو وسمہ کا خضاب کرنا جائز ہے لیکن سر میں لگانا جائز نہیں اور اگر اس سے کیڑوں (جوں وغیرہ) کے ہلاک ہونے کا خوف ہو تو ڈاڑھی میں لگانا بھی منع ہے [8] اور مبسوط میں ہے کہ اگر محرم نے اپنی ڈاڑھی کو وسمہ کا خضاب لگایا تو اس پر دم لازم نہیں ہو گا لیکن اگر کیڑوں کے ہلاک ہونے کا خوف ہو تو کچھ صدقہ دے اھ اور یہی معتمد ہے اس لئے کہ وسمہ خوشبو والی چیز نہیں ہے جیسا کہ قاضی خاں نے اس کی تصریح کی ہے [9]

---

[1] لباب و شرحہ و غنیہ [2] ارشاد و غنیہ ملتقطاً [3] حیات [4] لباب شرحہ وغیرہ تصرفاً [5] معلم الحجاج [6] لباب شرحہ و غنیہ تصرفاً و ملتقطاً۔

[7] حیات [8] غنیہ [9] شرح اللباب من الجنایات۔

(۲۶) زمینِ حِل کے درخت یا اس کی گھاس کو کاٹنا یا اکھاڑنا خواہ وہ گھاس سبز ہو یا خشک جائز ہے [۱] اور زمینِ حرم کے وہ درخت او گھاس جن کو لوگوں نے اُگایا ہو مثلاً زراعت اور کھجوریں وغیرہ اُن کا کاٹنا یا اُکھاڑنا بھی جائز ہے [۲]

(۲۷) ایسا شعر پڑھنا اور بنانا جس میں کوئی گناہ کی بات نہ ہو جائز ہے جس شعر میں بُرائی اور گناہ کی بات ہو بنانا اور پڑھنا مطلقاً ناجائز و بُرا ہے خواہ احرام کی حالت میں ہو یا نہ ہو اور احرام کی حالت میں سخت حرام ہے لیکن اس پر کوئی جزا لازم نہیں ہوگی مگر یہ کہ اس کو اس گناہ سے توبہ و استغفار کرنی چاہئے کیونکہ یہ داخلِ فسوق ہے [۳] ـــــــ (۲۸) احرام کی حالت میں اپنا یا کسی دوسرے کا نکاح کرنا خواہ اصالتاً ہو یا نیابتاً ہمارے نزدیک ہر طرح جائز ہے بخلاف امام شافعیؒ کے کہ ان کے نزدیک احرام باقی رہنے کی حالت میں اپنا یا کسی دوسرے کا نکاح کرنا جائز نہیں بلکہ حرام ہے اگرچہ حج کی سعی سے پہلے ہو [۴] لیکن جماع اور اس کے محرکات کرنا ہمارے نزدیک بھی جائز نہیں جیسا کہ محرمات میں بیان ہوا (مولف) ـــــــ

(۲۹) احرام والے کے لئے اونٹ، گائے، بکری بھیڑ، مرغی اور گھریلو بطخ کو ذبح کرنا (اور اس کا گوشت کھانا) جائز ہے لیکن جنگلی بطخ کو ذبح کرنا جائز نہیں کیونکہ وہ شکار ہے [۵] خشکی کے اس شکار کا گوشت کھانا احرام والے کے لئے جائز ہے جس کو کسی بغیر احرام والے شخص نے حِل ہی میں شکار کیا ہو اور اس نے ذبح کیا ہو، احرام والے نے اس میں کسی قسم کی شرکت نہ کی ہو [۶] ـــــــ

(۳۰) احرام والے کے لئے موذی جانوروں مثلاً چھپکلی، گرگٹ، سانپ، بچھو، مکھی، مچھر، کھٹمل، پسو (بھڑ)، چیل، مردار خوار کوا وغیرہ، معلم) کو مارنا جائز ہے [۷] ـــــــ (۳۱) مداس یعنی عربی جوتا (تسمہ دار نہ ہو)، اور مکعب یعنی ہندی جوتا پہننا جائز ہے جبکہ وہ کعب (وسطِ پاؤں کی اُبھری ہوئی ہڈی) سے نیچے ہو یعنی ہر وہ چیز پاؤں میں پہننا جائز ہے جو وسطِ پاؤں کی اُبھری ہوئی ہڈی کو نہ ڈھانپے خواہ وہ سر موزہ ہو یا تسمہ دار چپل ہو یا دیسی جوتا ہو وغیرہ [۸] اور نعلین یعنی تسمہ دار چپل کے موجود ہوتے ہوئے بھی دوسرے ایسے جوتے کا پہننا جائز ہے لیکن نعلین کا پہننا افضل ہے کیونکہ اس میں سنت کی متابعت ہے اور دوسری قسم کے جوتوں کے پہننے میں ائمہ کا اختلاف بھی ہے [۹] ـــــــ

(۳۲) عطر فروش کی دکان میں بیٹھنا اور اسی طرح ایسے شخص کے پاس بیٹھنا جائز ہے جس کے پاس ایسی خوشبو ہو جو ہوا کو خوشبودار کرتی ہو جبکہ اس کے پاس بیٹھنے میں خوشبو سونگھنے کا قصد نہ ہو [۱۰] لیکن اگر خوشبو سونگھنے کے قصد سے بیٹھا تو مکروہ ہے کما تقدم [۱۱] ۔ (۳۳) اپنے خادم (و نوکر) کو مارنا جائز ہے جبکہ وہ مار کھانے کا مستحق ہو اس لئے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے غلام کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں مارا تھا جبکہ اُس نے اُن کا اونٹ گم کر دیا تھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کو منع نہیں فرمایا [۱۲] ۔ (۳۴) ہیضہ وغیرہ کا انجکشن اور چیچک کا ٹیکہ لگوانا جائز ہے [۱۳] (۳۵) تہبند میں روپیہ یا گھڑی رکھنے کیلئے جیب لگانا جائز ہے [۱۴] (۳۶) مسائل اور دینی امور میں گفتگو اور مباحثہ جائز ہے [۱۵]

---

[۱] لباب و غنیہ و حیات [۲] غنیہ [۳] لباب و شرحہ بزیادۃ غنیہ و حیات [۴] لباب و شرحہ و غنیہ و حیات [۵] ایضاً [۶] معلم [۷] لباب و شرحہ و غنیہ و حیات۔ [۸] بحر و غنیہ [۹] شرح اللباب [۱۰] لباب و شرحہ و غنیہ و حیات [۱۱] حیات [۱۲] شرح اللباب و غنیہ [۱۳] معلم [۱۴] ایضاً [۱۵] ایضاً۔

مفسدِ احرام

(۱) احرام کو فاسد کرنے والی ایک ہی چیز ہے اور وہی حج اور عمرہ کو بھی فاسد کر دیتی ہے اور وہ حج کے بارے میں وقوفِ عرفات سے پہلے اور عمرہ کے بارے میں طوافِ عمرہ کا اکثر حصہ یعنی چار چکر پورے کرنے سے پہلے احد السبیلین (قُبل یا دُبر) میں جماع کرنا ہے [1] ——— (۲) جب کسی شخص نے حج کے احرام کی صورت میں احد السبیلین میں جماع کیا تو مسئلہ تین طرح پر ہے: اوّل: یہ کہ اس نے وقوفِ عرفات سے پہلے جماع کیا اس صورت میں اس کا حج فاسد ہو جائے گا اور فسادِ حج کا حکم یہ ہے کہ اس پر تین چیزیں واجب ہو جائیں گی ایک یہ کہ وہ بکری ذبح کرے، دوسرے یہ کہ اسی احرام کے ساتھ اسی سال بقیہ افعالِ حج یعنی وقوفِ عرفات و مزدلفہ و رمی جمار و حلق و طوافِ زیارت و سعی بین الصفا والمروہ بدستور ادا کرے جس طرح کہ صحیح حج والا ادا کرتا ہے اور صرف ارکانِ حج ادا کرنے پر اکتفا نہ کرے بلکہ واجباتِ حج بھی بجا لائے اور اس میں تمام ممنوعاتِ حج سے بچتا ہے جیسا کہ صحیح حج کی صورت میں بچتا ہے پس اگر کسی ممنوعِ احرام کا ارتکاب کریگا تو اس پر بلا کسی فرق کے وہی جزا لازم ہوگی جو صحیح حج کرنے والے پر کسی ممنوعِ احرام کے ارتکاب پر لازم ہوتی ہے، تیسرے یہ کہ اس حج کو آئندہ سال نئے احرام کے ساتھ قضا کرے۔ دوّم: یہ کہ وقوفِ عرفات کے بعد اور طوافِ زیارت سے قبل جماع کرے خواہ وقوف ایک ساعت ہی کیا ہو، اس صورت میں اس کا حج فاسد نہیں ہوگا لیکن اس پر ایک بدنہ یعنی سالم اونٹ یا گائے کا ذبح کرنا لازم ہوگا کیونکہ یہ جنایتِ عظیم ہے خواہ اس نے حلق کرنے سے پہلے جماع کیا ہو یا اس کے بعد میں کیا ہو یہی اظہر ہے۔ سوّم یہ کہ طوافِ زیارت کے اکثر چکر پورے کر لینے کے بعد جماع کیا ہو، پس اس پر کچھ لازم نہیں ہوگا اگرچہ سعی بین الصفا والمروہ سے پہلے جماع کیا ہو کیونکہ اب اس پر ارکانِ حج میں سے کوئی رکن باقی نہیں رہا ہے لیکن اگر طوافِ زیارت کو حلق پر مقدم کر دیا ہو اور طوافِ زیارت کے بعد اور حلق سے پہلے جماع کر لیا ہو تو اس پر صرف ایک بکری ذبح کرنا لازم ہوگا [2]۔

(۳) اگر کسی شخص نے عمرہ کا احرام باندھنے کے بعد احد السبیلین میں جماع کیا تو یہ مسئلہ بھی تین طرح پر ہے اوّل یہ کہ اس نے طوافِ عمرہ کا اکثر حصہ (چار چکر) ادا کرنے سے قبل جماع کیا تو اس صورت میں اس کا عمرہ فاسد ہو جائے گا اور اس پر بکری ذبح کرنا لازم ہوگا اور اسی احرام کی حالت میں بقیہ افعالِ عمرہ ادا کر کے احرام کھولے اس سے پہلے وہ احرام سے باہر نہیں ہو سکتا اور پھر نئے احرام کے ساتھ اس عمرہ کی قضا دے جیسا کہ فسادِ حج کی صورت میں حکم ہے۔ دوّم یہ کہ اس نے اکثر حصہ طوافِ عمرہ ادا کرنے کے بعد لیکن حلق سے پہلے جماع کیا اس صورت میں اس کا عمرہ فاسد نہیں ہوگا لیکن اس پر ایک بکری ذبح کرنا لازم ہوگا خواہ اس نے سعی صفا و مروہ سے پہلے جماع کیا ہو یا بعد میں دونوں صورتوں میں یہی حکم ہے سوّم، طوافِ عمرہ و حلق کے بعد جماع کیا ہو، اس صورت میں نہ اس کا عمرہ فاسد ہوگا اور نہ ہی اس پر کچھ جزا لازم ہوگی

[1] حیات وغیرہ [2] حیات۔

اور دواعیٔ جماع مثلاً بوسہ لینا و مس کرنا (چھونا) و معانقہ و مباشرت (لپٹنا) اگرچہ فاحشہ (یعنی ننگے جسم کے ساتھ) ہو ان چیزوں سے حج و عمرہ فاسد نہیں ہوتا خواہ حج میں وقوفِ عرفات سے پہلے ان میں سے کوئی امر واقع ہو یا بعد میں (اور عمرہ کی صورت میں خواہ اکثر طوافِ عمرہ سے پہلے واقع ہو یا بعد میں، مؤلف) لیکن اگر ان امور میں سے کوئی امر شہوت کے ساتھ واقع ہوگا تو اس پر بکری کا ذبح کرنا واجب ہوگا خواہ اس کو انزال ہو یا نہ ہو اور اگر شہوت کے بغیر ان میں سے کوئی امر واقع ہوگا تو اس پر کوئی جزا لازم نہیں ہوگی [۱]

عورت کا احرام

احکامِ احرام کے حق میں عورت بھی مرد کی مانند ہے لیکن چند چیزوں میں اس کے لئے مردوں سے مختلف حکم ہے وہ یہ ہیں:— (۱) سلے ہوئے کپڑے جن کا مُحرِم مرد کے لئے پہننا ممنوع ہے عورت وہی پہنے رہے گی یعنی سلے ہوئے کپڑے پہننا عورت کے لئے ممنوع نہیں ہے لیکن وہ ورس یا زعفران یا عصفر وغیرہ کسی خوشبو سے رنگے ہوئے نہ ہوں اور اگر ایسے ہوں تو وہ اس طرح دھو لئے گئے ہوں کہ اُن میں خوشبو باقی نہ رہے [۲] ——— (۲) احرام والی عورت کو موزے اور دستانے پہننا جائز ہے اگرچہ اولیٰ یہ ہے کہ نہ پہنے [۳] اور ریشم اور سونا اور دیگر ہر قسم کے زیورات بھی پہن سکتی ہے [۴] ———

(۳) عورت اپنا سر کھلا نہ رکھے اس لئے کہ وہ اس کے لئے ستر میں داخل ہے [۵] یعنی عورت اپنے سر کو ڈھانکے اور اپنے چہرے کو اس طرح نہ ڈھانکے کہ کپڑا چہرہ کو لگے لیکن چہرہ پر کپڑا اس طرح سے ڈالنا کہ چہرے سے الگ رہے جائز [۶] بلکہ مندوب ہے [۷] یعنی اجنبی آدمیوں کے دیکھنے سے خوف کی حالت میں ایسا کرلے اور فتح القدیر میں اس کو مستحب سے تعبیر کیا ہے لیکن نہایہ اور محیط میں اس کے واجب ہونے کی تصریح کی گئی ہے اور یہ مسئلہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ عورت غیر محرم (یعنی اجنبی) آدمیوں کے لئے بلاضرورت اپنا چہرہ ظاہر کرنے سے منع کی گئی ہے [۸] اور اسی کی مانند خانیہ میں ہے اور بحر الرائق میں ان دونوں قولوں میں اس طرح تطبیق دی گئی ہے کہ عورت کو حالتِ احرام میں منھ پر کپڑا ڈالنا جبکہ چہرے اور کپڑے کے درمیان فاصلہ رہے اس وقت مستحب ہے جبکہ وہاں اجنبی (غیر محرم) لوگ موجود نہ ہوں لیکن اگر غیر محرم موجود ہوں تو بطریق مذکور چہرہ پر کپڑا ڈالنا ممکن ہونے کی صورت میں اس کا ڈالنا واجب ہے اور اگر عورت کے لئے ایسا کرنا ممکن نہ ہو تو اجنبی (غیر مَحرم) لوگوں پر واجب ہے کہ اپنی آنکھیں نیچی رکھیں [۹] اور یہ تمام بحث جوان عورت کے متعلق ہے البتہ بوڑھی عورت جس سے فتنہ کا خوف نہ ہو اس کے لئے بطریقِ مذکور چہرے پر کپڑا ڈالنا مطلقاً یعنی ہر حال میں مستحب ہے [۱۰] اور اس مقصد کے لئے کہ کپڑا چہرے کو مس نہ کرے بانس وغیرہ کی تیلیوں سے ایک قبہ سا بنا کر چہرہ پر لگا لیا جاتا ہے اور اُس کے اوپر سے کپڑا ڈال لیا جاتا ہے [۱۱] ——— (۴) عورت تلبیہ بلند آواز سے نہ پڑھے [۱۲] بلکہ اس طرح پڑھے کہ خود ہی سن سکے تاکہ لوگ اس کی آواز سننے کی وجہ سے فتنۂ ممکنہ سے بچ جائیں [۱۳]

---

[۱] حیات [۲] لباب و شرحہ [۳] ایضاً [۴] غنیہ [۵] بحر [۶] لباب و شرحہ [۷] در و ش [۸] ش [۹] ش و بحر [۱۰] غنیہ [۱۱] فتح و ش و بحر و غنیہ [۱۲] لباب وغیرہ [۱۳] در و ش و غنیہ

کیونکہ عورت کی آواز فتنہ میں مبتلا کرنے والی ہوتی ہے یہی صحیح ہے، اگرچہ بعض کے نزدیک عورت کی آواز ستر (پردہ) ہے [۱] (مزید تفصیل عورت کے حج کے بیان میں مذکور ہے، مؤلف)

نابالغ کا احرام

سمجھ دار (ممیز) بچہ کا احرام نفلی حج کے لئے منعقد ہوسکتا ہے [۲] جبکہ وہ خود اپنا احرام باندھے اور اسی طرح اگر بے سمجھ (غیر ممیز) بچہ کی طرف سے اس کا ولی احرام باندھے تو نفل کے لئے اس کا احرام بھی منعقد ہوجائیگا پس سمجھ دار بچے کے احرام باندھنے اور افعالِ حج ادا کرنے میں نیابت صحیح نہیں ہے لیکن جن افعال کے ادا کرنے پر وہ نا درہ ہو ان میں نیابت صحیح ہے اور بے سمجھ بچہ کا خود احرام باندھنا درست نہیں ہے کیونکہ وہ نیت کو نہیں سمجھتا اور تلبیہ کے الفاظ بھی ادا نہیں کرسکتا اور یہ دونوں امر یعنی نیت کرنا و تلبیہ کہنا احرام کے لئے شرط ہیں جیسا کہ بیان ہوچکا ہے [۳] اور نابالغ کا فرض حج کا احرام بالاجماع منعقد نہیں ہوتا [۴] (کیونکہ اس پر حج فرض نہیں ہے اور وہ اس کا مکلف نہیں ہے ہؤلف) اور نابالغ بچہ سے مراد جنس ہے پس مذکر و مؤنث دونوں کو شامل ہے [۵] (نابالغ کے حج کی تفصیل آلگ بیان میں آگے آئیگی انشاء اللہ، مؤلف)

بیہوش اور سوئے ہوئے مریض اور مجنوں و دیوانہ کا احرام

(۱) جو شخص فرض حج کے ارادہ سے بیت الحرام (خانۂ کعبہ) کی طرف روانہ ہوا پھر اس کو احرام باندھنے سے پہلے بیہوشی طاری ہوگئی یا وہ مریض ہے اور سوگیا ہے اگر اس کے ساتھی نے اپنے حج کی نیت کرنے اور تلبیہ کہنے کے بعد یا اس سے پہلے اس کی طرف سے نیت کی اور تلبیہ کہا مثلاً اس نے کہا اَللّٰھُمَّ اِنَّہٗ یُرِیْدُ الْحَجَّ (یا یہ کہا اُرِیْدُ الْحَجَّ لَہٗ) فَیَسِّرْہُ لَہٗ وَتَقَبَّلْہُ مِنْہُ پھر اس کی طرف سے تلبیہ پڑھا، یا اس کے ساتھی کے علاوہ کسی دوسرے شخص نے اس کی طرف سے نیت کی اور تلبیہ پڑھا خواہ اس کے حکم سے ایسا کیا ہو اس طرح پر کہ اس نے بیہوش ہونے یا مریض نے سونے سے پہلے اس کو اس بات کا امر کیا ہو یا اس دوسرے شخص نے اس کے امر کے بغیر اپنی مرضی سے ایسا کیا ہو تو اس ساتھی یا دوسرے شخص کا اس کی طرف سے احرام باندھنا درست ہوجائے گا اور وہ بیہوشی والا شخص (یا مریضِ نائم) اپنے ساتھی کے نیت کرنے اور تلبیہ کہہ لینے سے مُحرِم ہوجائے گا اور وہ احرام بلا خلاف فرض حج کے لئے کافی ہوجائے گا [۶] ——— (۲) اس کا احرام صحیح ہونے کے لئے یہ شرط نہیں ہے کہ وہ سِلے ہوئے کپڑے اتارے (جیسا کہ صحیح و تندرست آدمی کے لئے بھی یہی حکم ہے کیونکہ احرام صحیح ہونے کے لئے سِلے ہوئے کپڑوں کا اتارنا شرط نہیں ہے، مؤلف) لیکن یہ ممنوعاتِ احرام کی قسم سے ہے [۷] اس لئے ان کا اتارنا واجب ہے [۸] پس بیہوش یا مریضِ نائم کے کپڑے اتار کر دو چادریں پہنا دی جائیں ورنہ جزا لازم ہوجائے گی (مؤلف عن ش وغیرہ) ——— (۳) اگر اس بیہوشی والے شخص سے جس کی بجائے کسی دوسرے شخص نے احرام باندھا ہے ممنوعاتِ احرام میں سے کوئی فعل سرزد ہوجائے تو اس کی جزا اس بیہوش پر

---

[۱] بحر [۲] لباب وشرحہ وغنیہ [۳] غنیہ [۴] لباب وشرحہ [۵] ارشاد [۶] لباب وشرحہ بتصرف ومثلہ فی الغنیہ [۷] لباب وشرحہ [۸] غنیہ۔

واجب ہوگی اس کی طرف سے احرام باندھنے والے شخص پر واجب نہیں ہوگی اس لئے کہ اس شخص نے اپنا احرام اصالتاً باندھا ہے اور بیہوش کی طرف سے نیابۃً احرام باندھا ہے [۱] پس اگر نائب سے کوئی ممنوعِ احرام فعل سرزد ہوا تو اس بیہوشی والے شخص پر کچھ لازم نہ ہوگا اور بیہوش شخص سے ممنوعِ احرام فعل سرزد ہونے پر اس نائب پر کچھ لازم نہیں ہوگا بلکہ بیہوش پر خود اس کے ممنوعِ احرام فعل کرنے سے جزا لازم ہوگی اور نائب پر جبکہ وہ خود بھی محرم ہے اس کے اپنے ممنوع فعل کی وجہ سے جزا لازم ہوگی اور جسقدر ہوسکے وہ بیہوشی والے شخص کو ممنوعات سے روکتا اور بچاتا رہے [۲] ——— (۴) اگر بیہوش کی طرف سے دوسرے شخص کے احرام باندھنے کے بعد بیہوشی والے کو افاقہ ہوگیا یا سویا ہوا مریض جاگ اٹھا تو اب اس کو باقی افعالِ حج خود کرنا لازم ہے اور اسی طرح محظورات سے بچنا بھی لازمی ہے [۳] (بیہوشی والے شخص کے حج کی تفصیل مستقل بیان آئے گی انشاء اللہ۔ مؤلف) ——— (۵) مجنون کا حکم سمجھدار نابالغ کی مانند ہے مگر یہ فرق ہے کہ اگر احرام باندھنے کے بعد جنون لاحق ہوا تو اس پر ممنوعات کے ارتکاب سے جزا لازم ہوگی اور اس کے حج کی ادائیگی بلا اختلاف صحیح ہے بخلاف اس کے اگر اس نے جنون کی حالت میں احرام باندھا ہو تو اس کی ادائیگی صحیح ہونے میں اختلاف ہے [۴] (معتوہ کا حکم مجنون کی مانند ہے اور مجنون و معتوہ کے حج کی تفصیل آگے مستقل آئے گی انشاء اللہ۔ مؤلف)

غلام اور لونڈی کا احرام

(۱) غلام خواہ مذکر ہو یا مؤنث (یعنی لونڈی) اس کا احرام نفلی حج کے لئے اس کے آقا کی اجازت سے بھی اور آقا کی اجازت کے بغیر بھی منعقد ہوجاتا ہے لیکن ان دونوں صورتوں میں یہ فرق ہے کہ اگر غلام نے اپنے آقا کی اجازت کے بغیر احرام باندھا ہو تو آقا کو اختیار ہے کہ اس سے مفسدِ احرام فعل کرا کر احرام سے باہر کردے اور اگر اس نے آقا کی اجازت سے احرام باندھا ہو تو اب آقا کے لئے غلام کا احرام ختم کرانا مکروہ ہے کیونکہ یہ اپنے وعدہ سے رجوع کرنا ہے اور غلام کا فرض حج کا احرام دونوں صورتوں میں منعقد نہیں ہوتا [۵] ——— (۲) اگر غلام احرام کی حالت میں کسی ممنوع فعل کا مرتکب ہو تو اس پر اس کی جزا لازم ہوگی پس اگر وہ جزا روزہ ہے مثلاً اس نے کسی عذر کی وجہ سے سِلا ہوا کپڑا پہنا ہو تو اس جزا کے روزہ کی ادائیگی اس پر اسی وقت یعنی آزاد ہونے سے پہلے ہی لازم ہوجائے گی اور اگر وہ جزا مالی ہو تو اگرچہ وہ جزا اس پر اسی وقت لازم ہوجائے گی لیکن وہ اس کے ادا کرنے کے لئے آزاد ہونے کے بعد مکلف ہوگا [۶] ——— (۳) اور غلام کا نفلی احرام لازمی طور پر منعقد ہوجاتا ہے پس اگر غلام احرام کی حالت میں آزاد ہوگیا تو اس کو اپنے اس احرام کو فسخ کرکے نئے سرے سے حج فرض کا احرام باندھنا ممکن نہیں ہے پس اس کو اس احرام کے افعال کا پورا کرنا واجب ہے بخلاف نابالغ کے کہ جب وہ احرام کی حالت میں بالغ ہوجائے تو اس کے لئے جائز ہے کہ وہ اس احرام کو فسخ کرکے نئے سرے سے حج فرض کا احرام باندھ لے جیسا کہ شرائطِ حج میں بیان ہوچکا ہے پس غلام اپنے اس حج نفل کے احرام کے افعال ادا کرے، اگر آزاد ہونے کے بعد اس پر حج فرض ہوجائے تو اس سے اس کا فرض حج ادا نہیں ہوگا [۷] (لہذا اس کو فرض حج ادا کرنے کے لئے دوبارہ

[۱] لباب و شرحہ بتصرف و غنیہ [۲] عمدۃ المناسک بتغیر [۳] لباب و شرحہ [۴] لباب و شرحہ ملخصاً [۵] لباب و شرحہ و مثلہ فی الغنیہ [۶] لباب و شرحہ و غنیہ [۷] لباب و شرحہ و مثلہ فی الغنیہ۔

حج کرنا ہوگا، مؤلف) اور جب آقا نے اپنی اس لونڈی کو جس کی وہ شادی کر چکا ہے حج کرنے کی اجازت دیدی تو اس کے خاوند کو اس لونڈی کا احرام فسخ کرانا جائز نہیں ہے [۱]

طواف

طواف کی تعریف لغت میں طواف کے معنی مکان وغیرہ کسی چیز کے گرد گھومنا ہے [۲] اور شرع شریف میں طواف کے معنی بیت اللہ شریف کے گرد کم سے کم چار مرتبہ یا اس سے زیادہ سات مرتبہ تک گھومنا ہے خواہ یہ بات کسی طرح سے بھی حاصل ہو جائے [۳] اور جاننا چاہئے کہ بیت اللہ شریف کا طواف نماز کی طرح عبادتِ معقولہ و مقصودہ ہے اور بیت اللہ شریف کے طواف کے لئے کچھ اقسام و شرائط و ارکان و واجبات و سنن و آداب ہیں [۴] ان سب کی تفصیل الگ الگ عنوان کے تحت درج کی جاتی ہے (مؤلف)

طواف کے اقسام اور اُن کے احکام

طواف کی سات قسمیں ہیں [۵] ان میں سے تین حج کے طواف کے لئے مخصوص ہیں اور ایک عمرہ کے لئے اور باقی تین قسم کے طواف عام ہیں اُن کے لئے حج یا عمرہ کا ہونا ضروری نہیں ہے [۶]

قسمِ اول، طوافِ قدوم یعنی مکہ مکرمہ میں داخل ہوتے وقت کا طواف (۱) اس کو طوافِ تحیت، وطوافِ اللقاء وطوافِ اول عہد بالبیت وطواف احداث العہد بالبیت وطوافِ الوارد وطوافِ الورود بھی کہتے ہیں [۷] ——— (۲) عام معتمد کتابوں کے مطابق طوافِ قدوم اُس آفاقی کے لئے سنت ہے جو مفرد حج یا قران کرے بخلاف صرف عمرہ یا حجِ تمتع کرنے والے کے کہ اس کے لئے یہ سنت نہیں ہے خواہ وہ آفاقی ہی ہو، اور اسی طرح اہلِ مکہ اور اُن لوگوں کے لئے بھی سنت نہیں ہے جو اہلِ مکہ کے حکم میں ہیں یعنی وہ آفاقی جس نے مکہ مکرمہ میں سکونت اختیار کر لی ہو یا پندرہ دن سے زیادہ ٹھہرنے کی نیت کر کے مقیم ہوگیا ہو اور اس طرح وہ اہلِ مکہ میں سے ہوگیا ہو اور اسی طرح جو لوگ میقات اور حل (میقات سے حدودِ حرم تک کی درمیانی جگہ) کے رہنے والے ہوں یعنی میقاتی اور حلی لوگ بھی اس بارے میں اہلِ مکہ کے حکم میں ہیں جب وہ مفرد حج کا احرام باندھیں تو ان کے لئے بھی طوافِ قدوم سنت نہیں ہے لیکن اگر کوئی اہلِ مکہ یا جو شخص اہلِ مکہ کے حکم میں ہوگیا ہو حج کے مہینوں سے پہلے میقات سے باہر آفاق میں چلا جائے پھر وہ وہاں سے مفرد حج یا قران کا احرام باندھ کر واپس مکہ شریف میں آئے تو اب اس کے لئے بھی طوافِ قدوم کرنا سنت ہے اور اگر مکی یا جو اہلِ مکہ کے حکم میں ہے حج کے مہینوں میں آفاق میں چلا جائے اور پھر وہاں سے مکہ واپس آئے تو اس کے لئے تمتع یا قرآن کا احرام باندھنا مشروع نہیں ہے [۸]

---

[۱] غنیہ عن کبیر [۲] المنجد وغیرہ [۳] غنیہ [۴] مظہری بزیادہ [۵] لباب و غنیہ وحیات [۶] حیات [۷] لباب و شرحہ وش [۸] لباب و شرحہ بزیادۃ عن غنیہ۔

(٣) طوافِ قدوم کی ادائیگی کا اول وقت وہ ہے جب کوئی شخص (احرام کے ساتھ) مکہ معظمہ میں داخل ہو اور اس کا آخری وقت وقوفِ عرفات سے پہلے تک ہے پس اگر وقوفِ عرفات کرلیا اور طواف نہیں کیا تو طوافِ قدوم کا وقت ختم ہوگیا اور اب اس کی ادائیگی ساقط ہوگئی اور اگر وقوف نہیں کیا تو اس صورت میں طوافِ قدوم کا آخری وقت قربانی کے دن یعنی دسویں ذی الحجہ کی طلوعِ فجر سے پہلے تک ہے اس لئے کہ وقوفِ عرفات کے وقت کی آخری حد یہی وقت یعنی قربانی کے دن کی طلوعِ فجر سے پہلے تک ہے [١] وقت کی یہ تفصیل طوافِ قدوم کے صحیح ہونے کے لئے ہے اور اس کی فضیلت کا وقت مکہ معظمہ میں داخل ہونے کا وقت ہے [٢]

(٤) اگر کوئی آفاقی شخص مکہ معظمہ آنے کی بجائے سیدھا عرفات چلا گیا اور پھر قربانی کے دن یا اس سے پہلے دن یعنی عرفہ کے دن وقوفِ عرفہ کے بعد مکہ مکرمہ میں آیا تو اس سے طوافِ قدوم ساقط ہوگیا کیونکہ اس کا مشروع وقت وقوفِ عرفات سے پہلے پہلے ہے [٣]

(٥) اگر کسی شخص نے طوافِ قدوم پر قدرت اور وقت میں گنجائش کے باوجود اس طواف کو چھوڑ دیا اور وقوفِ عرفات کا وقت شروع ہونے سے پہلے عرفات چلا گیا پھر اس کو خیال آیا کہ وہ طوافِ قدوم کرے اور اس کو ظاہر ہوا کہ اس نے اس کے چھوڑ دینے میں غلطی کی ہے پس اس نے مکہ مکرمہ کی طرف لوٹ کر طوافِ قدوم کیا تو اگر وہ وقوفِ عرفہ کا وقت شروع ہونے سے پہلے یعنی نویں ذی الحجہ کے زوال سے پہلے واپس لوٹ آیا تو طوافِ قدوم کی سنت ادا ہوگئی ورنہ نہیں [٤] اور اگر واپس نہ لوٹا یا مکہ مکرمہ واپس لوٹنے کے بعد وقوفِ عرفات اس کے وقت میں حاصل نہ ہوا تو طوافِ قدوم کی سنت ادا نہ ہوگی کیونکہ اس کے بعد اس کو وقوفِ عرفات حاصل نہیں ہوا پس اس کا یہ طواف بے موقع واقع ہوا ہے [٥]

(٦) طوافِ قدوم میں بالاصالۃ اس طواف کی وجہ سے اضطباع و رمل اور اس کے بعد سعی نہیں ہے لیکن اگر کوئی مفرد یا قارن حاجی حج کی سعی کو اس کے اصلی وقت پر مقدم کرتے ہوئے طوافِ قدوم کے بعد کرنا چاہے تو اس طواف میں اضطباع کرے اور پہلے تین چکروں میں رمل بھی کرے، حج کی سعی کا اصلی وقت طوافِ زیارت کے بعد ہے لیکن ہجوم کے خوف اور قربانی کے روز افعالِ حج کی کثرت کی وجہ سے شریعتِ مقدسہ نے اس سعی کو اپنے وقت پر مقدم کر لینے کی اجازت دیدی ہے بشرطیکہ اس کو کسی طواف کے بعد ادا کیا جائے خواہ وہ طواف نفلی ہی ہو، اور اس بارے میں فقہا کا اختلاف ہے کہ آفاقی کے حق میں حج کی سعی کی تقدیم یعنی حج کے لئے عرفات کی روانگی سے پہلے کرنا افضل ہے یا تاخیر یعنی طوافِ زیارت کے بعد کرنا افضل ہے [٦] اور ہمارے اکثر مشائخ کے نزدیک اس کی تقدیم مطلقاً جائز ہے اور تاخیر یعنی اس کے اصلی وقت تک جو کہ طوافِ زیارت کے بعد ہے مؤخر کرنا افضل ہے خصوصاً اس شخص کے لئے جس کے لئے طوافِ قدوم مسنون نہیں ہے یعنی حج تمتع کرنے والے کے لئے اور مکہ مکرمہ سے حج کا احرام باندھنے والے کے لئے وقتِ اصلی تک مؤخر کرنا افضل ہے اور بعض کے نزدیک سعی کی تقدیم افضل ہے اور اس بارے میں بعض نے کہا کہ تقدیم مطلق طور پر افضل ہے اور کرمانی نے اس کی تصحیح کی ہے اور یہ امام ابو حنیفہؒ سے امام حسنؒ کی روایت ہے اور بعض کے نزدیک تقدیمِ سعی کا افضل ہونا خاص اس شخص کے حق میں ہے جس کیلئے طوافِ قدوم

---

[١] لباب و شرحہ و غنیہ و ش [٢] حیات [٣] لباب و شرحہ و غنیہ [٤] ایضاً [٥] شرح اللباب [٦] لباب و شرحہ بزیادۃ عن غنیہ۔

مسنون ہے، بدائع میں کہا ہے کہ جس شخص کے لئے طوافِ قدوم مسنون نہیں ہے اس کے لئے تقدیم سعی جائز نہیں ہے اھ جیسا کہ مالکی اور شافعی فقہا کا یہی مذہب ہے [1] پس اہلِ مکہ اور جو اہلِ مکہ کے حکم میں ہیں ان کے لئے سعی کا مؤخر کرنا (یعنی طوافِ زیارت کے بعد کرنا) افضل ہے اس لئے کہ ان کے حق میں کوئی زحمت نہیں ہے کیونکہ ان کے فعل کے اعتبار سے سعی کے زمانہ میں توسّع ہے اور شاید یہی وجہ ہے کہ امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک تقدیم سعی جائز نہیں ہے اور فقہا کی مخالفت سے بچنے والی صورت پر عمل کرنا بالاجماع مستحب ہے [2] اور حج کی سعی کی تقدیم و تاخیر کی افضلیت کا یہ اختلاف جو اوپر بیان ہوا یہ اس شخص کے بارے میں ہے جو قارن نہ ہو لیکن قارن کے لئے اس بارے میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ اس کو تقدیم سعی یعنی طوافِ قدوم کے بعد سعی کرنا افضل ہے بلکہ احادیث اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ قارن کے لئے سعی کا مقدم کرنا سنت ہے [3]

(۷) اگر کسی آفاقی شخص نے حجِ افراد کے لئے قربانی کے دن یعنی طلوعِ فجر کی صبح صادق سے پہلے نیز وقوفِ عرفات کرنے سے پہلے مکہ مکرمہ آ کر طواف کر لیا تو اس کا یہ طواف طوافِ قدوم کی جگہ واقع ہو جائے گا خواہ اس نے نیت میں طوافِ قدوم کا تعین کیا ہو یا نہ کیا ہو یعنی خواہ مطلق طواف کی نیت کی ہو یا نفلی طواف وغیرہ کی نیت کی ہو اس لئے کہ جس وقت جو طواف شارع علیہ الصلوۃ والسلام نے مقرر فرما دیا ہے اس وقت میں وہی واقع ہوتا ہے جبکہ اس نے اصل طواف کی نیت کی ہو جیسا کہ شرائطِ طواف میں اس کی تفصیل مذکور ہے [4]

قسمِ دوم، طوافِ زیارت

(۱) اس کو طوافِ رکن و طوافِ افاضہ و طوافِ حج و طوافِ فرض بھی کہتے ہیں نیز طوافِ یوم النحر بھی کہتے ہیں کیونکہ اس کا یوم نحر (قربانی کے دن) میں واقع ہونا افضل ہے [5]

(۲) یہ حج کا رکن ہے اس کے بغیر حج پورا نہیں ہوتا لیکن یہ وقوفِ عرفہ سے جو کہ حج کا رکنِ اعظم ہے کم درجہ کا رکن ہے کیونکہ وقوفِ عرفہ کے اپنے وقت پر نہ کرنے سے حج فوت ہو جاتا ہے بخلاف طوافِ زیارت کے کہ اس کے ادا کرنے کے وقت میں آخر عمر تک وسعت ہے اور اگر مرتے دم تک بھی ادا نہ کر سکے تو ایک اونٹ یا گائے کی قربانی کی وصیت کرنا لازم آتا ہے [6]

(۳) طوافِ زیارت کے لئے ایک وقت جواز و صحت کا ہے اور ایک وقت وجوبِ ادا کا ہے [7] پس اس کے لئے جائز اور صحیح ہونے کا وقت دسویں ذی الحجہ کی صبح صادق طلوع ہونے سے شروع ہوتا ہے اور اس کے جائز اور صحیح ہونے کے لئے آخری وقت کی کوئی حد مقرر نہیں ہے بلکہ تمام عمر اس کے جواز کا وقت ہے لیکن امام صاحب کے نزدیک اس کا ایامِ نحر میں دسویں ذی الحجہ سے بارہویں ذی الحجہ تک کسی وقت ادا کرنا واجب ہے [8] پس طوافِ زیارت کی ادائیگی میں بلا عذر ایامِ نحر سے تاخیر کرنے میں اس پر دم لازم آئے گا اور وہ گنہگار بھی ہو گا [9]

(۴) اگر اس طواف کے بعد سعی کرنی ہے تو اس طواف میں رمل بھی کرے اور اگر احرام کھول کر سلے ہوئے کپڑے پہن لئے ہیں تو اس طواف میں اضطباع نہ کرے (اور اگر ابھی احرام نہیں کھولا اور احرام کی چادریں

---

[1] غنیہ بتصرف [2] شرح اللباب [3] غنیہ و ارشاد [4] لباب و شرحہ وغیرہ تصرفاً من الشرائط [5] لباب و شرحہ [6] ایضاً [7] حیات [8] لباب و شرحہ و حیات [9] ایضاً۔

پہنے ہوئے ہے یعنی وہ حلق کرانے سے پہلے طوافِ زیارت کے لئے آگیا ہے تو اس کو اضطباع بھی کرنا چاہئے مؤلف) اور اگر طوافِ قدوم کے بعد حج کی سعی کر چکا ہے تو خواہ طوافِ قدوم میں رمل کیا ہو یا نہ کیا ہو اب طوافِ زیارت میں رمل نہ کرے اور طوافِ زیارت کے بعد سعی بھی نہ کرے اس لئے کہ سعی کا تکرار مشروع نہیں ہے اور رمل اس طواف میں کیا جاتا ہے جس کے بعد سعی کرنا ہو [1]

قسمِ سوم، طوافِ صَدَر

(۱) صَدَر بفتحتین کے معنی رجوع کے ہیں اسی لئے اس کو طوافِ رجوع بھی کہتے ہیں یعنی بیت اللہ سے واپسی کا طواف، اور اس کو طوافِ وداع ...... وطوافِ آخر عہد بالبیت بھی کہتے ہیں اور طوافِ واجب بھی کہتے ہیں کیونکہ یہ طواف واجب ہے اور طوافِ فرض یعنی طوافِ زیارت سے کم درجہ کا ہے [2]

(۲) طوافِ صدر آفاقی پر واجب ہے اہلِ مکہ اور جو اہلِ مکہ کے حکم میں ہیں اُن پر یہ طواف واجب نہیں ہے پس جس آفاقی نے بارہ ذی الحجہ سے پہلے مکہ کو اپنا وطن بنا لیا اس پر یہ طواف واجب نہیں ہے [3] اور اہلِ حل و اہلِ میقات پر بھی واجب نہیں ہے اور یہ طواف اس آفاقی پر واجب ہے جس نے حج ادا کیا ہو خواہ وہ حج مفرد ہو یا قران یا تمتع ہو، مفرد عمرہ کرنے والے پر طوافِ صدر واجب نہیں ہے [4]

(۳) طوافِ صدر کے جائز ہونے کا اول وقت طوافِ زیارت کے بعد ہے اور اس کے جواز کے لئے بھی آخری وقت کی کوئی حد مقرر نہیں ہے بلکہ تمام عمر اس کے جواز کا وقت ہے [5] اس کا مستحب وقت یہ ہے کہ جب اپنے وطن واپس ہونے کا ارادہ کرے تو سفر پر روانہ ہونے کے لئے مکہ مکرمہ سے نکلنے سے پہلے اس کی ادائگی واقع ہو [6]

(۴) اس طواف میں رمل اور اضطباع نہیں کیا جاتا اور اس کے بعد سعی بھی نہیں ہے [7] جبکہ طوافِ قدوم یا طوافِ زیارت کے ساتھ کر چکا ہو، لیکن اگر کسی نے طوافِ زیارت کے بعد بھی سعی نہ کی ہو تو طوافِ صدر کے بعد سعی کرے اور اس طواف میں رمل بھی کرے کیونکہ جس طواف کے بعد سعی کی جائے اس میں رمل کرنا سنت ہے [8]

(فائدہ) یہ تینوں طواف یعنی طوافِ قدوم و طوافِ زیارت و طوافِ صدر حج کے ساتھ مخصوص ہیں [9]

قسمِ چہارم، طوافِ عمرہ

(۱) وہ طواف جو عمرہ کے لئے مخصوص ہے اس کو طوافِ عمرہ کہتے ہیں [10]

(۲) یہ طواف عمرہ کا رکن ہے یعنی عمرہ کی ادائگی میں فرض ہے [11]

(۳) اس طواف میں اضطباع اور رمل کرنا سنت ہے اور اس طواف کے بعد سعی کرنا واجب ہے

(۴) اس کی صحتِ ادا کا اول وقت عمرہ کا احرام باندھنے کے بعد کا ہے اور اس کی صحتِ ادا کے لئے آخری وقت کی بھی کوئی حد مقرر نہیں ہے بلکہ تمام عمر اس کے جواز کا وقت ہے [12]

قسمِ پنجم، طوافِ نذر

(۱) یہ طواف نذر ماننے والے پر واجب ہوتا ہے خواہ وہ نذر غیر معلق ہو یا معلق [13]

(۲) یہ طواف واجب ہے یعنی فرضِ عملی ہے فرضِ اعتقادی نہیں ہے [14]

---

[1] لباب و شرحہ تغیر اً [2] لباب و شرحہ۔ [3] لباب و شرحہ [4] حیات [5] لباب و شرحہ و حیات [6] حیات [7] لباب و شرحہ [8] ش بتصرف من طواف الزیارۃ و طواف الصدر [9] لباب و شرحہ [10] حیات [11] لباب و شرحہ و حیات [12] ایضاً [13] غنیہ [14] لباب و شرحہ۔

(۳) اس کے لئے کوئی وقت مقرر نہیں ہے جب تک نذر کرنے والا خود اس کا وقت معین نہ کرے ۱؎ (یعنی نذرِ معین کا طواف اس کے معین وقت میں کرنا واجب ہوگا اور نذرِ غیر معین کے طواف کا وقت تمام عمر ہے، مؤلف)

قسمِ ششم، طوافِ تحیۃ المسجد

یہ طواف مسجدِ حرام میں داخل ہوتے وقت ہر شخص کے لئے مستحب ہے ۲؎ خواہ وہ شخص احرام کی حالت میں ہو یا بغیر احرام کے ۳؎ کیونکہ مسجد حرام کی تحیت طواف ہے ۴؎ لیکن اگر اس شخص پر کوئی اور طواف ہو خواہ وہ فرض طواف ہو مثلاً طوافِ عمرہ یا مسنون طواف ہو مثلاً طوافِ قدوم تو اس طواف کا کر لینا طوافِ تحیت کے قائم مقام ہو جائے گا اور طوافِ تحیت اس کے ضمن میں ادا ہو جائے گا اور طوافِ عمرہ سے طوافِ قدوم بھی ساقط ہو جاتا ہے جو کہ طوافِ تحیت سے اقویٰ ہے خواہ عمرہ تمتع کا ہو یا مفرد ہو ۵؎

قسمِ ہفتم، طوافِ تطوع یعنی نفل

(۱) نفلی طواف جو طوافِ تحیۃ کے علاوہ کیا جائے اس کے لئے کسی وقت کی خصوصیت نہیں ہے جس وقت چاہے کر سکتا ہے تمام اوقات میں جائز ہے حتیٰ کہ جن وقتوں میں نماز پڑھنا مکروہ ہے نفلی طواف ان اوقات میں بھی بلا کراہت جائز ہے ۶؎ لیکن جس وقت اس پر کوئی اور طواف کرنا مقرر ہو تو اس وقت وہی طواف کرنا چاہئے نفلی طواف اس وقت نہیں کرنا چاہئے اور یہی حکم تمام فرائض کا ہے کہ ان کی ادائیگی کو نوافل پر مقدم کرنا چاہئے ۷؎ —— (۲) نفلی طواف کا جائز اور درست ہونا کسی خاص شخص کے ساتھ مخصوص نہیں ہے یعنی ہر مرد و عورت اور ہر بالغ و نابالغ کر سکتا ہے جبکہ وہ مسلمان ہو لیکن یہ ضروری ہے کہ وہ صاحبِ تمیز و عاقل ہو، پس مجنون اور بے سمجھ چھوٹے بچوں کا طواف درست نہیں ہوتا اور یہ بھی ضروری ہے کہ طواف کرنے والا جنابت و حیض و نفاس سے پاک ہو اس لئے کہ ان تینوں کو طواف کرنا اور مسجد الحرام میں داخل ہونا حرام ہے لیکن اگر اجازت نہ ہونے کے باوجود یہ مسجد الحرام میں داخل ہوئے اور انھوں نے طواف کیا تو طواف صحیح ہو جائے گا اور ان پر گناہ و کفارہ لازم ہوگا جیسا کہ اس کا بیان اپنی جگہ پر آئے گا انشاء اللہ ۸؎ —— (۳) نفلی و سنت طواف مثلاً طوافِ قدوم و طوافِ تحیۃ شروع کرنے سے یعنی نیت کرتے ہی واجب ہو جاتا ہے اور اس کا پورا کرنا لازم ہو جاتا ہے جیسا کہ نفلی نماز نیت کے ساتھ شروع کرتے ہی لازم ہو جاتی ہے جبکہ اس کے وجوب کے تمام شرائط پہلے سے موجود ہوں لیکن اس حکم سے مظنون مستثنیٰ ہے یعنی اگر کسی شخص نے اس گمان سے طواف شروع کیا کہ اس پر ایک طواف کرنا واجب ہے پھر طواف کرتے ہوئے معلوم ہوا کہ اس پر کوئی طواف واجب نہیں ہے تو اب اس کو اس کا پورا کرنا لازم نہیں ہے اور اس کے توڑ دینے پر اس کی قضا بھی لازم نہیں ہے ۹؎ جیسا کہ نمازِ مظنون کا مسئلہ ہے ۱۰؎

ان میں سے ہر طواف کے دیگر مخصوص احکام اپنے اپنے مقام پر مذکور ہیں (مؤلف)۔

۱؎ لباب و شرح و حیات ۲؎ ایضاً ۳؎ غنیہ ۴؎ حیات ۵؎ لباب و شرح ۶؎ لباب و شرح و حیات ۷؎ لباب و شرح ۸؎ ایضاً ۹؎ لباب و شرح و حیات ۱۰؎ حیات۔

شرائطِ طواف

طواف کی چھ شرطیں ہیں:- (۱) اسلام۔ (۲) نیت۔ (۳) وقت۔ (۴) مکان یعنی مسجدِ حرام کے اندر خانہ کعبہ کے گرد طواف کا ہونا (۵) طوافِ فرض سے پہلے احرام کا ہونا۔ (۶) طوافِ فرض سے پہلے وقوفِ عرفات ادا ہونا۔ ان میں سے تین شرطیں حج کے طواف کے لئے مخصوص ہیں اور وہ یہ ہیں: وقت، طوافِ فرض سے پہلے احرام کا ہونا، وقوفِ عرفہ کا ادا ہونا، اور باقی تین شرطیں عام ہیں یعنی اسلام، نیت اور مسجدِ حرام کے اندر طواف کا ہونا ہر قسم کے طواف کے لئے ہیں [1] ان سب کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے۔

اسلام

طواف کرنے والے کے لئے مسلمان ہونا اور عقل و تمیز والا ہونا شرط ہے کیونکہ کافر ایسی عبادت کا اہل نہیں ہے جس میں نیت کرنا شرط ہو اور طواف میں نیت کرنا شرط ہے [2] پس کافر کا طواف صحیح نہیں ہوتا اگرچہ نفلی طواف ہو [3]

نیت

(۱) نیت ہر اُس عبادت کے لئے شرط ہے جس کا عبادتِ مقصودہ ہونا نصوص اور اجماع سے ثابت ہو [4] لہذا طواف چونکہ نیت پر موقوف ہے اس کی صحت کے لئے بھی نیت کا ہونا شرط ہے جمہور ائمہ کا یہی مذہب ہے [5] پس ہر طواف میں نیت کا ہونا شرط ہے خواہ وہ طوافِ زیارت ہو یا طوافِ صدر یا طوافِ قدوم و طوافِ تطوع ہو [6] ——— (۲) لیکن صرف طواف کی نیت کر لینا صحتِ طواف کے لئے کافی ہے یہ تعین کرنا شرط نہیں ہے کہ یہ طواف فرض یا واجب یا سنت و مستحب وغیرہ ہے اور یہ متعین کرنا بھی شرط نہیں ہے کہ یہ طوافِ زیارت یا طوافِ صدر یا طوافِ قدوم وغیرہ ہے اور مذکورہ امور کا تعین کرنا بھی واجب نہیں ہے بلکہ سنت یا مستحب ہے [7] ——— (۳) اگر کسی شخص نے طواف کی نیت کے بغیر بیت اللہ کے چاروں طرف سات چکر لگائے مثلاً کسی قرضدار کو تلاش کرنے کے لئے یا کسی دشمن سے بھاگنے کے لئے خانہ کعبہ کے گرد سات چکر لگائے یا وہ یہ نہیں جانتا کہ یہ بیت اللہ شریف ہے اور اس نے اس کے گرد سات چکر لگائے تو طواف ادا نہیں ہوگا ان چکروں کا کوئی اعتبار نہیں ہے [8] لیکن اگر اصل طواف کی نیت کی یعنی قربت و عبادت کی نیت سے طواف کیا تو وہ طواف جائز و صحیح ہو جائے گا کیونکہ اصل نیت حاصل ہوگئی ہے [9] ——— (۴) اگر کسی شخص نے کوئی طواف اس وقت میں ادا کیا جس کو شرع شریف نے اس طواف کے لئے مقرر کر دیا ہے تو وہی طواف ادا ہوگا جبکہ اس نے طواف کی نیت کی ہو خواہ اس کو متعین کیا ہو یا متعین نہ کیا ہو بلکہ مطلق طواف کی نیت کی ہو یا کسی اور طواف کی نیت کی ہو مثلاً اگر کوئی شخص عمرہ کا احرام باندھ کر مسجدِ حرام میں آیا اور خانہ کعبہ کا طواف کیا تو اس کا وہ طواف عمرہ ہی کا واقع ہوگا خواہ کسی نیت سے بھی کیا ہو، یا کوئی شخص حج کا احرام باندھ کر آیا اور دسویں ذی الحجہ (اور وقوفِ عرفات) سے پہلے اس نے طواف کیا تو یہ طوافِ قدوم ہی واقع ہوگا (خواہ کسی نیت سے بھی کیا ہو) یا کوئی قِران کا احرام باندھ کر آیا اور اس نے دو طواف کئے اور ان دونوں

---

[1] غنیہ بتصرف [2] لباب و شرحہ [3] حیات [4] مظہری سورۃ الحج [5] شرح اللباب [6] حیات [7] لباب و شرحہ بتصرف و حیات و غنیہ [8] لباب بتصرف در فتح و غنیہ و حیات [9] لباب و شرحہ و حیات۔

میں کچھ تعین نہیں کیا تو پہلا طواف عمرہ کا اور دوسرا قدوم کا واقع ہوگا اور اگر کسی نے دسویں ذی الحجہ کو طواف کیا اور طوافِ نفل یا طوافِ وداع یا مطلق طواف کی نیت کی تو وہ طوافِ زیارت واقع ہوگا یا اس نے طوافِ زیارت کرنے کے بعد طواف کیا تو وہ طوافِ صدر ہوگا اگرچہ اُس نے اس میں طوافِ نفل یا مطلق طواف کی نیت کی ہو [۱] اس لئے کہ وہ ایک ایسی عبادت کے احرام میں ہے جس کا مقتضٰی یہ ہے کہ اس وقت میں وہی طواف واقع ہو (جو اس کے لئے مقرر ہے) پس اس وقت میں اس کے سوا کوئی دوسرا طواف مشروع نہیں ہے جیسا کہ رمضان المبارک کے روزوں کا حکم ہے (کہ سوائے رمضان المبارک کے روزوں کے کوئی اور روزہ مشروع نہیں ہے مؤلف) [۲] خلاصہ یہ ہے کہ جس شخص پر کوئی طواف لازم ہے خواہ وہ فرض ہو یا واجب یا سنّت ہو جب اس نے مطلق یا مقید طواف کی نیت سے طواف کرلیا تو وہی طواف ادا ہوگا جس کی ادائگی کے لئے وہ وقت مقرر ہے [۳] یعنی اس نے جس کا احرام باندھا ہے اسی کی ادائگی کا زیادہ حق ہے اس کے علاوہ دوسرے کا حق نہیں ہے پس اسی کا شروع ہوگا [۴] اور نیت تقدیم وتاخیر میں اثرانداز نہیں ہوتی لیکن اگر دوسرا طواف پہلے سے زیادہ قوی ہو تو زیادہ قوی کی ابتدا کا اعتبار کیا جائے گا مثلاً اگر کسی شخص نے طوافِ صَدر کل یا اس کا کچھ حصہ ترک کردیا پھر عمرہ کا احرام باندھ کر لوٹا تو اب وہ عمرہ کا طواف شروع کرے کیونکہ عمرہ کا طواف فرض ہونے کی وجہ سے زیادہ قوی ہے اس کے بعد طوافِ صدر کرے اور یہ عمرہ کا طواف طوافِ صدر کی بجائے شمار نہیں ہوگا [۵] یعنی طوافِ صدر کی طرف منتقل نہیں ہوگا اور اس سے طوافِ صدر کی تکمیل نہیں کی جائے گی اور اسی طرح اگر کسی نے طوافِ زیارت کُل یا اس کا کچھ حصہ ترک کردیا پھر عمرہ یا حج کا احرام باندھ کر لوٹا تو وہ طوافِ عمرہ یا طوافِ قدوم شروع کرے اور یہ طوافِ زیارت کی طرف منتقل نہیں ہوگا اور نہ ہی اس سے اس کی تکمیل کی جائے گی اور اسی طرح اگر کسی نے حج کی سعی ترک کردی اور وہ عمرہ یا حج کا احرام باندھ کر لوٹا تو جس چیز کا احرام باندھا ہے اسی کا طواف شروع کرے اور اسی کی سعی کرے اور یہ سعی حج کی سعی کی طرف منتقل نہیں ہوگی [۶] اور اگر قارن نے اپنے عمرہ کے طواف کے تین چکر کئے پھر طوافِ قدوم کے اسی طرح یعنی تین چکر کئے تو جو تین چکر طوافِ قدوم کے لئے کئے ہیں وہ طوافِ عمرہ میں شمار کئے جائیں گے اور اب اس پر طوافِ عمرہ کا ایک چکر باقی رہ جائے گا پس وہ اس کو بھی پورا کرے [۷] اور اسی طرح اگر قارن نے عمرہ کا طواف کیا پھر حج کا طواف کیا اور حج کی سعی کی نیت سے سعی کی تو اس کی یہ سعی عمرہ کے لئے واقع ہوگی [۸] اور اگر قارن نے عمرہ کے طواف کے کچھ چکر ادا کئے اور کچھ چکر چھوڑ دیئے پھر طوافِ زیارت پورا ادا کیا اگر عمرہ کے طواف کے چھوڑے ہوئے چکر کم ہیں یعنی اس طواف کا اکثر حصہ (چار چکر) ادا کئے اور کم یعنی (تین چکر) چھوڑ دیئے تو طوافِ عمرہ طوافِ زیارت کے چکروں سے پورا کیا جائے گا کیونکہ اگرچہ یہ دونوں طواف فرض و رکن ہونے میں برابر ہیں لیکن طوافِ عمرہ پہلے مکمل ادا ہونے کا مستحق ہے [۹] اور اگر طوافِ عمرہ کے زیادہ چکر (چار یا زیادہ چکر) ترک کردیئے ہوں تو اس کو طوافِ زیارت کے چکروں سے پورا نہیں کیا جائے گا بلکہ وہ طوافِ عمرہ بالکل کالعدم ہوجائے گا [۱۰] اور اسی طرح اگر کسی شخص نے طوافِ زیارت کے کچھ چکر ادا کئے (پورا ادا نہیں کیا) اس کے بعد طوافِ صدر پورا ادا کیا تو طوافِ زیارت کی تکمیل طوافِ صَدر کے

---

[۱] لباب وشرحہ وغنیہ [۲] فتح بتصرف وغنیہ [۳] لباب وشرحہ وغنیہ [۴] غنیہ [۵] لباب وشرحہ وغنیہ [۶] لباب وشرحہ بزیادۃ [۶] غنیہ بتصرف [۷] لباب وشرحہ بزیادۃ وغنیہ [۸] شرح وغنیہ [۹] لباب وشرحہ تغیراً وغنیہ [۱۰] ارشاد عن حاب۔

چکروں سے کی جائے گی [۱] (یعنی وہ کمی طوافِ صدر کی طرف منتقل ہو جائے گی اور طوافِ صدر کی تکمیل کے بقیہ چکر پورے کریگا، مؤلف) اور اگر کسی شخص نے دسویں ذی الحجہ کو نذر کا طواف کیا تو وہ طوافِ زیارت کی جگہ واقع ہوگا اور نذر کی جگہ ادا نہیں ہوگا [۲] ــــــــ

(۵) سعی کا حکم اس طرح نہیں ہے پس اگر کسی شخص پر حج کی سعی باقی ہے اور اس نے عمرہ کا احرام باندھ کر عمرہ کا طواف اور سعی کی تو یہ سعی حج کی سعی کی طرف منتقل نہیں ہوگی حالانکہ حج کی سعی بلحاظِ سبب مقدم اور بلحاظِ مرتبہ قوی ہے [۳] اور کبیر میں ہے کہ اگر قارن نے عمرہ کا طواف کیا اور اس کی سعی نہیں کی پھر دسویں ذی الحجہ کو حج کی سعی کی تو اس کی یہ سعی عمرہ کی سعی واقع ہوگی اھ [۴] اگر قارن نے پہلے حج کا طواف اور سعی کی اس کے بعد عمرہ کا طواف اور سعی کی تو پہلا طواف اور سعی عمرہ کا واقع ہوگا اور دوسرا طواف اور سعی حج کا ہوگا [۵]

وقت

(۱) طوافِ زیارت کی شرائط میں سے ایک شرط وقت ہے (یعنی طوافِ زیارت کے لئے شرط ہے کہ اس کے مخصوص وقت میں ادا ہو) اس مخصوص وقت سے پہلے ادا کرنا جائز نہیں ہے اور اگر وقتِ مخصوص میں ادا نہ کیا تو بعد میں بالاجماع اس کو قضا کیا جائے [۶] ــــــــ (۲) طوافِ زیارت کا اول وقت امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک دسویں ذی الحجہ کے طلوعِ فجر سے شروع ہوتا ہے پس اس سے قبل طوافِ زیارت کرنا صحیح نہیں ہے اور طوافِ زیارت کے صحیح و جائز ہونے کے لئے آخری وقت کی کوئی حد مقرر نہیں ہے تمام عمر اس کا وقت ہے پس اگر کئی سال کے بعد بھی ادا کرے گا تو صحیح ہے لیکن امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک اس کا ایامِ نحر میں ادا کرنا واجب ہے پس بارہویں ذی الحجہ کے غروبِ آفتاب سے پہلے تک کسی وقت ادا کرنا واجب ہے اگر بلا عذر اس سے مؤخر کرے گا تو اس کا طوافِ زیارت صحیح ہو جائے گا اور امام صاحبؒ کے نزدیک اس پر دم واجب ہو گا۔ (اور گنہگار بھی ہوگا) اور اگر کسی عذر مثلاً احصار یا حیض وغیرہ کی وجہ سے تاخیر کرے گا تو اس پر دم واجب نہیں ہو گا [۷] اور طوافِ وداع کے لئے شرط یہ ہے کہ طوافِ زیارت کے بعد واقع ہو اور اس کے لئے بھی آخری وقت کی کوئی حد نہیں بلکہ تمام عمر اس کا بھی وقت ہے [۸] (اور ہر طواف کے وقت کی تفصیل اقسامِ طواف میں بیان ہو چکی ہے، مؤلف)

مکانِ طواف

ہر قسم کے طواف کے لئے یہ شرط ہے کہ مسجدِ حرام کے اندر سے خانۂ کعبہ کے گرد ہو خواہ مسجدِ حرام کی چھت کے اوپر سے ہو ارشادِ باری تعالیٰ ہے وَلْيَطَّوَّفُوا بِالْبَيْتِ الْعَتِيقِ ۔ الآیۃ (سورۃ الحج [۹]) پس شرط یہ ہے کہ طواف مسجدِ حرام کے اندر سے ہو مسجد کے باہر سے یعنی مسجد کے گرد طواف کرنا بالاجماع جائز نہیں پس اگر کسی شخص نے مسجد کے چاروں طرف باہر سے طواف کیا تو اس کو مسجد کا طواف کہا جائے گا بیت اللہ شریف کا طواف نہیں کہیں گے [۱۰] جاننا چاہئے کہ تمام مسجدِ حرام کے اندر سے بیت اللہ شریف کا طواف کرنا جائز ہے خواہ بیت اللہ کے قریب سے ہو یا دور سے حتیٰ کہ اگر کسی نے زمزم شریف کے پیچھے کی طرف سے یا مقامِ ابراہیم یا ستونوں کے پیچھے کی طرف سے یا مسجد کی چھت کے اوپر سے طواف کیا تو جائز ہے اگرچہ وہ چھت خانۂ کعبہ کی دیواروں سے زیادہ بلند ہو [۱۱] اور خواہ وہ طواف فرض ہو یا نفل [۱۲] اس لئے کہ جو فضا خانۂ کعبہ کی عمارت کے

---

[۱] لباب و شرحہ و غنیہ [۲] ایضاً [۳] شرح اللباب [۴] غنیہ [۵] ع [۶] مظہری سورۃ الحج [۷] مظہری سورۃ الحج و لباب و شرحہ من باب طواف الزیارۃ ملتقطاً و تصرفاً۔ [۸] لباب و شرحہ و حیات وغیرہ [۹] لباب و شرحہ وغیرہ [۱۰] مظہری سورۃ الحج [۱۱] بحر و در و ش و لباب و غنیہ ملتقطاً [۱۲] حیات۔

محاذی آسمانوں تک ہے وہ سب درحقیقت بیت اللہ شریف ہی ہے اور طواف جائز ہونے کے لئے یہ بات برابر ہے کہ طواف بیت اللہ شریف کے قریب سے ادا ہو یا دور سے اور اگرچہ مسجدِ حرام کی چار دیواری کے قریب سے ہو جبکہ طواف مسجد کے اندر سے ہو اور اگر مسجدِ حرام کے باہر سے طواف کیا تو مسجد حرام کی دیواروں کے موجود ہوتے ہوئے بالاجماع طواف درست نہیں ہوگا اور اس پر اس طواف کا لوٹانا واجب ہے [۱] کیونکہ یہ مسجد کا طواف ہوا بیت اللہ شریف کا طواف نہیں ہوا اس لئے کہ مسجد کی دیواریں اس طواف کرنے والے اور بیت اللہ کے درمیان حائل ہو گئیں [۲] اس عبارت سے یہ مفہوم ہوتا ہے کہ اگر مسجد کی دیواریں منہدم ہو جائیں تو پھر مسجد کے باہر سے طواف درست ہو جائے گا اور فتح القدیر میں تحقیق کی گئی ہے کہ مبسوط کی تعلیل کو اختیار کرتے ہوئے یہ مفہوم غیر معتبر ہے [۳] پس اگر مسجد حرام کی دیواریں منہدم ہو گئی ہوں تب بھی مسجد کے باہر سے طواف کرنا عامۃ العلماء کے نزدیک صحیح نہیں ہے [۴] اس لئے کہ وہ تو مسجد کا طواف ہوگا بیت اللہ شریف کا طواف نہیں ہوگا [۵] لیکن اگر مسجدِ حرام کی سابقہ حدود میں توسیع کی جائے تو تمام قدیم و جدید مسجد کے اندر سے طواف جائز ہوگا اور ظاہر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانۂ مبارک سے اب تک مسجدِ حرام میں کافی توسیع ہو چکی ہے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانۂ مبارک میں مسجدِ حرام تقریباً اسی قدر تھی جتنی کہ آجکل مطاف کی حدود ہے [۶]

طوافِ فرض و طوافِ عمرہ سے پہلے احرام کا ہونا

طوافِ زیارت کے لئے شرط ہے کہ یہ حج کا احرام باندھنے کے بعد واقع ہو اور اسی طرح طوافِ عمرہ کے لئے بھی یہ شرط ہے کہ عمرہ کا احرام باندھنے کے بعد ہو، اگرچہ یہ شرط نہیں ہے کہ طوافِ زیارت و طوافِ وداع کے ادا ہونے کے وقت تک اس کا احرام باقی ہو [۷]

طوافِ زیارت سے پہلے وقوفِ عرفات ادا ہونا

اور ایک شرط یہ ہے کہ طوافِ زیارت وقوفِ عرفات کے بعد واقع ہو [۸] اور یہ شرط تقدیم احرام کی شرط میں داخل ہے کیونکہ طوافِ زیارت کا وقت وقوفِ عرفہ کے بعد ہی آتا ہے اور احرام کے بغیر وقوفِ عرفات درست نہیں ہے [۹] نیز طوافِ وداع کے لئے شرط ہے کہ طوافِ زیارت کے بعد واقع ہو [۱۰]

ارکانِ طواف

طواف کے ارکان تین ہیں ——— (۱) طواف کے اکثر چکر ادا کرنا [۱۱] کیونکہ طواف کے چکروں کی یہ مقدار فرض ہے [۱۲] اور اکثر چکروں سے مراد چار چکر ہیں کیونکہ اکثر حصہ کل کے حکم میں ہوتا ہے اور طواف کے باقی تین چکر واجب ہیں پس اگر کسی شخص نے چار چکر ادا کئے اور تین چکر چھوڑ دیئے تو امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک جائز ہے اور طوافِ زیارت میں ایسا کرنے سے اس پر دم لازم ہوگا اور اس کے علاوہ دوسرے طوافوں میں ایسا کرنے سے صدقہ لازم ہوگا جیسا کہ جنایات کے بیان میں تفصیل سے آئے گا [۱۳] اور اس کو شرائط میں شمار کرنا عبارت کی خامی ہے [۱۴] ——— (۲) طواف بیت اللہ شریف کے

---

[۱] شرح اللباب و غنیہ و بحر ملتقطاً [۲] بحر و در و ش [۳] ش [۴] شرح اللباب بتصرف و غنیہ [۵] غنیہ [۶] حیات [۷] حیات وغیرہ [۸] لباب و غنیہ و حیات۔
[۹] شرح اللباب من طواف الزیارۃ بزیادۃ [۱۰] حیات [۱۱] لباب و غنیہ [۱۲] شرح اللباب [۱۳] مظہری سورۃ الحج [۱۴] شرح اللباب۔

باہر مسجد کے اندر سے کرنا اور بیت اللّٰہ کے اندر سے طواف نہ کرنا [1] پس اگر بیت اللّٰہ کے اندر سے اس کی دیواروں کے گرد طواف کیا تو درست نہیں ہوگا اور طواف کا بیت اللّٰہ شریف کے باہر سے ہونا بھی ظاہر الروایت میں رکن ہے شرط نہیں ہے [2]

(۳) طواف خود کرنا، خواہ کوئی شخص اس کو اُٹھائے ہوئے طواف کرائے یا اونٹ وغیرہ پر سوار ہو کر کرے خواہ عذر سے ایسا کرے یا بغیر عذر کے، پس طواف میں نیابت جائز نہیں لیکن پانچ شخصوں کے لئے طواف میں نیابت جائز ہے اور وہ یہ ہیں: [۱] بیہوش، [۲] مریض جو سویا ہوا ہو، [۳] وہ مجنون جس کو احرام باندھنے سے پہلے جنون لاحق ہوا ہو اور طواف کی ادائیگی کے وقت بھی اس کا جنون قائم ہو (ان کی تفصیل بیہوش وغیرہ کے حج کے بیان میں مذکور ہے، مؤلف) [۴] بے سمجھ بچہ اور [۵] بالغ مجنون، یعنی جو جنون کی حالت میں بالغ ہوا ہو جبکہ ان دونوں کی طرف سے ان کے ولی نے احرام باندھا ہو [3] (تفصیل نابالغ و مجنون کے حج کے بیان میں آئے گی انشاء اللّٰہ، مؤلف)

واجباتِ طواف

یعنی وہ افعال جن کی ادائیگی کے بغیر طواف درست تو ہو جاتا ہے لیکن اگر ان میں سے کسی ایک کو بھی ترک کرے گا تو اس کی تلافی کے لئے اس پر دم واجب ہوگا۔ واجباتِ طواف سات ہیں [4] اور اصول یہ ہے کہ جس فعل کے ترک پر دم واجب ہوتا ہے اس فعل کا ادا کرنا واجب ہے [5]

(۱) حدثِ اکبر و حدثِ اصغر سے پاک ہونا [6] یعنی نجاستِ حکمیہ سے پاک ہونا واجب ہے اور یہی صحیح مذہب ہے اگرچہ اس سے گنہگار ہونے اور کفارہ واجب ہونے میں اختلاف ہے [7] پس اگر کسی شخص نے نجاستِ حکمیہ کے ساتھ طواف کیا تو ہمارے نزدیک وہ طواف صحیح ہوگا اور وہ شخص گنہگار ہوگا اور اس پر اس طواف کا اعادہ واجب ہوگا اور اگر اعادہ نہیں کرے گا تو اس کی جزا لازم ہوگی اور ہر واجب کے ترک کرنے پر یہی حکم ہے [8] اس بارے میں فرض طواف اور کسی دوسرے طواف میں کوئی فرق نہیں ہے اگرچہ دیگر طوافوں کا کفارہ فرض طواف سے مختلف ہے [9] (فائدہ) نجاستِ حقیقیہ سے بدن کپڑوں اور مکانِ طواف کا پاک ہونا ایک روایت کے بموجب واجب ہے اور دوسری روایت کے بموجب سنتِ مؤکدہ ہے اور اسی پر اکثر علما ہیں اس لئے اس کا ذکر سننِ طواف میں کیا گیا ہے [10]

(۲) طواف میں ستر عورت ہونا [11] اور اس کو واجباتِ طواف میں اس لئے شمار کیا جاتا ہے کہ طواف کی حالت میں اس کے ترک سے دم لازم آتا ہے ورنہ سترِ عورت مطلق طور پر فرض ہے [12] (یعنی خواہ طواف کی حالت میں ہو یا طواف کے علاوہ ہو ہر حال میں سترِ عورت فرض ہے، مؤلف) اعضائے عورت میں سے عضو کا چوتھائی حصہ یا اس سے زیادہ کھلا ہوا ہونا مانع ہے جیسا کہ نماز میں حکم ہے اگر عضو کے چوتھائی حصہ سے کم کھلا ہوا ہو تو مانع نہیں ہے اور اگر متفرق جگہ سے تھوڑا تھوڑا کھلا ہوا ہو تو جمع کر کے چوتھائی عضو کا اعتبار کیا جائے گا جیسا کہ نماز میں حکم ہے [13] (اگر دو یا زیادہ اعضا میں تھوڑا تھوڑا کھلا ہوا ہو تو اس کو جمع کر کے ان میں کے چھوٹے

[1] لباب و غنیہ [2] شرح اللباب [3] غنیہ و لباب و شرح بتصرف و زیادۃ [4] شرح اللباب [5] در [6] لباب [7] شرح اللباب بتصرف و در و ش۔
[8] شرح اللباب [9] حیات [10] شرح اللباب و حیات [11] در و لباب و غنیہ [12] ش بتصرف و غنیہ [13] لباب و شرح و غنیہ و در و ش و حیات۔

عضو کی چوتھائی کا اعتبار کیا جائے گا ۔ مؤلف) مرد و عورت و باندی سب کے لئے یہی حکم ہے، اگر چوتھائی عضوِ ستر کھلا ہونے کی حالت میں طواف کیا تو اس طواف کو سترِ عورت کے ساتھ لوٹانا واجب ہے اگر اعادہ نہیں کرے گا تو دم لازم آئے گا لیکن اگر عذر کی وجہ سے ایسا کیا ہو تو دم لازم نہیں ہوگا [۱] پس اگر فرض یا واجب طواف چوتھائی عضو کھلا ہونے کی حالت میں کیا تو اس پر اس کا اعادہ واجب ہوگا اور اگر اعادہ نہ کیا تو دم واجب ہوگا اور نفلی طواف میں صدقہ واجب ہوگا [۲]

(۳) جو شخص پیدل چلنے پر قادر ہو اس کو پیدل چل کر طواف کرنا [۳] یعنی واجباتِ طواف میں سے پیدل طواف کرنا ہے نہ کہ سوار ہو کر مگر عذر کی حالت میں جائز ہے [۴] خواہ وہ طواف نفلی ہو [۵] پس اگر کسی شخص نے طوافِ زیارت یا طوافِ عمرہ کسی سواری پر کیا، یا اس حالت میں طواف کیا کہ کسی انسان نے اس کو اٹھایا ہوا ہے یا پیٹ کے بل یا پشت یا پہلو وغیرہ پر چل کر طواف کیا، اگر کسی عذر کے بغیر ایسا کیا تو جب تک وہ مکہ مکرمہ میں ہے اس پر اس طواف کا اعادہ واجب ہے اگر اعادہ نہیں کیا یہاں تک کہ اپنے وطن واپس آگیا تو ہمارے نزدیک ترکِ واجب کی وجہ سے اس پر دم واجب ہوگا اور اگر کسی عذر کی وجہ سے ایسا کیا تو اس پر کچھ لازم نہیں ہوگا جیسا کہ تمام واجبات میں یہی حکم ہے [۶] اور اسی طرح اگر کسی نے طوافِ وداع بلا عذر سواری پر یا کسی انسان کے کندھے وغیرہ پر کیا تو اس پر صدقہ واجب ہونا چاہئے [۷] اور اگر کسی نے یہ نذر کی کہ چت یا پشت کے بل یا پہلو وغیرہ پر لیٹ کر یا سواری وغیرہ پر طواف کرے گا اور پیدل چلنے پر قادر ہے تو اس پر پیدل چل کر طواف کرنا واجب ہے [۸] کیونکہ اس نے غیر مشروع طریقہ پر عبادت کرنے کی نذر کی ہے پس وہ طریقہ لغو ہو جائے گا اور نذر اصل عبادت ہونے کی وجہ سے اس پر باقی رہے گی جیسا کہ اگر کوئی شخص بلا طہارت حج کرنے کی نذر کرے (تو اس کو طہارت کے ساتھ حج لازم ہوگا) پھر اگر اس شخص نے چت وغیرہ لیٹنے کی حالت میں طواف کیا تو جب تک وہ مکہ مکرمہ میں ہے اس کا اعادہ کرنا واجب ہوگا اور اگر اعادہ کئے بغیر اپنے وطن لوٹ گیا تو اس پر دم واجب ہوگا کیونکہ اس نے واجب کو ترک کیا ہے کتاب الاصل میں اسی طرح مذکور ہے اور قاضی رحمہ اللہ نے مختصر الطحاوی کی شرح میں ذکر کیا ہے کہ اگر چت یا پشت یا پہلو وغیرہ پر لیٹ کر طواف کیا تو اس کے لئے کافی ہے کیونکہ جو چیز اس نے اپنے اوپر واجب کی تھی وہ ادا کر دی پس یہ بات ثابت ہوئی کہ یہ مسئلہ اختلافی ہے [۹] اور اگر کسی شخص نے چت وغیرہ لیٹ کر طواف شروع کیا تو اس کے لئے پیدل طواف کرنا افضل ہے [۱۰] اس میں اسی بات کی طرف اشارہ ہے کہ اگر اس نے چت وغیرہ لیٹے ہوئے طواف کر لیا تو کافی ہے اور اس پر دم واجب نہیں ہوگا اس لئے کہ جس طرح اس نے شروع کیا اسی طرح ادا کرنا اس پر واجب ہوگا اور چونکہ اس نے چت وغیرہ لیٹے ہوئے شروع کیا تھا تو اس کے علاوہ اور طرح کرنا واجب نہیں ہوگا ورنہ بغیر موجب کے واجب ہونا لازم آئے گا پس غور کر لیجئے [۱۱] اور اگر نفلی طواف پیدل شروع کیا پھر اس کو چت وغیرہ لیٹ کر پورا کیا تو اس پر صدقہ واجب ہونا چاہئے کیونکہ جب اس نے نفلی طواف شروع کیا تو وہ اس پر واجب ہو گیا پس وہ پیدل چل کر کرنا واجب ہوا [۱۲]

[۱] جات [۲] غنیہ و بدائع و ش وغیرہا [۳] لباب و شرحہ و غنیہ و در وغیرہا [۴] بدائع [۵] جات [۶] لباب و شرحہ و غنیہ بدائع و فتح وغیرہا ملتقطاً [۷] غنیہ [۸] لباب و شرحہ و غنیہ و فتح و در من الجنایات [۹] فتح من الجنایات و بدائع و شرح اللباب [۱۰] فتح من الجنایات و شرح اللباب۔ [۱۱] در و غنیہ بزیادۃ و شرح اللباب [۱۲] ش ملخصاً [۱۳] فتح من احکام الحج فی طواف الزیارۃ قبیل فصل ما ء زمزم و ش و غنیہ۔

(۴) داہنی طرف سے طواف شروع کرنا بھی واجباتِ طواف میں سے ہے [۱] یعنی جب طواف کرنے والا نیت کے وقت بیت اللہ شریف کی طرف منھ کرکے کھڑا ہو تو اپنی داہنی طرف سے جو کہ حجرِ اسود کی طرف ہوگی طواف شروع کرے لیکن چلنا شروع کرنے سے پہلے اپنی داہنی طرف مُڑ جائے تاکہ بیت اللہ شریف اس کے بائیں جانب ہوجائے پھر اپنے سامنے کی طرف بیت اللہ شریف کے دروازے والی سمت میں چلے اور اس کے واجب ہونے میں اختلاف ہے جمہور فقہا نے تصریح کی ہے کہ یہ واجب ہے بعض نے کہا کہ یہ سنت ہے اور بعض نے اس کو شرط یعنی فرض کہا ہے اور فتح القدیر میں ہے کہ اصح یہ ہے کہ یہ واجب ہے [۲] پس اگر کسی نے اس طریقہ کے برعکس طواف کیا یعنی اپنی بائیں طرف سے طواف شروع کیا اور خانۂ کعبہ کو اپنے دائیں طرف کرکے اپنے سامنے کی طرف چلا، یا بیت اللہ شریف کو اپنے بائیں یا داہنی طرف کیا اور پیچھے کی طرف بطور رجعتِ قہقری کے چلا، یا بیت اللہ کو نہ داہنی طرف کیا نہ بائیں طرف بلکہ بیت اللہ کو اپنے سینے کے سامنے کیا، یا بیت اللہ کی طرف پیٹھ کی اور آڑا چل کر یعنی داہنے یا بائیں پہلو کی طرف چل کر طواف کیا، یا اور کسی بھی طرح سے طواف کیا تو اس کا طواف صحیح ہوجائے گا اور احرام سے حلال ہونے کے لئے ایسا طواف ہمارے نزدیک معتبر ہوجائے گا لیکن ترکِ واجب کی وجہ سے اس پر اس کی جزا لازم ہوگی [۳] حاصل یہ ہے کہ داہنی طرف سے طواف شروع کرنے کے علاوہ جتنی بھی صورتیں ہیئت و کیفیت کے اعتبار سے مذکور ہوئیں ان کا کرنا اس پر حرام ہے اور اس پر اس طواف کا اعادہ لازم ہے اور اگر اعادہ نہیں کرے گا تو جزا لازم ہوگی [۴] یعنی جب تک مکہ مکرمہ میں ہے اس پر اعادہ واجب ہے اگر اعادہ نہ کیا اور اپنے اہل و عیال کی طرف لوٹ گیا تو اب اس پر دم واجب ہے [۵]

(تنبیہ) ہمارے فقہا کے نزدیک طواف میں چلنے کی حالت میں بیت اللہ شریف کی طرف منھ کرنا جائز نہیں ہے پس جب حجرِ اسود یا رکنِ یمانی کے استلام کے وقت بیت اللہ کی طرف منھ کرے تو اپنے دونوں قدم اپنی جگہ پر قائم رکھنے چاہئیں اور جب استلام سے فارغ ہوجائے تو چلنے سے پہلے یعنی کھڑا ہونے کی حالت میں اپنے دائیں طرف مُڑ جائے اور بیت اللہ کو اپنے بائیں طرف کرلے اور اسی حالت پر ہوجائے جس پر طواف کرتے ہوئے بیت اللہ کی طرف منھ کرنے سے پہلے تھا پھر طواف کرنا شروع کرے کیونکہ اگر بیت اللہ شریف کی طرف منھ کرنے کی حالت میں اس کے دونوں قدم بیت اللہ کے دروازے کی طرف کو سرک گئے خواہ تھوڑا سا ہی سرکے ہوں اور پھر وہ وہاں سے طواف شروع کرے تو وہ اپنے طواف کا کچھ حصہ بیت اللہ کی طرف مُنھ کرنے کی حالت میں طے کرنے والا ہوگا [۶] یعنی اس طرح اس کے طواف کا اس قدر حصہ ترکِ واجب کی وجہ سے قابلِ اعادہ ہوگا اور اعادہ نہ کرنے کی صورت میں جزا لازم ہوگی (مؤلف)۔

(۵) حطیم کو شامل کرکے طواف کرنا [۷] یعنی حطیم کی دیوار کے باہر سے طواف کرنا [۸] کیونکہ حطیم کا چھ ذراع کی مقدار حصہ بیت اللہ شریف کا جزو ہے [۹] اور حطیم حظیرۂ اسماعیل و حِجرِ اسماعیل علیہ السلام کا نام ہے [۱۰] یعنی اس کے یہ تین نام ہیں: حطیم و حظیرہ و حِجر، پس اگر کسی شخص نے حطیم کے باہر سے طواف نہیں کیا بلکہ طواف کرتے ہوئے اس راستہ سے جو بیت اللہ شریف اور

---

[۱] لباب و شرحہ و در و غنیہ بتصرف [۲] لباب و شرحہ بتصرف و ش [۳] غنیہ و منسک اللباب و شرحہ [۴] شرح اللباب [۵] بدائع و فتح بتصرف۔
[۶] غنیہ [۷] لباب و غنیہ وغیرہ [۸] شرح اللباب وغیرہ [۹] در [۱۰] ش۔

دیوارِ حطیم کے درمیان ہے داخل ہو کر دوسری طرف کے اسی طرح کے راستہ سے حطیم سے باہر نکلا اور اس طرح حطیم کو چھوڑ کر طواف کے سات چکر پورے کئے تو اس پر اس طواف کا اعادہ لازم ہوگا اور عدمِ اعادہ کی صورت میں جزا لازم ہوگی [۱] یعنی تمام طواف کو لوٹائے یا صرف حطیم کے گرد سات چکر لگائے اور تمام طواف کو لوٹانا افضل ہے تاکہ مشروع طریقہ پر طواف ادا ہو جائے اور بعض فقہا کے خلافِ عمل کرنے سے بچ جائے [۲] کیونکہ ان فقہا کے نزدیک حطیم کے اندر سے طواف کرنا بالکل جائز نہیں ہے جبکہ صرف حطیم کے گرد طواف کا اعادہ کرے [۳] اگر تمام طواف کو یا صرف حطیم کے گرد طواف کو لوٹا لیا تو جزا ساقط ہو جائے گی اور اگر نہیں لوٹائے گا تو طوافِ زیارت اور طوافِ عمرہ کی صورت میں اس پر دم واجب ہوگا اور طوافِ واجب کی صورت میں صدقہ واجب ہونا چاہئے اور واجب و نفلی طواف میں صدقہ واجب ہونے میں کوئی فرق نہیں ہونا چاہئے یعنی نفلی طواف میں بھی صدقہ واجب ہونا چاہئے کیونکہ ہر قسم کے طواف کا حطیم کے باہر سے ہونا واجب ہے [۴] اور صرف حطیم کے گرد طواف کے اعادہ کی کیفیت یہ ہے کہ بیت اللہ شریف کے اُس کونے سے جو حطیم کے ساتھ بیت اللہ شریف کے دروازے کی جانب سے ہے اور اس کو رکنِ عراقی کہتے ہیں شروع کرے یا احتیاطاً اس سے ذرا قبل سے شروع کرے اور بایاں کندھا رکنِ عراقی کی طرف کرکے کھڑا ہو پھر حطیم کے باہر سے اپنے سامنے کی طرف مطاف میں چلنا شروع کرے اور طواف کے واجبات و سنن یعنی طہارت و سترِ عورت و رمل و اضطباع وغیرہ کا لحاظ رکھے، جب حطیم کے دوسرے یعنی آخری سرے تک یعنی بیت اللہ شریف کے رکنِ شامی تک پہنچ جائے تو پھر اس راستہ سے جو خانۂ کعبہ اور حطیم کے درمیان ہے حطیم میں داخل ہو کر رکنِ عراقی والے راستہ سے حطیم سے باہر نکل کر پھر رکنِ عراقی سے دوسرا چکر شروع کرے اس طرح سات چکر پورے کرے جبکہ پورے طواف میں حطیم کو ترک کر دیا ہو ورنہ جسقدر چکروں میں حطیم کو ترک کیا اتنے چکر اس طرح سے ادا کرے۔ اس کا دوسرا طریقہ یہ ہے کہ جب پہلے چکر میں رکنِ شامی تک پہنچ جائے تو حطیم کے اندر سے نہ گذرے بلکہ باہر ہی سے واپس لوٹ کر رکنِ عراقی پر آجائے اور پھر یہاں سے دوسرا چکر پہلے چکر کی طرح شروع کرے اور اس طرح سات چکر یا جسقدر چکروں میں حطیم ترک ہوا ہے اسی قدر ادا کرے، یہ صورت اولیٰ و افضل ہے اور پہلی صورت خلافِ اولیٰ ہے کیونکہ حطیم خانۂ کعبہ کا جزو ہے جو کہ افضل المساجد ہے اس کو اپنے مقصد کے لئے راستہ بنانا خلافِ اولیٰ ہے لیکن اگر پہلی صورت میں حطیم میں داخل ہوتے وقت ہر مرتبہ بیت اللہ شریف میں داخل ہونے اور برکت حاصل کرنے کی نیت کرلے تو بہتر ہے اور اس طرح یہ طریقہ بھی خلافِ اولیٰ نہیں رہے گا، دوسرے طریقہ میں ہر چکر کے بعد رکنِ شامی سے رکنِ عراقی تک واپس آنا طواف کے چکروں میں شمار نہیں ہوگا کیونکہ یہ چکر معکوس ہے اور اس میں ترکِ شرط یا ترکِ واجب لازم آتا ہے [۵] اس لئے کہ اس میں بیت اللہ شریف اس کے دائیں طرف ہوگا اور طواف کا چکر اس کے بائیں طرف سے ہوگا یہی وجہ ہے کہ رکنِ شامی تک پہنچنے کے بعد لوٹنے کے لئے حطیم ہی سے گذر کر رکنِ عراقی پر آجانا جائز ہے جیسا کہ پہلی صورت میں بیان ہوا اگر رکنِ شامی سے رکنِ عراقی تک واپس لوٹنے کو چکر شمار کرے گا تو اس چکر کو لوٹانا واجب ہوگا اور اگر بغیر لوٹائے مکہ مکرمہ سے چلا گیا تو جزا لازم ہوگی [۶] اگر کسی شخص نے حطیم کی دیوار کے اوپر سے طواف کیا تو زیلعی شارح کنز نے

---

[۱] لباب شرحہ بزیادۃ عن غنیہ [۲] لباب و شرحہ و غنیہ ملتقطاً [۳] حیات [۴] غنیہ عن البحر [۵] لباب و شرحہ تصرفاً و منحہ و غنیہ [۶] بحر و فتح بتصرف و زیادۃ و غنیہ

کہا ہے کہ جائز ہے کیونکہ تمام حطیم ہمارے نزدیک خانۂ کعبہ کا جزو نہیں ہے بلکہ صرف چھ یا سات گز شرعی خانۂ کعبہ کا جزو ہے واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم، اور دیوار پورے خانۂ کعبہ سے احتیاطاً خارج ہے لیکن مذہبِ شافعیہ کا مقتضیٰ یہ ہے کہ انھوں نے خانۂ کعبہ کی دیوار کو خانۂ کعبہ کے حکم میں رکھا ہے اور یہ حطیم کی دیوار بھی قدیم بیت اللہ کی دیوار کی جگہ واقع ہوئی ہے پس اب بھی ان حضرات کے نزدیک بلاشبہ دیوارِ حطیم پر سے طواف کرنا جائز نہیں ہے اور خلافِ فقہا سے بچنا بالاجماع مستحب ہے سلہ (یعنی حطیم کی دیوار کے باہر سے طواف کرنا مستحب ہے)

(تنبیہ) شاذروان (پشتۂ کعبہ) کے باہر سے طواف ہونا چاہئے تاکہ اس کے طواف کا کچھ حصہ خانۂ کعبہ کے ساتھ واقع نہ ہو جیسا کہ بعض علماء کے نزدیک شاذرواں خانۂ کعبہ کا جزو ہے اور کرمانی رحمہ اللہ نے کہا کہ ہمارے نزدیک شاذروان بیت اللہ کا جزو نہیں ہے اور ائمۂ شافعی ومالکی کے نزدیک یہ خانۂ کعبہ کا جزو ہے اس لئے ان کے نزدیک اس کے اوپر سے طواف جائز نہیں ہے ۲ شاذروان وہ زائد پشتہ ہے جو خانۂ کعبہ کی دیوار کے ساتھ ملے ہوئے پتھروں سے اس کے تین طرف بنا ہوا ہے اور سنگِ رخام سے مسنّم طرز پر بنا ہوا ہے سوائے بابِ کعبہ اور ملتزم کے اکثر حصہ کے ۳

(۶) طواف کے اکثر حصہ (یعنی چار چکر) کے ساتھ اور تین چکر ملا کر طواف کے سات چکر پورے کرنا ۴ اس لئے طواف کے اکثر یعنی چار چکر طواف کا رکن وفرض ہیں اور باقی زائد تین چکر واجب ہیں جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے ۵ اگر ان تین زائد چکروں کو چھوڑ دے گا تو اس کا طواف جائز ہو جائے گا اور اس پر جزا واجب ہو گی پس فرض طواف میں دم واجب ہو گا اور واجب طواف میں ہر چکر کے بدلہ میں صدقہ واجب ہو گا اور نفلی طواف صدقہ واجب ہونے میں واجب طواف کی مانند ہے کیونکہ شروع کرنے سے نفلی طواف بھی واجب ہو جاتا ہے ۶ ——— (۷) ہر طواف کے بعد دو رکعت نماز پڑھنا ۸ (بعض نے اس کو علیحدہ شمار کیا ہے اس لئے اس کے متعلق جزئیات الگ عنوان سے ذیل میں درج ہیں، مؤلف)

دوگانۂ واجب الطواف کے مسائل

(۱) ہر سات چکروں کے بعد امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک صحیح قول کی بنا پر دو رکعت نماز پڑھنا واجب ہے اور بعض نے کہا کہ یہ سنت ہے ۸ اور بظاہر سات چکر سے مراد طواف ہے چکروں کی تعداد مراد نہیں پس اگر کسی نے عذر کی وجہ سے چکروں کی کم تعداد چھوڑ دی یعنی تین یا اس سے کم چکر چھوڑ دیئے تب بھی اس پر دو رکعت نماز پڑھنا واجب ہے اور اس پر چکروں کے چھوڑنے کی جزا لازم ہو گی جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے ۹ رہا شرح اللباب کا یہ قول کہ "ہر طواف کے بعد دو رکعت واجب ہیں خواہ وہ طواف ناقص ہی ادا کیا ہو" تو اس میں چکروں کی تعداد میں کمی ہونے کا بھی احتمال ہے اور وصف میں نقصان کا بھی احتمال ہے مثلاً حدث و جنابت کے ساتھ طواف کرنا وغیرہ اور بظاہر اس سے دوسری بات مراد ہونے یعنی وصف میں نقص کا احتمال ہے ۱۰

---

۱ شرح اللباب بتغیر ۲ فتح بزیادۃ ۳ غنیہ ۴ ایضاً ۵ حیات وغیرہ ۶ غنیہ ۷ ایضاً ۸ در وش وبحر بتغیر ۹ ش وغنیہ ۱۰ ش۔

(۲) طواف کو مطلق بیان کیا ہے پس طوافِ فرض یعنی حج و عمرہ کا طوافِ رکن، طوافِ واجب جیسے طوافِ صدر و طوافِ نذر، طوافِ سنّت جیسے طوافِ قدوم، طوافِ مستحب جیسے طوافِ تحیۃ المسجد اور طوافِ نفل سب کو شامل ہے یعنی بلافرق ہر قسم کے طواف کے لئے یہی حکم ہے بخلاف اس کے جس نے دوگانہ نماز واجب ہونے کے لئے واجب طواف کی قید لگائی ہے کسی اور طواف کے لئے واجب نہیں کہا، فتح القدیر میں ہے کہ اس قول کی کوئی حقیقت نہیں ہے کیونکہ دوگانہ نماز واجب ہونے کے دلائل مطلق یعنی ہر قسم کے طواف کے لئے ہیں [۱]

(۳) اس نماز کا جائز اور صحیح ہونا کسی وقت یا جگہ کے ساتھ مخصوص نہیں ہے اور جبتک زندہ ہے اس کی ادائیگی کا وقت فوت نہیں ہوتا یعنی تمام عمر میں کسی بھی وقت اور کسی بھی جگہ ادا کر سکتا ہے اور مرنے سے اس کا وقت ختم ہو جاتا ہے، اگر کسی نے تمام عمر میں بھی اس کو ادا نہ کیا اور فوت ہو گیا تو بُرا کیا لیکن اس پر دم واجب نہیں ہو گا اور اپنے ذمہ سے اُتارنے کے لئے اس کے کفارہ کی وصیت کرنا بھی اس پر واجب نہیں ہے بخلاف روزہ و نمازِ فرض و نماز وتر کے [۲] اور یہ مسئلہ اختلافی ہے البحر العمیق میں ہے کہ واجبات کا حکم یہ ہے کہ ان کے ترک پر دم لازم آتا ہے سوائے دوگانہ طواف کے اھ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ ایک مستقل واجب ہے اس کا تعلق واجباتِ حج کے ساتھ نہیں ہے اور اس دوگانہ کا ترک متصور نہیں ہے جیسا کہ بعض کتبِ مناسک میں مذکور ہے اور دم ادا کرنے سے اس دوگانہ کی تلافی نہیں ہوتی کیونکہ جب تک ان دو رکعتوں کو ادا نہیں کرے گا اس کے ذمہ باقی رہیں گی اس لئے کہ ان کی ادائیگی کسی زمانے اور مکان کے ساتھ مخصوص نہیں ہے، لیکن حدادی نے قدوری کی شرح میں ذکر کیا ہے کہ بعض کتبِ مناسک میں ان کے ترک پر دم واجب ہو گا اور البحر الزاخر کی عبارت سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے چنانچہ اس میں ہے کہ " یہ دو رکعتیں واجب ہیں اگر ان کو ترک کرے گا تو دم واجب ہو گا اور اکثر کتبِ مناسک میں یہ ہے کہ اگر ان دو رکعتوں کو ترک کرے گا تو اس پر دم واجب نہیں ہو گا اور شوافع نے بھی یہی کہا ہے اور بعض نے کہا کہ دم لازم ہو گا اھ " اور شاید یہ ترک موت کے ساتھ فوت ہونے پر محمول ہے پس اس پر وصیت کرنا واجب ہے اور وارثوں کے لئے اس کی جزا کا ادا کرنا مستحب ہے [۳] (یعنی جبکہ اس نے وصیت کی ہو لیکن اگر کسی نے مرتے دم تک دوگانہ طواف ادا نہ کیا تو اس پر مرتے وقت کفارۂ نماز کی ادائیگی کے لئے وصیت کرنا واجب ہونا چاہئے جیسا کہ دیگر فرض و واجب نمازوں کے کفارہ کے لئے وصیت کرنا واجب ہوتا ہے اور وہ کفارہ اس کے تہائی مالِ متروکہ میں سے ادا کیا جائے اور اگر اس نے کچھ وصیت نہ کی اور اس کے وارثوں نے تبرعاً ادا کر دیا تو انشاء اللہ ادا ہو جائے گا، واللہ اعلم بالصواب، مؤلف)

خلاصہ یہ ہے کہ مشائخ متاخرین نے دم لازم نہ ہونے کی علت میں اختلاف کیا ہے بعض نے اس کی یہ تعلیل کی ہے کہ طواف کی دو رکعتیں حج اور عمرہ کے مخصوصات میں سے نہیں ہیں اور دم اس واجب کے ترک پر لازم آتا ہے جو حج یا عمرہ کے ساتھ مخصوص ہو اور بعض دوسروں نے یہ تعلیل کی ہے کہ دوگانۂ طواف کی ادائیگی کسی زمانے کے ساتھ مخصوص نہیں ہے اور تمام عمر میں اس کا فوت ہونا متصور نہیں ہے پس اس دوسری تعلیل کی بنا پر جب وہ شخص مرنے کے قریب پہنچے اس پر دم کی ادائیگی کے لئے وصیت کرنا واجب ہو جائے گا اور

[۱] لباب و شرحہ وش بتصرف [۲] لباب و شرحہ بزیادۃ [۳] شرح اللباب -

وصیت نہ کرنے کی صورت میں ورثا کے لئے اس دم کا دینا مستحب ہوگا بخلاف پہلی تعلیل کے [1] (یعنی پہلی تعلیل کی بنا پر چونکہ اس پر دم لازم نہیں ہوگا اس لئے دم کی ادائیگی کے لئے وصیت کرنا بھی واجب نہیں ہوگا اور دوسری تعلیل کی بنا پر دیگر فرض و واجب نمازوں کے کفارہ کی وصیت کی طرح اس کے کفارہ کی وصیت کرنا بھی واجب ہوگا اور اس کے تہائی ترکہ میں سے نماز کا کفارہ ادا کیا جائے گا اور عدم وصیت کی صورت میں اگر ورثا تبرعاً ادا کردیں گے تو ان کے لئے یہ مستحب ہے، واللہ اعلم بالصواب، مؤلف)

(۴) اور وقتِ وقوع کی فضیلت کے اعتبار سے اس دوگانہ کا طواف کے بعد متصل ادا کرنا مخصوص ہے جبکہ وہ وقت نماز کی ادائیگی کے لئے مکروہ نہ ہو[2] اس لئے کہ طواف و دوگانۂ طواف میں موالات یعنی متصل آگے پیچھے کرنا سنت ہے پس اس سے تاخیر کرنا مکروہ ہے لیکن اگر وہ وقت نماز کی ادائیگی کے لئے مکروہ ہو تو تاخیر مکروہ نہیں ہے جیسا کہ آگے آتا ہے[3] اور محلِ وقوع کی فضیلت کے اعتبار سے اس نماز کا مقامِ ابراہیم کے پیچھے یا کسی اور جگہ حدودِ حرم میں ادا کرنا مخصوص ہے یعنی مقامِ ابراہیم کے پیچھے ادا کرنا مستحب مؤکد ہے اور جو جگہ مقامِ ابراہیم کے ارد گرد اس کے قریب ہے وہ بھی اس کے حکم میں ہے، اس کے بعد خانہ کعبہ کے اندر ادا کرنا افضل ہے اس کے بعد حطیم میں میزابِ بیت اللہ کے نیچے پھر حطیم کا جو حصہ بیت اللہ کے قریب ہے اس میں، پھر تمام باقی حطیم میں پھر بیت اللہ کے قریب اس کے ارد گرد کسی بھی جگہ پڑھنا خاص طور پر کسی رکن کی محاذاۃ میں اور ملتزم و بابِ کعبہ و مقام جبرئیل علیہ السلام وغیرہ کے بالمقابل پڑھنا افضل ہے پھر مسجدِ حرام میں کسی بھی جگہ پھر حدودِ حرم میں کسی بھی جگہ پڑھنا افضل ہے پھر حدودِ حرم کے علاوہ کسی اور جگہ پڑھنے کی کوئی فضیلت نہیں ہے بلکہ ایسا کرنا بُرا اور مکروہ ہے اور کہا گیا ہے کہ مقامِ ابراہیم کے پیچھے ہونے کا مطلب یہ ہے کہ مقام کے قرب کے ساتھ اس پر عادت و عرف کے طور پر مقام کے پیچھے ہونا صادق آتا ہو اور جس حصہ میں سنگِ رخام کا فرش لگا ہوا ہے عرف میں وہ جگہ مقامِ ابراہیم کے لئے مخصوص ہے (آجکل کے عرف و عادت کے مطابق اس سے بھی زیادہ جگہ مقامِ ابراہیم کے لئے مخصوص ہوگئی ہے، مؤلف) اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب وہ مقامِ ابراہیم کے پیچھے نماز پڑھنے کا ارادہ کرتے تو اپنے اور مقامِ ابراہیم کے درمیان ایک یا دو صف یا ایک یا دو آدمی کا فاصلہ رکھتے تھے اس کو عبدالرزاق رحمہ اللہ تعالیٰ نے روایت کیا ہے اور اگر طواف کی نماز حدودِ حرم کے باہر ادا کی خواہ اپنے وطن واپس لوٹ کر ہی ادا کی ہو جائز ہے لیکن یا تو مکروہِ تنزیہی ہے کیونکہ اس نے مستحب کو ترک کیا ہے یا مکروہ تحریمی ہے اس بنا پر کہ اس نے موالات یعنی طواف کے بعد متصل ہونے کو جو کہ سنت ہے ترک کیا ہے یا دونوں وجہ سے دونوں طرح کی کراہت ہے[4]

(۵) اور طواف و دوگانۂ طواف میں موالاۃ یعنی متصل آگے پیچھے ہونا سنت ہے پس اس سے تاخیر کرنا مکروہ ہے لیکن اگر نماز کے مکروہ وقت میں طواف کیا ہو تو دوگانۂ طواف کو غیر مکروہ وقت تک مؤخر کرنا واجب ہے پس اگر کسی شخص نے نمازِ عصر کے بعد طواف کیا تو اس کا دوگانہ مغرب کی فرض نماز ادا کرنے کے بعد سنتوں سے پہلے ادا کرے جبکہ وقت میں گنجائش ہو پس پہلے مغرب کی فرض نماز پڑھے پھر دوگانۂ طواف پڑھے کیونکہ یہ دوگانہ واجب ہے پھر مغرب کی سنتیں پڑھے (اور اگر وقت میں گنجائش نہ ہو تو پہلے مغرب کی سنتیں پڑھے اس کے بعد دوگانۂ طواف پڑھے[5]) اگر اس دوگانہ کو مکروہ وقت میں ادا کرے گا تو کراہت کے ساتھ صحیح ہو جائے گا اور اس پر اس دوگانہ کا

[1] حیات [2] شرح اللباب [3] لباب و شرحہ و ش و غنیہ و حیات تصرفاً [4] لباب و شرحہ و ش و غنیہ تصرفاً و ملتقطاً [5] معلم الحجاج

توڑ دینا اور کامل وقت میں اس کو قضا کرنا واجب ہوگا پس اگر اس دوگانہ کو نہ توڑا اور اس کو پورا کر لیا تو اگر اس کو مکروہِ تنزیہی وقت میں ادا کیا ہے تو اس کا اعادہ کرنا مستحب ہے اور اگر مکروہ تحریمی وقت میں ادا کیا ہے تو اس کا اعادہ کرنا واجب ہے، پس طلوعِ فجر کے بعد سے سورج طلوع ہونے سے ذرا پہلے تک خواہ فرض نماز سے پہلے ہو یا بعد میں اور اسی طرح نمازِ عصر کے بعد دھوپ کا رنگ متغیر ہونے سے ذرا پہلے تک اگرچہ عرفات میں ہو جبکہ ظہر و عصر کی نماز کو جمع کیا ہو، اگر دوگانہ طواف شروع کیا تو منعقد ہو جائے گا لیکن اس کا توڑ دینا اور کامل وقت میں قضا کرنا واجب ہوگا اور اگر اس کو نہ توڑا بلکہ پورا کر لیا تو کامل وقت میں اس کا اعادہ واجب ہے، یہی ارجح و اصح ہے اور یہ حکم ہر اس نماز کے لئے ہے جو کراہتِ تحریمیہ کے ساتھ ادا کی جائے کہ اس کا اعادہ واجب ہے اور اگر کراہتِ تنزیہیہ کے ساتھ ادا کی جائے تو اس کا اعادہ مستحب ہے بلا خلاف اور غروبِ آفتاب کے بعد سے مغرب کی نماز ادا کرنے سے پہلے تک دوگانۂ طواف وغیرہ کوئی دوسری نماز ادا کرنا مکروہِ تنزیہی ہے (لیکن اگر امام جماعت شروع کرنے میں اتنی دیر کرتا ہے جس میں شافعی وغیرہ حضرات دوگانہ نماز ادا کرتے ہوں تو اس وقفہ میں دوگانۂ طواف پڑھ لینا مکروہ نہیں ہوگا، مؤلف) اور جب امام اپنے حجرہ سے . . . . . . کسی قسم کے خطبے کے لئے خصوصاً جمعہ کے خطبہ کے لئے نکلے یا اگر حجرہ نہ ہو تو خطبہ کے لئے اپنی جگہ سے منبر پر چڑھنے کے لئے کھڑا ہو تو اس وقت نماز شروع کرنا مکروہِ تحریمی ہے اور خطبہ سے فراغت کے بعد نماز شروع کرنے سے پہلے اور عیدین کی نماز سے کچھ پہلے اور فرض نماز کی تکبیر اقامت شروع ہونے کے وقت جبکہ صف میں شامل ہو کر یا صف کے پیچھے بلا حائل نماز پڑھے اور امام کے فرض نماز شروع کرنے کے وقت اگرچہ درمیان میں کوئی حائل بھی ہو اور عرفات و مزدلفہ میں جمع بین صلوٰتین (دو نمازوں کو جمع کرنے) کے درمیان ان سب وقتوں میں کوئی دوسری نماز نفل و واجب و دوگانۂ طواف وغیرہ پڑھنا مکروہِ تحریمی ہے، تین اوقاتِ ممنوعہ ایسے ہیں جن میں کوئی نماز منعقد نہیں ہوتی اور وہ یہ ہیں: طلوعِ آفتاب کے وقت سے جبتک آفتاب ایک نیزہ بلند نہ ہو جائے اور سورج کے استوار[ع] کے وقت سے جب تک زوال شروع نہ ہو اور تغیرِ شمس[۳] کے وقت سے غروبِ آفتاب تک [۱] پس ان تین وقتوں میں یہ دوگانہ شروع ہی نہیں ہوگا اور اس کو کسی دوسرے کامل وقت میں قضا کرنا واجب ہوگا۔ (ان اوقات کی پوری تفصیل کتاب الصلوٰۃ میں اوقاتِ نماز کے بیان میں گذر چکی ہے وہاں ملاحظہ فرمائیں، مؤلف)

(۶) دوگانۂ طواف کی ادائیگی کا وجوب ہر طواف کے بعد تاخیر کے ساتھ ہے جبتک دوسرا طواف شروع نہ کرے یا اس کے گمان غالب میں موت کا وقت نہ آجائے ورنہ ان دونوں صورتوں میں فوراً ادا کرنا واجب ہے [۲] ابو السعود رحمہ اللہ نے کہا کہ اگر دوسرے طواف کا ارادہ کرے تو پہلے طواف کا دوگانۂ طواف ادا کرنے سے پہلے دوسرا طواف شروع کرنا مکروہ ہے اس لئے کہ طوافوں کو ملانا مکروہ ہے [۳] پس امام ابو حنیفہ و امام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک دو یا زیادہ طوافوں کو اس طرح ملانا کہ ان کے درمیان میں ہر طواف کا دوگانۂ طواف نہ پڑھے مکروہ ہے خواہ طاق عدد کے بعد نماز کی طرف لوٹے یا جفت عدد کے بعد، اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک اگر طاق عدد مثلاً تین یا پانچ یا سات طواف کے بعد نماز کی طرف لوٹے تو مکروہ نہیں ہے اس لئے کہ طواف کے

---

[۱] لباب و شرحہ و ش و غنیہ و حیات تصرفاً و ملتقطاً [۲] بحر و ش و غنیہ [۳] غنیہ عن النحر۔

[ع] استوار سے مراد بعض کے نزدیک نصف النہار عرفی سے ذرا پہلے ہے اور بعض کے نزدیک نصف النہار شرعی مراد ہے واللہ اعلم (مؤلف)

چکر بھی طاق عدد (وتر) ہیں اور یہ اختلاف اس وقت ہے جبکہ غیر مکروہ وقت میں ایسا کرے لیکن اگر مکروہ وقت میں طواف کرے تو بالاجماع بغیر دوگانۂ طواف پڑھے طوافوں کو جمع کرنے میں کوئی کراہت نہیں ہے اور ان سب طوافوں کے دوگانے مباح وقت تک مؤخر کرے اور جب نماز کا مکروہ وقت جاتا رہے تو جسقدر طواف نماز کے مکروہ وقت میں کئے تھے ہر ایک طواف کے لئے دوگانۂ طواف ادا کئے بغیر اور طواف کرنا مکروہ ہونا چاہئے اس لئے کہ یہ سب طواف اب ایک طواف کی مانند ہو گئے [۱] (یعنی جتنے طواف کئے ہیں اتنے ہی دوگانہ متواتر پڑھے اس کے بعد نیا طواف کرے، مؤلف)

(۷) اور اگر کسی نے پورا طواف کیا اور دوگانۂ طواف پڑھنا بھول گیا اور اس کو یاد نہ آیا یہاں تک کہ اس نے دوسرا طواف شروع کر دیا اگر اس کو ایک چکر پورا کرنے سے پہلے یاد آ گیا تو اس طواف کو ترک کر دے اور دوگانۂ طواف ادا کرے تاکہ موالات (اتصال) حاصل ہو جائے جو کہ سنت ہے اور اگر ایک چکر پورا کرنے کے بعد یاد آیا تو اس طواف کو ترک نہ کرے جس کو شروع کر دیا ہے بلکہ اس کو پورا کرلے کیونکہ ایک چکر کا ادا کر لینا ایسا ہے جیسا کہ نماز میں ایک رکعت کا ادا کر لینا، دو یا زیادہ چکروں کے بعد یاد آنے پر بدرجۂ اولیٰ اس طواف کو پورا کرلے اور اس طواف کو پورا کر لینے کے بعد دونوں طوافوں میں سے ہر ایک کے لئے بالاتفاق الگ الگ ایک ایک دوگانہ پڑھے اس لئے کہ ایک طواف دوسرے میں مندرج نہیں ہوتا اگرچہ وہ صورۃً متصل ہو جائیں [۲]

(۸) اگر ایک طواف کے لئے دو رکعت سے زائد مثلاً چار رکعتیں پڑھے تو جائز ہے لیکن زائد دو رکعتیں نفل ہو جائیں گی۔

(۹) دوگانۂ طواف فرض نماز یا نذر کی نماز کے لئے کافی نہیں ہو سکتا اس لئے کہ یہ دوگانہ ایک مستقل واجب ہے اور دوگانۂ طواف پڑھنے والا شخص اپنے جیسے دوگانۂ طواف پڑھنے والے شخص کا مقتدی نہیں ہو سکتا اگرچہ دونوں کے طواف ایک ہی قسم کے ہوں اور دونوں کی نماز ایک ہی جنس کی یعنی واجب الطواف کی ہو کیونکہ سبب کے مختلف ہونے کی وجہ سے دونوں کی نماز مختلف ہے جیسا کہ عصر کی نماز پڑھنے والے شخص کے پیچھے ظہر کی نماز کی اقتدا درست نہیں ہے [۳]

(۱۰) اور اگر کسی بے سمجھ بچہ کی طرف سے طواف کیا تو اس کی طرف سے طواف کی دو رکعتیں ادا نہ کرے اس لئے کہ ہمارے فقہا کے نزدیک نماز و روزہ کی عبادت میں نیابت درست نہیں ہے [۴]

(۱۱) اور چاروں ائمہ رحمہم اللہ کے نزدیک مستحب یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت کرتے ہوئے پہلی رکعت میں سورۃ الکٰفرون اور دوسری رکعت میں سورۃ الاخلاص پڑھے اور اگر ان کے علاوہ کوئی اور سورتیں پڑھے تب بھی جائز ہے اور مستحب ہے کہ دوگانۂ طواف کے بعد اپنے لئے، اپنے عزیز و اقارب و مشائخ و احباب اور تمام مومن و مسلمان مردوں اور عورتوں کے لئے بالعموم دعا مانگے اور جو دعا چاہے مانگے اور اس مقام پر دعائے حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مانگنا مستحب ہے [۵]

(یہ دعا طواف کی کیفیت و ترکیب مع ادعیۃ الحج کے بیان میں درج ہے، مؤلف)

---

[۱] بحر و ش و غنیہ بتصرف۔ [۲] لباب و شرحہ فی مسائل شتیٰ من الطواف و بحر و ش و غنیہ و حیات [۳] لباب و شرحہ و ش و غنیہ [۴] لباب و شرحہ و فتح و بحر و غنیہ [۵] لباب و شرحہ و ش۔

واجباتِ طواف کا حکم طواف کے واجبات کا حکم یہ ہے کہ اگر ان میں سے کسی ایک واجب کو بھی ترک کر دے گا تو طواف کے فرائض ادا ہو جانے کی وجہ سے وہ طواف صحیح ہو جائے گا لیکن وہ شخص گنہگار ہو گا اور جبتک وہ شخص مکہ مکرمہ میں رہے ترکِ واجب کی وجہ سے اس طواف کا اعادہ اس پر واجب ہو گا، اگر اس کا اعادہ نہیں کرے گا اور اپنے وطن واپس لوٹ آئے گا تو اس پر جزا لازم ہو گی (جس کی تفصیل پہلے بیان ہو چکی اور جنایات کے بیان میں بھی مذکور ہے) سوائے دوگانہ واجب الطواف کے اسلئے کہ یہ بعض کے نزدیک مستقل واجب ہے اور جبتک اس دوگانہ کو ادا نہیں کریگا اس کے ذمہ رہے گا جیسا کہ اسکی تفصیل گذر چکی ہے۔[۱]

طواف کی سنّتیں

(۱) اضطباع، جس طواف میں اضطباع مسنون ہے پورے طواف یعنی تمام چکروں میں مسنون ہے[۲] اور یہ ہر اس طواف میں سنّت ہے جس کے بعد سعی کی جائے[۳] خواہ وہ طواف حج کا ہو یا عمرہ کا ہو[۴] مثلاً طوافِ قدوم و طوافِ عمرہ یا طوافِ زیارت جبکہ سعی کو مؤخر کرے یعنی طوافِ زیارت کے بعد کرے اور ابھی اس نے سلے ہوئے کپڑے نہ پہنے ہوں[۵] یعنی جبکہ سر منڈانے سے پہلے طوافِ زیارت کرے[۶] اور جو طوافِ زیارت حلق یعنی سر منڈانے کے بعد کیا جائے اس میں اضطباع مطلقاً نہیں ہے خواہ سعی پہلے کر لی ہو یا طوافِ زیارت کے بعد کرے اس لئے کہ وہ احرام سے باہر ہو چکا ہے اور سلے ہوئے کپڑے پہن چکا ہے اور اضطباع احرام باقی رہنے کی حالت میں سنت ہے[۷] اور اسی طرح اگر کسی نے عذر کی وجہ سے سلے ہوئے کپڑے پہن لئے ہیں اس کے لئے بھی اضطباع سنت نہیں ہے[۸] کیا اس شخص کے لئے اس کے ساتھ تشبہ سنّت ہے؟ اس بارے میں ہمارے اصحاب نے کوئی ذکر نہیں کیا اور بعض شوافع نے ذکر کیا ہے کہ مردوں میں سے جس نے سلے ہوئے کپڑے نہیں پہنے اس کے لئے اضطباع سنت ہے اور جس نے سلے ہوئے کپڑے پہن لئے تو اس کے لئے اضطباع کی سنت کا ادا کرنا دشوار ہے یعنی پورے طور پر ادا کرنا پس یہ اس کے منافی نہیں ہے جو کہ بعض فقہا نے کہا ہے کہ یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ اس شخص کے لئے مشروع ہے کہ وہ اپنی احرام کی چادر کا وسطی حصہ اپنے داہنے کندھے کے نیچے سے نکالے اور چادر کے دونوں سرے بائیں کندھے پر ڈال لے اگرچہ اس کا کندھا سلے ہوئے کپڑے سے ڈھکا ہوا ہو، یہ عذر کی وجہ سے ہے" ملا علی القاریؒ لکھتے ہیں کہ اظہر یہ ہے کہ ایسا کر لے[۹] اضطباع طواف شروع کرنے سے ذرا پہلے کر لینا چاہئے[۱۰] اور جاننا چاہئے کہ اضطباع صرف طواف کے تمام چکروں میں سنت ہے جیسا کہ ابن الضیا نے اس کی تصریح کی ہے پس جب طواف سے فارغ ہو جائے تو اضطباع کو ترک کر دے حتیٰ کہ اگر دوگانہ طواف اضطباع کی حالت میں پڑھے تو مونڈھے کھُلے ہوئے ہونے کی وجہ سے مکروہ ہو گا اور سعی میں اضطباع نہیں ہے[۱۱]

(۲) طواف کے پہلے تین چکروں میں رمل کرنا اور باقی چکروں میں نہ کرنا[۱۲] یعنی باقی چار چکروں میں رمل نہ کرنا بلکہ

---

[۱] مؤلف عن حیات و لباب و شرحہ و غیرہا [۲] لباب و شرحہ تصرفاً [۳] لباب و ش و غنیہ [۴] حیات [۵] لباب و شرحہ و ش و غنیہ [۶] غنیہ [۷] لباب و شرحہ و غنیہ ملتقطاً [۸] غنیہ [۹] شرح اللباب و منحہ و ش و غنیہ [۱۰] فتح و بحر و ش و غنیہ [۱۱] شرح اللباب فی صفۃ الطواف و ش۔

[۱۲] بحر و لباب و غیرہما۔

اطمینان و وقار کے ساتھ چلنا اور جس طواف کے بعد سعی نہ کرنی ہو اس کے تمام چکروں میں رمل نہ کرنا اور اضطباع و رمل حج اور عمرہ کے طواف کی سنتیں ہیں کیونکہ یہ دونوں اس طواف کی سنتیں ہیں جس کے بعد سعی کرنی ہو[1] اصول یہ ہے کہ جس طواف کے بعد سعی کرنی ہو اس طواف میں اضطباع و رمل کرنا سنت ہے اور جس طواف کے بعد سعی نہ کرنی ہو اس میں یہ دونوں امر سنت نہیں ہیں پس اگر کسی نے حج کی سعی طوافِ زیارت سے پہلے کرلی ہے تو طوافِ زیارت میں رمل نہ کرے اگرچہ اس نے سعی کے ساتھ والے طواف میں رمل نہ کیا ہو اور اگر حج پر روانگی سے قبل کے طواف میں رمل کرلیا لیکن سعی نہیں کی تو وہ طوافِ زیارت میں رمل بھی کرے[2] (کیونکہ پہلے طواف میں رمل کرنا لغو ہوگیا اور اب طوافِ زیارت کے بعد سعی کرے گا اس لئے طوافِ زیارت میں رمل بھی کرے گا، مؤلف) اور یہ جو اوپر کہا گیا ہے کہ باقی کے چار چکروں میں رمل نہ کرے اس میں اشارہ ہے کہ اگر پہلے چکر میں رمل ترک کردیا یا رمل کرنا بھول گیا پھر یاد آیا تو اس کے بعد کے صرف دو چکروں میں رمل کرے (اور اسی طرح اگر شروع کے دو چکروں میں بھول گیا پھر یاد آیا تو صرف تیسرے چکر میں رمل کرے باقی کسی چکر میں رمل نہ کرے، مؤلف) اور اگر پہلے تین چکر بغیر رمل کے کئے تو باقی چکروں میں رمل نہ کرے اس لئے کہ باقی (آخری) چار چکروں میں رمل نہ کرنا سنّت ہے اگر ان آخری چکروں میں رمل کیا تو وہ دو سنتوں کا تارک ہوگا (یعنی پہلے تین چکروں میں رمل کرنے اور آخری چکروں میں رمل نہ کرنے کی سنّت کا تارک ہوگا، مؤلف) اور سنّت کا ترک (دو سنتوں کے ترک سے) اسہل ہے[3] اور اگر طواف کے تمام چکروں میں رمل کیا تو اس پر کوئی جزا لازم نہیں ہوگی اور یہ مخالفِ سنّت ہونے کی وجہ سے مکروہ تنزیہی ہونا چاہئے[4] اور اگر طواف میں ازدحام (ہجوم) زیادہ ہو تو رمل کو ترک کردے یعنی ہجوم کی جگہ میں آہستہ چلے اور جب رمل کا موقع میسر آجائے تو رمل کرے اور اس مسئلہ کی تفصیل اس طرح ہونی چاہئے کہ اگر طواف شروع کرنے سے پہلے ہجوم زیادہ ہو تو رمل کے موقع کی انتظار میں ٹھہرا رہے اور طواف شروع نہ کرے اس لئے کہ طواف کے لئے جلدی کرنا مستحب ہے پس اس کو رمل کے لئے جو کہ سنّتِ مؤکدہ ہے ترک کردے اور اگر طواف کے دوران میں ہجوم زیادہ ہوجائے تو نہ رُکے تاکہ طواف کے چکروں میں موالات (پے در پے ہونا) ترک نہ ہوجائے پس جس قدر جگہ میں رمل پر قادر ہو رمل کرلے اور جس قدر جگہ میں رمل پر قادر نہ ہو رمل کو ترک کردے اور آہستہ چلے[5] (اضطباع اور رمل کی کیفیت کیفیتِ حج کے بیان میں طواف کی کیفیت میں مذکور ہے، مؤلف)

(۳) طواف شروع کرتے وقت حجرِ اسود کے سامنے منھ کرنا سنّت ہے لیکن طواف کے درمیان میں (ہر چکر میں جب حجرِ اسود کے محاذ میں آئے تو) حجرِ اسود کی طرف منھ کرنا مستحب ہے[6]

(۴) حجرِ اسود کے سامنے تکبیر کہنا مطلقاً سنت ہے[7] (یعنی شروع میں بھی اور ہر چکر میں بھی جب حجرِ اسود کے سامنے آکر تکبیر کہنا سنت ہے، مؤلف)

---

[1] لباب وشرحہ بزیادۃ عن غنیہ [2] غنیہ [3] بحروش تصرفاً وزیادۃ [4] بحروش [5] ش ومنحہ ولباب وشرحہ فی صفۃ الطواف ملتقطاً وتغیراً۔ [6] لباب وشرحہ وغنیہ بتصرف [7] غنیہ۔

(۵) طواف شروع کرتے وقت ابتدا میں حجرِ اسود کے سامنے کھڑے ہو کر تکبیر کہتے وقت دونوں ہاتھوں کا اُٹھانا [۱] یعنی نماز کی تکبیر تحریمہ کی طرح دونوں ہاتھ دونوں کانوں تک یا دونوں کندھوں تک اُٹھانا، یہ دونوں روایتیں صحیح ہیں، دونوں ہاتھوں کی ہتھیلیاں حجرِ اسود و خانۂ کعبہ کی طرف کرے، دونوں ہاتھوں کو نیت سے پہلے نہ اُٹھائے اور نیت کے وقت حجرِ اسود کے سامنے آنے سے پہلے بھی نہ اُٹھائے کیونکہ یہ بدعت ہے بلکہ نیت کے وقت دونوں ہاتھ اس وقت اُٹھائے جبکہ حجرِ اسود کے سامنے کھڑا ہو کر تکبیر کہنے کے متصل ہی نیت کرے [۲]

(۶) حجرِ اسود کا استلام یعنی حجرِ اسود کو بوسہ دینا اور اس پر سجدہ کرنا مطلقاً سنت ہے لیکن اس پر سجدہ کرنے کی روایت غیر مشہور ہے۔ اور مطلقاً کہنے سے مراد یہ ہے کہ خواہ طواف کے شروع میں یا درمیان یا آخر میں ہر چکّر کے ساتھ استلام سنت ہے اگرچہ بعض چکّروں میں استلام بعض سے زیادہ مؤکد ہے بلکہ بعض کے نزدیک اول و آخر کے چکّر میں استلام سنت ہے اور باقی میں مستحب و ادب ہے [۳] پس اگر کسی نے حجرِ اسود کا استلام کر کے طواف شروع کیا اور استلام کے ساتھ ہی ختم کیا اور درمیان کے چکّروں میں استلام نہ کیا تو اس کے لئے کافی ہے یا کافی ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اس پر کوئی جزا لازم نہیں ہوگی اور اگر بالکل ترک کر دیا یعنی کسی چکر کے ساتھ بھی نہ کیا تو اُس نے بُرا کیا [۴] اور ممکن ہے کہ مطلقاً کہنے سے مراد یہ ہو کہ بوسہ دینا اور سجدہ کرنا اور دونوں کا نہ کرنا برابر ہے [۵] اور استلام یعنی بوسہ دینے کی کیفیت یہ ہے کہ اپنی دونوں ہتھیلیاں حجرِ اسود پر رکھے اور اپنا مُنھ اپنی دونوں ہتھیلیوں کے درمیان میں رکھے اور چومنے کی آواز نکالے بغیر بوسہ دے [۶] جب یہ دونوں باتیں یعنی دونوں ہتھیلیوں کا رکھنا اور بوسہ دینا میسّر ہو جائیں تب ایسا کرے ورنہ اپنی ہتھیلی سے حجرِ اسود کو مس کرے اور اس ہتھیلی کو بوسہ دے لے [۷] پس اگر حجرِ اسود کو بوسہ دینا دوسرے کو اذیّت دیئے بغیر یا خود اذیّت اٹھائے بغیر ممکن نہیں ہے یا مطلقاً بوسہ دینے پر قادر نہیں ہے تو اپنے دونوں ہاتھ یا ایک ہاتھ حجرِ اسود پر رکھے پھر ان دونوں ہاتھوں یا ایک ہاتھ کو بوسہ دے لے اور ایک ہاتھ رکھنے کی صورت میں اَولیٰ یہ ہے کہ دایاں ہاتھ ہو اس لئے کہ جن کاموں میں شرافت ہے ان میں دایاں ہاتھ استعمال کیا جاتا ہے اور یہ وجہ بھی ہے کہ حجرِ اسود یمین اللہ ہے جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ اپنے بندے سے مصافحہ کرتا ہے اور مصافحہ دائیں ہاتھ سے کیا جاتا ہے اور اگر دونوں ہاتھ یا ایک ہاتھ کا رکھنا بھی ممکن نہ ہو تو اپنے ہاتھ کو کسی چیز مثلاً چھڑی یا چھتری وغیرہ سے حجرِ اسود کو مس کرے پھر اس چھتری وغیرہ کو بوسہ دے لے اور کسی چیز سے مس کرنے پر بھی قادر نہ ہو تو اپنے دونوں ہاتھوں کی ہتھیلیوں کو حجرِ اسود کی طرف کرے اور خیال کرے کہ یہ دونوں ہتھیلیاں گویا کہ حجرِ اسود پر رکھی ہوئی ہیں یعنی اپنے دونوں ہاتھ کندھوں یا کانوں کے برابر اٹھائے اور اپنی ہتھیلیوں کا رخ حجرِ اسود کی طرف اس طرح سے کرے جیسا کہ ان سے حجرِ اسود کی طرف اشارہ کر رہا ہے اور ہاتھوں کی پشت اپنے چہرے کی طرف ہو یہی ماثور طریقہ ہے پھر ان دونوں ہتھیلیوں کو بوسہ دے لے [۸]

---

[۱] غنیہ ولباب وشرحہ [۲] غنیہ وش ولباب وشرحہ تصرفاً [۳] لباب وشرحہ و غنیہ وبحر ملتقطاً [۴] غنیہ بزیادۃ عن شرح اللباب۔ [۵] شرح اللباب [۶] در وش ولباب وشرحہ [۷] لباب وشرحہ وغنیہ [۸] در وش تصرفاً۔

(۷) طواف اور سعی کے درمیان استلام کرنا، یہ اس شخص کے لئے سنّت ہے جو اس طواف کے بعد سعی کرے [1] اور اصل اس میں یہ ہے کہ جس طواف کے بعد سعی کی جائے اس کا دوگانۂ طواف پڑھنے کے بعد حجرِ اسود کے استلام کی طرف لوٹے ورنہ نہیں [2]

(۸) حجرِ اسود سے طواف کی ابتدا کرنا، صحیح قول کی بنا پر یہ سنّت ہے [3] بخلاف اس کے جس نے کہا کہ یہ شرط ہے یا فرض یا واجب کہا ہے، کنز کی شرح مطلب الفائق میں ذکر کیا ہے کہ اصح یہ ہے کہ یہ شرط ہے اور ابن الہمام نے فتح القدیر میں کہا ہے کہ حجرِ اسود سے طواف کرنا واجب ہے اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو کبھی ترک نہیں کیا ہے اور اسی کی مثل بحر الرائق میں ہے اور فتح القدیر میں دوسری جگہ ذکر کیا ہے کہ امام محمد رحمہ اللہ نے رقیات میں ذکر کیا ہے کہ اگر طواف کو حجرِ اسود کی بجائے کسی اور جگہ سے شروع کیا جائے تو اس کے لئے کافی نہیں ہے پس امام محمدؒ نے اس کو شرط قرار دیدیا ہے اور اگر یہ کہا جائے کہ یہ واجب ہے تو کوئی بعید نہیں ہے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اس پر مواظبت فرمانا اور کبھی بھی ترک نہ کرنا اس کے وجوب کی دلیل ہے، حاصل یہ ہے کہ صاحب فتح القدیر نے اس کے وجوب کو اختیار کیا ہے اور منہاج میں وجیز سے نقل کرتے ہوئے اسی کی تصریح کی ہے اور یہی اشبہ و اعدل ہے اور یہی معتمد ہونا چاہئے اور بحر و نہر و تنویر و دُر و مراقی الفلاح میں بھی اس کے وجوب پر جزم (اعتماد) کیا ہے حتیٰ کہ درمختار میں کہا ہے کہ اگر حجرِ اسود کے سوا کسی اور جگہ سے ابتدا کی تو جب تک مکہ مکرمہ میں ہے اس طواف کا اعادہ کرے اور اگر اعادہ کئے بغیر مکہ مکرمہ سے چلا گیا تو اس پر دم واجب ہے لیکن اکثر فقہا اس بات پر ہیں کہ حجرِ اسود سے طواف کا شروع کرنا شرط نہیں ہے بلکہ ظاہر الروایت میں یہ سنّت ہے اور اس کا ترک کرنا مکروہ ہے اور اکثر مشائخ اسی پر ہیں اور لباب المناسک میں اسی کی تصحیح کی گئی ہے جیسا کہ اس میں ہے کہ یہی صحیح ہے پس جو ابن الہمامؒ وغیرہ نے اختیار کیا ہے وہ دلیل کے اعتبار سے اظہر ہے اگرچہ اکثر مشائخ پہلے قول پر ہیں یعنی سنت ہونے کے قائل ہیں [4] پس طواف کا حجرِ اسود سے شروع کرنا ہمارے اکثر مشائخ کے نزدیک سنت ہے حتیٰ کہ اگر طواف حجرِ اسود کے علاوہ کسی اور جگہ سے شروع کیا تو جائز ہے اور مکروہ ہے [5] جیسا کہ اگر کسی نے رکنِ یمانی سے طواف شروع کیا اور وہیں پر ختم کیا تو اکثر مشائخ اس پر ہیں کہ جائز ہے اور اس پر کوئی جزا لازم نہیں ہے لیکن طواف کی ابتدا، حجرِ اسود سے شروع کرنا واجب ہونے کے قول کی بنا پر رکنِ یمانی سے شروع کرنا اور وہیں ختم کرنا مکروہ تحریمی ہے اور سنت ہونے کے قول پر مکروہ تنزیہی ہے [6] اور حجرِ اسود سے مراد خانۂ کعبہ کا وہ رکن (کونہ) ہے جس میں حجرِ اسود نصب کیا ہوا ہے اگر نعوذ باللہ حجرِ اسود کو اس کی جگہ سے ہٹا دیا جائے تب بھی طواف کی ابتدا اسی رکن (کونے) سے لازم (یعنی سنّت) ہوگی [7]

(۹) موالات یعنی طواف کے تمام چکروں کا اور ان چکروں کے اجزا کا پے درپے ادا کرنا اور اسی طرح سعی کے چکروں کا پے درپے کرنا اور طواف کے بعد متصل ہی سعی کرنا (خواہ سعی حج کی ہو یا عمرہ کی) لیکن طواف اور سعی میں موالاۃ (متصل ہونا) میں وسعت ہے بخلاف چکروں میں اور چکروں کے اجزا میں موالات کے اور ظاہر ہے کہ موالات سے مراد موالاتِ عرفیہ ہے یہ مراد نہیں کہ بالکل فاصلہ ہی نہ ہو اس لئے اثنائے طواف میں پانی پینے وغیرہ کی اجازت ہے [8]

---

[1] لباب و شرحہ تصرفاً و غنیہ و حیات [2] شرح اللباب فی صفۃ الطواف و غنیہ [3] لباب لباب و شرحہ من شرائط الطواف وغیرہ و فتح و بحر و ش و غنیہ ملتقطاً و تصرفاً شرع [6] غنیہ بتصرف و زیادۃ [7] غنیہ [8] لباب و شرحہ و غنیہ و حیات [4] فتح القدیر و بحر الرائق و شامی کے مطابق ہم نے اس کو مستحبات میں بھی لکھا ہے (مؤلف)

(۱۰) بدن ولباس ومکانِ طواف کا نجاستِ حقیقیہ سے پاک ہونا سنتِ مؤکدہ ہے [۱] اور بعض نے کہا کہ نجاستِ حقیقیہ سے طہارت واجب ہے خواہ پہنے ہوئے کپڑے ہوں یا اعضائے بدن ہوں یہ حکم سب میں برابر ہے اور بعض کے نزدیک اجزائے زمین (مکانِ طواف) کا بھی یہی حکم ہے لیکن اکثر فقہا اس پر ہیں کہ لباس وبدن ومکانِ طواف میں طہارت کا ہونا سنتِ مؤکدہ ہے [۲] بدائع میں کہا ہے کہ نجاست (حقیقیہ) سے طہارت بالاجماع طواف کے جائز ہونے کی شرط نہیں ہے پس اس کا حاصل کرنا فرض نہیں ہے اور واجب بھی نہیں ہے لیکن سنت ہے حتیٰ کہ اگر کسی نے اس حالت میں طواف کیا کہ اس کے کپڑے پر مقدارِ درہم سے زیادہ نجاست ہے تو اس کا طواف جائز ودرست ہے اور اس پر کچھ جزا لازم نہیں ہے لیکن مسجد میں نجاست داخل کرنے کی وجہ سے مکروہ ہے اگرچہ قدرِ درہم سے بھی کم ہو [۳] یہ حکم کپڑے اور بدن میں نجاست کے متعلق ہے جیسا کہ ہمارے اصحاب نے ان دونوں باتوں کی تصریح فرمائی ہے البتہ مکانِ طواف کے نجاست سے پاک ہونے کے متعلق کوئی روایت نہیں ہے لیکن شارح لباب المناسک [۴] نے اس کو بھی سننِ طواف میں شمار کیا ہے [۵] اور کہا ہے کہ عز بن جماعہ نے صاحب الغایہ کی طرف سے روایت کی ہے کہ اگر طواف کی جگہ میں نجاست ہوگی تو اس کا طواف باطل نہیں ہوگا، یہ روایت اس کے شرط اور فرض ہونے کی نفی کرتی ہے اور اس روایت کی بنا پر اس کے واجب یا سنت ہونے کا احتمال ہے اور شوافع کے نزدیک اس کا واجب نہ ہونا ارجح ہے [۶]

مستحباتِ طواف

(۱) طواف حجرِ اسود کے داہنی طرف سے شروع کرنا یعنی حجرِ اسود کی وضع کے اعتبار سے داہنی طرف ہو کیونکہ وہ بابِ کعبہ کے داہنی طرف واقع ہے، حجرِ اسود کی طرف منھ کرنے والے کی داہنی طرف مراد نہیں ہے [۷] یعنی حجرِ اسود کے اس کنارے سے طواف شروع کرے جو رکنِ یمانی کی طرف ہے پس اس طرح طواف کرنے والے کا تمام بدن حجرِ اسود کے سامنے سے ہو کر گزرے گا اور اس طرح وہ ان فقہاء کے خلاف عمل کرنے سے بچ جائے گا جن کے نزدیک تمام بدن کا حجرِ اسود کے سامنے سے گزرنا شرط ہے [۸] (اس کی مزید تشریح کیفیتِ حج کے بیان میں طواف کی کیفیت میں ملاحظہ فرمائیں ہؤلف)

(۲) تین بار حجرِ اسود کو بوسہ دینا اور تین دفعہ اس پر سجدہ بھی کرنا [۹] یعنی حجرِ اسود کو بوسہ دینا سنّتِ مؤکدہ ہے کیونکہ احادیث میں اس کا ثبوت ہے اور بوسہ کا تین بار ہونا مستحب ہے اور تین دفعہ بوسہ کے ساتھ حجرِ اسود پر سجدہ کرنا بھی مستحب ہے لباب المناسک میں اس پر اعتماد کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ مستحب ہے اور بوسہ کے ساتھ تین دفعہ اس کا تکرار کیا جائے اور بحر میں اس پر اعتماد کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر عمل فرمایا ہے اور آپ کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے بھی اس پر عمل فرمایا ہے جیسا کہ حاکم نے اس کو روایت کیا ہے اور اس کی تصحیح کی ہے اور جمہور اہلِ علم اس کے مستحب ہونے کے قائل ہیں۔

---

[۱] لباب وشرحہ بزیادۃ عن غنیہ [۲] لباب وشرحہ بزیادۃ عن در [۳] بدائع وش وغنیہ ملتقطاً [۴] ملا علی قاری رحمہ اللہ [۵] غنیہ بزیادۃ عن شرح اللباب [۶] شرح اللباب وش [۷] لباب وشرحہ [۸] ع وغنیہ وغیرہما [۹] لباب وحیات تصرفاً [۱۰] لباب وشرحہ وش ملتقطاً وملخصاً۔

(۳) بغیر بوسہ دیئے اور پیشانی لگانے کے رکنِ یمانی کا استلام کرنا (یعنی ہاتھ سے مس کرنا) [1] ہر چکر میں ایسا کرنا مستحب ہے اور استلام سے مراد یہاں یہ ہے کہ اپنے دونوں ہاتھوں کی ہتھیلیوں سے یا صرف دائیں ہاتھ کی ہتھیلی سے رکنِ یمانی کو مس کرے بائیں ہاتھ کی ہتھیلی سے مس نہ کرے اس کو بوسہ بھی نہ دے اور نہ اس پر سجدہ کرے یہ ظاہر الروایت ہے اور یہی صحیح ہے اور جب ہجوم کی وجہ سے اس کو مس کرنے سے عاجز ہو تو اشارہ سے اس کا استلام کرنا اس کا قائم مقام نہیں ہے [2] اور ہجوم نہ ہونے کی صورت میں اور جبکہ وہ مس کرنے سے عاجز نہ ہو اشارہ سے استلام کرنا بدرجہ اولیٰ غیر معتبر ہے پس بعض جاہل و متکبر لوگ جو ایسا کرتے ہیں اُن کے فعل سے دھوکا نہیں کھانا چاہیئے [3] (اور اس بدعت سے بچنا چاہیے مؤلف)

(۴) طواف کرتے ہوئے ماثورہ و غیر ماثورہ اذکار و ادعیہ کا پڑھنا [4] اور استحباب کامل ماثورہ اذکار و دعاؤں کا پڑھنا ہے [5] اگر تمام طواف میں اذکار اور دعائیں نہ پڑھیں اور خاموش رہا تو کوئی مضائقہ نہیں ہے [6] اور طواف کرتے ہوئے اذکار میں مشغول ہونا قرآن مجید کی تلاوت کرنے سے افضل ہے اس لئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے حج و عمرہ کے طوافوں میں ایسا ہی عمل فرمایا ہے [7] اور اگر اپنے دل میں قراءتِ قرآن پاک کرے تو کوئی مضائقہ نہیں ہے [8] حاصل یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ ہی افضل ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے طواف کرتے ہوئے تلاوتِ قرآن مجید کرنا ثابت نہیں ہے بلکہ ذکر ثابت ہے اور یہی سلف سے متوارث و مروّج ہے اور اس پر اجماع ہے پس یہی اولیٰ ہے [9] اس سے ظاہر ہوا کہ طواف میں قراءتِ قرآن مجید خلافِ اولیٰ ہے اور ذکر اس سے افضل ہے خواہ وہ ذکر ماثور ہو یا غیر ماثور جیسا کہ اطلاق کا مقتضیٰ ہے لیکن ایسی آیات جن میں ذکرِ الٰہی ہے ان کا ذکر کے قصد سے پڑھنا خلافِ اولیٰ نہیں ہے اس لئے کہ ظاہر ہے کہ قراءت سے منع کرنے سے مراد وہ قراءت ہے جس میں ذکر نہ ہو، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے رکنِ یمانی اور حجرِ اسود کے درمیانی حصہ میں رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا الآیہ پڑھنا صحیح روایتوں سے ثابت ہے اور یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اکثر دعا تھی شاید آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس آیتِ مبارکہ کو ذکر کے قصد سے یا جواز کے اظہار کے لئے پڑھتے ہوں غور کر لیجئے [10]

(۵) طواف میں اذکار اور دعاؤں کا آہستہ و پوشیدہ پڑھنا مستحب ہے لیکن اگر جہر (بلند آواز) سے اذکار اور دعائیں پڑھنے کی وجہ سے طواف کرنے والوں اور نمازیوں کو پریشانی و خلل لاحق ہوتا ہو تو اس وقت آہستہ پڑھنا واجب ہو جائے گا [11] اور شاید آہستہ و پوشیدہ پڑھنا مستحب ہونے سے مراد اخفا یعنی پوشیدہ پڑھنے میں مبالغہ کرنا ہو تاکہ سمعہ و ریا (سنانے اور دکھاوے) سے بچا رہے [12] کیونکہ اذکار میں اصل یہی ہے کہ خفیہ و پوشیدہ طور پر ہوں تاکہ ریا و سمعہ سے بچا رہے [13]

(۶) مرد کے لئے مستحب یہ ہے کہ بیت اللہ شریف کے قریب ہو کر طواف کرے بشرطیکہ اس سے کسی کو تکلیف نہ ہو اور عورت کے لئے مستحب یہ ہے کہ اگر مردوں کا ہجوم زیادہ ہو یا عورتوں کے لئے طواف کا وقت مخصوص نہ ہو اور مطاف مردوں سے

---

[1] لباب و شرح [2] شرح اللباب ملخصاً و ش [3] شرح اللباب تصرفاً [4] لباب و شرح و غنیہ و حیات [5] ش [6] غنیہ و لباب و شرح بتصرف [7] شرح اللباب من صفۃ الطواف تصرفاً [8] لباب فی المکروہات و ش [9] فتح و ش و شرح اللباب و غنیہ [10] ش و غنیہ تصرفاً [11] لباب و شرح تصرفاً و غنیہ [12] شرح اللباب [13] حیات۔

خالی نہ ہو تو خانہ کعبہ سے دور رہ کر طواف کرے (یعنی مطاف کے کنارے کے قریب سے طواف کرے مؤلف) اور عورت کو رات کے وقت میں طواف کرنا مستحب ہے خواہ وہ بوڑھی ہی ہو اور پردہ یعنی نقاب وغیرہ کے ساتھ ہو کیونکہ یہ وقت عورت کیلئے زیادہ پردہ کا باعث ہے [۱]

(۷) طواف شاذروان (بیت اللہ کے پشتہ) کے باہر سے کرنا (یعنی طواف میں خانہ کعبہ کے ساتھ شاذروان بھی شامل کرنا) تاکہ فقہا کے خلاف سے بچ جائے کیونکہ خلافِ فقہا سے بچنا بالاجماع مستحب ہے [۲] اور شاذروان ذال معجمہ کی فتح کے ساتھ ایک مسنّم پشتہ ہے جو بیت اللہ شریف کی دیوار کے عرض سے خارج باہر کی طرف ہے اس کا عرض دو ثلث ذراع (۲/۳ ہاتھ) ہے اور ہاتھ بعض کے نزدیک چوبیس انگشت کا ہوتا ہے یہ خانہ کعبہ کی تین جانب یعنی غربی و یمانی و باب کعبہ کی جانب ہے حطیم کی جانب نہیں ہے بعض نے کہا ہے کہ یہ بھی حطیم کی طرح خانۂ کعبہ کا جزو ہے قریش مکہ نے تعمیر کعبہ کے وقت اس کو عرض میں سے چھوڑ دیا تھا امام شافعیؒ کے نزدیک یہ بیت اللہ شریف کا جزو ہے اگر طواف کرنے والے کے بدن کا کچھ حصہ بلکہ اس کے کپڑے کا کچھ حصہ شاذروان پر سے گذرے گا تو امام شافعیؒ کے نزدیک اس کا طواف درست نہیں ہوگا۔ اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک شاذروان بیت اللہ کا جزو نہیں ہے بلکہ یہ ایک پشتہ ہے جو سیلاب سے حفاظت کے لئے کعبۂ معظمہ کے گرد بنایا گیا ہے لیکن طواف کرنے والے کو چاہئے کہ اس کے باہر سے طواف کرے تاکہ فقہا کے خلاف عمل کرنے سے بچ جائے [۳]

(۸) اگر طواف کا اکثر حصہ یعنی چار چکر پورے کرنے سے پہلے ترک کر دیا خواہ عذر سے ترک کیا ہو یا بغیر عذر کے یا پورا طواف یا اس کا بعض حصہ مکروہ طریقہ پر ادا کیا ہو تو ان صورتوں میں طواف نئے سرے سے کرنا [۴] کیونکہ جو طواف مکروہ طریقہ پر ادا کیا گیا ہو اس کو صحیح یعنی غیر مکروہ طریقہ سے لوٹانا مستحب ہے [۵]

(۹) غیر ضروری مباح کلام کو ترک کرنا کیونکہ یہ خضوع کے منافی ہے [۶]

(۱۰) ہر وہ کام جو خشوع اور عاجزی کے منافی ہے اس کو ترک کرنا مثلاً ڈھاٹا باندھنا اور بلا ضرورت اِدھر اُدھر کے لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر دیکھنا اور کوٹھے (کوکھ) یا گدی وغیرہ پر ہاتھ رکھنا [۷] اور اسی طرح منھ پر ہاتھ رکھنا اور ایک ہاتھ کی انگلیوں کو دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں داخل کرنا وغیرہ بھی ترک کرے [۸] (فائدہ) یہ جو بعض لوگوں نے گمان کیا ہے کہ طواف کی حالت میں نماز کی طرح ناف پر باندھنا مستحب ہے یہ غیر معتبر اور مکروہ فعل ہے اس لئے کہ یہ فعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے متواتر عمل یعنی ہاتھ لٹکے ہوئے رکھنے کے بالکل برخلاف ہے [۹] کیونکہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ ناف پر باندھے ہوتے تو صحابۂ کرامؓ ضرور آپ کی اقتدا کرتے اور سلفِ عظامؒ صحابۂ کرامؓ کا اتباع ضرور کرتے اور علمائے اسلام ضرور اس کی روایت ہم تک نقل کرتے حالانکہ چاروں ائمہ کرام اور ان کے متبعین فقہائے امت نے طواف کے لئے نماز کی طرح ہاتھوں کا ناف پر رکھنا نہ سننِ طواف میں ذکر کیا اور نہ مستحبات و آداب میں، پس اس سے معلوم ہوا کہ

---

[۱] لباب و شرحہ بزیادۃ عن غنیہ [۲] لباب و شرحہ [۳] ش و حیات ملتقطاً [۴] لباب و شرحہ و غنیہ [۵] حیات [۶] لباب و شرحہ و غنیہ [۷] لباب و شرحہ و غنیہ و حیات۔
[۸] حیات [۹] لباب و شرحہ و غنیہ تصرفاً و ملخصاً۔

یہ فعل غیر مشروع ہے اور اس حکم کے خلاف نقل کرنا صریحاً ممنوع ہے کیونکہ اس فعل کا ارتکاب عوام کو اس وہم میں ڈالتا ہے کہ یہ نیک کام ہے [1] لیکن اگر کوئی شخص ادب و تعظیم کی رعایت کی نیت سے اور حضورِ قلب کے حصول کے لئے ہاتھ باندھ لے تو کوئی مضائقہ نہ ہوگا اور شیخ ملا علی القاری رحمہ اللہ نے جو اس کی مطلق کراہت کا حکم لگایا ہے وہ محل نظر ہے واللہ تعالیٰ اعلم [2] (یعنی سنت و مستحب سمجھ کر ایسا نہ کرے بلکہ اس زمانہ میں اس کا نہ کرنا ہی مناسب ہے ورنہ عوام الناس دیکھیں گے تو اس کو شرع کا حکم سمجھ کر کرنے لگیں گے اس لئے فی زماننا احتیاطاً اس کا ترک کرنا ہی ادب ہے واللہ اعلم بالصواب، مؤلف)

(۱۱) ہر اس چیز سے نظر کو بچانا جو حضورِ قلب اور دل کی جمعیت میں مخل ہو [3] اور چاہئے کہ اپنی نگاہ کو اپنے چلنے کی جگہ کے علاوہ اِدھر اُدھر نہ گذارے جیسا کہ نماز کی حالت میں اپنے سجدہ کی جگہ سے آگے نظر نہ گذارنی چاہئے کیونکہ یہ ایک ایسا ادب ہے کہ جس سے جمعیتِ قلب حاصل ہوتی ہے [4]

(۱۲) اپنے طواف کو ہر اس چیز سے پاک صاف رکھنا چاہئے جس کو شرع شریف پسند نہیں کرتی خواہ وہ قول ہو یا فعل اور ظاہری طور پر ہو یا باطنی طور پر، اور مردوں اور عورتوں کی طرف شہوت کی نظر سے دیکھنے سے بچنا چاہئے اور جس شخص کی پیدائش یا ہیئت میں کوئی نقص ہو یا کوئی شخص حج و عمرہ کے مناسک جاہلانہ طریق پر کرتا ہو تو اس کی تحقیر و تذلیل نہیں کرنی چاہئے اور جاہلانہ طریقہ پر مناسک ادا کرنے والے کو لطف و نرمی اور سہولت سے سکھانا چاہئے [5] اجنبی عورت اور امرد لڑکے کی طرف شہوت کے ساتھ نظر کرنے سے بچنا ہر حال میں واجب ہے اور طواف کی حالت میں خاص طور پر واجب ہے [6]

(۱۳) ہر طواف کے ختم کے بعد ملتزم سے لپٹنا [7]

(۱۴) نماز دوگانہ واجب الطواف ادا کرنے کے بعد آبِ زمزم پینا [8]

(۱۵) جس طواف کے بعد سعی کرنی ہے اس طواف و دوگانۂ طواف کے بعد سعی کے لئے جانے سے پہلے حجرِ اسود کی طرف لوٹنا یعنی اس کا استلام کرنا، اگر سعی نہیں کرنی ہے تو پھر یہ استلام نہ کرے [9] (۱۶) طواف میں نزدیک نزدیک قدم رکھنا [10] (۱۷) شدید گرمی یا بارش کی حالت میں طواف کرنے کی زیادہ فضیلت ہے جیسا کہ روایات میں آیا ہے [11]

مباحاتِ طواف

مباحاتِ طواف مندرجہ ذیل ہیں (۱) مباح کلام کرنا [10] یعنی بقدرِ ضرورت مباح کلام کرنا اور غیر ضروری مباح کلام کو ترک کرنا مستحب ہے [11] (جیسا کہ مستحباتِ طواف میں بیان ہو چکا ہے، مؤلف) پس جس کلام کے کرنے کی اس کو ضرورت ہے اس کو بقدرِ ضرورت کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے [12] یعنی یہ مباح ہے [13] (۲) سلام کرنا [14] لیکن جو شخص اللہ تعالیٰ کے ذکر میں مشغول ہو اس کو سلام نہ کرے پس جس شخص کو سلام کیا جائے گا یا تو وہ ذکر میں مشغول ہوگا یا نہیں

---

[1] من رسالۃ ملا علی القاری مندرجۃ فی ارشاد الساری ملخصاً [2] حیات [3] لباب و شرحہ و غنیہ [4] غنیہ [5] لباب و شرحہ و غنیہ [6] حیات [7] بحر و فتح و غنیہ [8] ایضاً [9] ایضاً [10] لباب و شرحہ [11] ارشاد و شرح اللباب ملتقطاً و تصرفاً [12] شرح اللباب [13] لباب۔ [10] و [11] حیات

اگر اس کا ذکر میں مشغول ہونا معلوم ہو تو اس کو سلام کرنا مکروہ ہے ورنہ سلام کرنا سنت ہے لیکن سلام کا جواب دینا مطلق طور پر فرض کفایہ ہے [۱] (پس طواف کی حالت میں بھی جواب سلام فرض کفایہ ہے، مؤلف) ——— (۳) چھینک آنے پر چھینکنے والے کا الحمد للہ کہنا باوجودیکہ یہ بھی سلام کی طرح مطلق طور پر سنت ہے اور چھینکنے والے کے الحمد للہ کہنے کا جواب بھی جوابِ سلام کی طرح مطلق طور پر فرض کفایہ ہے (یعنی اس حالت میں بھی فرضِ کفایہ ہے) [۲] ——— (۴) مسائلِ علمیہ کا بتانا اور دریافت کرنا یعنی قواعد عربیہ وغیرہ کے متعلق علمی مسائل کا بتانا اور پوچھنا، البتہ مسائلِ شرعیہ کا جاننا (بتانا و پوچھنا) تو نفلی عبادت سے بھی افضل ہے بلکہ بعض وقت ان کا بتانا یا معلوم کرنا فرضِ کفایہ یا فرضِ عین بھی ہوتا ہے [۳] ———
(۵) کسی ضروری حاجت کے لئے طواف کو درمیان میں چھوڑ کر چلے جانا [۴] ——— (۶) پینا [۵] یعنی کوئی قلیل کام کرنا مثلاً پانی پینا وغیرہ یا کوئی تھوڑا کام جس کی ضرورت ہے کرنا [۶] ——— (۷) پاک جوتے یا موزے پہن کر طواف کرنا [۷] اگر پاک نہ ہوں تو مکروہ ہے حرام نہیں ہے جیسا کہ عوام گمان کرتے ہیں اس لئے کہ پہلے گذر چکا ہے کہ طواف میں نجاستِ حقیقیہ سے طہارت کا ہونا اکثر کے نزدیک سنتِ مؤکدہ ہے لیکن نعلین (جوتے) پہن کر طواف کرنے میں ترکِ ادب ہے اگرچہ وہ پاک ہوں جیسا کہ بدائع میں ذکر کیا ہے مگر یہ عذر نہ ہونے کی حالت پر حمل کیا جائے [۸] ——— (۸) اذکار و ادعیہ ماثورہ وغیر ماثورہ کو ترک کرنا کیونکہ اس وقت ان کی کثرت کرنا مستحب ہے [۹] یعنی ان دونوں کے ترک کرنے میں کچھ مضائقہ نہیں ہے [۱۰] پس اگر تمام طواف میں خاموش رہا تو چاروں اماموں کے نزدیک بالاتفاق اس کا طواف درست ہی [۱۱] ——— (۹) اپنے دل میں قرآن مجید کی تلاوت کرنا [۱۲] یعنی طواف کی حالت میں قرآن مجید اپنے دل میں پڑھنے کا مضائقہ نہیں ہے یہی اظہر ہے لیکن ذکر کرنا تلاوت سے افضل ہے [۱۳] ——— (۱۰) اچھا شعر پڑھنا اور اسی طرح اچھا شعر کہنا (نظم کرنا) مباح ہے [۱۴] اور اچھے شعر سے مراد وہ ہے جس کا پڑھنا یا نظم کرنا شرعاً مباح ہو [۱۵] یعنی جو حمد و ثنا وغیرہ پر مشتمل ہو [۱۶] ——— (۱۱) کسی عذر کی وجہ سے سوار ہو کر یا کسی کے کندھے وغیرہ پر چڑھ کر طواف کرنا لیکن بلا عذر ایسا نہ کرے [۱۷] ——— (۱۲) رکن یمانی کے استلام کو ترک کرنا [۱۸] پس اس کے ترک کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے اس لئے کہ یہ مستحب ہے اور مستحب کا ترک کرنا خلافِ اولیٰ ہے [۱۹]

محرماتِ طواف

وہ چیزیں جو طواف کرنے والے کے لئے حرام ہیں آٹھ ہیں: (۱) حدثِ اکبر یعنی جنابت یا حیض یا نفاس کی حالت میں

[۱] شرح اللباب بتصرف۔ [۲] غنیہ بتغیر عن شرح اللباب۔ [۳] لباب و شرحہ۔ [۴] لباب و شرحہ و غنیہ [۵] لباب۔
[۶] شرح اللباب و غنیہ عن الکبیر [۷] لباب و غنیہ [۸] لباب و شرحہ و غنیہ [۹] لباب و شرحہ من مباحاتہ و مسائل شتی للطواف ملتقطاً [۱۰] غنیہ
[۱۱] لباب و شرحہ من مباحاتہ و مسائل شتی للطواف ملتقطاً [۱۲] لباب و شرحہ و غنیہ [۱۳] شرح اللباب بتصرف [۱۴] لباب و شرحہ و غنیہ
[۱۵] شرح اللباب [۱۶] حیات [۱۷] لباب و غنیہ [۱۸] غنیہ و شرح اللباب [۱۹] شرح اللباب فی مسائل شتی للطواف۔

طواف کرنا سخت حرام ہے اور حدثِ اصغر (بے وضو ہونے) کی حالت میں طواف کرنا حرام ہونے میں اس سے کم درجہ کا ہے ان دونوں کا فرقِ جنایات کے بیان میں آئے گا انشاء اللہ تعالیٰ [1] ——— (۲) بالکل ننگا ہونے یا اس قدر ستر عورت کھلا ہونے کی حالت میں طواف کرنا جسقدر ستر کھلا ہونے سے نماز صحیح نہیں ہوتی یعنی چوتھائی عضو کی مقدار یا اس سے زیادہ کھلا ہونا [2] ——— (۳) بلا عذر سوار ہو کر یا کسی کے کندھے وغیرہ پر چڑھ کر یا پیٹ یا گھٹنوں وغیرہ کے بل چل کر یا منکوس (اُلٹا ہو کر) یا معکوس (اُلٹی طرف سے) طواف کرنا [3] ——— (۴) طواف کرتے ہوئے حطیم کے بیچ میں سے گذرنا اور حطیم کو طواف میں شامل نہ کرنا یعنی حطیم کے باہر سے طواف نہ کرنا [4] ———

(۵) طواف کا کوئی چکر یا چکر کا کچھ حصہ ترک کر دینا [5] لیکن طواف کے چار چکروں کا چھوڑ دینا حرام ہے اور تین (یا کم چکروں) کا چھوڑنا مکروہ تحریمی ہے [6] ——— (۶) حجرِ اسود کے علاوہ کسی اور جگہ سے طواف شروع کرنا اگرچہ رکنِ یمانی اور رکنِ حجرِ اسود کے درمیان سے شروع کرے [7] یعنی جن فقہا کے نزدیک حجرِ اسود سے طواف شروع کرنا شرط یا فرض ہے ان کے نزدیک تو حجرِ اسود کے علاوہ کسی اور جگہ سے شروع کرنا حرام ہے اور جن کے نزدیک واجب ہے ان کے نزدیک کسی دوسری جگہ سے شروع کرنا مکروہ تحریمی ہے اور سنت ہونے کی صورت میں مکروہِ تنزیہی ہے اور یہی صحیح ہے کہ حجرِ اسود سے ابتدا کرنا سنت ہے پس غور کر لیجئے (مؤلف) اور بعض عام لوگ جو خاص لوگوں کی شکل و ہیئت رکھتے ہیں اور طواف کی ابتدا رکنِ یمانی و رکنِ حجرِ اسود کے درمیانی حصہ سے شروع کرتے ہیں ان کے فعل سے دھوکا نہیں کھانا چاہئے کیونکہ یہ فعل اجماعِ امت کے خلاف ہے اور طواف کا جسقدر حصہ رکنِ حجرِ اسود سے پہلے کیا ہے وہ اکثر فقہا کے نزدیک حساب میں نہیں آئے گا پس غور کر لیجئے اور سمجھ لیجئے۔

——— (۷) بیت اللہ شریف کی طرف سینہ کر کے طواف کا کچھ بھی حصہ ادا کرنا حرام ہے لیکن جب حجرِ اسود کے سامنے پہنچے تو ٹھہرنے کی حالت میں حجرِ اسود کی طرف منھ کرنا جائز ہے خاصکر طواف شروع کرتے وقت [8] خلاصہ یہ ہے کہ داہنی طرف سے طواف کرنا واجب ہونے کا نتیجہ یہ ہے کہ داہنی طرف سے طواف کرنے کی بجائے اس کی مخالف صورتوں میں سے کسی صورت میں بھی طواف کرنا حرام ہے خواہ وہ مخالفت ہیئت میں ہو یا کیفیت میں اور اس حصۂ طواف کا لوٹانا واجب ہے ورنہ اس پر جزا لازم آئے گی [9] (اس کی تفصیل واجباتِ طواف میں بیان ہو چکی ہے اس کو ملاحظہ فرمائیں مؤلف)

——— (۸) طواف میں جو چیزیں واجب ہیں ان میں سے کسی کو ترک کرنا [10] اور یہ چیزیں ہر قسم کے طواف میں حرام ہیں خواہ وہ طواف نفلی ہی ہو اور جاننا چاہئے کہ طواف کو فاسد کرنے والی کوئی چیز نہیں ہے اور طواف کو باطل کرنے والی چیز مرتد ہو جانا ہے (کیونکہ ارتداد تمام عبادات کو باطل کر دیتا ہے) اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس سے بچائے [11]

---

[1] لباب و شرحہ ملخصاً [2] لباب و شرحہ [3] ایضاً [4] لباب و شرحہ و حیات [5] غنیہ و لباب و شرحہ [6] شرح اللباب [7] غنیہ [8] ایضاً [9] شرح اللباب فی واجبات الطواف [10] غنیہ [11] شرح اللباب۔

مکروہاتِ طواف

جو چیزیں طواف میں مکروہ ہیں وہ یہ ہیں: (۱) فضول اور بے فائدہ کلام کرنا ۱؎ اور بلاضرورت بات چیت کرنا ۲؎ یعنی کلام مباح بلاضرورت کرنا مکروہ ہے اور اس کا ترک کرنا مستحب ہے لیکن جس بات چیت کی ضرورت ہے وہ بقدرِ ضرورت مباح ہے جیسا کہ مباحات میں بیان ہو چکا ہے، خاموش رہنا احسن ہے اور دعاؤں و اذکار میں مشغول ہونا افضل و اکمل ہے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے اس کو چاہئے کہ اچھی بات کہے یا خاموش رہے ۳؎ پس بے فائدہ بات چیت کرنا بہت بڑی غفلت ہے ۴؎ — (۲) خرید و فروخت کرنا، یہ مسجد میں مطلقاً مکروہ ہے اور طواف کی حالت میں اشد مکروہ ہے بلکہ خرید و فروخت کے متعلق گفتگو کرنا بھی مکروہ ہے ۵؎ —

(۳) کوئی ایسا شعر پڑھنا جو حمد و ثنا، افادۂ عام، نصیحت اور ترغیب و ترہیب سے خالی ہو اور بعض کے نزدیک مطلقاً شعر پڑھنا مکروہ ہے، اس روایت کو کراہتِ تنزیہی اور ترکِ افضل پر محمول کیا جائے گا اس لئے کہ طواف کرنے والے کے لئے اذکار و ادعیہ میں مشغول ہونا افضل ہے ۶؎ — (۴) ذکر یا دعا یا قرآن مجید کی تلاوت بلند آواز سے کرنا یا کسی اور وجہ سے آواز کا بلند کرنا جس سے طواف کرنے والوں اور نمازیوں کو تشویش خاطر و خلل ہو ۷؎ — (۵) ناپاک کپڑوں میں طواف کرنا ۸؎ جبکہ وہ نجاست معافی کی مقدار سے زائد ہو ۹؎ — (۶) جس طواف میں رمل اور اضطباع کرنا سنت ہے اس میں رمل و اضطباع کو بلاضرورت ترک کرنا، پس اگر کسی نے رمل اور اضطباع کو ترک کر دیا جبکہ اس طواف میں ان دونوں کا کرنا سنت تھا تو اس کا وہ طواف چاروں اماموں کے نزدیک درست ہے لیکن وہ بلا عذر اُن کے ترک کرنے کی وجہ سے ترکِ سنت کا گنہگار اور برائی کا مرتکب ہو گا ۱۰؎ — (۷) استلام مسنون یعنی حجرِ اسود کا استلام ترک کرنا، پس اس کا طواف چاروں اماموں کے نزدیک صحیح ہے لیکن بغیر عذر استلام ترک کرنے کی وجہ سے برائی کا مرتکب ہو گا اور رکنِ یمانی کا استلام ترک کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے کیونکہ یہ استلام مستحب ہے اور اس کا ترک خلافِ اولیٰ ہے ۱۱؎ —

(۸) اگر کوئی شخص طواف کی نیت حجرِ اسود کے بالمقابل آنے سے پہلے کرے تو اس وقت دونوں ہاتھوں کا اٹھانا چاروں اماموں کے نزدیک بدعتِ مکروہہ ہے لیکن اگر حجرِ اسود کے بالمقابل آکر تکبیر کے متصل نیتِ طواف کرے تو اس وقت تکبیر کہتے ہوئے ہاتھ اٹھانا سنت ہے جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے اور جاننا چاہئے کہ بہت سے لوگ طواف کی نیت کرتے وقت دونوں ہاتھ اس وقت اٹھاتے ہیں جبکہ حجرِ اسود ان کے داہنی طرف کافی فاصلہ پر ہوتا ہے پس اس سے بچنا چاہئے اور بہت سے طواف کرنے والے ناواقف ایسا کرتے ہیں ان کے اس فعل سے دھوکا نہیں کھانا چاہئے کیونکہ یہ بدعت ہے اور

۱؎ لباب و غنیہ ۲؎ بحر ۳؎ شرح اللباب بزیادۃ عن حیات ۴؎ لباب و شرحہ من مسائل شتیٰ ۵؎ لباب و شرحہ و غنیہ و حیات ۶؎ ایضاً ۷؎ لباب و شرحہ و غنیہ ۸؎ لباب و غنیہ ۹؎ شرح اللباب و حیات ۱۰؎ لباب و شرحہ بالحاق من مسائل شتیٰ للطواف ۱۱؎ ایضاً۔

ہر بدعت گمراہی ہے، خلاصہ یہ ہے کہ طواف شروع کرنے وقت حجرِ اسود کے بالمقابل ہونے کے علاوہ کسی اور جگہ رفع یدین کرنا مکروہ ہے [۱] ——— (۹) اپنی داہنی طرف مڑنے سے پہلے یعنی استقبالِ بیت اللہ کی حالت ہی میں طواف شروع کر دینا [۲] ——— (۱۰) طواف کے چکروں میں زیادہ فاصلہ کرنا خواہ ایک دفعہ ایسا کرے یا کئی دفعہ کیونکہ اس سے موالاۃ (لگاتار) ہونا ترک ہو جائے گا [۳] ——— (۱۱) طواف کرتے ہوئے ارکانِ بیت اللہ (کونوں) پر یا کسی اور جگہ دعا کے لئے کھڑا ہونا، کیونکہ طواف کے چکروں اور ہر چکر کے اجزا کا لگاتار ہونا سنتِ مؤکدہ ہے جیسا کہ بیان ہو چکا ہے [۴] ——— (۱۲) دورانِ طواف میں کھانا کیونکہ یہ بھی طواف کے لگاتار ہونے اور حُسنِ ادائیگی کے خلاف ہے اور بعض فقہا نے دورانِ طواف پانی وغیرہ پینے کو بھی مکروہ کہا ہے [۵] لیکن اکثر فقہا کے نزدیک دورانِ طواف میں پینا مکروہ نہیں ہے کیونکہ اس میں بہت تھوڑا وقت لگتا ہے جو موالات کے منافی نہیں ہے مرفوع و موقوف احادیث سے اس کا ثبوت ملتا ہے [۶] ——— (۱۳) دو یا زیادہ طوافوں کو اکٹھا کرنا اور ان کے بیچ میں دوگانہ طواف نہ پڑھنا خواہ جفت عدد طوافوں کے بعد نمازِ طواف کی طرف لوٹے یا طاق عدد کے بعد، کیونکہ ہر طواف کے بعد متصل ہی دوگانہ طواف پڑھنا امام ابوحنیفہ و امام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک سنت ہے اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک اگر طاق عدد طوافوں کے بعد ان کی نماز واجب الطواف پڑھے تو کوئی مضائقہ نہیں اور اگر کسی نے اس طرح طوافوں کو جمع کیا تو وہ ہر طواف کیلئے ایک ایک دوگانہ واجب الطواف ادا کرے، اگر کسی نے جفت عدد طوافوں کے بعد ان کی نمازِ طواف ادا کی تو بالاتفاق مکروہ ہے لیکن اگر نماز کے مکروہ وقت میں طواف کرے تو اب طوافوں کو جمع کرنے میں بالاتفاق کوئی کراہت نہیں ہے نہ جفت عدد میں نہ طاق عدد میں، ان سب کے دوگانے مباح (غیر مکروہ) وقت تک موخر کرے اور جب غیر مکروہ وقت آجائے تب ہر طواف کے لئے الگ الگ دو رکعت نماز پڑھے [۷] ——— (۱۴) خطبہ کے وقت مطلقاً طواف کرنا مکروہ ہے خواہ خاموش رہ کر ہی کرے [۸] ——— (۱۵) فرض نماز کی تکبیر اقامت ہونے کے وقت طواف شروع کرنا بلا شبہ مکروہ ہے لیکن اگر کسی نے پہلے سے شروع کیا ہوا ہو اور تکبیر اقامت ہو جائے تو اگر اس کو پورا کر کے نماز میں شامل ہونا اور جماعت کو پا لینا ممکن ہو تو ظاہر یہ ہے کہ اس کو پورا کرنا اس کو توڑ دینے سے اولیٰ ہے [۹] اور ایسے وقت میں طواف کرنا مکروہ نہیں ہے جس میں نماز پڑھنا مکروہ ہے [۱۰] کیونکہ طواف حقیقت میں نماز نہیں ہے اسی لئے اس میں کلام کرنا مباح ہے جیسا کہ حدیث میں وارد ہے [۱۱] لیکن اس طواف کا دوگانہ اس وقت ادا نہ کرے بلکہ جب غیر مکروہ وقت آجائے تب پڑھے جیسا کہ بیان ہو چکا ہے (مؤلف) ——— (۱۶) پیشاب یا پاخانہ یا دونوں کے تقاضے یا ریح کے غلبہ کے وقت طواف کرنا مکروہ ہے (جیسا کہ نماز پڑھنا مکروہ ہے) بھوک یا غصہ کی حالت میں بھی طواف کرنا

---

[۱] لباب و شرحہ باب الحاق من مسائل شتی للطواف و غنیہ [۲] غنیہ [۳] لباب شرحہ و غنیہ [۴] غنیہ [۵] لباب و شرحہ و غنیہ [۶] شرح اللباب۔
[۷] لباب و شرحہ [۸] لباب و شرحہ و غنیہ [۹] ایضاً [۱۰] بحر و فتح و غنیہ [۱۱] بحر۔

مکروہ ہے [1] ——— (۱۷) طواف کے لئے کمر میں پٹکا باندھنا [2] ——— (۱۸) طواف کی حالت میں دعا کرنے کے لئے ہاتھ اٹھانا اور طواف میں نماز کی طرح ہاتھ باندھنا اور کولھے یا گردن پر ہاتھ رکھنا وغیرہ [3] (ان کی تفصیل مستحبات میں گذر چکی ہے، مؤلف) نماز کے بعد جب ائمہ شافعیہ یا حنفیہ اجتماعی دعا کرتے ہیں اس وقت بعض عوام جو طواف کی حالت میں ہوتے ہیں ان کے ساتھ دعا کے لئے رفع یدین کرتے ہیں اس کی کوئی اصل نہیں ہے [4] ———

(۱۹) بلاضرورت طواف سے باہر نکلنا [5] ——— (۲۰) رکنِ یمانی کی طرف ہاتھ سے اشارہ کرنا لیکن امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک مکروہ نہیں ہے [6] ——— (۲۱) حجرِ اسود اور رکنِ یمانی کے علاوہ کسی اور جگہ استلام کرنا [7] پس دوسرے رکنوں یعنی رکنِ عراقی و رکنِ شامی کا استلام اور ان کی طرف اشارہ کرنا مشروع نہیں ہے بلکہ باتفاقِ ائمہ اربعہ دونوں امر بدعتِ مکروہہ ہیں اور یہ کراہت تنزیہی ہے اور یہ بات پوشیدہ نہیں ہے کہ رکنِ حجرِ اسود و رکنِ یمانی کی طرف اشارہ بھی عجز و ہجوم کے بغیر غیر معتبر ہے پس بعض جاہل متکبر لوگوں کے اس فعل سے دھوکا نہیں کھانا چاہئے [8] یعنی عجز و ہجوم کے وقت حجرِ اسود کی طرف اشارہ سے استلام کرنا بالاتفاق جائز بلکہ سنت ہے اور رکن یمانی کی طرف امام محمدؒ کی روایت کے مطابق جائز ہے، مؤلف) ——— (۲۲) بلا عذر جوتے پہن کر طواف کرنا ترکِ ادب و مکروہ ہے لیکن مشقت و تکلیف کی ضرورت سے ہو تو مکروہ نہیں ہے اور موزے پہن کر طواف کرنا مطلقاً مکروہ نہیں [9] اور بعض فقہا نے کہا ہے کہ جوتے پہن کر مسجد میں داخل ہونا بے ادبی ہے [10] پس یہ فعل مطلقاً مکروہ ہے خواہ طواف کے بغیر ہی ہو [11]

بدعات و منکرات طواف

(۱) جاننا چاہئے کہ چاروں ائمہ کرام رحمہم اللہ کے مذہب میں حجرِ اسود کے بالمقابل آنے سے پہلے نیت کرتے وقت دونوں ہاتھوں کو اٹھانا نہ سنت ہے اور نہ ہی مستحب ہے، اور نیت کے وقت حجرِ اسود کے سامنے آنے پر رفع یدین کرنا بھی صرف احناف کے نزدیک سنت ہے، اکثر عوام الناس حجرِ اسود سے کافی دور رکنِ یمانی کی طرف ہوتے ہوئے نیت کرتے ہیں اور اس وقت ہاتھ بھی اٹھاتے ہیں اور بعض لوگ نیت کرتے وقت وہم و وسوسہ میں مبتلا ہوتے ہیں جیسا کہ نماز کی نیت و تکبیر تحریمہ کہتے وقت وہم و وسوسہ میں مبتلا ہوتے اور نیت کے لفظوں میں وسوسہ کرتے رہتے ہیں حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا عمل نہیں فرمایا ہے پس اس سے بچنا چاہئے کیونکہ یہ بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے. حاصل یہ ہے کہ جب تک حجرِ اسود کے بالمقابل نہ آجائے ہاتھ اٹھانا مکروہ ہے [12] (یہ مسئلہ مکروہات طواف میں بھی بیان ہو چکا ہے یہاں پر مزید آگاہی کے لئے مکرر ذکر کر دیا ہے، مؤلف) ——— (۲) طواف کو حجرِ اسود کے علاوہ کسی اور جگہ سے شروع کرنا حتیٰ کہ رکن یمانی اور

[1] لباب و شرحہ و زبدۃ و غنیہ و حیات [2] غنیہ [3] لباب و شرحہ و غنیہ [4] شرح اللباب فی فصل استحباب دخول المسجد [5] و [6] و [7] غنیہ [8] شرح اللباب فی صفۃ الطواف و زبدۃ [9] لباب و شرحہ من مسائل شتی للطواف و غنیہ [10] بحر و ش فی مکروہات الصلوٰۃ [11] حیات [12] شرح اللباب فی مسائل شتی للطواف

حجرِ اسود کے درمیانی حصے سے شروع کرنا جیسا کہ بعض بے سمجھ لوگ جو کہ فقہا کی شکل و صورت اور مشائخ کرام کی سیرت و عادت کے ہوتے ہیں ایسا کرتے ہیں یہ درست نہیں ہے، جن فقہا کے نزدیک حجرِ اسود سے طواف کی ابتدا شرط ہے ان کے نزدیک یہ فعل حرام ہے اور جن کے نزدیک واجب ہے ان کے نزدیک مکروہ تحریمی ہے اور جن کے نزدیک سنت ہے ان کے نزدیک مکروہ تنزیہی ہے ۔ ۔ ۔ ۔ اور مستحب طریقہ یہ ہے کہ حجرِ اسود سے قدرے رکنِ یمانی کی طرف کھڑا ہو کر نیت کرے تاکہ اختلافِ فقہا سے بچ جائے ۔ لہ

(اس کی تفصیل طواف کے سنن و محرمات کے بیان میں گذر چکی ہے وہاں ملاحظہ فرمالیں ہمؤلف)

(۳) رکنِ یمانی و رکنِ شامی کا استلام اور ان کی طرف اشارہ کرنا مکروہ ہے بلکہ باتفاقِ ائمہ اربعہ بدعتِ مکروہہ ہے جیسا کہ مکروہات میں بیان ہو چکا ہے اور یہ کراہت تنزیہی ہے اس لئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے رکنِ حجرِ اسود و رکنِ یمانی کے سوا اور کسی جگہ کا استلام نہیں کیا جیسا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان دو رکنوں کا استلام کرتے ہوئے دیکھا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دو ارکان کے علاوہ کسی اور رکن کا استلام نہیں کیا۔ نیز اس کی وجہ یہ بھی ہے کہ استلام بیت اللہ کے ارکان کے لئے ہے اور رکنِ شامی و رکنِ عراقی در اصل بیت اللہ کے ارکان نہیں ہیں اس لئے کہ رکن کسی چیز کے کونے کو کہتے ہیں اور یہ دونوں کونے در اصل بیت اللہ کے درمیان میں ہیں کیونکہ حطیم کا بعض حصہ بیت اللہ کا جزو ہے اسی لئے طواف کو حطیم کے باہر سے مقرر کیا گیا ہے پس یہ دونوں رکن بیت اللہ کے درمیان میں ہوئے ۔ سے

(۴) ایک بدعتِ منکرہ جو اکثر ناواقف لوگ کرتے ہیں یہ ہے کہ طواف کا ارادہ کرتے وقت طواف شروع کرنے سے پہلے بیت اللہ شریف کو لپٹتے اور چومتے ہیں حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت یہ ہے کہ حجرِ اسود سے طواف شروع کیا جائے اس کے علاوہ کسی اور عمل سے طواف کی ابتدا کرنا مناسب نہیں ہے اور یہ بھی سنت ہے کہ حجرِ اسود سے طواف کی ابتدا نیت کے متصل ہی ہو اس طرح نہ ہو جس طرح بعض عام لوگ کرتے ہیں کہ پہلے حجرِ اسود کو بوسہ دیتے ہیں کیونکہ یہ مشروع طریقہ کے خلاف ہے ۔ سے

(۵) بعض جہلا نے ایک اور بدعت نکالی ہے اور اس کو آدابِ طواف میں سے کہتے ہیں وہ یہ ہے کہ جب ان دو رکنوں حجرِ اسود و رکنِ یمانی یا ان دونوں میں سے کسی ایک کا استلام کرتے ہیں تو اُلٹے پاؤں پیچھے کی طرف ہٹتے ہیں اور جو لوگ ان کے پیچھے ہوتے ہیں ان کو اذیت پہنچاتے ہیں، ان کے پیچھے ہٹنے سے لوگوں کو جو اذیت ہوتی ہے بعض وقت اس سے ایک بڑا فتنہ کھڑا ہو جاتا ہے اور یہ ان کی مسئلہ سے ناواقفیت کی وجہ سے ہے پس استلام کی ادائیگی کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ استلام کی جگہ پر کھڑا ہو کر پاؤں اپنی جگہ پر جمائے ہوئے استلام کرے اور وہیں سے طواف کی حالت پر آجائے یعنی اپنی داہنی طرف مڑ جائے اور طواف شروع کر دے پیچھے کی طرف کو نہ ہٹے ۔ سے

(۶) مناسک نووی میں ہے کہ مقامِ ابراہیم کو بوسہ نہ دے اور نہ ہی اس کا استلام کرے ۔ ھ

(۷) فحش منکرات

لہ شرح اللباب من مسائل شتی للطواف۔ ۲ بدائع بالحاق عن بحر۔ ۳ شرح اللباب من مسائل شتی للطواف ۴ ایضاً ۵ غنیہ۔

میں سے ایک بات یہ بھی ہے کہ ہمارے زمانہ میں مکہ معظمہ میں اس مبارک بقعہ یعنی مسجدِ حرام و مطاف میں عورتیں مردوں میں مل جل کر چلتی اور کھڑی ہوتی ہیں جس سے طواف کرنے والے نیک و پرہیزگار لوگوں کو بھی تشویشِ خاطر ہوتی ہے اور دیگر لوگوں کی نظریں بھی اُن کی طرف کھنچتی ہیں اور بعض اوقات تو وہ طواف کی حالت میں اپنے اعضائے ستر کو بھی کھلا رکھتی ہیں خاص طور پر اپنے ہاتھوں اور پاؤں کو کھلا رکھتی ہیں اور ہجوم کی حالت میں ان کے مکشوف اعضا مردوں کے ساتھ مس ہو جاتے ہیں اس سے امام شافعیؒ کے نزدیک ان کا وضو ٹوٹ جاتا ہے جس کی وجہ سے امام شافعیؒ کے نزدیک ان عورتوں کا طواف اور اُن مردوں کا طواف جن سے ان عورتوں کا مس واقع ہوا ہے صحیح نہیں ہوتا ؎۱ اور احناف کے نزدیک طواف تو ہو جاتا ہے مگر اس طرح مخلوط ہو کر طواف کرنا سخت گناہ ہے اس مبارک و مقدس مقام پر تو بہت ہی احتیاط کی ضرورت ہے، عورتوں کو رات کے وقت یا ایسے وقت طواف کرنا چاہئے جب مردوں کا ہجوم نہ ہو اور مردوں سے علیحدہ ہو کر کنارہ پر چلنا چاہئے، اسی طرح حجرِ اسود کو ہاتھ لگانے اور بوسہ دینے کے لئے بھی مردوں کے ہجوم کے وقت عورتوں کو کوشش نہیں کرنی چاہئے جب ہجوم ہو اس وقت بوسہ نہ دیں بلکہ اشارہ سے استلام کر لیں، حکومتِ حجاز کو عورتوں کے استلام و طواف کے لئے خاص انتظام کرنا چاہئے تاکہ مردوں اور عورتوں کا اختلاط نہ ہو اور با اثر لوگوں کو اس کے لئے سعی کرنی چاہئے اور ایسی تجاویز حکومت کے سامنے پیش کرنی چاہئیں جو قابلِ عمل ہوں ؎۲ ——— (۸) عبادت کے لئے ایک بُری صورت یہ ہے کہ حکومت کے بعض بڑے لوگ اپنے غلاموں اور خادموں کو طواف میں اپنے آگے آگے رکھتے ہیں جو لوگوں کو اُن کے آگے اور دائیں بائیں سے ہٹاتے ہیں پس وہ ایک طرف عبادت میں اضافہ کرتے ہیں تو دوسری طرف اپنے گناہوں میں اضافہ کرتے ہیں، اسی طرح بہت سے لوگ طواف میں جلدی کرتے ہیں جس کی وجہ سے وہ عام لوگوں سے ٹکراتے اور طواف میں ان کو ہٹاتے ہیں خاص طور پر حجرِ اسود کو بوسہ دیتے وقت ایسا ہی کرتے ہیں اور وہ اول مستحق کی رعایت نہیں کرتے بلکہ اس سے پہلے بڑھتے اور اس کو ہٹاتے ہیں اور اس طرح لوگوں کو ایذا پہنچاتے ہیں اُن کے طواف میں ان کا نقصان (گناہ) ان کے نفع (ثواب) سے زیادہ ہوتا ہے اور بعض اوقات طواف میں ہجوم کے وقت بیت اللہ شریف کی طرف منہ کر لیتے ہیں جس سے مطاف تنگ ہو جاتا ہے یا بیت اللہ کی طرف پیٹھ کر لیتے ہیں پس اس طرح ان سے دائیں طرف سے طواف کرنا بھی ترک ہو جاتا ہے جبکہ دائیں طرف سے طواف کرنا ہمارے نزدیک واجب اور امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک شرط ہے ؎۳ ——— (۹) بعض لوگ عجلت و سرعت کے ساتھ طواف کرتے ہیں اور اس کو اچھا سمجھتے ہیں کہ اپنے آگے سے لوگوں کو ہٹانے کے لئے الطریق الطریق (راستہ دیجئے)، یا حاشاک حاشاک (بچئے) وغیرہ کہتے رہیں، درانحالیکہ یہ پہلی بدعت ہے جو اسلام میں ظاہر ہوئی حتیٰ کہ بازاروں اور عام گلی کوچوں میں بھی لوگ اس قسم کی آوازیں لگاتے ہوئے تیزی سے چلتے ہیں ؎۴ ——— (۱۰) منکرات میں سے یہ بھی ہے کہ بھیک مانگنے والے چھوٹے بچے اور بڑے لوگ اور اندھے اور لنگڑے لُولے لوگ حتیٰ کہ عورتیں بھی بعض اوقات بیت اللہ شریف کے گرد بیٹھ جاتے ہیں

؎۱ شرح اللباب من مسائل شتی للطواف ؎۲ معلم الحجاج ؎۳ شرح اللباب من مسائل شتی للطواف ؎۴ ایضاً

اور مانگنے کے لئے اپنی آوازیں بلند کرتے ہیں یا خاموش بیٹھے رہتے ہیں یا طواف کرنے والوں کے راستہ میں بیٹھ جاتے ہیں ان کے ستر عورت کھلے ہوئے ہوتے ہیں اور نمازیوں کے ساتھ نماز میں بھی شامل نہیں ہوتے سلہ (حکومتِ وقت کو اس کا انتظام کرنا چاہئے (مؤلف) ———— (۱۱) منکرات میں سے ایک بات یہ ہے کہ مجنون و دیوانے لوگ مسجدِ حرام میں داخل ہوتے ہیں اور بلند آواز سے مہمل کلمات کہتے ہیں اسی طرح بعض لوگ ناپاک چھوٹے بچوں کو مسجد حرام میں لے جاتے ہیں اسی قسم کے دوسرے امور جو مسجد حرام اور طواف کی جگہ کے شایانِ شان نہیں ہیں ان کو دل سے بُرا جاننا اور زبان اور ہاتھ سے منع کرنا چاہئے، خاص طور پر حرم بیت اللہ کے مشائخ و قضاۃ و شیخ البوابین و رئیس المنتظمین وغیرہم کو اس کا انتظام کرنا اور ان امورِ منکرہ سے منع کرنا لازمی ہے ؎ ———— (۱۲) بعض عورتیں طواف کرتے وقت مطوف (طواف کرانے والے معلم) کا ہاتھ پکڑ لیتی ہیں اس طرح ان کا ہاتھ پکڑ کر طواف کرنا ناجائز ہے اجنبی مرد کو ہاتھ لگانا حرام ہے اپنے محرموں کے ساتھ طواف کرنا چاہئے، یا بعض عورتیں اپنے محرم کو ہمراہ لئے بغیر ان معلّمین کے ساتھ اِدھر اُدھر زیارات وغیرہ کے لئے چل دیتی ہیں، اجنبیوں کے ساتھ اِدھر اُدھر جانے سے احتیاط کرنی چاہئے ورنہ بعض دفعہ ناگفتنی واقعات پیش آجاتے ہیں ؎ ———— (۱۳) بعض عورتیں مقامِ ابراہیم یا حطیم وغیرہ میں نوافل پڑھنے کے لئے مردوں کے ساتھ مزاحمت کرنے لگتی ہیں اور شوق کا ایسا غلبہ ہوتا ہے کہ ہوش ہی نہیں رہتا یہ سخت غلطی ہے، مردوں کو بھی عورتوں کا خیال رکھنا چاہئے اور ان سے مزاحمت نہ کرنی چاہئے، عورتوں کو خود بھی احتیاط کرنی چاہئے مردوں کے ہجوم کے وقت ایسی جگہ نہ جانا چاہئے محض مستحب عمل کی خاطر حرام فعل کا ارتکاب وہ بھی دربارِ خداوندی میں، یہ بڑے شرم کی بات ہے ؎ ———— (۱۴) بعض ناواقف لوگ حجرِ اسود کو بوسہ دیتے وقت اس طرح درود پڑھتے ہیں اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی نَبِیٍّ قَبَّلَکَ، ان الفاظ سے کفر کا مفہوم نکلتا ہے اس لئے اس کو ہرگز نہ پڑھا جائے، درود شریف کے جو الفاظ مشہور اور صحیح ہیں وہ پڑھے جائیں ؎ (اور بھی بہت سی نئی نئی بدعات و منکرات آجکل جاری ہو گئی ہیں بس ان سب سے بچنا اور سنت طریقہ کے مطابق عمل کرنا چاہئے، مؤلف)

طواف کے متفرق مسائل

(۱) اگر کسی شخص نے طواف میں آٹھ چکر کئے یعنی ایک چکر زیادہ کر لیا خواہ وہ طواف فرض ہو یعنی طوافِ عمرہ یا طوافِ زیارت ہو یا واجب ہو یعنی طوافِ صدر یا طوافِ نذر ہو یا سنت ہو یعنی طوافِ قدوم ہو یا کوئی نفلی طواف ہو، اگر طواف کرنے والے کو اس آٹھویں چکر کے شروع کرتے وقت یہ گمان تھا کہ وہ ساتواں چکر ہے پھر اس کو معلوم ہوا اور یقین ہو گیا کہ وہ آٹھواں چکر ہے تو اس چکر کے شروع کرنے سے اس پر دوسرا طواف لازم نہیں ہو گا کیونکہ وہ مظنون یعنی اس شخص کی مانند ہے جو اپنے اوپر طواف لازم ہونے کے گمان سے طواف شروع کرے پھر جب ظاہر ہو جائے کہ اس پر کوئی طواف نہیں ہے اور وہ اس طواف کو توڑ دے تو

---

۱ و ۲ ؎ شرح اللباب من مسائل شتی للطواف ۳ تا ۵ ؎ معلم

اس پر کچھ لازم نہیں ہوتا اور اگر اس کو شروع میں معلوم ہے کہ یہ آٹھواں چکر ہے لیکن محض وہم یا وسوسہ کی بنا پر اس کو کرلیا تو اس چکر کو شروع کرتے وقت اس کی نیت میں تردد ہونے کی وجہ سے اس مسئلہ میں فقہا کا اختلاف ہے اور صحیح یہ ہے کہ احتیاطاً اس پر اس دوسرے طواف کے بھی سات چکر پورے کرنا لازم ہے کیونکہ اس نے اپنے اوپر لازم کرتے ہوئے اس چکر کو شروع کیا ہے اور اگر شروع میں یہ جانتا ہے کہ یہ آٹھواں چکر ہے اور اس نے دوسرے طواف کو شروع کرنے کے قصد سے اس چکر کو کیا ہے تو اب بالاتفاق اس طواف کا پورا کرنا اس پر لازم ہوجائے گا[۱] ـــــــــــ

(۲) اگر کسی نے چند طواف متفرق طور پر یا اکٹھے (لگاتار) کئے خواہ ان کی تعداد طاق ہو یا جفت، ان میں سے ہر دو طواف کے درمیان نماز واجب الطواف نہیں پڑھی تو اس پر ہر طواف کے لئے مستقل علیحدہ دوگانہ پڑھنا واجب ہے ان سب طوافوں کے لئے ایک ہی دوگانہ پڑھ لینا کافی نہیں ہے اور یہ بھی جائز نہیں کہ نماز فرض یا سنت کے ضمن میں اس کو بھی ادا ہونا سمجھ لے خواہ وہ متعدد طواف نماز کے مکروہ وقت میں کئے ہوں یا غیر مکروہ وقت میں سب کے لئے یہی حکم ہے[۲] ـــــــــــ

(۳) اگر فرض طواف یعنی طوافِ حج یا طوافِ عمرہ (طوافِ رکن) کے چکروں کی تعداد میں زیادتی یا کمی کا شک ہوجائے تو احتیاطاً اس طواف کا اعادہ کرے اور اس کو اپنے گمانِ غالب پر عمل نہیں کرنا چاہئے بخلاف نماز کے اور ظاہر یہ ہے کہ طوافِ واجب یعنی طوافِ صدر و طوافِ نذر کا حکم بھی طوافِ فرض کی مانند ہے کیونکہ یہ بھی عملی فرض ہوتا ہے اور اگر فرض و واجب طواف کے علاوہ کسی اور طواف کے چکروں کی تعداد میں شک ہوجائے تو اس کا اعادہ نہ کرے بلکہ اپنے گمانِ غالب پر عمل کرلے کیونکہ فرض و واجب کے علاوہ کسی اور طواف کے حکم میں وسعت و گنجائش ہے[۳] ـــــــــــ (۴) اگر کوئی عادل شخص جو طواف میں اس کے ساتھ ہو اس کے طواف کے پھیروں کو اس کے گمان یا علم کے برخلاف کم و بیش بتلائے تو احتیاطاً اس کے قول پر عمل کرنا مستحب ہے اور اگر دو عادل شخص بتائیں تو ان دونوں کے قول پر عمل کرنا واجب ہے خواہ اس کو شک بھی نہ ہوا ہو[۴] ـــــــــــ

ـــــ (۵) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی گئی ہے کہ آپ طواف کے دوران مطاف سے باہر پانی پینے کی جگہ پر تشریف لے گئے اور پانی طلب فرما کر نوش فرمایا پھر واپس تشریف لائے اور بقیہ طواف ادا فرمایا واللہ تعالیٰ اعلم[۵] پس اگر کوئی شخص طواف یا سعی کی حالت میں نمازِ جنازہ یا فرض نماز میں شامل ہونے کے لئے یا نیا وضو کرنے کے لئے گیا پھر فارغ ہو کر واپس آیا اگر طواف کا اکثر حصہ یعنی چار چکر کرنے کے بعد ایسا ہوا تو اسی طواف پر بنا کرلے یعنی واپس آکر چھوڑے ہوئے حصہ سے شروع کردے اس پر نئے سرے سے طواف کرنا لازم نہیں ہے اور اگر اس نے نئے سرے سے طواف شروع کیا تو اس پر مزید کچھ لازم نہیں ہے یعنی اس کو پہلے طواف کا پورا کرنا لازم نہیں ہے کیونکہ اس کا نئے سرے سے طواف کرنا پہلے ہی طواف کو موالاۃ بین الاشواط (تمام چکروں کو پے درپے کرنے کے طریق پر) ادا کرنا ہے اور اگر طواف کا اکثر حصہ ادا کرنے سے پہلے یعنی کم حصہ (تین چکر) کرنے کے بعد مذکورہ امور میں سے کسی امر کے لئے گیا تو اب اس کو نئے سرے سے طواف کرنا مستحب ہے اور اگر طواف کے کسی چکر کے دوران میں نمازِ جنازہ یا فرض نماز

[۱] لباب و شرحہ تصرفاً و ملخصاً و بحر [۲] لباب و شرحہ تصرفاً [۳] ایضاً [۴] لباب و شرحہ [۵] بدائع۔

شروع ہو جائے اگر امام کے ساتھ رکعت فوت ہونے کا خوف ہو تو وہ اس چکر کو چھوڑ کر نمازِ جنازہ یا فرض نماز کی جماعت میں شامل ہو جائے اور نماز سے فارغ ہونے کے بعد پہلے طواف پر بِنا کرلے، رہا یہ سوال کہ جہاں سے اس چکر کو چھوڑ کر گیا تھا واپس آکر وہاں سے شروع کرے یا اس چکر کو حجرِ اسود سے شروع کرے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ نماز میں حدث ہو جانے کی صورت میں بنا کرنے کے مسئلہ پر قیاس کرتے ہوئے پہلا قول یعنی جہاں سے چکر چھوڑا تھا وہیں سے شروع کرنا ظاہر ہے۔ اور اگر کوئی شخص طواف یا سعی سے کسی عذر کے بغیر نکل گیا پھر واپس آیا تو اس کا طواف باطل نہیں ہوتا لیکن اس کو نئے سرے سے طواف کرنا مستحب ہے خواہ وہ طواف کے زیادہ چکر کرنے سے پہلے نکلا ہو یا زیادہ چکروں کے بعد نکلا ہو کیونکہ اس طرح اُس نے ترکِ موالات کی وجہ سے مکروہ طریقہ پر طواف کیا ہے [۱]

(۶) دائمی عذر والا شخص (مثلاً جس کو ریح یا پیشاب یا کوئی زخم جاری ہے وغیرہ خواہ اس کا وہ عذرِ حقیقی ہو یا حکمی (جس کی تفصیل معذور کی نماز کے بیان میں گذر چکی ہے) اگر وہ طواف کے چار چکر پورے کرلے پھر نماز کا وقت نکل جائے تو وہ نئے سرے سے وضو کرے اور اسی طواف پر بِنا کرلے اور باقی چکر جو کہ واجب ہیں پورے کرلے اور ایسا کرنے سے اس پر کچھ لازم نہیں ہے کیونکہ اس نے موالات کو عذر کی وجہ سے ترک کیا ہے اور ظاہر یہ ہے کہ اگر چار سے کم چکر لگائے اور وقت نکل گیا تب بھی یہی حکم ہے لیکن اس کو اس صورت میں نئے سرے سے طواف کرنا افضل ہے [۲]

(۷) عورت کی محاذاۃ سے طواف باطل نہیں ہوتا [۳] یعنی اگر طواف کی حالت میں کوئی عورت کسی مرد کے محاذی (برابر میں) ہو جائے تو اس سے دونوں میں سے کسی کا طواف فاسد نہیں ہوتا کیونکہ طواف حقیقت میں نماز کی مانند نہیں ہے نیز عورت کی محاذات سے مردوں کی نماز فاسد ہونے کے لئے جو شرائط ہیں ان سب کا حالتِ طواف میں پایا جانا ممکن نہیں ہے [۴]

(۸) آفاقی کے لئے نفل نماز پڑھنے کی بجائے نفلی طواف کرنا افضل ہے، اہلِ مکہ اور ان لوگوں کے لئے جو مکہ کو وطن بنا لینے کی وجہ سے اہلِ مکہ کے حکم میں ہیں اس کے برعکس حکم ہے [۵] یعنی اہلِ مکہ کے لئے نفل نماز پڑھنا نفلی طواف سے افضل ہے [۶] اور باوجودیکہ نماز اَتم العبادات و افضل الطاعات ہے آفاقی کے لئے نفلی طواف افضل ہونے کا حکم اس لئے ہے کہ نماز کی ادائیگی ہر جگہ اور ہر وقت کثرت سے ہو سکتی ہے اور طواف کا ادا ہونا مکہ معظمہ ہی میں مخصوص و متعین ہے [۷] اور اہلِ مکہ کے لئے نفلی نماز کا نفلی طواف سے افضل ہونا اس زمانہ کے لئے مخصوص ہونا چاہیے جبکہ حج کا موسم ہو تاکہ آفاقی حاجیوں کے لئے مطاف میں وسعت و گنجائش ہو جائے ورنہ موسمِ حج کے علاوہ دیگر ایام میں نفلی طواف کا نفلی نماز سے افضل ہونا مطلق طور پر ہر شخص کے حق میں ہے خواہ وہ شخص مکی ہو یا آفاقی [۸] لیکن فتاویٰ والوالجیہ میں اس کے برخلاف حکم ہے اس میں یہ حکم اس طرح منصوص ہے کہ اہلِ مکہ کے لئے نماز طواف سے (مطلق طور پر ہر زمانہ میں) افضل ہے اور آفاقیوں کے لئے (مطلق طور پر ہر زمانہ میں) طواف افضل ہے کیونکہ نماز فی نفسہٖ طواف سے افضل ہے اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیت اللہ کے طواف کو نماز سے تشبیہ دی ہے لیکن آفاقیوں کے لئے نفلی طواف کے افضل ہونے کا حکم اس لئے ہے کہ اگر یہ لوگ نماز میں مشغول ہوں گے تو طواف

[۱] در و ش و بدائع و غنیہ و فتح ملتقطاً [۲] لباب و شرحہ و غنیہ [۳] بحر [۴] لباب و شرحہ [۵] لباب و شرحہ و غیرہ [۶] بحر [۷] شرح اللباب [۸] بحر و در و ش ملتقطاً

فوت ہو جائے گا (یعنی وہ طواف نہ کر سکیں گے) اور اس کا تدارک (کسی اور جگہ) ممکن نہیں ہے پس جس چیز کا تدارک ممکن نہ ہو اس میں مشغول ہونا اولیٰ ہے اھ ؎۱ اور کنز الدقائق کے حاشیہ شرح المرشدی میں ہے کہ مکی کے حق میں نفلی نماز نفلی طواف سے افضل ہونے کا جو قول ہے اس سے یہ مراد نہیں ہے کہ مثلاً دو رکعت نفل پڑھنا ایک نفلی طواف کرنے سے افضل ہے اس لئے کہ طواف سات چکروں اور دوگانہ پر مشتمل ہے بلکہ ان حضرات کے قول "طواف افضل ہے یا نماز" کو اس مفہوم پر محمول کرنا چاہئے کہ جتنے وقت میں ایک طواف ادا کیا جاتا ہے کیا اس قدر وقت تک طواف میں مشغول رہنا افضل ہے یا نماز میں مشغول رہنا افضل ہے پس آگاہ رہئے اھ ؎۲ اور اس کی نظیر علامہ قاضی ابراہیم بن ظہیرہ مکی کا جواب ہے جبکہ ان سے سوال کیا گیا کہ طواف افضل ہے یا عمرہ؟ تو انھوں نے جواب دیا کہ ارجح یہ ہے کہ طواف کو عمرہ پر فضیلت ہے جبکہ اتنے وقت تک طواف میں مشغول رہے جتنے وقت میں عمرہ ادا کیا جائے اور یہ حکم اُن فقہا کے قول کے مطابق ہے جن کے نزدیک عمرہ کرنا مسنون ہے لیکن اگر یہ کہا جائے کہ عمرہ فرضِ کفایہ واقع ہوتا ہے تو پھر حکم اس طرح نہیں ہوگا ؎۳

——— (۹) کیا طواف کی کثرت عمرہ کی کثرت سے افضل ہے؟

اظہر یہ ہے کہ طواف افضل ہے کیونکہ طواف مقصود بالذات ہے اور یہ ہر حالت میں مشروع ہے اور ایک سال میں عمرہ کی کثرت بعض علما کے نزدیک مکروہ ہے ؎۴

——— (۱۰) حج کے زمانہ میں حجرِ اسود پر بعض لوگ خوشبو لگا دیتے ہیں اس لئے ایسے زمانہ میں احرام کی حالت میں حجرِ اسود کو ہاتھ لگا کر اور منھ سے بوسہ دے کر استلام نہیں کرنا چاہئے اس لئے کہ اس سے خوشبو کا استعمال ہو جائے گا اور احرام کی حالت میں خوشبو کا استعمال کرنا منع ہے ایسے وقت میں ہاتھ کے اشارہ سے استلام کرنا کافی ہے ؎۵

——— (۱۱) حجرِ اسود کے چاروں طرف چاندی کا پتر لگا ہوا ہے بہت سے ناواقف استلام کرتے وقت اس چاندی پر ہاتھ لگاتے ہیں استلام کے وقت اس کے اوپر ہاتھ رکھنا منع ہے ایسی طرح استلام کرنا چاہئے کہ چاندی کو ہاتھ وغیرہ نہ لگے ؎۶ (ہجوم کے زمانہ میں اس سے بچنا دشوار ہے لیکن اگر کوئی عذر نہ ہو تو استلام کے وقت چاندی کے پترے پر ہاتھ وغیرہ نہ لگائے، مؤلف)

صفا اور مروہ کے درمیان سعی کرنا

سعی ہمارے امام صاحب (امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ) کے نزدیک واجب ہے اور باقی تینوں ائمہ کرام رحمہم اللہ کے نزدیک یہ رکن (فرض) ہے اور سعی کو طواف ختم کرنے کے بعد فوراً ادا کرنا واجب نہیں ہے بلکہ اگر ایک طویل زمانہ کے بعد سعی کی تو اس پر کوئی جزا واجب نہیں ہے لیکن طواف کے بعد متصل ہی سعی کرنا سنت ہے ؎۷ (اور اس کی تفصیل سعی کی سنن میں مذکور ہے مؤلف) لیکن شرط یہ ہے کہ طواف اور سعی کے درمیان کوئی رکن حائل نہ ہو پس اگر کسی نے طوافِ قدوم کیا اور سعی نہ کی حتیٰ کہ وقوفِ عرفات کر لیا پھر اس نے ارادہ کیا کہ طوافِ قدوم کے بعد سعی کرے تو اب اس کو سعی کرنا جائز نہیں ہے بلکہ اب طوافِ زیارت کے بعد سعی کرے ؎۸

؎۱ ش و منحہ ؎۲ ش و منحہ و ارشاد ؎۳ ش و منحہ ملتقطاً ؎۴ شرح اللباب فی آخر فصل فراغ من السعی و تمامہ فیہ و نقلہ منحہ ؎۵ ۶۵ معلم ؎۶ بحر و ش و غنیہ ؎۷ غنیہ عن کبیر

شرائطِ صحتِ سعی

سعی کی شرطیں چھ ہیں: (۱) خود اپنے فعل سے سعی کرنا اگرچہ کوئی شخص اس کو اپنے کندھے پر اٹھائے ہوئے ہو یا کسی جانور وغیرہ پر سوار ہو کر کرے پس سعی میں نیابت جائز نہیں ہے لیکن پانچ شخصوں کے لئے نیابت جائز ہے جن کا ذکر فرائضِ طواف کے بیان میں گذر چکا ہے ۱؎ یعنی اس کی تفصیل یہ ہے کہ سعی میں نیابت جائز نہیں ہے لیکن بیہوشی والے اور سوئے ہوئے مریض اور مجنوں جس کو احرام باندھنے سے پہلے جنون لاحق ہوا ہو اور سعی کی ادائگی تک باقی ہو غیر ممیز (بے سمجھ) بچہ اور بالغ مجنون یعنی جو جنون کی حالت میں بالغ ہوا ہو جبکہ بے سمجھ بچہ اور نابالغ مجنون کی طرف سے اس کے ولی نے احرام باندھا ہو ان پانچوں کے لئے نیابت جائز ہے ۲؎ —— (۲) پورا طواف یا اس کا اکثر حصہ یعنی چار چکر یا زیادہ ادا کرنے کے بعد سعی کا ہونا، خواہ طواف پاکی کی حالت میں کیا ہو یا بے وضو یا جنبی ہونے کی حالت میں کیا ہو ۳؎ اور محیط میں تصریح کی ہے کہ طواف کا سعی سے پہلے ادا ہونا صحتِ سعی کے لئے شرط ہے اس سے معلوم ہوا کہ سعی کا طواف کے بعد ہونا واجب ہے ۴؎ پس سعی کے صحیح ہونے کی ایک شرط یہ ہے کہ پورا طواف یا اس کے اکثر چکر کے بعد سعی واقع ہو خواہ وہ طواف نفلی ہی ہو پس اگر کسی شخص نے بالکل طواف نہیں کیا یا اس کا اکثر حصہ یعنی چار چکر ادا کرنے سے پہلے سعی کی تو اس کی سعی صحیح نہیں ہوگی کیونکہ اس نے طواف کا رکن ادا نہیں کیا اور اگر طواف کے چار چکر ادا کرنے کے بعد سعی کی تو صحیح ہو جائیگی ۵؎ —— (۳) حج یا عمرہ کے احرام کا سعی پر مقدم ہونا پس اگر کوئی شخص احرام سے پہلے سعی کرے گا تو جائز و درست نہیں ہوگی اگرچہ طواف کے بعد ہی کی ہو اس لئے کہ سعی حج کے واجبات میں سے ہے اور احرام حج کی شرائط میں سے ہے اور واجب و رکن (فرض) وغیرہما شرط کے بغیر صحیح نہیں ہوتے لیکن احرام کا حج کے ابتدا میں منعقد ہو جانے کے بعد سعی تک باقی رہنا ضروری نہیں ہے پس اگر حج کی سعی وقوفِ عرفات سے پہلے (یعنی طوافِ قدوم کے بعد ۶؎) کرے تو احرام کا موجود ہونا شرط ہے خواہ وہ حاجی قارن ہو یا متمتع یا مفرد ہو، اگر حج کی سعی وقوفِ عرفات کے بعد (یعنی طوافِ زیارت کے بعد ۷؎) کرے تو اب احرام کا باقی رہنا شرط نہیں ہے کیونکہ اب اس کو احرام سے حلال ہونے (باہر آنے) کے بعد سعی کرنا جائز ہے بلکہ اب مسنون یہی ہے کہ احرام سے فارغ ہو کر سعی کرے اگرچہ اس کے لئے حلق سے پہلے طواف کرنا اور اس کے بعد سعی کرنا جائز ہے لیکن ایسا کرنا مکروہ ہے اس لئے کہ . . . . طوافِ زیارت و سعی کا رمی و حلق کے بعد ہونا مسنون ہے اور اگر عمرہ کی سعی ہے تو سعی کے لئے احرام کا موجود ہونا شرط نہیں ہے اس لئے کہ احرام عمرہ کے لئے شرط نہیں ہے بلکہ ابتدا میں احرام کا ہونا عمرہ کا رکن ہے جیسا کہ عمرہ کے بیان میں آئے گا اور اس پر یہ فرع قائم ہوتی ہے کہ اگر کسی نے عمرہ کا احرام باندھنے کے بعد پہلے طواف کیا پھر سر کے بال منڈائے پھر سعی کی تو اس کی سعی صحیح ہو جائے گی لیکن قبل از وقت احرام سے باہر ہونے اور ترتیب کو جو کہ واجب ہے ترک کرنے کی وجہ سے اس پر دم واجب ہوگا ۸؎ رہی یہ بات کہ سعی کی حالت میں احرام کا باقی رہنا واجب ہے یا نہیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ظاہر یہ ہے کہ ہاں واجب بلکہ متعین ہے اور اس کے لئے صفا و مروہ کے درمیان سعی کرنے سے پہلے احرام سے باہر ہونا صحیح نہیں ہے اس لئے کہ عمرہ کی سعی اس کے

۱؎ در و ش و غنیہ ۲؎ مؤلف عن غنیہ و شرح اللباب ۳؎ غنیہ ۴؎ بحر و ش ۵؎ لباب و شرحہ ۶؎ ۷؎ حیات ۸؎ لباب و شرحہ تصرفاً و غنیہ۔

احرام میں ہی ادا ہوتی ہے اس کے بغیر ادا نہیں ہوتی بخلاف حج کی سعی کے کہ وہ اس کے احرام سے باہر ہونے کے بعد بھی ادا ہوتی ہے [1] ——— (۴) مشہور روایت کے مطابق سعی صفا سے شروع کرنا اور مروہ پر ختم کرنا [2] اور لباب میں اس کو واجباتِ حج میں بھی شمار کیا ہے کیونکہ سعی کے واجب ہونے کے باوجود اس کا واجب ہونا اس کے شرط ہونے کے منافی نہیں ہے اس لئے کہ کسی چیز کے دوسری چیز کی صحت کا مدار ہونے کی بنا پر شرط ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ چیز فرض ہو اور اس لئے بھی کہ واجب کی شرط اس کے رکن کی طرح فرض قطعی نہیں ہوتی اگر سعی کا صفا سے شروع کرنا قطعی فرض ہوتا تو تمام سعی کا فرض ہونا لازم آتا یا سعی کا بعض حصہ فرض ہوتا اور باقی حصہ واجب ہوتا حالانکہ تمام سعی واجب ہے اور پوری سعی ترک کرنے کی تلافی دم ادا کرنے سے ہو جاتی ہے اس بنا پر اس کے واجب ہونے کا قول متعین ہے پس یہ واجباتِ حج میں سے ہے [3] اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے ایک روایت یہ بھی کی گئی ہے کہ یہ شرط نہیں ہے اور مروہ سے شروع کرنے کی صورت میں اس پر کچھ جزا لازم نہیں ہے اسی طرح محیط میں ہے [4] اور یہ روایت دلالت کرتی ہے کہ صفا سے سعی کا شروع کرنا سنت ہے اور مروہ سے شروع کرنے والے شخص پر کچھ جزا لازم نہیں ہوگی اگرچہ اس کے ترک پر بُرائی کا مرتکب ہوگا اور اس کا اعادہ مستحب ہوگا اور اس کو کرمانی رحمہ اللہ نے اختیار کیا ہے اس لئے کہ اس نے کہا ہے کہ "سعی کے چکروں میں ترتیب ہمارے نزدیک شرط نہیں ہے یہاں تک کہ اگر کسی شخص نے مروہ سے سعی شروع کی پھر صفا پر آیا تو جائز ہے اور یہ چکر شمار میں آئے گا لیکن ایسا کرنا مکروہ ہے کیونکہ اس میں سنت کا ترک پایا جاتا ہے اور اس چکر کا اعادہ مستحب ہے تاکہ سعی کی ابتدا سنت کے طریقہ پر ہو" اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہے کہ "جہاں سے اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام پاک میں ابتدا فرمائی ہے تم بھی وہیں سے ابتدا کرو" آپ کا یہ ارشاد صیغۂ امر کے ساتھ ہونے کی وجہ سے اس کے واجب ہونے پر دلالت کرتا ہے کیونکہ صیغۂ امر میں اصل یہ ہے کہ وجوب کے لئے ہوتا ہے جیسا کہ امام ابن الہمام رحمہ اللہ نے کہا ہے اور یہ وجوب کا فائدہ دیتا ہے خاص طور پر جبکہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ بھی ارشاد ہے کہ تم مجھ سے اپنے مناسک کا علم حاصل کر لو یعنی بالعموم تمام مناسک سیکھ لو اور حاصل یہ ہے کہ دلیل کے اعتبار سے اعدل و مختار قول یہ ہے کہ سعی کو صفا سے شروع کرنا اور مروہ پر ختم کرنا واجب ہے شرط یا سنت نہیں ہے [5] پس اگر کسی نے مروہ سے شروع کیا اور صفا پر ختم کیا تو اس کا پہلا چکر جو مروہ سے صفا تک ہے شمار نہیں کیا جائے گا اور اس کا دوسرا چکر جو صفا سے مروہ تک ہے اس کی سعی کا پہلا چکر شمار ہوگا [6] حتیٰ کہ مروہ سے شروع کرنے اور صفا پر ختم کرنے کی صورت میں اس کو ایک چکر اور زیادہ کرنا ہوگا [7] یعنی اس کو چاہیے کہ صفا سے مروہ تک ایک چکر اور لگائے تاکہ صفا سے ابتدا اور مروہ پر ختم ہونا حاصل ہو جائے اور اس کا پہلا چکر جو مروہ سے صفا تک تھا حساب میں نہیں لگے گا اور یہ حکم تینوں صورتوں یعنی شرط یا واجب یا سنت ہونے کی صورت میں برابر ہے کیونکہ ان تینوں صورتوں میں ایک چکر کا اعادہ سعی کی تکمیل کے لئے مطلوب ہے اور صحیح یہی ہے کہ صفا سے شروع کرنا واجباتِ سعی میں سے ہے (جیسا کہ شرح اللباب سے اوپر مذکور ہوا، مؤلف) پس اگر کسی شخص نے مروہ سے سعی شروع کی تو اس کا یہ چکر صحیح ہوگا لیکن حساب میں شمار نہیں ہوگا اس لئے کہ وہ جس طرح پر

---

[1] لباب و شرحہ ملخصاً [2] بدائع و لباب و شرحہ و غنیہ [3] ش و غنیہ ملتقطاً [4] بدائع و شرح اللباب [5] شرح اللباب [6] لباب ملخصاً [7] لباب بزیادۃ [8] بدائع و شرح اللباب۔

واجب تھا اس طرح پر ادا نہیں ہوا پس گویا کہ ادا ہی نہیں ہوا اس لئے اس کے لئے واجب ہے کہ (پہلا چکر شمار کئے بغیر) چھٹے چکر کے بعد صفا سے مروہ تک ایک چکر اور لگائے اگر یہ چکر نہیں لگائے گا تو صفا سے شروع کرنے کا وجوب ترک ہونے کی وجہ سے اس پر دم واجب ہو گا جیسا کہ بحر اور شرنبلالیہ کے باب الجنایات میں اس کی تصریح کی گئی ہے [۱] (۵) سعی کا اکثر حصہ (یعنی سات پھیروں میں سے چار پھیرے) ادا کرنا شرط ہے پس اگر کسی نے سعی کا اقل حصہ یعنی تین پھیرے کئے تو گویا اس نے سعی کی ہی نہیں [۲] (یعنی وہ سعی ادا نہیں ہوگی، مؤلف) اور ظاہر یہ ہے کہ سعی کا اکثر حصہ یعنی چار چکر رکن ہیں شرط نہیں ہیں [۳] (۶) حج کی سعی کی صحت کے لئے ایک شرط یہ ہے کہ سعی اس کے وقت میں کی جائے اور وہ حج کے مہینے ہیں [۴] کہ سعی حج کے واجبات میں سے ہے اور احرام کے علاوہ تمام افعالِ حج کے لئے وقت شرط ہے جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے بخلاف عمرہ کی سعی کے کہ اس کا حج کے مہینوں میں واقع ہونا شرط نہیں ہے مگر جبکہ وہ قارن یا متمتع ہو (یعنی قارن یا متمتع کے عمرہ کا بھی حج کے مہینوں میں ہونا شرط ہے، مؤلف) اور حج کی سعی کے لئے احرام کا مقدم ہونا بھی شرط ہے اور حج کی سعی کے لئے اس کے وقت کا داخل ہونا شرط ہے وقت کا باقی رہنا شرط نہیں ہے پس حج کے مہینوں سے پہلے حج کی سعی درست نہیں ہے اور سعی کا حج کے مہینوں سے مؤخر ہونا جائز ہے لیکن مکروہ ہے پس اگر کسی شخص نے حج کے مہینوں سے پہلے احرام باندھا اور حج کے مہینوں سے پہلے ہی کامل یا ناقص سعی کر لی تو اس کی سعی ہرگز صحیح نہیں ہوگی اگرچہ طواف کے بعد کی ہو اور اگر حج کے مہینوں میں سعی کی یا حج کے مہینے گذرنے کے بعد یعنی ایام نحر (قربانی کے تین دن) گذرنے کے بعد طوافِ زیارت کر کے سعی کی تو صحیح ہو جائے گی لیکن سعی کا اصل وقت ایام نحر میں طوافِ زیارت کے بعد ہے [۴]

(تتمہ) امام حنبل رحمہ اللہ کے سوا باقی تینوں اماموں کے نزدیک سعی کے صحیح ہونے کے لئے نیت شرط نہیں ہے اور اسی طرح سعی کے چکروں اور چکروں کے اجزا میں موالاۃ (پے در پے متصل ہونا) بھی شرط نہیں ہے بلکہ یہ دونوں امر سنت ہیں [۵] (اس کی تفصیل سننِ سعی میں مذکور ہے مؤلف)۔ (فائدہ) اگرچہ حیات القلوب میں بھی سعی کی شرطیں چھ ہی درج ہیں لیکن اس میں صفا سے شروع کرنے اور مروہ پر ختم کرنے کو شرائط میں شمار نہیں کیا بلکہ واجباتِ سعی میں شمار کیا ہے جیسا کہ ہم نے بھی اوپر تحقیق کیا ہے کہ اس کا واجب ہونا ہی صحیح ہے اور اس کی بجائے سعی کی ایک شرط صفا و مروہ کے درمیانی فاصلہ کا اکثر حصہ طے کرنا لکھی ہے یہاں تک کہ اگر کسی نے ایک تہائی فاصلہ طے کیا اور دو تہائی چھوڑ دیا تو سعی درست نہ ہوگی (مؤلف عن حیات)

رکنِ سعی

سعی کا صفا اور مروہ کے درمیان ہونا سعی کا رکن ہے اس طرح پر کہ صفا و مروہ کی اصل چوڑائی سے ادھر ادھر باہر نکل کر سعی نہ کرے [۶] منسک الکبیر میں اس کو سعی کا رکن قرار دیا ہے اور یہی صحیح ہے [۷] پس اگر مسعیٰ (سعی کی جگہ) سے

[۱] غنیہ [۲] لباب و غنیہ [۳] شرح اللباب [۴] لباب و شرحہ و غنیہ تصرفاً و ملتقطاً [۵] لباب و شرحہ تصرفاً و غنیہ [۶] لباب و شرحہ و غنیہ [۷] شرح اللباب۔

باہر سعی کی تو جائز نہیں ہے [۱]

(فائدہ مہمہ) شیخ عبدالرحمٰن المرشدی رحمہ اللہ نے کنز کی اپنی شرح میں ذکر کیا ہے کہ صفا اور مروہ کی درمیانی مسافت سات سو پچاس ذراع ہے پس اس حساب سے مکمل سعی یعنی ساتوں چکر کی مسافت پانچ ہزار دو سو پچاس ذراع (۵۲۵۰) ہوئی اھ اور شمنی میں ہے کہ صفا و مروہ کا درمیانی فاصلہ سات سو چھیاسٹھ ذراع ہے مسعیٰ کے عرض کے متعلق علامہ شیخ قطب الدین حنفی نے اپنی تاریخ میں تاریخ الفاکھی سے نقل کرتے ہوئے لکھا ہے کہ یہ پینتیس ذراع ہے اور جس مسعیٰ میں آنحضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سعی کی ہے وہ عریض تھا بعد ازاں اس قدیم مسعیٰ کے عرض میں مکانات تعمیر ہو گئے پھر خلیفہ مہدی رحمہ اللہ نے ان مکانات کو منہدم کرا دیا اور ان میں سے بعض کو مسجدِ حرام میں داخل کرا دیا اور بعض کو چھوڑ دیا، اس وقت مسعیٰ کا جس قدر عرض رہ گیا ابتک وہی ہے اور آجکل اسی میں سعی کی جاتی ہے [۲] (اب حکومتِ سعودیہ نے مسجدِ حرام کی توسیع کی تو مسعیٰ کو بھی نئے سرے سے بہت خوبصورت انداز پر تعمیر کرایا ہے اور درمیان میں پارٹیشن کر کے صفا سے مروہ کا راستہ الگ اور مروہ سے صفا کا راستہ الگ کر دیا ہے تاکہ سعی کرنے والوں کو دقت نہ ہو، مؤلف)

واجباتِ سعی

سعی کے واجبات چھ ہیں [۳] (۱) سعی کا ایسے طواف کے بعد ہونا جو جنابت وحیض و نفاس (حدثِ اکبر) سے پاک ہونے کی حالت میں کیا ہو [۴] پس اگر کسی نے جنابت (حدثِ اکبر) کی حالت میں طوافِ قدوم کیا اس کے بعد سعی کی تو اس پر اس طواف کا اعادہ کرنا بالاتفاق واجب ہے اور سعی کا اعادہ کرنے میں اختلاف ہے مختار یہ ہے کہ اس سعی کا اعادہ واجب نہیں ہے اس لئے کہ پہلا طواف معتدبہ و معتبر ہے اور یہ سعی معتدبہ و معتبر طواف کے بعد واقع ہوئی ہے، اور اس طواف کا اعادہ نقصان کی تلافی کے لئے ہے پہلے طواف کو فسخ کرنے کے لئے نہیں ہے اور سعی کے لئے طہارت شرط نہیں ہے پس اس سعی کا اعادہ کرنا مستحب ہے واجب نہیں ہے، امام کرخی رحمہ اللہ تعالیٰ اسی طرف گئے ہیں اور صاحب الایضاح نے اس کی تصحیح کی ہے اور ابن الہمامؒ نے کہا ہے کہ امام کرخی کا قول اولیٰ ہے اور کرمانیؒ نے کہا ہے کہ یہ فقہ کے زیادہ قریب ہے اس کی مزید تفصیل جنایات کے بیان میں ملاحظہ فرمائیں [۵] یہ جنابت (حدثِ اکبر) کی حالت میں طواف و سعی کرنے کا بیان تھا لیکن طواف میں حدثِ اصغر سے پاک ہونا سعی کے لئے واجب نہیں ہے اور اسی طرح بدن اور لباس اور طواف کی جگہ کا پاک ہونا بھی سعی کے واجبات میں سے نہیں ہے بلکہ سعی کے سنن میں سے ہے جیسا کہ سننِ سعی کے بیان میں مذکور ہے پس اگر کسی نے حدثِ اصغر (بے وضو) ہونے کی حالت میں طوافِ قدوم و سعی کی تو طواف کا اعادہ بالاتفاق واجب اور سعی کا اعادہ بالاتفاق مستحب ہے اس لئے کہ حدثِ اصغر کی حالت میں سعی کرنے سے کچھ جزا لازم نہیں ہوتی [۶] اور سعی میں جنابت وحیض و نفاس سے

---

[۱] غنیہ [۲] منحۃ ملخصاً عن حاشیۃ المدنی و غنیہ ملخصاً عن منحۃ [۳] غنیہ [۴] لباب و شرحہ و غنیہ [۵] مستفاد عن لباب و شرحہ و بحر و ش من الجنایات ملتقطاً۔

[۶] شرح اللباب و غنیہ تصرفاً۔

پاک ہونا واجب نہیں ہے خواہ سعی عمرہ کی ہو یا حج کی بلکہ یہ سعی کی سنتوں میں سے ہے اس لئے کہ حدث و جنب کی حالت میں سعی کرنے سے کوئی جزا لازم نہیں ہوتی کیونکہ یہ ایسی عبادت ہے جو مسجد الحرام میں ادا نہیں کی جاتی اور اصل اس میں یہ ہے کہ حج و عمرہ کے مناسک میں سے جو عبادت مسجد میں ادا نہیں کی جاتی مثلاً سعی و وقوفِ عرفہ و وقوف مزدلفہ و رمیٔ جمار اس کے لئے طہارت واجب نہیں ہے بخلاف طواف کے کہ یہ ایسی عبادت ہے جو کہ مسجد میں ادا کی جاتی ہے پس اس میں حدث اکبر و اصغر سے طہارت واجب ہے فتاویٰ ظہیریہ میں اسی طرح ہے [1] ——— (۲) سعی کے سات چکر پورے کرنا یعنی سات چکروں میں سے آخری تین چکر ادا کرنا [2] کیونکہ سعی کا اکثر حصہ یعنی پہلے چار چکر رکن (فرض) ہیں اور ان کے بعد کے تین چکر واجب ہیں جیسا کہ طواف میں حکم ہے (مؤلف) پس اگر کسی نے اقل حصہ یعنی آخری تین چکروں کو ترک کر دیا تو اس کی سعی صحیح ہو گئی اس لئے کہ رکن (فرض) ادا کر لیا ہے جیسا کہ طواف میں حکم ہے لیکن ان چھوڑے ہوئے چکروں میں سے ہر ایک چکر کے عوض صدقہ واجب ہو گا [3] یعنی ہر چکر کے عوض نصف صاع گیہوں دینا واجب ہے [4] (جیسا کہ جنایات میں مذکور ہے، مؤلف) ———

(۳) اگر کوئی عذر نہ ہو تو سعی میں پیدل چلنا [5] پس اگر کسی نے بلا عذر سوار ہو کر یا کسی شخص کے کندھے وغیرہ پر چڑھ کر یا پیٹ و پیٹھ و پہلو و گھٹنوں وغیرہ کے بل چل کر سعی کی یعنی اس طرح چل کر سعی کی جس پر پیدل چلنے کا اطلاق نہیں ہوتا تو اس پر دم واجب ہو گا اور اگر کسی عذر کی وجہ سے ایسا کیا تو اس پر کچھ جزا واجب نہ ہو گی [6] آجکل اکثر اُمراء و جنٹلمین لوگ بلا عذر موٹر میں سوار ہو کر سعی کرتے ہیں ان پر دم واجب ہے اور بلا عذر ایسا کرنا گناہ ہے، اس کے علاوہ سعی کرنے والے دوسرے لوگوں کو موٹر وغیرہ سے سخت تکلیف و دقت ہوتی ہے اس کا گناہ علیحدہ ہے [7] ——— (۴) عمرہ کی سعی کا احرام کی حالت میں ہونا یعنی اخیر سعی تک احرام کا باقی رہنا یہ اس قول کی بنا پر ہے جس میں سعی کے لئے احرام کا ہونا واجب ہے شرط نہیں ہے (جیسا کہ سعی کی شرائط میں گذر چکا ہے، مؤلف) لیکن یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر احرام سے باہر ہونے کے بعد سعی کی تو کیا اس پر صرف ایک دم جنایتِ حلق کا واجب ہو گا یا احرام کے بغیر سعی کرنے کی وجہ سے دوسرا دم بھی واجب ہو گا [8] اور ظاہر یہ ہے کہ عمرہ میں اصل واجب سعی اور حلق میں ترتیب کا ہونا ہے پس اس پر ترتیب ترک کرنے کی وجہ سے دم واجب ہو گا اور احرام کے بغیر سعی کرنے کا دوسرا دم واجب نہیں ہو گا جیسا کہ حج میں رمی اور حلق میں ترتیب واجب ہے پس اگر کوئی شخص رمی سے پہلے حلق کرائے گا تو اس پر ترتیب ترک کرنے کی وجہ سے دم واجب ہو گا اور رمی کے حالتِ احرام کے بغیر واقع ہونے کی وجہ سے دوسرا دم لازم نہیں ہو گا واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم [9] ———

(۵) صفا اور مروہ کے درمیان کا پورا فاصلہ طے کرنا اور وہ اس طرح پر ہے کہ اپنی دونوں ایڑیاں (پاؤں کا پچھلا حصہ) صفا اور مروہ سے ملا دے یا قدرے اوپر چڑھ جائے اور اسی طرح اگر سوار ہو تو اپنی سواری کے دونوں کھروں (سُموں) کا پچھلا حصہ

[1] بحر من الجنایات و غنیہ بزیادۃ [2] لباب و شرحہ [3] لباب و شرحہ و غنیہ وحیات [4] حیات [5] غنیہ و لباب [6] شرح اللباب و غنیہ وحیات [7] معلم الحجاج [8] لباب و شرحہ و غنیہ [9] غنیہ۔

صفا و مروہ سے ملادے اور یہ احوط ہے یا شروع کرنے وقت اپنی دونوں ایڑیاں صفا سے اور جب مروہ پر پہنچے تو اپنے دونوں پاؤں کی انگلیاں مروہ سے ملادے اور دونوں جگہ پر لوٹتے وقت اس کے برعکس عمل کرے [1] اور یہی صورت اظہر ہے لیکن یہ دونوں صورتیں صدرِ اول (پہلے زمانہ) میں ممکن تھیں جبکہ صفا اور مروہ زمین سے بلند تھے لیکن اس زمانہ میں صفا و مروہ کا بہت سا حصہ زمین میں دب چکا ہے اس لئے مذکورہ بالا دونوں صورتوں کو عمل میں لانا ممکن نہیں رہا پس آجکل صفا و مروہ کے شروع حصے کے اوپر چڑھنا واجب کی ادائیگی کے لئے کافی ہے [2] (آجکل سعودی حکومت نے نئے سرے سے مسعیٰ تعمیر کرایا ہے اور اس کے دونوں طرف کی بلندی کو ڈھلوان طریقہ پر بنادیا ہے اب بھی صفا کی بلندی کے اول حصہ پر چڑھنا جہاں سے خانۂ کعبہ نظر آجائے کافی ہے، مؤلف) ——— (۶) ترتیب یعنی صفا سے شروع کرنا اور مروہ پر ختم کرنا، اس مسئلہ میں تین قول ہیں اور دلیل کے اعتبار سے اعدل و مختار قول کی بنا پر یہ واجب ہے شرط یا سنت نہیں ہے یہاں تک کہ اگر مروہ سے شروع کیا تو پہلا چکر معتبر نہیں ہوگا اور یہی صحیح ہے اسلئے کہ ایسا کرنے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے امر کی مخالفت ہے کیونکہ آپ نے فرمایا ہے کہ جہاں سے اللہ پاک نے قرآن مجید میں شروع فرمایا ہے وہاں سے شروع کرو [3] پس اس پر اس چکر کا اعادہ لازم آئیگا اور اگر اعادہ نہیں کریگا تو نصف صاع گندم صدقہ کرنا واجب ہوگا [4] (اس کی تفصیل شرائط کے بیان میں گذر چکی ہے، مؤلف)

سُنَنِ سعی

سعی کی سنتیں دس ہیں (مؤلف) (۱) سعی کے لئے مسجد الحرام سے نکلنے سے پہلے حجرِ اسود کا استلام کرنا [5] ——— (۲) طواف اور سعی میں موالات (اتصال) ہونا، پس سنت یہ ہے کہ طواف سے فارغ ہو کر فوراً یعنی متصل ہی سعی کے لئے نکلے اگر کسی شخص نے کسی عذر کی وجہ سے سعی میں تاخیر کی یا اس لئے تاخیر کی کہ تکان دور کرنے کے لئے ذرا آرام کرلے تو مضائقہ نہیں اور اگر بلا عذر تاخیر کی تو موالات کو جو کہ طواف اور سعی کے درمیان سنت ہے ترک کرنے کی وجہ سے اس نے برا کیا لیکن اس پر کوئی جزا لازم نہیں ہے [6] ——— (۳) صفا اور مروہ پر چڑھنا [7] یعنی ان دونوں کے درمیان کی تمام مسافت طے کرنے کے بعد جبکہ وہاں ان دونوں پر چڑھنے کی جگہ ہو یا جبکہ سعی کے ضمن میں ان دونوں پر چڑھنا حاصل نہ ہوا ہو [8] ——— (۴) صفا و مروہ پر چڑھنے کے بعد قبلہ رو کھڑا ہونا [9] ——— (۵) نیت[ع]، یہ امام احمد حنبل رحمہ اللہ کے نزدیک سعی کی شرط ہے اور باقی تینوں اماموں یعنی امام ابو حنیفہ و امام مالک و امام شافعی رحمہم اللہ کے نزدیک سنت ہے شرط نہیں ہے اور شاید ان تینوں اماموں نے احرام والے شخص کے تمام افعال کی نیت کو احرام کی نیت کے ضمن میں درج ہونا قرار دیا ہے پس اگر کسی شخص نے کسی دشمن سے بھاگ کر یا خرید و فروخت یا سیر و تفریح

---

[1] لباب و شرحہ و غنیہ [2] شرح اللباب [3] لباب و شرحہ ملخصاً و بحر و غنیہ [4] حیات [5] غنیہ بزیادۃ [6] لباب و شرحہ و غنیہ [7] لباب و فتح و غنیہ [8] شرح اللباب و حیات [9] غنیہ بزیادۃ۔ [ع] لباب المناسک و غنیۃ الناسک میں نیت کو مستحبات میں شمار کیا ہے (مؤلف)

کرتے ہوئے صفا سے مروہ تک سات چکر کیے یا وہ نہیں جانتا کہ یہ مسعیٰ (سعی کی جگہ) ہے اور اس نے سعی کی تو اس کی سعی جائز و درست ہے اور یہ بہت بڑی وسعت و سہولت ہے جیسا کہ وقوف و رمیٔ جمار و حلق کے لئے نیت کا شرط نہ ہونا بہت بڑی وسعت و سہولت ہے [1] ـــــــ (۶) سعی کے پھیروں کو پے در پے کرنا پس اگر کسی نے سعی کے چکروں میں بہت فاصلہ کر دیا مثلاً ہر روز ایک چکر کیا اور سات دن میں سعی پوری کی یا ایک دن میں ایک چکر سے بھی کم کیا تو اس کی سعی باطل نہیں ہوگی (یعنی ادا ہو جائے گی) لیکن اگر اس نے کسی عذر کے بغیر ایسا کیا تو اس کو نئے سرے سے سعی کرنا مستحب ہے اور ظاہر یہ ہے کہ سعی کے ہر چکر کے اجزا کا پے در پے ہونا بھی سنت ہے [2] اور اس میں طواف کے چکروں اور ہر چکر کے اجزا میں موالات سنت ہونے کی نسبت زیادہ وسعت ہے کیونکہ سعی کے چکروں میں کھانا جائز ہے اور طواف کے چکروں میں جائز نہیں ہے جیسا کہ پہلے طواف کے بیان میں گذر چکا ہے [3] ـــــــ (۷) مردوں کیلئے ہر چکر میں میلین کے درمیان دوڑ کر چلنا [4] اور میلین کے علاوہ باقی حصہ میں ہر چکر میں اطمینان و سکون سے چلنا [5] عورتوں کے لئے تمام فاصلہ اطمینان سے طے کرنا ـــــــ (۸) ستر عورت اگرچہ ستر عورت یعنی اعضائے ستر کا ڈھانپنا ہر حال میں مرد و عورت کے لئے فرض ہے لیکن یہاں اس کو سنت کہنے کی وجہ یہ ہے کہ اس کے ترک پر کوئی جزا لازم نہیں آتی یا یہ وجہ ہے کہ سعی میں ستر عورت کے ترک کا گناہ عام طور پر فرض کے ترک کا گناہ ہونے کے باوجود سعی میں ترک کی وجہ سے ترکِ سنت کا گناہ بھی لازم ہوتا ہے [6] (یعنی سعی میں اور بھی زیادہ اہتمام کرنا چاہئے، مؤلف) اور حاصل یہ ہے کہ طواف میں ستر عورت واجب ہے جیسا کہ طواف کے بیان میں گذر چکا ہے اور سعی میں سنت ہے پس اگر یہ فرض کر لیا جائے کہ کوئی شخص طواف یا سعی ایسی حالت میں کرے کہ وہاں یعنی مطاف یا مسعیٰ میں اور اس کے آس پاس کوئی شخص ہو تو اس طرح طواف کرنے سے وہ واجب کا تارک ہوگا اور اس حالت میں سعی کرنے سے وہ سنت کا تارک ہوگا اور اگر وہاں لوگ موجود ہوں (جیسا کہ ہمیشہ ایسا ہی ہوتا ہے، مؤلف) تو اس حالت میں طواف و سعی کرنا حرام ہے لیکن اس کا طواف و سعی درست ہو جائیں گے اور سعی میں اس پر کچھ جزا واجب نہیں ہوگی (کیونکہ وہ سنت کا تارک ہوا ہے) اور طواف میں جزا واجب ہوگی (کیونکہ واجب کا تارک ہوا ہے) [7] ـــــــ (۹) سعی کرتے وقت جنابت و حیض و نفاس یعنی حدثِ اکبر سے پاک ہونا سعی کی سنتوں میں سے ہے لیکن حدثِ اصغر سے پاک ہونا اور لباس و بدن کا نجاست سے پاک ہونا مستحب ہے [8] ـــــــ

(۱۰) سعی کا ایسے معتد بہ طواف کے بعد ہونا جو حدثِ اصغر سے طہارت اور لباس و بدن و مکانِ طواف کے نجاستِ حقیقیہ سے پاک ہونے کی حالت میں کیا ہو جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے [9] (یعنی اس کا بیان واجباتِ سعی میں بھی گذر چکا ہے، مؤلف)

---

[1] شرح اللباب و حیات و غنیہ تصرفاً [2] لباب و شرحہ و غنیہ و حیات تصرفاً [3] غنیہ [4] لباب و غنیہ [5] حیات [6] لباب و شرحہ و غنیہ۔
[7] شرح اللباب [8، 9] غنیہ۔

مستحباتِ سعی

مستحباتِ سعی سات ہیں: (۱) سعی کے دوران ذکر وادعیۂ ماثورہ وغیر ماثورہ میں مشغول ہونا [1]

(۲) صفا ومروہ پر اذکار وادعیہ کا تین مرتبہ تکرار کرنا [2] (۳) صفا ومروہ پر دیر تک قیام کرنا [3] یعنی دیر تک اذکار وادعیہ میں مشغول رہنا [4] (ان سب کی تفصیل کیفیتِ سعی میں درج ہے، مؤلف)

(۴) ظاہری و باطنی طور پر خشوع وخضوع کے ساتھ سعی کرنا [5] (۵) اگر سعی کے پھیروں میں یا کسی پھیرے کے اجزا میں بلاعذر زیادہ وقفہ ہوجائے تو نئے سرے سے سعی کرنا [6] اس لئے کہ موالات (پے در پے ہونا) جو کہ سعی میں سنت ہے اس سے ترک ہوگئی لیکن اگر کسی عذر کی وجہ سے موالات ترک ہوجائے تو نئے سرے سے نہ کرے بلکہ اسی پر بنا کرلے، مثلاً اس وقت کی فرض نماز یا نمازِ جنازہ قائم ہوجائے اور کوئی شخص سعی کر رہا ہو تو اس کو چاہئے کہ پہلے وقتی فرض نماز یا نمازِ جنازہ کی جماعت میں شامل ہوجائے اس سے فارغ ہونے کے بعد اسی سعی پر بنا کرے یعنی جہاں سے چھوڑا تھا وہیں سے شروع کرکے باقی پھیرے پورے کرے نئے سرے سے شروع نہ کرے اور اسی طرح اگر کوئی شخص تجدیدِ وضو کے لئے نکلے یا اس کو کوئی مانع یا کوئی دیگر سبب پیش آجائے تب بھی بنا کرکے باقی پھیرے پورے کرے [7] بخلاف طواف کے کہ اس کا نئے سرے سے کرنا مطلقاً مستحب ہے (خواہ عذر سے تفریق (فاصلہ) ہوئی ہو یا بلاعذر) اس لئے کہ سعی کا مکرر کرنا مشروع نہیں ہے بخلاف طواف کے کہ اس کا تکرار مشروع ہے لیکن عذر کی وجہ سے طواف کے چکروں میں تفریق ہونے کی صورت میں اس کا نئے سرے سے کرنا اس وقت مستحب ہے جبکہ طواف کا اکثر حصہ ادا کرنے سے پہلے تفریق ہوئی ہو [8]

(خلاصہ یہ ہے کہ طواف کے چکروں میں تفریق اگر بلاعذر ہوئی ہو تو مطلقاً نئے سرے سے طواف کرنا مستحب ہے خواہ طواف کا اکثر حصہ ادا کرنے سے پہلے تفریق ہوئی ہو یا بعد میں اور اگر عذر کے ساتھ تفریق ہوئی ہو تو اگر طواف کا اکثر حصہ ادا کرنے سے پہلے تفریق ہوئی تو نئے سرے سے کرنا مستحب ہے اور اگر اکثر حصہ یعنی چار چکر ادا کرنے کے بعد تفریق ہوئی ہو تو نئے سرے سے کرنا مستحب نہیں ہے بلکہ اسی پر بنا کرکے پورا کرے اور سعی کے چکروں میں تفریق اگر بلاعذر ہوئی ہو تو مطلقاً نئے سرے سے ادا کرنا مستحب ہے اور اگر عذر سے تفریق ہوئی ہو تو نئے سرے سے ادا کرنا مطلقاً مستحب نہیں ہے بلکہ اسی پر بنا کرکے پورا کرے، مؤلف) (۶) سعی سے فارغ ہونے کے بعد مسجد الحرام میں آکر دو رکعت نماز نفل ادا کرنا [9]

(تنبیہ) سعی کے بعد کے دوگانہ کا مروہ پر پڑھنا مکروہ ہے کیونکہ یہ بدعت ہے [10]

(۷) بدن کا حدثِ اصغر سے پاک ہونا اور بدن ولباس کا نجاستِ حقیقیہ سے پاک ہونا [11]

---

[1] لباب وشرحہ وغنیہ [2] لباب وشرحہ وغنیہ وحیات [3] لباب وغنیہ [4] شرح اللباب فی کیفیۃ السعی [5] لباب وشرحہ وغنیہ وحیات
[6] لباب وشرحہ وزبدۃ وغنیہ وحیات [7] شرح اللباب وفتح وملتقطاً [8] غنیہ [9] لباب وغنیہ ودر [10] شرح اللباب [11] غنیہ وحیات۔

مباحاتِ سعی

مباحاتِ سعی تین ہیں [1] (۱) وہ جائز کلام جس کی سعی کی حالت میں ضرورت لاحق ہو اور وہ اس کو سعی سے مشغول کرنے والا اور خشوع کے منافی نہ ہو مباح و جائز ہے اور فضول و لایعنی و بے ضرورت کلام کا ترک کرنا ہر وقت افضل ہے پس سعی میں جو کہ عبادت ہے بلاضرورت کلام کا ترک کرنا بدرجۂ اولیٰ افضل ہے [2] ——— (۲) کسی قلیل فعل کے ساتھ سعی کے پھیروں میں موالات کو ترک کرنا مثلاً پینا یا کوئی اتنی تھوڑی سی چیز کھانا کہ جس سے سعی کے پھیروں میں موالات منقطع نہ ہو (یعنی زیادہ فاصلہ نہ ہونے پائے) حالانکہ حالتِ طواف میں کسی چیز کا کھانا مکروہ ہے شاید اس بارے میں طواف اور سعی میں اس لئے فرق کیا گیا ہو کہ طواف کا امر سعی کے امر سے زیادہ عظیم ہے اور طواف میں پینے کی معافی دی گئی ہے کیونکہ اس میں بہت قلیل وقت خرچ ہوتا ہے بخلاف کھانے کے [3] ——— (۳) کسی عذر کی وجہ سے ترکِ موالات میں کوئی مضائقہ نہیں ہے پس فرض نماز کی ادائگی کیلئے ترکِ موالات کرنا یعنی سعی کو چھوڑ کر فرض نماز کی جماعت میں شامل ہونا یا نمازِ جنازہ کی جماعت میں شامل ہونا مباح ہے اور یہ سعی کو ترک کرکے نماز کے لئے نکلنا یا فرض ہے یا واجب یا سنت اور اس مقصد کے لئے ترکِ موالات مباح ہے پس جب نمازِ فرض یا نمازِ جنازہ سے فارغ ہو جائے تو واپس آکر اسی جگہ سے سعی شروع کردے جہاں سے چھوڑ کر گیا تھا اور نئے سرے سے شروع نہ کرے جیسا کہ مستحبات میں بیان ہوا اور نمازِ جنازہ کے لئے نکلنا اور سعی کو ترک کردینا اس وقت مباح ہے جبکہ وہاں کوئی دوسرا شخص موجود ہو جو نمازِ جنازہ کے فرضِ کفایہ کو ادا کرسکے اور اگر ایسا کوئی شخص بھی موجود نہ ہو تو یہ شخص نمازِ جنازہ پڑھنے کے لئے متعین ہو جائے گا اور اب نمازِ جنازہ کے لئے نکلنا اس پر فرض ہو جائے گا [4]

مکروہاتِ سعی

مکروہاتِ سعی سات ہیں [5] (۱) سعی کے پھیروں میں بلاعذر زیادہ فاصلہ (تفریق) کرنا کیونکہ یہ موالات (پے درپے ہونے) کے خلاف ہے اور موالات سنت ہے [6] لیکن اگر کسی عذر سے زیادہ فاصلہ ہوجائے تو کوئی مضائقہ نہیں [7] ———

(۲) بلاعذر سواری پر سعی کرنا [8] اور یہ مکروہِ تحریمی ہے کیونکہ پیدل چل کر سعی کرنا واجب ہے اور اس کے ترک پر دم واجب ہوتا ہے [9] ——— (۳) سعی کرتے وقت اس طرح سے خرید و فروخت یا بات چیت کرنا کہ جس سے حضورِ قلب نہ رہ سکے اور اذکار و دعا وغیرہ پڑھنے کے مانع ہو یا موالات (پے درپے ہونا) ترک ہوجائے [10] ——— (۴) صفا اور مروہ کے اوپر چڑھنا ترک کرنا جبکہ ان کے اوپر چڑھنے کی جگہ ہو اور صفا و مروہ تک پہنچنے کے لئے یا خانۂ کعبہ کو دیکھنے کے لئے اوپر چڑھنے کی ضرورت ہو [11] اور یہ

---

[1] حیات [2] لباب شرح و حیات بزیادۃ عن غنیہ وغیرہ [3] لباب شرح و غنیہ بتصرف و تغیر [4] لباب و شرح تصرفاً و تغیراً و زیادۃً [5] حیات [6] لباب شرح و حیات بزیادۃ [7] غنیہ و فتح [8] لباب و غنیہ [9] شرح اللباب تصرفاً [10] لباب و شرح و غنیہ و حیات [11] لباب و شرح و حیات۔

کراہت اس وقت ہے جبکہ امکان کے باوجود ترک کرے [1] ــــــــــ (۵) سعی میں میلین کے درمیان سرعت سے (دوڑ کر) نہ چلنا [2] اور میلین کے علاوہ باقی جگہ میں سرعت کے ساتھ چلنا [3] ــــــــــ (۶) سعی کے مختار وقت سے بلاعذر بہت تاخیر کرنا [4] یعنی طواف کے بعد سعی میں بلاعذر تاخیر کرنا یا ایامِ نحر سے مؤخر کرنا [5] ــــــــــ (۷) سترِ عورت ترک کرنا یعنی حصہ ستر کھلا ہونے کی صورت میں سعی کرنا اور یہ مطلقاً ہر حالت میں حرام ہے اور سعی کی حالت میں نہایت قبیح (بہت ہی برا) ہے لیکن اس فعل سے اس پر کوئی جزا لازم نہیں ہوگی اس لئے اس کو مکروہات میں ذکر کیا جاتا ہے [6]

خطباتِ حج

حج میں مسنون خطبے تین ہیں: **پہلا خطبہ** ساتویں ذی الحجہ کو یعنی یوم ترویہ سے ایک دن پہلے ہے پس جب ساتویں ذی الحجہ ہو جائے تو سنت یہ ہے کہ امام یا اس کا نائب مکہ مکرمہ میں نماز ظہر کے بعد ایک خطبہ دے اور اس کے درمیان میں نہ بیٹھے اس خطبہ کو تکبیر (اللہ اکبر) سے شروع کرے اور تکبیر کے بعد تلبیہ پڑھے جبکہ وہ احرام کی حالت میں ہو پھر خطبۂ متعارفہ پڑھے یعنی اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کرے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی آل و اصحاب و اتباع و احباب پر درود شریف پڑھے پھر خطبہ میں لوگوں کو دوسرے خطبہ سے پہلے کے احکام جو نویں ذی الحجہ کو عرفات میں ہوگا جس کا آگے ذکر آتا ہے اور اس کے بعد کے احکام حج بیان کرے پس آداب و کیفیتِ احرام وغیرہ، آٹھویں ذی الحجہ کو طلوعِ آفتاب کے بعد منیٰ کی طرف روانگی، عرفہ کی رات منیٰ میں گذارنا، نویں ذی الحجہ کو صبح طلوعِ آفتاب کے بعد عرفات کی طرف روانہ ہونا، مسجدِ نمرہ میں ظہر و عصر کی نماز کو جمع بین الصلوٰتین کی شرعی شرطوں کے ساتھ جمع کرنا، وقوفِ عرفہ کے وقت میں وقوف کرنا اور اس کے آداب کی کیفیت، پھر غروبِ آفتاب کے بعد امام کے ساتھ عرفات سے مزدلفہ کو روانگی وغیرہ احکام جو اس مبارک مقام کے مناسب ہیں اور حج کے پورا ہونے تک جن احکام کی حاجی کو ضرورت پڑتی ہے بیان کرے اگرچہ وہ احکام بعد کے خطبوں میں بھی بیان کئے جائیں گے کیونکہ احکامِ شرعیہ کی تاکید و تکرار نیک و احسن کام ہے [7] ــــــــــ

دوسرا خطبہ نویں ذی الحجہ کو عرفات میں زوال کے بعد ظہر و عصر کی نماز جمع کرنے سے پہلے ہے [8] ــــــــــ

تیسرا خطبہ منیٰ میں گیارہویں ذی الحجہ کو مسجدِ خیف میں ظہر کی نماز کے بعد ہے، پس ہر خطبہ میں ایک دن کا فاصلہ ہے منیٰ کا خطبہ بھی ساتویں ذی الحجہ کے خطبہ کی طرح ایک ہی خطبہ ہے، اس کے درمیان میں بھی جلسہ نہیں ہے اور یہ دونوں خطبے یعنی پہلا اور تیسرا خطبہ زوال کے بعد اور نمازِ ظہر ادا کرنے کے بعد ہیں لیکن دوسرے یعنی عرفات کے خطبہ میں امام جمعہ کے خطبہ کی طرح دو خطبے پڑھے اور ان کے درمیان میں بیٹھے، نیز یہ عرفہ کے روز کا خطبہ زوال کے بعد ظہر کی نماز سے پہلے پڑھا جائے گا، اور یہ تینوں خطبے سنت ہیں [9] بخلاف جمعہ کے خطبہ کے کہ وہ فرض ہے بلکہ شرط ہے، تمام قسم کے خطبوں کے سننے کے وقت خاموش رہنا واجب ہے اور جمعہ کے خطبہ میں خاموش رہنے کی تاکید زیادہ ہے [10] ان تینوں خطبوں کو تکبیر (اللہ اکبر) سے شروع کرے پھر تلبیہ پڑھے پھر حمد و ثنا کہے جیسا کہ عیدین کے خطبے تکبیر سے شروع کئے جاتے ہیں اور تین خطبے یعنی جمعہ و استسقاء و نکاح کے خطبے حمد و ثنا سے شروع کئے جاتے ہیں [11]

---

[1] حیات [2] لباب و شرحہ و غنیہ و حیات [3] حیات [4] لباب و شرحہ و حیات [5] غنیہ [6] لباب و شرحہ و غنیہ [7] لباب و شرحہ و ش و ع و غنیہ و حیات ملتقطاً [8] لباب و شرحہ و ش و غنیہ و حیات [9] ع و لباب و شرحہ و ش و غنیہ و حیات ملتقطاً [10] شرح اللباب [11] بحر و غنیہ۔

(تنبیھ) اور یہ جو کہا گیا ہے کہ ان تینوں خطبوں میں سے ہر خطبہ کو تکبیر سے شروع کرے اس کا مطلب یہ ہے کہ سات تکبیریں علیحدہ علیحدہ کہے اور تلبیہ صرف مکہ معظمہ و عرفات کے (ساتویں و نویں ذی الحجہ کے) خطبہ میں پڑھے منیٰ کے خطبہ میں تلبیہ نہیں پڑھا جائیگا کیونکہ پہلی رمی سے ہی تلبیہ پڑھنا ختم ہو جاتا ہے [۱]

وقوفِ عرفات

شرائطِ صحتِ وقوف وقوفِ عرفات کے صحیح ہونے کے لئے تین شرطیں ہیں: (۱) وقوف سے پہلے صحیح یعنی غیر فائت و غیر فاسد حج کا احرام ہونا اور عمرہ کا احرام نہ ہونا، پس اگر کسی شخص نے احرام کے بغیر وقوف کیا یا عمرہ کے احرام کے ساتھ یا فوت شدہ حج کے احرام کے ساتھ وقوفِ عرفات کیا (یعنی حج فوت ہونے کے بعد اسی احرام کی حالت میں آئندہ سال تک رہا اور تجدیدِ احرام کئے بغیر اسی احرام سے وقوف کیا [۲]) تو اس کا وقوف صحیح نہیں ہوگا اور اسی طرح اگر حجِ فاسد کے احرام کے ساتھ وقوفِ عرفات کیا تو اس وقوف سے اس کے ذمہ سے حج ادا نہیں ہوگا اگرچہ حج کے بقیہ افعال کا ادا کرنا اس پر لازم ہے [۳] حج فاسد کے احرام سے حج کرنے کا مطلب یہ ہے کہ کسی شخص نے حج کا احرام باندھا اور وقوفِ عرفہ سے پہلے جماع کر کے اپنے احرام کو فاسد کر دیا تو اب اس کا وقوف صحیح نہیں ہوگا جیسا کہ اس کا احرام بھی صحیح نہیں رہا اگرچہ اس کو اب بھی وقوفِ عرفات اور بقیہ افعالِ حج کا پورا ادا کرنا لازمی ہے اور پھر آئندہ سال اس فاسد حج کی قضا بھی لازم ہے، نیز جس شخص نے وقوفِ عرفہ سے پہلے جماع کر کے اپنا احرام فاسد کر دیا اب اگر وہ نئے سرے سے حج کا احرام باندھ لے تب بھی اس کا وقوف صحیح نہیں ہوگا [۴] (اس لئے کہ اس کو اسی فاسد شدہ احرام کے ساتھ وقوف و بقیہ افعالِ حج کا پورا کرنا لازم ہے جیسا کہ اوپر بیان ہوا، مؤلف)

(۲) مکان، اور وہ سوائے بطنِ عرنہ کے تمام زمین عرفات ہے پس اگر کسی نے عرفات کے علاوہ کسی اور جگہ وقوف کیا تو اس کا وقوف صحیح نہیں ہوگا خواہ ایسا عمداً کرے یا غلطی سے یا بھول کر یا بے علمی کی وجہ سے کرے [۵] پس اگر کچھ لوگوں نے وقوفِ عرفات کی جگہ میں غلطی کی اور زمینِ عرفات کے علاوہ وقوف کیا تو ان کا حج صحیح نہیں ہوگا اگرچہ وادی عرنہ میں وقوف کیا ہو [۶]

(۳) وقوف کا وقت ہونا اور وقوف کا اول وقت یوم عرفہ یعنی نویں ذی الحجہ کو زوالِ آفتاب سے شروع ہوتا ہے اور اس کا آخری وقت یوم النحر یعنی دسویں ذی الحجہ کی صبح صادق کے طلوع ہونے سے پہلے تک ہے [۷] یعنی مذکورہ اول وقت سوائے امام احمد رحمہ اللہ کے باقی تینوں ائمہ کرام رحمہم اللہ کے نزدیک ہے اور امام احمدؒ کے نزدیک عرفہ کا تمام دن وقوف کا وقت ہے ان کے نزدیک زوال کے بعد سنت ہے اور آخری وقت جو اوپر بیان ہوا وہ باتفاقِ ائمہ اربعہ ہے [۸]

---

[۱] غنیہ [۲] ارشاد [۳] لباب وشرحہ وغنیہ بزیادۃ عن ارشاد [۴] شرح اللباب ملخصاً [۵] لباب وشرحہ تصرفاً وحیات [۶] غنیہ بزیادۃ [۷] لباب وغنیہ وحیات [۸] شرح اللباب وحیات۔

یوم عرفہ میں اشتباہ واقع ہونا

(۱) اگر ذی الحجہ کے چاند میں اشتباہ واقع ہو گیا یعنی یہ شبہ ہوا کہ ذی الحجہ کی پہلی رات ہے یا ذیقعدہ کی آخری رات ہے اور ذیقعدہ کے تیس دن پورے کر کے نویں ذی الحجہ کو یوم عرفہ گمان کرتے ہوئے وقوفِ عرفات کیا پھر ایک جماعت کی گواہی سے معلوم ہوا کہ یہ دن جس میں وقوفِ عرفات کیا گیا ہے دسویں ذی الحجہ کا دن ہے تو استحساناً ان کا وقوف صحیح اور ان کا حج پورا ہو گیا حتیٰ کہ ان گواہوں کا وقوف و حج بھی پورا ہو گیا اور ان کی شہادت قبول نہیں کی جائے گی کیونکہ اس میں شدید حرج ہے [۱] ——— (۲) اور اگر یہ ظاہر ہوا کہ وہ گیارھویں ذی الحجہ کا دن ہے تو وہ وقوف جائز نہیں ہوگا اور اسی طرح اگر یہ ظاہر ہوا کہ وہ آٹھویں ذی الحجہ کا دن ہے تب بھی اُن کا وقوف جائز نہیں ہوگا [۲] خواہ اس کا تدارک ممکن ہو مثلاً جس دن انھوں نے گواہی دی وہ دن عرفہ کا ہو یا اس کا تدارک ممکن نہ ہو مثلاً انھوں نے دسویں ذی الحجہ کو گواہی دی ہو، پس قاضی خاں کی شرح الجامع الصغیر میں ہے کہ اگر ظاہر ہوا کہ انھوں نے آٹھویں ذی الحجہ کو وقوفِ عرفہ کیا ہے تو جائز نہیں ہے خواہ ان کو دسویں ذی الحجہ ہی کو معلوم ہوا ہو [۳] ——— (۳) اور اگر آٹھویں ذی الحجہ کو لوگوں نے گواہی دی کہ آج نویں ذی الحجہ ہے اور اس وقت لوگ منیٰ میں ہیں تو دیکھا جائے گا کہ اتنا وقت ہے جس میں امام تمام یا اکثر لوگوں کے ساتھ دن میں کسی وقت عرفات پہنچ کر وقوف کر سکتا ہے تو قیاساً و استحساناً ان کی گواہی قبول کی جائے گی کیونکہ وہ وقوفِ عرفات پر قادر ہیں جس کے لئے وہ مامور ہیں اور اس صورت میں قیاس اور استحسان دونوں کے مطابق دو عادل آدمیوں کی گواہی قبول کی جائیگی پس اگر ان لوگوں نے اس رات تک وقوف نہ کیا تو اُن کا حج فوت ہو جائے گا پس ان کو عمرہ کے افعال ادا کر کے احرام سے باہر ہونا چاہئے اور اگر امام کو تمام یا اکثر لوگوں کے ساتھ دن میں نہیں بلکہ رات کے کسی حصہ میں وقوفِ عرفہ کرنا ممکن ہو تب بھی قیاساً و استحساناً یہی حکم ہے حتیٰ کہ اگر وہ اس رات میں وقوف نہیں کریں گے تو ان کا وقوف فوت ہو جائے گا لیکن اس صورت میں استحساناً دو آدمیوں کی گواہی قبول نہیں کی جائے گی بلکہ ایک بڑی جماعت کا گواہی دینا ضروری ہے لیکن قیاس کی رُو سے اس صورت میں بھی دو عادل آدمیوں کی گواہی قبول کی جائے گی اور اگر رات میں بھی امام کو اکثر لوگوں کے ساتھ وقوفِ عرفہ ممکن نہ ہو صرف امام اور بعض لوگ جو اس کے ساتھ جلدی کر کے پہنچ سکتے اور وقوف کر سکتے ہوں پیدل چلنے والوں اور اہل و عیال و بھاری سامان والوں کے لئے اس رات میں پہنچ کر وقوفِ عرفہ کرنا ممکن نہ ہو تو استحساناً ان لوگوں کی گواہی قبول نہیں کی جائے گی اور امام لوگوں کو حکم دے گا کہ اگلے روز زوال کے بعد وقوفِ عرفہ کریں پس اس بارے میں عام لوگوں کی اکثریت کے وقوف پر قادر ہونے کا اعتبار ہے اقلیت کے قادر ہونے کا اعتبار نہیں ہے۔ (خلاصہ یہ ہے کہ جس صورت میں ان گواہوں کی گواہی تسلیم کرنے سے اکثر لوگوں کا حج فوت ہوتا ہو ان کی گواہی قبول نہیں کی جائے گی اگرچہ بہت بڑی جماعت گواہی دے اور اگر اکثر لوگوں کو وقوفِ عرفہ میسر ہونا ممکن ہو اور تھوڑے آدمیوں کا وقوفِ عرفہ فوت ہوتا ہو تو ان کی گواہی قبول کر لی جائے گی، معلم الحجاج، تاریخ کی تحقیق کے لئے فی زماننا حکومتِ سعودیہ عربیہ خود انتظام کرتی ہے وہی حج کے دن کا بھی اعلان کرتی ہے لہذا حاجی صاحبان کبھی وہم میں مبتلا نہ ہوں اور

---

[۱] لباب و شرحہ و غنیہ ملتقطاً و مثلہ فی الہدایہ فی مسائل منثورہ والفتح والبدائع [۲] غنیہ و لباب و شرحہ [۳] غنیہ۔

اپنی عبادات میں مصروف رہیں، (حاشیۂ معلم الحجاج از قاری شریف احمد صاحب مدظلہ) اور اس بارے میں گواہوں کے لئے بھی وہی حکم ہے جو دوسروں کے لئے ہے حتیٰ کہ اگر انھوں نے اپنی شہادت رد ہونے کے بعد اپنی رویت کے مطابق وقوفِ عرفات کیا تو ان کا وقوف جائز و درست نہیں ہوگا اور ان پر فرض ہے کہ وہ اپنے امام کے ساتھ دوبارہ وقوف کریں اگرچہ ان کو یقین ہو کہ یہ دسویں ذی الحجہ کا دن ہے اور اگر وہ اپنے وقوف کو امام کے ساتھ نہیں لوٹائیں گے تو ان کا حج فوت ہو جائے گا کیونکہ ان کی گواہی رد ہو جانے کے بعد ان کا اپنی رویت کے مطابق وقوف کرنا وقوف نہ کرنے کے برابر ہے اور اب حج فوت ہو جانے کی صورت میں ان کو عمرہ کے افعال ادا کر کے احرام کھول دینا چاہئے اور آئندہ سال اس حج کی قضا دینا ان پر لازم ہے اور اسی طرح جن لوگوں نے ان کی گواہی پر وقوفِ عرفات کیا ان کا وقوف بھی جائز نہیں ہوگا اور اگر گواہوں نے اپنی گواہی رد ہونے کے بعد امام کے ساتھ وقوف کیا تو ان کا حج پورا ہو گیا وہ لوگ اور دوسرے لوگ اس حج کی ادائیگی میں برابر ہیں اگرچہ ان گواہوں کو یہ یقین ہو کہ دسویں ذی الحجہ کا دن ہے [1]

(۴) اسی طرح اگر امام نے مجتہد فیہ صورت میں وقوفِ عرفہ کو مؤخر کیا تب بھی یہی حکم ہے اور اس شخص کا وقوف عرفہ جائز نہ ہوگا جس نے امام سے پہلے وقوف کیا ہو پس اگر دو گواہوں نے امام کے سامنے ذی الحجہ کے چاند کی گواہی دی اور ان دونوں کی گواہی اس لئے رد کردی گئی کہ آسمان پر علت نہیں ہے (یعنی مطلع صاف ہے) پھر ایک جماعت نے ان دونوں کی گواہی پر امام سے قبل وقوفِ عرفہ کیا تو ان کا وقوف جائز نہیں ہوگا کیونکہ امام نے (ان دونوں کی گواہی کو رد کرتے ہوئے) وقوف کو اس لئے مؤخر کیا ہے کہ اس کو اس پر عمل کرنا شرعاً جائز تھا پس یہ ایسا ہو گیا جیسا کہ اگر وہ اشتباہ کی صورت میں مؤخر کرتا تو جائز تھا [2]

(۵) اور اگر تین یا زیادہ عادل گواہوں نے چاند دیکھنے کی گواہی ذی الحجہ کے پہلے عشرہ میں دی اور امام کی رائے یہ ہوئی کہ جب تک کثیر جماعت گواہی نہ دے وہ ان کی گواہی قبول نہیں کرے گا، وہ اپنی رائے پر قائم رہا اور اس روز وقوفِ عرفہ کیا جو ان گواہوں کی گواہی کے مطابق دسویں ذی الحجہ کا دن تھا اور لوگوں اور ان گواہوں نے بھی اسی روز وقوف کیا تو جائز ہے اور اگر ان گواہوں نے امام کی مخالفت کی اور اس سے ایک روز پہلے (یعنی اپنی گواہی کے مطابق) وقوف کرلیا تو ان کا وقوف جائز نہیں ہے [3]

(۶) اگر امام نے کسی خوف کی وجہ سے وقوف کو دسویں ذی الحجہ تک مؤخر کر دیا تو یہ معلوم ہوتے ہوئے کہ یہ دسویں ذی الحجہ ہے اس کا وقوف کو مؤخر کرنا جائز نہیں ہے [4] (۷) اور یہ بات کہ ذی الحجہ کے چاند کا حکم شوال کے چاند کی مانند ہے یا رمضان کے چاند کی مانند اس بارے میں دو قول ہیں پس تصحیح میں اختلاف ہے اور مذہب یہ ہے کہ شوال کے چاند کی مانند ہے یہ ظاہر الروایت ہے اور یہی اصح ہے یعنی ذی الحجہ کا چاند شوال کے چاند کی مانند ہے پس یہ ابر و غبار کی حالت میں دو مردوں یا ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی سے ثابت ہوتا ہے اور مطلع صاف ہونے کی حالت میں اس کے لئے بھی جماعتِ عظیم کی گواہی لازمی ہے [5]

(۸) اور ظاہر الروایت میں ہلالِ رمضان و ہلالِ شوال میں اختلافِ مطالع معتبر نہیں ہے اور ہمارے ائمہ و ائمہ مالکیہ و

---

[1] لباب و شرحہ و غنیہ تصرفاً و ملتقطاً و مثلہ فی الہدایہ و الفتح فی مسائل منثورہ و البدائع [2] فتح فی مسائل منثورہ و بدائع و غنیہ [3] لباب و شرحہ و غنیہ [4] غنیہ [5] بحر و ش و غنیہ ملتقطاً۔

حنابلہ کے نزدیک یہی معتمد ہے پس اہلِ مغرب کے چاند دیکھ لینے سے اہلِ مشرق پر بھی رمضان یا شوال کا چاند ثابت ہو جاتا ہے جبکہ شرعی طریق سے اس کا ثبوت ہو جائے (جیسا کہ کتاب الصوم میں بیان ہو چکا ہے، مؤلف) لیکن ذی الحجہ کے ہلال میں فقہا کا ظاہر کلام یہ ہے کہ اس میں حاجیوں کے بارے میں اختلافِ مطالع معتبر ہے۔ پس اگر یہ ظاہر ہو جائے کہ مکہ معظمہ اور اس کے متعلقات کے علاوہ کسی اور ملک میں ان کی رویت سے ایک دن پہلے چاند دیکھا گیا ہے تو ان پر اس رویت سے کچھ لازم نہیں ہوگا۔ رہی یہ بات کہ حاجیوں کے علاوہ دوسرے لوگوں کی قربانی کے لئے بھی اختلافِ مطالع معتبر ہے یا نہیں، اس کے بارے میں کوئی حکم نظر سے نہیں گذرا اور ظاہر یہ ہے کہ ان کے حق میں بھی اختلافِ مطالع معتبر ہے اس لئے کہ اختلافِ مطالع روزہ کے بارے میں اس لئے معتبر نہیں ہے کہ بخلاف قربانی کے روزہ کا لازم ہونا مطلق رویت سے تعلق رکھتا ہے پس ظاہر یہ ہے کہ قربانی کا حکم اوقاتِ نماز کی مانند ہے کہ ہر قوم پر اُن کے مطلع کے مطابق عمل کرنا لازم ہے پس ۱۲ ذی الحجہ کو قربانی کرنا کافی ہے اگرچہ وہ دن دوسرے علاقہ کے لوگوں کی رویت کے اعتبار سے تیرہویں ذی الحجہ ہو۔ واللہ اعلم بالصواب [1] (یہ بحث کتاب الصوم میں بھی بیان ہو چکی ہے اور ناظرین کی سہولت کے لئے یہاں بھی درج کر دی گئی ہے، مؤلف)

رکنِ وقوف

وقوف کا حدودِ عرفات میں کسی جگہ اپنے وقت کے اندر ہونا وقوف کا رکن ہے اگرچہ وقوف ایک لحظہ کے لئے ہی ہو اور خواہ کسی طرح سے ہو، یعنی خواہ وقوف کی نیت سے ہو یا حج کی نیت سے یا بغیر کسی نیت کے ہو اور خواہ اس کو اس بات کا علم ہو کہ یہ عرفات ہے اور اب وقوف کا وقت ہے یا اس بات کا علم نہ ہو اور خواہ سوتے ہوئے ہو یا جاگتے ہوئے ہو، خواہ بیہوشی کی حالت میں ہو یا افاقہ کی حالت میں، خواہ جنون کی حالت میں ہو یا عقل کی حالت میں، خواہ نشہ کی حالت میں ہو یا بغیر نشہ کی حالت کے، خواہ بغیر ٹھہرے گذرتے ہوئے ہو یا دوڑتے ہوئے، اپنی مرضی سے ہو یا زبردستی سے، کسی دشمن وغیرہ سے بھاگتے ہوئے ہو یا کسی قرضدار کی تلاش میں جاتے ہوئے ہو، وضو سے ہو یا بے وضو ہو یا جنب کی حالت میں یا حیض و نفاس کی حالت میں ہو، ننگا ہو یا لباس پہنے ہوئے ہو کھڑا ہو یا بیٹھا ہوا ہو، دن میں ہو یا رات میں ہو کسی بھی طرح ہو اس کا وقوف صحیح ہو جائے گا جبکہ وقوف کے وقت کے اندر ہو لیکن مقدارِ وقوف جو فرض ہے وہ لطیف سی ساعت ہے یعنی تھوڑا سا لمحہ ہے [2] اگر وقوف کے وقت میں ایک لحظہ کے لئے بھی حدودِ عرفات میں داخل نہ ہوا تو وقوف ادا نہ ہوا [3]

واجباتِ وقوف

وقوفِ عرفات میں صرف ایک چیز واجب ہے (مؤلف) اور وہ یہ ہے کہ جو شخص دن میں یعنی غروبِ آفتاب سے پہلے

---

[1] ش و غنیہ تصرفاً [2] لباب و شرحہ و غنیہ و حیات بتصرف [3] معلم

وقوف کرے اس کے لئے واجب ہے کہ جس وقت وقوف کیا ہے اس وقت سے غروبِ آفتاب کے ذرا بعد تک وقوف کو دراز کرے یعنی رات کا بھی کچھ حصہ وقوف میں آجائے کیونکہ یہ امام مالکؒ کے نزدیک رکن ہے اور اگر کوئی شخص رات کے وقت میں پہنچا اور رات کو وقوفِ عرفہ کیا تو اس کے حق میں کچھ واجب نہیں ہے (یعنی فرض کی ادائیگی کے لئے اس کو ایک لحظہ ٹھہرنا کافی ہے اگرچہ گذرنے کے طور پر ہو مزید کچھ واجب نہیں ہے) حتیٰ کہ اگر کوئی شخص رات کے وقت عرفات میں ایک لحظہ ٹھہرا یا عرفات سے گذرا تو اس پر کچھ جزا لازم نہیں ہے کیونکہ جو شخص رات کے وقت وقوفِ عرفات کرے اس پر اس کو دراز کرنا واجب نہیں ہے [1] ہاں دن میں غروب آفتاب تک وقوف کرنا جو واجب تھا وہ اس کا ضرور تارک ہوگا [2] (لیکن اس ترک سے اس پر کوئی جزا واجب نہیں ہوگی۔ مؤلف) اور اگر کوئی شخص دن میں وقوف کرے تو اس پر واجب ہے کہ اپنے وقوف کے وقت سے غروبِ آفتاب تک اپنے وقوف کو دراز کرے پس جو شخص زوال سے پہلے یا زوال کے وقت عرفات پہنچے اس کو زوال سے غروبِ آفتاب کے ذرا بعد تک وقوف کرنا واجب ہے اور جو شخص زوال کے بعد (مثلاً عصر کے وقت) پہنچے اس کو اپنے پہنچنے کے وقت (یعنی عصر کے وقت) سے غروبِ آفتاب کے ذرا بعد تک وقوف کرنا واجب ہے [3] پس اگر کسی شخص نے دن کے وقت زوالِ آفتاب کے بعد وقوف کیا اور آفتاب غروب ہونے سے پہلے روانہ ہوگیا تو اگر وہ حدودِ عرفات سے غروبِ آفتاب کے بعد امام کے ساتھ یا اس سے پہلے نکلا تو بالاتفاق اس پر کچھ جزا لازم نہیں ہے اس لئے کہ اس نے واجب ترک نہیں کیا اور اگر غروبِ آفتاب سے قبل حدودِ عرفات سے باہر نکل گیا تو ہمارے نزدیک ترکِ واجب کی وجہ سے اس پر دم واجب ہوگا اور وہ دم اس کے وقت کے اندر حدودِ عرفات میں لوٹ آنے سے ساقط ہوجائے گا اور یہ حکم امام اور غیر امام سب کے لئے یکساں ہے، خواہ وہ عاجز یا مریض یا عورت وغیرہ ہونے کی وجہ سے ہجوم کے خوف سے جلدی نکلا ہو تب بھی یہی حکم ہے پس مثلاً اگر کسی کا اونٹ سرکش ہوا اور سوار کو لیکر بھاگ گیا اور اس نے سوار کو اس کے اختیار کے بغیر غروب آفتاب سے پہلے عرفات سے باہر کردیا تو اس پر دم واجب ہوجائے گا اور اسی طرح اگر کسی کا اونٹ سرکش ہوکر بھاگ گیا اور اس کے مالک نے اس کو پکڑنے کے لئے اپنے اختیار سے اس کا پیچھا کیا تب بھی یہی حکم ہے کہ غروبِ آفتاب سے پہلے عرفات کی حدود سے باہر ہوجانے کی صورت میں اس پر دم لازم ہوجائے گا، پس اگر غروب سے پہلے حدودِ عرفات سے باہر نکل جانے والا شخص حدودِ عرفات میں لوٹ کر نہ آیا یا غروبِ آفتاب کے بعد لوٹ کر آیا تو اس سے دم ساقط نہیں ہوگا اس لئے کہ اس سے غروبِ آفتاب کے بعد حدودِ عرفات سے نکلنا فوت ہوگیا تھا اور وہ اس کا تدارک نہیں کرسکا اور اگر وہ غروبِ آفتاب سے قبل حدودِ عرفات میں واپس لوٹ آیا اور پھر غروبِ آفتاب کے بعد روانہ ہوا تو صحیح قول کی بنا اس سے دم ساقط ہوجائے گا [4] کیونکہ اس نے وقوف کے وقت کے اندر اس کا تدارک کرلیا ہے اس لئے کہ اصل واجب مغرب کے بعد حدودِ عرفات سے نکلنا ہے اور مغرب تک وقوف کا دراز کرنا اس لئے واجب ہوا ہے تاکہ مغرب کے بعد حدودِ عرفات سے نکلنا جو اصل واجب ہے حاصل ہوجائے پس یہ درازئ وقوف واجب لغیرہ ہے لہٰذا جب اس صورت میں مقصود حاصل ہوگیا تو جو جزا اس پر واجب ہوئی تھی وہ ساقط ہوگئی جیسا کہ نمازِ جمعہ کے لئے سعی جو واجب

---

[1] لباب و شرحہ و غنیہ و حیات بتصرف [2] رد و غنیہ [3] لباب و شرحہ بتصرف و حیات [4] لباب و شرحہ و فتح و بدائع و غنیہ ملتقطاً۔

اس شخص کے حق میں ساقط ہوجاتی ہے جو کہ مسجد میں موجود ہے [1] اس مسئلہ کا حاصل مطلب یہ ہے کہ عرفات سے نکلنے سے پہلے اس نے جو وقوف کیا تھا وہ رکنِ حج یعنی وقوفِ عرفہ ادا ہونے کے حق میں کالعدم قرار دیدیا جائیگا اور اب اس کے وقت کے اندر واپس آجانے کے بعد سے اس کے وقوف کی ابتدا شمار کی جائے گی اور اب اسوقت سے رکنِ وقوف و وجوبِ وقوف دونوں دم لازم ہوئے بغیر حاصل ہوجائیں گے [2] لیکن بحر الرائق اور درمختار میں غایۃ البیان سے مذکور ہے کہ اگر غروب سے پہلے حدودِ عرفات سے باہر چلا گیا پھر غروب کے بعد واپس لوٹ آیا تو اس بارے میں دو روایتیں ہیں ظاہر الروایۃ یہ ہے کہ اس سے دم ساقط نہیں ہوگا اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے ابنِ شجاع کی روایت میں ہے کہ اس سے دم ساقط ہوجائے گا اس لئے کہ اس نے مافات کا تدارک کرلیا ہے اور قدوری رحمہ اللہ نے اس کی تصحیح کی ہے علامہ شامی نے درمختار کی شرح میں اس قول کے تحت کہا ہے کہ ابنِ الکمال رحمہ اللہ نے اپنی شرح ہدایہ میں ذکر کیا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ شارحین نے اس مقام پر نقلِ روایت میں خطا کی ہے اسلئے کہ بدائع میں یہ مسئلہ اس طرح مذکور ہے کہ اگر وہ شخص غروبِ آفتاب سے پہلے نیز امام کے عرفات سے نکلنے سے پہلے عرفات میں واپس لوٹ آیا پھر غروبِ آفتاب کے بعد امام کے ساتھ عرفات سے نکلا تو ہمارے نزدیک اس سے دم ساقط ہوجائے گا اس لئے کہ مافات (فوت شدہ واجب) کا تدارک کرلیا ہے اور امام زفر رحمہ اللہ کے نزدیک اس سے دم ساقط نہیں ہوگا اور اگر وہ شخص غروبِ آفتاب سے پہلے لیکن امام کے حدودِ عرفات سے باہر نکلنے کے بعد عرفات میں واپس لوٹا تو امام کرخی رحمہ اللہ نے ذکر کیا کہ اس صورت میں بھی اس سے دم ساقط ہوجائے گا اور اسی طرح ابنِ شجاع نے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ اس سے بھی دم ساقط ہوجائیگا اس لئے کہ اس نے متروک (چھوڑے ہوئے واجب فعل) کا تدارک کرلیا ہے کیونکہ وہ متروک فعل یہ ہے کہ اس کو غروبِ آفتاب کے بعد عرفات سے نکلنا چاہئے تھا اور اب اس نے اس کا تدارک کرلیا ہے اور کتاب الاصل میں مذکور ہے کہ اس سے دم ساقط نہیں ہوگا۔

ہمارے مشائخ نے کہا ہے کہ یہ اختلافِ روایت دم واجب ہونے کے سبب میں اختلاف ہونے کی بنا پر ہے پس اصل کی روایت پر دم اس لئے واجب ہوا ہے کہ وہ شخص امام سے پہلے حدودِ عرفات سے باہر چلا گیا ہے اور اس سے واپس لوٹنے سے اس کا تدارک نہیں ہوا ہے (کیونکہ اصل کی روایت کے مطابق اس پر امام کی متابعت لازم تھی اور امام اس کے واپس لوٹنے سے پہلے عرفات سے نکل چکا ہے، مؤلف) اور ابنِ شجاع کی روایت پر اس کے غروبِ آفتاب سے پہلے عرفات سے نکل جانے کی وجہ سے اس پر دم واجب ہوا ہے اور اس نے حدودِ عرفات میں واپس آکر اس کا تدارک کرلیا ہے اور قدوری نے اس روایت پر اعتماد کیا ہے اور کہا ہے کہ یہی صحیح ہے اور جو کچھ اصل میں مذکور ہے وہ مضطرب (مذبذب) ہے اور اگر وہ شخص غروبِ آفتاب کے بعد عرفات میں واپس آیا تو بلا اختلاف اس سے دم ساقط نہیں ہوگا اس لئے کہ جب اس کے واپس لوٹنے سے پہلے آفتاب غروب ہوگیا تو اس پر دم کا واجب ہونا متعین ہوگیا (یعنی اب وہ دم قابلِ سقوط نہیں رہا) پس اس کے واپس لوٹنے سے دم ساقط ہونے کی گنجائش نہیں رہی واللہ الموفق [3]

(فائدہ) اور فقہا کے قول "قبل الامام والغروب" میں عطف بیانیہ ہے یعنی امام سے فقہا کی مراد غروب ہے

---

[1] فتح وغنیہ وارشاد [2] ارشاد و فتح [3] ش من الجنایات بتصرف وزیادۃ عن البدائع۔

اس لئے کہ ان دونوں میں ملابست (تعلق) ہے کیونکہ جب امام پر واجب ہے کہ غروبِ آفتاب کے بعد حدودِ عرفات سے نکلے تو امام کے ساتھ نکلنے کا مطلب غروبِ آفتاب کے بعد نکلنا ہوا ورنہ اگر غروبِ آفتاب کے بعد لوگ عرفات سے باہر نکل جائیں اور امام نہ نکلے تو لوگوں پر کچھ جزا لازم نہ ہوگی اور اگر امام غروب سے پہلے عرفات سے نکل جائے اور لوگ بھی اس کی متابعت کریں یعنی اس کے ساتھ غروبِ آفتاب سے پہلے عرفات سے نکل جائیں تو امام اور ان لوگوں پر دم واجب ہو جائے گا اور یہ اس وجہ سے ہے کہ رات کے کچھ حصہ تک وقوف کرنا واجب تھا پس اس کے ترک کی وجہ سے اُن پر دم لازم ہوگا [۱]

سننِ وقوف

وقوفِ عرفات کی سنتیں سات ہیں (مؤلف): (۱) وقوفِ عرفات کے لئے غسل کرنا ——— (۲) امام کا مسجدِ نمرہ میں دو خطبے پڑھنا ——— (۳) ان دونوں خطبوں کا زوال کے بعد نماز سے پہلے ہونا ——— (۴) ظہر اور عصر دونوں نمازوں کو جمع کی شرائط کے ساتھ جمع کرنا [۲] (یعنی جب جمع کی سب شرائط پائی جائیں تب جمع کرنا، یہ شرائط الگ عنوان سے بیان کی گئی ہیں، مؤلف) اور یہ بات پوشیدہ نہ رہے کہ یہ آخری تینوں چیزیں اصل وقوف کی سنتیں نہیں ہیں بلکہ مستقل سنتیں ہیں لیکن چونکہ یہ وقوفِ عرفات کے تابع ہیں اس لئے ان کو سننِ وقوفِ عرفات میں شمار کیا جاتا ہے [۳] ———

(۵) دونوں نمازیں اکٹھی پڑھنے کے بعد وقوف میں جلدی کرنا [۴] یعنی جمع بین الصلوٰتین کے بعد بلا تاخیر وقوفِ عرفات کی طرف متوجہ ہونا [۵] اور یہ حکم اس وقت ہے جبکہ امام اور اس کے ساتھ والے لوگ حدودِ عرفات سے باہر ہوں پس ان کے حق میں جمع بین الصلوٰتین کے بعد بلا تاخیر وقوف کے لئے متوجہ ہونا یعنی بلا تاخیر حدودِ عرفات میں داخل ہونا سنت ہے پس اگر انہوں نے اس میں تاخیر کی تو ترکِ سنت کی وجہ سے گنہگار ہوں گے اور اب جب بھی وہ حدودِ عرفات میں داخل ہوں گے اس وقت سے غروب کے ذرا بعد تک وقوف کرنا واجب ہوگا لیکن جو لوگ عرفہ کے دن زوال سے پہلے ہی میدانِ عرفات میں آ گئے ہوں ان کے حق میں وقوف کی طرف متوجہ ہونے میں تاخیر متصور نہیں ہوگی [۶] ہو سکتا ہے کہ جمع بین الصلوٰتین کے بعد بلا تاخیر وقوف کی طرف متوجہ ہونے سے مراد یہ ہو کہ بلا تاخیر وقوف کے اعمال یعنی تکبیر و تہلیل و تحمید و تمجید وغیرہ اذکار اور درود شریف و ادعیہ ماثورہ و غیر ماثورہ اور استغفار وغیرہ شروع کرنا مستحب ہے، واللہ اعلم بالصواب (مؤلف) ——— (۶) عرفات سے امام کے ساتھ روانہ ہونا امام سے پہلے روانہ نہ ہونا [۷] اگر ہجوم کے خوف سے یا بیماری وغیرہ کی وجہ سے غروب کے بعد امام سے پہلے روانہ ہو جائے بلکہ غروبِ آفتاب سے بھی پہلے روانہ ہو جائے لیکن غروبِ آفتاب سے پہلے حدودِ عرفات سے باہر نہ نکلے تو کوئی مضائقہ نہیں ہے اور اگر اپنے وقوف کی جگہ پر ہی ٹھہرا رہے یہاں تک کہ امام روانہ ہو جائے تو یہ افضل ہے اسی طرح اگر آفتاب غروب ہو جانے اور امام کے روانہ ہونے کے بعد تھوڑی دیر ہجوم کے خوف یا کسی اور سبب سے ٹھہرا رہے تو کوئی مضائقہ نہیں ہے [۸] اور اگر بلا عذر زیادہ دیر تک ٹھہرا رہا تو سنت کی

[۱] ش فی الجنایات [۲] لباب و شرحہ و بحر و غنیہ [۳] شرح اللباب [۴] غنیہ و بحر [۵] لباب و شرحہ [۶] ارشاد [۷] لباب و شرحہ و غنیہ [۸] غنیہ و بدائع و بحر وغیرہا

مخالفت کی برائی کا مرتکب ہوگا [۱] ——— (۷) غروب آفتاب کے بعد رات کا ایک جزو وقوف کرکے یعنی غروب سے تھوڑی دیر گذرنے کے بعد فوراً روانہ ہو جانا سنت ہے جبکہ کوئی عذر نہ ہو اگرچہ امام غروب آفتاب کے بعد کسی عذر کی وجہ سے یا بلا عذر روانگی میں تاخیر کرے لیکن اگر خود کسی عذر کی وجہ سے تاخیر کرے تو مضائقہ نہیں ہے [۲] یعنی اگر امام غروبِ آفتاب کے بعد روانگی میں زیادہ دیر کرے حتیٰ کہ رات ہو جائے تو لوگ امام سے پہلے روانہ ہو جائیں کیونکہ اس نے سنت کے خلاف کیا اور سنت کے خلاف کام میں موافقت نہیں کرنی چاہئے [۳]

مستحباتِ وقوف

وقوفِ عرفات میں یہ چیزیں مستحب ہیں: (۱) تلبیہ و تکبیر و تہلیل و دعا و ذکر و استغفار و قراءتِ قرآن اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر درود شریف کثرت سے پڑھنا [۴] ——— (۲) تضرع و زاری کرنا ——— (۳) خشوع و خضوع ہونا ——— (۴) دعا و مناسک و اذکار کی قبولیت کی قوی امید رکھنا [۵] پس یہ بات مستحبات میں سے ہے کہ حضورِ قلب و تضرع و خشوع و خضوع و الحاح کے ساتھ دعا کرے اور قبولیت کی قوی امید رکھے [۶] ——— (۵) امام کے پیچھے اور اس کے قریب کھڑا ہونا (جبکہ کسی کو تکلیف پہنچائے بغیر ممکن ہو [۷]) اور اسی طرح (حسبِ موقع) اس کے داہنی اور بائیں جانب کھڑا ہونا بھی مستحب ہے، اس کے آگے کھڑا ہونا جائز ہے [۸] اور جسقدر امام سے زیادہ قریب ہوگا افضل ہوگا [۹] یعنی جبکہ کسی کو تکلیف پہنچائے بغیر ممکن ہو [۱۰] ——— (۶) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے موقف (کھڑا ہونے کی جگہ) میں کھڑا ہونا وہ مسجدِ صخرات کی جگہ ہے اور وہاں سیاہ پتھر بچھائے ہوئے ہیں اگر وہاں کھڑا ہونا ممکن نہ ہو تو جسقدر ممکن ہو اس کے قریب کھڑا ہونا مستحب ہے، جبلِ رحمت جو کہ وسطِ عرفات میں ہے کے اوپر چڑھنا جیسا کہ عوام الناس کرتے ہیں اور اس کو عرفات کے باقی حصہ پر ترجیح دیتے ہیں اس کی کچھ اصلیت نہیں ہے یہ صاف و صریح غلطی اور سنت کی مخالفت ہے معتمد علمائے کرام و فقہائے عظام میں سے کسی نے جبلِ رحمت پر چڑھنے کی کوئی فضیلت بیان نہیں فرمائی بلکہ موقف النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ جو کہ وقوف کیلئے افضل جگہ ہے جبلِ رحمت اور تمام زمینِ عرفات کا ایک ہی حکم ہے [۱۱] پس جبلِ رحمت پر چڑھنے کی ہرگز کوئی اصل نہیں ہے، وقوف کے وقت اور اس کے بعد لوگوں کا جبلِ رحمت پر وقوف کے لئے حریص ہونا، اس پر ٹھہرنا اور عرفہ کی رات میں اس پر آگ روشن کرنا، عرفہ کے دن وہاں عورتوں اور مردوں کا اختلاط بے اصل بدعات میں سے ہے [۱۲] مرد کے لئے افضل و اکمل یہ ہے کہ اگر کسی کو ضرر پہنچائے یا خود ضرر اٹھائے بغیر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے موقف پر پہنچنا میسر ہو سکے تو اس کے لئے کوشش کرنی چاہئے ورنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ سوائے بطن عرنہ کے تمام سرزمینِ عرفات موقف ہے اور اولیٰ یہ ہے کہ ایسی

---

[۱] بحر و ش ملتقطاً [۲] لباب و شرحہ و غنیہ [۳] بحر و ش و بدائع ملتقطاً [۴] لباب بزیادۃ عن غنیہ [۵] لباب و شرحہ [۶] غنیہ [۷] حیات [۸] لباب و شرحہ و غنیہ [۹] فتح [۱۰] حیات [۱۱] بحر و غنیہ [۱۲] شرح اللباب فی صفۃ الوقوف و منحۃ الخالق ملتقطاً

جگہ وقوف کرے جہاں بغیر کسی فتور وقصور کے حضورِ قلب حاصل ہو، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے موقف کی علامات یہ ہیں کہ اس جگہ میں سیاہ رنگ کے بڑے بڑے پتھروں کا فرش ہے اور وہ جگہ تمام ارضِ عرفات سے بلند ہے اور یہ جگہ جبلِ رحمت کے بہت ہی قریب ہے اگر کوئی شخص اس جگہ قبلہ کی طرف منھ کر کے کھڑا ہو جائے تو جبلِ رحمت اس کے داہنی جانب قدرے اس کے چہرے کی طرف مائل واقع ہو گا اور بنائے مربع اس کے بائیں جانب قدرے اس کی پشت کی طرف مائل واقع ہو گی، اگر عین اس جگہ وقوف کرنے پر کامیاب ہو گیا تو یہ بہت بڑی فضیلت ہے ورنہ جبلِ رحمت اور مذکورہ مربع عمارت کے درمیان کسی بھی جگہ وقوف کر لے[۱] ———— (۷) لوگوں کے ساتھ وقوف کرنا ———— (۸) قبلہ رو ہو کر وقوف کرنا ———— (۹) زوال سے پہلے وقوف کی تیاری کرنا یعنی دل کو مشغول کرنے والے امور سے فراغت حاصل کر کے وضو وغیرہ کر لینا، پس وقوف کے مستحبات میں سے یہ بات بھی ہے کہ حضورِ قلب حاصل ہو اور دعا و اذکار وغیرہ میں حضورِ قلب سے ہٹانے والے امور سے فراغت حاصل کر لے لہٰذا قافلوں کی گذرگاہ میں وقوف کرنے سے بھی اجتناب کرنا چاہئے[۲] ———— (۱۰) دل کے ساتھ وقوف کی نیت کرنا ———— (۱۱) اگر میسر ہو تو سوار ہو کر وقوف کرنا ورنہ پیادہ یا کھڑے ہو کر وقوف کرنا اور افضل یہ ہے کہ اونٹ پر سوار ہو کر وقوف کرے ———— (۱۲) قیام (کھڑا ہونا) یعنی جس کے پاس سواری نہ ہو تو اس کے لئے افضل یہ ہے کہ کھڑا ہو کر وقوف کرے جبکہ وہ قیام پر قادر ہو اور جب تھک جائے تو بیٹھ جائے اور قیام اور نیت وقوفِ عرفات کے لئے شرط نہیں ہیں بلکہ دونوں امر مستحب ہیں پس اگر بیٹھ کر وقوف کیا تو اس کا حج جائز ہے[۳] ———— (۱۳) دعا کے لئے دونوں ہاتھ آسمان کی طرف اٹھانا جیسا کہ ہر دعا کے لئے مستحب ہے ————

(۱۴) دعا کا تین بار تکرار کرنا (پڑھنا) ———— (۱۵) دعا کے شروع میں حمد و صلوٰۃ پڑھنا اور دعا کے ختم پر بھی حمد و صلوٰۃ اور آمین کہنا جیسا کہ یہ تینوں چیزیں مطلق طور پر ہر دعا کے لئے مستحب ہیں ———— (۱۶) ظاہر و باطن کی پاکی ———— (۱۷) وقوفِ عرفہ کے دن روزہ رکھنا یہ اس شخص کے لئے مستحب ہے جو قوی ہو کہ بلا مشقت روزہ رکھ سکے اور جو ضعیف ہو کہ اس کو روزہ رکھنے سے مشقت ہو تو اس کو روزہ نہ رکھنا مستحب ہے بعض فقہا نے کہا ہے کہ ضعیف کے لئے روزہ رکھنا مکروہ ہے اور یہ کراہت تنزیہی ہے، فتح القدیر کتاب الصوم میں ہے کہ اگر روزہ وقوف اور دعاؤں وغیرہ میں مشغول ہونے کے لئے کمزوری کا باعث ہو تو روزہ کا ترک کرنا مستحب ہے اور بعض نے کہا کہ ایسے شخص کو روزہ رکھنا مکروہ ہے اور یہ کراہت تنزیہی ہے تاکہ اس کے اخلاق پر برا اثر نہ پڑے اور وہ کسی لائق اجتناب یا کسی ممنوع فعل کا مرتکب نہ ہو جائے اور یہی حکم آٹھویں ذی الحجہ کے روزہ کا بھی ہے کیونکہ اس دن کا روزہ اس کو افعالِ حج کی ادائیگی سے عاجز کر دیگا اھ اور حدیث سے ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کمال قدرت و طاقت کے باوجود عرفہ کے دن روزہ نہیں رکھا اس کی وجہ یہی ہو سکتی ہے کہ آپ نے امت سے حرج و مشقت کو دور کرنے کے لئے ایسا عمل فرمایا لیکن آپ نے کسی کو اس دن کا روزہ رکھنے سے

[۱] لباب و شرحہ فی صفۃ الوقوف و ش و منحہ و حیات ملخصاً [۲] بحر [۳] در و ش و منحہ

منع نہیں فرمایا پس روزہ رکھنا مکروہ ہونے کی مطلق طور پر کوئی وجہ نہیں ہے البتہ خانیہ میں جو مذکور ہے کہ عرفہ اور آٹھویں ذی الحجہ کے دن روزہ رکھنا مکروہ ہے کیونکہ یہ افعالِ حج کی ادائیگی سے عاجز کر دے گا تو یہ اس بنا پر ہے کہ اکثر ایسا ہوتا ہے پس یہ کرمانی کے اس قول کے منافی نہیں ہے کہ حاجی کے لئے عرفہ کے دن روزہ رکھنا ہمارے نزدیک مکروہ نہیں ہے لیکن اگر ادائے مناسک میں کمزوری کا باعث ہو تو اس کا ترک کرنا اولیٰ ہے [۱] حدیث شریف میں آیا ہے کہ عرفہ کا روزہ دو سال کے لئے کفارہ ہے ایک سال گذشتہ کا اور ایک سال آئندہ کا، رواہ مسلم عن ابی قتادہؓ (یہ حکم مطلق حاجی و غیر حاجی دونوں کے لئے ہے، مؤلف) لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواز کی تعلیم اور امت سے حرج کو دور کرنے کے لئے عرفہ کے دن کا روزہ نہیں رکھا تھا [۲]

(۱۸) اگر عذر نہ ہو اور دعا و ذکر وغیرہ سے اس کے دل کو بے توجہی نہ ہو تو وقوف کے وقت دھوپ میں کھڑا ہونا، پس وقوف کے وقت دھوپ سے بچنے کے لئے سایہ نہ کرے اور اگر عذر ہو اور دعا وغیرہ میں دل نہ لگے تو سایہ میں وقوف کر لے

(۱۹) دنیوی امور میں جھگڑا نہ کرنا یعنی شتربانوں، موٹر ڈرائیوروں وغیرہ اور ساتھیوں کے ساتھ مباح جھگڑا بھی نہ کرنا، دینی امور کے متعلق کچھ کہنا سننا منع نہیں ہے (۲۰) وقوف کے وقت میں اعمالِ خیر بہت کرنا، مثلاً کھانا کھلانا پانی پلانا، فقراء پر صدقہ کرنا، ہمسایوں پر احسان کرنا، مسکینوں پر رحم کرنا اور غلام آزاد کرنا وغیرہ سب اچھے کام کرنا [۳]

(۲۱) سنت یہ ہے کہ اس وقت دعا و تکبیر و تہلیل و تلبیہ و استغفار و قراءتِ قرآن شریف و درود شریف کی کثرت کرے اور ان امور میں کسی قسم کی بھی کوتاہی نہ کرے کیونکہ اس دن کے اعمال میں کمی و کوتاہی کا پھر تدارک نہیں ہو سکتا اور دل کی ندامت کے ساتھ زبان سے تمام خلافِ شرع امور کے متعلق توبہ و استغفار بکثرت کرے اور ذکر کے ساتھ گریہ وزاری کی بھی کثرت کرے پس وہاں پر آنسو بہائے جائیں گناہوں سے معافی مانگی جائے اور اپنے تمام مقاصد و خواہشاتِ مشروعہ کے پورا ہونے کی امید رکھی جائے کیونکہ یہ ایک عظیم مجمع اور بہت ہی اہم موقف ہے اس جگہ اللہ تعالیٰ کے بہت سے عبادِ صالحین اور اولیائے مخلصین جمع ہوتے ہیں اور یہ دنیا کا سب سے بڑا اجتماع ہے۔ روایت ہے کہ اگر عرفہ کا دن جمعہ کے روز واقع ہو تو تمام اہلِ موقف کی مغفرت کر دی جاتی ہے اور جمعہ کے دن کا حج باقی دنوں کے حج سے ستر حج کی برابر افضل ہے جیسا کہ حدیث شریف میں وارد ہے پس وقوف کے روز لڑائی جھگڑے گالی گلوچ نفرت و بدکلامی سے پوری طرح بچنا چاہئے بلکہ ایسے افضل دن میں فضول مباح کلام سے بھی پرہیز کرنا چاہئے [۴]

محرماتِ وقوفِ عرفہ

وقوفِ عرفات میں جس فعل کے ارتکاب سے گناہ اور دم لازم آتا ہے وہ فقط ایک ہی ہے اور وہ واجب کا ترک ہے یعنی سورج غروب ہونے سے پہلے حدودِ عرفات سے باہر نکل جانا پس اگر غروبِ آفتاب سے قبل حدودِ عرفات سے باہر نکل گیا اور پھر غروب سے پہلے واپس آ کر غروبِ آفتاب تک نہ رہا یا غروب کے بعد واپس آیا تو اس پر دم واجب ہوگا جیسا کہ اس کی تفصیل واجباتِ وقوف میں بیان ہو چکی ہے [۵]

[۱] لباب و شرحہ تصرف و منحہ [۲] حیات وغیرہ [۳] لباب و شرحہ و غنیہ و حیات [۴] بحر [۵] حیات وغیرہ۔

مکروہاتِ وقوفِ عرفہ

مکروہاتِ وقوفِ عرفہ یہ ہیں: (۱) جمع بین الصلوتین یعنی نمازِ ظہر و عصر کو جمع کرنے کے بعد موقف کی طرف جانے میں تاخیر کرنا (جبکہ عرفات سے باہر ہو) کیونکہ اس میں سنت کا ترک پایا جاتا ہے۔

(۲) وقوف کے لئے کسی راستہ پر اترنا اور وقوف کرنا (۳) امام کا زوال سے پہلے خطبہ پڑھنا (۴) غفلت کے ساتھ (یعنی حضورِ قلب کے بغیر، حیات) وقوف کرنا اور یہ مکروہِ تنزیہی ہے۔

(۵) غروب کے بعد عرفات سے روانہ ہونے میں بلاضرورت تاخیر کرنا [1] (۶) غروبِ آفتاب سے پہلے روانہ ہونا اگرچہ حدودِ عرفات سے باہر غروب سے پہلے نہ نکلے، یہ خلافِ اولیٰ ہے اور اگر ہجوم کے عذر کی وجہ سے ہو تو اس میں کوئی کراہت نہیں ہے اور یہ حکم اس وقت ہے جبکہ غروبِ آفتاب سے پہلے حدودِ عرفات سے باہر نہ نکلے اگر غروب سے پہلے حدودِ عرفات سے باہر نکل گیا تو حرام ہے اور اس پر دم واجب ہوگا جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا ہے (۷) مغرب و عشا کی نماز عرفات میں یا مزدلفہ پہنچنے سے پہلے راستہ میں عشا کے وقت میں پڑھنا اور مناسب یہ ہے کہ یوں کہا جائے کہ ایسا کرنا حرام ہے اس لئے کہ مزدلفہ میں مغرب و عشا کی نمازوں کو اکٹھا پڑھنا واجب ہے اور مزدلفہ سے پہلے ان کا ادا کرنا فاسد ہے مگر چونکہ ان دونوں نمازوں کا اپنے وقتِ مقررہ یعنی وقتِ عشا میں مقامِ مقررہ یعنی مزدلفہ میں اعادہ کر کے اس کا تدارک کیا جا سکتا ہے اس لئے اس کو مکروہات میں شمار کیا گیا ہے اور ان کا فاسد ہونا اعادہ پر موقوف ہے اس لئے کہ فجر طلوع ہونے سے پہلے ان دونوں نمازوں کا اعادہ اس پر واجب ہے اگر اس نے اعادہ نہ کیا تو طلوعِ فجر کے بعد ان دونوں نمازوں کی ادائیگی صحیح ہو گئی۔

(۸) عرفات سے واپسی کے وقت راستہ میں سواری پر یا پیدل اس قدر تیز چلنا کہ جس سے دوسروں کو تکلیف ہو مکروہ ہے اور لوگوں کو ایذا پہنچانا حرام ہے اگر کھلی جگہ ہو اور کسی کو تکلیف پہنچائے بغیر تیز چلنا ممکن ہو تو سنت یہ ہے کہ تیز چلے لیکن اس کے سنت ہونے کا فتویٰ خواص کے لئے دینا چاہئے عوام کے لئے نہیں (کیونکہ اس سے بہت سے لوگوں کو تکلیف پہنچے گی حیات) حاصل یہ ہے کہ جب امام اور دیگر لوگ عرفات سے روانہ ہوں تو اطمینان اور وقار کے ساتھ چلیں اور جب کھلی جگہ آجائے تو کسی کو تکلیف پہنچائے بغیر تیز رفتاری سے چلیں [2] آجکل زیادہ تر موٹروں اور بسوں وغیرہ سے سفر طے ہوتا ہے اس سے بہت سے نقصانات بھی ہوتے ہیں بعض حاجی ان کے نیچے آکر مر جاتے ہیں لیکن اب چونکہ راستے وسیع اور متعدد بن گئے ہیں اسلئے کافی سہولت و احتیاط ہو گئی ہے البتہ بعض لوگ خود بھی بے فکری سے موٹروں کے راستے پر پیدل چلتے ہیں جس سے خطرہ رہتا ہی ورنہ پیدل اور اونٹ والوں کے لئے تو کھلا راستہ ہے [3]

عرفات میں نمازِ ظہر و عصر جمع کرنے کی شرطیں

اس بارے میں فقہا کا اختلاف ہے کہ عرفات میں نمازِ ظہر و عصر کو جمع کرنا سنت ہے یا مستحب ہے [4] ظہر و عصر کو جمع کرنے کی بعض شرطیں متفق علیہ ہیں اور بعض مختلف فیہ ہیں [5] ان کی تفصیل یہ ہے: (۱) ان دونوں نمازوں کو ادا کرنے وقت حج کے احرام میں ہونا [6]

---

[1] لباب و شرحہ و حیات [2] لباب و شرحہ بتصرف [3] زبدہ مع عمدہ تصرفاً [4] ش و شرح اللباب [5] بدائع و شرح اللباب [6] بدائع۔

یعنی ان دونوں نمازوں کو جمع کرنے کے لئے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک یہ شرط ہے کہ یہ دونوں نمازیں حج کے احرام کی حالت میں پڑھی جائیں اور صاحبین کے نزدیک دونوں کو جمع کرنے کے لئے فقط نماز عصر کے وقت احرام میں ہونا شرط ہے [۱] پس اگر کسی نے ظہر کی نماز امام کے ساتھ جماعت سے احرام کے بغیر یا عمرہ کے احرام کی حالت میں پڑھی پھر حج کا احرام باندھا اس کے بعد عصر کی نماز امام کے ساتھ جماعت سے پڑھی تو اس کو عصر کی نماز ظہر کے ساتھ ادا کرنا جائز نہیں ہے یعنی اس کو ظاہر الروایت میں امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک جمع کرنا جائز نہیں ہے بلکہ اس کو عصر کی نماز اس کے اپنے وقت میں پڑھنی چاہئے صاحبین کا اس میں اختلاف ہے یعنی ان دونوں کے نزدیک جائز ہے پس یہ شرط مختلف فیہ ہے [۲] اور ظہر و عصر دونوں نمازوں کے وقت حج کا احرام ہونے کی صورت میں جوازِ جمع متفق علیہ ہے۔ یعنی ہمارے تینوں اماموں کے نزدیک جائز ہے اور دونوں نمازوں کے وقت حج کا احرام نہ ہونے کی صورت میں جمع بین الصلوٰتین کا جائز نہ ہونا متفق علیہ ہے جیسا کہ اصولِ مذکور سے مستفاد ہے پس اگر دونوں نمازوں کو ادا کرنے سے پہلے حج کا احرام باندھ لیا ہے تو ہمارے تینوں اماموں کے نزدیک ان دونوں نمازوں کو جمع کرنا جائز ہے (مؤلف) اور اگر دونوں نمازوں کے وقت احرام میں نہیں تھا یا عمرہ کے احرام میں تھا تو دونوں نمازوں کا جمع کرنا ہمارے تینوں اماموں کے نزدیک جائز نہیں ہے اور بعض نے کہا ہے کہ احرام کا جمع بین الصلوٰتین کے وقت پر مقدم کرنا یعنی احرام کا زوال سے پہلے ہونا شرط ہے یہ قول ضعیف ہے اور صحیح یہ ہے کہ حصولِ مقصود کے لئے احرام کا جمع بین الصلوٰتین سے مقدم ہونا کافی ہے [۳] ——— (۳) دونوں نمازوں کو جماعت سے ادا کرنا اور یہ بھی امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک شرط ہے صاحبین کا اس میں اختلاف ہے لہذا یہ شرط بھی مختلف فیہ ہے پس اگر ان دونوں نمازوں کو یا ان دونوں میں سے کسی ایک نماز کو اکیلے پڑھا مثلاً ظہر کی نماز اکیلے پڑھی اور عصر کی نماز جماعت سے پڑھی یا ظہر کی نماز جماعت سے پڑھی اور عصر کی نماز اکیلے پڑھی تو امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک عصر کی نماز اپنے وقت سے پہلے جائز نہیں ہوگی اور صاحبین کے نزدیک جائز ہو جائے گی [۴] اور صحیح امام ابو حنیفہؒ کا قول ہے، امام کے علاوہ دوسرے لوگوں کے لئے جماعت کا ہونا شرط لازم ہے پس کسی حالت میں یہ شرط ساقط نہیں ہوگی اور امام کے لئے شرطِ غیر لازم ہے پس ضرورت کے وقت ساقط ہو جائے گی [۵] یہی وجہ ہے کہ اگر جماعت شروع ہو جانے کے بعد تمام مقتدی چلے جائیں اور امام اکیلا رہ جائے پھر وہ اکیلا دونوں نمازیں اکٹھی پڑھے تو اس کے لئے دونوں نمازوں کو جمع کرنا بالاتفاق جائز ہے اور یہی حکم اکثر فقہا کے نزدیک جماعت شروع ہونے سے پہلے لوگوں کے چلے جانے کی صورت میں بھی ہے جبکہ وہ کسی دوسرے شخص کو اپنا مقتدی بنانے پر قادر نہ ہو یعنی اگر نماز شروع کرنے سے پہلے ہی لوگ چلے جائیں اور امام اکیلا رہ جائے تو اس میں اختلاف ہے بعض فقہا نے کہا ہے کہ صاحبین کے نزدیک اس کے لئے جمع بین الصلوٰتین جائز ہے اور امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک جائز نہیں اور بعض فقہا نے کہا ہے کہ ان تینوں اماموں کے نزدیک جائز ہے اور بعض فقہا نے کہا ہے کہ امام کے حق میں جماعت کا ہونا بالکل شرط نہیں ہے [۶]

---

[۱] فتح [۲] لباب و شرحہ و بدائع و غنیہ ملتقطاً [۳] لباب و شرحہ و غنیہ [۴] لباب و شرحہ و غنیہ بتصرف
[۵] منحہ و غنیہ عن بدائع وغیرہ [۶] غنیہ و منحہ بزیادۃ عن ع -

(۳) دونوں نمازوں میں بادشاہِ وقت (خلیفہ) یا اس کے نائب کا امام بننا خواہ وہ مقیم ہو یا مسافر، پس اس کے علاوہ کسی اور امام کے ساتھ ان دونوں نمازوں کو جمع کرنا جائز نہیں ہے ۱؎ پس اگر کسی دوسرے شخص نے امامِ اکبر (خلیفۂ وقت) یا اس کے نائب کی اجازت کے بغیر امامت کی اور ان دونوں نمازوں کو جمع کیا تو امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک ان کی عصر کی نماز جائز نہیں ہو گی کیونکہ یہاں امامِ وقت (بادشاہ) یا اس کے نائب کے علاوہ کسی اور شخص کی امامت میں جماعت کرنے کا حکم اکیلا نماز پڑھنے والے کی طرح ہے (کہ وہ ہر نماز کو اس کے وقت میں ادا کرے) صاحبین کے نزدیک اس کو جمع کرنا جائز ہے ۲؎ پس مختلف فیہ شرطوں میں سے ایک شرط یہ ہے کہ ظہر و عصر دونوں نمازوں کو جمع کرنے کے لئے امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک دونوں نمازوں کی امامت امامِ وقت (خلیفہ) یا اس کا نائب کرے حتیٰ کہ اگر کسی شخص نے ظہر کی نماز امام کے ساتھ پڑھی اور عصر کی نماز امام کے بغیر پڑھی یا اس کے برعکس ظہر کی نماز امام کے بغیر پڑھی اور عصر کی نماز امام کے ساتھ پڑھی تو اس کی عصر کی نماز عصر کے وقت سے پہلے جائز نہیں ہے اس کو عصر کے وقت میں پڑھنا چاہئے ۳؎ (جیسا کہ اوپر شرطِ جماعت کے بیان میں بھی یہ صورت مذکور ہے، مؤلف) اور اسی طرح اگر کسی نے ظہر کی نماز جماعت سے پڑھی لیکن امامِ وقت یا اس کے نائب کے علاوہ کسی اور شخص کے پیچھے پڑھی اور عصر کی نماز امامِ وقت کے پیچھے پڑھی تو اس کی عصر کی نماز امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک جائز نہیں اور صاحبین کے نزدیک یہ شرط نہیں ہے اور امام ابو حنیفہ کا قول ہی صحیح ہے ۴؎ اور امام کے پیچھے پوری نمازِ ظہر ادا کرنا شرط نہیں ہے حتیٰ کہ اگر نمازِ ظہر کا کچھ حصہ امام کے ساتھ ادا کر لیا تو اس کو جمع بین الصلوٰتین جائز ہے ۵؎ اور اسی طرح اگر دونوں نمازوں میں سے کچھ حصہ امام کے ساتھ مل گیا تو جمع کرنے کیلئے کافی ہے ۶؎ پس اگر کسی شخص کو دونوں نمازوں میں سے ایک ایک رکعت یا رکعت کا کچھ حصہ مل گیا تو جمع کرنا جائز ہے ۷؎ مثلاً کسی شخص کو ظہر کی نماز میں ایک رکعت یا رکعت کا کچھ حصہ ملا پھر امام کھڑا ہو گیا اور اس نے عصر کی نماز شروع کر دی اور وہ مسبوق شخص اپنی ظہر کی نماز کا فوت شدہ حصہ ادا کرنے کے لئے کھڑا ہو گیا پھر اپنی نمازِ ظہر سے فارغ ہو کر عصر کی نماز میں امام کے ساتھ شامل ہو گیا اور اس کو عصر کی نماز کا کچھ حصہ مل گیا تو کافی ہے یعنی جب اس کو دونوں نمازوں سے کچھ حصہ امام کے ساتھ مل گیا تو اب اس کو عصر کی نماز ظہر کے وقت میں ادا کرنا بلا خلاف جائز ہے کیونکہ اس نے جماعت کی فضیلت حاصل کر لی پس اس کی عصر کی نماز ظہرِ کامل پر مرتب (ترتیب وار) واقع ہوئی ہے ۸؎ اگر امام فوت ہو گیا اور وہ خلیفۂ وقت ہے تو اس کا نائب یا صاحبِ شرط (حاکم) دونوں نمازوں کو جمع کر کے پڑھائے کیونکہ نائبین خلیفہ کی موت سے معزول نہیں ہو جاتے اور اگر بادشاہِ وقت کا کوئی بھی نائب موجود نہ ہو تو امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک سب لوگ دونوں نمازوں کو اپنے اپنے وقت میں ادا کریں ۹؎ بخلاف نمازِ جمعہ کے کہ اگر بادشاہِ وقت فوت ہو جائے اور لوگوں میں کوئی اس کا نائب یعنی صاحبِ اقتدار نہ ہو اور لوگ کسی شخص کو امام بنا لیں جو ان کو نمازِ جمعہ پڑھائے تو جائز ہے اس لئے کہ نمازِ جمعہ فرض ہے اگر لوگ اپنے میں سے کسی کو امام نہیں بنائیں گے

۱؎ بحر وغیرہ ۲؎ لباب وشرحہ ۳؎ شرح اللباب وغنیہ ۴؎ بدائع وشرح اللباب ۵؎ بحر عن محیط ۶؎ ش ۷؎ غنیہ ولباب وشرحہ ۸؎ بدائع وشرح اللباب ملتقطاً ۹؎ بحر وش وغنیہ۔

تو ان کا فرض فوت ہو جائے گا پس ان کے لئے عذر ثابت ہو گیا بخلاف عرفات میں نمازِ ظہر و عصر کو جمع کرنے کے کہ یہ فرض و واجب نہیں ہے لہذا اس کو فرض پر قیاس نہیں کیا جا سکتا [۱] اگر سلطان یا اس کا نائب عرفات میں حاضر نہ ہو اس لئے لوگوں نے آپس میں اتفاق کر کے کسی ایک شخص کو امامت کے لئے مقرر کر لیا تو اس صورت میں ضرورت کی وجہ سے نمازِ ظہر و عصر کو جمع کرنا جائز ہو جائے گا جیسا کہ جمعہ میں تعذر استیذان کے وقت کسی آدمی کو نمازِ جمعہ کے لئے امام بنانا جائز ہو جاتا ہے کذا ذکر الطرابلسی [۲] اگر امام کو ظہر کی نماز میں حدث ہو گیا اس نے کسی شخص کو خلیفہ بنا دیا اور خود وضو کے لئے چلا گیا تو خلیفہ ظہر و عصر کی نماز پڑھائے یعنی اس کو دونوں نمازیں جمع کرنا جائز ہے کیونکہ وہ امام کا قائم مقام ہے اور وہ دونوں نمازیں ایک نماز کا حکم رکھتی ہیں پھر اگر امام وضو کر کے اس وقت آیا جبکہ اس کا خلیفہ عصر کی نماز سے فارغ ہو چکا تھا تو امام عصر کی نماز اس کے وقت میں پڑھے اس سے پہلے نہیں کیونکہ وہ اب امام نہیں رہا بلکہ منفرد ہو گیا اس لئے کہ جب اس نے دوسرے شخص کو خلیفہ بنا دیا تو وہ بھی ایک مقتدی کی مانند ہو گیا اور مقتدی جب ظہر کی نماز امام کے ساتھ پڑھے اور عصر کی نماز امام کے ساتھ نہ پڑھے تو اس کو عصر کی نماز اس کے وقت میں پڑھنی چاہئے اس سے پہلے اس کے لئے جائز نہیں۔ اور اگر خطبہ پڑھنے کے بعد نماز شروع کرنے سے پہلے امام کو حدث ہو گیا اور اس نے کسی ایسے شخص کو خلیفہ بنا دیا جو خطبہ میں حاضر نہیں تھا تو جائز ہے اور وہ خلیفہ دونوں نمازوں کو جمع کرے خواہ وہ خلیفہ خطبہ کے وقت حاضر تھا یا نہیں دونوں صورتوں میں یکساں حکم ہے بخلاف نمازِ جمعہ کے [۳] (یعنی اگر نمازِ جمعہ میں خطبہ کے بعد امام کو حدث ہوا تو اس شخص کو خلیفہ بنانا جائز نہیں جو خطبہ میں حاضر نہیں تھا، مؤلف) اور اگر امام کو حدث ہو گیا اس نے کسی شخص کو اپنا خلیفہ نہیں بنایا، لوگوں میں سے کوئی شخص خود آگے بڑھ گیا اور خلیفہ بن گیا اور اس نے لوگوں کو دونوں نمازیں جمع کر کے پڑھا دیں تو امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک جائز نہیں ہے کیونکہ امام صاحب کے نزدیک امامِ وقت یا اس کا نائب ہونا اس کے لئے شرط ہے جو نہیں پائی گئی اور صاحبین کے نزدیک جائز ہے لیکن اگر وہ شخص جو خلیفہ بنا ہے صاحبِ اقتدار یعنی قاضی و حاکم ہو تو بالاجماع جائز ہے کیونکہ وہ امامِ وقت یعنی بادشاہ کا نائب ہے [۴]

(تنبیہ) جاننا چاہئے کہ جماعت کی شرط امام کی شرط میں داخل ہے کیونکہ امام کے شرط ہونے کا مطلب یہ ہے کہ لوگوں کے ساتھ اس کی نماز کا ہونا شرط ہے نہ کہ لوگوں میں اس کا موجود ہونا [۵] پس امام کا شرط ہونا عین جماعت کا شرط ہونا ہے [۶] اور فقہا امام کو مطلق بیان کرتے ہیں پس مقیم اور مسافر دونوں کو شامل ہے لیکن اگر امام مقیم ہو مثلاً مکہ مکرمہ کا امام ہو تو اس کو مقیمین کی نماز (یعنی پوری نماز) پڑھانی چاہئے اس کے لئے قصر جائز نہیں ہے اور حاجیوں کے لئے اس امام کے قصر پڑھنے کی صورت میں اس کی اقتدا کرنا جائز نہیں ہے پس اگر وہ اس امام کی اقتدا کریں گے تو ان کی نماز جائز نہیں ہو گی، اور ہم نے سنا ہے کہ وہ امام تکلفاً سفر کر کے سفر کی مسافت پر چلا جاتا ہے اور وہاں سے عرفات میں آتا ہے اگر وہ اس طرح کرتا ہے تو اس کو قصر کرنا جائز ہے ورنہ نہیں پس احتیاط واجب ہے [۷]

[۱] شرح اللباب و غنیہ [۲] حیات [۳] بدائع و بحر و غنیہ ملتقطاً [۴] بدائع و غنیہ و درع و ش [۵] ش [۶] منحۃ [۷] ش ملخصاً و تصرفاً۔

(۴) ظہر کو عصر پر مقدم کرنا یعنی پہلے ظہر کی نماز پڑھنا پھر عصر کی، پس عصر کو ظہر پر مقدم کرنا جائز نہیں ہے، یہ شرط متفق علیہ ہے اور اس کی وجہ ظاہر ہے کہ اس کے خلاف غفلت سے یا بھول کر ہی ہو سکتا ہے اس کے علاوہ ایسا ہونا متصور نہیں ہے پس ظہر و عصر کی نمازوں کو جمع کرنے اور عصر کو اس کے وقت پر مقدم کر کے ظہر کے وقت میں ادا کرنے کے لئے ایک شرط جو کہ متفق علیہ ہے یہ ہے کہ عصر کی نماز ظہر کی نماز کے بعد واقع ہو پس نمازِ عصر کا نمازِ ظہر سے پہلے پڑھنا جائز نہیں ہے اس لئے کہ اس کا ترتیب کے لحاظ سے ظہر کے بعد واقع ہونا مشروع ہے پس جب تک ترتیب کو ساقط کرنے والا کوئی سبب نہ پایا جائے ترتیب ساقط نہیں ہوگی اور یہاں بھی کوئی سبب نہیں پایا گیا اس لئے ترتیب ساقط نہیں ہوگی اور ترتیب کی رعایت لازمی ہے ۱ اور اس کے ساتھ یہ بھی شرط ہے کہ استحساناً عصر کی نماز جائز و صحیح نمازِ ظہر پر مرتب ہو یعنی صحیح نمازِ ظہر کے بعد واقع ہو ۲ لہذا اگر اس روز عصر کی نماز ظہر کی نماز صحیح ادا ہونے کے بعد پڑھی گئی تو جائز ہوگی ورنہ نہیں ۳ پس اگر امام نے ابر کے دن میں ظہر و عصر کی نماز لوگوں کے ساتھ پڑھی پھر ظاہر ہوا کہ اس کی ظہر کی نماز زوال سے پہلے اور عصر کی نماز زوال کے بعد واقع ہوئی ہے یا دونوں نمازوں کے درمیان نیا وضو کیا اور یہ ظاہر ہوا کہ اس نے ظہر کی نماز بغیر وضو پڑھی ہے اور اس کے بعد عصر کی نماز نیا وضو کر کے پڑھی ہے تو اس کو استحساناً ان دونوں نمازوں کا اعادہ واجب ہے ۴ یعنی خطبہ اور ظہر و عصر دونوں نمازوں کا اعادہ کرے ۵ بحر الرائق میں ہے کہ صاحبِ کنز نے جو یہ کہا ہے کہ پھر امام ظہر و عصر کی نماز پڑھے تو اس میں اشارہ ہے کہ اگر ظہر کی نماز صحیح پڑھی جائے تو عصر کی نماز کو اس کے ساتھ جمع کرنا جائز ہوگا ورنہ نہیں پس اگر نمازِ عصر پڑھنے کے بعد ظہر کی نماز کا فساد ظاہر ہوا تو دونوں نمازوں کا اعادہ کرے کیونکہ فاسد نماز شرعاً نہ ہونے کے برابر ہے ۶

(۵) جمع بین الصلوٰتین کا وقت ہونا اور وہ عرفہ کے دن یعنی نویں ذی الحجہ کو زوالِ آفتاب کے بعد عصر کا وقت داخل ہونے سے پہلے ہے یہ شرط بھی متفق علیہ ہے ۷ پس اس وقت کے علاوہ ان دونوں نمازوں کو جمع کرنا جائز نہیں ہے ۸

(۶) مکان اور وہ عرفات یا اس کے قریب کی جگہ ہے، یہ شرط بھی متفق علیہ ہے۔ شارح اللباب (ملا علی قاری رحمہ اللہ) نے لکھا ہے صحیح یہ ہے کہ عرفات سے خارج جو جگہ چاروں طرف عرفات کے قریب ہے اس میں جمع بین الصلوٰتین جائز ہے اور یہ خلاف اس خلاف کی فرع ہے کہ مسجد نمرہ عرفات میں داخل ہے یا عرفات سے خارج ہے اور حاصل یہ ہے کہ جمع بین الصلوٰتین کی جگہ مسجد اور وہ جگہ ہے جو اس کے حکم میں ہے بالاتفاق پس اگر مسجد عرفات میں ہے تو مسجد اور اس کے آس پاس کی جگہ عرفات ہے اس لئے کہ وہ اس کے حکم میں ہے اور اگر مسجد نمرہ عرفات سے خارج ہے تو عرفہ کے چاروں طرف کی زمین جو مسجد نمرہ کے قریب ہے وہ بھی اس مسجد کی طرح عرفات سے خارج ہے ۹ ملا رحمۃ اللہ سندھی نے منسک المتوسط میں کہا ہے کہ جو جگہ چاروں طرف سے عرفات کے قریب ہے وہ اس مسئلہ میں عرفات کا حکم رکھتی ہے ۱۰ پس جمع بین الصلوٰتین کی کل چھ شرطیں ہیں جو مذکور ہوئیں ان میں سے

---

۱ بدائع ۲ بدائع و رد ۳ فتح ۴ لباب و شرحہ و فتح و بدائع و غنیہ و ش ملتقطاً ۵ غنیہ و رد ۶ بحر ۷ لباب و شرحہ و غنیہ و حیات ۸ حیات ۹ غنیہ ۱۰ حیات۔

آخر کی تین شرطیں ہمارے تینوں اماموں کے نزدیک متفق علیہا ہیں اور پہلی تین شرطیں مختلف فیہا ہیں، اگر ان شرطوں میں سے ایک شرط بھی نہ پائی جائے تو دونوں نمازوں کو علیحدہ علیحدہ ان کے اپنے وقت میں اپنی جگہ میں پڑھے اگر اکیلا ہو تو اکیلا پڑھ لے اور اگر دو یا زیادہ آدمی ہوں تو ظہر اور عصر کو اپنے اپنے وقت میں جماعت کے ساتھ ادا کرلیں واللہ سبحانہٗ وتعالیٰ اعلم ۱؎

حدودِ عرفات

عرفات کا حدودِ اربعہ یہ ہے: (۱) عرفات کی چاروں حدوں میں سے ایک حد اس بڑے راستہ تک جاکر ختم ہوتی ہے جو کہ مشرق کی طرف سے گزرتا ہے ——— (۲) اس کی دوسری حد اس پہاڑ کے سروں تک جاکر ختم ہوتی ہے جو زمینِ عرفات کے آخر میں ہیں ——— (۳) اور تیسری حد اُن باغیچوں کے پاس جاکر ختم ہوتی ہے جو کہ قریۂ عرفات کے متصل ہیں اگر کوئی شخص سرزمینِ عرفات پر کعبہ معظمہ کی طرف منھ کرکے کھڑا ہو تو یہ قریہ اس شخص کے بائیں طرف ہوگا ——— (۴) اس کی چوتھی حد وادیٔ عُرنہ پر جاکر ختم ہوتی ہے ۲؎ اور عرفات کے مغرب کی طرف کے ٹیڑھے کناروں (موڑوں) پر پہاڑ میں جن کے منھ عرفات کی طرف ہیں ۳؎ اب حکومتِ سعودیہ نے وادیٔ عرفات پر نشان لگوادیے ہیں تاکہ ہر حاجی ان کو پہچان کر حدود کے اندر وقوف کرے ۴؎ جاننا چاہیے کہ وادیٔ عُرنہ کے سوا تمام عرفات موقف ہے اور وادیٔ عُرنہ کے سوا تمام عرفات زمینِ حِل میں داخل ہے اور اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ وادیٔ عُرنہ عرفات میں داخل نہیں ہے، امام شافعیؒ نے اس کو تحقیق فرمایا ہے اور ان کے اصحاب اس پر متفق ہیں اور مسجدِ نمرہ بھی داخلِ عرفات نہیں ہے بلکہ اس کے قریب ہے یہی صحیح ہے اس کو بھی امام شافعیؒ نے محقق و واضح فرمایا ہے بعض علماء نے کہا ہے کہ نمرہ عرفات میں داخل ہے لیکن یہ عجیب و غریب اور غیر معروف روایت ہے جو کہ صحیح نہیں ہے مسجدِ ابراہیم بھی عرفات میں داخل نہیں ہے بلکہ یہ مقامات یعنی عُرنہ و نمرہ و مسجدِ نمرہ جو کہ عرفات کے غربی جانب یعنی مزدلفہ و منیٰ و مکہ کی طرف ہیں عرفات سے خارج ہیں اور جس جگہ مسجدِ ابراہیم واقع ہے اس کو نمرہ کہتے ہیں اور اسی لئے مسجدِ ابراہیم کو مسجدِ نمرہ بھی کہتے ہیں، کسی زمانہ میں اس جگہ ایک گاؤں آباد تھا جس کا نام نَمِرہ تھا نون کی زبر اور میم کی زیر اور را کی زبر کے ساتھ اور وہ زمینِ عرفات سے باہر تھا وادیٔ عُرنہ کی طرف منسوب کرتے ہوئے اس مسجد کو مسجدِ عُرنہ بھی کہتے ہیں اور مسجدِ ابراہیم اس لئے کہتے ہیں کہ یہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف منسوب ہے، کہتے ہیں کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کو حج کراتے وقت مقامِ نمرہ میں نزول کرایا تھا اور آپ کو مناسکِ حج سکھائے تھے، ابن سماعہ نے اپنی منسک میں اسی طرح نقل فرمایا ہے ۵؎ امام شافعی رحمہ اللہ نے اس کو واضح و محقق فرمایا ہے کہ مسجدِ نمرہ عرفات میں داخل نہیں ہے جس نے یہاں وقوف کیا اس کا وقوف صحیح نہیں ہے اور تمام عراقیین وغیرہم اسی پر ہیں اور خراسانیین کی ایک جماعت نے کہا ہے کہ اس مسجد کا وادیٔ عُرنہ کی جانب کا اگلا حصہ عرفات میں داخل نہیں ہے حتیٰ کہ اگر مسجد کی غربی دیوار گر پڑے تو وہ وادیٔ عرنہ میں گرے گی اور اس کا آخری حصہ عرفات میں ہے اسی لئے انھوں نے کہا ہے کہ جس نے غربی طرف کے اگلے حصہ میں وقوف کیا اس کا وقوف صحیح نہیں ہوگا اور جس نے اس کے آخری حصہ میں

۱؎ غنیہ ۲؎ لباب وشرحہ وغنیہ وارشاد وحیات ۳؎ غنیہ وارشاد ۴؎ زبدہ مع عمدہ ۵؎ حیات وارشاد ملتقطاً

وقوف کیا اس کا وقوف صحیح ہو جائے گا[۱] نیز جاننا چاہئے کہ عرفات مکہ معظمہ سے مشرق کی جانب تقریباً نو میل کے فاصلہ پر واقع ہے اور منیٰ سے تقریباً چھ میل ہے یہی لوگوں میں مشہور اور اکثر کتبِ فقہ و تاریخ وغیرہ میں مشہور و مذکور ہے[۲] یہ ایک بہت بڑا میدان ہے اور بطن عُرنہ ایک وادی ہے جو عرفات سے متصل مغرب یعنی مکہ مکرمہ کی جانب واقع ہے اور دائیں بائیں دراز ہوتی گئی ہے یہ وادی نہ عرفات میں داخل ہے نہ حرم میں بلکہ دونوں کے درمیان حدِ فاصل ہے اور یہ حدودِ عرفات کے عَلَمین (دو نشانات) اور حدودِ حرم کے عَلَمین (دو نشانات) کے درمیان مأزمین کے آخری سرے پر واقع ہے جبکہ مسجدِ عرفہ کے مغرب کی طرف چلیں، امام ناطفی رحمہ اللہ نے روضہ میں کہا ہے کہ عرنہ داخلِ عرفہ نہیں ہے اور عرنہ و عرفہ دونوں داخلِ حرم نہیں ہیں اھ بعض نے کہا ہے کہ عرنہ داخلِ عرفات ہے صاحبِ بدائع بھی اسی طرف مائل ہے اور بعض نے کہا کہ حدودِ حرم میں داخل ہے[۳] الباجی رحمہ اللہ نے ابن حبیبؒ سے حکایت کی ہے کہ عرفہ حل میں ہے اور عرنہ حرم میں ہے[۴] اس سے معلوم ہوا کہ اس میں اختلاف ہے، وادی عرنہ عرفات کا حصہ ہے یا حرم کا یا دونوں سے خارج ہے اور اس بارے میں تین قول ہیں جو اوپر بیان ہوئے[۵] اور اوائل مسجد نمرہ بعض کے نزدیک عرفات سے خارج ہے اس لئے اس میں وقوف کرنا احتیاطاً جائز نہیں[۶]

وقوفِ مزدلفہ

حکمِ وقوفِ مزدلفہ

مزدلفہ میں وقوف کرنا ہمارے فقہا کے نزدیک واجب ہے سنت نہیں ہے جیسا کہ یہ (وقوفِ مزدلفہ کا سنت ہونا) امام مالک و امام شافعی رحمہما اللہ کا مذہب ہے اور بعض مالکی فقہا کے نزدیک وقوفِ مزدلفہ رکن ہے اس کے بغیر حج صحیح نہیں ہوتا[۷] اگر کسی نے بلا عذر وقوفِ مزدلفہ کو ترک کیا تو ہمارے نزدیک اس پر دم لازم ہوگا[۸]

وقتِ وقوفِ مزدلفہ

مزدلفہ میں وقوف کا وقت دسویں ذی الحجہ کی صبح طلوع ہونے سے شروع ہوتا ہے اور اسی دن کا آفتاب طلوع ہونے تک ہے پس اگر کسی شخص نے صبح صادق طلوع ہونے سے پہلے یا سورج نکلنے کے بعد مزدلفہ کا وقوف کیا تو وہ وقوف صحیح نہیں ہوگا اور اس کی مقدارِ واجب یہ ہے کہ مذکورہ وقت کے کسی حصہ میں ذرا سی دیر یعنی ایک لحظہ بھر کے لئے وقوف کرنا واجب ہے خواہ راستہ گذرتے ہوئے ہی ایک لمحہ بھر کے لئے ہو اور اس کی مقدارِ سنت یہ ہے کہ اس وقوف کو صبح صادق طلوع ہونے سے شروع کرکے اچھی طرح اُجالا ہو جانے تک دراز کرے یعنی اس وقت تک وقوف کرنا سنتِ مؤکدہ ہے کہ سورج نکلنے میں تقریباً دو رکعت پڑھنے کی مقدار وقت رہ جائے پس جب سورج نکل آیا تو وقوف کا وقت ختم ہو گیا[۹]

شرائطِ صحتِ وقوفِ مزدلفہ

وقوفِ مزدلفہ کے صحیح ہونے کی شرطیں وہی ہیں جو مزدلفہ میں جمع بین الصلوٰتین کی شرطیں ہیں یعنی تقدیمِ احرامِ حج، تقدیمِ وقوفِ عرفہ، زمانہ، مکان، وقت لیکن یہاں زمانہ اور وقت

---

[۱] ارشاد من مناسک ملخصاً و تصرفاً [۲] حیات بزیادۃ [۳] غنیہ [۴] بحر، ش، معلم بتصرف [۵] حاشیہ معلم [۶] غنیہ و لباب و شرحہ و ش
[۷] ش [۸] ہدایہ بتصرف [۹] لباب و شرحہ و غنیہ و ش و ع و حیات ملتقطاً

میں کوئی فرق نہیں ہے بخلاف شرائطِ جمع کے ؎۱ (ان شرائط کی تفصیل مزدلفہ میں شرائطِ جمع بین الصلوٰتین کے بیان میں درج ہے۔ مؤلف)

مزدلفہ میں نمازِ مغرب و عشا کو جمع کرنے کے شرائط

اس جمع کے لئے چھ شرطیں ہیں: (۱) یہ دونوں نمازیں جمع کرنے سے پہلے حج کے احرام میں ہونا یعنی یہ دونوں نمازیں حج کے احرام کی حالت میں پڑھنا جیسا کہ عرفات میں ظہر و عصر کی نمازوں کو جمع کرنے کے لئے بھی یہ شرط ہے اس کی تفصیل وہاں بیان ہو چکی ہے ؎۲ پس جو شخص حج کے احرام میں نہ ہو اس کے لئے ان نمازوں کو جمع کرنا جائز نہیں ہے، اور محبوبی رحمہ اللہ نے جو یہ ذکر کیا ہے کہ مزدلفہ میں ان دونوں نمازوں کو جمع کرنے کے لئے احرام شرط نہیں ہے یہ صحیح نہیں ہے اس لئے کہ فقہا نے اس کی تصریح کر دی ہے کہ یہ جمع بین الصلوٰتین مناسکِ حج میں سے ہے اور مناسکِ حج احرام کے بغیر ادا نہیں ہوتے ؎۳ اس سے ظاہر ہو گیا کہ نہایہ و فتاوی ہندیہ میں جو احرام کا شرط نہ ہونا مذکور ہے وہ محبوبی کے قول پر مبنی ہے پس سمجھ لیجئے ؎۴

(۲) وقوفِ عرفہ کا مقدم (پہلے) ہونا یعنی وقوفِ عرفہ کے بعد مزدلفہ میں ان نمازوں کو جمع کرنا ؎۵ خواہ وقوفِ عرفہ دن میں کرے یا رات میں پس اگر کوئی شخص پہلے ان دونوں نمازوں کو مزدلفہ میں جمع کرے پھر عرفات جا کر وقوف کرے تو یہ پہلے جمع کی ہوئی دونوں نمازیں جائز نہ ہوں گی ؎۶ ——— (۳) زمانہ، مزدلفہ میں جمع بین الصلوٰتین کا زمانہ دسویں ذی الحجہ کی رات ہے اور دسویں ذی الحجہ کی صبحِ صادق طلوع ہونے سے پہلے تک جمع کرنا جائز ہے ؎۷

(۴) مکان، ان دونوں نمازوں کو جمع کرنے کی جگہ مزدلفہ ہے حتیٰ کہ اگر کسی شخص نے ان دونوں نمازوں کو یا ان میں سے کسی ایک نماز کو مزدلفہ پہنچنے سے پہلے مثلاً راستہ میں یا عرفات میں یا مزدلفہ سے گذر کر منیٰ کی حدود میں پہنچ کر پڑھا تو امام ابو حنیفہؒ و امام محمدؒ و امام زفرؒ و امام حسنؒ کے نزدیک اس کے لئے ان دونوں نمازوں کو جمع کرنا مزدلفہ کے علاوہ کسی دوسری جگہ میں جائز نہیں ہے اور جب وہ طلوعِ فجر سے پہلے مزدلفہ میں پہنچے یا مزدلفہ سے گذر کر پڑھنے کی صورت میں طلوعِ فجر سے پہلے مزدلفہ میں واپس لوٹے تو اس پر ان دونوں نمازوں کا یا ان میں سے جو نماز پڑھ لی ہے اس کا اعادہ طلوعِ فجر سے پہلے واجب ہے، اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک یہ دونوں نمازیں یا ایک نماز جو مزدلفہ کے علاوہ کسی دوسری جگہ پڑھی ہے جائز ہے وہ اس کا اعادہ نہ کرے البتہ ترکِ سنت کی برائی کا مرتکب ہوگا اور اگر ان دونوں نمازوں کو نہیں لوٹایا یہاں تک کہ صبحِ صادق طلوع ہو گئی تو اب یہ دونوں نمازیں ان حضرات کے نزدیک بھی جائز ہو گئیں اور بالاتفاق ان کی قضا اس کے ذمہ سے ساقط ہو گئی لیکن وہ ان حضرات کے نزدیک ترکِ واجب کا گنہگار ہوگا (کیونکہ اس کو مزدلفہ میں ان کے جمع کرنے کے وقت میں جمع کرنا واجب تھا جو اس سے ترک ہو گیا، مؤلف) اور امام ابو حنیفہؒ سے روایت ہے کہ جب نصف رات گذر جائے گی تو مستحب وقت جاتا رہنے کی وجہ سے اس کا اعادہ اس سے ساقط ہو جائے گا ؎۸

؎۱ لباب و شرحہ و غنیہ ؎۲ لباب و غنیہ بزیادۃ عن حیات ؎۳ شرح اللباب و ش و غنیہ ؎۴ ش ؎۵ لباب و ش و غنیہ ؎۶ شرح اللباب غنیہ و حیات ؎۷ لباب و شرحہ و غنیہ و حیات ؎۸ لباب و شرحہ و منحہ و غنیہ و بدائع ملتقطاً۔

اور مزدلفہ میں جمع بین الصلوتین واجب ہونے کا حکم اسوقت ہے جبکہ راستہ میں فجر طلوع ہونے کا خوف نہ ہو لیکن اگر کسی شخص کو وقت کی تنگی کی وجہ سے یہ خوف ہو کہ مزدلفہ میں پہنچنے سے پہلے فجر طلوع ہو جائے گی تو وہ ان دونوں نمازوں کو راستہ میں پڑھ لے اسلئے کہ اگر وہ راستہ میں نہیں پڑھے گا تو یہ دونوں نمازیں قضا ہو جائیں گی [۱] اور اگر تنگی وقت کی وجہ سے قضا ہونے کا خوف تو نہ ہو لیکن راستہ سے بھٹک گیا اور مزدلفہ میں نہ پہنچا تو یہ دونوں نمازیں اس وقت تک نہ پڑھے جبتک طلوعِ فجر کا خوف نہ ہو جائے پھر اگر طلوعِ فجر کے قریب تک بھی اس کو راستہ نہ ملے اور وہ مزدلفہ میں نہ پہنچے تو پھر طلوعِ فجر سے پہلے پڑھ لے [۲] اور یہ سب اس شخص کے بارے میں ہے جو مزدلفہ کو اس کے راستہ سے جائے لیکن اگر کوئی شخص مزدلفہ کے علاوہ کسی دوسرے راستے سے مکہ یا منیٰ چلا جائے تو اس کے لئے جائز ہے کہ وہ مغرب کی نماز راستہ میں بلا توقف (اس کے وقت میں) پڑھ لے اور یہ مسئلہ ان دونوں نمازوں کو جمع کرنے کے لئے مکان یعنی مزدلفہ ہونے کی شرط سے ماخوذ ہے اور اس سے یہ بھی افادہ ہوتا ہے کہ اگر کوئی شخص مزدلفہ سے نہیں گذرا یا اس نے عرفات میں ہی رات گذاری تو جمع کی شرط نہ پائے جانے کی وجہ سے اس کو مغرب کی نماز راستہ میں اس کے وقت میں پڑھنا لازم ہے آگاہ رہیے [۳] پس اگر مثلاً کسی شخص نے عرفات میں رات گذاری یا کسی دوسرے راستہ سے منیٰ چلا گیا تو اس پر واجب ہے کہ ان دونوں نمازوں کو اپنے اپنے وقت میں پڑھے [۴] اور غایہ میں ہے کہ جس شخص نے مغرب کی نماز عرفات میں پڑھی وہ توقف کرے پس اگر وہ عشا کے وقت میں مزدلفہ پہنچ جائے تو اس کی یہ نماز نفل (زائد) بن جائے گی اور اس کو مزدلفہ میں عشا کی نماز کے ساتھ مغرب کی نماز کا اعادہ کرنا لازم ہوگا اور اگر مزدلفہ میں نہ پہنچا بلکہ کسی اور راستہ سے مکہ مکرمہ چلا گیا تو اس کی وہ مغرب کی نماز صحیح ہو جائے گی [۵] لیکن بحر میں محیط سے اور شرح اللباب میں منتقیٰ سے منقول ہے کہ اگر کسی شخص نے مزدلفہ سے آگے گذر کر ان دونوں نمازوں کو ادا کیا تو جائز ہے شرح اللباب میں اس کے بعد مذکور ہے کہ یہ جمہور کے خلاف ہے [۶]

(۵) وقت، ان دونوں نمازوں کے ادا کرنے کا وقت عشا کا وقت ہے پس اگر کوئی شخص عشا کے وقت سے پہلے مزدلفہ میں پہنچ جائے تو جب تک عشا کا وقت داخل نہ ہو جائے مغرب کی نماز نہ پڑھے [۷] اسی بیان میں زمانہ اور وقت کو الگ الگ شرط بیان کیا ہے اس میں فرق یہ ہے کہ زمانہ وقت سے عام ہے [۸]

(۶) دونوں نمازوں کو ترتیب وار پڑھنا، پس اگر کسی نے مزدلفہ میں پہلے عشا کی نماز پڑھی پھر مغرب کی نماز پڑھی تو وہ عشا کی نماز دوبارہ پڑھے تاکہ مغرب کی نماز کے بعد واقع ہو، اگر اس نے عشا کی نماز کا اعادہ نہ کیا یہانتک کہ فجر طلوع ہو گئی تو اس کی عشا کی نماز جائز و درست ہو جائے گی اور اب اس سے ترتیب ساقط ہو جائے گی [۹]

(تنبیہ) جاننا چاہیے کہ نماز مغرب و عشا کو مزدلفہ تک مؤخر کرنا واجب ہے جیسا کہ امام بزدویؒ نے اس کی تصریح کی ہے اور بعض مشائخ اسی کی طرف مائل ہیں اور امام ابن الہمام نے اسی کو اختیار کیا ہے اور بعض فقہا فرائض میں ترتیب کی مانند

---

[۱] در و ش و بحر و مثلہ فی البدائع [۲] بدائع و غنیہ [۳] ش و غنیہ [۴] شرح اللباب [۵] غنیہ عن الکبیر [۶] ش و منحہ [۷] لباب و شرحہ و در و غنیہ [۸] ش [۹] در بزیادۃ و غنیہ و بحر و شرح اللباب۔

اس کی فرضیت کے قائل ہیں اور اکثر شارحین اسی طرف گئے ہیں اور اسی طرح ان دونوں نمازوں میں ترتیب اور نمازِ مغرب کو وقتِ عشا تک مؤخر کرنا بھی علی اختلاف الاقوال واجب یا فرض ہے لیکن ظاہر یہ ہے کہ فرض سے مراد فرضِ عملی ہے [۱] فرضِ اعتقادی مراد نہیں، ان ہر دو قول کی بنا پر اگر کوئی شخص عشا کی نماز مغرب سے پہلے پڑھ لے گا تو جائز نہیں ہوگی جیسا کہ عام کتبِ متون میں ہے لیکن پہلے قول کی بنا پر عدمِ جواز سے مراد عدمِ صحت ہے اسی لئے ہدایہ میں کہا ہے کہ جس شخص نے مغرب کی نماز راستہ میں پڑھ لی وہ امام ابو حنیفہؒ و امام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک جبتک فجر طلوع نہ کرے جائز نہیں ہوگی اھ پس وہ نماز فاسد ہوگی اور اس کا فساد موقوف ہوگا اور جبتک صبح صادق طلوع نہ ہو اس کا اعادہ واجب ہے (اگر اعادہ نہ کیا تو طلوعِ فجر کے بعد وہ نماز صحیح ہو جائے گی لیکن ترکِ واجب کا گناہ ہوگا جس سے توبہ کرنا لازمی ہے کما مر مؤلف) اور دوسرے قول کی بنا پر وہ نماز حلال (جائز) نہیں ہوئی اسلئے کہ وہ کراہتِ تحریمہ کے ساتھ ادا ہوئی ہے پس اس کا اعادہ مطلق طور پر واجب ہے جیسا کہ یہ ہر اس نماز کے لئے حکم ہے جو کراہتِ تحریمہ کے ساتھ ادا ہوئی ہو [۲] (پس اگر اعادہ نہ کیا اور فجر طلوع ہوگئی تو قولِ ثانی کی بنا پر اب بھی اس کا اعادہ واجب ہے، مؤلف) صاحبِ بحر الرائق اس قولِ ثانی ہی کی طرف گیا ہے جیسا کہ اس نے کہا ہے، جان لیجئے کہ مشائخ نے اپنی کتب میں عدمِ جواز کی تصریح کی ہے اور اس لفظ سے عدمِ صحت کا وہم ہوتا ہے لیکن یہ مراد نہیں ہے [۳] علامہ شامیؒ لکھتے ہیں اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ اس کا فساد موقوف ہے جس کا اثر ثانی الحال میں ظاہر ہوتا ہے جیسا کہ مسئلہ ترتیب میں گزر چکا ہے جیسا کہ عنایہ میں ہے اور یہ صریح ہے کہ عدمِ جواز سے مراد عدمِ صحت ہے عدمِ حل نہیں ہے برخلاف اس کے جو صاحب النہر نے سمجھا ہے اور پوری تفصیل بحر الرائق کے حاشیہ منحۃ الخالق میں ہے [۴]

مزدلفہ اور عرفہ کی جمع بین الصلواتین میں فرق

مزدلفہ میں نمازِ مغرب و عشا اکٹھا پڑھنے اور عرفات میں نمازِ ظہر و عصر اکٹھا پڑھنے میں پانچ باتوں میں فرق ہے ——— (۱) مزدلفہ میں نماز مغرب و عشا کو جمع کرنا واجب ہے جس کو ابن ہمامؒ وغیرہ نے اختیار کیا ہے اور بعض کے نزدیک فرض ہے یعنی فرضِ عملی جیسا کہ اوپر بیان ہوا، اس کے برخلاف عرفات میں نمازِ ظہر و عصر کو جمع کرنا سنت یا مستحب ہے علی اختلاف الروایات ——— (۲) مزدلفہ میں جمع بین الصلواتین کے لئے بادشاہ یا اس کا نائب یعنی قاضی و خطیب ہونا شرط نہیں ہے بخلاف جمعِ عرفات کے ——— (۳) جمع مزدلفہ میں بالاتفاق جماعت شرط نہیں ہے بلکہ سنتِ مؤکدہ ہے جیسا کہ سب نمازوں میں یہی حکم ہے بخلاف جمع عرفات کے کہ وہ جماعت کے بغیر صحیح و جائز نہیں پس مزدلفہ میں اگر دونوں نمازوں کو اکیلے پڑھا تو جائز ہے لیکن افضل یہ ہے کہ جماعت سے پڑھے اور سنت یہ ہے کہ امامِ وقت کے ساتھ پڑھے ———

(۴) جمع مزدلفہ کے لئے خطبہ پڑھنا سنت نہیں ہے اور یہ شرطِ ثانی میں مندرج ہے ——— (۵) جمعِ مزدلفہ میں دونوں نمازوں کے لئے اکثر اصحابِ مذہب کے نزدیک ایک ہی تکبیر اقامت ہے بخلاف جمع عرفہ کے کہ اس میں بالاتفاق

---

[۱] شرح اللباب و غنیہ [۲] غنیہ [۳] بحر [۴] ش و منحہ۔

دو تکبیر اقامت ہیں یعنی ہر نماز کے لئے تکبیر اقامت ہے اس لئے کہ عرفات میں دوسری نماز عصر کی نماز ہے جو کہ اس کے وقت کے بغیر یعنی ظہر کے وقت میں ادا کی جاتی ہے پس اس کے لئے دوسری اقامت کی ضرورت پڑی تاکہ اس کے شروع کرنے کی اطلاع ہو جائے اور یہاں مزدلفہ میں دوسری نماز عشا کی ہے جو کہ اسی کے وقت میں ادا کی جارہی ہے پس اس کیلئے نئی اطلاع کی ضرورت نہیں ہے جیسا کہ نمازِ عشا کے ساتھ نمازِ وتر بغیر اقامت پڑھتے ہیں ۱؎ (جمع بین الصلوٰتین کے باقی احکام یعنی سنن و مستحبات وغیرہ کیفیتِ حج کے بیان میں مذکور ہیں، مؤلف)

رکنِ وقوفِ مزدلفہ

اس واجب یعنی وقوفِ مزدلفہ کا رکن یہ ہے کہ یہ وقوف طلوعِ فجر کے بعد مزدلفہ میں واقع ہو خواہ خود اپنے فعل سے وقوف ادا کرے یا کسی دوسرے شخص کے فعل سے مثلاً یہ کہ کسی دوسرے شخص نے اس کے امر سے یا بغیر امر کے اپنے کندھے وغیرہ پر اُٹھایا ہوا ہو اور خواہ وہ سویا ہوا ہو یا بیہوشی کی حالت میں ہو مجنون ہو یا نشہ کی حالت میں ہو اور خواہ اس نے وقوفِ مزدلفہ کی نیت کی ہو یا نہ کی ہو اور خواہ اس کو مزدلفہ کا علم ہو یا نہ ہو ہر حال میں اس کا وقوف صحیح ہو جائے گا جیسا کہ وقوفِ عرفہ کا حکم ہے اور اگر کسی نے مزدلفہ کا وقوف ترک کر دیا یعنی صبح صادق طلوع ہونے سے پہلے رات میں ہی حدودِ مزدلفہ سے باہر چلا گیا تو اس پر ترکِ واجب کی وجہ سے دم واجب ہوگا لیکن اگر کسی عذر کی وجہ سے اس وقوف کو ترک کیا مثلاً اس کو ضعف یا مرض یا کوئی اور علت ہے یا عورت کو ہجوم کا خوف ہے تو اس پر دم وغیرہ کچھ واجب نہیں ہوگا ۲؎ اور بحرالرائق میں کہا ہے کہ محیط میں ہجوم کے خوف کو عورت کے ساتھ مخصوص نہیں کیا بلکہ مطلق بیان کیا ہے پس مرد کو بھی شامل ہے اھ ۳؎ لیکن اس مسئلہ میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ وقوفِ مزدلفہ کے علاوہ اور بھی مناسکِ حج ہیں جو ہجوم سے خالی نہیں ہیں پس اس سے وقوف و رمی وغیرہ واجبات کا ساقط ہونا لازم آئے گا پس اولیٰ یہ ہے کہ ہجوم کے خوف کو عورت کے ساتھ مقید و مخصوص کیا جائے اور محیط کے مطلق بیان کرنے کو اسی تقیید پر محمول کیا جائے کیونکہ عورت کے حق میں یہ عذر ظاہر ہے پس اُس سے یہ واجب ساقط ہو جائے گا بخلاف مرد کے۔ یا محیط کے مطلق بیان کرنے کو اس پر محمول کیا جائے کہ مرض وغیرہ کی وجہ سے ہجوم کا خوف ہو اسی لئے سراج الوہاج میں کہا ہے کہ اگر کسی علت یا مرض یا ضعف کی وجہ سے ہجوم کا خوف ہو اور رات کو مزدلفہ سے منیٰ کو روانہ ہو جائے تو اس پر کچھ جزا واجب نہیں ہے اھ نیز جو لوگ وقوف کا وجوب ادا کرنا چاہیں اور ہجوم سے بھی بچنا چاہیں ان کو طلوعِ فجر کے بعد ایک لحظہ وقوف کر کے روانہ ہو جانے سے ہجوم سے بچنا ممکن ہے پس اس طرح واجب بھی ادا ہو جائے گا اور ایسے لوگ اکثریت کی روانگی سے پہلے روانہ ہو جائیں گے اس صورت میں اُن سے ہجوم کے خوف کی وجہ سے وقتِ مسنون تک وقوف کا دراز کرنا ترک ہوگا اور یہ ایسے واجب کے ترک سے اسہل ہے جو کہ بعض کے نزدیک رکن ہے اور یہ بھی جواب دیا جا سکتا ہے کہ عجز و مرض وغیرہ کی وجہ سے ہجوم کے خوف کو یہاں اس حدیث کی بنا پر عذر قرار دیا گیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اہل میں سے کمزوروں کو رات میں ہی

۱؎ بدائع وش ۲؎ لباب و شرحہ وش وغنیہ بزیادۃ عن بدائع ورع ۳؎ بحر وش۔

روانہ فرما دیا تھا اور عرفات میں اس کو عذر قرار نہیں دیا کیونکہ اس میں مشرکین کی مخالفت کا اظہار ہے کیونکہ مشرکین غروب سے پہلے ہی حدودِ عرفات سے نکل جاتے تھے غور کر لیجئے ۔ ۱؎ پس اگر کوئی آدمی عجز و مرض وغیرہ کے بغیر ہجوم کا خوف کر کے وقوفِ مزدلفہ کو ترک کر دے تو اس پر دم لازم ہوگا لیکن اگر کسی شخص سے یہ وقوف ایسی حالت میں ترک ہو کہ اس کو یہ وقوف ممکن ہی نہ ہو اس طرح پر کہ وہ شخص بالکل اخیر وقت میں یعنی صبح صادق کے قریب عرفات میں پہنچا ہو اور اس کو طلوعِ آفتاب تک مزدلفہ میں پہنچنا ممکن نہیں ہے تو کوئی جزا لازم ہوئے بغیر اس سے وقوفِ مزدلفہ ساقط ہو جانا چاہئے جیسا کہ وقوفِ عرفہ کا دن میں ہونا واجب تھا وہ اس سے ساقط ہو گیا اور میں نے نہیں دیکھا کہ کوئی فقیہ و عالم اس مسئلہ کے در پے ہوا ہو لیکن یہ ظاہر قیاس ہے کوئی ماہر فقیہ اس کا انکار نہیں کرے گا اس لئے کہ یہ دونوں امور یعنی وقوفِ عرفہ کا دن میں ہونا اور وقوفِ مزدلفہ کا صبح صادق طلوع ہونے کے بعد طلوعِ آفتاب سے پہلے کسی وقت ہونا واجب ہیں اور مذکورہ صورت میں دونوں کا عذر ایک ہی ہے ۲؎ اور فقہائے شافعیہ رحمہم اللہ نے اس بات کی تصریح کر دی ہے کہ اس سے اس پر کچھ جزا لازم نہیں ہوگی اور انہوں نے اس کی تعلیل یہ بیان کی ہے کہ اس کا واجب ہونا ان لوگوں کے حق میں ہے جو فارغ ہو گئے ہیں اور یہ شخص تو ابھی اس سے پیچھے رہ جانے کی طرف مجبور و محتاج ہے ۳؎ وقوفِ مزدلفہ کے لئے بھی وقوفِ عرفہ کی طرح نیت شرط نہیں ہے پس اگر کوئی شخص وقوفِ مزدلفہ کے وقت میں یعنی طلوعِ فجر کے بعد سے طلوعِ آفتاب تک مزدلفہ میں کسی وقت رات گذارے یا ٹھیرے بغیر گذرا تو جائز ہے اور اس پر کوئی جزا لازم نہیں ہے کیونکہ اس کو وقوفِ عرفہ کی طرح مقدارِ واجب وقوف گذرنے کے دوران حاصل ہو گیا اور اگر کسی شخص نے امام کے مزدلفہ سے طلوعِ آفتاب سے پہلے روانہ ہونے کے بعد وقوف کیا یا امام سے پہلے یا امام کے بعد یا لوگوں سے پہلے یا طلوعِ فجر کے بعد وقوف کر کے مزدلفہ میں نمازِ فجر ادا کرنے سے پہلے روانہ ہو گیا تو جائز ہے اور اس پر کچھ لازم نہیں ہے لیکن اس نے بُرا کیا کیونکہ اس نے طلوعِ آفتاب تک وقوف کو دراز کرنے مزدلفہ میں نمازِ فجر ادا کرنے اور مزدلفہ سے امام کے ساتھ روانہ ہونے کی سنتوں کو ترک کیا ہے ۴؎ اسی طرح اگر کوئی شخص سورج نکلنے کے بعد روانہ ہوا تو اس پر کچھ لازم نہیں ہے لیکن وہ ترکِ سنت کی برائی کا مرتکب ہوگا ۵؎

مکانِ وقوفِ مزدلفہ

اجزاءِ مزدلفہ میں سے کسی بھی جزو میں وقوف ہونا چاہئے یعنی اگر مزدلفہ کے کسی بھی جزو میں سے گذر گیا تو اس کا وقوف جائز ہو گیا پس مشہور روایتوں کی بنا پر وادیٔ محسر کے سوا تمام مزدلفہ موقف (وقوف کی جگہ) ہے ۶؎ لیکن اگر کوئی شخص صرف وادیٔ محسر میں وقوف کرے گا تو اس کا وقوف جائز نہیں ہوگا جیسا کہ اگر منیٰ میں وقوف کرے تو جائز نہیں ہوگا اور بدائع میں ہے کہ اگر وادیٔ محسر میں وقوف کیا تو کراہت کے ساتھ جائز ہے فتح القدیر میں ہے کہ بدائع کا یہ قول ہمارے اصحاب کے کلام میں سے غیر مشہور ہے بلکہ ان کے کلام کا مقتضیٰ عدمِ جواز ہے ۷؎

۱؎ مستفاد عن ش ملخصاً و تصرفاً ۲؎ غنیہ و ارشاد ۳؎ غنیہ عن کبیر ۴؎ لباب و شرحہ و فتح و بدائع و غنیہ ملتقطاً ۵؎ بدائع و ع و ش و غنیہ ۶؎ لباب و شرحہ و غنیہ و بدائع و فتح وغیرہا ۷؎ فتح و بحر ملخصاً۔

مزدلفہ کے اجزا میں سے وقوف کے لئے افضل جزو جبلِ قزح اور اس کے پاس کی جگہ ہے [۱] اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی جگہ وقوف فرمایا تھا اس جگہ کو مشعرِ الحرام کہتے ہیں۔ روایت ہے کہ یہاں پر حضرت آدم علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کا آتشدان تھا اور بعض نے کہا ہے کہ تمام مزدلفہ مشعر الحرام ہے [۲]

حدودِ مزدلفہ

اور تمام مزدلفہ حدودِ حرم میں داخل ہے اور یہ لفظ تَزَلُّف اور اِزْدِلَاف سے مشتق ہے جس کے معنی تقرب یعنی نزدیکی ڈھونڈنا ہے کیونکہ حاجی اس میں قریب قریب ہو کر ٹھہرتے ہیں اس لئے اس کو مزدلفہ کہتے ہیں [۳] روایت ہے کہ مزدلفہ میں حضرت آدم کا حضرت حوا سے ازدلاف (مقاربت) ہوا تھا [۴] مزدلفہ کی حد عرفات کے مَأزِمَین (دو پہاڑوں) کے درمیان تنگ راستے سے وادیٔ محسر کے مأزِمَین تک ہے [۵] یعنی عرفہ کے دو پہاڑوں کے درمیانی راستہ سے وادی محسر کے دونوں سروں تک دائیں بائیں جو وادیاں، پہاڑ اور ٹیلے ہیں یہ سب مزدلفہ کی حد میں داخل ہیں مزدلفہ کا طول ایک میل ہے بعض نے کہا کہ دو میل ہے، مأزمان یعنی وہ دو پہاڑ جن کے بیچ میں سے تنگ راستہ نکلتا ہے اور وادی محسّر مزدلفہ میں داخل نہیں ہیں بلکہ مزدلفہ سے خارج ہیں [۶] اور مأزم دو پہاڑوں کے درمیان کی تنگ جگہ کو کہتے ہیں اور فقہا کے نزدیک اس سے مراد دو پہاڑوں کا درمیانی راستہ ہے اور یہ دو پہاڑ عرفات اور مزدلفہ کے درمیان ہیں [۷] اور وادیٔ محسر سیلاب کی جگہ (نشیب) ہے یہ نہ منیٰ میں داخل ہے نہ مزدلفہ میں بلکہ ان دونوں کے درمیان حدِ فاصل ہے ازرقی رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ محسر کا طول پانسو پینتالیس ذراع (شرعی گز) ہے [۸] اور غایۃ السروجی میں ہے کہ صحیح قول کی بنا پر محسّر منیٰ میں داخل ہے اھ اور اس پر صحیحین کی حدیث دلالت کرتی ہے جو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے اور صاحبِ بدائع اس طرف مائل ہے کہ محسّر مزدلفہ میں داخل ہے اسی لئے اس میں مذکور ہے کہ اگر کسی نے وادیٔ محسر میں وقوف کیا تو کراہت کے ساتھ جائز ہے اس لئے کہ اس میں وقوف کرنے کے متعلق ممانعت وارد ہے [۹] اور بدائع کے اس قول کی تردید اوپر مکانِ مزدلفہ کے بیان میں گذر چکی ہے (مؤلف) مزدلفہ کی جانب سے وادیٔ محسر کا اول حصہ (سرا) منیٰ کی طرف جانے والے شخص کے بائیں جانب والے پہاڑ کی بلند چوٹی سے شروع ہوتا ہے [۱۰] اور اس کا آخری حصہ وہ ہے جو منیٰ کا اول حصہ ہے [۱۱]

واجباتِ وقوفِ مزدلفہ

(۱) مزدلفہ میں وقوف کے وقت میں ایک لحہ وقوف کرنا جیسا کہ عرفات میں حکم ہے اس کی تفصیل وقتِ وقوف کے بیان میں گذر چکی ہے۔

(۲) جمع بین الصلوٰتین یعنی نمازِ مغرب وعشا کو شرائطِ جمع کے ساتھ جمع کرنا، تفصیل شرائطِ جمع میں مذکور ہے [۱۲]

---

[۱] غنیہ وبدائع بتصرف [۲] شرح اللباب بزیادۃ عن بحر ودر وحیات [۳] بحر [۴] زبدہ [۵] در [۶] لباب وشرحہ وغنیہ بتصرف [۷] منحہ در [۸] بحر وغنیہ ملتقطاً وغیرہا [۹] غنیہ [۱۰] لباب وغنیہ [۱۱] ارشاد [۱۲] مؤلف عن لباب وغنیہ وغیرہا۔

سننِ وقوفِ مزدلفہ

(۱) دسویں ذی الحجہ (عید الاضحیٰ) کی رات صبح تک مزدلفہ میں گذارنا ہمارے نزدیک سنت مؤکدہ ہے واجب یا رکن نہیں ہے پس اس کے ترک کرنے پر کچھ جزا واجب نہیں ہے، امام شافعیؒ کے نزدیک یہ واجب ہے اور بعض مالکی فقہا کے نزدیک رکن ہے [۱] ——— (۲) وقوف مزدلفہ کو صبح صادق طلوع ہونے سے شروع کر کے خوب اچھی طرح اُجالا ہو جانے تک یعنی طلوع آفتاب کے قریب تک دراز کرنا [۲] ———
(۳) مزدلفہ سے امام کے ساتھ طلوع آفتاب سے ذرا پہلے منیٰ کی طرف روانہ ہونا [۳]

وقوفِ مزدلفہ کے مستحبات و آداب

(۱) اگر ہو سکے تو پیدل چل کر مزدلفہ میں داخل ہونا ——— (۲) اگر میسر ہو تو مزدلفہ میں داخل ہونے کے لئے غسل کرنا ——— (۳) اگر ممکن ہو تو وقوف کے لئے جبلِ قزح کے قریب راستہ سے داہنی یا بائیں طرف اُترنا ——— (۴) نماز مغرب و عشا کو شرائطِ جمع کے ساتھ عشا کے وقت میں جلدی بلا تاخیر جمع کرنا ——— (۵) صبح کی نماز ۔ ۔ ۔ ۔ طلوعِ فجر کے بعد اندھیرے میں پڑھنا ——— (۶) دسویں ذی الحجہ کی صبح کی نماز مسجدِ مشعر الحرام میں امام کے ساتھ پڑھنا ———
(۷) موقف میں قبلہ رو ہو کر دعا و تکبیر و تہلیل و تحمید و ثنا و درود شریف پڑھنا، تلبیہ کی کثرت کرنا اپنے دونوں ہاتھ دعا کی طرح اُٹھانا اور پھیلانا، ہاتھوں کا رُخ اپنے منھ کی طرف کرنا (جیسا کہ ہر دعا کے لئے کرتے ہیں) اللہ تعالیٰ کا ذکر کثرت سے کرنا اللہ تعالیٰ سے اپنی دینی و دنیوی حوائج کے لئے دعائیں مانگنا اور اذکار و ادعیہ و درود شریف وغیرہ میں خوب اچھی طرح اُجالا ہونے تک مشغول رہنا یعنی اس وقت تک مشغول رہے کہ سورج نکلنے میں تقریباً دو رکعت کی مقدار وقت باقی رہ جائے [۴]
(۸) افضل یہ ہے کہ وقوفِ مزدلفہ نماز فجر کے بعد ہو [۵]

مکروہاتِ وقوفِ مزدلفہ

(۱) راستہ کی جگہ میں اُترنا [۶]
(۲) سورج طلوع ہونے کے بعد منیٰ کی طرف روانہ ہونا، اس سے کوئی جزا لازم نہیں آتی لیکن ترکِ سنت کی وجہ سے برائی کا مرتکب ہوگا۔
(۳) اور اسی طرح امام سے پہلے یا پیچھے تاخیر کے ساتھ روانہ ہونا جائز ہے لیکن خلافِ سنت ہے پس ترکِ سنت کی وجہ سے مکروہ و بُرا ہے اور اس پر کچھ جزا لازم نہیں ہے۔
(فائدہ) اگر کوئی شخص مسنون طریقہ پر اچھی طرح اُجالا ہونے یعنی سورج نکلنے سے ذرا پہلے مزدلفہ سے روانہ ہو گیا پھر اس کے مزدلفہ سے باہر نکلنے سے پہلے سورج نکل آیا تو یہ سنت کا مخالف نہیں ہوگا [۷]

---

[۱] لباب و شرحہ وش بزیادۃ عن بحر [۲] لباب و شرحہ وغیرہ [۳] لباب و شرحہ [۴] ایضاً [۵] لباب [۶] ایضاً
[۷] ماخوذ عن لباب و شرحہ بتصرف۔

احکامِ منیٰ

رمئ جمار اور اس کے احکام

رمئ جمار کی تفسیر رمئ جمار لغت میں چھوٹے پتھروں (کنکریوں) کا پھینکنا ہے اور عرفِ شرع میں چھوٹی کنکریوں کا مخصوص زمانہ میں مخصوص جگہ پر مخصوص تعداد میں پھینکنا ہے [۱]

رمی کا حکم رمئ جمار واجب ہے اگر کوئی اس کو ترک کرے گا تو اس پر دم لازم ہوگا [۲]

ایامِ رمی رمئ جمار کے چار دن مقرر ہیں قربانی کا پہلا دن یعنی دسویں ذی الحجہ اور تین ایامِ تشریق [۳] پس پہلا دن نحرِ خاص یعنی قربانی کا پہلا دن ہے اس روز صرف ایک جمرہ یعنی جمرۂ عقبہ کی رمی واجب ہے اس کے بعد دو دن جو ایامِ قربانی بھی ہیں اور ایامِ تشریق بھی یعنی گیارہویں ذی الحجہ جس کو یوم القر (قرار یعنی ٹھہرنے کا دن) کہتے ہیں اور بارہویں ذی الحجہ جس کو یوم النفر الاول (روانگی کا پہلا دن) کہتے ہیں ان دو دن میں تینوں جمروں کو کنکریاں مارنا واجب ہے اور چوتھا دن تشریق کا خاص دن ہے اور وہ تیرہویں ذی الحجہ ہے جس کو یوم النفر الثانی کہتے ہیں اس روز بھی اگر منیٰ میں ٹھہر گیا ہو اور طلوعِ فجر سے پہلے منیٰ سے نہ نکلا ہو تو تینوں جمروں کی رمی کرنا واجب ہے پس اس طرح تین دن میں جن کو ایامِ تشریق کہتے ہیں تینوں جمرات پر رمی کرنا واجب ہے [۴]

(فائدہ) قربانی کے تین دن ہیں اور تشریق (گوشت سکھانے) کے بھی تین دن ہیں اور یہ سب چار دن ہوتے ہیں اس طرح پر کہ پہلا دن قربانی کا خاص ہے اس کو تشریق نہیں کہتے اور آخری یعنی چوتھا دن تشریق کا خاص ہے اس دن قربانی جائز نہیں اور بیچ کے دو دن قربانی اور تشریق کے مشترک ہیں [۵] اور مناسک النووی میں ہے کہ آٹھویں ذی الحجہ کو یوم الترویہ کہتے ہیں نویں ذی الحجہ کو یوم عرفہ دسویں ذی الحجہ کو یوم النحر گیارہویں ذی الحجہ کو یوم القر کہتے ہیں کیونکہ گیارہویں کو حاجی لوگ منیٰ میں قیام کرتے ہیں بارہویں ذی الحجہ کو یوم نفرِ اول اور تیرہویں ذی الحجہ کو یوم نفرِ ثانی کہتے ہیں [۶]

ایامِ اربعہ میں رمی کا وقت (۱) یوم النحر یعنی دسویں ذی الحجہ کو صرف جمرۂ عقبہ کی رمی کرنا، قربانی کے پہلے دن میں رمی کے جواز کا شروع وقت قربانی کے دن یعنی دسویں ذی الحجہ کی طلوعِ صبحِ صادق سے شروع ہوتا ہے اس سے پہلے رمی جائز نہیں ہے اور یہ وقت یعنی طلوعِ فجر کے بعد سے طلوعِ آفتاب تک کا وقت برائی و کراہت کے ساتھ جواز کا وقت ہے کیونکہ اس میں بلاضرورت سنت ترک ہوتی ہے اور جواز کا آخری وقت اگلے دن کی صبح صادق طلوع ہونے سے پہلے تک ہے اور اس پہلے دن میں رمی کا مسنون وقت آفتاب طلوع ہونے سے شروع ہو کر

---

[۱] بدائع [۲] شرح اللباب [۳] بدائع وغیرہ [۴] لباب شرحہ وغنیہ ملتقطاً [۵] ہدایہ فی کتاب الاضحیہ وغنیہ [۶] ش

زوال تک ہے اور مباح وقت یعنی بلا کراہت جواز کا وقت زوالِ آفتاب سے مغرب تک ہے اور کراہت کے ساتھ جواز کا وقت مغرب سے شروع ہو کر اگلے دن کی صبح صادق طلوع ہونے سے پہلے تک ہے، اگر کسی عذر کی وجہ سے اس وقت میں رمی کرے تو مکروہ نہیں اور اگلے دن تک مؤخر کیا تو اس پر دم واجب ہوگا اور ایامِ رمی میں کسی دن اس کو قضا کرنا لازم ہوگا [1]

(۲) قربانی کے دوسرے اور تیسرے دن یعنی گیارہویں و بارہویں ذی الحجہ کو تینوں جمرات پر رمی کرنے کا وقتِ جواز زوالِ آفتاب سے شروع ہوتا ہے زوال سے پہلے مشہور قول یعنی ظاہر الروایت کی بنا پر جائز نہیں ہے اور جمہور اصحابِ متون وشروح وفتاویٰ اسی پر ہیں اور یہی درست ہے اور آخری وقت اگلے دن کی صبح صادق طلوع ہونے سے پہلے تک ہے ان دونوں دنوں میں رمی کا مسنون وقت زوال سے غروب آفتاب تک ہے اور مغرب سے طلوعِ فجر سے پہلے تک کا وقت مکروہ ہے (لیکن اگر عذر سے ہو تو مکروہ نہیں ہے، مؤلف) اور جب فجر طلوع ہوگئی تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک رمی کا وقتِ ادا جاتا رہا اور اس کا وقتِ قضا بالاتفاق ایام تشریق کے آخر تک باقی رہے گا پس اگر ہر روز رمی کو اس کی ادا کے معینہ وقت سے مؤخر کردیا تو اس پر قضا اور جزا دونوں لازم ہوں گے اور قضا کا وقت چوتھے روز کا آفتاب غروب ہونے پر فوت ہوجائے گا (اور اب صرف جزا یعنی دم واجب ہوگا، مؤلف) [2]

(۳) چوتھے روز یعنی تیرہ ذی الحجہ کو تینوں جمروں پر رمی کرنے کا وقت صبح صادق سے مغرب تک ہے لیکن زوال سے پہلے کا وقت مکروہ ہے اور زوال کے بعد سے غروب تک کا وقت مسنون ہے یہ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک ہے اور اس روز کا آفتاب غروب ہونے ہی بالاتفاق ادا و قضا دونوں طرح کا وقت فوت ہوجائے گا بخلاف ماقبل کے ایام کے [3] پس اس سے ظاہر ہوا کہ رمی کے لئے ادا کا وقت بھی ہے اور قضا کا بھی [4] پس قربانی کے پہلے دن میں رمی کے ادا کے طور پر جائز ہونے کا وقت اس دن کی صبح صادق سے شروع ہوکر اگلے دن کی صبح صادق طلوع ہونے سے پہلے تک ہے حتیٰ کہ اگر رمی کو مؤخر کیا یہاں تک کہ اگلے دن کی صبح طلوع ہوگئی تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اس پر دم لازم ہوگا اور اگر قربانی کے پہلے دن کی صبح صادق طلوع ہونے سے پہلے رمی کی تو بالاتفاق وہ رمی صحیح نہیں ہوگی اور اس رمی کا وقت تین طرح پر ہے مکروہ و مسنون ومباح، پس اس دن کی طلوعِ فجر کے بعد سے سورج طلوع ہونے تک اور سورج غروب ہونے کے بعد سے اگلے دن کی صبح صادق طلوع ہونے سے پہلے تک یہ دو وقت مکروہ ہیں اور اگر کسی عذر کی وجہ سے ان وقتوں میں رمی کرے تو کوئی کراہت نہیں ہے پس ضعیف لوگوں کے لئے اس روز طلوع ہونے سے پہلے اور سورج غروب ہونے کے بعد رات میں رمی کرنے میں کوئی برائی و کراہت نہیں ہے اور اس دن کا سورج طلوع ہونے سے زوالِ آفتاب تک کا وقت مسنون ہے اور زوالِ آفتاب سے غروبِ آفتاب تک کا وقت مباح ہے اور دوسرے اور تیسرے دن میں رمی کے ادا کے طور پر جواز کا وقت زوالِ آفتاب سے اگلے دن کی صبح صادق طلوع ہونے تک کا وقت ہے پس ان دونوں دنوں میں زوال سے پہلے

[1] لباب وشرحہ تصرفاً وشلبی فی غنیہ وغیرہ [2] لباب وشرحہ وغنیہ ودرع تصرفاً [3] لباب وشرحہ وغنیہ ودرع [4] بحر

رمی کرنا جائز نہیں ہے اور ان دونوں دنوں میں مسنون و مکروہ دو طرح کا وقتِ ادا ہے، پس زوالِ آفتاب سے غروبِ آفتاب تک مسنون وقت ہے اور غروب کے بعد سے اگلے دن کی صبح صادق طلوع ہونے تک مکروہ وقت ہے اور چوتھے روز رمی کے ادا کے جواز کا وقت فجر طلوع ہونے سے مغرب تک ہے اس میں بھی مسنون و مکروہ دو طرح کا وقت ہے زوال سے پہلے کا وقت مکروہ ہے اور زوال سے مغرب تک کا وقت مسنون ہے [1] پس اگر کسی نے ہر روز کی رمی کو اس کے جوازِ ادا کے مقررہ وقت سے مؤخر کر دیا تو اس پر قضا اور جزا یعنی دم دونوں لازم ہوں گے اور چوتھے دن کا آفتاب غروب ہوتے ہی قضا کا وقت فوت (ختم) ہو جائے گا (اور صرف دم واجب ہوگا، مؤلف) [2] اور اگر تمام دنوں کی رمیٔ جمار کو چوتھے دن تک مؤخر کر دیا تو ان کو ایام و جمرات کی ترتیب سے رمی کرے کیونکہ ایامِ تشریق سب کے سب رمی کا وقت ہیں پس وہ ان کو مسنون طریقہ پر ترتیب وار قضا کرے اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک اس پر ایک ہی دم واجب ہے کیونکہ جنایات ایک ہی جنس میں جمع ہوئی ہیں پس ان کے متعلق ایک ہی کفارہ واجب ہوگا اور اگر ان کو قضا نہ کیا یہاں تک کہ ایامِ تشریق کے آخری دن یعنی رمی کے چوتھے روز کا آفتاب بھی غروب ہو گیا تو رمی کا وقت گذر جانے کی وجہ سے رمی کا قضا کرنا اس سے ساقط ہو گیا اور بالاتفاق اس پر ایک ہی دم واجب ہوگا [3] پس اگر کسی نے قربانی کے پہلے یا دوسرے یا تیسرے دن کی رمی نہیں کی تو اسی دن کے بعد آنے والی رات میں رمی کر لے اس پر کوئی جزا لازم نہیں ہے البتہ ترکِ سنت کی وجہ سے مکروہ و برائی کا مرتکب ہوگا جبکہ اس کو کوئی عذر نہ ہو، اگر عذر سے ایسا کیا تو مکروہ بھی نہیں ہے اور اگر گیارہویں یا بارہویں یا تیرہویں شب کو اس شب کے بعد آنے والے دن کی رمی کی تو صحیح نہیں ہے کیونکہ ایامِ حج میں راتیں گذرے ہوئے دن کے تابع ہیں آنے والے دن کے تابع نہیں ہیں پس قربانی کے دوسرے دن کی رمی تیسرے دن سے پہلے کی رات میں جائز ہے اور اس رات میں تیسرے دن کی رمی جائز نہیں ہے جیسا کہ وقوفِ عرفہ دسویں ذی الحجہ کی شب میں جائز ہے اور اس رات میں دسویں ذی الحجہ کے دن کے افعالِ حج یعنی وقوفِ مزدلفہ و رمی وغیرہ جائز نہیں ہیں، اور اگر ایامِ رمی میں سے کسی دن کی رمی اس دن کے بعد والی رات میں بھی نہ کی تو بالاتفاق آنے والے دن میں ترتیب وار قضا کے طور پر رمی کرے اور امام صاحبؒ کے نزدیک اس پر کفارہ یعنی دم بھی واجب ہے اور اگر تمام دنوں کی رمی چوتھے دن تک مؤخر کی تو ان سب کو بالاتفاق چوتھے دن (ترتیب وار) قضا کرے اور امام صاحب کے نزدیک اس پر جزا لازم ہوگی اور اگر چوتھے دن بھی قضا نہ کیا یہاں تک کہ اس دن کا آفتاب غروب ہو گیا تو رمی کی قضا کا وقت فوت ہو گیا اور اس پر بالاتفاق ایک دم واجب ہوگا اور یہ رات اپنے سے پہلے دن کے تابع نہیں ہے بخلاف اس سے پہلے کے ایامِ حج کی راتوں کے کہ وہ اپنے سے پہلے دن کے تابع ہوتی ہیں [4] خلاصہ یہ ہے کہ اگر کسی نے چوتھے دن کے علاوہ کسی اور دن میں رمی کو مؤخر کر دیا تو اس دن کے متصل بعد والی رات میں رمی کر لے اور یہ ادا کہلائے گی کیونکہ وہ رات اپنے سے پہلے دن کے تابع ہے اور (بلا عذر) ایسا کرنا ترکِ سنت

[1] ع وغنیہ وبحر وش وفتح ولباب وشرحہ ملتقطا [2] لباب وشرحہ وش وغنیہ ومنحہ [3] بحر [4] لباب وشرحہ وش منحہ وغنیہ۔

کی وجہ سے مکروہ ہے اور اگر اس رات میں رمی نہ کی اور اگلے دن تک مؤخر کر دیا تو وہ اس دن میں رمی کر لے یہ قضا کہلائے گی اور اس پر جزا بھی لازم ہوگی اور اسی طرح تمام دنوں کی رمی کو چوتھے دن کے غروب سے پہلے تک مؤخر کر دیا تو قضا کہلائے گی اور ایک دم واجب ہوگا اور اگر چوتھے دن کا آفتاب غروب ہو گیا اور رمی نہیں کی تو اب رمی کرنا اس سے ساقط ہو گیا اور صرف ایک دم اس پر لازم ہوگا [۱]

مکانِ رمی قربانی کے پہلے دن رمی کرنے کی جگہ صرف جمرۂ عقبہ ہے اور رمی کے باقی تین دن میں رمی کی جگہ تینوں جمرات یعنی جمرۂ اولیٰ و وسطیٰ و عقبہ ہیں، ان تمام رمیٔ جمرات میں کنکری کے گرنے کی جگہ کا اعتبار ہوگا کنکری مارنے والے کی جگہ کا اعتبار نہیں ہوگا یہاں تک کہ اگر کسی نے بہت دُور سے کنکری پھینکی اور وہ جمرہ کے نزدیک جا گری تو جائز ہے اور اگر جمرہ کے نزدیک نہیں گری تو وہ جائز نہیں ہے لیکن اگر وہ جمرہ کی جگہ کے قریب گری تو جائز ہے کیونکہ جو جگہ مکان جمرہ کے قریب ہے وہ اس کے تابع ہونے کی وجہ سے جمرہ کے حکم میں ہے [۲] اور جمرۂ اولیٰ مسجدِ خیف کی جانب ہے اور جمرۂ وسطیٰ جمرۂ اولیٰ کی جانب ہے اور آخری جمرہ (جو کہ مکہ مکرمہ کی طرف ہے) جمرۂ عقبہ ہے [۳]

(فائدہ: جمرات کا فاصلہ) مسجدِ خیف کے باب کبیر سے جمرۂ اولیٰ کا فاصلہ ۱۲۵۴ ۱/۶ ذراع (ایک ہزار دو سو چوّن ذراع و سدس ذراع) ہے اور جمرۂ اولیٰ سے جمرۂ وسطیٰ کا فاصلہ ۲۷۵ ذراع (دو سو پچھتر ذراع) ہے اور جمرۂ وسطیٰ سے جمرۂ عقبہ تک ۲۰۸ ذراع (دو سو آٹھ ذراع) ہے۔ قسطلانیؒ نے شرح بخاری میں قرافی مالکیؒ سے اسی طرح روایت کیا ہے اور کتبِ شافعیہ میں اسی طرح مذکور ہے [۴] زرقانیؒ نے بھی شرح موطا مالکؒ میں اسی طرح ذکر کیا ہے لیکن زرقانی نے یہ زیادہ کیا ہے کہ ان سب کو ذراع جدید کے ساتھ اعتبار کیا جائے اھ واضح ہو کہ ذراع شرعی ذراع جدید سے ۱/۸ حصہ کم ہے [۵]

شرائطِ رمی رمی کی شرطیں آٹھ ہیں اور وہ یہ ہیں: (۱) کنکریوں کو پھینکا جائے، جمرہ کی جگہ پر رکھا نہ جائے پس اگر کسی نے کنکریوں کو جمرہ کی جگہ پر رکھ دیا تو یہ جائز نہیں کیونکہ اس کو رمی یعنی پھینکنا نہیں کہیں گے [۶] اور جس کو نثار (نچھاور) کرنا کہا جائے رمی نہ کہا جائے وہ بھی صحیح نہیں ہے [۷] اور کنکری کو جمرہ پر ڈال دیا تو جائز ہے کیونکہ یہ بھی رمی ہی کی ایک قسم ہے لیکن یہ طریقہ مکروہ ہے کیونکہ اس میں مسنون طریقہ کا ترک ہے [۸] ڈال دینے کا مطلب اپنے قدموں کی طرف ڈال دینا ہے [۹] (تین ہاتھ یا اس سے زیادہ دور سے کنکری پھینکنا رمی کہلاتا ہے تین ہاتھ سے کم فاصلہ پر کنکری پھینکنا ڈالنا (طرح) کہلاتا ہے اور بالکل جمرہ کے قریب ہو کر اس جگہ کنکری رکھ دینا وضع (رکھ دینا) کہلاتا ہے، مؤلف)

(۲) اپنے ہاتھ سے رمی کرنا، پس کمان وغیرہ یا پاؤں سے رمی کرنا جائز نہیں ہے [۱۰]

(۳) کنکری کا جمرہ کے متصل یا اس کے قریب گرنا اور دُور گرے گی تو جائز نہ ہوگی [۱۱] محلِ رمی (یعنی کنکری پھینکنے

---

[۱] ش [۲] بدائع [۳] ع و در [۴] ش و حیات [۵] حیات [۶] لباب و شرح و غنیہ و حیات [۷] غنیہ۔
[۸] لباب و شرح و شلہ فی البحر و الغنیہ [۹] بحر و ہدایہ [۱۰] منحہ و غنیہ [۱۱] لباب و شرح و غنیہ و حیات۔

کی جگہ) وہ ہے جس جگہ جمرہ کا ستون کھڑا ہوا ہے اور اس کے ارد گرد کی جگہ بھی محلّ رمی ہے خود ستونِ جمرہ رمی کی جگہ نہیں ہے[1] کیونکہ وہ ستون تو جمرہ کے لئے علامت ہے[2] پس اگر کنکریاں اس ستون کے ارد گرد گریں تو کافی و جائز ہے، اگر اس ستون کی چوٹی پر رہ گئی اور نیچے نہیں گری تو ظاہر یہ ہے کہ وہ دور ہونے کی وجہ سے کافی و جائز نہیں ہے[3] اگر کنکری اور جمرہ کے درمیان تین ہاتھ کا فاصلہ ہو تو وہ قریب ہے اور اس سے زیادہ فاصلہ ہو تو دور ہے پس اگر کنکری گرنے کی جگہ کا ستون جمرہ سے تین ہاتھ یا اس سے کم فاصلہ ہو تو قریب ہے[4] اور جوہرہ میں ہے کہ تین ہاتھ کا فاصلہ ہونا دُور ہے اور اس سے کم فاصلہ ہو تو قریب ہے[5] لباب المناسک میں اس قول کو لفظ قیل کے ساتھ ذکر کیا ہے لیکن در مختار میں اس پر جزم و اعتماد کیا ہے[6] اور فتح القدیر میں مذکور ہے کہ قریب وہ ہے جو ایک ہاتھ یا اس کی مثل ہو اور اس میں کہا ہے کہ بعض فقہا نے اس کا کوئی اندازہ نہیں بتایا گویا کہ انھوں نے قرب کے اعتبار کرنے میں عرف پر اعتماد کیا ہے یعنی جس کو عرف میں قریب کہیں وہ قریب ہے اور اس کی ضد بُعد ہے یعنی عرف میں جس کو بعید کہیں وہ بعید ہے قرب و بعد میں عرف پر اعتماد کرنے کی بنا پر ظاہر یہ ہے کہ جس فاصلہ کو عرف میں نہ قریب کہیں نہ بعید اتنے پر کنکری گرنا احتیاطاً جائز نہیں ہوگا[7]

(تنبیہ) جمار جو کہ جمرہ کی جمع ہے پتھر کی چھوٹی کنکریوں کو کہتے ہیں اور ان جگہوں کو بھی جمار و جمرات کہتے ہیں جہاں کنکریاں پھینکی جاتی ہیں کیونکہ کنکریوں اور اس جگہ میں جہاں کنکریاں مارتے ہیں تعلق و مناسبت ہے اور ایک جگہ کو جمرہ کہتے ہیں اور بعض نے کہا ہے کہ وہاں کنکریاں جمع ہو جاتی ہیں اس لئے اس جگہ کو جمرہ اور تینوں جگہ کو جمرات و جمار کہتے ہیں[8] اور شوافع نے کہا ہے کہ جمرہ وہ جگہ ہے جہاں ستون کے آس پاس کنکریاں جمع ہو جاتی ہیں وہ ستون جمرہ نہیں ہے اور جس جگہ پر وہ ستون کھڑا ہے وہ بھی شوافع کے نزدیک جمرہ نہیں ہے اور انھوں نے کنکریوں کے جمع ہونے کی جگہ کا تخمینہ تین ہاتھ مقرر کیا ہے اور کہا ہے کہ اگر جمرہ کے ستون میں کوئی طاق ہو اور کوئی کنکری اس طاق میں اٹک (ٹھہر) جائے تو وہ کنکری جائز نہیں ہوگی اسی طرح اگر وہ ستون اس جگہ سے بالکل ہٹا دیا جائے اور اس جگہ پر جہاں وہ ستون کھڑا تھا کنکری ٹھہر جائے تو جائز نہیں ہے کیونکہ جمرات کی علامت کے لئے ستون آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانۂ مبارک میں تھے اس لئے کہ اصل یہ ہے جو چیز جس طرح پر تھی جب تک اس کے خلاف تصحیح ثابت نہ ہو اس کو اسی طرز پر باقی رکھا جائے اور فقہائے مالکیہؒ کے نزدیک جمرہ معتمد قول کی بنا پر تعمیر (ستون) اور اس کے نیچے کی جگہ کا نام ہے[9] جاننا چاہئے کہ کنکریاں مارنے کی جگہ پر جو ستون بنے ہوئے ہیں حقیقت میں وہ ستون خود جمرے نہیں ہیں بلکہ احناف کے نزدیک جمرات وہ جگہ ہے جو ان ستونوں کی جڑ کے نیچے ہے اور جس پر یہ ستون بنے ہوئے ہیں پس در اصل کنکریاں ان جمروں یعنی ستونوں کی جڑ کے نیچے والی جگہوں میں مارنی چاہئیں مگر چونکہ اصل جگہ پر ستون قائم ہیں اس لئے کنکریاں اس طرح پھینکی جاتی ہیں کہ

[1] شرح اللباب و غنیہ [2] غنیہ [3] لباب و شرحہ و ش و منحہ و غنیہ [4] لباب و شرحہ بزیادۃ و غنیہ [5] در و غنیہ [6] غنیہ [7] ش و شرح اللباب و غنیہ [8] بحر ملخصاً [9] غنیہ۔

ستونوں کی جڑ کے آس پاس یا اس کے قریب گریں پس اگر ستون کی جڑ سے تین ہاتھ سے کم فاصلہ پر گریں تو قریب سمجھی جائیں گی، اگر کوئی کنکری تین ہاتھ یا اس سے زیادہ فاصلہ پر گرے تو وہ دُور سمجھی جائے گی اور جائز نہ ہوگی اس کا اعادہ کرے ورنہ جزا لازم ہو جائیگی اگر کوئی کنکری ستون کی چوٹی یا بیچ کے طاق وغیرہ میں تین ہاتھ یا اس سے اوپر بلندی پر اٹک کر رہ گئی تو وہ رمی جائز نہ ہوگی اس کا اعادہ کرے ورنہ جزا لازم ہوگی اور اگر ستون میں جڑ سے تین ہاتھ سے کم بلندی پر اٹک کر رہ گئی تو وہ نزدیک سمجھی جائے گی اور جائز ہوگی۔ اکثر حاجیوں کو دیکھا گیا ہے کہ ستونوں کو اتنے زور سے کنکریاں مارتے ہیں کہ ستون کو لگ کر ستون کی جڑ سے تین ہاتھ یا اس سے زیادہ دُور جا گرتی ہیں یہ جائز نہیں کیونکہ ستون کو لگنا معتبر و ضروری نہیں بلکہ ستون کی جڑ کے متصل یا اس سے تین ہاتھ سے کم فاصلہ پر گرنا ضروری و معتبر ہے اگرچہ ستون کو نہ لگے اس کا بہت خیال رکھنا چاہئے۔

(ایک شبہ کا ازالہ) اوپر بیان کیا گیا ہے کہ اگر کنکری ستون کے اوپر جڑ سے تین ہاتھ یا اس سے زائد بلندی پر اٹک گئی تو جائز نہیں اس پر ایک شبہ پیدا ہوتا ہے کہ جو کنکریاں ستون کی جڑ میں پڑتے پڑتے ستون کی جڑ سے تین ہاتھ یا اس سے زیادہ اونچا ٹیلہ بن گیا ہو تو اس پر جو کنکریاں پڑیں گی وہ بھی ستون کی جڑ سے دُور سمجھی جانی اور ناجائز ہونی چاہئیں۔ اس کا جواب یہ ہے اس صورت کو ستون پر اٹکنے والی کنکریوں پر قیاس کرنا صحیح نہیں ہے کیونکہ ستون پر اٹکنے والی کنکریاں غیر محل اور غیر جگہ پر ٹھہر گئی ہیں بخلاف اس کے جو جڑ میں پڑتے پڑتے اپنے صحیح محل پر جمع ہو کر ٹیلہ بن گئی ہیں یہ اپنی جگہ پر آپس میں اتصال کی وجہ سے گویا جڑ کے قریب ہی اعتبار کی جائیں گی۔ دوسری طرح یوں سمجھ لیجئے کہ اگر یہ علامت کے ستون نہ ہوں اور عین ستون کی جگہ پر کنکریاں جمع ہو کر بڑا قبہ بن جائے اور اس کی چوٹی تین ہاتھ یا اس سے زیادہ بلند ہو جائے تو یہ کنکریاں دُور نہ سمجھی جائیں گی بلکہ نیچے والی کنکریوں کے اتصال کی وجہ سے نیچے پڑی ہوئی کنکریوں میں ہی شمار ہوں گی اور جائز ہوں گی [1]۔

(۴) کنکری کا جمرہ میں پھینکنے والے کے فعل سے گرنا، پس اگر کنکری کسی آدمی کی پشت یا محمل (سواری کا کجاوہ) پر جا کر ٹھہر گئی پھر حامل نے اس کو گرایا یا آدمی یا جانور کی حرکت سے گر گئی تو جائز نہیں ہوگی اور اس کنکری کا اعادہ واجب ہوگا اسی طرح جس شخص پر کنکری جا پڑی تھی اگر وہ اس کو اٹھا کر رمی کرے یا جمرہ پر ڈال دے یا رکھ دے تو بھی جائز نہ ہوگی، لیکن اگر اس شخص کی حرکت کے بغیر خود بخود لڑھک کر جمرہ کے قریب گر پڑے تو وہ رمی جائز ہو جائے گی [2] اور اگر دور گر گئی تو جائز نہ ہوگی [3] اور اگر یہ معلوم ہو سکے کہ وہ کنکری جمرہ کی جگہ میں خود گری ہے یا اس شخص یا جانور کے جھٹکنے یا حرکت کرنے سے گری ہے جس پر وہ کنکری گری تھی تو اس میں اختلاف ہے اور احتیاط اس میں ہے کہ اختلاف سے بچنے کے لئے اس کنکری کا اعادہ کرے اور اسی طرح اگر کسی نے رمی کی اور اس کو کنکری کے اس کی جگہ میں گرنے کے متعلق شک ہے تو احتیاطاً اس کنکری کا اعادہ کرلے [4] (یعنی اس کی جگہ ایک اور کنکری پھینکے، مؤلف)۔

---

[1] زبدہ مع عمدہ ص۱۸۷ و ۱۸۲ بتصرف العبارۃ [2] لباب و شرحہ وغنیہ و بحر [3] معلم [4] لباب و شرحہ و منحہ وش وغنیہ۔

(۵) ہر جمرہ پر ساتوں کنکریاں علیحدہ علیحدہ مارنا، اگر ایک سے زیادہ یا ساتوں کنکریاں ایک ہی دفعہ میں ماریں تو ایک کنکری شمار ہوگی اور سنت کی مخالفت کی وجہ سے اس کا یہ فعل مکروہ بھی ہوگا اور کرمانی میں ہے کہ اگر سب کنکریاں ایک ساتھ ماریں لیکن جمرات کی جگہوں پر متفرق ہو کر یعنی الگ الگ جگہ پر گریں تو جائز ہے جیسا کہ حد کے کوڑوں کو ایک ضرب میں جمع کرنا جائز ہے اور اگر ایک ہی جگہ پر گریں گی تو جائز نہیں ہوگا اور امام مالک و شافعی و احمد رحمہم اللہ نے کہا ہے کہ خواہ متفرق طور پر گریں یا ایک ہی جگہ پر گریں ہر حال میں ایک ہی کنکری شمار ہوگی اس لئے کہ حاجی سات دفعہ کنکریاں مارنے پر مامور ہے ہمارے اصحاب کی مشہور کتابوں میں بھی ائمہ ثلاثہ کی طرح ہی مطلق طور پر عدم جواز ہی مذکور ہے یعنی خواہ ایک ہی جگہ گریں یا متفرق جگہ پر ہر صورت میں ایک ہی کنکری شمار ہوگی [۱] پس اس کو چھ کنکریاں اور پھینکنی ہوں گی [۲] یعنی اس پر لازم ہے چھ کنکریاں اور علیحدہ علیحدہ پھینکے [۳]

(۶) رمی خود کرنا، قادر ہونے کے باوجود بلا عذر رمی میں نیابت یعنی کسی دوسرے سے رمی کرانا جائز نہیں ہے البتہ عذر کی صورت میں نیابت جائز ہے پس کسی مریض کی طرف سے اس کے امر سے یا غشی والے (بے ہوش) کی طرف سے اس کے امر سے یا اس کے امر کے بغیر یا ناسمجھ بچہ یا نیم پاگل یا مجنون کی طرف سے کوئی دوسرا شخص رمی کرے تو جائز ہے اور افضل یہ ہے کہ کنکری اس شخص کے ہاتھ پر رکھدی جائے اور وہ خود اس کو جمرہ پر پھینکدے یا اس کا ساتھی اس کے ہاتھ کو پکڑ کر پھنکوادے اور اگر ان کی طرف سے کوئی دوسرا شخص کنکریاں مارے تب بھی جائز ہے اگر رمی کرنے کے بعد وقت کے اندر معذور کا عذر زائل ہو جائے تو وہ رمی کا اعادہ نہ کرے اور مریض کے علاوہ ان میں سے باقی کسی پر فدیہ (جزا) بھی لازم نہیں ہوگا اگرچہ اس کی طرف سے رمی بالکل نہ کی گئی ہو لیکن مریض نے اگر رمی نہ کی اور نہ ہی کسی نے اس کے امر سے اس کی طرف سے رمی کی تو اس پر فدیہ لازم ہوگا کیونکہ مریض کو شعور حاصل ہے اور وہ اس قابل ہے کہ اس کو آگاہ کیا جائے اور اس سے اجازت لی جائے پس مریض کی طرف سے اس کی اجازت کے بغیر رمی کرنا جائز نہیں ہے بخلاف بیہوشی والے شخص کے کہ اس کو ہرگز شعور نہیں ہے اور یہ تفصیل اچھی ہے جیسا کہ یہ بات پوشیدہ نہیں ہے اور مریض سے مطلق طور پر ہر مریض مراد نہیں ہے بلکہ مریض کی حد یہ ہے کہ اگر مریض ایسا ہو کہ بیٹھ کر نماز پڑھتا ہو کھڑا ہو کر نماز نہ پڑھ سکتا ہو تب اس کی طرف سے دوسرا شخص رمی کرے کیونکہ وہ سوار ہو کر رمی نہیں کر سکتا اور نہ ہی کوئی دوسرا شخص اٹھا کر اس کو رمی کرا سکتا ہے اس لئے کہ اس کو رمی کرنا دشوار ہے یا اس کو رمی کرنے سے ضرر پہنچے گا پس اگر مریض کھڑا ہو کر نماز پڑھ سکتا ہو تو بلا شبہ ایسا ہی کہ اس کو سوار ہو کر یا کسی دوسرے آدمی کے اٹھا لینے سے رمی کے لئے حاضر ہونے کی قدرت ہے اور وہ اس طرح شدید ضرر لاحق ہوئے بغیر رمی کرنے پر قادر ہے اور اس کو مرض کی زیادتی یا دیر میں صحت ہونے کا خوف بھی نہیں ہے پس ایسے شخص کی طرف سے رمی کیلئے نیابت جائز نہیں ہے لیکن اگر کوئی سواری یا اٹھانے والا شخص نہ ملے تو اس کے لئے نیابت جائز ہوگی خلاصہ یہ ہے کہ جو شخص کھڑے ہو کر نماز نہ پڑھ سکتا ہو اور جمرات تک پیدل یا سوار ہو کر آنے میں سخت تکلیف ہو یا مرض میں

[۱] لباب و شرحہ تصرفاً و منحہ و غنیہ [۲] فتح و شرح اللباب [۳] ع [۴] لباب و شرحہ و غنیہ بلفظاً

زیادتی یا دیر میں صحت ہونے کا خوف ہو یا سواری یا اٹھانے والا شخص نہ ملے تو وہ شخص معذور ہے اور اس کی طرف سے دوسرا شخص رمی کر سکتا ہے اور اگر یہ مذکورہ عذرات نہ ہوں تو خود رمی کرنا ضروری ہے اس کے لئے نیابت جائز نہیں ہے (مؤلف) رمی کے یہ احکام مرد و عورت دونوں کے لئے یکساں ہیں لیکن عورت کے لئے رات کو رمی کرنا افضل ہے پس عورت کے لئے بھی بلا عذر رمی میں نیابت جائز نہیں ہے [۱]

(تنبیہ) یہ پہلے بیان ہو چکا ہے کہ فقہا نے عورت اور بیمار اور ضعیف آدمی کے لئے ہجوم کے خوف کو عذر قرار دیتے ہوئے قربانی کے دن طلوعِ شمس سے پہلے رمی کر لینا یا پہلے تین دن رمی کو رات تک کے لئے موخر کرنا یعنی رات میں رمی کرنا اور چوتھے دن زوال سے پہلے رمی کر لینا جائز کہا ہے ان کی طرف سے نیابت کو عدم ضرورت کی وجہ سے جائز قرار نہیں دیا پس اگر یہ لوگ ہجوم کے خوف کی وجہ سے خود رمی نہیں کریں گے تو ان پر فدیہ (جزا) لازم ہو جائے گی، واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم [۲]

(۷) کنکریوں کا جنسِ زمین سے ہونا، خواہ پتھر کی ہوں یا کسی اور چیز کی ہوں یعنی جس چیز سے تیمم جائز ہے اس چیز کی کنکریوں سے رمی بھی جائز ہے پس پتھر، مٹی کا ڈھیلہ، پکی یا کچی اینٹ یا برتن کی ٹھیکریاں، گارے کی گولی، مٹی، چونا، گیرو، گل ارمنی، پہاڑی نمک، سرمہ، گندھک، ہڑتال، مردار سنگ، ریت، یا مٹی کی مٹھی مگر ایک مٹھی ایک کنکری کے قائم مقام ہو گی، قیمتی پتھر مثلاً زبرجد، زمرد، بلخش، بلور اور عقیق ان سب سے رمی کرنا جائز ہے، یاقوت اور فیروزہ سے رمی کرنے میں اختلاف ہے اور فقہا نے کنکری کا جنسِ زمین سے ہونا مطلق بیان کیا ہے جس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ ان دونوں پتھروں سے بھی رمی کرنا جائز ہے کیونکہ یہ دونوں پتھر بھی زمین کی جنس سے ہیں [۳] اور بعض فقہا نے کہا ہے کہ جنسِ زمین ہونے میں یہ قید لگائی جائے کہ وہ چیز ایسی ہو جس سے رمی کرنے میں جمرات کی استہانت (حقارت و ذلت) پائی جائے پس اس لحاظ سے قیمتی پتھروں سے رمی جائز نہیں ہو گی [۴] اور افضل یہ ہے کہ پتھر کی کنکریوں (چھوٹے ٹکڑوں) سے رمی کی جائے اور جو چیز جنسِ زمین سے نہیں ہے اس سے رمی کرنا جائز نہیں ہے پس سونا، چاندی، لوہا، موتی، عنبر، مرجان، جواہر یعنی بڑے موتی، لکڑی اور مینگنی وغیرہ سے رمی جائز نہیں کیونکہ یہ زمین کی جنس سے نہیں ہیں یا اس لئے کہ یہ نثار (نچھاور) کرنا ہے رمی کرنا نہیں ہے یا اس لئے کہ یہ جمرات کی عزت کرنا ہے اہانت (ذلت) نہیں ہے اور لکڑی اگرچہ جنسِ زمین سے ہے لیکن اس سے رمی جائز نہیں کیونکہ یہ جل کر راکھ ہو جاتی ہے جیسا کہ معدنی چیز آگ سے پگھل جاتی ہے۔ اور اوپر جو کہا گیا ہے کہ جواہر یعنی بڑے موتیوں سے رمی جائز نہیں یہ اس لئے کہا ہے کہ بڑے موتی سے رمی کی جا سکتی ہے چھوٹے موتی رمی کی کنکری کے سائز میں نہیں ہوتے ورنہ چھوٹے اور بڑے موتی دونوں کا ایک ہی حکم ہے کہ ان سے رمی جائز نہیں ہے کیونکہ جنسِ زمین سے نہ ہونے کی علت دونوں میں پائی جاتی ہے [۵]

اور خلاصہ یہ ہے کہ رمی کے بارے میں تین امور ملحوظ ہو سکتے ہیں یا تو محض رمی کا لحاظ کیا جائے یا رمی کے ساتھ استہانت

---

[۱] شرح اللباب وغنیہ [۲] غنیہ بزیادۃ [۳] لباب وشرحہ ودروش وفتح وبحر ومنحہ وغنیہ ملتقطاً [۴] غنیہ
[۵] لباب وشرحہ ودروش وغنیہ وغیرہا ملتقطاً

بھی ملحوظ ہو گی یا جس چیز سے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے رمی فرمائی ہے اس کو ملحوظ رکھا جائے گا۔ پس پہلی صورت میں جواہرات سے بھی رمی جائز ہو گی اور دوسری صورت میں مینگنی اور بے قیمت لکڑی سے بھی رمی جائز ہو گی اور تیسری صورت میں محض پتھر سے رمی کرنا مخصوص ہو گا پس یہ اولیٰ ہو گا کیونکہ یہ زیادہ مقبول و پسندیدہ ہے اھ [۱] اور یہ بھی جواب دیا جاسکتا ہے کہ ماثور یہ ہے کہ شیطان کی حقارت و ذلت کے لئے رمی ہو اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پتھر کی کنکریوں کے ساتھ رمی کا واقع ہونا اس کو بطریقِ دلالت یہ بات حاصل ہوتی ہے کہ جو چیز جنسِ زمین سے ہو اس سے رمی کرنا جائز ہے پس اس بنا پر دوسری اور تیسری صورت کا معاً ایک ساتھ ہونا معتبر ہے پس مینگنی اور لکڑی سے رمی کرنا جائز نہیں ہے اور نہ ہی چاندی اور سونے سے رمی جائز ہے لیکن اس سے لازم آتا ہے کہ فیروزہ اور یاقوت سے بھی رمی جائز نہیں ہونی چاہئے اس لئے آخری یعنی تیسری صورت ہی کو ترجیح دیجائیگی پس غور کر لیجئے [۲]

(۸) رمی کے وقت کا ہونا [۳] اور وقت کی تفصیل بیان ہو چکی ہے پس رمی کے وقت سے پہلے رمی کرنا جائز نہیں ہے (مؤلف)

رکنِ رمی

اکثر عددِ رمی کا کرنا یعنی سات کنکریوں میں سے چار یا زیادہ کنکریوں کا مارنا [۴] یہ رمی کا رکن ہے اس کی شرط نہیں ہے [۵] اگر کسی نے پوری سات کنکریاں نہیں ماریں بلکہ کم ماریں تو اگر چار یا زیادہ کنکریاں ماریں اور تین یا اس سے کم چھوڑ دیں تو اس پر جزا واجب ہو گی یعنی ہر کنکری کے بدلے میں نصف صاع گندم دینا واجب ہو گا اور اس کی رمی صحیح و جائز ہو جائے گی کیونکہ اس کو رکنِ رمی حاصل ہو گیا اور اگر اکثر حصہ چھوڑ دیا یعنی تین یا اس سے کم کنکریاں ماریں اور چار یا زیادہ کنکریاں چھوڑ دیں تو اس کی رمی صحیح نہیں ہو گی اور یہ سمجھا جائے گا کہ گویا اس نے بالکل رمی نہیں کی پس اس پر دم واجب ہو گا جیسا کہ کل کنکریوں کے چھوڑ دینے پر دم واجب ہوتا ہے [۶] یہ پہلے دن یعنی دسویں ذی الحجہ کی رمی کا بیان ہوا کیونکہ اس روز ایک ہی جمرہ کو سات کنکریاں مارنی ہوتی ہیں اور اگر باقی دنوں میں کچھ کنکریاں ترک کیں تو چونکہ ان میں اکیس اکیس کنکریاں مارتے ہیں اس لئے گیارہ اکثر ہیں اور دس اقل ہیں۔

واجباتِ رمی

رمی کے واجبات تین ہیں (۱) امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک رمی کو حلق پر مقدم کرنا [۷] یعنی حلق رمی کے بعد کرانا [۸] پس رمی کے پہلے دن یعنی دسویں ذی الحجہ کو جمرۂ عقبہ کی رمی حلق سے پہلے کرنا امام صاحبؒ کے نزدیک واجباتِ رمی میں سے ہے خواہ وہ شخص مفرد ہو یا قارن یا متمتع ہو [۹] اس لئے کہ تین چیزوں میں ترتیب واجب ہے پہلے رمی کرے پھر ذبح کرے پھر حلق کرائے لیکن مفرد پر ذبح واجب نہیں ہے تو اس کے حق میں دو چیزوں یعنی رمی اور حلق میں ترتیب ہونا واجب ہوا [۱۰]

(۲) عددِ رمی کے اکثر حصہ سے زائد کنکریاں مار کر تعداد پوری کرنا واجب ہے یعنی پہلے دن چار کنکریوں کے بعد تین کنکریاں

---

[۱] فتح و ش [۲] ش [۳] لباب و غنیہ [۴] ایضاً [۵] شرح اللباب [۶] لباب و شرحہ و حیات [۷] لباب و شرحہ و غنیہ۔
[۸] شرح اللباب [۹] لباب و شرحہ من واجبات الحج و حیات [۱۰] ش من واجبات الحج۔

مزید مار کر سات پوری کرنا اور باقی دنوں میں گیارہ کنکریوں پر مزید دس کنکریاں مار کر اکیس پوری کرنا پس اگر کسی نے پہلے دن سات کنکریوں میں سے اقل حصہ یعنی تین یا کم کنکریاں ترک کیں یا باقی دنوں میں اکیس کنکریوں میں سے اقل حصہ یعنی دس کنکریاں ترک کیں تو کافی ہے لیکن ہر کنکری کے بدلے میں صدقہ (نصف صاع گندم) دینا واجب ہے [1]

(۳) رمی کا وقتِ ادا میں واقع ہونا اور اتنی تاخیر نہ کرنا کہ اس کا وقت قضا ہو جائے۔ وقت ادا و قضا دونوں کو شامل ہے پس رمی کا وقتِ ادا میں ادا ہونا اور وقتِ قضا میں مع کفارہ قضا کرنا واجب ہے پس اگر کسی نے کسی دن کی رمی ترک کردی تو اس کو بعد والے دن میں مع کفارہ قضا کرنا واجب ہے اور جب ادا و قضا دونوں طرح کا وقت نکل جائے تو بالاتفاق اس سے رمی ساقط ہو جائے گی اور ترکِ رمی کی وجہ سے صرف ایک دم واجب ہوگا واللہ اعلم بالصواب [2]

(فائدہ) وقت کی تفصیل الگ بیان ہو چکی ہے اور وقت کو شرائط میں بھی شمار کیا گیا ہے۔ وقت کا شرائط میں سے ہونا اس بنا پر ہے کہ وقت سے پہلے رمی کرنا جائز و صحیح نہیں ہے اور واجبات میں اس لئے شمار کیا گیا ہے کہ جب رمی کی ادا و قضا کا وقت فوت ہو جائے تو بالاتفاق اس پر دم متعین ہو جائے گا یعنی رمی ساقط ہو کر صرف ایک دم واجب ہوگا اور یہ بھی وجہ ہے کہ رمی واجباتِ حج میں سے ہے اور واجب کی شرط بھی واجب ہی ہوتی ہے فافہم (مؤلف)

سنن و مستحباتِ رمی

(۱) کنکریاں پھینکنے میں موالات (پے در پے) ہونا شرط نہیں ہے بلکہ سنتِ مؤکدہ ہے پس اس کا ترک کرنا یعنی ایک کے بعد دوسری کنکری مارنے میں زیادہ فاصلہ کرنا مکروہ ہے [3] اگر کسی شخص نے دو کنکریاں یکے بعد دیگرے اس طرح پھینکیں کہ ایک کنکری خود اپنی طرف سے اور دوسری کنکری کسی دوسرے شخص کی طرف سے پھینکی تو جائز ہے لیکن ترکِ سنت کی وجہ سے مکروہ ہے پس اس کو چاہئے کہ پہلے تمام جمرات کی کنکریوں کی پوری تعداد اپنی طرف سے پھینکے پھر نیابتاً کسی دوسرے کی طرف سے پوری کنکریاں سب جمرات پر پھینکے [4] یعنی قربانی کے پہلے دن دسویں ذی الحجہ کو پہلے اپنی طرف سے جمرۂ عقبہ پر سات کنکریاں مارے پھر دوسرے شخص کی طرف سے نیابتاً سات کنکریاں مارے اور باقی تین دنوں میں پہلے اپنی طرف سے تینوں جمرات پر سات سات کنکریاں مارے پھر دوسرے شخص کی طرف سے تینوں جمرات پر سات سات کنکریاں مارے تاکہ کنکریوں اور تینوں جمرات کے درمیان موالات (پے در پے ہونا) ترک نہ ہو [5]

(۲) تین دن میں تینوں جمروں کے درمیان ترتیب کا ہونا ہمارے اکثر فقہا کے نزدیک سنت ہے یہی مختار ہے جیسا کہ صاحبِ بدائع و کرمانی و محیط و فتاویٰ السراجیہ نے اس کی تصریح کی ہے اور ابنِ ہمامؒ نے کہا ہے کہ میرے نزدیک قوی قول یہ ہے کہ جمرات میں ترتیب وار رمی کا ہونا سنت ہے واجب یا شرط نہیں ہے اور بعض فقہا نے اس کو شرط کہا ہے جیسا کہ ائمہ ثلاثہ کا قول بھی یہی ہے پس پہلے رمی کے دن صرف جمرۂ عقبہ کی رمی کرے اور باقی تین دن تینوں جمروں کی رمی اس ترتیب سے کرے کہ پہلے جمرۂ اولیٰ کی رمی کرے پھر جمرۂ وسطیٰ کی پھر جمرۂ عقبہ کی۔ اگر کسی نے جمرۂ عقبہ سے رمی شروع کی پھر جمرۂ وسطیٰ پر

[1] غنیہ و حیات [2] مستفاد عن لباب و شرحہ و حیات [3] لباب و شرحہ و حیات [4] لباب و شرحہ بتصرف و منحہ و غنیہ [5] غنیہ بتصرف و زیادۃ

رمی کی پھر جمرۂ اولیٰ پر رمی کی جو کہ مسجدِ خیف کی جانب ہے پھر اسی روز اس کو یاد آگیا تو اس کے لئے جمرۂ وسطیٰ و عقبہ کی رمی کا اعادہ کرنا ہمارے اکثر فقہا کے نزدیک سنتِ مؤکدہ ہے اگر اعادہ نہ کیا تب بھی اس کے لئے کافی ہے، بعض کے نزدیک ان دونوں کی رمی کا اعادہ کرنا واجب ہے اور اسی طرح اگر کسی نے جمرۂ اولیٰ کی رمی کو ترک کر دیا اور باقی دونوں جمروں یعنی جمرۂ وسطیٰ و عقبہ کی رمی کی تو وہ پہلے جمرۂ اولیٰ کی رمی کرے اور پھر باقی دونوں جمروں کی رمی بھی علی الاختلاف سنت یا وجوب کے طور پر نئے سرے سے کرے پس اگر وہ صرف جمرۂ اولیٰ کی رمی کرے گا تب بھی ہمارے اکثر فقہا کے نزدیک جائز ہے اور اگر کسی نے رمی کے دوسرے یا تیسرے یا چوتھے دن جمرۂ وسطیٰ و جمرۂ عقبہ کی رمی کی اور جمرۂ اولیٰ کی رمی نہ کی تو اس کی قضا کے وقت یعنی دوسرے دن اگر تینوں جمروں کی ترتیب وار رمی کرے تو بہتر ہے اور اگر صرف جمرۂ اولیٰ کی رمی قضا کرے تو جائز ہے کیونکہ ان میں ترتیب سنت ہے اور اس پر تاخیر کی وجہ سے سات صدقات (۱/۲-۳ صاع گندم) دینا واجب ہے، اور اگر کسی شخص نے ہر جمرہ پر تین تین کنکریاں ماریں تو وہ جمرۂ اولیٰ پر مزید چار کنکریاں مارے پھر جمرۂ وسطیٰ پر سات کنکریوں کا اعادہ کرے اور پھر جمرۂ عقبہ پر سات کنکریوں کا اعادہ کرے، اور اگر ہر جمرہ پر چار چار کنکریاں ماری ہیں تو وہ ہر جمرہ پر مزید تین تین کنکریاں مارے اور رمی کا نئے سرے سے اعادہ نہ کرے کیونکہ اکثر کنکریوں کے لئے کل کا حکم ہے اور گویا کہ اس نے دوسرے اور تیسرے جمرہ کو پہلے جمرہ کے بعد ترتیب وار کنکریاں ماری ہیں اور اگر نئے سرے سے اعادہ کرے تو افضل ہے تاکہ رمی اکمل طریقہ پر ادا ہو جائے۔ اور امام محمدؒ سے روایت ہے کہ اگر کسی شخص نے (اکیس کنکریاں لیکر) تینوں جمروں کی رمی کی اس کے بعد دیکھا کہ اس کے ہاتھ میں چار کنکریاں بچی ہوئی ہیں اور وہ نہیں جانتا کہ یہ کونسے جمرہ سے بچ گئی ہیں تو وہ ان کو جمرۂ اولیٰ پر رمی کرے اور باقی دو کی پوری رمی نئے سرے سے کرے کیونکہ احتمال ہے کہ وہ جمرۂ اولیٰ سے بچ گئی ہوں یعنی اس کو کم لگائی گئی ہوں اس لئے اس کی باقی دو جمروں کی رمی جائز نہیں ہوگی (گویا پہلے جمرہ کو تین کنکریاں لگی ہیں جو کہ قلیل ہیں اس لئے باقی دو جمروں کی کنکریاں کالعدم ہو گئیں، مؤلف) اور اگر اس کے ہاتھ میں آخر میں تین کنکریاں بچ گئیں ہوں تو تینوں جمرات پر ایک ایک کنکری پھینکے اور اگر ایک یا دو کنکری بچی ہو تو ہر جمرہ پر ترتیب وار ایک ایک کنکری پھینکے اور نئے سرے سے رمی نہ کرے اس لئے کہ اکثر کے لئے کُل کا حکم ہے اور اس نے ہر جمرہ کے اکثر عدد کی رمی کر لی ہے اھ [1] پس اگر ایک کنکری بچ گئی اور اس کو معلوم نہیں کہ کون سے جمرے سے بچی ہے تو وہ ہر جمرہ پر ایک ایک کنکری کا اعادہ کرے تاکہ یقین کے ساتھ اس وجوب سے عہدہ برآ ہو جائے [2] اور مناسکِ حسن میں ہے کہ اگر کسی شخص نے جمرۂ اولیٰ پر ایک کنکری ماری پھر جمرۂ وسطیٰ پر ایک کنکری ماری پھر جمرۂ عقبہ پر ایک کنکری ماری پھر واپس لوٹا اور ایک کنکری تینوں جمروں کو ترتیب وار ماری اسی طرح ہر دفعہ واپس لوٹ کر ہر ایک جمرہ کو ترتیب وار ایک ایک کنکری مارتا رہا یہاں تک کہ ہر جمرہ پر سات سات کنکریوں کی رمی تو اس صورت میں جمرۂ اولیٰ پر اس کی رمی پوری ہو گئی (اس لئے اس پر مزید کسی کنکری کا اعادہ نہ کرے) اور جمرۂ وسطیٰ پر چار کنکریاں ہو گئیں اس لئے تین کنکریاں اور متواتر پھینک کر سات پوری کر دے اور جمرۂ عقبہ

[1] لباب و شرحہ و فتح و ع و غنیہ ملتقطاً [2] غنیہ عن الکبیر و فتح۔

اس کی ایک کنکری کی رمی صحیح ہوئی ہے اس لئے اس پر پچھ کنکریوں کا اعادہ کرے سات پوری کرے، محیط میں اسی طرح ہے [1] (اس کی وجہ یہ ہے کہ جب پہلے جمرہ کی چار کنکریاں ہوگئیں تو للاکثر حکم الکل کے مصداق اس جمرہ کی رمی کا رکن ادا ہوگیا اس کے بعد دوسرے جمرہ کی کنکریاں ترتیب کے لحاظ سے اب شروع ہوں گی اس سے پہلے کی رمی کالعدم ہوجائے گی اور پہلے جمرہ کی چوتھی کنکری کے بعد دوسرے جمرہ کی کنکری پہلی ہوگی اور جب پہلے جمرہ کی سات پوری ہوجائیں گی تو دوسرے جمرہ کی چار کنکریاں ہوجائیں گی اور اب اس کے بعد تیسرے جمرہ کی رمی بھی حساب میں لگ جائیگی اور وہ ایک ہی کنکری ہوگی اس سے پہلے کی رمی کالعدم قرار پائے گی۔ فافہم، مؤلف)

(۳) رمی کرنے کے لئے جمرہ کے پاس کھڑا ہوتے وقت کسی خاص جہت کی طرف کھڑا ہونا شرط نہیں ہے پس جہاتِ اربعہ میں سے جس جہت کی طرف بھی کھڑے ہوکر رمی کرے گا رمی صحیح ہوجائے گی لیکن مستحب یا سنت یہ ہے کہ جمرۂ اولیٰ کے پاس اس طرح کھڑا ہو کہ جمرہ کے ستون کا اکثر حصہ اس کے داہنی طرف رہے اور تھوڑا حصہ بائیں طرف رہے اور دوسرے جمرہ یعنی جمرۂ وسطیٰ کے پاس بھی جمرۂ اولیٰ ہی کی طرح کھڑا ہو لیکن یہاں بائیں طرف اور زیادہ میلان ہو، ان دونوں کے پاس قبلہ کی طرف منہ کرکے کھڑا ہو، یعنی اس طرح کھڑا ہو کہ جمرہ اس کے سامنے اس کے اور قبلہ کے درمیان میں ہو۔ بائیں طرف ہٹ کر کھڑا ہونے میں مصلحت یہ ہے کہ جمرہ کے ساتھ اس کا حقیقی سامنا نہ ہو، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایسا فعل پسند نہیں فرماتے تھے جس میں شرک کا کوئی بھی شائبہ ہو اور جمرۂ عقبہ کے پاس بطنِ وادی میں اس طرح کھڑا ہو کہ منیٰ اس کے داہنی طرف ہو اور کعبۂ معظمہ اس کے بائیں طرف اور جمرہ اس کے سامنے ہو اور روزانہ کی رمی میں تینوں جمروں کے پاس اسی مذکورہ بالا طریقہ کے مطابق کھڑا ہونا سنت یا مستحب ہے [2]

(۴) قیام وغیرہ کسی مخصوص حالت پر ہونا بھی رمی کے لئے شرط نہیں ہے اگرچہ کھڑے ہوکر کنکریاں مارنا افضل و اکمل ہے اگر کسی نے زمین پر یا سواری پر بیٹھا ہونے کی حالت میں کنکریاں ماریں تو جائز ہے [3] پس سوار ہوکر تمام جمرات کی رمی کرنا جائز ہے لیکن افضل یہ ہے کہ رمی کے تمام ایام میں جمرۂ عقبہ کو سوار ہوکر رمی کرنا اور باقی ہر دو جمرات پر پاپیادہ کھڑا ہوکر رمی کرنا افضل ہے [4] اور اس بارے میں اصول یہ ہے کہ جس رمی کے بعد دعا وغیرہ کے لئے ٹھہرنا ہے وہ رمی پاپیادہ کرنا افضل ہے اور یہ وقوف ہر اس رمی کے بعد ہے جس کے بعد دوسری رمی کرنا ہے پس جس رمی کے بعد اور رمی نہیں ہے یعنی جمرۂ عقبہ کی رمی کہ اس کے بعد دعا کے لئے ٹھہرنا نہیں ہے پس اس کی رمی سوار ہوکر کرنا افضل ہے اور یہ تفصیل امام ابو یوسفؒ کے قول پر ہے [5] اور یہ صاحبِ ہدایہ و کافی و بدائع وغیرہم بہت سے مشائخ کا مختار ہے [6] اور امام ابو حنیفہ و امام محمد رحمہما اللہ کا قول فتاویٰ قاضی خان کی روایت کے مطابق یہ ہے کہ تمام جمرات پر کل ایام کی رمی سوار ہوکر کرنا افضل ہے اور فتاویٰ ظہیریہ کی روایت کے مطابق ہر جمرہ پر ہر روز پاپیادہ رمی کرنا افضل ہے پس اس سے یہ حاصل ہوا کہ اس مسئلہ میں تین اقوال ہیں اور فتح القدیر میں فتاویٰ ظہیریہ کی

---

[1] ع و غنیہ [2] لباب و شرحہ ملتقطاً من صفۃ الرمی و شرائط و بزیادۃ عن حیات [3] لباب و شرحہ من شرائط الرمی۔
[4] لباب فی صفۃ الرمی و ش [5] ش و ہدایہ و کنز و بحر و فتح ملتقطاً [6] ش

روایت کو ترجیح دی ہے کیونکہ رمی کا پیدل چل کر کرنا تواضع اور خشوع وخضوع کے زیادہ قریب ہے خصوصاً اس زمانہ میں کیونکہ عام مسلمان تمام جمرات پر تمام ایام کی رمی میں پیدل چلتے ہیں پس عام لوگوں کے ہجوم میں سوار ہو کر رمی کرنے میں دوسروں کو تکلیف پہنچانے سے بچ نہیں سکتا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا سوار ہو کر رمی کرنا اس لئے تھا کہ لوگوں کو آپ کا فعل اچھی طرح ظاہر ہو جائے تاکہ لوگ آپ کے فعل کی اقتدار کریں جیسا کہ آپ کے سوار ہو کر طواف کرنے میں بھی یہی مصلحت تھی اھ سلہ بحرالرائق میں ہے کہ اگر یہ کہا جائے کہ آخری روز میں صرف جمرۂ عقبہ کی رمی سوار ہو کر کرنا افضل ہے اور اس کے علاوہ باقی دو جمروں کو اس روز اور سب جمروں کو اس سے پہلے کے ایام میں پیادہ پا رمی کرنا افضل ہے تو یہ ایک بادلیل بات ہے کیونکہ عام عادت کے مطابق وہ اس وقت مکہ مکرمہ کی طرف جانے والا ہے اور اکثر لوگ سوار ہو کر مکہ مکرمہ کو جا رہے ہوتے ہیں اس لئے سوار ہو کر آخری جمرہ کی رمی کرنے میں کسی کو ایذا نہیں ہوگی معہذا اس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع بھی حاصل ہو جائیگا۔ علامہ شامی لکھتے ہیں کہ اس زمانہ میں آخری دن کی جمرۂ عقبہ کی رمی کے بعد اس کا سوار ہونا دشوار ہے اکثر ایسی صورت میں کثرتِ ہجوم کے باعث وہ اپنے محمل (سواری) سے بھٹک جائے گا پس اگر یوں کہا جائے کہ آخری روز تمام جمرات کی رمی سوار ہو کر کرے تو یہ بھی اس کے لئے ایک دلیل ہے کیونکہ اس طرح اس کو تمام جمرات پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع اپنے یا کسی دوسرے کے اوپر کسی ضرر کے بغیر حاصل ہو جائے گا اس لئے کہ اس روز سب کی عادت یہ ہے کہ اپنی اپنی منزل سے سوار ہو کر مکہ مکرمہ کی طرف روانہ ہوتے ہیں لیکن اس دن کے علاوہ باقی دنوں میں تمام جمرات پر پیدل چل کر رمی کرنا افضل ہے سلہ (اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ پیدل چل کر یا سوار ہو کر رمی کرنے کی فضیلت کا انحصار زمانہ کے حالات پر ہے اور ہمارے زمانہ میں مناسب یہ ہے کہ تمام ایام میں تمام جمرات کی رمی پیدل چل کر کرنا ہی افضل ہے سوائے اہلِ حکومت کے کیونکہ وہ جس طرح چاہیں رمی کر سکتے ہیں واللہ اعلم (مؤلف) ۔۔۔۔ (۵) رمی کے لئے جمرہ سے قریب یا بعید ہونا شرط نہیں ہے بلکہ جس جگہ سے بھی رمی کرے گا اس کی رمی صحیح ہو جائے گی لیکن سنت یہ ہے کہ جمرہ سے پانچ ہاتھ یا اس سے زیادہ فاصلہ پر کھڑا ہو کر رمی کرے اس سے کم فاصلہ سے رمی کرنا مکروہ ہے سلہ ۔۔۔۔ (۶) اپنے داہنے ہاتھ سے رمی کرنا مستحب ہے ۔۔۔۔

(۷) اور سنت یہ ہے کہ ہر کنکری کے پھینکتے وقت تکبیر کہے یعنی یوں کہے بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُ اَكْبَرُ۔ اگر تکبیر کی بجائے سُبْحَانَ اللّٰهِ یا لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وغیرہ کہا تو جائز ہے اور اگر ذکر بالکل ترک کر دیا تو اس نے برا کیا یعنی ایسا کرنا مکروہ ہے۔

(۸) جمرۂ اولیٰ ووسطیٰ کی رمی کے بعد دعا وتحمید وتکبیر وتہلیل وغیرہ کے لئے قبلہ کی طرف منہ کر کے کھڑا ہونا ہر روز کی رمی کے لئے سنت ہے اور جمرۂ عقبہ پر کسی دن بھی رمی کے بعد دعا کے لئے نہ ٹھہرے ۔۔۔۔

(۹) مستحب یہ ہے کہ دعا کے لئے اپنے دونوں ہاتھ پھیلا کر کندھوں کے برابر تک اٹھائے جیسا کہ ہر دعا میں اٹھاتے ہیں اور اپنی دونوں ہتھیلیوں کو قبلہ کی طرف کرے یہ ظاہر الروایت میں ہے اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک آسمان کی طرف کرے

سلہ ش وبحر وفتح ملتقطاً سلہ ش سلہ لباب وشرحہ من شرائط الرمی تصرفاً۔

قاضی خاں وغیرہ نے اسی کو اختیار کیا ہے، حضورِ قلب و خشوع و خضوع و استغفار کے ساتھ دعا وغیرہ میں مشغول رہے اپنے لئے اور اپنے والدین و اقارب و احباب و تمام مسلمان مردوں عورتوں کے لئے دعا و استغفار کرتا رہے اور اس کے لئے دیر تک قیام کرے[1]

(۱۰) رمی کے لئے حدثِ اصغر و اکبر سے پاک ہونا شرط نہیں ہے بلکہ یہ اکمل صورت ہے[2] پس سنت یہ ہے کہ حدثِ اصغر و اکبر سے پاکی کی حالت میں رمی کرے (مؤلف) ——— (۱۱) تمام ایامِ رمی میں وقتِ مسنون کی رعایت کرنا بھی رمی کی سنتوں میں سے ہے اس کی تفصیل وقت کے بیان میں گزر چکی ہے[3] ———

(۱۲) مستحب یہ ہے کہ کنکریاں کھجور کی گٹھلی یا باقلہ (مٹر، لوبیا) کے دانہ کی برابر ہو یہی مختار ہے ———

(۱۳) مستحب یہ ہے کہ مزدلفہ سے سات کنکریاں اٹھالی جائیں اور پہلے دن جمرۂ عقبہ پر اُن سے رمی کی جائے اور اگر مزدلفہ کے علاوہ کسی اور جگہ سے لیں تب بھی جائز ہے اور اگر مزدلفہ یا راستہ میں سے ستر کنکریاں اٹھائیں تب بھی جائز ہے اور بعض نے کہا کہ یہ مستحب ہے اور ان کا ہر جگہ سے لینا جائز ہے سوائے جمرہ کے پاس اور مسجد اور نجس جگہ سے لینے کے کہ ان تین جگہوں سے لینا جائز مگر مکروہ ہے، خلاصہ یہ ہے کہ سات کنکریوں کے علاوہ باقی کے لئے ہمارے فقہا کے نزدیک کوئی جگہ مخصوص نہیں ہے[4]

(۱۴) مستحب یہ ہے کہ کنکریوں کو مارنے سے پہلے دھو لیا جائے یہ حکم مطلق طور پر ہے یعنی اگرچہ پاک جگہ سے لی ہوں، یہ اس لئے ہے تاکہ ان کی طہارت کا یقین حاصل ہو جائے کیونکہ رمی عبادت ہے اور وہ ان کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ کی نزدیکی حاصل کرتا ہے[5] ——— (۱۵) افضل یہ ہے کہ چوتھے روز کی رمی کے لئے منیٰ میں قیام کرے کیونکہ یہ عبادت کی تکمیل کا دروازہ ہے[6] ——— (۱۶) رمی کا مستحب کیفیت سے ادا کرنا[7] (اس کی تفصیل حج کی کیفیت کے بیان میں رمی کی کیفیت میں مذکور ہے، مؤلف)

محرماتِ رمی

محرماتِ رمی واجباتِ رمی کے بالمقابل ہیں اور یہ تین چیزیں ہیں: ——— (۱) پہلے دن کی جمرۃ العقبہ کی رمی پر حلق کو مقدم کرنا خواہ مفرد (حج افراد والا) ہو یا قارن یا متمتع ہو، یہ امام صاحب کے نزدیک ہے ——— (۲) اکثر عدد سے زائد یعنی چار سے زائد (مزید تین کنکریاں) ترک کرنا ——— (۳) رمی کو وقتِ ادا سے مؤخر کرنا یعنی قضا کر دینا[8]

مکروہاتِ رمی

مکروہاتِ رمی سنن و مستحباتِ رمی کے بالمقابل ہیں اور یہ ہیں: (۱) قربانی کے دن یعنی رمی کے پہلے دن زوال کے بعد رمی کرنا بالاتفاق بلکہ بالاجماع مکروہ ہے اور رمی کے چوتھے دن زوال سے پہلے رمی کرنا امام صاحب کے نزدیک صحیح قول کی بنا پر مکروہ ہے ——— (۲) بڑے پتھر سے رمی کرنا ——— (۳) ایک بڑا پتھر توڑ کر رمی کے لئے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے بنانا مکروہ ہے[9] جیسا کہ آجکل بہت سے لوگ کرتے ہیں[10] ———

[1] لباب و شرحہ من صفۃ الرمی تصرفا [2] لباب و شرحہ من شرائط الرمی [3] حیات وغیرہ [4] ش [5] لباب و شرحہ فی فصل رفع الحصی و فتح ملتقطاً۔
[6] شرح اللباب فی اخیر فصل رمی الیوم الرابع [7] حیات [8] حیات وغیرہ [9] لباب و شرحہ تصرفا [10] فتح وغیرہ

(۴) جمرہ کے نزدیک سے کنکریاں لیکر ان سے رمی کرنا اس لئے کہ جمرہ کے آس پاس کی کنکریاں مردود ہیں حدیث شریف میں اسی طرح آیا ہے پس یہ اس کے ساتھ بدفالی لینا ہے اس کے باوجود اگر کسی نے جمرات کی جگہ سے کنکریاں لیکر رمی کی تو کراہت کے ساتھ جائز ہے اور یہ کراہت تنزیہی ہے [۱] ——— (۵) مسجد سے کنکریاں لیکر اُن سے رمی کرنا کیونکہ مسجد کی کنکریاں قابلِ احترام ہوگئی ہیں اس لئے ان کا مسجد سے نکالنا خصوصاً بے توقیری کے کام کے لئے نکالنا مکروہ ہے [۲] ———

(۶) کنکریوں کا نجس جگہ سے لینا مکروہ ہے اگر ایسا کیا تو جائز ہے لیکن مکروہ تنزیہی ہے [۳] اور اگر یقینی طور پر نجس کنکری سے رمی کیا تو جائز ہے مگر مکروہ ہے [۴] ——— (۷) مقررہ تعداد سے زیادہ رمی کرنا مکروہ ہے یعنی اگر کسی نے سات سے زیادہ کنکریاں قصداً ماریں تو مکروہ ہے لیکن اگر کسی نے ساتویں کنکری میں شک ہونے کی بنا پر زائد کنکری ماری پھر ظاہر ہوا کہ وہ آٹھویں کنکری تھی تو کوئی مضائقہ نہیں ہے [۵] (فائدہ) اگر منیٰ سے روانگی کے وقت کسی شخص کے پاس کنکریاں بچ گئی ہوں تو وہ کسی دوسرے شخص کو جسے ان کی ضرورت ہے دیدے ورنہ کسی پاک جگہ پر ڈال دے اور ان کا دفن کرنا جیسا کہ بعض عوام الناس ایسا کرتے ہیں اس کی کوئی اصل نہیں ہے اور عددِ مسنون کے علاوہ ان کو جمرہ پر مارنا خلافِ سنت ہونے کی وجہ سے مکروہ ہے [۶] ——— (۸) رمی کے وقت سمتِ مسنونہ کا ترک کرنا ——— (۹) جمرہ سے بقدر مسنون فاصلہ پر کھڑا ہونا ترک کرنا اور وہ پانچ ہاتھ یا اس سے زیادہ ہے اس سے کم فاصلہ پر کھڑا ہونا مکروہ ہے جیسا کہ سننِ رمی میں بیان ہو چکا ہے ——— (۱۰) جمرات کے درمیان ترتیب کا ترک کرنا، اکثر فقہا کے قول کے مطابق مکروہ ہے ———

(۱۱) کنکریوں کا پھینکنے کی بجائے ہاتھ سے ڈال دینا [۷] ——— (۱۲) کنکریاں پھینکنے میں موالات (پے در پے ہونا) ترک کرنا ——— (۱۳) تمام ایامِ رمی میں وقتِ مسنون کی رعایت نہ کرنا ——— (۱۴) جمرۂ اولیٰ و وسطیٰ کے نزدیک رمی سے فراغت کے بعد دعا کے لئے نہ ٹھہرنا [۸] ——— (۱۵) رمی کی کیفیتِ مستحبہ کا ترک کرنا (مؤلف)

احکامِ ذبح

جو شخص حج افراد کر رہا ہو اس پر دمِ شکرانہ یعنی جانور ذبح کرنا واجب نہیں ہے بلکہ مستحب ہے اور اس کے لئے ذبح و حلق کا ترتیب وار ہونا بھی مستحب ہے یعنی حجِ افراد کرنے والے کے لئے مستحب یہ ہے کہ رمیٔ جمار کے بعد پہلے ذبح کرے اس کے بعد حلق کرائے پس اگر کسی نے ذبح سے پہلے حلق کرایا (سر منڈایا) تو اس پر کچھ جزا واجب نہیں ہے اور قارن و متمتع پر دمِ شکرانہ (جانور ذبح کرنا) واجب ہے جبکہ وہ جانور یا اس کی قیمت پر قادر ہو ورنہ اس کی بجائے دس روزے رکھنا واجب ہے اور قارن و متمتع کے لئے ذبح کو حلق پر مقدم کرنا واجب ہے اور مفرد بالحج کے لئے مستحب ہے مطلقاً (یعنی قارن و متمتع کے لئے رمی و ذبح و

[۱] ہدایہ و فتح ملتقطاً [۲] لباب و شرحہ فی فصل رفع الحصی [۳] لباب و شرحہ [۴] فتح [۵] لباب [۶] لباب و شرحہ من فصل رمی الیوم الرابع [۷] لباب و شرحہ تصرفاً [۸] حیات۔

حلق میں ترتیب واجب ہے اور مفرد کے لئے رمی و حلق میں ترتیب واجب ہے مؤلف) اور ذبح کے وقت نیت کی ضرورت نہیں ہے سابقہ نیت اس کے لئے کافی ہے [1] (ذبح اور اس کے بدلہ میں روزے رکھنے کی تفصیل احکام تمتع میں ملاحظہ فرمائیں، مؤلف)۔

(فائدہ) اضحیہ یعنی عید الاضحیٰ کی قربانی جو ہر سال واجب ہے اس کے متعلق حاجی کے لئے یہ حکم ہے کہ اگر وہ مسافر ہو یعنی حج سے پہلے مکہ مکرمہ میں اس کا قیام پندرہ دن یا زیادہ نہیں رہا تو اس پر عید الاضحیٰ کی قربانی واجب نہیں ہے اور اگر مقیم ہو اور صاحبِ نصاب ہے تو اہلِ مکہ کی طرح اس پر قربانی واجب ہے [2]

احکامِ حلق و تقصیر (سر کے بال منڈانا یا کترانا)

حلق و تقصیر کا حکم

حلق و تقصیر کا حکم یہ ہے کہ اس کے بعد محرم حلال یعنی احرام سے باہر ہو جاتا ہے پس جب حج یا عمرہ کرنے والے نے مناسک ادا کرنے کے بعد سر کے بال منڈا لئے یا کتروا لئے تو جو چیزیں احرام کی وجہ سے اس پر حرام ہو گئی تھیں یعنی جماع و بوس و کنار وغیرہ کے علاوہ باقی چیزیں مثلاً خوشبو لگانا، شکار کرنا، سِلا ہوا کپڑا پہننا، سر و منہ ڈھانپنا وغیرہ اس کے لئے حلال ہو جاتی ہیں لیکن جماع اور اس کے توابع کا حلال ہونا طوافِ افاضہ یعنی طوافِ زیارت پر موقوف ہے اور جماع و توابع جماع کا حلال ہونا طوافِ زیارت پر اسوقت موقوف ہے جبکہ حج کے احرام والا محض طوافِ زیارت حلق کے بعد کرے لیکن اگر کسی نے طوافِ زیارت حلق سے پہلے کر لیا تو اس صورت میں دوسرے لوگوں کی طرح جنھوں نے طوافِ زیارت نہیں کیا اس کے لئے بھی عورت حلال نہیں ہوگی [3] اور اگر عمرہ کا احرام ہو تو حلق کے بعد عورت وغیرہ سب چیزیں حلال ہو جاتی ہیں [5] حلق سے پہلے یعنی صرف رمی کر لینے سے محظوراتِ احرام میں سے کوئی چیز اس کے لئے حلال نہیں ہوگی اور ہمارے نزدیک یہی صحیح مذہب ہے پس ہمارے نزدیک مشہور قول کی بنا پر رمی کر لینے سے احرام سے حلال نہیں ہوتا امام مالکؒ و امام شافعیؒ کے نزدیک اور غیر مشہور روایت میں ہمارے نزدیک بھی رمی سے حلال ہو جاتا ہے پس ہمارے نزدیک رمی سے حلال ہونے والی روایت کو خواہر زادہ کی شرح مبسوط اور قاضی خاں کی شرح الجامع الصغیر میں بیان کیا ہے اور ....

. . . کہا ہے کہ رمی کے بعد حلق سے پہلے مُحرم کے لئے عورت اور خوشبو کے علاوہ ہر چیز حلال ہو جاتی ہے اور امام ابو یوسفؒ سے روایت ہے کہ اس کے لئے خوشبو بھی حلال ہو جاتی ہے اھ [6]۔ خلاصہ یہ ہے کہ حج کے احرام سے حلال ہونے کے دو جزو ہیں ایک حلق کے ساتھ حلال ہونا دوسرا طوافِ زیارت کے ساتھ حلال ہونا یعنی اس سے عورت بھی حلال ہو جاتی ہے [7] پس ہمارے نزدیک حلق یا اس کے قائم مقام یعنی قصر سے خوشبو و سلا ہوا لباس وغیرہ کے حق میں حلال ہوتا ہے اور رمی سے کوئی چیز بھی حلال نہیں ہوتی حتیٰ کہ اگر کسی نے رمی کر لی تو وہ جبتک حلق یا قصر نہ کرائے لباس وغیرہ کے حق میں حلال نہیں ہوگا البتہ

---

[1] لباب وشرحہ وغنیہ وغیرہا [2] بحر و ش وغنیہ وشلہ فی الخانیہ [3] لباب شرحہ بتصرف وغنیہ وحیات وشلہ فی البدائع [4] لباب بتصرف [5] حیات [6] ش وشرح اللباب وغنیہ ملتقطاً [7] بدائع وبحر۔

وہ حلق و قصر کے حق میں حلال ہو جائے گا لیکن اگر کسی نے رمی سے پہلے حلق کرالیا تو اس کو سوائے عورت کے باقی سب چیزیں حلال ہو جائینگی اور اسی طرح ذبح ہدی سے بھی حلال نہیں ہوتا سوائے محصر کے کہ وہ ضرورت کی وجہ سے ذبح سے حلال ہو جاتا ہے واللہ اعلم [۱]

شرطِ حلق

حلق کے صحیح و معتبر واقع ہونے کے لئے حج کے احرام کی صورت میں قربانی کے پہلے دن کی طلوعِ فجر کے بعد اور عمرہ کے احرام کی صورت میں طوافِ عمرہ کا اکثر حصہ (چار چکر) ادا کرنے کے بعد اور محرم محصر کے حق میں ہدی کے ذبح کرنے کے بعد حلق کرانا ہے [۲] (پس اس سے پہلے جائز نہیں ہے، مؤلف)

وقتِ حلق و قصر

جاننا چاہئے کہ حلق و قصر کرانا خواہ حج کے احرام میں ہو یا عمرہ کے احرام میں، اس کے وقت کے تین درجے ہیں ایک وقتِ صحت، دوسرا وقتِ واجب اور تیسرا وقتِ افضل ہے، حج کے احرام میں حلق کے صحیح ہونے کا وقت قربانی کے دن یعنی دسویں ذی الحجہ کی طلوعِ فجر سے شروع ہوتا ہے اور تمام عمر اس کا وقت ہے پس اگر دسویں ذی الحجہ کی صبح صادق طلوع ہونے سے پہلے حلق کرائے گا تو احرام سے حلال نہ ہوگا اسی طرح اگر تمام عمر بھی حلق نہیں کرے گا تب بھی احرام سے باہر نہیں ہوگا اور تمام عمر میں جس وقت بھی حلق کرالے گا حلال ہو جائے گا۔ حلق کا وقتِ واجب یعنی بغیر جزا کے جائز ہونے کا وقت رمیٔ جمرۂ عقبہ کے بعد ہے کیونکہ اس سے پہلے حلق کرانے سے امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک دم واجب ہوتا ہے خواہ قارن ہو یا متمتع یا مفرد ہو، اور آخری وقتِ واجب قربانی کے آخری دن کے غروب آفتاب تک ہے یعنی رمی جمرۂ عقبہ کے بعد سے شروع ہو کر قربانی کے تین دن اور ان کی راتیں حلق کے لئے واجب وقت ہے اور تیسرے دن آفتاب غروب ہونے پر وقتِ واجب ختم ہو جاتا ہے پس اگر بارہویں ذی الحجہ کے غروبِ آفتاب کے بعد حلق کرائے گا تو دم واجب ہوگا۔ یہ حکم بھی قارن و متمتع و مفرد تینوں کے لئے ہے کیونکہ رمی اور حلق میں ترتیب تینوں پر واجب ہے۔ حلق کے لئے افضل وقت پہلا دن یعنی دسویں ذی الحجہ کا دن ہے، اور عمرہ کے احرام میں حلق کی صحت کا اول وقت طوافِ عمرہ کا اکثر حصہ ادا کرنے کے بعد ہے اور اس کے جزا کے بغیر جائز ہونے کا اول وقت (یعنی ابتدائے وقتِ واجب) عمرہ کی سعی کے بعد ہے [۳] پس اگر عمرہ کے احرام والے شخص نے طوافِ عمرہ کا اکثر حصہ ادا کرنے سے پہلے حلق کرالیا تو وہ عمرہ کے احرام سے حلال نہیں ہوگا اور اس پر دمِ جنایت واجب ہوگا اور اگر اکثر طوافِ عمرہ کے بعد سعی سے پہلے حلق کرایا تو ترکِ واجب کی وجہ سے اس پر دم واجب ہوگا اور عمرہ کے احرام سے حلال ہونے کے لئے بھی تمام عمر اس کا وقت ہے جب بھی حلق کرائے گا حلال ہو جائے گا اور جب تک حلق نہیں کرائے گا حلال نہیں ہوگا [۴] اور محصر کے لئے احرام سے حلال ہونے کے لئے حلق کرانے کا اول وقت حرم میں ہدی ذبح کرنے کے بعد ہے [۵]

واجباتِ حلق و قصر

حلق و قصر کرانے میں کم سے کم مقدار چوتھائی سر کا حلق یا قصر کرانا ہے (اس سے کم حصہ منڈانے یا کتروانے سے احرام سے باہر نہیں ہوتا) اور چوتھائی سر کے قصر کرانے میں کم از کم مقدار ایک سرِ انگشت (پور) کی برابر بال کٹانا ہے [۶] یعنی تقصیر سے مراد یہ ہے کہ مرد ہو یا عورت اپنے چوتھائی سر کے بالوں کے سروں سے ایک پور

---

[۱] شرح اللباب [۲] لباب بتصرف [۳] لباب و شرحہ و غنیۃ و ع و حیات ملتقطاً [۴] حیات بتصرف [۵] غنیۃ [۶] لباب و شرحہ۔

(سرانگشت) کی مقدار کاٹ دے [1] پورہ یعنی انگشت کے جوڑ سے کم نہ لے ورنہ قصر صحیح نہیں ہوگا لیکن ہمارے اصحاب رحمہم اللہ نے کہا ہے کہ قصر کرنے میں ایک پور سے کچھ زیادہ ہی کاٹنا چاہئے کیونکہ اس قدر مقدار چوتھائی سر کے تمام بالوں کے سروں میں کاٹنا واجب ہے اور بالوں کے تمام سرے عادۃً طول میں برابر نہیں ہوتے بلکہ چھوٹے بڑے ہوتے ہیں اگر ایک پور (سرانگشت) کی برابر کاٹ لے گا تو سب بال ایک پور (سرانگشت) کی برابر نہیں کٹیں گے بلکہ بعض کچھ کم کٹیں گے اس لئے کچھ زیادہ کاٹنا واجب ہوا تاکہ یقین کے ساتھ چوتھائی سر کے تمام بال بقدرِ واجب کٹ جائیں اور یقینی طور پر اس واجب کی ادائگی ہو جائے [2] یعنی واجب ہی کہ سرِانگشت کی مقدار سے کچھ زیادہ کاٹ دے تاکہ مقدارِ واجب یقین کے ساتھ پوری ہو جائے اور اسی طرح تمام سر کے بال کاٹنے کی صورت میں بھی مقدارِ سرانگشت سے زیادہ ہی کاٹ دے تاکہ مقدارِ مستحب یقین کے ساتھ پوری ہو جائے [3] اور حلق و تقصیر میں اختیار کا ہونا مردوں کے لئے ہے اور یہ اس وقت ہے جبکہ کوئی عذر نہ ہو لیکن اگر کسی عارض کی وجہ سے حلق کرانا ممکن نہ ہو تو اس کے لئے قصر کرنا مقرر ہو جائے گا اور کسی عذر کی وجہ سے قصر کرنا ممکن نہ ہو تو اس کے لئے حلق کرانا متعین ہو جائے گا اور اگر سر میں کسی علت (بیماری وغیرہ) کی وجہ سے حلق و قصر دونوں ممکن نہ ہو تو دونوں ساقط ہو جائیں گے اور کسی چیز کے واجب ہوئے بغیر حلال ہو جائیگا [4]۔ یعنی اس پر دم وغیرہ کوئی جزا واجب نہیں ہوگی کیونکہ اس نے واجب کو عذر کی وجہ سے ترک کیا ہے [5] گنجے سر والا یعنی جس کے سر پر بال بالکل نہ ہوں اس کو سر پر استرا پھرانا واجب ہے یہی مختار ہے جیسا کہ زیلعی میں ہے بعض نے کہا کہ اس کو استرا پھرانا مستحب ہے اور بعض کے نزدیک سنت ہے اور یہی اظہر ہے [6] اور اسی طرح اگر کسی کے سر پر زخم ہوں اور اس کو سر پر استرا پھرانا ممکن ہو تو اس کے لئے بھی یہی حکم ہے کہ استرا پھرائے اور اگر اس کو سر پر استرا پھرانا ممکن نہ ہو اور سر پر بال اتنے بڑے بھی نہیں کہ قصر کرانے کی حد تک پہنچے ہوں تو اس سے بھی یہ واجب ساقط ہو جائے گا اور وہ حلق کرائے بغیر حلق کرانے والے کی طرح حلال ہو جائے گا اور اس کے لئے احسن یہ ہے کہ ایام قربانی کے آخری وقت یعنی بارھویں ذی الحجہ کے غروبِ آفتاب سے پہلے تک ممنوعاتِ احرام کا ارتکاب مؤخر کرے، پس وہ محظوراتِ احرام یعنی سلا ہوا کپڑا پہننے خوشبو لگانے وغیرہ امور کا ارتکاب نہ کرے کہ شاید اس کا عذر کسی وقت زائل ہو جائے [7] اور اگر اس نے مؤخر نہ کیا تو اس پر کچھ جزا واجب نہیں ہے [8] اگر جنگل یا کسی ایسی جگہ مثلاً ایسے گاؤں میں چلا گیا جہاں مونڈنے والا یا استرہ قینچی وغیرہ نہیں ہے تو یہ عذر معتبر نہیں ہے جبتک سر منڈائے یا کترائے گا نہیں حلال نہیں ہوگا [9] اور عورتوں کو سر کے بالوں کا قصر کرانا واجب ہے کیونکہ ان کے حق میں سر کے بال منڈانا (حلق کرانا) مکروہ تحریمی ہے لیکن ضرورت کی وجہ سے ہو تو مکروہ نہیں ہے [10] یعنی عورتوں کے لئے قصر کرانا متعین ہے لیکن ضرورت کے وقت حلق کرانا بھی جائز ہے، مؤلف)

(۲، ۳) حاجی کے لئے حلق کرانا امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک زمان و مکان کے ساتھ مخصوص ہے عمرہ والے کے لئے امام ابوحنیفہؒ

---

[1] بحر و ش [2] بدائع و بحر و ش و ع و غنیہ [3] غنیہ ملخصاً [4] بحر و لباب و ع و فتح ملتقطاً [5] شرح اللباب [6] لباب شرحہ و در و ش و فتح [7] حیات [8] فتح و بحر و ش و حیات ملتقطاً [9] معلم و زبدہ وغیرہما [10] لباب و شرحہ بتصرف۔

وامام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک حلق کرانا مکان کے ساتھ مخصوص ہے امام ابو یوسفؒ و امام زفرؒ کا اس میں خلاف ہے اور عمرہ والے کا حلق کرانا بالاجماع کسی مخصوص زمانے پر موقوف نہیں ہے پس حج کے احرام میں حلق کرانے کا زمانہ قربانی کے تین دن اور ان کی راتیں ہیں اور حج و عمرہ کے احرام میں حلق کرانے کے لئے مکان یعنی جگہ حدودِ حرم ہے اور حج والے کے لئے حلق کا منیٰ میں ہونا سنت ہے اور یہ زمان و مکان کا مخصوص ہونا دم واجب ہونے سے بچنے کے لئے ہے احرام سے باہر ہونے کے لئے نہیں ہے پس اگر کسی نے مقررہ زمانہ یعنی ایام قربانی کے بعد یا مقررہ جگہ کے بغیر یعنی حدودِ حرم کے باہر حلق کرایا تو اس پر دم واجب ہوگا لیکن اس سے احرام سے حلال ہو جائے گا خواہ حلق کا وقت داخل ہونے کے بعد کسی جگہ اور کسی وقت بھی حلق کرائے [۱] خواہ حج کا احرام ہو یا عمرہ کا اور خواہ وہ مفرد بالحج ہو یا متمتع یا قارن ہو [۲] پس حلق کے زمانہ مخصوصہ سے مؤخر کرنے اور مقررہ جگہ کے علاوہ کسی اور جگہ کرانے سے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک دم واجب ہو جائے گا [۳] (وقت کی تفصیل الگ بیان ہو چکی ہے، مؤلف)

حلق کی سُنن و مستحبات و مباحات

(۱) تمام سر کے بال منڈانا یا کترانا سنت ہے [۴] ———— (۲) مردوں کے لئے سر کا حلق کرانا (استرے سے منڈانا) سنت ہے اور قصر کرانا (کترانا) مباح ہے اور عورتوں کے لئے قصر کرانا سنت بلکہ واجب ہے [۵] (جیسا کہ واجباتِ حلق میں بیان ہو چکا ہے، مؤلف) ————

(۳) حلق و قصر کرانے وقت قبلہ کی طرف منہ کر کے بیٹھنا سنت ہے [۶] ———— (۴) محلوق یعنی سر منڈانے والے کے دائیں جانب سے حلق (سر مونڈنے) کی ابتدا کرنا سنت ہے یہی مختار اور صحیح قول ہے اور یہ اس قول کے خلاف ہے جو ظاہر المذہب میں مذکور ہے یہی درست ہے اور امام صاحب کا رجوع اس کی طرف صحیح ثابت ہو چکا ہے اور اس سے اس قول کی تردید ہو جاتی ہے جو کہ مشائخ کے نزدیک مشہور ہے اور وہ یہ ہے کہ "سر مونڈنے کی ابتدا مونڈنے والے کے دائیں جانب سے ہونا سنت ہے نہ کہ منڈانے والے کی دائیں جانب سے پس محلوق کے بائیں جانب سے شروع کرے" اور اگر مونڈنے والا منڈانے والے کے پیچھے کی طرف کھڑا ہو اور دونوں کا منہ قبلہ کی طرف ہو تو حالق (مونڈنے والا) اور محلوق (منڈانے والا) دونوں کے دائیں جانب سے ابتدا کرنا جمع ہو جائے گا اور اختلافِ روایات دُور ہو جائے گا اور یہ سنت بوجہ کمال ادا ہو جائے گی [۷]

———— (۵) مستحب ہے کہ حلق کے وقت اور حلق سے فارغ ہونے کے بعد تکبیر کہے اور اپنے لئے اور اپنے والدین و مشائخ اور تمام مسلمانوں کے لئے دعا کرے [۸] ———— (۶) مستحب ہے کہ حلق یا قصر کے بعد اپنے بال دفن کرے [۹] اور اگر بالوں کو پھینک دے تو کوئی مضائقہ نہیں [۱۰] لیکن غسل خانہ یا پاخانہ میں ڈالنا مکروہ ہے [۱۱] ————

———— (۷) حلق یا قصر کے بعد لبوں اور ناخنوں کو کاٹنا مستحب ہے اور اگر حلق کرانے سے پہلے اپنے ناخن یا لبوں یا ڈاڑھی کو کاٹا یا خوشبو استعمال کی تو اس کی وجہ سے اس پر کفارۂ جنایت واجب ہوگا [۱۲] لیکن سر منڈانے کے بعد ناخنوں اور لبوں کا کاٹنا

---

[۱] لباب و شرحہ و غنیہ و حیات [۲] حیات [۳] بدائع [۴] لباب و ش [۵] لباب بتصرف و غنیہ [۶] لباب و غنیہ و حیات وغیرہم
[۷] لباب و شرحہ و فتح و بحر و ش و غنیہ ملتقطاً [۸] لباب و حیات وغیرہما [۹] فتح و بحر و ع و حیات وغیرہا [۱۰] بحر و ع [۱۱] بحر و ع و معلم [۱۲] لباب و شرحہ و غنیہ۔

اور موئے زیرِ ناف کا مونڈنا مستحب ہے [1] اور اپنی ڈاڑھی میں سے کچھ نہ کٹائے (یعنی ایک مشت سے کم نہ کرے) کیونکہ یہ مُثلہ (ناک کان کاٹنے کی طرح صورت بگاڑنا) ہے لیکن اگر ایسا کیا تو گنہگار ہوگا اور اس پر کوئی جزا واجب نہیں ہے [2] ——— (۸) اُسترے سے سر منڈانا مستحب ہے اور اگر چونے سے یا جلا کر یا اپنے ہاتھ یا اپنے دانتوں سے اکھیڑ کر اپنے فعل سے یا اپنے فعل کے بغیر بالوں کو دور کر دیا مثلاً لڑنے میں اکھڑ جائیں تو حلق کی بجائے کافی اور جائز ہے [3] ——— (۹) اگر کسی احرام والے نے حلق و قصر کے علاوہ باقی تمام افعالِ مناسک ادا کرنے کے بعد اپنا سر یا کسی دوسرے ایسے احرام والے شخص کا سر مونڈا جو حلق کے علاوہ باقی افعالِ مناسک ادا کر چکا ہے یا بغیر احرام والے شخص کا سر مونڈ دیا تو جائز ہے اور ان دونوں پر کچھ جزا واجب نہیں ہے [4] اور اگر حلق کے علاوہ باقی افعال سے بھی ابھی فارغ نہیں ہوا اور اس نے کسی دوسرے احرام والے شخص کے بال مونڈے تو مونڈنے والے مُحرِم پر نصف صاع گندم صدقہ کرنا واجب ہے اور منڈانے والے محرم پر دم واجب ہے [5]

محرمات و مکروہاتِ حلق

(۱) عورتوں کے لئے بلا ضرورت سر منڈانا مکروہِ تحریمی ہے اور ضرورت کے وقت جائز ہے [6] ان کے حق میں مکروہِ تحریمی اس لئے ہے کہ یہ ان کے حق میں ناک کان وغیرہ کاٹنے کی طرح مثلہ کرنا ہے جیسا کہ مردوں کے لئے ڈاڑھی کو کٹا کر ایک مشت سے کم کرنا مثلہ کرنا ہے ——— (۲) اگر حلق یا قصر کرانے میں چوتھائی سر پر اکتفا کی تو جائز ہے لیکن صرف واجب پر اکتفا کرنے اور سنت ترک کرنے کی وجہ سے مکروہِ تحریمی ہے [7]

طوافِ زیارت

طوافِ زیارت کو طوافِ رکن و طوافِ افاضہ و طوافِ حج و طوافِ فرض اور طوافِ یوم النحر بھی کہتے ہیں [8]

حکمِ طوافِ زیارت

یہ حج کا رکن ہے اس کے بغیر حج پورا نہیں ہوتا لیکن یہ وقوفِ عرفہ سے جو کہ حج کا رکنِ اعظم ہے کم درجہ کا رکن ہے [9]

طوافِ زیارت کا وقت

طوافِ زیارت کا وقت قربانی کے دن یعنی دس ذی الحجہ کی طلوعِ فجر سے شروع ہوتا ہے پس اس سے پہلے صحیح و جائز نہیں ہے اور اس کے جائز و صحیح ہونے کے لئے آخری وقت کی کوئی حد مقرر نہیں ہے بلکہ تمام عمر اس کا وقت ہے پس اگر چند سال کے بعد بھی طوافِ زیارت کرے گا تو صحیح ہو جائے گا لیکن امام صاحبؒ کے نزدیک اس کا ایامِ نحر میں یعنی دسویں ذی الحجہ سے بارہویں ذی الحجہ تک کے ایام اور ان کے درمیان کی راتوں میں کرنا واجب ہے پس اگر طوافِ زیارت کی ادائیگی میں ایامِ نحر سے بلا عذر تاخیر کرے گا اگرچہ ایامِ تشریق کے آخری دن یعنی تیرہویں ذی الحجہ یا اس کی رات کو ہی کرے تو اصح قول کی بنا پر یہ مکروہِ تحریمی ہوگا اور وہ شخص بلا عذر تاخیر کی وجہ سے گنہگار ہوگا

---

[1] ع و غنیہ [2] بحر و ع و غنیہ [3] غنیہ و لباب و شرحہ [4] و بدائع [4] لباب و شرحہ و غنیہ ملتقطاً [5] و حیات [5] حیات [6] غنیہ و لباب و شرحہ [7] لباب و شرحہ بتصرف و ش و غنیہ [8] لباب و شرحہ و غنیہ من انواع الطواف [9] لباب و شرحہ من انواع الطواف۔

اور اس پر دم واجب ہوگا [1] اور اگر کسی نے طوافِ زیارت ہرگز نہیں کیا تو اس کے لئے بالاجماع عورت حلال نہیں ہوگی خواہ کتنا ہی طویل عرصہ ہو جائے اور خواہ کئی سال گذر جائیں [2] اور اگر کوئی شخص طوافِ زیارت ادا کرنے سے پہلے مر گیا تو اس پر واجب ہے کہ وہ بدنہ (اونٹ یا گائے) ذبح کرنے کی وصیت کرے کیونکہ اس کا یہ عذر صاحب حق کی طرف سے ہے یعنی منجانب اللہ ہے اگرچہ وہ تاخیر کی وجہ سے گنہگار ہوگا غور کر لیجئے [3]

شرائطِ صحتِ طوافِ زیارت

طوافِ زیارت کے صحیح ہونے کے لئے چھ شرطیں ہیں: (۱) اسلام اور عقل و تمیز والا ہونا ——— (۲) حج کا احرام طوافِ زیارت سے پہلے باندھنا ——— (۳) وقوفِ عرفہ طوافِ زیارت سے پہلے کرنا ——— (۴) نیت یعنی اصل طواف کی نیت ہونا شرط ہے اس کا طوافِ زیارت کے ساتھ متعین کرنا شرط نہیں ہے ——— (۵) زمانہ اور وہ ایامِ قربانی اور ان کی راتیں وجوب کے لئے اور اس کے بعد کا زمانہ آخر عمر تک جواز کے لئے ہے (جیسا کہ اوپر بیان ہوا) ——— (۶) مکان وہ بیت اللہ شریف کے گرد چاروں طرف مسجد الحرام کے اندر سے ہے خواہ مسجد الحرام کی چھت کے اوپر سے ہو مسجد کے باہر سے جائز نہیں ہے [4]

شرائطِ وجوبِ طوافِ زیارت

منسک الکبیر میں ہے کہ طوافِ زیارت کے واجب ہونے کی شرطیں یہ ہیں، حج کا احرام ہونا، اسلام، عقل، بلوغ، البتہ آزاد ہونا اس کے وجوب کے لئے شرط نہیں ہے پس غلام پر بھی واجب ہے اور نابالغ بچہ اور مجنون اور کافر پر واجب نہیں ہے [5]

ارکانِ طوافِ زیارت

طوافِ زیارت کے ارکان تین ہیں: (۱) طواف کا اکثر حصہ یعنی چار یا زیادہ چکر کرنا۔ ——— (۲) بیت اللہ کے اندر سے نہ ہونا بلکہ بیت اللہ کے گرداگرد ہونا ——— (۳) طواف خود کرنا خواہ اس کو کوئی شخص اٹھائے ہوئے ہو یا اونٹ وغیرہ سواری پر سوار ہو کر کرے پس طوافِ زیارت میں نیابت جائز نہیں ہے لیکن ان پانچ شخصوں کے حق میں نیابت جائز ہے بیہوش، سویا ہوا مریض، احرام باندھنے سے پہلے کا مجنون جبکہ اس کا جنون طوافِ زیارت ادا کرنے تک قائم رہے، بے سمجھ بچہ، بالغ مجنون یعنی جو جنون کی حالت میں بالغ ہوا ہو جبکہ بچہ اور بالغ مجنون کی طرف سے ان کے ولی نے احرام باندھا ہو [6]

واجباتِ طوافِ زیارت

واجباتِ طوافِ زیارت سات ہیں: (۱) حدث اصغر و اکبر سے طہارت حاصل ہونا یعنی جنبی یا بے وضو نہ ہونا ——— (۲) سترِ عورت ——— (۳) چلنے پر قدرت ہوتے ہوئے پیدل چل کر طواف کرنا ——— (۴) طواف کو داہنی طرف سے شروع کرنا ———

[1] لباب وشرحہ وش وبحر وغنیہ ملتقطاً [2] ع وش وغنیہ [3] ش وغنیہ [4] لباب وشرحہ بزیادۃ وش [5] شرح اللباب [6] غنیہ ولباب وشرحہ تصرفاً۔

(۵) طواف حطیم کے باہر سے کرنا ——— (۶) سات چکر پورے کرنا پس اکثر حصے سے زائد چکر یعنی آخری تین چکر واجب ہیں ——— (۷) طواف کے بعد نماز دوگانہ طواف ادا کرنا ۔ (ان سب شرائط و ارکان و واجبات کی تشریح اور طواف کے سنن و مستحبات، محرمات و مکروہات وغیرہا کا مفصل بیان طوافِ مطلق اور اس کی اقسام کے بیان میں گذر چکا ہے وہاں ملاحظہ فرمائیں، مؤلف)

(فائدہ) (۱) طوافِ زیارت اور رمی و حلق میں ترتیب یعنی طوافِ زیارت کا ان دونوں کے بعد واقع ہونا اور اسی طرح طوافِ زیارت اور حلق میں ترتیب یعنی حلق کے بعد ہونا سنت ہے واجب نہیں ہے حتیٰ کہ اگر کسی شخص نے رمی اور حلق سے پہلے طوافِ زیارت کرلیا تو اس پر کچھ جزا واجب نہیں ہے البتہ اس نے سنت کی مخالفت کی اس لئے ایسا کرنا مکروہ ہے ——— (۲) طوافِ زیارت کو فاسد کرنے والی کوئی چیز نہیں ہے البتہ مرتد ہونے یعنی دینِ اسلام سے پھر جانے سے یہ طواف باطل ہوجاتا ہے جیسا کہ دیگر سب اعمال باطل ہوجاتے ہیں اور موت سے پہلے تک یہ فوت نہیں ہوتا یعنی مرنے سے پہلے پہلے جس وقت بھی ادا کرلے گا ادا ہوجائے گا، اور اس کا کوئی بدل نہیں ہے یعنی کوئی جزا بطور بدل جائز و کافی نہیں ہوتی اس لئے کہ یہ حج کا رکن ہے رکن کا کوئی بدل جائز و کافی نہیں ہوتا مگر ایک صورت میں یعنی جبکہ وقوفِ عرفہ کے بعد طوافِ زیارت سے پہلے مرجائے اور حج پورا کرنے کی وصیت کرجائے تو اس کے طوافِ زیارت کے لئے بدنہ ذبح کرنا واجب ہے اور اس کا حج جائز ہے یعنی اس کا حج صحیح و کامل ہوجائے گا پس جب کوئی شخص وقوفِ عرفہ ادا کرنے کے بعد مرگیا تو اس کے بعد کے جملہ اعمال یعنی وقوفِ مزدلفہ و رمیِ جمار و طوافِ زیارت و طوافِ صدر کی تلافی کے لئے ایک بدنہ ذبح کرنا واجب ہوگا اور یہ مبسوط کی اس عبارت کے خلاف نہیں ہے کہ اگر اس نے باقی افعالِ حج ادا کرلئے اور صرف طوافِ زیارت رہ گیا ہے تو طوافِ زیارت کے لئے ایک بدنہ (اونٹ یا گائے) واجب ہوگا۔[۲]

طوافِ صَدَر

صَدَر بفتحتین ہے اس کے معنی رجوع کرنا (لوٹنا) ہے اسی لئے اس کو طوافِ صدر یعنی حج کے بعد بیت اللہ سے واپسی کا طواف کہتے ہیں اس کو طوافِ وداع و طوافِ آخر عہد بالبیت اور طوافِ واجب بھی کہتے ہیں کیونکہ یہ طواف واجب ہے۔[۲]

حکم طوافِ صدر

طوافِ صدر ہمارے نزدیک آفاقی حاجی پر واجب ہے مکی اور میقاتی پر واجب نہیں ہے اور یہ طواف مفرد و متمتع و قارن حاجی پر واجب ہے مفرد عمرہ کرنے والے پر واجب نہیں ہے خواہ وہ آفاقی ہو[۳] پس اگر کوئی حاجی مکہ مکرمہ سے طوافِ صدر کئے بغیر چلا گیا تو جب تک وہ میقات سے باہر نہیں نکلا اس کے لئے

[۱] لباب و شرحہ وش و غنیہ و غیرہا [۲] لباب و شرحہ تصرفاً و جات [۳] لباب و شرحہ من لوداع الطواف [۴] لباب و شرحہ تصرفاً و جات۔

واجب ہے کہ احرام کے بغیر واپس لوٹے اور طوافِ صدر کرے اور اگر حدودِ میقات سے باہر چلا گیا تو اب اس کو اختیار ہے خواہ وطن وغیرہ چلا جائے اور اس پر دم واجب ہوگا اور خواہ نئے احرام کے ساتھ واپس مکہ مکرمہ لوٹ آئے کیونکہ اب اس کو مکہ مکرمہ آنے کے لئے احرام کے بغیر میقات سے آگے جانا جائز نہیں ہے پس وہ عمرہ کا احرام باندھے اور مکہ مکرمہ واپس آکر پہلے عمرہ کا طواف کرے کیونکہ یہ اقویٰ ہے پھر طوافِ صدر کرے اور اس پر اپنے وقت سے تاخیر کرنے سے کچھ جزا واجب نہیں ہے اور بعض فقہا نے کہا ہے کہ اس کے لئے اولیٰ یہ ہے کہ میقات سے باہر نکل جانے کے بعد واپس نہ لوٹے اور ایک قربانی مکہ مکرمہ بھیج دے کیونکہ اس میں فقرا کا نفع زیادہ ہے اور اس پر آسانی ہے کیونکہ وہ اپنے اوپر احرام لازم کرنے کے ضرر سے بچ جائے گا اور اس کی فضیلت کا وقت تو فوت ہو ہی چکا ہے اس لئے سفر کی مشقت سے بھی بچ جائے گا واللہ اعلم [1] اگر میقات سے باہر چلے جانے کے بعد واپس لوٹے تو یہ خیال رہے کہ اس وقت اگر ایام تشریق باقی ہوں تو اس وقت احرام نہ باندھے اور نہ لوٹے جب ایام تشریق گذر جائیں تب عمرہ کا احرام باندھ کر آئے اگر ان ایامِ منہیہ میں احرام باندھ کر لوٹ آیا تو ان ایام میں عمرہ کے افعال ادا نہ کرے جب وہ دن گذر جائیں تب عمرہ کرے اور کوئی طواف بھی نہ کرے کیونکہ وہ طواف عمرہ کے فرض طواف کی جگہ شمار ہوگا اور کراہت کا مرتکب ہو جائے گا اور اگر میقات سے احرام کے بغیر آئے گا تو اس پر احرام کے بغیر میقات سے آگے جانے کی وجہ سے دم واجب ہوگا اور نسک یعنی عمرہ بھی لازم ہوگا جیسا کہ احرام کے بیان میں گذر چکا ہے [2]

وقتِ طوافِ صدر

طوافِ صدر کے جائز ہونے کا اول وقت طوافِ زیارت کے بعد ہے پس اگر طوافِ زیارت کے بعد کوئی طواف کیا تو وہ طوافِ صدر ہوگا خواہ وہ قربانی کے دن ہی کیا ہو اور خواہ اس میں طوافِ صدر کی نیت کی ہو یا نہ کی ہو اور اس کے جواز کے لئے بھی آخری وقت کی کوئی حد مقرر نہیں ہے تمام عمر اس کے جواز کا وقت ہے جب تک مکہ مکرمہ میں مقیم رہے کر سکتا ہے پس ایامِ نحر میں بھی جائز ہے اور بعد میں بھی اگر کوئی شخص مکہ مکرمہ میں ایک سال تک رہا اور اس جگہ کو اپنا وطن نہیں بنایا تو اس پر طوافِ صدر کرنا واجب ہے خواہ ایک سال کے بعد کرے اور وہ طواف ادا واقع ہوگا قضا نہیں کہلائے گا اور ایامِ نحر سے تاخیر ہونے کی وجہ سے بالاجماع اس پر کچھ جزا واجب نہیں ہوگی، یہ وقتِ جواز کی تفصیل ہے اور مستحب وقت کی تفصیل یہ ہے کہ جب مکہ مکرمہ سے واپسی کے سفر کا ارادہ کرے تو طوافِ صدر کرے حتیٰ کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے روایت کی گئی ہے کہ جب آپ نے طوافِ صدر کر لیا اور پھر عشا تک وہیں رہے تو فرمایا کہ میں اس بات کو پسند کرتا ہوں کہ ایک اور طواف کروں تاکہ میرے طوافِ وداع اور مکہ مکرمہ سے روانگی کے درمیان فاصلہ نہ ہو اور آخری حاضری کے ساتھ بیت اللہ شریف سے رخصتی ہو۔ پس اگر کسی شخص نے طوافِ صدر (وداع) کر لیا پھر اس کا مکہ مکرمہ کا قیام طویل ہو گیا اور اس نے وہاں وطن بنا کر رہنے کی نیت نہیں کی تو اس کا وہ طوافِ وداع جائز ہے اگرچہ اس طواف کے بعد کئی سال تک وہاں قیام کرے اور اس کیلئے افضل یہ ہے کہ جب واپسی کرے تو طوافِ وداع کا اعادہ کرے یعنی اس وقت بھی طواف کر کے روانہ ہو تاکہ وداعگی مستحب طریقہ پر واقع ہو [3]

---

[1] بدائع و فتح و بحر و ش ولباب و شرحہ ملتقطاً [2] زبدہ مع عمدہ [3] فتح و بدائع و بحر و لباب و شرحہ و ع ملتقطاً۔

شرائطِ طوافِ صدر

طوافِ صدر (طوافِ وداع) کی بعض شرائطِ وجوب ہیں اور بعض شرائطِ جواز ہیں ــــ شرائطِ وجوب یہ ہیں:۔ (۱) وہ شخص آفاقی ہو پس اہلِ مکہ پر اور ان لوگوں پر جو مواقیت کے اندر سے مکہ مکرمہ تک کی سرزمین کے رہنے والے ہیں جب وہ حج کریں تو ان پر طوافِ صدر نہیں ہے، یہ طواف اپنے وطن کی طرف لوٹتے وقت بیت اللہ شریف سے رخصت ہونے کے لئے واجب کیا گیا ہے اور یہ بات اہلِ مکہ میں نہیں پائی جاتی کیونکہ وہ تو اپنے وطن میں ہی موجود ہیں اور داخلِ مواقیت کے لوگ اہلِ مکہ کے حکم میں ہیں اس لئے اُن پر بھی واجب نہیں ہے جیسا کہ اہلِ مکہ پر واجب نہیں ہے، امام ابو یوسفؒ نے کہا ہے کہ میرے نزدیک پسندیدہ یہ ہے کہ اہلِ مکہ بھی طوافِ صدر کریں اس لئے کہ یہ حج کے ختم کے لئے مقرر کیا گیا ہے اور یہ بات اہلِ مکہ میں بھی پائی جاتی ہے [۱] خلاصہ یہ ہے کہ طوافِ صدر اہلِ مکہ و اہلِ حرم یعنی اہلِ منیٰ وغیرہ و اہلِ حِل مثلاً وادی و خلیص وجدہ وحدّہ کے رہنے والے اور آفاقیوں کے مواقیتِ مقررہ کے رہنے والوں پر واجب نہیں ہے اور اگر آفاقی حاجی مکہ مکرمہ میں اقامت کی نیت کرلے تو یہ طواف اس سے ساقط نہیں ہوتا خواہ نیتِ اقامت نفرِ اول (۱۲ ذی الحجہ) کے بعد کرے یا اس سے پہلے کرلے اگرچہ اس کی مدتِ اقامت کئی سال ہو لیکن اگر مکہ یا اس کے ارد گرد یعنی حدودِ حرم یا حدودِ حِل میں میقات کے اندر نفرِ اول یعنی ۱۲ ذی الحجہ سے پہلے وطن بنا کر رہنے کی نیت کرلی تو اس سے طوافِ صدر ساقط ہو جاتا ہے [۲] پس اگر کسی آفاقی نے مکہ مکرمہ میں ہمیشہ رہنے یعنی اس کو وطن بنانے کی نیت کرلی اور اس کو اپنا گھر بنا لیا تو اس کی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ اس نے نفرِ اول یعنی ۱۲ ذی الحجہ کو منیٰ سے واپسی سے پہلے یہ نیت کی ہو اس صورت میں بالاجماع اس سے طوافِ صدر ساقط ہو جائے گا یعنی اس پر یہ طواف واجب نہیں ہوگا۔ دوسرے یہ کہ نفرِ اول کو منیٰ سے واپسی کے بعد یہ نیت کی ہو اس صورت میں امام ابو حنیفہ و امام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک اس سے طوافِ صدر ساقط نہیں ہوگا یعنی اس پر واجب ہوگا اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ اس سے طوافِ صدر ساقط ہو جائے گا لیکن اگر اس نے طوافِ صدر شروع کر دیا تو ان کے نزدیک بھی ساقط نہیں ہوگا کیونکہ اب وہ شروع کر دینے کی وجہ سے اس پر واجب ہو گیا ہے اس لئے اب اس کو ترک کرنا جائز نہیں ہے بلکہ اب اس کو پورا کرنا واجب ہے [۳]۔ اور اگر کسی شخص نے نفرِ اول یعنی ۱۲ ذی الحجہ کو منیٰ سے روانگی سے پہلے مکہ مکرمہ کو وطن بنانے کی نیت کرلی اور پھر اس کو مکہ مکرمہ سے باہر جانا ظاہر ہوا تو اب اس پر طوافِ صدر واجب نہیں ہے جیسا کہ اگر کوئی اہلِ مکہ باہر جانے کا ارادہ کرے تو اس پر طوافِ صدر واجب نہیں ہے [۴]

(۲) طوافِ صدر اس آفاقی شخص پر واجب ہے جس نے حج کو پا لیا ہو یعنی جس کی حج کی ادائیگی پوری ہو گئی ہو پس جس شخص کا حج فوت ہو گیا ہو اس پر طوافِ صدر واجب نہیں ہے اور جو شخص حج سے روک دیا گیا ہو یعنی مُحصَر فی الحج ہو اس پر بھی یہ طواف واجب نہیں ہے کیونکہ اس پر مکہ مکرمہ واپس لوٹنا لازمی ہے اور اس لئے بھی کہ اب وہ صرف عمرہ کرنے والے کی مانند ہو گیا اور صرف عمرہ کرنے والے پر طوافِ صدر واجب نہیں ہے [۵]

---

[۱] بدائع تصرفاً [۲] لباب و شرحہ [۳] بدائع ملخصاً [۴] لباب و شرحہ و مثلہ فی الفتح وغیرہ [۵] فتح و بحر و لباب و ش تصرفاً۔

(۳) مکلف ہونا پس مجنون اور بچہ (نابالغ) پر غیر مکلف ہونے کی وجہ سے طوافِ صدر واجب نہیں ہے [۱]

(۴) غیر معذور ہونا [۲] طوافِ صدر کے لئے ایک شرط حیض و نفاس سے پاک ہونا ہے پس حیض و نفاس والی عورت پر عذر کی وجہ سے واجب نہیں ہے حتیٰ کہ اس کے ترک کرنے سے ان پر دم واجب نہیں ہوگا۔ حدث و جنابت سے طہارت اس کے وجوب کے لئے شرط نہیں ہے پس محدث و جنبی پر طواف صدر واجب ہے اس لئے کہ حدث و جنابت کا ازالہ اس کیلئے ممکن ہے پس یہ عذر نہیں ہوگا، واللہ اعلم [۳] واضح ہو کہ حدث و جنابت سے طہارت کا حاصل ہونا طواف کے واجبات میں سے ہے جیسا کہ طواف کے واجبات میں بیان ہو چکا ہے (مؤلف) اور جب حیض والی عورت مکہ مکرمہ سے روانہ ہو کر اس کی آبادی سے باہر ہونے سے پہلے حیض سے پاک ہو جائے تو اس پر طوافِ صدر لازم ہو جائے گا اور اگر مکہ معظمہ کی آبادی سے باہر نکل جانے کے بعد پاک ہوئی تو اس پر واپس لوٹنا اور طوافِ وداع کرنا لازم نہیں ہوگا اس لئے کہ جب وہ آبادی سے باہر ہو گئی تو مسافر ہو گئی اس کی دلیل یہ ہے کہ اب اس کو قصر نماز پڑھنا چاہئے پس اب اس کو واپس لوٹنا لازم نہیں ہے اور اس پر دم بھی واجب نہیں ہے۔ اور اگر حیض والی عورت دس دن سے کم مدت میں حیض سے پاک ہو گئی اور اس نے غسل نہیں کیا اور نہ ہی نماز کا وقت گذرا کہ اس سے پہلے وہ روانہ ہو کر مکہ مکرمہ سے باہر ہو گئی تو اس پر واپس لوٹنا لازم نہیں ہے اس لئے کہ وہ حکماً حائض ہونے کی حالت میں مکہ مکرمہ سے نکلی ہے اور اس کے لئے طواف کے وقت طاہر عورتوں کے احکام ثابت نہیں ہوتے بخلاف اس کے اگر اس نے پاک ہونے کے بعد غسل کر لیا یا ایک نماز کا وقت گذر گیا اس کے بعد مکہ مکرمہ کی آبادی سے نکلی تو اب اس کو طوافِ وداع کے لئے لوٹنا لازم ہے، اور اسی طرح اگر دس دن پورے ہو کر حیض سے پاک ہوئی تب بھی یہی حکم ہے، اور اگر آبادی سے نکلنے کے وقت وہ حائضہ ہے پھر پاک ہوئی خواہ اس نے غسل کیا یا نہیں کیا اگر وہ مکہ مکرمہ کو واپس آگئی حالانکہ اس پر واپس آنا واجب نہیں تھا لیکن حدودِ میقات سے باہر ہونے سے پہلے اپنی مرضی سے واپس آگئی تو اس پر طوافِ صدر لازم ہو گیا اور اس کو نیا احرام باندھنے کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ میقات کے اندر کے لوگوں کا حکم مکہ والوں کی مانند ہے اور اس لئے بھی کہ اس کا واپس لوٹ آنا ایسا ہو گیا جیسا کہ وہ وہاں گئی ہی نہیں اور اگر حدودِ میقات سے باہر چلی گئی اور پھر واپس لوٹ آئی تو اب اس کو نئے احرام کے ساتھ لوٹنا چاہئے اور نفاس والی عورت کا حکم حیض والی عورت کے مانند ہے [۴]

(فائدہ) زمینِ حل میں کسی جگہ مثلاً تنعیم کی طرف نکلنے والوں پر طوافِ وداع نہیں ہے [۵]

طوافِ صدر کے جواز و صحت کی شرائط طوافِ زیارت کی شرائط کی طرح چھ ہیں اور اس طواف کے ارکان بھی طوافِ زیارت کی طرح تین ہیں اور واجبات و سنن و مستحبات و محرمات و مکروہات بھی طوافِ زیارت و طوافِ مطلق کی مانند ہیں اور ان سب کی تفصیل طوافِ مطلق کے بیان میں گذر چکی ہے وہاں ملاحظہ فرمائیں (مؤلف)

---

[۱] لباب و ش تصرفاً [۲] ش [۳] بدائع بزیادۃ عن شرح اللباب [۴] لباب و شرحہ بحر و غنیہ ملتقطاً و تصرفاً [۵] لباب و شرحہ و غنیہ۔

حج کے اقسام اور اُن کے مراتب

حج تین قسم کا ہوتا ہے: افراد[1]، تمتع[2]، قِران[3] (مؤلف) آفاقی کے حق میں قِران، تمتع و افراد دونوں سے افضل ہے اور تمتع اس کے حق میں افراد سے افضل ہے اور یہ ظاہر الروایت میں مذکور ہے [1] پس قِران سب سے افضل ہے پھر تمتع پھر افراد کا درجہ ہے [2] یعنی پھر مفرد حج مفرد عمرہ سے افضل ہے اور قِران کا تمتع سے اور تمتع کا افراد سے افضل ہونے کا حکم تمتع کی دونوں قسموں کو شامل ہے یعنی خواہ وہ اپنے ساتھ ہدی لے گیا ہو یا نہ لے گیا ہو [3] پس مذکورہ بالا عبارت میں دو باتوں کا بیان ہے: اوّل یہ کہ حج کی تین قسمیں جائز ہیں اور فقہائے امت کا ان تینوں کے جواز پر اجماع ہے اور یہ بات قرآن مجید اور سنت یعنی احادیث سے بھی ثابت ہے۔ قرآن مجید سے تینوں قسموں کے جواز کا ثبوت یہ ہے: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلًا ۔ (سورۂ آل عمران ع ۱۰) (ترجمہ: اور اللہ تعالیٰ کا لوگوں پر حق ہے کہ جو شخص زادِ راہ کی استطاعت رکھتا ہو اس پر بیت اللہ شریف کا حج کرنا فرض ہے) اس آیتِ مبارکہ سے حج افراد ثابت ہوتا ہے اور دوسری جگہ ارشاد ہے: وَأَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلّٰهِ ۔ (سورہ بقرہ ع ۲۴) (اور حج و عمرہ کو اللہ تعالیٰ کے واسطے پورا پورا ادا کیا کرو)۔ یہ آیتِ مبارکہ قِران کے جواز کی دلیل ہے۔ ایک جگہ ارشاد فرمایا: فَمَنْ تَمَتَّعَ بِالْعُمْرَةِ إِلَى الْحَجِّ الآیہ (سورۂ بقرہ ع ۲۴) (پس جو شخص حج کو عمرہ کے ساتھ ملا کر منتفع ہوا (یعنی تمتع کیا)، تو جو کچھ قربانی میسر ہو ذبح کرے)۔ اس میں تمتع کے جواز کا ثبوت ہے اور احادیث سے ان تینوں کے جواز کا ثبوت اس طرح پر ہے کہ صحیحین میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ہم حجۃ الوداع کے سال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ (مدینہ منورہ سے) حج کے لئے نکلے تو ہم میں سے بعض نے صرف عمرہ کا احرام باندھا اور بعض نے حج اور عمرہ دونوں کا احرام باندھا اور بعض نے صرف حج کا احرام باندھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حج کا احرام باندھا (الحدیث) اور مسلم کی ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ ہم میں سے بعض نے حج افراد کا احرام باندھا اور بعض نے قِران کا اور بعض نے تمتع کا۔ اور اوپر کی عبارت میں دوسری بات یہ بیان ہوئی ہے کہ ان تینوں میں سب سے افضل قِران ہے پھر تمتع پھر افراد [4] اور یہ طرفین کے نزدیک ہے، امام ابو یوسفؒ کے نزدیک قِران و تمتع دونوں برابر ہیں [5] اور احناف کے نزدیک قِران کی افضلیت کے لئے یہ حدیث دلیل ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اے آلِ محمدؐ حج و عمرہ کا ایک ساتھ احرام باندھو" [6] امام طحاوی نے شرح الآثار میں اس حدیث کو اپنی سند سے روایت کیا ہے [7] اور اس لئے بھی افضل ہے کہ اس میں دو عبادتوں کو جمع کیا جاتا ہے [8] اور افضلیت کی یہ بحث آفاقی کے بارے میں ہے ورنہ افراد افضل ہے [9] بلکہ غیر آفاقی کے لئے تمتع و قِران نہیں ہے بلکہ ان کے لئے حج افراد ہی مخصوص ہے [10] اور امام شافعی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ

---

[1] ع [2] کنز و در و غیرہما [3] ش بتصرف [4] بحر [5] ش [6] ہدایہ و ش [7] فتح و ش [8] ہدایہ [9] ش [10] ہدایہ و ع تصرفاً۔

افراد افضل ہے سلہ یعنی حج اور عمرہ دونوں کو الگ الگ احرام سے ادا کرنا جیسا کہ زیلعی کے خلاف نہایہ و غایہ و فتح القدیر میں اسی پر اعتماد کیا ہے سلہ عنایہ کے حاشیۂ چلپی میں ہے کہ یہ بات محتاجِ بیان ہے کہ افراد سے مراد افرادِ حج ہے یا افرادِ عمرہ ہے یا دونوں کا الگ الگ احرام سے ہونا ہے، نہایہ میں ہے کہ اس سے مراد تیسرا قول ہے پہلے دو قول مراد نہیں الخ سلہ اور عنایہ میں ہے کہ افراد سے مراد حج و عمرہ کا الگ الگ احرام سے مفرد ہونا ہے سلہ اور فتح القدیر میں ہے افراد سے مراد حج و عمرہ میں سے ہر ایک کا مفرد طور پر ادا کرنا ہے سلہ لیکن اس میں کوئی اشکال نہیں ہے کہ حج و عمرہ میں سے کسی ایک پر اقتصار کرنے یعنی صرف حج یا صرف عمرہ ادا کرنے سے قِران بلا اختلاف افضل ہے سلہ بحر الرائق میں ہے کہ ہمارے اور امام شافعیؒ کے درمیان اس بارے میں اختلاف ہے کہ ایک ہی سال میں حج و عمرہ دونوں کو مفرد طور پر ادا کرنا افضل ہے یا دونوں کو احرام میں جمع کرنا افضل ہے اور مفرد حج کو قِران پر فضیلت ہونا کسی نے بیان نہیں کیا سلہ اور یہ جو امام محمدؒ سے روایت کی گئی ہے کہ میرے نزدیک حج کوفی (آفاقی کا حج) اور عمرہ کوفی (عمرۂ آفاقی) قِران سے افضل ہے، یہ روایت افراد کی فضیلت میں امام شافعیؒ کے مذہب کے موافق نہیں ہے کیونکہ امام شافعیؒ کے نزدیک حج و عمرہ کا ایک ہی سال میں الگ الگ احرام سے ادا کرنا قِران سے مطلقاً افضل ہے خواہ دونوں کو ایک ہی سفر میں ادا کرے یا دونوں کو الگ الگ دو سفروں میں ادا کرے اور امام محمدؒ کے نزدیک حج و عمرہ دونوں کا الگ الگ احرام سے ادا کرنا قِران سے مطلقاً افضل ہے جبکہ دو سفروں پر مشتمل ہو یعنی دونوں کو الگ الگ سفر میں ادا کرے بخلاف زیلعی کے کیونکہ انھوں نے یہ سمجھا ہے کہ امام محمدؒ کی روایت سے امام شافعی رحمہما اللہ کے ساتھ موافقت لازم آتی ہے سلہ پس امام شافعیؒ کے نزدیک افراد (ہر ایک کا الگ الگ ادا کرنا) سب سے افضل ہے پھر تمتع پھر قِران سلہ اور امام مالک رحمہ اللہ نے فرمایا کہ تمتع قِران سے افضل ہے سلہ اور امام مالکؒ سے ایک روایت میں افراد افضل ہے پھر تمتع پھر قِران (جیسا کہ امام شافعیؒ کے نزدیک ہے اور بحر الرائق میں بھی اسی کی مثل ہے، مؤلف) اور امام احمد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ سب سے افضل وہ تمتع ہے جس میں ہدی ساتھ نہ لیجائے پھر افراد پھر قرآن کا درجہ ہے سلہ اور افضلیت کے بارے میں ائمۂ فقہ کا یہ اختلاف صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے اس اختلاف کی بنا پر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع میں کونسا حج ادا فرمایا تھا، علمائے امت نے اس بارے میں بہت بحث کی ہے اور اس سلسلہ میں سب سے زیادہ وسیع کلام امام طحاوی رحمہ اللہ نے کیا ہے جو ایک ہزار سے زائد اوراق پر مشتمل ہے سلہ پس اختلافِ افضلیت کی حقیقت کا مرجع صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کا اس بارے میں اختلاف ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے حج میں قارن تھے یا مفرد یا متمتع تھے پس بعض صحابۂ کرامؓ اس طرف گئے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مفرد حج کا احرام باندھا تھا اور آپ نے اس سفر میں کوئی عمرہ ادا نہیں فرمایا اور بعض اس طرف گئے ہیں کہ آپ نے حج افراد کا احرام باندھا تھا اور اس سال تنعیم سے عمرہ ادا فرمایا تھا اور بعض نے کہا کہ آپ نے تمتع ادا فرمایا تھا لیکن عمرہ ادا کرنے کے بعد حلال (احرام سے باہر) نہیں ہوئے کیونکہ

سلہ ہدایہ و ش سلہ ش سلہ حاشیۃ الجلبی علی شرح العنایۃ سلہ شرح العنایۃ سلہ فتح سلہ فتح و ش سلہ بحر سلہ بحر و ش سلہ عف سلہ ہدایہ و ش سلہ عف بتصرف سلہ بحر و ش

آپ اپنے ہمراہ ہدی لے گئے تھے اور بعض نے کہا کہ آپ نے تمتع ادا فرمایا اور عمرہ ادا کر کے حلال (احرام سے باہر) ہو گئے اور بعض نے کہا کہ آپ نے قران کیا اور حج و عمرہ دونوں کے لئے صرف ایک طواف اور صرف ایک سعی کی اور بعض نے کہا کہ آپ نے قران ادا فرمایا اور دونوں کے لئے دو طواف اور دو سعی کی اور یہ ہمارے علما (احناف) کا مذہب ہے ؎۱ پس ترجیح اسی بات کو ہے کہ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام قارن تھے جیسا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ و حضرت انس رضی اللہ عنہ سے صحیحین میں بہت سی روایات ہیں اور عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے صحیح مسلم میں، عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے صحیح بخاری و ابوداؤد و نسائی میں، حفصہ رضی اللہ عنہا سے صحیحین میں، ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے صحیحین میں ایسا ہی روایت کیا گیا ہے ؎۲ اور صحیح بخاری میں حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انھوں نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا جبکہ آپ (مدینہ منورہ کے قریب) وادیٔ عقیق میں تھے کہ میرے پاس آج ایک آنے والا میرے رب عزوجل کی جانب سے آیا اور کہا کہ آپ اس وادیٔ مبارک میں دو رکعت نماز پڑھیں اور (نیتِ حج کرتے وقت) کہیں کہ حج ہے عمرہ میں ملا ہوا" (یعنی حج و عمرہ دونوں کی ایک ساتھ نیت کریں) اور آپ کو خواب میں جو حکم ہوا وہ بھی وحی ہے اس لئے اس پر عمل کرنا آپ کے لئے ضروری ہوا، اس کے علاوہ ہمارے ائمۂ کرام کے نزدیک اور بھی بہت سے ترجیحات ہیں ؎۳ اور فتح القدیر میں قران کے متعلق احادیث کی ترجیح کے سلسلہ میں بہت تفصیل موجود ہے پس اس کی طرف رجوع کریں ؎۴ اور قاضی ثناء اللہ حنفی پانی پتی قدس سرہ نے جو کہ اکابر محققین میں سے ہیں اپنی تفسیر مظہری میں اس کو اختیار کیا ہے کہ وہ تمتع جس میں ہدی ساتھ نہ لے جائے سب سے افضل ہے اس کے بعد قران اس کے بعد وہ تمتع جس میں ہدی ساتھ لے جائے پھر اس کے بعد افراد کا درجہ ہے ؎۵ چنانچہ وہ فرماتے ہیں "اور تحقیق یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قارن تھے اور قران اس تمتع سے افضل ہے جس میں ہدی ساتھ لے جائے اور جس تمتع میں ہدی اپنے ساتھ نہ لیجائے وہ قران سے افضل ہے اور قران و تمتع دونوں میں سے ہر ایک افراد سے افضل ہے ؎۶ اور علامہ شیخ آفندی العمادی رحمہ اللہ مفتیٔ دمشق (شام) نے اپنی کتاب المستطاع من الزاد میں کہا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ جب میں نے حج کیا تو حجِ تمتع اختیار کیا کیونکہ یہ افراد سے افضل ہے اور قران سے اسہل ہے اس لئے کہ قارن کو دو نسک (دو عبادتوں) کے جمع کرنے کی وجہ سے مشقت پیش آتی ہے اور جنایت کی صورت میں اس پر دو دم لازم آتے ہیں، اس کے ساتھ ہی اس میں ایک نکتہ اور بھی ہے جس کی وجہ سے ہم جیسے لوگوں کے لئے حجِ تمتع کرنا ہی زیادہ مناسب ہے وہ یہ کہ متمتع کے لئے اپنے احرام کو رفث و فسوق و جدال سے بچانے کی محافظت کا امکان ہے پس اس کا حج مبرور ہونے کی امید ہے اس لئے کہ حج مبرور کی تفسیر یہ کی گئی ہے کہ اس میں رفث و فسوق و جدال نہ ہو اور تمتع کرنے والے کے لئے ان ممنوعہ باتوں سے بچنے کا زیادہ امکان ہے کیونکہ وہ میقات سے صرف عمرہ کا احرام باندھتا ہے (اور عمرہ ادا کر کے احرام سے باہر ہو جاتا ہے) اور حج کے لئے آٹھویں ذی الحجہ کو حرمِ مکہ سے احرام باندھتا ہے پس اس کو ان دو روز میں ممنوعاتِ احرام سے بچنا ممکن ہے لہذا اس کا حج امورِ ممنوعہ سے

؎۱ فتح ؎۲ بحر و تمامہ فیہ ؎۳ بحر و فتح و ش ؎۴ ش ؎۵ عرف ؎۶ مظہری سورۃ البقرہ ع ۲۴ ج ۱ ص ۲۳۰

محفوظ و سالم رہے گا انشاء اللہ تعالیٰ بخلاف مفرد اور قارن کے کہ وہ دس دن سے زیادہ عرصہ تک احرام کی حالت میں رہتے ہیں اور بہت کم ایسا ہوتا ہے کہ انسان اتنی مدت تک ان ممنوعات سے خصوصاً اپنے خادموں، مزدوروں، اونٹ والوں (اور موٹر والوں) کے ساتھ جھگڑا کرنے سے بچا رہے۔ ہمارے شیخ المشائخ شہاب الدین احمد المنینی رحمہ اللہ نے اپنی مناسک میں کہا ہے کہ یہ بہت اچھا کلام ہے اس سے اُن کی مراد یہ ہے کہ اگرچہ قران بذاتِ خود تمتع سے افضل ہے لیکن بعض امور کی وجہ سے تمتع کو اس پر ترجیح ہو جائے گی پس اگر معاملہ اس طرح پر ہو کہ حجِ قران کرنے کی صورت میں حالتِ احرام میں رفث و فسوق و جدال (و دیگر ممنوعاتِ احرام) سے نہیں بچ سکتا اور تمتع کرنے کی صورت میں وہ حالتِ احرام میں ممنوعاتِ احرام سے محفوظ رہتا ہے تو اس کے حق میں اولیٰ یہ ہے کہ وہ حج تمتع کرے تاکہ اس کا حج ممنوعات سے محفوظ و سالم رہے اور مبرور ہو جائے کیونکہ بیتِ عمر کا وظیفہ ہے یعنی تمام عمر میں ایک دفعہ فرض ہے پس حاجی کو اس بات کی خواہش اور کوشش کرنی چاہیے کہ جہاں تک ممکن ہو ان امورِ ممنوعہ سے اپنے حج کو بچائے تاکہ اس کی کوشش اور مال ضائع نہ ہو سلہ اور اس مسئلہ کی نظیر یہ ہے کہ اس قسم کی علت کی وجہ سے احرام کو آخری میقات تک مؤخر کرنا افضل اور یہ سب اس بنا پر ہے کہ حدیث شریف مَنْ حَجَّ فَلَمْ یَرْفُثْ الخ سے مراد ابتدائے احرام سے ان امورِ ممنوعہ سے بچنا ہے کیونکہ اس سے پہلے اس کو حاجی نہیں کہا جاتا ۲ے

حجِ قران کا بیان

قران کی تعریف

قِران بمعنی مقارنت ق کی زیر کے ساتھ مصدر ہے اور لغت میں دو چیزوں کے ملانے کو کہتے ہیں ۳ے اور شرعی اصطلاح میں حج و عمرہ دونوں کے احرام کو جمع کرنا قران کہلاتا ہے خواہ حج و عمرہ دونوں کا احرام میقات سے باندھے یا اس سے پہلے باندھ لے اور خواہ حج کے مہینوں میں احرام باندھے یا حج کے مہینوں سے پہلے (لیکن حج کے مہینوں سے پہلے احرام باندھنا مکروہ ہے، مؤلف) خواہ دونوں کا اکٹھا احرام باندھے یا پہلے حج کا احرام باندھے پھر عمرہ کا احرام اس کے ساتھ ملا لے یا پہلے عمرہ کا احرام باندھے پھر حج کا احرام اس کے ساتھ ملا لے، لیکن اگر پہلے حج کا احرام باندھا اور پھر عمرہ کا احرام اس میں ملایا تو اس نے یہ فعل بُرا کیا ۴ے یعنی آفاقی کا عمرہ و حج دونوں کی نیت حقیقۃً ایک ساتھ کر کے یعنی دونوں کے احرام کی نیت ایک ہی وقت میں ساتھ ساتھ کر کے تلبیہ پڑھنا یا دونوں کی نیت کا حکماً ایک ساتھ ہونا یعنی ایک کے احرام کو دوسرے سے مؤخر کرنا اور افعال میں دونوں کو جمع کرنا قران کہلاتا ہے ۵ے پس قِران یہ ہے کہ حج کرنے والا آفاقی شخص عمرہ اور حج کے احرام کو جمع کرے خواہ جمع کرنا متصلاً ہو یا منفصلاً ہو، اس طرح پر کہ (میقات سے صرف عمرہ کا احرام باندھے پھر) عمرہ کا رکن یعنی پورا طواف یا اس کا اکثر حصہ (چار پھیرے) کرنے سے پہلے حج کا احرام اس کے ساتھ ملا لے اگرچہ اس کا منفصل ہونا مکہ سے ہو اور یہ کہ وہ عمرہ اور حج کے افعال حج کے مہینوں میں ادا کرے اس طرح پر کہ عمرہ کے طواف کا اکثر حصہ اور عمرہ کی پوری سعی اور حج کی

سلہ منحۃ وش ملتقطاً ۲ے ش ۳ے شرح اللباب و بحر و در ۴ے ع ۵ے بحر و ش ملتقطاً۔

سعی حج کے مہینوں میں واقع ہو اگرچہ احرام کا باندھنا اور طوافِ عمرہ کا قلیل حصہ (تین یا کم چکّر) حج کے مہینوں سے پہلے واقع ہوا ہو[1]

قران کی افضلیت

قران، تمتع و افراد دونوں سے افضل ہے[2] یہ حکم آفاقی کے متعلق ہے غیر آفاقی کے لئے افراد افضل ہے[3] افضلیت کا تفصیلی بیان اقسامِ حج میں گزر چکا ہے، مؤلف)

شرائطِ قران

حج قران کے لئے پانچ شرطیں ہیں: (۱) عمرہ کا پورا یا اکثر طواف یعنی چار پھیرے کرنے سے پہلے حج کا احرام باندھ لینا پس اگر طوافِ عمرہ کا اکثر حصہ یعنی چار پھیرے کرنے کے بعد حج کا احرام باندھا تو وہ شخص شرعی طریقے پر قارن نہیں ہوگا بلکہ متمتع ہو جائے گا جبکہ اس نے عمرہ کا اکثر طواف حج کے مہینوں میں کیا ہو اور اگر عمرہ کا اکثر طواف حج کے مہینوں سے پہلے کیا ہو تو وہ نہ قارن ہوگا نہ متمتع[4] بلکہ اس کا حج و عمرہ دونوں مفرد ہو جائیں گے[5]

(۲) عمرہ کا طواف کرنے سے پہلے اور جماع کے ساتھ عمرہ کا احرام فاسد کرنے سے قبل حج کا احرام باندھ لینا، پس اگر کسی شخص نے عمرہ کا احرام باندھا پھر اس کو فاسد کر دیا (یعنی جماع کر لیا) پھر اس کے ساتھ حج کا احرام ملایا تو وہ نہ قارن ہوگا نہ متمتع اور اس کا حج صحیح ہوگا اُس کے افعال ادا کرنا اس پر لازم ہوگا اور اس کا عمرہ فاسد ہو جائے گا لیکن اس عمرہ کے افعال ادا کرنا اور پھر اس عمرہ کی قضا دینا اس پر واجب ہوگا[6] پس وہ شخص اس صورت میں مفرد بالحج ہوگا[7]

(۳) عمرہ کا پورا یا اکثر طواف، وقوفِ عرفہ کو اس کے وقت میں ادا کرنے سے پہلے کرنا، پس اگر کسی قارن نے عمرہ کا پورا یا اکثر طواف نہیں کیا مثلاً وہ مکہ مکرمہ میں داخل نہیں ہوا بلکہ سیدھا عرفات چلا گیا یا اس نے اقل حصہ یعنی تین چکّر یا اس سے کم طواف کر کے زوال کے بعد وقوفِ عرفہ کر لیا خواہ کسی عذر کی وجہ سے ایسا کیا ہو مثلاً کسی عورت کو حیض آ گیا اور وہ اس کی وجہ سے طوافِ عمرہ نہ کر سکی تو اس کا عمرہ جاتا رہا اگرچہ اس نے عمرہ ترک کر دینے کی نیت نہ کی ہو پس اس کا عمرہ جاتا رہا اور قران ساقط ہو گیا اس لئے کہ جب اس کا عمرہ جاتا رہا تو وہ دو نسک (دو عبادتیں) ادا کرنے کا فائدہ حاصل نہیں کر سکا اور اس پر دمِ رفض واجب ہوگا کیونکہ اس نے عمرہ شروع کر کے ترک کر دیا ہے اور ایامِ تشریق کے بعد اُس عمرہ کی قضا دینا اس پر واجب ہے کیونکہ اس عمرہ کا شروع کرنا صحیح ہو گیا پس وہ مُحصَر کے مشابہ ہو گیا اس لئے اب اس کا ادا ممکن نہیں رہا کیونکہ اگر وہ اس کو وقوفِ عرفہ کے بعد ادا کرے گا تو وہ افعالِ حج پر افعالِ عمرہ کی بنا کرنے والا ہوگا اور یہ مشروع طریقہ کے خلاف ہے۔ اور اگر اس نے عمرہ کا اکثر طواف یعنی چار یا زیادہ چکر کر لینے کے بعد وقوفِ عرفہ کیا تو وہ عمرہ کو چھوڑنے والا نہیں ہوگا پس اس کا عمرہ باطل نہیں ہوگا کیونکہ وہ طوافِ عمرہ کا رکن یعنی اکثر حصہ ادا کر چکا ہے اور صرف اس کے واجبات یعنی طواف کا اقلّ حصہ اور سعی باقی رہ گئے ہیں پس وہ اس صورت میں قارن باقی رہا (یعنی اس کا قران صحیح ہو جائے گا) وہ قربانی کے دن طوافِ زیارت سے پہلے طوافِ عمرہ کے باقی چکر پورے کرے اور عمرہ کی سعی کرے اور یہ جو اوپر کہا ہے کہ اس نے وقوفِ عرفہ سے پہلے عمرہ کا پورا یا اکثر طواف نہ کیا ہو تو اس سے مراد یہ ہے کہ اصلاً کوئی طواف نہ کیا ہو پس اگر کوئی طواف یا اس کا اکثر حصہ کیا او

[1] لباب وشرحہ بزیادۃ عن بدائع [2] ہدایہ [3] ش [4] لباب وشرحہ وغنیہ تصرفاً [5] فتح وغنیہ [6] لباب وشرحہ [7] غنیہ ۔

اس میں حج کے لئے طوافِ قدوم کی نیت کی یا نفلی طواف کی نیت کی تو اس کا یہ طواف عمرہ کے طواف کی بجائے ہو جائے گا اور اس طواف کے بعد وقوفِ عرفہ کر لینے سے اس کا عمرہ باطل نہیں ہوگا۔ ہدایہ وغیرہ میں وقوفِ عرفات کو مطلق طور پر ذکر کیا ہے اور زوال کے بعد یا پہلے کی قید نہیں لگائی اور ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں "قران کی ایک شرط یہ ہے کہ عمرہ کا کل طواف یا اکثر حصہ عرفات کی طرف متوجہ ہونے سے پہلے ادا کر لے" اور صحیح یہ ہے کہ محض عرفات کی طرف متوجہ ہونے سے وہ عمرہ کا ترک کرنے والا نہیں ہوگا جبتک کہ وہ وقوفِ عرفات نہ کر لے۔ صاحب ہدایہ و کافی نے اس کو صحیح کہا ہے اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا صحیح مذہب یہی ہے اور یہ ظاہر الروایت اور استحسان ہے پس حاکم کی کتاب کافی میں ہے کہ امام محمد رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ جبتک زوال کے بعد وقوفِ عرفہ نہ کرلے عمرہ کو چھوڑنے والا نہیں ہوگا اھ اور امام ابن الہمام رحمہ اللہ نے کہا کہ یہی صحیح ہے اس لئے کہ اس سے پہلے وقوف کا وقت ہی نہیں ہے پس زوال سے پہلے عرفات میں اترنا ایسا ہی ہے جیسا کہ کسی اور جگہ میں اُترنا اور سراج الوہاج میں ہے کہ اگر زوال سے پہلے وقوفِ عرفہ کیا تو وہ اس سے عمرہ کو چھوڑنے والا نہیں ہوگا اس لئے کہ وہ وقوف معتبر نہیں ہے، امام ابو حنیفہ رح سے امام حسنؒ و امام طحاویؒ کی روایت میں محض عرفات کی طرف متوجہ ہونے سے ہی عمرہ کا چھوڑنے والا ہو جائے گا اور یہ قیاس ہے، فتح القدیر میں ہے کہ صحیح ظاہر الروایت ہے اس اختلاف کا ثمرہ اس صورت میں ظاہر ہوتا ہے کہ اگر کوئی شخص عرفات کی طرف متوجہ (روانہ) ہو گیا پھر اس کو ظاہر ہوا اور وہ وقوفِ عرفہ سے پہلے راستہ ہی سے وقوف کے وقت میں واپس لوٹ آیا اور اپنے عمرہ کا طواف اور اس کی سعی کی پھر وقوفِ عرفہ کیا تو کیا وہ قارن ہو جائے گا؟ ظاہر الروایت کے بموجب اس کا جواب یہ ہے کہ وہ قارن ہو جائے گا [۱] اور اگر قارن نے مکہ مکرمہ پہنچنے کے بعد اپنے عمرہ کا طواف نہیں کیا بلکہ حج کے طواف اور سعی کی نیت سے طواف و سعی کی پھر وقوفِ عرفہ کیا تو وہ عمرہ کو چھوڑنے والا نہیں ہوگا اور اس کا وہ طواف و سعی عمرہ کا طواف و سعی ہوگا اور وہ شخص حج کا طواف و سعی کرنے والا نہیں ہوگا پس وہ طوافِ زیارت میں رمل کرے اور اس کے بعد حج کی سعی کرے۔ اور اگر کسی نے پہلے حج کے لئے طواف و سعی کی پھر عمرہ کے لئے طواف و سعی کی تو اس پر کچھ لازم نہیں ہوگا اس کا پہلا طواف و سعی عمرہ کے لئے اور دوسرا طواف و سعی حج کے لئے ہو جائے گا اور اس کی نیت لغو ہو جائے گی [۲] [۳] کیونکہ ان میں نیت کا تعین لازم نہیں بلکہ سنت ہے [۴] اگر قارن نے پہلے حج اور عمرہ کے لئے دو طواف لگاتار کئے اور ان کے درمیان میں سعی نہیں کی یعنی پہلا طواف عمرہ کے لئے اور دوسرا طواف حج کے لئے یعنی طوافِ قدوم کیا اس کے بعد ان دونوں کے لئے دو سعی کیں تو اس کا قران جائز ہے اور اُس نے یہ فعل بُرا کیا [۵]۔ طوافِ حج سے مراد طوافِ قدوم ہے اسی لئے ہدایہ میں کہا ہے کیونکہ اس نے اس چیز کو ادا کر دیا ہے جو اس پر لازم تھی اور اس نے بُرا کیا (یعنی خلافِ سنت کیا اس لئے گنہگار ہوگا) اس لئے کہ طوافِ تحیت (قدوم) کو عمرہ کی سعی پر مقدم کر دیا اور اس پر کچھ جزا (دمِ جنایت) واجب نہیں ہے [۶] اور دو طواف اور

---

[۱] لباب و شرحہ و ہدایہ و فتح و غنیہ و بحر و در و ش ملتقطاً [۲] فتح [۳] بحر بزیادۃ و غنیہ و ع و فتح [۴] غنیہ [۵] در و ع و کنز و ہدایہ و بحر و غنیہ ملتقطاً [۶] بحر و ش و ہدایہ ملتقطاً۔

دو سعی متواتر کرنے کو مطلق بیان کیا ہے پس یہ سب صورتوں کو شامل ہے یعنی خواہ پہلا عمرہ کا طواف کیا ہو اور دوسرا حج کا یعنی طوافِ قدوم کیا ہو یا اس کے برعکس پہلے طواف میں طوافِ حج یعنی طوافِ قدوم کی نیت کی ہو اور دوسرے طواف میں طوافِ عمرہ کی نیت کی ہو یا دونوں میں مطلق طواف کی نیت کی ہو اور متعین نہ کیا ہو یا طوافِ تطوع وغیرہ کی نیت کی ہو ہر صورت میں پہلا طواف عمرہ کا ہوگا اور دوسرا قدوم کا جیسا کہ لباب المناسک میں ہے [۱] اور اگر کسی قارن نے اپنے عمرہ کے طواف کے لئے چار چکر کئے اور عمرہ کی سعی نہیں کی پھر قربانی کے دن طوافِ زیارت کیا اور سعی کی تو طوافِ زیارت کے تین چکر طوافِ عمرہ کے حساب میں لگ جائیں گے اور اس کی سعی بھی عمرہ کی سعی میں شمار ہوگی [۲] (یعنی اب اس کو تین چکر طوافِ زیارت کے لئے اور ایک سعی حج کے لئے اور کرنی چاہئے، مؤلف) اور اگر کسی نے اپنے عمرہ کے طواف کے تین چکر کئے اور پھر عمرہ کی سعی کی اور پھر اسی طرح اپنے حج کے طواف کے لئے تین چکر کئے اور سعی کی پھر وقوفِ عرفہ کیا تو جو تین چکر طوافِ حج کے کئے تھے وہ طوافِ عمرہ کے حساب میں لگ جائیں گے لہٰذا وہ طوافِ عمرہ کا ایک چکر قضا کرے اور حج و عمرہ دونوں کی سعی کا اعادہ بھی کرے۔ حج کی سعی کا اعادہ واجب ہے اس لئے کہ حج کی سعی عمرہ کی طرف منتقل ہو گئی اور عمرہ کی سعی کا اعادہ مستحب ہے تاکہ سعی طوافِ کامل کے بعد واقع ہو اور وہ شخص قارن ہو گا پس اگر وہ ایسا کرنے سے پہلے اپنے اہل (وطن) کی طرف لوٹ جائے گا تو اس پر ایک دم اس ایک چکر ترک کرنے کی وجہ سے واجب ہوگا اور ایک دم حج کی سعی ترک کرنے کی وجہ سے واجب ہوگا (یعنی دو دم واجب ہوں گے) اور عمرہ کی سعی کی وجہ سے اس پر کچھ واجب نہیں ہوگا، محیط سرخسی میں اسی طرح ہے اور اصل اس میں یہ ہے کہ جب کسی وقت میں کسی قسم کا طواف واجب ہوتا ہے تو اس وقت میں کیا ہوا طواف اسی واجب طواف کی جگہ واقع ہوگا اگرچہ اس میں کسی اور قسم کے طواف کی نیت کی ہو، مبسوط میں اسی طرح ہے [۳]

(۴) اپنے عمرہ و حج کو جماع اور ردّت (مرتد ہونے) سے فاسد نہ کرنا پس اگر عمرہ کا اکثر طواف کرنے سے پہلے جماع کر کے عمرہ فاسد کر دیا یا وقوفِ عرفہ سے پہلے جماع کر کے حج فاسد کر دیا تو اس کا قِران باطل ہو جائے گا اور عمرہ و حج دونوں فاسد ہو جانے کی وجہ سے دمِ قِران بھی اس سے ساقط ہو جائے گا اور اگر دمِ قِران کی ہدی اپنے ساتھ لایا ہو تو اس کے متعلق اس کو اختیار ہے جو چاہے کرے [۴] لیکن اگر اس نے عمرہ کے چار چکر پورے کر لینے کے بعد (وقوفِ عرفات سے پہلے) جماع کیا تو اس کا حج فاسد ہوگا عمرہ فاسد نہیں ہوگا اور دمِ قِران اس سے بھی ساقط ہو جائے گا [۵] (باقی احکام فسادِ حج میں آئیں گے، مؤلف)

(۵) عمرہ کا پورا یا اکثر طواف (چار پھیرے) حج کے مہینوں میں ادا کرنا پس اگر طوافِ عمرہ کا اکثر حصہ حج کے مہینوں سے پہلے کر لیا تو وہ شخص قارن نہیں ہوگا اس لئے کہ ایک لحاظ سے اس شخص کے حکم میں ہے جس نے حج کے مہینوں کے علاوہ اور دنوں میں مفرد عمرہ کیا اور پھر حج کے مہینوں میں مفرد حج کیا پس وہ بالاجماع قارن نہیں ہوگا [۶] یعنی وہ لغت کے اعتبار سے قارن ہوگا اور شرع کے لحاظ سے اس کا حج و عمرہ دونوں مفرد ہوں گے [۷] اور اگر طواف کا اقل حصہ یعنی تین یا کم چکر حج کے مہینوں سے پہلے کئے اور

---

[۱] ش [۲] غنیہ عن الکبیر [۳] غنیہ ونحلہ فی العالمگیر بمختصراً [۴] لباب وشرحہ وغنیہ بتصرف [۵] شرح اللباب [۶] لباب وشرحہ ملخصاً [۷] غنیہ

اکثر حصہ یعنی چار یا زیادہ چکر حج کے مہینوں میں کئے تو وہ (شرعاً) قارن ہو گا۔ ؎۱

(فائدہ) صاحب غنیۃ الناسک نے مذکورہ بالا پانچ شرائط کا ذکر کیا ہے اور لباب المناسک میں قران کے لئے سات سات شرطیں بیان کی گئی ہیں اور اس میں ان مذکورہ پانچ شرطوں کے بعد چھٹی شرط یہ بیان کی گئی ہے کہ قران کرنے والا حاجی آفاقی ہو اگرچہ حکماً آفاقی ہو پس مکی کے لئے قران درست نہیں ہے اور ملا علی قاری رحمہ اللہ نے شرح اللباب میں کہا ہے کہ آفاقی ہونا قران مسنون کے لئے شرط ہے حج وعمرہ کے انعقاد ہونے کی صحت (یعنی قران کے درست ہونے) کے لئے شرط نہیں ہے اور غنیۃ الناسک میں ہے کہ اگر مکی نے قران کیا تو اس کا قران درست ہے اور اس نے بُرا کیا (کیونکہ اس نے خلافِ سنت کیا۔ مؤلف) اور اس پر دم جبر واجب ہے، منسک الکبیر میں ہے کہ آفاقی ہونا قران مسنون کے لئے شرط ہے صحتِ قران کے لئے شرط نہیں ہے پھر لباب المناسک میں ساتویں شرط حج کا فوت نہ ہونا بیان کی ہے، ملا علی قاریؒ نے اس کی شرح میں کہا ہے کہ یہ بات پوشیدہ نہیں ہے کہ حج کے فوت نہ ہونے کو قران کی صحت کے لئے شرط قرار دینے میں صاحب اللباب سے تسامح ہوا ہے لہذا جو غنیۃ الناسک میں ہے ہم نے بھی اسی کو اختیار کیا ہے ؎۲

جو چیزیں صحتِ قران کے لئے شرط نہیں ہیں

(۱) صحتِ قران کے لئے عدم المام یعنی اپنے وطن نہ جانا شرط نہیں ہے پس اگر کوئی آفاقی شخص مثلاً کوفہ کا رہنے والا قران کا احرام باندھ کر حج کے مہینوں میں طوافِ عمرہ کرنے کے بعد احرام کی حالت میں اپنے اہل وعیال کی طرف لوٹا پھر وہ مکہ مکرمہ واپس آیا تو اس کا قران درست ہے کیونکہ وہ احرام کی حالت میں رہا ہے اگرچہ اس نے اپنے اہل وعیال میں نزول کیا ہے اور اس سے دم قران ساقط نہیں ہو گا، پس اگر قارن احرام باندھنے کے بعد یا عمرہ سے فارغ ہو کر احرام کھولے بغیر اپنے وطن چلا جائے تو اس کا قران باطل نہ ہو گا ؎۳ اور اگر مکہ کا رہنے والا شخص آفاق کی طرف گیا پھر مکہ مکرمہ واپس آیا اور اس نے میقات سے قران کا احرام باندھا اور حج کے مہینوں میں عمرہ کا طواف کیا پھر اسی سال حج کیا تو اپنے اہل وعیال میں آنے کے باوجود اس کا قران درست ہے کیونکہ وہ احرام کی حالت میں ہے ؎۴

(۲) قران کے لئے حج اور عمرہ کا احرام میقات سے باندھنا شرط نہیں ہے پس اگر دونوں کا احرام یا دونوں میں سے کسی ایک کا احرام میقات سے گزرنے کے بعد باندھا یعنی میقات پر صرف عمرہ یا صرف حج کا احرام باندھا اور میقات سے گذرنے کے بعد قران کا ارادہ ہو گیا اور دوسرے منسک کا احرام باندھا تو وہ قارن ہو گیا اگرچہ مکہ میں داخل ہو کر احرام باندھا ہو لیکن (فرق یہ ہے کہ) اگر حج وعمرہ دونوں کا احرام میقات سے آگے جانے کے بعد باندھا ہو تو حرمت کے ساتھ درست ہے اور اس پر جزا واجب ہے (یعنی میقات سے بلا احرام گزرنے کی وجہ سے اس پر ایک دم واجب ہو گا) کیونکہ قارن پر واجب ہے کہ حج وعمرہ دونوں میں سے کسی ایک کا احرام میقات سے باندھے اور اگر دونوں میں سے کسی ایک کا احرام میقات سے باندھا اور دوسرے کا احرام میقات سے آگے

؎۱ لباب ؎۲ حاشیہ معلم الحجاج مع اضافہ ؎۳ معلم ؎۴ لباب وشرحہ۔

بڑھ کر کسی جگہ سے باندھا تو اساءت یعنی برائی کے ساتھ جائز ہے کیونکہ قارن کے لئے سنت یہ ہے کہ دونوں کا احرام میقات سے باندھے[1]

(۳) قِران درست ہونے کے لئے عمرہ کے احرام کو حج کے احرام پر مقدم کرنا شرط نہیں ہے بلکہ یہ قِران کے مسنون طریقہ پر ادا ہونے کے لئے شرط ہے پس اگر حج کے احرام کو عمرہ کے احرام پر مقدم کیا اس طرح پر کہ پہلے حج کا احرام باندھا پھر اس کے بعد وقوفِ عرفہ سے پہلے عمرہ کا احرام باندھا تو وہ بلاخلاف قارن ہوگا لیکن بُرائی کا مرتکب ہوگا اس لئے کہ اس کا عمرہ حج سے پہلے ترتیب وار شروع نہیں ہوا اور اسی لئے عمرہ کے اکثر چکر ادا کرنے سے پہلے وقوفِ عرفہ کر لینے سے اس کا عمرہ باطل ہو جاتا ہے لیکن اس مسئلہ میں تفصیل ہے[2] (اس تفصیل کا بیان اضافۃ الاحرام الی الاحرام یعنی ایک احرام پر دوسرے احرام کا اضافہ کرنے کے بیان میں ملاحظہ فرمائیں، مؤلف)

(۴) صحتِ قِران کے لئے یہ شرط نہیں ہے کہ اس کا احرام حج کے مہینوں میں ہو بلکہ حج کے مہینوں سے قبل بھی جائز و درست ہے لیکن مکروہِ تحریمی ہوگا[3]

(۵) صحتِ قِران کے لئے یہ بھی شرط نہیں ہے کہ قارن آفاقی ہو پس اگر اہلِ مکہ نے قران کیا تو صحیح ہے لیکن وہ برائی کا مرتکب ہوگا اور اس پر دمِ جبر واجب ہوگا البتہ آفاقی ہونا قرانِ مسنون کے لئے شرط ہے صحتِ قران کے لئے شرط نہیں ہے، اسی طرح احرامِ حج پر عمرہ کے احرام کا مقدم ہونا وغیرہ بھی قِران مسنون کے لئے شرط ہیں صحتِ قِران کے لئے نہیں[4]

کون لوگ قِران نہیں کر سکتے؟

(۱) اہلِ مکہ کے لئے قِران حلال نہیں ہے خواہ وہ حقیقۃً مکی ہو یا حکماً یعنی وہ مکہ میں شرعی طور پر مقیم ہو اسی طرح اہلِ میقات یعنی میقات پر رہنے والوں، مواقیت کے محاذات میں رہنے والوں، اہلِ حِلّ یعنی حدودِ مواقیت و حدودِ حرم کے درمیانی علاقہ میں رہنے والوں کے لئے بھی قِران حلال نہیں ہے[5] مکّی سے مراد غیر آفاقی ہے پس یہ حکم حدودِ مواقیت کے اندرونی لوگوں کو شامل ہے خواہ وہ ارضِ حِلّ کے رہنے والے ہوں یا ارضِ حرم کے[6] پس اہلِ میقات اور اس کے آگے مکہ مکرمہ تک کے رہنے والے لوگ اہلِ مکہ کے حکم میں ہیں[7] اور ان کے لئے قِران کی نفی سے مراد قِران کے حلال و مشروع ہونے کی نفی ہے قِران کے صحیح ہونے کی نفی نہیں ہے[8] پس ان میں سے اگر کوئی شخص حج قِران کرے گا خواہ ایک نسک کے احرام پر دوسرے نسک کے احرام کا اضافہ کرنے کے ساتھ ہو وہ شخص برائی کا مرتکب ہوگا اور اس پر دمِ جبر واجب ہوگا اور اس پر لازم ہے کہ عمرہ کو ترک کر دے اور صرف حج کے افعال ادا کرے تاکہ اس کا عمل سنت کے خلاف نہ ہو پس جب اس نے عمرہ کو ترک کر دیا تو اس پر اس عمرہ کی قضا اور دمِ رفض واجب ہوگا اور وہ دمِ جبر (دمِ کفارہ) ہوگا اور اگر اس نے عمرہ ترک نہ کیا یعنی عمرہ کے افعال ادا کر لئے تو اس کا یہ فعل بُرا ہے اور اس پر دو عبادتوں کو جمع کرنے کا دم واجب ہوگا اس لئے کہ اس کو ان کا جمع کرنا جائز نہیں ہے جب اس نے جمع کر لیا تو ممنوع کا مرتکب ہوا پس اس پر دمِ کفارہ واجب ہوگا اور یہ دمِ جبر ہوگا جیسا کہ اوپر بیان ہوا پس وہ اس میں سے نہ کھائے اور اس کو دونوں

---

[1] لباب و شرحہ [2] لباب و شرحہ و در و ش و غنیہ ملتقطاً [3] غنیہ [4] ایضاً [5] لباب و شرحہ [6] ش [7] ع [8] بحر بتصرف۔

نسک میں سے ایک کو ترک لازم ہے تاکہ گناہ سے بچ جائے یعنی اس کو دونوں میں سے کسی ایک کو ترک کرنا واجب ہے اور دونوں میں کر عمرہ کا ترک کرنا اولیٰ ہے یعنی مستحب ہے اور اگر اس نے عمرہ کے طواف کا اقل حصہ یعنی تین یا کم چکر کئے پھر حج کا احرام باندھا تو امام ابوحنیفہ رحمہ کے نزدیک وہ حج کو ترک کردے اس لئے کہ حج کو ترک کرنے میں امتناع ہے اور اب عمرہ کو ترک کرنا عمل کو باطل کرنا ہے اور امتناع ابطال سے اسہل ہے ایک وجہ یہ بھی ہے کہ عمرہ حال کے اعتبار سے ادنیٰ ہے اور اس کے اعمال میں سے کچھ حصہ ادا کرلینے کی وجہ سے اس کا احرام مؤکد ہوگیا ہے اور مؤکد کے مقابلہ میں غیر مؤکد کا ترک کرنا اسہل ہے، مندرجہ بالا عبارت سے یہ بات معلوم ہو چکی ہے کہ اس صورت میں حج کا ترک کرنا مستحب ہے واجب نہیں ہے یعنی واجب تو دونوں میں سے کسی ایک کو ترک کرنا ہے نہ کہ عین حج کا اور صاحبین کے نزدیک وہ عمرہ کو ترک کرے، اور اگر عمرہ کے چار چکر کرلئے اس کے بعد حج کا احرام باندھا تو مبسوط میں کہا ہے کہ دونوں میں سے کسی کو بھی ترک نہ کرے، اسبیجانی نے اس کو ظاہر الروایت قرار دیا ہے پس وہ دونوں کو پورا کرلے اور اس پر ممنوع کے ارتکاب کی وجہ سے دم واجب ہوگا اور اگر اس کے ترک سے پہلے کوئی جنایت سرزد ہوگی تو جو جزا آفاقی قارن پر واجب ہوتی ہے وہی اس پر بھی واجب ہوگی [1] اور اس مسئلہ میں عمرہ کی قید اس لئے بیان کی ہے کہ اگر کسی نے حج کا احرام باندھا اور اس کا طواف کیا پھر عمرہ کا احرام باندھا تو بالاتفاق عمرہ کو ترک کرے اور طواف کی قید اس لئے ہے کہ اگر اس نے طواف نہیں کیا تب بھی بالاتفاق عمرہ کو ترک کرے [2] (اس مسئلہ کی مزید تفصیل تمتع مکی کے بیان میں ہے وہاں ملاحظہ فرمائیں، مؤلف)

(۲) اگر مکہ کا رہنے والا شخص یا وہ شخص جو اہلِ مکہ کے حکم میں ہے حج کے مہینوں سے پہلے آفاق کی طرف گیا تو بلا اختلاف اس کا قرانِ صحیح ہوگا اور اس پر دمِ شکر واجب ہوگا اور بعض نے کہا کہ اگر وہ حج کے مہینوں میں آفاق کی طرف گیا تب بھی یہی حکم ہے، حاصل یہ ہے کہ مکہ مکرمہ کے رہنے والے کو مکہ مکرمہ سے قران کرنا منع ہے لیکن اگر وہ حج کے مہینوں سے پہلے یا (بعض کے نزدیک) حج کے مہینوں میں آفاق کی طرف گیا اور حدودِ میقات سے باہر چلا گیا پھر وہاں سے مکہ مکرمہ واپس آتے وقت قران کیا تو اس کا قرانِ صحیح و مسنون ہوگا اور اس کے اپنے اہل و عیال (وطن) میں واپس آنے سے اس کا قرانِ باطل نہیں ہوگا کیونکہ قران کی صحت کے لئے اپنے وطن واپس نہ آنا شرط نہیں ہے جیسا کہ اگر کوفہ کا رہنے والا شخص قران کا احرام باندھ کر مکہ مکرمہ جائے (اور عمرہ کرے) اور پھر حالتِ احرام میں کوفہ لوٹ آئے پھر اسی سال مکہ جاکر حج کرے تو اس کا قرانِ باطل نہیں ہوگا اسی طرح مکی کے آفاق میں جاکر قران کا احرام باندھ کر مکہ میں اپنے اہل و عیال میں آنے کا حکم ہے [3] اور امام محبوبی و صاحبِ مبسوط نے یہ قید لگائی ہے کہ مکہ مکرمہ کے رہنے والے کا قران اس وقت درست ہے جبکہ وہ حج کے مہینے شروع ہونے سے پہلے آفاق کی طرف مثلاً کوفہ چلا جائے لیکن اگر حج کے مہینے شروع ہونے کے بعد میقات سے باہر گیا تو اس کا قران درست نہیں ہے اس لئے کہ جب اس کو حدودِ میقات کے اندر حج کے مہینے شروع ہوگئے تو اس کو قران کرنا شرعاً منع ہے تو اب میقات سے باہر جانے پر بھی ممانعت کا حکم تبدیل نہیں ہوگا

[1] لباب و شرحہ و بحر و ش ملتقطاً [2] ش [3] لباب و شرحہ۔

امام محمدؒ سے اسی طرح روایت کیا گیا ہے یعنی ابن سماعہؒ نے امام محمدؒ سے ذکر کیا ہے کہ مکہ کے رہنے والے کا قران حدودِ میقات سے باہر آفاق کی طرف مثلاً کوفہ جانے سے اسوقت درست ہوگا جبکہ وہ حج کے مہینے شروع ہونے سے پہلے حدودِ میقات سے باہر چلا جائے لیکن اگر کسی کو مکہ مکرمہ یا حدودِ میقات کے اندر ہوتے ہوئے حج کے مہینے شروع ہوگئے اس کے بعد حدودِ میقات سے باہر مثلاً کوفہ کی طرف گیا اور وہاں سے واپسی پر میقات سے قران کا احرام باندھا تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اس کا قران درست نہیں ہوگا اور یہی صحیح ہے اس لئے کہ وہ حج کے مہینے شروع ہوجانے پر وہ اس حالت میں تھا کہ اس کو اس سال میں تمتع یا قران کرنا درست نہیں تھا کیونکہ وہ اہل مکہ میں سے ہے پس اب اس کی یہ حالت کوفہ کی طرف نکلنے سے تبدیل نہیں ہوگی [۱] اور بحر میں کہا ہے کہ اس قول کے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی طرف منسوب ہونے کی قید کا مقتضیٰ یہ ہے کہ صاحبین کے نزدیک اس کا قران درست ہے [۲] شرنبلالیہ میں امام محبوبی کا کلام عنایۃ سے منقول ہے اس کے بعد اس نے کہا ہے کہ محبوبی کا قول ہی صحیح ہے اس کو شیخ شبلی نے کرمانی سے نقل کیا ہے اھ اور اس بنا پر ہدایہ وغیرہ کا کلام جو مطلق ہے اس میں یہ قید لگائی جائے گی جو امام محبوبی نے بیان کی ہے غور کر لیجئے [۳] اور فتح القدیر میں اس مسئلہ کی تحقیق اس طرح کی ہے کہ بظاہر اطلاق ہونا چاہئے اس لئے کہ جو شخص کسی جگہ چلا گیا وہ مطلق طور پر وہاں کے رہنے والوں کے حکم میں ہوگیا ہے جیسا کہ فتح القدیر میں محبوبی کا قول ذکر کرنے کے بعد کہا ہے کہ یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ اہلِ مکہ کے لئے قران منع ہونے کا حکم مطلق طور پر نہ ہو بلکہ جبتک وہ مکہ مکرمہ میں رہے اس وقت تک منع ہے اور جب وہ میقات سے باہر آفاق کی طرف چلا گیا تو آفاقی کے حکم میں ہوگیا کیونکہ یہ بات معروف و معلوم ہے کہ جو شخص کسی جگہ چلا جاتا ہے وہاں والوں کے حکم میں ہوجاتا ہے جیسا کہ اگر آفاقی بستان بنی عامر کا قصد کر کے وہاں چلا گیا تو اب وہ وہاں سے احرام باندھے بغیر مکہ مکرمہ میں داخل ہوسکتا ہے وغیر ذلک اور اس کلیہ کی اصل اس بات پر اجماع ہے کہ آفاقی جب عمرہ کا احرام باندھ کر مکہ مکرمہ میں آیا تو اس کا حج کا احرام حرم سے ہوگا اگرچہ اس نے وہاں ایک ہی دن قیام کیا ہو پس صاحب ہدایہ کے مطلق بیان کرنے کی وجہ یہی اصل ہے [۴]

(۳) اگر کوئی آفاقی شخص حج کے مہینوں میں عمرہ کا احرام باندھ کر داخل ہوا اور عمرہ کا طواف کرنے سے پہلے اس نے اس عمرہ کو فاسد کر دیا اور اس کو پورا کیا پھر مکہ سے عمرہ اور حج کا احرام ایک ساتھ باندھا یا احرام میں تداخل کیا (یعنی پہلے عمرہ کا احرام باندھا اور اکثر حصہ طوافِ عمرہ ادا کرنے سے قبل حج کا احرام باندھا) تو اس کو لازم ہے کہ عمرہ ترک کر دے اور اپنا حج پورا کرے اور اس پر عمرہ کی قضا اور دمِ رفض واجب ہے کیونکہ وہ قران کے منع ہونے میں حکماً مکی کی مانند ہوگیا اور اگر حج کے مہینوں میں عمرہ کا احرام باندھا پھر اس کو فاسد کر دیا اور اس کے افعال پورے کرنے کے بعد وہ دوبارہ آفاق کی طرف گیا اور وہاں سے قران کا احرام باندھا تو وہ قارن مسنون ہوگا [۵] مبسوط میں کہا ہے کہ وہ مکی کی مانند ہوگیا ہے اور ہم پہلے یہ بیان کر چکے ہیں کہ اگر مکی میقات سے باہر آفاق میں چلا جائے اور وہاں سے قران کا احرام باندھ کر آئے تو وہ قارن ہوجائے گا پس یہ بھی

[۱] بدائع بزیادۃ عن بحر و شرح اللباب [۲] شرح اللباب [۳] منحہ بتصرف [۴] بحر [۵] فتح و شرح اللباب [۶] لباب و شرحہ وغنیہ۔

اسی کی مثل ہے اھ لیکن محبوبی کی تقلید کا مقتضیٰ یہ ہے کہ وہ قارن نہیں ہوگا کیونکہ وہ مکی کی مانند ہوگیا اور محبوبی نے بیان کیا ہے کہ اگر مکی حج کے مہینوں میں آفاق کی طرف نکلے اور وہاں سے قران کا احرام باندھے تو وہ قارن نہیں ہوگا تو یہ بھی اسی کی مثل ہے اور تفریعاتِ الالمام میں جو تفصیل مذکور ہے اس سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے (اور پہلے بیان ہو چکا ہے کہ محبوبی کا قول صحیح ہے، مؤلف) پس مبسوط میں جو مذکور ہے اس میں اشکال ہے ؎۱

حج تمتع کا بیان

تمتع کی تعریف

لغت میں تمتع کے معنی نفع اٹھانا یا نفع پہنچانا ہے ؎۲ یعنی کسی چیز سے لذت اندوز ہونا اور نفع حاصل کرنا ؎۳ اور شرعاً تمتع کے معنی ہیں غیر مکی یعنی آفاقی کا ایک سال کے حج کے مہینوں میں ایک ہی سفر میں دو عبادتوں یعنی عمرہ و حج کے جمع کرنے کا فائدہ حاصل ہونا جبکہ وہ عمرہ کا احرام کھول کر اپنے اہل و عیال (وطن) میں واپس نہ جائے ؎۴ پس متمتع شرع کی اصطلاح میں اس آفاقی شخص کو کہتے ہیں جو میقات سے عمرہ کا احرام باندھ کر آئے اور حج کے مہینوں میں عمرہ کے افعال طواف و سعی ادا کرکے یا عمرہ کے رکن طواف کا اکثر حصہ یعنی چار یا زیادہ چکر کرکے اسی سال حج کے مہینوں میں حج کا احرام باندھے اور عمرہ سے حلال ہونے کے بعد حج کا احرام باندھنے تک کے زمانہ میں مکہ مکرمہ سے اپنے اہل و عیال میں واپس نہ جائے ؎۵ پس متمتع وہ شخص ہے جو عمرہ کا پورا رکن یعنی طواف کے سات چکر یا رکن کا اکثر حصہ یعنی چار یا زیادہ چکر کرنے کے بعد حج کا احرام باندھے ؎۶ اس حج کو تمتع اس لئے کہتے ہیں کہ تمتع کرنے والا شخص عمرہ اور حج کے احرام کے درمیانی زمانہ میں اُن چیزوں سے جو احرام کی وجہ سے منع ہیں فائدہ اُٹھا سکتا ہے بخلاف قارن کے کہ وہ عمرہ سے فارغ ہو کر بھی احرام ہی میں رہتا ہے اور ان چیزوں سے فائدہ نہیں اُٹھا سکتا ؎۷ اور اپنے اہل و عیال میں آنا دو طرح پر ہے ایک کو المام صحیح مبطل کہتے ہیں جیسا کہ تمتع کرنے والا عمرہ ادا کرکے اس کا احرام کھولنے کے بعد اپنے اہل و عیال میں واپس آجائے تو یہ المام صحیح ہے جس سے تمتع باطل ہو جاتا ہے دوسرے کو المام فاسد غیر مبطل کہتے ہیں جیسا کہ قارن میں ہوتا ہے ؎۸ (یعنی قارن عمرہ کے افعال ادا کرنے کے بعد حلق نہیں کراتا اور احرام کی حالت میں ہی رہتا ہے ایسے شخص کے اپنے اہل و عیال یعنی وطن میں واپس آجانے سے اس کا قران باطل نہیں ہوتا، مؤلف) پس المام صحیح اس کو کہتے ہیں کہ اپنے اہل و عیال میں لوٹ آئے اور پھر مکہ مکرمہ کو لوٹنا اس پر واجب نہ ہو (یہاں المام کے معنی اترنا نازل ہونا اور اپنے اہل و عیال میں آنا ہے، مؤلف) اور المام صحیح اس تمتع کرنے والے سے واقع ہو سکتا ہے جو اپنے ساتھ قربانی کا جانور نہ لیجائے لیکن اگر قربانی کا جانور اپنے ساتھ لے گیا تو اس تمتع کرنے والے کا المام فاسد ہوگا اور وہ تمتع کے صحیح ہونے کا مانع نہیں ہے ؎۹ پس متمتع کے لئے ضابطہ یہ ہے کہ وہ عمرہ یا اس کے طواف کا اکثر حصہ حج کے مہینوں میں

؎۱ غنیۃ ملخصاً ؎۲ بحر و درو ش ؎۳ شرح اللباب ؎۴ لباب و شرحہ و ہدایہ ؎۵ بدائع بزیادۃ و ع و ش ؎۶ بدائع ؎۷ معلم ؎۸ شرح اللباب ؎۹ ع۔

ادا کرے خواہ اس نے عمرہ کا احرام حج کے مہینوں سے پہلے باندھا ہو یا حج کے مہینوں میں باندھے پھر اسی سال شرائطِ صحت کے ساتھ حج ادا کرے اور وہ عمرہ و حج کے درمیان المامِ صحیح کے ساتھ اپنے اہل و عیال (وطن) میں واپس نہ آیا ہو [1]

حکمِ تمتع

ظاہر الروایت میں ہمارے اصحاب کا اس بات پر اجماع ہے کہ حجِ تمتع حجِ افراد سے افضل ہے اور یہی صحیح ہے [2]

شرائطِ صحتِ تمتع

تمتع کے صحیح ہونے کے لئے گیارہ شرطیں ہیں [3] ان کی تفصیل یہ ہے: (۱) عمرہ کا پورا طواف یا اس کا اکثر حصہ (چار یا زیادہ چکر) حج کے مہینوں میں ادا کرنا [4] ہمارے نزدیک یہ برابر ہے کہ وہ عمرہ کا احرام حج کے مہینوں میں باندھے یا حج کے مہینوں سے پہلے باندھے جبکہ وہ عمرہ کے افعال یا پورا رکن (طواف) یا رکن کا اکثر حصہ (طواف کے چار یا زیادہ چکر) حج کے مہینوں میں ادا کرے پس وہ متمتع ہو جائے گا [5] اس لئے کہ عمرہ کے احرام کا حج کے مہینوں میں باندھا جانا تمتع کی شرط نہیں ہے بلکہ عمرہ کے افعال یا اس کے طواف کا اکثر حصہ حج کے مہینوں میں ادا ہونا شرط ہے پس اگر کسی نے عمرہ کا احرام حج کے مہینوں سے پہلے مثلاً انتیسویں رمضان المبارک کو سورج غروب ہونے سے پہلے باندھا اور طواف کے تین چکر کئے پھر شوال کا مہینہ شروع ہو گیا اور اس نے اس طواف کے باقی پھیرے شوال میں پورے کئے پھر اسی سال حج کیا تو وہ شخص متمتع ہو جائے گا [6] اور اگر اُس نے پورا طواف یا طواف کے چار یا زیادہ پھیرے رمضان میں کئے اور شوال میں اس طواف کو پورا کیا اور اسی سال حج بھی کیا تو وہ شخص متمتع نہیں ہوگا [7] (کیونکہ اس کے طواف کا اکثر حصہ رمضان میں واقع ہوا حج کے مہینوں میں نہیں ہوا، مؤلف) اور وہ شخص مفرد عمرہ اور مفرد حج کرنے والا ہوگا اور اس پر ہدی (تمتع کی قربانی) واجب نہیں ہوگی [8] اور اسی طرح اگر کسی نے عمرہ کا طواف رمضان المبارک میں جنابت یا حدث (بے وضو ہونے) کی حالت میں کیا پھر اس طواف کا اعادہ شوال میں کیا اور اسی سال حج کیا تب بھی وہ بالاتفاق متمتع نہیں ہوگا [9] امام کرخیؒ اور ان کے موافقین کی روایت پر اس کی تعلیل یہ ہے کہ حالتِ حدث یا حالتِ جنب میں کیا ہوا طواف اعادہ سے ختم نہیں ہو جاتا اس بنا پر اس کا پہلا طواف فرض طواف ہوگا اور وہ حج کے مہینوں میں واقع نہیں ہوا اس لئے اس کا عمرہ حج کے مہینوں میں واقع نہیں ہوا صرف حج واقع ہوا۔ امام ابو بکر رازی اور ان کے ساتھیوں کی تعلیل یہ ہے کہ اگرچہ پہلا طواف ختم ہو گیا لیکن اعادہ کیا ہوا طواف بھی اسی پہلے طواف سے متعلق ہے جو رمضان میں واقع ہوا ہے (یعنی اسی کی جگہ ہے) اور وہ طواف اس سفر میں تمتع کے لئے عمرہ کا مانع ہے اسی کی دلیل یہ ہے کہ اگر کسی نے حج کے مہینوں سے پہلے پورا عمرہ کر لیا پھر حج کے مہینوں میں (حدودِ حرم میں) احرام باندھ کر نیا عمرہ کیا اور اسی سال حج کیا تو وہ متمتع نہیں ہوگا پس اس کا پہلا طواف اعادہ سے ختم نہیں ہوگا، اس سے معلوم ہوا کہ ایک سال میں حج کے مہینوں سے پہلے عمرہ کرنا اس سال تمتع کرنے سے مانع ہے خواہ وہ دوسرا عمرہ حج کے مہینوں میں کرے یا نہ کرے اور تمتع کے لئے افعالِ عمرہ کا حج کے مہینوں میں ہونا ضروری ہے [10] اور جو شخص حج کے مہینوں سے پہلے (مثلاً رمضان میں) عمرہ کا احرام

---

[1] فتح [2] لباب و شرحہ [3] شرح اللباب و ش [4] لباب و ش و غنیہ [5] بدائع [6] فتح و ع [7] غنیہ و ع [8] ع [9] شرح اللباب و بحر و غنیہ [10] بحر بزیادۃ عن شرح اللباب۔

باندھ کر مکہ مکرمہ میں داخل ہوا ہو اور تمتع یا قران کا ارادہ رکھتا ہو اس کے لئے حیلہ یہ ہے کہ وہ کوئی طواف نہ کرے بلکہ حج کے مہینے شروع ہونے تک صبر کرے جب حج کے مہینے شروع ہو جائیں تب طواف کرے کیونکہ جب بھی وہ کوئی طواف کرے گا وہ عمرہ کا طواف ہو جائے گا جیسا کہ بیان ہو چکا ہے [۱]

(فائدہ) یہ خیال رہے کہ ایسی حالت میں حج کے مہینوں سے پہلے وہ جو بھی طواف کرے گا اگرچہ نفلی طواف ہی کی نیت سے کرے وہ طوافِ عمرہ ہو جائے گا اور وہ اس سے متمتع نہیں ہو گا پس یہ حیلہ اس وقت کیا جائے جبکہ مثلاً انتیسویں ۲۹ یا تیسویں ۳۰ رمضان کو مکہ مکرمہ میں آئے پھر شوال کا مہینہ شروع ہونے تک طواف میں تاخیر کر کے تمتع حاصل کرے اور اگر چند روز پہلے مکہ میں آیا تو فقط تمتع کی فضیلت حاصل کرنے کے لئے رمضان المبارک میں خانۂ کعبہ کے طوافوں سے رُکے رہنا کسی طرح مستحسن نہیں ہے بلکہ اس کو چاہئے کہ رمضان المبارک میں اور زیادہ عمرے ادا کرے کہ حج کا ثواب حاصل کر رہا ہے پھر حجِ مفرد ادا کر لے حیلہ بیان کرنے سے مقصد اس کے لئے تمتع حاصل کرنے کی ایک صورت بیان کرنا ہے طواف میں اتنی تاخیر کر کے تمتع حاصل کرنے کی ترغیب دینا اور اس کا امر کرنا مقصود نہیں ہے [۲] اور اگر کسی نے پورا طواف یا اس کا اکثر حصہ (حج کے مہینوں سے پہلے) ادا کیا پھر حج کے مہینے شروع ہو گئے اور اس نے ان میں دوسرے عمرہ کا احرام داخلِ میقات سے باندھا پھر اسی سال حج کیا تو وہ سب کے نزدیک متمتع نہیں ہو گا اس لئے کہ وہ اہلِ مکہ کے حکم میں ہو گیا، دلیل اس کی یہ ہے کہ اس کے عمرے کے احرام کا میقات وہی ہے جو اہلِ مکہ کے لئے ہے [۳] کرمانیؒ نے کہا ہے کہ اگر وہ اپنے اہل و عیال کی طرف چلا جائے یا امام طحاویؒ کی روایت کے مطابق اپنے میقات کی طرف چلا جائے پھر وہ عمرہ کا احرام باندھ کر مکہ مکرمہ واپس آئے تو متمتع ہو جائے گا اھ اور ظاہر ہے کہ یہ حکم اس آفاقی کے متعلق ہے جو حکماً مکی ہو گیا ہو بخلاف حقیقی مکی کے کہ اگر وہ حج کے مہینوں میں آفاق کی طرف چلا جائے تو وہ متمتع مسنون نہیں ہو گا جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے اور آگے بھی آتا ہے کہ تمتع کیلئے عدمِ المام شرط ہے سکو ذہن نشین کر لیجئے اور ظاہر ہے کہ متمتع عمرہ سے فارغ ہونے کے بعد دوسرا عمرہ ادا کرنے سے متمتع نہیں ہوتا (بلکہ پہلے عمرہ سے متمتع ہوتا ہے، مولف) پس یہ دوسرا عمرہ زائد عبادت ہے اور اگرچہ وہ مکی کے حکم میں ہے لیکن صحیح روایت کی بنا پر اہلِ مکہ کے لئے مفرد عمرہ کرنا منع نہیں ہے البتہ وہ تمتع سے منع کیا گیا ہے جیسا کہ پہلے گذر چکا ہے واللہ اعلم [۴] (اس کی مزید تفصیل انشاء اللہ آگے آئے گی، مولف)

(۲) عمرہ کے احرام کو حج کے احرام پر مقدم کرنا [۵]

(۳) حج کے احرام سے پہلے عمرہ کا پورا طواف یا اس کا اکثر حصہ ادا کر لینا [۶] پس اگر کسی شخص نے حج کا احرام باندھنے سے پہلے عمرہ کا طواف بالکل نہیں کیا یا طواف کا اقل (کم) حصہ کیا یعنی پورا طواف یا اس کے اکثر پھیرے کرنے سے پہلے حج کا احرام باندھ لیا پھر اس کے بعد عمرہ کا طواف یا اس کا باقی اکثر حصہ ادا کیا تو وہ شخص متمتع نہیں ہو گا بلکہ قارن ہو گا اور اگر حج کا احرام

---

[۱] شرح اللباب و فتح و منحہ و ش و بدائع و غنیہ [۲] زبدہ مع عمدہ بتصرف [۳] لباب و شرحہ و فتح و بدائع و منحہ و ش و غنیہ۔
[۴] شرح اللباب و منحہ [۵] لباب و ش [۶] ایضاً۔

باندھنے سے پہلے عمرہ کے طواف کا اکثر حصہ ادا کرلیا اور باقی کم حصہ حج کا احرام باندھنے کے بعد کیا تو وہ شخص متمتع ہوجائے گا [1]

(۴) عمرہ کا فاسد نہ کرنا [2] پس اگر کسی نے عمرہ کا احرام حج کے مہینوں میں باندھا پھر اس عمرہ کو فاسد کردیا اور اس فاسد عمرہ کے افعال پورے کر کے اس سے حلال ہوگیا پھر اس عمرہ کو قضا کرنے سے پہلے اسی سال میں حج کیا تو وہ شخص متمتع نہیں ہوگا اور اگر اس عمرہ کو قضا کرنے کے بعد اسی سال حج کیا تو یہ مسئلہ تین طرح پر ہے جس کی تفصیل تفریعاتِ المام میں مذکور ہے [3]

(۵) حج کو فاسد نہ کرنا [4] پس اگر کسی نے اپنا عمرہ تو فاسد نہیں کیا لیکن اپنا حج فاسد کردیا تو اس کا تمتع نہیں ہوگا [5]

(۶) اپنے اہل و عیال میں المامِ صحیح کے ساتھ واپس نہ آنا اور المامِ صحیح یہ ہے کہ افعالِ عمرہ ادا کر کے احرام کھولنے کے بعد اپنے وطن واپس لوٹ آئے [6] پس اگر متمتع عمرہ سے فارغ ہونے کے بعد اپنے شہر کی طرف واپس لوٹ آیا اور وہ ہدی کا جانور اپنے ساتھ لیکر نہیں گیا تو اس کا تمتع باطل ہوگیا کیونکہ وہ عمرہ و حج دونوں عبادتوں کے درمیان اپنے اہل و عیال میں المامِ صحیح کے ساتھ لوٹ آیا ہے اور اس سے تمتع باطل ہوجاتا ہے [7] حاصل یہ ہے کہ جس آفاقی نے حج کے مہینوں میں عمرہ کے افعال ادا کئے ہوں اس کے اپنے اہل و عیال میں لوٹ آنے اور پھر واپس مکہ مکرمہ آکر اسی سال حج کرنے سے ہمارے علما کے نزدیک بالاتفاق اس کا تمتع باطل ہوجاتا ہے جبکہ وہ اپنے ساتھ قربانی کا جانور نہ لے گیا ہو اور اگر وہ قربانی کا جانور اپنے ہمراہ لے گیا تو امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک تب بھی یہی حکم ہے (یعنی اس کا تمتع باطل ہوجائے گا مؤلف) اور امام ابوحنیفہ و امام ابویوسف رحمہما اللہ کے نزدیک اس کا تمتع باطل نہیں ہوگا کیونکہ جبتک وہ تمتع کرنے کے عزم پر قائم ہے مکہ کی طرف لوٹنا شرعاً اس پر واجب ہونے کی وجہ سے اس کا اپنے اہل میں آنا نہ آنے کی برابر ہے [8] پس اگر آفاقی حج کے مہینوں میں عمرہ کے افعال ادا کر کے عمرہ کے احرام سے حلال ہوگیا ہو پھر وہ اپنے اہل و عیال کی طرف لوٹے پھر اسی سال مکہ آکر حج کرے تو وہ شخص (ہمارے علما کے نزدیک بالاتفاق) متمتع نہیں ہوگا اور اگر عمرہ کا پورا طواف یا اس کا اکثر حصہ کرنے سے پہلے یا اس کے بعد حلق کرانے سے پہلے اپنے وطن کو لوٹا پھر وہ عمرہ کے احرام کی حالت میں ہی مکہ واپس آیا (یعنی وہ اپنے اہل و عیال میں رہنے کے زمانے میں بھی حلق کرا کر عمرہ کے احرام سے حلال نہیں ہوا مؤلف) اور اسی سال حج کیا تو وہ متمتع ہوگا کیونکہ اس کا اپنے اہل و عیال میں آنا المامِ صحیح کے ساتھ نہیں ہے بلکہ المامِ فاسد کے ساتھ ہے وہ یہ ہے کہ احرام کی حالت میں اپنے وطن کو لوٹے خواہ وہ احرام عمرہ کا ہو یا حج کا، یہ حکم دونوں کے لئے عام ہے [9] کیونکہ اس صورت میں اس کو مکہ مکرمہ آنا واجب ہے پس اس کا اپنے وطن لوٹنا نہ لوٹنے کے حکم میں ہوگیا لہٰذا اس کی دونوں عبادتیں عمرہ و حج حکماً ایک ہی سفر میں ادا ہوئیں، یہ شیخین کے نزدیک ہے اور امام محمدؒ کے نزدیک المام کے صحیح ہونے کے لئے احرام سے حلال ہونا ضروری نہیں ہے لیکن شرط یہ ہے کہ اس پر مکہ مکرمہ واپس لوٹنا فرض نہ ہو پس اگر عمرہ کا پورا یا اکثر طواف کرنے کے بعد حلق کرانے سے پہلے اپنے اہل و عیال کی طرف لوٹ آیا تو اس کا تمتع (امام محمدؒ کے نزدیک) صحتِ المام کی وجہ سے باطل ہوجائے گا [10] اور حاصل یہ ہے کہ ایک ہوتا ہے المامِ صحیح جو

---

[1] شرح اللباب [2] لباب و ش و غنیہ [3] غنیہ و شرح اللباب [4] لباب و ش و غنیہ [5] شرح اللباب [6] لباب و ش بزیادۃ و غنیہ تصرفاً [7] ہدایہ [8] فتح [9] لباب و شرحہ و غنیہ ملتقطاً [10] غنیہ۔

بالاتفاق تمتع کو باطل کر دیتا ہے اور ایک ہوتا ہے المامِ فاسد جس سے شیخین کے نزدیک تمتع باطل ہو جاتا ہے اور امام محمدؒ کے نزدیک باطل نہیں ہوتا۔ اور المامِ صحیح کی تفسیر یہ ہے کہ عمرہ ادا کر کے احرام سے باہر ہونے کے بعد اپنے وطن (اپنے اہل و عیال میں) لوٹ آئے اور پھر مکہ معظمہ کی طرف لوٹنا اس پر واجب نہ ہو (اس کے باوجود) پھر وہ مکہ کی طرف لوٹے اور حج کا احرام باندھے، اور المامِ فاسد کی تفسیر یہ ہے کہ احرام کی حالت میں اپنے وطن کو لوٹے اور پھر اس پر مکہ کی طرف لوٹنا وجوب یا استحباب کے طور پر ضروری ہو، اس کی اور بھی بہت سی تفسیریں ہیں جو کتبِ فن میں اپنے مقام پر درج ہیں ۱؎ اور اپنے اہل و عیال کی طرف لوٹنے سے مراد اپنے وطن کی طرف لوٹنا ہے کیونکہ مقامِ سکونت اور وطن کا اعتبار ہے جائے پیدائش و پرورش پانے کی جگہ اور اہل و عیال کے موجود ہونے کا اعتبار نہیں ہے پس آفاقی کا تمتع درست ہے خواہ اس کے اہل و عیال اس کے ساتھ ہوں، اور مکی کا تمتع درست نہیں ہے اگرچہ اس کے اہل و عیال نہ ہوں ۲؎ اور اگر کسی کے ایک اہل کوفہ میں رہتے ہوں اور ایک اہل بصرہ میں اور وہ شخص بصرہ والے اہل میں واپس آیا ہو پھر (مکہ جا کر) اسی سال حج کرے تو وہ متمتع نہیں ہوگا ۳؎ اور عمرہ ادا کر کے حلال ہونے کے بعد اندرونِ میقات کسی مقام کی طرف لوٹنے سے مکہ والوں ہی کے حکم میں رہتا ہے اور میقات سے باہر اپنے وطن کے علاوہ کسی اور شہر کی طرف لوٹنے والے کے بارے میں بعض کا قول یہ ہے کہ وہ مکہ والوں کے حکم میں ہے اور بعض نے کہا ہے کہ وہ اپنے وطن کی طرف لوٹنے والے کے حکم میں ہے یعنی وہ آفاقی ہو جاتا ہے ۴؎ پہلا قول امام ابو حنیفہؒ کا ہے اور دوسرا صاحبین کا (مؤلف) پس اگر تمتع کرنے والا عمرہ کے افعال سے فارغ ہو کر احرام کھولنے کے بعد اپنے اہل و عیال (وطن) کے علاوہ کسی دوسری جگہ چلا گیا اس طرح پر کہ میقات سے باہر نکل کر ایسی جگہ چلا گیا جہاں کے لوگوں کو قران و تمتع کرنا جائز ہے خواہ اس جگہ پندرہ روز ٹھہرنے کی نیت کر لی ہو یا نہ، پھر وہاں سے واپس مکہ مکرمہ آیا اور اسی سال حج کیا تو امام طحاویؒ نے ذکر کیا کہ وہ شخص امام ابو حنیفہؒ کے قول میں متمتع ہو جائے گا اور امام ابو یوسف و امام محمد رحمہما اللہ کے قول میں وہ متمتع نہیں ہوگا اور اس اختلاف کا اثر دم کے لازم آنے یا نہ آنے میں ظاہر ہوگا ۵؎ (یعنی امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک اس پر دمِ تمتع واجب ہوگا اور صاحبین کے نزدیک واجب نہیں ہوگا، اس مسئلہ کی مزید تفصیل تفریعاتِ المام کے بیان میں ملاحظہ فرمائیں، مؤلف)

(۷) عمرہ کا پورا طواف یا اس کے اکثر چکر اور حج دونوں کو ایک سفر میں کرنا، پس اگر عمرہ کا طواف پورا کرنے سے پہلے اپنے اہل و عیال (وطن) کی طرف لوٹا پھر مکہ آ کر باقی عمرہ پورا کیا اور حج کیا، اگر وہ پہلے سفر میں عمرہ کے طواف کا اکثر حصہ کر چکا تھا تو وہ امام محمدؒ کے قول میں متمتع نہیں ہوگا کیونکہ اس کی یہ دونوں عبادتیں (حج و عمرہ) دو سفروں میں جمع ہوئی ہیں اور عمرہ کا اکثر حصہ پہلے سفر میں ادا ہوا ہے اور یہ تمتع کا مانع ہے پس یہ شرط ۷؎ مشہور کتابوں کی روایت کے مطابق خاص طور پر امام محمدؒ کے قول پر ہے اور شیخین کے مشہور قول کی بنا پر یہ شرط نہیں ہے پس امام ابو حنیفہ و امام ابو یوسف رحمہما اللہ کے قول کے مطابق وہ شخص متمتع ہو جائیگا اس لئے کہ بہت سے حضرات نے اس کی تصریح کی ہے کہ جو شخص عمرہ کا طواف پورا کرنے کے بعد حلق کرانے سے پہلے اپنے اہل کی طرف لوٹ آیا پھر واپس مکہ مکرمہ آیا اور حج کیا تو وہ شیخین کے نزدیک متمتع ہوگا ۶؎ کیونکہ اس کا اپنے اہل و عیال میں آنا المامِ صحیح کے ساتھ

۱؎ لباب و شرحہ ۲؎ لباب و شرحہ و غنیہ بتصرف ۳؎ غنیہ ۴؎ لباب و شرحہ ۵؎ بدائع و ش و غیرہما ملتقطاً ۶؎ لباب و شرحہ و ش و بدائع ملتقطاً۔

نہیں ہے ان کی دلیل یہ ہے کہ اس کو اسی احرام کے ساتھ مکہ مکرمہ واپس آنا مباح وجائز ہے اور اس کو نیا احرام باندھنے کی ضرورت نہیں ہے پس وہ ایسا ہوگیا گویا کہ مکہ میں ہی مقیم ہے پس اُس نے عمرہ وحج دونوں کو ایک ہی سفر میں ادا کیا ہے [۱] اور اگر طوافِ عمرہ کا اکثر حصہ دوسرے سفر میں ادا کیا تو وہ شخص بالاجماع متمتع ہوجائے گا [۲] (اس مسئلہ کی تفصیل بھی تفریعاتِ المام میں ملاحظہ فرمائیں، مؤلف)

(۸) اکثر فقہا کے قول کے مطابق حج اور عمرہ دونوں کو ایک ہی سال میں ادا کرنا [۳] یعنی جس سال عمرہ کرے حج بھی اسی سال کرنا [۴] پس اگر عمرہ کا طواف حج کے مہینوں میں ایک سال میں کیا اور حج اس کے دوسرے سال میں کیا تو وہ متمتع نہیں ہوگا اگرچہ وہ عمرہ سے حلال ہوکر دونوں کے درمیان میں اپنے وطن بھی نہ گیا ہو یا وہ دوسرے سال تک اسی احرام کی حالت میں رہے [۵] پس فتاویٰ تاتارخانیہ میں تفرید کی طرف منسوب کرتے ہوئے نقل کیا ہے کہ اگر کسی شخص نے ماہِ رمضان میں عمرہ کا احرام باندھا اور آنے والے سال تک اپنے احرام پر قائم رہا پھر اپنے عمرہ کے لئے ماہ شوال میں طواف کیا اور اسی سال حج کیا تو وہ متمتع نہیں ہوگا اھ اور بعض فقہا نے ذکر کیا کہ یہ شرط نہیں ہے [۶] امام ابن الہمام نے کہا کہ ہمارا یہ کہنا کہ "پھر اس نے اسی سال حج کیا" اس سے مراد افعالِ عمرہ ادا کرنے کا سال ہے، احرام باندھنے کا سال شرط نہیں ہے اور اس کی دلیل امام محمدؒ سے ابنِ سماعہ کی روایت ہے جو نوادر میں منقول ہے کہ اگر کسی شخص نے ماہِ رمضان میں عمرہ کا احرام باندھا اور آئندہ سال کے ماہِ شوال تک احرام کی حالت پر قائم رہا پھر آنے والے سال میں عمرہ کا طواف کیا اور اسی سال حج کیا تو وہ متمتع ہوگا کیونکہ وہ اپنے احرام کی حالت پر قائم ہے اور اس نے عمرہ وحج کے افعال حج کے مہینوں میں ادا کئے ہیں پس گویا کہ اس کے عمرہ کے احرام کی ابتدا حج کے مہینوں میں ہوئی ہے [۷] بخلاف اس کے جس پر حج سے عمرہ کے ساتھ حلال ہونا واجب ہوا ہو مثلاً جس شخص کا حج فوت ہوگیا ہو اور وہ اس احرام کو آئندہ سال تک باقی رکھے اور شوال کے مہینے میں عمرہ کرکے اس احرام سے حلال ہوجائے پھر اسی سال حج کرے تو وہ متمتع نہیں ہوگا [۸] اس لئے کہ اس نے عمرہ کا احرام باندھ کر عمرہ کے افعال ادا نہیں کئے بلکہ حج کے احرام سے باہر ہونے کے لئے عمرہ کے افعال ادا کئے ہیں پس اس کے یہ افعال عمرہ کے لئے معتبر نہیں ہوں گے اس لئے وہ شخص متمتع نہیں ہوگا [۹] اور اگر کسی شخص نے دسویں ذی الحجہ کو احرام باندھا اور اسی دن عمرہ کے افعال ادا کئے اگرچہ قربانی کے دنوں میں عمرہ ادا کرنا مکروہ ہے پھر اس نے عمرہ کے احرام سے باہر آنے کے بعد اسی روز حج کا احرام باندھ لیا اور اس احرام کو آئندہ سال تک باقی رکھا اور پھر اس آئندہ سال میں حج کیا تو اس مسئلہ میں فقہا کے چند اقوال ہیں ان میں سے ایک قول یہ ہے [۱] کہ وہ متمتع ہوجائے گا لیکن اس کا تمتع مسنون نہیں ہوگا بلکہ مکی کے تمتع پر قیاس کرتے ہوئے ظاہر یہ ہے کہ غیر مسنون ہوگا [۱۰] دوسرا [۲] قول جو بحر الرائق میں مذکور ہے اضافۃ الاحرام الی الاحرام کے بیان میں آئے گا اور وہ یہ ہے کہ اگر کسی نے قربانی کے دن عمرہ کا احرام باندھا تو اس کو اس کا ترک کردینا اور احرام سے باہر ہوجانا واجب ہے اس لئے کہ وہ نہی کا مرتکب ہوا ہے پس اس شخص کو متمتع نہیں ہونا چاہئے

[۱] بدائع [۲] لباب و شرحہ و ش و بدائع بتصرف [۳] لباب و شرحہ و ش [۴] غنیہ [۵] لباب و شرحہ و ش و غنیہ [۶] شرح اللباب۔
[۷] فتح بزیادۃ و لباب و شرحہ و بحر [۸] فتح و بحر و غنیہ [۹] فتح و بحر [۱۰] لباب و شرحہ و فتح و ش۔

اس لئے کہ وہ مکّی ہے اور اس کا عمرہ و حج دونوں مکّی ہیں، تمتع کرنے والے کا عمرہ میقاتی اور حج مکّی ہوتا ہے [1] (اور اس کا انجام بھی وہی ہے کہ وہ شخص مسنون طریقہ پر متمتع نہیں ہوگا بلکہ غیر مسنون متمتع ہوگا، مؤلف) تیسرا[3] قول یہ ہے کہ وہ شخص ہرگز متمتع نہیں ہوگا کیونکہ اکثر فقہا کے قول پر تمتع کے لئے یہ شرط ہے کہ عمرہ و حج دونوں ایک ہی سال میں واقع ہوں اور بہت سے فقہا نے اس کی تصریح کی ہے، منسک الکبیر میں بحر سے اسی طرح منقول ہے لیکن لباب المناسک میں اس قول کو قیل کے لفظ سے بیان کیا ہے [2] (اس کی تفصیل مواقیتِ زمانی میں بھی گذر چکی ہے، مؤلف)

(۹) حج کے مہینوں میں عمرہ کر کے مکۂ معظمہ کو دائمی طور پر مستقل وطن نہ بنانا، پس اگر کسی شخص نے حج کے مہینوں میں عمرہ کرنے کے بعد مکۂ معظمہ میں دائمی طور پر رہنے کا ارادہ کر کے اس کو وطن بنا لیا پھر حج کیا تو وہ شخص متمتع نہیں ہوگا [3] شاید اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کا پہلا سفر مکۂ مکرمہ کو مستقل وطن بنا لینے سے منقطع ہو گیا پس اس کا حج اور عمرہ دونوں ایک سفر میں واقع نہیں ہوں گے [4] اور اگر عمرہ کرنے کے بعد مکۂ مکرمہ میں عارضی طور پر مثلاً دو ماہ قیام کا ارادہ کیا اور پھر حج کیا تو وہ متمتع ہو جائے گا [5]

(۱۰) حلال ہونے کی حالت میں مکۂ مکرمہ یا اس کے آس پاس کسی جگہ قیام کرتے ہوئے اس کو حج کے مہینے شروع نہ ہونا حلال ہونے کی حالت سے مراد یہ ہے کہ عمرہ کا احرام باندھنے سے پہلے ہو یا عمرہ کا احرام تو باندھ لیا ہو لیکن عمرہ کے طواف کا اکثر حصہ حج کے مہینے شروع ہونے سے پہلے ادا کر چکا ہو [6] اور حاصل یہ ہے کہ اگر مکۂ مکرمہ میں اس کے حلال ہونے کی حالت میں حج کے مہینے شروع ہو گئے یا عمرہ کا احرام باندھ کر اس کے طواف کا اکثر حصہ کرنے کے بعد حج کے مہینے شروع ہو گئے پھر اس نے (حج کے مہینوں میں) خواہ میقات سے دوسرے عمرہ کا احرام باندھا ہو یا نہ باندھا ہو اور اس کے بعد حج کیا تو وہ متمتع نہیں ہوگا [7] لیکن اگر وہ اپنے وطن چلا گیا اور پھر عمرہ کا احرام باندھ کر واپس مکۂ مکرمہ آیا اور اس کے بعد حج کیا تو اب وہ بالاتفاق متمتع ہو جائے گا [8] اور اگر میقات سے باہر (اپنے وطن کے علاوہ کسی اور جگہ) چلا گیا اور پھر واپس آ کر میقات سے عمرہ کا احرام باندھا تو وہ صاحبین کے نزدیک متمتع ہو جائے گا [9] اور اگر حج کے مہینوں سے پہلے مکۂ مکرمہ سے نکل کر ایسی جگہ چلا گیا جہاں کے لوگوں کو قران و تمتع کرنا جائز ہے اور وہاں سے عمرہ کا احرام باندھ کر مکۂ مکرمہ واپس آیا (اور اسی سال حج کیا) تو وہ شخص کرمانی کی روایت کے مطابق سب کے نزدیک بالاتفاق متمتع ہو جائے گا [10] (مزید تفصیل تفریعاتِ المام میں ملاحظہ فرمائیں، مؤلف)

(۱۱) آفاقی یعنی حدودِ میقات سے باہر رہنے والا ہونا، آفاقی ہر وہ شخص ہے جس کا گھر حدودِ مواقیت سے باہر ہے پس مکۂ مکرمہ میں رہنے والے اور میقات و حدودِ میقات و داخلِ میقات یعنی حل کے رہنے والوں کے لئے تمتع جائز نہیں ہے، اور اس بارے میں وطن بنا لینے اور سکونت اختیار کر لینے کا اعتبار ہے پس اگر کسی مکہ کے رہنے والے نے مثلاً مدینۂ منورہ میں وطن بنا لیا تو وہ آفاقی ہو گیا اور اگر کسی آفاقی نے مکۂ مکرمہ میں وطن بنا لیا تو وہ مکّی ہو گیا اور اگر کسی شخص کے ایک اہلِ خانہ مکۂ مکرمہ میں اور ایک اہلِ خانہ مثلاً مدینۂ منورہ میں

---

[1] بحر [2] شرح اللباب و غنیہ ملتقطاً من مواقیت الزمانی [3] لباب و شرحہ و ش بزیادۃ و غنیہ [4] شرح اللباب [5] لباب و شرحہ و ش و غنیہ [6] ایضاً [7] شرح اللباب [8] لباب و شرحہ و ش [9] شرح اللباب و غنیہ [10] شرح اللباب۔

رہتے ہوں اور اس شخص کا قیام دونوں جگہ برابر رہتا ہو اس طرح پر کہ اس نے ایک کو دوسرے سے زیادہ وطن نہیں بنایا تو وہ شخص متمتع نہیں ہوگا اور اگر اس کی اقامت دونوں میں سے کسی ایک جگہ زیادہ رہتی ہے تو فقہا نے اس کی تصریح نہیں کی، صاحب بحر نے کہا ہے کہ جس جگہ زیادہ قیام ہو اس کے لئے وطن ہونے کا حکم ہونا چاہئے [1] پس اگر اس کی اقامت مثلاً مدینہ منورہ میں زیادہ ہے تو وہ متمتع ہوسکتا ہے اور اگر اس کی زیادہ اقامت مکہ مکرمہ میں ہے تو وہ متمتع نہیں ہوسکتا [2] اور خزانۃ الاکمل کی عبارت میں منع کو مطلق بیان کیا ہے جیسا کہ اس نے کہا ہے کہ کوفہ کے رہنے والے ایک شخص کے ایک اہلِ خانہ مکہ میں ہیں اور ایک کوفہ میں تو اس کا تمتع جائز نہیں ہے انتہیٰ۔ اور اس میں منع کی کوئی تصریح نہیں ہے بلکہ مطلق ذکر کیا ہے اور یہ اطلاق اس قاعدہ کے مطابق کہ "اکثر کے لئے کل کا حکم جاری ہوتا ہے" اس قید کے لائق ہے، اور اسی طرح کرمانی نے بھی مطلق بیان کیا ہے اور کہا ہے کہ اگر کسی کے ایک اہلِ خانہ کوفہ میں ہیں اور ایک بصرہ میں اور وہ بصرہ کے اہل خانہ میں واپس آگیا پھر واپس جا کر حج کیا تو وہ متمتع نہیں ہوگا لیکن آیتِ ذٰلِكَ لِمَنْ لَّمْ يَكُنْ حَاضِرِى الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ میں بھی اطلاقِ حکم ہے جو مشائخ عظام کے اطلاقِ حکم کی تائید کرتا ہے اور اس لئے بھی کہ صحتِ تمتع کا مانع المام (اپنے وطن واپس آنا) ہے اور خواہ وہ اپنے اہل وعیال یعنی وطن میں زیادہ قیام کرے یا تھوڑا اس کو المام حاصل ہونے میں کوئی شک نہیں ہے، پس شارح الکتاب میں ملا علی قاریؒ نے تحقیق کی ہے کہ وہ شخص متمتع نہیں ہوگا اگرچہ مدینہ منورہ میں اس کی اقامت زیادہ ہو [3]

جو چیزیں صحتِ تمتع کیلئے شرط نہیں ہیں

(۱) تمتع کے صحیح ہونے کے لئے عمرہ کا احرام میقات سے باندھنا شرط نہیں ہے اور اسی طرح تمتع کے صحیح ہونے کے لئے حج کا احرام حرم سے باندھنا بھی شرط نہیں ہے کیونکہ عمرہ اور حج کا اپنے اپنے میقات سے باندھنا واجبات میں سے ہے پس اگر کسی نے میقات سے گذر کر داخلِ میقات سے عمرہ کا احرام باندھا خواہ مکہ ہی سے باندھا ہو، یا اگر کسی نے حج کا احرام حل سے باندھا اگرچہ عرفات ہی سے باندھا ہو اور عمرہ و حج کے درمیان وہ المام صحیح کے ساتھ یعنی عمرہ کے احرام سے فارغ ہونے کے بعد اپنے اہل وعیال میں (وطن) واپس نہ آیا ہو تو ان دونوں صورتوں میں اس کا تمتع مسنون طریقہ پر صحیح ہوجائے گا اور اس پر دونوں صورتوں میں ترکِ میقات کی وجہ سے دم واجب ہوگا [4] (کیونکہ حج کے لئے اس کو حرم سے احرام باندھنا واجب تھا اور عمرہ کے لئے آفاقی کو اپنے میقات سے احرام باندھنا واجب تھا اور اگر کوئی عذر نہ ہو تو اس پر واجب ہے کہ حج کی صورت میں حدودِ حرم میں آکر اور عمرہ کی صورت میں کسی میقات پر واپس لوٹ کر وہاں سے احرام باندھے اگرچہ وہ میقات مکہ سے قریب ہی ہو تاکہ اس سے دم ساقط ہوجائے (جیسا کہ میقات کے بیان میں گذر چکا ہے، مؤلف) پس اگر اس نے عمرہ کی صورت میں کسی میقات پر واپس آکر اور حج کی صورت میں حدودِ حرم میں آکر احرام باندھ لیا تو اس سے دم ساقط ہوجائیگا [5] اور کبیر میں جازی سے روایت ہے کہ متمتع میں اصل یہ ہے کہ اس کا حج مکہ سے ہو (یعنی حج کا احرام حرم مکہ سے باندھے) لیکن اگر اس نے حدودِ حرم سے باہر جا کر حج کا احرام باندھا تو وہ متمتع ہوجائے گا [6]

---

[1] لباب شرحہ بزیادۃ وش [2] شرح اللباب [3] شرح اللباب بتمامہ فیہ [4] لباب شرحہ وغنیہ [5] غنیہ بتصرف [6] غنیہ۔

(۲) تمتع صحیح ہونے کے لئے عمرہ کا احرام حج کے مہینوں میں باندھنا شرط نہیں ہے بلکہ شرط یہ ہے کہ عمرہ کے طواف کا اکثر حصہ حج کے مہینوں میں واقع ہو [۱] یعنی تمتع کے لئے عمرہ کے احرام کا حج کے مہینوں میں منعقد ہونا شرط نہیں ہے بلکہ عمرہ کے افعال کا یا طوافِ عمرہ کے اکثر حصہ کا حج کے مہینوں میں ادا ہونا شرط ہے پس اگر کسی نے عمرہ کے طواف کے تین چکر رمضان میں کئے پھر شوال شروع ہو گیا اور باقی چار چکر شوال میں کئے پھر اسی سال حج کیا تو وہ متمتع ہو گا [۲] اور اگر متمتع نے عمرہ کا اکثر طواف حج کے مہینوں سے پہلے ادا کر لیا اور پھر اسی سال حج کیا تو وہ متمتع نہیں ہو گا [۳] بلکہ اس کا عمرہ بھی مفرد ہو گا اور حج بھی مفرد ہو گا اور اس پر ہدی واجب نہیں ہو گی [۴] (جیسا کہ شرائطِ تمتع میں بیان ہو چکا ہے)۔

(۳) اور تمتع کے لئے یہ بھی شرط نہیں ہے کہ جس سال عمرہ کا احرام باندھے اسی سال حج کرے بلکہ شرط یہ ہے کہ جس سال عمرہ کے افعال ادا کرے اسی سال حج کرے [۵] یہاں تک کہ اگر کسی نے رمضان میں عمرہ کا احرام باندھا اور شوال تک احرام کی حالت میں ٹھہرا رہا (یعنی عمرہ کا طواف یا اس کا اکثر حصہ ادا نہیں کیا) پھر شوال میں عمرہ کا طواف کیا اور اسی سال حج کیا تو وہ شخص متمتع ہو جائے گا [۶] اس لئے کہ وہ عمرہ کے احرام پر باقی ہے اور عمرہ کے افعال اور حج دونوں حج کے مہینوں میں ادا کئے ہیں [۷] (اس کی تفصیل شرائطِ تمتع میں بھی گذر چکی ہے، مؤلف)

(۴) صحتِ تمتع کے لئے یہ بھی شرط نہیں ہے کہ حج اور عمرہ دونوں ایک ہی شخص کی طرف سے ہوں حتیٰ کہ اگر ان دونوں میں سے ایک اپنی طرف سے ہو اور دوسرا کسی دوسرے شخص کی طرف سے ہو اور اس شخص نے اس کو تمتع کرنے کی اجازت دیدی ہو تب بھی جائز ہے اور اسی طرح اگر اس کو ایک شخص نے اپنی طرف سے عمرہ کرنے کا حکم کیا اور دوسرے شخص نے اپنی طرف سے حج کرنے کا حکم کیا اور دونوں نے تمتع کرنے کی اجازت دیدی اور اس مامور شخص نے حج تمتع کیا تو جائز ہے لیکن دمِ تمتع مامور کو اپنے مال میں سے دینا واجب ہے اور اگر وہ مامور فقیر ہے تو اس کے بدلے میں روزے رکھے [۸]

(۵) متمتع کے لئے تمتع کی نیت کرنا شرط نہیں ہے بلکہ اگر بلا نیت کے بھی عمرہ و حج تمتع کی شرائط کے مطابق حج کے مہینوں میں پائے گئے تو تمتع صحیح ہو جائے گا جیسا کہ منسک الکبیر میں اس کی وضاحت ہے اور محیط میں ہے کہ اگر عمرہ کے احرام والا شخص اپنے ہمراہ ہدی لے گیا ہو تو (افعالِ عمرہ کے بعد) وہ احرام کی حالت میں رہے (یعنی سر کے بال نہ منڈائے نہ کٹوائے) اس لئے کہ ہدی کا لے جانا اس کے قصدِ تمتع کی دلیل ہے پس اگر اس نے (عمرہ ادا کرنے کے بعد) ہدی کو ذبح کر دیا اور اپنے اہل (وطن) کی طرف واپس لوٹ آیا تو اس کو اختیار ہے کہ حج نہ کرے انتہیٰ [۹]

(۶) متمتع کے لئے عمرہ کے افعال ادا کرنے کے بعد حلق کرانا (سر منڈانا) ضروری نہیں ہے بلکہ اس کو اختیار ہے خواہ سر کے بال منڈا کر حلال ہو جائے یا سر کے بال نہ منڈائے اور احرام کی حالت میں ہی باقی رہے یہاں تک کہ حج کا احرام باندھے [۱۰]

---

[۱] لباب و شرحہ و غنیہ [۲] فتح و ع [۳] غنیہ و ع [۴] ع [۵] فتح و بحر و ع و لباب و شرحہ تصرفاً [۶] بحر و ع و فتح [۷] لباب و شرحہ بتصرف و غنیہ [۸] غنیہ [۹] ع [۱۰] ع۔

کون لوگ تمتع نہیں کر سکتے

(۱) اہلِ مکہ و اہلِ میقات یعنی جو عین میقات یا محاذاتِ میقات کے رہنے والے ہیں اور داخلِ مواقیت یعنی مواقیت و مکہ مکرمہ کے مابین علاقہ کے رہنے والوں یعنی اہلِ حل و اہلِ حدودِ حرم کے لئے تمتع کرنا مشروع و درست نہیں ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ذٰلِكَ لِمَنْ لَّمْ يَكُنْ اَهْلُهٗ حَاضِرِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اور اس میں تمتع کی طرف اشارہ ہے اور قران بھی اسی حکم میں داخل ہے جیسا کہ بیان ہو چکا ہے پس اہلِ مکہ اور جو اہلِ مکہ کے حکم میں ہیں ان کو صرف مفرد حج کرنا چاہئے ، ان میں سے جو شخص حج تمتع کریگا وہ جائز تو ہو جائے گا مگر آیت مذکورہ کی مخالفت کرنے کی وجہ سے گنہگار ہوگا اور طریقۂ مسنونہ کے ترک کی وجہ سے برائی کا مرتکب ہوگا اور اس پر دم اساءت یعنی دم جبر واجب ہوگا [1] یعنی کیونکہ تمتع کے لئے یہ شرط ہے کہ تمتع کرنے والے کو عمرہ و حج، حج کے مہینوں میں حاصل ہوں اور ان دونوں کے درمیان المامِ صحیح کے ساتھ اپنے اہل (وطن) میں واپس نہ آئے اور یہ بات اہلِ مکہ کے حق میں نہیں پائی جاتی اس لئے کہ وہ عمرہ و حج کے درمیان بالضرور اپنے اہل و عیال (وطن) میں رہے گا پس اس کے حق میں تمتع کی شرط مفقود ہے اور اگر مکہ مکرمہ کا شخص حج کے مہینوں میں عمرہ و حج کو جمع کرے گا تو اس پر دم واجب ہوگا لیکن یہ دم ہمارے فقہا کے نزدیک کفارۂ گناہ کا ہوگا شکرانۂ نعمت کے لئے دم نسک نہیں ہوگا پس اس کا کھانا اس کے لئے مباح و جائز نہیں ہوگا اور استطاعت نہ ہونے کی صورت میں روزے رکھنا اس کا بدل نہیں ہوگا [2] پس ممنوع ہونے کی وجہ سے اس کا تمتع کراہت کے ساتھ صحیح ہو جائے گا، صاحب تحفہ و غایۃ البیان و عنایہ و سراج و شرح الاسبیجانی علی مختصر الطحاوی اسی طرف گئے ہیں [3] جاننا چاہئے کہ صاحبِ فتح القدیر امام ابن الہمام رحمہ اللہ نے صاحبِ ہدایہ کے اس قول "اہلِ مکہ کے لئے تمتع و قران نہیں بلکہ ان کے لئے حجِ افراد مخصوص ہے" کی شرح میں کہا ہے کہ ایک احتمال یہ ہے کہ اس قول میں تمتع و قران کے وجود کی نفی کی گئی ہے یعنی اہلِ مکہ اور جو ان کے حکم میں ہیں ان کے لئے تمتع و قران نہیں پایا جائے گا حتیٰ کہ اگر مکہ معظمہ کے کسی شخص نے صرف عمرہ کا احرام باندھا یا عمرہ و حج دونوں کا احرام باندھا یا عمرہ کا طواف حج کے مہینوں میں کر کے اسی سال حج کیا تو وہ نہ متمتع ہوگا نہ قارن، اور ہدایہ کے قول سے اس کی تائید ہوتی ہے جو آگے آتا ہے کہ جب تمتع کرنے والا عمرہ سے فارغ ہو کر اپنے شہر کو واپس چلا گیا اور وہ اپنے ہمراہ ہدی نہیں لایا تھا تو اس کا تمتع باطل ہو گیا کیونکہ وہ دونوں نسک کے درمیان المامِ صحیح کے ساتھ اپنے اہل میں آ گیا ہے اور یہ تمتع کو باطل کر دیتا ہے پس اس سے افادہ ہوا کہ عدمِ المام تمتع کی صحت کے لئے شرط ہے پس اس شرط کے نہ پائے جانے سے تمتع بھی نہیں پایا جائے گا۔ اور دوسرا احتمال یہ ہے کہ اس قول میں تمتع کے مشروع و حلال ہونے کی نفی کی گئی ہے جیسا کہ یہ کہا جائے کہ تیرے لئے قربانی کے دن روزہ رکھنا نہیں ہے اور تیرے لئے طلوع و غروبِ آفتاب کے وقت نفل پڑھنا نہیں ہے تو اس طرح کہنے میں حلال و مشروع ہونے کی نفی ہے (لیکن اگر ایسے دن یا وقت میں روزہ یا نماز نفل شروع کر دیگا تو اس کا شروع کرنا صحیح ہوگا اور اس کو توڑنا اور کامل وقت میں قضا کرنا واجب ہوگا مؤلف) حتیٰ کہ اگر مکہ مکرمہ کے کسی شخص نے حج کے دنوں میں عمرہ کا احرام باندھا اور اسی سال حج بھی کیا یا عمرہ و حج دونوں کا اکٹھا احرام باندھا تو وہ متمتع و قارن ہو جائے گا اور دونوں کو

---

[1] لباب و شرحہ و در منتقیٰ [2] بدائع [3] ش

ممنوعہ طریقہ پر ادا کرنے کی وجہ سے گنہگار ہوگا اور غایۃ البیان کی عبارت سے اس کی موافقت ہوتی ہے جیسا کہ اس میں ہے کہ اہلِ مکہ کے لئے تمتع و قران نہیں ہے اور اُن میں سے جس شخص نے تمتع یا قران کیا اس پر ایک دم واجب ہوگا اور وہ دم جنایت ہوگا وہ اس میں سے نہ کھائے۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے صحیح روایت ہے انھوں نے فرمایا کہ اہلِ مکہ کے لئے نہ تمتع ہے نہ قران، اور تحفہ میں ہے کہ کہ اگر اس کے باوجود انھوں نے تمتع کیا تو جائز ہے اور انھوں نے بُرا کیا اور اُن پر دم جبر واجب ہے اھ اور اس دم کا حکم یہ ہے کہ عدم استطاعت کی حالت میں روزے اس کا بدل نہیں ہیں پس جب فی الواقع حکم یہ ہے کہ دم جبر لازم ہوگا تو اس کے تمتع کا صحیح ہونا ثابت ہوگیا اس لئے کہ دم جبر جب ہی لازم ہوتا ہے جبکہ نقصان کی صفت کے ساتھ وہ چیز پائی جائے اگر شرعاً وہ چیز پائی ہی نہ جائے تو دم جبر بھی لازم نہیں ہوگا اھ سلہ اور صاحب فتح القدیر نے اس مسئلہ میں بہت طویل بحث کی ہے جس کا ماحصل یہ ہے کہ اس نے احتمالِ اول کو اختیار کیا ہے کیونکہ ائمہ مذہب کے کلام کا مقتضیٰ یہی ہے اور صاحبِ تحفہ وغیرہ بعض مشائخ کے کلام کے اعتبار سے بھی یہی اولیٰ ہے بلکہ اس نے مکی کے حج کے مہینوں میں عمرہ سے منع ہونے کو بھی اختیار کیا ہے اگرچہ وہ اس سال حج بھی نہ کرے (یعنی مفرد عمرہ کے منع ہونے کو بھی اختیار کیا ہے) اور بدائع کی عبارت سے بھی یہی ظاہر ہوتا ہے اور اس کے بعد کے فقہا مثلاً صاحبِ بحر و نہر و منح و شرنبلالی و ملا علی قاری نے اس کی مخالفت کی ہے سلہ ملا علی قاریؒ نے اپنی شرح میں احتمالِ اول کے بارے میں کہا ہے کہ یہ احتمال مردود ہے اس لئے کہ اہلِ مکہ کے لئے مفرد عمرہ اور قران کے صحیح ہونے پر اجماع ہے اور وہ متمتع و قارن مُسیئ (گنہگار) ہوگا، شاید صاحب فتح القدیر نے مطابقتِ روایت سے صرفِ نظر کرتے ہوئے یہ احتمال اس لئے بیان کیا کہ عبارت اس احتمال کی مقتضی ہے سلہ اور صاحب بحر نے کہا ہے کہ یہ متعین ہوگیا کہ فقہا کے قول "لاتمتع ولا قران لمکی" میں نفی سے مراد نفی حل ہے نہ کہ نفی صحت اسی لئے اگر اہلِ مکہ تمتع یا قران کریں تو اُن پر دم جبر واجب ہوگا اور یہ صحتِ تمتع و قران کی فرع ہے اھ سلہ پس ان حضرات نے احتمالِ ثانی کو اختیار کیا ہے اس لئے کہ دم جبر کا واجب ہونا اس کے صحیح ہونے کی فرع ہے اور اس لئے بھی کہ کتبِ متون میں باب اضافۃ الاحرام الی الاحرام میں ہے کہ اگر مکہ مکرمہ کے کسی شخص نے عمرہ کا ایک چکر کیا اس کے بعد حج کا احرام باندھ لیا تو تو احرام حج کو ترک کردے اگر اس نے ترک نہ کیا یعنی اس کو ادا کرلیا تو جائز ہے، فتح وغیرہ میں کہا ہے کہ اس نے عمرہ و حج دونوں کے افعال کو جیسا کہ وہ لازم ہوئے تھے ادا کرلیا ہے لیکن ایسا کرنا ممنوع ہے اور شرعاً کسی فعل کے ممنوع ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ مشروعیۃ الاصل طریقہ پر اس کا ادا ہونا متحقق نہیں ہے البتہ وہ گنہگار ہوگا جیسا کہ قربانی کے دن کے روزہ کی نذر ماننے کے بعد اس دن کا روزہ رکھنے سے گنہگار ہوگا اھ اور فتح القدیر کا یہ قول اس کے اس قول کے منافی ہے جو اس نے پہلے اختیار کیا ہے اور اس (دوسرے) میں وضاحت ہے کہ مکی کا قران متصور ہے لیکن کراہت کے ساتھ ہوگا اور اس کی تفصیل شرنبلالیہ میں ہے اھ۔ علامہ شامیؒ لکھتے ہیں کہ میں نے بحر الرائق کے حاشیہ پر ایک بحث لکھی ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ فقہا نے اس بات کی تصریح کردی ہے کہ عدم المام یعنی عمرہ کے احرام سے فارغ ہوکر اپنے وطن نہ آنا تمتع کی صحت کے لئے شرط ہے قران کے لئے شرط نہیں ہے اور یہ کہ المام صحیح یعنی

سلہ فتح سلہ ش سلہ شرح اللباب سلہ بحر۔

عمرہ کا احرام کھولنے کے بعد اپنے وطن آنا تمتع کو باطل کرتا ہے قِران کو باطل نہیں کرتا اور اس کا مقتضٰی یہ ہے کہ مکی کا تمتع باطل ہوجاتا ہے کیونکہ اس کے دونوں احراموں کے درمیان ہر حال میں المام صحیح پایا جاتا ہے خواہ وہ ہدی کا جانور اپنے ساتھ لیکر جائے یا نہ لیجائے اس لئے کہ آفاقی کا المام (اپنے وطن آنا) اس وقت صحیح ہوتا ہے جبکہ وہ ہدی کا جانور نہ لایا ہو اور افعالِ عمرہ ادا کرنے کے بعد حلق کرا چکا ہو کیونکہ اب اس پر مکہ واپس آنا واجب نہیں رہا ہے اور مکی کے حق میں (اپنے وطن) مکہ کی طرف لوٹ کر آنا متصور نہیں کیونکہ وہ تو وہیں پر موجود ہے جیسا کہ غایہ وغیرہ میں اس کی تصریح موجود ہے اور نہایہ و معراج میں محیط سے منقول ہے کہ المام صحیح یہ ہے کہ عمرہ ادا کرنے کے بعد اپنے اہل و عیال میں لوٹ آئے اور پھر مکہ کی طرف لوٹنا اس پر واجب نہ ہو اور اسی لئے ہم کہتے ہیں کہ اہلِ مکہ اور اہلِ مواقیت کے لئے تمتع مشروع نہیں ہے اھ یعنی قِران کے برخلاف کیونکہ اہلِ مکہ سے قِران کا ہونا متصور ہے اس لئے کہ قِران میں عدم المام شرط نہیں ہے اور شاید اس کی وجہ یہ ہے کہ قِرانِ مشروع وہ ہوتا ہے جس میں حج و عمرہ دونوں کو ایک ہی احرام میں جمع کیا جائے اور المام صحیح وہ ہے جو احرامِ عمرہ اور احرامِ حج کے درمیان واقع ہو اور یہ بات تمتع کرنے والے میں پائی جاتی ہے قِران میں نہیں پس اسی لئے ہم کہتے ہیں کہ اہل مکہ کا تمتع باطل ہے اس کا قِران باطل نہیں ہے اور یہ تیسرا قول ہے جس کی کسی نے صراحت نہیں کی لیکن بدائع کی تصریح کہ "اہلِ مکہ کے لئے تمتع متصور نہیں ہے" اس پر دلالت کرتی ہے (پھر چند سطروں کے بعد لکھا ہے) پھر میں نے دیکھا کہ نہایہ میں امام ابوزید الدبوسی کی کتاب الاسرار سے جو روایت منقول ہے وہ بھی اس پر دلالت کرتی ہے جیسا کہ اس نے کہا ہے کہ ہمارے نزدیک میقات سے اندر کی طرف رہنے والوں کے لئے تمتع و قِران نہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اس پر دمِ نسک واجب نہیں ہوگا، تمتع تو اس سے متصور ہی نہیں ہے کیونکہ اس کے حج و عمرہ کے درمیان المام (وطن آنا) پایا جاتا ہے اور قِران (متصور ہے لیکن) مکروہ ہے اور اس کا ترک کرنا لازم ہے اس لئے کہ قِران کی اصل یہ ہے کہ قارن حج و عمرہ دونوں کا احرام ایک ساتھ باندھے اور یہ بات یعنی عمرہ و حج دونوں کا ایک ساتھ شروع کرنا دونوں میں سے کسی ایک میں خلل واقع ہوئے بغیر اہل مکہ کے حق میں متصور نہیں اس لئے کہ اگر وہ عمرہ و حج دونوں کا اکٹھا احرام حرم سے باندھے گا تو چونکہ اس کے لئے عمرہ کا میقات حل ہے اس لئے عمرہ کے احرام کی شرط میں خلل واقع ہوگا اور اگر دونوں کا اکٹھا احرام حل سے باندھے گا تو اس کے لئے حج کا میقات حرم ہونے کی وجہ سے حج کے احرام میں خلل واقع ہوگا اور اصل اس مسئلہ میں اہلِ مکہ ہیں اور مواقیت و مکہ مکرمہ کے درمیانی علاقہ کے لوگ بھی اس حکم میں داخل ہیں اھ پس یہ روایت اس بارے میں صریح ہے کہ اہلِ مکہ اور جو ان کے حکم میں ہیں ان کے حق میں تمتع متصور نہیں ہے اور قِران متصور ہے لیکن وہ بھی کراہت کے ساتھ ادا ہوگا کیونکہ دونوں احراموں میں سے کسی ایک کے میقات میں خلل واقع ہوگا پھر میں نے کتب ظاہر الروایت کے جامع حاکم رحمہ اللہ کی کتاب کافی میں بھی اسی کے مثل روایت دیکھی جس میں بیان کیا ہے کہ جب مکہ مکرمہ کا شخص کسی حاجت کے لئے کوفہ کی طرف گیا اور وہاں سے عمرہ کا احرام باندھ کر مکہ مکرمہ آیا اور اسی سال حج بھی کیا تو وہ شخص متمتع نہیں ہوگا اور اگر وہ کوفہ سے قِران کا احرام باندھ کر آیا تو وہ قارن ہوجائے گا اھ اور اس روایت کو جوہرہ میں تعلیل و وضاحت کے ساتھ نقل کیا ہے پس اس کی طرف رجوع کریں اور اسی بنا پر متون کے قول

"اہلِ مکہ کے لئے تمتع و قران نہیں ہے" کے معنی یہ ہیں کہ مشروع و حلال نہیں ہے اور ان دونوں کے مشروع و حلال نہ ہونے سے ایک یعنی تمتع کے متصور نہ ہونے اور دوسرے یعنی قران کے متصور ہونے کی نفی نہیں ہوتی اور اس پر قرینہ و دلیل یہ ہے کہ فقہا نے تصریح کر دی ہے کہ جب متمتع عمرہ کرنے کے بعد الِمام صحیح کے ساتھ اپنے وطن چلا جائے تو اس کا تمتع باطل ہو جاتا ہے اور فقہا نے اضافۃ الاحرام الی الاحرام کے بیان میں تصریح کر دی ہے کہ اگر مکہ کے کسی شخص نے قِران کیا اور عمرہ و حج دونوں میں سے کسی ایک کو ترک نہ کیا تو اس کے لئے کافی ہے (پھر علامہ شامی لکھتے ہیں) یہ بات مجھ پر ظاہر ہوتی ہے پس اس کو غنیمت جان لے کیونکہ تو اس کو اس کتاب کے علاوہ کسی اور کتاب میں نہیں پائے گا واللہ اعلم بالصواب [1] (پس اس تیسری روایت کا ماحصل یہ ہے کہ اگر مکی نے حج کے مہینوں میں عمرہ کا طواف کر لیا پھر اسی سال حج کیا یعنی تمتع کیا اور عمرہ و حج کے افعال ادا کئے اس کا تمتع باطل ہو جائیگا یعنی وہ شرعاً متمتع نہیں ہوگا بلکہ اس کا عمرہ بھی مفرد ہوگا اور حج بھی مفرد ہوگا اور اس پر کوئی جزا واجب نہیں ہوگی۔ مؤلف)

(۲) وہ شخص جس کے لئے تمتع مشروع نہیں ہے یعنی مکّی اور جو اس کے حکم میں ہے اگر اس نے عمرہ کا احرام باندھا پھر حج کا احرام باندھا تو اس کو ان دونوں میں سے ایک کو چھوڑ دینا لازم ہے کیونکہ دونوں کو جمع کرنا معصیت ہے اور معصیت سے بچنا لازم ہے پھر اس بات کو مدِ نظر رکھا جائے کہ اگر اس نے عمرہ کا احرام باندھ کر پھر حج کا احرام باندھ لیا اور اس سے پہلے عمرہ کا طواف بالکل نہیں کیا تو وہ عمرہ کو ترک کر دے اس لئے کہ عمرہ کے اعمال قلیل ہیں اور حج کے اعمال کثیر ہیں پس عمرہ میں حج کے مقابلہ میں بہت خفیف مشقت ہے اس لئے اس کا ترک کرنا زیادہ آسان ہے اور اس لئے بھی کہ اس میں معصیت عمرہ ہی کے سبب سے حاصل ہو رہی ہے کیونکہ یہ حج کے وقت میں داخل ہوا ہے پس عمرہ کا ترک کرنا ہی اولیٰ ہے اور وہ حج کو پورا کرلے، اس پر عمرہ ترک کر دینے کی وجہ سے دم رفض اور اس عمرہ کی قضا واجب ہے، اور اگر اس نے عمرہ کا پورا طواف یا طواف کا اکثر حصہ ادا کرنے کے بعد حج کا احرام باندھا ہے تو عمرہ کو ترک نہ کرے بلکہ حج کو ترک کرے اس لئے کہ عمرہ (کا رکن) ادا کر دیا گیا ہے اور حج کا ادا کرنا ابھی باقی ہے پس حج کے ترک کرنے میں ادائیگی سے امتناع (باز رہنا) ہے اور عمرہ کے ترک کرنے میں عمل کا ابطال (ضائع کرنا) ہے اور امتناعِ عمل ابطالِ عمل سے کم درجہ کا ہے پس یہ اولیٰ ہوا، اور اگر عمرہ کے ایک یا دو یا تین چکر کرنے کے بعد حج کا احرام باندھا تو امام ابوحنیفہؒ کے قول میں حج کو ترک کرے امام ابو یوسفؒ و امام محمدؒ کے قول میں عمرہ کو ترک کرے، صاحبین کے قول کی وجہ یہ ہے کہ مشقت کے اعتبار سے عمرہ کا ترک کرنا ادنیٰ اور ہلکا ہے اسی لئے اس کو حجِ اصغر کہتے ہیں پس اس کا ترک اولیٰ ہوا اور اس کا جو حصہ ادا کیا گیا ہے اس کا کوئی اعتبار نہیں اس لئے کہ وہ اقل حصہ ہے اور اس کا اکثر حصہ ادا کرنا باقی ہے اور اقل اکثر کے مقابلہ میں کالعدم ہے گویا کہ اس نے اس میں سے کچھ بھی ادا نہیں کیا واللہ اعلم، اور امام ابوحنیفہؒ کے قول کی وجہ یہ ہے کہ حج کا ترک کرنا امتناعِ عمل ہے اور عمرہ کا ترک کرنا ابطالِ عمل ہے اور امتناعِ عمل ابطالِ عمل کے مقابلہ میں کم درجہ کا ہے پس اس کا ترک اولیٰ ہوا، اس تعلیل کی مزید تفصیل یہ ہے کہ اس نے ابھی تک حج کا کوئی عمل ادا نہیں کیا کیونکہ سوائے احرام کے

---

[1] ش

اس سے کوئی فعل سرزد نہیں ہوا اور احرام باندھنے سے حج کے افعال میں سے کچھ بھی ادا نہیں ہوتا اس لئے کہ احرام حج کے لئے شرط ہے حج کا رکن نہیں ہے جیسا کہ پہلے احرام کے بیان میں گذر چکا ہے پس حج کے ترک کرنے سے عمل کا باطل کرنا نہیں ہوگا بلکہ امتناعِ عمل ہوگا لیکن عمرہ کا کچھ حصہ ادا کر چکا ہے اگرچہ وہ قلیل حصہ ہے اور عمرہ کے ترک کرنے سے اس قلیل عمل کا باطل کرنا لازم آئے گا پس اس لئے امتناعِ عمل اَولیٰ ہوا۔ پس اگر امام صاحبؒ کے قول پر حج کو ترک کیا تو اس پر دمِ رفض اور حج وعمرہ کی قضا واجب ہوگی اور اگر صاحبین کے قول پر عمرہ کو ترک کیا تو اس پر دمِ رفض اور عمرہ کی قضا واجب ہوگی اور اس قسم کے مسائل میں اصل یہ ہے کہ جس شخص کو عمرہ کو چھوڑ دینا لازم ہو اور وہ عمرہ کو ترک کر دے تو اس کی وجہ سے اس پر دمِ رفض واجب ہوگا کیونکہ وہ حلال ہونے کے وقت سے پہلے اس سے حلال ہو گیا پس اس پر مُحصَر کی طرح دم لازم ہوگا اور اس پر اس عمرہ کی قضا واجب ہوگی کیونکہ وہ عمرہ شروع کرنے کی وجہ سے اس پر واجب ہو گیا ہے پس جب اس کو فاسد کر دیا تو اس کی قضا دینا واجب ہے اور جس شخص پر حج کا ترک کرنا لازم ہو جائے اور وہ حج کو چھوڑ دے تو اس پر اس کے چھوڑ دینے کی وجہ سے دمِ رفض واجب ہوگا اور اس پر حج وعمرہ کی قضا واجب ہوگی اس کے چھوڑ دینے کی وجہ سے دم لازم ہونے کی علت تو وہی ہے جو عمرہ کے لئے اوپر بیان ہوئی رہی حج وعمرہ کی قضا واجب ہونے کی وجہ، پس حج کی قضا تو اس لئے واجب ہے کہ شروع کر دینے سے حج اس پر واجب ہو گیا اور عمرہ کی قضا اس لئے واجب ہے کہ اس نے جس سال میں حج کا احرام باندھا تھا وہ اس سال میں حج کے افعال ادا نہیں کر سکا پس وہ حج فوت ہونے والے شخص کی مانند ہو گیا اس لئے اس پر بھی حج فوت ہونے والے شخص کی مانند عمرہ واجب ہوگا لیکن اگر اس نے عمرہ سے فارغ ہو کر وقوفِ عرفہ کا وقت باقی رہنے کی صورت میں حج کا احرام باندھ کر اسی سال حج کو قضا کر لیا تو اب اس پر عمرہ واجب نہیں ہوگا اور جس شخص پر عمرہ و حج دونوں میں سے کسی ایک کا ترک کرنا لازم ہوا گر وہ اس کو ترک نہ کرے یعنی دونوں کو ادا کرے تو اس پر دم واجب ہوگا کیونکہ اس کے لئے دونوں کو جمع کرنا معصیت ہے پس اس نے دونوں میں سے ایک میں نقص داخل کر دیا پس اس پر دم لازم ہوگا لیکن یہ دم کفارہ ہوگا دمِ تمتع نہیں ہوگا حتیٰ کہ اس کے لئے اس میں سے کھانا جائز نہیں ہے اور عدمِ استطاعت کی صورت میں اس کے لئے روزے جائز نہیں ہوں گے [1] (اس کی تفصیل قِرانِ مکّی اور اضافۃ احرام الحج الی احرام العمرۃ کے بیان میں بھی مذکور ہے وہاں بھی ملاحظہ فرمالیں، مؤلف)

(۳) جو لوگ عین مواقیت یا محاذاتِ مواقیت پر رہتے ہیں اور جو لوگ داخلِ مواقیت یعنی ارضِ حِل میں رہتے ہیں وہ سب ہمارے نزدیک بلا اختلاف اہلِ مکہ کے حکم میں ہیں [2] (جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے، مؤلف) داخلِ ذوالحلیفہ کے رہنے والے لوگ بھی تمتع کے جائز نہ ہونے میں تمام اہلِ مواقیت کی طرح ہیں اور اہلِ خیف و صفرا و بدر اہلِ داخلِ ذی الحلیفہ میں سے نہیں ہیں جیسا کہ فقہا کی عبارتوں سے مفہوم ہوتا ہے کیونکہ وہ ذوالحلیفہ کے قدیم راستہ سے ہٹ کر واقع ہوئے ہیں انتہیٰ فی الکبیر [3] اس بارے میں مواقیتِ مکانی میں تفصیل سے بیان ہو چکا ہے اس کو ملاحظہ فرمالیں، مؤلف)

---

[1] بدائع بزیادۃ [2] شرح اللباب [3] غنیہ۔

(۴) اگر مکہ مکرمہ کا کوئی شخص حج کے مہینوں میں یا اس سے پہلے آفاق کی طرف مثلاً مدینہ منورہ یا کوفہ کی طرف گیا اور پھر وہاں سے حج کے مہینوں میں عمرہ کا احرام باندھ کر مکہ مکرمہ میں آیا اور اسی سال حج کیا تو وہ شخص مسنون طریقہ پر متمتع نہیں ہوگا کیونکہ اس کا اپنے اہل و عیال میں آنا بالضرور پایا جاتا ہے خواہ وہ اپنے ساتھ ہدی کا جانور لایا ہو یا نہ لایا ہو کیونکہ اس کا المام ہدی کے ساتھ بھی صحیح ہوتا ہے جیسا کہ ہدی کے بغیر صحیح ہوتا ہے بخلاف آفاقی کے، بہت سے حضرات نے اس کی تصریح کی ہے [1] (اور اگر وہ حج کے مہینوں سے پہلے آفاق میں آیا اور قران کا احرام باندھ کر واپس آیا تو اس کا قِران جائز ہوگا جیسا کہ قرانِ مکی کے بیان میں گذر چکا ہے، مؤلف)

(۵) آفاقی شخص جب حدودِ میقات (حِلّ) میں داخل ہوا یا (حج کے مہینوں سے پہلے) عمرہ کا احرام باندھ کر مکہ مکرمہ میں داخل ہوا اور حج کے مہینوں سے پہلے عمرہ کے افعال ادا کرکے عمرہ کے احرام سے باہر ہوگیا پھر اگر وہ وہاں ٹھہرا رہا یہاں تک کہ حج کے مہینے شروع ہوگئے تو وہ اہلِ مکہ کے حکم میں ہے (پس اس کو قران و تمتع کرنا منع ہے [2]) اور اگر وہ حج کے مہینوں سے پہلے آفاق کی طرف چلا گیا تو وہ بالاتفاق آفاقی کی مانند ہے (اب اس کو مکہ مکرمہ واپس آتے وقت قران و تمتع کرنا جائز ہے [3]) اور اگر حج کے مہینوں میں آفاق کی طرف گیا تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک وہ اہلِ مکہ کے حکم میں ہے جبکہ وہ اپنے وطن کے سوا کسی اور جگہ گیا ہو اور صاحبین کے نزدیک آفاقی کی مانند ہے اور اگر اپنے وطن کی طرف گیا ہو تو بالاتفاق آفاقی کی مانند ہے [4]

تفریعاتِ المام

یعنی عمرہ و حج کے درمیان اپنے وطن واپس آنے جانے کے مسائل، المام کے معنی نزول کے ہیں جب کوئی اپنے اہل و عیال میں آئے تو کہا جائے گا اَلَمَّ بِاَھْلِہٖ۔ المام کی دو قسمیں ہیں صحیح و فاسد، المام صحیح کی تعریف یہ ہے کہ احرام سے حلال ہونے کے بعد اپنے وطن واپس آجائے اور یہ بات اس متمتع میں پائی جائے گی جو اپنے ساتھ ہدی نہ لایا ہو، اور المامِ فاسد اس کے برعکس ہے یعنی احرام باقی رہنے کی حالت میں اپنے وطن آنا اور یہ بات اس متمتع کے حق میں پائی جائے گی جو ہدی کا جانور اپنے ساتھ لایا ہو اھ [5] اور محیط میں ہے کہ المام صحیح یہ ہے کہ عمرہ ادا کرنے کے بعد اپنے اہل و عیال میں واپس آجائے اور پھر اس عمرہ کے لئے واپس مکہ یا حدودِ حرم میں جانا واجب نہ ہو [6] پہلی تفسیر آفاقی کے حق میں ثابت ہوتی ہے اور دوسری تفسیر (جو محیط سے منقول ہے) عام ہے [7] حاصل یہ ہے کہ المام صحیح سے تمتع بالاتفاق باطل ہو جاتا ہے اور المام فاسد شیخین کے نزدیک تمتع کی صحت کا مانع نہیں ہے یعنی اس سے تمتع باطل نہیں ہوتا امام محمدؒ کا اس میں خلاف ہے [8] پس امام محمدؒ کے نزدیک اس کا تمتع باطل ہو جائے گا کیونکہ اس نے اس کو دو سفروں میں ادا کیا ہے [9] اور جاننا چاہئے کہ المامِ صحیح کی جو شرائط بیان کی گئی ہیں (یعنی عمرہ ادا کرکے وطن آنا اور پھر اس پر واپس مکہ لوٹنا واجب نہ ہونا) یہ آفاقی کے لئے ہیں اہل مکہ کیلئے یہ شرائط نہیں ہیں بلکہ اس کا المام (یعنی اپنے اہل و عیال میں آنا) مطلق طور پر صحیح ہے اس لئے کہ وہ حرم میں پہلے سے موجود ہے

[1] لباب و شرحہ [2] حیات [3] زبدہ [4] غنیہ و شرح اللباب و رع [5] عنایہ و منحہ [6] منحہ و رع و شرح اللباب [7] منحہ
[8] شرح اللباب و عنایہ ملتقطاً [9] ہدایہ

پس اس کے حق میں حرم کی طرف واپس آنا متصور نہیں ہے خواہ وہ احرام سے حلال ہوجائے یا اس کا احرام باقی رہے اور خواہ اپنے ساتھ ہدی کا جانور لایا ہو یا نہ لایا ہو اسی لئے اس کا تمتع مطلقاً صحیح نہیں ہے سلہ (جیسا کہ پہلے بیان ہوچکا ہے، المامِ صحیح و فاسد کی مزید تشریح کتبِ فن میں ملاحظہ فرمائیں، مؤلف)۔

المام کی تفریعات مندرجۂ ذیل ہیں:- (۱) اگر کسی آفاقی نے حج کے مہینوں میں عمرہ کا احرام باندھا پھر وہ اپنے عمرہ کے احرام سے حلال ہونے سے قبل اپنے اہل و عیال (وطن) کی طرف لوٹا اور احرام کی حالت میں اپنے اہل و عیال میں آیا پھر اسی احرام کے ساتھ مکہ مکرمہ واپس آیا اور اپنا عمرہ پورا کیا پھر اسی سال حج بھی کیا تو اس مسئلہ کی تین صورتیں ہیں، اوّل یہ کہ اس نے طوافِ عمرہ کے ایک یا دو یا تین چکر (یعنی اقل حصہ) کئے اس کے بعد احرام کی حالت میں اپنے اہل و عیال کی طرف لوٹا پھر وہاں سے اسی احرام کی حالت میں مکہ مکرمہ واپس آیا اور اپنا عمرہ پورا کیا اور اسی سال حج بھی کیا تو وہ شخص بالاجماع متمتع ہوجائے گا۔ دوم یہ کہ آفاقی نے عمرہ کا احرام باندھا اور پھر عمرہ کے تمام افعال حج کے مہینوں میں ادا کرکے اپنے عمرہ کے احرام سے حلال ہوگیا اور اس کے بعد یعنی احرام سے فارغ ہوکر اپنے اہل و عیال کی طرف لوٹا پھر وہاں سے حج کا احرام باندھ کر مکہ مکرمہ واپس آیا اور اسی سال حج کیا تو وہ شخص بالاجماع متمتع نہیں ہوگا اور اس پر ہدیٔ تمتع واجب نہیں ہوگی بلکہ اس کا عمرہ بھی مفرد ہوگا اور حج بھی مفرد ہوگا کیونکہ اس کا اپنے اہل و عیال میں واپس آنا دو احراموں کے درمیان المامِ صحیح کے ساتھ ہوا ہے اور المامِ صحیح تمتع کا مانع ہے لیکن اگر وہ شخص اب اپنے وطن سے مکہ مکرمہ واپس آتے وقت اپنے میقات سے دوسرے نئے عمرہ کا احرام باندھ کر مکہ مکرمہ آکر عمرہ کرے اور پھر اسی سال حج بھی کرے تو وہ شخص (بالاتفاق) متمتع ہوجائے گا کیونکہ پہلے عمرہ سے متمتع ہونے کا حکم اس کے احرام سے فارغ ہوکر اپنے اہل و عیال میں آنے کی وجہ سے ساقط ہوگیا لہذا یہ حکم دوسرے عمرہ کے ساتھ متعلق ہوجائے گا اور اب وہ حج کے مہینوں میں عمرہ و حج المامِ صحیح کے بغیر جمع کرنے والا ہوجائے گا پس وہ متمتع ہوجائے گا۔ سوم یہ کہ وہ شخص پورا طواف یا اس کا اکثر حصہ ادا کرنے کے بعد اور احرام سے حلال ہوئے بغیر احرام کی حالت میں اپنے اہل و عیال میں لوٹ آیا پھر وہاں سے مکہ مکرمہ واپس آکر اس نے اپنا باقی عمرہ پورا کیا اور اسی سال حج کیا تو وہ شخص امام ابوحنیفہ و امام ابویوسف رحمہما اللہ کے قول میں متمتع ہوجائے گا اور امام محمدؒ کے قول میں وہ متمتع نہیں ہوگا، امام محمدؒ کے قول کی وجہ یہ ہے کہ اس نے عمرہ دو سفروں میں ادا کیا ہے اور اس کے طواف کا اکثر حصہ سفرِ اول میں ادا ہوا ہے اور یہ (ان کے نزدیک) تمتع کا مانع ہے اور شیخین کے قول کی وجہ یہ ہے کہ اس کا اپنے اہل و عیال میں آنا المامِ صحیح کے ساتھ نہیں ہے (بلکہ یہ المام فاسد ہے) اس لئے کہ اس کو نئے سرے سے احرام باندھے بغیر اسی احرام سے مکہ مکرمہ کی طرف لوٹنا مباح ہے پس وہ ایسا ہوگیا گویا کہ وہ مکہ مکرمہ میں ہی مقیم رہا اور اس نے عمرہ و حج دونوں کو ایک ہی سفر میں ادا کیا ہے سلہ (یعنی حکماً یہ سفرِ واحد ہی ہے، مؤلف) امام محمدؒ کے قول کی وجہ یہ ہے کہ ان کے نزدیک اتحادِ سفر کے لئے مکہ واپس لوٹنا اس پر فرض ہونا چاہئے اور یہ اس وقت ہوتا ہے جبکہ

سلہ ش سلہ بدائع بتصرف من محلین۔

طواف کا اکثر حصہ باقی ہو، مکہ مکرمہ واپس لوٹنا واجب ہونے مثلاً حلق کرانا باقی رہ جانے کی صورت میں اتحادِ سفر باقی نہیں رہتا لہذا صورتِ مذکورہ میں اس کا المام امام محمدؒ کے نزدیک صحیح ہے) اور شیخین کے نزدیک اس پر مکہ مکرمہ لوٹنا فرض و واجب ہونے یعنی دونوں صورتوں میں اتحادِ سفر قائم رہتا ہے اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک مستحب ہونے کی صورت میں بھی اتحادِ سفر رہتا ہے کیونکہ ان کے نزدیک حرم میں حلق کرانا مستحب ہے [۱]

(۲) اور اسی طرح المام فاسد جو کہ صحتِ تمتع کا مانع ہے اس کی ایک صورت ہدی کا اپنے ساتھ لے جانا ہے پس اگر کسی نے حج کے مہینوں میں عمرہ کا احرام باندھا اور اس کی نیت تمتع کرنے کی ہے اور وہ تمتع کا جانور اپنے ساتھ لے گیا پھر جب وہ عمرہ سے فارغ ہوا تو احرام کی حالت میں اپنے اہل و عیال کی طرف لوٹا تو امام ابو حنیفہ و امام ابو یوسف رحمہا اللہ کے قول میں اس کا تمتع باطل نہیں ہوگا حتی کہ پھر اگر وہاں سے مکہ مکرمہ واپس آیا اور حج کا احرام باندھا اور اسی سال حج کیا تو وہ شخص شیخین کے قول میں متمتع ہوگا کیونکہ اس کا اپنے اہل و عیال میں آنا المام صحیح نہیں ہے (بلکہ المام فاسد ہے) پس وہ ایسا ہو گیا گویا کہ مکہ مکرمہ میں مقیم رہا ہے اور امام محمدؒ کے نزدیک وہ شخص متمتع نہیں ہوگا [۲] اس لئے کہ امام محمدؒ کے نزدیک ہدی کا ہمراہ لے جانا اس کو حلال ہونے سے نہیں روکتا اور ان کے نزدیک صحتِ تمتع کا مانع المام بالأهل (وطن واپس آنا) ہے اور اس صورت میں وہ پایا گیا ہے اور مکہ مکرمہ واپس لوٹنا اس پر فرض نہیں ہے اس کی دلیل یہ ہے کہ اگر اس کو یہ بات پیدا ہو جائے کہ وہ حج نہ کرے تو یہ اس کے لئے جائز ہے اور اس کو اپنی ہدی وہیں ذبح کر دینا جائز ہے اور جب اس کو واپس لوٹنا فرض نہ ہوا تو وہ ایسا ہو گیا گویا کہ ہدی ساتھ نہیں لایا اور جب کوئی شخص ہدی ساتھ نہ لایا ہو تو (اپنے وطن واپس آجانے سے) اس کا تمتع باطل ہو جاتا ہے تو اسی طرح اس صورت میں اس کا تمتع باطل ہو جائے گا پس اس کا المام صحیح ہو گیا اور اس کا پہلا سفر ختم ہو گیا اور شیخین کی دلیل یہ ہے کہ جب تک وہ تمتع کرنے کی نیت پر قائم ہے اس پر مکہ مکرمہ واپس لوٹنا واجب ہے کیونکہ ہدی کا ساتھ لانا اس کو احرام سے حلال ہونے کا مانع ہے پس اس کا المام صحیح نہیں ہوا لہذا اس کا تمتع باطل نہیں ہوگا جیسا کہ قارن اگر اپنے اہل و عیال میں لوٹ آئے تو اس کا قران باطل نہیں ہوتا [۳]

(۳) اگر مکہ کا رہنے والا شخص کوفہ (آفاق) کی طرف گیا پھر وہاں سے عمرہ کا احرام باندھا اور مکہ مکرمہ واپس آیا پھر مکہ مکرمہ سے حج کا احرام باندھا تو وہ شخص متمتع نہیں ہوگا کیونکہ اس کو حج و عمرہ کے درمیان اپنے اہل و عیال میں واپس آنا حاصل ہو گیا جو کہ تمتع کا مانع ہے خواہ وہ اپنے ساتھ ہدی لایا ہو یا نہ لایا ہو یعنی اگر مکی کوفہ کی طرف چلا گیا اور وہاں سے عمرہ کا احرام باندھ کر ہدی اپنے ہمراہ لایا تب بھی وہ متمتع نہیں ہوگا اور ہدی کا ہمراہ لانا اس کے لئے صحتِ المام کا مانع نہیں ہے [۴] یعنی اگرچہ وہ اپنے ساتھ ہدی لایا ہو یا اگرچہ اس نے عمرہ کا حلق نہ کرایا ہو یہاں تک کہ حج کا احرام باندھ لیا ہو تب بھی وہ متمتع نہیں ہوگا اس لئے کہ اس پر مکہ مکرمہ واپس لوٹنا واجب نہیں ہے کیونکہ لوٹنے سے مراد اپنے وطن سے حدودِ حرم یا مکہ مکرمہ میں

---

[۱] شرح اللباب و غنیہ [۲] بدائع ملتقطاً من محلین [۳] غنیہ و بدائع ملتقطاً [۴] بدائع۔

آنا ہے اور وہ اہلِ مکہ کے حق میں نہیں پایا جاتا کیونکہ وہ حدودِ حرم یا مکہ مکرمہ میں پہلے ہی موجود ہے پس اس کے حق میں واپس لوٹنا متصور نہیں ہے عنایہ وغیرہا میں اسی طرح ہے سلہ (خواہ وہ مکہ کا شخص حج کے مہینوں سے پہلے آفاق کی طرف گیا ہو یا حج کے مہینوں میں دونوں صورتوں میں یہی حکم ہے اور متمتع نہ ہونے سے مراد صحیح مذہب اور صحیح قول کی بنا پر یہ ہے کہ وہ مسنون طریقہ پر متمتع نہیں ہوگا اور اس پر دمِ جبر واجب ہوگا جیسا کہ تمتعِ مکی میں بیان ہو چکا ہے مؤلف)

(۴) اور اگر مکہ مکرمہ کا رہنے والا شخص کوفہ (آفاق) کی طرف گیا اور وہاں سے قِران کا احرام باندھا تو اس کا قِران صحیح ہے کیونکہ قِران احرام باندھ لینے ہی سے حاصل ہو جاتا ہے، اس میں المام یعنی اپنے اہل وعیال میں آنے کا اعتبار نہیں ہے پس اس کا مکہ مکرمہ کی طرف لوٹنا ایسا ہی ہے جیسا کہ کوئی کوفہ کا رہنے والا شخص قِران کا احرام باندھے اور پھر کوفہ کی طرف لوٹ آئے اور ابن سماعہ رحمہ اللہ نے امام محمد رحمہ اللہ سے روایت کی ہے کہ اہلِ مکہ کا قِران کوفہ کی طرف جانے سے اس وقت صحیح ہے جبکہ وہ حج کے مہینوں سے پہلے چلا جائے لیکن اگر اس کو حج کے مہینے مکہ مکرمہ میں ہی شروع ہو جائیں پھر کوفہ کی طرف نکلے اور وہاں سے قِران کرے تو اس کا قِران صحیح نہیں ہے سلہ

(۵) اوپر نمبر ایک میں جو آفاقی کا تمتع المامِ صحیح کے ساتھ باطل ہونے کا بیان ہوا ہے یہ حکم اس وقت ہے جبکہ وہ اپنے اہل وعیال (وطن) کی طرف واپس آیا ہو لیکن اگر وہ تمتع کرنے والا آفاقی شخص حج کے مہینوں میں اپنے عمرہ سے فارغ ہو کر اپنے وطن کے علاوہ آفاق میں کسی اور جگہ چلا گیا اس طرح پر کہ حدودِ میقات سے باہر نکل کر ایسی جگہ گیا جہاں کے لوگوں کو قِران و تمتع کرنا مشروع ہے مثلاً بصرہ وغیرہ کی طرف گیا خواہ وہاں جا کر پندرہ دن یا زیادہ کی اقامت اختیار کر لی ہو یا نہ کی ہو اور خواہ اس کو وطن بنا لیا ہو یا نہ بنایا ہو پھر وہ وہاں سے مکہ مکرمہ واپس آئے اور اسی سال حج کرے تو اس شخص کے متمتع ہونے کے بارے میں اختلاف ہے، جصاص نے جامعِ صغیر میں کہا ہے کہ وہ شخص متمتع ہوگا اور اختلاف کا کوئی ذکر نہیں کیا اور قاضی نے بھی یہی ذکر کیا ہے کہ وہ ہمارے تینوں اماموں کے قول میں متمتع ہوگا اور طحاوی نے ذکر کیا ہے کہ وہ امام ابوحنیفہؒ کے قول میں متمتع ہوگا اور وہ اس شخص کی برابر ہے جو مکہ مکرمہ میں ہی مقیم رہا ہو اور وہاں سے باہر (میقات سے باہر) نہ گیا ہو لیکن امام ابویوسف وامام محمد رحمہما اللہ کے قول میں وہ شخص متمتع نہیں ہوگا اور اس شخص کا ایسی جگہ جانا جہاں کے لوگوں کو قِران و تمتع کرنا مشروع ہو ایسا ہی ہے جیسا کہ اپنے اہل وعیال (وطن) میں جانا پس اس کا عمرہ و حج دونوں عبادتیں میقاتی ہو گئیں اور متمتع ہونے کے لئے یہ ضروری ہے کہ اس کا حج مکی ہو، اور امام صاحب و صاحبین کے اختلاف کا اثر دم واجب ہونے میں ظاہر ہوگا (یعنی امام صاحب کے نزدیک تمتع صحیح ہونے کی وجہ سے اس پر دم واجب ہوگا اور صاحبین کے نزدیک جب تمتع صحیح نہ ہوا تو دم بھی واجب نہیں ہوا، مؤلف) اور صاحبین کے قول کی وجہ یہ ہے کہ جب وہ میقات سے باہر چلا گیا اور ایسی جگہ پہنچ گیا جہاں کے لوگوں کو قِران و تمتع کرنا جائز ہے تو اس کے پہلے سفر کا حکم باطل ہو گیا اور دوسرا سفر شروع

سلہ غنیہ سلہ بدائع۔

ہو جانے کی وجہ سے وہ اہلِ مکہ میں سے نہیں رہا پس وہ شخص متمتع نہیں رہا جیسا کہ اگر وہ اپنے اہل و عیال میں لوٹ آتا تو متمتع نہ رہتا، لیکن اگر وہ اُس جگہ سے عمرہ کا احرام باندھ کر مکہ مکرمہ واپس آکر عمرہ کرے اور پھر اسی سال حج بھی کرے تو صاحبین کے نزدیک اس کا تمتع درست ہو جائے گا اور اسی طرح اگر اب وہ وہاں سے قران کا احرام باندھ کر قران کرے تو وہ بھی صاحبین کے نزدیک درست ہو جائے گا پس صاحبین کے نزدیک اس کا پہلا تمتع باطل ہو گیا اب قران کا احرام باندھے یا دوسرے عمرہ کا احرام باندھ کر نئے سرے سے تمتع کرے دونوں جائز ہیں ۱؎ اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے قول کی وجہ یہ ہے کہ اس کے ایسی جگہ پہنچنے سے جہاں کے لوگوں کے لئے قران و تمتع مشروع ہے اس کا پہلا سفر باطل نہیں ہوتا جب تک وہ اپنے وطن واپس نہ لوٹے، اس لئے کہ مسافر جب تک اپنی منزل کی طرف واپس نہیں آتا خواہ کتنی جگہوں میں آتا جاتا رہے وہ سب سفرِ واحد ہی شمار ہو گا اور چونکہ صورتِ مذکور میں بھی وہ اپنے وطن واپس نہیں آیا ہے اس لئے وہی پہلا سفر بدستور قائم رہا پس وہ ایسا ہو گیا گویا کہ وہ مکہ مکرمہ سے باہر نہیں گیا لہذا وہ متمتع ہو گا اور اس پر تمتع کی ہدی لازم ہو گی ۲؎ فخر الاسلام ابو الیسرؒ نے کہا کہ جصاص کا قول صحیح ہے اور معراج میں ہے کہ یہ اصح ہے لیکن حقائق میں ہے کہ ہمارے بہت سے مشائخ نے کہا ہے کہ امام طحاویؒ کا قول درست ہے اور صغارؒ نے کہا کہ ہم نے طحاوی کو اکثر آزمایا تو کبھی اس کو غلط نہیں پایا اور ہم نے جصاص کو اکثر آزمایا تو اس کو غلطی پر پایا ۳؎ اور فقہا نے اس میں یہ قید لگائی ہے کہ اس نے حج کے مہینوں میں عمرہ کیا ہو اس لئے کہ اگر حج کے مہینوں سے پہلے عمرہ کیا تو وہ بالاتفاق متمتع نہیں ہو گا ۴؎

(تنبیہ) اگر آفاقی متمتع حج کے مہینوں میں مکہ مکرمہ آکر عمرہ کرے اور عمرہ کے احرام سے حلال ہو کر حج سے پہلے مدینہ منورہ چلا جائے تو امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے قول کے مطابق اس کو مدینہ منورہ سے مکہ واپس آتے وقت حج افراد کا احرام باندھ کر آنا چاہئے اور اس کا حج تمتع ہو جائے گا اس کو قران یا عمرہ کا احرام نہیں باندھنا چاہئے کیونکہ وہ سفرِ واحد ہونے کی وجہ سے مکی کے حکم میں ہے اگر وہ قران کا احرام باندھ کر آئے گا تو اس پر دمِ جنایت واجب ہو جائے گا اور دوسرے عمرہ کا احرام اس لئے نہیں باندھ سکتا کہ اس کے کئے ہوئے پہلے عمرہ سے تمتع منعقد ہو چکا ہے تاہم دوسرے عمرہ کی گنجائش ہے کیونکہ آفاق سے آرہا ہے اس لئے اگر دوسرے عمرہ کا احرام باندھ کر آئے تو امام صاحبؒ کے نزدیک چنداں حرج نہ ہو گا ۵؎ (اور جبکہ اکثر فقہا کے نزدیک عمرہ کرکے حلال ہونے کے بعد مکہ مکرمہ میں رہتے ہوئے بھی آفاقی کو اور مفرد عمرے کرنا جائز ہے تو اس صورت میں بدرجۂ اولیٰ اس کے لئے عمرہ جائز ہونا چاہئے کیونکہ مکی کے حکم میں ہونے کے باوجود آفاق سے آرہا ہے واللہ اعلم بالصواب، مؤلف) لیکن صاحبین کے نزدیک وہ مدینہ منورہ سے واپسی کے وقت عمرہ کا احرام باندھ کر آئے کیونکہ میقات سے باہر جانے کی وجہ سے اس کا تمتع باطل ہو گیا اور پہلا کیا ہوا عمرہ دو سفروں کی وجہ سے مفرد عمرہ ہو جائے گا اور اب اس دوسرے عمرے سے تمتع از سرِ نو منعقد ہو جائے گا ۶؎

۱؎ مستفاد عن زبدہ و حج و عمرہ ۲؎ بدائع بزیادۃ عن بحر و ش ۳؎ ش و بحر و منحہ ملتقطاً ۴؎ بحر و ش تصرفاً ۵؎ زبدہ و حج و عمرہ تصرفاً ۶؎ حج و عمرہ وغیرہ

(۶) اگر کسی آفاقی نے حج کے مہینوں میں عمرہ کا احرام باندھا پھر اس کو فاسد کر دیا اور اس فاسد عمرہ کو پورا کیا اور (حلق کرا کر) اس سے حلال ہو گیا پھر حج کا احرام باندھا اور اس سال فاسد عمرہ قضا کرنے سے پہلے حج کیا تو وہ شخص متمتع نہیں ہو گا اس لئے کہ جب تک عمرہ و حج دونوں ایک سال میں حاصل نہ ہوں متمتع نہیں ہوتا اور جب اس نے عمرہ فاسد کر دیا تو اس سال میں عمرہ و حج دونوں اس کو حاصل نہ ہوئے پس وہ متمتع نہ ہوا، اور اگر اس نے اپنے فاسد عمرہ کو قضا کیا پھر حج کا احرام باندھا اور اس سال حج کیا تو اس مسئلہ کی تین صورتیں ہیں: اوّل یہ کہ اگر وہ اپنے فاسد عمرہ کے افعال ادا کر کے اس سے حلال ہو گیا اور اپنے اہل و عیال کی طرف لوٹ آیا پھر وہاں سے مکہ مکرمہ واپس آیا اور اس فاسد عمرہ کو قضا کیا پھر حج کا احرام باندھا اور اس سال حج کیا تو وہ بالاجماع متمتع ہو گا اس لئے کہ جب وہ اپنے اہل و عیال میں پہنچا تو وہ اہلِ تمتع میں سے ہو گیا اور اس نے اس کو ادا کر لیا ہے لہٰذا وہ متمتع ہو گیا[۱] اور فاسد عمرہ کا قضا کیا ہوا عمرہ تمتع کے لئے نقصان دہ نہیں ہے کیونکہ اپنے اہل و عیال میں آنے کے ساتھ پہلا سفر ختم ہو کر اب دوبارہ مکہ مکرمہ جانے سے حج و عمرہ کے لئے یہ دوسرا سفر شروع ہوا ہے پس پہلا سفر باطل ہونے کی وجہ سے وہ متمتع ہو جائے گا اور اس کے عمرہ کا قضائی ہونا اس کے تمتع کے لئے مضر نہیں ہو گا[۲] (پس اس کو عمرہ و حج دونوں صحیح طریقہ پر ایک ہی سفر میں ادا کرنے کا فائدہ حاصل ہو گیا ہے[۳]) دوم[۲] یہ کہ وہ اپنے فاسد عمرہ سے فارغ ہو کر حلال ہو گیا لیکن وہ حرم سے باہر نہیں گیا یا حرم سے باہر تو گیا لیکن حدودِ میقات سے باہر نہیں گیا یہاں تک کہ اس نے اپنا فاسد عمرہ قضا کر لیا پھر حج کا احرام باندھا اور اسی سال حج کیا تو وہ شخص بالاجماع متمتع نہیں ہو گا اس لئے کہ جب وہ فاسد عمرہ کے افعال ادا کر کے حلال ہوا تو اہلِ مکہ میں سے ہو گیا اور اہلِ مکہ کے لئے تمتع مشروع نہیں ہے اور وہ (غیر مشروع طریقہ پر تمتع کرنے کی وجہ سے) گنہگار ہو گا اور اس پر دمِ اسارت واجب ہو گا (اس کی تفصیل تمتع مکی میں بیان ہو چکی ہے، مؤلف) سوم[۳] یہ کہ اگر وہ اپنے فاسد عمرہ کے افعال سے فارغ ہو کر حلال ہوا اور فاسد عمرہ قضا کرنے سے پہلے حرم سے باہر نکل کر حدود میقات سے بھی باہر اپنے وطن کے علاوہ ایسی جگہ چلا گیا جہاں کے لوگوں کو قران و تمتع کرنا مشروع ہے مثلاً بصرہ وغیرہ چلا گیا (خواہ اس جگہ پندرہ دن یا زیادہ اقامت اختیار کرے یا نہ کرے اور خواہ اس جگہ کو اپنا وطن بنا لئے یا نہ بنائے[۴]) پھر وہاں کے عمرہ کا احرام باندھ کر مکہ مکرمہ واپس آیا اور حج کے مہینوں میں فاسد عمرہ قضا کیا پھر حج کا احرام باندھا اور اسی سال حج کیا تو یہ مسئلہ اختلافی ہے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے قول کے مطابق وہ شخص متمتع نہیں ہو گا وہ ایسا ہے گویا کہ وہ مکہ سے باہر نہیں گیا اور امام ابو یوسف و امام محمد رحمہما اللہ کے قول میں وہ شخص متمتع ہو گا ان کے نزدیک وہ ایسا ہے گویا کہ اپنے اہل و عیال میں پہنچ گیا ہے[۵] فتح القدیر میں ہے کہ امام ابو حنیفہؒ کے قول کے مطابق اس مسئلہ کی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ اگر اس نے شوال کا چاند میقات سے باہر دیکھا ہے تو وہ متمتع ہو گا اور دوسری یہ کہ اس نے شوال کا چاند داخلِ میقات میں دیکھا ہے تو وہ متمتع نہیں ہو گا۔ پہلی صورت کی وجہ یہ ہے کہ اس کو حج کے مہینے ایسی حالت میں شروع ہوئے ہیں کہ وہ اہلِ تمتع میں سے ہے اور دوسری صورت کی وجہ یہ ہے کہ اس نے حج کے مہینے ایسی حالت میں پائے کہ وہ تمتع سے منع کیا گیا ہے اس لئے کہ اس سے ممانعت اس وقت تک زائل نہیں ہوتی جب تک وہ اپنے اہل و عیال میں نہ چلا جائے اور

---

[۱] بدائع [۲] در و ش تصرفاً و شلبی الغنیہ و غیرہا [۳] غنیہ و ش [۴] غنیہ [۵] بدائع و فتح و غنیہ ملتقطاً۔

صاحبین کے نزدیک ان دونوں صورتوں میں وہ متمتع ہوگا کیونکہ اس موضع والوں کے ساتھ مل جانے سے اس کا پہلا سفر ختم ہوگیا پس وہ ایسا ہے گویا کہ اپنے اہل وعیال میں چلا گیا ۔ صاحبین کے قول کی وجہ یہ ہے کہ جب وہ ایسی جگہ چلا گیا جہاں کے لوگوں کو قران وتمتع کرنا جائز ہے تو وہ اس جگہ کے لوگوں میں سے ہوگیا اور اس کے پہلے سفر کا حکم باطل ہوگیا پھر جب وہ مکہ مکرمہ میں آیا تو اب یہ اس کا نیا سفر شروع ہوگیا اور اب اس کو اس دوسرے سفر میں عمرہ و حج دونوں عبادتیں حاصل ہوگئیں پس وہ متمتع ہوگیا، جس طرح کہ اگر وہ اپنے اہل وعیال کی طرف لوٹے پھر وہاں سے مکہ مکرمہ واپس آئے اور حج کے مہینوں میں اپنا فاسد عمرہ قضا کرے پھر حج کا احرام باندھ کر اسی سال حج کرے تو وہ متمتع ہوگا اسی طرح یہاں بھی ہے بخلاف اس شخص کے جو مکہ میں ہی گھر بنالے (یعنی وطن اختیار کرلے) کہ وہ اہلِ مکہ میں سے ہوجائیگا اور اہلِ مکہ کے لئے تمتع نہیں ہے، اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے قول کی وجہ یہ ہے کہ اس کے پہلے سفر کا حکم باقی ہے کیونکہ جب انسان اپنے وطن سے مسافر ہوکر نکلتا ہے تو جبتک وہ اپنے وطن واپس نہ آجائے مسافری کے حکم میں رہتا ہے خواہ کئی جگہ آمدورفت رکھے اور جب پہلے سفر کا حکم باقی ہے تو اس کے بصرہ آنے اور اقامت اختیار کرلینے کا کوئی اعتبار نہیں ہے پس وہ ایسا ہوگیا گویا کہ مکہ ہی میں مقیم ہے اور وہاں سے نہیں نکلا یہانتک کہ اس نے فاسد عمرہ قضا کرلیا، اور جب صورت اس طرح سے ہو تو وہ شخص متمتع نہیں ہوگا اور اس پر دم واجب نہیں ہوگا کیونکہ جب اس نے عمرہ فاسد کردیا تو اس پر لازم ہوگیا کہ وہ اس کو مکہ ہی سے قضا کرے یعنی وہ اہلِ مکہ کے میقات سے عمرہ کا احرام باندھے اور یہ اس کے اہلِ مکہ کے ساتھ ملحق ہونے کی دلیل ہے پس اس کا عمرہ و حج دونوں مکی ہوگئے کیونکہ دونوں اہلِ مکہ کے میقات سے اداہوں گے لہٰذا وہ مکہ میں وجود الملام کی وجہ سے متمتع نہیں ہوگا جیسا کہ اگر کوئی شخص اپنے عمرہ سے فارغ ہوکر مکی کی مانند ہوگیا جب وہ آفاق میں کسی اقرب جگہ[ع] گیا اور وہاں سے عمرہ کا احرام باندھا پھر مکہ واپس آیا اور عمرہ ادا کیا پھر حج کا احرام باندھ کر اسی سال حج کیا تو وہ متمتع نہیں ہوگا اسی طرح یہاں بھی ہے بخلاف اس صورت کے جب کہ وہ اپنے وطن کی طرف لوٹا ہو کیونکہ جب وہ اپنے وطن کی طرف لوٹ آیا تو اس کے پہلے سفر کا حکم منقطع ہوگیا پس اس کے اہلِ مکہ میں سے ہونے کا حکم بھی منقطع ہوگیا اب اس کے بعد جب وہ مکہ واپس آیا اور عمرہ قضا کیا اور حج کیا تو اس کو یہ دونوں عبادتیں ایک ہی سفر میں حاصل ہوگئیں پس وہ متمتع ہوگیا ۔[۲]

(۷) اوپر فسادِ عمرہ کی جن صورتوں کے احکام بیان ہوئے یہ سب اس وقت ہے جبکہ اس نے حج کے مہینوں میں عمرہ کا احرام باندھا ہو اور پھر اس کو فاسد کردیا ہو اور پھر فاسد عمرہ پورا کیا ہو لیکن اگر اس نے حج کے مہینوں سے پہلے عمرہ کا احرام باندھا اور پھر اس کو فاسد کردیا اور فاسد عمرہ کے افعال ادا کئے پھر وہ شخص حدودِ میقات سے باہر نہیں نکلا یہانتک کہ حج کے مہینے شروع ہوگئے اور اس عمرہ کو حج کے مہینوں میں قضا کیا پھر حج کا احرام باندھا اور اسی سال حج کیا تو وہ شخص بالاجماع متمتع نہیں ہوگا اور اس کا حکم مکی کے تمتع کرنے کی طرح ہے اس لئے کہ وہ بھی اہلِ مکہ میں سے ہوگیا جیسا کہ اوپر بیان ہوچکا ہے اور وہ ایسا کرنے کی صورت میں گنہگار ہوگا اور اس پر دم اسارت واجب ہوگا اور اگر وہ اپنے اہل وعیال کی طرف لوٹا پھر وہاں سے

---

[۱] فتح وشلہ فی الہندیہ [۲] بدائع ۔ [ع] یعنی اپنے وطن کے علاوہ کسی جگہ گیا (مؤلف)

عمرہ کا احرام باندھ کر مکہ مکرمہ واپس آیا اور اپنا فاسد عمرہ حج کے مہینوں میں قضا کیا پھر حج کا احرام باندھا اور اسی سال حج کیا تو وہ بالاجماع متمتع ہوگا وجہ اوپر بیان ہوچکی ہے، اور اگر اپنے اہل و عیال کے سوا کسی ایسی جگہ آفاق میں آیا جہاں کے لوگوں کے لئے قران و تمتع مشروع ہے پھر وہاں سے عمرہ کا احرام باندھ کر مکہ مکرمہ واپس آیا اور اپنا فاسد عمرہ حج کے مہینوں میں قضا کیا پھر حج کا احرام باندھ کر اسی سال حج کیا تو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک اس کی دو صورتیں ہیں، ایک صورت میں وہ متمتع ہوگا اور وہ اس وقت ہے جبکہ اس نے شوال کا چاند میقات سے باہر دیکھا ہو پھر وہ عمرہ کا احرام باندھ کر مکہ مکرمہ آیا ہو اور حج کے مہینوں میں اپنا عمرہ قضا کر کے حج کا احرام باندھا ہو اور اسی سال حج کیا ہو اور دوسری صورت میں وہ متمتع نہیں ہوگا اور وہ اس وقت ہے جبکہ اس نے شوال کا چاند داخلِ میقات میں دیکھا ہو، اور امام ابویوسفؒ و امام محمدؒ کے نزدیک دونوں صورتوں میں وہ متمتع ہوگا کیونکہ ان کے نزدیک اس مقام پر جانا ایسا ہی ہے جیسا کہ اپنے اہل و عیال میں جانا اور جب وہ اپنے اہل و عیال میں لوٹ آیا ہو تو وہ متمتع ہو جاتا ہے اسی طرح یہاں بھی ہے اور امام ابوحنیفہؒ کے قول کی وجہ یہ ہے کہ پہلی صورت میں وہ حج کے مہینے شروع ہونے کے وقت اہلِ میقات میں سے ہے کیونکہ اس وقت وہ میقات سے باہر یعنی آفاقی ہے اور دوسری صورت میں وہ حج کے مہینے شروع ہونے کے وقت اہلِ تمتع میں سے نہیں ہے کیونکہ حج کے مہینے اس کو میقات کے اندر شروع ہوئے ہیں اور اس صورت میں وہ حدودِ میقات کے اندر ہوتے ہوئے تمتع سے منع کیا گیا ہے اور ممانعت اس وقت تک زائل نہیں ہوتی جب تک اپنے اہل کے ساتھ ملحق نہ ہو جائے [1]

اقسامِ تمتع

(۱) تمتع کرنے والے لوگ دو قسم کے ہیں: اوّل متمتع بالہدی یعنی وہ شخص جو عمرہ کا احرام باندھ کر شروع سے ہی ہدی (تمتع کی قربانی کا جانور) اپنے ساتھ لے جائے۔ دوم متمتع بغیر الہدی یعنی وہ شخص جو ہدی کا جانور ساتھ نہ لے جائے [2]

(۲) پہلی قسم کا تمتع یعنی اپنے ساتھ ہدی لے جانا دوسری قسم کے تمتع یعنی اپنے ساتھ ہدی نہ لانے سے افضل ہے کیونکہ اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل کے ساتھ موافقت ہے [3]

(۳) جب تمتع کرنے والے کا ارادہ اپنے ساتھ ہدی لے جانے کا ہو تو وہ پہلے عمرہ کی نیت کر کے تلبیہ پڑھ کر عمرہ کا احرام باندھے پھر اپنی ہدی کے جانور کو پیچھے سے ہانک کر ساتھ لے جائے کیونکہ پہلے نیت کر کے تلبیہ پڑھ کر احرام باندھنا اس کے بعد ہدی کو ہانکنا افضل ہے بہ نسبت اس کے کہ ہدی کو ہانکنے کے ساتھ احرام کی نیت کرے اگرچہ شرائط کے ساتھ یہ بھی جائز ہے اور اس لئے بھی ایسا کرے کہ دونوں کو جمع کرنا یعنی قلادہ ڈالنے اور ہانکنے سے پہلے تلبیہ کے ساتھ احرام باندھنا افضل ہے [4] یعنی افضل یہ ہے کہ ہدی کو ہانکنے کے ساتھ احرام نہ باندھے بلکہ نیت اور تلبیہ کے ساتھ احرام باندھے پھر ہدی کو ہانکے [5] پس نیت کر کے تلبیہ پڑھ کر احرام باندھے پھر ہدی کو پیچھے سے ہانک کر اپنے ساتھ لے جائے اور ہدی کو آگے سے رسّی پکڑ کر

---

[1] بدائع [2] لباب و شرحہ و ع و بدائع [3] لباب و شرحہ و ش و بحر و ع ملتقطاً [4] لباب و شرحہ و ش و ہدایہ ملتقطاً [5] بحر۔

کھینچنا بھی جائز ہے لیکن اس کی بہ نسبت پیچھے سے ہانکنا افضل ہے لیکن اگر وہ جانور پیچھے سے ہانکنے سے نہ چلے یا وقت کے ساتھ چلے تو ضرورت کی وجہ سے آگے سے رسی پکڑ کر لیجائے [1] (اس کی تفصیل احرام کے بیان میں گزر چکی ہے مؤلف)

(۴) اگر ہدی کا جانور اونٹ یا گائے ہو تو اس کے گلے میں قلادہ بھی ڈالے اور قلادہ سے مراد یہ ہے کہ جوتی یا چمڑے کی زنبیل کا ٹکڑا یا درخت کی چھال رسی میں باندھ کر جانور کے گلے میں ڈال دے، قلادہ باندھنا جھول پہنانے سے افضل ہے اسلئے کہ قلادہ باندھنے کا ذکر قرآن مجید میں ہے اور یہ اطلاع کے لئے ہے اور جھول پہنانا زینت کے لئے ہے اور اگر قلادہ بھی باندھے اور جھول بھی پہنائے تو بہتر ہے اور جھول کو ترک کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے کیونکہ سنت نہیں ہے بلکہ مستحسن ہے [2] اونٹ یا گائے کی قید اس لئے ہے کہ بکری کو قلادہ پہنانا سنت نہیں ہے [3]

(۵) امام ابو یوسف و امام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک اونٹ کو اشعار کیا جائے اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک اشعار نہ کیا جائے [4] یعنی اونٹ کو اشعار کرنا جائز ہے اور بعض فقہا نے کہا کہ یہ مکروہ ہے [5] محیط میں ہے کہ یہی صحیح ہے اور بعض نے اس کو بدعت کہا ہے کیونکہ یہ مُثلہ کرنا ہے اور بعض نے کہا کہ یہ سنت (یعنی مستحب) ہے اور یہی اصح ہے اور محیط میں ہے کہ یہی صحیح ہے کیونکہ یہ احادیث میں وارد ہے اور آثارِ صحابہ میں ثابت ہے یعنی یہ امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک مکروہ ہے اور صاحبین کے نزدیک احسن ہے کیونکہ اس میں صحیح مسلم وغیرہ حدیث کی کتابوں سے ثابت شدہ امر کا اتباع ہے، اور امام طحاوی اور امام شیخ ابو منصور ماتریدی نے کہا کہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک اصل اشعار مکروہ نہیں ہے اور یہ ان کے نزدیک کیسے مکروہ ہو سکتا ہے جبکہ اس کے بارے میں احادیث مشہور ہیں بلکہ انھوں نے اپنے اہلِ زمانہ کے اشعار کو مکروہ کہا ہے کیونکہ انھوں نے دیکھا کہ لوگ اس میں اس حد تک مبالغہ کرتے ہیں کہ اشعار کے زخم کے گوشت میں سرایت کر جانے کی وجہ سے اس جانور کے ہلاک ہو جانے کا خوف ہوتا ہے خاص کر حجازِ مقدس کی گرمی میں لہٰذا انھوں نے عوام الناس پر اس کا دروازہ بند کر دینا ہی درست سمجھا کیونکہ عام لوگ اشعار کی حد کو نہیں پہچانتے لیکن جو شخص صحیح طریقہ پر اشعار کرنا جانتا ہو یعنی وہ صرف جلد کو کاٹے گوشت کو نہ کاٹے تو اس کے لئے یہ مکروہ نہیں ہے، کرمانی نے کہا کہ یہی اصح ہے، صاحب لباب المناسک نے کہا کہ اس بنا پر معتدل درجہ کا اشعار امام صاحبؒ کے نزدیک مستحب ہوگا اور یہی فیصلہ امام صاحبؒ کے منصبِ جلیلہ کے لائق ہے، علامہ قوام الدین و امام ابن الہمام رحمہما اللہ نے اسی کو اختیار کیا ہے واللہ اعلم بالصواب۔ اور امام ابو یوسف و امام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک گائے اور بکری میں اشعار کرنا مکروہ ہے اور اونٹ میں حَسَن (مستحب) ہے اور بعض نے کہا کہ سنت ہے جیسا کہ محیط میں ہے اور حکایت کی گئی ہے کہ علامہ قدوریؒ نے صاحبین کے قول کو اختیار کیا ہے اور اسی پر فتوی کی رائے دیتے تھے [6] پس گائے اور بکری میں اشعار بالاتفاق مکروہ ہے [7] لغت میں اشعار کے معنی نشان زدہ اور زخم سے خون آلود کرنا ہیں اور شرع میں اشعار کا مطلب یہ ہے کہ اونٹ کے کوہان کے نیچے کے حصہ میں داہنی یا بائیں طرف سے نیزہ وغیرہ کے ساتھ

---

[1] لباب و شرحہ و بحر و ش و ہدایہ و غنیہ تصرفاً [2] لباب و شرحہ و ہدایہ و غنیہ ملتقطاً [3] بحر [4] ہدایہ [5] لباب [6] شرح اللباب و ش [7] غنیہ

اتنا ہلکا شگاف دے کہ جس سے کھال چر جائے اور خون نکل آئے، شگاف گوشت اور ہڈی تک نہ پہنچے اور جو خون اس زخم سے نکلے اس کو جانور کے کوہان پر ہی مل دے تاکہ یہ اس بات کی علامت ہو جائے کہ یہ ہدی کا جانور ہے جیسا کہ قلادہ ڈالنے سے بھی یہی مقصود ہے، اشبہ یہ ہے کہ بائیں جانب میں شگاف دے کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بائیں جانب میں ارادۃً نیزہ لگایا اور دائیں جانب میں اتفاقاً لگایا اور ہمارے علمائے متاخرین نے اسی کو اختیار کیا ہے اور فخرالاسلام نے اس کو بیان کیا ہے اور قاضی خاں و کرمانی نے اس کو امام ابو یوسفؒ سے روایت کیا ہے [۱] تقلید کے ساتھ اشعار بھی کرنا سنت کی تکمیل ہے کیونکہ یہ ایک ہمیشہ ساتھ رہنے والی یعنی دیرپا علامت ہے اس لئے کہ قلادہ کبھی کھل کر یا ٹوٹ کر گر بھی سکتا ہے پس اس وجہ سے اشعار کرنا سنت ہوگا [۲]

(۶) جو متمتع اپنے ساتھ ہدی نہیں لایا اس کو عمرہ کے افعال سے فارغ ہونے کے بعد سر منڈا کر عمرہ کے احرام سے حلال ہونا بلا اختلاف جائز ہے اور جب وہ عمرہ کے احرام سے حلال ہوگیا تو وہ حج کا احرام باندھنے تک تمام مُحِلّین کی طرح احرام سے حلال رہے گا اس لئے کہ جب وہ عمرہ کے احرام سے حلال ہوگیا تو وہ عمرہ سے فارغ ہوگیا اور اس پر اس کی کوئی چیز باقی نہیں رہی پس اب وہ مکہ مکرمہ میں حلال ہونے کی حالت میں مقیم رہے یعنی اس کے بعد اپنے اہل و عیال میں نہ جائے کیونکہ عمرہ سے حلال ہونے کے بعد اپنے اہل و عیال میں جانے سے تمتع فاسد ہو جاتا ہے اور جو متمتع اپنے ساتھ ہدی لایا ہو اس کو ہمارے نزدیک عمرہ کے افعال (طواف و سعی) ادا کرنے کے بعد دسویں ذی الحجہ تک حلال ہونا یعنی اس کے لئے سر منڈانا جائز نہیں ہے جب تک حج کے افعال سے فارغ نہ ہو جائے [۳] کیونکہ ہدی کا ساتھ لانا اس کو یوم نحر (قربانی کے دن) سے پہلے حلال ہونے سے مانع ہے [۴]

(۷) وہ متمتع جو اپنے ساتھ ہدی لایا ہو جب مکہ میں داخل ہو تو اپنے عمرہ کا طواف و سعی کرنے کے بعد احرام کی حالت میں مکہ میں مقیم رہے، اگر اس نے سر منڈا لیا تو وہ اپنے عمرہ کے احرام سے حلال نہیں ہوگا بلکہ یہ احرام کی حالت میں جنایت کا مرتکب ہوگا باوجودیکہ وہ حج کے احرام میں نہیں ہے اور اس پر دم واجب ہوگا لیکن اگر وہ ہدی ذبح کرنے اور حلق کرانے کے بعد اپنے اہل و عیال (وطن) کی طرف لوٹ جائے پھر واپس آکر حج کرے تو اس پر کچھ واجب نہیں ہے کیونکہ اب وہ متمتع نہیں رہا [۵] حلق کرانے سے اس پر دم واجب ہونے کا مقتضیٰ یہ ہے کہ حالتِ احرام کی جو بھی جنایت اس سے سرزد ہوگی اس کی جزا لازم ہو جائیگی گویا کہ وہ محرم ہے [۶] بلکہ لباب کے قول " لم یتحلل یعنی وہ حلال نہیں ہوگا" کا مقتضیٰ یہ ہے کہ وہ حقیقۃً محرم ہے اور اس بات پر فقہا کا یہ قول دلیل ہے کہ جب ہدی ساتھ لیجانے کو ابتدا میں احرام منعقد کرنے میں تاثیر حاصل ہے تو اس کو احرام کے باقی رکھنے میں بدرجۂ اولیٰ تاثیر حاصل ہوگی کیونکہ یہ ابتدا کی بہ نسبت آسان ہے [۷]

(۸) اگر کوئی شخص تمتع کی نیت کرکے ہدی اپنے ساتھ لے گیا اور جب اپنے عمرہ کے طواف و سعی سے فارغ ہوا تو اس کو ظاہر ہوا کہ وہ تمتع نہیں کرے گا یعنی اس سال حج نہیں کریگا تو اس کو اس کا اختیار ہے اور وہ اپنی ہدی کو جس طرح چاہے کرے اور اس پر کچھ لازم نہیں ہوگا

---

[۱] لباب و شرح و ش و ہدایہ ملتقطاً [۲] ہدایہ و فتح ملتقطاً [۳] بدائع [۴] شرح اللباب و ش و بحر [۵] لباب و شرح و ش و بحر و غنیہ [۶] بحر و ش [۷] ش و غنیہ [۸] شرح اللباب و غنیہ و ع۔

(۹) اگر ہدی ساتھ لے جانے والے متمتع نے عمرہ کے افعال سے فارغ ہو کر اپنی ہدی کو ذبح کر دیا اور اپنے اہل و عیال کی طرف لوٹ آیا تو اس کو اختیار ہے کہ وہ اس سال حج نہ کرے کیونکہ اس نے حج کے بارے میں صرف نیت (قصد) کی ہے اور کچھ نہیں کیا پس اس پر مجرد نیت سے حج لازم نہیں ہوا ۱؎

(۱۰) اور اگر ہدی ساتھ لیجانے والے متمتع نے ارادہ کیا کہ وہ اپنی ہدی کو ذبح کرے اور حلال ہو جائے اور اپنے اہل و عیال میں واپس نہ جائے (یعنی مکہ میں ہی مقیم رہے) اور اسی سال حج کرے تو یہ اس کے لئے جائز نہیں کیونکہ وہ تمتع کے ارادہ پر قائم ہے اور ہدی اس کو حلال ہونے سے مانع ہے پس اگر اس نے ایسا کیا یعنی ہدی ذبح کر کے حلال ہو گیا اور پھر وہیں مقیم رہا اپنے اہل و عیال میں واپس نہیں آیا اور اسی سال حج کیا تو اس پر دم تمتع واجب ہو گا اور ایک دم اور واجب ہو گا کیونکہ وہ یوم النحر (قربانی کے دن) سے پہلے (اپنی ہدی ذبح کر کے) حلال ہوا ہے ۲؎

(۱۱) اور ہدی ساتھ لے جانے والا متمتع اگر عمرہ کے افعال ادا کرنے کے بعد ہدی ذبح کر کے حلال ہو گیا پھر حلق کرانے کے بعد اپنے اہل و عیال کی طرف واپس آ گیا پھر (مکہ مکرمہ واپس آ کر اسی سال) حج کیا تو اس پر کچھ واجب نہیں ہو گا کیونکہ اب وہ متمتع نہیں رہا ۳؎ (لیکن اگر اب اپنے میقات سے عمرہ کا احرام باندھ کر جائے اور حج کے مہینوں میں عمرہ کرے اور اسی سال حج کرے تو اب وہ متمتع ہو جائے گا اور اس پر دم تمتع واجب ہو گا، مؤلف)

(۱۲) اگر ہدی لیجانے والا متمتع ہدی ذبح کر کے حلال ہونے کے بعد آفاق میں اپنے وطن کے سوا کسی اور جگہ چلا گیا (پھر وہاں سے واپس آ کر اسی سال حج کیا) تو (امام صاحب کے نزدیک) وہ شخص متمتع ہو جائے گا اور اس پر دو قربانیاں واجب ہوں گی ایک ہدی تمتع اور دوسری وقت سے پہلے حلق کرانے کی ہدی ۴؎ اور صاحبین کے نزدیک وہ متمتع نہیں ہو گا اس لئے کہ وہ ایسا ہے گویا کہ اپنے اہل و عیال میں واپس آیا ہے ۵؎ (لیکن صاحبین کے نزدیک قبل از وقت حلق کرانے کی ہدی اس پر واجب ہونی چاہئے نیز صاحبین کے نزدیک اگر اب وہاں سے عمرہ کا احرام باندھ کر مکہ مکرمہ جائے اور عمرہ کر کے حلال ہو جائے پھر حج کا احرام باندھ کر اسی سال حج کرے تو متمتع ہو جائے گا اور دم تمتع واجب ہو گا، مؤلف)۔

(۱۳) ہدی ساتھ لے جانے والا متمتع جب قربانی کے دن (دسویں ذی الحجہ کو) ہدی ذبح کرنے کے بعد حلق کرا لے گا تو وہ ظاہر الروایت میں عمرہ و حج دونوں کے احرام سے حلال ہو جائے گا اور اس سے اس بات کی وضاحت ہوتی ہے کہ اس کے عمرہ کا احرام حلق کرانے تک باقی رہتا ہے اور حلق کے بعد وہ عمرہ کے احرام سے ہر چیز کے بارے میں حلال ہو جائے گا حتیٰ کہ عورت کے بارے میں بھی حلال ہو جائے گا (لیکن حج کے احرام سے عورت کے حق میں حلال نہیں ہو گا یعنی اب جماع کرنے پر اس سے احرامِ حج کی جنایت سرزد ہو گی اور صرف ایک دم واجب ہو گا وہ عمرہ کے احرام کی جنایت کا مرتکب نہیں ہو گا کیونکہ اس سے وہ فارغ ہو چکا ہے اس لئے اس کی وجہ سے دوسرا دم واجب نہیں ہو گا جیسا کہ آگے مذکور ہے، مؤلف) کیونکہ اس کو احرام عمرہ سے

۱؎ شرح اللباب ۲؎ ایضاً ۳؎ لباب و شرحہ تصرفاً و غنیہ ۴؎ لباب و غنیہ ۵؎ غنیہ۔

تحلل کا مانع ہدی کا ساتھ لانا ہے اور وہ مانع ذبح کے بعد زائل ہوگیا اور قارن کے متعلق حکم یہ ہے کہ وہ حج کے احرام والے کی طرح حلق کے بعد عورت کے سوا ہر چیز کے حق میں حلال ہو جائے گا اور ہدی ساتھ لانے والے متمتع اور قارن میں یہی فرق ہے ورنہ صحیح مذہب کی بنا پر ایسے متمتع کے احرام باندھ لینے کے بعد اس میں اور قارن میں کوئی فرق نہیں ہے [1] اور اس بنا پر جب اس نے حلق کرانے کے بعد طوافِ زیارت سے پہلے جماع کر لیا تو اگر وہ متمتع ہے تو اس پر ایک دم واجب ہوگا اور اگر قارن ہے تو اس پر دو دم واجب ہوں گے اور اس میں بعض کے اس قول کی تردید ہے کہ عمرہ وقوف کے ساتھ ختم ہو جاتا ہے جیسا کہ بحر وغیرہ نے اس کی وضاحت کی ہے [2] جاننا چاہئے کہ جب ہدی ساتھ لے جانے والے متمتع نے حج کا احرام باندھ لیا یا وہ ہدی تو اپنے ساتھ نہیں لایا لیکن عمرہ کا احرام سے حلال ہونے سے پہلے حج کا احرام باندھ لیا (یعنی عمرہ کا طواف وسعی کرکے حلق نہیں کرایا اور حج کا احرام باندھنے تک عمرہ کے احرام میں باقی رہا اور پھر حج کا احرام باندھا کیونکہ اس کو ایسا کرنا جائز ہے، مؤلف) تو ان دونوں صورتوں میں وہ قارن کی مانند ہو گیا پس اس پر ہر جنایت کے بدلہ میں قارن کی مانند جزا لازم ہوگی (یعنی ہر جنایت پر دو دم واجب ہوں گے اور صدقہ کی صورت میں مفرد سے دوچند صدقہ واجب ہوگا، مؤلف) اور اگر متمتع اپنے ساتھ ہدی نہیں لایا اور عمرہ کا حلق کرانے کے بعد حج کا احرام باندھا تو وہ دمِ تمتع کے واجب ہونے اور اس کے متعلقہ امور کے علاوہ مفرد حج والے کی مانند ہوگا واللہ اعلم بالصواب [3] (یعنی اس پر ہر جنایت کی ایک ہی جزا واجب ہوگی، مؤلف) اور یہ جو کہا ہے کہ وہ قارن کی مانند ہو گیا تو حلق اس حکم سے مستثنٰی ہے کیونکہ جس متمتع نے عمرہ کا احرام کھولنے سے پہلے حج کا احرام باندھ لیا اس کے حق میں حلق کرانا عمرہ کے احرام پر جنایت نہیں ہے لیکن قارن اور اس متمتع کے حق میں جنایت ہے جو ہدی ساتھ لایا ہے جب تک وہ تمتع کی نیت پر قائم ہے [4]

(۱۴) وہ متمتع جو اپنے ساتھ ہدی نہیں لایا جب وہ مکہ مکرمہ میں داخل ہو تو حج کے مہینوں میں اپنے عمرہ کا طواف کرے اور سعی کرے اور حلق کرائے لیکن اگر وہ احرام کی حالت میں رہنا چاہے تو اس کے لئے جائز ہے (پس وہ حلق نہ کرائے) اس لئے کہ اس کو اختیار ہے کہ چاہے تو حلق کرا کر اپنے عمرہ سے حلال ہونے کے بعد حج کا احرام باندھے اور چاہے تو عمرہ کے احرام سے حلال ہونے سے پہلے حج کا احرام باندھ لے اور بالاتفاق اس پر طوافِ قدوم نہیں ہے پھر جب آٹھویں ذی الحجہ ہو جائے تو ہر دو قسم (یعنی ہدی و بغیر ہدی) کے تمتع والے حاجی حج کا احرام باندھ لیں اور اس سے پہلے باندھنا افضل ہے پس اگر وہ اپنے ساتھ ہدی لانے والا متمتع ہے تو اب وہ دو احرام کے ساتھ محرم ہو جائے گا اب اس پر جنایت میں دونوں نسک کی وجہ سے دو دم واجب ہوں گے اور اگر ہدی ساتھ نہیں لایا تو ایک ہی احرام کے ساتھ مُحرِم ہوگا (اسی طرح جو حاجی ہدی ساتھ نہیں لایا لیکن اس نے عمرہ کی سعی کرنے کے بعد سر نہیں منڈایا اور حج کا احرام باندھنے تک احرام کی حالت میں رہا تو وہ بھی اب دو احرام کے ساتھ محرم ہو جائے گا جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا ہے، مؤلف) اور اگر متمتع منیٰ جانے سے پہلے حج کی سعی کرنا چاہے تو وہ ایک نفلی طواف کرے اور اس میں اضطباع و رمل کرے پھر اس کے بعد حج

[1] بحر و ش [2] ش [3] شرح اللباب و ش [4] غنیہ۔

کی سعی کرے پھر آٹھویں ذی الحجہ کو منیٰ و عرفات کی طرف روانہ ہو جائے اور مفرد حج والے کی طرح حج کرے [1] (مزید تفصیل تمتع کے مسنون طریقہ کے بیان میں ملاحظہ فرمائیں، مؤلف)

(۱۵) یہ جو لباب المناسک میں مذکور ہے کہ تمتع کرنے والا تمتع کا عمرہ ادا کر لینے اور اس کے احرام سے فارغ ہونے کے بعد حج سے پہلے اور عمرے نہ کرے شارح اللباب ملا علی قاری رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ یہ اس بنا پر کہا گیا ہے کہ مکی مفرد عمرہ سے بھی منع کیا گیا ہے اور پہلے بیان ہو چکا ہے کہ یہ قول صحیح نہیں ہے بلکہ مکی تمتع و قران سے منع کیا گیا ہے مفرد عمرہ اس کے لئے منع نہیں ہے اور یہ متمتع تو آفاقی ہے جو کہ عمرہ سے منع نہیں کیا گیا ہے پس اس کے لئے تکرارِ عمرہ جائز ہے کیونکہ عمرہ بھی طواف کی طرح ایک مستقل عبادت ہے [2] اھ اور حاشیۂ مدنی میں ہے کہ لباب کا یہ قول اس متمتع کے حق میں تو مسلم ہے جو ہدی ساتھ لایا ہو لیکن جو ہدی ساتھ نہیں لایا اس کے حق میں یہ قول مسلم نہیں ہے اس لئے کہ یہ ہمارے تمام اصحاب کے مذہب کے خلاف ہے کیونکہ ان کے نزدیک پانچ ایام ممنوعہ کے سوا باقی تمام سال میں عمرہ کرنا بلا کراہت جائز ہے اور اس بارے میں مکی اور آفاقی میں کوئی فرق نہیں ہے جیسا کہ نہایہ و مبسوط و بحر و اخی زادہ و علامہ قاسم وغیرہم نے اس کی تصریح کی ہے اھ [3] پس یہ جو جاہل معلّم ایسے متمتع آفاقی کو جو ہدی اپنے ساتھ نہیں لایا حج سے پہلے عمرے کرنے سے منع کرتے ہیں یہ صحیح مذہب کے خلاف ہے اور وہ آفاقی حاجیوں کو ایک ایسی عظیم عبادت کے محروم کرنے کا سبب بنتے ہیں جو ان کو اپنے ممالک میں میسر نہیں آسکتی اور اکثر ان کے پاس حج کے بعد وقت اتنا تنگ ہوتا ہے کہ عرفات و منیٰ سے مکہ مکرمہ واپس آنے کے بعد ان کو عمرے کرنا ممکن نہیں ہوتا ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم [4]

قارن اور متمتع کی ہدی کے مسائل

ہدی وہ جانور ہے جو عبادت و قربِ الٰہی اور ثواب کے لئے حرم میں ذبح کی نیت سے مخصوص کر لیا جائے ہدی بھیڑ بکری ہے یا گائے بیل ہے یا اونٹ ہے جس کو ان میں سے جس کی مقدرت ہو ذبح کرے، اگر پورا اونٹ یا پوری گائے یا بیل کی مقدرت ہو تو پورا اونٹ یا پوری گائے یا بیل ذبح کرے اگر اتنی مقدرت نہ ہو تو سات آدمی مل کر ایک اونٹ یا ایک گائے یا ایک بیل ذبح کریں ورنہ ایک آدمی ایک بھیڑ یا بکری ذبح کرے۔ یہ یاد رہے کہ بھیڑ بکری میں دوسروں کی شرکت نہیں ہو سکتی، ہدی کے جانور کے وہی شرائط ہیں جو قربانی کے جانور کے ہیں پس ہدی اگر اونٹ ہو تو پانچ سال کا ہو اور گائے بھینس ہو تو دو سال کی ہو اور بھیڑ بکری ہو تو ایک سال کی ہو، یہ ہدی عید الاضحیٰ کی قربانی نہیں ہے جو کہ مفلس و مسافر پر واجب نہیں ہوتی بلکہ یہ حج تمتع اور حج قران (کے شکرانہ) کی قربانی ہے جو ہر متمتع و قارن پر واجب ہوتی ہے خواہ وہ مالدار ہو یا مفلس اور مسافر ہو یا مقیم، اور جسے اس قربانی کا مقدور نہ ہو اس کو اس قربانی کے بدلہ دس روزے رکھنا لازم ہیں جن کی تفصیل آگے آتی ہے [5]

---

[1] لباب و شرحہ ملخصاً [2] شرح اللباب و منحہ وارشاد [3] منحہ وارشاد [4] ارشاد [5] حج و عمرہ -

ہدی کا حکم

(۱) ہدی کا حکم یہ ہے کہ یہ بالاجماع واجب ہے لقولہٖ تعالیٰ فَمَنْ تَمَتَّعَ بِالْعُمْرَةِ إِلَى الْحَجِّ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ، اس آیتِ مبارکہ میں تمتع کا حکم قرانِ عرفی و تمتع عرفی دونوں کو شامل ہے [۱] پس قارن و متمتع پر قران و تمتع کے شکریہ میں دسویں ذی الحجہ کو جمرۃ الاخری کی رمی کے بعد اور حلق سے پہلے ایک دم (قربانی کرنا) ہمارے فقہا کے نزدیک بالاجماع واجب ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس کو حج کے مہینوں میں ایک ہی سفر میں دو عبادتیں جمع کرنے کی توفیق عنایت فرمائی ہے (حجِ قران میں اس کو دمِ قران و دمِ شکر کہتے ہیں اور تمتع میں اس کو دمِ تمتع و دمِ شکر کہتے ہیں) اور اس کو اس میں سے کھانا جائز ہے، امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک یہ دمِ جبر ہے [۲]

(۲) ہدی کا لفظ اونٹ گائے اور بکری کے لئے استعمال ہوتا ہے لیکن فقہا کا اس بات پر اجماع ہے کہ یہاں اس آیۂ کریمہ میں بکری مراد ہے حتیٰ کہ دم تمتع کے لئے اس کے جائز ہونے پر فقہا کا اجماع ہے [۳] پس باجماعِ فقہا یہاں ہدی کے جانور کا ادنیٰ درجہ ایک بکری یا دنبہ وغیرہ ہے لیکن اونٹ قربانی کرنا گائے بیل وغیرہ سے افضل ہے اور گائے بیل وغیرہ ذبح کرنا بکری دنبہ وغیرہ سے افضل ہے جیسا کہ قربانی میں ہے پس جب دسویں ذی الحجہ کو جمرۂ عقبہ کی رمی کر چکے تو حلق کرانے سے پہلے قران یا تمتع کے لئے ایک بکری یا بھیڑ یا دنبہ یا گائے یا اونٹ ذبح کرے یا گائے یا اونٹ کا ساتواں حصہ ایک آدمی کی طرف سے ہو یعنی سات آدمی مل کر ایک گائے یا اونٹ ذبح کریں اور ہدی کے جانور میں قربانی کے جانور والی تمام شرائط پائی جانی چاہئیں [۴] پس اونٹ یا گائے میں سات حصہ داروں کی شرکت جائز ہے جیسا کہ قربانی میں جائز ہے بشرطیکہ سب کا ارادہ قربت (قربِ الٰہی حاصل کرنا) ہو [۵] اگرچہ جہتِ قربت مختلف ہو پس اگر کسی نے گوشت کھانے کے لئے حصہ شامل کیا تو سب کا دمِ تمتع و دمِ قران ناجائز ہوگا جیسا کہ قربانی میں حکم ہے [۶]

(۳) جو جانور بڑا ہو یعنی زیادہ موٹا اور زیادہ قیمت والا ہو وہی افضل ہے [۷] پس افضل وہ جانور ہے جو زیادہ قیمت کا ہو اور اگر قیمت میں برابر ہوں تو جس میں زیادہ گوشت ہے وہ افضل ہے اور اگر قیمت و گوشت دونوں کے لحاظ سے برابر ہوں تو جس کا گوشت زیادہ پاکیزہ وعمدہ ہو وہ افضل ہے [۸] اور گائے میں شرکت کرنا ایک بکری ذبح کرنے سے افضل ہے [۹] لیکن شرنبلالیہ میں یہ قید بیان کی ہے کہ یہ حکم اس وقت ہے جبکہ گائے کا حصہ بکری سے قیمت میں زیادہ ہو جیسا کہ منظومۂ ابن وہبان میں بھی یہی ہے [۱۰] ——— (۴) قارن اور متمتع کے لئے افضل یہ ہے کہ ہدی کا جانور اپنے ساتھ لیجائے [۱۱]

(۵) دمِ قران و تمتع کی ہدی میں سے قارن و متمتع کو خود کھانا بھی جائز بلکہ مستحب ہے اور اس میں سے اغنیا و فقرا میں سے جس کو چاہے کھلائے اور مستحب یہ ہے کہ قربانی کے گوشت کی طرح اس میں سے ایک تہائی گوشت فقرا کو صدقہ کرے اور ایک تہائی پکا کر لوگوں کو کھلائے اور ایک تہائی اپنے لئے اور اپنے اہل وعیال کے لئے رکھ لے یا ایک تہائی پکا کر کھلانے کی بجائے اپنے عزیز و اقارب

[۱] بدائع و بحر و ملتقطاً [۲] لباب و شرحہ و در و ش ملتقطاً [۳] بدائع [۴] غنیہ [۵] منحہ و ش [۶] ش [۷] لباب و شرحہ۔
[۸] غنیہ [۹] بحر و ش [۱۰] منحہ و ش [۱۱] لباب و شرحہ۔

ہمسایوں اور دوست احباب کو دیدے اگرچہ وہ غنی ہوں لیکن بدائع کی عبارت سے ظاہر یہ ہوتا ہے کہ عزیز و اقارب ہمسایوں اور دوست احباب کو دینا اپنے لئے رکھنے کی بجائے ہے [1] (یہ استحباب کے لئے ہے ورنہ جیسا موقع ہو ویسا کرے، مؤلف)

(۶) قران و تمتع کے گوشت کا کچھ حصہ بھی صدقہ کرنا واجب نہیں ہے [2]

(۷) دم قران و دم تمتع کا وجوب ہدی کے ذبح کر دینے سے ہی ساقط ہو جاتا ہے پس اگر ذبح کے بعد وہ چوری ہو جائے تو اس کی بجائے دوسرا جانور ذبح کرنا واجب نہیں ہے [3] (مزید تفصیل احکامِ ہدایا کے بیان میں ملاحظہ فرمائیں، مؤلف)

ہدیٔ قِران و تمتع کے وجوب کے شرائط

قران و تمتع کی ہدی واجب ہونے کی سات شرطیں ہیں

(۱) ہدی کے جانور یا اس کی قیمت پر قادر ہونا اور جانور کا قیمتاً مل جانا

(۲) قران و تمتع کا صحیح ہونا (۳) قارن یا متمتع کا عاقل ہونا (۴) بالغ ہونا کیونکہ نابالغ پر ہدی واجب نہیں ہے خواہ وہ سمجھ دار ہو یا ناسمجھ (۵) آزاد ہونا، پس غلام پر ہدی واجب نہیں ہے کیونکہ کوئی چیز اس کی ملک نہیں ہے بلکہ اس پر ہدی کی بجائے روزے رکھنا واجب ہے کیونکہ وہ اس پر قادر ہے لیکن اگر اس نے روزے نہ رکھے تو اس کے ذمہ واجب ہوگا کہ آزاد ہونے کے بعد ہدی ذبح کرے

(۶) ہدی ذبح کرنے کا مکان اور وہ حرم ہے (۷) ہدی ذبح کرنے کا زمانہ اور وہ ایامِ نحر ہیں [4]

(مکان و زمانہ کی تفصیل آگے درج ہے، مؤلف)

مکانِ ذبحِ ہدی

دم قران و تمتع کو ذبح کرنا مکان کے ساتھ مخصوص ہے اور وہ حدودِ حرم ہے پس اگر حرم کے علاوہ کسی اور جگہ ذبح کیا تو ہرگز جائز نہ ہوگا، حدودِ حرم میں جس جگہ چاہے ذبح کرے جائز ہے لیکن مبسوط میں ذبح کی مسنون جگہ کے بارے میں لکھا ہے کہ (قران و تمتع کی) ہدی کے ذبح کرنے کے لئے قربانی کے ایام میں مسنون جگہ منیٰ ہے پس ان دنوں میں مکہ مکرمہ میں ذبح کرنا مکروہ ہے اور قربانی کے دنوں کے علاوہ اور دنوں میں یعنی بارہویں ذی الحجہ کے بعد مکہ مکرمہ میں ذبح کرنا اولیٰ ہے اور ظاہر یہ ہے کہ اس مقصد کے لئے مکہ مکرمہ میں مقام مروہ سب سے افضل جگہ ہے [5] پس ایامِ نحر میں منیٰ میں ذبح کرنا سنت ہے اور مکہ مکرمہ و تمام حدودِ حرم میں کسی جگہ ذبح کرنا بھی جائز ہے لیکن بلا وجہ ایسا کرنا خلافِ سنت ہونے کی وجہ سے مکروہ ہے [6]

زمانۂ ذبحِ ہدی

(۱) دم قران و تمتع کا ذبح کرنا جائز ہونے کے لئے وقت بھی مخصوص ہے اور وہ ایامِ نحر ہیں پس ایامِ نحر میں (دسویں ذی الحجہ سے بارہویں ذی الحجہ تک) ذبح کرنا امام صاحبؒ کے نزدیک واجب ہے اور صاحبین کے نزدیک سنت ہے، ان ایام سے پہلے ذبح کرنا بالاجماع جائز نہیں اور ایامِ نحر کے بعد ذبح کرنا بالاجماع جائز ہے لیکن وہ امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک واجب کا تارک ہوگا (اور اس پر ایک اور دم یعنی دمِ جنایت بھی واجب ہوگا) اور صاحبینؒ و دیگر ائمہ کے نزدیک وہ سنت کا تارک ہوگا [7]

---

[1] لباب و شرحہ بزیادۃ و ش و غیرہما [2] لباب و شرحہ و ش [3] لباب و شرحہ [4] لباب و شرحہ و ش و غنیہ [5] لباب و شرحہ و غنیہ [6] لباب و شرحہ و بدائع [7] لباب و شرحہ و غنیہ تصرفاً و زیادۃ عن بدائع۔

پس دم قران و تمتع کے جوازِ ذبح کا اول وقت قربانی کے پہلے دن یعنی دسویں ذی الحجہ کی صبح صادق ہے اس سے قبل بالاتفاق جائز نہیں ہے اور ذبح کا آخری وقت امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک وجوب کی حیثیت سے اور صاحبینؒ و دیگر ائمہؒ کے نزدیک سنت کی حیثیت سے قربانی کے آخری دن یعنی بارہویں ذی الحجہ کا سورج غروب ہونے تک ہے لیکن ایامِ قربانی کا اول وقت افضل ہے اور دم قران و تمتع ذمہ سے ساقط ہونے کے لئے اس کے آخری وقت کی کوئی حد نہیں ہے (یعنی مرنے سے پہلے جب بھی ذبح کرے گا اس کے ذمہ سے اُتر جائے گا) اور قارن و متمتع کے حق میں یہ واجب ہے کہ ہدی کا ذبح رمی اور حلق کے درمیان میں ہو، (یعنی پہلے رمی کرے پھر ذبح کرے اس کے بعد حلق کرائے)۔

(۳) جو قارن یا متمتع ہدی پر قادر ہو اگر وہ ہدی ذبح کرنے سے پہلے مرجائے تو اس پر ذبح کی وصیت کرنا واجب ہے پس اگر وہ وصیت کر جائے تو اس کے ترکہ کے تہائی مال سے پوری کی جائے اور اگر اس نے وصیت نہیں کی تو اس کے ورثاء پر ذبح کرنا واجب نہیں ہے لیکن اگر وارث اس کی طرف سے خود تبرعاً ذبح کردیں تو جائز و درست ہے اور انشاء اللہ تعالیٰ میت کے ذمہ سے اس دم واجب کے ساقط ہونے کی امید ہے جیسا کہ وصیت حج کے بارے میں ہے [۱]

دمِ قران و تمتع کا بدل (بدلِ ہدی کے روزے)

ہدی کا ذبح کرنا اس شخص پر واجب ہے جو ہدی پر قادر ہو پس اگر کوئی شخص اس پر قادر نہ ہو یعنی وہ تنگ دست ہو ہدی کے لئے اس کے پاس رقم نہ ہو تو وہ تین روزے ایامِ حج میں (دسویں ذی الحجہ سے پہلے) رکھے اور سات روزے اپنے اہل و عیال میں واپس آکر رکھے لقولہ تعالیٰ فَمَنْ لَّمْ یَجِدْ فَصِیَامُ ثَلٰثَةِ اَیَّامٍ فِی الْحَجِّ وَسَبْعَةٍ اِذَا رَجَعْتُمْ ؕ تِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ ؕ الآیہ [۲] پس جب قارن یا متمتع منیٰ یا مکہ مکرمہ یا حدودِ حرم میں ہدی ذبح کرنے سے عاجز ہو یعنی یہاں اس کے پاس اپنے نان نفقہ وغیرہ سے اور جن کا نفقہ وغیرہ اس کے ذمہ ہے ان کے خرچ سے زائد اتنی رقم یا سامان نہیں ہے کہ ہدی کا جانور خریدنے کے بعد اپنے گھر پہنچنے اور وہاں کے مطالبِ دین ادا کرنے کے لئے خرچہ بچ رہے اور قربانی کا جانور بھی اس کی ملکیت میں اس کے پاس نہیں ہے تو اس پر واجب ہے کہ اس ہدی کے بدلے پورے دس دن کے روزے رکھے اگرچہ وہ اپنے شہر میں مالدار ہو کیونکہ دم تمتع و قران کے ذبح کرنے کا مقام مکہ مکرمہ ہے پس وہاں پر مالدار یا تنگ دست ہونے کا اعتبار کیا جائے گا [۳] اور اگر ہدی کا جانور وہاں اس کی ملکیت میں موجود ہے تو اس کو روزے رکھنا جائز و کافی نہیں ہے خواہ وہ اس ہدی کی طرف محتاج ہو (یعنی اُسے دوسرے خرچ کے لئے اس کو بیچنے کی ضرورت ہو) یا اس پر قرضہ ہو کیونکہ قرضہ موجودہ ہدی کو ذبح کرنے سے نہیں روکتا البتہ خریدنے سے روکتا ہے، یہ تفصیلِ مذکورہ اس وقت ہے جبکہ وہ شخص آفاقی ہو

---

[۱] لباب و شرحہ تصرفاً و غنیہ [۲] بدائع بتغیر و زیادۃ عن ع [۳] لباب و شرحہ و غنیہ ملتقطاً۔

لیکن اگر وہ شخص کوئی ہنر جاننے والا شخص ہے تو ایک دن کے نفقہ کی مقدار سے زائد اتنی رقم نہ ہو کہ جس سے ہدی خرید سکے تب تنگدست ہے ورنہ نہیں اور اگر ہنر جاننے والا نہ ہو تو ایک ماہ کی خوراک سے زائد اتنی رقم نہ ہو جو ہدی کے لئے کافی ہو تب تنگدست ہے [1] (اور ہمارے اصحاب نے کفارات کے بارے میں غنی کی حد کی تعریف میں اختلاف کیا ہے اس کی تفصیل شرح اللباب و منحۃ الخالق میں ہے وہاں ملاحظہ فرمائیں، مؤلف) پس اگر ہدی ذبح کرنے سے عاجز ہو تو تین روزے حج کے مہینوں میں عمرہ و حج کا احرام باندھنے یا صرف عمرہ کا احرام باندھنے کے بعد رکھے تاکہ ان کی ادائگی سبب کے متحقق ہونے کے بعد ہو اور باقی سات روزے ایام حج کے بعد یعنی ایام تشریق گذرنے پر رجوع کے بعد رکھے جیسا کہ آیت مذکورہ میں ہے اور رجوع کا ایک مطلب افعالِ حج سے فارغ ہو کر مکہ مکرمہ واپس آنا ہے، امام ابوحنیفہؒ اور ان کے متبعین اسی طرف گئے ہیں اور ایک مطلب یہ ہے کہ اپنے اہل و عیال و شہر کی طرف لوٹنے اور وہاں پہنچنے کے بعد رکھے جیسا کہ امام شافعی رحمہ اللہ اور ان کے متبعین کے نزدیک یہی مراد ہے [2] پس یہ سات روزے ایام تشریق گذرنے کے بعد جہاں چاہے رکھے خواہ مکہ مکرمہ میں رکھے اگرچہ اس نے وہاں سکونت نہ کی ہو یا کہیں اور رکھے بلکہ مشہور قول کی بنا پر منیٰ میں رکھنا بھی جائز ہے لیکن اپنے گھر واپس آکر رکھنا افضل ہے اور شوافع کے نزدیک ان سات روزوں کو منیٰ اور مکہ مکرمہ میں رکھنا جائز نہیں ہے لیکن اگر حج سے فارغ ہونے کے بعد مکہ مکرمہ کو وطن بنا لیا ہو تو جائز ہے [3] (مزید تفصیل آگے شرائط میں درج ہے، مؤلف)

قران و تمتع کے تین روزوں کے شرائط

دم قران و تمتع کے بدل کے پہلے تین روزے صحیح ہونے کے لئے آٹھ شرطیں ہیں:-

(۱) یہ روزے قارن کو عمرہ و حج کا احرام باندھنے کے بعد اور متمتع کو عمرہ کا احرام باندھنے کے بعد رکھنا شرط ہے [4] تاکہ ان کی ادائگی سبب کے متحقق (ثابت) ہونے کے بعد ہو [5] کیونکہ عمرہ کا احرام حج کے احرام کے وجود کا سبب ہے تو یہ روزے وجودِ سبب کے بعد تعجیلاً ادا ہوئے لہذا جائز ہو گئے اور احرامِ عمرہ کے وجود سے پہلے سبب نہیں پایا گیا اس لئے اس سے پہلے ان کا رکھنا جائز نہیں ہے [6] پس اگر کسی شخص نے تین روزے رکھنے کے بعد قران کا احرام باندھا تو اس کے یہ روزے بالاجماع جائز نہیں ہوں گے [7] اور اسی طرح متمتع کے لئے بھی بلا خلاف جائز نہیں ہے کہ یہ تین روزے ایام حج میں عمرہ کا احرام باندھنے سے پہلے رکھے رہی یہ بات کہ ایام حج میں عمرہ کا احرام باندھنے کے بعد حج کا احرام باندھنے سے پہلے ان کا رکھنا جائز ہے یا نہیں؟ تو اس کے بارے میں ہمارے اصحاب نے کہا ہے کہ جائز ہے خواہ عمرہ کا احرام باندھنے کے بعد اس نے عمرہ کا طواف کیا ہو یا نہ کیا ہو [8] (اس کی مزید تفصیل اگلے نمبر میں آتی ہے، مؤلف)

(۲) یہ تین روزے حج کے مہینوں میں ادا ہوں [9] پس ان روزوں کے جائز و کافی ہونے کے لئے عمرہ کے احرام کا حج کے مہینوں میں موجود ہونا شرط ہے [10] اگر کسی نے حج کے مہینوں سے پہلے عمرہ کا احرام باندھا اور حج کے مہینوں میں یہ تین روزے

---

[1] غنیہ تصرفاً [2] لباب و شرحہ و غنیہ ملتقطاً [3] غنیہ بزیادۃ [4] لباب [5] غنیہ [6] بدائع [7] شرح اللباب [8] بدائع [9] لباب و شرحہ [10] فتح و غنیہ۔

رکھے تو جائز ہے کیونکہ اس کے عمرہ کا احرام حج کے مہینوں میں موجود ہے اور اگر حج کے مہینوں میں پہلے یہ تین روزے رکھے اس کے بعد عمرہ کا احرام باندھا تو جائز نہیں ہے ۱؎ اور اگر کسی نے حج کے مہینوں سے پہلے قران کا احرام باندھا اور روزے رکھے تو یہ روزے جائز نہیں ہیں اور اگر اس نے احرام ثابت ہونے کے بعد حج کے مہینے شروع ہونے پر یہ روزے رکھے تو جائز ہے ۲؎ (یعنی اگر قران کا احرام حج کے مہینوں سے پہلے باندھا اور حج کے مہینوں میں احرام کی حالت میں یہ روزے رکھے تو جائز ہے، مؤلف) رد المحتار میں ہے کہ "اگر حج کے مہینوں سے پہلے احرام باندھا اور حج کے مہینوں میں یہ روزے رکھے تو درست نہیں ہے اھ پس شاید یہ لغزشِ قلم ہے، واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم ۳؎ لیکن متمتع کے لئے ان تین روزوں کو احرام موجود ہونے کی حالت میں رکھنا شرط ہے یا عمرہ کے احرام سے حلال ہونے کے بعد حج کا احرام باندھنے سے پہلے رکھنا بھی جائز ہے اس بارے میں کلام ہے شرح اللباب میں کہا ہے "جاننا چاہئے کہ جو چیز ان تین روزوں کے لئے قارن کے حق میں شرط ہے وہی متمتع کے لئے بھی بلا خلاف شرط ہے سوائے احرام حج کے کہ ظاہر المذہب میں اکثر کے قول پر تمتع کے ان تین روزوں کے لئے یہ شرط نہیں ہے بلکہ اس میں شرط یہ ہے کہ یہ روزے صرف عمرہ کے احرام کے بعد رکھے جائیں پس اگر کسی متمتع نے حج کے مہینوں میں عمرہ کا احرام باندھنے کے بعد اور حج کا احرام باندھنے سے پہلے یہ تین روزے رکھے تو جائز ہے اس لئے کہ یہ تین روزے رکھنے کے لئے حج کے احرام کا موجود ہونا قران کے روزوں کے لئے شرط ہے لیکن تمتع کے روزوں کیلئے اکثر فقہا کا قول یہ ہے کہ یہ شرط نہیں ہے ۴؎ امام الہدیٰ شیخ ابو منصور ماتریدی رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ قیاس یہ ہے کہ جب تک حج کے افعال شروع نہ ہو جائیں اس وقت تک ان روزوں کا رکھنا جائز نہیں ہے اور یہ امام زفر و امام شافعی رحمہما اللہ کا قول ہے پس امام شافعی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ جب تک حج کا احرام نہ باندھ لے اس وقت تک ان تین روزوں کا رکھنا جائز نہیں ہے فقیہ ابو اللیث رحمہ اللہ نے اس اختلاف کو اسی طرح ذکر کیا ہے ۵؎ پس احوط یہ ہے کہ ان تین روزوں کو حج کا احرام باندھنے کے بعد ہی رکھے کیونکہ یہ صورت بالاتفاق جائز ہے بخلاف دونوں احراموں کے درمیان یعنی حلال ہونے کی حالت میں رکھنے کے کہ یہ مختلف فیہ ہے ۶؎ ہمارے فقہا کا اس بات پر اتفاق ہے کہ ان تین روزوں کو احرام حج کے بعد اس طرح متواتر رکھنا کہ آخری روزہ عرفہ کے دن کا ہو مستحب ہے ۷؎ یعنی لگاتار ۷، ۸، ۹ ذی الحجہ کو یہ روزے رکھے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے ان تین روزوں کو ہدی کا بدل قرار دیا ہے اور بدل کے لئے افضل وقت اصل سے ناامیدی کا وقت ہے کیونکہ اس سے پہلے اصل پر قدرت حاصل ہونے کا احتمال ہے اور یہ تین دن ہمارے نزدیک ان روزوں کے لئے آخری وقت ہے ۸؎ لیکن اگر کسی حاجی کو آٹھویں اور نویں ذی الحجہ کا روزہ رکھنے سے منیٰ و وقوفِ عرفات کے لئے سفر کرنے اور دعاؤں وغیرہ میں ضعف لاحق ہونے کا باعث ہو تو اس کو ان دنوں میں روزہ نہ رکھنا اور ان نوں سے پہلے رکھ لینا مستحب ہے حتیٰ کہ بعض فقہا کے نزدیک اگر ان دنوں میں روزہ رکھنا ان دنوں کا حق بجا لانے میں کمی و کمزوری کا باعث ہو تو ان دنوں میں روزہ رکھنا مکروہ ہے ۹؎ اور یہ کراہت تنزیہی ہے کیونکہ اس سے اس بابرکت وقت کے اہم امور ادا کرنے میں خلل

۱؎ غنیہ ۲؎ شرح اللباب و غنیہ ۳؎ غنیہ ۴؎ شرح اللباب و منحہ ۵؎ شرح اللباب والبدائع ملتقطاً ۶؎ شرح اللباب۔
۷؎ شرح اللباب ۸؎ بدائع ۹؎ شرح اللباب و غنیہ۔

واقع ہوگا لیکن اگر یہ اس کے لئے بدخلقی کا باعث ہو جس سے وہ محظور و ممنوع کا مرتکب ہونے لگے تو مکروہِ تحریمی ہوگا اور یہی حکم آٹھویں ذی الحجہ کے روزہ کا بھی ہے اس لئے کہ یہ بھی اس کو افعالِ حج کی ادائیگی سے عاجز کردے گا [1] حاصل کلام یہ ہے کہ جسقدر آخری دنوں میں ان تین روزوں کو رکھے گا اس کے لئے افضل ہوگا کیونکہ اس وقت تک اصل پر قدرت حاصل ہونے کا احتمال ہے [2] یعنی آخری وقت تک اس امید پر تاخیر کرنا کہ شاید ہدی میسر آجائے مستحب ہے [3] کیونکہ اگر اس نے ساتویں ذی الحجہ سے پہلے ان روزوں کو رکھ دیا تو اصل یعنی ہدی پر قدرت حاصل ہونے کا احتمال ہے پس اگر ہدی مل گئی تو اس پر اس کا ذبح کرنا واجب ہوگا اور اس کے وہ روزے ہدی کے بدل کی جگہ شمار نہیں ہوں گے اس لئے ان ایام تک تاخیر کرنا مستحب ہوا [4] ان روزوں کا لگاتار ہونا واجب نہیں ہے بلکہ مستحب ہے جیسا کہ پہلے بیان ہوا پس اگر ان کو متفرق طور پر رکھا تو جائز ہے [5]

(۳) یہ تین روزے قربانی کے دن یعنی دسویں ذی الحجہ سے پہلے ادا ہونے چاہئیں، پس اگر کسی نے دسویں ذی الحجہ سے پہلے ایک بھی روزہ نہیں رکھا یا صرف ایک یا دو روزے رکھے حتیٰ کہ قربانی کا دن شروع ہوگیا تو اس نے بدل یعنی روزوں کو فوت کردیا پس جو رکھے ہیں وہ بھی باطل ہوگئے یعنی بدل کی جگہ شمار میں نہیں آئیں گے اور اب اس پر اصل یعنی ہدی کا ذبح کرنا ہی واجب ہوگا اب وہ ہدی ذبح کئے بغیر حلال نہیں ہوگا اور یہ اس سے تمام عمر میں ادا کئے بغیر ساقط نہیں ہوگی اس لئے جب بھی اس پر قادر ہوجائے مکہ معظمہ میں ذبح کرائے اور اس کے لئے ان تین روزوں کو قربانی و تشریق کے ایام میں رکھنا جائز نہیں کیونکہ ان دنوں میں روزہ رکھنا ممنوع ہے اور اب ان کا وقت بھی فوت ہوچکا ہے اس لئے ان ایام کے بعد میں بھی رکھنا جائز نہیں ہے [6] لہٰذا اگر وہ اس وقت ہدی پر قادر نہ ہو تو وہ بال منڈا کر حلال ہوجائے اور اس پر دو دم واجب ہوں گے ایک دم تمتع کا اور دوسرا دم ذبح سے پہلے حلال ہونے کا [7] اور اسی طرح قارن اگر یہ تین روزے نہیں رکھ سکا کہ وقت نکل گیا اور وہ اس وقت ہدی پر قادر نہیں ہے تو بال منڈا کر حلال ہوجائے اور اس پر بھی دو دم واجب ہوں گے ایک دم قران کا بالاجماع اور دوسرا دم ذبح سے پہلے حلق کرانے کا، یہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک واجب ہوگا اور صاحبین کے نزدیک یہ دم واجب نہیں ہوگا بلکہ صرف ایک دم یعنی دم قران ہی واجب ہوگا اور ذبح کو حلق سے مؤخر کرنے کی وجہ سے اس پر کچھ واجب نہیں ہوگا (اس مسئلہ پر بحر الرائق و منحۃ الخالق میں طویل کلام کیا ہے پس مزید تفصیل کے لئے ان کی طرف رجوع فرمائیں، مؤلف)

(۴) ایامِ نحر میں قربانی سے عاجز ہونا [8] عاجز یا قادر ہونے میں قربانی کے دنوں کا اعتبار ہے [9] ایام قربانی سے پہلے یا ان ایام کے بعد میں دم قران و تمتع پر قادر ہونے کا اعتبار نہیں ہے [10] پس اگر کسی نے ہدی موجود ہوتے ہوئے یہ روزے اپنے وقت میں رکھے اگر وہ ہدی قربانی کے دن تک باقی رہی تو وہ روزے جائز نہیں ہوں گے اس لئے کہ وہ اصل پر قادر ہے اور اگر وہ ہدی قربانی کے دن سے پہلے ضائع ہوگئی تو وہ روزے جائز ہوجائیں گے کیونکہ اب وہ اصل سے عاجز ہوگیا ہے پس حلال ہونے کے وقت کا اعتبار ہوگا [11]

[1] فتح فی الصوم و شرح اللباب و غنیہ [2] شرح اللباب و فتح [3] بحر و ہدایہ و فتح تصرفاً [4] ش [5] لباب و در و ش ملتقطاً [6] لباب و شرحہ و غنیہ [7] ہدایہ و بحر و در و ش و بدائع و ارشاد [8] ہدایہ بتغیر عن ہدایہ [9] لباب [10] لباب [11] بحر [12] لباب و شرحہ [13] فتح و بحر و ع و غنیہ۔

یعنی اگر کسی نے تین روزے رکھے حالانکہ وہ ان روزوں کے شروع کرنے سے قبل یا ان کے درمیان میں یا تینوں روزوں کے رکھنے کے بعد ہدی ذبح کرنے پر قادر ہے پھر وہ قربانی کے دن سر منڈانے سے پہلے ہدی سے عاجز ہوگیا تو اس کے وہ روزے جائز ہو جائیں گے [1] اور اگر تین روزے پورے کرنے سے قبل یا پورے کرنے کے بعد حلق کرانے سے قبل ایام قربانی کے اندر ہدی پر قادر ہوگیا تو اس کے روزے باطل ہو جائیں گے اور وہ ہدی ذبح کئے بغیر حلال نہیں ہوگا اگر حلق کرانے کے بعد اس کو ہدی میسر آئی اور وہ سات روزے رکھنے سے قبل حلال ہوگیا تو اس کے وہ روزے صحیح ہو گئے اور اس پر ہدی ذبح کرنا واجب نہیں ہے اور اگر کسی نے تین روزے (وقت کے اندر) رکھ لئے اور حلق کرا کر حلال نہیں ہوا یہاں تک کہ قربانی کے دن گذر گئے پھر اس کو ہدی مل گئی تو اس کے دس روزے پورے کرنے چاہئیں اس پر اور کچھ لازم نہیں ہے [2] اور جاننا چاہئے کہ اگر کسی فقیر یعنی عاجز شخص نے یہ تین روزے رکھے پھر وہ مالدار ہوگیا یعنی قربانی کے دن ہدی پر قادر ہوگیا تو اس مسئلہ میں تفصیل ہے یعنی اس مسئلہ کی تین صورتیں ہیں پس اگر وہ یہ تین روزے شروع کرنے سے پہلے یا ان روزوں کے درمیان میں یا تینوں روزے رکھنے کے بعد ایام قربانی سے پہلے یا ایام قربانی میں سر کے بال منڈانے یا کتروانے سے پہلے ہدی پر قادر ہوگیا تو ان روزوں کا حکم باطل ہوگیا (اب وہ روزے کافی نہیں ہوں گے) اب اس پر ہدی ذبح کرنا واجب ہے کیونکہ روزے ہدی کا بدل ہیں اور وہ بدل کے ساتھ مقصود حاصل ہونے سے قبل اصل (یعنی ہدی) پر قادر ہوگیا ہے پس بدل کا حکم باطل ہوگیا جیسا کہ تیمم کرنے والا شخص تیمم کرنے کے دوران یا تیمم کرنے کے بعد نماز ادا کرنے سے قبل پانی پر قادر ہو جائے تو اس کے لئے وضو کرنا ضروری ہے اب اس کو تیمم سے نماز پڑھنا جائز نہیں ہے [1] اور اگر سر کے بال منڈانے یا کتروانے کے بعد اور سات روزے رکھنے سے پہلے ہدی پر قادر ہوگیا خواہ قربانی کے دنوں میں قادر ہوا ہو یا بعد میں، تو اس کے روزے صحیح ہو گئے اس لئے کہ وہ حلق کرا کر حلال ہو چکا ہے پس اس کے بعد اصل کا موجود ہونا اس کے بدل کو ختم نہیں کرتا جیسا کہ تیمم کے ساتھ نماز پڑھنے کے بعد پانی پر قادر ہونے والے کا حکم ہے اور اب اس پر ہدی واجب نہیں ہوگی کیونکہ بدل نے اصل کی جگہ قرار و استقلال حاصل کر لیا ہے اور بدل و مبدل منہ کو جمع نہیں کیا جائے گا پس غور کر لیجئے یعنی اس لئے کہ بدل سے مقصود احرام سے حلال ہونا ہے جو کہ حاصل ہو چکا ہے پس اس کے بعد اصل پر قادر ہونے سے بدل کا حکم باطل نہیں ہوتا اور اگر کسی نے ایام قربانی سے پہلے تین روزے رکھے اور احرام سے حلال نہیں ہوا حتیٰ کہ قربانی کے دن گذر گئے اس کے بعد وہ ہدی پر قادر ہوگیا تو اب اس پر ہدی واجب نہیں ہوگی اور وہ روزے اس کے لئے کافی ہو جائیں گے کیونکہ ہدی کے جانور کا ذبح کرنا قربانی کے دنوں میں ہی متعین ہے، جب قربانی کے دن گذر گئے تو مقصود یعنی ہدی کے بغیر حلال ہونے کی اباحت حاصل ہو گئی پس گویا وہ ایسا ہے کہ پہلے حلال ہوا اس کے بعد ہدی پر قادر ہوا [3]

(۵) ان روزوں کی نیت رات میں کرنا، پس اگر کسی نے سورج غروب ہونے سے پہلے یا طلوعِ فجر کے بعد نیت کی تو جائز نہیں ہے جیسا کہ حج وغیرہ کے تمام کفارات کے روزوں میں یہی شرط ہے کہ نیت رات میں ہونی چاہئے [4]

(۶) ان روزوں میں بھی تمام کفارات کے روزوں کی طرح نیت کا تعین ضروری ہے اور وہ یہ ہے کہ روزہ کی نیت کے ساتھ

---

[1] لباب و شرحہ [2] بحر و غنیہ و مثلہ فی الفتح [3] لباب و شرحہ و بدائع و فتح ملتقطاً [4] لباب و شرحہ و غنیہ و ع

یہ نیت بھی اضافہ کرے کہ میں قران یا تمتع کا روزہ رکھتا ہوں اگر یہ اضافہ نہ کیا تو وہ قران یا تمتع کی جگہ جائز نہ ہوگا[1]

(۷) ان تین روزوں کا اسی سال کے حج کے مہینوں میں واقع ہونا۔ پس اگر یہ تین روزے آئندہ سال کے حج کے مہینوں میں رکھے تو جائز نہیں لیکن قران یا تمتع کا احرام حج کے مہینوں میں ہونا شرط نہیں ہے بلکہ اگر حج کے مہینوں سے پہلے احرام باندھ لیا اور عمرہ کا پورا طواف یا اس کا اکثر حصہ حج کے مہینوں میں ادا کیا تو قران و تمتع دونوں جائز ہیں[2] (اس کی تفصیل پہلے گزر چکی ہے مؤلف)

(۸) عمرہ و حج دونوں کا مسنون طریقہ پر ادا ہونا، پس اگر غیر مسنون طریقہ پر ادا کیا ہو مثلاً قارن نے عمرہ کا احرام طوافِ قدوم کے بعد باندھا ہو تو اس کو یہ روزے رکھنا جائز نہیں ہے اور اس پر دم ہی واجب ہوگا جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے اور اسی طرح اگر مکہ کا رہنے والا شخص قران یا تمتع کرے تو وہ برائی کا مرتکب ہوگا اور اس پر دمِ جبر واجب ہوگا اور اس کے لئے روزے رکھنا جائز نہیں ہے اگرچہ وہ تنگدست ہو کہ ہدی کی قیمت پر قادر نہ ہو۔ خلاصہ یہ ہے کہ یہ روزے دمِ شکر کا بدل ہوتے ہیں دمِ جبر کا بدل نہیں ہو سکتے پس ہر ایسے موقع کے لئے یہ کلیہ قاعدہ یاد کر لیجئے[3] (نوٹ) ان روزوں کے متعلق امور مستحبہ شرائط کے ضمن میں بیان ہو چکے ہیں (مؤلف)

سات روزوں کے صحیح ہونے کی شرطیں

(۱) نیت رات کے وقت میں کرنا (اور نیت میں ان روزوں کا تعین کرنا) جیسا کہ تمام کفارات کے روزوں میں شرط ہے[4] پس یہ روزے بھی تمام کفارات کے روزوں کی طرح جب تک رات کے وقت میں ان کی نیت نہ کرے صحیح نہیں ہوں گے[5]

(۲) تین روزوں کا دسویں ذی الحجہ سے پہلے ادا ہونا تاکہ یہ سات روزے ان کے ساتھ مل کر پورے دس روزے ہو جائیں پس اگر ان تین روزوں کو اپنے وقت میں ادا نہیں کیا تو (یہ سات روزے رکھنا بھی جائز نہیں بلکہ) اس پر دم (ہدی ذبح کرنا) متعین ہو جائے گا[6] یعنی اگر کسی شخص نے تین روزے نہیں رکھے حتیٰ کہ قربانی کا دن شروع ہو گیا تو اب اس کو روزے رکھنا ہرگز کافی نہیں ہے اس لئے اب اس کو یہ سات روزے رکھنا بھی جائز نہیں بلکہ اس پر دم متعین ہو جائے گا اس لئے کہ روزے رکھنا ہدی کا بدل ہے بدل شرعی طریقہ پر ہی قائم ہوتا ہے اور شرع شریف نے اس کو حج کے وقت مخصوص کیا ہے[7]

(۳) ان سات روزوں کا ایامِ تشریق کے بعد ادا ہونا کیونکہ ایامِ تشریق میں روزہ رکھنا حرام یا مکروہِ تحریمی ہے اور بدائع و بحر الرائق میں اس کی تصریح کی گئی ہے کہ یہ روزے ایامِ نحر و ایامِ تشریق میں رکھنا جائز نہیں ہے[8] بدائع میں کہا ہے کہ یہ اس لئے ہے کہ ایامِ نحر و ایامِ تشریق میں روزہ رکھنے کی ممانعت کی گئی ہے[10]

سات روزوں میں جو امور مستحب ہیں

(۱) پہلے تین روزوں کی طرح ان سات روزوں کو بھی لگاتار (متواتر) رکھنا واجب نہیں ہے بلکہ مستحب ہے اور ان کا بھی متفرق رکھنا جائز ہے[11] پس اس شخص کو

---

[1] غنیہ عن اللباب [2] شرح اللباب [3] ایضاً [4] لباب وشرحہ [5] ع [6] لباب وشرحہ [7] در [8] بحر بزیادۃ عن ع وش [9] لباب وشرحہ [10] بدائع [11] لباب وشرحہ بزیادۃ۔

اختیار ہے خواہ لگاتار رکھے یا متفرق طور پر رکھے ۱؎

(۲) ان سات روزوں کو افعالِ حج کی فراغت سے پہلے رکھنا بالاجماع جائز نہیں ہے اور افعالِ حج سے فارغ ہو کر اپنے اہل و عیال میں آنے سے پہلے مکہ مکرمہ میں یا کسی اور جگہ رکھنا ہمارے اصحاب کے نزدیک جائز ہے اور امام شافعیؒ کے نزدیک جبتک وہ اپنے اہل و عیال میں واپس نہ آجائے اس وقت تک جائز نہیں ہے ۲؎ پس افضل و مستحب یہ ہے کہ ان سات روزوں کو اپنے اہل و عیال میں واپس آجانے کے بعد رکھے تاکہ شافعیہ کے خلاف عمل سے بچ جائے ۳؎ لیکن اگر کسی نے مکہ مکرمہ میں سکونت کی نیت کرلی ہو تو اس کو یہ سات روزے مکہ مکرمہ میں رکھنا بالاجماع جائز ہے ۴؎ (یعنی اب اس کو امام شافعیؒ کے نزدیک بھی مکہ مکرمہ میں رکھنا جائز ہے، مؤلف)

ان روزوں کے متفرق مسائل

(۱) جاننا چاہیے کہ اگر کسی غلام نے حجِ قران یا تمتع کیا اور یوم قربانی سے پہلے تین روزے نہیں رکھے پھر وہ قربانی کے دن احرام سے حلال ہوگیا تو جب وہ آزاد ہوجائے اس پر دو دم واجب ہوں گے ایک دم قران یا تمتع کا اور ایک دم ذبح سے پہلے حلال ہونے کا جیسا کہ اس کو منسک الکبیر میں ذکر کیا ہے اور اس حکم میں غلام کی کوئی خصوصیت نہیں ہے بلکہ آزاد شخص پر بھی دو دم واجب ہونے کا حکم اسی طرح پر ہے ۵؎ (جیسا کہ پہلے بیان ہوچکا ہے، مؤلف)

(۲) اگر قارن یا متمتع ہدی ذبح کرنے اور روزے رکھنے (دونوں) سے عاجز ہے یعنی وہ شیخ فانی ہے تو ہدی ذبح کرنا اس کے ذمہ باقی رہے گا اور ان روزوں کا فدیہ دینا کافی نہیں ہوگا ۶؎ یعنی اگر ان سات روزوں کی ادائیگی سے عاجز ہوگیا یا مرگیا اور ان کے فدیہ کی وصیت کی تو وہ فدیہ جائز نہیں ہوگا بلکہ اس پر دم ہی واجب ہوگا ۷؎ (کیونکہ جب بدل سے عاجز ہوگیا تو اصل اس کے ذمہ واجب ہوگا، مؤلف) پس اگر وہ ہدی پر قادر نہیں ہوا حتیٰ کہ مرگیا تو وہ ہدی اس سے ساقط ہوجائے گی اور اس پر وصیت کرنا واجب نہیں ہوگا کیونکہ وہ ادائیگی پر قادر ہونے سے پہلے مرگیا ہے واللہ اعلم ۸؎

(۳) اگر کسی نے تین روزے اپنے وقت پر رکھے اور ایامِ قربانی میں وہ ہدی پر قادر نہیں ہوا بلکہ ایامِ قربانی کے بعد قادر ہوا تو اب ایامِ قربانی گذرنے کے بعد اس کے لئے ذبح کرنا کافی نہیں ہے بلکہ سات روزوں کا رکھنا ہی اس کے لئے متعین ہے پھر اگر وہ ان روزوں کے رکھنے پر قادر تھا اور نہیں رکھے یہاں تک کہ عاجز (شیخ فانی) ہوگیا تو ان روزوں کا فدیہ دینا اس کی طرف سے کافی نہیں ہوگا پس وہ اللہ تعالیٰ سے استغفار کرے ۹؎ (اس لئے کہ فدیہ اصل روزے کا بدل ہے نہ کہ بدل کے روزے کا جیسا کہ کتاب الصوم میں فدیہ کے بیان میں مذکور ہوا، مؤلف)

۱؎ ع ۲؎ لباب و شرحہ و بدائع تصرفاً ۳؎ لباب و شرحہ ۴؎ شرح اللباب و بدائع ۵؎ شرح اللباب و غنیہ ۶؎ ایضاً ۷؎ ع ۸؎ غنیہ ۹؎ ایضاً۔

عمرہ کا بیان

(اس کو حج اصغر بھی کہتے ہیں)

عمرہ کے معنی اور تعریف

عمرہ لغت میں مطلق زیارت کو کہتے ہیں [۱] اور لغت کی کتاب مُغرب میں ہے کہ عمرہ اعتمار سے ہے اور اس کی اصل کسی آباد مکان کا قصد کرنا ہے پھر اس کا زیادہ تر استعمال کسی مخصوص مکان کی طرف قصد کرنے کے لئے ہونے لگا [۲] اور شرعی اصطلاح میں مخصوص صفت کے ساتھ یعنی عمرہ کے میقات سے احرام باندھ کر شریعت کے بتائے ہوئے مخصوص طریقہ کے مطابق بیت اللہ شریف کی زیارت (یعنی طواف) اور صفا و مروہ کے درمیان سعی کرنے کو کہتے ہیں [۳] عمرہ کو حج اصغر بھی کہتے ہیں اور یہ اس نسبت سے ہے کہ حج کو حج اکبر کہتے ہیں [۴]

عمرہ کا حکم یعنی شرعی حیثیت

ہمارے فقہا کے نزدیک مختار قول یہ ہے کہ جو شخص عمرہ پر جانے کے لئے زادِراہ و راحلہ (سواری) کی استطاعت و قدرت رکھتا ہو اس کو تمام عمر میں ایک مرتبہ عمرہ کرنا سنتِ مؤکدہ ہے اور یہ واجب نہیں ہے یہی صحیح مذہب ہے اور بعض نے کہا کہ یہ واجب ہے، قاضی خاں اور صاحب جوہرہ نے اس کو صحیح کہا ہے اور صاحبِ بدائع نے اسی پر اعتماد کیا ہے جیسا کہ انھوں نے کہا ہے کہ "اس بارے میں اختلاف ہے ہمارے اصحاب نے کہا ہے کہ یہ صدقۂ فطر و قربانی اور نمازِ وتر کی طرح واجب ہے اور بعض نے اس پر سنت کے نام کا اطلاق کیا ہے اور یہ اطلاق وجوب کے منافی نہیں ہے اور امام شافعیؒ نے کہا ہے کہ یہ فرض ہے اور بعض نے کہا کہ یہ تطوع ہے اھ" اور ہمارے بعض اصحاب سے روایت ہے کہ یہ فرضِ کفایہ ہے ان میں سے ایک محمد بن الفضل ہیں جو کہ بخارا کے مشائخ میں سے ہیں اور ظاہر الروایت کے مطابق عمرہ سنت ہے کیونکہ امام محمد رحمہ اللہ سے کتاب الحج میں منصوص ہے کہ عمرہ کرنا تطوع ہے اور تطوع و سنت موکدہ میں کوئی بڑا فرق نہیں ہے [۵] اور صاحبِ فتح القدیر بھی اسی کی طرف مائل ہوئے ہیں اور انھوں نے دلائل بیان کرنے کے بعد کہا ہے کہ اس تقریر کا خلاصہ یہ ہے کہ واجب و نفل ہونے کے دلائل میں تعارض ہے اس لئے وجوب ثابت نہیں ہو سکتا اور اب عمرہ صرف حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم و اصحابِ کرام و تابعینِ عظام کا فعل ہونا باقی رہ گیا اور اس سے اس کا سنت ہونا ثابت ہوا چنانچہ ہم نے بھی کہا ہے واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم [۶]

(۲) اور مراد یہ ہے کہ تمام عمر میں ایک مرتبہ عمرہ کرنا سنت ہے پس جس شخص نے اپنی تمام عمر میں ایک مرتبہ عمرہ کر لیا تو اس نے اس سنت کو ادا کر لیا، اس کے لئے کوئی وقت معین نہیں ہے، سوائے ان ایام کے جن میں عمرہ کرنے کی ممانعت وارد ہے (جیسا کہ آگے آتا ہے) باقی تمام سال میں جب چاہے کر سکتا ہے لیکن رمضان المبارک میں عمرہ کرنا افضل ہے یہ افضلیت عمرہ کے بارے میں ہے (یعنی اور دنوں میں صرف عمرہ کرنے سے رمضان المبارک میں عمرہ کرنا افضل ہے) پس یہ قران کے افضل ہونے کے

[۱] حاشیہ معلم الحجاج عن قاموس [۲] بحر وغیرہ [۳] ع [۴] شرح اللباب [۵] لباب و شرحہ و بدائع و بحر و ش و فتح و غنیہ و ع ملتقطاً [۶] فتح و ش

منافی نہیں ہے کیونکہ قران حج ہے نہ صرف عمرہ پس حاصل یہ ہے کہ اگر کوئی صرف عمرہ افضل طریقہ پر ادا کرنا چاہے تو رمضان المبارک میں کرے اور اگر حج افضل طریقہ پر کرنا چاہے تو حج کو عمرہ کے ساتھ قران کرے (یعنی حج و عمرہ کا احرام باندھے) [1] (یہ بات عمرہ کے وقت میں بھی مذکور ہے، مؤلف)

(۳) تمام عمر میں بکثرت عمرے کرنا بالاجماع چاروں ائمہ کے نزدیک مستحب ہے اور تمام سال میں بھی کثرت سے عمرے کرنا مکروہ نہیں ہے بلکہ تین اماموں، امام ابو حنیفہ و امام شافعی و امام احمد رحمہم اللہ اور جمہور فقہا کے نزدیک مستحب ہے خاص طور پر رمضان میں کثرت سے عمرے کرنا مستحب ہے اور امام مالک کا اس میں اختلاف ہے [2] پس جمہور فقہا کے نزدیک ایک سال میں کئی عمرے کرنا جائز ہے [3] بلکہ اپنی استطاعت کے موافق بہت سے عمرے کرنا مستحب ہے [4] اور امام مالکؒ کا مشہور مذہب یہ ہے کہ ایک سال میں ایک عمرہ کرنا مستحب ہے اور ایک سے زیادہ عمرے کرنا مکروہ ہے لیکن اگر کوئی شخص ایک سال میں مختلف مقامات سے کئی دفعہ مکہ مکرمہ میں داخل ہو تو اس کو ہر دفعہ عمرہ کا احرام باندھ کر آنا واجب ہے اھ [5] اور ہمارے فقہا کی دلیل یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو ایک سال میں دو۲ دفعہ عمرہ کرایا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ایک سال میں دو عمرے کئے، اور ایک روایت میں ہے کہ تین عمرے کئے اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کئی سال تک ہر سال دو عمرے کئے ہیں اس کو امام شافعی رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے جیسا کہ حاشیہ ابن حجر میں ہے [6]

(۴) طواف بکثرت کرنا عمرے بکثرت کرنے سے افضل ہے کیونکہ طواف ایسی عبادت ہے جو بالذات مقصود ہے اور یہ تمام حالات میں مشروع ہے جبکہ ایک سال میں کثرت سے عمرے کرنا بعض فقہا کے نزدیک مکروہ ہے نیز بعض فقہا کے نزدیک عمرہ آفاقی ہی کے لئے مخصوص ہے اور ان کے نزدیک اہلِ مکہ کے لئے جائز نہیں ہے کہ وہ حل کی طرف نکلیں اور عمرہ کا احرام باندھیں [7] اور جب علامہ قاضی ابراہیم بن ظہیرہ مکیؒ سے دریافت کیا گیا کہ طواف افضل ہے یا عمرہ تو انھوں نے فرمایا ارجح یہ ہے کہ طواف کو عمرہ پر فضیلت اس وقت ہے جبکہ اتنا وقت طوافوں میں مشغول رہے جتنے وقت میں عمرہ ادا کرے لیکن اگر یہ کہا جائے کہ عمرہ فرض کفایہ واقع ہوتا ہے تو پھر حکم اس طرح نہیں ہوگا [8] (یعنی اگر عمرہ کا فرضِ کفایہ واقع ہونا مان لیا جائے تو عمرہ طواف سے افضل ہوگا، مؤلف) بعض فقہا نے کہا ہے کہ سات طواف کرنا ایک عمرہ کی مانند ہے [9] اور بعض روایت میں وارد ہے کہ تین عمرے ایک حج کی مانند ہیں اور بعض روایت میں ہے کہ دو عمرے ایک حج کی مانند ہیں [10] اور یہ فضیلت رمضان کے علاوہ عمرے کی ہے [11] اور رمضان المبارک کے ایک عمرہ کا حج کے برابر ثواب ہے بلکہ ایک روایت کے مطابق آپ نے فرمایا کہ میرے ساتھ حج کرنے کے برابر ثواب ہے جیسا کہ آگے آتا ہے (مؤلف)

---

[1] فتح دکبیر و ش [2] لباب و شرحہ و غنیہ و ش ملتقطاً و زیادۃ عن حیات [3] ع بزیادۃ [4] ارشاد و حیات ص ۲۹۵ [5] غنیہ [7] شرح اللباب من فصل اذا فرغ من السعی تصرفاً و غنیہ [8] ش فی الاحرام فی السعی بین الصفا و المروہ [9] شرح اللباب و ش [10] شرح اللباب و غنیہ [11] غنیہ عن الکبیر۔

فضائلِ عمرہ

اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے: وَاَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلّٰهِ (سورۃ البقرہ ع ۲۴) (یعنی حج اور عمرہ کو خالص اللہ تعالیٰ کے لئے پورا ادا کرو) عمرہ کی فضیلت کا بیان بہت سی حدیثوں میں ہے، ان میں چند احادیث ذیل میں درج کی جاتی ہیں:-

(۱) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْعُمْرَةُ اِلَى الْعُمْرَةِ كَفَّارَةٌ لِّمَا بَيْنَهُمَا، رواہ الخمسۃ الا اباداود (المشکوۃ والتاج). (یعنی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک عمرہ دوسرے عمرۃ تک کے درمیانی حصے کے (گناہوں کے) لئے کفارہ ہے) (فائدہ) شیخ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ اشعۃ اللمعات میں لکھتے ہیں "علمانے اس کفارہ کو صغیرہ گناہوں کے ساتھ مخصوص کیا ہے اور کبیرہ گناہوں کا کفارہ حج کے ساتھ مخصوص ہے"۔ نیز جاننا چاہیے کہ اس قسم کی حدیثیں فقط حقوق اللہ کے گناہوں سے متعلق ہیں، ان سے حقوق العباد کے گناہ معاف نہیں ہوتے[۱]۔

(۲) عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَابِعُوْا بَيْنَ الْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ فَاِنَّهُمَا يَنْفِيَانِ الْفَقْرَ وَالذُّنُوْبَ كَمَا يَنْفِي الْكِيْرُ خَبَثَ الْحَدِيْدِ وَالذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَلَيْسَ لِلْحَجَّةِ الْمَبْرُوْرَةِ ثَوَابٌ اِلَّا الْجَنَّةُ، رواہ الترمذی والنسائی ورواہ احمد وابن ماجہ عن عمر الی قول خبث الحدید (المشکوۃ والتاج) (یعنی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حج اور عمرہ کے درمیان متابعت کرو (یعنی دونوں کا ایک ساتھ احرام باندھ کر قران کرو یا دونوں کو جمع کرکے تمتع کرو) کیونکہ حج وعمرہ دونوں تنگ دستی اور گناہوں کو ایسا دور کر دیتے ہیں جیسا کہ بھٹی لوہے اور سونے اور چاندی کے میل کو دور کر دیتی ہے اور حجِ مبرور کا ثواب جنت ہی ہے) (فائدہ) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حج وعمرہ سے نہ صرف گناہ ہی معاف ہوتے ہیں بلکہ ان دونوں کی برکت سے انسان سے فقروفاقہ بھی دور ہو جاتا ہے اور حج وعمرہ کرنے والا ظاہر وباطن میں دنیا وآخرت کی دولتوں سے مالامال ہو جاتا ہے لیکن اس کیلئے اخلاص شرط ہے[۲]۔

(۳) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ قَالَ الْحُجَّاجُ وَالْعُمَّارُ وَفْدُ اللّٰهِ اِنْ دَعَوْهُ اَجَابَهُمْ وَاِنِ اسْتَغْفَرُوْهُ غَفَرَ لَهُمْ رواہ ابن ماجہ (المشکوۃ) (حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حج اور عمرہ کرنے والے اللہ تعالیٰ کے وفد (مہمان) ہیں اگر وہ اللہ تعالیٰ سے کوئی دعا مانگیں تو اللہ تعالیٰ ان کی دعا قبول فرماتا ہے اور اگر وہ اس سے مغفرت چاہیں تو اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرماتا ہے)

(۴) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ وَفْدُ اللّٰهِ ثَلَاثَةٌ اَلْغَازِيْ وَالْحَاجُّ وَالْمُعْتَمِرُ رواہ النسائی والبیہقی فی شعب الایمان (المشکوۃ) (یعنی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ

[۱] حج وعمرہ [۲] معلم الحجاج

فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے کہ اللہ کے وفد (مہمان) تین افراد ہیں: جہاد کرنے والا، حج کرنے والا اور عمرہ کرنے والا) ؎۱

(۵) عن ابی نجیح عمرو بن عبسۃ السلمی رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَفْضَلُ الْاَعْمَالِ حَجَّۃٌ مَّبْرُوْرَۃٌ اَوْ عُمْرَۃٌ مَّبْرُوْرَۃٌ رواہ معجم الطبرانی (یعنی عمرو بن عبسہ السلمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا افضل عمل حج مبرور یا عمرہ مبرور ہے) ؎۲

(۶) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ خَرَجَ حَاجًّا اَوْ مُعْتَمِرًا اَوْ غَازِیًا ثُمَّ مَاتَ فِیْ طَرِیْقِہٖ کَتَبَ اللّٰہُ لَہٗ اَجْرَ الْغَازِیْ وَالْحَاجِّ وَالْمُعْتَمِرِ رواہ البیہقی فی شعب الایمان (المشکوٰۃ) (یعنی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص حج یا عمرہ یا جہاد کے لئے نکلے پھر وہ راستہ میں مر جائے تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے غازی اور حاجی اور معتمر کا اجر تحریر فرما دیتا ہے) ؎۳

عمرہ اور حج میں فرق

جاننا چاہئے کہ عمرہ کے سنت یا واجب ہونے کے شرائط وہی ہیں جو حج کے واجب ہونے کے ہیں جن کا بیان گذر چکا ہے، اس لئے کہ واجب احکام کے حق میں فرض کے ساتھ ملحق ہوتا ہے اور اسی طرح سنت بھی اکثر احکام میں فرائض کے تابع ہوتی ہے اور عمرہ کے احرام کے احکام بھی حج کے اکثر احکام کی مانند ہیں جو چیزیں حج کے احرام میں ممنوع یعنی حرام و مکروہ و مفسد ہیں وہ عمرہ کے احرام میں بھی حرام و مکروہ و مفسد ہیں اور عمرہ کے احرام کے سنن و آداب اور اس کا اپنے میقات سے باندھنے کا وجوب وغیرہ اکثر احکام حج کی مانند ہیں اسی طرح احصار اور دو یا زیادہ عمروں میں جمع کرنا و عمرہ کی نیت میں کسی دوسرے کی طرف اضافت کرنا اور دیگر نفس عمرہ کے اکثر احکام بھی حج کی مانند ہے، صرف چند امور میں حج اور عمرہ میں فرق ہے اور وہ گیارہ امور ہیں جو مندرجہ ذیل ہیں: (۱) عمرہ فرض نہیں ہے اور حج فرض ہے ——

(۲) حج کے لئے ایک خاص وقت معین ہے اور عمرہ کے لئے بالاتفاق کوئی خاص وقت معین نہیں ہے بلکہ تمام سال اس کے جواز کا وقت ہے، لیکن نویں ذی الحجہ سے تیرہویں ذی الحجہ تک ان پانچ دن میں ظاہر الروایت کے مطابق مکروہ ہے اگرچہ ان پانچ دنوں میں اس کا واقع ہونا صحیح ہے —— (۳) حج فوت ہو جاتا ہے عمرہ فوت نہیں ہوتا (یعنی عمرہ کے لئے احصار (ادائیگی سے روک دینا) سے فوت ہونا نہیں ہے اور اس میں ایک ہی تحلل ہے ؎۴) —— (۴) حج میں وقوفِ عرفہ، وقوفِ مزدلفہ، رمی، عرفات و مزدلفہ میں دو نمازوں کو جمع کرنا اور خطبہ ہے عمرہ میں یہ چیزیں نہیں ہیں ——

(۵) عمرہ میں طوافِ قدوم سنت نہیں ہے اگرچہ عمرہ کرنے والا آفاقی ہو بخلاف حج کے کہ اس میں طوافِ قدوم سنت ہے —— (۶) حج میں طوافِ صدر ہوتا ہے لیکن عمرہ میں طوافِ صدر (طوافِ وداع) نہیں ہے اگرچہ عمرہ کرنے والا آفاقی ہو اور مکہ مکرمہ سے سفر کرنے کا ارادہ کرے، یہ حکم ظاہر الروایت میں ہے اور حسن بن زیاد کے قول میں آفاقی پر

؎۱ مشکوٰۃ ؎۲ فضائل حج اور حج و عمرہ ؎۳ مشکوٰۃ ؎۴ غنیہ

طوافِ صدر واجب ہے، پہلا قول اصح ہے مگر افضل یہ ہے کہ معتمر جب وطن کو واپس جائے تو بیت اللہ شریف کا نفلی طواف کرکے جائے [۱] ——— (۷) عمرہ فاسد کرنے یعنی عمرہ کا طواف کرنے سے پہلے جماع کرنے سے بکری ذبح کرنا واجب ہوتا ہے گائے یا اونٹ ذبح کرنا واجب نہیں ہوتا بخلاف حج کے بلکہ عمرہ میں گائے یا اونٹ کا ذبح کرنا کسی صورت میں بھی واجب نہیں ہے اور عمرہ فاسد ہوکر بکری واجب ہونے کا حکم اس وقت ہے جبکہ پورا طواف یا اس کا اکثر حصہ ادا کرنے سے پہلے جماع واقع ہوا ہو لیکن اگر اکثر حصہ طواف کرنے کے بعد سعی سے پہلے یا سعی کے بعد حلق سے پہلے جماع کیا تو اس کا عمرہ فاسد نہیں ہوگا اور اس پر (احرام کی حالت میں جماع کرنے کی وجہ سے، مؤلف) ایک بکری ذبح کرنا واجب ہوگا (اور اگر حلق کے بعد جماع کیا تو اس پر کچھ واجب نہیں ہوگا کیونکہ احرام سے حلال ہونے کے بعد جماع واقع ہوا ہے، مؤلف) اور عمرہ فاسد کردینے کی صورت میں اس فاسد عمرہ کے افعال ادا کرنا اور پھر نئے احرام سے اس عمرہ کا قضا کرنا واجب ہے ——— (۸) جنابت یا حیض یا نفاس کی حالت میں عمرہ کا طواف کرنے سے گائے یا اونٹ ذبح کرنا واجب نہیں ہے بلکہ بکری ذبح کرنا واجب ہے بخلاف حج کے۔ ——— (۹) عمرہ کی میقات تمام لوگوں کے لئے حل ہے خواہ مکی ہوں یا آفاقی یا حلی ہوں بخلاف حج کے کہ اہلِ مکہ کے لئے حج کا احرام حرم سے باندھنا واجب ہے (البتہ آفاقی شخص جب باہر سے آئے اور عمرہ کا ارادہ ہو تو اپنے میقات سے احرام باندھ کر آئے [۲]) ——— (۱۰) صحیح روایات کے مطابق عمرہ کا طواف شروع کرتے وقت تلبیہ موقوف کردیا جاتا ہے بخلاف مفرد حج یا حج قران کے کہ اس میں دسویں ذی الحجہ کو جمرۂ عقبہ کی رمی شروع کرنے کے وقت تلبیہ موقوف کیا جاتا ہے ——— (۱۱) حج کے طواف کے خلاف عمرہ کے طواف میں کسی جنایت کے ساتھ صدقہ کا تعلق نہیں ہے واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم [۳] (یعنی عمرہ کے طواف کو جنابت یا حیض کی حالت میں یا بلا وضو کرنے سے صدقہ لازم نہیں ہوتا یعنی سارا طواف یا اکثر شوط یا ایک ہی شوط بلا طہارت کرے تو دم لازم ہوتا ہے صدقہ نہیں آتا اکثر متون کا یہی قول ہے البتہ عمرہ کی سعی کا حکم حج کی سعی کے مثل ہے [۴])

عمرہ کی شرائط

عمرہ کے واجب اور صحیح ہونے کی وہی شرائط ہیں جو حج کی ہیں کیونکہ واجب احکام کے بارے میں فرض کے ساتھ ملحق ہے سوائے وقت کے کہ تمام سال عمرہ کرنے کا وقت ہے اور ان کی شرائط کی تفصیل شرائطِ حج کے بیان میں گذر چکی ہے [۵] (وقت کی تفصیل آگے مذکور ہے، مؤلف)

عمرہ کا رکن

عمرہ کا رکن طواف ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وَلْيَطَّوَّفُوا بِالْبَيْتِ الْعَتِيقِ (یعنی اس قدیم گھر کا طواف ضرور کیا کرو) نیز اس کے رکن ہونے پر اجماعِ امت ہے [۶]

عمرہ کے فرائض

فرائض سے مراد شرط و رکن ہے پس عمرہ کے دو فرض ہیں طواف[۱] اور احرام[۲]، طواف (یعنی اس کا اکثر حصہ) عمرہ کا رکن ہے (جیسا کہ اوپر بیان ہوا) اور احرام عمرہ کی ادائیگی کے صحیح ہونے کے لئے شرط ہے

[۱] زبدہ [۲] معلم [۳] لباب و شرحہ و ش و بحر بزیادۃ عن غنیہ [۴] زبدہ [۵] ع و غنیہ و بحر و بدائع ملتقطاً [۶] بدائع و ع۔

رکن نہیں ہے یہی اصح ہے اور بعض نے کہا ہے کہ احرام رکن ہے اور عمرہ کے احرام میں بھی حج کے احرام کی طرح نیت اور تلبیہ دو فرض ہیں [1] اور رکن یعنی طواف کی شرائط سوائے وقت کے وہی ہیں جو حج کے بیان میں مذکور ہیں [2]

واجباتِ عمرہ عمرہ کے واجبات دو ہیں (۱) صفا و مروہ کے درمیان سعی کرنا۔ (۲) سر کے بال منڈانا یا کٹانا [3] اور اس کا سعی کے بعد ہونا جواز کے لئے ہے اور عمرہ کا طواف ادا کرنے کے بعد سعی سے پہلے ہونا صحتِ عمرہ کے لئے ہے اور طواف کا سعی سے پہلے واقع ہونا سعی کے صحیح ہونے کے لئے بالاتفاق شرط ہے [4] (عمرہ میں تیسرا واجب بھی ہے اور وہ طواف کا اقل حصہ یعنی باقی تین چکر ادا کرنا ہے لیکن یہ ہر طواف میں واجب ہے اس لئے الگ ذکر نہیں کرتے، مؤلف)

(فائدہ) حاصل یہ ہے کہ عمرہ میں چار چیزیں ہیں: احرام، طواف، سعی، سر کے بال منڈانا یا کٹانا، پس ان میں سے احرام عمرہ کے لئے شرط ہے اور طواف کا اکثر حصہ یعنی چار چکر ادا کرنا رکن ہے اور طواف کا اقل حصہ یعنی باقی تین چکر بھی ادا کرنا، سعی کرنا اور بال منڈانا یا کٹانا یہ تین امور واجب ہیں یہی مختار ہے، عمرہ کے احرام و طواف و سعی میں بھی وہ سب چیزیں کی جائیں جو حج کے احرام و طواف و سعی میں کی جاتی ہیں اور اُن سب چیزوں سے بچنا چاہئے جن سے حج کے احرام و طواف و سعی میں بچنا ضروری ہے [5] آفاقی کے لئے عمرہ کی میقات وہی ہے جو حج کے لئے ہے (پس آفاقی شخص اگر عمرہ کی نیت سے مکۂ مکرمہ آئے تو اپنے میقات سے عمرہ کا احرام باندھ کر آئے [6] اور اہلِ مکہ (اور جو ان کے حکم میں ہیں یعنی اہلِ حل و اہلِ میقات) کے لئے عمرہ کی میقات حل یعنی تنعیم وغیرہ ہے (اہلِ مکہ اور جو ان کے حکم میں ہیں ان کے لئے عمرہ کے احرام باندھنے کا افضل میقات تنعیم ہے پھر جعرانہ ہے اس کی تفصیل مواقیتِ حج کے بیان میں گزر چکی ہے [7]) فسادِ عمرہ و رفض یعنی ترکِ عمرہ سے بچنے اور عمرہ سے حلال ہونے کی صحت کیلئے عمرہ کے طواف کا اکثر حصہ ادا ہونا کل طواف ادا ہونے کے حکم میں ہے لیکن سعی کے پورا ہونے سے پہلے عمرہ سے حلال ہونا اس پر حرام ہے اور طواف کا سعی سے پہلے ادا ہونا سعی کے صحیح ہونے کے لئے شرط ہے (جیسا کہ اوپر گزر چکا ہے) اور سعی کا حلق (سر منڈانا) پر مقدم ہونا واجب ہے [8]

عمرہ کی سنتیں اور آداب عمرہ کی سنتیں و آداب وہی ہیں جو سعی سے فارغ ہونے تک حج کے ہیں جن کا بیان پہلے ہو چکا ہے لیکن عمرہ میں جب طواف کی نیت کرنے کے بعد پہلا چکر شروع کرتے وقت حجرِ اسود کو استلام کرے (یعنی بوسہ دے) تو جمہور علماء کے نزدیک تلبیہ کہنا موقوف کر دے [9]

ممنوعاتِ عمرہ ممنوعاتِ عمرہ (عمرہ کے محرمات و مکروہات) وہی ہیں جو حج کے ہیں اور عمرہ میں ان کے ارتکاب کا وہی حکم ہے جو حج میں ہے اور ان سب کا بیان ممنوعاتِ حج میں گذر چکا ہے [10]

مفسدِ عمرہ عمرہ جماع کرنے سے فاسد ہو جاتا ہے لیکن اس کے لئے دو شرطیں ہیں، ایک یہ کہ جماع قبل یا دبر میں واقع ہو جیسا کہ

---

[1] لباب وشرحہ بتصرف [2] بدائع [3] بدائع وع ولباب وشرحہ [4] شرح اللباب [5] درو ش وغنیہ وع ملتقطاً [6] معلم [7] لباب وشرحہ وغنیہ [8] غنیہ بزیادۃ [9] بدائع وغنیہ بزیادۃ عن ع [10] بدائع۔

مفسدِ حج میں تفصیل سے بیان ہو چکا ہے اور دوسری یہ کہ پورا طواف یا اکثر حصہ یعنی چار چکر ادا کرنے سے پہلے جماع واقع ہو کیونکہ طواف کا اکثر حصہ ادا کرنا عمرہ کا رکن ہے پس عمرہ کے طواف کا اکثر حصہ ادا کرنے سے پہلے قُبل یا دُبر میں جماع کرنے سے عمرہ فاسد ہو جاتا ہے جیسا کہ حج میں وقوفِ عرفہ سے پہلے جماع کرنے سے حج فاسد ہو جاتا ہے اور جب کسی نے جماع کے ساتھ عمرہ فاسد کردیا تو اس پر واجب ہے کہ اس فاسد عمرہ کے افعال ادا کر کے حلال ہو جائے اور پھر اس عمرہ کو قضا کرے اور ہمارے نزدیک عمرہ فاسد کردینے کی وجہ سے اس پر ایک بکری ذبح کرنا واجب ہے اور امام شافعیؒ کے نزدیک ایک بدنہ (سالم اونٹ یا گائے) ذبح کرنا واجب ہے جیسا کہ حج میں حکم ہے اور اگر عمرہ کے طواف کا اکثر حصہ یا پورا طواف ادا کرنے کے بعد سعی سے پہلے یا طواف و سعی کرنے کے بعد سر کے بال منڈانے یا کترانے سے پہلے جماع کیا تو اس کا عمرہ فاسد نہیں ہوگا کیونکہ جماع رکن کی ادائیگی کے بعد حاصل ہوا ہے اور اس پر احرام کی حالت میں جماع حاصل ہونے کی وجہ سے ایک بکری ذبح کرنا واجب ہے اور اگر حلق (سر منڈانے یا کتروانے) کے بعد جماع کیا تو حلق کے ساتھ احرام سے باہر ہو جانے کی وجہ سے اس پر کچھ جزا واجب نہیں ہوگی اور اگر جماع کرنے کے بعد پھر جماع کیا تو اس مسئلہ کی تفصیل و اتفاق و اختلافِ فقہا وہی ہے جو حج فاسد کرنے کے بیان میں مذکور ہے [1]

عمرہ کا وقت

عمرہ جائز ہونے کا وقت سال کے تمام ایام ہیں پس تمام سال میں عمرہ کرنا جائز و صحیح ہے خواہ حج کے مہینوں میں ہو یا حج کے مہینوں کے علاوہ اور دنوں میں ہو لیکن نویں ذی الحجہ سے تیرہویں ذی الحجہ تک ان پانچ دنوں یعنی یوم عرفہ و یوم نحر و ایام تشریق میں عمرہ کا احرام باندھنا مکروہِ تحریمی ہے اگرچہ نویں ذی الحجہ کو (عرفہ کے دن) زوال سے قبل یا بعد قران کی نیت سے عمرہ کا احرام باندھے اور یہی مذہب ہے کیونکہ ان پانچ دنوں میں عمرہ کا احرام باندھنے سے شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام نے منع فرمایا ہے چنانچہ حضرتِ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے آپ فرماتی ہیں کہ ان چار یوم یعنی یوم عرفہ و یوم نحر اور اس کے بعد کے دو دن کے علاوہ تمام سال میں عمرہ کرنا حلال و جائز ہے اھ اس کو بیہقی نے روایت کیا ہے اور بدائع میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ "عمرہ کا وقت سوائے یوم عرفہ و یوم نحر اور ایام تشریق کے تمام سال ہے" اور ظاہر ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سن کر ہی ایسا فرمایا ہے اس لئے کہ یہ اجتہادی مسئلہ نہیں ہے اور فتح القدیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ پانچ دن یعنی یوم عرفہ و یوم نحر اور تین دن ایام تشریق میں عمرہ کرنا منع ہے، ان ایام سے پہلے یا بعد میں جتنے عمرے چاہے کرے اھ۔ اور ان دنوں میں عمرہ کرنا اس لئے بھی مکروہ ہے کہ یہ دن حج کے لئے متعین ہیں ان دنوں میں عمرہ کرنے سے حج کے کاموں میں رکاوٹ ہوگی اور اکثر اس سے حج میں خلل واقع ہوگا پس بظاہر یہ دن حج کے لئے ہی مخصوص ہیں اگرچہ کوئی ان دنوں میں حج نہ بھی کرے اور اسی طرح حدیث شریف میں ان دنوں میں عمرہ کرنے کی ممانعت مطلق طور پر وارد ہوئی ہے اس سے بھی یہی ظاہر ہوتا ہے پس امرِ حج کی تعظیم کے لئے ان ایام میں عمرہ کا مکروہِ تحریمی ہونا حج کرنے والے اور حج نہ کرنے والے سب کے لئے ہے اس لئے کہ اس کو حج کے دنوں میں عمرہ کرنے کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ ان ایام سے قبل و بعد تمام سال میں اس کو عمرہ کرنا جائز ہے اور فقہا نے یوم عرفہ میں عمرہ کا مکروہِ تحریمی ہونا

[1] بدائع۔

مطلق طور پر بیان کیا ہے پس کراہت کا یہ حکم عرفہ کے دن زوال سے قبل اور بعد دونوں کو شامل ہے یہی مذہب ہے جیسا کہ اوپر بیان ہوا، امام ابو یوسفؒ کا اس میں اختلاف ہے ان کے نزدیک نویں ذی الحجہ کو زوال سے پہلے عمرہ کا احرام باندھنا مکروہ نہیں ہے کیونکہ حج کے رکن (وقوفِ عرفات) کا وقت زوال کے بعد داخل ہوتا ہے زوال سے پہلے نہیں یعنی عرفہ کے روز زوال سے قبل وقوف کا وقت نہیں ہے اس لئے اس وقت میں عمرہ کا احرام باندھنا وقوفِ عرفہ کو اپنے وقت میں کرنے کا مانع نہیں ہوگا اور اظہر مذہب وہی ہے جو پہلے بیان ہو چکا ہے [1]

(۲) اور اگر کسی نے ان پانچ ممنوعہ ایام میں عمرہ کا احرام باندھ لیا تو یہ عمرہ اس پر لازم ہو جائے گا کیونکہ ان دنوں میں عمرہ کا شروع ہونا کراہتِ تحریمی کے ساتھ درست ہے لیکن اس کو اس عمرہ کا ترک کر دینا لازم ہے اگرچہ وہ اس سال حج بھی نہ کرے تاکہ گناہ سے بچ جائے پس اگر اس نے عمرہ ترک کر دیا تو افعالِ عمرہ ادا کئے بغیر احرام سے باہر ہونے کی وجہ سے اس پر ایک دم واجب ہوگا اور لازم ہو جانے کی وجہ سے ان ایام کے گذرنے کے بعد اس پر اس عمرہ کی قضا واجب ہوگی [2]

(۳) اور اگر اس نے اس عمرہ کو ترک نہ کیا بلکہ انہی ایام میں ادا کر لیا تو اس کا وہ عمرہ (کراہت کے ساتھ) درست و جائز ہو جائیگا کیونکہ یہ کراہت لغیرہا ہے یعنی کراہت کی وجہ امرِ حج کی تعظیم نہ کرنا اور حج کے وقت کو دوسرے امور سے خالی نہ کرنا ہے پس ان ایام میں عمرہ کا شروع ہونا صحیح ہے اور ان دنوں میں ادا کرنے سے ادا ہو جائے گا کیونکہ جیسا لازم ہوا تھا اس نے اس کو ویسا ہی ادا کر لیا [3] (اور اس پر دم لازم ہونے یا نہ ہونے کے بارے میں تفصیل ہے اور وہ یہ ہے، مؤلف) [1] اگر اس شخص نے اس سال بالکل حج نہیں کیا تو اس پر کوئی دم واجب نہیں ہوگا کیونکہ نہ وہ دو احرام کا جمع کرنے والا ہے یعنی اس نے احرام عمرہ کو احرام حج پر داخل نہیں کیا، اور نہ ہی وہ عمرہ کے احرام کو ترک کرنے والا ہے لیکن اس کا یہ فعل مکروہِ تحریمی ہے جیسا کہ اوپر بیان ہوا۔ [2] اور اگر کسی نے ان پانچ ایامِ ممنوعہ میں عمرہ کا احرام باندھا تو اس کو اس عمرے کے ترک کرنے کا امر کیا جائے گا، اگر اس نے عمرہ ترک نہ کیا اور عمرہ کا طواف وغیرہ بھی ان دنوں میں نہیں کیا (یعنی افعالِ عمرہ ادا کئے بغیر احرام کی حالت میں رہا) یہاں تک کہ ایامِ تشریق گذر گئے اس کے بعد عمرہ کا طواف وغیرہ افعال ادا کئے تو جائز و درست ہے اور اس پر کوئی دم واجب نہیں ہوگا اور اس پر کوئی کراہت بھی نہیں ہے کیونکہ وہ ایامِ ممنوعہ میں عمرہ کے افعال ترک کر کے کراہت سے بچ گیا اس لئے کہ ان دنوں میں عمرہ کی ممانعت ہے اور عمرہ سے مراد افعالِ عمرہ ہیں پس اسی کو اصل احرام عمرہ کا ترک کرنا لازم نہیں ہے بلکہ افعالِ عمرہ کا ترک کرنا واجب ہے خواہ یہ احرامِ عمرہ کو ترک کر کے حاصل ہو یا عمرہ کے افعال ایامِ تشریق کے گذرنے تک مؤخر کر کے حاصل ہو کیونکہ اگرچہ ان دنوں میں احرام باندھنا گناہ ہے لیکن جب ان دنوں میں احرام باندھ لیا تو اب بقدرِ امکان اس کا پورا کرنا واجب ہوگیا۔ [3] اور اگر کوئی شخص ان پانچ دنوں سے پہلے عمرہ کا احرام باندھ چکا ہے اور اس نے اس پہلے احرام سے ان ممنوعہ دنوں میں عمرہ ادا کیا تو مضائقہ نہیں ہے یعنی یہ اس کے لئے مکروہ نہیں ہے اور نہ ہی اس پر کوئی دم واجب ہے اس لئے کہ اس نے

[1] شرح اللباب و ہدایہ و فتح و بحر و بدائع و غنیہ ملتقطاً [2] بحر و ہدایہ و غنیہ ملتقطاً [3] ہدایہ و غنیہ ملتقطاً

عمرہ کا احرام ان ممنوعہ دنوں میں نہیں باندھا اور مکروہ ان دنوں میں عمرہ کا احرام باندھنا ہے، ان دنوں سے پہلے باندھے ہوئے احرام کے ساتھ ان دنوں میں عمرہ کے افعال ادا کرنا مکروہ نہیں ہے پس قارن و متمتع کو یوم عرفہ سے پہلے باندھے ہوئے احرام عمرہ کے ساتھ عرفہ کے دن عمرہ کرنا مکروہ نہیں ہے اور اسی طرح اگر کسی قارن کا حج فوت ہوجائے اس کو ان چار دنوں میں عمرہ ادا کرنا مکروہ نہیں ہے اور اسی طرح ہر وہ شخص جس کا حج فوت ہوگیا ہو اگر وہ ان ایام میں عمرہ کے افعال ادا کر کے احرام سے حلال ہوجائے تو کوئی مضائقہ نہیں ہے اور اس کے لئے مستحب یہ ہے کہ ان ایام کے گذرنے تک عمرہ کی ادائیگی مؤخر کر دے اور ان ایام کے گذرنے کے بعد اس کے افعال ادا کرے اور جب وہ عمرہ کی ادائیگی ان دنوں کے بعد تک مؤخر کرے گا تو وہ ان ایام میں احرام کی حالت میں رہے گا چنانچہ فتاویٰ ظہیریہ و ہندیہ میں ہے کہ امام ابو یوسف رحمہ اللہ سے کتاب الامالی میں روایت ہے کہ کسی شخص نے ذی الحجہ کے پہلے عشرہ میں عمرہ کا احرام باندھا پھر وہ ایامِ تشریق میں مکہ مکرمہ آیا تو میرے نزدیک پسندیدہ و بہتر یہ ہے کہ عمرہ کے طواف میں اسقدر تاخیر کرے کہ ایامِ تشریق گذر جائیں اس کے بعد طواف کرے اور اس پر عمرہ کے طواف کا ترک کرنا واجب نہیں ہے اور اگر اس نے انہی دنوں میں طواف کر لیا تو جائز ہے اور اس پر دم (قربانی) واجب نہیں ہے اھ یعنی اس کے حق میں کوئی کراہت بھی نہیں ہے کیونکہ اس کا احرام کا باندھنا ایامِ ممنوعہ میں واقع نہیں ہوا، اور امام ابو یوسفؒ کے اس کلام میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اگر عمرہ کا طواف ایامِ ممنوعہ سے پہلے واقع ہوا اور عمرہ کی سعی ان ممنوعہ دنوں میں واقع ہوئی تو کوئی مضائقہ نہیں ہے، پھر اس روایت میں امام ابو یوسف رحمہ اللہ آگے فرماتے ہیں کہ اگر کسی نے ایامِ تشریق میں عمرہ کا احرام باندھا تو اس کو اس کے ترک کرنے کا حکم دیا جائے گا اور اگر اس نے اس کو ترک نہ کیا اور نہ ہی اس کا طواف کیا یہانتک کہ ایامِ تشریق گذر گئے پھر عمرہ کا طواف کیا تو وہ اس کے لئے کافی ہے یعنی اس کا وہ عمرہ جائز ہوگیا اور اس پر دم واجب نہیں ہے (یہ روایت فرع ۲ کی مؤید ہے، مؤلف)۔ اور اگر کسی نے حج کیا پھر اسی سال ان پانچ ایامِ ممنوعہ میں حج کے افعال پورے کرنے کے بعد عمرہ کا احرام باندھا تب بھی وہ کراہتِ تحریمی کے ساتھ لازم ہوجائے گا اور اس کو بھی ترک کرنا واجب ہے تاکہ گناہ سے بچ جائے اور ترک کر دینے کی صورت میں اس پر دمِ رفض اور اس عمرہ کی قضا واجب ہوگی کیونکہ عمرہ لازم ہوجانے کی وجہ سے افعالِ عمرہ ادا کرنا اس پر لازم ہوگیا تھا اور وہ افعالِ عمرہ ادا کئے بغیر حلال ہوگیا ہے جیسا کہ اوپر بیان ہوچکا ہے اور اگر اس نے عمرہ ترک نہ کیا اور انہی ممنوعہ ایام میں ادا کر لیا تو وہ عمرہ جائز ہوجائے گا کیونکہ جیسا اس پر لازم ہوا تھا اس نے اس کو ادا کر لیا ہے لیکن اُس نے برا کیا اور اس کا یہ فعل مکروہ تحریمی ہوا، اور اس پر دم واجب نہیں ہوگا کیونکہ اس نے دو احراموں کو جمع نہیں کیا اس لئے کہ اس سے حج پر عمرہ کو داخل کرنا واقع نہیں ہوا (کیونکہ اس نے حج کے افعال سے فارغ ہو کر عمرہ کا احرام باندھا ہے، مؤلف)

۵۔ اور اگر کوئی شخص حج کے احرام میں ہے اور اس نے یوم نحر یا ایامِ تشریق میں حج کا حلق (یا قصر) کرانے سے پہلے عمرہ کا احرام باندھا تو یہ عمرہ شروع ہوجانے کی وجہ سے اس پر لازم ہوجائے گا لیکن کراہتِ تحریمی کے ساتھ لازم ہوگا، اور اس کو گناہ سے بچنے کیلئے بالاتفاق اس کا ترک کرنا واجب ہوگا اور اگر حج کا حلق (یا قصر) کرانے کے بعد طواف زیارت سے پہلے یا بعد میں ان ایامِ ممنوعہ میں عمرہ کا احرام باندھا تو ہدایہ میں اس بارے میں اختلاف نقل کیا ہے اور کہا ہے کہ جب حج کے لئے حلق کرا لیا پھر عمرہ کا احرام

باندھا تو بعض کے نزدیک اصل کی روایت کے مطابق ظاہر یہ ہے کہ وہ ترک نہ کرے اور بعض نے کہا کہ اس کو ترک کر دینا چاہئے تاکہ ان ایام میں عمرہ کا احرام باندھنے کی ممانعت کی خلاف ورزی سے بچ جائے (جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا ہے) فقیہ ابو جعفرؒ نے کہا کہ ہمارے مشائخ اسی پر ہیں اھ سلہ یعنی ہمارے مشائخ اس کا ترک کرنا واجب کہتے ہیں اگرچہ اس نے حج کا سر منڈانے کے بعد عمرہ کا احرام باندھا ہو اور بعض متاخرین نے اس کو صحیح کہا ہے اس لئے کہ حلق اور طواف کے بعد حج کے بعض واجبات مثلاً رمی و طوافِ صدر اور منیٰ میں رات گذارنے کی سنت باقی ہے پس وہ افعال کے اعتبار سے حج و عمرہ میں جمع کرنے والا ہو جائے گا اگرچہ احرام کے اعتبار سے جمع کرنے والا نہیں ہوگا پس وہ شخص بلاشک و شبہ حج کے افعال پر عمرہ کے افعال کی بنا کرنے والا ہوگا اور یہ مکروہ ہے اور اس سے ظاہر ہے کہ وہ گنہگار قارن ہوگا غور کر لیجئے سلہ اور معہذا ان ایام میں عمرہ کرنا مکروہ بھی ہے اس لئے بھی اس کا ترک کرنا اس پر لازم ہے اور یہ ان ایام میں عمرہ کا احرام باندھنا مکروہ ہونے کی دوسری علت ہے کیونکہ ان ایام میں عمرہ مکروہ ہونے اور اس کا ترک لازم ہونے کی دو علتیں ہیں ایک حج و عمرہ کے احرام یا افعال کو جمع کرنا دوسرے احرام عمرہ کا ایام ممنوعہ میں واقع ہونا پس ان دونوں میں سے جو علت بھی پائی گئی مکروہ ہونے اور ترک لازم کرنے کے لئے کافی ہے لیکن چونکہ یہ دن بقیہ اعمالِ حج کو اکمل طریقہ پر ادا کرنے کے دن ہیں اس لئے ان ایام کے ساتھ عمرہ کی کراہت کو مقید کیا گیا ہے جیسا کہ ہدایہ کی عبارتِ مذکورۂ بالا سے اسی کی طرف اشارہ ملتا ہے، پس اگر اس نے عمرہ ترک کر دیا تو عمرہ کے افعال ادا کئے بغیر حلال ہونے کی وجہ اس پر دم رفض واجب ہوگا اور اس عمرہ کی قضا بھی واجب ہوگی اس لئے کہ لزوم کے بعد ترک کرنے سے قضا واجب ہوتی ہے سلہ اور اگر اس نے عمرہ ترک نہ کیا بلکہ انہی دنوں میں ادا کر لیا تو اس کے لئے جائز و کافی ہے اس لئے کہ یہ کراہت لغیرہا ہے یعنی اس کو ان دنوں میں حج کے باقی اعمال ادا کرنے میں مشغول ہونا ہے پس اس کو ان بقیہ اعمال کی ادائیگی کے لئے تعظیماً یہ وقت دوسرے امور سے خالی کرنا واجب ہے اور یہ وجوب عمرہ کے شروع ہونے کی نفی نہیں کرتا اور اس پر دم واجب ہوگا اس لئے کہ اس کو اس عمرہ کا ترک کرنا واجب تھا اور اس نے ترک نہیں کیا اور حج کا حلق کرانے سے قبل عمرہ کا احرام باندھنے کی صورت میں دم واجب ہونے کی دوسری وجہ یہ بھی ہے کہ اس نے دو احراموں کو جمع کیا ہے اور حج کا حلق کرانے کے بعد عمرہ کا احرام باندھنے کی صورت میں دم واجب ہونے کی دوسری وجہ یہ ہے کہ اس نے افعال عمرہ اور حج کے بقیہ افعال میں جمع کیا ہے اور یہ دم کفارہ یعنی دم جبر ہے اس لئے وہ اس میں سے نہ کھائے سلہ

(۴) ان پانچ ایامِ ممنوعہ کی قید سے معلوم ہو گیا کہ ان پانچ ایام کے علاوہ حج کے مہینوں میں عمرہ ادا کرنا مکروہ نہیں ہے یہی صحیح ہے اور اس بارے میں مکی و آفاقی میں کوئی فرق نہیں ہے سلہ (یعنی ان ایامِ ممنوعہ کے علاوہ حج کے مہینوں میں عمرہ ادا کرنا خواہ مکی ہو یا آفاقی کسی کے لئے مکروہ نہیں ہے مؤلف) اور لباب المناسک وغیرہ میں جو مذکور ہے کہ "اہلِ مکہ اور جو ان کے حکم میں ہیں یعنی وہ آفاقی جو مکہ میں مقیم ہیں اور وہ لوگ جو میقات اور داخلِ میقات یعنی حل و حدودِ حرم کے اندر رہنے والے ہیں اُن سب کے لئے حج کے

سلہ ہدایہ و ش ولباب و شرح صدرع وغیرہا ملتقطاً سلہ ش سلہ ش و بحر ملتقطاً سلہ ہدایہ و بحر و ش بتصرف سلہ غنیہ۔

مہینوں میں عمرہ کرنا مکروہ ہے" یہ اس لئے ہے کہ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ وہ لوگ اسی سال حج بھی کرتے ہیں جس کی وجہ سے وہ متمتع ہو جائیں گے حالانکہ ان کے لئے تمتع کرنا ممنوع ہے ورنہ اہلِ مکہ کے لئے حج کے مہینوں میں مفرد عمرہ کرنا منع نہیں ہے جبکہ وہ اس سال حج ہرگز نہ کریں اور جو اس کے خلاف کہے اس کو اس کی دلیل بیان کرنی چاہئے [۱] اور اس میں امام ابن الہمام صاحبِ فتح القدیر کا ردّ ہے کہ انھوں نے فتح القدیر میں اس کو اختیار کیا ہے کہ اہلِ مکہ کے لئے حج کے مہینوں میں عمرہ کرنا مکروہ ہے خواہ وہ اس سال حج نہ کرے اور شرح المنسک میں قاضی عید سے منقول ہے کہ علامہ قاسم رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ جو کچھ فتح القدیر میں ہے وہ ہمارے علماء کا مذہب نہیں ہے اور نہ ہی ائمہ اربعہ کا مذہب ہے اور اہلِ مکہ کے لئے عمرہ کے مکروہ نہ ہونے میں کوئی اختلاف نہیں ہے اھ [۲] اور بعض حواشی میں ہے کہ حج کے مہینوں میں مکی کے لئے عمرہ کرنے کے بارے میں فقہا کا اختلاف ہے بعض[۱] نے کہا ہے کہ یہ مکروہ ہے اگرچہ وہ اس سال حج نہ کرے اور بدائع کی عبارت سے یہی ظاہر ہوتا ہے اور ابن الہمام نے بھی اسی کی طرف رجوع کیا ہے، اور بعض[۲] نے کہا ہے کہ مکروہ نہیں ہے اگرچہ اس سال حج بھی کرے لیکن اس کو تمتع کی فضیلت حاصل نہیں ہوگی اور اس پر دمِ تمتع لازم نہیں ہوگا اور یہ امام ابو زید الدبوسی رحمہ اللہ اور صاحبِ نہایہ کا قول ہے (تمتع کے بیان میں بھی اس کا ذکر ہے، مؤلف) اور بعض[۳] نے کہا کہ اگر اہلِ مکہ اس سال حج کرے تو حج کے مہینوں میں عمرہ کرنا اس کے لئے مکروہ ہے اور اگر اس سال حج نہ کرے تو اس کو عمرہ کرنا مکروہ نہیں ہے اور یہی مذہب ہے [۳]

(۵) رمضان المبارک میں عمرہ کرنا مندوب ہے اور عمرہ کا رمضان المبارک میں ادا کرنا رمضان المبارک کے علاوہ اور دنوں میں ادا کرنے سے افضل ہے اگرچہ وہ حرمت کے مہینوں میں ہو [۴] یعنی عمرہ کا سب سے افضل وقت ماہِ رمضان ہے خواہ دن کے وقت عمرہ کرے یا رات میں کیونکہ رمضان المبارک کے دن اور رات دونوں کو فضیلت ہے پس رمضان المبارک کے عمرہ کا ایک حج کی برابر ثواب ملتا ہے جیسا کہ حدیث شریف سے ثابت ہے اور ایک حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ساتھ حج کرنے کی برابر فرمایا ہے [۵] چنانچہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا رمضان میں عمرہ کرنے کا ثواب ایک حج کے برابر ہے اس کو بخاری و مسلم نے روایت کیا ہے اور مسلم کی روایت میں ہے کہ ایک حج کی برابر ہے یا میرے ساتھ ایک حج کرنے کی برابر ہے، اور ابوداؤد کی روایت میں ہے کہ بلا شک میرے ساتھ حج کرنے کی برابر ہے اور سلفِ صالحین رحمہم اللہ تعالیٰ عمرہ کو حجِ اصغر کہتے تھے [۶] اور یہ فضیلت آفاقی اور مکی دونوں کے عمرہ کو شامل ہے بخلاف اُن کے جنھوں نے دعویٰ کیا ہے کہ اس سے مراد آفاقی کا عمرہ ہے [۷] اور اس سے مراد مفرد عمرہ ہے پس یہ اس کے منافی نہیں ہے کہ حجِ قران سب سے افضل ہے اس لئے کہ یہ فضیلت اقسامِ حج کی طرف لوٹتی ہے نہ کہ عمرہ کی طرف، پس حاصل یہ ہے کہ جو شخص افضل طریقہ پر عمرہ کرنا چاہے تو وہ رمضان میں عمرہ ادا کرے اور اگر افضل طریقہ پر حج ادا کرنا چاہے تو حجِ قران کرے [۸] اور اگر کسی نے شعبان میں عمرہ شروع کیا اور رمضان میں اس کو پورا کیا اگر اس نے طوافِ عمرہ کے اکثر چکر رمضان میں کئے تو وہ عمرہ رمضان کا شمار ہوگا ورنہ شعبان کا ہوگا اور یہ حکم تمتع وغیرہ پر قیاس کرتے ہوئے ہے [۹]

---

[۱] شرح اللباب و غنیہ و ش [۲] ش و غنیہ [۳] غنیہ [۴] غنیہ و در و ش [۵] لباب و شرحہ [۶] فتح و ش و غیرہا۔
[۷] غنیہ و شرح اللباب [۸] فتح و غنیہ و ش [۹] لباب و شرحہ و غنیہ۔

اور اسی طرح اگر عمرہ کا احرام رمضان میں باندھ کر اس کا طواف شروع کیا اور شوال میں پورا کیا تب بھی اکثر کا اعتبار ہوگا پس اگر اکثر چکر رمضان میں کئے تو وہ عمرہ رمضان کا شمار ہوگا ورنہ شوال کا [1]

(۶) رسالہ "الادب فی رجب" میں ملا علی قاری رحمہ اللہ سے منقول ہے کہ رجب میں عمرہ کا سنت ہونا اس لحاظ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود کیا ہو یا اس کا امر فرمایا ہو کسی روایت سے ثابت نہیں ہے البتہ یہ روایت ہے کہ "جب حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ خانہ کعبہ کی تعمیر جدید سے ستائیسویں رجب سے کچھ پہلے فارغ ہوئے تو اونٹ اور دیگر قربانیاں ذبح کیں اور اہل مکہ کو حکم دیا کہ اب اس بات پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے کے لئے عمرہ ادا کریں" اور اس میں کوئی شک نہیں کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کا فعل حجت ہے اور جس چیز کو مسلمان اچھا سمجھیں وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بھی اچھی ہے پس اہل مکہ کے ماہِ رجب میں عمرہ کرنے کی تخصیص کی وجہ یہی ہے اھ ملخصاً [2]

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عمروں کی تعداد

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کُل چار عمرے ادا فرمائے اور وہ سب ہجرت کے بعد ادا فرمائے اور اظہارِ نبوت کے بعد مکہ معظمہ کے تیرہ سالہ قیام کے زمانہ میں کوئی عمرہ ادا نہیں فرمایا اور چار عمرے ادا فرمانے سے مراد یہ ہے کہ چار عمروں کے احرام باندھے لیکن افعال کی ادائگی کے اعتبار سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عمرے تین ہی ہوتے ہیں اسی لئے حضرت براء بن عازبؓ نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع سے پہلے دو عمرے کئے ہیں اور انھوں نے صلح حدیبیہ کے عمرہ کو شمار نہیں کیا، یہ روایت صحیحین میں ہے۔ اور یہ سب عمرے ذی قعدہ کے مہینے میں ہوئے ہیں یہی صحیح ہے۔ پہلا عمرہ حدیبیہ کا ہے جو ۶ھ میں واقع ہوا آپ نے مع اصحاب کرام رضی اللہ عنہم اس سال عمرہ کا احرام باندھا، حدیبیہ کے مقام پر کفار مکہ عمرہ ادا کرنے سے مانع آئے اور صلح ہوگئی کہ اس سال واپس جائیں اور آئندہ سال عمرہ کے لئے آئیں چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وصحابہ کرامؓ نے اپنے اپنے عمرہ کی ہدی کو ذبح کیا اور مدینہ منورہ واپس تشریف لے گئے، اس کو آپ کے عمروں میں اس لئے شمار کیا جاتا ہے کہ آپ نے اس کا احرام باندھ لیا تھا اور اس طرح اس کی ابتدا ہو چکی تھی اگرچہ اس کے افعال ادا نہیں فرمائے۔

— اور دوسرا[2] عمرہ اگلے سال یعنی سات ہجری میں عمرہ حدیبیہ کی قضا کے لئے ادا فرمایا، یہ امام ابو حنیفہؒ کا مذہب ہے

— تیسرا[3] عمرہ جعرانہ سے احرام باندھ کر ادا فرمایا ہے یعنی رمضان المبارک ۸ھ میں مکہ مکرمہ فتح فرمایا اور مکہ مکرمہ میں داخل ہوتے وقت عمرہ ادا نہیں فرمایا پھر اسی سال شوال میں حنین کی طرف خروج فرمایا پھر وہاں سے واپسی پر جعرانہ کے مقام پر ذیقعدہ میں عمرہ کا احرام باندھا اور مکہ مکرمہ تشریف لا کر عمرہ ادا فرمایا — چوتھا عمرہ ۱۰ھ میں حجۃ الوداع کے ساتھ ادا فرمایا اور ہمارے فقہا کے قول پر آپ نے یہ حج قران ادا فرمایا۔ چونکہ اس عمرہ کا احرام ذی قعدہ میں باندھا تھا اس لئے یہ عمرہ بھی ذی قعدہ میں ادا کرنا لکھتے ہیں اگرچہ اس کے افعال ذی الحجہ میں ادا فرمائے یہی وجہ ہے کہ بعض روایت میں اس کو ذی الحجہ کا عمرہ بیان کیا ہے۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم [3]

---

[1] غنیہ [2] ش وغنیہ [3] فتح وغیرہ ملخصاً وتصرفاً۔

دو حج یا دو عمروں کو جمع کرنا اور ایک احرام پر دوسرے احرام کو ملانا

دو یا زیادہ حج اور دو یا زیادہ عمروں کو احرام یا افعال کے اعتبار سے جمع کرنا مطلقاً ممنوع و مکروہ ہے خواہ جمع کرنے والا آفاقی ہو یا مکی [1] ہدایہ میں تصریح کی ہے کہ یہ بدعت ہے اور غایۃ البیان میں اس بارے میں بہت زور دیا ہے اور کہا ہے کہ دو حج یا دو عمروں کے احرام میں جمع کرنا حرام ہے اس لئے کہ یہ بدعت ہے اھ [2] اور یہ اصل کی روایت پر مبنی ہے جس میں ہے کہ دو حج اور دو عمروں کو جمع کرنے کے حکم میں کوئی فرق نہیں ہے جیسا کہ آگے آتا ہے اور تاتارخانیہ میں ہے کہ حج اور عمرہ کے احرام میں جمع کرنا بدعت ہے اور عتابی کی جامع الصغیر میں ہے کہ یہ حرام ہے کیونکہ یہ اکبر الکبائر ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی طرح مروی ہے [3] اور محیط میں ہے کہ دو عمروں کے احرام میں جمع کرنا مکروہ ہے اور دو حج کے احرام میں جمع کرنے کے متعلق دو روایتیں ہیں اور ان دونوں میں اظہر یہ ہے کہ مکروہ نہیں ہے یعنی ظاہر الروایت میں مکروہ نہیں ہے اس لئے کہ دو عمروں کے احرام میں جمع کرنے کی صورت میں وہ دونوں کے افعال میں جمع کرنے والا ہوگا کیونکہ وہ دونوں کو ایک ہی سال میں ادا کرے گا اور دو حج کے احرام کو جمع کرنے کی صورت میں وہ ایک سال میں دونوں کو ادا کرنے میں جمع کرنے والا نہیں ہوگا پس مکروہ نہیں ہے اھ [4] (اور اس کی تفصیل دو عمروں کو جمع کرنے کے بیان میں آئے گی، مؤلف) اور اسی طرح آفاقی کے حق میں حج کے احرام پر عمرہ کے احرام کا اضافہ کرنا گناہ و مکروہ ہے لیکن آفاقی کے لئے عمرہ کے احرام پر حج کے احرام کا اضافہ کرنا بلاکراہت جائز ہے اور مکی کے لئے یہ مطلقاً (یعنی دونوں طرح) مکروہ ہے [5] اگر کسی نے دو حج یا دو عمروں کو جمع کیا تو دونوں اس کے ذمہ لازم ہو جائیں گے مگر دونوں کے افعال ایک ساتھ ادا کرنا جائز نہیں بلکہ ایک کو ترک کرنا واجب ہوگا اور حج ترک کرنے کی صورت میں اس حج کی قضا آئندہ سال اور عمرہ ترک کرنے کی صورت میں عمرہ کی قضا ایک عمرہ سے فارغ ہونے کے بعد واجب ہوگی اور ترک کی وجہ سے دم بھی واجب ہوگا جیسا کہ مفصل آگے آتا ہے [6]۔ جاننا چاہئے کہ ایک احرام پر دوسرے احرام کا اضافہ کرنے (ملانے) کی عقلی طور پر چار صورتیں بنتی ہیں:— (۱) عمرہ کے احرام پر حج کا احرام داخل کرنا — (۲) حج کے احرام پر حج کا احرام داخل کرنا — (۳) عمرہ کے احرام پر عمرہ کا احرام داخل کرنا — (۴) حج کے احرام پر عمرہ کا احرام داخل کرنا [7] (اب ہر ایک کی تفصیل الگ الگ درج کی جاتی ہے، مؤلف)

۲ دو یا زیادہ متحد مناسک کو جمع کرنا

دو یا زیادہ حج کا جمع کرنا

(۱) جاننا چاہئے کہ دو یا زیادہ حج کے احراموں کو جمع کرنے کی تین صورتیں ہیں: اول [1] دو یا زیادہ حج کا احرام ایک ساتھ باندھنا۔ دوم [2] آگے پیچھے باندھنا بشرطیکہ وقوف کا وقت باقی ہو۔ سوم [3] تاخیر سے یعنی وقوفِ عرفہ کے بعد باندھنا اور تیسری صورت کی دو صورتیں ہیں یا پہلے حج کا حلق کرانے کے بعد دوسرے کا احرام

---

[1] لباب و شرح [2] بحر و ش [3] منحہ و ش و شرح اللباب [4] بحر و ش [5] لباب و شرح [6] معلم [7] غنایت و ش وارشاد۔

باندھے گا، یا حلق سے پہلے باندھے گا، اور پہلے حج کے حلق سے پہلے دوسرے حج کا احرام باندھنے کی بھی دو صورتیں ہیں یعنی یا جبکہ اس کا حج فوت ہو چکا ہو یا فوت نہ ہوا ہو ۱؎

(۲) اگر کسی شخص نے دو یا زیادہ مثلاً بیس یا تیس حجوں کا احرام اکٹھا باندھا یا وقوفِ عرفہ کا وقت ختم ہونے سے پہلے یکے بعد دیگرے یعنی آگے پیچھے باندھا تو امام ابوحنیفہ و امام ابویوسف رحمہما اللہ کے نزدیک دو یا زیادہ جتنے حجوں کا احرام باندھا ہوگا سب لازم ہو جائیں گے لیکن مثلاً دو حجوں کا اکٹھا احرام باندھنے کی صورت میں کوئی سا ایک احرام غیر معین طور پر متروک ہو جائے گا اور یکے بعد دیگرے باندھنے کی صورت میں ان دونوں حضرات کے نزدیک دوسرا احرام متروک ہو جائے گا اور متروک ہونے کا حکم ثابت ہو جائیگا اور متروک ہونے کے وقت میں ان دونوں حضرات کا اختلاف ہے امام ابویوسف رحمہ اللہ کے نزدیک جب دوسرے حج کا احرام باندھا اس کے بعد بلا مہلت فوراً ہی یعنی لبیک بحجتین کہتے ہی دونوں میں سے ایک کا احرام متروک ہو جائے گا اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک ایک روایت کے مطابق متروک ہونے کا حکم اس وقت لگایا جائے گا جب دونوں میں سے کسی ایک کو ادا کرنے کے لئے مکہ مکرمہ کی طرف روانہ ہو جائے گا، اور مبسوط میں منصوص ہے کہ یہ ظاہر الروایت ہے کیونکہ دو احراموں کے جمع کرنے میں کوئی مخالفت و تضاد نہیں ہے بلکہ دونوں کے ادا کرنے میں تضاد و تخالف ہے، اور امام قدوری نے اپنی شرح مختصر الکرخی میں ذکر کیا ہے کہ یہ امام صاحبؒ سے مشہور روایت ہے اور امام صاحبؒ سے دوسری روایت یہ ہے کہ متروک ہونے کا حکم اس وقت لگایا جائے گا جب ان دونوں میں سے کسی ایک کے افعال مثلاً طواف یا وقوفِ عرفہ شروع کر دے گا، اور امام محمدؒ کے نزدیک دونوں کا اکٹھا احرام باندھنے کی صورت میں بلا تعین کوئی سا ایک احرام لازم ہوگا اور آگے پیچھے باندھنے کی صورت میں صرف پہلا احرام لازم ہوگا ۲؎

(۳) اور اس اختلاف کا ثمرہ متروک ہونے سے قبل کسی جنایت پر جزا واجب ہونے میں ظاہر ہوگا پس اگر دوسرا احرام باندھ کر کچھ روز ٹھہرا رہا اور مکہ مکرمہ کی طرف نہیں چلا، یا دوسری روایت کے مطابق مکہ مکرمہ پہنچ کر ابھی کوئی عملِ حج شروع نہیں کیا اور اسی اثنا میں اس سے کوئی جنایت سرزد ہوئی تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اس پر قارن کی طرح دو دم واجب ہوں گے کیونکہ وہ دو احرام میں مُحرِم ہے اور صاحبین کے نزدیک ایک ہی جزا واجب ہوگی کیونکہ امام محمدؒ کے نزدیک دونوں میں سے ایک احرام باطل ہو جاتا ہے اور ایک ہی احرام منعقد ہوتا ہے اور امام ابویوسفؒ کے نزدیک جنایت سے پہلے ایک احرام متروک ہو گیا ہے اس لئے کہ ان کے نزدیک دوسرے حج کا لبیک کہتے ہی ایک کا احرام متروک ہو جاتا ہے ۳؎

(۴) اگر مکہ مکرمہ کی طرف روانہ ہونے یا حج کا کوئی عمل شروع کرنے سے قبل کسی شکار کو قتل کیا تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک دو چند قیمت واجب ہوگی اور صاحبین کے نزدیک ایک ہی قیمت واجب ہوگی ۴؎

(۵) اگر اس کو مکہ مکرمہ کی طرف روانہ ہونے سے پہلے یا حج کا کوئی عمل کرنے سے قبل حج کرنے سے روک دیا گیا ہو تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اس پر دمِ رفض یعنی دو دم واجب ہوں گے یعنی وہ دو ہدی روانہ کرے اور امام ابویوسفؒ و امام محمدؒ کے نزدیک دمِ رفض کے سوا ایک ہی دم

۱؎ محمد و ش و فتح ۲؎ فتح و بدائع و بحر و ش و لباب و شرحہ و غنیہ ملتقطاً ۳؎ لباب و شرحہ و فتح و بحر و غنیہ ملتقطاً ۴؎ عنایہ بتصرف و فتح و بحر۔

واجب ہوگا یعنی وہ ایک ہی ہدی روانہ کردے [1]

(۶) اور اگر دو حج کے احرام کو جمع کرنے والے نے علی اختلاف الروایات مکہ مکرمہ روانہ ہونے سے یا افعالِ حج شروع کرنے سے قبل جماع کرلیا تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اس پر تین دم واجب ہوں گے یعنی دو دم دو احراموں کی حالت میں جماع کرنے کی وجہ سے اور ایک دم رفض یعنی احرام ترک کرنے کی وجہ سے واجب ہوگا کیونکہ وہ ان دونوں میں سے کسی ایک کو ترک کرے گا اور دوسرے کے افعال ادا کرے گا اور جس کے افعال ادا کئے ہیں یعنی جس کا احرام ترک نہیں ہوا اس کی بھی قضا لازم ہوگی اور جس حج کا احرام ترک ہوا ہے اس کی بھی قضا اور ایک عمرہ لازم ہوگا اور امام ابویوسف کے نزدیک (ایک احرام منعقد ہوتے ہی متروک ہوجانے کی وجہ سے) دمِ رفض کے علاوہ صرف ایک دم جنایتِ جماع کی وجہ سے واجب ہوگا، اور امام محمدؒ کے نزدیک صرف ایک ہی دم واجب ہوگا دمِ رفض واجب نہیں ہوگا کیونکہ ان کے نزدیک دونوں میں سے ایک احرام منعقد ہی نہیں ہوتا اور اگر دو حجوں کا احرام باندھنے کے بعد علی اختلاف الروایات مکہ کی طرف روانہ ہونے کے بعد یا افعالِ حج شروع کردینے کے بعد جماع کیا تو اس پر بالاتفاق ایک جزا یعنی ایک دم واجب ہوگا [2] (اور امام ابوحنیفہؒ و امام ابویوسفؒ کے نزدیک دمِ رفض بھی واجب ہوگا، مؤلف)

(۷) اور جب ان دونوں احراموں میں سے کوئی ایک احرام ترک کردیا تو اس پر دمِ رفض واجب ہوگا اور جس حج کا احرام ترک ہوا ہے آئندہ سال اس حج کی قضا اور ایک عمرہ کرنا واجب ہے کیونکہ وہ اس شخص کے حکم میں ہے جس کا حج فوت ہوگیا ہو [3] اور اس کے لئے افعالِ عمرہ ادا کرکے احرام سے باہر ہونا ناممکن ہے اس لئے کہ اس کا ایک حج کا احرام باقی ہے پس وہ اس عمرہ کو اس سال کا حج ادا کرنے کے بعد آئندہ سال متروکہ حج ادا کرنے کے ساتھ یا اس سے قبل قضا کرے گا [4]

(۸) اور اگر دوسرا حج ترک کرنے کے بعد یا اس سے پہلے اس کا حج فوت ہوگیا تو اس پر دو حج اور دو عمرے واجب ہوں گے لیکن چونکہ وہ عمرہ کے افعال ادا کرکے فوت شدہ حج کے احرام سے حلال ہوگا اس لئے اس کے ذمہ دو حج اور متروکہ حج کی وجہ سے ایک عمرہ قضا کرنا باقی رہ جائے گا اور اس پر دمِ رفض بھی واجب ہوگا لیکن اگر احصار کی وجہ سے اس نے اس سال حج نہ کیا تو اس پر دو حج اور دو عمرے قضا کرنا واجب ہوگا [5] یعنی اگر کسی شخص نے دو حج کا احرام باندھا اور اس سال حج ادا نہ کیا تو اس پر دو حج کی قضا واجب ہوگی کیونکہ اس سال اس کے دو حج فوت ہوئے ہیں (پس وہ آئندہ سال فوت شدہ کی بجائے ایک حج قضا کرے اور اس کے بعد آنے والے سال میں دوسرا یعنی متروکہ حج قضا کرے، مؤلف) اور عمرہ کے واجب ہونے میں تفصیل ہے وہ یہ کہ اگر اس کا اس سال حج نہ کرنا حج فوت ہوجانے کی وجہ سے ہے تو اس پر اس حج کی وجہ سے جس کو ترک کیا ہے حج کے ساتھ ایک عمرہ بھی قضا کرنا واجب ہے اور اس پر فوت شدہ حج کی وجہ سے کوئی عمرہ واجب نہیں ہے کیونکہ وہ فوت شدہ حج کے احرام سے عمرہ کے افعال ادا کرکے حلال ہوا ہے پس اس کے ذمہ دو حج اور ایک عمرہ باقی رہا پھر اگر ایک حج ترک کرنے کے بعد اس کا حج فوت ہوا ہے تو اس پر دمِ رفض بھی لازم ہوگا اور اگر دوسرا حج ترک کرنے سے پہلے اس کا حج فوت ہوا ہے تب بھی ظاہر

[1] فتح و بحر و غنیہ وغیرہا بتصرف [2] فتح و لباب و شرحہ و غنیہ ملتقطاً و زیادۃً [3] لباب و شرحہ و غنیہ [4] و [5] غنیہ

یہ ہے کہ یہی حکم ہے [1] (کہ اس پر دم رفض بھی لازم ہوگا، مؤلف) اور اگر اس کا حج نہ کرنا احصار کی وجہ سے ہے تو اس پر دو حج اور دو عمرے قضا کرنا واجب ہے کیونکہ وہ دو احراموں سے بلا فعل یعنی عمرہ ادا کئے بغیر حلال ہوا ہے [2]

(۹) اور اگر کسی نے وقوفِ عرفہ کے وقت عرفات میں وقوف کرتے ہوئے دن یا رات میں دوسرے حج کا احرام باندھا تو امام ابو حنیفہ و امام ابو یوسف رحمہما اللہ کے نزدیک دوسرا حج بھی لازم ہو جائے گا امام محمدؒ کا اس میں اختلاف ہے یعنی امام محمدؒ کے نزدیک دوسرا حج لازم نہیں ہوگا بلکہ اس کا احرام باطل ہو جائے گا اور امام ابو حنیفہؒ و امام ابو یوسفؒ کے نزدیک بالاتفاق دونوں میں سے کسی ایک کا احرام بلا فصل ترک ہو جائے گا اس لئے کہ اگر ایک ترک نہ ہو اور وہ اس کے لئے بھی وقوفِ عرفہ کرے تو وہ ایک سال میں دو حج کرنے والا ہو جائے گا اور یہ امر غیر مشروع ہے لیکن امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک دوسرا احرام وقوفِ عرفہ کی وجہ سے ترک ہو گا اور اس پر ان دونوں حضرات کے نزدیک دم رفض اور متروکہ حج کی بجائے ایک عمرہ ادا کرنا اور اس متروکہ حج کو آئندہ کسی سال قضا کرنا واجب ہوگا کیونکہ وہ حج فوت ہو جانے کے حکم میں ہے اور جس حج کا احرام باقی ہے اس کے افعال بدستور ادا کر کے حلال ہو جائے، اور وقوفِ عرفہ کے بعد مزدلفہ کی رات میں دوسرے حج کا احرام باندھنے کا بھی یہی حکم ہے اور وقوفِ عرفہ سے پہلے مزدلفہ کی رات میں یہ حکم نہیں ہے جیسا کہ یہ بات پوشیدہ نہیں ہے واللہ اعلم، اور امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک وقوفِ عرفہ سے دوسرے حج کا احرام ترک ہو جانے کا حکم اس وقت ہے جبکہ دوسرے حج کا احرام عرفہ کے دن میں (وقوف کے وقت) باندھا ہو یا دن میں وقوفِ عرفہ نہ کیا ہو اور یوم نحر کی رات کو دوسرے حج کا احرام باندھا ہو لیکن اگر دن میں وقوفِ عرفہ کرنے کے بعد یوم نحر (یعنی مزدلفہ) کی رات کو دوسرے حج کا احرام باندھا تو امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک وقوفِ مزدلفہ سے دوسرے احرام کا ترک لازم آنا چاہئے وقوفِ عرفہ سے نہیں پس اگر دن میں وقوفِ عرفہ کرنے کے بعد یوم نحر کی رات کو مزدلفہ میں دوسرے حج کا احرام باندھا تو دوسرے حج کا احرام مزدلفہ میں وقوف کرنے یا وقوفِ مزدلفہ کی ادائیگی کے لئے روانہ ہونے کے ساتھ ترک ہو جائے گا جیسا کہ ظاہر الروایت پر قیاس کرنے سے ظاہر ہوتا ہے اس صورت میں وقوفِ عرفہ سے دوسرا احرام ترک نہیں ہوگا کیونکہ وقوفِ عرفہ پہلے ادا ہو چکا ہے اور سببِ ترک متاخر ہو جائے گا اور اس کا دوسرا احرام ترک ہونا چاہئے اس لئے کہ اگر وہ ترک نہ ہو اور وہ شخص دوسرے حج کی ادائیگی کے لئے مزدلفہ سے عرفات کی طرف واپس لوٹے اور وقوفِ عرفات کرے تو وہ ایک سال میں دو حج کرنے والا ہو جائیگا اور یہ امر غیر مشروع ہے [3]

(۱۰) مندرجہ بالا سطور میں احرام کے اعتبار سے جمع بین الحجتین کا بیان ہوا، اب افعال کے اعتبار سے جمع کرنے کا بیان ہوتا ہے اور اس کو جمع بین احرامی حجتین علی التراخی کہتے ہیں اور اس کی صورت یہ ہے کہ وقوفِ عرفات کا وقت گذرنے کے بعد دوسرے حج کا احرام باندھے (مؤلف) پس اگر کسی شخص نے دوسرے حج کا احرام تاخیر سے باندھا اس طرح پر کہ وقوفِ عرفات کا وقت گذرنے کے بعد یعنی یوم النحر (دسویں ذی الحجہ) کی فجر طلوع ہونے پر دوسرے حج کا احرام باندھا تو ہمارے تینوں اماموںؒ کے نزدیک

---

[1] لباب و شرحہ بتصرف و زیادۃ عن بحر [2] شرح اللباب و غنیہ ملتقطاً [3] لباب و شرحہ و فتح و بحر و غنیہ وش ملتقطاً۔

بالاتفاق دوسرا حج لازم ہو جائے گا اور اس پر کسی کا ترک کرنا لازم نہیں ہوگا کیونکہ وقوف کا وقت گذر چکا ہے اس لئے اب وہ دونوں حج کے احرام میں باقی رہنے سے ایک سال میں دو حج ادا کرنے والا نہیں ہوگا اب وہ صرف دو احراموں کو جمع کرنے والا رہ جائے گا جبکہ اس نے دوسرے حج کا احرام پہلے حج کا حلق کرانے سے قبل باندھا ہو یا دو حجوں کے افعال میں جمع کرنے والا رہ جائے گا جبکہ اس نے پہلے حج کا حلق کرانے کے بعد دوسرے کا احرام باندھا ہو اور اس کو چاہئے کہ پہلے حج کے افعال پورے کرے اور دوسرے حج کے احرام میں آئندہ سال تک باقی رہے پھر اس وقت دوسرا حج ادا کرے [1] پس اگر کسی شخص نے حج کا احرام باندھا اور حج یعنی وقوفِ عرفہ کیا پھر قربانی کے دن یعنی دسویں ذی الحجہ کو دوسرے حج کا احرام باندھا تو اس پر دوسرا حج مطلقاً لازم ہو جائے گا کیونکہ اس کا ادا کرنا ممکن ہے اس لئے کہ دوسرے حج کا احرام اس وقت ترک کیا جاتا ہے جبکہ اس کا ادا کرنا ممکن نہ ہو اور یہاں امکان موجود ہے کیونکہ دوسرے حج کا احرام دوسرے سال کے حج کی طرف منتقل ہو جائے گا پس اگر دوسرے حج کا احرام پہلے حج کا حلق کرانے کے بعد باندھا ہو تو دوسرا حج آئندہ سال میں ادا کرنا لازم ہو جائے گا پس وہ پہلے حج کے افعال ادا کرے اور دوسرے حج کے احرام میں آئندہ سال تک باقی رہے تاکہ اس وقت اس کو ادا کرے اور اس پر کوئی دم واجب نہیں ہوگا اس لئے کہ اس نے دوسرے حج کا احرام پہلے حج کے احرام سے حلال ہونے کے بعد باندھا ہے پس وہ دو حجوں کے احرام میں جمع کرنے والا نہیں ہوگا کیونکہ حلق کے بعد رمی باقی رہ جاتی ہے اور اس کی وجہ سے دوسرے احرام میں جنایت کا مرتکب نہیں ہوگا، عام کتبِ فقہ متون وغیرہ مثلاً ہدایہ اور اس کی شروح و کافی میں اس حکم کو طواف کے بعد کی قید کے بغیر مطلق طور پر بیان کیا ہے لیکن کرمانی نے یہ قید لگائی ہے کہ یہ حکم اس وقت ہے جبکہ حلق اور طوافِ زیارت کر چکنے کے بعد دوسرے حج کا احرام باندھا ہو پس اگر حلق کے بعد اور طوافِ زیارت سے پہلے دوسرے حج کا احرام باندھا تو جمع بین احرامین کی وجہ سے دم جمع واجب ہوگا اسلئے کہ حرمتِ نساء کے حق میں پہلا احرام ابھی باقی ہے اور نہر الفائق میں بھی اسی کی طرف اشارہ ہے اور شرح اللباب میں کہا ہے کہ فقہا کا اس کو مطلق بیان کرنا کرمانی رحمۃ اللہ علیہ کی تقیید کے منافی نہیں ہے اھ پس مطلق کو مقید پر محمول کیا جائے گا، اور اگر دوسرے حج کا احرام پہلے حج کا حلق کرانے سے پہلے باندھا تب بھی دوسرا حج اس پر لازم ہو جائے گا اور اس پر باتفاق ائمہ ثلاثہ دم جمع واجب ہوگا اور یہ دم جبر ہے اور وہ پہلے حج کے بقیہ افعال ادا کرے اور اس پر ایک اور دم بھی واجب ہے جس کی تفصیل یہ ہے کہ اگر اس نے پہلے حج کا حلق دوسرے کا احرام باندھنے کے بعد ایامِ نحر میں یا ایامِ نحر کے بعد آئندہ سال دوسرے حج کے احرام سے فارغ ہونے سے قبل کرایا ہے تو دوسرے احرام پر جنایت واقع ہونے کی وجہ سے یہ دوسرا دم بالاتفاق واجب ہوگا اور اگر وہ پہلے حج کا حلق نہ کرائے حتیٰ کہ آئندہ سال دوسرا حج کرے تو اس صورت میں ہمارے ائمہ کا اختلاف ہے یعنی امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک حلق میں تاخیر کرنے کی وجہ سے اس پر دوسرا دم واجب ہوگا اور صاحبین کے نزدیک دوسرا دم واجب نہیں ہوگا پس امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک مطلقاً ہر حال میں دوسرا دم واجب ہوگا خواہ اس نے دوسرے حج کا احرام باندھنے کے بعد حلق کرایا ہو یا حلق کو آئندہ سال دوسرا حج ادا کرنے تک مؤخر کیا ہو اس لئے کہ اگر اس نے پہلے حج کا حلق کرایا تو وہ دوسرے حج کے احرام پر جنایت کا مرتکب ہوا اگرچہ وہ حلق پہلے احرام کے لئے نسک ہے کیونکہ پہلے حج کا احرام

---

[1] غنیہ و فتح ملتقطاً و تصرفاً۔

اس حلق سے ختم ہو جاتا ہے اس لئے اس کا حلق کرانا پہلے حج کے احرام پر جنایت نہیں ہے (البتہ دوسرے احرام پر جنایت ہے اسی لئے ایک دم جنایت واجب ہوگا، مؤلف) اور اگر اس نے حلق نہیں کرایا بلکہ آئندہ سال تک احرام کی حالت میں رہا اور دوسرا حج ادا کر کے حلق کرا کر احرام سے حلال ہوا تو چونکہ اس نے پہلے حج کے حلق کو اپنے وقت سے مؤخر کیا ہے اس لئے امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک اس پر تاخیرِ حلق کی وجہ سے دم واجب ہوگا۔ صاحبین کا اس میں اختلاف ہے کیونکہ امام صاحبؒ کے نزدیک حلق کو ایامِ نحر سے مؤخر کرنا ترکِ واجب ہے جس کا تدارک دم ادا کرنے سے ہوتا ہے اور صاحبین کے نزدیک جب بھی حلق کرلے گا اس کا واجب ادا ہو جائے گا اسی لئے ان کے نزدیک تاخیر سے کچھ واجب نہیں ہوگا اور اگر پہلے حج کا حلق ایامِ نحر کے بعد آئندہ سال دوسرے حج سے فارغ ہونے سے پہلے کسی وقت کرایا تو اس پر دو دم تو بالاتفاق واجب ہوں گے اور امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک اس پر تاخیرِ حلق کی وجہ سے تیسرا دم بھی واجب ہوگا اور صاحبین کے نزدیک یہ تیسرا دم واجب نہیں ہوگا [1]

(۱۱) اگر کسی کا حج فوت ہو گیا اور اس نے عمرہ کے افعال ادا کر کے فوت شدہ حج کے احرام سے حلال ہونے سے پہلے دوسرے حج کا احرام باندھا تو اس کو دوسرے احرام کا ترک کرنا لازم ہے اس لئے کہ وہ احرام کے اعتبار سے حاجی ہے کیونکہ اس کا حج کا احرام ابھی باقی ہے اور ادا کے اعتبار سے معتمر ہے کیونکہ وہ عمرہ کے افعال ادا کر کے حلال ہوگا اگرچہ اس کا احرام عمرہ کے احرام میں تبدیل نہیں ہوگا پس جب اس نے دوسرے حج کا احرام باندھ لیا تو وہ دو حجوں کے احرام کو جمع کرنے والا ہوا اور یہ بدعت ہے پس اس کو چاہئے کہ دوسرے حج کا احرام ترک کر دے اور فوت شدہ حج کے احرام سے عمرہ کے افعال ادا کر کے حلال ہو جائے، اس پر ترکِ احرام کر کے قبل از وقت اس سے حلال ہو جانے کی وجہ سے دمِ رفض واجب ہوگا اور اس پر ایک عمرہ اور دو حج قضا کرنا واجب ہوگا لیکن اگر وہ افعالِ عمرہ ادا کر کے فوت شدہ حج کے احرام سے باہر نہیں ہوا تو اس پر دو عمرے اور دو حج واجب ہوں گے [2]

دو یا زیادہ عمروں کو جمع کرنا

(۱) جاننا چاہئے کہ فقہا کا اس بات پر اتفاق ہے کہ دو عمروں کے احرام کو جمع کرنے کے سبب سے دم واجب ہوتا ہے اور دو حج کے احرام کو جمع کرنے کے سبب سے دم واجب ہونے میں اختلاف ہے، فقہا نے کہا ہے کہ اس بارے میں دو روایتیں ہیں ان دونوں میں وجوب کی روایت اصح ہے، تمرتاشی وغیرہ نے اس کی تصریح کی ہے اور بعض نے کہا ہے کہ اس بارے میں ایک ہی روایت ہے اور وہ وجوب کی روایت ہے، ابن الہمام رحمہ اللہ نے کہا کہ یہی اوجہ ہے [3] چنانچہ انہوں نے کہا ہے کہ امام محمدؒ نے جامع الصغیر میں دو حج کو جمع کرنے کی صورت میں دم واجب ہونے کا ذکر نہیں کیا اور دو عمروں کو جمع کرنے کی صورت میں دم واجب ہونے کا ذکر کیا ہے اور مبسوط کے مناسک کے بیان میں دو حج کو جمع کرنے کی صورت میں بھی دم واجب ہونا بیان کیا ہے پس بعض مشائخ نے اس بنا پر اس بارے میں دو روایتیں ہونا قرار دیا ہے اور بعض نے کہا کہ ان دونوں کتابوں کی روایت میں کوئی فرق نہیں ہے اور جامع الصغیر میں وجوبِ دم کا ذکر نہ کرنا وجوب کا سبب موجود ہونے کے بعد اس کی نفی نہیں کرتا اس لئے کہ جمع بین عمرتین میں دم کا واجب ہونا اس کی عدمِ مشروعیت کی وجہ سے ہے اور یہ عدمِ مشروعیت جمع بین حجتین میں بھی موجود ہے، ان دونوں قسم کے جمع میں فرق بیان

[1] بحر و فتح و درر و ش و غنیہ و لباب و شرحہ ملتقطاً و تصرفاً [2] لباب و شرحہ و درر و ش و غنیہ و فتح ملتقطاً [3] شرح اللباب۔

کرتے ہوئے جو بعض نے کہا ہے کہ دو حج کے جمع کرنے کی صورت میں افعال کے اعتبار سے جمع کرنے والا نہیں ہوتا اس لئے کہ دوسرے حج کے افعال دوسرے سال میں ادا کئے جاتے ہیں بخلاف عمرہ کے کہ دوسرا عمرہ بھی اسی سال ادا کرے گا پس وہ دو عمروں میں فعلاً بھی جمع کرنے والا ہوگا، یہ بات صحیح نہیں ہے اس لئے کہ اسی سال دوسرا عمرہ ادا کرنے پر قادر ہونے سے دونوں عمروں کا فعلاً جمع ہونا لازم نہیں آتا لہذا یہ دونوں قسم کے جمع برابر ہیں پس اوجہ یہ ہے کہ اس بارے میں روایتِ وجوب کے سوا اور کوئی روایت نہیں ہے سلہ اور معراج میں کافی سے مذکور ہے کہ بعض فقہا نے کہا ہے ان دونوں روایتوں میں یعنی جامع الصغیر کی روایت اور اصل کی روایت میں کوئی اختلاف نہیں ہے کیونکہ جامع الصغیر کی روایت میں جمع بین الحجتین کی صورت میں دمِ جمع واجب ہونے سے سکوت ہے اور اس میں اس کی نفی نہیں کی ہے اور بعض نے کہا کہ اس میں دو روایتیں ہیں اھ علامہ شامی رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ کتاب الاصل یعنی مبسوط بھی کتب ظاہر الروایت میں سے ہے اسی لئے فقہا نے اختلافِ روایت کے ثبوت کی بنا پر روایتِ وجوب کی تصحیح کی ہے ورنہ درحقیقت دو روایتیں نہیں بلکہ ایک ہی وجوب کی روایت ہے پس جبکہ کتاب الاصل اور جامع الصغیر دونوں امام محمدؒ کی کتابیں ہیں تو ظاہر یہ ہے کہ جو چیز ان میں سے کسی ایک میں مطلق مذکور ہے اور دوسری میں مقید مذکور ہے تو مطلق کو مقید پر حمل کیا جائے گا اسی لئے فتح القدیر میں کہا ہے کہ اوجہ یہ ہے کہ اس بارے میں سوائے روایتِ وجوب کے اور کوئی روایت نہیں ہے سلہ

(۲) دو عمروں کو جمع کرنے کا حکم ایک ساتھ یا آگے پیچھے بلا فصلِ عمل احرام باندھنے، اختلافِ لزوم، تاخیر کے ساتھ یعنی افعال کے فصل کے ساتھ احرام باندھنے، لزوم، ترک اور لازم ہونے کے بعد وقتِ ترک وغیرہ امور جن کا ذکر جمع بین الحجتین میں گذر چکا ہے ان میں سے جو امور جمع بین العمرتین میں پائے جاسکتے ہوں اُن سب میں دو عمروں کے احرام کو جمع کرنے کے احکام دو حج کے احرام کو جمع کرنے کی طرح ہیں۔

(۳) پس اگر دو عمروں کا احرام اکٹھا باندھا یا آگے پیچھے اس طرح باندھا کہ پہلے ایک عمرہ کا احرام باندھا پھر اس عمرہ کی سعی سے فارغ ہونے سے پہلے دوسرے عمرے کا احرام باندھا یعنی خواہ پہلے عمرہ کے طواف کا ایک چکر کرکے یا پورا طواف کرکے باندھا یا طواف بالکل نہیں کیا اور اس سے پہلے ہی دوسرے عمرہ کا احرام باندھ لیا تو امام ابوحنیفہؒ و امام ابویوسفؒ کے نزدیک دوسرا عمرہ بھی لازم ہوجائے گا اور امام محمدؒ کا اس میں اختلاف ہے (یعنی امام محمدؒ کے نزدیک دوسرا عمرہ لازم نہیں ہوگا، مؤلف) لیکن دونوں کا اکٹھا احرام باندھنے کی صورت میں ان دونوں میں سے کوئی ایک غیر معین طور پر نیتِ رفض کے بغیر ہی ترک ہوجائے گا اور آگے پیچھے احرام باندھنے کی صورت میں دوسرے عمرہ کا احرام ترک ہوگا پس امام ابویوسفؒ کے نزدیک جب وہ ان دونوں کا احرام باندھنے سے فارغ ہوگا فوراً اسی وقت ایک احرام ترک ہوجائے گا اور امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک جب وہ دونوں میں سے کسی ایک احرام کے افعال ادا کرنے کے لئے مکہ مکرمہ کی طرف روانہ ہوگا اس وقت دوسرا احرام ترک ہوجائے گا اور ایک روایت کے مطابق جب وہ ایک عمرہ کے افعال شروع کریگا اس وقت دوسرے کا احرام ترک ہوجائے گا اور امام محمدؒ کے نزدیک اکٹھا احرام باندھنے کی صورت میں صرف

سلہ فتح ۳۔ ۵ش

کوئی سا ایک ہی عمرہ لازم ہوگا اور آگے پیچھے احرام باندھنے کی صورت میں صرف پہلا عمرہ لازم ہوگا اور اس شخص پر (شیخین کے نزدیک) دمِ رفض اور متروکہ عمرہ کی قضا واجب ہوگی خواہ اسی سال میں قضا کرلے کیونکہ بخلاف حج کے ایک سال میں عمرہ کا تکرار جائز ہے اور تاخیر سے دوسرے عمرہ کا احرام باندھنے یعنی پہلے عمرہ کی سعی سے فارغ ہوکر حلق سے پہلے دوسرے عمرہ کا احرام باندھنے سے ہمارے تینوں اماموں کے نزدیک بالاتفاق دوسرا عمرہ لازم ہوجائے گا اور وہ دونوں میں سے کسی کو بھی ترک نہ کرے اور اس پر دمِ جمع واجب ہوگا اور اگر اس نے دوسرے عمرے سے فارغ ہونے سے قبل پہلے عمرہ سے حلال ہونے کے لئے سر منڈا دیا تو اب اس پر دوسرے احرام پر جنایت کا مرتکب ہونے کی وجہ سے بالاتفاق دوسرا دم واجب ہوگا اور عمرہ کے بارے میں تاخیرِ حلق کی وجہ سے کوئی دم واجب نہیں ہوتا کیونکہ عمرہ میں حلق کرانے کا کوئی معین زمانہ نہیں ہوتا جیسا کہ عمرہ میں بیان ہوچکا ہے اور اگر دوسرے عمرہ سے فارغ ہوکر پہلے عمرہ کے لئے سر منڈایا تو اب اس پر دوسرا دم واجب نہیں ہوگا (یعنی صرف دمِ جمع واجب ہوگا اور اس حلق سے وہ دونوں عمروں کے احرام سے باہر ہوجائیگا مؤلف)

(۴) اور اگر پہلا عمرہ فاسد کردیا اس طرح پر کہ طواف کرنے سے پہلے جماع کرلیا پھر دوسرے عمرہ کا احرام باندھا تو دوسرے عمرہ کو ترک کردے اور پہلے عمرہ کے افعال ادا کرکے اس کو پورا کرے اس لئے کہ فاسد عمرہ پورا کرنا واجب ہونے میں صحیح کی طرح معتبر ہے جس طرح پہلا عمرہ صحیح ہونے کی صورت میں اس کے افعال پورے کرنا اور دوسرے کو ترک کرنا واجب ہوتا ہے اسی طرح فاسد عمرہ کے افعال کو پورا کرنا بھی واجب ہے —— (۵) اور اگر پہلے عمرہ کو ترک کرنے کی نیت کی اور یہ نیت کی کہ اس کے افعال دوسرے عمرہ کے لئے ہوں گے تو اس کی یہ نیت بے فائدہ ہے کیونکہ اس کا ترک کرنا صرف پہلے عمرہ کے لئے ہی معتبر ہوگا اور اسی طرح دو حجوں کے جمع کرنے کی صورت میں بھی یہی حکم ہے۔

(۶) اور اگر کسی نے احرام باندھا اور کسی معین شے کی نیت نہیں کی (یعنی حج یا عمرہ کو متعین نہیں کیا) پھر طواف شروع کیا یعنی طواف کے تین یا اس سے کم چکر کئے پھر دوسرا احرام عمرہ کا باندھا تو وہ اس کو ترک کرے اس لئے کہ طواف شروع کرتے ہی اس کا پہلا احرام عمرہ کے لئے متعین ہوگیا پس جب اس نے دوسرے عمرہ کا احرام باندھا تو وہ دو عمروں کو جمع کرنے والا ہوگیا لہذا اس پر دوسرا عمرہ ترک کرنا واجب ہوگیا جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے [1]

دو مختلف نسک یعنی حج اور عمرہ کے احرام کو ملانا

دو مختلف نسک یعنی حج اور عمرہ کے احرام کو ملانے کی دو قسمیں ہیں: اول عمرہ کے احرام پر حج کا احرام ملانا اور وہ یہ ہے کہ پہلے عمرہ کا احرام باندھے پھر عمرہ کا طواف کرنے سے قبل یا طواف کے بعد عمرہ کے احرام سے حلال ہونے سے قبل حج کا احرام باندھے۔ دوم حج کے احرام پر عمرہ کا احرام ملانا اور وہ یہ ہے کہ پہلے حج کا احرام باندھے پھر طوافِ قدوم سے قبل یا اس کے بعد حج کی سعی کرنے سے قبل (یا سعی کے بعد احرامِ حج سے حلال ہونے سے قبل مؤلف) عمرہ کا احرام باندھے، پہلی قسم یعنی عمرہ کے احرام پر حج کا احرام ملانا آفاقی کے لئے

[1] لباب و شرحہ و فتح و بحر و ش و غنیہ ملتقطاً۔

بلا کراہت جائز بلکہ مستحب ہے اور اہلِ مکہ کے لئے مکروہ ہے اور دوسری قسم آفاقی اور مکی دونوں کے لئے مکروہ ہے لیکن مکی کے حق میں آفاقی کی بہ نسبت زیادہ شدید کراہت اور بہت بڑی بُرائی ہے سلہ (ان دونوں قسموں کی تفصیل آگے الگ الگ درج کی جاتی ہے مؤلف)

عمرہ کے احرام پر حج کا احرام ملانا

پہلی قسم یعنی عمرہ کے احرام پر حج کا احرام ملانے کی جزئیات مندرجہ ذیل ہیں:

(۱) جب کسی آفاقی نے عمرہ کے احرام پر حج کا احرام داخل کیا اگر اس نے عمرہ کے طواف کے اکثر پھیرے (چار چکر) کرنے سے پہلے یعنی تین یا کم چکر کرکے یا عمرہ کا طواف شروع کرنے سے قبل حج کا احرام باندھا تو وہ قارن مسنون ہوگا یعنی وہ بلا کسی بُرائی کے قارن ہوگا اور اس پر دم شکر (دم قران) واجب ہوگا۔ اور اگر اس نے عمرہ کے طواف کے اکثر پھیرے حج کے مہینوں میں کرنے کے بعد حج کا احرام باندھا اور اسی سال اپنے وطن واپس ہوئے بغیر حج کیا تو وہ متمتع ہوگا جیسا کہ تمتع کے بیان میں بھی گذر چکا ہے (اور اس پر بھی دم شکر یعنی دم تمتع واجب ہوگا، مؤلف) اور اگر اس نے اس سال حج نہیں کیا یا حج تو کیا لیکن (عمرہ کے احرام سے حلال ہو کر) وطن چلا گیا پھر وہاں سے واپس آکر حج کیا تو اس کا حج اور عمرہ دونوں مفرد ہوں گے سلہ

(اور اس پر دم واجب نہیں ہوگا، مؤلف)

(۲) اہلِ مکہ اور جو اہلِ مکہ کے حکم میں ہے یعنی اہلِ میقات و مکہ مکرمہ کے درمیانی علاقے میں رہنے والے اور وہ آفاقی جو مکہ مکرمہ میں آکر اہلِ مکہ کے حکم میں ہو گیا ہے ان سب کو قران کرنا یعنی عمرہ و حج کا احرام ایک ساتھ باندھنا یا حج کے احرام پر عمرہ کا احرام داخل کرنا یا عمرہ کے احرام پر حج کا احرام داخل کرنا منع ہے پس اگر ان میں سے کسی نے ایسا کیا تو وہ ممنوع فعل کا مرتکب ہوگا اور اس پر اس سے باہر ہونا یعنی اس کو ترک کرنا واجب ہوگا پس اگر کسی مکی شخص نے عمرہ کے احرام پر حج کا احرام داخل کیا اس طرح پر کہ پہلے حج کے مہینوں میں یا ان سے پہلے عمرہ کا احرام باندھا پھر اس پر حج کا احرام داخل کیا تو اس مسئلہ کی تین صورتیں ہیں پس اگر اس نے عمرہ کے احرام کے ساتھ ہی حج کا احرام بھی باندھ لیا تو وہ بالاتفاق عمرہ کو ترک کردے یعنی معصیت سے بچنے کے لئے اس پر ان دونوں میں سے کسی ایک کا احرام ترک کردینا ضروری (واجب) ہے اور عمرہ کا ترک کرنا اولیٰ ہے اور اس کی صورت یہ ہے کہ وہ فی الحال عمرہ کے افعال بالکل ترک کردے کوئی فعل بھی ادا نہ کرے (حتیٰ کہ حج سے پہلے کوئی نفلی طواف بھی نہ کرے اگرچہ عمرہ کا طواف شروع کرنے سے پہلے طواف قدوم کی نیت سے ہو کہ وہ بھی عمرہ کا طواف بن جائے گا) پس جب وہ وقوف کے وقت میں وقوف عرفہ کرے گا اس کے عمرہ کا احرام بلا نیت خود بخود ترک ہو جائے گا، وہ اپنے حج کے افعال ادا کرے، اس پر عمرہ ترک کرنے کی وجہ سے دم رفض اور اس عمرہ کی قضا واجب ہوگی اور اگر کسی کو ترک نہ کیا بلکہ حج و عمرہ دونوں کے افعال ادا کرلئے تو یہ اس کے لئے کافی ہے اور وہ برائی کا مرتکب (گنہگار) ہوگا اور اس پر جمع بین النسکین کی وجہ سے ایک دم (دم جمع) واجب ہوگا اور اگر مکی نے پورا طواف یا اکثر حصہ طواف یعنی چار یا زیادہ چکر کرنے کے بعد حج کا احرام باندھا تو وہ عمرہ ترک نہ کرے بلکہ بالاتفاق حج کو ترک کردے کیونکہ اکثر کے لئے کل کا حکم ہوتا ہے پس اب عمرہ کا ترک کرنا دشوار ہے جیسا کہ عمرہ سے فارغ ہونے کی صورت میں ہے اور اس پر ایک دم واجب ہوگا کیونکہ اس نے مکی ہوتے ہوئے عمرہ کے

سلہ لباب و شرحہ سلہ لباب و شرحہ و فتح و بحر ملتقطاً۔

احرام سے حلال ہونے سے پہلے حج کا احرام باندھا ہے اور اہلِ مکہ کے لئے عمرہ اور حج کو جمع کرنا منع ہے اور اس لئے بھی دم واجب ہوگا کہ جس شخص کو حج کا ترک کرنا لازم ہوا اور اس نے اس کو ترک کر دیا تو اس پر دمِ رفض واجب ہوتا ہے اور اس پر چھوڑے ہوئے حج کی قضا اور حج چھوڑنے کے سبب سے ایک عمرہ کرنا واجب ہوگا اور مبسوط میں ہے کہ وہ ان دونوں میں سے کسی کو بھی ترک نہ کرے اس لئے کہ اکثر کے لئے کُل کا حکم ہوتا ہے پس وہ ایسا ہے گویا کہ اس نے عمرہ سے حلال ہونے کے بعد احرام باندھا ہے اور اس پر دمِ جمع واجب ہوگا پس وہ اس میں سے نہ کھائے، اسبیجابی نے اس کو ظاہر الروایت قرار دیا ہے لیکن صاحبِ ہدایہ نے اس کو اختیار کیا اور درست کہا ہے کہ وہ حج کو ترک کر دے کیونکہ اب عمرہ کا ترک کرنا دشوار و متعذر ہے۔[1] اور اگر مکی نے عمرہ کے طواف کا اقل حصہ یعنی ایک یا دو یا تین چکر ادا کرنے کے بعد حج کا احرام باندھا تو اس میں ہمارے فقہا کا اختلاف ہے، امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک حج کا ترک کرنا اولیٰ ہے اس طرح پر کہ مثلاً جب عمرہ کے افعال ادا کر کے حلق کرائے تو اس وقت حج ترک کرنے کی بھی نیت کر لے اگرچہ وہ اس حلق سے عمرہ سے بھی از خود حلال ہو جائے گا اور ترکِ حج کے لئے صرف زبان سے ترک کا لفظ کہہ لینا یا دل میں نیت کر لینا کافی نہیں ہے بلکہ بطریقۂ مذکورہ ترک کرے (احرام ترک کرنے کی تفصیل آگے آتی ہے، مؤلف) اور اس پر ترکِ حج کی وجہ سے دمِ رفض واجب ہوگا اور اس پر اس حج کو قضا کرنا اور ایک عمرہ کرنا واجب ہوگا حج کی قضا اس لئے ہے کہ شروع کرنے کی وجہ سے وہ اس پر واجب ہو گیا ہے اور عمرہ کی قضا اس لئے ہے کہ وہ فائت الحج کے حکم میں ہے اور فائت الحج عمرہ کے افعال ادا کر کے حج کے احرام سے باہر ہوتا ہے اور یہاں اس صورت میں اس کو عمرہ کے افعال ادا کر کے حلال ہونا دشوار ہے کیونکہ اس طرح اس کو دو عمروں میں افعال کے اعتبار سے جمع کرنا لازم آئے گا اور یہ ممنوع ہے پس اگر وہ اس سال حج نہ کرے تو اس پر ان دونوں کی قضا واجب ہوگی لیکن اگر احرام والے عمرہ سے فارغ ہونے کے بعد ابھی وقوفِ عرفہ کا وقت باقی تھا اور اس نے چھوڑے ہوئے حج کا احرام باندھ کر اسی سال وہ حج قضا کر لیا تو جو عمرہ حج چھوڑنے کی وجہ سے واجب ہوتا ہے وہ اس سے ساقط ہو جائے گا یعنی اب اس کا کرنا اس پر واجب نہیں ہوگا کیونکہ اب وہ فائت الحج کے حکم میں نہیں ہے بلکہ محصر کے حکم میں ہے پس اگر محصر احرامِ حج سے حلال ہو جائے اور پھر اسی سال حج کر لے تو اب اس پر عمرہ کرنا واجب نہیں ہوتا لیکن اسی سال متروکہ حج کر لینے کی صورت میں اس پر دمِ جبر بھی واجب ہوگا اس لئے کہ اس کا یہ حج تمتع ہو جائیگا اور وہ مکی ہے اور مکی کے لئے تمتع کرنا منع ہے اور اس کو رفض کا حکم ہے پس اس پر دو دم واجب ہوں گے ایک حج کے چھوڑنے کا اور دوسرا چھوڑنے کے بعد پھر حج کرنے کا بخلاف دوسرے سال حج کرنے کے کہ اس صورت میں حج کے مہینوں سے پہلے لازم شدہ عمرہ جو حج ترک کرنے کی وجہ سے واجب ہوا تھا کر سکتا ہے اس کے بعد حج قضا کرے اور اگر اسی سال میں رفضِ حج کا عمرہ کر لے تو بھی ہو سکتا ہے لیکن حج کرنے کے بعد جب ایامِ تشریق بھی گذر جائیں تب کرے اور آئندہ سال فقط حج کرے[2] اور امام ابو یوسف و محمد رحمہما اللہ کے نزدیک صورتِ مذکورہ میں عمرہ کو ترک کرنا پسندیدہ و اولیٰ ہے پس اگر اس نے عمرہ کو ترک کر دیا تو ترکِ عمرہ کی وجہ سے اس پر دمِ رفض اور صرف عمرہ کی قضا واجب ہوگی اگرچہ وہ اس عمرہ کو اسی سال قضا کر لے کیونکہ بخلاف حج کے عمرہ کا ایک سال میں مکرر ادا کرنا جائز ہے اور اگر حج یا عمرہ کو ترک نہ کیا بلکہ دونوں کو ادا کیا تو کراہت کی برائی کے ساتھ دونوں صحیح و

[1] زبدہ تصرفا۔ [2] زبدہ

جائز ہوجائیں گے (اور وہ شخص گنہگار ہوگا) اور اس پر دم جمع واجب ہوگا اور یہ دم کفارہ ہوگا اس کو اس میں سے کھانا جائز نہیں ہے [۱] اور وہ استغفار بھی کرے [۲] اہلِ مکہ کو حج و عمرہ کا جمع کرنا ہر طرح منع ہے اگرچہ حج کے مہینوں سے پہلے جمع کرے بلکہ حج کے مہینوں کے علاوہ دنوں میں دونوں کو جمع کرنے میں زیادہ شدید کراہت ہے کیونکہ اس کا حج کا احرام اس کے وقت کے بغیر واقع ہوگا، پس اگر مکی نے حج کے مہینوں سے پہلے (مثلاً رمضان المبارک میں) عمرہ کا احرام باندھا اور (ادا کیا یا) عمرہ کے طواف کا اکثر حصہ ادا کیا اس کے بعد حج کے مہینوں سے پہلے ہی (مثلاً رمضان میں ہی) عمرہ کا حلق کرانے سے پہلے حج کا احرام باندھ لیا تو اس پر دم واجب ہوگا کیونکہ اس نے عمرہ سے فراغت پانے سے پہلے حج کا احرام باندھا اور اس کو ان دونوں کا جمع کرنا جائز نہیں ہے پس جب وہ ایک لحاظ سے ان دونوں کو جمع کرنے والا ہوگیا تو اس پر دم واجب ہوگیا جیسا کہ صاحب مبسوط نے اس کی تصریح کی ہے، اور اگر آفاقی نے ایسا کیا (یعنی حج کے مہینوں سے پہلے عمرہ و حج کو جمع کیا) تو اس پر کچھ جزا واجب نہیں ہوگی البتہ وہ گنہگار ہوگا جیسا کہ پہلے بیان ہوچکا ہے واللہ اعلم [۳]

(۳) اور اگر کوئی (یعنی آفاقی شخص) عمرہ کا احرام باندھ کر مکہ مکرمہ میں داخل ہوا اور اس نے عمرہ کا طواف کرنے سے پہلے جماع کے ساتھ عمرہ کو فاسد کردیا اور اس کے افعال یعنی طواف اور سعی کو پورا کیا پھر مکہ مکرمہ سے عمرہ اور حج کا احرام باندھا تو وہ عمرہ کو ترک کرے اور اس پر دم رفض اور اس عمرہ کی قضا واجب ہوگی کیونکہ وہ مکہ مکرمہ میں داخل ہونے کے بعد اہلِ مکہ کے حکم میں ہوگیا [۴] (ان مسائل کی تفصیل قران و تمتع کے بیان میں بھی گذر چکی ہے مزید وضاحت کے لئے وہاں بھی دیکھ لیا جائے۔ مؤلف)

حج کے احرام پر عمرہ کا احرام ملانا

(۱) اگر اہلِ مکہ نے پہلے حج کا احرام باندھا پھر حج کے طواف سے پہلے یا بعد میں عمرہ کا احرام باندھ لیا تو ہر حال میں اس کو بالاتفاق عمرہ کا ترک کرنا واجب ہے اور اگر عمرہ ترک نہیں کیا اور اس کو ادا کرلیا یعنی عمرہ کا طواف اور سعی کرکے اس سے فارغ ہوگیا تو جائز ہے لیکن گنہگار اور برائی کا مرتکب ہوگا اور اس پر دم جمع واجب ہوگا کیونکہ اس نے اپنے حج سے فارغ ہونے سے پہلے عمرہ کا احرام باندھا ہے اور مکی کے لئے دونوں کو جمع کرنا منع ہے پس جب ایک لحاظ سے حج و عمرہ کو جمع کرنے والا ہوگیا تو اس پر دم واجب ہوا [۵]

(۲) اور اگر کسی آفاقی نے حج کے احرام پر عمرہ کا احرام داخل کیا تو اس میں تفصیل ہے پس اگر اُس نے طوافِ قدوم شروع کرنے سے پہلے یعنی ایک چکر پورا کرنے سے پہلے حج کے احرام پر عمرہ کا احرام داخل کیا تو وہ دونوں اس پر لازم ہوجائیں گے کیونکہ آفاقی کے حق میں حج اور عمرہ کو جمع کرنا مشروع ہے پس اس طرح جمع کرکے قارن ہوجائے گا لیکن سنت کے خلاف کرنے کی وجہ سے برائی کا مرتکب ہوگا اور گنہگار ہوگا اس لئے کہ سنت یہ ہے کہ حج اور عمرہ دونوں کا احرام ایک ساتھ باندھے یا عمرہ کے احرام کو حج کے احرام پر مقدم کرے یعنی پہلے عمرہ کا احرام باندھے اس کے بعد حج کا احرام اس پر داخل کرے اور اس پر بالاتفاق دم شکر یعنی دم قران واجب ہوگا کیونکہ اس کا قران صحیح ہے اور اس میں برائی کم ہے اور اس کو عمرہ کا ترک کرنا مستحب بھی نہیں ہے [۶] اور اگر آفاقی نے

---

[۱] لباب و شرحہ و فتح و بحر و غنیہ و ش ملتقطاً و زبدہ [۲] زبدہ [۳] لباب و شرحہ و فتح و ش [۴] لباب و شرحہ [۵] لباب و شرحہ و فتح و غنیہ ملتقطاً
[۶] لباب و شرحہ و فتح و غنیہ ملتقطاً

طوافِ قدوم شروع کرنے کے بعد عمرہ کا احرام باندھا خواہ ایک ہی چکر کرنے کے بعد باندھا ہو اور وہ مکہ مکرمہ میں ہو یا عرفات میں وقوفِ عرفہ کے وقت سے پہلے باندھا ہو تب بھی اس پر دونوں لازم ہو جائیں گے اور وہ قارن ہو جائے گا لیکن ایسا کرنا پہلی صورت کی بہ نسبت بہت بُرا ہے اور وہ زیادہ گنہگار ہوگا اور اس کو عمرہ کا ترک کرنا بالاتفاق مستحب ہے پس اگر اس نے عمرہ کو ترک کر دیا تو اس کی قضا دے کیونکہ اس کا شروع ہونا درست ہے (اور شروع ہونے سے واجب ہو جاتا ہے) اور اس کے ترک کی وجہ سے اس پر دمِ رفض بھی واجب ہوگا اور اگر عمرہ کو ترک نہ کیا اور اس کے افعال ادا کرلئے تو درست و جائز ہے اور اس پر بھی دم واجب ہے اور اس بارے میں اختلاف ہے کہ یہ دم جبر ہے یا دم شکر ہے، امام فخر الاسلامؒ نے اختیار کیا ہے کہ یہ دم جبر ہے اور شمس الائمہ امام السرخسیؒ نے اختیار کیا ہے کہ یہ دم شکر ہے اور اس اختلاف کا نتیجہ اس کے لئے اس کا گوشت کھانا جائز ہونے یا نہ ہونے میں ظاہر ہوتا ہے اور ہدایہ میں پہلے قول کی تصحیح کی ہے اور درمختار میں بھی اسی کو اختیار کیا ہے اور فتح القدیر میں دوسرے قول کو اختیار کیا ہے اور اسی کی تائید کی ہے اور اور لباب المناسک میں بھی اسی دوسرے قول کو اختیار کیا ہے اور پہلے قول کو قیل (یعنی کہا گیا ہے) کے لفظ سے بیان کیا ہے اور عمرہ کے افعال ادا کرنے سے مراد یہ ہے کہ افعالِ حج پر افعالِ عمرہ کو مقدم کرے اس لئے کہ وہ قارن ہے جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا ہے لیکن یہ صورت پہلی صورت سے زیادہ بُری ہے کیونکہ اس نے عمرہ کے احرام کو حج کے طواف یعنی طوافِ قدوم سے مؤخر کر دیا ہے اگرچہ طوافِ قدوم حج کا رکن نہیں ہے پس اس کو پہلے افعالِ عمرہ ادا کرنا پھر حج کے افعال ادا کرنا ممکن تھا [1] اور اگر آفاقی نے وقوفِ عرفہ کے بعد قربانی کے دن سے پہلے یا ایامِ نحر و ایامِ تشریق میں حج کے احرام سے سر منڈانے سے پہلے عمرہ کا احرام باندھ لیا تو وہ عمرہ کراہتِ تحریمی کے ساتھ لازم ہو جائے گا اور گناہ سے بچنے کے لئے اس کا ترک کرنا بالاتفاق واجب ہوگا اور اس پر دمِ رفض اور اس عمرہ کی قضا واجب ہوگی، اور اگر اس نے احرام حج کا حلق کرانے کے بعد طوافِ زیارت سے پہلے یا اس کے بعد عمرہ کا احرام باندھا تو ہدایہ میں اس بارے میں اختلاف بیان کیا ہے اور کہا ہے کہ بعض فقہا کے نزدیک اگر حج کا حلق کرانے کے بعد عمرہ کا احرام باندھا ہے تو کتاب الاصل کی روایت کے ظاہر کی بنا پر اس عمرہ کو ترک نہ کرے اور بعض نے کہا ہے کہ وہ ممانعت سے بچنے کے لئے عمرہ کو ترک کر دے، فقیہ ابوجعفرؒ نے کہا ہے کہ ہمارے مشائخ اسی پر ہیں اھ یعنی ترک کے واجب ہونے کا حکم دیتے ہیں اگرچہ اس نے حلق کے بعد عمرہ کا احرام باندھا ہو اور بعض متاخرین نے اس کو صحیح کہا ہے اور اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ قارن مسئی (گنہگار) ہے، غور کر لیجے پس اگر اس نے عمرہ ترک کر دیا تو اس پر اس کے ترک کی وجہ سے دمِ رفض واجب ہوگا اور اس عمرہ کی قضا بھی واجب ہوگی اور دونوں صورتوں (یعنی حلق سے پہلے یا بعد میں عمرہ کا احرام باندھنے کی صورت) میں عمرہ کو ترک نہ کیا اور اس کو پورا کر لیا تو جائز و درست ہے اور اس پر دمِ جمع واجب ہوگا اور دونوں صورتوں میں یہ دم کفارہ ہے وہ اس میں سے نہ کھائے [2] (اس کی تفصیل عمرہ کے وقت کے بیان میں گزر چکی ہے وہاں بھی ملاحظہ فرمائیں، مؤلف)

(۳) اگر کسی کا حج فوت ہو گیا پھر اس نے فوت شدہ حج کے لئے عمرہ کے افعال ادا کر کے حلال ہونے سے پہلے نئے عمرہ کا

---

[1] لباب و شرحہ و ش و غنیہ و غیرہا ملتقطاً [2] لباب و شرحہ و ش و ہدایہ و غیرہا ملتقطاً

احرام باندھ لیا تو اس کو اس ملحقہ عمرہ کا احرام ترک کرنا واجب ہے [1] اس لئے کہ جس کا حج فوت ہوجاتا ہے وہ افعالِ عمرہ ادا کرکے حج کے احرام سے حلال ہوجاتا ہے اگرچہ اس سے اس کا حج کا احرام عمرہ کے احرام میں منتقل نہیں ہوتا پس وہ نئے عمرہ کا احرام باندھنے سے افعال کے اعتبار سے دو عمروں کو جمع کرنے والا ہوجائے گا اس لئے اس پر نئے عمرہ کا ترک کرنا لازم ہوگا جیسا کہ دو عمروں کا احرام باندھنے کی صورت میں حکم ہے اور اس عمرہ کا شروع ہونا صحیح ہوجانے کی وجہ سے اس کی قضا لازم ہوگی اور اس کے وقت سے پہلے ترک کے ساتھ اس کے احرام سے باہر ہوجانے کی وجہ سے اس پر دمِ رفض واجب ہوگا [2]

احکام رفض کے کلیہ قاعدے

(۱) جمع بین النسکین اور اضافت الاحرام الی الاحرام کے بیان میں جن صورتوں میں حج ترک کیا جاتا ہے ان سب صورتوں میں ایک دمِ رفض واجب ہوتا ہے اور ایک حج و عمرہ قضا کرنا واجب ہوتا ہے اس لئے کہ وہ حج فوت ہوجانے والے کے حکم میں ہے ——— (۲) اور جن صورتوں میں عمرہ ترک کیا جاتا ہے اس پر ایک دمِ رفض اور صرف اس عمرہ کی قضا واجب ہوتی ہے کیونکہ وہ عمرہ فاسد کرنے والے کے حکم میں ہے ——— (۳) اور اگر حج یا عمرہ کو ترک کرنا واجب ہونے کی صورتوں میں اس کو ترک نہ کیا بلکہ دونوں کو ادا کیا تو اس پر دمِ جمع واجب ہوگا (اور ترکِ رفض کی وجہ سے برائی کا مرتکب بھی ہوگا [3]) ——— (۴) اور یہ ترک نہ کرنے کی صورت حج اور عمرہ کے جمع کرنے میں ممکن ہوتی ہے (جیسا کہ حج اور عمرہ جمع کرنے کے بیان میں گزرا) یا وقوفِ عرفہ کے بعد دو حج کو جمع کرنے اور سعی سے قبل دو عمروں کو جمع کرنے کی صورت میں ممکن ہے [4] پس جب دو حج یا دو عمروں کو جمع کیا تو ایک ساتھ احرام باندھنے اور آگے پیچھے احرام باندھنے کی صورت میں عدمِ رفض ممکن نہیں ہے اور تاخیر یعنی دو حج کو وقوفِ عرفہ کے بعد جمع کرنے اور دو عمروں کو سعی کے بعد جمع کرنے کی صورت میں ترک کرنا لازم نہیں ہے بلکہ جمع کرنا متعین ہوجاتا ہے [5] ——— (۵) جن صورتوں میں حج یا عمرہ ترک کرنے کا حکم ہے ان صورتوں میں ترک کرنے کے لئے ترک کی نیت کرنا ضروری ہے البتہ دو جگہ نیت کی ضرورت نہیں بلا نیت بھی ترک ہوجائے گا، ایک جمع بین الحجتین کی صورت میں جبکہ اس نے وقوفِ عرفہ کا وقت ختم ہونے سے پہلے دوسرے حج کا احرام باندھا ہو، دوسرے جمع بین العمرتین کی صورت میں جبکہ دوسرے عمرہ کا احرام پہلے عمرہ کی سعی سے پہلے باندھا ہو پس ان دونوں صورتوں میں جب وہ مکہ مکرمہ کی طرف چل دیگا یا دونوں میں سے ایک کے اعمال شروع کردیگا (علی اختلاف الروایۃ عن ابی حنیفہؒ) تو اس کا دوسرا احرام بلا نیت ہی ترک ہوجائے گا [6] ———

(۶) احرام کا ترک صرف ترک کے الفاظ کہنے یا صرف ترک کی نیت کرنے سے حاصل نہیں ہوتا بلکہ جب وہ رفض (ترک) پر مامور ہو تو ترک کرنے کی نیت کرکے محظوراتِ احرام میں سے کوئی فعل کرے تب ترکِ احرام حاصل ہوتا ہے (بغیر طریقہ اختیار کئے صرف چھوڑنے کی نیت کرے یا نیت کرے اور چھوڑنے کا طریقہ اختیار نہ کرے تو رفض حاصل نہ ہوگا [7]) اور جب وہ ترک کرنے پر مامور نہیں ہے اور اس نے لباس پہننا، حلق کرانا وغیرہ وہ افعال کئے جو بغیر احرام کے یعنی حلال ہونے کی صورت میں کرتا ہے تو اس سے احرام کا ترک حاصل نہیں ہوتا اور ان افعال کے کرنے سے وہ احرام کی حالت سے باہر (یعنی حلال) نہیں ہوتا اور اس صورت میں اس کی نیتِ رفض باطل ہے [8] اور لباب المناسک اور

[1] لباب وشرحہ وغیرہ [2] فتح و بحر ملخصاً [3] زبدہ [4] لباب شرحہ وغنیہ [5] غنیہ [6] لباب وشرحہ وغنیہ [7] زبدہ [8] ش بتصرف

اس کی شرح ملا علی قاری میں حکم الاحرام کی فصل میں ہے کہ ترکِ احرام بعض صورتوں میں نیتِ رفض کے ساتھ ترکِ اعمال کرنے سے حاصل ہوجاتا ہے اور بعض صورتوں میں اعمال شروع کرنے سے حاصل ہوجاتا ہے اگرچہ ان صورتوں میں نیتِ رفض نہ بھی کی ہو - فافہم [۱]

(۷) اگر کسی نے دو متحد یا مختلف احراموں کو جمع کیا اور ان میں سے ایک کو چھوڑنے کے طریقہ سے ترک کرنے سے پہلے محظوراتِ احرام میں سے کوئی جنایت کی تو اس پر قارن کی طرح دو جزائیں واجب ہوں گی اور اگر ان میں سے ایک احرام کو ترک کرنے کے بعد کوئی جنایت کی تو متمتع کی طرح ایک جزا واجب ہوگی [۲] اور اگر دو حج یا دو عمروں کا احرام باندھ کر مکہ مکرمہ کی طرف روانہ ہونے سے قبل محصر ہوگیا (روک دیا گیا) تو امام صاحب کے نزدیک اس پر دو دم واجب ہوں گے اور صاحبین کے نزدیک ایک دم واجب ہوگا [۳]

(۸) جو دم جمع بین النسکین کی وجہ سے یا ایک کو ترک کرنے کی وجہ سے واجب ہوتا ہے وہ دمِ جبر اور دمِ کفارہ ہوتا ہے روزہ اس کا قائم مقام نہیں ہوسکتا اگرچہ وہ تنگدست (مسکین) ہو اور اس کو اس دم میں سے کھانا جائز نہیں ہے اور نہ ہی کسی غنی کو دینا جائز ہے (اگر ایسا کریگا تو اس قدر کا ضامن ہوگا) بخلاف دمِ شکر یعنی دمِ قران و تمتع کے (اور دمِ نفل و قربانی کے کہ اس میں سے خود بھی کھا سکتا ہے اور غنی کو بھی دے سکتا ہے) [۴]

(۹) نیز جاننا چاہیے کہ جب کسی شخص نے دو حج یا دو عمروں یا حج اور عمرہ کے احرام کو جمع کیا اور اس کو ان دونوں میں سے ایک کا ترک کرنا لازم ہوا پس اس نے اس کو ترک کردیا تو اس پر دمِ رفض واجب ہوگا، رہی یہ بات کہ اس پر دمِ جمع بھی واجب ہوگا یا نہیں ؟ اس بارے میں عام کتبِ فقہ میں یہ مذکور ہے کہ دمِ جمع اس وقت لازم ہوتا ہے جبکہ ان میں سے ایک کو ترک نہ کرے لیکن جب ان میں سے ایک کو ترک کردیا تو اس پر دمِ رفض واجب ہونے کے علاوہ اور کسی دم کا ذکر نہیں کرتے بلکہ ان کی عبارتوں سے صریحاً اور واضح طور پر دمِ جمع کا لازم نہ آنا مفہوم ہوتا ہے البتہ بحر الرائق میں اس طرح مذکور ہے کہ جب کسی نے دو حج یا دو عمروں کو جمع کیا پھر ان میں سے ایک کو ترک کردیا تو اس پر دمِ رفض واجب ہوگا اور دو عمروں کو جمع کرنے کی صورت میں اس پر ایک اور دم جمع کی وجہ سے واجب ہوگا اور دو حج کے احرام کو جمع کرنے کے بارے میں دو روایتیں ہیں اور ان میں سے اصح روایت وجوب کی ہے انتہیٰ، اور ابو النجا نے اپنی منسک میں اسی کا اتباع کیا ہے اور کہا ہے کہ جب کوئی دو حج یا دو عمروں کو جمع کرے تو اس پر ایک کو ترک کرنا لازمی ہے اور رفض اور جمع کی وجہ سے دو دم واجب ہوں گے [۵]

حج اور عمرہ کے احرام کو فسخ کرنا

حج کا احرام باندھنے کے بعد اس کو فسخ کرکے عمرہ کے لئے کردینا امام ابو حنیفہؒ و امام مالکؒ و امام شافعی رحمہم اللہ تینوں اماموں کے نزدیک جائز و درست نہیں ہے امام احمدؒ کا اس میں اختلاف ہے۔ فسخ کا مطلب یہ ہے کہ حج کا احرام باندھنے کے بعد حج کی نیت فسخ کردے (یعنی حج کا ارادہ ملتوی کردے) اور حج کے افعال ترک کردے اور اس احرام کو عمرہ کے لئے کردے اور عمرہ کے افعال کرنے لگے، اور اسی طرح عمرہ کا احرام باندھنے کے بعد عمرہ کا ارادہ فسخ کردینا اور اس احرام کو حج کا احرام کردینا اور عمرہ کے افعال نہ کرنا تینوں مذکورہ بالا اماموں کے نزدیک جائز نہیں ہے اور ایک روایت کی بنا پر چاروں اماموں کے نزدیک جائز نہیں ہے اس بنا پر کہ امام احمد رحمہ اللہ سے اس بارے میں دو روایتیں ہیں واللہ اعلم [۶]

[۱] لباب و شرحہ فی فصل حکم الاحرام [۲] لباب و شرحہ و غنیہ [۳] بحر و غنیہ وغیرہ [۴] لباب و شرحہ و غنیہ [۵] شرح اللباب [۶] لباب و شرحہ۔

حجِ بدل یعنی دوسرے کی طرف سے حج کرنا

ایصالِ ثواب یعنی اپنے اعمال کا ثواب دوسرے کو ہدیہ کرنا

جاننا چاہئے کہ ہر شخص اپنے عمل کا ثواب کسی دوسرے شخص کو خواہ وہ زندہ ہو یا مردہ ہدیہ کر سکتا ہے اور وہ عمل خواہ نماز ہو یا روزہ یا صدقہ یا حج یا طواف یا عمرہ یا کوئی اور عبادت ہو مثلاً تلاوتِ قرآن مجید و تمام اذکار و انبیاءِ کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام و شہدا و اولیاء اللہ و صالحین کی قبروں کی زیارت کرنا، مُردوں کو کفن دینا اور ہر قسم کی نیکی [1] پس جب کسی شخص نے ان اعمالِ صالحہ میں سے کوئی عمل کیا اور اس کا ثواب کسی دوسرے زندہ یا مردہ شخص کو ہدیہ کر دیا تو بلا شبہ جائز ہے اور یہ ثواب ہمارے مشائخ و فقہا کے نزدیک اس شخص کو پہنچ جائے گا [2] اس سے معلوم ہوا کہ جس شخص کو ثواب بخشا جائے وہ خواہ مردہ ہو یا زندہ ثواب بخشنے میں کوئی فرق نہیں ہے (پس دونوں کے لئے ثواب پہنچانا جائز ہے اور دونوں کو ثواب پہنچ جائے گا) اور فقہا کے اس کو مطلق بیان کرنے سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اس میں بھی کوئی فرق نہیں ہے خواہ اس نیک عمل کو کرتے وقت کسی دوسرے کے لئے نیت کرے یا خود اپنے لئے نیت کر کے عمل کرنے کے بعد اس کا ثواب دوسرے کے لئے ہدیہ کر دے، اور فقہا کے اس کو مطلق بیان کرنے سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ فرض و نفل کے ایصالِ ثواب کرنے میں بھی کوئی فرق نہیں ہے پس اگر کسی نے فرض نماز ادا کی اور اس کا ثواب کسی دوسرے کو بخشا تو درست و جائز ہے لیکن اس سے اس کو دوبارہ اپنا فرض ادا کرنا لازم نہیں ہوگا کیونکہ اس کا ثواب دوسرے کو بخش دینے سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس کے ذمہ سے فرض ادا نہیں ہوا۔ بحر الرائق میں یہ مسئلہ نقل کرنے کے بعد لکھا ہے کہ میں نے اس کو کسی کتاب میں منقول نہیں پایا اور بحر الرائق میں یہ بھی ہے کہ اگر کسی شخص نے کسی شخص سے اپنی عبادت پر کچھ دنیاوی معاوضہ لیکر وہ عبادت معاوضہ دینے والے کے لئے کر دی تو میں نے اس کے متعلق کوئی حکم کسی کتاب میں نہیں دیکھا اور یہ اس کے لئے جائز نہیں ہونا چاہئے اھ [3] یعنی اس لئے کہ اگر اس نے اپنی سابقہ عبادت پر معاوضہ لیا ہے تو یہ اس عبادت کو فروخت کرنا ہوا اور ایسا کرنا قطعاً باطل ہے اور اگر معاوضہ اس لئے لیا کہ آئندہ اس عمل کو کریگا تو یہ عبادت پر اُجرت لینا ہوا اور یہ بھی باطل ہے جیسا کہ متون و شروح و فتاویٰ میں اس کو مدلل بیان کیا ہے لیکن متاخرین فقہا نے تعلیم و اذان و امامت کو اس حکم سے مستثنیٰ کر کے ان پر اجرت لینا جائز کہا ہے اور اس کی تعلیل یہ بیان کی ہے کہ ہمارے زمانے میں بیت المال موجود نہ ہونے کی وجہ سے ان حضرات کو بیت المال سے ان کا حق ملنا منقطع ہو چکا ہے پس اگر اُن کاموں پر اُجرت نہ دی جائے تو دین کے ضائع ہونے کا خوف ہے لہٰذا اس ضرورت کی وجہ سے یہ اُجرت دینا لینا جائز ہے، اس سے معلوم ہوا کہ میت کی طرف سے حجِ بدل کرنے پر اجرت لینا عدمِ ضرورت کی وجہ سے جائز نہیں ہے اور اسی طرح قرآن مجید کی تلاوت اور ذکر پر اجرت لینا بھی عدمِ ضرورت کی وجہ سے جائز نہیں ہے [4] اور ہم کتاب الجنائز میں شہید کے بیان سے کچھ پہلے بیان کر چکے ہیں کہ جو شخص کسی نفلی عبادت کا ثواب کسی دوسرے شخص کو بخشے تو اس کے لئے افضل یہ ہے کہ اس میں تمام مومنین و مومنات کیلئے

[1] لباب و شرحہ و فتح و بحر و ع و ش ملتقطاً [2] شرح اللباب و بحر ملتقطاً [3] بحر و ش [4] تمر فا و ش۔

ایصالِ ثواب کی نیت بھی کرلے اس لئے کہ ان سب کو اُس کا پورا پورا ثواب ملے گا اور اس کے ثواب میں سے کچھ بھی کم نہیں ہوگا اھ [1] اور امام مالک و امام شافعی رحمہما اللہ نے کہا ہے کہ ثواب کا ہدیہ کرنا صدقہ اور مالی عبادت اور حج میں جائز ہے ان کے علاوہ یعنی محض بدنی عبادات مثلاً نماز و روزہ اور قراءتِ قرآن مجید وغیرہ کا ایصالِ ثواب کرنا ان دونوں اماموں کے نزدیک جائز نہیں ہے، ائمہ کا یہ اختلاف اس بارے میں نہیں ہے کہ صاحبِ عمل کو ایسا کرنا جائز ہے یا نہیں جیسا کہ ظاہر ہے بلکہ یہ اختلاف اس بارے میں ہے کہ اس کے ثواب بخشنے سے وہ ثواب دوسرے کیلئے ہوجاتا ہے یا نہیں ہوتا بلکہ اس کا ثواب بخشنا لغو ہوجاتا ہے [2] یعنی یہ اختلاف اس بارے میں ہے کہ دوسرے آدمی کو اس کا ثواب پہنچتا ہے یا نہیں [3] اور معتزلہ نے ہر قسم کی عبادت کے ایصالِ ثواب میں اختلاف کیا ہے (یعنی ان کے نزدیک مالی یا بدنی یا مرکب کسی قسم کی عبادت کا بھی ثواب فاعل کے سوا کسی دوسرے کو نہیں پہنچتا) اور انھوں نے اللہ تعالیٰ کے اس قول لَیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی (ہر انسان کے لئے اس کی اپنی کوشش کے سوا اور کوئی چیز نفع دینے والی نہیں ہے) سے سند پکڑی ہے اور کہا ہے کہ دوسرے شخص کی سعی اس کی سعی نہیں ہے [4] اور ہمارے فقہا کے نزدیک قرآن مجید و حدیث شریف سے واضح دلائل موجود ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ ہر شخص اپنے نیک اعمال کا ثواب دوسرے شخص کو ہدیہ کرسکتا ہے، چنانچہ قرآن مجید میں اس کا ثبوت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيَانِيْ صَغِيْرًا ؕ (اور آپ کہئے کہ اے میرے رب میرے والدین پر رحم فرما جیسا کہ ان دونوں نے مجھے بچپن میں پرورش فرمایا ہے) اس آیتِ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے بیٹے کو والدین کے لئے دعا کرنے کا حکم فرمایا ہے (اگر ایک انسان کا عمل دوسرے کو مفید نہ ہوتا تو بیٹے کی دعا والدین کے حق میں بے فائدہ ہوتی حالانکہ یہ غلط ہے [5]) اور دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ ملائکہ کرام مؤمنین کے لئے استغفار کرتے ہیں چنانچہ ارشاد فرمایا ہے وَيَسْتَغْفِرُوْنَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا (اور فرشتے ایمان والوں کے لئے استغفار کرتے ہیں) نیز ارشاد ہے رَبَّنَا وَسِعْتَ كُلَّ شَيْءٍ رَّحْمَةً وَّعِلْمًا فَاغْفِرْ لِلَّذِيْنَ تَابُوْا وَاتَّبَعُوْا سَبِيْلَكَ الی قولہ وَقِهِمُ السَّيِّاٰتِ (اے ہمارے رب! تیری رحمت اور علم میں ہر چیز سمائی ہوئی ہے پس جو لوگ توبہ کریں اور تیری راہ پر چلیں تو ان کو بخش دے اور دوزخ کے عذاب سے بچا) (المؤمن رکوع ۱) یہ آیاتِ مبارکہ دوسرے شخص کے عمل سے نفع حاصل ہونے کے لئے قطعی الثبوت ہیں، احادیثِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی اس بارے میں بکثرت وارد ہیں منجملہ ان کے صحیحین کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عید الاضحٰی کی قربانی میں سفید و سیاہ رنگ والے دو مینڈھے ذبح کئے ان میں سے ایک اپنی طرف سے اور دوسرا اپنی امت کی طرف سے ذبح کیا اس سے مراد یہ ہے کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر ایمان لائے ہیں ان کی طرف سے ذبح کیا [6] یعنی اس کا ثواب اپنی امت کے لئے کردیا اور اس عمل میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے امت کو تعلیم دی گئی ہے کہ انسان کو دوسرے شخص کا عمل نفع دیتا ہے اور آپ کے اس فعل کی اقتدا کرنا دین کی رسّی کو مضبوط تھامنا ہے [7] اور اس حدیث کے مضمون کی مثل سنن ابن ماجہ میں حضرت عائشہ و ابوہریرہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے اور اسی مضمون کو احمد و حاکم نے اپنی اپنی مسند میں اور طبرانی نے اوسط میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے اور اسی کی مثل ابونعیم نے ترجمہ ابنِ مبارک میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی

[1] ش [2] فتح ۔ ش و شرح اللباب ملتقطاً [3] ش [4] فتح [5] غایۃ الاوطار [6] فتح و شرح اللباب بحر و ش و ہدایہ و بدائع ملتقطاً و تصرفاً [7] شرح اللباب

نقل کیا ہے اور ابنِ شیبہ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے اس کو روایت کیا ہے اور اسی کے طریق سے ابو یعلی اور طبرانی نے بھی اس کو روایت کیا ہے اور انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی حدیث سے ابنِ شیبہ اور دار قطنی نے بھی روایت کیا ہے غرضکہ اس مضمون کی حدیث کو بہت سے صحابۂ کرام ؓ سے روایت کیا گیا ہے اور اس حدیث کی تخریج کرنے والے بکثرت ہیں پس اس میں کوئی شک نہیں کہ اس حدیث کا قدرِ مشترک یعنی حضور انور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اپنی امت کی طرف سے قربانی ذبح کرنا مشہور ہے اس لئے آیتِ مبارکہ لَیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی کے ساتھ یہ قید لگانا جائز ہے کہ اس سے مراد وہ عمل ہے جس کو اس عمل کے کرنے والے نے کسی دوسرے کے لئے ہدیہ نہ کیا ہو[۱]

ایصالِ ثواب جائز ہونے کی حدیثوں میں سے ایک حدیث یہ بھی ہے جس کو دار قطنی نے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ میں اپنے والدین کی زندگی میں ان کے ساتھ نیک سلوک کرتا تھا اب میں اُن دونوں کی وفات کے بعد ان کے ساتھ نیک سلوک کس طرح کروں؟ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کو فرمایا کہ تم اُن کے مرنے کے بعد اُن کے ساتھ نیک سلوک اس طرح کر سکتے ہو کہ تم اپنی نماز کے ساتھ ان کے (ایصالِ ثواب کے) لئے بھی نماز پڑھو اور اپنے روزوں کے ساتھ اُن کے (ایصالِ ثواب کے) لئے بھی روزے رکھو، اور دار قطنی میں ایک روایت حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے بھی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص قبرستان کے پاس سے گذرے اور گیارہ مرتبہ سورۂ قل ہو اللہ احد الخ پڑھ کر اس کا ثواب اُن مُردوں کو بخشے تو اس شخص کو اُن مُردوں کی تعداد کے مطابق اجر دیا جائے گا۔ نیز حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا اور کہا یا رسول اللہ! ہم اپنے مُردوں کی طرف سے صدقہ کرتے ہیں، ان کی طرف سے حج کرتے ہیں اور ان کے لئے دعا کرتے ہیں کیا وہ ان کو پہنچتا ہے؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں یقیناً وہ ان کو پہنچتا ہے اور وہ اس سے خوش و مسرور ہوتے ہیں جیسا کہ اگر تم میں سے کسی کی طرف کسی چیز کا تھال ہدیہ کیا جائے تو وہ خوش و مسرور ہوتا ہے اس کو ابو حفص الکبیر العکبری ؒ نے روایت کیا ہے[۲] نیز ابوداؤد میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنے مُردوں کے ایصالِ ثواب کے لئے سورۂ یٰسٓ پڑھا کرو[۳] نیز روایت ہے کہ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا اور کہا یا رسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم) میری والدہ صاحبہ صدقہ کو بہت پسند کرتی تھیں کیا میں اُن کی طرف سے صدقہ کروں؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں تُو (ان کی طرف سے) صدقہ کیا کر[۴] ان سب احادیث اور اس قسم کی دیگر احادیث میں جن کو ہم طوالت کے خوف سے ترک کرتے ہیں قدرِ مشترک مضمون تواتر کی حد کو پہنچتا ہے اور وہ یہ ہے کہ اگر کسی شخص نے اپنے نیک اعمال میں سے کچھ کسی دوسرے شخص کے لئے ہدیہ کیا تو اللہ تعالیٰ اس شخص کو جس کے لئے ہدیہ کیا ہے اس کا نفع پہنچائے گا[۵] اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے سے آج تک زیارتِ قبور اور اُن پر قراءتِ قرآن کرنے اور تکفین و صدقات و روزہ و نماز وغیرہ وغیرہ اعمالِ صالحہ کا

---

[۱] فتح ملخصاً [۲] فتح وش و شرح اللباب [۳] فتح وش و بحر [۴] بدائع [۵] فتح وش تصرفاً۔

ایصالِ ثواب اموات کے لئے کرنے پر تمام مسلمانانِ عالم کا عمل ہے اور عقلی طور پر بھی اس فعل کے منع ہونے کی کوئی وجہ نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ثواب کا عطا ہونا اللہ تعالیٰ پر بندہ کا کوئی حق نہیں ہے بلکہ اس کا فضل و کرم ہے پس اللہ تعالیٰ کی شانِ کریمی کے شایاں ہے کہ وہ اپنے اس بندہ پر جس کو ثواب بخشا گیا ہے فضل و کرم فرما کر اس کو ثواب دیدے جیسا کہ اس کی شانِ کریمی کے شایاں ہے کہ اگر کوئی سرے سے کوئی عمل ہی نہ کرے تب بھی وہ چاہے تو اس کو اپنے فضل و کرم سے ثواب عطا فرمائے سلہ رہی یہ بات کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے "لَیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی" تو اس آیت کے بہت سے معانی اور متعدد تاویلات ہیں جن میں سے چند تاویلات یہ ہیں: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ یہ آیت منسوخ ہے اور اس کی ناسخ یہ آیت ہے: وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّیَّتُهُمْ بِاِیْمَانٍ اَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّیَّتَهُمْ الآیہ (طور ع ١) (اور جو لوگ ایمان لائے اور ان کی اولاد نے ان کے ایمان میں ان کی پیروی کی تو ہم نے ان کی اولاد کو ان کے ساتھ ملا دیا) یعنی اس آیتِ شریفہ میں اولاد کے اعمال کو ان کے آباء کے اعمال میں شامل کیا ہے، اس آیتِ شریفہ سے معلوم ہوا کہ اولاد اپنے باپ دادا کی نیکیوں کے ذریعہ جنت میں داخل کی جائے گی، یا یہ کہ یہ آیت مذکورہ مقید ہے جیسا کہ مذکورہ بالا آیاتِ قرآنی و احادیث سے ثابت ہوتا ہے اور بعض نے کہا ہے کہ اس آیت مبارکہ کا حکم حضرت موسیٰ و حضرت ابراہیم علیہما الصلوٰۃ والسلام کی قوم کے ساتھ مخصوص ہے کیونکہ اس آیت میں ان دونوں حضرات کے صحف میں مذکورہ حکم کی حکایت بیان کی گئی ہے جیسا کہ آیتِ سعی سے پہلے ارشاد باری تعالیٰ ہے: اَمْ لَمْ یُنَبَّاْ بِمَا فِیْ صُحُفِ مُوْسٰی وَاِبْرٰهِیْمَ الَّذِیْ وَفّٰی۔ اور بعض نے کہا کہ اس آیت میں انسان سے مراد کافر ہے مومن کے حق میں نفی نہیں، مومن کے لئے اس کے مومن بھائی کی سعی میں حصہ ہے اور بعض نے کہا کہ اس آیت سے مراد یہ ہے کہ عدل و انصاف کے طریق پر اس کو دوسرے کی سعی سے کچھ حصہ نہیں ہے البتہ فضل کے طریق پر اس کو حصہ حاصل ہو سکتا ہے اور بعض نے کہا کہ للانسان کا لام، علیٰ کے معنی میں ہے (یعنی انسان پر صرف اسی کے عملوں کی وجہ سے گرفت ہوگی دوسرے کے عملوں کی وجہ سے نہیں جیسا کہ لھم اللعنۃ کے معنی ہیں علیھم اللعنۃ یعنی ان پر لعنت ہے، مؤلف) اور بعض نے کہا انسان کے لئے اس کی کوشش کے سوا اور کچھ حاصل نہیں ہے لیکن اس کی کوشش کے لئے بھائیوں کی کثرت اور ایمان کا حاصل ہونا وغیرہ بہت سے اسباب کا تعلق ہے، اور بعض نے کہا کہ انسان کے لئے غیر کی سعی سے کچھ حاصل نہیں ہے لیکن اگر کوئی شخص دوسرے شخص کے لئے بخشدے تو اب وہ اس کو حاصل ہوگا اس بارے میں اور بھی بہت سے اقوال ہیں سب سے زیادہ مناسب وہ قول ہے جس کو محقق امام ابن الہمام رحمہ اللہ نے اختیار کیا ہے اور وہ یہ ہے کہ اس آیۃ کا مضمون مقید ہے یعنی عامل اگر اپنا عمل کسی کو بخشدے تو اس کو اس کا نفع حاصل ہوگا اور یہ تاویل نسخ کی تاویل سے اولیٰ ہے اس لئے کہ آیتِ مذکورہ اخبار کی قسم سے ہے حالانکہ خبر میں نسخ جاری نہیں ہوتا اور معتزلہ کے رد کے ضمن میں امام شافعی و امام مالک رضی اللہ عنہما کے قول کی بھی نفی ہوگئی یعنی احادیث و اخبارِ سابقہ سے بدنی عبادات کا بھی ایصالِ ثابت ہوگیا واللہ سبحانہٗ ہو الموفق۔

اب رہا حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان کہ جب انسان مرجاتا ہے تو سوائے تین اعمال کے اس کا ہر عمل منقطع ہو جاتا ہے تو یہ فرمان دوسرے شخص کے عمل کے منقطع ہونے پر دلالت نہیں کرتا اور بحث دوسرے کے عمل سے نفع پہنچنے کے بارے میں ہے

اور حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان کہ کوئی شخص کسی دوسرے شخص کی طرف سے روزہ نہ رکھے تو اس میں یہ ارشاد ہے کہ اگر کوئی شخص کسی دوسرے شخص کی طرف سے فرض روزہ نماز ادا کرے تو اس شخص کے ذمہ سے وہ فرض ادا نہیں ہوگا، اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس عمل کا ثواب دوسرے شخص کو نہیں پہنچ سکتا [1]

عبادات میں نیابت کے احکام

(۱) عبادت کی تین قسمیں ہیں: اوّل محض مالی عبادت جیسے زکوٰۃ، صدقۂ فطر، عشر، تمام قسم کے کفارات یعنی غلام آزاد کرنا، کھانا کھلانا، کپڑا پہنانا اور تمام قسم کے نفقات اور مالی عبادت سے مراد وہ ہے جو محض عبادت ہو یا ایسی عبادت جس میں مشقت پائی جائے یا ایسی مشقت جس میں عبادت کے معنی ہوں جیسا کہ اہلِ اصول کے ہاں مشہور ہے۔ دوئم محض بدنی عبادت جیسے نماز، روزہ، اعتکاف، قراءتِ قرآن، اذکار اور جہاد۔ سوم وہ عبادت جو بدنی اور مالی دونوں طرح کی عبادت سے مرکب ہو جیسے حج [2] اور مبسوط میں مال کو وجوبِ حج کی شرطوں میں شمار کیا ہے پس (اس لحاظ سے) حج بدنی اور مالی عبادت سے مرکب نہیں ہوگا اھ اور یہ اقرب الی الصواب ہے اور اسی لئے مکہ کا رہنے والا شخص اگر عرفات تک پیدل چلنے پر قادر ہو تو اس کے حق میں حج فرض ہونے کیلئے مال کا ہونا شرط نہیں ہے اور فتاویٰ قاضی خاں میں ہے کہ نماز و روزہ کی طرح حج بھی بدنی عبادت ہے اھ [3] یعنی اس لئے کہ کوئی چیز اپنی شرط کے ساتھ مرکب نہیں ہوتی، اور اس کے جواب میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ کسی چیز کا اپنی شرط کے ساتھ مرکب نہ ہونا مرکباتِ حقیقیہ کے بارے میں ہے مرکباتِ اعتباریہ کے بارے میں یہ اصول نہیں ہے جیسا کہ حواشی مسکین میں ہے اور اَولیٰ وہ ہے جو درِ مختار کے حاشیہ میں ہے یعنی حج میں مال کا ہونا اعتبارِ قوی کے ساتھ معتبر ہے کیونکہ غالب یہی ہے کہ مال کے بغیر حج کی ادائیگی حاصل نہیں ہوتی پس یہ گویا کہ حج کا جزو ہے [4]

(۲) پہلی قسم کی عبادت یعنی جو محض مالی عبادت ہے اس میں مکلّف کی طرف سے قدرت اور عجز یعنی اختیار و اضطرار دونوں حالتوں میں نیابت جاری ہوسکتی ہے یعنی خواہ وہ خود اس کے ادا کرنے پر قادر ہو یا نہ ہو نائب کے ذریعے ادا کی جاسکتی ہے اگرچہ وہ نائب ذمی کافر ہو اس لئے کہ وکیل بنانے والے کی نیت کا اعتبار ہے اگرچہ وہ وکیل کو مال دینے کے وقت نیت کرے، وکیل کی نیت کا اعتبار نہیں ہے کیونکہ اصل (مکلّف) کی نیت کا ہونا شرط ہے اس کے نائب کی نیت کا ہونا شرط نہیں ہے خواہ وہ مؤکل اپنے وکیل کو مال ادا کرتے وقت نیت کرے یا جب وکیل فقرا کو مال دے اس وقت مؤکل نیت کرے یا ان دونوں صورتوں کے درمیانی عرصہ میں نیت کرے اسی طرح اگر زکوٰۃ کو اپنے مال سے جدا کرتے وقت وکیل کو دینے سے پہلے نیت کرلی یا وکیل نے فقیر کو وہ مال دیدیا اس کے بعد جبتک فقیر کے پاس وہ مال موجود ہے اور اس نے اس کو خرچ نہیں کیا کہ مؤکل (مکلّف) نے زکوٰۃ کی نیت کرلی تو ظاہر یہ ہے کہ جائز ہے جیسا کہ اگر کسی نے خود فقیر کو رقم دی اور ابھی وہ رقم فقیر کے پاس موجود ہے کہ اس نے اس رقم میں زکوٰۃ کی نیت کرلی تو جائز ہے پس سمجھ لیجئے۔ اور محض بدنی عبادت میں مطلقاً یعنی قدرت و عجز کسی حال میں بھی نیابت جاری نہیں ہوسکتی (چنانچہ حدیث میں ہے: لا یصوم احد عن احد ولا یصل احد عن احد اخرجہ النسائی عن ابن عباس رضی اللہ عنہما یعنی

[1] ش وارشاد و فتح و بحر ملتقطاً [2] بحر و ش و ع ملتقطاً [3] ش [4] منحہ۔

کوئی شخص کسی دوسرے شخص کی طرف سے نہ روزہ رکھے نہ نماز پڑھے ۔[1] اور جو عبادت بدنی اور مالی سے مرکب ہے اگر وہ واجب ہے جیسا کہ حج فرض یا حج منذور تو اس میں صرف عجز کی حالت میں نیابت جاری ہو سکتی ہے حالتِ قدرت میں جاری نہیں ہوگی پس خود قادر ہونے کی حالت میں نائب کے ذریعہ کرانا جائز نہیں ہے اور خود قادر نہ ہونے کی صورت میں نائب کے ذریعہ کرانا جائز ہے لیکن شرط یہ ہے وہ عجز و عذر اس کی موت تک قائم رہے اس لئے کہ حج تمام عمر میں ایک بار فرض ہے حتیٰ کہ اگر کسی غیر دائمی عجز کی وجہ سے کسی دوسرے شخص سے حج کرایا تو عذر دور ہونے کے بعد اس کا اعادہ یعنی خود ادا کرنا اس پر لازم ہوگا [2] اور جہاد بھی اسی قسم سے ہے یعنی مرکبہ عبادت ہے محض بدنی عبادت نہیں ہے جیسا کہ بعض نے خیال کیا ہے بلکہ جہاد حج سے بدرجہ اولیٰ مرکبہ عبادت ہے کیونکہ اس کے لئے آلاتِ حرب کا ہونا لازمی ہے اور حج کبھی مال کے بغیر بھی ادا ہو جاتا ہے جیسا کہ مکی کا حج اور اس کی تمام تحقیق شرح ابنِ کمال میں ہے [3] اور بدائع و بحر الرائق میں جہاد کو محض بدنی عبادات میں شمار کیا ہے شاید اس کی وجہ یہ ہے کہ جہاد فی نفسہٖ تو بدنی عبادت ہے اور نفیرِ عام پر ہر شخص پر واجب ہو جاتا ہے خواہ اس کے پاس آلاتِ حرب اور اس کے لئے مال موجود ہو یا نہ ہو البتہ جو شخص آلاتِ حرب یا مال بھی جہاد میں خرچ کرتا ہے اس کے حق میں یہ عبادت مرکبہ بن جاتی ہے جیسا کہ آگے آتا ہے (مؤلف) اور غنیہ میں اتقانی سے منقول ہے کہ جہاد میں نیابت ہرگز جائز نہیں ہے اس لئے کہ جب جنگ واقع ہو جائے تو ہر مسلمان پر جہاد فرض ہو جاتا ہے اس کے بعد جو شخص بھی جہاد میں عملی حصہ لیتا ہے وہ اسی کی طرف سے واقع ہوتا ہے کسی دوسرے کی طرف سے ادا نہیں ہو سکتا۔ اور اگر عبادتِ مرکبہ نفلی عبادت ہو جیسے نفلی حج اور نفلی عمرہ تو اس میں عجز و قدرت دونوں حالتوں میں نیابت جاری ہو سکتی ہے عجز یا کوئی اور چیز جو حج فرض اور عمرۂ اسلام میں شرط ہے نفلی حج و عمرہ میں شرط نہیں ہے البتہ نائب کا اہل ہونا یعنی مسلمان و عاقل اور سمجھ دار ہونا ضروری ہے اور اگر اس کو حج نفل کا امر کیا گیا ہو تو احرام میں مامور کی نیت کا ہونا بھی ضروری ہے اور اگر امر کے بغیر نفلی حج ادا کرے تو احرام میں اس کی طرف سے نیت کرنا ضروری نہیں ہے بلکہ حج ادا کرنے کے بعد اس کا ثواب اس شخص کو ہدیہ کر دے کیونکہ وہ حج بالاتفاق حج کرنے والے کی طرف سے ادا ہوگا وہ اس دوسرے شخص کی طرف سے حج کرنے والا نہیں ہے بلکہ اپنے حج کا ثواب اس کو ہدیہ کرنے والا ہے اور ثواب اس کو حج ادا کرنے کے بعد حاصل ہوگا پس احرام میں اس کی طرف سے حج ادا کرنے کی نیت کرنا باطل ہے کیونکہ اس دوسرے شخص کو ثواب اسی وقت حاصل ہوگا جب حج کرنے والا حج ادا کرنے کے بعد اس کا ثواب اس کو بخش دے گا جیسا کہ والدین کی طرف سے حج کرنے کے مسئلہ میں فقہا نے کہا ہے بلکہ امر کرنے کی صورت میں صحیح قول کی بنا پر اس کی طرف سے نیت کافی ہوگی پس اس صحیح قول کو حاکم نے ذکر کیا ہے کہ حج نفل آمر کی طرف سے واقع ہوگا اور دوسرا قول جس میں کہا گیا ہے کہ وہ حج بالاتفاق مامور کی طرف سے واقع ہوگا اور آمر کو مال خرچ کرنے کا ثواب ملے گا جبکہ مامور نے اس کا مال خرچ کیا ہو جیسا کہ آگے آتا ہے اس قول کی بنا پر بھی احرام میں آمر کی نیت کرنا کافی نہیں ہے بلکہ ادائیگی کے بعد اس کا ثواب بخشنا

---

[1] غایۃ الاوطار [2] ہدایہ و درو ش و بحر و غنیہ و بدائع ملتقطاً [3] ش

ضروری ہے جیسا کہ عبادتِ بدنیہ میں ہے اور اس کی مزید تفصیل شرائط کے آخر میں آئے گی انشاء اللہ العزیز واللہ اعلم بالصواب [1]

اور مسئلہ نیابت کی اصل یہ ہے کہ تکلیفاتِ شرعیہ (احکاماتِ شرعیہ) سے مقصود آزمائش کرنا اور مشقت میں ڈالنا ہے اور وہ بدنی عبادات میں اپنی روح و اعضائے بدن کو مخصوص افعال کے ساتھ مشقت میں ڈالنا ہے تاکہ روح کو صفائی اور قربِ الٰہی حاصل ہو اور چونکہ نائب کے فعل سے اپنے آپ پر مشقت ثابت نہیں ہوتی جب تک کہ خود نہ کرے اس لئے بدنی عبادت میں مطلقاً نیابت جائز نہیں ہوتی نہ حالتِ عجز میں اور نہ حالتِ قدرت میں، اور مالی عبادات میں چونکہ مال جو کہ نفس کو مرغوب ہوتا ہے فقیر کو دینے سے کم ہو جاتا ہے اور اس میں مالدار کی آزمائش اور محتاج کی حاجت پوری کرنا ہے اور یہ بات نائب کے ذریعے سے بھی حاصل ہو جاتی ہے اس لئے مالی عبادات میں نیابت ہر حال میں جائز ہے اور قیاس کا تقاضا یہ تھا کہ حج میں نیابت جاری نہ ہوتی کیونکہ حج بدنی اور مالی دو مشقتوں سے مرکب ہے اور بدنی عبادت میں نائب کافی نہیں ہوتا لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت و فضل سے ایسے عجز کی حالت میں جو موت تک قائم رہے صرف دوسری مشقت اٹھانے یعنی مال خرچ کرنے سے اس فرض (یعنی حج) کی ادائیگی اس کے ذمہ سے ساقط ہو جانے کی اجازت دیدی ہے اور وہ یہ کہ وہ حج کا خرچہ اس شخص کو دے جو اس کی طرف سے حج ادا کرے لیکن اگر وہ خود حج کرنے پر قادر ہے تو وہ معذور نہیں سمجھا جائے گا اور اس کی طرف سے نائب کے ادا کرنے سے ادا نہیں ہوگا کیونکہ اس حالت میں اس کا خود حج ادا نہ کرنا اور دوسرے سے کرانا اللہ تعالیٰ کے حکم پر اپنے نفس پر آسانی کرنے کو ترجیح دینا ہے اور اسلئے وہ شخص حج ساقط ہونے کی رعایت کی بجائے عذابِ الٰہی کا مستحق ہوگا [2] پس حج میں عجز کے وقت مال کی جہت سے نیابت جائز ہوئی اور قدرت کے وقت بدن کی جہت سے نیابت جائز نہ ہوئی [3] لیکن نفلی حج میں بدنی و مالی دونوں مشقتوں میں سے کوئی ایک بھی واجب نہیں ہے جب اس کو ان دونوں مشقتوں کا ترک کرنا جائز ہے تو اس کو اللہ تعالیٰ کا تقرب حاصل کرنے کے لئے ان دونوں میں سے کسی ایک کو برداشت کرنا جائز ہے یہی وجہ ہے کہ نفلی حج و نفلی عمرہ کسی دوسرے سے کرانا جائز و صحیح ہے خواہ وہ خود قادر ہو یا نہ ہو [4]

(۳) جاننا چاہئے کہ جس شخص پر حج فرض یا واجب ہو گیا یعنی حج اسلام اور قضا یا نذر کا حج . . . اور وہ خود بنفسہ اس کے ادا کرنے پر قادر تھا اس کو ادا کرنے کا وقت ملا لیکن ادا نہیں کیا بعد میں وہ خود اس کے ادا کرنے پر قادر نہیں رہا یہاں تک کہ موت کا وقت قریب آ گیا یا اس کا خوف لاحق ہو گیا تو اس پر کسی دوسرے شخص سے حج کرانا فرض ہے خواہ اپنی زندگی میں کرائے یا مرنے کے بعد حج کرانے کی وصیت کر جائے اس پر وصیت کرنا واجب ہے اور وصیت کرنا اس وقت واجب ہے جبکہ حج کی ادائیگی میں تاخیر کرے یعنی جس سال حج فرض ہوا اس سال حج کے لئے روانہ نہ ہو بلکہ دوسرے یا تیسرے سال جائے اور راستہ میں فوت ہو جائے یا بالکل روانہ ہی نہ ہو اور فوت ہو جائے لیکن اگر وہ حج فرض ہوتے ہی اسی سال حج کو جاتے ہوئے راستہ میں مر گیا تو اس کے اوپر سے حج ساقط ہو جائے گا اور اس پر حج کرانے کی وصیت کرنا واجب نہیں ہوگا اس لئے کہ اس نے واجب ہونے کے بعد حج کی

[1] غنیہ [2] بحر و فتح و ش و در [3] ش [4] غایۃ الاوطار [5] فتح و تمامہ فیہ

ادائیگی کے لئے روانہ ہونے میں تاخیر نہیں کی اور اس بارے میں اس سے کوئی کوتاہی سرزد نہیں ہوئی، تجنیس اور فتاویٰ سراجیہ میں اسی طرح ہے امام ابن الہمامؒ نے کہا ہے کہ یہ قید حسن ہے اس کو یاد رکھنا چاہئے اور اگر اس کو حج فرض ہونے کے بعد حج ادا کرنے کا وقت ہی نہیں ملا تو اس سے حج ساقط ہو جائے گا اور اس پر مرنے کے بعد اپنی طرف سے حج کرانے کی وصیت کرنا واجب نہیں ہوگا[۱] (اس کی تفصیل شرائط حج کے آخر میں بھی بیان ہو چکی ہے اس کو بھی دیکھ لیا جائے، مؤلف)

حج فرض میں نیابت کی شرائط

حج فرض و واجب یعنی حجۃ الاسلام و قضا و نذر کے حج میں نیابت جائز ہونے کے لئے بیس شرطیں ہیں اگر ان شرائط میں سے کسی ایک شرط کے بغیر کسی دوسرے سے حج کرایا جائے گا تو ادا نہ ہوگا اور وہ شرطیں یہ ہیں[۲]

شرط اول جو شخص کسی دوسرے سے اپنا حج کرائے اس پر حج فرض ہونا یعنی اس کے پاس حج کرانے کے لائق مال ہو اور وہ صحیح و تندرست بھی ہو پس اگر کوئی شخص صحیح و تندرست تو ہے لیکن فقیر ہے اس لئے حج فرض نہیں ہے اور اس نے اپنی طرف سے فرض حج ادا کرا دیا اس کے بعد وہ مالدار ہو گیا جس کی وجہ سے اب اس پر حج فرض ہو گیا تو اب اس کو دوبارہ حج کرانا فرض ہے کیونکہ پہلا کرایا ہوا حج اس حج کی بجائے جائز و کافی نہیں ہوگا جو بعد میں اس پر فرض ہوا ہے اس لئے کہ سابقہ نیت آئندہ واجب ہونے والی عبادت کے لئے کافی نہیں ہوتی بلکہ یہ پہلا کرایا ہوا حج بلا اختلاف نفلی ہوگا اور اگر وہ مالدار تو ہے لیکن صحیح و تندرست نہیں ہے اس لئے اس پر حج فرض نہیں ہوا اور اس نے اپنا فرض حج کسی دوسرے شخص سے کرا دیا اس کے بعد وہ تندرست ہو گیا تو اس کا وہ حج کرا دینا امام صاحب کے نزدیک جائز و کافی نہیں ہے اور صاحبین کے نزدیک جائز و کافی ہے جیسا کہ شروطِ حج میں بھی بیان ہو چکا ہے[۳] خلاصہ یہ ہے کہ اگر کسی پر حج فرض ہونے سے قبل کسی دوسرے شخص نے اس کی طرف سے حج ادا کر دیا تو وہ حج نفل ہوگا اس کے بعد جب بھی اس پر حج فرض ہوگا اس کو یہ فرض حج خود ادا کرنا ہوگا یا عجز کی صورت میں دوسرے سے کرانا ہوگا (مؤلف)۔

شرط دوم حج فرض ہونے کے بعد تنگدست ہو جانے یا کسی مرض کی وجہ سے خود حج کرنے سے عاجز ہو جانا اگر حج فرض ہونے کے بعد عاجز ہونے سے پہلے کسی دوسرے سے حج کرا دیا اور پھر عاجز ہوا تو وہ حج فرض ادا نہیں ہوا پھر کرانا واجب ہے[۴]

پس اگر تندرست آدمی نے خواہ وہ مالدار ہو یا فقیر کسی دوسرے سے حج کرایا تو یہ جائز نہیں ہے، یعنی اگر کوئی شخص خود حج ادا کرنے سے عاجز ہے اور وہ مالدار ہے تو اس کی طرف سے نیابت جائز ہے اور اگر تندرست ہونے کی وجہ سے خود حج ادا کرنے پر قادر ہے اور وہ مالدار ہے تو اس کی طرف سے کسی دوسرے کو حج ادا کرنا جائز نہیں ہے اس لئے کہ وہ بنفسہٖ حج ادا کرنے پر قادر ہے اور مالدار بھی ہے تو حج فرض کا تعلق اس کے بدن کے ساتھ ہے اس کے مال کے ساتھ نہیں ہے بلکہ مال وجوب کی

[۱] لباب و شرحہ و فتح [۲] غنیہ و شرح اللباب و ش [۳] غنیہ و لباب و شرحہ ملتقطاً [۴] زبدۃ۔

شرط ہے اور جب فرض عبادت کا تعلق بدن سے ہو تو اس میں نیابت جائز نہیں ہوتی جیسا کہ تمام بدنی عبادتوں کے لئے حکم ہے اور اسی طرح اگر وہ شخص فقیر اور تندرست ہے تب بھی کسی دوسرے کا اس کی طرف سے حج ادا کرنا جائز نہیں ہے اس لئے کہ مال وجوبِ حج کی شرائط میں سے ہے پس جب اس کے پاس مال ہی نہیں ہے تو اس پر حج اصلاً واجب ہی نہیں ہوا لہذا واجب ادا کرنے کے لئے اس کو اپنی طرف سے کسی دوسرے شخص کو نائب مقرر کرنا بیکار ہے یعنی اب اس کو نائب مقرر کرنا واجب نہیں ہے ۱ے اور صاحب سراج الوہاج نے کہا ہے کہ بعض فقہا نے جو یہ کہا ہے کہ "اگر کسی شخص نے کسی فقیر کی طرف سے حج ادا کیا اور اس کا فقر مرتے دم تک قائم رہا تو اس کی طرف سے یہ جائز نہیں ہوگا" اس سے مراد یہ ہے کہ پہلے وہ شخص مالدار تھا جس کی وجہ سے اس پر حج فرض ہوا پھر وہ فقیر ہو گیا، کیونکہ جو شخص ہمیشہ سے فقیر و تنگدست ہے تو اس پر حج فرض ہی نہیں ہوا انتہی اور یہ ایک قید لگانا ہے جیسا کہ پوشیدہ نہیں ہے ۲ے

شرطِ سوم (۱) عجز کا دائمی ہونا یعنی حج کرانے کے وقت سے موت کے وقت تک عاجز رہنا، اگر مرنے سے پہلے عذر جاتا رہا اور وہ خود ادا کرنے پر قادر ہو گیا تو دوسرے شخص سے کرایا ہوا حج فرض کی جگہ ادا نہیں ہوگا بلکہ خود ادا کرنا واجب ہوگا ۳ے (۲) جن چیزوں سے عجز ثابت ہوتا ہے یہ ہیں:- موت، قید، روکا جانا، ایسا مرض جس کے دور ہونے کی امید نہ ہو جیسے لُنجا پن اور بدن کا بے حس ہونا، فالج، اندھا ہونا، لنگڑا ہونا، اتنا بوڑھا ہونا کہ سواری پر بیٹھنے کی قدرت نہ ہو، عورت کے لئے محرم نہ ہونا، راستہ کا امن غالب طور پر نہ ہونا، ان تمام عذرات کا موت تک باقی رہنا عجز ثابت ہونے کے لئے شرط ہے ۴ے (۳) کتبِ متون میں دائمی عجز کو مطلق طور پر بیان کیا ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ خواہ وہ عذر ایسا ہو جس کے دور ہونے کی امید ہو یا ایسا ہو جس کے دور ہونے کی امید نہ ہو ہر حال میں اگر وہ عذر دُور ہو جائے تو دوسرے سے کرائے ہوئے حج کا اعادہ (یعنی دوبارہ خود کرنا) لازم ہے صاحب فتح القدیر نے اسی کو اختیار کیا ہے لیکن بحرالرائق میں کہا ہے کہ یہ صحیح نہیں ہے بلکہ صحیح یہ ہے کہ اس بارے میں تفصیل ہے وہ یہ کہ اگر وہ عذر ایسا ہے جس کے دور ہونے کی امید ہے جیسے قید و مرض و جنون اور اس نے کسی دوسرے سے حج کرایا تو یہ حج موقوف ہے پس اگر اس کا وہ عذر موت تک باقی رہا تو اس کا فرض ادا ہو گیا ورنہ نہیں (یعنی عذر دُور ہو جانے پر پھر خود کرنا لازم ہے ۵ے) اور اگر وہ عذر ایسا تھا کہ عادۃً جس کے دُور ہونے کی امید نہیں ہوتی جیسے لُنجا پن اور اندھا ہونا وغیرہ تو دوسرے سے کرائے ہوئے حج کے صحیح ہونے کے لئے ایسے عذر کا موت تک باقی رہنا شرط نہیں ہے پس اگر کسی لُنجے یا نابینا وغیرہ شخص نے کسی دوسرے شخص سے حج کرایا تو مطلق طور پر اس کے لئے جائز و کافی ہے اور اس کا فرض ادا ہو جائے گا خواہ وہ عذر موت تک قائم رہے یا پہلے زائل ہو جائے اس پر اس حج کا اعادہ مطلقاً واجب نہیں ہے۔ محیط و فتاویٰ قاضی خاں و مبسوط و معراج الدرایہ میں اس کی تصریح کی گئی ہے اھ اور نہرالرائق میں بھی اسی کو اختیار کیا ہے اور تنویرالابصار کے متن میں بھی اسی کا اتباع کیا ہے اور شرنبلالیہ میں اس کی تحقیق کی گئی ہے اور اُس نے کافی النسفی سے اس کی تصریح نقل کی ہے اور نابینا ہونے کا یہ حکم اسوقت ہے جبکہ آنکھیں بن نہیں سکتیں اگرچہ حج کرانے کے بعد قدرتی طور پر اس کی آنکھیں اچھی ہو جائیں ۶ے لیکن اگر وہ آنکھیں بن سکتی ہیں مثلاً موتیا بند وغیرہ ہے تو یہ عذر نہ ہوگا اور آنکھ بن جانے کے بعد اب اس کو خود اپنا حج فرض ادا کرنا واجب ہوگا ۷ے

۱ے بدائع و بحر و فتح و شرح اللباب ملتقطاً ۲ے شرح اللباب ۳ے بدائع و ع و لباب و شرحہ و غیرہا ۴ے لباب و شرحہ ۵ے زبدہ ۶ے بحر و ش و غنیہ ملتقطاً ۷ے زبدہ و معلم بتصرف۔

ـــــــ (۴) عذر خواہ آسمانی (قدرتی) ہو یا بندوں کے فعل سے ہو دونوں صورتوں میں یکساں حکم ہے [1] پس اگر کوئی شخص قید خانہ میں ہے اور اس نے کسی دوسرے شخص سے حج کرایا پس اگر وہ قید خانہ میں ہی مرگیا تو اس کا حج بدل جائز و کافی ہے اور اگر قید خانہ سے رہا ہوگیا تو وہ حج بدل جائز نہیں ہے [2] یعنی اس کا حج فرض ادا ہونے کے لئے کافی نہیں ہے، اب اس کو خود ادا کرنا واجب ہے اور وہ پہلا کرایا ہوا حج نفلی ہو جائے گا [3] اور اگر کسی دشمن کی وجہ سے جو اس کے اور مکہ مکرمہ کے درمیان ہے کسی دوسرے شخص سے حج کرایا اگر وہ دشمن اس شخص کے مرتے دم تک راستہ پر قائم رہا تو اس کا حج بدل جائز ہے اور اگر مرتے دم تک قائم نہیں رہا تو جائز نہیں ہے [4] ـــــــ (۵) اُن عذرات میں سے جن کے زائل ہونے کی امید ہوتی ہے ایک عذر عورت کے لئے محرم کا نہ ہونا ہے پس اگر کسی عورت کا محرم نہ ہو اور نہ ہی خاوند ہو وہ اس وقت تک حج کے لئے نہ نکلے جب تک بڑھاپا یا نابینا یا اپاہج ہونے وغیرہ کی وجہ سے حج کرنے سے عاجز نہ ہو جائے پس جب عاجز ہو جائے تب اپنی طرف سے حج کرانے کے لئے کسی شخص کو بھیجے اگر عاجز ہونے سے پہلے کسی سے حج کرایا تو جائز نہیں ہوگا کیونکہ اس سے پہلے تک محرم کے موجود ہونے کی توقع ہے اور اگر اس نے عاجز ہونے سے پہلے کسی دوسرے شخص کو بھیج کر حج کرایا اور محرم موجود نہ ہونے کا عذر اس کے مرتے دم تک قائم رہا تو اس کا وہ حج جائز ہے جیسا کہ اگر کسی مریض نے اپنی طرف سے حج کرایا اور پھر اُس کا مرض اس کے مرتے دم تک قائم رہا تو اس کا وہ حج جائز ہے [5] ـــــــ (۶) تجنیس و فتاویٰ قاضی خاں وغیرہ میں ہے کہ اگر کسی شخص نے نذر مانی اور کہا کہ میرے ذمہ اللہ تعالیٰ کے لئے تیس حج ہیں پھر اُس نے ایک ہی سال میں تیس آدمیوں کو بھیج کر حج کرا دیا اس کے بعد اگر وہ حج کا وقت آنے سے پہلے مرگیا تو یہ سب حج جائز ہو جائیں گے اس لئے کہ وہ حج کا وقت آنے تک خود حج ادا کرنے پر قادر نہ ہو سکا اور اگر حج کا وقت آگیا اور وہ خود حج ادا کرنے پر قادر ہے تو ان میں سے ایک حج باطل ہو جائے گا کیونکہ اب وہ ایک حج خود ادا کرنے پر قادر ہے پس اس سال میں کسی دوسرے سے حج کرانا صحیح ہونے کی شرط یعنی خود قادر نہ ہونا معدوم ہو گئی اور اسی طرح ہر سال حج کا وقت آنے پر ایک حج باطل ہو جائیگا یعنی اگر وہ دوسرے سال حج کا زمانہ آنے سے قبل مرگیا تو باقی انتیس [29] حج جائز ہو جائیں گے اور اگر وہ شخص حج کا زمانہ آنے کے بعد فوت ہوا اور وہ حج کے زمانہ میں خود حج ادا کرنے پر قادر ہے تو دوسرے سے کرایا ہوا ایک اور حج باطل ہو جائے گا اور اسی طرح تیسرے اور چوتھے سال میں اور آخر عدد تک جن سالوں میں وہ حج کے زمانہ تک زندہ رہا اور خود حج ادا کرنے پر قادر ہوا تو اُتنے سالوں کے دوسرے سے کرائے ہوئے حج باطل ہو جائیں گے [6] اور حج کے وقت سے مراد وقوفِ عرفہ کا وقت ہونا چاہیئے یعنی اگر وہ عرفہ کا دن (یعنی اس کا وقت) آنے سے قبل فوت ہو گیا تو وہ سب حج جائز ہو جائیں گے اور اگر عرفہ کے دن وہ زندہ ہے تو ایک حج باطل ہو جائے گا اور باقی حجوں کا حکم موقوف رہے گا [7] ـــــــ (۷) اور اسی طرح اگر کوئی شخص تندرست و مالدار ہے اور اس نے اپنی طرف سے کسی دوسرے شخص سے حج کرایا پھر وہ نائب کے حج ادا کرنے کے بعد (یعنی وقوفِ عرفہ کرلینے کے بعد مؤلف) صحت

---

[1] ش و بحر [2] بحر و غنیہ و مثلہ فی الفتح وغیرہ [3] لباب بزیادۃ [4] بحر و ش و غنیہ [5] فتح عن قاضی خاں و بحر و ش و شرح اللباب و غنیہ تصرفاً [6] فتح و بحر و غنیہ [7] بحر و غنیہ [8] بحر۔

زائل ہو جانے کی وجہ سے عاجز ہو گیا اور اس کا یہ عجز مرنے تک قائم رہا تو شرط نہ پائی جانے کی وجہ سے یہ حج اس کے فرض حج کی جگہ جائز و کافی نہیں ہوگا جبکہ وہ وقوفِ عرفہ کے وقت تندرست تھا بلکہ وہ آمر کا نفلی حج ہوگا لیکن اگر وہ نائب کے فارغ ہونے (یعنی وقوفِ عرفہ کرنے) سے پہلے عاجز ہو گیا اور وہ عجز مرتے دم تک باقی رہا تو وہ حج فرض اس کی طرف سے کافی ہے [۱] ——— (۸) حموی رحمہ اللہ نے کہا کہ اس سے معلوم ہوا کہ سلاطین و وزراء جو اپنی طرف سے کسی دوسرے شخص کو بھیج کر حج کراتے ہیں وہ درست نہیں ہے کیونکہ ان کا عجز ان کی موت تک قائم نہیں رہتا اھ یا یہ کہ وہ پیرے سے عاجز ہوتے ہی نہیں اور صحیح نہ ہونے سے مراد یہ ہے کہ اُن کا حج فرض ادا نہیں ہوتا بلکہ وہ حج نفل واقع ہوتا ہے لیکن شرح اللباب میں شمس الاسلام ؒ سے منقول ہے کہ سلطان اور اس کے وزرا محبوس کے حکم میں ہیں پس اُن کو اپنے اس مال سے جو حقوق العباد سے پاک ہو کسی دوسرے شخص کو بھیج کر حج کرانا واجب ہے اھ یعنی یہ حکم اس وقت ہے جبکہ ان کا عجز نذر کو ثابت ہو جائے اور ان کی موت تک قائم رہے [۲] ——— (۹) حج بدل کرانے والے کا عجز موت تک باقی رہنے کی شرط حج فرض کے لئے ہے نفلی حج کے لئے یہ شرط نہیں ہے [۳] پس نفلی حج میں قادر ہونے کی حالت میں بھی نیابت جائز ہے کیونکہ نفل کے بارے میں بہت گنجائش ہے [۴] اس لئے کہ نفلی حج کرانے سے مقصود ثواب حاصل کرنا ہے [۵]

شرطِ چہارم: (۱) جس کی طرف سے حج کیا جائے اس کی طرف سے امر کا پایا جانا، پس اس کے امر کے بغیر اس کی طرف سے کسی دوسرے شخص کا حج ادا کرنا جائز نہیں ہے یہ حکم اس وقت ہے جبکہ اُس نے اپنی طرف سے حج کرنے کی وصیت کی ہو پس اگر کسی شخص نے اپنی طرف سے حج کرنے کی وصیت کی پھر کسی اجنبی شخص یا وارث نے اس کی طرف سے تبرعاً حج کر دیا تو یہ جائز نہیں ہے یعنی یہ اصل (وصیت کرنے والے) کے حج کی بجائے کافی نہیں ہوگا بلکہ یہ حج اس نائب کا واقع ہوگا اور اس نائب کے لئے جائز ہے کہ وہ اس حج کا ایصالِ ثواب اصل یعنی وصیت کرنے والے کو کر دے (اور اس کی وضاحت آگے آتی ہے، مؤلف) اور یہ حکم اس لئے ہے کہ شریعت نے حج کی وصیت کرنے والے کی طرف سے حج کی ادائیگی کا جائز ہونا نیابت کے طریق پر جائز رکھا ہے اور نیابت امر سے ہی ثابت ہوتی ہے اس کے بغیر ثابت نہیں ہوتی ——— (۲) اور جس شخص پر حج فرض ہے اگر اس نے مرتے وقت حج کرانے کی وصیت نہیں کی اور کسی وارث یا ایسے شخص نے جو اہلِ تبرع میں سے ہے اس کے امر کے بغیر خود حج ادا کر دیا یا کسی دوسرے شخص کو بھیجکر کرا دیا تو انشاء اللہ تعالیٰ اس میت کا حج فرض ادا ہو جائے گا کیونکہ اس بارے میں نص وارد ہے اور اس صورت میں دلالتاً امر بھی پایا جاتا ہے [۶] کیونکہ وارث اپنے مورث کے مال میں اس کا خلیفہ (قائم مقام) ہوتا ہے (اور وارث اپنے مورث کے مال میں تصرف کرتا ہے) پس گویا کہ جو چیز میت پر واجب ہے اس کی ادائیگی کے لئے وارث اس کی طرف سے مامور ہے اور وارث کے علاوہ کسی دوسرے شخص کو ادا کرنا اس لئے جائز ہے کہ میت کی طرف سے اس کی ادائیگی کے لئے ہر ایک کو اجازت ہوتی ہے اور بدائع میں اس کے جواز کے لئے نص کو بھی علت قرار دیا ہے اور ظاہر یہ ہے کہ اس سے مراد حدیث خثعمیہ ہے

[۱] بحر و ش و غنیہ ملتقطاً و تصرفاً [۲] ش [۳] کنز و ع [۴] غ و شلبی فی البحر [۵] بحر [۶] بدائع و بحر و در و ش و ع و لباب و شرحہ ملتقطاً [۷] بحر۔

اور وہ حدیث اس طرح پر ہے کہ قبیلۂ خثعم کی ایک مہاجرہ عورت نے جس کا نام اسماء بنت عمیس (رضی اللہ عنہا) ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر حج فرض فرمایا ہے اور میرا باپ بہت بوڑھا ہے سواری پر ٹھہر نہیں سکتا، کیا میں اس کی طرف سے حج ادا کردوں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں، متفق علیہ۔ اس روایت میں اس عورت کے ادا کرنے سے اس شخص کی طرف سے حج ادا ہونے کو مطلق طور پر بیان فرمایا ہے اسی طرح ایک اور روایت میں ایک شخص کو ارشاد فرمایا کہ تو اپنے باپ کی طرف سے حج اور عمرہ ادا کر، اس کو ابوداؤد و نسائی اور ترمذی نے روایت کیا ہے اور اس کو صحیح کہا ہے [۱] پس حج میں نیابت جائز ہونے کی ایک شرط عاجز شخص کا دوسرے شخص کو اپنی طرف سے حج کرنے کا صریحاً امر کرنا ہے جبکہ وہ شخص زندہ ہو (پس اگر زندہ کی طرف سے اس کے امر کے بغیر حج کرا دے گا تو زندہ کا فرض ساقط نہیں ہوگا، زبدہ) اور اگر مر گیا ہو اور اپنی طرف سے حج کرانے کی وصیت کر گیا ہو اور وہ صاحبِ مال ہو تو وصی یا وارث کا امر کرنا شرط ہے (پس اگر کوئی وصیت کر کے مرا تو وصی یا وارث کے امر کے بغیر اس میت کا حج ادا نہیں ہوگا [۲]) یا امر کا امر کرنا دلالۃً پایا جائے، دلالۃً کی صورت یہ ہے کہ کوئی شخص مر گیا اس پر حج فرض تھا، اس نے اس کی ادائیگی کے لئے کوئی وصیت نہیں کی یا اس نے وصیت کی لیکن کوئی مال نہیں چھوڑا اب اگر وارث یا اجنبی شخص اس کی طرف سے تبرعاً حج کردے یا کسی دوسرے شخص سے کرا دے تو امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا کہ انشاء اللہ تعالیٰ اس میت کا حج فرض ادا ہو جائے گا کیونکہ دلالۃً امر پایا جاتا ہے اس لئے کہ میت کی طرف سے اس کے لئے ہر شخص کو اجازت ہوتی ہے بخلاف دو صورتوں کے اول جبکہ وہ زندہ ہو خواہ حج کے لئے امر کرے یا نہ کرے یا اس صورت کے جبکہ وہ مر گیا ہو اور اس نے حج کرنے کے لئے وصیت کی ہو اور مال چھوڑا ہو کہ ان دونوں صورتوں میں اگر وارث یا اجنبی شخص نے تبرعاً اس کی طرف سے حج ادا کر دیا تو جائز نہیں ہے اور وہ اکثر مشائخ کے نزدیک حج کرنے والے کا نفلی حج ہوگا اور بہت سے محققین کے نزدیک مختار یہ ہے کہ اس سے حج کرنے والے کا حج فرض ادا ہو جائے گا جیسا کہ آگے آتا ہے [۳] اور شرنبلالیہ میں کہا ہے کہ میں کہتا ہوں یعنی وہ میت کے فرض حج کی جگہ جائز نہیں ہوگا البتہ اس حج کا ثواب اس کے لئے جائز ہوگا اور رد المحتار (شامی) میں ہے لیکن عنقریب آگے بیان آتا ہے جو اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ میت کو ثواب اس وقت ملتا ہے جبکہ حاجی حج ادا کرنے کے بعد اس کا ثواب میت کو بخش دے اھ [۴]

شرط پنجم

(۱) سفر حج کے مصارف میں حج کرانے والے کا مال خرچ ہونا جبکہ حج کرانے والے نے حج کرانے کا امر صریحاً کیا ہو پس اگر حج کرنے والے نے تبرعاً اپنے مال سے خرچ کر کے اس کی طرف سے حج کیا تو خود اس کا حج ہوگا حج کرانے والے کا ادا نہ ہوگا حتیٰ کہ دوبارہ اس کے مال میں سے خرچ کر کے حج ادا کرے اور اسی طرح اگر اس نے وصیت کی کہ اس کے مال میں سے اس کا حج کرایا جائے اور مر گیا پھر اس کے وارث نے تبرعاً اپنے مال میں سے خرچ کر کے اس کی طرف سے حج کیا تب بھی حج کرانے والے کا حج ادا نہ ہوگا کیونکہ اس پر جو حج فرض ہوا ہے وہ اس کے مال سے تعلق رکھتا ہے پس جب اس کے مال سے حج نہیں کیا گیا تو

[۱] فتح وغیرہ [۲] زبدہ [۳] غنیہ [۴] غنیہ و ش۔

اس کا فرض ساقط نہیں ہوا اور اس لئے بھی کہ امام محمدؒ کا مذہب یہ ہے کہ حج فی نفسہٖ حج کرنے والے کی ۔۔۔ اور جس کی طرف سے حج کیا جاتا ہے اس کو نفقہ (خرچ) کا ثواب ملتا ہے پس جب اُس نے مال خرچ ہی نہیں کیا تو اس کے لئے اصلاً کوئی چیز نہیں ہے [1] ——— (۲) آمر کا مال خرچ کرنے میں اکثر نفقہ کا آمر کے مال سے خرچ ہونا شرط ہے اور قیاس کا مقتضیٰ یہ ہے کہ کل مال آمر ہی کا خرچ ہو لیکن اس کے لازم کرنے میں حرج ہے کیونکہ انسان دن رات ہر وقت مال ساتھ نہیں رکھتا اور کبھی اس کو اچانک پانی یا روٹی کے ٹکڑے وغیرہ استعمالی اشیاء کی ضرورت لاحق ہو جاتی ہے اس لئے فقہا نے استحساناً قلیل مقدار کو ساقط الاعتبار قرار دیدیا اور اکثر نفقہ کا اعتبار کیا کیونکہ اکثر کل کے حکم میں ہوتا ہے [2] پس اگر آمر کی طرف سے حج کرنے والے نے اکثر نفقہ آمر کے مال میں سے خرچ کیا اور تھوڑا حصہ اپنے مال میں سے خرچ کیا تو آمر کا حج جائز ہے اور اس کے لئے جائز ہے کہ جو تھوڑا حصہ اپنے مال میں سے خرچ کیا ہے وہ آمر کے مال میں سے لے لے یا تبرع کر دے، اور اگر کل نفقہ یا اکثر حصہ اپنے مال میں سے خرچ کیا اور جو مال آمر نے اس کو خرچ کے لئے دیا تھا وہ مصارفِ حج کے لئے کافی ہے تو وہ استحساناً آمر کے مال میں سے وصول کر لے اور آمر کا حج جائز ہو جائے گا کیونکہ مامور کبھی اچانک ضرورت پیش آجانے پر آمر کا مال موجود نہ ہونے کی وجہ سے اپنے مال میں سے خرچ کرنے پر مجبور ہوتا ہے اس لئے یہ جائز ہے جیسا کہ کسی یتیم کا وصی اور کسی مؤکل کا وکیل یتیم اور مؤکل کے لئے کوئی چیز خریدتا ہے اور اپنے مال میں سے اس کی قیمت ادا کر دیتا ہے اور پھر یتیم اور مؤکل کے مال میں سے وصول کر لیتا ہے تو یہ جائز ہے [3] اور قیاس یہ ہے کہ وہ آمر کے مال سے وصول نہیں کر سکتا [4] - اس سے معلوم ہوا کہ نفقہ آمر کے مال سے ہونے کی شرط تبرع سے بچنے کے لئے ہے مطلق طور پر یہ شرط نہیں ہے [5] (یعنی یہ شرط اس لئے نہیں کہ مامور کسی بھی حالت میں اپنا مال خرچ نہیں کر سکتا بلکہ اس لئے ہے کہ امر کی صورت میں تبرعاً حج کرنے سے آمر کا حج ادا نہیں ہوگا مؤلف) اور اگر مامور کو دیا ہوا مال اس قدر نہ ہو کہ کل نفقہ کے لئے کافی ہو سکے تو اکثر کا اعتبار ہوگا پس اگر اکثر نفقہ میت کے مال میں سے خرچ ہوا ہوگا تو جائز ہوگا اور آمر کا حج ادا ہو جائے گا ورنہ نہیں، یہ استحسان ہے اور قیاس کی رو سے جائز نہیں ہوگا [6]

(۳) اگر آمر نے مامور کو کچھ بھی مال نہیں دیا اور اس کو حج کا امر کیا اور مامور نے اپنا مال خرچ کر کے حج ادا کر دیا تو وہ میت کے مال سے وصول کر لے اور وہ حج آمر کی طرف سے جائز و کافی ہوگا اس لئے کہ جب اس نے حج کا امر کیا تو یقیناً اس نے اس بات کا بھی امر کیا ہے کہ اس کے مال میں سے خرچ کیا جائے اور اگر اس نے آمر کے مال سے خرچ وصول نہ کیا اور آمر کے ساتھ تبرع (احسان) کیا تو شرط نہ پائی جانے کی وجہ سے آمر کا حج ادا نہیں ہوگا [7]

(۴) خانیہ میں کہا ہے کہ اگر مامور بالحج نے میت کا مال نفقہ اپنے مال کے ساتھ ملا لیا تو کتاب الاصل میں کہا ہے کہ وہ اس نفقۂ مخلوطہ کا ضامن ہوگا پس اگر اس نے آمر کی طرف سے حج کیا اور اپنے مال میں سے خرچ کیا تو اس کا حج آمر کی طرف سے

[1] بدائع ولباب وشرحہ وبحر وغنیہ ملتقطاً [2] فتح وشرح اللباب [3] فتح وبحر وش ولباب وشرحہ وع وغنیہ ملتقطاً [4] ع [5] بحر وش وغنیہ [6] لباب وع وغیرہا ملتقطاً [7] غنیہ۔

جائز ہے اور وہ بالاتفاق ضمان سے بری ہو جائے گا اور اس کا معاملہ وارثوں کے بری کرنے پر موقوف نہیں ہو گا [1] یعنی جب اُس نے آمر کا نفقہ اپنے مال کے ساتھ ملا لیا اور حج کیا اور حج کے سفر میں آمر کا دیا ہوا کل مال یا اس کا اکثر حصہ خرچ کیا تو آمر کا حج جائز ہو گا اور فقہا کا یہ قول کہ وہ ضمان سے بری ہو گا اس کا مطلب یہ ہے کہ اپنے آمر کا مال اپنے مال کے ساتھ ملانے کی وجہ سے جو ضمان لازم ہوا تھا اب وہ اس سے بری ہو جائے گا اور یہ حکم اس وقت ہے جبکہ آمر کی اجازت کے بغیر ملایا ہو بلکہ ساتھانی نے ذخیرہ سے نقل کیا ہے کہ حاجی کے لئے اپنے ساتھیوں کا مال اپنے مال میں ملا لینا جائز ہے خواہ اس کو اس کا امر و اجازت حاصل ہو یا نہ ہو کیونکہ عرف اسی طرح جاری ہے [2] جیسا کہ فقہانے اس کو فصلِ نفقہ میں ذکر کیا ہے [3]

(۶) اور اگر کسی نے اپنے مال سے آمر کی طرف سے حج کیا اور یہ نیت کی کہ آمر کے مال سے وصول نہیں کرے گا تو یہ حج آمر کی طرف سے جائز ہے جیسا کہ اگر میت کا قرض وارث اپنے مال سے ادا کر دے تو جائز ہے (اور اس کو مالِ متروکہ سے وصول کر لینا جائز ہے بلکہ قرض ادا کرنا عدم رجوع کی نیت سے بھی جائز ہے۔ کیونکہ قرض ادا کرنا بلا امر بھی جائز ہے [4] بخلاف حج کے) اس سے یہ نتیجہ نکلا کہ اگر مامور نے اپنے مال سے آمر کی طرف سے حج کیا اور یہ نیت کی کہ آمر کے مال سے وصول کرے گا تو بدرجۂ اولیٰ جائز ہے اور خانیہ میں ان دونوں مسئلوں کی وضاحت کی گئی ہے [5] جیسا کہ اس میں کہا ہے کہ جب کسی شخص نے وصیت کی کہ اس کی طرف سے حج کیا جائے پس وارث نے کسی آدمی کو بھیجکر اپنے مال سے حج کرا دیا تاکہ میت کے مال سے وصول کر لے تو یہ حج آمر کی طرف سے جائز ہے اور وارث کے لئے جائز ہے کہ وہ میت کے مال سے خرچہ وصول کرے جیسا کہ زکوٰۃ اور کفارہ کے لئے بھی یہی حکم ہے۔ اور اگر کسی اجنبی شخص نے اپنے مال سے آمر کی طرف سے حج کرایا تو وہ آمر کے مال سے وصول نہیں کر سکتا، اور اگر کسی نے وصیت کی کہ میری طرف سے حج کیا جائے پس وارث نے اپنے مال سے حج کرایا اور یہ نیت کی کہ میت کے مال سے وصول نہیں کرے گا تو یہ حج میت کے فرض حج کی جگہ جائز ہو جائے گا اھ [6]۔ اور شرح اللباب میں خانیہ کی یہ عبارت نقل کرنے کے بعد کہا ہے "پوشیدہ نہیں ہے کہ یہ قابلِ غور ہے" [7] یعنی جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے کہ جب کسی دوسرے شخص کی طرف سے اس کی وصیت سے حج کیا جائے تو جس کی طرف سے حج کیا جائے اس کا حج جائز ہونے کے لئے اس کا مال خرچ ہونا شرط ہے اور یہ شرط تبرع سے بچنے کے لئے ہے جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے پس جو حج وارث نے اپنا مال خرچ کر کے کرایا ہو اور نیت یہ ہو کہ وہ آمر کے مال سے وصول نہیں کرے گا، فتاویٰ خانیہ وغیرہ میں اس حج کو آمر کی طرف سے جائز قرار دینا اس شرط کے خلاف ہے اور اسی لئے اگر وارث اس نیت سے اپنا مال خرچ کر کے آمر کا حج خود کرے کہ آمر کے مال سے وصول نہیں کرے گا تو یہ حج آمر کی طرف سے ہرگز جائز نہیں ہے اور ان دونوں صورتوں میں (یعنی وارث خود حج کرے یا دوسرے سے کرائے) کوئی فرق ظاہر نہیں ہوتا کیونکہ آپ کو معلوم ہے کہ بوصیت کرنے سے میت کا مقصود اپنے مال سے خرچ کر کے ثواب حاصل کرنا ہے اور وہ اس وقت حاصل ہو گا جبکہ وارث اپنے مال سے اس نیت سے خود حج کرے یا کسی دوسرے سے کرائے کہ وہ میت کے

---

[1] لباب و شرحہ و ش و غنیہ [2] ش و غنیہ [3] غنیہ [4] غایۃ الاوطار تصرفاً [5] در و ش [6] شرح اللباب و ش و غنیہ۔
[7] شرح اللباب و ش۔

مال سے وصول کرے گا نہ کہ اس صورت میں جبکہ میت کے مال سے وصول نہ کرنے کی نیت سے اپنے مال سے حج کرے یا کرائے اور یہ اشکال جو خانیہ پر وارد کیا گیا ہے شرنبلالیہ میں بھی مذکور ہے حالانکہ ان دونوں صورتوں میں یہ فرق ہے کہ جب وارث کسی دوسرے شخص سے حج کرائے تو خرچہ کی رقم دینے کے بارے میں وارث میت کے قائم مقام ہوتا ہے تو اس صورت میں مامور نے گویا کہ میت کا مال خرچ کیا ہے اس کے برخلاف اگر وارث خود حج کرے تو اس صورت میں اس کی طرف سے کسی دوسرے کو مال دینا نہیں پایا گیا بلکہ صرف افعالِ حج کا ادا کرنا پایا گیا اس لئے اس صورت میں جب تک وہ میت کے مال سے وصول کر لینے کی نیت نہ کرے میت کی طرف سے حج ادا نہیں ہوگا کیونکہ اس کو پہلے اپنا حج ادا کرنے کے لئے بھی تو خرچ کی ضرورت ہوتی ہے پس آپ سمجھ لیجئے [1] اور سید احمد رحمہ اللہ نے کہا ہے " یہ جو کہا گیا ہے کہ اگر آمر کی طرف سے وارث اپنے خرچ پر دوسرے شخص سے حج کرائے تو جائز ہے اور اگر اپنے مال سے خود حج کرے اور میت کے مال سے خرچہ وصول نہ کرنے کی نیت کرے تو جائز نہیں ہے لہذا ان دونوں صورتوں میں فرق اس طرح کیا جائے گا کہ پہلی صورت میں آمر کو اس کے مال کا ثواب مل جائے گا اگرچہ وارث نے اپنی طرف سے وہ خرچہ ادا کیا ہے بخلاف دوسری صورت کے کہ اس صورت میں وارث نے مال کسی دوسرے شخص کو ادا نہیں کیا بلکہ وہ خود صرف اعمالِ حج بجا لایا ہے اھ۔ اور علامہ جاب رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ شارح لباب کا یہ کہنا کہ " پوشیدہ نہیں ہے کہ یہ قابلِ غور ہے " شاید اس کی وجہ یہ ہے کہ لباب المناسک میں کہا ہے اگر اجنبی شخص نے آمر کی طرف سے حج کیا اور یہ نیت کی کہ میت کے مال سے وصول نہیں کرے گا اس کا مقتضیٰ یہ ہے کہ عدم وصولی کی نیت کے باوجود وہ حج میت کی طرف سے جائز ہو جائے گا حالانکہ حکم اس طرح نہیں ہے واللہ اعلم اھ بحروفہ فافہم اللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم [2]

(۶) اور اگر کسی نے وصیت کی کہ اس کے مال میں سے ایک ہزار روپے سے اس کی طرف سے حج کیا جائے اور وصی نے اپنے مال سے اس کی طرف سے حج کرا دیا تاکہ میت کے مال سے وصول کر لے تو یہ اس کے لئے جائز نہیں ہے کیونکہ یہ وصیت باللفظ ہے پس اس میں وصیت کرنے والے کے لفظ کا اعتبار ہوگا اور میت نے وصیت میں مال کی اضافت اپنی طرف کی ہے پس اس کو تبدیل نہیں کیا جائے گا [3] اور اسی بنا پر میت نے جب مال کو اپنی طرف منسوب کیا تو اب مامور کے لئے بھی یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اس کو اپنے مال سے تبدیل کرے جیسا کہ وصی کے لئے یہ جائز نہیں ہے لیکن ان دونوں میں اس طرح فرق کر سکتے ہیں کہ مامور اپنے مال سے خرچ کرنے پر مجبور ہوتا ہے جیسا کہ اوپر بیان ہوا پس غور کر لیجئے [4]

(۷) اور اگر کسی نے وصیت کی کہ اس کے مال میں سے ایک ہزار درہم سے اس کی طرف سے حج کیا جائے اور وہ نقدی حج کے مقام میں مروج نہیں ہے تو وصی کو جائز ہے کہ اس نقدی کو مروجہ نقدی کے ساتھ تبدیل کر لے اور اگر چاہے تو اس قیمت کی اشرفیاں (دینار) مامور کو دیدے [5]

(۸) اور اگر مامور نے میت کے مال سے اپنے مال میں ملائے بغیر تجارت کی اور اس میں نفع کمایا پھر نفقہ مثل سے میت کی طرف سے حج کیا تو امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے کہا کہ اس کا حج جائز ہے اور وہ زائد رقم وارثوں کو واپس دیدے امام ابو یوسف رحمہ اللہ کا بھی

[1] ش وارشاد [2] ارشاد من تعلیق الشیخ عبدالغنی ج [3] بحر وش وغنیہ [4] ش وغنیہ [5] غنیہ عن ضیاء الابصار۔

یہی قول ہے اور امام محمد رحمہ اللہ نے کہا وہ میت کے لئے تمام مال کا ضامن (ذمہ دار) ہوگا اور حج اس کا اپنا ہوگا، یہ منسک الفارسی میں ہے اور مجتبیٰ میں ہے کہ اگر مامور نے اس رقم سے اپنے لئے تجارت کی غرض سے کچھ سامان خریدا اور نفقۂ مثل سے میت کی طرف سے حج کیا تو وہ میت کا نفقہ واپس کرے اور اس کا حج اپنی طرف سے ہوگا اس کو منتقی میں ذکر کیا ہے اور اس میں اشارہ ہے کہ اپنے لئے تجارت کی غرض سے اس رقم سے سامان خریدنے اور تبرعاً میت کے مال میں نفع بڑھانے کے لئے سامان خریدنے میں فرق ہے لیکن ہشام رحمہ اللہ نے امام ابو یوسف رحمہ اللہ سے روایت کی ہے کہ وہ اس نفع کو خیرات کر دے اور امام ابو حنیفہؒ کے قول کے مطابق اس کا حج میت کی طرف سے جائز و کافی ہو جائے گا اور یہی اصح ہے جیسا کہ اگر وہ آمر کی رقم کو اپنے دراہم کے ساتھ ملا لے یہاں تک کہ وہ اس رقم کا ضامن ہو جائے گا پھر وہ نفقۂ مثل سے میت کی طرف سے حج کرے تو جائز ہے پس نفع کے قول میں بھی یہی صورت ہے[1]

(۹) اور مناسک کرمانی میں ہے کہ فقیہ ابو اللیثؒ نے اپنے فتاوی میں ذکر کیا ہے کہ نوازل میں ہے بعض لوگوں نے ایک شخص کے بارے میں سوال کیا جس نے میت کی طرف سے حج کرنے کے لئے دراہم لئے اور حج کے سفر پر روانہ ہونے سے قبل ان دراہم میں سے تھوڑا یا زیادہ حصہ خرچ کر دیا (جواب دیا کہ) وہ اس مال کا ضامن ہو گیا پس اگر اس نے حج کیا تو وہ اس شخص کا اپنا حج ہوگا اور میت کا حج اپنے حال پر باقی رہے گا[2]

(۱۰) اور اگر کچھ نفقہ پیچھے چھوڑ دیا اور باقی نفقہ سے میت کی طرف سے حج کیا تو جائز ہے اور وہ اس چھوڑے ہوئے نفقہ کا ضامن ہوگا[3]

(۱۱) اور خانیہ میں ہے اگر میت کے نفقہ کی رقم مکہ مکرمہ میں یا اس کے قریب ضائع ہو گئی اور کچھ باقی نہ رہا پھر مامور نے اپنے مال میں سے خرچ کیا تو اس کے لئے جائز ہے کہ وہ میت کے مال سے وصول کر لے اگرچہ اس نے اس کی اجازت کے بغیر ایسا کیا ہو کیونکہ جب میت نے اس کو حج کا امر کیا تو بالضرور اس نے اس بات کا بھی امر کیا ہے کہ اس کے مال میں سے خرچ کیا جائے[4]

(۱۲) اور مامور نے مستعمل راستہ کی بجائے دوسرے دور والے راستہ سے سفر کیا اگر وہ راستہ ایسا ہے جس سے لوگ آتے جاتے ہیں تو آمر کے مال سے خرچ کرے ورنہ اپنے مال سے خرچ کرے[5]

شرطِ ششم

(۱) صحیح قول کی بنا پر حج بدل کیلئے ایک شرط یہ ہے کہ اجرت پر حج نہ کرایا جائے[ع] کیونکہ حج اور دیگر عبادات پر اجرت لینا جائز نہیں ہے اور کتب متون میں قرآن مجید کی تعلیم کو اس حکم سے مستثنیٰ قرار دیا ہے اور صدر الشریعۃؒ نے فقہ کی تعلیم کو بھی مستثنیٰ قرار دیا ہے، مجمع اور مختار میں ان مستثنیات میں امامت کو زیادہ کیا ہے اور بعض نے اذان کو بھی ان میں شامل کیا ہے اور تنویر الابصار کے متن میں ان چاروں کو جمع کر دیا ہے۔ علامہ شرنبلالیؒ نے اپنے رسالہ بلوغ الارب میں صراحت کی ہے کہ ہمارے مشائخ میں کسی نے بھی حج پر اجرت لینے کے جواز کا ذکر نہیں کیا[6]

(۲) پس اگر کسی عاجز شخص نے کسی آدمی سے کہا کہ میں تجھ کو اجرت پر مقرر کرتا ہوں کہ تو میری طرف سے حج کر دے . . .

---

[1] لباب وشرح صد وغنیہ بزیادۃ عن بحر [2] شرح اللباب [3] غنیہ [4] غنیہ وفتح ومنحہ [5] فتح [6] منحہ ۔ [ع] لباب وشرح صد ودر وغیرہا

تو ہمارے فقہاء کے نزدیک اس کو اجرت پر مقرر کرنا بالاجماع جائز نہیں ہے اور امام ابوحنیفہؒ سے کتاب الاصل کی روایت کے مطابق اس کا حج اس شخص کی طرف سے جائز ہے جس کی طرف سے اس نے حج کیا ہے یہی مذہب ہے اور یہی ظاہر الروایت ہے اور حج کرنے والے شخص کو نفقۂ مثل دیا جائے گا اس لئے کہ جب اجارہ باطل ہو گیا تو صرف حج ادا کرنے کا امر باقی رہ گیا پس اس کے لئے نفقۂ مثل یعنی آمد و رفت . . . . . . کا خرچہ ملے گا اور وہ اس نفقہ کا عوض (بدلہ) کے طریق پر مستحق نہیں ہوگا بلکہ کفایت (کافی ہو جانے) کے طریق پر ہوگا اس لئے کہ اس نے اپنے آپ کو اس کام کے لئے فارغ کر دیا ہے جس سے یہ مستاجر (آمر) منتفع ہو رہا ہے اور لباب المناسک و در مختار میں جو مذکور ہے کہ اس کا حج اجرت پر حج کرانے والے کی طرف سے جائز نہیں ہے یہ ظاہر الروایت کے خلاف ہے پس اس کا حج اجرت پر حج کرانے والے کی طرف سے فرض کی جگہ ادا ہو جائے گا اور اجرت پر حج کرنے والے کو اجرت کی بجائے نفقۂ مثل (یعنی اوسط خرچ کے مطابق) ملے گا اور جو اجرت میں دی ہوئی رقم نفقۂ مثل سے زائد ہوگی وہ اس کے وارثوں کو لوٹائی جائے گی لیکن اگر ورثہ تبرع (صدقہ) کرنے کے اہل ہوں اور وہ اس زائد کو اس شخص کو تبرع (صدقہ) کر دیں تو اس کیلئے جائز ہے یا مرنے والے نے وصیت کی ہو کہ زائد رقم حج کرنے والے کے لئے ہے تب بھی جائز ہے خواہ میت نے حج کرنے کے لئے کسی شخص کو معین کیا ہو یا نہ کیا ہو اور ہمارے (بعض) مشائخ نے کہا ہے کہ اگر میت نے اپنی طرف سے حج کرانے کے لئے کسی شخص کو معین نہیں کیا تو یہ وصیت جائز نہیں ہے اس لئے کہ جس کے لئے وصیت کی گئی ہے وہ مجہول (نامعلوم) ہے لیکن پہلا قول اصح ہے اس لئے کہ جس کے لئے وصیت کی گئی ہے وہ حج کرنے سے معلوم و متعین ہو جائے گا اور ذخیرہ میں کتاب الاصل سے دوسرے قول پر جزم (اعتماد) روایت کیا گیا ہے اور بہت سے متاخرین نے اس بارے میں اس کا اتباع کیا ہے [1] ———— (۳) اور اگر مرنے والے نے یہ کہا کہ میں تجھ کو امر کرتا ہوں کہ تو میری طرف سے حج کر اور اجارہ کا ذکر نہیں کیا تو جائز ہے [2] یعنی جب عاجز شخص کسی کو حج کرنے کا امر کرے تو اس کی صورت یہ ہے کہ اجارہ کا ذکر کئے بغیر یوں کہے کہ تجھ کو امر کرتا ہوں کہ تو میری طرف سے حج کر [3] ———— (۴) اگر کسی قیدی نے کسی شخص کو اجرت پر مقرر کیا کہ وہ اس کی طرف سے فرض حج ادا کرے، اگر وہ قیدی قید خانہ سے رہا نہیں ہوا بلکہ قید خانہ میں ہی مر گیا تو اس کا حج اس قیدی کی طرف سے جائز ہو جائے گا اور اجرت پر حج کرنے والے کو (اجرت کی بجائے) نفقۂ مثل ملے گا [4]۔

شرطِ ہفتم (۱) اپنے وطن سے سواری پر حج کرنا جبکہ تہائی مال میں اس کی گنجائش ہو اور یہ حکم اس وقت ہے جبکہ میت نے اس کو حج کرنے کا امر کیا ہو اور سواری پر حج کرنے کا ذکر نہ کیا ہو، پس اگر پیدل حج کیا تو آمر کا حج ادا نہ ہوگا اور مامور اس رقم کا ضامن ہوگا اور وہ اس کی طرف سے سوار ہو کر حج کرے کیونکہ اس پر فرض حج کا سوار ہو کر ادا کرنا فرض ہوا ہے اس لئے مطلق حج کا امر سوار ہو کر ادا کرنے کی طرف لوٹایا جائے گا پس جب اس نے پیدل حج کیا تو اس نے اس حکم کی مخالفت کی لہٰذا وہ اس رقم کا ضامن ہوگا [5] اور خانیہ میں ہے کہ حج کے لئے امر کرنا متعارف طریقہ کی طرف لوٹایا جائے گا اور متعارف طریقہ سفر خرچ اور سواری کے ساتھ حج کرنا ہے پس اگر اس نے پیدل حج کیا تو اس کی مخالفت کی لہٰذا وہ اس رقم کا ضامن ہوگا اور اس کا حج اپنی طرف سے

---

[1] در و ش و لباب و شرحہ و فتح و بحر و غنیہ ملتقطاً [2] لباب [3] غنیہ و ش [4] فتح و شرح اللباب و ش و منحہ [5] بدائع و بحر و غنیہ ملتقطاً۔

کسی شخص کو اجرت پر مقرر کرنا جائز ہے اس طرح جس کی طرف سے حج کیا جائیگا اس کا حج فرض ادا ہو جائیگا اور انھوں نے کہا کہ امام ابوحنیفہ سے اصل کی روایت ہے اور بحر العمیق میں یہ زیادہ کیا ہے کہ یہ صحیح ہے۔
(تقریر الرافعی ص ۱۷۱ و ۱۷۲ جلد ۱)

ادا ہوگا اھ [1] اور فتح القدیر میں کہا ہے کہ اگر حج کے لئے مطلق طور پر وصیت کی تو اس کے وطن سے ہونے اور سواری پر ہونے کا تعین لازم ہے اھ [2] اور بدائع میں منصوص ہے کہ اگر کسی شخص نے کسی کو اپنی طرف سے حج کرنے کا امر کیا اور اس نے پیدل حج کیا تو وہ نفقہ کا ضامن ہوگا اس لئے کہ اس نے خلافِ امر کیا ہے کیونکہ حج کے لئے امر کرنا اس طریقہ کی طرف لوٹایا جائے گا جو شرع میں متعارف و مشہور ہے اور وہ سواری پر حج کرنا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے امر فرمایا ہے پس اطلاق کے وقت اسی کی طرف لوٹایا جائے گا اور جب اس نے پیدل حج کیا تو اس حکم کی مخالفت کی لہٰذا وہ مذکورہ وجہ کی بنا پر اس نفقہ کا ضامن ہوگا اس لئے کہ آمر کو حج کا امر کرنے سے جو چیز حاصل ہوتی ہے وہ نفقہ (خرچ) کا ثواب ہے اور سوار ہو کر حج کرنے میں نفقہ زیادہ ہوتا ہے پس اس میں ثواب بھی زیادہ ہی ہوگا اسی لئے امام محمد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ گدھے پر سوار ہو کر حج کرنا مکروہ ہے (جبکہ مسافت اور مشقت زیادہ ہو) اور اونٹ پر سوار ہو کر حج کرنا (گھوڑے اور خچر سے) افضل ہے اس لئے کہ اونٹ پر سوار ہونے میں خرچہ زیادہ ہوگا پس اس میں حصولِ مقصود اکمل ہوگا لہٰذا یہ اولیٰ ہوگا [3] (ریل گاڑی، موٹر، ہوائی جہاز، بحری جہاز پر حج کے لئے سفر کرنا جائز ہے۔ مؤلف)

(۲) منقولہ بالا عبارات سے ظاہر ہوتا ہے کہ اگر کسی نے اس کو حج کرنے کا امر کیا اور پیدل سفر کرنے کی صراحتاً اجازت دیدی تو اب سواری پر حج کرنا شرط نہیں ہے کیونکہ اس نے اس کا بالکل امر نہیں کیا پس لباب المناسک کی یہ عبارت کہ "اگر کسی نے پیدل حج کیا اگرچہ آمر نے اس کو پیدل چلنے کا امر کیا ہو تو وہ نفقہ کا ضامن ہوگا" اس کی کوئی وجہ ظاہر نہیں ہوتی واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم [4] اور علامہ شامی نے بھی اپنی کتاب ردالمحتار میں لباب کا یہ قول نقل کر کے اس پر خاموشی اختیار کی ہے اور علامہ رافعی نے اس پر لکھا ہے کہ اگر آمر نے پیدل حج کرنے کا امر کیا تو مامور پر ضمان لازم ہونے کی کوئی وجہ ظاہر نہیں ہوتی کیونکہ وہ حج آمر کی طرف سے نفلی ادا ہوگا اور جبکہ اس نے پیدل سفر اس کے امر سے خرچ کیا ہے تو اس پر کوئی ضمان لازم نہیں ہوگا پس اس بنا پر لباب کے قول "اگرچہ اس کے امر سے ہو" کے معنی ہوں گے جبکہ اس نے مطلق طور پر حج کے لئے امر کیا ہو اور یہ معنی نہیں ہوں گے کہ اس نے پیدل حج کرنے کا امر کیا ہو اھ [5]

(۳) سواری پر اور پیدل چلنے میں اکثر کا اعتبار ہوگا پس اگر اس نے اکثر راستہ پیدل طے کیا تو وہ کل راستہ پیدل طے کرنے کے حکم میں ہے اور اگر اکثر راستہ سواری پر طے کیا تو کل راستہ سواری پر طے کرنے کے حکم میں ہے۔

(۴) اور پیدل حج کرنا جائز نہ ہونے کا حکم بالاتفاق اس وقت ہے جبکہ نفقہ اس قدر ہو کہ اس میں سواری پر حج کرنے کی گنجائش ہو اور اگر نفقہ سواری پر حج کرنے کی گنجائش نہ رکھتا ہو یعنی اگر میت کے ترکہ کا تہائی مال اس قدر نہیں ہے کہ کہ سواری پر سفر کرنے کے لئے کافی ہو بلکہ پیدل حج کرنے کے لئے کافی ہے اور اس نے پیدل حج کیا تو جائز ہے [6] پس اگر تہائی ترکہ میں سفر کا اکثر حصہ سواری پر طے کرنے کی گنجائش نہیں ہے اور وصی یا وارث نے اس کے وطن سے پیدل حج کرایا یعنی کسی شخص نے کہا کہ میں اس کے شہر سے پیدل حج کر دیتا ہوں تو جائز ہے لیکن ہشام رحمہ اللہ نے امام محمد رحمہ اللہ سے روایت کی ہے

[1] غنیہ و فتح [2] غنیہ [3] بدائع و غنیہ [4] معلم [5] غنیہ [6] ارشاد ملخصاً [7] لباب و شرحہ۔

کہ یہ جائز نہیں ہے بلکہ تہائی ترکہ سے جہاں تک سوار ہو کر جا سکتا ہے وہاں تک سواری پر سفر کر کے حج کرے (اور باقی پیدل چلے) اور امام حسن رحمہ اللہ نے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے روایت کی ہے کہ اس کے شہر سے پیدل حج کرائیں اور تہائی ترکہ سے جہاں تک سواری پر جا سکتا ہے اگر وہاں تک سواری پر سفر کر کے حج کرایا تب بھی جائز ہے پس امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک اس کو ان دونوں صورتوں میں اختیار دیا گیا ہے اور شاید اس کی وجہ یہ ہے کہ حج فرض کا تعلق سواری پر کرنے سے بھی ہے اور اس کے شہر سے کرنے سے بھی ہے اور اس کے لئے دونوں باتوں کی رعایت کرنا ممکن نہیں ہے اور دونوں میں سے ہر صورت میں ایک لحاظ سے کمال اور دوسرے لحاظ سے نقص لازم آتا ہے پس دونوں صورتیں برابر ہو گئیں، دونوں میں سے جس صورت کو چاہے اختیار کر لے جائز ہے، پس پہلی صورت میں مسافت کی مقدار یعنی پیدل چلنے کی مشقت کا ثواب زیادہ ہے اور کیفیتِ سفر ناقص ہے یعنی سواری پر سفر کرنے کی فضیلت سے محروم ہے اور دوسری صورت میں کیفیتِ سفر کی فضیلت یعنی سواری پر سفر کرنا اس کو حاصل ہے اور پیدل چلنے کی مشقت کے ثواب سے محروم ہے [1]

(۵) اور یہ حکم اس وقت ہے جبکہ اس نے حج کرنے کی وصیت مطلق طور پر کی ہو لیکن اگر اس نے وصیت میں جگہ کو متعین کر دیا تو اس کا اتباع کیا جائے کیونکہ وصیت کے بغیر کسی دوسرے سے حج کرانا واجب نہیں ہوتا پس وصیت کے مطابق اس کی مقدار بھی واجب ہو گی [2] اور اگر میت کا متروکہ تہائی مال اسقدر نہیں ہے کہ اُس سے اُس کے شہر سے حج کیا جا سکے اور مامور نے اس جگہ سے حج کیا جہاں سے تہائی مال اس کے خرچ کے لئے پورا ہو سکتا ہے اور تہائی مال میں سے کچھ بچ گیا اور ظاہر ہوا کہ اس مال سے وہ اس سے زیادہ فاصلہ والی جگہ سے سواری پر حج کر سکتا تھا تو وصی اس رقم کا ضامن ہو گا اور اس پر لازم ہے کہ وہ میت کی طرف سے اس جگہ سے حج کرائے جہاں سے وہ تہائی مال خرچ کر کے حج کر سکتا ہے اس لئے کہ ظاہر ہو گیا کہ اس نے آمر کی مخالفت کی ہے لیکن اگر وہ بچی ہوئی رقم بہت ہی معمولی سی ہو تو وہ آمر کے امر کے خلاف کرنے والا نہیں ہو گا اور ضامن نہیں ہو گا [3] اور بچی ہوئی رقم وارثوں کو واپس کر دے کیونکہ یہ ان کی ملکیت ہے [4]

(۶) اور یہ حکم اس وقت ہے جبکہ آمر نے نفقہ کی رقم کا تعین نہ کیا ہو لیکن اگر تعین کر دیا مثلاً یہ کہا کہ میری طرف سے ایک ہزار درہم سے حج کرایا جائے یا میرے مال کی تہائی سے حج کرایا جائے اگر وہ رقم اس کے شہر سے حج کرانے کے لئے کافی نہیں ہے تو امام محمدؒ کے نزدیک جہاں سے سوار ہو کر حج ادا کر سکتا ہے وہاں تک پیدل جائے اور وہاں سے سوار ہو کر حج کرے اور امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک اس کو دونوں طرح اختیار ہے خواہ اس کے شہر سے پیدل حج کرے یا جہاں تک سواری پر جا سکتا ہے اتنا سفر سواری پر طے کر کے حج کرے، اور اگر اس رقم سے ایک حج پورا ہو سکتا ہے تو ایک حج لازم ہو گا اور اگر اس رقم سے کئی حج ہو سکتے ہیں تو اگر میت نے وصیت میں ایک حج کرنا معین کر دیا ہو تو ایک حج کرانا لازم ہو گا اور باقی رقم وارثوں کو دی جائے گی اور اگر مطلق حج کے لئے رقم معین کی تو ہر سال اس کی طرف سے ایک حج کرایا جائے یا ایک ہی سال میں کئی آدمی بھیجکر کئی حج کرا دیئے جائیں اور یہ افضل ہے تاکہ وصیت پر جلدی عمل ہو جائے کیونکہ اکثر مال ضائع ہو جاتا ہے [5] (اس کی تفصیل حج کی وصیت کے بیان میں آئے گی انشاء اللہ، مؤلف)

---

[1] شرح اللباب فی بدائع و فتح و ش و غنیہ ملتقطاً [2] بحر [3] بدائع و فتح و غنیہ و ش [4] بدائع و ع [5] فتح و ش تصرفاً و ملتقطاً۔

(۷) اور اگر یہ وصیت کی کہ اس کا اونٹ کسی شخص کو دیدیا جائے تاکہ وہ اس کی طرف سے حج کرے پھر وہ اونٹ ایک شخص کو دیدیا گیا اور اس شخص نے وہ اونٹ کسی کو کرایہ پر دیدیا اور کرایہ سے وصول شدہ رقم راستہ میں خرچ کی اور پیدل حج کیا تو استحساناً میت کی طرف سے جائز ہے اگرچہ اس نے آمر کے امر کی مخالفت کی ہے اور محیط میں اس کو صحیح کہا ہے اور اصحاب فتاویٰ نے کہا ہے کہ یہی اصح اور مختار ہے اس لئے کہ جس طرح آمر نے اس کو مالک بنا دیا کہ وہ اس کو بیچ کر اس کی رقم سے حج کرے اسی طرح اس کو اس بات کا بھی مالک بنا دیا ہے کہ وہ اس کو کرایہ پر دیدے اور نیز اس لئے کہ اگر اس کو مالک نہ بنایا جائے تو اس کا کرایہ اس کے لئے ہوگا اور وہ غاصب کی طرح اس رقم کا ضامن نہیں ہوگا اور وہ حج مامور کی طرف سے ادا ہوگا اور اس سے میت کو نقصان ہوگا لہذا میت کا لحاظ کرتے ہوئے واجب ہوا کہ اس کو کرایہ پر دینے کا مالک بنایا جائے پھر وہ اونٹ وارثوں کو واپس کر دیا جائے کیونکہ وہ وارثوں کی ملک ہے [۱] اور یہ مسئلہ اصل کے خلاف ضرورت کی وجہ سے لیا گیا ہے کیونکہ اصل یہ ہے کہ جو شخص سوار ہو کر حج کرنے کے لئے مامور ہے جب وہ پیدل کرے گا تو آمر کے امر کا مخالف ہوگا [۲] فقیہ ابواللیث نے نوازل میں کہا ہے کہ میرے نزدیک اس کا حج اپنی طرف سے ادا ہوگا اور وہ اونٹ کے نقصان کا ضامن ہوگا لیکن اگر میت نے یہ اونٹ اس کو سپرد کیا ہو تو ضامن نہیں ہوگا [۳] جیسا کہ اگر کسی شخص نے دوسرے شخص کو وکیل بنایا کہ وہ اس کا اونٹ سو درہم میں بیچ دے اور اس نے وہ اونٹ سو درہم کرایہ پر دیدیا تو یہ جائز نہیں ہے پس اسی طرح یہ بھی ہے [۴]

شرط ہشتم (۱) آمر کے وطن سے حج کرنا جبکہ متروکہ تہائی مال میں گنجائش ہو ورنہ میقات سے پہلے پہلے جس جگہ سے ہو سکے استحساناً وہاں سے کرا دیا جائے اور اگر اتنا مال بھی نہ ہو تو وصیت باطل ہے [۵]

(۲) اور اگر مطلق طور پر وصیت کی ہو تو جس شہر میں رہتا تھا وہاں سے حج کرایا جائے کیونکہ اس پر اپنے شہر سے حج ادا کرنا فرض ہوا ہے پس جب وصیت مطلق ہو تو مطلق کو اسی کی طرف لوٹایا جائے گا [۶] پس جو شخص گھر سے روانہ ہوا اور راستہ میں مر گیا اگر اس نے اپنی طرف سے حج کرنے کی وصیت مطلق طور پر کی اور مال اور مکان معین نہیں کیا خواہ وہ حج کے سفر میں مرا ہو یا تجارت وغیرہ کے سفر میں، اس کے متروکہ تہائی مال سے اس کے شہر سے حج کرایا جائے کیونکہ اس پر اس شہر سے حج کرنا فرض ہوا تھا جس میں وہ رہتا تھا پس اگر حج کے سفر کے علاوہ کسی اور کام یعنی تجارت وغیرہ کے سفر پر نکلا اور راستہ میں مر گیا اور اس نے اپنی طرف سے حج ادا کرنے کی وصیت کی تو بالاتفاق یعنی سب کے قول کے مطابق اس کے شہر سے حج کرایا جائے، اور اگر حج کے سفر پر روانہ ہوا اور راستہ میں وقوف عرفہ سے پہلے مر گیا اگرچہ مکہ مکرمہ میں مرا ہو اور اس نے اپنی طرف سے حج کرنے کی مطلق طور پر وصیت کی تو امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا کہ اس کی طرف سے اس کے شہر سے حج کرایا جائے جبکہ اس کے متروکہ تہائی مال میں اس کی گنجائش ہو اور یہ قیاس ہے اور کتب متون میں اسی طرح مذکور ہے اور یہ وہ صورت ہے جس میں قیاس کو استحسان پر مقدم کیا گیا ہے اور صاحبین نے فرمایا کہ وہ شخص جہاں مرا ہے وہاں سے اس کا حج کرایا جائے جبکہ متروکہ تہائی میں اس کی گنجائش ہو اور یہ استحسان ہے [۷] اور ہدایہ میں صاحبین

[۱] بحر و فتح و لباب و شرحہ و غنیہ ملتقطاً [۲] بحر و غنیہ [۳] فتح و شرح اللباب [۴] فتح [۵] لباب و شرحہ [۶] بدائع بتصرف [۷] لباب و شرحہ و بحر و بدائع ملتقطاً۔

کی دلیل کو آخر میں بیان کیا ہے [1] اور نہایہ میں کہا ہے کہ ہدایہ میں صاحبین کی تعلیل کو آخر میں بیان کرنے میں یہ احتمال ہے کہ صاحب ہدایہ کے نزدیک صاحبین کا قول مختار ہے اس لئے کہ صاحبین کا قول استحسان ہے اور امام ابوحنیفہؒ کا قول قیاس ہے اور عام صورتوں میں استحسان کا حکم ہی اختیار کیا جاتا ہے [2] اور معراج الدرایہ میں بھی اسی کی تائید کی ہے لیکن متون میں پہلا ہی قول لیا گیا ہے اور علامہ قاسم رحمہ اللہ نے کتاب الوصایا میں اسی کی تصحیح ذکر کی ہے [3] پس امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا قول ہی صحیح ہے [4] اور صاحبین و امام ابوحنیفہؒ کے قول کی توجیہ بدائع مطبوعہ مصر ۱۳۲۷ھ کے ص ۲۲۲ پر مذکور ہے ہم نے بخوف طوالت درج نہیں کی وہاں ملاحظہ فرمائیں (مؤلف) اور اگر متروکہ تہائی مال میں اس کے شہر سے حج کرانے کی گنجائش نہ ہو تو استحساناً جہاں سے پورا ہو سکے وہاں سے اس کا حج کرایا جائے [5]

(۳) اور اگر مامور بالحج راستہ میں مرجائے تب بھی امام صاحب و صاحبین کا وہی اختلاف ہے جو اوپر بیان ہوا [6] پس اصل اختلاف تو اس شخص کے بارے میں ہے جو خود اپنا حج کرے اور راستہ میں مرجائے اور حج کرانے کی وصیت کرے، مامور بالحج کے راستہ میں مرجانے کی صورت کو اسی پر قیاس کیا جائے گا [7] پس اگر آمر کی طرف سے حج کرنے والا شخص راستہ میں مرجائے تو امام صاحبؒ کے نزدیک کسی دوسرے شخص سے آمر کا حج اس کے وطن سے کرایا جائے اور صاحبین کے نزدیک جہاں تک پہلا شخص جا چکا ہے وہاں سے کرایا جائے [8] (بہتر یہ ہے کہ آمر صراحت کے ساتھ یہ کہدے کہ اگر مامور راستہ میں مرجائے تو وہاں سے کسی شخص کو میرے حج کے لئے بھیجا جائے [9]) پس جب مامور بالحج راستہ میں وقوف عرفہ سے پہلے مرگیا اور اس نے آمر کے مال میں سے کچھ حصہ خرچ کر لیا ہو یا اس کا تمام نفقہ راستہ میں چوری ہو گیا اور میت نے مطلق حج کرنے کی وصیت کی تھی تو امام ابوحنیفہؒ نے کہا ہے کہ میت کے ترکہ کی تقسیم باطل ہو جائے گی اور وصیت کرنے والے کی طرف سے اس کے شہر سے اس مال سے جو اس کے ترکہ کے تہائی میں سے ورثا اور مامور کے پاس باقی ہے دوبارہ حج کرایا جائے اور اگر وہ باقی مال اسقدر نہ ہو کہ اس کے شہر سے حج ہو سکے تو جس جگہ سے اس مال سے حج ہو سکتا ہے استحساناً وہاں سے کرایا جائے پھر اگر دوسرا مامور بھی راستہ میں فوت ہو جائے یا دوبارہ اس کا نفقہ بھی چوری ہو جائے تو پھر جو باقی مال بچا ہے اس سے تیسری بار کسی آدمی کو بھیج کر اس کا حج کرایا جائے اور اگر تیسرا شخص بھی مرجائے تو اسی طرح ہر دفعہ باقی مال سے اس کی طرف سے حج کرایا جائے حتیٰ کہ تہائی مال میں سے اتنا مال باقی نہ رہے کہ جس سے حج ہو سکے تو اب اس کی وصیت باطل ہو جائے گی اور صاحبین کے نزدیک بقیہ مال سے ہر بار اس جگہ سے حج کرایا جائے جہاں مامور فوت ہوا ہے لیکن امام ابویوسفؒ کے نزدیک تہائی مال میں سے جو رقم باقی ہے اگر وہ اس قدر ہے کہ اس سے حج ہو سکتا ہے تو اس کا حج کرایا جائے اور اگر اسقدر نہ ہو تو وصیت باطل ہو جائے گی اور امام محمدؒ کے نزدیک مامور کو دی ہوئی رقم میں سے اگر اس قدر باقی ہے جس سے حج ہو سکتا ہے تو اس کا حج کرایا جائے اور اگر اسقدر نہ ہو تو وصیت باطل ہو جائے گی پس اگر مامور کو دی ہوئی رقم ترکہ کی ایک تہائی پوری ہے تو امام ابویوسفؒ کا قول بھی امام محمدؒ کے مطابق ہے اور اگر وہ رقم تہائی کا کچھ حصہ ہے تو امام ابویوسفؒ کے

[1] ش [2] عنایہ و ش [3] ش [4] ش [5] غنیہ [6] در و غنیہ [7] بحر [8] ہدایہ [9] لباب و شرحہ [10] زبدہ مع عمدہ۔

نزدیک مامور کے پاس باقی بچی ہوئی رقم کے ساتھ تہائی کا بقیہ حصہ ملا کر اگر اس سے حج ادا ہو سکتا ہے تو حج کرایا جائے گا ورنہ وصیت باطل ہو جائے گی مثلاً آمر کی متروکہ رقم چار ہزار درہم ہے اور وصی نے مامور کو حج کرنے کے لئے ایک ہزار درہم دیئے اور وہ سب چوری ہو گئے تو اب باقی متروکہ مال کی تہائی میں سے جسقدر رحج کے لئے کافی ہوں یا کل تہائی رقم یعنی ایک ہزار درہم دوبارہ حج کرانے کے لئے دی جائے اور اگر دوبارہ چوری ہو جائے تو اب باقی متروکہ مال یعنی دو ہزار کی تہائی اس کو حج کرنے کے لئے دی جائے، اسی طرح ہر دفعہ کیا جائے حتیٰ کہ باقی متروکہ مال کی تہائی اسقدر نہ ہو جس سے حج ادا ہو سکے تو اب وصیت باطل ہو جائے گی اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک چونکہ کل مال یعنی چار ہزار درہم کی تہائی ایک ہزار تین سو تینتیس اور تہائی درہم ہوتی ہے جس میں سے ایک ہزار پہلے مامور کو دیا جا چکا ہے جو چوری ہو گیا اب دوسری دفعہ (⅓ ۳۳۳) تین سو تینتیس اور تہائی درہم دیا جائے گا جبکہ اس سے حج پورا ہو سکتا ہو ورنہ وصیت باطل ہو جائے گی، اور امام محمدؒ کے نزدیک اس ایک ہزار درہم میں سے جو پہلے مامور کو دیا گیا تھا اگر اسقدر باقی ہے جس سے حج ادا ہو سکتا ہے تو اس باقی رقم سے دوبارہ حج کیا جائے گا ورنہ وصیت باطل ہو جائے گی پس یہ اختلاف[۲] دو باتوں میں ہے ایک یہ کہ دوبارہ کس قدر رقم دی جائے گی اور دوسرے یہ کہ دوبارہ حج کرانا کس جگہ سے واجب ہو گا اور پہلی بات مامور کے پاس سے نفقہ ہلاک ہونے پر مبنی ہے اور دوسری بات مامور کے راستہ میں مرجانے پر مبنی ہے پس اگر مامور راستہ میں فوت نہیں ہوا اور اس کا نفقہ راستہ میں یا حج پر روانہ ہونے سے پہلے چوری ہو گیا تو پہلی صورت واقع ہو گی (یعنی یہ کہ کسقدر رقم دوبارہ دی جائے) اور دوسری صورت (یعنی کہاں سے حج کرانا واجب ہے) واقع نہیں ہو گی (پس اس صورت میں اس کے شہر سے ہی حج کرانا بالاتفاق واجب ہو گا، مؤلف) واللہ اعلم بالصواب [۱] اور یہاں پر صاحبین کا قول اوجہ ہے [۲] اور یہ اختلاف اس وقت ہے جبکہ نفقہ مامور کے پاس سے ضائع ہو جائے اور اگر وارثوں کی تقسیم کے بعد وصی کے پاس سے ضائع ہو تو بالاتفاق باقی ترکہ کی تہائی سے اس کا حج کرایا جائے جیسا کہ تاتارخانیہ میں ہے [۳]

(۴) اور یہ حکم اس وقت ہے جبکہ حج کراتے وقت آمر فوت ہو چکا ہو لیکن اگر آمر کی زندگی میں مامور راستہ میں فوت ہو جائے تو آمر ہر حال میں اپنی جگہ سے کسی دوسرے شخص کو بھیجکر حج کرائے اس لئے کہ وہ زندہ ہے پس اس کی طرف رجوع کیا جائے گا اور اسی لئے اگر اس شخص نے کسی شخص کو امر کیا کہ وہ اس کی طرف سے حج کرے اور اس کو رقم دی لیکن وہ رقم اتنی نہیں ہے جو اس کے شہر سے حج کرنے کے لئے کافی ہو تو جہاں سے حج کرنے کے لئے وہ رقم کافی ہو وہاں سے حج نہ کرے اس کا حکم میت آمر کی طرح نہیں ہے (کہ جہاں سے وہ رقم کافی ہو سکتی ہو وہاں سے حج کرے) اس لئے کہ اس کو آمر کی طرف رجوع کرنا ممکن ہے اور اس سے اس کمی کا تدارک ہو سکتا ہے بخلاف میت کے [۴] اور فقہائے مامور کے راستہ میں فوت ہو جانے کے مسئلہ میں یہ قید لگائی ہے کہ وہ وقوفِ عرفات سے پہلے فوت ہوا ہو اس لئے کہ اگر وہ وقوفِ عرفات کے بعد طوافِ زیارت کرنے سے قبل فوت ہوا تو اس کا حج آمر کی طرف سے جائز و کافی ہے کیونکہ اس نے حج کا رکنِ اعظم ادا کر لیا ہے [۵] لیکن اگر کوئی شخص حج فرض ہونے کے سال دو سال بعد خود حج ادا کرنے کے لئے

---

[۱] فتح و بحر و ش و منحہ و غنیہ ملتقطاً [۲] فتح و ش [۳] ش و غنیہ [۴] بحر و غنیہ [۵] فتح و ش۔

روانہ ہوا اور وقوفِ عرفات ادا کرنے کے بعد طوافِ زیارت کرنے سے پہلے مرگیا اور اس نے حج پورا کرنے کے لئے وصیت کی تو بدنہ واجب ہوگا اور اس کا حج جائز ہوجائے گا [1] (یعنی حج پورا کرانے اور طوافِ زیارت کے لئے اس پر فقط بدنہ کی وصیت کرنا واجب ہے نہ کہ سارے حج کا اعادہ کرنے کی کیونکہ حدیث اِنَّ الْحَجَّ عَرَفَۃٌ کے بموجب اس کا حج پورا ہوگیا [2]) اسی طرح اگر وقوفِ عرفات ادا ہوجانے کے بعد عرفات میں مرگیا تو باقی افعالِ حج یعنی وقوفِ مزدلفہ و رمی و طوافِ زیارت اور طوافِ وداع کے لئے بھی وہی ایک بدنہ ذبح کرنا کافی ہے اور اس کی وصیت کرنا اس پر واجب ہے اور اس کا حج جائز ہوجائے گا یہ طرابلسی نے امام محمدؒ سے نقل کیا ہے اور فتاویٰ قاضی خاں اور فتاویٰ سراجیہ سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے جیسا کہ ان میں کہا ہے کہ کسی میت کی طرف سے حج کرنے والا مامور جب وقوفِ عرفات ادا کرنے کے بعد مرجائے تو میت کا حج جائز ہوگیا اس لئے کہ اس نے حج کا رکنِ اعظم ادا کرلیا ہے کہ جس کے فوت ہونے سے حج فوت ہوجاتا ہے جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے اَلْحَجُّ عَرَفَۃٌ (وقوفِ عرفہ ہی حج ہے) اور یہ وجوبِ بدنہ کے منافی نہیں ہے جس کا اوپر ذکر ہوا ہے۔ پس وہ اب میت کے مال سے دینا واجب ہے [3] (یہ مسئلہ طوافِ زیارت میں بھی بیان ہوچکا ہے، مؤلف) اگر حج فرض ہوتے ہی اسی سال حج کو روانہ ہوگیا پھر وقوفِ عرفہ کرنے کے بعد اور طوافِ زیارت سے پہلے مرگیا تو اب اس پر حج پورا کرنے کے لئے بدنہ کی وصیت کرنا واجب نہیں ہے [4]

(۵) اور اگر وصیت کرنے والے کے دو یا کئی وطن ہوں تو ان میں سے جو مکہ مکرمہ کے قریب ہے اس سے اس کا حج کرایا جائے اس لئے کہ قریبی وطن وصیت میں یقینی طور پر داخل ہے اور دور والے وطن کے وصیت میں داخل ہونے میں شک ہے پس یقینی کو اختیار کیا جائے گا [5] ـــــــــــ (۶) اور اگر وصیت کرنے والے کا کوئی وطن نہ ہو تو جہاں فوت ہوا ہے وہاں سے اس کا حج کرایا جائے اس لئے کہ وہ جگہ اس کے وطن کے قائم مقام ہوگئی [6]

(۷) اور اگر کوئی شخص اپنا حج ادا کرنے کے لئے روانہ ہوا اور راستہ میں کسی شہر میں ٹھہر گیا حتیٰ کہ سال گذر گیا پھر وہ شخص مرگیا اور اس نے حج کرنے کی مطلق طور پر وصیت کی تو ہمارے سب ائمہ کے نزدیک اس کے شہر سے حج کرایا جائے [7] کیونکہ وہ حج اس کے اس سفر کے ساتھ متصل نہیں رہا جس کے لئے وہ اس سال روانہ ہوا تھا اس لئے وہ سفر حج کے لئے معتبر نہیں ہوگا [8]

(۸) اور یہ سب احکام اسوقت ہیں جبکہ وصیت کرنے والے نے مال کی مقدار معین نہ کی ہو لیکن اگر اس نے مال کی مقدار معین کردی ہو مثلاً یہ کہا کہ میری طرف سے ایک ہزار درہم میں حج کرایا جائے اور یہ رقم تہائی ترکہ میں سے نکالی جاسکتی ہے تو اگر یہ رقم اسقدر ہے کہ اس کے شہر سے حج ہوسکتا ہے تو اس کے شہر سے حج کرانا واجب ہے اور اگر اسقدر نہیں ہے تو اس رقم سے جہاں سے حج ہوسکتا ہے وہاں سے کرانا واجب ہے اور اگر اس نے اپنے حج کے لئے ترکہ کی تہائی سے زیادہ مال معین کردیا تو تہائی مال سے جس جگہ سے حج ہوسکتا ہے وہاں سے کرانا واجب ہے [9]

---

[1] لباب و شرحہ و ش [2] زبدہ [3] لباب و شرحہ تصرفاً من طواف الزیارت [4] زبدہ مع عمدہ ص ۴۴۹ [5] بدائع و لباب و شرحہ و فتح و بحر و ش و غنیہ ملتقطاً [6] لباب و شرحہ و بحر و ش و غنیہ [7] شرح اللباب و فتح و غنیہ ملتقطاً [8] فتح [9] بحر و غنیہ ملتقطاً۔

(۹) اور اگر اس نے اپنے شہر کے علاوہ کسی اور جگہ سے حج کرنا معین کر دیا یعنی جس شخص کا وطن ہے اس نے اپنے شہر کے علاوہ کسی اور جگہ سے اپنا حج کرانے کی وصیت کی، تو جہاں سے وصیت کی ہے وہاں سے اس کا حج کرایا جائے خواہ وہ جگہ جس کی وصیت کی ہے مکۂ مکرمہ سے قریب ہو یا بعید ۱؎ اور ضیاء الابصار میں ہے کہ خواہ اس نے مکۂ مکرمہ سے حج کرنے کی وصیت کی ہو جیسا کہ ملا سنان ؒ نے اس کی تصریح کی ہے اھ ۲؎

(۱۰) اور ظاہر یہ ہے کہ اگر میت کے تہائی ترکہ میں اس کے شہر سے حج کرنے کی گنجائش ہو تو اس کو اپنے شہر سے حج کرنے کی وصیت کرنا واجب ہے پس اگر اس کے باوجود تہائی سے کم رقم کی وصیت کی (اور اس معین رقم سے اس کے شہر سے حج ادا نہیں ہو سکتا) یا حج کے لئے اپنے شہر کے علاوہ کوئی اور جگہ معین کی تو گنہگار ہو گا۔ کیونکہ یہ بات معلوم ہے کہ اس پر اپنی سکونت کے شہر سے حج کرانا واجب ہے ۳؎ اسی طرح اگر اپنے شہر کی بجائے مکۂ مکرمہ کے قریب سے خرچہ کم ہونے اور روپیہ بچانے کی غرض سے حج کرنے کی وصیت کی تو مکروہ ہو گا ۴؎ ——— (۱۱) اگر کسی خراسانی شخص کو مکۂ مکرمہ میں موت آگئی اور اس نے وصیت کی کہ اس کی طرف سے حج کیا جائے تو اس کی طرف سے اس کے وطن خراسان سے حج کیا جائے اور اسی طرح اگر مکہ کا رہنے والا شخص رے (عراق کا ایک شہر) میں آیا اور وہاں اس کو موت آگئی پس اس نے وصیت کی کہ اس کی طرف سے حج کیا جائے تو اس کے وطن مکۂ مکرمہ سے اس کا حج کیا جائے اور یہ حکم دونوں صورتوں میں اس وقت ہے جبکہ وہ دونوں شخص اپنے اپنے وطن میں غنی (مالدار) ہوں لیکن اگر مکہ کا رہنے والا شخص رے میں آکر غنی ہو گیا اور خراسانی مکہ میں غنی ہوا اور ان دونوں نے اپنی طرف سے حج کرنے کی وصیت کی تو ان دونوں پر اس جگہ سے حج کرانا واجب ہونا چاہئے جہاں ان پر حج فرض ہوا ہے لیکن اگر مکہ کا رہنے والا رے میں آیا اور وہاں مر گیا اور اس نے وصیت کی کہ اس کی طرف سے حج قران کیا جائے تو اس کی طرف سے رے سے حج قران کیا جائے کیونکہ اہلِ مکہ کیلئے قران جائز نہیں ہے پس اس کی وصیت کو اس جگہ پر محمول کیا جائے گا جہاں سے اس پر عمل کرنا صحیح ہو اور وہ اس کی جائے وفات رے سے قران کرنا ہے ۵؎

(۱۲) جن مذکورہ بالا صورتوں میں اس کے شہر سے حج کرنا واجب ہوتا ہے اگر اس کے متروکہ تہائی مال میں اس کے شہر سے حج کرانے کی گنجائش ہونے کے باوجود وصی نے اس کے شہر کے علاوہ کسی اور جگہ سے حج کر دیا (جیسے دہلی کے رہنے والے کی طرف سے مامور نے بمبئی سے حج کیا یا لاہور میں رہنے والے کی طرف سے بہاولپور یا کراچی سے حج کیا ۶؎) تو جائز نہیں ہے اور) وصی ضامن ہو گا کیونکہ اس نے آمر کے امر کے خلاف کیا اور یہ حج وصی کا اپنا ہو گا اور وہ آمر کی طرف سے دوبارہ حج کرے لیکن اگر وہ جگہ اس کے شہر سے قریب ہے یعنی اتنی دور ہے کہ صبح کو اس کے شہر سے (درمیانی رفتار سے) چل کر اس جگہ پہنچ جائے اور رات ہونے سے پہلے اس کے شہر میں واپس آجائے تو اب وہ آمر کا مخالف نہیں ہو گا اور ضامن بھی نہیں ہو گا اور یہ حکم اس وقت ہے جبکہ متروکہ تہائی مال میں (یا معینہ رقم میں) اس کے شہر سے حج ہو سکتا ہو ۶؎ پس اگر وہ تہائی متروکہ مال یا وہ مال جو وصیت کرنے والے نے معین کر دیا ہے

۱؎ غنیہ و لباب و شرحہ ملتقطاً ۲؎ غنیہ ۳؎ ش و غنیہ ۴؎ زبدہ ۵؎ فتح و لباب و شرحہ و ش و غنیہ و بدائع ملتقطاً ۶؎ بحر و لباب و شرحہ و غنیہ ملتقطاً۔

اس قدر نہ ہو کہ اس کے شہر یا معینہ مقام سے حج ہو سکے تو استحساناً جہاں سے اس رقم میں حج کرنا ممکن ہو وہاں سے کیا جائے [1] اور اگر کسی جگہ سے بھی اس رقم میں حج کرنا ممکن نہ ہو تو وصیت باطل ہو جائے گی [2] لیکن اگر اس کا تہائی مال یا معینہ رقم اس قدر نہیں تھی کہ اس کے شہر سے حج کیا جاسکے اور اس نے اپنے اندازہ سے ایک جگہ سے حج کیا جہاں سے اس رقم میں حج کرنا ممکن تھا اور تہائی مال یا مقررہ رقم میں سے کچھ رقم بچ گئی اور اب ظاہر ہو گیا کہ اس جگہ سے بھی دُور والی جگہ سے اس رقم میں حج کرنا ممکن تھا تو وہ وصی اس رقم کا ضامن ہو گا اور اب وہ اس رقم سے اس جگہ سے حج کرے جہاں سے اس کا امکان ہے کیونکہ ظاہر ہو گیا کہ اس نے آمر کے خلاف کیا ہے لیکن اگر بچی ہوئی رقم بہت ہی کم ہو تو وہ مخالف نہیں ہو گا [3] اور وہ بچی ہوئی رقم وارثوں کو واپس کی جائے گی کیونکہ یہ ان کی ملکیت ہے [4] (کما مر فی الشرط السابع لتعلقہ بہ ایضاً مؤلف)

شرطِ نہم
(۱) آمر کی میقات سے احرام باندھنا [5] یہ حکم اس وقت ہے جبکہ آمر نے اس کو حج کا امر کیا ہو اور میقات کا ذکر نہ کیا ہو اس لئے کہ حج کا امر حج کے لئے سفر کرنے اور اہلِ وفاق کے میقات سے حج کا احرام باندھنے کو شامل ہے [6] پس یہ ایسا ہوا جیسا کہ آمر نے اس کو میقات سے حج کرنے کا امر کیا ہے کیونکہ مطلق امر مروجہ اور متعارف طریقہ کی طرف پھیرا جائے گا۔

(۲) پس اگر کسی شخص نے امر کیا کہ اس کی طرف سے حج کیا جائے پھر کسی شخص نے اس کی طرف سے حج ادا کیا اور میقات سے گزرنے کے بعد مکہ مکرمہ سے احرام باندھا تو وہ آمر کا مخالف اور ضامن ہو گا پس میقات کے ذکر کے بغیر حج کا امر کرنا ایسا ہی ہے جیسا کہ حج کا امر کرنا اور یہ ذکر نہ کرنا کہ کہاں سے کیا جائے کہ اس صورت میں اس کا امر اس کے شہر سے حج کے لئے سفر کرنے کو شامل ہے جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے پس جس طرح مکان کے ذکر کے بغیر مطلق امر کرنے کی صورت میں اس کے شہر سے حج کرنا اس لئے شرط ہے کہ مکان کا امر دلالۃً ثابت ہے پس جب آمر کا امر اس کے خلاف واقع ہوا (یعنی اس نے اپنے شہر کے علاوہ کسی اور جگہ سے حج کرنے کا امر کیا، مؤلف) تو یہ شرط ساقط ہو جائے گی (اور اب مامور کو آمر کے معین کئے ہوئے مقام سے حج کرنا واجب ہو جاتا ہے، مؤلف) اسی طرح میقات کے ذکر کے بغیر امر کرنے کی صورت میں آفاقی کے میقات سے احرام باندھنا جو شرط ہے وہ بھی میقات کا امر دلالۃً ثابت ہونے کی وجہ سے ہے پس جب آمر کی اجازت اس کے خلاف واقع ہوئی مثلاً اس کو قران کا امر کیا یا اس معاملہ کو اس کے اختیار پر چھوڑ دیا تو یہ شرط بھی ساقط ہو جائے گی یہاں تک کہ اگر اس نے میقات سے عمرہ کا احرام باندھا پھر مکہ مکرمہ سے اس کے ساتھ اس کی طرف سے حج کے احرام کو ملا لیا حتیٰ کہ اس کا قران ہو گیا تو جائز ہے اس لئے کہ اس نے اس کے امر کے مطابق ادا کر دیا ہے اور اب وہ مکہ مکرمہ سے اس کے حج کا احرام باندھنے کی وجہ سے مخالف نہیں ہو گا کیونکہ اس کو اس کی اجازت دلالۃً حاصل ہے اسی طرح اگر آمر نے تمتع کا امر کیا تو تمتع میں نیابت جائز ہونے کے قول کی بنا پر مامور کا تمتع کرنا بھی جائز ہو جائے گا جیسا کہ آگے آتا ہے پس آمر کے میقات سے احرام کا باندھنا نیابتِ حج کے لئے فی نفسہٖ شرط نہیں ہے بلکہ آمر کے امر سے دلالۃً ثابت ہونے کی وجہ سے ہے واللہ اعلم [7]

---

[1] غنیہ و بحر ملتقطاً [2] غنیہ [3] بدائع و شرح اللباب [4] غنیہ ملتقطاً و تصرفاً [5] بدائع و ع [6] لباب و شرحہ و غنیہ وغیرہا [7] فتح و غنیہ ملتقطاً [8] غنیہ۔

(۳) اگر مامور نے میقات سے عمرہ کا احرام باندھا حالانکہ اس کو حج کا امر کیا گیا ہے پھر مکہ معظمہ جا کر حج کا احرام باندھا تو آمر کا حج ادا نہ ہوگا اور سب ائمہ کے قول کے مطابق وہ مخالف اور ضامن ہوگا کیونکہ وہ حج فرض کے لئے سفر کرنے پر مامور تھا اور اس نے اس سفر کو عمرہ کی طرف پھیر دیا اس صورت میں اس کا یہ سفر حج کے لئے نہیں ہوگا اور یہ حج آمر کے فرض حج سے جائز نہیں ہوگا اس لئے کہ وہ میقاتی حج کے لئے مامور ہے [۱] منسک الکبیر میں اسی طرح ہے اور اس میں ہے کہ میقاتی حج سے مراد یہ ہے کہ آفاقی کے کسی بھی میقات سے ہو [۲] (جیسا کہ فتح القدیر سے اس شرط کے شروع میں بیان ہوا، مؤلف) اور جب وہ مکہ مکرمہ میں احرام کے بغیر داخل ہوگیا تو وہ مخالف ہوا۔

(۴) اور یہ مسئلہ ایسے شخص کو اکثر پیش آتا ہے جو بحری (سمندری) راستہ سے سفر کرے اور کسی دوسرے کی طرف سے حج کے لئے مامور ہو اور اس کا یہ سفر سال کے وسط میں پیش آئے، کیا اس کو جائز ہے کہ وہ جدہ کی بندرگاہ کا قصد کرے تاکہ مکہ مکرمہ میں بغیر احرام کے داخل ہو جائے اور اس کے لئے حج کے احرام کا زمانہ طویل نہ ہو جائے کیونکہ جو شخص حج کے لئے مامور ہے اس کے لئے جائز نہیں ہے کہ وہ عمرہ کا احرام باندھے [۳] یعنی اگر وہ میقات سے عمرہ کا احرام باندھ کر عمرہ کرے گا اور پھر حج کے وقت حج کا احرام مکہ مکرمہ سے باندھے گا تو سب ائمہ کے قول میں آمر کے امر کا مخالف ہو جائے گا جیسا کہ تتارخانیہ میں محیط سے منقول ہے اور فتاویٰ خانیہ میں ہے کہ یہ حج اس کے اپنے حج فرض کی جگہ جائز نہیں ہوگا اور اس میں آمر کے امر کا مخالف ہونے کی ایک وجہ یہ ہے کہ اس نے اپنا سفر اس حج کے لئے نہیں کیا جس کے لئے اس کو امر کیا گیا تھا بلکہ دوسرے مقصد یعنی عمرہ کے لئے کیا، اور دوسری وجہ یہ ہے کہ اس کا یہ حج آفاقی نہیں ہوا اور اس دوسری وجہ کی بنا پر اگر اس نے میقات سے عمرہ کا احرام باندھ کر عمرہ ادا کیا یا مکہ مکرمہ میں احرام کے بغیر داخل ہونے کے لئے حیلہ کیا کہ پہلے جدہ کی بندرگاہ کا قصد کر لیا اور پھر وہاں سے (احرام کے بغیر) مکہ مکرمہ داخل ہوگیا پھر حج کے وقت میقات کی طرف نکلا اور میقات سے احرام باندھا تو وہ آمر کا مخالف نہیں ہوگا اس لئے کہ اس کا حج آفاقی ہوگیا لیکن پہلی وجہ کی بنا پر وہ اس صورت میں بھی مخالف ہوگا اور یہ بھی احتمال ہے کہ ہر دو وجہ میں سے جو بھی وجہ پائی جائے گی اس کی وجہ سے وہ امر کا مخالف ہوگا جیسا کہ بحر الرائق کی مذکورہ بالا عبارت کے اول حصہ سے اس کا افادہ ہوتا ہے اور اس عبارت کا اول حصہ یہ ہے "اس لئے کہ اب اس کا یہ سفر حج کے لئے نہیں ہوگا اور اس لئے بھی کہ وہ آفاقی حج کے لئے مامور ہے"۔ پس صورتِ مذکورہ میں پہلی علت کی وجہ سے مخالفت ثابت ہوگئی لیکن ملا علی قاری رحمہ اللہ نے اپنے رسالہ "بیان فعل الخیر اذا دخل مکۃ من حج عن الغیر" میں ذکر کیا ہے کہ ایک مسئلہ میں فقہائے زمانہ میں اضطراب واقع ہوا ہے وہ یہ ہے کہ کسی دوسرے شخص کی طرف سے حج کرنے والا آفاقی حج کا احرام باندھے بغیر میقات سے آگے گذر جائے، کیا وہ مخالف ہوگا یا نہیں؟ بعض نے کہا ہاں میقات سے آگے جاتے ہی مخالف ہو جائے گا اور اس کا حج آمر کی طرف سے باطل ہو جائے گا خواہ وہ مکہ مکرمہ سے احرام باندھے یا میقات اور مکہ کے درمیان کسی جگہ سے باندھے یا میقات پر واپس آکر وہاں سے احرام باندھے اور بعض نے کہا کہ وہ میقات سے آگے بڑھتے ہی مخالف نہیں ہوگا بلکہ اس پر لازم ہے کہ وہ

---

[۱] لباب و شرحہ و بحر و منحہ تصرفاً وملتقطاً [۲] شرح اللباب [۳] بحر وش قبیل باب الاحرام۔

میقات پر واپس جائے اور وہاں سے آمر کی طرف سے احرام باندھے اور ملا علی قاریؒ دوسرے قول کی طرف مائل ہیں اور انھوں نے جو کچھ اس رسالہ میں ذکر کیا ہے اس کا ما حصل یہ ہے "کہ مامور جب احرام کے طویل ہونے سے ڈرتا ہو تو اس کے لئے طریقہ یہ ہے کہ وہ میقات سے احرام باندھے بغیر گذر جائے پھر حج کے وقت میقات پر واپس لوٹ آئے اور وہاں سے آمر کی طرف سے حج کا احرام باندھ لے اور وہ میقات سے احرام کے بغیر گذر جانے کی وجہ سے آمر کا مخالف و ضامن نہیں ہوگا" اور مذکورہ بالا دونوں قولوں میں یہ قول راجح ہے کہ بغیر احرام میقات سے گذر جانے کی وجہ سے مخالف نہیں ہوگا لیکن اس کو میقات کی طرف لوٹ آنا اور وہاں سے احرام باندھنا لازم ہے جیسا کہ علامہ شیخ یحییٰ بن صالح الحجاب نے اس کی تحقیق کی ہے اھ بلکہ یہ بات اس کی صراحت کرتی ہے کہ جو آفاقی احرام کے بغیر مکہ مکرمہ میں داخل ہوا اور وہ مامور بالحج ہے اگر وہ مکہ مکرمہ سے احرام باندھے گا تو اس کا حج آمر کی طرف سے صحیح ہوگا اور اس پر صرف دم واجب ہوگا اور اگر وہ میقات کی طرف لوٹ جائے اور وہاں سے احرام باندھے تو اب بالاتفاق اس سے دم بھی ساقط ہو جائے گا۔ پھر ملا علی قاریؒ نے اپنے رسالہ کے آخر میں کہا ہے کہ شیخ قطب الدینؒ اور ہمارے شیخ سنان رومیؒ نے اپنی منسک قرۃ العین میں اور شیخ علی مقدسیؒ نے اسی پر فتویٰ دیا ہے اور پھر شیخ مقدسی کے فتویٰ کو نقل کیا ہے اور اس عبارت سے یہ افادہ ہوتا ہے کہ اگر وہ مامور واپس میقات پر آکر وہاں سے حج کا احرام باندھ لے تو اس کا حج آمر کی طرف سے جائز ہو جائے گا اور بحر وغیرہ کے قول "کہ اس صورت میں اس کا سفر حج کے لئے نہیں ہوگا" کا جواب یہ ہے کہ جب مامور میقات سے احرام کے بغیر آگے چلا گیا اور میقات سے آگے گذرتے وقت اس نے جدہ کی بندرگاہ یا بُستانِ بنی عامر کا قصد کیا تاکہ وہاں چند روز مثلاً خرید و فروخت کے لئے ٹھہرے گا اس کے بعد مکہ مکرمہ میں داخل ہوگا تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس کا سفر حج کے لئے نہ ہو جیسا کہ اگر وہ اپنے راستہ میں کسی اور مقام کا قصد کرتا اور پھر وہاں سے وہ مکہ مکرمہ منتقل ہو جاتا واللہ تعالیٰ اعلم۔ پھر جب وہ احرام باندھنے کے وقت حِل کی طرف نکلا اور میقاتِ آفاقی سے آمر کی طرف سے احرام باندھا تو اس کے لئے جائز ہے اس لئے کہ وہ آفاقی ہو گیا اور اگر اُس نے آمر کی طرف سے احرام باندھنے سے پہلے کوئی غیر مامور بہ نسک (عمرہ) ادا کیا تو وہ مخالف ہوگا اگرچہ وہ اس کے بعد میقات کی طرف واپس آکر وہاں سے آمر کی طرف سے احرام باندھ لے جیسا کہ آگے آتا ہے پس غور کر لیجئے، اگر مامور نے میقات سے آمر کی طرف سے حج کا احرام باندھ لیا اور مکہ مکرمہ میں حج ادا کرنے تک احرام کی حالت میں رہا تو اس کو مذکورہ بالا حیلہ کی ضرورت نہیں ہے لیکن حج کے مہینوں سے پہلے احرام باندھنا حرام ہے [1] بیشک دوسری علت کی وجہ سے بھی آمر کی مخالفت ثابت ہوگی اس لئے کہ اب اس کو احرام باندھنے کے لئے آفاقی کے میقات کی طرف نکلنا جائز نہیں ہے اگر وہ نکلا اور آفاقی کے میقات سے احرام باندھا تو اس کا حج آفاقی نہیں ہوگا اور اس پر حرم کی طرف لوٹنا اور نئے سرے سے تلبیہ کہہ کر حرم سے احرام باندھنا واجب ہے پس اگر وہ نہیں لوٹے گا تو ترکِ میقات کی وجہ سے اس پر دم لازم ہوگا جیسا کہ لباب اور اس کی شرح میں مذکور ہے (کیونکہ اب وہ مکی کے حکم میں ہے اور اس کے لئے حج کے احرام کا میقات حدودِ حرم ہے، مؤلف) ضیاء الابصار میں ہے کہ ہاں اگر مکہ مکرمہ میں داخل ہونے کے قصد سے بلا احرام میقات سے گذر گیا اور مکہ مکرمہ میں داخل ہو گیا تو اس پر میقات کی طرف لوٹنا

---

[1] ش و منحہ و ارشاد وغیرہ ملتقطاً من قبیل باب الاحرام۔

واجب ہے پس اگر وہ اس میقات یا کسی دوسرے آفاقی میقات کی طرف لوٹ آیا اگرچہ کئی مہینے کے بعد لوٹا ہو اور وہاں سے احرام باندھا تو وہ آمر کا مخالف نہیں ہوگا جیسا کہ ملا علی قاریؒ نے اپنے مستقل رسالہ میں اس کو بیان کیا ہے اھ، اسی طرح اگر حیلہ کے ساتھ بلا احرام مکہ معظمہ میں داخل ہونے والا شخص احرام باندھنے کی غرض سے نہیں بلکہ کسی اور غرض سے میقات کی طرف جائے تو اب اس کو بھی وہاں سے احرام باندھنا جائز ہے اور اب اس کا حج آفاقی ہو جائے گا اور آمر کا مخالف نہیں ہوگا واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم [1]

(۵) خلاصۂ مضمون) مندرجہ عبارات کا ماحصل یہ ہے کہ جب مامور بالحج ایسے وقت حج کے لئے روانہ ہو کہ حج میں بہت سی دیر ہو تو اس کے لئے ایک مشہور حیلہ جو لوگ اختیار کرتے ہیں یہ ہے کہ وہ شخص میقات پر پہنچ کر حدودِ حل میں کسی معین مقام مثلاً جدہ یا بستان بنی عامر یا خلیص میں جانے کی نیت کر کے بلا احرام وہاں جا کر رہتا ہے اور پھر وہاں سے عمرہ یا حج کے علاوہ کسی اور غرض سے بلا احرام مکہ مکرمہ میں داخل ہو جاتا ہے اور جب حج کا وقت قریب آتا ہے تو آفاقی کے کسی میقات پر جا کر وہاں سے حج کا احرام باندھ کر آتا ہے اور آمر کی طرف سے حج کرتا ہے ایسے شخص سے جو اس طرح حیلہ کر کے دوسرے کی طرف سے حج کرے آمر کا حج بدل نہیں کرانا چاہئے اس کا حج میقاتی یعنی آفاقی نہیں ہوگا کیونکہ جب وہ مامور یہ حیلہ کر کے مکہ مکرمہ میں آتا ہے تو اب وہ حکماً مکی ہو گیا اور اب اس کے حج کا میقات حدودِ حرم ہے پس جب اُس نے حدودِ حرم سے تجاوز کر کے آفاقی کے میقات پر واپس آ کر وہاں سے آمر کے حج کا احرام باندھا تو اپنے ظن میں یہ سمجھتا ہے کہ اس کا احرام میقاتی ہو گیا حالانکہ اب وہ اپنے حرم کو ترک کرنے والا ہوا اب اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ مکہ مکرمہ یا حدودِ حرم میں واپس آ کر نئے سرے سے تلبیہ کہہ کر حج کا احرام باندھے ورنہ اس پر ترکِ میقات کی وجہ سے دم واجب ہوگا اور اس کا یہ حج مکی ہوگا میقاتی نہیں ہوگا اور وہ آمر کا مخالف و ضامن ہوگا لیکن وہ مامور جو اب مکی کے حکم میں ہے حج کا احرام باندھنے کی غرض سے نہیں بلکہ کسی اور غرض سے آفاقی کے میقات پر جائے یا آفاق میں کسی جگہ مثلاً مدینہ طیبہ زیارت کے لئے جائے یا مثلاً طائف کو اپنے کسی کام کے لئے جائے اور پھر وہاں سے واپسی کے وقت اس طرف کے آفاقی میقات سے (مثلاً مدینہ طیبہ سے واپسی کے وقت ذوالحلیفہ سے اور طائف سے واپسی پر قرن المنازل سے) آمر کے حج کا احرام باندھ کر آئے تو اب وہ آمر کا مخالف و ضامن نہیں ہوگا اور آمر کا حج (میقاتی ہو کر) صحیح ہو جائے گا اور اسی طرح اگر مامور اپنے میقات سے حل میں جانے کا حیلہ کئے بغیر یعنی سیدھا مکہ مکرمہ جانے کی نیت سے احرام کے بغیر میقات سے تجاوز کر گیا اور بغیر احرام مکہ مکرمہ میں داخل ہو گیا تو اس صورت میں وہ مکہ والوں کے حکم میں نہیں ہوگا خواہ وہاں کئی مہینے بغیر احرام کے رہے اور اس کو احرام باندھنے کے لئے آفاقی کے کسی میقات پر لوٹنا واجب ہے ورنہ اس پر دم واجب ہوگا پس جب وہ میقاتِ آفاقی پر لوٹ کر وہاں سے آمر کی طرف سے حج کا احرام باندھ کر حج کریگا تو اس پر سے دم بھی ساقط ہو جائے گا اور وہ آمر کے امر کا مخالف نہیں ہوگا البتہ اس کو شروع میں بلا احرام مکہ مکرمہ جانا حرام ہے اگرچہ پھر واپس آ کر میقات سے احرام باندھ لینے سے وہ حرمت اس کے ذمہ سے اُتر جائے گی لیکن پہلے ایسا ممنوع کام ارادۃً کرنا قبیح ہے ہاں اگر لاعلمی میں ہو گیا تو حرج نہیں اور اس صورت میں بغیرِ احرام مکہ مکرمہ میں جا کر حج کے وقت مکہ مکرمہ سے احرام باندھ کر حج کرنے کی صورت میں اس پر ترکِ میقات کی وجہ سے دم واجب ہوگا۔ رہی یہ بات کہ مکہ مکرمہ سے احرام باندھ کر حج کرنے کی

[1] غنیہ۔

صورت میں اس کا حج آمر کی طرف سے واقع ہوگا یا نہیں تو ظاہر یہ ہے کہ علتِ ثانیہ یعنی اس کا حج آفاقی نہ ہونے کی وجہ سے اس کا یہ حج آمر کی طرف سے نہیں ہوگا بلکہ اس کا اپنا ہوگا اور وہ آمر کا مخالف و ضامن ہوگا واللہ اعلم بالصواب [1]

شرطِ دہم[10]

(۱) احرام کے وقت آمر کی طرف سے حج کی نیت کرنا اور امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک احرام باندھنے کے بعد حج کے افعال شروع کرنے سے پہلے آمر کی طرف سے تعیین کر لی تب بھی درست ہے۔

(۲) نیت کے الفاظ یہ ہیں: اَحْرَمْتُ عَنْ فُلَانٍ، یا لَبَّیْکَ بِحَجَّۃٍ عَنْ فُلَانٍ یا نَوَیْتُ الْحَجَّ عَنْ فُلَانٍ۔ بہتر یہ ہے کہ آمر کے حج کی نیت اس طرح کرے: اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اُرِیْدُ الْحَجَّ عَنْ فُلَانٍ وَ اَحْرَمْتُ بِہٖ لِلّٰہِ تَعَالٰی عَنْہُ لَبَّیْکَ بِحَجَّۃٍ عَنْہُ [2]

(۳) زبان سے نیت کے الفاظ کہنا افضل ہے، ضروری نہیں ہے، دل سے نیت کرنا کافی ہے۔

(۴) اگر آمر کا نام بھول گیا اور یہ کہا کہ آمر کی طرف سے حج کرتا ہوں یعنی آمر کے نام سے معین نہیں کیا تو صحیح ہے اور آمر کی طرف سے حج ادا ہو جائے گا۔

(۵) اگر مبہم طور پر یعنی مجمل احرام باندھا یا مطلق نیت کے ساتھ احرام باندھا یعنی مطلق طور پر نیت کی اور جس کی طرف سے حج کر رہا ہے اس کا ذکر نہ معین طور پر کیا نہ مبہم طور پر تو اس کو اختیار ہے کہ حج کے افعال یعنی طوافِ قدوم یا وقوفِ عرفہ شروع کرنے سے قبل اس کو جس کے لئے چاہے معین کر لے خواہ اپنے لئے یا کسی دوسرے کے لئے [3] اور اگر کسی کے لئے معین نہیں کیا یہاں تک کہ اعمالِ حج شروع کر دیئے یعنی طوافِ قدوم کر لیا خواہ اس کا ایک ہی چکر کیا ہو (یا طوافِ قدوم نہیں کیا اور وقوفِ عرفہ کر لیا، مؤلف) تو اب اس کو کسی کے لئے معین کرنا جائز نہیں ہے اور اب آمر کی مخالفت ثابت ہو گئی پس وہ حج اس کی طرف سے واقع ہوگا اور اس پر آمر کی رقم کا ضمان لازم ہوگا اس لئے کہ حج کے اعمال کسی غیر معین شخص کے لئے واقع نہیں ہوتے پس حج کرنے والے کی طرف سے واقع ہوں گے اسی طرح اگر اس شخص کو تو معین کر دیا جس کی طرف سے حج کر رہا ہے لیکن یہ ذکر نہیں کیا کہ حج کا احرام باندھا ہے یا عمرہ کا تب بھی افعال شروع کرنے سے قبل اس کا معین کر لینا درست ہے پس اگر اس نے معین نہیں کیا یہاں تک کہ اس نے طواف کر لیا تو وہ احرام عمرہ کے لئے متعین ہو جائے گا یا طواف سے پہلے وقوفِ عرفہ کر لیا تو وہ احرام حج کے لئے متعین ہو جائیگا [4]

(اس کی مزید تفصیل شرطِ پانزدہم میں آئیگی انشاء اللہ العزیز۔ مؤلف)

(۶) اگر کوئی شخص مرگیا اور اس پر حج فرض تھا پھر کسی شخص نے اس کے امر سے اس کی طرف سے حج کیا اور فرض یا نفل کی کچھ نیت نہ کی تو آمر کا حج فرض ادا ہو جائے گا اور اگر حج کرنے والے شخص نے نفل حج کی نیت کی تو آمر کا حج فرض ادا نہیں ہوگا [5]

شرطِ یازدہم[11]

(۱) مامور خود آمر کی طرف سے حج کرے، خواہ آمر نے اس کو معیّن کیا ہو یا معیّن نہ کیا ہو دونوں صورتوں میں یہی حکم ہے لہٰذا جبتک میت نے اس کو اجازت نہ دی ہو وہ میت کی طرف سے کسی دوسرے شخص سے حج نہیں کرا سکتا اگرچہ وہ بیمار ہو جائے۔

[1] مستفاد عن زبدہ تصرفاً و زیادۃً [2] زبدہ وغیرہ [3] لباب و شرحہ و در و ش و غنیہ تصرفاً [4] غنیہ بزیادۃ عن الفتح والبحر [5] بحر و غنیہ۔

(۲) پس دوسرے کی طرف سے حج کرنے والا شخص اگر راستہ میں بیمار ہو جائے یا اس کو سفرِ حج پر جانے سے کوئی اور امر مانع مثلاً قید ہو جانا وغیرہ پیش آجائے تو اس کے لئے جائز نہیں ہے کہ کسی دوسرے شخص کو رقم دے کر اس شخص کا حج کرادے خواہ آمر زندہ ہو یا مر چکا ہو کیونکہ وہ شخص حج کرنے کے لئے مامور ہے کسی دوسرے سے حج کرانے کے لئے مامور نہیں ہے لیکن اگر آمر نے مامور کو اس کی اجازت دیدی ہو یا اس کی رائے پر چھوڑ دیا ہو یعنی حج کے لئے رقم دیتے وقت کہہ دیا ہو کہ تجھے اختیار ہے جس طرح چاہے کر، تو اب اس کے لئے دوسرے سے حج کرانا جائز ہے خواہ بیماری وغیرہ عذر کی وجہ سے ایسا کرے یا بلا عذر کرے اس لئے کہ اب وہ اس کا وکیلِ مطلق ہو گیا اور یہ حکم اس وقت بھی ہے جبکہ میت نے خود اس کو اجازت دی ہو اور اس وقت بھی جبکہ اس کے وصی نے مامور کو اجازت دی ہو اور میت نے وصی کو کسی دوسرے سے حج کرانے سے منع کر کے اس کو معین نہ کر دیا ہو [1]

(۳) پس اگر مامور نے آمر کی اجازت کے بغیر کسی دوسرے شخص کو مال دیدیا اور اس دوسرے شخص نے میت کی طرف سے حج کیا تو اس کا حج میت کی طرف سے واقع نہیں ہوگا اور نہ اس کے وصی کی طرف سے ہوگا اور پہلا حاجی یعنی مامور اور دوسرا حاجی دونوں ضامن ہوں گے لیکن اگر آمر یعنی میت نے اس کو اجازت دیدی ہو یا میت نے کسی کو معین نہ کیا ہو اور اس کے وصی نے مامور کو مال دیتے وقت یہ کہہ دیا ہو کہ تجھ کو اختیار ہے جس طرح چاہے کر (یعنی خود حج کر یا کسی دوسرے سے کرادے) تو اب خواہ وہ بیمار ہوا یا نہ ہوا ہو اس کے لئے جائز ہے کہ وہ دوسرے شخص کو مال دیدے (اور آمر کا حج کرادے) کیونکہ اب وہ اس کا وکیلِ مطلق ہو گیا ہے [2] پس جب آمر نے مامور کو اجازت دیدی کہ وہ جب عاجز ہو جائے تو کسی دوسرے کو مال دے سکتا ہے (تاکہ دوسرا شخص حج کرے) تو جائز ہے [3]

(۴) اور وصی کو چاہئے کہ جس کو حج کرنے کے لئے مقرر کرے اس کو اجازت دیدے کہ اگر وہ بیمار ہو جائے تو کسی دوسرے شخص سے اس کا حج کرادے [4] ——— (۵) میت (آمر) کی طرف سے حج کرنے والا شخص جب بیمار ہو جائے اور اس کا تمام نفقہ خرچ ہو جائے تو وصی پر اس کے واپس لوٹنے کے لئے نفقہ بھیجنا واجب نہیں ہے [5]

(۶) اور اگر میت نے وصیت کی کہ اس کی طرف سے حج کیا جائے اور اس سے زیادہ اور کچھ نہیں کہا تو وصی کو خود حج کرنا واجب ہے لیکن اگر وصی خود وارث ہو یا وصی نے وارث کو حج کرنے کے لئے رقم دی تو جب تک باقی وارث اس کو اجازت نہ دیں اس کو حج کرنا جائز نہیں ہے اور باقی وارثوں کی اجازت کے لئے بھی یہ ضروری ہے کہ وہ سب بالغ ہوں کیونکہ یہ مال کے ساتھ تبرع کرنے کی مانند ہے پس یہ تبرع) وارث کے لئے باقی وارثوں کی اجازت کے بغیر صحیح نہیں ہے۔

(۷) اور اگر میت نے وصی کو کہا کہ جو شخص میری طرف سے حج کرے تم اس کو یہ مال دیدو تو وصی کیلئے اسکی طرف سے حج کرنا مطلقاً جائز نہیں ہے۔ [6]

شرطِ دوازدہم [12]

(۱) وہی شخص حج کرے جس کو آمر نے معین و مخصوص کر دیا ہو اس کے علاوہ کوئی دوسرا شخص اس کا حج نہ کرے [7] یعنی مامور معین کا متعین ہونا جبکہ آمر نے اس کو معین کر دیا ہو شرط ہے [8] اور متعین کرنے سے مراد یہ ہے کہ اس کے سوا

---

[1] لباب وشرحہ و در و ش و فتح و بدائع و غنیہ و ع ملتقطاً [2] لباب وشرحہ و ش ملتقطاً [3] لباب وشرحہ [4] ع و غنیہ [5] ع
[6] فتح و بحر و غنیہ [7] لباب وشرحہ [8] غنیہ۔

کسی دوسرے شخص سے اپنا حج کرانے کو منع کردیا ہو ۱؎ یا ایک شخص میں حصر کردیا ہو یعنی یہ کہا ہو کہ سوائے فلاں شخص کے میری طرف سے کوئی حج نہ کرے ۲؎ یعنی اگر آمر نے اس طرح کہا کہ فلاں شخص میری طرف سے حج کرے کوئی اور دوسرا نہ کرے تو کسی دوسرے شخص کا اس کی طرف سے حج کرنا جائز نہیں ہوگا اگرچہ فلاں (مذکور) شخص مرگیا ہو کیونکہ وصیت کرنے والے نے کسی دوسرے شخص کو اس کی طرف سے حج کرنے کی ممانعت کی صراحت کردی ہے۔

(۲) اور یہ حکم اس وقت ہے جبکہ اس نے صراحت کے ساتھ کسی دوسرے شخص کو اپنا حج کرنے سے منع کردیا ہو اور اگر منع کرنے کی صراحت نہیں کی یعنی یہ کہا کہ فلاں شخص اس کی طرف سے حج کرے اور یہ نہیں کہا کہ اس کے سوا اور کوئی شخص اس کا حج نہ کرے اور وہ فلاں شخص مرگیا اور کسی دوسرے شخص سے اس کا حج کرادیا تو جائز ہے ۳؎

(۳) اور منسک کرمانی میں ہے اگر کسی نے یہ وصیت کی کہ میری طرف سے فلاں شخص حج کرے اور اس فلاں شخص نے حج کرنے سے انکار کردیا اور وصی نے کسی دوسرے شخص کو رقم دے کر اس سے اس میت کا حج کرادیا تو جائز ہے اور اگر اس فلاں شخص نے انکار نہیں کیا پھر بھی وصی نے کسی دوسرے شخص کو رقم دے کر اس کا حج کرادیا تب بھی جائز ہے ۴؎ جیسا کہ اگر وصیت کرنے والا شخص زندہ ہو اور وہ کسی شخص کو اپنے حج کا امر کرے پھر اس سے رجوع کرلے تو اس کے لئے جائز ہے اسی طرح صورتِ مذکورہ بالا میں بھی جائز ہے انتہیٰ اور اس میں فرق کی جہت سے بحث ہے جو مخفی نہیں ہے کیونکہ وصیت کرنے والے کے لئے جائز ہے کہ وہ فلاں شخص کو معین کرے اور کہے کہ اس کے سوا کوئی اور اس کی طرف سے حج نہ کرے پھر وہ (اس سے رجوع کرے اور) اس کے علاوہ کسی دوسرے شخص کو امر کرے کہ وہ اس کی طرف سے حج کرے بخلاف وصی کے کہ اس کے لئے یہ جائز نہیں ہے ۵؎

(۴) اور اگر کسی شخص نے وصیت کی کہ اس کی طرف سے حج کیا جائے اور کسی معین شخص کے لئے وصیت نہیں کی پس اگر اس کے وارث جمع ہو کر کسی شخص سے اس کا حج کرادیں تو جائز ہے ۶؎

شرط سیزدہم ۱۳

(۱) آمر کی مخالفت نہ کرنا۔

(۲) رہی یہ بات کہ مامور کس چیز سے آمر کا مخالف ہوجاتا ہے اور جب اس نے آمر کی مخالفت کی تو اس کا کیا حکم ہے اس کی تفصیل یہ ہے کہ اگر آمر نے مفرد حج یا مفرد عمرہ کا امر کیا اور مامور نے آمر کی طرف سے قران کیا تو وہ امام ابوحنیفہؒ کے قول میں مخالف و ضامن ہوگا اور امام ابویوسفؒ و امام محمدؒ نے کہا کہ اس کا قران کرنا آمر کی طرف سے جائز و کافی ہوگا اور فرمایا کہ ہم اس مسئلہ میں استحسان کو اختیار کرتے ہیں اور قیاس کو چھوڑتے ہیں اور وہ اس بارے میں ان کے نزدیک ضامن نہیں ہوگا ۷؎ یعنی اس کا قران صاحبین کے نزدیک استحساناً آمر کی طرف سے جائز ہوگا ۸؎ صاحبین کے قول کی وجہ یہ ہے کہ قران افضل ہے پس مامور نے آمر کے امر کو بطریقِ احسن ادا کیا ہے اس لئے وہ مخالف نہیں ہوگا اور اس لئے بھی کہ مامور نے آمر کی مخالفت

۱؎ ش و غنیہ ۲؎ غنیہ ۳؎ لباب و شرحہ و در و ش و غنیہ ملتقطاً ۴؎ شرح اللباب و غنیہ ۵؎ شرح اللباب
۶؎ لباب و شرحہ و غنیہ ۷؎ بدائع بزیادۃ و لباب و شرحہ و غنیہ ۸؎ لباب و شرحہ و غنیہ۔

نیکی کی طرف کی ہے پس اس میں ایسا کرنا صحیح ہے جبکہ دلالۃً اس کی اجازت ثابت ہے [۱] یعنی کیونکہ مامور نے آمر کے امر کی تعمیل نیکی کے اضافہ کے ساتھ کی ہے پس نیکی کی زیادتی میں دلالۃً آمر کی طرف سے اجازت ثابت ہو گئی لہذا وہ مخالف نہیں ہوا [۲] بخلاف تمتع کے کہ اس میں اس کا سفر عمرہ کے لئے بالذات واقع ہوا ہے [۳] (اس لئے تمتع کرنے کی صورت میں وہ بالاجماع مخالف ہو گا اور اس کی تفصیل عنقریب آئے گی، مؤلف) اور امام ابو حنیفہؒ کے قول کی وجہ یہ ہے کہ مامور نے آمر کے امر کے مطابق حج ادا نہیں کیا اس لئے کہ آمر نے اس کو اس بات کا امر کیا تھا کہ وہ اپنا سفر حج میں لگائے حج کے علاوہ کسی اور کام میں نہ لگائے اور اس نے ایسا نہیں کیا پس اس نے آمر کے امر کی مخالفت کی لہذا وہ ضامن ہو گا [۴] یعنی کیونکہ وہ مفرد حج کے سفر کے لئے مال خرچ کرنے پر مامور ہے اور اس نے اس کی مخالفت کی پس وہ حج مامور کی طرف سے واقع ہو گا اور وہ آمر کے مال کا ضامن ہو گا جیسا کہ اگر وہ تمتع کرتا تو آمر کا مخالف و ضامن ہوتا لیکن یہ توجیہ صاحبین کے مذکورہ بالا قول کا جواب نہیں بنتی اور زیادہ بہتر توجیہ وہ ہے جو مبسوط میں ہے کہ یہ عمرہ آمر کی طرف سے واقع نہیں ہو گا کیونکہ اس نے اس کا امر نہیں کیا اور آمر کی طرف سے حج کرنے والے کو آمر کے امر کے بغیر کسی نسک کو اس کی طرف سے ادا کرنے کا تصرف و اختیار نہیں ہے اور جب عمرہ اس میت کی طرف سے واقع نہیں ہوا تو وہ مامور کی طرف سے ادا ہوا اور وہ ایسا ہو گیا گویا کہ اس نے ابتدا سے ہی اپنی طرف سے اس کی نیت کی ہے اور اسی طرح تمتع میں بھی عمرہ میت کی طرف سے واقع نہ ہونے کی وجہ سے اس کی طرف سے تمتع جائز نہیں ہے اور جب آمر نے مامور کو صرف عمرہ کا امر کیا ہو اور پھر مامور قران کرے تب بھی امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک وہ صرف حج کے امر کی صورت میں قران کرنے کی مانند ضامن ہو گا [۵]

(۳) اور یہ اختلاف اس وقت ہے جبکہ اس نے آمر کی طرف سے قران کیا ہو لیکن اگر آمر نے مفرد حج یا مفرد عمرہ کا امر کیا اور مامور نے مفرد حج کی صورت میں عمرہ اور مفرد عمرہ کی صورت میں حج کا احرام اپنی طرف سے یا کسی دوسرے شخص کی طرف سے اس کے ساتھ ملا کر قران کیا تو وہ بالاجماع مخالف ہو گا [۶] یعنی حج و عمرہ میں سے ایک کا احرام اپنی طرف سے یا کسی دوسرے شخص کی طرف سے اور دوسرے کا احرام آمر کی طرف سے باندھا تو وہ بالاجماع مخالف و ضامن ہو گا [۷] کیونکہ وہ میت کی طرف سے صرف ایک کے لئے سفر کرنے پر مامور ہے [۸]

(۴) اور اگر آمر نے اس کو صرف حج . . . . . کرنے پر مامور کیا اور اس نے تمتع کیا اس طرح پر کہ اس نے پہلے میت یا کسی اور کی طرف سے عمرہ کی نیت کر کے احرام باندھا اور عمرہ ادا کر لیا پھر میت کی طرف سے حج ادا کیا تو وہ بالاجماع مخالف و ضامن ہو گا اور وہ حج آمر کی طرف سے واقع نہیں ہو گا کیونکہ وہ میت کی طرف سے صرف حج کے لئے سفر کرنے پر مامور ہے [۹] یعنی اس لئے کہ اس کا سفر بالذات عمرہ کے لئے واقع ہوا ہے اور حج کے لئے امر کرنے میں یہ امر بھی شامل ہے کہ اس کا سفر حج کے لئے ہو اور اس کے

---

[۱] فتح بتصرف و غنیہ [۲] بدائع [۳] فتح و غنیہ [۴] بدائع [۵] فتح و غنیہ بتصرف [۶] غنیہ [۷] شرح اللباب و فتح۔ [۸] شرح اللباب و فتح و غنیہ [۹] لباب و شرحہ و غنیہ۔

حج کا احرام آفاقی کے میقات سے باندھا جائے اور تمتع کرنے والا مکہ مکرمہ میں حج کا احرام باندھتا ہے [1] عمرہ کرنے سے اس کا سفر مکہ مکرمہ میں ختم ہوگیا اور اب اس کا حج مکّی ہوگیا پس ان دو وجہ سے وہ آمر کا مخالف ہوا [2]

(۵) اور اگر آمر نے اس کو حج کا امر کیا اور اس نے عمرہ ادا کیا تو وہ ضامن ہوگا اس لئے کہ اس نے حج کے سفر کو عمرہ کی طرف لگا دیا خواہ وہ عمرہ آمر کی طرف سے کرے یا کسی اور کی طرف سے کرے دونوں صورتوں میں ایک ہی حکم ہے [3] اور بدائع میں ہے کہ اگر آمر نے مامور کو امر کیا کہ اس کی طرف سے حج کرے اور اس نے عمرہ کیا تو وہ ضامن ہوگا اس لئے کہ اس نے آمر کی مخالفت کی ہے اور اگر اس نے پہلے عمرہ کیا اور پھر مکہ مکرمہ سے حج کیا (یعنی تمتع کیا، مولف) تو ہمارے سب ائمہ کے قول میں وہ آمر کے نفقہ کا ضامن ہوگا کیونکہ آمر نے اس کو اپنے شہر سے سفر کرکے حج کرنے کا امر کیا تھا اور اس نے حج سفر کے بغیر ادا کیا اس لئے کہ اس کا پہلا سفر عمرہ کی طرف لگ گیا ہے پس وہ مخالف اور نفقہ کا ضامن ہوگا۔

(۶) اور اگر آمر نے اس کو اپنی طرف سے حج کا امر کیا اور اس نے حج اور عمرہ کے احرام کو جمع کیا یعنی حج کا احرام آمر کی طرف سے باندھا اور عمرہ کا احرام اپنی طرف سے باندھا پھر حج آمر کی طرف سے اور عمرہ اپنی طرف سے ادا کیا تو امام ابو حنیفہؒ سے ظاہر الروایت میں وہ آمر کا مخالف ہوا [4] ——— (۷) اور اگر آمر نے اس کو عمرہ کا امر کیا پس اُس نے پہلے عمرہ ادا کیا پھر اپنی طرف سے حج ادا کیا تو وہ آمر کا مخالف نہیں ہوگا کیونکہ اس نے اس چیز کو ادا کر دیا جس کے لئے اس کو امر کیا گیا تھا اور وہ اس سفر کے ساتھ عمرہ کا ادا کرنا تھا اس کے بعد اس نے اپنا حج ادا کیا تو اس کا اس میں مشغول ہونا ایسا ہی ہے جیسا کہ کسی دوسرے کام تجارت وغیرہ میں مشغول ہونا۔

(۸) اور اسی طرح اگر آمر نے اس کو اپنی طرف سے حج کرنے کا امر کیا پس اس نے پہلے آمر کی طرف سے حج کیا پھر حج کے بعد اپنی طرف سے عمرہ کیا تو جائز ہے وہ عام فقہا کے نزدیک امام ابو حنیفہؒ کے قول کی بنا پر مخالف نہیں ہوگا لیکن پہلی صورت میں اپنی طرف سے حج کرنے کے لئے ٹھہرنے کے زمانہ کا نفقہ اور دوسری صورت میں اپنی طرف سے عمرہ کرنے کے لئے ٹھہرنے کے زمانہ کا نفقہ مامور کے اپنے مال سے ہوگا کیونکہ اس عرصہ میں وہ اپنے عمل کے لئے ٹھہرا ہے پس جب اس حج یا عمرہ سے فارغ ہو جائے تو پھر اپنے گھر واپس پہنچنے تک میت کے مال سے خرچ کرے گا [5]

(۹) اور اگر آمر نے عمرہ کا امر کیا اور مامور نے قران کیا تو یہ ہمارے تینوں اماموں میں مختلف فیہ ہے (جیسا کہ اوپر بیان ہوا ہے) لیکن صاحبین کے قول پر وہ عمرہ ادا کرنے کے بعد حج ادا کرنے تک اپنے مال سے خرچ کرے گا کیونکہ اب وہ اپنی ذات کے لئے عمل کر رہا ہے [6] اور یہ جو بیان ہوا کہ حج یا عمرہ ادا کرنے کے زمانہ کا خرچہ اپنے مال میں سے خرچ کرے یہ اس وقت ہے جبکہ وہ اپنے ساتھیوں کے چلے جانے کے بعد اپنا حج یا عمرہ ادا کرنے کے لئے ہی ٹھہرا ہو لیکن اگر قافلہ کے لئے ٹھہرنے کے زمانہ میں اس نے اپنے لئے حج یا عمرہ کیا تو نفقہ میت کے مال میں سے ہوگا جیسا کہ اگر وہ اس اثنا میں کسی دوسرے کام تجارت وغیرہ میں مشغول ہوتا تو میت کے مال سے ہی خرچ کرتا [7] اور اکثر ایسا ہوتا ہے کہ کسی کی طرف سے حج کرنے والا حج سے فارغ ہونے کے بعد مکہ مکرمہ میں ٹھہرتا ہے اس کے لئے اپنی یا کسی دوسرے

[1] فتح [2] غنیہ [3] لباب وشرحہ [4] بدائع [5] لباب و شرحہ و بدائع و فتح و بحر و غنیہ ملتقطاً [6] فتح [7] غنیہ۔

[illegible] زد کے نزدیک جائز نہیں ہوگا اور وہ اُن کا مخالف ہوگا۔ (لباب وشرحہ وتمامہ فیہ)

کی طرف سے عمرہ کرنا ممکن ہے تو اس کا نفقہ میت کے مال میں ہوگا جبکہ اس کا ٹھہرنا اصل میں آمر کے حج کی وجہ سے ہو جیسا کہ اس کا اہلِ قافلہ سے پہلے چلا جانا متصور نہیں ہوتا اور اس عرصہ میں اس کو اپنا وقت تجارت یا کسی صنعت وغیرہ کے کام میں صرف کرنا یا عمرے ادا کرنا اس اقامت کی ضرورت کے پیشِ نظر مضر (اور خلافِ امر) نہیں ہے [1]

(۱۰) اور اگر آمر کے امر کے برعکس کیا مثلاً اس نے عمرہ کا امر کیا اور مامور نے اس کی طرف سے حج کیا اور پھر اپنے لئے عمرہ کیا، یا پہلے اپنے لئے حج کیا پھر آمر کے لئے عمرہ کیا، یا آمر نے اس کو حج کا امر کیا پس اس نے آمر کے لئے یا اپنے لئے عمرہ کیا پھر آمر کے لئے یا کسی دوسرے شخص کے لئے حج کیا تو وہ مخالف ہوگا اور یہ سب ناجائز ہوگا [2] اور اگر آمر نے اس کو عمرہ کا امر کیا اور اس نے پہلے حج کیا پھر آمر کی طرف سے عمرہ کیا تو وہ مخالف ہوگا کیونکہ اس نے اپنا سفر حج کے لئے کر دیا اور آمر نے اس کو حج کا امر نہیں کیا تھا اگرچہ حج عمرہ سے افضل ہے اس لئے کہ یہ بحیثیتِ جنس آمر کے امر کے خلاف ہے جیسا کہ کسی شخص نے وکیل کیا کہ اس چیز کو ایک ہزار درہم میں فروخت کرے اور اس نے ایک ہزار دینار میں فروخت کیا (تو وہ مخالف ہوگا) کذافی المحیط [3]

(۱۱) اور ابن سماعہؒ نے امام محمدؒ سے روایت کی ہے کہ جب مامور بالحج نے میت کی طرف سے حج کیا، اس نے طواف اور سعی کی پھر اپنی طرف سے اس پر عمرہ کا احرام ملا دیا تو وہ مخالف نہیں ہوگا اس لئے کہ اس پر اس عمرہ کو ترک کرنا بوجہ مخالفتِ سنّت کے واجب ہے جیسا کہ قران کے بیان میں مذکور ہے پس اس کے احرام کا ہونا نہ ہونے کی برابر ہے اور اگر اس نے ان دونوں کو جمع کیا یعنی قران کر لیا پھر طوافِ قدوم سے قبل وقوفِ عرفات کر لیا اور عمرہ کو ترک کر دیا تو یہ ترک اس کو کچھ نفع نہیں دیگا اور اس ترک کے باوجود آمر کا مخالف ہوگا اس لئے کہ جب اس نے ان دونوں کو جمع کیا تو امام ابوحنیفہؒ سے مذکور ظاہر الروایت میں آمر کا مخالف ہوا پس اس کا حج اپنی طرف سے واقع ہوگا اور اب اس کے بعد عمرہ کو ترک کر کے اس حج کو دوسرے کی طرف منتقل نہیں کیا جا سکتا [4]

(۱۲) جس سال آمر نے حج کا امر کیا اگر اس سال نہیں کیا بلکہ دوسرے تیسرے سال کیا تو وہ آمر کے امر کا مخالف نہیں ہوگا (اور آمر کا حج ادا ہو جائے گا) اور بطور پر ضمان واجب نہیں ہوگا) اگرچہ آمر نے اس سال کو معین کر دیا ہو کیونکہ یہ تعیین جلدی کرنے کے لئے ہے، تقیید کے لئے نہیں ہے کیونکہ سال کے مختلف ہونے سے حج مختلف نہیں ہوتا پس جس سال میں بھی ادا کرے گا آمر کی طرف سے واقع ہو جائیگا لیکن افضل و اولیٰ یہ ہے کہ اُسی معینہ سال میں کرے کیونکہ نفقہ کے جاتے رہنے یا حج کے معطل ہو جانے کا خوف ہے [5]

شرط چہاردہم

(۱) صرف ایک حج کا احرام باندھنا [6]

(۲) ظاہر یہ ہے کہ یہ شرط اس پہلی شرط یعنی "آمر کی مخالفت نہ کرنا" میں داخل ہے [7]

(۳) پس اگر کسی شخص نے اپنی طرف سے ایک حج کرنے کا امر کیا اور مامور نے دو حج کا احرام باندھا اور ان میں سے پہلا احرام اپنی طرف سے اور دوسرا احرام آمر کی طرف سے باندھا یا اس کے برعکس پہلے حج کا احرام آمر کی طرف سے اور دوسرے حج کا احرام اپنی طرف سے باندھا تو جب تک وہ آمر کے احرام کے علاوہ دوسرے احرام کو ترک نہیں کرے گا آمر کا حج جائز نہیں ہوگا اور وہ مخالف ہوگا۔

---

[1] شرح اللباب [2] لباب فی شرحہ بزیادۃ عن غنیہ [3] بحر و غنیہ [4] بدائع و فتح و غنیہ [5] در و ش و غنیہ [6] لباب و غنیہ [7] شرح اللباب۔

(۴) پس جو احرام حج اپنی طرف سے باندھا ہے اگر اس کو ترک کر دیا تو دوسرا احرام آمر کی طرف سے جائز ہو جائے گا اور وہ ایسا ہو جائے گا گویا کہ اس نے شروع سے ہی اس ایک حج کا احرام باندھا ہے [1]

(۵) منسک الکبیر میں کہا ہے کہ اس مسئلہ کی صورت یہ ہے کہ اس نے دونوں حج کا احرام علی التعاقب (آگے پیچھے) باندھا ہو اور ان دونوں میں سے پہلے حج کی آمر کی طرف سے نیت کی ہو لیکن اگر پہلے حج کی نیت اپنی طرف سے کی تو یہ سب کے نزدیک جائز نہیں ہونا چاہئے اس لئے کہ اس صورت میں پہلے حج کا ترک کرنا ممکن نہیں ہے جیسا کہ پوشیدہ نہیں ہے، اہلِ عقل کے نزدیک یہ بحث اچھی اور یہ تفصیل عمدہ ہے پھر کہا ہے کہ اگر اس نے دو حج کا احرام ایک ساتھ باندھا تو امام ابو یوسف و امام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک اس کا جائز ہونا متصور نہیں ہے امام ابو یوسفؒ کے نزدیک اس لئے کہ دوسرا احرام باندھتے ہی ان میں سے ایک احرام بلا مہلت ترک ہو جاتا ہے پس اُن کے قول پر ترک ہونے سے قبل یہ متعین نہیں کر سکتے کہ کونسا ترک ہوا ہے اور امام محمدؒ کے نزدیک اس لئے کہ ان میں سے صرف ایک کے لئے احرام منعقد ہوتا ہے دوسرے کے لئے شروع سے احرام منعقد ہی نہیں ہوتا لیکن امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک ممکن ہے کہ اس کو جائز کہا جائے اس لئے کہ ترک سے قبل یہ متعین نہیں کیا جا سکتا کہ جو ترک ہوا ہے وہ مامور کا اپنا حج ہے کیونکہ امام صاحبؒ کے نزدیک وہ فوراً اسی وقت ترک نہیں ہوتا جیسا کہ پہلے (جمع بین النسکین کے بیان میں) گذر چکا ہے الخ [2] پس ایک ساتھ احرام باندھنے کے بعد جب وہ حج کے لئے روانہ ہوا یا اعمالِ حج شروع کر دیئے (علی اختلاف الروایات) تو ان دونوں میں سے ایک ترک ہو جائے گا اور دوسرا باقی رہے گا پس ان دونوں میں سے ایک صفتِ ترک کے ساتھ موصوف ہوا اور دوسرا صفتِ بقا کے ساتھ پس وہ باقی کو آمر کے لئے اور متروک کو اپنے لئے کر لے گا واللہ اعلم اخوان جان [3]

شرطِ پانزدہم [15]

(۱) صرف ایک معین شخص کی طرف سے حج کا احرام باندھنا [4]

(۲) یہ شرط بھی "آمر کی مخالفت نہ کرنا" میں داخل ہے اور علیحدہ کوئی شرط نہیں ہے [5]

(۳) پس اگر دو شخصوں نے اس کو حج کا امر کیا اور اُس نے ان دونوں کی طرف سے ایک حج کا احرام باندھا تو وہ ان دونوں کے مال کا ضامن ہوگا اور وہ حج (دونوں میں سے کسی کا واقع نہیں ہوگا بلکہ) مامور کا واقع ہوگا اور اس کو حج کرنے کے بعد یہ اختیار نہیں ہوگا کہ وہ اس حج کو ان دونوں میں سے کسی ایک کی طرف سے معین کر دے اور اگر دونوں میں سے کسی ایک معین شخص کی طرف سے احرام باندھا تو اس معین شخص کی طرف سے حج ادا ہوگا اور بلا خلاف وہ دوسرے شخص کے مال کا ضامن ہوگا اور اگر ان دونوں میں سے کسی ایک کو معین نہیں کیا یعنی بغیر تعین ان میں کسی ایک کی طرف سے احرام باندھا تو اس کو اختیار ہے کہ اعمالِ حج شروع کرنے سے پہلے پہلے ان دونوں میں سے جس ایک کے لئے چاہے اس احرام کو معین کر دے، اگر اس نے اعمال شروع کرنے سے قبل کسی ایک کو معین کر دیا تو امام ابو حنیفہؒ و امام محمد رحمہما اللہ کے قول میں استحساناً جائز ہے اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ نے کہا کہ یہ حج مامور کی طرف سے واقع ہوگا اور وہ قیاس کی رو سے ان دونوں کے مال کا ضامن ہوگا اور اعمالِ حج شروع کر دینے کے بعد اس کو معین کرنا (بالاجماع) جائز نہیں ہے حتیٰ کہ اگر اس نے طوافِ قدوم کا ایک چکر ادا کر لیا یا (طوافِ قدوم ترک کر دیا اور) وقوفِ عرفہ کر لیا پھر اس نے چاہا کہ اس حج کو کسی

[1] فتح ولباب وشرحہ وبحر وغنیہ ملتقطاً [2] شرح اللباب وتاتارخانیہ [3] ارشاد [4] غنیہ ولباب [5] شرح اللباب۔

ایک کے لئے کردے تو یہ جائز نہیں ہے اور وہ حج بالاجماع اس مامور کی طرف سے واقع ہوگا اور وہ آمر کا مخالف ہوگا۔

(۴) اور اگر اس نے اپنے والدین میں سے کسی ایک کی طرف سے اُن دونوں یا دونوں میں سے کسی ایک کے امر کے بغیر حج یا عمرہ کا احرام مبہم طور پر یعنی بلا تعیین باندھا اور اعمالِ حج شروع کرنے سے قبل دونوں میں سے کسی ایک کے لئے معین نہیں کیا تو اس کیلئے جائز ہے کہ اس حج یا عمرہ کا ثواب ان دونوں کے لئے یا دونوں میں سے کسی ایک کے لئے کردے اور مراد یہ ہے کہ اس نے دونوں میں سے کسی ایک کے لئے معین کئے بغیر مبہم احرام باندھا تو اس کو اختیار ہے کہ حج یا عمرہ کے اعمال شروع کرنے سے پہلے اس احرام کو دونوں میں سے کسی ایک کے لئے معین کردے یا اس نسک کے تمام افعال پورے ادا کرنے کے بعد اس کا ثواب بخشدے لیکن اگر والدین میں سے ہر ایک نے اس کو امر کیا ہو کہ وہ اس کی طرف سے فرض حج ادا کرے اور اس نے دونوں کی طرف سے دو حج کا احرام باندھا تو اس کا جواب وہی ہے جو دو اجنبی آدمیوں کی طرف سے دو حج کا احرام اکٹھا باندھنے کا اوپر بیان ہو چکا ہے [۱]

(۵) اور اس بیان کی تفصیل اس طرح پر ہے کہ اگر کسی نے دو آمروں کی طرف سے ایک حج کا احرام باندھا خواہ وہ دو آمر اس کے والدین ہوں یا کوئی اور آدمی ہوں جیسا کہ فتح القدیر میں اس کی تصریح کی ہے تو اس کی نیت دونوں کی طرف سے باطل ہو جائے گی اور حج مامور کی طرف سے واقع ہوگا اور اگر دونوں کے مال میں سے خرچ کیا ہے تو ان دونوں کے نفقہ کا ضامن ہوگا اس لئے کہ ان میں سے کسی کو معین نہ کرکے دونوں کی مخالفت کی ہے کیونکہ دونوں میں سے ہر ایک نے اس کو امر کیا ہے کہ حج میں کسی کی شرکت کے بغیر صرف اسی کا نفقہ خرچ کیا جائے اور اس نے اس کو اپنے حج کے لئے خرچ کیا ہے اور اب اس کو ان دونوں میں سے کسی ایک کے لئے کر دینا عدم اولیت کی وجہ سے ممکن نہیں ہے۔

(۶) اور اگر اس نے مبہم احرام باندھا یعنی یہ کہا "لبیک بحجۃ عن احد آمری" یعنی بلا تعین دونوں آمروں میں سے کسی ایک کے لئے حج کی نیت کی) پھر اگر اعمالِ حج یعنی طوافِ قدوم یا اگر طوافِ قدوم نہ کرے تو وقوفِ عرفہ شروع کرنے سے قبل کیونکہ اب وقوف ہی معتبر ہوگا، ان دونوں میں سے کسی ایک کو معین کر دیا تو وہ احرام اب اس کی طرف سے معین ہو جائے گا یعنی اس کی طرف سے جائز ہو جائے گا اور امام ابو حنیفہؒ و امام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک دوسرے شخص کے نفقہ کا ضامن ہوگا اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک اعمالِ حج شروع کرنے پر توقف کئے بغیر احرام باندھتے ہی وہ حج اس مامور کی طرف سے واقع ہوگا اور مامور ان دونوں کے نفقہ کا ضامن ہوگا اور یہ قیاس ہے اس لئے کہ ان دونوں میں سے ہر ایک نے اپنے لئے حج معین کرنے کا اس کو امر کیا ہے اور ابہام میں اس کی مخالفت ہے کیونکہ جب اس نے معین نہیں کیا تو اس نے مخالفت کی، اور طرفین کے قول کی وجہ جو کہ استحسان ہے یہ ہے کہ یہ ابہام احرام میں ہے اور احرام فی نفسہ مقصود نہیں ہے بلکہ وہ افعال کا وسیلہ ہے اور مبہم تعین کے ذریعہ وسیلہ ہونے کے قابل ہو جاتا ہے پس یہ شرط کے طور پر کافی ہے اور اگر معین نہیں کیا حتیٰ کہ اعمالِ حج شروع کر دیئے اگرچہ طوافِ قدوم کا ایک چکر ہی کیا ہو یا وقوفِ عرفہ کیا ہو تو اب وہ حج اس کی طرف سے واقع ہوگا اور وہ ان دونوں کے مال کا ضامن ہوگا کیونکہ اب وہ

[۱] لباب و شرحہ ملخصاً

اعمال شروع کردینے کی وجہ سے کسی کو معین کرنے سے عاجز ہے اس لئے کہ اعمال غیر معین شخص کی طرف سے واقع نہیں ہوتے پس اب وہ اس کی طرف سے واقع ہوں گے اور اب اس کو کسی دوسرے کی طرف منتقل کرنا ممکن نہیں ہے البتہ اس کو صرف ثواب کا منتقل کرنا نص کی بنا پر جائز ہے اور اگر اس بارے میں نص موجود نہ ہوتی تو ثواب منتقل کرنا بھی جائز نہ ہوتا اور اسی طرح اعمال شروع کرنے سے پہلے بھی اس کو کسی دوسرے کی طرف منتقل کرنا ممکن نہیں ہے اس لئے کہ مامور نے دونوں آمروں میں سے (مبہم طور پر) کسی ایک کے لئے کردینے کی وجہ سے اپنی طرف سے ہونے سے خارج کردیا ہے (یعنی اپنے لئے نہیں رکھا) پس جب تک آمر کی مخالفت یا کسی ایک کے لئے معین کرنے سے عاجز ہونا ثابت نہ ہوجائے وہ مامور کی طرف منتقل نہیں ہوسکتا اور اعمال شروع کرنے سے پہلے یہ ثابت نہیں ہوا کیونکہ معین کرنا ابھی ممکن ہے۔

(۷) اور اگر مطلق طور پر احرام باندھا یعنی "لبیك بحجة" کہا اور معین یا مبہم طور پر محجوج عنہ (آمر) کا ذکر نہیں کیا تو اس کے متعلق کافی میں ہے کہ اس بارے میں کوئی نص نہیں ہے اور اس صورت میں دونوں میں سے کسی ایک کا معین کرنا عدم مخالفت کی وجہ سے بالاجماع صحیح ہونا چاہئے اھ اور یہ جو کہا ہے کہ "کسی ایک کا معین کرنا صحیح ہونا چاہئے" اس سے مراد یہ ہے کہ طواف قدوم سے پہلے اور عدم طواف کی صورت میں وقوفِ عرفہ سے پہلے دونوں آمروں میں سے کسی ایک کا تعین صحیح ہے جیسا کہ مسئلہ ابہام میں ہے۔ (یہ بات پوشیدہ نہیں ہے کہ یہ حکم بالاجماع اس وقت ہے جبکہ مامور پر حج فرض باقی نہ ہو ورنہ اس کو کسی دوسرے کے لئے معین کرنا جائز نہیں ہے بلکہ اگر اس نے کسی دوسرے کے لئے معین کرنا تب بھی وہ امام شافعی رضی اللہ عنہ اور ان کے متبعین کے قول کی بنا پر اس مامور ہی کی طرف سے واقع ہوگا [1]) اور یہ جو اوپر کہا ہے کہ "یہ بالاجماع صحیح ہونا چاہئے" ہمارے مشائخ نے کہا کہ اس میں بھی امام ابویوسفؒ کا اختلاف جاری ہونا چاہئے جیسا کہ مسئلہ ابہام میں ان کا اختلاف مذکور ہوا ہے کیونکہ وہاں جو علت بیان ہوئی ہے وہی یہاں بھی جاری ہوتی ہے پس جب ان دونوں میں سے ایک کو معین کرنا صحیح ہے تو یہ حج مامور کی طرف سے واقع نہیں ہوگا اس لئے کہ جب مامور نے آمر کا نفقہ جس کام کے لئے اس سے لیا ہے اس کام کی طرف جاتے ہوئے اپنے اوپر خرچ کیا ہے تو جب تک آمر کی مخالفت ثابت نہ ہوجائے یا شرعاً معین کرنے سے عاجز نہ ہوجائے وہ احرام اس مامور کی طرف منتقل نہیں ہوسکتا اور ان دونوں (یعنی مخالفت و عجز) میں سے کوئی بات ثابت نہیں ہے اس لئے کہ اعمال شروع کرنے سے پہلے پہلے اس کو معین کرنا ممکن ہے پس اگر اس نے کسی ایک کو معین نہیں کیا حتیٰ کہ اعمال حج شروع کردیئے تو اب وہ احرام مامور کے لئے معین ہوگیا اور اب حج اس کی طرف سے واقع ہوگا لہٰذا اب اس کو اس کا کسی دوسرے کی طرف منتقل کرنا ممکن نہیں ہے البتہ اب اس کو اس کا ثواب دوسرے کے لئے کردینا جائز ہے جیسا کہ ابہام کی صورت میں اوپر بیان ہوا ہے۔

(۸) اور اگر احرام باندھتے وقت دونوں آمروں میں سے کسی ایک کے لئے معین تو کردیا لیکن یہ معین نہیں کیا کہ حج کا احرام باندھا ہے یا عمرہ کا تو اعمالِ نسک شروع کرنے سے پہلے اس کا معین کرنا بلااختلاف صحیح ہے پس اگر معین نہیں کیا یہاں تک کہ طواف

[1] شرح اللباب فی شرط السابع۔

کرلیا تو اب وہ احرام عمرہ کے لئے معیّن ہوگیا یا طواف سے پہلے وقوفِ عرفہ کرلیا تو حج کے لئے معیّن ہوگیا (جیسا کہ شرط ۹ میں بیان ہو چکا ہے)۔

(۹) خلاصہ یہ ہے کہ یہاں پر ابہام کی چار صورتیں ہیں یعنی یا تو وہ دونوں آمروں کی طرف سے حج کا احرام باندھے یا دونوں میں سے کسی ایک کی طرف سے ابہام کے طور پر (بلاتعیین) احرام باندھے، یا مطلق نیت کے ساتھ یعنی محجوج عنہ کا ذکر کئے بغیر احرام باندھے، یا دونوں میں سے کسی ایک کو معیّن کرکے احرام باندھے لیکن یہ معیّن نہ کرے کہ احرام حج کا ہے یا عمرہ کا۔ پس چاروں صورتوں میں سے پہلی صورت میں احرام باندھتے ہی فی الفور مخالفت اور تعیین سے عاجز ہونا ثابت ہوجائے گا، دوسری اور تیسری صورت میں احرام باندھتے ہی فوراً مخالفت ثابت نہیں ہوگی بلکہ اعمال شروع کرنے تک موقوف رہے گی پس اگر طواف یا وقوفِ عرفہ سے قبل دونوں میں سے کسی ایک کو معیّن کرلیا تو وہ اس کے لئے معیّن ہوجائے گا ورنہ مامور کی طرف منتقل ہوجائے گا اور اسی طرح چوتھی صورت میں بھی یہ امر موقوف ہے پس اس کیلئے جائز ہے کہ اعمال شروع کرنے سے قبل دونوں نسک میں سے کسی ایک یعنی حج یا عمرہ کے لئے معیّن کرلے۔

(۱۰) اور جب احرام باندھتے ہی یا اعمال شروع کردینے پر آمر کی مخالفت ثابت ہوگئی تو مامور کا وہ حج اپنی طرف سے واقع ہوگا، اگرچہ مشہور یہ ہے کہ وہ حج نفل واقع ہوگا اور حج فرض کی جگہ جائز نہیں ہوگا[۱] لیکن ردالمحتار شامی میں ہے "اور ظاہر یہ ہے کہ وہ حج فرض کی جگہ جائز و کافی ہوگا اس لئے کہ فرض حج معین یا مطلق ہونے کی صورت میں صحیح ہوتا ہے بخلاف نفلی حج کی نیت سے ادا کرنے کے کہ وہ فرض حج کی جگہ کافی نہیں ہوتا، اور اگرچہ مامور نے اس حج کو دونوں آمروں یا ان میں سے ایک کے لئے کرکے اُسے اپنی طرف سے منتقل کردیا ہے (یعنی اپنی طرف منسوب نہیں رکھا) لیکن جب مخالفت ثابت ہوگئی تو اس کا یہ منتقل کردینا باطل ہوگیا (یعنی اب اسی کی طرف منسوب ہوگا) ورنہ وہ حج فی الاصل اس کی طرف سے بھی واقع نہ ہوتا پس اب وہ ایسا ہوگیا گویا کہ اس نے ابتدا ہی سے اپنی طرف سے احرام باندھا ہے اور جب اس نے اس میں حج نفل کی نیت نہیں کی تو وہ حج فرض واقع ہوگا اور اسی لئے فتح القدیر میں بھی کہا ہے کہ اگر آمر نے کسی شخص کو حج کا امر کیا اور اس نے اس کے ساتھ اپنی طرف سے عمرہ کا احرام ملا کر قران کیا تو جائز نہیں ہے اور وہ آمر کی مخالفت کی وجہ سے بالاتفاق ضامن ہوگا۔ پھر آگے کہا ہے کہ اس کا وہ حج اپنی طرف سے فرض حج کی جگہ واقع نہیں ہوگا کیونکہ جو حج اطلاقِ نیت سے فرض کی جگہ واقع ہوتا ہے یہ اس سے بہت کم درجہ ہے اور اس نے اس کو نیت میں اپنی طرف سے منتقل کردیا ہے لیکن یہ فرض کی جگہ واقع نہ ہونے کا حکم غور طلب ہے اھ اور ظاہر ہے کہ غور طلب ہونے کی وجہ وہی ہے جو ہم نے اوپر بیان کی ہے کہ جب مخالفت ثابت ہوگئی اور وہ حج مامور کی طرف سے واقع ہوا تو نیت کا کسی دوسرے کی طرف منتقل کرنا باطل ہوگیا اور وہ حج فرض کی جگہ جائز و کافی ہوگیا پس بحر الرائق و نہر الفائق میں جو یہ مذکور ہے کہ "وہ حج مامور کی طرف سے نفلی ہوگا اور فرض حج کی جگہ جائز و کافی نہیں ہوگا" یہ محلِ غور ہے اور باقانی نے شرح الملتقی میں اس کی صراحت کی ہے اور شارح یعنی صاحب الدر نے بھی اپنی شرح میں اس کا اتباع کیا ہے کہ وہ (مامور) اس حج سے فرض حج کی ادائیگی سے عہدہ برآ ہوجائے گا"[۲]

[۱] فتح و بحر و ش و غنیہ ملتقطاً۔ [۲] ش و غنیہ و ارشاد۔

(۱۱) اگر کسی شخص نے اپنے والدین یا دو اجنبی شخصوں کی طرف سے اُن کے امر کے بغیر تبرعاً حج کا احرام باندھا پھر اس کے بعد کسی ایک کے لئے معین کر دیا تو جائز ہے یعنی اس حج کو ان دونوں میں سے کسی ایک یا دونوں کے لئے کر دینا جائز ہے اور اسی طرح اگر ان دونوں میں سے کسی ایک کی طرف سے مبہم (غیر معین) طور پر احرام باندھا تو اس کے بعد دونوں میں سے کسی ایک کے لئے معین کر دینا بطریق اولیٰ صحیح ہوگا [۱] پس اس سے یہیں یہ استفادہ ہوا کہ جب اس نے ان دونوں میں سے کسی ایک کی طرف سے مبہم احرام باندھا تو بطریق اولیٰ اس کے لئے جائز ہے کہ اس نسک کو ان دونوں میں سے کسی ایک کے لئے معین کر دے [۲] اور یہ اس بنا پر ہے کہ اس کا دونوں کی طرف سے نیت کرنا لغو ہو جائے گا اس وجہ سے کہ وہ ان دونوں یا دونوں میں سے کسی ایک کی طرف سے بھی مامور نہیں ہے وہ تو تبرع کرنے والا ہے پس یقیناً اعمالِ حج اسی کی طرف سے واقع ہوں گے اور بلاشبہ وہ ان دونوں کو ثواب بخشے گا اور ثواب حج کی ادائیگی کے بعد مرتب ہوگا اس سے قبل اس کی نیت لغو ہو جائے گی، اس لئے ادائیگی کے بعد اس کا ثواب ان دونوں میں سے کسی ایک کے لئے یا دونوں کے لئے کر دینا صحیح ہو جائے گا اور جب وہ ان دونوں کی طرف سے نفلی حج ادا کر رہا ہے تو اس مذکورہ بیان میں کوئی اشکال نہیں ہے [۳] کیونکہ کسی کی طرف سے نفلی حج کرنے والے کا زیادہ سے زیادہ یہی منشا ہے کہ وہ اپنے عمل کا ثواب کسی دوسرے کے لئے کر دے اور یہ صحیح ہے [۴] اور اگر ان دونوں میں سے کسی پر حج فرض ہوگا تو یا اس نے اس کی ادائیگی کے لئے وصیت کی ہوگی یا وصیت نہیں کی ہوگی، پس اگر اس نے اس کی وصیت کی اور وارث نے اپنے مال سے اس کی طرف سے تبرعاً حج کر دیا تو اس میت (آمر) کی طرف سے وہ حج ادا نہیں ہوگا (جیسا کہ پہلے شرطِ چہارم و ششم میں بیان ہو چکا ہے) اور اگر اس نے اس کی وصیت نہیں کی اور وارث نے تبرعاً اس کی طرف سے حج کرا دیا یا خود کر دیا تو امام ابوحنیفہؒ نے کہا کہ انشاء اللہ اس کی طرف سے جائز ہو جائے گا (یعنی اس میت کا فرض حج ادا ہو جائے گا) اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خثعمیہ عورت کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ اگر تیرے باپ کے ذمہ قرضہ ہو تو کیا تو اس کو ادا نہیں کرے گی الحدیث۔ اس حدیث میں حج فرض کو بندوں کے قرض سے تشبیہ دی ہے اور بندوں کے قرض کا حکم یہ ہے کہ اگر وارث میت کی وصیت کے بغیر اس کا قرض ادا کر دے تو اس کی طرف سے ادا ہو جائے گا پس اسی طرح حج بھی ادا ہو جائے گا، اور بھی احادیث ہیں جو دلالت کرتی ہیں کہ وارث کا اس قسم کا تبرع کرنا شرعاً معتبر ہے [۵] اور اس لئے بھی جائز ہے کہ اس صورت میں میت کی طرف سے امر دلالۃً پایا جاتا ہے یعنی گویا کہ وہ میت کی طرف سے اس کے لئے مامور ہے (جیسا کہ شرط ۱۲ میں بیان ہو چکا ہے، مؤلف) اور اس بنا پر حج کے اعمال میت کی طرف سے واقع ہوں گے عامل (افعال ادا کرنے والے مامور) کی طرف سے نہیں۔ پس فتح القدیر کا قول "یہ اس بنا پر ہے کہ اس کا ان دونوں کی طرف سے نیت کرنا لغو ہو جائے گا الخ" یہ اس صورت کے ساتھ مخصوص ہے جبکہ ان دونوں پر حج فرض نہ ہو اور دونوں نے وصیت نہ کی ہو۔

(۱۲) اور ان دونوں مذکورہ مسئلوں میں والدین اور دو اجنبی شخصوں میں کوئی فرق نہیں ہے بلکہ صریحاً امر کے ہونے

---

[۱] در و ش تصرفاً [۲] فتح [۳] فتح و ش [۴] ش [۵] فتح و ش۔

یا نہ ہونے کا اعتبار ہے اور کنزو غیرہ میں جو اس مسئلہ کو والدین کی طرف منسوب کرکے بیان کیا ہے تو یہ قید احترازی نہیں ہے بلکہ اس کا فائدہ یہ ہے کہ اس میں اس طرف اشارہ ہے کہ بیٹے کے لئے یہ بہت زیادہ مندوب ہے جیسا کہ اس کا بیان آگے آتا ہے اور اس مسئلہ میں والدین کی قید لگانے کا دوسرا فائدہ یہ ہے کہ مبہم نیت کرنے کے بعد ان دونوں میں سے جس کو اس حج کے لئے معین کردیا اس سے اس کا فرض حج ساقط (یعنی ادا) ہو جائے گا جبکہ اس کی وصیت کے بغیر ادا کیا ہو کیونکہ اس کا امر دلالۃً موجود ہے جیسا کہ پہلے بیان ہوچکا ہے اور اسی حکم سے وارث اور اجنبی میں فرق کیا جائے گا کیونکہ اجنبی نہ صراحۃً مامور ہے نہ دلالۃً اور دوسرے کی طرف سے حج کرنے میں اس کی طرف سے امر کا شرط ہونا مشہور ہے اور چونکہ وارث میں امر کا پایا جانا دلالۃً معلوم ہے اس لئے کنزو غیرہ میں والدین کے ذکر پر اکتفا کیا گیا ہے ۔ اس کا تیسرا فائدہ یہ ہے کہ جو امر دلالۃً ثابت ہو وہ امرِ حقیقی کے حکم میں ہر لحاظ سے نہیں ہوتا اس لئے کہ پہلے معلوم ہوچکا ہے کہ اگر والدین نے اپنے بیٹے کو حقیقۃً امر کیا ہو تو نیتِ ابہام کے بعد اُن دونوں میں سے کسی ایک کو معین کرنا صحیح نہیں ہے جیسا کہ دو اجنبیوں کے متعلق حکم ہے اور اگر والدین نے اس کو صریحاً امر نہ کیا ہو تو ایک کا معین کرنا صحیح ہے اور اگر وہ شروع سے اس مسئلہ کو دو اجنبیوں کے بارے میں فرض کر لیتے تو یہ توہم ہوتا کہ دلالۃً امر پائے جانے کی صورت میں والدین میں سے کسی ایک کو معین کرنا درست نہیں ہے پس ان کتابوں (کنزو غیرہ) میں اس مسئلہ کو والدین کے بارے میں فرض کرلیا ہے تاکہ معلوم ہوجائے ان میں سے ایک کا معین کرنا صحیح ہے اگرچہ امر دلالۃً پایا جائے اور تاکہ یہ فائدہ بھی حاصل ہو کہ پہلے مسئلہ میں امر سے مراد امرِ صریح ہے واللہ اعلم [1]

(خلاصۃ البیان) ان تمام عبارتوں سے جو ہم نے اوپر بیان کی ہیں ہمیں یہ نتیجہ حاصل ہوتا ہے کہ اگر کسی شخص نے دو شخصوں کی طرف سے حج کا احرام باندھا تو اگر اُن دونوں نے اس کو حج کا امر کیا تھا تو حج کا احرام یقیناً اس مامور کی طرف سے واقع ہوگا اگرچہ وہ احرام باندھنے کے بعد اس کو ان دونوں میں سے کسی ایک کے لئے معین کردے اور حج سے فارغ ہونے کے بعد اس کے لئے جائز ہے کہ اس کا ثواب ان دونوں کو یا دونوں میں سے کسی ایک کو بخش دے، اور اگر ان دونوں نے اس کو امر نہیں کیا تب بھی یہی حکم ہے لیکن اگر وہ وارث ہو اور میت کے ذمہ حج فرض ہو اور میت نے اس کی ادائیگی کے لئے وصیت نہ کی ہو تو یہ (تبرعاً کیا ہوا) حج میت کی طرف سے فرض حج کی جگہ واقع ہوگا کیونکہ اس صورت میں اس کا امر دلالۃً موجود ہے اور نص سے بھی اس کا ثبوت ہوتا ہے بخلاف اس صورت کے کہ میت نے اس کو اس کی ادائیگی کی وصیت کی ہو کیونکہ اس صورت میں میت کا مقصد اپنے مال سے خرچ کرانا ہے پس اس صورت میں وارث کا اس کی طرف سے تبرع کرنا (بطورِ احسان ادا کرنا) صحیح نہیں ہے اور بخلاف اجنبی کے مطلقاً کیونکہ اس کی طرف سے امر (دلالۃً بھی) نہیں پایا جاتا۔ اور یہ بھی معلوم ہوچکا ہے کہ جب دو شخصوں میں سے ہر ایک نے اس کو امر کیا کہ وہ اس کی طرف سے حج کرے اور اس نے دونوں کی طرف سے حج کا احرام باندھا تو وہ حج فاعل (مامور) کی طرف سے واقع ہوگا اور اس سے مامور کا فرض حج اس کے ذمہ سے ساقط ہوجائے گا اگرچہ وہ اس کا ثواب کسی دوسرے شخص کو بخش دے جیسا کہ شرنبلالیہ میں اس کو بیان کیا ہے اور اگر ان دونوں کے امر کے بغیر اُن دونوں کی طرف سے حج کا احرام باندھا تب بھی یہی حکم ہے (کہ وہ حج مامور (حج کرنے والے) کا

[1] ش ملخصاً ۔ ۳۰ ش

واقع ہوگا اور اس سے اس کا فرض ساقط ہو جائے گا، مؤلف)۔ (پس اگر کسی شخص نے حج کیا اور اس کا ثواب والدین کی ارواح کو بخش دیا تب بھی حج کرنے والے کا فرض حج ادا ہو گیا بشرطیکہ نفل حج کی نیت نہ کی ہو اگر مطلق حج کی نیت کر لی تب بھی فرض حج کی جگہ صحیح ہو جائیگا[1] لیکن یہ حکم اس وقت ظاہر ہوگا جبکہ ان دونوں میں سے کسی ایک کے ذمہ حج فرض ہو اور اس نے اس کی ادائیگی کی وصیت کی ہو یا اس پر سرے سے حج فرض ہی نہ ہو اور اس سے معلوم ہوا کہ ہر شخص اپنی فرض عبادت کو ادا کرنے کے بعد اس کا ثواب کسی دوسرے شخص کو بخش سکتا ہے جیسا کہ ہم نے باب حج عن الغیر کے شروع میں بیان کیا ہے لیکن اگر میت کے ذمہ حج فرض ہو اور اس نے اس کی ادائیگی کی وصیت نہ کی ہو اور اس سے میت کے ذمہ سے فرض ادا ہو جاتا ہو تو اس سے لازم آتا ہے کہ نیت اور اعمالِ حج کا وقوع میت کی طرف سے ہو نہ کہ فاعل کی طرف سے لیکن یوں بھی کہا جا سکتا ہے کہ اس صورت میں بھی اعمال کا وقوع عامل ہی کی طرف سے ہوگا جیسا کہ فتح القدیر اور قاضی خاں وغیرہ کی مطلق عبارت کا مقتضیٰ یہی ہے لیکن اس سے اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے میت کا فرض اس کے ذمہ سے اُتر جائے گا جیسا کہ نص اور حدیث خثعمیہ سے ثابت ہوتا ہے اگرچہ یہ خلاف قیاس ہے اور اسی لئے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے اس حکم کو مشیتِ الٰہی کے ساتھ معلق کیا ہے اور اس سے فاعل کا فرض بھی اس کے ذمہ سے ساقط ہو جائے گا جیسا کہ احادیث مذکورہ سے مستفاد ہوتا ہے[2] اور اسی لئے اس بارے میں وارث کا حکم اجنبی کے حکم کے مخالف ہے[3]۔

فائدہ: واضح ہو کہ جب والدین میں سے کوئی فوت ہو جائے اور اس کے ذمہ حج فرض ہو اور اس نے اس کی ادائیگی کی وصیت نہ کی ہو تو بیٹے کو اس کی طرف سے تبرعاً (بطورِ احسان) حج کرا دینا یا خود اس کی طرف سے حج کرنا بہت زیادہ مندوب (مستحب) ہے جیسا کہ دار قطنی میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے فرمایا جس نے اپنے والدین کی طرف سے حج کیا یا ان کا قرض ادا کیا تو قیامت کے روز وہ شخص نیکوکاروں کے ساتھ اٹھایا جائے گا۔ نیز دار قطنی نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص نے اپنے باپ یا اپنی ماں کی طرف سے حج کیا تو اُس نے ضرور اس کی طرف سے حج ادا کیا اور اس کے لئے دس حج کا ثواب ہے، اور دار قطنی ہی میں زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب کسی آدمی نے اپنے والدین کی طرف سے حج کیا تو وہ اس کی طرف سے اور اس کے والدین کی طرف سے قبول ہوگا اور ان دونوں کی روحیں خوش ہوں گی اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ شخص بہت نیکی کرنے والا لکھا جائے گا اھ[4]۔ (عبارات مذکورہ سے معلوم ہوا کہ اپنے والدین و دیگر عزیزوں وغیرہ کی طرف سے اُن کی وصیت کے بغیر تبرعاً خود حج کرنا یا کسی دوسرے شخص سے کرانا جائز ہے اگرچہ مکہ مکرمہ ہی سے کرائے اور ان شاء اللہ العزیز اس سے اس میت کا حج فرض ادا ہو جائے گا، چنانچہ اسی بنا پر اکثر لوگ اپنے والدین و عزیزوں وغیرہ میں سے کسی کے لئے مکہ مکرمہ سے بنا بنایا حج کراتے ہیں لیکن اس میں احتیاط نہیں کرتے اور غیر ذمہ دار لوگوں سے حج کراتے ہیں، سنا گیا ہے کہ بعض معلمین یا یہ کام کرنے والے دوسرے لوگ چند آدمیوں کی طرف سے روپیہ وصول کر کے ایک شخص سے حج کرا دیتے ہیں اور ان سب کے فقط ثواب بخش دیتے ہیں اللہ بہتر جانتا ہے کہ یہ بات کہاں تک سچ ہے پس چاہئے کہ کسی معتمد نیک صالح اور مسائل جاننے والے شخص سے

---

[1] زبدۃ۔ [2] ش تصرفاً و تمامہ فیہ۔ [3] فتح تصرفاً و ش وغیرہ۔ [4] یہ مسئلہ رد المحتار شامی میں تفصیل کے ساتھ مذکور ہے وہاں ملاحظہ فرمائیں غالباً اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ حج تو عامل ہی کا ادا ہوگا لیکن جب عامل نے اپنی کسی میت کو اس کا ایصالِ ثواب کر دیا تو اس کا ثواب اس میت کو پہنچ جائیگا کیونکہ فرض عبادت کا ایصالِ ثواب بھی جائز ہے اور امام ابو حنیفہ کے نزدیک اگر اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے چاہا تو اس ثواب کے عوض اس میت کا فرض حج اس کے ذمہ سے ساقط ہو جائیگا

حج بدل کرایا جائے اور خرچ کے لئے مناسب گنجائش کے ساتھ روپیہ دیا جائے اور ظاہر میں بیع اور مزدوری کے طور پر معاملہ نہ کیا جائے، اور اگر تبرعاً حج کرانے والا شخص مالدار (غنی) ہے تو بہتر یہ ہے کہ تبرعاً بھی میقات ہی سے حج کرائے ورنہ جہاں سے جی چاہے کرادے [1]

(۱۵) اور جب کسی ایک شخص نے مامور کو امر کیا کہ وہ اس کی طرف سے حج کرے اور دوسرے شخص نے اس کو امر کیا کہ وہ اس کی طرف سے عمرہ کرے، اگر ان دونوں نے اس کو جمع کرنے کی اجازت دیدی اور اس نے دونوں کو جمع کیا اور ان دونوں کی طرف سے قران کیا تو امام کرخیؒ نے ذکر کیا ہے کہ جائز ہے اور امام قدوری نے اپنی شرح مختصر الکرخی میں ذکر کیا ہے کہ امام ابوحنیفہؒ کے قول پر یہ جائز نہیں ہے کیونکہ اس نے مخالفت کی ہے اس لئے کہ اس نے پورا سفر حج میں صرف کرنے کے لئے امر کیا ہے اور اس نے اس سفر کو حج اور عمرہ دونوں میں صرف کیا ہے پس وہ مخالف ہوا اس لئے ان دونوں کے نفقہ کا ضامن ہوگا [2] ـــــــ (۱۶) اور اگر ایک شخص نے اس کو حج کا امر کیا اور اس نے اس کی طرف سے قران کیا تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک وہ آمر کے نفقہ کا ضامن ہوگا صاحبین کا اس میں خلاف ہے [3] (جیسا کہ شرط ۱۳ میں بیان ہوچکا ہے، مؤلف)

شرط شانزدہم [16] (۱) مامور کا اپنے اس حج کو فاسد نہ کرنا ـــــــ (۲) اگر اس نے وقوفِ عرفہ سے پہلے جماع کرکے حج فاسد کردیا تو آمر کا حج ادا نہ ہوگا اگرچہ اس نے اس فاسد حج کو قضا کیا ہو اور جبکہ اس نے میت کے مال سے خرچ کیا ہو تو وہ اس کا ضامن ہوگا کیونکہ آمر کے امر کی مخالفت کی ہے پس جو نفقہ اس نے راستہ میں خرچ کیا ہے اس کا ضامن ہوگا اور جو نفقہ باقی بچا ہوا ہے وہ آمر کو واپس کیا جائے گا، اس پر فاسد کئے ہوئے حج کے افعال اپنے مال سے خرچ کرکے ادا کرنا واجب ہے اور اس پر دمِ جماع اپنے مال سے دینا واجب ہے میت کے مال میں سے دینا جائز نہیں نیز اس پر اس فاسد حج کی قضا اپنے مال سے واجب ہوگی اور اس قضا حج سے میت کا حج ادا نہیں ہوگا [4] - اس لئے کہ جب اس نے حج فاسد کرکے امر کی مخالفت کی تو جس حج کے لئے وہ مامور تھا وہ واقع نہیں ہوا بلکہ اس حج کا احرام مامور کی طرف سے واقع ہوا اور جو حج اس نے آئندہ سال ادا کیا وہ اس فاسد حج کی قضا ہے اس لئے یہ قضا حج بھی مامور ہی کی طرف سے واقع ہوگا ـــــــ (۳) مامور پر اس فاسد حج کی قضا کے علاوہ ایک اور حج آمر کی طرف سے ادا کرنا واجب ہے اور یہی صحیح ہے جیسا کہ معراج الدرایہ میں اس کی صراحت کی گئی ہے [5] - اور اس میں کہا ہے کہ اصح یہ ہے کہ اس پر قضا حج کے علاوہ ایک اور حج آمر کی طرف سے کرنا واجب ہے پس وہ پہلے اپنی طرف سے ایک حج کرے (جو فاسد حج کی قضا ہوگا) پھر دوسرے سال آمر کی طرف سے ایک اور حج کرے اھ - اور تتارخانیہ میں تہذیب سے منقول ہے کہ امام ابویوسف رحمہ اللہ نے فرمایا کہ کسی دوسرے شخص کی طرف سے حج کرنے والے نے اگر اس حج کو وقوفِ عرفات سے پہلے فاسد کردیا تو اس پر آمر کے نفقہ کا ضمان لازم ہوگا اور اس پر اس حج کی قضا واجب ہوگی جس کو فاسد کیا ہے اور ایک عمرہ اور آمر کی طرف سے ایک حج ادا کرنا واجب ہوگا اھ [6] پس اگر مامور نے آمر کی طرف سے حج کردیا تو ضمان سے بری الذمہ ہوجائے گا اور اگر آمر کی طرف سے حج نہ کیا تو ضمان دینا لازم رہے گا یعنی وہ حج کرے یا ضمان بھردے دونوں میں سے ایک لازم ہوگا [7]۔ (یعنی اگر مامور آمر کی طرف سے حج ادا کرنا چاہے یا آمر کا وصی یا ورثا اسی مامور سے حج کرانا چاہیں تو کیونکہ امر کا حج

---

[1] زبدہ مع عمدہ تصرفاً [2] بدائع و فتح ملتقطاً [3] فتح وغیرہ [4] لباب و شرحہ و غنیہ و بدائع ملتقطاً [5] ش نقلاً عن الفتح [6] ش وغایہ و غنیہ ملتقطاً [7] منحہ [8] زبدہ

میقاتی نہ ہو اور اس کا تدارک اس طرح ممکن ہے کہ حج کے مہینوں سے پہلے بقدرِ مسافتِ سفر حل سے باہر مثلاً مدینہ طیبہ یا طائف چلا جائے یا حج کے مہینوں میں جائے تو کسی مشروع طریق یعنی کسی کام سے حل سے باہر چلا جائے احرام باندھنے کی نیت سے نہ جائے اور وہاں سے واپسی پر وہاں کے میقات سے آمر کی طرف سے حج کا احرام باندھ کر آئے اور آمر کا حج کرے تو اس کا حج ادا ہو جائے گا اور ضمان سے بری ہو جائے گا [۱] (جیسا کہ شرطِ نہم میں بھی حیلہ مذکور ہے، مؤلف) ——— (۴) اور اگر مامور نے وقوفِ عرفات کے بعد جماع کیا تو اس کا حج فاسد نہیں ہوگا اور وہ آمر کے نفقہ کا ضامن نہیں ہوگا [۲] کیونکہ آمر کا مقصود حاصل ہو چکا ہے ——— (۵) اور مامور پر دم جماع اس کے اپنے مال سے واجب ہوگا اس لئے کہ یہ دم جنایت ہے اور وہ اپنے اختیار سے جنایت کا مرتکب ہوا ہے [۳] ——— (۶) اور ظاہر ہے کہ مرتد ہو کر اپنے حج کو باطل کر دینے کا وہی حکم ہے جو جماع کے ساتھ فاسد کر دینے کا ہے اور کسی فقیہ کا اس مسئلہ کے درپے ہونا معلوم نہیں ہوا حالانکہ اس مسئلہ میں فقہا میں کوئی نزاع نہیں ہونا چاہئے [۴]

شرطِ سیزدہم [۱۳]

(۱) حج کا فوت نہ ہونا [۵] ——— (۲) حج فوت ہونے کی دو صورتیں ہیں یا مامور کے اختیار و کوتاہی سے فوت ہوگا یا اس کی کوتاہی کے بغیر یعنی کسی آسمانی آفت (قدرتی عذر) کی وجہ سے فوت ہوگا [۶] (دونوں صورتوں کے احکام آگے درج ہیں) ——— (۳) اگر کسی دوسرے شخص کی طرف سے حج کرنے والے (مامور) کا حج اس کی اپنی کوتاہی سے فوت ہو گیا مثلاً وہ اپنے کاموں میں مشغول ہو گیا تو وہ نفقہ کا ضامن ہوگا خواہ اس کا حج احصار کی وجہ سے فوت ہوا ہو یا کسی اور وجہ سے کیونکہ احصار میں اس بات کا امکان ہے کہ یہ اس کی اپنی کوتاہی سے ہو مثلاً اس نے ایسی دوائی قصداً کھائی جو بیمار کر دینے والی ہو اور اس کی وجہ سے وہ آگے جانے سے رک گیا ہو، اور اگر کسی آسمانی آفت (قدرتی عذر) مثلاً بیماری یا اونٹ سے گر جانا وغیرہ کی وجہ سے اس کا حج فوت ہو گیا اور یہ قدرتی عذر خواہ احصار ہو یا کوئی اور عذر ہو اس صورت میں آمر کے امر کی مخالفت نہ ہونے کی وجہ سے وہ نفقہ کا ضامن نہیں ہوگا [۷] کیونکہ اس کا حج اس کے اپنے اختیار و کوتاہی سے فوت نہیں ہوا ہے پس اس سے آمر کی مخالفت نہیں پائی گئی اس لئے اس پر ضمان واجب نہیں ہوگا [۸]

(۴) جب مامور کا حج فوت ہو جائے خواہ اس کی کوتاہی سے ہو یا بغیر کوتاہی کے قدرتی عذر سے فوت ہو جائے تو وہ حج کے باقی افعال اسی طرح ادا کرے جس طرح حج شروع کرنے کے بعد حج فوت ہو جانے کی صورت میں کئے جاتے ہیں [۹] (یعنی صحیح حج والے کی طرح بقیہ تمام افعالِ حج ادا کر کے احرام سے باہر ہو جائے، تفصیل حج فوت ہونے کے بیان میں درج ہے مؤلف)

(۵) اگر مامور کا حج اس کی اپنی کوتاہی سے فوت ہوا ہو تو اس پر آئندہ سال اپنے مال سے میت کی طرف سے حج کرنا واجب ہے پس اگر اس نے آئندہ سال اپنے مال سے میت کی طرف سے حج کر دیا تو وہ حج میت کی طرف سے جائز ہو جائیگا اور یہ مامور ضمان سے بری ہو جائے گا [۱۰]

[۱] زبدہ مع عمدہ ملخصاً و امداد الفتاوی حصہ خامسہ باب الحج [۲] ہدایا و فتح تصرفاً [۳] ہدایہ [۴] شرح اللباب۔ [۵] لباب و غنیہ وغیرہما۔

[۶] مستفاد عن لباب و غنیہ وغیرہا [۷] لباب و شرحہ و غنیہ و ش و فتح ملتقطاً و تصرفاً [۸] بدائع [۹] بدائع و ش [۱۰] لباب و شرحہ و فتح و بحر و ش و ع و غنیہ ملتقطاً۔

(۶) اگر مامور کا حج کسی قدرتی عذر سے فوت ہوا تب بھی آئندہ سال اس پر حج کرنا واجب ہے [1] لیکن اس بارے میں ہمارے فقہا کا اختلاف ہے کہ جب آئندہ سال اس نے وہ حج قضا کیا تو وہ آمر کی طرف سے واقع ہوگا یا مامور کی طرف سے اور اگر آمر کی طرف سے واقع ہوگا تو کیا مامور کو آئندہ سال اپنے مال سے حج کرنے پر مجبور کیا جائے گا، امام محمد رحمہ اللہ کا قول ہے کہ حج اس شخص کا واقع ہوتا ہے جو حج کرے، پس امام محمد رحمہ اللہ کے قول کی بنا پر مامور آئندہ سال اپنے مال سے حج کرے اور وہ حج مامور کی طرف سے واقع ہوگا (اور اس پر مزید کچھ واجب نہیں ہوگا) اس کو نہر الفائق میں سراج الوہاج سے نقل کیا ہے لیکن منتقی میں ہے کہ جب کسی شخص نے اپنے حج کی وصیت کی اور وصی نے کسی شخص سے حج کرایا اور اس شخص نے میت کی طرف سے حج کا احرام باندھا وہ سفر حج پر روانہ ہوا اور اس کا حج فوت ہوگیا تو امام محمد رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ اگر میت کا نفقہ کفایت کرے تو اس کے شہر سے اس کا حج کرایا جائے ورنہ جہاں سے نفقہ کفایت کرے وہاں سے کرایا جائے اور مامور اول پر اپنے مال سے اس حج کی قضا واجب ہے جس کو اس نے اپنی کوتاہی سے فوت کردیا ہے اور جو کچھ وہ خرچ کرچکا ہے اس پر اس کا کوئی ضمان نہیں ہے اور حج فوت ہونے کے بعد کا نفقہ اس کو آمر کے مال سے نہیں ملے گا اھ۔ اس روایت کا مقتضی یہ ہے کہ میت کا حج میت کے مال سے کرایا جائے (خواہ اسی مامور سے کرائیں یا کسی دوسرے شخص سے) اور مامور پر ایک اور حج اپنے مال سے کرنا واجب ہے اور یہ حج اس حج کی قضا ہوگا جس کو اس نے شروع کیا اور وہ حج فوت ہوگیا۔ (زبدۃ المناسک وغیرہ میں اسی کو اختیار کیا ہے، مؤلف)

اور امام ابو یوسفؒ وغیرہ کا قول یہ ہے کہ وہ حج آمر کا واقع ہوتا ہے، اس قول کی بنا پر جب دوسرے سال وہ فوت شدہ حج کی قضا کرے گا تو وہ آمر کا حج واقع ہوگا اور اس کا نفقہ آمر کے مال سے دیا جائے گا (اور مامور پر مزید کوئی حج واجب نہیں ہوگا) جیسا کہ تاتارخانیہ میں تہذیب سے روایت ہے کہ امام ابو یوسفؒ نے کہا ہے کہ اگر مامور کا حج فوت ہوگیا تو وہ نفقہ کا ضامن نہیں ہوگا کیونکہ وہ امین ہے اور اس پر فوت شدہ حج کی قضا واجب ہے اور وہ قضا کیا ہوا حج آمر کی طرف سے واقع ہوگا اور اس کا نفقہ آمر کے مال سے دلایا جائے گا اھ۔ اور یہ کہنا کہ وہ حج آمر کا واقع ہوگا بظاہر اس سے مراد فوت شدہ حج کی قضا ہے نہ کہ کوئی اور حج [3] (خلاصہ یہ ہے کہ امام محمدؒ کے قول کے مطابق مامور آئندہ سال آمر کے مال سے اس کا حج ادا کرے اور اس کے بعد دوسرے سال اپنے مال سے فوت شدہ حج کی قضا کرے یا وصی کسی دوسرے شخص سے آمر کا حج آمر کے مال سے کرادے اور مامور فوت شدہ حج کی قضا اسی سال اپنے مال سے کرے اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک آئندہ سال آمر کے مال سے فوت شدہ حج کی قضا کرے اس سے آمر کا فرض حج ادا ہوجائے گا اور مامور پر مزید کوئی حج واجب نہیں ہوگا، مؤلف) ——

[1] مستفاد عن عامۃ الکتب [2] ش و منحہ و غنیہ ملتقطاً و ملخصاً [3] بحر و ش۔

(۷) اور اگر مامور نے سوائے طوافِ زیارت کے باقی حج پورا کر لیا اور طوافِ زیارت کے بغیر واپس آگیا تو وہ آمر کے نفقہ کا ضامن نہیں ہوگا لیکن اس کیلئے عورت حرام رہے گی اور وہ اپنے مال سے خرچ کر کے واپس لوٹے تاکہ حج کا جو حصہ باقی ہے اس کو پورا کرے کیونکہ وہ اس صورت میں خیانت کا مرتکب ہوا ہے [۱]

شرطِ ہژدہم ۱۸ آمر اور مامور دونوں کا مسلمان ہونا، وصی کا مسلمان ہونا شرط نہیں ہے جیسا کہ زکوٰۃ میں حکم ہے [۲] پس کسی مسلمان کا کسی کافر کی طرف سے حج کرنا صحیح نہیں ہے کیونکہ کافر افعالِ قربتِ الٰہی (عبادت) کا اہل نہیں ہے بلکہ اس پر یہ فرض ہی نہیں ہے اور اس کے برعکس یعنی کسی کافر کا کسی مسلمان کی طرف سے حج کرنا بھی صحیح نہیں ہے کیونکہ کافر کا حج کرنا نہ اپنے لئے صحیح ہے اور نہ کسی دوسرے کے لئے، اس لئے کہ اسلام حج کے صحیح ہونے کے لئے شرط ہے [۳]

شرطِ نوزدہم ۱۹ آمر اور مامور کا عاقل ہونا، اگر وصی ہو تو وصی کا عاقل ہونا بھی شرط ہے اس لئے کہ مجنون کی نیت نہ اپنے لئے صحیح ہوتی ہے نہ کسی دوسرے کے لئے پس مجنون کا کسی دوسرے کی طرف سے حج کرنا صحیح نہیں ہے خواہ وہ شخص جس کی طرف سے حج ادا کیا جائے عاقل ہو یا نہ ہو، اور عاقل کا مجنون کی طرف سے حج کرنا بھی صحیح نہیں ہے لیکن اگر مجنون پر جنون طاری ہونے سے پہلے حج فرض ہو چکا ہو اور اس کا ولی عاقل کسی کو امر کرے کہ وہ اس مجنون کی طرف سے حج ادا کرے تو صحیح ہے جیسا کہ یہ بات پوشیدہ نہیں ہے [۴]

شرطِ بستم ۲۰ مامور کو اتنی تمیز ہونا کہ وہ حج کے افعال کو سمجھتا ہو، پس ایسے بچے سے حج کرانا جس کو اتنی تمیز نہ ہو صحیح نہیں ہے، اور مراہق (قریب البلوغ) سے حج کرانا صحیح ہے [۵] اس لئے کہ مراہق افعال صحیح ادا کرنے کا اہل ہے اگرچہ وہ اپنے اوپر حج واجب ہونے کا اہل نہیں ہے جیسا کہ درمختار اور اس کے حواشی میں مذکور ہے [۶] اور فتاویٰ سراجیہ میں ہے کہ کسی دوسرے شخص کی طرف سے حج کرنے والا خواہ مرد ہو یا عورت اور خواہ غلام ہو یا باندی یا مراہق (قریب البلوغ) بچہ ہو برابر ہے اھ (یعنی اس سے حج کرانا درست ہے) اور یہ جو بحرالرائق میں ہے کہ اگر کسی بچہ سے حج کرایا جائے تو جائز نہیں ہے اھ منسک الکبیر میں کہا ہے کہ اس میں یہ قید لگانے کا امکان ہے کہ وہ بچہ مراہق نہ ہو تاکہ یہ اختلاف رفع ہو جائے الخ [۷]

(فائدہ) جاننا چاہئے کہ ردالمحتار شامی اور غنیۃ الناسک میں بھی حج فرض میں نیابت کی شرطیں بیس ۲۰ ہی لکھی ہیں، شامی میں تو وہی بیس شرطیں مذکور ہیں جو لباب المناسک میں ہیں ان میں سے سات شرطیں وہ ہیں جو درمختار میں مذکور ہیں اور شامی نے ان کی طرف اشارہ کر دیا ہے، ان کے علاوہ باقی تیرہ شرطیں شامی میں لباب المناسک اور اس کی شرح سے ہی مختصراً منقول ہیں البتہ غنیۃ الناسک میں لباب المناسک کی شرط ۵ یعنی اجرت پر حج نہ کرانے کا ذکر نہیں ہے اور غنیۃ الناسک میں ۱۳ پر یہ شرط درج ہے "مامور کو حج یا عمرہ جس چیز کا امر کیا گیا ہے اُسی کے لئے اپنا سفر کرنا" لباب المناسک میں اس کو الگ شرط نہیں لکھا بلکہ شرط ۱۱ یعنی آمر کی مخالفت نہ کرنا کے ضمن میں اس کا ذکر کیا ہے، اس طرح دونوں کتابوں میں شرائطِ نیابت کی تعداد بیس ہی مذکور ہے، خاکسار مؤلف نے لباب المناسک کے مطابق لکھا ہے البتہ شرائط کے ربط و تعلق کا لحاظ کرتے ہوئے اس کی ترتیب میں قدرے رد و بدل کیا ہے، مؤلف)

[۱] فتح و ش و شرح اللباب و بحر۔ [۲] غنیہ و لباب و شرحہ [۳] لباب و شرحہ [۴] لباب و شرحہ و ش و غنیہ۔ [۵] لباب و شرحہ بتصرف و ش و غنیہ [۶] غنیہ [۷] شرح اللباب۔

تتمہ

(۱) یہ تمام شرائط جو اوپر بیان ہوئی ہیں حج فرض کے لئے ہیں، حج نفل میں نیابت جاری ہونے کے لئے اکثر مسائل میں ان میں سے کوئی شرط نہیں ہے سوائے اہلیت کے یعنی سوائے اسلام اور عقل و تمیز والا ہونے اور نیت کے، اگرچہ حج کے اعمال سے فارغ ہونے کے بعد اس کے لئے نیت کرے اور اس کو اس حج کا ثواب پہنچائے [1] اور یہ اس کی طرف سے نیت کا شرط ہونا اس وقت ظاہر ہوگا جبکہ حج کرنے والے نے مبہم نیت کی ہو بخلاف اس صورت کے جبکہ اس نے اپنی نیت میں کسی دوسرے کو معین کیا ہو لیکن جب اس نے حج نفل میں اپنے لئے نیت کی ہو تو کیا اس کو اپنے فعل کا ثواب کسی دوسرے کو بخش دینا جائز ہے؟ ظاہر یہ ہے کہ جائز ہے واللہ اعلم [2] اور حج نفل میں شرائطِ نیابت میں سے سوائے مذکورہ بالا شرطوں کے کسی چیز کا شرط نہ ہونا اس وقت ہے جبکہ وہ کسی کے امر کے بغیر تبرعاً (بطورِ احسان) کرے اور اس سے مال لئے بغیر احساناً اپنے خرچ سے کرے لیکن اگر کسی کے امر سے اور اس کا مال لیکر کرے گا تو نیابت کے سب شرائط سوائے تین پہلی شرطوں کے لازم ہوں گے (اور وہ تین شرطیں یہ ہیں: آمر پر حج فرض ہونا، خود حج کرنے سے عاجز ہونا، عجز کا دائمی ہونا) پس آمر کے امر اور مال سے نفلی حج کرنے میں یہ بھی شرط ہے کہ اکثر راستہ میں آمر کے مال سے خرچ کرے تا کہ آمر کو مال خرچ کرنے کا ثواب حاصل ہو جائے اور اسی طرح آمر کی مخالفت نہ کرنا بھی شرط ہے پس اگر اس کے امر اور مال کے باوجود اس کی مخالفت کی اور اپنا مال خرچ کرکے تبرعاً اس کی طرف سے آمر کا نفلی حج کیا یا اور کوئی مخالفت کی تو وہ ضامن ہوگا اور حج اس مامور کا ہوگا [3] نفلی عمرہ کا حکم بھی نفلی حج کی طرح ہے جیسا کہ شروع باب میں احکامِ نیابت کے م۲ میں بیان ہو چکا ہے (مؤلف)۔

(۲) اور جب مامور نے حج بدل کی تمام شرائط کو پورا کرتے ہوئے کسی دوسرے شخص کی طرف سے حج کیا تو اس بارے میں ہمارے فقہا کا اختلاف ہے کہ اصل حج آمر کی طرف سے واقع ہوگا یا مامور کی طرف سے، شمس الائمہ سرخسی اور محققین کی ایک جماعت کا مختار یہ ہے کہ وہ حج آمر کا ہوگا یہ ظاہر المذہب ہے اور کتاب الاصل میں مذکور ہے، احادیث اور بعض فروعات سے اس کی تائید ہوتی ہے، ان احادیث میں سے خثعمیہ عورت والی حدیث اور بعض دیگر احادیث ہیں جو پہلے بیان ہو چکی ہیں، اور فروعاتِ مذہب میں سے یہ ہے کہ اس حج سے مامور کے ذمہ سے اس کا فرض حج ساقط نہیں ہوتا، اگر یہ حج مامور کا واقع ہوتا تو اس سے اس کا فرض حج اس کے ذمہ سے ادا ہو جاتا نیز یہ کہ مامور حاجی آمر کی طرف سے حج کرنے کی نیت کا محتاج ہے اسی طرح وہ احرام بھی آمر کی طرف سے باندھے گا، اگر یہ حج آمر کا واقع نہ ہوتا تو مامور اس کی طرف سے حج کی نیت کا محتاج نہ ہوتا اور نیز تلبیہ میں آمر کا مکمل ذکر کرنا مستحب ہے پس یہ ہمارے اصحاب کے نزدیک ظاہر الروایت ہے جیسا کہ ہدایہ میں ہے اور ظاہر المذہب ہے جیسا کہ مبسوط میں ہے اور یہی صحیح ہے جیسا کہ ہماری اکثر کتبِ فقہ میں مذکور ہے اور فتاوی قاضی خاں میں اس کو صحیح کہا ہے۔ اور بعض نے کہا کہ یہ حج مامور کی طرف سے نفلی واقع ہوگا اور اس سے اس کا فرض حج بالاجماع ساقط نہیں ہوتا اور آمر کو نفقہ (خرچ کرنے) کا ثواب ملے گا اور یہ امام محمد سے روایت ہے اور اسی کی مثل امام ابو حنیفہ و امام ابو یوسف سے بھی روایت ہے اور متاخرین کی ایک جماعت اسی پر ہے ان میں سے صدر الاسلام و شیخ الاسلام و ابوبکر الاسبیجابی (رضی اللہ عنہم) ہیں قاضی نے شرح جامع الصغیر میں کہا ہے کہ یہ تفقہ کے زیادہ قریب ہے لیکن قاضی خاں نے اپنے فتاوی میں پہلے قول کو

---

[1] لباب و شرحہ و غنیہ و ش [2] شرح اللباب [3] غنیہ و ارشاد ملتقطاً۔

صحیح کہا ہے جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا ہے اور شیخ الاسلام نے اس (دوسرے قول) کو ہمارے اصحاب کی طرف منسوب کیا ہے اور کہا ہے کہ ہمارے اصحاب کے قول کی بنا پر اصل حج مامور کا واقع ہوگا اور امام محمدؒ کے قول کی وجہ یہ ہے کہ یہ عبادت بدنی اور مالی (دونوں طرح کی) ہے، بدن حج کرنے والے کا استعمال ہوتا ہے اور مال جس کی طرف سے حج کیا جائے اس کا خرچ ہوتا ہے پس حج میں جو کچھ بدن سے متعلق ہے (یعنی افعال) وہ صاحبِ بدن کے لئے ہے جو مال کے سبب سے ہے (یعنی ثوابِ مال) وہ صاحبِ مال کے لئے ہے اور اس پر دلیل یہ ہے کہ اگر مامور سے احرام کے ممنوعات میں سے کوئی فعل سرزد ہوا تو اس کا کفارہ مامور اپنے مال سے دیگا نہ کہ آمر کے مال سے اور اسی طرح اگر مامور نے حج کو فاسد کر دیا تو مامور پر ہی اس کی قضا واجب ہوگی پس یہ امور اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ اصل حج مامور کا واقع ہوتا ہے لیکن شریعتِ مقدسہ نے حج کے نفقہ کا ثواب اس شخص کے حق میں جو خود حج ادا کرنے سے عاجز ہے بنظرِ عنایت و کرم اس کے اپنے حج کے قائم مقام کر دیا ہے یعنی اس لئے کہ حج بدنی عبادت ہے اور مال اس کے واجب ہونے کی ایک شرط ہے اور عاجز ہونے کی صورت میں اس کی طرف سے حج کرنے والے پر خرچ کرنا شرعاً اس کے خود حج کرنے کے قائم مقام کر دیا گیا جیسا کہ شیخ فانی کے حق میں روزہ کا فدیہ (دینا، کھانا دینا) روزہ کے قائم مقام کر دیا گیا، اور متاخرین عام طور پر دوسرے قول کی طرف گئے ہیں جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا ہے اور شیخ امام ابوبکر محمد بن الفضل سے اس بارے میں دریافت کیا گیا تو انھوں نے جواباً فرمایا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی مشیت پر موقوف ہے جیسا کہ امام محمد نے کہا ہے، اس روایت سے معلوم ہوا کہ امام سے اس مسئلہ میں دو قول ہیں ایک قول تفویض کا ہے (یعنی اس کا فیصلہ اللہ تعالیٰ جس طرح چاہے گا کرے گا) اور دوسرا قول مامور کی طرف سے واقع ہونے کا ہے اور ہمارے ائمہ کا یہ اختلاف ایسا ہے جس کا کوئی ثمرہ (نتیجہ) نہیں ہے اس لئے کہ اس بات پر سب فقہا کا اتفاق ہے کہ اس حج سے آمر کا فرض حج اس کے ذمہ سے ادا ہو جاتا ہے جبکہ مامور نے اس کو آمر کے امر کے موافق ادا کیا ہو اور (اس پر بھی سب کا اتفاق ہے کہ) اس سے مامور کا (فرض) حج ساقط نہیں ہوتا اور اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ آمر کی طرف سے حج ادا کرنے کی نیت کرے اور یہی اس کے مذہب ہونے کی دلیل ہے، اور یہ جو کہا ہے کہ "اس حج سے مامور کا حج ساقط نہیں ہوتا" اس کا مطلب یہ ہے کہ جب مامور کسی دوسرے شخص کی طرف سے حج کرے تو اس سے مامور کا فرض حج بالاجماع ساقط نہیں ہوتا خواہ اس نے آمر کے امر کے موافق ادا کیا ہو یا اس کے مخالف ادا کیا ہو جس کی وجہ سے وہ حج مامور کے لئے متعین ہو گیا ہو اور خواہ مامور کے ذمہ حج فرض باقی ہو یا ابتداءً اس پر حج فرض ہی نہ ہوا ہو یا فرض ہونے کے بعد وہ اس کو ادا کر چکا ہو (ان سب صورتوں میں آمر کی طرف سے کیا ہوا حج مامور کے فرض حج کی جگہ ادا نہیں ہوگا، مؤلف) اور اسی طرح اگر کسی نے اپنے والد کی طرف سے حج ادا کیا حالانکہ اس کے والد پر حج فرض نہیں تھا تب بھی اس سے حج کرنے والے کا فرض حج ادا نہیں ہوگا اگرچہ وہ منعقد ہو گیا ہے [1] اور آمر کی طرف سے واقع ہونے کے قول کی بنا پر مامور ثواب سے محروم نہیں رہے گا۔ [2]

(۳) اور جو اختلاف اوپر بیان ہوا وہ حج فرض کے بارے میں ہے لیکن آمر کی طرف سے ادا کئے ہوئے نفلی حج کے بارے میں بعض فقہا نے کہا کہ وہ ہمارے مشائخ کے نزدیک بالاتفاق مامور کی طرف سے واقع ہوگا اس لئے کہ حدیث شریف فرض حج کے

---

[1] فتح و بدائع و بحر و ش ولباب و شرحہ ملتقطاً۔ [2] ش

بارے میں وارد ہوئی ہے نفلی حج کے بارے میں نہیں اور آمر کیلئے اسی طرح کے نفقہ کا ثواب ہے جبکہ مامور آمر کے مال سے خرچ کرے لیکن اس حج کا ثواب، مامور آمر کو بخش دیتا ہے [۱] بعض شارحین نے اسی کی صراحت کی ہے اور لباب المناسک و درمختار میں اسی کو اختیار کیا ہے اور اتقانی نے غایۃ البیان میں اس کو رد کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ خلافِ روایت ہے کیونکہ حاکم شہیدؒ نے کافی میں کہا ہے کہ تندرست آدمی کی طرف سے کسی شخص کا نفلی حج کرنا جائز ہے اور در اصل وہ حج حج کرانے والے کا (یعنی آمر کا) ہوگا اھ [۲] اور ملا مسکینؒ کی شرح کنز میں ہے کہ کسی دوسرے شخص کی طرف سے حج کرنے والے کے متعلق صحیح مذہب یہ ہے کہ اصل حج اس کی طرف سے ہوگا جس کی طرف سے حج ادا کیا ہے (یعنی آمر کی طرف سے) خواہ وہ حج فرض ہو یا نفل، اور امام محمدؒ سے روایت ہے کہ وہ حج کرنے والے (مامور) کی طرف سے واقع ہوگا اور محجوج عنہ (آمر) کو نفقہ کا ثواب ملے گا لیکن پہلا قول صحیح ہے اھ [۳]

(۴) علامہ نوح آفندیؒ نے مناسک القاضی سے ذکر کیا ہے کہ جو شخص اپنا فرض حج ادا کرچکا ہو اس کو اپنی طرف سے حج کرنے کی بہ نسبت کسی دوسرے شخص کی طرف سے حج کرنا افضل ہے کیونکہ اس کا نفع متعدی ہے (یعنی دوسرے کو بھی پہنچتا ہے) اور یہ نفع کو صرف اپنی ذات تک محدود رکھنے سے افضل ہے اھ [۴] اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مرفوعاً روایت ہے کہ جس شخص نے کسی میت کی طرف سے حج ادا کیا تو میت کے لئے ایک حج اور حج کرنے والے کے لئے سات حج لکھے جائیں گے، اور حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت ہے کہ جس شخص نے اپنے باپ یا ماں کی طرف سے حج ادا کیا تو بیشک اس نے اس کی طرف سے حج ادا کردیا اور اس کو دس زائد حج کا ثواب ملے گا [۵]

جو چیزیں نیابتِ حج کے لئے شرط نہیں ہیں

(۱) کسی دوسرے شخص سے حج ادا کرانے کے لئے یہ شرط نہیں ہے کہ مامور بالحج نے اپنا فرض ادا کرلیا ہو یہ حکم احناف اور امام مالک رحمہم اللہ کے نزدیک ہے پس مامور نے اپنا حج فرض ادا کرلیا ہو یا نہ کیا ہو دونوں حالتوں میں اس کو دوسرے شخص کی طرف سے حج کرنا جائز ہے لیکن افضل یہ ہے کہ خلافِ فقہا کے بچنے کے لئے ایسے شخص سے حج کرایا جائے جو اپنا فرض حج پہلے ادا کرچکا ہو کیونکہ خلافِ فقہا سے بچنا مستحب ہے اور اس میں فقہا کا اختلاف ہے جو آگے آتا ہے اور اس لئے بھی یہ افضل ہے کہ اپنا حج ادا کرنے سے پہلے کسی دوسرے کی طرف سے حج کرنے میں مامور اپنا فرض ادا کرنے کا تارک (یعنی تاخیر کرنے والا) ہو جائے گا پس ایسے شخص سے حج کرانے میں کراہت لازم ہوگی اور اس لئے بھی یہ افضل ہے کہ جو شخص ایک دفعہ حج ادا کرچکا ہے وہ حج کے مسائل سے زیادہ واقف اور خلافِ مناسک امور سے زیادہ بچنے والا ہوگا پس ایسا شخص حج بدل کیلئے افضل ہوا [۶] اور اسی کی مثل فتاویٰ ظہیریہ و شرح الطحاوی میں بھی ہے [۷] اور امام شافعی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جس نے اپنا حج نہ کیا ہو اس کو کسی دوسرے کی طرف سے حج کرنا جائز نہیں ہے اور اس کا وہ حج اسی کی طرف سے واقع ہوگا اور وہ آمر کے نفقہ کا ضامن ہوگا اور امام شافعی رحمہ اللہ نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے کہ روایت ہے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو شبرمہ

---

[۱] لباب و شرحہ و ش و غنیہ ملتقطاً [۲] ش و غنیہ [۳] غنیہ [۴] ش و غنیہ [۵] غنیہ [۶] لباب و شرحہ و بدائع و فتح وغیرہا ملتقطاً [۷] غنیہ عن الکبیر و شرح اللباب۔

کی طرف سے لبیک کہتے ہوئے سُنا تو آپ نے فرمایا شبرمہ کون ہے، اس شخص نے کہا کہ میرا بھائی ہے یا یہ کہا کہ میرا دوست ہے (باختلافِ روایات) آپ نے فرمایا کیا تو اپنا حج ادا کر چکا ہے اس شخص نے کہا نہیں پھر آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا پہلے اپنا حج ادا کرو پھر شبرمہ کی طرف سے حج ادا کرنا پس اس حدیث سے امام شافعیؒ کا استدلال دو وجہ سے ہے ایک یہ کہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اس شخص سے دریافت فرمایا کہ وہ اپنا حج ادا کر چکا ہے یا نہیں اگر ان دونوں صورتوں کا حکم مختلف نہ ہوتا تو آپ کے اس سوال کا کوئی مقصد نہ ہوتا اور دوسری وجہ یہ ہے کہ آپ نے اس کو فرمایا کہ پہلے اپنا حج ادا کرو پھر شبرمہ کی طرف سے حج ادا کرنا پس یہ اس بات کی دلیل ہے کہ اپنا حج ادا کرنے سے پہلے کسی دوسرے شخص کی طرف سے حج کرنا جائز نہیں ہے اور اس لئے بھی کہ اس کا اپنا حج اس پر فرض ہے اور کسی دوسرے کی طرف سے فرض حج ادا کرنا اس پر فرض نہیں ہے (یعنی وہی شخص اس کے لئے معین نہیں ہے) پس فرض کو غیرِ فرض کے لئے ترک کرنا جائز نہیں ہے احناف کی دلیل خثعمیہ عورت والی حدیث ہے (جو پہلے بھی بیان ہو چکی ہے) کہ آنحضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے لئے فرمایا کہ تو اپنے باپ کی طرف سے حج کر اور آپ نے اس عورت سے یہ دریافت نہیں فرمایا کہ تو نے اپنا حج ادا کر لیا ہے یا نہیں، اگر ان دونوں صورتوں کا حکم مختلف ہوتا تو آپ اس عورت سے ضرور دریافت فرماتے اور اس لئے بھی جائز ہے کہ اپنا حج ادا کرنے کے لئے کوئی وقت معین نہیں ہے (کہ اس کے بعد جائز نہ ہو) پس جس طرح وہ وقت اس کا اپنا حج ادا کرنے کے لائق ہے اسی طرح دوسرے کا حج ادا کرنے کے بھی لائق ہے پس جب اس نے اس وقت کو کسی دوسرے کے حج کے لئے معین کر لیا تو وہ حج اس دوسرے شخص کی طرف سے واقع ہوگا اسی لئے ہمارے فقہا نے کہا ہے کہ جس شخص نے اپنا حج ادا نہیں کیا اگر وہ نفلی حج کی نیت سے حج کرے گا تو اس کا وہ حج نفلی ادا ہوگا کیونکہ وہ وقت فرض کے لئے معین نہیں ہے بلکہ فرض و نفل دونوں طرح کے حج کی ادائیگی کے لائق ہے پس جب اس وقت کو نفلی حج کے لئے معین کر لیا تو وہ وقت اسی کے لئے معین ہو گیا لیکن مطلق حج کی نیت کرنے سے وہ حج فرض کی جگہ واقع ہوگا کیونکہ اس صورت میں فرض حج کی نیت دلالۃً موجود ہے اس لئے کہ جس شخص پر حج فرض ہو وہ بظاہر نفل کی نیت نہیں کرتا پس مطلق نیت اس کے حال کی دلالت کے ساتھ مقید کی طرف منتقل ہوگی لیکن دلالت اس وقت معتبر ہوگی جبکہ اس کے خلاف نص (وضاحت) موجود نہ ہو اور جب اس نے نفلی حج کی نیت کی تو دلالت کے خلاف نص (وضاحت) موجود ہے پس اس صورت میں دلالت معتبر نہیں ہوگی اور شبرمہ والی حدیث افضلیت پر محمول ہوگی ۱؎ پس افضل یہ ہے کہ ایسے شخص سے حج کرایا جائے جو آزاد ہو، مناسکِ حج کا عالم ہو اور اپنا فرض حج پہلے ادا کر چکا ہو ۲؎

(۲) اور یہ بات پوشیدہ نہیں ہے کہ اختلافِ فقہا کی رعایت کرنے کی تعلیل سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ یہ کراہت تنزیہی ہے کیونکہ اس طرح عمل کرنا کہ فقہا کے اختلاف سے بچ جائے مستحب ہے پس سمجھ لیجئے ۳؎ اور اسی طرح بدائع وغیرہ کا یہ قول کہ "ایسے شخص سے حج کرانا افضل ہے جو آزاد ہو، مناسکِ حج کا عالم ہو اور اپنا حج کر چکا ہو" دلالت کرتا ہے کہ جس شخص نے اپنا حج ادا نہ کیا ہو اس سے حج کرانا مکروہ تنزیہی ہے ورنہ وہ ایسے شخص سے حج کرانا افضل ہے کی بجائے واجب ہے لکھتے ۴؎ لیکن فتح القدیر میں اس مسئلہ میں طویل

۱؎ بدائع ۲؎ فتح وش و بدائع و بحر ۳؎ ش ۴؎ بحر۔

استدلال کے بعد ہے۔ ۔۔۔ ہے کہ جس نے اپنا حج نہ کیا ہو اور اس پر حج فرض ہو چکا ہو یعنی وہ زاد و راحلہ کا مالک ہو اور تندرست بھی ہو تو اس کا کسی دوسرے شخص کی طرف سے حج کرنا مکروہ تحریمی ہے اس لئے کہ جب ایسی صورت ہو تو امکان کے اول سال میں اس پر حج کا وجوب متعین ہو جاتا ہے پس وہ اس کے ترک کی وجہ سے گنہگار ہوگا اور اسی طرح اگر اس نے ابھی اپنا فرض حج ادا نہیں کیا اور اپنی طرف سے نفل حج ادا کیا تب بھی یہی حکم ہے کہ یہ مکروہ تحریمی ہے اس کے باوجود اس کا وہ حج صحیح ہوگا کیونکہ یہ ممانعت اس نفسِ حج کی وجہ سے نہیں ہے جو اس نے دوسرے کی طرف سے کیا ہے بلکہ یہ لغیرہ ہے یعنی اس ممانعت و کراہت کا سبب خوف ہے کہ ایسا نہ ہو موت آجائے اور وہ اپنا فرض ادا نہ کر سکے کیونکہ ایک سال میں موت کا آجانا کوئی نادر بات نہیں ہے [1]۔ اور کافی ابوالفضل میں بھی اسی طرح ہے [2]۔ بحرالرائق میں کہا ہے کہ حق بات یہ ہے کہ ایسے شخص سے حج کرانا جس نے اپنا فرض حج ادا نہ کیا ہو آمر کے لئے مکروہ تنزیہی ہے اس لئے کہ فقہا نے ایسے شخص سے حج کرانے کو افضل کہا ہے جو اپنا حج ادا کر چکا ہو اور اُس مامور کے حق میں دوسرے کی طرف سے حج کرنا مکروہ تحریمی ہے جس نے اپنے اندر حج واجب ہونے کی شرائط پائی جانے کے باوجود اپنا فرض حج ادا نہ کیا ہو اس لئے کہ وہ اپنے حج کی ادائیگی میں تاخیر کی وجہ سے گنہگار ہوگا واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم بالصواب [3]۔ اور یہ فتح القدیر کے مذکورہ بالا کلام کے مخالف نہیں ہے اس لئے کہ فتح القدیر میں مکروہ تحریمی کا حکم مامور کیلئے ہے اور صاحبِ درمختار کا مکروہِ تنزیہی کہنا آمر کے حق میں سمجھا جائے گا پس بحرالرائق کے اس قول سے کہ آمر کے حق میں یہ مکروہ تنزیہی ہے جبکہ مامور کے حق میں یہ مکروہ تحریمی ہے ان دونوں میں تطبیق ہو جاتی ہے [4]۔

(۳) اور فتح القدیر میں جو یہ کہا ہے کہ جس شخص نے اپنا فرض حج ادا نہیں کیا اگر وہ اپنی طرف سے نفل حج کی نیت سے احرام باندھے تب بھی یہی حکم ہے کہ یہ مکروہ تحریمی ہے اس کو مطلق بیان کیا ہے (یعنی خواہ اس پر حج فرض ہو چکا ہو یا ابھی فرض نہ ہوا ہو ہر حال میں ایسا کرنا مکروہ تحریمی ہے، مؤلف) اس لئے کہ اس کے میقات پر پہنچتے ہی اس پر حج فرض ہو جائے گا بخلاف مامور کے اسی لئے مامور کے بارے میں یہ قید لگائی ہے (کہ اس پر حج فرض ہو چکا ہو تو مکروہ تحریمی ہے ورنہ مکروہ تنزیہی ہے، مؤلف) لیکن یہ بات اس وقت ہے جبکہ نفل حج کرنے والے نے میقات سے احرام باندھا ہو جیسا کہ اکثر ایسا ہی ہوتا ہے لیکن اگر اس نے میقات سے پہلے ہی مثلاً اپنے گھر سے نفلی حج کا احرام باندھا تو مکروہ تحریمی ہونے کے لئے یہ قید لگانا ضروری ہے کہ اس پر حج فرض ہو چکا ہو جیسا کہ یہ بات پوشیدہ نہیں ہے اور بعض نے یہ کہا ہے کہ جس فقیر شخص نے اپنا حج ادا نہ کیا ہو اگر اپنی طرف سے نفلی حج کیا تو اس پر میقات پہ پہنچنے سے حج فرض نہیں ہوگا بلکہ مکہ مکرمہ پہنچنے سے فرض ہوگا اور اس قول کی بنا پر اُس فقیر مامور کے بارے میں جس نے اپنا حج نہ کیا ہو متاخرین فقہا نے اختلاف کیا ہے [5]۔ (یعنی اس میں اختلاف کیا ہے کہ اس پر مکہ معظمہ پہنچنے پر حج فرض ہوگا یا نہیں اور اس کی تفصیل یہ ہے، مؤلف) ابن حمزہ نقیب کی کتاب نہج النجاۃ میں بحرالرائق کا مذکورہ کلام ذکر کرنے کے بعد کہا ہے کہ بظاہر اس سے یہ افادہ ہوتا ہے کہ جس فقیر شخص نے اپنا حج نہ کیا ہو مکہ میں داخل ہونے سے اس پر حج فرض نہیں ہوتا اور بدائع میں کراہت کو مطلق طور پر بیان کرتے ہوئے اس کی تعلیل یہ بیان کرنا کہ وہ حج فرض کا تارک ہوا ہے بظاہر اس سے یہ افادہ ہوتا ہے کہ مکہ مکرمہ میں داخل ہونے سے وہ اپنی طرف سے حج ادا کرنے پر قادر ہو گیا ہے اگرچہ اس کا

---

[1] فتح و منحہ و ش [2] غنیہ عن کبیر [3] بحر و ش [4] ش [5] غنیہ۔

وقت آمر کی طرف سے حج ادا کرنے میں مشغول ہے اور یہ واقعۃ الفتوٰی (یعنی پیش آنے والا مسئلہ) ہے پس غور کیجئے اھ [1] اور چونکہ اس بارے میں سلف سے کوئی صریح نقل نہیں پائی گئی اس لئے متاخرین کا اس میں اختلاف واقع ہوا ہے (مؤلف) بعض نے کہا کہ مکہ مکرمہ پہنچنے پر اس پر حج فرض ہو جائے گا [2]۔ چنانچہ مجمع الانہر میں ہے کہ جس شخص نے اپنا حج ادا نہ کیا ہو اس سے دوسرے شخص کا حج کرانا جائز ہے لیکن خانۂ کعبہ کو دیکھنے کے وقت (یعنی مکہ مکرمہ پہنچنے پر) اس پر اپنی طرف سے حج کرنا فرض ہو جائے گا اور اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ آئندہ سال تک مکہ مکرمہ میں ٹھہرے اور اپنا حج ادا کرے یا اپنے اہل و عیال کی طرف لوٹنے کے بعد اپنے مال سے اپنا حج ادا کرے اگرچہ وہ فقیر ہو پس اس کو یاد رکھنا چاہئے حالانکہ اس سے لوگ غافل ہیں اھ [3] اور سید محمد یاسین میر غنی کی کتاب المنتقی فی حل الملتقی میں ہے کہ جس شخص نے اپنا حج نہ کیا ہو اس سے کسی دوسرے شخص کا حج کرانا جائز ہے اگرچہ اس پر اپنا حج فرض نہ ہو پس جب وہ مکہ معظمہ میں داخل ہو گا تو اب اس پر اپنا حج بھی فرض ہو جائے گا کیونکہ اب وہ اپنا حج ادا کرنے پر قادر ہو گیا ہے اھ۔ اور (ملا عابد سندھی کی کتاب) طوالع الانوار میں ہے کہ جس شخص نے اپنا حج ادا نہیں کیا اور ابھی اس پر حج فرض بھی نہیں ہوا اگر وہ کسی دوسرے شخص کی طرف سے حج کرے تو مکہ مکرمہ میں داخل ہونے پر استطاعت پائی جانے کی وجہ سے اس پر حج فرض ہو جائے گا جیسا کہ اس کو ملا سنان نے اپنی منسک میں واضح طور پر بیان کیا ہے اور امام شافعی رضی اللہ عنہ نے ایسے شخص کو دوسرے شخص کی طرف سے حج کرنے کو منع کیا ہے جس نے اپنا حج ادا نہ کیا ہو اھ - اور طوالع الانوار میں یہ بھی لکھا ہے کہ ہم نے جو ملا سنان سے نقل کیا ہے کہ جس شخص نے اپنا حج نہیں کیا مکہ مکرمہ میں داخل ہونے سے اس پر اپنا حج فرض ہو جائے گا اس سے غافل نہ ہونا چاہئے، اور حق بات یہ ہے کہ اس پر دونوں نسک (حج و عمرہ) میں سے ایک نسک واجب ہو گا کیونکہ جب تک استطاعت حاصل نہ ہو حج فرض نہیں ہوتا اور دوسرے شخص کی طرف سے حج کرنے والے نے دوسرے شخص کی طرف سے احرام باندھا ہوا ہے اب وہ اس احرام کو اپنی طرف منتقل نہیں کر سکتا پس اگر اس پر حج واجب ہو جائے تو اس کو آئندہ سال تک اپنا حج ادا کرنے کے لئے ٹھہرنا چاہئے اور اکثر اتنے طویل عرصہ تک ٹھہرنے کی استطاعت نہیں ہوتی پس واجب کو اپنے ذمہ سے ادا کرنے کے لئے اس کا عمرہ کر لینا کافی ہے، اور جو شخص مکرمۂ مکرمہ میں داخل ہو فقہا نے اس پر حج کے واجب ہونے کو معین نہیں کیا ہے پس آگاہ رہئے اھ [4] اور ملا علی قاریؒ نے بھی اس کی تصریح کی ہے کہ مکہ معظمہ پہنچنے پر اس پر حج فرض ہو جائے گا [5] اور مفتی دار السلطنت (قاہرہ) علامہ ابو سعودؒ نے بھی اس پر حج واجب ہونے کا فتوٰی دیا ہے اور سکب الانہر میں اس کی پیروی کی ہے اور سید احمد بادشاہ نے بھی اسی پر فتوی دیا ہے اور اس بارے میں ایک رسالہ تالیف کیا ہے [6]۔ اور بعض نے کہا کہ اس پر حج فرض نہیں ہو گا کیونکہ وہ مکہ مکرمہ میں احرام کی حالت میں داخل ہوا ہے پس وہ اس شخص کی مانند ہو گیا جو مریض ہوا اور خود حج ادا کرنے سے عاجز ہو یا اپاہج یا قیدی ہو جبکہ یہ لوگ مکہ مکرمہ میں ہوں [7] (یعنی باوجود مکہ مکرمہ میں ہونے کے ان پر حج فرض نہیں ہوتا، مؤلف) اور اس لئے بھی اس پر حج فرض نہیں کہ اس نے دوسرے کی استطاعت سے حج کیا ہے اپنی استطاعت اور اپنے مال سے نہیں اور جب وہ حج سے فارغ ہو گا تو حج کے مہینے یعنی شوال و ذیقعدہ و عشرۂ ذی الحجہ گذر چکے ہوں گے، اس پر آئندہ حج کے مہینے آنے تک مکرمۂ مکرمہ میں ٹھہرنا کس طرح

[1] ش و ارشاد [2] غنیہ [3] مجمع الانہر و منحہ و غنیہ [4] ارشاد [5] شرح اللباب و منحہ [6] ش و ارشاد [7] غنیہ۔

واجب ہوسکتا ہے پس جب وہ شخص فقیر ہے اور اس کے اہل وعیال اس کے شہر میں ہیں اس کو نفقہ کے بغیر اور اپنے اہل وعیال کو چھوڑ کر آئندہ سال حج کا وقت آنے تک مکہ مکرمہ میں ٹھہرنے کے لئے کسی صریح نقل (روایت) کی ضرورت ہے پس غور کر لیجئے ۱؎ اور اس پر حج واجب نہ ہونے کے قول پر مولانا عارف باللہ تعالیٰ شیخ عبدالغنی نابلسی نے فتویٰ دیا ہے اور اس بارے میں ایک رسالہ تالیف کیا ہے کیونکہ اس کو اس سال میں اپنی طرف سے حج کرنا ممکن نہیں ہے اس لئے کہ اس کا سفر دوسرے شخص کے مال سے ہوا ہے اور وہ آمر کی طرف سے احرام باندھے گا اور اسی کی طرف سے حج کرے گا اور اپنا حج ادا کرنے کے لئے آئندہ سال تک مکہ مکرمہ میں اقامت کرنا اور اپنے اہل وعیال کو اپنے شہر میں چھوڑ دینے میں بہت بڑا حرج ہے، اور اسی طرح اس کو اپنے وطن واپس لوٹ آنے اور پھر اپنے وطن سے آ کر حج کرنے میں جبکہ فقیر بھی ہے بہت بڑا حرج ہے ۲؎ اور (اس پر حج فرض ماننے کی صورت میں) اگر وہ مر گیا اور اس نے حج نہ کیا تو گنہگار ہوگا (یہ بھی حرج ہے اور یہ سب مامور کے بارے میں ہے) بخلاف اپنی طرف سے نفلی حج کرنے والے کے جس کے بارے میں فقہا نے صراحت کر دی ہے کہ (مکہ مکرمہ پہنچنے پر) اس پر حج واجب ہو جائے گا اھ اور ملا سنان ؒ نے اپنی منسک قرن العیون میں کہا ہے کہ مامور بھی اپنی طرف سے نفلی حج کرنے والے فقیر کی مانند ہے جس نے اپنا حج ادا نہ کیا ہو پس اگر وہ راستہ میں زادِ راہ کمانے پر قادر ہے یا اس کے پاس اتنا مال موجود ہے جو افعالِ حج ادا کرنے کے ایام میں کافی ہو سکے یا کوئی شخص اتنی رقم اس کو بطور احسان دیدے تو اس پر اپنا حج فرض ہو جائے گا کیونکہ حج واجب ہونے کی شرط یعنی زادِ راہ پر قدرت پائی گئی ہے اور کسی دوسرے شخص کی طرف سے احرام باندھے ہوئے ہونا اور اس کو پورا کرنے کا لزوم اس پر حج واجب ہونے کے منافی نہیں ہے جیسا کہ کسی شخص پر نماز کا وقت ایسی حالت میں داخل ہوا جبکہ اس نے نفل نماز شروع کی ہوئی ہو تو اس کو اس نفل کو پورا کرنا واجب ہے اور اس پر اس وقت کی فرض نماز بھی فرض ہو جاتی ہے اور جیسا کہ فقیر شخص نے نفلی حج کا احرام باندھا پھر وہ مالدار ہو گیا ۳؎ (کہ اس کو یہ نفلی حج پورا کرنا بھی واجب ہے اور اس کے بعد فرض حج ادا کرنا بھی واجب ہے، مؤلف) لیکن بدائع میں جو کراہت کو مطلق بیان کیا ہے اور وہ کراہت تحریمی کی طرف پھیری گئی ہے اس کا مقتضیٰ یہ ہے کہ اس کا کلام اس شخص کے بارے میں ہے جس نے اپنا حج ادا نہیں کیا اور حالانکہ اس پر حج فرض ہو چکا ہے جیسا کہ فتح القدیر کی عبارت سے ظاہر ہوتا ہے جو پہلے بیان ہو چکی ہے اور ہم حج کے شروع بیان میں لباب اور اس کی شرح سے ذکر کر چکے ہیں کہ آفاقی فقیر جب میقات پر پہنچ جائے تو وہ مکی کی مانند ہو جاتا ہے کہ اگر وہ وہاں سے پیدل چل کر حج کرنے پر قادر ہو تو اس پر حج فرض ہو جاتا ہے اور اس کو اس گمان سے کہ وہ فقیر ہے اس پر حج فرض نہیں ہے حج نفل کا احرام نہیں باندھنا چاہئے کیونکہ جب تک وہ آفاقی تھا اس وقت تک اس پر حج فرض نہیں ہوا تھا اور جب وہ مکی کی مانند ہو گیا تو اب اس پر حج فرض ہو گیا پس اگر وہ نفلی حج کی نیت سے احرام باندھے گا (تو اس کو پورا کرنا لازم ہوگا) اور اس کو ایک اور حج کرنا لازم ہوگا اھ لیکن یہ مسئلہ اس پر دلالت نہیں کرتا کہ مامور فقیر جس نے اپنا حج ادا نہیں کیا اس کا بھی یہی حکم ہے کیونکہ اس کو جو استطاعت حاصل ہوئی ہے اور وہ دوسرے شخص کی استطاعت سے ہے جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا ہے اور دوسرے کی وجہ سے استطاعت کا ہونا غیر معتبر ہے بخلاف اس شخص کے جو فقیر ہے اور اپنی طرف سے حج کرنے کے لئے روانہ ہوا کہ جب وہ میقات پر پہنچ جائے گا تو اپنی قدرت سے حج پر قادر ہو جائے گا پس اسی

۱؎ منحہ ۲؎ ش وغنیہ وارشاد ۳؎ غنیہ

حج فرض ہو جائے گا اگرچہ شروع میں اس کا سفر نفلی حج کے لئے تھا اور مامور فقیر جس نے اپنا حج نہ کیا ہو اگر اس کا بھی یہی حکم ہو تو امام ابن الہمام رحمہ اللہ کا یہ کہنا صحیح نہیں رہے گا کہ اپنے اوپر حج واجب ہونے کے بعد اپنا حج ادا کئے بغیر کسی دوسرے کی طرف سے حج ادا کرے تب مکروہ تحریمی ہے ورنہ تنزیہی ہے اور کراہت تحریمی کی یہ تعلیل کرنا بھی صحیح نہیں رہے گا کہ امکان کے اول سال میں اس پر حج کا وجوب متعین ہو جاتا ہے پس غور کر لیجئے [۱] (ان عبارات کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر ایسے فقیر مامور نے جس پر حج فرض نہ ہو کسی دوسرے شخص کی طرف سے حج ادا کیا تو مکہ مکرمہ پہنچنے کے بعد اس پر حج فرض ہو گا یا نہیں اس بارے میں متقدمین فقہا سے کوئی صریح روایت نہیں ہے اور متاخرین میں سے بعض کا قول یہ ہے کہ اس پر اپنا حج فرض ہو جائے گا اب وہ آئندہ سال تک وہاں رُکے اور اپنا فرض حج ادا کرے یا اپنے وطن واپس آنے کے بعد آئندہ اپنے مال سے اپنا حج فرض ادا کرے اور بعض کا قول ہے کہ اس پر حج فرض نہیں ہو گا، علامہ شامی وغیرہ اسی طرف مائل ہوئے ہیں اور علامہ عابد سندھی رحمہ اللہ کے نزدیک اس پر صرف عمرہ کرنا واجب ہو گا اور وہ حج کے بعد اپنی طرف سے عمرہ کر کے اس وجوب سے بری الذمہ ہو سکتا ہے واللہ اعلم بالصواب، مؤلف)

(۴) مبسوط میں ہے کہ اگر کوئی شخص اپنے مال سے کسی ایسے شخص کی امداد کرنا چاہے جو اپنی طرف سے حج کرنا چاہتا ہے تو اس شخص کے مقابلہ میں جو پہلے حج کر چکا ہو ایسے شخص کی امداد کرنا اولیٰ ہے جس نے پہلے حج نہ کیا ہو کیونکہ جس شخص نے حج نہیں کیا وہ اس مال کو اپنا فرض حج ادا کرنے کا وسیلہ بنائے گا اور جو حج کر چکا ہے وہ اس مال کو نفل حج کی ادائیگی کے لئے وسیلہ بنائے گا اور چونکہ فرض کا درجہ نفل سے اعلیٰ ہے تو فرض کی اعانت کا درجہ بھی نفل کی اعانت سے اولیٰ و افضل ہو گا [۲]

(۵) حج بدل کے لئے مامور کا بالغ و آزاد و مذکر (مرد) ہونا شرط نہیں ہے [۳] پس قریب البلوغ شخص کا اور غلام و باندی کا اپنے آقا کی اجازت سے اور عورت کا اپنے خاوند کی اجازت سے اپنے محرم کے ساتھ ہو کر کسی دوسرے کی طرف سے حج کرنا جائز ہے لیکن ان تینوں کا کسی کی طرف سے حج کرنا مکروہ ہے، آزاد عورت کا کسی عورت کی طرف سے حج کرنا مکروہ نہیں ہے پھر بھی اس کے لئے مرد سے حج کرانا افضل ہے [۴] پس مرد و عورت اس بارے میں برابر ہیں لیکن عورت سے حج کرانا مکروہ ہے اگرچہ جائز ہے جواز کا ثبوت خثعمیہ عورت والی حدیث سے ہے جو پہلے بیان ہو چکی ہے اور کراہت اس لئے ہے کہ عورت کے حج میں چند لحاظ سے نقص آجاتا ہے اس لئے کہ عورت حج کی تمام سنتوں پر عمل نہیں کرتی یعنی وہ طواف اور صفا و مروہ کے درمیان رمل نہیں کرتی اور سر کے بال نہیں منڈاتی (بلکہ قصر کرتی ہے) اور تلبیہ بلند آواز سے نہیں کہتی [۵] پس آزاد مرد و غلام اور باندی و آزاد عورت سے حج کرانا بھی جائز ہے [۶] یعنی آزاد مرد یا غلام اپنے آقا کی اجازت سے دوسرے شخص کا حج کرے تو جائز ہے لیکن غلام سے حج کرانا مکروہ ہے غلام سے حج کرانے کا جواز اس لئے ہے کہ وہ نیابت کے طور پر عمل کرتا ہے اور جس چیز میں نیابت جائز ہوتی ہے جیسا کہ زکوٰۃ وغیرہ اور کراہت اس لئے ہے کہ وہ اپنا فرض حج ادا کرنے کا اہل نہیں ہے پس اس کا دوسرے کی طرف سے حج کرنا مکروہ ہوا [۷] درمختار و فتح القدیر میں غلام سے حج کرانا صحیح ہونے کو مطلق طور پر بیان کیا ہے، ردالمختار شامی میں کہا ہے کہ خواہ وہ اپنے آقا کی اجازت سے دوسرے کا حج کرے یا اپنے آقا کی اجازت کے بغیر کرے دونوں صورتوں میں صحیح ہے جیسا کہ معراج الہدایہ میں اس کی تصریح کی ہے

[۱] ش و ارشاد و غنیہ [۲] غنیہ [۳] غنیہ و ش [۴] غنیہ و لباب و شرحہ [۵] بدائع بزیادۃ عن فتح و مثلہ فی الفتح والشامی [۶] فتح [۷] بدائع۔

پس سمجھ لیجئے [1] اور شرائط نیابت کی آٹھویں شرط میں بیان ہوچکا ہے کہ مراہق (قریب البلوغ) سے حج کرانا صحیح ہے (مؤلف) اور افضل یہ ہے کہ ایسے شخص سے حج کرایا جائے جو حج کا طریقہ اور اس کے افعال جانتا ہو اور آزاد و بالغ ہو [2]

حج بدل کرنے والے کیلئے سفر خرچ

(۱) سفر خرچ سے مراد وہ مصارف ہیں جن کی اس کو ضرورت ہوتی ہے یعنی کھانا روٹی وغیرہ یا جنس یعنی غلہ چاول وغیرہ، سالن یعنی گوشت وغیرہ، گھی، پانی اور اس کا سامان سفر کے لئے کپڑے یعنی پہننے کا لباس، احرام کے کپڑے یعنی چادر و تہبند، سواری خواہ کرایہ پر ہو یا خریدی ہوئی ہو، مکان کا کرایہ، محمل کا کرایہ، پانی کے لئے مشک، استعمال کے برتن و دیگر لوازمات سفر مثلاً چراغ کا تیل، بدن پر لگانے کے لئے تیل، کپڑے دھونے اور نہانے کا صابن وغیرہ نیز کپڑے دُھلانے کی اجرت، حفاظت کی اُجرت، حجام و حمال کی اجرت، حمام میں داخل ہونے کی اجرت، خادم کی اجرت جبکہ وہ شخص ان میں سے ہو جن کے لئے خادم کی ضرورت ہوتی ہے اور اس کے علاوہ جس چیز کی ضرورت ہو مامور کی حیثیت کے مطابق یہ سب چیزیں مصارف میں داخل ہیں اور یہ سب اشیا متوسط درجے کے مطابق ہونی چاہئیں، پس حج بدل کرنے والے کو ان تمام مصارف کے لئے آمر کی طرف سے اتنا خرچ ملنا چاہیے کہ وہ آمر کے وطن سے مکۂ مکرمہ تک جانے اور وہاں سے آمر کے وطن واپس آنے اور وہاں کے زمانۂ قیام کے لئے کسی تنگی یا فضول خرچی کے بغیر متوسط طریق سے خرچ کرنے کے لئے کافی ہو [3]

(۲) مامور کو آسودگی و فراخی کے ساتھ خرچ کرنا جائز نہیں ہے پس مامور کو آمر کے مال سے کسی کی کھانے کی دعوت کرنا یا کھانے میں شریک کر لینا یا صدقہ دینا یا کسی کو قرض دینا یا وضو یا غسلِ جنابت کے لئے پانی خریدنا جائز نہیں ہے اگر اس کے پاس اپنا مال نہ ہو تو وضو و غسلِ جنابت کے لئے تیمم کرلے اور آمر کے مال سے پچھنے لگوانا یا دوا کرنا بھی جائز نہیں [4] آمر کے مال سے چراغ کیلئے تیل اور بدن پر لگانے کے لئے تیل خریدنے میں اختلاف ہے بعض نے کہا کہ جائز نہیں ہے اور بعض نے کہا کہ احرام باندھتے وقت لگانے کے لئے اور چراغ جلانے کے لئے تیل خریدنا جائز ہے [5] حمام اور حجام کی اجرت آمر کے مال سے نہ دے لیکن اگر میت یا اس کے وارث نے اس کو اس کی اجازت دیدی ہو تو جائز ہے اور محیط و خانیہ میں اس کو اختیار کیا ہے کہ حمام اور محافظ کی اجرت دی جائے اور فتاوی الولوالجی نے تصریح کی ہے کہ یہی مختار ہے [6] اور نوکر پر آمر کے مال سے خرچ نہ کرے لیکن اگر وہ ان لوگوں میں سے ہو جو اپنا کام خود نہیں کرتے تو اس کے لئے جائز ہے [7] پس اگر حج بدل کرنے والے نے اپنی خدمت کے لئے خادم (نوکر) رکھا ہے تو اگر اس جیسی ہستی کے لوگ اپنا کام خود کرتے ہیں تو آمر کے مال سے خادم کی اجرت لینا جائز نہیں ہے بلکہ اپنے مال سے اس کی اجرت دے اور اگر اس جیسے لوگ اپنا کام خود نہیں کرتے بلکہ خادم رکھتے ہیں تو آمر (میت) کے مال سے خادم کی اجرت لینا جائز ہے [8] اور فقیہ ابو اللیث نے کہا ہے کہ میرے نزدیک ہر اس چیز میں آمر کا مال خرچ کرنا جائز ہے جس کو عام طور سے حاجی لوگ کرتے ہیں اور ذخیرہ میں اسی کو مختار کہا ہے لیکن اگر آمر نے اپنے امر میں اس پر کشادگی کردی ہو یعنی عام اجازت دیدی ہو تو اس کو

---

[1] ش [2] ع [3] لباب و شرحہ و فتح و بحر و غنیہ ملتقطاً [4] بحر و فتح و غنیہ ملتقطاً [5] فتح [6] بحر و فتح ملتقطاً۔
[7] فتح و لباب و غنیہ [8] ع

ان مذکورہ بالا امور میں خرچ کرنا بلا اختلاف جائز ہے [۱] اس لئے کہ فقہا نے کہا ہے کہ ان امور میں خرچ کرنے کی ممانعت اس وقت ہے جبکہ آمر نے اس کو اجازت نہ دی ہو لیکن اگر اس نے اپنی وصیت میں حجام و دخول حمام و دوائی (علاج) کے لئے خرچ کرنے کی اجازت دیدی ہو تو ان چیزوں میں خرچ کرنے کا کوئی مضائقہ نہیں ہے [۲]

(۳) مامور کو چاہئے کہ آمر سے خرچ میں توسع و فراخی یعنی ہر چیز میں خرچ کرنے کی اجازت لے لے تاکہ اس پر تنگی اور مواخذہ نہ ہو اور آمر کو چاہئے کہ حج کا معاملہ مامور کے سپرد کر دے اور یہ کہدے کہ تو اس رقم سے میری طرف سے افراد یا قران یا تمتع جس طرح کا چاہے حج کر [۳]۔ شرح اللباب میں ملا علی قاری رحمہ اللہ نے کہا ہے آمر کی طرف سے تمتع کرنا جائز نہیں ہے اور کلام مشائخ میں تفویض مذکورہ کو حج افراد اور قران کے ساتھ مقید کیا گیا ہے اور لباب المناسک میں تمتع کو اس کے ساتھ ملانے میں سہو ہوا ہے اور اس بارے میں کافی بحث کی ہے لیکن بحرالرائق وغیرہ میں ہے کہ آمر کے امر سے مامور کا حج تمتع کرنا جائز ہے اس سے لباب المناسک کے اس اضافہ کی موافقت ہوتی ہے [۴] اور قاضی عید نے اس کتاب کی شرح میں لکھا ہے کہ یہ بات پوشیدہ نہیں ہے کہ یہ سہو ملا علی قاری کو ہوا ہے اس لئے کہ اگر میت مامور کو حج تمتع کرنے کا امر کرے اور مامور تمتع کرے تو درست ہے اور اس میں ائمہ سلف کے درمیان کوئی اختلاف نہیں ہے کہ وہ آمر کا مخالف نہیں ہوگا پس غور کر لیجئے اھ [۵] اور کہا گیا ہے کہ اسی بنا پر آمر کے لئے جائز ہے کہ وہ مامور کو اجازت دیدے کہ وہ پہلے اس کی طرف سے عمرہ ادا کرے پھر اس کی طرف سے حج بھی ادا کرے واللہ اعلم بالصواب [۶]۔ اور جب آمر یہ چاہے کہ حج کے خرچ میں سے جو کپڑے اور نقدی وغیرہ بچے وہ مامور کے لئے ہوں تو اس کو خرچہ کی رقم دیتے وقت یہ کہہ دے کہ میں نے تجھ کو وکیل بنایا کہ بچا ہوا مال اور سامان اپنے لئے ہبہ کر لے اور اپنے قبضہ میں لے لے (یعنی یہ کہہ دے کہ حج کے خرچہ میں سے جو روپیہ اور کپڑے وغیرہ بچیں وہ میں نے تم کو بخش دیا وہ تمہارا ہے) اور اگر وہ مرنے کے قریب ہے تو کہے کہ اگر میں مر جاؤں تو میری وصیت ہے کہ باقی مال تمہارا ہے [۷]۔

اور یہ سب اس وقت ہے جبکہ آمر نے کسی آدمی کو حج کے لئے معین کر دیا ہو لیکن اگر آمر نے کسی کو معین نہیں کیا اور وہ وصی کو یہ کہدے کہ خرچہ میں سے بچی ہوئی رقم وغیرہ جس کو تو چاہے دیدے تو اب وصی کو اختیار ہے کہ جس شخص کو وہ حج کے لئے معین کرے اس کو یہ بچی ہوئی رقم وغیرہ دیدے اور اگر وصیت کرنے والے نے مطلق وصیت کی اور کہا کہ نفقہ میں سے جو کچھ بچے وہ مامور کے لئے ہے اور وصیت کرنے والے نے مامور کو معین نہیں کیا بلکہ وصی نے کسی شخص کو اس کے حج بدل کے لئے مامور کیا تو یہ وصیت باطل ہے اس لئے کہ مامور مجہول ہے (اور اس کا حیلہ وہی ہے جو اوپر بیان ہوا کہ آمر وصی کو اختیار دیدے کہ جس کو وہ حج کے لئے مقرر کرے بقیہ نفقہ اس کو دیدے [۸]) اور اگر وصیت کرنے والے نے کسی معین شخص کو مامور کیا تو اس کی بقیہ نفقہ کے لئے وصیت اس مامور کیلئے درست ہے (یہ مسئلہ مزید تفصیل کے ساتھ ع۱ میں بھی مذکور ہے، مؤلف) اور فقیہ ابواللیث نے کہا کہ اگر میت نے یہ کہہ دیا کہ حج سے واپس آنے کے بعد باقی نفقہ تیرے لئے بخشش (عطیہ) ہے تو کوئی مضائقہ نہیں اور یہ ایسا ہی ہے جیسا کہ اس نے اس کے لئے وصیت کی ہے [۹]

---

[۱] لباب و شرحہ و غنیہ۔ [۲] شرح اللباب [۳] لباب و شرحہ و غنیہ [۴] غنیہ تصرفاً [۵] ارشاد [۶] غنیہ [۷] فتح و لباب و شرحہ و غنیہ [۸] غنیہ [۹] شرح اللباب و غنیہ۔

(خلاصہ یہ ہے کہ آمر اپنے مامور کو کہہ دے کہ حج کے خرچہ سے جو روپیہ یا کپڑے وغیرہ بچیں وہ تمہارا ہے میں نے تم کو بخش دیا بلکہ آمر کو چاہئے کہ مامور کو کچھ زائد رقم دیکر اجازت دیدے کہ اس سے اپنے حسب منشا کھانے پینے وغیرہ میں فراخی کرے اور بیماری میں علاج کرائے اور کچھ تبرکات زمزم کھجوریں وغیرہ عزیز واقارب واحباب کو دینے کے لئے لیتا آئے تاکہ مامور کو خرچ کرنے میں سہولت ہو اور حساب کتاب لکھنے کی دقت نہ ہو، اور واپسی کے بعد مستعمل کپڑے وغیرہ بھی مامور کو بخش دے واپس نہ لے تو بہتر ہے البتہ یہ ضرور خیال رہے کہ جو نفقہ حج کے لئے دے وہ مامور کو بخشش نہ کرے کیونکہ بخشش کردینے سے وہ مامور کی ملک ہوجائے گا اور اس سے آمر کا حج جائز نہ ہوگا [1] بعض لوگ مالکان رقم سے یہ فرمائش کرتے ہیں کہ تم یہ رقم میری ملک کردو تاکہ ہر طرح کا تصرف کرنا جائز وآسان ہو واضح ہو کہ اگر ایسا کیا جائے گا تو اس رقم سے حج بدل صحیح نہیں ہوگا کیونکہ جب رقم اس کو ہبہ کر کے اس کی ملک کردی گئی تو وہ رقم اس کے قبضہ میں آکر اس کی ملک ہوگئی اب اس رقم سے وہ جو حج کرے گا تو وہ اپنے خرچہ سے حج کرے گا اس لئے وہ حج اس کرنے والے کا ہوگا آمر کا نہیں ہوگا کیونکہ نیابت میں شرط ہے کہ آمر کے خرچہ سے حج کیا جائے [2]

(۴) مامور کے لئے جائز ہے کہ وہ نفقہ کی رقم اپنے ساتھیوں کی رقم کے ساتھ ملادے خواہ آمر نے اس کی اجازت دی ہو یا نہ دی ہو، کیونکہ رواج یہی ہے اور یہ بھی جائز ہے کہ وہ حفاظت کی غرض سے نفقہ کی رقم کسی کے پاس امانت رکھ دے [3]، اور نفقہ کی رقم کو بلا ضرورت دیناروں (اشرفیوں) میں تبدیل نہ کرے، اور اگر میت نے ایسی نقدی دی ہو جو حج کی جگہوں میں رائج نہیں ہے تو وصی یا مامور اس کو مروجہ نقدی کے ساتھ تبدیل کرلے [4] ——— (۵) اگر مامور قریب کا مستعمل راستہ چھوڑ کر بعید کے راستہ سے گیا جس میں خرچہ زیادہ ہوا تو اگر اس راستہ سے بھی حاجی جاتے ہیں اگرچہ کبھی کبھی جاتے ہوں تو مضائقہ نہیں اور وہ سب خرچہ آمر کے مال میں سے ہوگا اور اگر روپیہ ضائع ہوجائے تو ضمان بھی نہ ہوگا اور اگر اس راستہ سے کوئی نہیں جاتا تو آمر کی اجازت کے بغیر جانا جائز نہ ہوگا اور اس کا خرچہ مامور کے اپنے مال میں سے ہوگا [5] ——— (۶) اگر مامور نے آمر کی طرف سے حج ادا کرلیا اور اس کے بعد وہ مکہ مکرمہ میں ہی رہ گیا (یعنی مکہ مکرمہ کو وطن بنالیا) تو جائز ہے اس لئے کہ اس کے حج کے افعال سے فارغ ہوجانے پر آمر کا فرض حج ادا ہوچکا ہے لیکن افضل یہ ہے کہ وہ حج ادا کرنے کے بعد آمر کے وطن واپس آجائے کیونکہ آمر کو نفقہ (خرچ دینے) کا ثواب حاصل ہوتا ہے پس نفقہ جتنا زیادہ ہوگا ثواب بھی اسی قدر زیادہ ہوگا [6]

(۷) سفرِ حج کے دوران مامور نے راستہ کے کسی شہر میں قیام کیا اگر یہ قیام قافلہ (یا جہاز وغیرہ) کے انتظار میں کیا ہے تو خرچہ آمر (میت) کے مال میں سے ہوگا خواہ وہ پندرہ دن یا اس سے کم یا زیادہ قیام کرے اور اگر قافلہ روانہ ہونے کے بعد (اپنی کسی ضرورت سے) قیام کیا تو ایامِ قیام کا خرچہ اپنے مال میں سے کرے، ان ایام کا خرچہ میت کے مال میں سے نہ کرے پھر جب وہاں سے حج کے سفر پر روانہ ہو تو آمر کے مال سے خرچ کرنے لگے، اور اسی طرح اگر حج سے فارغ ہونے کے بعد مکہ مکرمہ یا کسی دوسری جگہ قافلہ (بحری یا ہوائی جہاز یا موٹر وغیرہ) کی روانگی کے انتظار میں قیام کیا تو میت کے مال سے خرچ کرے اگرچہ پندرہ دن سے زیادہ قیام کرے، اور اگر حج سے فارغ ہوکر قافلہ روانہ

[1] زبدہ ومعلم ملتقطاً [2] زبدہ مع عمدہ [3] فتح وبحر وش وغنیہ ملتقطاً [4] لباب وشرحہ وغنیہ [5] لباب وشرحہ وفتح وبحر وغنیہ [6] بدائع وفتح وبحر ودر وش۔

ہونے کے بعد اپنی کسی دوسری ضرورت کے لئے اکثر مشائخ کے قول کی بنا پر پندرہ دن قیام کرے تو اپنے مال سے خرچ کرے میت کے مال سے خرچ نہ کرے کیونکہ اب اس کا قیام اپنی ذاتی ضرورت کے لئے ہے اور اس کی اقامت کی نیت صحیح ہے پس وہ سفر کو ترک کرنے والا ہو گیا لہذا بالاتفاق اس کو آمر کے مال سے خرچ کرنے کی اجازت نہیں ہوگی، اگر وہ آمر کے مال سے خرچ کرے گا تو اس کا ضمان دے گا کیونکہ اس نے دوسرے شخص کا مال اس کی اجازت کے بغیر خرچ کیا ہے اور بعض مشائخ نے کہا ہے کہ اگر وہ تین دن سے زیادہ ٹھہرا ہے تو ان ایام کا نفقہ اس کے اپنے مال میں سے ہوگا یعنی اگر حج سے فارغ ہونے کے بعد تین دن قیام کیا تو آمر کے مال سے خرچ کرے اور اگر تین دن سے زیادہ ٹھہرا تو اپنے مال سے خرچ کرے کیونکہ استراحت کی ضرورت کے لئے تین دن تک ٹھہرنا ثابت ہے اس سے زیادہ نہیں، اور یہ امام محمدؒ سے ابن سماعہ کی روایت کی بنا پر ہے وہ روایت یہ ہے کہ اگر کسی شہر میں تین دن یا اس سے کم قیام کیا اور میت کے مال سے خرچ کیا تو وہ اس پر ضمان لازم نہیں ہوگا اور اگر اس سے زیادہ ٹھہرا تو اپنے مال سے خرچ کرے اھ (اور یہ ان کے زمانہ کی بات ہے لیکن ہمارے زمانہ میں اس پر عمل نہیں ہو سکتا اس کی تفصیل آگے بدائع سے آتی ہے، مؤلف) اور جب قافلہ روانہ ہو جانے کے بعد مامور کے قیام کا نفقہ اس کے اپنے ذمہ ہو گیا پھر جب وہ وہاں سے روانہ ہو جائے تو اب میت کے مال سے خرچ کرنے لگے کیونکہ اس کی واپسی کا خرچہ میت کے مال میں سے واجب کیا گیا ہے اور فتح القدیر میں ہے کہ امام ابو یوسفؒ سے روایت ہے کہ اب وہ اپنی واپسی کا نفقہ میت کے مال میں سے نہ کرے کیونکہ اب اس کی واپسی اپنے لئے ہے میت کے لئے نہیں ہے لیکن ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ اس کا اصل سفر میت کے لئے ہے پس جب تک یہ سفر باقی ہے اس کا نفقہ بھی میت کے ذمہ رہے گا کذا فی المبسوط۔ لیکن اگر اس نے مکہ مکرمہ کو وطن بنا لیا (تو اس کا نفقہ آمر کے مال سے منقطع ہو گیا) پھر اگر اس کو اپنے شہر کی طرف لوٹنے کی ضرورت پیش آ گئی تو اب وہ واپسی کے وقت میت کے مال سے خرچ نہ کرے اپنے پاس سے خرچ کرے [1]۔ بدائع میں کہا ہے کہ اگر مامور نے پندرہ دن یا زیادہ اقامت کی نیت کی حتی کہ آمر کے مال سے اس کا ان ایام کا نفقہ منقطع ہو گیا پھر وہ وہاں سے واپس روانہ ہوا تو کیا اب واپسی میں وہ آمر کے مال سے خرچ کرے گا، اس بارے میں قدوری نے اپنی شرح مختصر الکرخی میں ذکر کیا ہے کہ وہ آمر کے مال سے خرچ کرے اور اس میں ہمارے کسی امام کا خلاف ذکر نہیں کیا، اور قاضی نے اپنی شرح مختصر الطحاوی میں ذکر کیا ہے کہ امام محمدؒ کے قول کی بنا پر وہ آمر کے مال سے خرچ کرے اور یہ ظاہر الروایت ہے اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک آمر کے مال سے خرچ نہ کرے (بلکہ اپنے مال سے خرچ کرے) اور یہ حکم اس وقت ہے جبکہ اس نے مکہ مکرمہ کو اپنا وطن نہ بنایا ہو لیکن اگر مکہ مکرمہ کو اپنا وطن بنا لیا پھر وہاں سے واپس ہوا تو بلا خلاف آمر کے مال سے خرچ نہ کرے، اوپر جو امام ابو یوسفؒ کا قول مذکور ہوا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ جب اس نے پندرہ دن یا زیادہ اقامت کی نیت کر لی تو اس کے سفر کا حکم منقطع ہو گیا اس لئے اب اس کا نفقہ آمر کے مال کی طرف نہیں لوٹے گا جیسا کہ اگر وہ مکہ مکرمہ کو وطن بنا لے تو یہی حکم ہے اور ظاہر الروایت کی وجہ یہ ہے کہ اقامت سفر ترک کرنے کو کہتے ہیں سفر ختم کرنے کو نہیں کہتے اور ترک کی ہوئی چیز لوٹتی ہے لیکن مکہ مکرمہ کو وطن بنا لینے سے سفر منقطع ہو جاتا ہے اور منقطع چیز نہیں لوٹتی [2]۔ اور شرح الکنز میں بھی اسی طرح ہے کہ اگر مکہ مکرمہ کو وطن بنا لیا تو آمر کے مال سے اس کا نفقہ منقطع ہو جائے گا

---

[1] فتح و بدائع ولباب و شرحہ وبحر ملتقطاً۔ [2] بدائع۔

خواہ وہ وہاں کم عرصہ رہے یا زیادہ عرصہ پھر اگر وہ وہاں سے واپس روانہ ہوا اگرچہ دو ہی دن کے بعد ہو تو اس کا نفقہ بالاتفاق آمر کے مال کی طرف نہیں لوٹے گا [1] اور اگر مکہ مکرمہ میں شرعی مدتِ اقامت (پندرہ دن یا زیادہ) کی نیتِ اقامت کے بغیر قیام کیا تو ہمارے اصحاب نے کہا ہے کہ اگر وہ مدتِ معتاد (جتنا عرصہ عام طور پر لوگ ٹھہرتے ہیں) کے مطابق قیام کیا تو اس کا نفقہ میت کے مال سے منقطع نہیں ہوگا یعنی وہ آمر کے مال سے خرچ کرے گا اور اگر مدتِ معتاد سے زیادہ قیام کیا تو اس کا نفقہ میت (آمر) کے مال سے منقطع ہو جائے گا یعنی اب وہ اپنے مال سے خرچ کرے [2] یہاں تک کہ فقہا نے کہا ہے کہ اگر وہ حج سے فارغ ہونے کے بعد تین دن تک ٹھہرا تو وہ آمر کے مال سے خرچ کرے اور اگر تین دن سے زیادہ ٹھہرا تو اپنے مال سے خرچ کرے اور فقہا نے کہا ہے کہ اگر خراسانی شخص کسی دوسرے شخص کی طرف سے حج کرنے کے لئے آیا اور بغداد میں داخل ہوا اور وہاں مدتِ معتادہ کی مقدار یعنی جتنا لوگ عادۃً ٹھہرتے ہیں قیام کیا تو اس کا نفقہ آمر کے مال میں سے ہوگا اور اگر مدتِ معتادہ سے زیادہ قیام کیا تو اس کا نفقہ اس کے مال میں سے ہوگا اور فقہا نے یہ بھی کہا ہے کہ یہ حکم متقدمین فقہا کے زمانہ میں تھا جبکہ حاجی جب چاہے نکلنے پر قادر ہوتا تھا کیونکہ وہ امن کا زمانہ تھا حاجی اکیلا یا چند آدمیوں کے ساتھ سفر کے لئے نکلنے پر قادر تھا اسوقت کے فقہا نے حج سے فراغت کے بعد مدتِ اقامتِ معتادہ پندرہ یا تین دن مقرر کر دی لیکن اب ہمارے زمانے میں قافلہ کے بغیر اکا دکا یا معمولی جماعت کے ساتھ مکہ مکرمہ سے نکلنا ممکن نہیں ہے پس جب تک قافلہ کے روانہ ہونے کا منتظر رہے گا آمر کے مال سے خرچ کرے گا اگرچہ پندرہ یوم سے زیادہ قیام ہو جائے اور اسی طرح اقامتِ بغداد میں بھی جبتک وہ قافلہ کے روانہ ہونے کا منتظر رہے آمر کے مال سے خرچ کرتا رہے کیونکہ قافلہ سے پہلے اس کا نکلنا دشوار ہے [3]

(۸) اگر ذی الحجہ سے پہلے مکہ معظمہ پہنچ گیا تو ذی الحجہ شروع ہونے تک نفقہ اپنے مال سے خرچ کرے (آمر کی اجازت کے بغیر اس کے مال سے خرچ کرنا جائز نہیں ہے) پھر جب ذی الحجہ شروع ہو جائے تو آمر کے مال سے خرچ کرنے لگے [4] پس اگر مامور ایام حج سے پہلے بغداد یا کوفہ یا مدینہ منورہ یا مکہ معظمہ کی طرف روانہ ہوا تو جب وہ کسی شہر میں ٹھہرے اپنے مال سے خرچ کرے یہاں تک کہ حج کا زمانہ آ جائے اور وہ وہاں سے کوچ کرے تو میت (آمر) کے مال سے خرچ کرے تاکہ مامور راستہ میں آمر کے مال سے خرچ کرنے والا ہو پس اگر (زمانۂ حج سے پہلے کی) مدتِ اقامت میں اس نے میت کے مال سے خرچ کیا تو وہ ضامن ہوگا [5] (لیکن آجکل جہازوں کی روانگی رمضان سے پہلے اور رمضان و شوال و ذوالقعدہ میں بھی ہوتی ہے اور پاکستان وغیرہ سے حج کے لئے جانا اور پھر پچھلے جہازوں میں جانا اپنے اختیار کی بات نہیں اس صورت میں آمر کو چاہیئے کہ مامور کو اس مدتِ قیام کے خرچہ کی بھی اجازت دیدے تو اس کو سہولت ہوگی [6] (بلکہ عرف و رواج اور دفعِ حرج کی وجہ سے یہ خرچہ بھی آمر کے ذمہ ہونا چاہیئے، واللہ اعلم مؤلف)

(۹) اگر زمانۂ حج میں مکہ مکرمہ میں داخل ہونے کے بعد اپنی کسی ضرورت کے لئے مسافتِ سفر (تین دن رات کے سفر کی مقدار یعنی ۴۸ میل انگریزی) پر وہاں سے نکلا تو اس کا اپنے کام میں مشغول رہنے اور آنے جانے کا خرچہ آمر کے مال سے منقطع ہو جائے گا اور جب وہ اس سے فارغ ہو جائے گا تو میت کے مال سے خرچ کرے گا [7]

[1] شرح اللباب [2] بدائع و فتح و بحر و لباب و شرحہ ملتقطاً [3] بدائع و فتح ملتقطاً [4] لباب و شرحہ و فتح و بحر و غنیہ [5] شرح اللباب [6] زبدہ [7] لباب و شرحہ و غنیہ

(۱۰) حج سے فارغ ہونے کے بعد جب آمر کے وطن میں واپس آجائے یا مکہ مکرمہ میں قیام کرلے تو آمر کے مال سے جو کچھ نقد یا جنس کپڑے وسامان و اسباب وغیرہ بچے خواہ وہ تھوڑی چیز ہو یا زیادہ وہ وصی (آمر) یا میت کے ورثا کو واپس کرنا لازم ہے لیکن اگر آمر نے وصیت کردی ہو یا ورثا اس کو تبرع (ہبہ) کردیں اور وہ وارث تبرع کرنے کے اہل ہوں تو اس کو لینا جائز و درست ہے (اور آمر کیلئے مناسب ہے کہ مامور کو عام اجازت دیدے کہ جس طرح اور جس جگہ چاہے صرف کرے، مؤلف) ذخیرہ میں کتاب الاصل سے مذکور ہے کہ اگر میت نے یہ کہدیا تھا کہ نفقہ میں سے جو کچھ بچے وہ مامور کے لئے ہے تو اس کی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ میت نے اپنی طرف سے حج کرنے کیلئے کسی شخص کو معین نہیں کیا تو اب باقی نفقہ کے لئے اس کی وصیت باطل ہے کیونکہ وصیت مجہول ہے اور اس کا حیلہ یہ ہے کہ وصیت کرنے والا وصی کو یہ کہدے کہ نفقہ میں سے جو کچھ بچے تجھے اختیار ہے جس کو چاہے دیدے اور اگر وصیت کرنے والے نے اپنی طرف سے حج کرنے کے لئے کسی شخص کو معین کردیا تو اس کی یہ وصیت (کہ بچا ہوا مال مامور کے لئے ہے) جائز ہے [۱]۔ اور لباب و درمختار میں اسی کو اختیار کیا ہے اور اصح یہ ہے کہ مامور حاجی کے لئے یہ وصیت کرنا جائز ہے خواہ وصیت کرنے والے نے اپنی طرف سے حج کرنے کے لئے کسی شخص کو معین کیا ہو یا نہ کیا ہو جیسا کہ شرائط نیابت کی چوتھی شرط میں گذر چکا ہے [۲] اور اگر مامور نے یہ شرط کی کہ حج کے بعد جو نفقہ بچ جائے وہ اس کا ہے تو یہ شرط باطل ہے اور وہ بچی ہوئی نقدی وغیرہ وارثوں کو واپس کرنا اس پر واجب ہے [۳]

(۱۱) جب تک مامور نے احرام نہیں باندھا آمر کے لئے جائز ہے کہ وہ اس سے اپنا مال واپس لے لے اور اگر مامور نے احرام باندھ لیا تو اب آمر کو اپنا مال واپس لینا جائز نہیں ہے [۴] اور اب مامور مُحرِم اپنے احرام کے افعال ادا کرے اور حج سے فارغ ہونے کے بعد بھی جب تک مامور اپنے اہل وعیال میں واپس نہ آجائے آمر کو نفقہ واپس لینا جائز نہیں ہے (البتہ واپس آنے کے بعد بقیہ نفقہ واپس لے گا) اور جب آمر نے اپنا نفقہ واپس لینے کا ارادہ کیا اس وقت مامور نے احرام باندھا تو آمر کو اس سے نفقہ واپس لینا جائز ہے اور یہ احرام میت یعنی آمر کی طرف سے تطوعاً (تبرعاً و احساناً) ہوگا اور جب آمر اپنا مال واپس لے گا تو مامور کا اپنے شہر واپس آنے تک کا خرچہ میت یعنی آمر کے مال سے ہوگا [۵] اور اسی طرح وصی یا وصی نہ ہونے کی صورت میں وارث کے لئے بھی یہی حکم ہے پس اگر وصی نے کسی شخص کو درہم (روپے) دیئے کہ وہ میت کی طرف سے حج کرے اور پھر اس کا ارادہ درہم (روپے) واپس لینے کا ہوگیا تو جب تک مامور نے احرام نہیں باندھا وصی کو یہ رقم واپس لینا جائز ہے کیونکہ ابھی تک یہ مال مامور کے پاس امانت ہے [۶] اور مامور نے اس وقت احرام باندھا جبکہ وصی نے اس سے رقم واپس لینے کا ارادہ کیا تو وہ اس سے وہ رقم واپس لے سکتا ہے اور اس کا یہ احرام بطور تطوع (تبرع) میت کی طرف سے ہوگا [۷] پھر اگر آمر یا وصی یا وارث نے مامور کی خیانت یا تہمت کی وجہ سے جو اس سے ظاہر ہوئی ہے رقم واپس لی ہے تو مامور کی واپسی کا خرچہ خاص اس کے اپنے مال سے ہوگا اور اگر رقم خیانت یا تہمت کی وجہ سے واپس نہیں لی تو اس کی واپسی کا خرچہ خاص وصی کے مال سے ہوگا یعنی اگر بلاسبب رقم واپس لی ہے تو رقم دینے والے (وصی) کی تقصیر و بدتدبیری کی وجہ سے اس کے مال سے خرچہ ملے گا، اور اگر مامور کی کم سمجھی یا امور مناسک سے لاعلمی کی وجہ سے رقم واپس لی ہے

[۱] لباب و شرحہ و غنیہ [۲] غنیہ [۳] لباب و شرحہ و غنیہ [۴] غنیہ [۵] شرح اللباب و غنیہ ملتقطاً [۶] بحر و غنیہ ملتقطاً [۷] غنیہ ۔

اور کسی دوسرے شخص کو اس سے زیادہ صلاحیت والا دیکھا اور اس سے زیادہ صلاحیت والے شخص کو یہ رقم دینے کا ارادہ ہے تو اس کی واپسی کا نفقہ میت کے مال میں سے ہوگا کیونکہ اس نے میت کے فائدہ کے لئے اُس سے رقم واپس لی ہے ؎۱ لیکن اگر آمر نے کسی شخص کو بلا وصیت مال دیا کہ وہ اس کی طرف سے حج کرے اور اس شخص نے حج کا احرام باندھ لیا پھر آمر مر گیا تو وارثوں کے لئے اس سے وہ رقم احرام کے بعد بھی واپس لے لینا جائز و درست ہے یعنی اب جو رقم مامور کے پاس باقی ہے وارث اس سے واپس لے سکتے ہیں اور اس کے مرنے کے بعد جسقدر رقم وہ خرچ کرے گا وارث اس کو اس کا ذمہ دار ٹھہرائیں گے اس لئے کہ اب وہ رقم میراث بن گئی ہے کیونکہ میت نے اس کے لئے اس رقم کی وصیت نہیں کی ہے اور وارث اس بارے میں آمر کے مشابہ نہیں ہوتے کیونکہ حج کا نفقہ ذوی الارحام کے نفقہ کی مانند ہے پس یہ موت سے باطل ہو جاتا ہے اور مال وارثوں کی طرف لوٹتا ہے ؎۲۔ اور اگر مامور نے اپنے احرام کی حالت میں جماع کیا تو وصی کے لئے ضروری ہے کہ وہ اس سے تمام نفقہ واپس لے لے کیونکہ اس نے صحیح احرام میں خرچ کرنے کا امر کیا ہے اور وہ پایا نہیں گیا ؎۳

(۱۲) اگر مامور راستہ سے واپس آگیا اور وہ میت کے مال میں سے کچھ خرچ کر چکا ہے اُس نے اگر کہا کہ میں حج کرنے سے (فلاں عذر سے) روکا گیا ہوں اور وارثوں یا وصی نے اُس کو جھوٹا ٹھہرایا تو مامور کی تصدیق نہیں کی جائے گی اور وہ میت کے مال میں سے جس قدر خرچ کر چکا ہے اس کا ضامن ہوگا لیکن اگر وہ مانع کوئی ایسا ظاہر امر ہو جو اس کے صدق پر شاہد ہو (مثلاً راستہ میں حاجیوں کا قافلہ لٹا ہو یا مدت تک بارش کی جھڑی لگی ہو) تو البتہ اس کی تصدیق کی جائے گی اس لئے کہ جب ضمان کا سبب ظاہر ہو گیا تو جب تک اس کے صدق پر دلالت کرنے والا ظاہر امر نہ پایا جائے اس ضمان کو ہٹانے میں اس کی تصدیق نہیں کی جائے گی، اور اگر مامور نے یہ کہا کہ میں آمر (میت) کی طرف سے حج کر چکا ہوں اور وارثوں یا وصی نے اس کی تکذیب کی تو مامور سے قسم لیکر اس کی تصدیق کی جائیگی کیونکہ اس نے اس مال سے جو اس کے پاس امانت تھا بری الذمہ ہونے کا دعویٰ کیا ہے اور وارثوں یا وصی کے گواہ اس بات پر قبول نہیں کئے جائیں گے کہ مامور قربانی کے دن (دس ذی الحجہ کو) مکہ مکرمہ اور اس کے آس پاس کے علاوہ فلاں شہر میں تھا اس لئے کہ یہ شہادت نفی پر ہے یعنی اس قول سے وارثوں یا وصی کا مقصود یہ ہے کہ مامور کے حج کی نفی ہو جائے پس اگرچہ یہ قول اثبات ہے لیکن در پردہ نفی ہے اور نفی پر شہادت باطل ہوتی ہے لیکن اگر وارث یا وصی مامور کے اس اقرار پر کہ میں نے اس کی طرف سے حج نہیں کیا یا اس سال حج نہیں کیا گواہ قائم کریں تو البتہ گواہی قبول ہوگی کیونکہ مامور کا اقرار کے الفاظ کہنا اثبات ہے نفی نہیں ہے لیکن اگر وہ مامور حاجی میت کا مقروض ہو اور اس کو اس بات کا امر کیا گیا ہو کہ وہ اُس مال میں سے خرچ کرے جو اس کے ذمہ میت کا قرض ہے اور باقی مسئلہ اسی طرح ہو جس طرح اوپر بیان ہوا تو مامور کی تصدیق نہیں ہوگی لیکن اگر وہ اس پر گواہ پیش کرے گا تو تصدیق کی جائے گی اس لئے کہ اب وہ قرضہ ادا کرنے کا مدعی ہے، یہ مسئلہ اکثر کتب فقہ میں اسی طرح مذکور ہے پس اسی پر اعتماد کیا جائے گا برخلاف اس کے جو خزانۃ الاکمل میں ہے ؎۴

(۱۳) نفسِ حج کے متعلق جتنے دم واجب ہوتے ہیں یعنی دمِ شکر اور دمِ احرام یعنی ممنوعاتِ احرام کے ارتکاب کا دم مثلاً شکار کرنے، خوشبو استعمال کرنے، حلق کرانے یا بال کاٹنے اور جماع وغیرہ کی جزاء بالاتفاق مامور پر (اس کے اپنے مال سے) واجب ہوگی

؎۱ لباب و شرحہ و بحر و غنیہ ملتقطاً ؎۲ بحر و ش و غنیہ ؎۳ شرح اللباب ؎۴ فتح و بحر و در و ش و لباب و شرحہ و ارشاد و غنیہ ملتقطاً۔

لیکن دمِ احصار آمر کے مال میں واجب ہوگا۔ قدوری نے اپنی شرح مختصر الکرخی میں اور قاضی نے اپنی شرح مختصر الطحاوی میں اس کو اختلاف ذکر کئے بغیر بیان کیا ہے اور جامع الصغیر کے بعض نسخوں میں مذکور ہے کہ امام ابو یوسف کے نزدیک دمِ احصار مامور حاجی پر ہے اور امام ابو حنیفہ وامام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک آمر پر ہے قاضی خاں نے بھی شرح جامع الصغیر میں اسی طرح ذکر کیا ہے [1]۔ جاننا چاہئے کہ حج میں واجب ہونے والے تمام دم (قربانی) تین طرح کے ہیں اور وہ یہ ہیں: دمِ شکر جو کہ قران اور تمتع کرنے والے پر واجب ہے، دمِ جنایت، دمِ احصار، پس جو دمِ شکر ہے وہ دمِ نسک ہے جو بطورِ شکر واجب ہوتا ہے اور نسک (حج) کے تمام افعال حاجی پر وارد ہوتے ہیں، اسی طرح دمِ شکر بھی جو کہ دمِ نسک ہے حج کرنے والے پر وارد ہوگا پس اگر آمر نے مامور کو قران یا تمتع کرنے کا امر کیا ہو تو دمِ قران وتمتع بالاتفاق مامور پر اس کے اپنے مال سے دینا واجب ہوگا (اگر آمر کے مال سے دیا تو وہ قیمت آمر کو واپس کرنی پڑے گی ہاں اگر آمر اس سے نہ لے تو کچھ حرج نہیں [2]) اور جو دمِ جنایت کی وجہ سے واجب ہوتا ہے مثلاً احرام کی حالت میں شکار کرنے، خوشبو استعمال کرنے، بال کاٹنے اور جماع وغیرہ کی جزا، یہ دم بھی بالاتفاق حج کرنے والے کے مال میں واجب ہوگا کیونکہ وہ اپنے اختیار سے جنایت کا مرتکب ہوا ہے پس اسی پر جزا واجب ہوگی اور اس لئے بھی کہ آمر نے اس کو جنایت سے خالی حج کرنے کا امر کیا تھا پس جب اس نے جنایت کی تو اس نے آمر کی مخالفت کی لہذا اس مخالفت کا ضمان اس پر واجب ہوگا لیکن دمِ احصار امام ابو حنیفہ وامام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک آمر پر واجب ہوگا کیونکہ آمر نے حج کا امر کرکے یہ ذمہ داری اپنے اوپر لے لی ہے پس اس سے مامور کو رہائی دلانا اس کے ذمہ ہے اور آمر سے مراد وہ شخص ہے جس کی طرف سے حج کیا گیا ہے تاکہ یہ حکم میت کو بھی شامل ہوجائے، پس جس کی طرف سے حج کیا جائے اگر وہ میت ہے تو طرفین کے نزدیک دمِ احصار اس میت کے مال میں واجب ہوگا اس بارے میں مشائخ کا اختلاف ہے کہ وہ ترکہ کے تہائی حصہ میں سے ہوگا یا کل ترکہ میں سے، بعض نے کہا کہ یہ اس کے تہائی مال میں سے دیا جائے گا کیونکہ یہ بخشش (عطیہ) ہے جیسا کہ زکوٰۃ وغیرہ کا حکم ہے اور اس لئے بھی یہ حکم ہے کہ وصیت تہائی ترکہ میں سے جاری ہوتی ہے اور یہ وصیت کے توابع میں سے ہے اور بعض نے کہا کہ میت کے تمام مال میں سے دیا جائے گا اس لئے کہ یہ مامور کے لئے بطورِ حق واجب ہوا ہے پس یہ میت کے ذمہ دَین (قرضہ) ہوگیا لہذا یہ تمام مال میں سے ادا کیا جائے گا [3]۔ جب مامور کو حج سے روک دیا گیا تو میت کا وصی اس کے مال سے ہدی بھیجے تاکہ محصِر مامور اس کو ذبح کرکے احرام سے حلال ہوجائے اور محصر مامور باقی نفقہ وصی کو واپس کردے تاکہ اگر اس بچی ہوئی رقم سے اس کے شہر سے حج پورا ہوسکتا ہے تو وہاں سے ورنہ جہاں سے اس رقم سے حج ہوسکتا ہے وہاں سے کسی شخص کو بھیجکر اس کا حج کرادے اور یہ حکم اس وقت ہے جبکہ میت نے معین مال سے اس کا حج کرنے کی وصیت کی ہو، اور اگر اس نے حج کے کرانے کے لئے مال معین نہیں کیا تو اس میں ہمارے ائمہ کا اختلاف ہے جو کہ شرطِ ہشتم میں بیان ہوچکا ہے وہاں ملاحظہ فرمالیں اور جو رقم وہ احصار سے پہلے خرچ کرچکا ہے اس کا کوئی ضمان اس پر نہیں ہے [4]۔ دمِ احصار کی مزید تفصیل یہ ہے کہ اگر احصار آفتِ سماویہ مثل مرض وغیرہ اور جانور سے گرنے یا حکومت کی رکاوٹوں سے واقع ہوا ہو تو دمِ احصار آمر کے مال سے دینا ہوگا اور اگر احصار اپنی تقصیر سے پیش آیا جیسے مامور نے بیمار پڑنے کی نیت سے قصداً ایسی دوائی کھائی جس کی وجہ سے بیمار ہوکر محصور ہوگیا تو اس

[1] لباب وشرحہ وبدائع ملتقطا [2] زبدہ مع عمدہ [3] بدائع وفتح وبحر وش ملتقطاً [4] لباب وشرحہ وغنیہ ملتقطاً۔

صورت میں دمِ احصار آمر کے مال سے نہیں لے سکتا [1] اور اگر وصی نے مامور کو کہا کہ اگر مال ختم ہو جائے تو قرض لے لینا میں اس قرض کو ادا کر دوں گا تو یہ جائز ہے [2] (بعض فروعاتِ نفقہ شرائط نیابت کے ضمن میں بیان ہو چکی ہیں مؤلف)

حج کی وصیت

(۱) جس شخص پر حج فرض ہو چکا اور اس کو ادا کرنے کا وقت ملا اگر وہ اس کے ادا کرنے سے پہلے مر گیا تو اس پر مرتے وقت حج کرانے کی وصیت کرنا واجب ہے اور یہ وصیت کا وجوب اس وقت ہے جبکہ اس نے واجب ہونے کے بعد حج ادا کرنے میں تاخیر کی ہو یعنی وہ مرتے دم تک حج کے لئے روانہ ہی نہ ہوا ہو یا حج فرض ہونے کے بعد اسی سال حج کو روانہ نہیں ہوا بلکہ اس سال کے بعد کے کسی سال میں حج پر روانہ ہوا اور پھر راستہ میں مر گیا لیکن اگر حج فرض ہونے کے بعد اسی سال حج پر روانہ ہو گیا اور راستہ میں مر گیا تو اس پر حج کرانے کی وصیت کرنا واجب نہیں ہے کیونکہ اس نے واجب ہونے کے بعد حج کی ادائیگی میں کوئی تاخیر نہیں کی [3]

(۲) جس شخص پر حج فرض ہوا گر وہ حج کی ادائیگی سے قبل مر جائے تو وہ یا تو وصیت کے بغیر مرا ہو گا یا اس نے مرتے وقت وصیت کی ہو گی، پس اگر وہ وصیت کئے بغیر مرا تو بلا خلاف وہ شخص گنہگار ہو گا۔ جن ائمہ کے نزدیک حج فرض ہونے والے سال میں ادا کرنا واجب ہے ان کے نزدیک اس کے گنہگار ہونے میں کوئی اشکال نہیں ہے اور جن ائمہ کے نزدیک تاخیر کے ساتھ یعنی مرنے سے پہلے تک ادا کرنا واجب ہے ان کے نزدیک اس لئے گنہگار ہو گا کہ عمر کے آخری اس حصہ میں جس میں حج کیا جا سکے اس کا وجوب تنگ ہو کر (سمٹ کر) متعین ہو جاتا ہے پس اس پر واجب ہے کہ اگر وہ قادر ہے تو خود حج ادا کرے اور اگر افعالِ حج خود ادا کرنے سے ایسے عذر کے ساتھ عاجز ہے جو شرعاً معتبر ہے اور اس کو اپنے مال سے کسی دوسرے شخص کو نیابت کے طور پر بھیجنے کی وصیت کر کے حج ادا کرانا ممکن ہے تو اس پر واجب ہے کہ وہ اس کی وصیت کرے اگر اس نے وصیت نہ کی یہاں تک کہ مر گیا تو وہ حج کی ادائیگی کے امکان کے باوجود فرض کو اپنے وقت پر ادا نہ کرنے کی وجہ سے گنہگار ہو گا، پس وہ گنہگار تو ہو گا لیکن ائمہ احناف کے نزدیک دنیاوی احکام میں حج اس سے ساقط ہو جائے گا حتیٰ کہ وارث پر اس کے ترکہ میں سے اس کی طرف سے حج کرانا لازم نہیں ہو گا کیونکہ حج ایک عبادت ہے اور عبادت خواہ بدنی ہو یا مالی جس پر بھی ہو احناف کے نزدیک دنیاوی احکام میں موت کے ساتھ ساقط ہو جاتی ہے اور اگر وارث خود (تبرعاً) اس کی طرف سے حج ادا کرنا چاہے تو اس کا حج ادا کر دے، اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ میں امید کرتا ہوں کہ وہ ان شاء اللہ اس میت کی طرف سے جائز و کافی ہو جائے گا [4]

(۳) اور اگر اپنا حج کرانے کی وصیت کر کے مرا تو اس سے احکامِ دنیا میں بھی حج ساقط نہیں ہوتا اور وصی پر اس کی طرف سے حج کرانا واجب ہے اس لئے کہ اس کی حج کرانے کی وصیت صحیح ہے اور جب کسی نے اس کی طرف سے حج کیا اگر نیابت کے جائز ہونے کی تمام شرائط پائی گئیں تو وہ حج اس میت کی طرف سے جائز ہو گا اور وہ شرائط یہ ہیں: آمر کی طرف سے حج کی نیت کرنا، کل خرچہ یا اس کا اکثر حصہ وصیت کرنے والے کے مال سے ہونا لیکن نفلی حج کے لئے یہ شرط نہیں، حج کا سفر سواری پر کرنا پیدل حج نہ کرنا، میت کے تہائی مال میں سے حج کرانا خواہ اس نے تہائی مال سے حج کرانے کی وصیت کی ہو یا مطلق وصیت کی ہو یعنی صرف یہ کہا ہو کہ اس کی طرف سے حج کیا جائے کیونکہ

[1] زبدہ مع عمدہ ۲۴۶ [2] ع و غنیہ [3] فتح و بحر و در و ش و لباب و شرحہ و غیرہا تصرفاً [4] بدائع۔

وصیت میت کے تہائی ترکہ میں جاری ہوتی ہے اور اگر اُس میت نے یہ معین نہ کیا ہو کہ فلاں جگہ سے اس کا حج کیا جائے تو اس کے اس شہر سے اس کا حج کیا جائے جہاں وہ رہتا ہو جبکہ تہائی مال میں اسقدر گنجائش ہو کہ اس کے شہر سے حج ہو سکے اگر اتنی گنجایش نہ ہو تو استحساناً جہاں سے تہائی مال میں حج ہو سکتا ہو وہاں سے اس کا حج کیا جائے اور اگر میت نے اپنے شہر کے علاوہ کسی اور جگہ سے حج کرنے کی وصیت کی ہو تو اس کے تہائی مال سے اس معینہ مقام سے اس کا حج کرایا جائے خواہ وہ مکہ مکرمہ سے قریب ہو یا دور، کیونکہ کسی دوسرے شخص کی طرف سے اس کے امر کے مطابق حج کرانا جائز ہے اس کے مخالف جائز نہیں اور حج کے لئے اس کے جانے اور واپس آنے کے خرچہ کے بعد میت کی جو رقم حج کرنے والے کے پاس بچ جائے وہ اس کے وارثوں کو واپس کردی جائے، حج کرنے والے کے لئے بچے ہوئے نفقہ میں سے لے لینا جائز نہیں ہے اس لئے کہ حج کرانے کے لئے رقم دینے سے وہ رقم حج کرنے والے کی ملکیت نہیں ہو جاتی اور وہ حج کے لئے جانے اور واپس آنے کے دوران میت کی ملکیت کے طور پر اس رقم میں سے بقدر ضرورت خرچ کرتا ہے اس لئے کہ اگر اس کو اُس رقم کا مالک تسلیم کیا جائے تو اس کی یہ ملکیت اُجرت طلب کرنے کی بنا پر ہوگی حالانکہ عبادات پر اُجرت لینا ہمارے فقہا کے نزدیک جائز نہیں ہے پس وہ بچی ہوئی رقم وارثوں کی ملکیت ہوگی اور اس پر واجب ہے کہ وہ باقی رقم وارثوں کو واپس کردے، اور اسی طرح جب اس نے ایک مقررہ رقم سے حج کرنے کی وصیت کی تو اگر وہ رقم اس قدر ہو جس سے اس کے شہر سے حج ہو سکتا ہے تو اس کے شہر سے اس کا حج کیا جائے ورنہ جہاں سے اس رقم میں حج ادا ہو سکتا ہے استحساناً وہاں سے اس کا حج کرایا جائے [1] (تمام شرائطِ جوازِ نیابت کی تفصیل پہلے گذر چکی ہے، مؤلف)

(۴) اور اگر کسی شخص کو وصیت کی کہ وہ اس کے مال سے اس کی طرف سے حج کرائے تو اس کے تہائی مال سے اس کی طرف سے حج کرایا جائے خواہ وصیت کرنے والے نے تہائی مال کی قید لگائی ہو یا نہ لگائی ہو (البتہ اگر وارث تہائی سے زیادہ دے تو اس کو اختیار ہے [2]) یعنی اگر مطلق طور پر حج کرنے کو کہا ہو اور مال کی کوئی مقدار یا حج کی کوئی تعداد معین نہ کی ہو تو اس کی طرف سے اس کے تہائی مال سے بقدر کفایت خرچ کے ساتھ ایک حج کیا جائے [3] اور اسی لئے ولوالجی نے اپنے فتاویٰ میں کہا ہے اور اسی طرح فتح القدیر میں بھی فتاوی اہل سمرقند سے منقول ہے کہ کوئی شخص مر گیا اور اس نے وصیت کی کہ اس کی طرف سے حج کیا جائے اور اس نے مال کی کوئی مقدار معین نہیں کی پس اگر وصی اس کی طرف سے محمل میں سوار ہو کر حج کرانے کے لئے رقم دے تو ایک ہزار دو سو روپے کی ضرورت ہوگی اور اگر محمل کے بغیر سوار ہو کر حج کرائے تو ایک ہزار روپے درکار ہوں گے اور ہر دو رقم تہائی مال میں سے دینے کی گنجایش ہے تو دونوں میں سے جو اقل رقم ہے وہ دیکر حج کرانا واجب ہوگا کیونکہ وہ رقم یقینی طور پر وصیت میں داخل ہے اھ [4] اور حج میں خرچ کرنے کے بعد جو رقم بچ جائے وہ وارثوں کا حق ہے [5] (ان کی بلا اجازت حج کرنے والے کو رکھنا جائز نہیں [6])

(۵) اور اگر یہ کہا کہ میرے تہائی مال سے میری طرف سے حج کرایا جائے اور اس کے تہائی مال سے کئی حج ہو سکتے ہیں تو اگر اُس نے اپنی وصیت میں ایک حج کرانے کی وضاحت کردی ہے یعنی یہ کہا ہے کہ میرے تہائی مال سے میری طرف سے ایک حج کرایا جائے یا حَجَّۃً کہا اور وَاحِدَۃً کا لفظ نہیں کہا تو اس کی طرف سے ایک حج کرایا جائے اور جو رقم بچے وہ وارثوں کو واپس دیدی جائے [7] اور اگر

---

[1] بدائع و ع [2] معلم [3] لباب و شرحہ و غنیہ ملتقطاً [4] بحر و غنیہ و فتح و لباب [5] غنیہ [6] معلم [7] لباب و شرحہ و ع و غنیہ ملتقطاً

یہ وضاحت نہیں کی کہ ایک حج کرایا جائے بلکہ یہ کہا کہ اس کی طرف سے تہائی مال سے حج کرایا جائے اور ایک کی قید نہیں لگائی (یعنی حجۃً واحدۃً یا صرف حجۃً نہیں کہا) تو اس تہائی مال سے جسقدر حج ہوسکیں ادا کئے جائیں [1] امام قدوری رحمہ اللہ نے اپنی شرح مختصر الکرخی میں اسی طرح روایت کیا ہے اور قاضی اسبیجابی رحمہ اللہ نے اپنی شرح مختصر الطحاوی میں ذکر کیا ہے کہ "اگر کسی نے یہ وصیت کی کہ اس کے تہائی مال سے اس کی طرف سے حج کرایا جائے اور اس کے تہائی مال سے کئی حج ہوسکتے ہیں تو اس کی طرف سے اس کے وطن سے ایک حج کرایا جائے اور وہ اس کا فرض حج ہوگا لیکن اگر اس نے یہ وصیت کی ہو کہ تمام تہائی مال سے اس کی طرف سے حج کرایا جائے تو تہائی مال سے جتنے حج ہوسکتے ہیں اُتنے کرائے جائیں"۔ بدائع میں کہا ہے کہ قدوری نے جو ذکر کیا ہے وہ زیادہ مدلل ہے کیونکہ بالثلث اور بجمیع الثلث کے لفظ سے وصیت کرنے کا ایک ہی مطلب ہے اس لئے کہ لفظ ثلث اس تمام تہائی حصہ کا نام ہے اھ [2] اور یہ بات تحقیق طلب ہے جیسا کہ پوشیدہ نہیں ہے اس لئے کہ بالثلث میں با کے معنی جزو و بعض حصہ ہوسکتے ہیں بخلاف بجمیع الثلث کے کہ اس میں تاکید کے معنی پائے جاتے ہیں یعنی گویا کہ اس نے کہا ہے کہ تمام تہائی مال سے اس کا حج کرایا جائے نہ کہ اس کے بعض حصہ سے [3] اور ولوالجی نے اپنے فتاوٰی میں ذکر کیا ہے کہ اگر کسی نے وصیت کی کہ اس کے تہائی مال سے اس کی طرف سے حج کرایا جائے اور حجۃً کا لفظ نہیں کہا تو اس کے تمام تہائی مال سے اس کی طرف سے حج کرایا جائے کیونکہ اس نے تمام تہائی مال حج کی طرف صرف کرنے کے لئے وصیت کی ہے اس لئے کہ کلمۂ مِنْ اصل مال سے تمیز کرنے کیلئے بولا جاتا ہے اھ [4]۔ اور اگر اس نے یہ وصیت کی کہ اس کے تہائی مال میں سے ہر سال اس کی طرف سے حج کرایا جائے تو کتاب الاصل میں اس کے متعلق کچھ ذکر نہیں ہے اور امام محمدؒ سے روایت ہے کہ اس کا حکم دوسری صورت یعنی بجمیع الثلث کہنے کی طرح ہے اور یہ دونوں صورتیں اصل جواز میں برابر ہیں [5] پس اس صورت میں بھی وصی کو ہر سال حج کرانے یا ایک سال میں متعدد لوگوں سے حج کرانے میں اختیار ہونے کا وہی حکم ہے جو کہ مطلق وصیت کی صورت کا اوپر بیان ہوچکا ہے کیونکہ ہر سال کی قید کے ساتھ مشروط کرنے کا کوئی فائدہ نہیں ہے [6]۔

(خلاصہ) پس اگر میت کا تہائی ترکہ کئی حج کے لئے کافی ہو تو یہ مسئلہ تین طرح پر ہے یا اُس نے وصیت میں ایک حج کرانا معین کردیا ہو یا مطلق وصیت کی کچھ معین نہ کیا ہو یا یہ کہا ہو کہ ہر سال ایک حج کیا جائے، پس پہلی صورت میں اس کی طرف سے ایک حج کیا جائے اور اس کے بعد تہائی ترکہ میں سے جو مال بچے وہ اس کے وارثوں کو دیا جائے اور دوسری صورت میں وصی کو اختیار ہے خواہ میت کی طرف سے ہر سال ایک حج کرائے یا ایک ہی سال میں تہائی رقم کے مطابق متعدد آدمیوں کو بھیج کر چند حج کرائے اور یہ افضل ہے تاکہ وصیت پر جلدی عمل ہوجائے کیونکہ اکثر مال ضائع ہوجاتا ہے اور تیسری صورت کا حکم بھی دوسری صورت کی طرح ہے اور اس تیسری صورت کو کتاب الاصل میں اس لئے ذکر نہیں کیا کہ ہر سال الگ الگ حج کرنے کی شرط غیر مفید ہے پس یہ صورت بھی مطلق وصیت کی طرح ہوئی [7] اور اسی طرح اگر میت نے حج کرانے کے لئے مال کی مقدار معین کردی مثلاً یہ کہا کہ میری طرف سے ایک ہزار روپے میں حج کرایا جائے اور یہ رقم تہائی مال میں سے نکالی جاسکتی ہے اور ایک ہزار روپیہ سے متعدد حج ہوسکتے ہیں تو اس میں بھی وہی تفصیل ہے جو اوپر تہائی مال سے حج کرانے کی وصیت میں بیان ہوئی اور امام قدوری و قاضی اسبیجابی کا وہی اختلاف یہاں بھی لاحق ہوتا ہے اور قدوری کی اس سے

[1] لباب و شرحہ و غنیہ ملتقطاً [2] لباب و شرحہ و بدائع و فتح [3] شرح اللباب [4] بحر و غنیہ [5] ع و لباب و شرحہ و ش و غنیہ ملتقطاً [6] غنیہ [7] بحر۔

بھی تائید ہوتی ہے کہ مبسوط میں یہ مسئلہ بلا خلاف ذکر کیا ہے لیکن اس نے یہ قید لگائی ہے کہ یہ حکم اس وقت ہے جبکہ اس نے حجۃً نہ کہا ہو[۱] پھر (جیسا کہ اوپر بیان ہوا متعدد حج کرانے کی صورت میں) وصی کو اختیار ہے کہ چاہے ایک سال میں اس کی طرف سے متعدد حج کرا دے یعنی متعدد آدمیوں کو ایک سال میں بھیج کر اس کی طرف سے حج کرا دے اور یہ عبادت کی طرف سبقت کرنے کی وجہ سے افضل ہے اور اس لئے بھی افضل ہے کہ اس میں وصیت کو جاری کرنے میں جلدی پائی جاتی ہے اور اس کام میں جلدی کرنا تاخیر سے افضل ہے اور اگر وہ چاہے تو ہر سال ایک آدمی کو بھیج کر اس کی طرف سے حج کرائے[۲]۔ یعنی پہلا حج پہلے سال میں کرا دینے کے بعد ایسا ہو اس لئے کہ فرض حج اس کے ذمہ سے اتارنے کے لئے یہی افضل ہے کہ پہلے سال اس کو ادا کیا جائے پھر جو باقی حج ادا ہوں گے وہ نفلی اور مزید فضیلت کے لئے ہوں گے[۳] پس اگر وصی نے تہائی مال سے یا تہائی میں سے میت کی مقررہ رقم سے ایک یا متعدد حج کرائے اور اب اس قدر رقم باقی رہ گئی ہے کہ اس سے اس کے وطن سے حج کرنے کے لئے کافی نہیں ہے البتہ مکہ مکرمہ سے زیادہ قریبی میقات سے یا مکہ مکرمہ یا اسی قسم کی کسی اور جگہ سے اس بقیہ رقم سے حج ہو سکتا ہے تو اس جگہ سے اس کا حج ادا کیا جائے اور وہ باقی رقم وارثوں کو واپس نہ دی جائے[۴] لیکن اگر وہ بقیہ رقم اتنی تھوڑی رہ گئی ہو کہ اس سے کسی بھی جگہ سے حج نہیں ہو سکتا تو وہ رقم وارثوں کو دے دی جائے وہ رقم مامور کے لئے حلال و جائز نہیں ہے[۵] پس حاصل یہ ہے کہ مامور آمر کے مال سے دیئے ہوئے نفقہ کا مالک نہیں ہوتا بلکہ وہ مال حج کرانے والے کی ملکیت میں ہوتا ہے اور مامور اس میں اس کی طرف سے تصرف کرتا ہے خواہ آمر زندہ ہو یا مر چکا ہو اور خواہ نفقہ کی مقدار معین ہو یا غیر معین اور اس کے لئے بچی ہوئی رقم حلال و جائز نہیں ہے خواہ وہ رقم تھوڑی ہو یا زیادہ لیکن اگر آمر یا اس کا وارث یا وصی اس کو اجازت دیدے تو جائز ہے جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے، اور واقف کی طرف سے مشروط حج کا حکم بھی اسی طرح ہونا چاہئے مثلاً اگر کسی واقف نے اپنے وقف میں سے ایک مقررہ رقم سے ہر سال اپنی طرف سے حج کرنے کی شرط کی تو اس کی شرط پر عمل کیا جائے گا اور مامور کے لئے اس میں سے بچی ہوئی رقم خود رکھ لینا جائز و حلال نہیں ہے بلکہ اس کو وقف کی طرف واپس لوٹانا واجب ہے[۶]

(۶) کوئی شخص مر گیا، اس نے دو بیٹے چھوڑے اور نو سو درہم چھوڑے اور مرتے وقت وصیت کی کہ اس کی طرف سے تین سو (۳۰۰) درہم میں حج کرایا جائے ان دونوں بیٹوں میں سے ایک نے انکار کر دیا اور دوسرے نے اقرار کیا اور ان دونوں نے متروکہ مال میں سے آدھا آدھا مال (۴۵۰ درہم) لے لیا پھر اس اقرار کرنے والے بیٹے نے ڈیڑھ سو درہم کسی شخص کو دیئے کہ وہ اس میت کی طرف سے حج کرے پھر دوسرے بیٹے نے بھی اقرار کر لیا اگر مامور نے قاضی کے امر سے حج کیا ہے تو پہلا اقرار کرنے والا بیٹا اس انکار کرنے والے بھائی سے پچھتر درہم وصول کر لے کیونکہ میت کی طرف سے ڈیڑھ سو درہم میں حج جائز ہو گیا اور ڈیڑھ سو (۱۵۰) درہم ان دونوں کی میراث کے طور پر باقی رہ گئے لہٰذا یہ ہر ایک کے لئے آدھے آدھے ہو گئے اور اگر اس نے قاضی کے امر کے بغیر حج کیا ہے تو اب دوبارہ تین سو درہم سے اس میت کی طرف سے حج کرایا جائے کیونکہ وہ پہلا حج میت کی طرف سے جائز نہیں ہوا اس لئے کہ اس نے اس کو

---

[۱] لباب و شرحہ بزیادۃ عن غنیہ [۲] بدائع و لباب و شرحہ و ع و غنیہ ملتقطاً [۳] شرح اللباب [۴] ع و غنیہ [۵] غنیہ [۶] بحر و غنیہ بتصرف۔

تین سو درہم سے حج کرنے کا امر کیا تھا [1] پس اس تمام رقم سے حج کیا جائے اور اس سے کم میں کرنا جائز نہیں ہے [2]

(۷) اگر میت نے اپنا حج کرانے کے لئے تہائی مال سے زیادہ رقم معین کی تو تہائی مال سے جس جگہ سے حج ہو سکتا ہو وہاں سے اس رقم سے اس کا حج کرایا جائے [3] پس مثلاً اگر کسی نے وصیت کی کہ اس کی طرف سے سو درہم میں حج کرایا جائے اور اس کے ترکہ کی تہائی سو درہم سے کم ہے تو تہائی مال سے اس کا حج اس جگہ سے کرایا جائے جہاں سے یہ تہائی مال کافی ہو سکتا ہے سو درہم سے اس کا حج نہ کرایا جائے اگرچہ سو درہم سے اس کے وطن سے حج ہو سکتا ہو [4] اور وہ وصیت باطل نہیں ہوگی اور اسی طرح اگر اس نے وصیت کی کہ بعینہ اس ایک سو درہم سے اس کا حج کیا جائے اور اس میں سے ایک درہم یا زیادہ ضائع ہو گیا تو اس باقیماندہ رقم سے اس کا حج کیا جائے اور اس کی یہ وصیت باطل نہیں ہوگی [5]

(۸) اور اگر کسی نے ایک سے زیادہ حج کے لئے وصیت کی اور اس کا مال ایک حج کے لئے تو کافی ہوتا ہے لیکن دوسرے حج کے لئے کافی نہیں ہوتا تو اس کی طرف سے ایک حج کیا جائے اور زائد رقم وارثوں کو واپس دیدی جائے [6]

(۹) اور یہ سب احکام اس وقت ہیں جبکہ اس نے یہ وصیت کی ہو کہ اس کی طرف سے حج کیا جائے لیکن اگر اس نے یہ کہا کہ فلاں شخص کو حج کراؤ اور یہ نہیں کہا کہ میری طرف سے کراؤ اور یہ بھی بیان نہیں کیا کہ کس قدر رقم دی جائے تو اس کو اس قدر رقم دی جائے گی جس میں حج ہو سکے اور یہ رقم اس کی ملکیت ہوگی، اس کی مرضی ہے اس رقم سے حج کرے یا نہ کرے اور یہ وصیت ہے جیسا کہ مبسوط وغیرہ میں ہے [7] یعنی وہ رقم لینے کے بعد اس کو اختیار ہے کہ اس سے حج نہ کرے اور اس رقم کو کسی دوسری ضرورت میں خرچ کر لے اور اس کو بقدر نفقۂ حج اس لئے دیا جائے گا کہ جب وصیت کرنے والے نے بقدر نفقۂ حج رقم دینے کا امر کیا تو اس نے حج کو اس مال کا معیار بنایا ہے جس کی اس نے اُسے وصیت کی ہے پھر اُسے یہ مشورہ بھی دیا ہے کہ وہ اس رقم سے اپنی طرف سے حج کرلے پس اس کی وصیت صحیح ہوئی اور اس کا مشورہ اس پر لازم نہیں ہوگا اس کی مرضی ہے چاہے حج کرے اور چاہے نہ کرے اور حاصل یہ ہے کہ بیشک اس نے اس کو اسقدر مال دینے کی وصیت کی ہے جو حج کرنے کے لئے کافی ہو [8]

(۱۰) اور جب اس نے وصیت کی کہ اس کا کوئی وارث اس کی طرف سے حج کرے، اگر اس کے تمام وارثوں نے اجازت دیدی اور وہ سب بڑے (بالغ) ہیں تو اس وارث کا حج کرنا جائز ہے اور اگر وہ چھوٹے ہیں یا بڑے ہیں لیکن حاضر نہیں ہیں تو اس وارث کو حج کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ یہ وارث کے لئے نفقہ دینے کی وصیت کے مشابہ ہے جو کہ دوسرے وارثوں کی اجازت کے بغیر جائز نہیں ہوتا [9]

(۱۱) اور عمدۃ الفتاوٰی میں ہے کہ کسی عورت نے اپنے خاوند پر مہر چھوڑ دیا تاکہ وہ اس مہر کے ساتھ اس کی طرف سے حج کرے اور اس خاوند نے مہر کی رقم سے اس کا حج کیا تو خاوند پر مہر واجب ہوگا کیونکہ یہ بمنزلہ رشوت کے ہے جو کہ حرام ہے اھ [10]

(۱۲) اور اگر وصی نے میت کا ترکہ تقسیم کر دیا اس میں سے حج کے نفقہ کی مقدار الگ کر لیا اور باقی ترکہ اس کے وارثوں کو دیدیا پھر جو رقم حج کے لئے الگ کی تھی وہ حج کرنے سے پہلے وصی یا حج کرنے والے کے پاس سے ضائع ہو گئی تو امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے قول میں تقسیم ترکہ باطل ہو جائے گی، یہ رقم تمام ترکہ میں ضائع سمجھی جائے گی اور وہ وصیت باطل نہیں ہوگی بلکہ باقی مال کی تہائی سے اس میت کا

[1] بحر و غنیہ و مثلہ فی الفتح [2] غنیہ [3] بحر و غنیہ [4] لباب و شرحہ و ع [5] ع و غنیہ [6] ع [7] بحر و فتح و غنیہ [8] فتح و غنیہ [9] بحر و غنیہ

حج کیا جائے گا یہاں تک کہ میت کا حج ادا ہو جائے یا وہ مال ختم ہو جائے (یعنی اگر بار بار حج کے لئے الگ کی ہوئی رقم چوری وغیرہ سے ضائع ہوتی رہے تو جب تک ترکہ کی رقم اسقدر باقی رہے جس سے حج ہو سکے اس وقت تک ہر دفعہ اس میں سے حج کا خرچہ دیکر میت کا حج کرایا جائے گا یہاں تک کہ اس کا حج ادا ہو جائے یا پھر وہ رقم ختم ہو جائے اور بقدرِ حج باقی نہ رہے، مؤلف) یہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک ہے اور ابو یوسفؒ کے نزدیک اس کے تہائی ترکہ میں سے جو رقم باقی ہے اس سے جہاں سے حج ہو سکتا ہے اس کا حج کرایا جائے اور اگر تہائی ترکہ میں کچھ باقی نہ رہے تو وصیت باطل ہو جائے گی اور امام محمدؒ نے کہا ہے کہ وصی کی تقسیم جائز ہے اور حج کے لئے الگ کی ہوئی رقم کے ضائع ہو جانے سے وہ وصیت باطل ہو جائے گی خواہ الگ کی ہوئی رقم میں سے کچھ بچے یا نہ بچے [۱] (اس مسئلہ کی تفصیل حج بدل کی شرط ہشتم میں بیان ہو چکی وہاں ملاحظہ فرمائیں، مؤلف)

(۱۳) اگر کسی نے حج کے لئے وصیت کی اور اس وصیت میں حج کے علاوہ دوسری چیزوں کو بھی ملایا اور تہائی مال ان سب چیزوں کے لئے کافی نہیں ہے تو اگر وہ چیزیں آپس میں برابر درجہ کی ہیں مثلاً حج اور زکوٰۃ تو جس چیز کو وصیت کرنے والے نے پہلے ذکر کیا ہے اس کو پہلے ادا کیا جائے اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک زکوٰۃ کو مقدم کیا جائے گا کیونکہ اس میں دو حق ہیں (یعنی حق اللہ وحق العباد، مؤلف) اور حج و زکوٰۃ کو کفارات پر مقدم کیا جائے گا اور کفارات کو صدقۂ فطر پر، صدقۂ فطر کو نذر پر اور نذر و کفارات کو اضحیہ (قربانی) پر، واجب کو نفل پر مقدم کیا جائے گا اور نوافل میں جس کو میت نے پہلے بیان کیا ہے اس کو مقدم کیا جائے گا اور غلام آزاد کرنے کی وصیت کا حکم جبکہ اس کو کفارہ سے معین نہیں کیا نفل کے حکم میں ہے اور کسی معین آدمی کے لئے وصیت کرنا فرائض کی مانند ہے پس اگر مساکین (غیر معین) کے لئے کہا تو یہ نفل کی مانند ہے اور منقولہ صورتوں میں سے ایک صورت یہ ہے کہ کسی نے فرض حج اور غلام آزاد کرنے کیلئے وصیت کی اور تہائی مال دونوں کی گنجایش نہیں رکھتا تو حج مقدم کیا جائے گا اور اگر حج اور (غیر معین) لوگوں کے لئے وصیت کی اور تہائی میں دونوں کے لئے گنجایش نہیں ہے تو تہائی مال کو ان کے درمیان حصص کے اعتبار سے تقسیم کیا جائے گا اور حج کے لئے اسقدر نفقہ نکالا جائے گا جو کم سے کم ہو اور حج کے لئے کافی ہو پھر جو رقم حج کے لئے مخصوص ہوا اس رقم سے جہاں سے حج ادا ہو سکتا ہو وہاں سے حج کرایا جائے اس لئے کہ یہی ممکن ہے [۲] اور اگر کسی شخص کے لئے ایک ہزار درہم کی وصیت کی اور مساکین کے لئے ایک ہزار درہم کی اور اپنی طرف سے فرض حج کرانے کیلئے ایک ہزار درہم کی وصیت کی اور میت کا تہائی مال دو ہزار درہم ہے تو وہ تہائی مال تین حصوں میں تقسیم کیا جائے گا پھر مساکین کے حصہ میں سے حج کے خرچ میں ملایا جائے گا اور حج کی ادائیگی کی تکمیل کے بعد حج کا خرچ پورا کر کے مساکین کے حصہ میں سے جو کچھ بچے وہ مساکین کو دیا جائے گا [۳] کیونکہ صدقہ نفلی عبادت ہے اور حج فرض ہے لیکن اگر زکوٰۃ ہو تو پھر تہائی مال میں سے حصے کئے جائیں گے اور زکوٰۃ اور حج میں جس کو میت نے پہلے ذکر کیا ہو گا اسی سے شروع کیا جائیگا [۴] اور اگر رمضان المبارک کا روزہ فاسد کرنے کے کفارہ کی وصیت کی اور تہائی مال سے غلام آزاد کرنے کی رقم نہیں نکلتی تو وارثوں کو ساٹھ مسکینوں کا کھانا دینا جائز نہیں ہے [۵] یعنی اگر غلام آزاد کرنے کی وصیت کی اور تہائی مال میں غلام کی قیمت کی گنجایش

---

[۱] بدائع بتصرف ولباب وشرحہ [۲] فتح وغنیہ ومثلہ فی اللباب وشرحہ [۳] فتح ولباب وشرحہ وغنیہ ملتقطاً [۴] و [۵] فتح وغنیہ۔

نہیں ہے تو وصیت باطل ہے کیونکہ وصیت کرنے والے کے قصد کے مطابق اس وصیت پر عمل کرنا دشوار ہے اور یہی وصیت کے باطل ہونے کا سبب ہے [1]

(۱۴) اگر کسی نے وصیت کی کہ اس کی طرف سے حج کیا جائے اور اس کو کہا گیا کہ تمہارا تہائی مال حج کے لئے کافی نہیں ہے پھر اس نے کہا کہ اس مال سے حج (کے سلسلے) میں میری مدد کرو پس اگر وہ رقم حج کے لئے کافی ہو تو اس وصیت پر عمل کرنا واجب ہے اور اگر حج کے لئے کافی نہ ہو تو قیاس یہ ہے کہ وہ وصیت باطل ہو جائے گی اور استحسان یہ ہے کہ اس رقم سے فقراءِ حج کی مدد کی جائے گی [2]

(۱۵) اگر کسی نے اپنے باپ کی طرف سے حج کرنے کی وصیت کی تو جائز ہے کذا فی القنیہ [3]

حج یا عمرہ کی نذر کا بیان

(۱) حج جس طرح ابتداءً اللہ تعالیٰ کے واجب کرنے سے اس شخص پر واجب ہوتا ہے جس میں وجوبِ حج کی شرطیں پائی جاتی ہوں اور وہ حجۃ الاسلام یعنی فرض کہلاتا ہے اسی طرح کبھی اللہ تعالیٰ کے واجب کرنے سے اس وقت بھی واجب ہو جاتا ہے جبکہ وجوب کا سبب بندہ کی طرف سے پایا جائے اور وہ سبب نذر ہے یعنی یوں کہے کہ اللہ تعالیٰ کے لئے میرے ذمہ حج واجب ہے، اس لئے کہ نذر عبادات اور قربت مقصودہ میں وجوب کا سبب ہے اور اسی طرح اگر یوں کہا کہ میرے ذمہ حج واجب ہے (تب بھی نذر ہو کر حج واجب ہو جاتا ہے) پس یہ قول اور اللہ تعالیٰ کے لئے میرے ذمہ حج واجب ہے کہنا یکساں ہے اس لئے کہ حج اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہوتا ہے [4]

(۲) نذر دو قسم کی ہوتی ہے صریح و کنایہ [5] (ان دونوں قسم کی نذر کا بیان الگ الگ درج کیا جاتا ہے۔ اقسام نذر کی مزید تفصیل کتاب الصوم میں گذر چکی ہے۔ مؤلف)

نذرِ صریح

(۱) نذر صریح کا بیان یہ ہے کہ جب کسی شخص نے یہ کہا کہ اللہ تعالیٰ کے لئے مجھ پر حج واجب ہے یا یہ کہا کہ مجھ پر حج ہے اور اس کے ساتھ "اللہ تعالیٰ کے لئے" نہیں کہا تو اس پر اس شرط کا پورا کرنا واجب ہے خواہ نذر مطلق ہو (یعنی اس میں کوئی شرط نہ لگائی ہو) یا کسی شرط کے ساتھ معلق ہو، پس اگر وہ شرط ایسی ہو کہ جس کے پورا ہونے کی خواہش کرتا ہو، مثلاً یوں کہے کہ اگر میرا غائب شخص اپنے سفر سے آجائے یا یوں کہے کہ اگر اللہ تعالیٰ نے میرے مریض کو شفا دی یا کہا کہ میرے مرض کو شفا دی تو مجھ پر حج واجب ہے، یا یہ کہا کہ عمرہ واجب ہے اور وہ شرط پائی گئی (یعنی وہ غائب آگیا یا مریض کو مرض سے شفا ہو گئی) تو اس نے حج یا عمرہ جس کی نذر مانی ہے اس کا پورا کرنا واجب ہے خواہ اس نے ایک یا زیادہ حج یا عمرہ کی نذر کی ہو یا حج و عمرہ دونوں کی نذر کی ہو اور منذور حج یا عمرہ کے عوض کفارہ دینا کافی نہیں ہو سکتا، اور اگر وہ شرط ایسی ہے جس کے پورا ہونے کی خواہش نہیں کرتا ہے مثلاً وہ یوں کہے کہ اگر میں زید سے کلام کروں یا یوں کہے کہ گھر میں داخل ہوں تو مجھ پر اللہ تعالیٰ کے لئے فلاں چیز واجب ہے اور اس نے اس شرط کو توڑ دیا (یعنی اس سے کلام کر لیا یا گھر میں داخل ہو گیا) تو اس کے لئے کفارہ دینا کافی ہے اور یہی صحیح ہے اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے اپنی وفات سے سات دن پہلے اس کی طرف رجوع کر لیا ہے اور یہ

[1] ہدایہ بتصرف [2] غنیہ عن کبیر [3] غنیہ [4] بدائع [5] لباب و شرحہ

امام محمدؒ کا قول ہے اور یہی مذہب ہے بخلاف ظاہر الروایت کے جو یہ ہے کہ نذر معلق کا پورا کرنا مطلق طور پر واجب ہے یعنی خواہ اس کے پورا ہونے کی خواہش کی جائے یا نہ کی جائے [1]

(۲) اگر مثلاً یہ کہا جائے کہ اگر میں گھر میں داخل ہوں تو میں حج کروں گا تو شرط کے پائے جانے (یعنی گھر میں داخل ہو جانے) کی صورت میں اس پر حج واجب ہو جائے گا [2]۔ (۳) اور اگر کسی شرط کے بغیر یہ کہا کہ میں حج کروں گا تو اس پر حج واجب نہیں ہے [3]

(۴) یہ کہا کہ اگر اللہ تعالیٰ نے مجھ کو میری اس بیماری سے شفا دی تو مجھ پر حج واجب ہے پھر وہ شفایاب ہو گیا تو اس پر حج واجب ہو گیا پس جب اس نے حج کیا اور اس کے لئے یہ نیت نہیں کی کہ کس قسم کا حج ہے تو وہ حج فرض حج کی بجائے ادا ہو جائے گا لیکن اگر فرض حج کے علاوہ کسی اور حج کی نیت کی تو فرض حج ادا نہیں ہو گا اھ اور اگر اس کا قصد فرض حج ادا کرنے کا نہ ہو تو اس کو (نذر کا حج ادا ہونے کے لئے) نذر کے حج کی نیت کرنا ضروری ہے، اور یہ جو المنتقی میں ہے کہ کسی نے حج کرنے کی نذر کی پھر حج کیا اور اس کے لئے یہ نیت نہیں کی کہ کس قسم کا حج کرتا ہے تو امام ابو یوسفؒ سے روایت ہے کہ وہ نفلی حج ہو گا اور ہشامؒ نے کہا کہ وہ فرض حج کی بجائے ہو گا اھ، فتح القدیر میں (اس کی وضاحت کی) ہے کہ امام ابو یوسفؒ سے جو روایت ہے یہ اس وقت ہے جبکہ اس کے ذمہ حج فرض نہ ہو اور ہشام کی روایت اس وقت ہے جبکہ اس پر حج فرض ہو پس دونوں روایتیں اس بات پر متفق ہیں کہ وہ حج نیت کے بغیر حج منذور کی طرف منتقل نہیں ہو گا [4]

(۵) حج منذور امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک فرض حج ادا کرنے سے ساقط ہو جاتا ہے بخلاف امام محمدؒ کے پس اگر کسی شخص نے حج کی نذر کی اور اس نے ابھی تک حج فرض ادا نہیں کیا اس کے بعد اس نے حج کیا اور اس میں مطلق حج کی نیت کی تو وہ فرض حج کی بجائے ادا ہو جائے گا اور اس سے نذر کا حج بھی اس کے ذمہ سے ساقط ہو جائے گا کیونکہ وہ نذر اس فرض حج کی طرف منتقل ہو جائے گی اور اگر وہ فرض حج ادا کر چکا تھا اس کے بعد حج کی نذر مانی پھر حج کیا تو اس کو نیت میں حج منذور کا متعین کرنا ضروری ہے ورنہ وہ نفلی حج واقع ہو گا جیسا کہ فتح القدیر میں مذکور ہے [5] ——— (۶) اگر کسی نے یہ نذر کی کہ وہ فلاں سال میں حج کرے گا پھر اس نے اس سال سے پہلے ہی حج کر لیا تو امام ابو یوسفؒ کے نزدیک جائز ہے اور یہ قیاس کے زیادہ نزدیک ہے بخلاف امام محمدؒ کے اور اگر اس نے حج نہیں کیا اور وہ اس سال سے پہلے مر گیا تو اس پر کچھ لازم نہیں ہے اور اگر فرض حج کا قصد نہیں کیا تو اس کو حج منذور کی نیت کرنا ضروری ہے جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا ہے [6] ——— (۷) اور عیون میں ہے کہ اگر کسی نے کہا کہ مجھ پر واجب ہے کہ میں اس سال نفلی حج کروں پھر اس نے اس سال فرض حج ادا کیا تو اس کے ذمہ واجب ہے کہ وہ نفلی حج کرے اور اگر یہ کہا کہ مجھ پر واجب ہے کہ میں فرض حج نفلی حج کے طور پر کروں پھر اس نے فرض حج ادا کیا تو اس پر نفلی حج واجب نہیں ہو گا اس کو منسک الکبیر میں نقل کیا ہے واللہ اعلم [7] ——— (۸) اگر حج کو کسی شرط پر معلق کیا پھر اس کو کسی دوسری شرط پر معلق کیا اور وہ دونوں شرطیں پائی گئیں تو اس کے لئے ایک حج کافی ہو گا لیکن یہ حکم اس وقت ہے جبکہ اس نے دوسری قسم میں یوں کہا ہو کہ مجھ پر وہی حج واجب ہے۔ قاضی خان میں اسی طرح ہے [8]

[1] ش من کتاب الایمان ولباب و شرحہ و غنیہ ملخصاً و تصرفاً [2] فتح ولباب و شرحہ و غنیہ [3] لباب و شرحہ و غنیہ و فتح [4] فتح بتصرف و غنیہ [5] بحر و غنیہ

[6] لباب و شرحہ فتح و بحر و غنیہ تصرفاً [7] غنیہ [8] ع ولباب و شرحہ و غنیہ۔

(۹) اور اگر یوں کہا کہ اللہ تعالیٰ کے لئے میرے ذمہ آدھا حج ہے تو امام محمدؒ کا یہ قول ہے کہ اس پر پورا حج واجب ہوگا [1] کیونکہ اس کی تنصیف غیر ممکن ہے اس لئے لامحالہ پورا حج لازم ہوگا [2] اور امام ابو یوسفؒ سے اس مسئلہ میں دو روایتیں ہیں [3] اور اگر کسی نے حج کے لئے لبیک کہنے میں یہ شرط لگائی کہ میں ایسا حج کروں گا کہ جس میں نہ طواف زیارت کروں گا نہ وقوف عرفات کروں گا تو اس پر پورا حج واجب ہوگا یہ فتاوی قاضی خان میں لکھا ہے [4] ——— (۱۰) اگر یوں کہا کہ اگر یہ فلاں شخص نہیں ہے تو مجھ پر حج واجب ہے اور اس کو اس میں کوئی شک نہیں تھا کہ یہ وہی شخص ہے اور وہ وہی شخص نہیں تھا تو اس پر کچھ واجب نہیں ہوگا [5]

(۱۱) اگر یوں کہا کہ اللہ تعالیٰ کے واسطے مجھ پر فرض دو دفعہ واجب ہے تو کچھ لازم نہیں ہوگا [6] یعنی ایک دفعہ سے زائد کچھ واجب نہیں ہوگا [7] ——— (۱۲) اگر یوں کہا کہ اللہ تعالیٰ کے واسطے میرے ذمہ اس سال میں دو حج واجب ہیں تو اس پر (دو سال میں) دو حج واجب ہوں گے [8]۔ یا یوں کہا کہ اللہ تعالیٰ کے لئے میرے ذمہ اس سال میں دس حج واجب ہیں تو اس پر دس حج دس سال میں واجب ہوں گے [9] اور اگر یوں کہا کہ مجھ پر واجب ہے کہ میں اس سال میں تیس حج کروں تو امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک وہ سب واجب ہوجائیں گے [10] اور اگر کسی شخص نے سَو حج یا اس سے زیادہ یا کم کی نذر کی تو وہ سب اس پر واجب ہوجائیں گے [11]۔ اور جبتک وہ زندہ رہے اس پر واجب ہے کہ وہ خود حج کرتا رہے اور مرتے وقت باقی کے لئے وصیت کرنا واجب ہے، پھر اگر نذر کرنے والا چاہے تو ایک ہی سال میں سَو آدمیوں سے حج نذر ادا کرادے اور نیکی کی طرف جلدی کرنے اور آفات کے خوف کی وجہ سے یہ افضل ہے اور اگر چاہے تو ہر سال ایک یا زیادہ آدمیوں سے حج نذر کرادیا کرے پس اگر وہ حج کا وقت آنے سے پہلے مرگیا تو وہ سب حج جائز ہیں لیکن اگر وہ نذر کرنے والا شخص دوسرے شخص سے حج کرانے کے بعد ایک سال یعنی حج کا وقت آنے تک زندہ رہا اور حج پر قادر ہے تو دوسرے ادا کرائے ہوئے حجوں میں سے ایک حج باطل ہوجائے گا اور وہ اس کو خود ادا کرنا واجب ہوگا کیونکہ وہ خود حج کرنے پر قادر ہے اس لئے ظاہر ہوگیا کہ اس کا دوسرے سے حج کرانا صحیح نہیں تھا اور اسی طرح جب دوسرے سال تک زندہ رہے گا تو ایک حج اور باطل ہوجائے گا۔ اور خود ادا نہ کرنے کی صورت میں جتنے سال وہ زندہ رہا دوسرے لوگوں سے کرائے ہوئے حجوں میں سے اتنے سال کے حج دوبارہ کرانے کی وصیت کرنا اس پر واجب ہوگا [12]

(۱۳) کسی نے یوں کہا کہ اگر میں فلاں شخص سے بات کروں تو جس روز میں اس سے بات کروں مجھ پر حج واجب ہے پھر اس نے اس شخص سے بات کی تو بات کرتے ہی وہ محرم نہیں ہوگا بلکہ یہ اس پر اس طرح واجب ہوگا کہ اس حج کو جب چاہے ادا کرے جیسا کہ اگر یوں کہے کہ مجھ پر حج واجب ہے تو وہ اس پر اس طرح واجب ہوگا کہ جب چاہے اس کا احرام باندھے [13]

(۱۴) کسی نے یوں کہا کہ اگر میں ایسا کروں تو میں عمرہ کا احرام باندھتے ہوئے حج کے ساتھ محرم ہوں تو اس کی یہ تعلیق صحیح ہے اور اس شرط کا مرتکب ہونے کے بعد وہ حج اس پر واجب ہوجائے گا [14] ——— (۱۵) اگر کسی آدمی کو یہ کہا کہ اے مخاطب اگر تو چاہے تو مجھ پر حج واجب ہے پھر اس شخص نے کہا کہ میں چاہتا ہوں تو اس پر حج واجب ہوجائے گا اور جب تک وہ احرام نہ باندھے

---

[1] فتح و عین و غنیہ [2] حاشیہ ع اردو [3] فتح [4] ع و غنیہ [5] غنیہ عن الکبیر [6] ع و لباب و شرحہ و غنیہ [7] شرح اللباب [8] ع [9] فتح و ع و لباب و غنیہ [10] لباب و شرحہ و ع [11] لباب و شرحہ و غنیہ و ع [12] لباب و شرحہ و فتح و ع و غنیہ ملتقطاً [13] فتح و لباب و شرحہ و غنیہ [14] لباب و شرحہ و غنیہ۔

مُحرم نہیں ہوگا اور اسی طرح اگر یوں کہا کہ اگر فلاں شخص نے چاہا پھر ظاہر ہوا کہ اُس شخص نے چاہا تو اس پر حج واجب ہو جائے گا خواہ وہ شخص حاضر ہو یا غائب ہو اور اس بارے میں اختلاف ہے کہ کیا اس شخص کا چاہنا اس تعلیق کی خبر پہنچنے کی مجلس پر موقوف ہوگا یا نہیں؟ اور اصح یہ ہے کہ اس مجلس پر موقوف نہیں ہوگا [1] ــــــــ (۱۶) کسی نے یوں کہا کہ اگر میں ایسا کروں تو میں مُحرم بالحج ہوں پھر اس نے ایسا کیا تو اس پر حج واجب ہو جائے گا اور اسی طرح اگر عمرہ کا ذکر کیا (تو عمرہ واجب ہو جائیگا) اور جب تک وہ احرام نہ باندھے محرم نہیں ہوگا [2] ــــــــ (۱۷) اگر یہ کہا کہ اگر میں تمہارے کاتے ہوئے سوت کا کپڑا پہنوں تو میں حج کروں گا تو اس پر حج واجب ہو جائے گا اور وہ جب چاہے حج کرے [3] ــــــــ (۱۸) اگر یہ کہا کہ مجھ پر واجب ہے کہ میں مثلاً فلاں اونٹ پر حج کروں یا مثلاً فلاں مال سے یعنی اس قدر درہم سے حج کروں تو اس پر واجب ہو جائے گا اور زیادتی لغو ہوگی [4] ــــــــ (۱۹) کسی شخص نے یہ کہا کہ اگر میں نے ایسا کیا تو مجھ پر واجب ہے کہ فلاں شخص کو حج کراؤں تو اگر اس کی نیت یہ ہے کہ میں حج کروں اور یہ شخص میرے ساتھ ہو تو اس پر واجب ہے کہ وہ حج کرے اور اس دوسرے شخص کو حج کرانا واجب نہیں ہے اور اگر یہ نیت کی کہ وہ اس شخص کو حج کرائے گا تو اس پر واجب ہے کہ اس شخص کو حج کرائے یعنی خواہ اس کو اس قدر مال دیدے کہ جس سے وہ حج کر سکے یا اس کو اپنے ساتھ حج کرائے تاکہ نذر کی ادائیگی پوری ہو جائے اور اگر اس کی کچھ بھی نیت نہ ہو تو اس شخص پر واجب ہے کہ حج کرے اور یہ واجب نہیں ہے کہ فلاں شخص کو حج کرائے اور اگر یہ کہا کہ مجھ پر واجب ہے کہ فلاں شخص کو حج کراؤں (یا یہ کہا کہ مجھ پر واجب ہے کہ فلاں شخص حج کرے [5]) تو یہ محکم ہے اور اس طرح کی نذر صحیح ہے پس اس پر اس شخص کو حج کرانا واجب ہے [6] ــــــــ

(۲۰) اور اگر کسی شخص نے نذر کی کہ میں گھسٹ کر (زانو یا سرین کے بل چل کر) طواف کروں گا پھر اس نے اسی طرح طواف کیا تو بعض نے کہا کہ اس پر کچھ واجب نہیں ہوگا جیسا کہ اگر کسی شخص نے یوں نذر کی کہ وہ بیٹھ کر نماز پڑھے گا (اور اس نے بیٹھ کر نماز پڑھی تو اس پر کچھ واجب نہیں ہوگا، مؤلف) اور بعض نے کہا کہ اس پر (کھڑے ہو کر) اعادہ کرنا واجب ہے پس اگر وہ اعادہ کرنے سے پہلے اپنے وطن کو لوٹ گیا تو اس پر دم واجب ہوگا اور یہی اَوجہ (زیادہ واضح) ہے اس لئے کہ نماز کھڑے ہو کر یا بیٹھ کر پڑھنا مشروع ہے پس اس کو بیٹھ کر پڑھنے کا التزام اس کی دونوں قسموں میں سے ایک قسم کا التزام ہے بخلاف نفلی طواف کے کہ کھڑے ہو کر چلنے پر قادر ہونے کی صورت میں گھسٹ کر چلنے کا التزام کرنا ایسا ہے جیسا کہ رکوع و سجود پر قادر ہونے کی حالت میں اشارہ سے نماز پڑھنے کا التزام کرنا [7] ــــــــ (۲۱) اگر کسی شخص نے قسم کھائی کہ وہ حج نہیں کرے گا تو وہ حجِ صحیح کرنے کی صورت میں قسم توڑنے والا ہوگا اور حج فاسد کرنے کی صورت میں نہیں اور اگر کسی نے قسم کھائی کہ وہ حج نہیں کرے گا تو وہ جب تک طواف زیارت کا اکثر حصہ ادا نہ کرلے قسم توڑنے والا نہیں ہوگا اور اگر یہ قسم کھائی کہ عمرہ نہیں کرے گا تو جب تک طواف عمرہ کا اکثر حصہ ادا نہ کرلے قسم توڑنے والا نہیں ہوگا [8] ــــــــ (۲۲) اگر کسی نے کہا کہ خدا کی قسم جبتک میں عمرہ نہ کرلوں حج نہیں کروں گا پھر اس نے عمرہ اور حج کا احرام باندھا اور عمرہ کے افعال شروع کئے یہانتک کہ عمرہ پورا کرلیا تو اپنی قسم کو توڑنے والا نہیں ہوگا یہ منسک الکبیر میں ہے [9]

[1] فتح و لباب و شرحہ و غنیہ و تمامہ فی الفتح [2] باب و غنیہ [3] و [4] لباب و شرحہ و غنیہ [5] غنیہ عن الکبیر [6] فتح ملخصاً و زیادہ عن غنیہ [7] فتح و غنیہ [8] و [9] غنیہ ۔

(۲۳) اور اگر کسی شخص نے کوئی نذر مانی اور اس کے متصل انشاء اللہ تعالیٰ کہا تو اس پر کچھ واجب نہیں ہوگا [۱]

نذر کنایہ

(۱) اگر کوئی ایسا لفظ کہا جو احرام کے لازم ہونے پر دلالت کرتا ہے مثلاً یوں کہا کہ اللہ کے واسطے میرے ذمہ بیت اللہ تک یا کعبہ یا مکہ تک یا زیارت بیت اللہ کی طرف پیدل جانا واجب ہے یا ان مذکورہ امور کو کسی شرط مثلاً مریض کے صحتیاب ہونے یا مسافر کے واپس آنے کے ساتھ معلق کیا اور وہ شرط پوری ہوگئی یا معلق نہیں کیا بلکہ حج یا عمرہ کی قسم کھائی خواہ وہ شخص مکہ مکرمہ یا حدودِ حرم میں ہے یا حدودِ حل یا آفاق میں ہے یا یوں کہا کہ اللہ تعالیٰ کے لئے میرے ذمہ احرام ہے یا یوں کہا کہ میرے ذمہ احرام ہے تو ان سب صورتوں میں بالاتفاق اس پر پیدل چل کر حج یا عمرہ کرنا واجب ہو جائے گا اور اس کو اختیار ہے کہ (حج و عمرہ میں سے) جس کو چاہے متعین کرلے [۲]۔ اور پیدل چل کر حج یا عمرہ کرنے کا حکم اُن صورتوں میں ہے جن میں اس نے پیدل چل کر ادا کرنے کی نذر کی ہو اُن کے علاوہ میں نہیں۔

(۲) اگر کسی نے یوں کہا کہ میرے ذمہ حرم تک یا مسجد الحرام تک پیادہ پا چلنا واجب ہے تو یہ نذر صحیح نہیں ہے اور امام ابوحنیفہؒ کے قول کے بموجب اس پر کچھ واجب نہیں ہوگا کیونکہ اس کے ساتھ کسی نسک کے التزام کا عرف نہیں ہے اور صاحبین کے نزدیک یہ صحیح ہے اور ان دونوں صورتوں میں احتیاطاً اس پر حج یا عمرہ لازم ہوگا اور اگر یوں کہا کہ صفا و مروہ یا حطیم یا مقام ابراہیم یا حجرِ اسود یا رکن (یمانی) یا کعبہ کے پردے یا اس کے دروازے یا اس کے پرنالہ یا عرفات یا مزدلفہ یا منیٰ یا اسطوانہ بیت اللہ یا زمزم یا مسجد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا بیت المقدس تک یا کسی اور مسجد اگرچہ وہ ماثورہ ہو جیسے مسجدِ خیف وغیرہ تک پیدل چلنا میرے ذمہ واجب ہے یا پیدل چلنے کی بجائے کوئی اور لفظ مثلاً بیت اللہ تک جانا یا بیت اللہ کی طرف نکلنا یا سفر کرنا یا بیت اللہ میں آنا یا سوار ہونا یا کجاوہ باندھنا یا تیز یا دوڑ کر چلنا کہا تو ان تمام صورتوں میں عرف نہ ہونے کی وجہ سے بالاتفاق اس پر کچھ لازم نہیں ہوگا [۴]۔ اور اگر یوں کہا کہ یہ بکری بیت اللہ یا کعبہ یا مکہ یا حرم یا مسجد الحرام یا صفا و مروہ کی طرف ہدی ہے تو وہی حکم ہوگا جو اوپر یوں کہنے کی صورت میں بیان ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے واسطے میرے ذمہ بیت اللہ وغیرہ تک پیادہ پا چلنا واجب ہے اور جو اتفاق و اختلاف وہاں بیان ہوا وہی یہاں بھی جاری ہوگا [۵]۔

(۳) اگر بیت اللہ تعالیٰ کی طرف پیدل چلنے کی نذر کی اور اس کی نیت خانۂ کعبہ کے سوا اور کچھ نہیں ہے تو اس پر ایک حج یا عمرہ واجب ہوگا اور اگر بیت اللہ کہنے میں اس کی نیت مسجدِ نبویؐ مدینہ منورہ یا مسجد بیت المقدس یا ان دونوں کے علاوہ کسی اور مسجد مثلاً مسجد قبا یا مسجد کوفہ کی تھی تو اس کی نیت صحیح ہے اور اس پر کوئی چیز لازم نہیں ہوگی کیونکہ تمام مساجد اللہ تعالیٰ کا گھر ہیں اور ان میں بلا احرام داخل ہونا جائز ہے پس وہ احرام کو لازم کرنے والا نہیں ہوگا لیکن اگر اس کی کچھ بھی نیت معین نہ ہو تو مسجد الحرام کہنے کی صورت میں اس پر ایک حج یا عمرہ واجب ہوگا اور اس میں وہی اختلاف ائمہ ہے جو اوپر بیان ہوا کیونکہ اللہ تعالیٰ کے گھروں میں یہ اکمل فرد ہے اور اظہر یہ ہے کہ کعبہ کہنے کی صورت میں یہ حکم ہونا چاہئے تاکہ اس پر بلاخلاف حج یا عمرہ واجب ہو کیونکہ بیت اللہ اور کعبہ کا حکم یکساں ہے [۶]

[۱] فتح و لباب [۲] لباب و شرحہ بدائع و فتح و ع و غنیہ ملتقطاً [۳] غنیہ [۴] لباب شرحہ و بدائع و فتح و در و ش و ع و غنیہ ملتقطاً و تصرفاً [۵] بدائع و ع۔

[۶] لباب و شرحہ و فتح و غنیہ ملتقطاً۔

(۴) یوں کہا کہ اگر میں نے ایسا کیا تو میں احرام باندھوں گا یا میں محرم ہوں گا، یا یہ کہا کہ میں بیت اللہ کی طرف پیدل چلوں گا تو اگر ایسا کہنے میں اس نے وعدہ کی نیت کی تو اس پر کچھ واجب نہیں ہوگا لیکن اُس وعدہ کو پورا کرنا مستحب ہے یا اس نے اپنے اوپر واجب کرنے کی یعنی نذر کی نیت کی تو وہ نذر ہوگی اور اس فعل کے کرنے سے اس پر حج یا عمرہ واجب ہو جائے گا اور اگر اس کی کچھ بھی نیت نہیں تھی تو قیاس یہ ہے کہ اس پر کچھ واجب نہیں ہوگا اور استحسان میں اس پر عرف کی وجہ سے حج یا عمرہ لازم ہو جائیگا[۱] فتح القدیر میں کہا ہے کہ یہ حکم عرف میں ان الفاظ کے ساتھ نذر ہو جانے کے ثبوت پر موقوف ہوگا واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم[۲]

(۵) اور اگر یہ کہا کہ مجھ پر بیت اللہ کی طرف تیس سال یا تیس مرتبہ پیدل چلنا واجب ہے تو اس پر تیس حج یا عمرے واجب ہوں گے اور اگر یہ کہا کہ مجھ پر تیس مہینے یا کہا اکیس مہینے یا دس مہینے یا دس دن یا گیارہ دن پیدل چلنا واجب ہے تو اس پر ایک عمرہ واجب ہوگا اور بعض نے تیس مہینے کہنے کی صورت میں کہا ہے کہ اس پر حج واجب ہوگا[۳]

متفرقاتِ نذر

(۱) کسی نے یہ کہا کہ اگر میں نے ایسا کیا تو مجھ پر نذر ہے تو کچھ نیت نہ ہونے کی صورت میں یہ قسم ہے اور اگر اس نے نذر کے ساتھ حج یا عمرہ کی نیت کی ہے تو اس پر حج یا عمرہ جس کی نیت کی ہے واجب ہوگا اور اگر کچھ نیت نہیں کی تو اس پر (قسم کا) کفارہ واجب ہوگا[۴]

(۲) جس شخص نے نذر کی کہ وہ پیدل چل کر حج کرے گا تو اس پر واجب ہے کہ وہ طواف زیارت ادا کرنے تک سوار نہ ہو کیونکہ حج کا احرام طوافِ زیارت پر ختم ہوتا ہے اور عمرہ کی نذر میں حلق کرانے (سر منڈانے) تک سوار نہ ہو اور پیدل چلنے کی ابتدا کرنے کی جگہ اس کا گھر ہے خواہ وہاں سے احرام باندھے یا نہ باندھے یہی اصح ہے اور بعض نے کہا کہ میقات سے ابتدا کرے اور بعض نے کہا کہ جس جگہ سے اس کا احرام باندھے وہاں سے پیدل چلنا شروع کرے اور یہ اختلاف اس وقت ہے جبکہ گھر سے احرام نہ باندھے لیکن اگر اپنے گھر سے احرام باندھے تو بالاتفاق اپنے گھر سے ہی پیدل چلنا واجب ہے۔ پس اگر وہ سوار ہوا تو ترکِ واجب کی وجہ سے اس پر جزا واجب ہوگی پس اگر وہ تمام راستہ یا اس کا اکثر حصہ سوار ہوا خواہ عذر سے ہو یا بغیر عذر کے تو اس پر دم واجب ہوگا اور اگر آدھے یا آدھے سے کم راستے میں سوار ہوا تو اوسط درجہ کی بکری کی قیمت میں سے اس سواری کے سفر کے بقدر صدقہ کرنا واجب ہے[۵]۔ اور اگر وہ شخص مکہ مکرمہ میں ہے تو پیدل حج کی نذر کرنے کی صورت میں وہ حرم سے احرام باندھے اور عرفات کی طرف پیدل جائے اور طوافِ زیارت تک پیدل سفر کرے اور پیدل عمرہ کی نذر کرنے کی صورت میں وہ حل کی طرف جائے اور وہاں سے احرام باندھے اور اس بارے میں اختلاف ہے کہ حل کی طرف جاتے ہوئے بھی اس پر پیدل چلنا واجب ہے یا جاتے ہوئے نہیں بلکہ وہاں سے احرام باندھنے کے بعد صرف واپس آتے ہوئے ہی پیدل چلنا واجب ہے اور دلیل کا تقاضا یہ ہے کہ حل کی طرف جاتے ہوئے بھی پیدل چلنا اُس پر واجب ہونا چاہئے کیونکہ پہلے حج کے سلسلہ میں بیان ہو چکا ہے کہ اس کو اصح قول کی بنا پر اپنے شہر سے پیدل چلنا واجب ہے حالانکہ اس نے وہاں سے احرام نہیں باندھا بلکہ وہ احرام کے مقام کی طرف جا رہا ہے تاکہ وہاں سے احرام باندھے پس اسی طرح یہاں بھی ہے۔ یہ توجیہ

---

[۱] فتح وغنیہ ملتقطاً [۲] فتح [۳] لباب وشرحہ وغنیہ [۴] غنیہ عن البزازیہ [۵] بحر ملخصاً ولباب وشرحہ۔

صاحب فتح القدیر کی ہے اور بحرالرائق وغیرہ نے اس کا اتباع کیا ہے[1] ——— (۳) امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ اگر بغداد کے رہنے والے کسی شخص نے کہا کہ اگر میں فلاں شخص سے بات کروں تو مجھ پر واجب ہے کہ پیدل حج کروں پھر وہ اس شخص کو کوفہ میں ملا اور اس سے بات کی تو اس پر واجب ہے کہ وہ بغداد سے پیدل چل کر حج کرے[2]۔ اور خانیہ میں ہے کہ ایک شخص نے جو کہ خراسان میں ہے کہا کہ اگر میں کوفہ میں فلاں شخص سے بات کروں تو مجھ پر بیت اللہ کی طرف پیدل جانا واجب ہے پھر اس نے کوفہ میں اس شخص سے بات کی تو اس پر خراسان سے بیت اللہ تک پیدل جانا واجب ہوا[3] ——— (۴) اگر کسی شخص نے بیت اللہ کی طرف پیدل چلنے کی قسم کھائی پھر اس قسم کو توڑ دیا، پھر اسی بات کی قسم کھائی پھر اس کو توڑ دیا تو ان دونوں قسموں میں سے ایک کو حج اور دوسری کو عمرہ بنائے اور دونوں کیلئے اس جگہ سے پیدل چلے جہاں قسم کھائی ہے[4] ——— (۵) جس شخص نے پیدل حج کرنے کی نذر مانی پھر اس نے میقات سے نفلی عمرہ کا احرام باندھا پھر اس عمرہ کے احرام پر حج کے احرام کا اضافہ کیا تو جبتک اس نے اپنے عمرہ کا طواف نہیں کیا اس کو ایسا کرنا جائز ہے اور وہ قارن ہوگا اور اگر اس نے اپنے عمرہ کا طواف کرنے کے بعد حج کا احرام باندھا تو یہ جائز نہیں ہے اور اس پر دم واجب ہوگا[5] ——— (۶) اگر کسی نے عمرہ پیدل کرنے کی نذر کی پھر اس کو حج فرض کے احرام کے ساتھ ملا کر قران کر لیا تو جائز ہے پس اگر وہ سوار ہو گیا تو اس پر دمِ قران کے علاوہ ایک دم اور واجب ہوگا کیونکہ اس نے واجب ترک کر دیا ہے اور اگر وہ سوار نہ ہوا تو ظاہر الروایت میں اس پر دمِ قران کے سوا کوئی اور دم واجب نہیں ہوگا[6] ——— (۷) اگر اپنی (حج کی قسم (کو پورا کرنے) کیلئے کسی راستے کی طرف پیدل نکلا پھر اس کو خیال آیا کہ اس سال حج نہ کرے پس وہ وہیں ٹھہر گیا یا تجارت میں مشغول ہو گیا اور کسی دوسرے شہر کی طرف چلا گیا پھر اس کو خیال آیا کہ وہ اپنا حج شروع کرے تو اس پر واجب ہے کہ جس جگہ وہ پہنچ چکا ہے وہاں سے پیدل چلے[1] ——— (۸) لباب و شرحہ و غنیۃ الناسک وغیرہ سے پہلے بیان ہو چکا ہے کہ اگر کسی نے حج یا عمرہ ادا کرنے کی نذر کی خواہ وہ نذر مطلق ہو یا کسی شرط کے ساتھ معلق ہو اور وہ شرط پائی جائے یعنی وہ کام پورا ہو جائے تو وہ نذر منعقد ہو جائے گی اور نذر کرنے والے پر اس حج یا عمرہ کا ادا کرنا واجب ہوگا جس کی اس نے نذر کی ہے اور کفارہ ادا کرنے سے اس کا وجوب اس کے ذمہ سے ساقط نہیں ہوگا لیکن انعقادِ نذر کے لئے زبان سے ایجاب و التزام کے الفاظ مثلاً "میں نذر کرتا ہوں" "میں منّت مانتا ہوں" "میں اپنے ذمہ واجب کرتا ہوں" وغیرہ کہنا ضروری ہے پس اگر صرف دل سے نیت کی یا زبان سے الفاظ ادا کئے مگر اُن سے ایجاب و التزام کا مفہوم ادا نہیں ہوتا تو نذر منعقد نہیں ہوگی اور اس پر کچھ واجب نہیں ہوگا، اور اگر صریح الفاظ میں نذر نہیں کی بلکہ کنایہ کے الفاظ استعمال کئے اور ان میں حج یا عمرہ کی نیت نہیں کی تو یہ یمین (قسم) ہے اور اس پر کفارۂ یمین واجب ہوگا جیسا کہ بیان ہو چکا ہے۔ پس اگر کسی شخص نے عمرہ کی نذر کی تو اس پر اپنی زندگی میں اس کو ادا کرنا واجب ہوگا، اگر اس نے اپنی زندگی میں ادا نہ کیا یہاں تک کہ وہ معذور ہو گیا اور اس کا عذر مرتے دم تک قائم رہنے والا ہے تو حج کی طرح اس کو کسی دوسرے شخص سے ادا کرانا اس پر واجب ہے اور اگر معذور ہونے کی صورت میں اس نے اس کو ادا نہیں کرایا تو مرتے وقت اس پر کسی دوسرے شخص سے ادا کرانے کی وصیت کرنا واجب ہے، اسی طرح اگر کسی نے بہت سے عمرے ادا کرنے کی نذر مانی تو وہ سب عمرے اس پر واجب ہو جائیں گے اور اُس پر اپنی زندگی میں اُن سب کا ادا کرنا واجب ہوگا خواہ اُن کا ادا کرنا اس پر شاق ہو یا نہ ہو حسبِ توفیق خود ادا کرنا واجب ہے اور معذور ہو جانے کی صورت میں بقیہ عمروں کو کسی دوسرے شخص سے ادا کرانا اور مرتے وقت بقیہ عمرے کسی دوسرے شخص سے کرانے کی وصیت کرنا اس پر واجب ہوگا جیسا کہ حج کے بارے میں لباب و شرحہ و غنیۃ المناسک وغیرہ سے بیان ہو چکا ہے کیونکہ ان امور میں حج و عمرہ کے احکام یکساں ہیں۔ (مؤلف)

---

[1] ش و غنیہ ملتقطاً و تصرفاً [2] شرح اللباب و فتح و بحر و ش [3] غنیہ [4] لباب و غنیہ [5] فتح و غنیہ [6] فتح و غنیہ ملتقطاً۔

طریقۂ حج

اس بیان میں حج کے سفر کے لئے گھر سے روانہ ہوکر گھر واپس آنے تک اور مفرد حج و مفرد عمرہ و قران و تمتع ادا کرنے کی پوری مسنون کیفیت درج ہے جس میں فرائض و واجبات و سنن و مستحبات و آداب بجالانے اور محرمات و مکروہات سے بچنے کی حتی الامکان وضاحت و صراحت کی گئی ہے تاکہ تمام افعالِ حج اپنے فرائض و واجبات وغیرہ کے ساتھ جن کا ذکر الگ الگ عنوان کے تحت ہوچکا ہے ایک ترتیب کے ساتھ معلوم ہوسکیں (مؤلف)۔

سفرِ حج کے آداب و کیفیت

(اللہ تعالیٰ ہم سب کو اور تمام مسلمانوں کو بمعہ اہل و عیال حج مبرور و مقبول کی توفیق میسر فرمائے آمین)

جب اللہ جل شانہ کسی خوش نصیب کو اس سعادت کی توفیق نصیب فرمائے مثلاً حج فرض ہوجائے یا حج نفل کے اسباب پیدا ہوجائیں تو اس کو اللہ تعالیٰ کا انعام سمجھے اور اس کی ادائیگی میں کاہلی و تاخیر نہ کرے بلکہ اس نیک و مبارک مقصد کی تکمیل میں جلدی کرے بالخصوص فرض حج میں معمولی عذرات کی وجہ سے ہرگز تاخیر نہ کی جائے اور خدائے تعالیٰ پر بھروسہ کرکے سفر کا انتظام شروع کردیا جائے کیونکہ شیطان ایسے مواقع پر لغو خیالات اور بے موقع ضروریات دل میں جمع کردیتا ہے اور طرح طرح کے وسوسے دل میں ڈال کر حج سے روکتا یا التوا میں ڈال دیتا ہے اس لئے ان موانعات کو شیطانی اثر سمجھ کر حتی الوسع ان کے دفع کرنے اور ان کو غیر ضروری سمجھنے کی کوشش کرنی چاہئے اور یوں سمجھنا اور خیال کرنا چاہئے کہ خدا جانے میں آئندہ سال تک زندہ رہوں یا نہ رہوں اور سوچنا چاہئے کہ اگر آج دم نکل گیا تو جو ضرورتیں میرے دل میں جمع ہوکر حج کرنے سے روک رہی ہیں وہ کس طرح پوری ہوں گی، پس حج ادا کرنے میں جلدی کرنی چاہئے اور اپنے ارادہ پر پختہ رہ کر اس مبارک سفر پر روانہ ہوجانا چاہئے، نیز اس کے جو آداب بیان کئے جاتے ہیں اُن کا پورا خیال رکھنا چاہئے [1]۔ جو شخص حج کا ارادہ کرے اس کے لئے چند امور نہایت اہم و ضروری ہیں جن کی طرف پوری پوری توجہ دینی چاہئے اور اُن پر عمل کرنا چاہئے [2] وہ یہ ہیں:-

نیت میں اخلاص ہونا

جو شخص حج پر جانے کا ارادہ کرے اس پر واجب ہے کہ محض اللہ تعالیٰ کی خوشنودی، اس فرض کی ادائیگی اور اللہ تعالیٰ کے ارشاد کی تعمیل کے لئے خالص نیت کرے کیونکہ اللہ تعالیٰ اسی عبادت کو قبول فرماتا ہے جو خالص اسی پاک ذات کے لئے کی جائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے "اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ" یعنی اعمال کا ثواب صرف نیتوں پر موقوف ہے۔ اس کو امام بخاری و امام مسلم رحمہما اللہ تعالیٰ نے روایت کیا ہے۔ ابو عثمان الصابونی نے اپنی کتاب "المائتین" میں روایت کیا ہے کہ "یَاْتِیْ عَلَی النَّاسِ زَمَانٌ تَحُجُّ اَغْنِیَاءُ النَّاسِ لِلنُّزْهَةِ وَاَوْسَاطُهُمْ لِلتِّجَارَةِ

[1] فضائل حج و معلم الحجاج و زیارت حرمین ملتقطاً [2] بحر۔

وَفُقَرَآئُهُمْ لِلْمَسْئَلَةِ وَقُرَّآئُهُمْ لِلرِّيَآءِ وَالسُّمْعَةِ، رواہ الدیلمی عن انس، کنز العمال [یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لوگوں پر ایک ایسا زمانہ آئے گا جبکہ ان میں سے مالدار لوگ سیر و سیاحت اور تفریح کے لئے حج کریں گے، متوسط درجہ کے لوگ تجارت کے لئے، فقراء سوال کرنے کے لئے اور قاری لوگ نام و نمود کے لئے حج کریں گے) پس حج کرنے والے کو چاہئے کہ اپنے ارادہ کو صحیح اور اپنی نیت کو خالص کرے اور ظاہر و باطن میں نام و نمود و فخر و ریا سے دور رہے ورنہ تمام محنت برباد ہو جائے گی کیونکہ اس سفر کا ان برائیوں سے پاک ہونا فرض ہے، نفس کے شاطرانہ دھوکوں سے بھی بچتا رہے، دل میں یہ خیال و خواہش نہ آنے دے کہ لوگ اس کی تعریف کریں گے اور اس کو عابد و حاجی وغیرہ کے نام سے پکاریں گے، تفریح اور سیر کا خیال بھی دل سے نکال دے بلکہ صرف یوں سمجھے کہ آقا کی طلبی پر یہ غلام اس کے آستانہ پر حاضری کا قصد کرتا ہے اور قبولیت کا امیدوار ہو کر وطن چھوڑ رہا ہے اور چاہئے کہ حج کی طرف اس طرح نکلے گویا کہ دنیا سے رخصت ہو رہا ہے یعنی اس کا (ذہن اور) ہاتھ تجارت سے خالی ہو کیونکہ یہ قلب کو مشغول رکھتی ہے اور ہمت و ارادہ کو منتشر کرتی ہے لہذا حج سے اس کا مقصد خالصۃً اللہ تعالیٰ کی خوشنودی و تعمیلِ ارشاد اور ادائیگی فرض ہونا چاہئے اور اس کا قلب اللہ تعالیٰ کے ذکر اور اس کے شعائر کی تعظیم کی طرف مطمئن ہو[1]۔ پس مستحب ہے کہ اس کا دل تجارت کی طلب سے فارغ ہو لیکن اگر کسی کو تجارت کرنا اگر بر ہو اور اس سے استغنا حاصل نہ ہو تو اس کے لئے مضائقہ نہیں تاہم اس مبارک سفر میں تجارت کو اپنا مقصدِ اعظم نہ بنائے بلکہ ضمنی مقصد کے طور پر سفرِ حج کے تابع رکھے یعنی اصل مقصد بہر حال حج ہی ہونا چاہئے[2] پس اس سفر کا تجارت سے خالی ہونا احسن ہے لیکن اگر کوئی شخص ضمناً تجارت بھی کر رہا ہے تو اس کا ثواب کم نہیں ہوگا جیسا کہ غازی اگر جہاد کے دوران تجارت بھی کر رہا ہے تو اس کا ثواب کم نہیں ہوگا[3]۔ اگر اس نیت سے تجارت کرے کہ تجارت کے نفع سے حج کا ضروری خرچ پورا ہو جائے گا تو چونکہ اصل مقصد حج ہے نہ کہ تجارت تو یہ تجارت بھی ثواب میں داخل ہے[4]

شرائطِ توبہ کے ساتھ توبہ کرنا

جب حج کے سفر پر روانہ ہونے کا پختہ ارادہ کر لے تو چاہئے کہ سفر شروع کرنے سے پہلے شرائطِ توبہ کا لحاظ رکھتے ہوئے سچے دل کے ساتھ اپنے گذشتہ تمام چھوٹے بڑے گناہوں سے توبہ کرے، اگر کسی کا مال ظلم کے ساتھ لے رکھا ہو تو حتی الامکان اس کو واپس کر دے یا اس سے معاف کرا لے، عبادات میں جس قدر ترک ہوا ہو اس کی قضا اور تلافی کرے اور اس بارے میں جو کوتاہی ہوئی ہے اس پر نادم ہو اور آئندہ کے لئے پختہ ارادہ کرے کہ پھر ایسا نہیں کرے گا، اہلِ معاملہ سے معاملات کی صفائی کرے، دشمنوں کو راضی کرے اور ان سب سے اپنے قصور معاف کرائے[5] پس واجب ہے کہ اپنے تمام گناہوں سے خالص توبہ کرے، جو گناہ ایسے سرزد ہوئے ہیں جن کا تعلق براہِ راست اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے ہے ان کی معافی کے لئے زبان سے استغفار پڑھے، دل میں گذشتہ زمانہ کے گناہوں پر نادم ہو اور فی الحال سب گناہوں کو ترک کرے اور آئندہ کے لئے بھی پختہ ارادہ کرے کہ پھر کبھی ایسا نہیں کرے گا اور اگر وہ گناہ ایسے ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے حقوق ترک ہوئے ہوں مثلاً نماز روزہ وغیرہ قضا کر دیئے ہوں تو جب تک ان کو ادا نہیں کرے گا اور ان کی تاخیرِ قضا پر نادم نہیں ہوگا اور اس کوتاہی پر استغفار نہیں کرے گا تب تک محض زبان سے توبہ کر لینے کا

---

[1] مقدمہ شرح اللباب بزیادۃ عن بحر وغیرہ [2] مقدمہ شرح اللباب [3] بحر و ع وغنیہ [4] زبدہ [5] بحر وغنیہ۔

کوئی فائدہ نہیں ہے پس توبہ کرے اور اُن فوت شدہ عبادتوں کو ادا کرے اور جو رہ جائیں ان کو حتی الامکان ادا کرتا جائے، اور اگر وہ گناہ حقوق العباد سے تعلق رکھتے ہوں اور وہ مالی حقوق ہوں مثلاً کسی کا قرض دینا ہے یا کسی کا مال غصب کیا تھا تو ان حقوق کو ادا کرے یا صاحبِ حق سے معاف کرا کر اس کو راضی کرے اور اگر مال موجود ہو اور اہلِ حقوق فوت ہو چکے ہوں تو ان کے وکیل یا وارثوں کو دیدے اور اگر مال موجود نہ ہو تو اس کا معاوضہ ادا کرے، اگر صاحبِ مال یا اس کے وارثوں کا پتہ نہ چلے تو اس مال کو صاحبِ مال کی طرف سے فقراء پر صدقہ کر دے بعینہٖ اسی مال کا صدقہ کرنا شرط نہیں ہے خود اپنے لئے اس سے ثواب کی آرزو نہ رکھے اور یہ بھی نیت رکھے کہ جب کبھی صاحبِ حق یا اس کا وارث مل جائے گا اس کو اپنے پاس سے پھر ادا کر دے گا اور ان حقوق کی ادائگی کے ساتھ توبہ کی مذکورہ بالا شرائط کا لحاظ کرتے ہوئے اپنے قصور سے اللہ تعالیٰ کے سامنے توبہ بھی کرے اور اگر وہ حقوق و مظالم اعراض سے تعلق رکھتے ہوں مثلاً کسی پر تہمت لگائی ہو یا کسی کی غیبت کی ہو وغیرہ تو ان گناہوں سے شرائط مذکورہ کے ساتھ توبہ کرے اور صاحبِ حق کے سامنے اپنے قصور کا اقرار کر کے معافی مانگے اور اس کو راضی کرے اور اگر اس وقت ایسا کرنا ممکن نہ ہو تو پکا ارادہ کرے کہ جب موقع ملے گا ضرور ان سے معاف کرائے گا پس جب وہ اس کو معاف کر دیں گے تو جو کچھ اس پر واجب ہوا تھا وہ اس کے ذمہ سے اُتر جائے گا اور اگر ان سب باتوں سے عاجز ہو مثلاً یہ کہ جس کی غیبت کی تھی وہ مر چکا ہو یا غائب ہو تو اللہ تعالیٰ کے سامنے استغفار پڑھتا رہے اور معافی مانگتا رہے اور اللہ تعالیٰ کی رحمت کا امیدوار رہے کہ وہ ضرور ان حقوق والوں کو اس سے راضی کر دیگا کیونکہ اللہ تعالیٰ جواد و کریم ہے [1]۔ کسی گناہ سے توبہ کرنے کے لئے غسل کرنا مستحب ہے [2] اور یہ گناہ کے باطنی اثر کے ازالہ کیلئے اور توبہ کی توفیق حاصل ہونے کا شکرانہ ادا کرنے کے لئے ہے [3]۔

توبہ کا مستحب طریقہ: مستحب یہ ہے کہ پہلے غسل کرے، اگر غسل نہ کر سکے تو وضو کر لے اور دو رکعت نماز توبہ کی نیت سے پڑھے اس کے بعد درود شریف پڑھے پھر استغفار پڑھے اور نہایت خشوع و خضوع سے دعا مانگے، جسقدر عاجزی سے رونا گڑگڑانا ممکن ہو اس میں کمی نہ کرے اور حضورِ قلب و انکساری و قلق کے ساتھ اپنے گناہ و قصور سے توبہ کرے اور اللہ تعالیٰ کے آگے ہاتھ پھیلا کر بار بار یہ دعا پڑھے: "اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَتُوْبُ اِلَیْكَ مِنْھَا لَا اَرْجِعُ اِلَیْھَا اَبَدًا" یا یہ کہے: "اَللّٰھُمَّ مَغْفِرَتُكَ اَوْسَعُ مِنْ ذُنُوْبِیْ وَرَحْمَتُكَ اَرْجٰی عِنْدِیْ مِنْ عَمَلِیْ" اور اگر ان دونوں دعاؤں کو ملا کر پڑھے تو اچھا ہے۔

نفقہ کا بندوبست

(۱) حج کرنے والے پر واجب ہے کہ روانگی سے قبل اپنے اہل و عیال کے نفقہ کا بندوبست کرے اور ان لوگوں کے نفقہ کا بھی انتظام کرے جن کا نفقہ شرعاً اس کے ذمہ واجب ہے (مثلاً چھوٹی اولاد وغیرہ) پس ان سب کے لئے اپنی واپسی کے زمانے تک خرچ کا بندوبست کر کے جائے [5]۔

(۲) حج کے خرچہ کے لئے حلال مال حاصل کرنے کی کوشش کرنی چاہئے اس لئے کہ حرام مال سے حج قبول نہیں ہوتا اگرچہ حج کا فرض اس کے ذمہ سے ساقط ہو جاتا ہے خواہ غصب کئے ہوئے مال سے ہی حج کیا ہو [6] (اسکی تفصیل شرائط میں بیان ہو چکی ہے)۔

---

[1] مقدمہ شرح اللباب بزیادۃ [2] دردم فی باب الغسل [3] ط فی باب الغسل [4] غنیہ و حصن حصین بزیادۃ [5] مقدمہ شرح اللباب [6] بحر و فتح وغیرہ۔

اور جب کوئی شخص حج کا ارادہ کرے اور اس کے پاس حلال مال مشتبہ ہو تو اس کو چاہئے کہ (کسی غیر مسلم سے بقدرِ ضرورت بلا سود[1]) غیر مشتبہ حلال مال قرض لیکر حج کرے پھر اپنے اس مشتبہ مال سے اس کا قرضہ ادا کردے[2] لیکن بہتر یہ ہے کہ ایسا نہ کرے کیونکہ یہ خلافِ تقویٰ ہے[3] ——— (۳) بقدرِ کفایت زاد و نفقہ اپنے ہمراہ لے جائے[4] یعنی حلال و طیب مال سے اس قدر خرچہ اپنے ساتھ لے لینا چاہئے جو تنگی اور فضول خرچی کئے بغیر اعتدال کے ساتھ پورے سفر (آمد و رفت) کی ضروریات کیلئے کافی ہوجائے بلکہ احتیاطاً کچھ زائد لے لے تاکہ خرچ میں توسع ہو اور راستہ میں غربا و فقرا کی امداد کر سکے اور کھانے وغیرہ میں اہلِ ضرورت کی تواضع کر سکے[5] جو لوگ ضرورت کی مقدار سے بھی کم لے جاتے ہیں وہ اکثر دوسروں پر بوجھ بن جاتے ہیں اور سوال کے مرتکب ہوتے ہیں یہ ٹھیک نہیں ہے[6] ——— (۴) اگر کوئی شخص اپنی ضرورت سے زائد کچھ چیزیں مثلاً لوٹا، چھاگل و دیگر برتن اور رسی وغیرہ اس نیت سے اپنے ہمراہ لے جائے کہ کسی کو مانگنے پر دیدے گا تو یہ اچھا ہے[7] ——— (۵) تن آسانی اور راحت کے لئے فضول خرچی سے پرہیز کرے مثلاً طرح طرح کے کھانے اور قسم قسم کے مشروبات، ناز و نعمت والوں اور آزاد طبیعت لوگوں کی طرح کھانے پینے سے پرہیز کرے اور زیب و زینت بناؤ سنگھار بھی نہ کرے کیونکہ یہ عاشقانہ سفر ہے معشوقانہ نہیں ہے البتہ سفرِ حج میں خرچ کا زیادہ ہونا فضول خرچی نہیں ہے کیونکہ نیک کاموں میں خرچ کرنا فضول خرچی نہیں ہے اور حج کے راستے میں زاد و توشہ پر خرچ کرنا اللہ عزوجل کے راستہ میں خرچ کرنا ہے اور اس میں ایک درہم کا خرچ کرنا سات سو درہم خرچ کرنے کی برابر ہے[8] پس ہر خرچ کی زیادتی اسراف نہیں ہے بلکہ بے موقع خرچ کرنا اسراف ہے، نیز وہاں کے مزدوروں اور اونٹ والوں پر اور مکانات کے کرایوں میں جو کچھ خرچ کیا جائے گا اگر اس میں ان لوگوں کی امداد کی نیت بھی شامل کرلی جائے تو پھر کوئی خرچ بھی بار نہیں ہوگا[9]

——— (۶) حج کا سامان خریدنے اور زادِ راہ میں کنجوسی نہ کرے[10] پس مکہ معظمہ تک کے کرایہ اور حج کا سامان خریدنے اور ہر اس چیز پر خرچ کرنے میں کنجوسی نہ کرے جس میں خرچ کرنے سے اللہ تعالیٰ کا تقرب حاصل ہوتا ہو[11] کیونکہ روایات میں آیا ہے کہ جو روپیہ حج میں خرچ ہوتا ہے اس کا ثواب سات سو گنا یا اس سے بھی زیادہ ملتا ہے اور اسی لئے نفلی حج کرنا نفلی صدقہ دینے سے افضل ہے لیکن اگر یہ خوف ہو کہ جس قدر رقم اس کے پاس ہے اگر اس کو کمی کے ساتھ خرچ نہ کیا تو واپسی تک کے لئے کافی نہ ہو سکے گی تو اس صورت میں اس کو خرچ میں کمی کرنے کا مضائقہ نہیں ہے[12] پس اگر روپیہ کم ہو تو احتیاط سے خرچ کرنا چاہئے لیکن جو شخص صاحبِ وسعت ہو اس کو خرچ میں تنگی نہیں کرنی چاہئے اور فضول خرچی سے بچنا چاہئے[13]

والدین کی اجازت

(۱) جس کی رضامندی حاصل کئے بغیر سفر کرنا مکروہ ہے اس کی رضامندی حاصل کرنی چاہئے[14] ——— (۲) اگر کوئی شخص حج کے لئے جانے کا ارادہ کرے اور اس کے والدین یا ان میں سے کوئی ایک اس کے جانے کو پسند نہ کرے یا ماں یا باپ یا دونوں کو اس کی خدمت کی ضرورت ہے تو بلا اجازت جانا مکروہ ہے اور

[1] معلم الحجاج و زیارت حرمین [2] ع و در و غنیہ [3] مقدمہ شرح اللباب [3] حج و عمرہ [4] مقدمہ شرح اللباب [5] احیاء بتصرف [6] فضائل حج [6] فضائل حج۔
[7] مقدمہ شرح اللباب [8] احیاء [9] فضائل حج [10] بحر و غنیہ و ع [11] حاشیہ شرح اللباب [12] غنیہ [13] معلم [14] غنیہ و بحر۔

اگر ان میں سے کسی ایک نے اجازت دیدی اور دوسرے نے اجازت نہ دی اور اس کا جانا پسند نہ کیا تو بھی نہ جائے اور اگر ان دونوں میں سے کسی کو بھی اس کی خدمت کی ضرورت نہیں ہے تو بلا اجازت جانا مکروہ نہیں ہے بشرطیکہ راستہ میں امن ہو اور راستہ میں صحیح سلامت رہنے کا امکان غالب ہو لیکن اگر راستہ میں امن و سلامتی کا غالب امکان نہ ہو بلکہ خوف غالب ہو تو ان دونوں کی اجازت کے بغیر جانا مکروہ ہے خواہ ان کو اس کی خدمت کی ضرورت نہ بھی ہو، اور لڑکا اگر خوبصورت ہے اور بالغ ہو چکا ہے لیکن ڈاڑھی ابھی نہیں نکلی تو والدین اس کو ڈاڑھی نکلنے تک روک سکتے ہیں اور اگر راستہ خوف والا ہو مثلاً سمندر کا راستہ ہو تو اپنے والدین کی اجازت کے بغیر حج کے سفر پر نہ جائے خواہ اس کے ڈاڑھی بھی نکل چکی ہو، اور ماں باپ کی عدم موجودگی میں دادا، دادی، نانا، نانی، ماں باپ کا حکم رکھتے ہیں، یہ سب تفصیل فرض حج کے لئے ہے، کیونکہ حج فرض کا ادا کرنا والدین کی فرمانبرداری سے اولیٰ ہے لیکن حج نفل کے لئے جانے کی صورت میں والدین کی اطاعت مطلق طور پر اولیٰ ہے خواہ ان کو اس کی خدمت کی ضرورت ہو یا نہ ہو اور خواہ راستہ میں امن ہو یا نہ ہو[1]

(۳) اسی طرح بیوی بچے اور وہ لوگ جن کا نفقہ شرعاً اس کے ذمہ واجب ہے اگر ان کو واپسی تک کا نفقہ دیدیا ہے اور اس کی عدم موجودگی سے ان کی ہلاکت وغیرہ کا اندیشہ نہیں ہے تو ان کی اجازت کے بغیر جانے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے ورنہ ان کی بلا اجازت جانا بھی مکروہ ہے اور جس کا نفقہ اس کے ذمہ واجب نہیں ہے اس کی اجازت کے بغیر جانے میں مطلقاً کوئی مضائقہ نہیں ہے[2]

(۴) اسی طرح اگر کسی قرضخواہ کا قرضہ فی الحال واجب الادا ہے اور اس کے پاس اتنا مال نہیں ہے کہ جس سے اس کا قرضہ اس وقت ادا کر سکے تو اس کو قرضخواہ کی اجازت کے بغیر (یا کسی کو ضامن بنائے بغیر) حج کے لئے جانا مکروہ ہے[3] اور ظاہر ہے کہ کراہت سے مراد یہاں تحریمی کراہت ہے کیونکہ کراہت کو مطلق بیان کیا ہے اور اجازت حاصل کرنے کو واجب کہا ہے[4]۔ اور اگر وہ کسی کے قرض کا ضامن ہے اور قرضخواہ کی اجازت سے ضامن بنا ہے تو قرضدار اور قرضخواہ دونوں کی اجازت کے بغیر نہ جائے[5] اور اگر قرضخواہ کی اجازت کے بغیر ضامن بنا ہے تو صرف قرضخواہ کی اجازت لیکر جا سکتا ہے[6] اور اگر قرضہ فی الحال ادا کرنا ضروری نہیں بلکہ اس کی کچھ مدت مقرر ہے تو اس کو مقررہ مدت سے پہلے بلا اجازت سفر کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے خواہ مقررہ مدت میں سے تھوڑے ہی دن باقی رہ گئے ہوں اور تمام فقہا کے قول کے مطابق قرضخواہ کو اس کے روکنے کا کوئی حق نہیں ہے اور نہ ضامن کے پکڑنے کا حق ہے[7]

قرضہ ادا کرنا

اگر اس کے ذمہ کسی کا قرضہ ہو تو حتی الامکان اس کو ادا کرنا چاہئے اور جس قرضہ کو اس وقت ادا نہیں کر سکتا اس کی ادائیگی کا انتظام کر کے جائے اور کسی کو اس کی ادائیگی کا ذمہ دار بنا دے[8] اور جس قرضہ کا فی الحال ادا کرنا ضروری نہیں ہے بلکہ اس کی کوئی آئندہ کی میعاد ہے یعنی وہ دینِ مؤجل ہے تو اس کے لئے مستحب یہ ہے کہ کسی شخص کو مدتِ مقررہ پر اس کی ادائیگی کا ذمہ دار بنا کر سفر پر جائے اور اگر قرضخواہ نے بھی اسی سواری پر اس کے ساتھ سفر کیا اور راستہ میں میعادی قرضہ کی مدت پوری ہو گئی تو قرضخواہ کو یہ حق حاصل ہے کہ جب تک وہ قرضدار اس کا قرضہ ادا نہ کر دے سفر سے روک دے[9]

[1] غنیہ و بحر و ش و مقدمہ شرح اللباب ملتقطاً [2] غنیہ و ش و بحر ملتقطاً [3] غنیہ و بحر و فتح و مقدمہ شرح اللباب [4] ش تصرفاً [5] مقدمہ شرح اللباب و بحر و فتح و غنیہ [6] فتح و بحر و غنیہ [7] غنیہ عن نفقات قاضی خاں [8] مقدمہ شرح اللباب [9] غنیہ۔

اور اگر اس کے پاس اسقدر مال ہے کہ جس سے اس کا پورا قرضہ ادا ہو سکتا ہے تو پہلے اس کا قرضہ ادا کرنا واجب ہے جبکہ وہ قرضہ معجل ہو یعنی اس کا فی الحال ادا کرنا ضروری ہے اور اگر وہ قرضہ میعادی ہے تو اس قرضہ کا پہلے ادا کرنا واجب نہیں بلکہ افضل ہے [1]

مانگی ہوئی چیزوں اور امانتوں کا واپس کرنا

اگر کسی کی مانگی ہوئی کوئی چیز یا کوئی امانت اس کے پاس ہو تو اس کو واپس کر دے یا امانت رکھنے والے کی مرضی کے مطابق کوئی مناسب انتظام کر دے اور جس شخص کے ساتھ کسی چیز میں کوئی معاملہ و سابقہ رہا ہو یا کسی کے ساتھ نشست و برخاست رہی ہو اُن سب سے کہا سنا معاف کرا لے [2]

وصیت کرنا

جن لوگوں کو کچھ دینا ہے اور جن لوگوں سے کچھ لینا ہے اور جو قرضے اس کے ذمہ ہیں اور دیگر جو اس قسم کے امور ہوں اُن سب کے متعلق ایک وصیت نامہ لکھ دے اور کسی دیانتدار عادل شخص کو اپنا وصی (قائم مقام) مقرر کر دے تاکہ وہ اس کے مرنے کے بعد اس وصیت نامہ پر عمل کرائے [3]

مشورہ اور استخارہ کرنا

(۱) سفر پر روانہ ہونے سے پہلے کسی ہوشیار تجربہ کار دیندار شخص سے ضروریاتِ سفرِ حج اور وقت روانگی وغیرہ کے متعلق مشورہ کرے ——— (۲) حاکم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح اسناد کے ساتھ روایت کی ہے کہ اللہ تعالیٰ سے استخارہ کرنا اولادِ آدم کی سعادتمندی ہے اور استخارہ کو ترک کرنا اس کی بد نصیبی ہے اس لئے مسنون طریقہ پر استخارہ بھی کرے، استخارہ کے لئے دو رکعت نماز پڑھے پہلی رکعت میں الحمد شریف کے بعد سورۂ قل یا ایہا الکفرون پڑھے اور دوسری رکعت میں الحمد شریف کے بعد سورۂ قل ہو اللہ احد پڑھے اور سلام کے بعد استخارہ کی مشہور دعا پڑھے جو آگے آتی ہے یہ دعا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابۂ کرام کو تعلیم فرمائی تھی [4] ——— (۳) اللہ تعالیٰ سے استخارہ اس بارے میں کرے کہ سواری کا جانور خریدے یا کرایہ پر لے اور یہ کہ سمندر کے راستہ سے سفر کرے یا خشکی کے راستہ سے اور یہ کہ فلاں شخص کو رفیقِ سفر بنائے یا فلاں شخص کو وغیرہ، اگر حج فرض ہے تو نفسِ حج کے لئے مشورہ و استخارہ کرنے کی ضرورت نہیں ہے، کیونکہ وہ تو خیر ہی ہے ع "درکارِ خیر حاجتِ ہیچ استخارہ نیست" ـــ فرض، واجب اور مکروہات میں استخارہ کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے [5] لیکن اگر حج نفل ہے تو نفسِ حج کے لئے بھی مشورہ و استخارہ کرلے۔ قرآن شریف وغیرہ سے فال نہ لے کیونکہ اس بارے میں علما کا اختلاف ہے بعض نے اس کو مکروہ کہا ہے اور بعض نے اس کی اجازت دی ہے اور بعض مالکی علما نے اس کے حرام ہونے پر نص کی ہے، کرمانی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ استخارہ کی نماز سات دفعہ یعنی سات روز تک ادا کرے اور اگر تین دفعہ تک پڑھی تب بھی اچھا ہے اور یہ ادنیٰ درجہ ہے اور جب استخارہ کر چکے تو جس طرف اس کے دل کا رجحان غالب ہو جائے اس پر عمل کرلے [6]۔ استخارہ میں اصل چیز یہی ہے کہ تردد رفع ہو جائے اور ایک جانب کو ترجیح ہو جائے، خواب میں کسی بات کا ظاہر ہونا وغیرہ ضروری نہیں ہے۔ (مسائلِ استخارہ کی مزید تفصیل عمدۃ الفقہ کی کتاب الصلوٰۃ میں گزر چکی ہے اس میں ملاحظہ فرمائیں، مؤلف)

دعائے استخارہ یہ ہے:۔ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْتَخِیْرُکَ بِعِلْمِکَ وَاَسْتَقْدِرُکَ بِقُدْرَتِکَ وَاَسْئَلُکَ مِنْ فَضْلِکَ

[1] لباب و شرحہ من آخر شرائط الحج و غنیہ [2] مقدمہ شرح اللباب غنیہ [3] ایضاً [4] مقدمہ شرح اللباب بزیادۃ عن ع وغیرہ [5] رد و غنیہ ملتقطاً [6] غنیہ

الْعَظِیْمِ فَاِنَّکَ تَقْدِرُ وَلَا اَقْدِرُ وَتَعْلَمُ وَلَا اَعْلَمُ وَاَنْتَ عَلَّامُ الْغُیُوْبِ ۰ اَللّٰھُمَّ اِنْ کُنْتَ تَعْلَمُ اَنَّ ھٰذَا الْاَمْرَ خَیْرٌ لِّیْ فِیْ دِیْنِیْ وَمَعَاشِیْ وَعَاقِبَۃِ اَمْرِیْ وَعَاجِلِہٖ وَاٰجِلِہٖ فَاقْدِرْہُ لِیْ وَیَسِّرْہُ لِیْ ثُمَّ بَارِکْ لِیْ فِیْہِ وَاِنْ کُنْتَ تَعْلَمُ اَنَّ ھٰذَا الْاَمْرَ شَرٌّ لِّیْ فِیْ دِیْنِیْ وَمَعَاشِیْ وَعَاقِبَۃِ اَمْرِیْ وَعَاجِلِہٖ وَاٰجِلِہٖ فَاصْرِفْہُ عَنِّیْ وَاصْرِفْنِیْ عَنْہُ وَ اقْدِرْ لِیَ الْخَیْرَ حَیْثُ کَانَ ثُمَّ رَضِّنِیْ بِہٖ، دونوں جگہ ھٰذَا الْاَمْرَ کہتے وقت اپنے کام کو دل میں یاد کرے یا زبان سے اپنے مقصد کا ذکر کرے

رفیقِ سفر بنانا سفر کے لئے ایک یا زیادہ ایسے ساتھی تلاش کرنے چاہئیں جو صالح عاقل پرہیزگار ہوں اور جو پہلے بھی حج کا سفر کر چکے ہوں، اچھے اخلاق والے ہوں، نیک کاموں میں شوق اور دلچسپی رکھنے والے اور بُرے کاموں سے نفرت کرنے والے ہوں، اللہ تعالیٰ کی طاعت و عبادت میں اس کے لئے مددگار رہیں، برائیوں اور گناہوں سے اس کو روکنے والے ہوں، اگر یہ کسی کام کو بھول جائے تو وہ یاد دلا دیں اور اگر گھبراہٹ اور پریشانی لاحق ہو تو وہ صبر دلائیں اور جب کسی کام سے عاجز ہو تو وہ اس کی مدد کریں، اگر ان اوصاف والا شخص عالم باعمل مل جائے تو بہت ہی اچھا ہے تاکہ ہر قسم کے مسائل خصوصاً احکام حج میں مدد ملتی رہے اور اس کی نیک صحبت سے فیضیاب ہوتا رہے۔ رفیق سفر کا اجنبی ہونا رشتہ دار ہونے سے زیادہ بہتر ہے کیونکہ سفر میں اکثر طبیعتوں کے مختلف ہونے کی وجہ سے آپس میں کشیدگی پیدا ہو جاتی ہے جس سے قطع تعلق تک نوبت پہنچ جاتی ہے، اگر رشتہ دار کے ساتھ ایسی نوبت آئے گی تو قطع رحمی لازم آئے گی جو سخت گناہ ہے بخلاف اجنبی کے کیونکہ اس سے سہولت کے ساتھ علیحدگی ہو سکتی ہے البتہ اگر اپنے اوپر یا رشتہ دار رفیقِ سفر پر اس بات کا اطمینان ہو کہ ایسی نوبت نہیں آئے گی تو مضائقہ نہیں [1]

امیرِ قافلہ بنانا جب چند آدمی مل کر سفر کریں تو اپنے قافلہ میں سے کسی دیندار، سمجھدار، ہوشیار، تجربہ کار، صائب الرائے متحمل مزاج (بُردبار) جفاکش، متواضع شخص کو امیر قافلہ بنا لینا چاہئے اور سب کو اس کی اطاعت کرنی چاہئے قریشی ہو تو افضل ہے۔ حدیث شریف میں اس کے متعلق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے عن ابی سعید الخدری رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اِذَا کَانَ ثَلَاثَۃٌ فِیْ سَفَرٍ فَلْیُؤَمِّرُوْا اَحَدَھُمْ رواہ ابوداود۔ المشکوٰۃ۔ یعنی ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تین آدمی بھی سفر میں ہوں تو اُن کو چاہئے کہ اپنے میں سے ایک آدمی کو امیر قافلہ بنا لیں، اس کو ابوداؤد نے روایت کیا ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا عام معمول تھا کہ جب کوئی قافلہ روانہ ہوتا تو ان میں سے کسی ایک کو امیر بنا دیتے۔ پھر جو شخص امیر بنے اس کو بھی چاہئے کہ امارت کے حقوق و آداب کی رعایت کرے، رفقا کے احوال کی خبرگیری کرنا، ان کے سامان کی نگرانی کے اسباب مہیا کرنا، ان کو آرام و راحت پہنچانا امیر کی ذمہ داری ہے۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے سَیِّدُ الْقَوْمِ خَادِمُھُمْ یعنی قوم کا سردار (سفر میں) قوم کی خدمت کرنے والا ہوتا ہے [2]

---

[1] مقدمہ شرح اللباب و بحر و ع و غنیہ ملتقطاً و زیادۃً [2] فضائل حج و معلم الحجاج بتصرف۔

حج کے مسائل سیکھنا

حج کرنے والے کے لئے حج پر جانے سے پہلے حج و عمرہ کے مسائل و کوائف اور سفر میں پیش آنے والے نماز وغیرہ کے مسائل کا سیکھنا واجب ہے (اس لئے جب ارادہ ہو جائے یا سفر شروع کرے تو اسی وقت سے مسائل معلوم کرنے میں لگ جائے، کسی معتبر عالم سے دریافت کرتا رہے، امیر الحاج لکھتے ہیں کہ سب سے اہم چیز ان مسائل کا معلوم کرنا ہے جو حج کو جانے سے قبل اور روانگی کے بعد اور حج کے دوران پیش آتے ہیں ان کا علم حاصل کرنا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر شخص پر فرض کیا ہے اس لئے حج کے فرائض و سنن و حرام و مکروہ اور مسنون طریقہ پر حج و عمرہ و زیارات مقدسہ کی کیفیت کا معلوم کرنا ضروری ہے) حج و مناسک کے متعلق معتبر جامع اور واضح کتابیں اس مبارک سفر میں اپنے ساتھ رکھے اور ان کو ہمیشہ بار بار مطالعہ کرتا رہے اور جو بات سمجھ میں نہ آئے کسی معتبر عالم سے سمجھ لیا کرے، معمولی لکھے پڑھے اور عام لوگوں پر بھروسہ نہ کرے بلکہ مکہ مکرمہ میں جو معلم لوگ حج کرانے والے ہوتے ہیں اُن پر بھی اعتماد نہ کرے کیونکہ یہ لوگ اکثر مسائل حج سے پوری طرح واقف نہیں ہوتے اور اگر اُن کو وہ مسائل معلوم بھی ہوں تو اہتمام نہیں کرتے اس لئے جہاں تک ہو سکے مسئلہ کی تحقیق کسی معتبر عالم سے ہی کیا کرے اور ہو سکے تو ایسے عالم کی صحبت اختیار کرے جو اس کو مسائل سکھاتا رہے [1]

حسنِ معاملہ

(۱) اپنا وہ اسباب جو سواری پر لادتا ہے (تھوڑا ہو یا زیادہ اور چھوٹا ہو یا بڑا) سواری کرایہ پر دینے والے (سواری کے مالک) کو دکھا لینا اور اس کی رضامندی حاصل کر لینی چاہئے اور اس دکھائے ہوئے سامان کے علاوہ اور سامان سواری والے کی اجازت کے بغیر سواری پر نہ لادے [2] اور اگر اونٹ کے مالک سے اونٹ پر مثلاً سو پونڈ وزن لادنے کا کرایہ طے ہوا تو اس میں سے جسقدر اس نے کھا لیا اس کا عوض ترک کر دے اور عقدِ اجارہ میں سوار ہونے والے اشخاص کا تعین کر لینا ضروری ہے یا یوں طے کرے کہ مجھے اختیار ہے جس کو چاہوں سوار کر لوں لیکن اگر یوں کہا کہ میں سوار ہونے کے لئے یہ جانور کرایہ پر لیتا ہوں تو یہ اجارہ فاسد ہے [3] ——— (۲) جانور پر اس کی طاقت سے زیادہ بوجھ لادنے سے پرہیز کرے [4] اور اس کی عادت کے مطابق گھاس دانہ دیتے ہیں بلا ضرورت کمی نہ کرے اگرچہ وہ جانور خود اس کی ملکیت ہو [5] اگر اونٹ کا مالک اونٹ پر اس کی طاقت سے زیادہ بوجھ لادے تو کرایہ پر لینے والے کو لازم ہے کہ اُس کو اس فعل سے منع کرے اور نیز زیادہ عمر کے یعنی بوڑھے جانور پر سوار ہونا مکروہ ہے [6] مستحب ہے کہ صبح و شام یا دوسرے وقت میں کبھی کبھی اپنی سواری کے جانور سے اُتر جایا کرے خاص کر گھاٹیوں اور بلندیوں میں اُترتے چڑھتے وقت اُتر جایا کرے اور اس طرح اس کو آرام دیا کرے کیونکہ یہ سنت ہے اور سلفِ صالحین کا طریقہ ہے پس سواری کے جانور اور اس کے مالک سب کے حقوق کی رعایت ضروری ہے راستہ میں کچھ دیر کے لئے سواری سے اُتر جانے سے سواری کو آرام مل جاتا ہے اور سواری کے مالک کا دل خوش ہو جاتا ہے [7] سواری کے جانور کی پیٹھ پر سونے سے پرہیز کرے کیونکہ سونے کی حالت میں آدمی کا وزن زیادہ ہو جاتا ہے۔ متقی اور پرہیزگار حضرات سواری کے جانور پر لیٹ کر سونے سے بھی احتراز کرتے تھے اونگھ یا قدرے نیند آ جانے کا مضائقہ نہیں، سواری کے جانور پر عرف

---

[1] مقدمہ شرح اللباب و غنیہ ملتقطاً و زیادۃ [2] فتح و بحر و غنیہ و احیاء و مقدمہ شرح اللباب ملتقطاً [3] غنیہ [4] ع و غنیہ و بحر [5] بحر و ع [6] غنیہ [7] احیاء و غنیہ ملخصاً

عادت کے مطابق بیٹھنا چاہئے [1] ریل موٹر وغیرہ کے سفر میں بھی اپنے حق سے زیادہ سامان کرایہ وغیرہ ادا کئے بغیر چھپا کر لیجانا جائز نہیں ہے [2] سواری کو بھوکا پیاسا نہ رکھے، جب ایسی جگہ پہنچے جہاں مباح (غیر مملوکہ) گھاس بہت اُگی ہوئی ہو تو سواری کی باگ ڈھیلی کر دے تاکہ وہ چر لے [3] ——— (۳) اپنے زادِ راہ (توشہ) میں کسی کو شریک نہ کرے [4] کیونکہ اس سے اکثر آپس میں جھگڑا پیدا ہو جاتا ہے اور پھر رنجش پیدا ہو جاتی ہے جس کا دُور ہونا مشکل ہو جاتا ہے [5] لیکن اگر ساتھی آپس میں درگذر کرنے والے اور بامروت ہوں تو شرکت کا مضائقہ نہیں [6] شرکت کی صورت میں مستحب یہ ہے کہ اپنے حق سے کم پر اکتفا کیا جائے، تاہم مستحب یہ ہے کہ کسی کو مطلقاً شریک نہ بنائے کیونکہ اس میں اس کے لئے زیادہ سلامتی ہے اور اس لئے بھی کہ شرکت کے باعث نیکی و صدقہ و خیرات کے کاموں میں خرچ کرنے سے رُک جاتا ہے کہ شرکاء کی اجازت کے بغیر خرچ نہیں کر سکتا اور اگر اس کے شریک اجازت بھی دیدیں تو ان کی رضامندی ہر وقت قائم رہنے کا بھروسہ نہیں ہے [7] اور اگر یہ معلوم نہ ہو کہ اس کے شریک درگذر کرنے والے ہیں اور شرکت کرلے تو حق تلفی سے بچنے کا طریقہ یہ ہے کہ شرکاء آپس میں ایک دوسرے سے حق معاف کرا لیا کریں [8] ساتھیوں کا باری باری سے مثلاً ایک ایک دن ایک دوسرے کے دسترخوان پر اکٹھے ہو کر کھانا جائز بلکہ مستحسن ہے [9] یعنی اس طرح کرنا کہ ایک ایک روز ایک ایک رفیق سب رفقا کو کھانا کھلائے زیادہ اچھا ہے [10] اگر یہ اعتماد ہے کہ ساتھیوں میں سے کسی کو دوسرے ساتھی کا زیادہ کھانا ناگوار نہیں ہوگا تو حصہ سے زیادہ کھانے کا مضائقہ نہیں ہے اور اگر یہ اعتماد نہ ہو تو اپنے حصہ سے زیادہ نہ کھائے اور اس کا ربوٰ (سود) کے معاملہ سے کوئی تعلق نہیں ہے کیونکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اس طرح زادِ راہ میں شریک ہونے کے بارے میں صحیح احادیث وارد ہیں اور اسی طرح بہتر یہ ہے کہ سواری میں بھی کسی دوسرے کو شریک نہ بنائے [11]

کن چیزوں کا سفر میں ساتھ لینا مستحب ہے

سفر پر روانہ ہوتے وقت دس چیزیں اپنے ہمراہ لینا مستحب ہے وہ یہ ہیں: (۱) سرمہ دانی مع سلائی۔ (۲) آئینہ (۳) کنگھی (۴) سوئی (۵) دھاگا (۶) مسواک (۷) قینچی (۸) چھری (۹) اُسترا (۱۰) عصا [12]۔ وضو کا برتن (لوٹا وغیرہ) ساتھ لینا بھی مستحب ہے [13]۔

مزید ضروریاتِ سفر کا بیان

نیز کچھ دراہم (ریال روپے وغیرہ دونوں ملکوں کا سکہ مروجہ، مؤلف) اپنے ہمراہ لے کیونکہ سفر میں بہت سے حوادث پیش آتے رہتے ہیں اور بعض وقت کوئی ایسا اہم امر پیش آجاتا ہے کہ اس وقت دراہم (روپیہ و ریال وغیرہ) کے بغیر کام نہیں بنتا کیونکہ یہ ضروریات کو پورا کرنے کا ذریعہ ہے [14] اس سفر میں جہاں تک ہو سکے بہت مختصر اور بقدرِ ضرورت سامان لینا چاہئے پس موسم کے لحاظ سے چند جوڑے کپڑے، مختصر بستر جس میں بچھانے کے لئے کم چوڑائی کے گدیلے کا ہونا مناسب ہے، احرام کی چادریں، جائے نماز، قرآن شریف یا حمائل شریف، احکام حج کے رسائل، چاقو، صابن، گلاس، پیالہ، رکابی، پنسل فاؤنٹین پین وغیرہ، یادداشت و حساب لکھنے کے لئے سادہ کاغذوں کی چھوٹی سی کاپی، چند کارڈ

[1] غنیہ [2] فضائل حج [3] ضمیمہ شرح اللباب [4] بحر در ع و غنیہ [5] معلم و زیارت حرمین [6] غنیہ و بحر [7] غنیہ [8] غنیہ و بحر [9] غنیہ۔
[10] ع [11] غنیہ [12] مقدمہ شرح اللباب و انیس المسافرین [13] انیس المسافرین [14] مقدمہ شرح اللباب۔

لفافے ٹکٹ و کاغذ، چٹائی، رنگ قلم برش، بڑا رومال، صابن، ہنگامی ضرورت کے لئے ادویہ، تیل، پانی کی سفری بوتل، گرمی کا موسم ہو تو پنکھا، چھتری، گھڑی و قطب نما تاکہ نماز کا وقت اور سمت معلوم کر سکے، قفل، استنجا کے لئے کچھ ڈھیلے یا کپڑے کی کترنیں یا کچھ پرانا کپڑا، مختصر سا پکا ہوا ناشتہ یا بھنی ہوئی دال نخود، ستو، کھجور وغیرہ ساتھ لے لے تاکہ بوقت ضرورت کام آئے، پانی رکھنے کیلئے بالٹی یا کنستر (یا ڈرم) صراحی، مچھر دانی، دھوپ کا چشمہ، بیٹری، تسلی، سوا موٹر پر سامان باندھنے کے لئے رسی، اور جو ضروری اشیا مناسب سمجھے ساتھ لے لے ایک چھوٹا مضبوط بکس بھی مع تالہ کے لے لے بعض وقت اس کی ضرورت پڑ جاتی ہے، ناخن تراش بھی لے لے تو اچھا ہے، عرب کے نائی ناخن نہیں بناتے، چاقو اور قینچی سے بھی یہ کام ہو سکتا ہے [1]

دیگر امور جن کا خیال رکھنا چاہئے

(۱) سفر میں اتباعِ شریعت کا بہت خیال رکھنا چاہئے کیونکہ اگر عبادت میں بھی معصیت شامل ہوتی رہی تو پھر معصیت سے بچنے کا کونسا وقت ہوگا مثلاً ریل گاڑی میں مقدارِ معین سے زیادہ اسباب بلا کرایہ ہرگز نہ لے جایا جائے، قلی وغیرہ کی مزدوری یا تو پہلے سے طے کر لی جائے یا عُرف اور ریلوے کے قانون کے مطابق پوری اُجرت ادا کی جائے، طے کر لینے کے بعد کم ہرگز نہ دیا جائے، زیادہ دینے میں کچھ حرج نہیں بلکہ ثواب ہوگا، جہاز پر سامان وغیرہ چڑھانے اُتارنے کے لئے قلی مقرر ہوتے ہیں اُن سے معاملہ طے کر لینا چاہئے، اگرچہ سامان چڑھانے اور اُتارنے کی اُجرت ٹکٹ کی قیمت کے ساتھ وصول کر لی جاتی ہے پھر بھی اکثر قلی پریشان کرتے ہیں اور مزید اُجرت لئے بغیر سامان نہیں چڑھاتے اس لئے حسب ضرورت ایک دو قلی سے معاملہ طے کر لینا چاہئے تاکہ احتیاط سے آپ کا سارا سامان اوپر چڑھا دیں اور جگہ بھی حسب منشا بنا دیں، قلی جہاز پر پہلے پہنچ جاتے ہیں اور حاجی لوگ ڈاکٹری معائنہ وغیرہ سے فارغ ہو کر جہاز پر چڑھتے ہیں اس لئے قلی کا نام اور نمبر معلوم کر کے نوٹ کر لیا جائے اور خود بھی ہوشیاری سے کام لے صرف قلی پر بھروسہ نہ کرے کیونکہ ایک قلی بہت سے حاجیوں سے معاملہ کر لیتا ہے اور سب کا کام کرتا ہے اس لئے سب کے حسبِ منشا جگہ بنا دینا مشکل ہوتا ہے [2]

(۲) نمازوں کا نہایت درجہ اہتمام رکھے اور وقت پر پابندی سے ادا کرتا رہے، بہت سے حاجی سفر کی مشقت اور کاہلی و کم ہمتی سے اس میں سستی کرتے بلکہ قضا کر دیتے ہیں یہ بہت بڑا گناہ ہے [3] ایک فرض یعنی حج کی ادائیگی کا ارادہ کرتے ہیں اور روزانہ پانچ فرض ترک کر دیتے ہیں، نماز کو بلا عذرِ شدید قضا کرنا نہایت سخت گناہ ہے اکثر لوگ تو سفر میں نماز بالکل ہی ترک کر دیتے ہیں، بعض لوگ مسائل سے واقف نہ ہونے کی وجہ سے اس گناہِ عظیم کے مرتکب ہوتے ہیں اور بعض موٹر ڈرائیور کے ڈر سے موٹر کو نہیں رکوا سکتے ایسے لوگوں کو ہمت سے کام لینا چاہئے، اگر سب حاجی متفق ہو کر ڈرائیور کو کہیں پھر بھی نہ مانے یا کوئی خطرہ ہو تو جس طرح ہو سکے موٹر میں نماز پڑھ لی جائے [4] اگر رات کے سفر کی وجہ سے آخری رات ہو جائے تو لیٹ کر نہ سوئے بلکہ کہنی کھڑی کر کے اس پر ٹیک لگا کر سوئے ایسا نہ ہو کہ لیٹ کر سونے سے غفلت کی نیند آ جائے اور صبح کی نماز فوت ہو جائے کیونکہ نماز کی فضیلت حج کی فضیلت سے زیادہ ہے [5] علماء نے لکھا ہے کہ راستہ میں نماز کو اپنے اوقات میں ادا کرنے پر قدرت ہونا

---

[1] معلم وغیرہ زیادۃ [2] معلم بتصرف [3] فضائل حج و معلم بزیادۃ [4] معلم ملخصاً [5] فضائل حج عن اتحاف۔

حج کی شرائط میں سے ہے اگر راستہ ایسا بن جائے کہ نماز ادا کرنے کا وقت نہیں مل سکتا تو حج کی فرضیت نہیں رہتی [1] ——— (۳) حتی الوسع اللہ تعالیٰ کی یاد میں مشغول رہے اور زیادہ وقت علیحدگی میں گذارے، تلاوتِ قرآن مجید و تسبیح و تحمید و تہلیل و درود شریف اور دیگر وظائف میں مشغول رہے [2] ——— (۴) گناہوں سے بچنے کی بہت اہتمام سے کوشش کرے [3] جھوٹ نہ بولے، فضول باتیں نہ کرے، غصہ اور لڑائی جھگڑے سے بہت بچتا رہے [4] رشوت دینے سے حتی الوسع بچتا رہے اور جبتک مجبور نہ ہوجائے رشوت نہ دے کیونکہ یہ حرام ہے حتی کہ بعض علما نے لکھا ہے کہ ٹیکس دینے کی وجہ سے حج نفل کا چھوڑ دینا اولیٰ ہے کیونکہ ٹیکس دینے میں ظالموں کی اعانت ہے [5] ——— (۵) کسی رفیق کی چیز اس کی اجازت و رضامندی کے بغیر استعمال نہ کرے [6] رفقاء و خدام اور اونٹ والے اور ڈرائیور وغیرہ سے سختی اور لڑائی جھگڑا نہ کرے، اگر کوئی سائل سوال کرے یا کوئی بلا خرچ سفر کرنے والا کچھ مانگے تو اس کو برا بھلا نہ کہے اگر ہو سکے تو اس کی امداد کر دے ورنہ اچھے طریقے سے اس کو جواب دیدے اور اس کے لئے دعا کرے، راستہ میں نہایت وقار اور سکون سے رہنا چاہئے اور بیہودہ باتوں سے پرہیز کرنا چاہئے تنہا سفر کرنا مکروہ ہے اس لئے تنہا سفر نہ کرے سب کے ساتھ چلے، ہر کام کرنے سے پہلے اہتمام کے ساتھ معلوم کر لے کہ جائز ہے یا نہیں، ساتھیوں کے ساتھ اخلاق سے پیش آئے اُن کی ہر کام میں مدد کرے اور دوسرے لوگوں کی بھی جہاں تک ہو سکے خدا واسطے خدمت کرے اس کا بڑا اجر ہے [7] ——— (۶) اس مبارک سفر میں جو کچھ خرچ کرے نہایت بشاشت اور فراخدلی سے خرچ کرے، اس مبارک سفر کے اخراجات میں تنگ دلی ہرگز نہیں ہونی چاہئے، اس مبارک سفر میں ایک روپیہ خرچ کرنا سات سَو روپے کے برابر ہے ایسی حالت میں جو پیسہ اس مبارک سفر میں خرچ ہو جائے وہ اجر ہی اجر ہے اس سے یہ مقصود نہیں کہ اسراف کیا جائے لیکن یہ ضرور ہے کہ ہر خرچ کی زیادتی اسراف نہیں ہے بلکہ اسراف بے محل خرچ کرنا ہے، وہاں کے مزدوروں اور اونٹ والوں پر اور مکانات کے کرایوں میں جو خرچ کیا جائے اگر اس میں ان لوگوں کی اعانت کی نیت بھی شامل کر لی جائے تو پھر کوئی بھی خرچ بار نہیں [8] ——— (۷) سارے سفر میں تنعم اور زیب و زینت کے اسباب سے بچے کیونکہ یہ سفر عاشقانہ سفر ہے معشوقانہ نہیں ہے، خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے اَلْحَاجُّ اَلشَّعِثُ التَّفِلُ (یعنی حاجی وہ ہے جو بکھرے ہوئے بالوں والا میلا کچیلا ہو) سارا سفر نہایت ذوق و شوق اور عاشقانہ و والہانہ جذبہ سے طے کرے اور اللہ تعالیٰ کی ذات سے امید رکھے کہ جب دنیا میں اس نے اپنے مکان کی زیارت کی سعادت نصیب فرمائی ہے تو آخرت میں بھی اپنے دیدار سے محروم نہیں فرمائے گا [9] ——— (۸) اس سفر میں جو مشقتیں اور تکلیفیں پہنچیں ان کو نہایت خندہ پیشانی اور بشاشت سے برداشت کرے ہرگز اُن پر ناشکری اور بے صبری کا اظہار نہ کرے، علمائے لکھا ہے کہ اس سفر میں بدن کو کسی قسم کی تکلیف پہنچنا بھی اللہ تعالیٰ کے راستہ میں خرچ کرنے کے قائم مقام ہے [10] کہ جیسے مال خرچ کرنا مالی صدقہ ہے یہ جانی صدقہ ہے [11] ——— (۹) اپنی ہر عبادت میں اللہ تعالیٰ کے لطف و کرم سے قبول ہونے کی پکی امید رکھے وہ بڑا کریم ہے اور اس کے کرم کا ہر شخص کو امیدوار رہنا چاہئے مگر اس امید میں گھمنڈ کا شائبہ ہرگز

[1] فضائل حج [2] زیارت حرمین [3] فضائل حج عن اتحاف [4] [5] فضائل حج عن احیاء [6] [7] معلم [8] تعرف [9] فضائل حج [10] اتحاف

[11] فضائل حج۔

نہ آئے بلکہ اپنے اعمال کے قصور کی وجہ سے اسی کا مستحق سمجھے کہ قابلِ قبول نہیں ہے، حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین یہ سمجھتے تھے کہ ہمارے اعمال کا باطن ایسا بہتر نہیں ہے جیسا ظاہر ہے اس سے ان حضرات کو اپنے اوپر نفاق کا خوف ہو جاتا تھا ۱

گھر سے سفرِ حج پر روانگی

گھر سے روانگی

(۱) مستحب یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت کی نیت سے پنجشنبہ (جمعرات) کے روز گھر سے روانہ ہو ۲ اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع میں جمعرات کے روز سفر شروع فرمایا تھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اکثر جمعرات ہی کو سفر فرماتے تھے ۳ آپ جمعرات کے روز سفر پر روانہ ہونے کو پسند فرماتے تھے جیسا کہ بخاری شریف میں حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ۴، اگر جمعرات کو نہ ہو سکے تو پیر کی صبح سے سفر شروع کیا جائے ۵ اسی روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ معظمہ سے ہجرت فرمائی تھی ۶، یا جمعہ کے روز جمعہ کی نماز کے بعد سفر شروع کیا جائے جیسا کہ درمختار میں اس کا ذکر ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: فَإِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوْا فِي الْأَرْضِ الآیہ (یعنی جب تم نماز جمعہ سے فارغ ہو جاؤ تو زمین پر پھیل جاؤ) ۷۔ نیز شروع مہینے میں اور دن کے اول حصہ میں سفر شروع کرے ۸ اس لئے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی لشکر کو جہاد پر روانہ فرماتے تھے تو دن کے اول حصہ میں روانہ فرماتے تھے الحدیث ۹ ویسے ہفتہ کے کسی بھی دن سفر کرنا مکروہ نہیں ہے ۱۰ یوں بھی اب حج کا سفر اپنے اختیار کا نہیں رہا حکومت جس روز اور جس وقت چاہے بھیجتی ہے ۱۱

(۲) گھر سے اس مبارک سفر پر اس طرح روانہ ہو جیسے کوئی دنیا سے آخرت کی طرف سفر کرتا ہے ۱۲

(۳) مستحب یہ ہے کہ گھر سے نکلنے سے پہلے اپنے گھر میں دو رکعت نماز نفل پڑھے، اسی طرح محلہ کی مسجد میں بھی دو رکعت نفل پڑھے پہلی رکعت میں الحمد کے بعد سورۃ الکٰفرون اور دوسری رکعت میں سورۃ قل ہو اللہ احد پڑھے اور سلام پھیرنے کے بعد آیۃ الکرسی اور سورۃ لایلاف وسورۃ الاخلاص ومعوذتین یعنی سورۃ الفلق وسورۃ الناس ایک ایک بار پڑھے اور اللہ تعالیٰ سے اعانت وتوفیق وسہولت کی دعا مانگے اور یہ دعا پڑھے: اَللّٰهُمَّ أَنْتَ الصَّاحِبُ فِي السَّفَرِ وَالْخَلِيْفَةُ فِي الْأَهْلِ وَالْمَالِ وَالْوَلَدِ وَالْأَصْحَابِ وَالْإِخْوَانِ اِحْفَظْنَا وَإِيَّاهُمْ مِنْ كُلِّ اٰفَةٍ وَّعَاهَةٍ، اَللّٰهُمَّ إِنَّا نَسْئَلُكَ فِي سَفَرِنَا هٰذَا الْبِرَّ وَالتَّقْوٰى وَمِنَ الْعَمَلِ مَا تُحِبُّ وَتَرْضٰى اَللّٰهُمَّ إِنَّا نَسْئَلُكَ أَنْ تَطْوِيَ لَنَا الْأَرْضَ وَتُهَوِّنَ عَلَيْنَا السَّفَرَ وَتَرْزُقَنَا فِي سَفَرِنَا هٰذَا السَّلَامَةَ فِي الْعَقْلِ وَالدِّيْنِ وَالْبَدَنِ وَالْمَالِ وَالْوَلَدِ وَتُبَلِّغَنَا حَجَّ بَيْتِكَ الْحَرَامِ وَزِيَارَةَ نَبِيِّكَ عَلَيْهِ أَفْضَلُ الصَّلٰوةِ وَالسَّلَامِ، اَللّٰهُمَّ إِنِّيْ لَمْ أَخْرُجْ أَشَرًا وَّلَا بَطَرًا وَّلَا رِيَاءً وَّلَا سُمْعَةً بَلْ خَرَجْتُ اتِّقَاءَ سَخَطِكَ وَابْتِغَاءَ مَرْضَاتِكَ وَقَضَاءً لِفَرْضِكَ وَاتِّبَاعًا لِسُنَّةِ نَبِيِّكَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَشَوْقًا إِلٰى لِقَائِكَ، اَللّٰهُمَّ فَتَقَبَّلْ ذٰلِكَ مِنِّيْ وَصَلِّ

۱ فضائل حج ملخصاً ۲ ع ۳ غنیہ ۴ مشکوٰۃ ج ۳ آداب السفر ۵ ع و غنیہ وغیرہا ملتقطاً ۶ غنیہ ۷ ع و غنیہ ۸ مشکوٰۃ ۹ غنیہ ۱۰ معلم ۱۱ ع ۱۲ ع و غنیہ ۱۳ فضائل حج الخ

عَلٰی اَشْرَفِ عِبَادِکَ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَصَحْبِہِ الطَّیِّبِیْنَ الطَّاھِرِیْنَ اَجْمَعِیْنَ ۔[1] اور جب جائے نماز سے اٹھے تو یہ دعا پڑھے: اَللّٰھُمَّ اِلَیْکَ تَوَجَّھْتُ وَبِکَ اعْتَصَمْتُ اَللّٰھُمَّ اکْفِنِیْ مَا اَھَمَّنِیْ وَمَا لَا اَھْتَمُّ بِہٖ اَللّٰھُمَّ زَوِّدْنِی التَّقْوٰی وَاغْفِرْ لِیْ ذَنْبِیْ ۔ اس کو ابن ماجہ نے ذکر کیا ہے[2] اور انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سفر پر روانہ ہونے کا ارادہ فرماتے تو جہاں تشریف فرما ہوتے وہاں سے اٹھتے وقت یہ دعا پڑھتے تھے: اَللّٰھُمَّ بِکَ انْتَشَرْتُ وَاِلَیْکَ تَوَجَّھْتُ وَبِکَ اعْتَصَمْتُ وَعَلَیْکَ تَوَکَّلْتُ اَنْتَ ثِقَتِیْ وَاَنْتَ رَجَائِیْ، اَللّٰھُمَّ اکْفِنِیْ مَا اَھَمَّنِیْ وَمَا لَا اَھْتَمُّ بِہٖ وَمَا اَنْتَ اَعْلَمُ بِہٖ مِنِّیْ، عَزَّ جَارُکَ وَجَلَّ ثَنَاؤُکَ وَلَا اِلٰہَ غَیْرُکَ، اَللّٰھُمَّ زَوِّدْنِی التَّقْوٰی وَاغْفِرْ لِیْ ذُنُوْبِیْ وَوَجِّھْنِیْ اِلَی الْخَیْرِ اَیْنَمَا کُنْتُ وَحَیْثُمَا تَوَجَّھْتُ، اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنْ وَّعْثَاءِ السَّفَرِ وَکَاٰبَۃِ الْمُنْقَلَبِ وَالْحَوْرِ بَعْدَ الْکَوْرِ وَسُوْءِ الْمَنْظَرِ فِی الْاَھْلِ وَالْمَالِ[3]

اور جب اپنے گھر کے دروازے سے باہر نکلے تو سورۃ انا انزلنٰہ فی لیلۃ القدر پڑھے پھر یہ دعا پڑھے، بِسْمِ اللّٰہِ اٰمَنْتُ بِاللّٰہِ تَوَکَّلْتُ عَلَی اللّٰہِ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ اَلتُّکْلَانُ عَلَی اللّٰہِ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنْ اَنْ اَضِلَّ اَوْ اُضَلَّ اَوْ اَزِلَّ اَوْ اُزَلَّ اَوْ اَظْلِمَ اَوْ اُظْلَمَ اَوْ اَجْھَلَ اَوْ یُجْھَلَ عَلَیَّ ۔ اور اس دعا کا پڑھنا ہر اس شخص کے لئے مستحب ہے جو اپنے گھر سے باہر نکلے اور یہ متعدد صحیح حدیثوں سے جمع کی گئی ہے[4] ——— یا گھر سے باہر نکلتے وقت یہ دعا پڑھے بِسْمِ اللّٰہِ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ تَوَکَّلْتُ عَلَی اللّٰہِ اَللّٰھُمَّ وَفِّقْنِیْ لِمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰی وَاحْفَظْنِیْ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ[5]

(۴) مستحب یہ ہے کہ روانگی کے وقت اپنے اہل وعیال، عزیز واقارب، پڑوسیوں اور دوست احباب وغیرہ سے مل کر رخصت ہو اور چلتے وقت اُن سے معافی مانگے اور دعا کی درخواست کرے اور ہر شخص سے ہر وقت دعا کرتے رہنے کے لئے کہے کیونکہ وہ نہیں جانتا کہ کس کی دعا اس کے حق میں قبول ہو جائے اور جب دعا کی درخواست کرنے والے کے لئے کوئی دوسرا آدمی ایسی زبان سے دعا کرتا ہے جس سے خدا کی نافرمانی نہ کی ہو تو وہ قبولیت کے بہت قریب ہوتی ہے اس مقصد کے لئے روانگی کے وقت عازم حج کو خود لوگوں کے پاس جانا چاہئے اور جب حج سے واپس آئے تو ملنے اور دعا کی درخواست کے لئے لوگوں کو خود اس کے پاس آنا چاہئے[6]

(۵) جب کسی کو رخصت کرے تو دونوں ایک دوسرے کے لئے یہ دعا پڑھیں: اَسْتَوْدِعُ اللّٰہَ دِیْنَکَ وَاَمَانَتَکَ وَخَوَاتِیْمَ عَمَلِکَ وَغَفَرَ ذَنْبَکَ وَیَسَّرَ لَکَ الْخَیْرَ حَیْثُمَا کُنْتَ ۔ اور رخصت کرنے والا یہ الفاظ بھی کہے، فِیْ حِفْظِ اللّٰہِ وَکَنَفِہٖ زَوَّدَکَ اللّٰہُ التَّقْوٰی وَجَنَّبَکَ الرَّدٰی[7] ۔ یا دونوں ایک دوسرے کے لئے یہ دعا پڑھیں، اَسْتَوْدِعُ اللّٰہَ دِیْنَکَ وَاَمَانَتَکَ وَاٰخِرَ عَمَلِکَ زَوَّدَکَ اللّٰہُ التَّقْوٰی وَغَفَرَ ذَنْبَکَ وَیَسَّرَ لَکَ الْخَیْرَ حَیْثُمَا کُنْتَ ۔ جب مسافر بیٹھ پھیرے تو رخصت کرنے والا یہ الفاظ کہے فِیْ حِفْظِ اللّٰہِ وَکَنَفِہٖ زَوَّدَکَ اللّٰہُ التَّقْوٰی وَجَنَّبَکَ الرَّدٰی[8]

[1] ضمیمہ شرح اللباب بزیادۃ عن غنیۃ وانیس المسافرین [2] ضمیمہ شرح اللباب [3] ع وضمیمہ شرح اللباب ملتقطاً [4] ادعیۃ الحج والعمرہ وضمیمہ شرح اللباب [5] ع [6] ضمیمہ شرح اللباب [7] ضمیمہ شرح اللباب بزیادۃ عن ع وغنیہ [8] زیارت حرمین۔

اَللّٰھُمَّ اطْوِلَہُ الْبُعْدَ وَھَوِّنْ عَلَیْہِ السَّفَرَ [1] ——— (۶) سفر حج پر جانے والے کو رخصت کرتے وقت لوگ اس سے مصافحہ کریں اور اس کو کہیں "اے بھائی ہمیں اپنی دعاؤں میں بھول نہ جانا، یا ہمیں اپنی دعاؤں میں شامل رکھنا" پھر اُسے رخصت کریں [2] ——— (۷) گھر سے نکلنے سے پہلے اور باہر نکلنے کے بعد فقراء پر کچھ صدقہ کرنا چاہئے۔ کرمانی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ کم از کم سات مسکینوں کو صدقہ دے کیونکہ صدقہ دینا سلامتی کا سبب ہے پس سفر پر روانہ ہونے والے کو چاہئے کہ حسب توفیق صدقہ دیکر اللہ تعالیٰ سے اپنے لئے سلامتی خرید لے صدقہ کی رقم کو اپنے ہاتھ میں لیکر یہ کہے اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اشْتَرَیْتُ سَلَامَتِیْ وَسَلَامَۃَ مَنْ مَّعِیَ (اور یہاں ان لوگوں کے نام لے) وَسَلَامَتَہٗ مَا مَعِیَ (اور یہاں اپنے ساتھ والی ہر چیز کا نام لے) مِنْكَ یَا مَوْلَایَ بِھٰذِہِ الصَّدَقَۃِ فَبِعْنِیْہِ وَسَلِّمْنِیْ، پھر فقراء میں سے جو شخص اس کے سامنے آئے اس کو کچھ صدقہ دیدے اور یہ کہے: خَرَجْتُ بِحَوْلِ اللّٰہِ وَقُوَّتِہٖ بِغَیْرِ حَوْلٍ مِّنِّیْ وَلَا قُوَّۃٍ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْٓ اَسْئَلُكَ بَرَکَۃَ یَوْمِیْ ھٰذَا وَبَرَکَۃَ اَھْلِہٖ [3] ——— (۸) گھر سے روانہ ہوتے وقت نہایت خوش و خرم ہو کر نکلے، غمگین و پژمردہ ہو کر نہ نکلے، اپنے تمام راستے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتا رہے، تقویٰ اختیار کرے، کثرت سے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتا رہے غصہ سے بچتا رہے، لوگوں کی باتوں پر تحمل و بردباری بہت کرے اور بے فائدہ باتوں کو ترک کرتے ہوئے اطمینان و وقار کو عمل میں لائے [4]

سوار ہونا

(۱) جب سوار ہونے کا ارادہ کرے تو دائیں پاؤں سے شروع کرے اور بسم اللہ پڑھے (یعنی پہلے دایاں پاؤں بڑھائے) اور اگر محمل میں سوار ہو تو کوشش کرے کہ اس کو داہنی جانب کے حصہ میں سواری حاصل ہو [5] جب جانور پر سوار ہو تو یہ دعا پڑھے: بِسْمِ اللّٰہِ وَمَا قَدَرُوا اللّٰہَ حَقَّ قَدْرِہٖ وَالْاَرْضُ جَمِیْعًا قَبْضَتُہٗ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ وَالسَّمٰوٰتُ مَطْوِیّٰتٌۢ بِیَمِیْنِہٖ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی عَمَّا یُشْرِکُوْنَ ۔ بِسْمِ اللّٰہِ مَجْرٖھَا وَمُرْسٰھَا اِنَّ رَبِّیْ لَغَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ۔ ——— (۲) جب جانور یا موٹر یا ریل گاڑی وغیرہ پر سوار ہو جائے تو سُبْحَانَ اللّٰہِ تین بار اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ تین بار اَللّٰہُ اَکْبَرُ تین بار اور لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ایک بار پڑھے اور یہ دعا پڑھے: اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ ھَدَانَا لِلْاِسْلَامِ وَعَلَّمَنَا الْقُرْاٰنَ وَمَنَّ عَلَیْنَا بِمُحَمَّدٍ عَلَیْہِ اَفْضَلُ الصَّلٰوۃِ وَالسَّلَامِ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ جَعَلَنِیْ فِیْ خَیْرِ اُمَّۃٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ ۔ سُبْحَانَ الَّذِیْ سَخَّرَ لَنَا ھٰذَا وَمَا کُنَّا لَہٗ مُقْرِنِیْنَ وَاِنَّآ اِلٰی رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ ۔ اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَسْئَلُكَ فِیْ سَفَرِنَا ھٰذَا الْبِرَّ وَالتَّقْوٰی وَمِنَ الْعَمَلِ مَا تَرْضٰی ۔ اَللّٰھُمَّ ھَوِّنْ عَلَیْنَا سَفَرَنَا ھٰذَا وَاطْوِ عَنَّا بُعْدَہٗ ۔ اَللّٰھُمَّ اَنْتَ الصَّاحِبُ فِی السَّفَرِ وَالْخَلِیْفَۃُ فِی الْاَھْلِ ۔ اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَعُوْذُ بِكَ مِنْ وَّعْثَآءِ السَّفَرِ وَکَاٰبَۃِ الْمَنْظَرِ وَسُوْٓءِ الْمُنْقَلَبِ فِی الْمَالِ وَالْاَھْلِ وَالْوَلَدِ ۔ اَللّٰھُمَّ اطْوِلَنَا الْاَرْضَ وَسَیِّرْنَا فِیْھَا بِطَاعَتِكَ ۔ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْٓ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ غَلَبَۃِ الدَّیْنِ وَقَھْرِ الرِّجَالِ سُبْحَانَكَ اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ فَاغْفِرْ لِیْ فَاِنَّہٗ لَا یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّآ اَنْتَ [6] ۔ جب بحری جہاز یا کشتی پر سوار ہو تو دعائے مذکور میں سُبْحَانَ الَّذِیْ

[1] غنیہ و حصن [2] غنیہ [3] مقدمہ شرح اللباب ملخصاً [4] ع [5] غنیہ و حصن [6] فتح و ع و مشکوٰۃ و حصن حصین و ضمیمہ شرح اللباب وغیرہا۔

سَخَّرَ لَنَا هٰذَا تا لَمُنْقَلِبُوْنَ کی بجائے یہ دعا پڑھے: بِسْمِ اللّٰهِ وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ وَالْاَرْضُ جَمِيْعًا قَبْضَتُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَالسَّمٰوٰتُ مَطْوِيّٰتٌۢ بِيَمِيْنِهٖ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ، بِسْمِ اللّٰهِ مَجْرٖىهَا وَمُرْسٰىهَا اِنَّ رَبِّيْ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ[۱] ——— (۳) ہر وقت اور ہر حال میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کثرت سے کرتا رہے اور اللہ تعالیٰ کے ذکر سے ایک ساعت بھی غافل نہ ہو، جو شخص اللہ تعالیٰ کو یاد کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کا جلیس ہوتا ہے[۲] ——— (۴) جب زمین کی کسی بلند جگہ یا پہاڑ پر چڑھے تو (دوسری دعاؤں مثلاً اَللّٰهُمَّ لَكَ الشَّرَفُ عَلٰى كُلِّ شَرَفٍ وَلَكَ الْحَمْدُ عَلٰى كُلِّ حَالٍ[۳] کے علاوہ) اَللّٰهُ اَكْبَرُ (تین مرتبہ) کہے اور جب بلندی سے پستی کی طرف اترے اور نشیبی زمین وادی وغیرہ پر چلے تو (دوسری دعاؤں کے علاوہ) سُبْحَانَ اللّٰهِ (تین مرتبہ) کہے[۴]. اگر جنگل میں گذر ہو یا کسی وادی (کھلے میدان) میں پہنچے تو لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ پڑھے اور اگر سواری کے جانور کو ٹھوکر لگے تو بِسْمِ اللّٰهِ کہنا چاہئے، اور جب کوئی شہر نظر آئے تو یہ دعا پڑھے، اَللّٰهُمَّ رَبَّ السَّمٰوٰتِ السَّبْعِ وَمَا اَظْلَلْنَ وَرَبَّ الْاَرَضِيْنَ السَّبْعِ وَمَا اَقْلَلْنَ وَرَبَّ الشَّيٰطِيْنِ وَمَا اَضْلَلْنَ وَرَبَّ الرِّيَاحِ وَمَا ذَرَيْنَ فَاِنَّا نَسْئَلُكَ خَيْرَ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ وَخَيْرَ اَهْلِهَا وَخَيْرَ مَا فِيْهَا وَنَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّهَا وَشَرِّ اَهْلِهَا وَشَرِّ مَا فِيْهَا[۵]. جب کسی شہر میں داخل ہو تو اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِيْهَا تین مرتبہ کہے پھر یہ دعا پڑھے اَللّٰهُمَّ ارْزُقْنَا جَنَاهَا وَاَعِذْنَا مِنْ وَبَاهَا وَحَبِّبْنَا اِلٰى اَهْلِهَا وَحَبِّبْ صَالِحِيْ اَهْلِهَا اِلَيْنَا[۶]

کسی جگہ منزل کرنا

(۱) جب کسی منزل پر ٹھہرے تو یہ دعا پڑھے: بِسْمِ اللّٰهِ تَوَكَّلْتُ عَلَى اللّٰهِ، اَعُوْذُ بِكَلِمٰتِ اللّٰهِ التَّامَّاتِ كُلِّهَا مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ وَذَرَاَ وَبَرَاَ سَلَامٌ عَلٰى نُوْحٍ فِي الْعٰلَمِيْنَ[۷] اَللّٰهُمَّ اَعْطِنَا خَيْرَ هٰذَا الْمَنْزِلِ وَخَيْرَ مَا فِيْهِ وَاكْفِنَا شَرَّهٗ وَشَرَّ مَا فِيْهِ رَبِّ اَنْزِلْنِيْ مُنْزَلًا مُّبٰرَكًا وَّاَنْتَ خَيْرُ الْمُنْزِلِيْنَ[۸] انشاء اللہ تعالیٰ کوچ کرنے تک کوئی چیز ضرر نہ پہنچائے گی[۹] ——— (۲) جب رات ہو جائے تو یہ دعا پڑھے: يَا اَرْضُ رَبِّيْ وَرَبُّكِ اللّٰهُ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شَرِّكِ وَشَرِّ مَا فِيْكِ وَشَرِّ مَا خُلِقَ فِيْكِ وَشَرِّ مَا يَدُبُّ عَلَيْكِ وَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ اَسَدٍ وَّاَسْوَدَ وَمِنَ الْحَيَّةِ وَالْعَقْرَبِ وَمِنْ شَرِّ سَاكِنِ الْبَلَدِ وَمِنْ شَرِّ وَالِدٍ وَّمَا وَلَدَ اس کو ابوداؤد نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے[۱۰] ——— (۳) جب صبح ہو جائے تو یہ دعا پڑھے سَمِعَ سَامِعٌ بِحَمْدِ اللّٰهِ وَنِعْمَتِهٖ وَحُسْنِ بَلَائِهٖ عَلَيْنَا رَبَّنَا صَاحِبْنَا وَاَفْضِلْ عَلَيْنَا عَائِذًا بِاللّٰهِ مِنَ النَّارِ تین دفعہ کہے اور اس کے ساتھ آواز کو بلند کرے[۱۱] ——— (۴) اگر کسی جگہ دشمن وغیرہ کا خوف یا دہشت ہو تو سورۂ لِاِیْلٰف اور آیۃ الکرسی اور معوذتین تین تین مرتبہ پڑھے انشاء اللہ تعالیٰ ہر بلا سے امن و امان میں رہے گا اور یہ دعا پڑھنا بھی مجرب واولیٰ ہے: سُبْحَانَ الْمَلِكِ الْقُدُّوْسِ رَبِّ الْمَلٰٓئِكَةِ وَالرُّوْحِ جَلَّلْتَ السَّمٰوٰتِ بِالْعِزَّةِ وَالْجَبَرُوْتِ[۱۲]

---

[۱] مشکوۃ و ضمیمہ شرح اللباب بزیادہ عن حصن [۲] ضمیمہ شرح اللباب [۳] حصن [۴] غنیۃ و ضمیمہ شرح اللباب [۵] حصن [۶] ضمیمہ و معلم و زبدہ و جمع الفوائد۔ [۷] ضمیمہ و معلم و زبدہ و غیرہا [۸] ضمیمہ [۹] مشکوۃ [۱۰] مشکوۃ و حصن رواہ مسلم وابو داؤد [۱۱] مشکوۃ و جمع الفوائد و حصن [۱۲] فضائل حج و حصن حصین و مشکوۃ و غیرہا عن ابی ہریرۃ

(۵) مستحب و افضل یہ ہے کہ رات کے آخری حصہ میں سفر پر روانہ ہو اور صبح کے ابتدائی حصہ میں سفر کرے اور دن کو منزل کرے، حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے رات کا سفر اختیار کرو کیونکہ زمین رات کو لپیٹ دی جاتی ہے اس کو ابو داؤد و حاکم نے روایت کیا ہے اور اس کی تصحیح کی ہے [۱] یعنی مسافت جلدی طے ہو جاتی ہے، راستہ مامون و محفوظ ہو تو اونٹوں کے سفر میں اس کا بارہا تجربہ ہو چکا ہے، ریلوں، موٹروں اور ہوائی و سمندری جہازوں کے سفر میں اُن کے اوقات کی پابندی بہر حال کرنی پڑتی ہے [۲]۔ امام بیہقی رحمہ اللہ نے کہا کہ اول رات میں سفر کرنا مکروہ ہے کیونکہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم اپنے مویشیوں اور بچوں کو سورج غروب ہونے کے بعد باہر نہ بھیجو یہاں تک کہ عشا (اول شب) کی تاریکی دور ہو جائے اس کو مسلم نے روایت کیا ہے [۳] ———

(۶) جب منزل سے کوچ کرے تو دو رکعت نفل نماز پڑھے یہ منزل ان دو رکعت کے ساتھ قیامت کے روز اس کی شہادت دے گی اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی منزل پر پہنچتے تو اس منزل سے کوچ کرتے وقت دو رکعت نماز ادا فرماتے تھے، حاکم نے اس کو روایت کیا ہے اور اس کی تصحیح کی ہے، اور جب کسی منزل پر اترے اس وقت بھی دو رکعت نماز نفل پڑھنی چاہیئے تاکہ اس کا اس منزل پر آنا اور اس منزل سے کوچ کرنا نماز کے ساتھ شروع اور ختم ہو [۴]

(۷) جب کسی منزل پر پہنچے تو احتیاط یہ ہے کہ چلنے پھرنے میں بھی تنہا نہ جائے تاوقتیکہ امن و اطمینان کا حال معلوم نہ ہو کیونکہ اجنبی جگہ کا حال معلوم نہیں ہوتا اور منزل پر احتیاط یہ ہے کہ رفقا میں سے باری باری سے ایک یا دو آدمی سامان کی حفاظت کرتے رہیں اگر رات کے وقت کسی جگہ منزل کریں تو پہرہ داری کے اوقات مرتب کر لئے جائیں نمبروار ایک دو آدمی جاگتے رہیں کہ یہ جان و مال کی حفاظت کا ذریعہ ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی عادتِ شریفہ تھی کہ منزل پر پہنچ کر طے فرما دیا کرتے تھے کہ حفاظت کا کام کس کے سپرد ہے [۵]

مسنون طریقہ پر مفرد حج کی پوری کیفیت

احرام باندھنا پاکستان کے حاجی بندرگاہ کراچی سے اور بنگلہ دیش کے حاجی بندرگاہ چاٹگام سے بحری جہاز میں سوار ہوتے ہیں اور ہندوستان کے حاجی بمبئی کی بندرگاہ سے سوار ہوتے ہیں۔ بحری جہاز کراچی سے روانہ ہو کر آجکل ساتویں روز جدہ پہنچ جاتا ہے، کراچی سے روانہ ہونے کے بعد یلملم تک عام ہدایات کے علاوہ حج کے متعلق کوئی ضروری حکم قابلِ بیان نہیں ہے، البتہ یلملم سے احکامِ حج شروع ہو جاتے ہیں، یلملم ایک پہاڑ کا نام ہے جس کو آجکل جبلِ سعدیہ کہتے ہیں، یہ مکہ مکرمہ سے دو منزل کے فاصلہ پر بجانب جنوب واقع ہے، ایک روایت کے مطابق تیس میل ہے اور ساٹھ میل یا اس سے کچھ کم کی بھی روایتیں ہیں، پاکستان ہندوستان اور دوسرے بلادِ شرقیہ سے بحری راستہ سے مکہ مکرمہ آنے والے حجاج کرام کو بحری راستہ میں

[۱] ضمیمہ شرح اللباب غنیہ و فضائل حج [۲] فضائل حج بتصرف [۳] ضمیمہ شرح اللباب [۴] ایضاً [۵] احیاء و فضائل حج۔

عین یلملم سے تو نہیں گزرنا پڑتا البتہ صحیح جغرافیائی تحقیق کے مطابق بحری راستے میں یلملم کا محاذ آتا ہے اور جدہ سے تقریباً انیس بیس میل پہلے یلملم کے محاذات کے اندر حدودِ حل ہی سے جہاز گزرتا ہے اور چونکہ محاذاتِ میقات پر احرام باندھنا واجب ہے اس لئے زمین حل میں داخل ہونے سے پہلے احرام باندھ لینا چاہئے (اس کی تفصیل میقات کے بیان میں مذکور ہے) ہر حاجی کو یلملم کے محاذات کا خیال رکھنا چاہئے بالعموم بحری جہاز کا عملہ بھی اس مقام کے آنے پر سائرن بجا کر حاجیوں کو اطلاع دیتا ہے پس اگر جہاز کے عملہ میں کوئی عادل مسلمان خبر دینے والا ہو تو اس کی خبر معتبر ہے اور اگر ان میں کوئی شخص ایسا نہ ہو تو حاجی صاحبان خود ہی غور و فکر کر کے احرام باندھ لیں بہتر یہ ہے کہ جب جہاز کو جدہ پہنچنے میں دس بارہ گھنٹے باقی رہ جائیں احرام باندھ لیا جائے۔ احرام کا باندھنا اس طرح پر ہے جس کی تفصیل احرام کے بیان میں مذکور ہے، اس بیان میں افراد یعنی صرف حج کا مسنون طریقہ درج کیا جا رہا ہے جو شخص حج افراد یعنی صرف حج کرنا چاہتا ہے اس کو چاہئے کہ جب جہاز محاذات پر پہنچ جائے یا فضیلت حاصل کرنے کے لئے اس سے پہلے پہلے جب احرام باندھنے کا ارادہ کرے تو اگر اس کو سر کے بال منڈانے یا کتروانے کی عادت ہو یا اس وقت ہی ایسا کرنے کا ارادہ ہو جائے تو اس کے لئے مستحب ہے کہ اپنے سر کے بال منڈائے یا کتروائے اور اگر ماہ ذی الحجہ شروع ہونے کے بعد اول عشرہ میں احرام باندھے اور اُسے اضحیہ (قربانی) بھی کرنی ہو تو مستحب یہ ہے کہ سر کے بال و ناخن وغیرہ نہ کٹائے پس جو شخص سر کے بال نہ منڈائے وہ اپنے سر کے بالوں میں کنگھی کر لے اور لبوں کے بال کتروالے تاکہ صفائی و پاکیزگی حاصل ہو اور زیادہ دنوں تک احرام کی حالت میں رہنے کی صورت میں لبوں کے بال زیادہ دراز نہ ہو جائیں، اپنے دونوں ہاتھوں پیروں کے ناخن بھی کتروالے اور دونوں بغلوں کے بال دور کرے خواہ استرے سے دور کرے یا ہاتھ کی چٹکی سے اکھاڑ ڈالے اور جس کو عادت ہو اس کے لئے ہاتھ سے اکھاڑ دینا افضل ہے، زیر ناف یعنی عانہ اور دبر کے بال اُسترے وغیرہ سے دور کرے، اگر بیوی ساتھ ہو اور کوئی امر مانع نہ ہو تو اس سے جماع کرے تاکہ احرام کی مدت میں اپنی شرمگاہ کی حفاظت کر سکے، پھر غسل کرے اور صابن وغیرہ سے نہائے تاکہ اچھی طرح صفائی حاصل ہو جائے، غسل کرنے میں احرام کے لئے غسل کرنے کی نیت کرے تاکہ اس کو سنت کا پورا پورا اجر و ثواب حاصل ہو ورنہ بلا نیت یا مطلق غسل کی نیت یا کسی دوسری نیت مثلاً غسلِ جنابت یا غسلِ حیض یا نفاس کی نیت سے غسل کر لینا بھی کافی ہے صرف وضو کر لینا بھی کافی ہے تاہم غسل کرنا افضل ہے کیونکہ یہ سنت مؤکدہ ہے، وضو یا غسل کے شروع میں مسواک بھی کر لے، یہ غسل یا وضو حیض یا نفاس والی عورت اور ایسے بچہ کے لئے بھی مستحب ہے جو نماز نہیں پڑھتا اور پانی سے عاجز ہونے کے وقت تیمم اس کا قائم مقام نہیں ہو سکتا، اگر کسی نے غسل کیا پھر اس کو حدث ہو گیا (یعنی وضو جاتا رہا) پھر اس نے وضو کیا یا تیمم کیا اور احرام باندھ لیا تو اس کو غسل کی فضیلت حاصل نہیں ہوئی (کیونکہ غسل کی فضیلت اس وقت حاصل ہو گی جبکہ غسل کے وضو کے ساتھ احرام باندھے، مؤلف) اور بعض نے کہا کہ اس کو سنتِ غسل کی فضیلت حاصل ہو گئی کیونکہ غسل احرام کی سنت ہے نماز احرام کی سنت نہیں ہے اور اسی لئے جس کی نماز درست نہیں ہوتی اس کے لئے بھی یہ غسل مستحب ہے، یا اگر نماز کا وقت مکروہ ہے جس کی وجہ سے نماز سنتِ احرام پڑھنا مکروہ و ممنوع ہے اس وقت بھی احرام کے لئے غسل کرنا مستحب ہے یہی اظہر ہے۔ اگرچہ ان دونوں کو جمع کرنا جبکہ ممکن ہو افضل و اکمل ہے اور اگر کسی نے بغیر غسل و وضو اور بغیر نماز سنتِ احرام کے احرام باندھ لیا تو جائز ہے کیونکہ یہ چیزیں احرام کے لئے شرط نہیں ہیں اور

نہ ہی واجباتِ احرام میں سے ہیں لیکن ایسا کرنا مکروہ ہے کیونکہ اُس نے بلا عذر سنت مؤکدہ کو ترک کر دیا، ناخن تراشنا بال کٹوانا وغیرہ غسل سے پہلے مستحب ہے، غسل کے بعد احرام سے پہلے بھی جائز ہے، پھر غسل کے بعد تیل لگانے سے پہلے یا اس کے بعد اپنے سر اور داڑھی کے بالوں میں کنگھی کرے، مستحب ہے کہ اپنے سر اور داڑھی کو تیل لگائے خواہ وہ تیل خوشبودار ہو یا بغیر خوشبو کا ہو اور یہ بھی مستحب ہے کہ اپنے بدن کو تیل لگائے اور اگر موجود ہو تو خوشبو بھی لگائے، اگر خوشبو اس کے پاس موجود نہ ہو تو کسی سے طلب نہ کرے، اس سے معلوم ہوا کہ یہ سنن ہدی (یعنی مؤکدہ) میں سے نہیں ہے بلکہ سنن زوائد (مستحبات) میں سے ہے، افضل یہ ہے کہ خوشبو ایسی ہو جس کا جرم (وجود) باقی نہ رہے تاکہ امام محمدؒ کے خلاف عمل کرنے سے بچ جائے اور مستحب یہ ہے کہ مشک کی خوشبو ہو اور اختلاف سے بچنے کے لئے اس کو گلاب وغیرہ کے عرق یا سادہ پانی میں حل کر کے استعمال کرنے کو فقہا نے مستحب کہا ہے تاکہ اس کا جرم (وجود) دُور ہو جائے۔ اولیٰ یہ ہے کہ اپنے احرام کے کپڑوں کو خوشبو نہ لگائے، پھر سلے ہوئے کپڑوں، موزوں اور زعفران و عصفر وغیرہ ممنوع چیز سے رنگے ہوئے اور اُن تمام کپڑوں وغیرہ کو اُتار دے جن کا پہننا احرام والے کے لئے ممنوع ہے، اس کے بعد دو نئے دُھلے ہوئے کپڑے جو سفید ہوں اور سلے ہوئے نہ ہوں پہن لے ان میں سے ایک تہبند ہو اور دوسرا چادر، دونوں نئے ہوں تو افضل ہے اس لئے کہ یہ گناہوں کے اثرات سے پاک ہونے کے زیادہ قریب ہے اسی طرح ان کا سفید ہونا رنگ دار ہونے کی بہ نسبت افضل ہے جیسا کہ کفن کے متعلق حکم ہے اور پرانے کپڑے کے دُھلا ہوا نہ ہونے میں ترک مستحب ہے، ایک کپڑے میں احرام باندھنا بھی جائز ہے بشرطیکہ سترِ عورت یعنی جتنے بدن کا ڈھانپنا واجب ہے اس کے لئے وہ ایک کپڑا کافی ہو جائے، اسی طرح احرام میں دو کپڑوں سے زائد استعمال کرنا بھی جائز ہے اس طرح پر کہ ایک کے اوپر دوسرا پہن لے یا ایک کو دوسرے سے بدل لے، دو رنگین کپڑوں مثلاً سیاہ یا سبز یا پیلے رنگ کے کپڑوں میں بھی احرام جائز ہے اور ٹانکیوں والے کپڑے میں بھی احرام باندھنا جائز ہے لیکن افضل یہی ہے کہ اس میں بالکل سلائی نہ ہو، تہبند ناف سے لیکر گھٹنوں تک ہونا چاہئے اس کو ناف کے اوپر باندھے اور چادر پیٹھ، دونوں کندھوں (مونڈھوں) اور سینہ پر ہونی چاہئے اور احرام باندھتے وقت اضطباع (چادر کا پلٹنا) نہ کرے اس لئے کہ اضطباع کرنا صرف اس طواف میں ہے جس کے بعد سعی کرتے ہیں، طواف سے پہلے احرام میں اضطباع مسنون نہیں ہے (عوام الناس نے احرام کی حالت میں ہر وقت اضطباع کرنے کو معمول بنا لیا ہے اس سے بچنا چاہئے، اضطباع کی تفصیل طواف کے بیان میں درج ہے، مؤلف) نماز پڑھتے وقت دونوں کندھے ڈھکے ہوئے ہونے چاہئیں کیونکہ نماز کی حالت میں دونوں یا ایک کندھے کا کھلا رہنا مکروہ ہے، اگر چادر کو گھنڈی لگائی یا پن یا ٹنکے وغیرہ سے چادر کے سروں کو جوڑ دیا یا ان کو گرہ لگائی تو بُرا کیا (یعنی ایسا کرنا مکروہ ہے لیکن اس پر دم واجب نہیں ہوگا) اور اسی طرح اگر رسی وغیرہ سے باندھ دیا تب بھی یہی حکم ہے (اور یہ بُرائی اس لئے ہے کہ ایسا کرنے سے وہ ایک لحاظ سے سلے ہوئے کپڑے کی مانند ہو گیا اور اس کو اس کی حفاظت کی ضرورت نہیں ہے) بخلاف اپنی کمر میں ہمیانی باندھنے کے کہ وہ سلا ہوا کپڑا پہننے کے حکم میں نہیں ہوگا اور چادر کے دونوں سرے اپنے تہبند میں ٹھونس لئے (داخل کر لئے) تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے، احرام والے کو سوائے اپنے سر اور چہرے کے تمام بدن ڈھانپ لینا جائز ہے اور اپنے سر پر پٹی باندھنا مکروہ ہے خواہ کسی بیماری کی وجہ سے ہو یا بغیر بیماری کے ہو، اگر پٹی ایک دن بندھی رہی تو اس پر کفارہ واجب ہوگا اور اسی بنا پر

سر اور چہرہ کے علاوہ بدن کے کسی اور حصے پر کسی علت کے بغیر پٹی باندھنا بھی مکروہ ہے کہ یہ ایک طرح کا عبث فعل ہے۔ فقہا نے کہا ہے کہ احرام کی حالت میں کمر پر پٹکا باندھنا اور تلوار یا ہتھیار باندھنا اور انگوٹھی پہننا مکروہ نہیں ہے، اگر میسر ہوں تو نعلین پہننا مستحب ہے اور اگر وہ نعلین اس طرز کی ہوں جیسی کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی نعلین شریفین تھیں تو یہ سنت کا کامل اتباع ہے ورنہ جسقدر بھی اس کے مطابق ہو وہ دوسری قسموں سے افضل ہے، خوشبو لگانے اور دو چادریں پہننے کے بعد سر ڈھانپے ہوئے دو رکعت نماز پڑھے اور ان میں سنت احرام کی نیت کرے تاکہ اس کو سنت کی فضیلت حاصل ہو جائے اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے احرام باندھتے وقت یہ دو رکعت پڑھی ہیں جیسا کہ صحیحین کی حدیث میں آیا ہے اور اگر مطلق سنت یا نفل کی نیت کرے تو جائز ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع کی برکت حاصل کرنے کے لئے اس دوگانہ کی پہلی رکعت میں سورۃ فاتحہ کے بعد سورۃ الکٰفرون اور دوسری رکعت میں سورۃ الاخلاص پڑھنا افضلیت کے لئے ہے ورنہ جو سورۃ چاہے پڑھ لے، ہمارے بہت سے علماء سورۃ الکٰفرون کے بعد رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً ۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ ط اور سورۃ الاخلاص کے بعد رَبَّنَا اٰتِنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً وَّهَيِّئْ لَنَا مِنْ اَمْرِنَا رَشَدًا ہ بھی پڑھتے ہیں۔ اگر کوئی حاجی عین میقات سے گزر رہا ہو اور میقات پہ احرام باندھے اور وہاں کوئی ایسی مسجد ہو جو آثارِ سلف میں سے ہو تو سنتِ احرام کا دوگانہ اس مسجد میں پڑھنا مستحب ہے تاکہ اس کو اس مکان کی مزید برکت حاصل ہو، (مثلاً پہلے بغیر احرام باندھے جدہ پہنچکر وہاں سے سیدھا مدینہ منورہ چلا جائے اور وہاں سے واپسی پر ذوالحلیفہ پہنچکر احرام باندھے تو اس کو ذوالحلیفہ کی اس مسجد میں سنتِ احرام کا دوگانہ پڑھنا مستحب ہے جو اس جگہ بنی ہوئی ہے جہاں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے احرام باندھا ہے، مؤلف)۔ یہ دوگانہ سنت الاحرام مکروہ وقت میں نہ پڑھے اور اگر غسل کرنے و احرام کی چادریں پہننے کے بعد ہی فرض نماز پڑھی تو وہ سنت الاحرام کے لئے بھی کافی ہو جائے گی جیسا کہ تحیۃ المسجد کے لئے بھی کافی ہو جاتی ہے، اگر بغیر نماز کے احرام باندھ لیا تب بھی اس کا احرام جائز ہے لیکن اس کا یہ فعل ترکِ سنت کی وجہ سے مکروہ ہے البتہ اگر نماز کا وقت مکروہ ہو یا وہ شخص ایسا ہو جس کے لئے نماز پڑھنا درست نہیں ہے تو اس کو بغیر نماز پڑھے احرام باندھنے میں کراہت نہیں ہے۔ جب سلام پھیر کر نماز سنت الاحرام سے فارغ ہو جائے تو احرام کی نیت کرنے کے لئے سر کھول کر اسی جگہ قبلہ کی طرف منھ کرکے بیٹھ جائے اور اللہ تعالیٰ سے حج کی ادائیگی میں آسانی حاصل ہونے کی دعا مانگے، مستحب یہ ہے کہ اپنے دل کی مطابقت کے لئے زبان سے یہ الفاظ کہے: اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اُرِيْدُ الْحَجَّ فَيَسِّرْهُ لِیْ وَتَقَبَّلْهُ مِنِّیْ (اے اللہ! میں حج کا ارادہ رکھتا ہوں اس کو میرے لئے آسان فرما دیجئے اور قبول فرما لیجئے) پھر اپنے دل سے حج کے احرام میں داخل ہونے کی نیت کرے اور دل کی مطابقت کے لئے احتیاطاً زبان سے بھی نیت کرے اور یوں کہے: نَوَيْتُ الْحَجَّ وَاَحْرَمْتُ بِهٖ لِلّٰهِ تَعَالٰى (ترجمہ، میں نے اللہ تعالیٰ کے لئے حج ادا کرنے کی نیت کی اور اس کا احرام باندھا)۔ (اگر عربی کے الفاظ یاد نہ ہوں تو اردو وغیرہ اپنی زبان میں نیت کے الفاظ کہہ لے، مؤلف) جس شخص نے پہلے فرض حج ادا نہ کیا ہو اگرچہ وہ مسکین ہو اس کو چاہیے حج کا احرام باندھتے وقت حج فرض کی نیت کر لے اور یوں کہے نَوَيْتُ الْحَجَّ الْفَرْضَ کیونکہ مطلق نیت سے حج فرض کے ادا ہونے میں اختلاف ہے، احناف کے نزدیک فرض حج کے تعین کے بغیر

مطلق حج کی نیت کرنے سے بھی اس کا حج فرض صحیح ہو جائے گا اگرچہ وہ مسکین ہو اس مسکین کے مالدار ہو جانے کے بعد دوبارہ حج کرنا لازم نہیں ہوگا مگر امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک مالدار ہو یا نادار مطلق نیت سے کیا ہوا حج اس کے فرض کی جگہ صحیح نہیں ہوگا اور فرض کی ادائیگی کے لئے دوسرا حج کرنا لازم ہوگا، پس اس اختلاف سے بچنے کے لئے چاہئے کہ خواہ وہ غنی ہو یا مسکین نیت کرتے وقت فرض حج کی نیت کرے تاکہ بالاتفاق فرض حج ادا ہو جائے۔ جو شخص پہلے حج کر چکا ہے اس کو نیت میں حج نفل کا تعین نہیں کرنا چاہئے کیونکہ احتمال ہے کہ اس کا پہلا حج صحیح نہ ہوا ہو، اور اسی طرح فقیر و مسکین کو بھی چاہئے کہ نیت میں نفل حج کا تعین نہ کرے کیونکہ ایسا کرنے کی صورت میں اس کا حج فرض کی جگہ واقع نہیں ہوگا اور اگر وہ اس حج کے ادا کرنے کے بعد مالدار ہو گیا تو اب اس پر دوبارہ حج کرنا فرض ہوگا غنی کا حج بھی نفل کی نیت کر لینے کے باعث نفلی حج ہوگا اور اس سے فرض حج ساقط نہ ہوگا بلکہ اس کے ذمہ باقی رہے گا۔

نیت کرنے کے بعد اس کے متصل ہی تلبیۂ مسنون و ماثور پڑھے اور تلبیۂ مسنون و ماثور کے الفاظ یہ ہیں: لَبَّيْكَ اَللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ لَبَّيْكَ لَاشَرِيْكَ لَكَ لَبَّيْكَ، اِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَكَ وَالْمُلْكَ، لَاشَرِيْكَ لَكَ ۔ نیت کے بعد ایک بار تلبیہ پڑھنا فرض ہے اور مستحب یہ ہے کہ تلبیہ لگاتار بلا فصل تین بار کہے اور بلند آواز سے پڑھے پھر پست آواز کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھے اس کے بعد جو دعا چاہے مانگے اور برکت حاصل کرنے کے لئے کوئی ماثورہ دعا پڑھے تو بہتر ہے، ایک ماثورہ دعا یہ ہے: اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْئَلُكَ رِضَاكَ وَالْجَنَّةَ وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ غَضَبِكَ وَالنَّارِ ۔ ایک اور مستحب دعا یہ ہے: اَللّٰهُمَّ اَحْرَمَ لَكَ شَعْرِيْ وَبَشَرِيْ وَلَحْمِيْ وَدَمِيْ وَجَمِيْعُ جَوَارِحِيْ مِنَ الطِّيْبِ وَالنِّسَاءِ وَكُلِّ شَيْءٍ حَرَّمْتَهُ عَلَى الْمُحْرِمِ اَبْتَغِيْ بِذٰلِكَ وَجْهَكَ الْكَرِيْمَ اور بعض نے مستحب جانا ہے کہ تلبیہ کے بعد یہ دعا پڑھے: اَللّٰهُمَّ اَعِنِّيْ عَلٰى فَرْضِ الْحَجِّ وَتَقَبَّلْهُ مِنِّيْ وَاجْعَلْنِيْ مِنْ وَّفْدِكَ الَّذِيْنَ رَضِيْتَ عَنْهُمْ وَارْتَضَيْتَ وَتَقَبَّلْتَ وَقَبِلْتَ اَللّٰهُمَّ قَدْ اَحْرَمَ لَكَ شَعْرِيْ وَبَشَرِيْ وَلَحْمِيْ وَدَمِيْ وَعِظَامِيْ ۔ اور احرام باندھنے کے لئے تلبیہ پڑھنے کا وقت نمازِ احرام کے بعد ہے یا جب سواری پر سوار ہو جائے اس کے بعد ہے، ہمارے نزدیک نمازِ احرام کے بعد نیت کرنا اور اس کے متصل تلبیہ پڑھنا افضل ہے اور اگر روانہ ہونے یا سوار ہونے یا کھڑا ہونے یا پیدل چلنے کے بعد احرام باندھا یعنی نیت کی اور تلبیہ پڑھا یا نیت پہلے کی اور تلبیہ کچھ دیر بعد پڑھا تو جائز ہے اور مستحب یہ ہے کہ احرام باندھتے وقت جب تلبیہ کے ساتھ آواز بلند کرے تو اس میں حج کا ذکر کرے یعنی یوں کہے " لَبَّيْكَ بِحَجَّةٍ " اگر کسی دوسرے شخص کی طرف سے نیابت کے طور پر یا نفلی حج کے لئے احرام باندھے تو اس کی طرف سے نیت کرے اور دعائے آسانی میں بھی اس کا نام لینا مستحب ہے پھر یوں کہے لَبَّيْكَ بِحَجَّةٍ عَنْ فُلَانٍ ۔ پس جب حج کی نیت کرتے ہوئے تلبیہ پڑھ لیا تو مُحرم ہو گیا یعنی احرام کی حالت میں داخل ہو گیا، نیت و تلبیہ کے بغیر مُحرم نہیں ہوتا اور جب ان دونوں کو ادا کر لیا تو وہ احرام کی مخصوص حرمتوں (پابندیوں) میں داخل ہو گیا اب اس کو ان سب امور سے بچنا چاہئے جن کا احرام کی حالت میں کرنا منع ہے اور ان کی تفصیل الگ بیان میں درج ہے، مولف م

پس جب نیت کر کے اور تلبیہ پڑھ کر احرام میں داخل ہو گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر آہستہ آواز سے درود شریف پڑھے اور

درودِ ابراہیمی جو نماز کے آخری قعدہ میں تشہد کے بعد پڑھا جاتا ہے اس کا پڑھنا افضل ہے اور وہ یہ ہے: اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی سَیِّدِنَا اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ ۔ اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی سَیِّدِنَا اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ ۔ اس کے بعد جو دعا چاہے مانگے لیکن ماثورہ دعا سے برکت حاصل کرنا بہتر ہے جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا ہے، اور ماثورہ تلبیہ کے بعد جس کا اوپر بیان ہو چکا ہے (دیگر ماثور) الفاظ کا اضافہ مستحب ہے لیکن ماثورہ تلبیہ کے درمیان میں اضافہ نہ کرے اور اس کے قبل بھی اضافہ جائز ہے پس ماثورہ تلبیہ پڑھنے کے بعد اضافہ کے لئے یہ الفاظ کہے: لَبَّیْکَ اِلٰہَ الْخَلْقِ لَبَّیْکَ، لَبَّیْکَ غَفَّارَ الذُّنُوْبِ لَبَّیْکَ، لَبَّیْکَ وَسَعْدَیْکَ وَالْخَیْرُ کُلُّہٗ بِیَدَیْکَ وَالرَّغْبَاءُ اِلَیْکَ وَالْعَمَلُ ۔ یا یہ الفاظ اضافہ کرے: لَبَّیْکَ حَقًّا حَقًّا تَعَبُّدًا وَّرِقًّا ۔ غیر ماثورہ الفاظ کا اضافہ مستحب نہیں ہے بلکہ جائز ہے اور ماثورہ تلبیہ جو اوپر بیان ہو چکا ہے اس کے الفاظ میں کمی کرنا یا اس کے درمیان میں اضافہ کرنا مکروہ تنزیہی ہے، مستحب یہ ہے کہ کھڑے بیٹھے لیٹے، سواری پر ہو یا پیدل، چلتے ہوئے، ٹھہرے ہوئے، وضو سے ہو یا بے وضو ہو یا جنبی یا حیض و نفاس والی عورت ہو تمام احوال و اوقات میں بلند آواز سے بکثرت تلبیہ پڑھا کرے لیکن طہارت کی حالت میں تلبیہ پڑھنا اکمل ہے اور قضائے حاجت کی حالت میں مکروہ ہے، حالات و مکانات کی تبدیلی کے وقت زیادہ تاکید کے ساتھ مستحب ہے، ہر مرتبہ میں تین بار متواتر پڑھا کرے اور ہر مرتبہ اس کے بعد درود شریف و دعا بھی آہستہ پڑھا کرے۔

یہ مرد کے لئے حج کا احرام باندھنے کی مفصل کیفیت بیان ہوئی ہے عورت بھی احرام کے احکام میں مرد کی مانند ہے لیکن چند چیزوں کا حکم اس کے لئے مردوں سے مختلف ہے جن کی تفصیل مسائل احرام میں گزر چکی ہے۔

مکہ مکرمہ اور حدودِ حرمِ محترم میں داخل ہونے کے آداب

حدودِ حرمِ محترم میں داخل ہونے کے آداب

(۱) جاننا چاہئے کہ جو شخص حج کا ارادہ رکھتا ہے اس کے لئے یہ امر سنتِ مؤکدہ ہے کہ عرفات پر وقوف کرنے سے پہلے مکہ معظمہ میں داخل ہو اس لئے کہ اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت ہے، اگر ایسا نہیں کرے گا اور باہر باہر ہی سے پہلے عرفات چلا جائے گا تو سنت کے ترک کی وجہ سے گنہگار ہوگا اس کے علاوہ اور بھی بہت سی سنتوں کا ترک لازم آئے گا مثلاً ساتویں ذی الحجہ کے خطبہ میں موجود رہنا اور باہر سے آنے والے کا طوافِ قدوم کرنا اور مکہ معظمہ سے ہو کر منیٰ کی طرف نکلنا اور پانچ نمازیں منیٰ میں پڑھنا وغیرہ اور باہر باہر جانے میں کراہت کا حکم اس وقت ہے جبکہ ضرورت کے بغیر ایسا کرے گا لیکن اگر ضرورت کی وجہ سے ایسا کیا مثلاً وقت کی تنگی کی وجہ سے پہلے سیدھا عرفات چلا گیا تو مکروہ نہیں ہے۔

(۲) جب حاجی اپنے میقات سے یا اس سے پہلے احرام باندھ کر مکہ معظمہ کی طرف روانہ ہوا اور حرمِ محترم کی حدود کی کسی بھی جانب اس حد تک پہنچا تو اس کو چاہئے کہ حرمِ محترم کی حد میں داخل ہو کر سکینہ و وقار و ادب و انکسار کے ساتھ اپنے دینی و دنیوی مقاصد کے لئے دعا کرتا ہوا اور اپنے گناہوں کی معافی کے لئے استغفار کی کثرت کرتا ہوا

اور یہ سمجھے کہ اب احکم الحاکمین کے دربار کے خاص احاطہ میں داخل ہو رہا ہے اور مستحب ہے کہ حسبِ مقدور خشوع و خضوع اور حضورِ قلب و جسم مستحضر رہے اور افضل و مستحب یہ ہے کہ اگر ہو سکے تو حدودِ حرم میں داخل ہوتے وقت برہنہ پا ہو کر پیدل چلے گویا کہ ایک قیدی ہے جو بخشنے والے بادشاہ کے سامنے پیش ہو رہا ہے اور اگر حدودِ حرم سے پیدل نہ چل سکے تو ذی طویٰ سے چلے جو کہ مکہ مکرمہ سے باہر حدودِ حرم میں ایک مقام ہے ورنہ شہر سے پہلے پیدل چلے بلکہ جوتا اُتار کر برہنہ پا ہو کر چلے کیونکہ یہ انبیائے کرام علیہم السلام کی سنت ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ انبیاء علیہم السلام جس وقت حرم میں داخل ہوتے تو ننگے پاؤں پیدل چلتے تھے اور طواف و دیگر مناسک اسی طرح ادا کرتے تھے، اس کو ابن ماجہ نے روایت کیا ہے۔ حق تو یہ ہے کہ اگر انسان اس مقدس زمین پر سر کے بل بھی چلے تب بھی ادب کا حق ادا نہیں ہو سکتا اس لئے اگر تمام راستہ پیدل نہ چل سکے کچھ دور تو ننگے پاؤں پیدل چلنا چاہئے لیکن آج کل موٹروں ٹیکسیوں کا زمانہ ہے اگر موٹر والا اس پر راضی نہ ہو تو اس سے جھگڑا نہیں کرنا چاہئے اور مباح پر عمل کر لینا چاہئے، دعا و استغفار کا التزام کرے، افضل یہ ہے کہ حدودِ حرم میں داخل ہو کر یہ دعا پڑھے: اَللّٰهُمَّ اِنَّ هٰذَا حَرَمُكَ وَحَرَمُ رَسُوْلِكَ فَحَرِّمْ لَحْمِيْ وَدَمِيْ وَعَظْمِيْ وَبَشَرِيْ عَلَى النَّارِ، اَللّٰهُمَّ اٰمِنِّيْ مِنْ عَذَابِكَ يَوْمَ تَبْعَثُ عِبَادَكَ وَاجْعَلْنِيْ مِنْ اَوْلِيَآئِكَ وَاَهْلِ طَاعَتِكَ وَتُبْ عَلَيَّ اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ۔ اس کے بعد تلبیہ پڑھے اور اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کرے یعنی سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ وغیرہ کہے اور درود شریف پڑھے اور اپنے لئے، اپنے والدین، مشائخ، اقارب، دوست احباب اور تمام ... مومنین و مومنات کے لئے دعا کرے اور اسی طرح تلبیہ و تسبیح و تحمید و تقدیس و تمجید و درود شریف و دعا کا تکرار کرتا رہے یہاں تک کہ وادیٔ ذی طویٰ تک پہنچ جائے جو مکہ معظمہ سے قریب تنعیم کے راستہ پر ایک مقام ہے اور یہ اس وقت ہے جبکہ اس جگہ کا پتہ معلوم ہو ورنہ اس کے قریب میں پہنچ کر وہاں کے کنوئیں (بیرِ ذی طویٰ) کے پانی سے یا کسی اور پانی سے غسل کرے یہ اس وقت ہے جبکہ اس راستہ سے آ رہا ہو ورنہ جہاں کہیں بھی ہو سکے اس مقام سے پہلے یا بعد میں یا کسی اور جانب میں کسی بھی جگہ غسل کر لے، اگر عراق کی جانب سے آ رہا ہو تو بیرِ میمونہ کے پانی سے غسل کرنا افضل ہے اور یہ غسل مکہ مکرمہ میں داخل ہونے اور پاکیزگی حاصل کرنے کے لئے مستحب ہے حتیٰ کہ حیض و نفاس والی عورت کے لئے بھی مستحب ہے۔ (قہوہ خانوں میں پانی فروخت ہوتا رہتا ہے وہاں سے خرید کر غسل کر لیا جائے لیکن آج کل چونکہ لوگ عام طور پر موٹروں ٹیکسیوں سے مکہ مکرمہ جاتے ہیں اور تقریباً ایک گھنٹہ میں پہنچ جاتے ہیں موٹر والے راستہ میں اتنی دیر نہیں ٹھہراتے کہ لوگ غسل کر سکیں اس لئے جدہ ہی سے غسل کر کے سوار ہوں یہ غسل مستحب ہے اس لئے اگر نہ ہو سکے تو کچھ حرج نہیں)

مکہ معظمہ میں داخل ہونا

حج یا عمرہ کرنے والے شخص کے لئے دن کے وقت مکہ معظمہ میں داخل ہونے یا رات کے وقت داخل ہونے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حج مبارک کے لئے دن کے وقت داخل ہوئے تھے اور عمرہ کے لئے رات کے وقت داخل ہوئے پس دن رات میں کسی وقت بھی داخل ہو جائے کوئی کراہت نہیں ہے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے رات کے وقت داخل ہونے کی جو ممانعت روایت کی گئی ہے وہ حاجی پر شفقت کی وجہ سے ہے

مستحب یہ ہے کہ دن کے وقت داخل ہو کیونکہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جب مکہ مکرمہ آتے تھے تو مقام ذی طویٰ میں رات گذارتے تھے اور صبح ہونے پر غسل کرتے اور دن کے وقت مکہ معظمہ میں داخل ہوتے تھے اور فرماتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا ہی عمل فرمایا ہے اس کو امام بخاری و امام مسلم رضی اللہ عنہما نے روایت کیا ہے۔ چاروں اماموں کے نزدیک مستحب یہ ہے کہ خواہ حج کے لئے آئے یا عمرہ کے لئے مکہ معظمہ میں ثنیہ علیا (بلند راستہ) کی طرف سے داخل ہو جس کو کدآء (کاف کی زیر اور دال کے بعد الف ممدودہ) کہتے ہیں اور وہ مکہ مکرمہ کی بلند زمین کی طرف اونچی سڑک ہے اور وہ حجون یعنی قبرستان ہے جس کو بابُ المَعْلیٰ کہتے ہیں یعنی مکہ مکرمہ میں باب المعلیٰ سے داخل ہو تاکہ داخل ہوتے وقت تعظیماً اس کا منہ خانہ کعبہ کے دروازے کی طرف ہو اور اس لئے بھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے سال بلندی کے ساتھ تفاؤل کے طور پر اسی راستہ سے داخل ہوئے تھے اور اس لئے بھی کہ سیدنا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بھی اس بارے میں دعا کی ہے کہ لوگوں کے دلوں کو اُن (یعنی حضرت اسماعیل علیہ السلام اور ان کی اولاد) کی طرف مائل کردیجئے اور اس لئے بھی کہ خانۂ کعبہ کا دروازہ چہرے کی مانند ہے اور لوگ چہرے کی طرف سے آتے ہیں پیٹھ کی طرف سے نہیں اور جب مکہ معظمہ سے باہر جائے تو باب السفلیٰ سے نکلنا مستحب ہے جس کو کُدا (بضم کاف و دال کے بعد الف مقصورہ) کہتے ہیں پس اگر مکہ معظمہ میں داخل ہوتے وقت ایسے راستہ سے آئے جس میں باب المعلیٰ نہ آئے مثلاً کوئی شخص یمن یا عراق کی طرف سے آیا تو اس طرف کو گھماؤ ہو جانا چاہئے خواہ وہ سفر حج کے لئے ہو یا عمرہ کے لئے اور یہ سب امور اس وقت ہیں جبکہ تنگی و زحمت نہ ہو اور اگر تنگی و زحمت ہو تو کسی بھی راستہ سے داخل ہو جائے خصوصاً آجکل یہ مشکل ہے کیونکہ موٹروں کے تابع ہونا پڑتا ہے، اسباب وغیرہ ساتھ ہوتا ہے اور موٹریں اپنے مقررہ راستے سے جاتی ہیں جو حکومت نے ان کے لئے مقرر کیا ہوا ہے پس ایسی حالت میں مستحب کا ترک مباح ہے۔

مکہ معظمہ پر نظر پڑنے کے وقت کی دعا اور شہر میں داخل ہونے کے آداب

جب مکہ معظمہ نظر آئے تو تلبیہ کہے اور یہ دعا پڑھے: اَللّٰهُمَّ رَبَّ السَّمٰوٰتِ السَّبْعِ وَمَا اَظْلَلْنَ وَرَبَّ الْاَرَضِيْنَ السَّبْعِ وَمَا اَقْلَلْنَ وَرَبَّ الشَّيٰطِيْنِ وَمَا اَضْلَلْنَ وَرَبَّ الرِّيَاحِ وَمَا ذَرَيْنَ فَاِنَّا نَسْئَلُكَ خَيْرَ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ وَخَيْرَ اَهْلِهَا وَخَيْرَ مَا فِيْهَا وَنَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّهَا وَشَرِّ اَهْلِهَا وَشَرِّ مَا فِيْهَا ۔ اور یہ دعا ہر اس شہر (آبادی) کے دیکھنے کے وقت پڑھنا سنت ہے جس میں وہ داخل ہونے کا ارادہ کرے اور یہ دعا بھی پڑھے: اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِّيْ بِهَا قَرَارًا وَّارْزُقْنِيْ فِيْهَا رِزْقًا حَلَالًا ۔ مستحب ہے کہ نہایت خشوع خضوع کے ساتھ تلبیہ پڑھتا ہوا اور دعا مانگتا ہوا کامل ادب و تعظیم کے ساتھ مکہ معظمہ میں داخل ہو اور یہ دعا پڑھے: اَللّٰهُمَّ اَنْتَ رَبِّيْ وَاَنَا عَبْدُكَ جِئْتُ لِاُؤَدِّيَ فَرْضَكَ وَاَطْلُبَ رَحْمَتَكَ وَاَلْتَمِسَ رِضَاكَ مُتَّبِعًا لِاَمْرِكَ رَاضِيًا بِقَضَائِكَ اَسْئَلُكَ مَسْئَلَةَ الْمُضْطَرِّيْنَ اِلَيْكَ الْمُشْفِقِيْنَ مِنْ عَذَابِكَ الْخَائِفِيْنَ مِنْ عِقَابِكَ اَنْ تَسْتَقْبِلَنِي الْيَوْمَ بِعَفْوِكَ وَتَحْفَظَنِيْ بِرَحْمَتِكَ وَتَجَاوَزَ عَنِّيْ بِمَغْفِرَتِكَ وَتُعِيْنَنِيْ عَلٰى اَدَاءِ فَرَائِضِكَ ۔ اَللّٰهُمَّ افْتَحْ لِيْ اَبْوَابَ رَحْمَتِكَ وَاَدْخِلْنِيْ فِيْهَا وَاَعِذْنِيْ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ۔ اور اگر مدعیٰ کے راستہ سے داخل ہو تو مقام مدعیٰ پر ٹھہرے سلفِ صالحین کی اتباع کرتے ہوئے بیت اللہ شریف کی طرف منہ کرے اور جو دعا

چاہے مانگے اور بہتر یہ ہے کہ اس وقت بلکہ ہر موقع پر یہ دعا پڑھے: رَبَّنَآ اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَۃً وَّفِی الْاٰخِرَۃِ حَسَنَۃً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ ۔ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْٓ اَسْئَلُکَ مِنْ خَیْرِ مَا سَاَلَکَ مِنْہُ نَبِیُّکَ سَیِّدُنَا مُحَمَّدٌ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَ اَعُوْذُ بِکَ مِنْ شَرِّ مَا اسْتَعَاذَکَ مِنْہُ نَبِیُّکَ سَیِّدُنَا مُحَمَّدٌ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ۔ (مدعیٰ مسجد الحرام اور قبرستان کے درمیان دعا مانگنے کی ایک جگہ ہے پہلے اس جگہ سے بیت اللہ نظر آتا تھا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو خوب اونچا کرا دیا تھا تاکہ بیت اللہ شریف اس پر سے نظر آئے لیکن اب اونچے مکانات بن جانے کی وجہ سے وہاں سے بیت اللہ شریف نظر نہیں آتا، آجکل عام طور پر اس طرف سے داخل نہیں ہوتے موٹر والے دوسرے راستے سے داخل ہوتے ہیں ان کو حکومت کے مقرر کردہ راستے سے جانا پڑتا ہے چونکہ مجبوری ہے اس لئے جدھر سے بھی داخل ہوں کسی بھی مقام پر یہ دعا پڑھ لی جائے۔)

مسجد الحرام میں داخل ہونے کے آداب

بیت اللہ شریف کی مسجد کا نام المسجد الحرام ہے بیت اللہ اس مسجد کے بالکل درمیان میں ہے اور مسجد بیت اللہ شریف کے چاروں طرف ہے۔ مکۂ مکرمہ میں داخل ہونے کے بعد فوراً ہی مسجد الحرام میں حاضر ہونا مستحب ہے اگر فوراً ممکن نہ ہو تو اسباب وغیرہ کا بندوبست کر کے سب سے پہلے اس مبارک مسجد میں حاضر ہونا چاہئے، مسجد الحرام میں کسی بھی دروازے سے داخل ہونا جائز ہے لیکن باب بنی شیبہ سے جس کو اب باب السلام کہتے ہیں داخل ہونا افضل و مستحب ہے خواہ اسفلِ مکہ ہی کی طرف سے آئے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسی دروازے سے داخل ہوئے تھے پس اس دروازے پر عاجزی اور خشوع و خضوع کے ساتھ لَبَّیْکَ کہتا ہوا اَللّٰہُ اَکْبَرُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ و درود شریف پڑھتا ہوا اور اس مقام کی عظمت و جلال کا خیال کرتا ہوا مسجد الحرام میں داخل ہو اور جو شخص مزاحم ہو اس کے ساتھ نرمی سے پیش آئے، مسجد میں ننگے پاؤں داخل ہو لیکن اگر اس کو ننگے پاؤں چلنا نقصان کرتا ہو تو کوئی پاکیزہ موزہ وغیرہ پہن لے اور مسجد میں داخل ہوتے وقت پہلے دایاں پاؤں داخل کرے جیسا کہ ہر مسجد میں داخل ہونے کے لئے یہ مطلق طور پر سنت ہے، اور دعا مانگے اور درود شریف پڑھے پس یہ دعا پڑھے: اَعُوْذُ بِاللّٰہِ الْعَظِیْمِ وَبِوَجْھِہِ الْکَرِیْمِ وَسُلْطَانِہِ الْقَدِیْمِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ ۔ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ جَمِیْعَ ذُنُوْبِیْ وَافْتَحْ لِیْٓ اَبْوَابَ رَحْمَتِکَ ۔ اور یہ دعا ہر مسجد میں داخل ہونے کے وقت پڑھنا سنت ہے۔ اور کنز العباد میں ہے کہ باب السلام کی چوکھٹ کو بوسہ دے اھ اور جب بیت اللہ شریف پر نظر پڑے تین مرتبہ اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہے اور تین مرتبہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہے تاکہ اس میں شرک کا شائبہ بھی نہ پیدا ہو کہ یہ عبادت بیت اللہ کے لئے ہے پھر تلبیہ پڑھے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھے اور جو دعا چاہے مانگے۔ حدیثوں میں آیا ہے کہ خانہ کعبہ کو دیکھنے کے وقت مسلمان کی دعا قبول ہوتی ہے امام محمدؒ نے کتاب الاصل میں حج کے مواقع کے لئے کوئی دعا مقرر نہیں کی کیونکہ متعین دعا تکرار و حفظ کے باعث اکثر حضور قلب اور رقت و خشوع کے بغیر ادا ہوتی ہے اس لئے اپنے جذبات کے مطابق جس دعا میں خشوع و خضوع اور تضرع حاصل ہو وہ پڑھے، تاہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و سلف صالحین صحابہ و تابعین رضوان اللہ علیہم اجمعین سے منقول و مروی دعاؤں کو برکت کے لئے پڑھے تو بہتر و افضل ہے اگر وہ یاد نہ ہوں تو جو دعا یاد ہو وہ پڑھے، ایک ماثورہ دعا یہ ہے: لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰھُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ

وَمِنْكَ السَّلَامُ وَإِلَيْكَ يَرْجِعُ السَّلَامُ فَحَيِّنَا رَبَّنَا بِالسَّلَامِ وَاَدْخِلْنَا (بِفَضْلِكَ دَارَكَ) دَارَ السَّلَامِ تَبَارَكْتَ رَبَّنَا وَتَعَالَيْتَ يَاذَا الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ، اَللّٰهُمَّ زِدْ بَيْتَكَ هٰذَا تَشْرِيْفًا وَّتَعْظِيْمًا وَّتَكْرِيْمًا وَّمَهَابَةً وَّرِفْعَةً وَّبِرًّا وَّاِيْمَانًا وَّزِدْ يَارَبِّ مَنْ شَرَّفَهٗ وَعَظَّمَهٗ وَكَرَّمَهٗ مِمَّنْ حَجَّهٗ اَوِاعْتَمَرَهٗ تَشْرِيْفًا وَّتَعْظِيْمًا وَّتَكْرِيْمًا وَّمَهَابَةً وَّرِفْعَةً وَّبِرًّا وَّاِيْمَانًا۔ اس کے بعد درود شریف پڑھے، درود شریف پڑھنا اس وقت کے اہم اذکار میں سے ہے پھر جو دعا چاہے مانگے، سب سے اہم دعا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے بلا حساب کے جنت مانگے یعنی یوں کہے اَللّٰهُمَّ ارْزُقْنِيْ الْجَنَّةَ بِغَيْرِ حِسَابٍ۔ یہ بھی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیت اللہ شریف کے دیکھنے کے وقت یہ دعا فرماتے تھے اَعُوْذُ بِرَبِّ الْبَيْتِ مِنَ الْكُفْرِ وَمِنَ الدَّيْنِ وَالْفَقْرِ وَمِنْ ضِيْقِ الصَّدْرِ وَعَذَابِ الْقَبْرِ۔

رویتِ کعبہ معظمہ جب بیت اللہ شریف پر نظر پڑے تو کھڑے ہو کر دعا مانگنا مستحب ہے لیکن بیت اللہ کو دیکھتے وقت یا دعا مانگتے وقت اپنے ہاتھ نہ اٹھائے بلکہ ہمارے تینوں اماموں امام ابوحنیفہ و امام ابویوسف و امام محمد رحمہم اللہ کے نزدیک ہاتھ اٹھانا مکروہ ہے اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ یہ یہودیوں کا فعل ہے اور بعض نے کہا کہ اس وقت ہاتھ اٹھائے جیسا کہ کرمانی رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے اور بصروی نے اس کو مستحب کہا ہے گویا کہ ان دونوں نے مطلق دعا کے آداب پر اعتماد کیا ہے بلکہ انھوں نے امام شافعیؒ کے سند پکڑنے پر اعتماد کیا ہے اور امام شافعیؒ نے ابن جریج کی روایت سے سند پکڑی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب بیت اللہ شریف پر نظر فرماتے تھے تو اپنے دونوں ہاتھ اٹھاتے تھے اور یہ دعا پڑھتے تھے اللهم زد هذا البيت تشريفا وتعظيما وتكريما الى قوله برا الحديث۔ ہمارے لئے امام واقدی کی روایت سند ہے انھوں نے یہی حدیث حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے لیکن اس میں ہاتھ اٹھانے کا ذکر نہیں کیا ہمارے علماء کے نزدیک واقدی ثقہ ہے جیسا کہ فتح القدیر میں ہے، غرضکہ یہ مسئلہ مختلف فیہ ہے اور ان دونوں قولوں میں اس طرح تطبیق ہو سکتی ہے کہ دونوں ہاتھ اٹھانے کا قول بیت اللہ شریف کو پہلی دفعہ دیکھنے پر محمول کیا جائے اور نفی کا قول بار بار (ہر دفعہ) کے دیکھنے پر محمول کہا جائے، ایک توجیہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ اثبات کا قول دونوں ہاتھوں کو دعا کے لئے سینہ کے سامنے پھیلانے کی طرف راجع ہو اور نفی کا قول بیت اللہ کی تعظیم کے لئے دونوں ہاتھوں کو کانوں تک اٹھانے کے بارے میں ہو جیسا کہ تکبیر تحریمہ کے وقت اٹھاتے ہیں واللہ اعلم۔ پس راجح یہی معلوم ہوتا ہے کہ بیت اللہ شریف کو پہلی بار دیکھنے کے وقت دونوں ہاتھ اٹھا کر دعا مانگے پھر ہر دفعہ کی زیارت کے وقت ہاتھ نہ اٹھائے واللہ اعلم بالصواب۔

(فائدہ) مسجد الحرام میں بلکہ ہر مسجد میں داخل ہوتے وقت نفل اعتکاف کی نیت کرنا مستحب ہے اور نفل اعتکاف تھوڑی دیر کا بھی جائز ہے پس جب مسجد میں داخل ہوتے وقت دخول مسجد کی دعا پڑھے اس کے ساتھ ہی دل میں اعتکاف کی نیت بھی کر لیا کرے اور زبان سے بھی کہہ لیا کرے مثلاً یہ لفظ کہہ لیا کرے نَوَيْتُ الْاِعْتِكَافَ مَادُمْتُ فِي الْمَسْجِدِ۔

دعا سے فارغ ہونے کے بعد فوراً نماز تحیۃ المسجد وغیرہ نہ پڑھے بلکہ طواف کے لئے حجرِ اسود کی طرف قصد کرے اس لئے کہ بیت اللہ شریف کی تحیت و تعظیم اس کا طواف کرنا ہے نہ کہ نماز وغیرہ، مسجد الحرام میں داخل ہونے کے وقت سب سے پہلے طواف

کرنے سے وہ شخص مستثنیٰ ہے جو ایسے وقت میں مسجد الحرام میں داخل ہوا ہو جبکہ فرض نماز کی جماعت کھڑی ہونے والی ہو یا کھڑی ہو چکی ہو یا فرض نماز کے قضا ہونے یا فرضِ نماز کا مستحب وقت نکل جانے یا نماز وتر یا فرضِ نماز سے پہلے یا بعد کی نماز سنتِ مؤکدہ کے فوت ہو جانے کا خوف ہو یا نماز جنازہ کی جماعت ہو رہی ہو پس ان سب صورتوں میں نماز کو طوافِ تحیۃ پر مقدم کرے، اس کے بعد طواف کرے۔ نماز اشراق، تہجد، چاشت وغیرہ کو طواف سے پہلے نہ پڑھے بلکہ ان سب سے پہلے طواف کرے اور اگر کسی مانع کی وجہ سے فوراً طواف کا ارادہ نہ ہو تو نماز دوگانہ تحیۃ المسجد پڑھ لینا چاہئے بشرطیکہ مکروہ وقت نہ ہو، ویسے اس مسجدِ مبارک کے لئے بھی دوسری مسجدوں کی طرح تحیۃ المسجد اصل ہے لیکن اس کے لئے دوسری مسجدوں سے زائد ایک تحیۃ اور بھی ہے اور وہ طواف کا کرنا ہے جو تحیۃ کی نماز سے بھی مستغنی کر دیتا ہے تاہم اگر کوئی شخص یہ زائد تحیۃ یعنی طواف نہیں کرتا تو وہ اصل تحیۃ یعنی دوگانہ نماز کو ترک نہ کرے کیونکہ اگر کسی عذر سے اس نے طواف ترک کر دیا تب بھی یہ مقام مسجد تو ہر حال میں ہے پس جو شخص طواف نہ کرے اس کا یہ مطلب نہیں کہ وہ دوگانہ تحیۃ المسجد بھی نہ پڑھے جیسا کہ عوام نے سمجھ لیا ہے، اور جن اوقات میں نماز پڑھنا مکروہ ہے ان اوقات میں طواف کرنا مکروہ نہیں ہے لیکن ہر طواف کے بعد کا دوگانہ اس وقت نہ پڑھے بلکہ مکروہ وقت گذرنے کے بعد پڑھے۔

طریقۂ طواف جس شخص نے حجِ افراد کا احرام باندھا ہے وہ مسجد الحرام میں داخل ہونے کے بعد سب سے پہلے طوافِ قدوم کریگا اور یہی طواف اس کے لئے طوافِ تحیت ہو جائے گا پس وہ شخص مسجد الحرام میں داخل ہونے کے بعد زیارت بیت اللہ شریف کی دعا وغیرہ سے فارغ ہو کر تلبیہ پڑھتا ہوا حجرِ اسود کی طرف آئے اور طوافِ قدوم حجرِ اسود سے شروع کرے یعنی حجرِ اسود کے سامنے اس طرح کھڑا ہو کہ اس کا داہنا کندھا حجرِ اسود کے بائیں کنارے کے مقابل ہو، اور حجرِ اسود کے بائیں کنارے سے مراد وہ کنارہ ہے جو طواف کرنے والے کے بائیں جانب ہو اور سارا حجرِ اسود اس کے دائیں طرف رہے (آج کل اس کی نشاندہی کے لئے مطاف پر سُرخ پتھر کی پٹی بنی ہوئی ہے اس پر کسی جگہ کھڑا ہو جائے) اور بغیر کسی تکلیف کے جسقدر ہو سکتا ہے حجرِ اسود کے قریب ہو جائے پھر طواف کی نیت کرے اور نیت کے وقت کی یہ کیفیت مستحب و افضل و اکمل کیفیت ہے کیونکہ اختلافِ فقہا سے بچنا بالاجماع مستحب ہے ورنہ اگر مطلقاً حجرِ اسود کی طرف منھ کر کے طواف کی نیت کر لی تب بھی ہمارے نزدیک کافی ہے کیونکہ اپنے جسم کا کچھ حصہ حجرِ اسود کے سامنے ہو جانے سے اس کو اصل مقصود یعنی حجرِ اسود سے طواف کا شروع کرنا حاصل ہو گیا حجرِ اسود سے طواف کے شروع ہونے کے لئے اس کے جسم کا اکثر حصہ باب الکعبہ کی طرف نکلا ہوا ہونا کافی ہے جیسا کہ نماز میں اس کے چہرے کی سطح کا کچھ حصہ کعبۂ مکرمہ کے کچھ حصہ کے سامنے ہونا استقبالِ قبلہ کے لئے کافی ہوتا ہے لیکن اگر اس کے بدن کا کچھ حصہ بھی حجرِ اسود کے سامنے نہ ہوا بلکہ وہ ملتزم کی طرف میں کھڑا ہوا اور اپنے جسم کو جھکا کر حجرِ اسود کے سامنے کیا تو اس طرح سے اس کو طواف کا حجرِ اسود سے شروع کرنا حاصل نہیں ہوگا بلکہ اس کے قدموں کی جگہ بیت اللہ شریف کے جس حصہ کے سامنے ہوگی وہاں سے طواف شروع ہوگا اس طرح ابتدائے طواف میں حجرِ اسود کے سامنے کھڑا ہونا ہمارے نزدیک سنت ہے واجب نہیں ہے اور اس کے خلاف مکروہ ہے، پس اگر کسی شخص نے اس کو ترک کر دیا اور اپنا بایاں کندھا حجرِ اسود کے دائیں کنارے یعنی

باب الکعبہ کی طرف والے کنارے کی طرف رکھتے ہوئے کھڑا ہوا اور طواف کی نیت کی پھر طواف کیا تو کافی ہے، یہ جو بعض ناواقف لوگ طواف کی نیت رکن یمانی اور حجرِ اسود کے درمیانی حصے پر کرتے اور وہیں سے طواف شروع کرتے ہیں تو یہ خلافِ سنت بلکہ اجماعِ امت کے مخالف ہے، دل سے نیت کرنا فرض ہے تاہم بہتر یہ ہے کہ زبان سے بھی کہہ لے پس زبان سے یوں کہے: اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اُرِیْدُ طَوَافَ بَیْتِکَ الْحَرَامِ فَیَسِّرْہُ لِیْ وَتَقَبَّلْہُ مِنِّیْ سَبْعَۃَ اَشْوَاطٍ لِلّٰہِ تَعَالٰی عَزَّوَجَلَّ۔ (ترجمہ: اے اللہ میں آپ کے بیت الحرام کا طواف سات چکر کرنے کا ارادہ کرتا ہوں پس آپ میرے لئے اس کو آسان فرما دیجئے اور اس کو میری طرف سے قبول فرما لیجیے) اگر عربی الفاظ ادا نہ کر سکے تو اپنی زبان میں ترجمہ کے الفاظ ادا کرلے۔ اس کے بعد حجرِ اسود کی طرف منھ کئے ہوئے ہی داہنی طرف ذرا سا چلے یہاں تک کہ حجرِ اسود کے بالکل سامنے ہو جائے (جہاں آجکل مطاف کے فرش پر گول پھول سا بنا ہوا ہے) پھر نماز کی تکبیرِ تحریمہ کی طرح دونوں ہاتھ کانوں تک قبلہ رُخ کرتے ہوئے اٹھا کر کہے: بِسْمِ اللّٰہِ اَللّٰہُ اَکْبَرُ وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَللّٰھُمَّ اِیْمَانًا بِکَ وَتَصْدِیْقًا بِکِتَابِکَ وَوَفَاءً بِعَھْدِکَ وَاتِّبَاعًا لِسُنَّۃِ نَبِیِّکَ (سَیِّدِنَا) مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ، یا یہ دعا پڑھے: بِسْمِ اللّٰہِ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ اِیْمَانًا بِاللّٰہِ وَتَصْدِیْقًا بِمَا جَاءَ بِہٖ (سَیِّدُنَا) مُحَمَّدٌ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ، اور پہلی دعا کا پڑھنا صرف حضرت علی و حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہم سے ثابت ہے اور دوسری دعا حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حجرِ اسود کو بوسہ دیتے وقت پڑھی ہے جیسا کہ فتح القدیر میں ہے صرف بِسْمِ اللّٰہِ اَللّٰہُ اَکْبَرُ وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ کہہ لینا بھی کافی ہے پھر دونوں ہاتھوں کو نیچے چھوڑ کر اپنے آپ کو یا کسی دوسرے کو تکلیف دیئے بغیر حجرِ اسود کا استلام کرے یعنی بوسہ دے اور کمال درجہ پر مسنون طریقہ سے حجرِ اسود کو بوسہ دینے کی کیفیت یہ ہے کہ اپنی دونوں ہتھیلیاں حجرِ اسود پر رکھے اور متکبرین کے طریقہ پر صرف ایک ہتھیلی نہ رکھے کیونکہ حجرِ اسود اللہ تعالیٰ کی زمین پر یمین اللہ ہے جس سے اللہ کے بندے مصافحہ کرتے ہیں اور اپنا مُنھ دونوں ہاتھوں کے بیچ میں اس طرح پر رکھے جیسا کہ مسنون طریقہ پر سجدہ کے وقت رکھتا ہے اور بغیر آواز نرمی سے بوسہ دے یعنی حجرِ اسود پر صرف ہونٹ رکھدے چٹاخہ نہ بھرے یہی مسنون طریقہ ہے اور اس پر سجدہ کرنا بھی مستحب ہے تین بار حجرِ اسود کو بوسہ دینا اور سجدہ کرنا (یعنی پیشانی رکھنا) مستحب ہے[ع]۔ اگر کوئی شخص ہجوم کی وجہ سے بغیر تکلیف کے ایسا نہیں کر سکتا تو اس طرح بوسہ نہ دے اور خود تکلیف اٹھانے اور لوگوں کو تکلیف دینے سے بچے بلکہ صرف دونوں ہاتھ حجرِ اسود پر رکھ کر پھر وہاں سے اٹھا کر ہاتھوں کو بوسہ دے لے، اگر دونوں ہاتھ سہولت سے نہ پہنچیں تو پھر ایک ہی ہاتھ سے چھو کر اس ہاتھ کو بوسہ دے لے، اولیٰ یہ ہے کہ دایاں ہاتھ رکھے کیونکہ اشرف کاموں میں اسی کا استعمال ہوتا ہے اور اگر ہاتھ بھی نہ رکھ سکے تو پھر کسی چھڑی وغیرہ سے جو اس کے ہاتھ میں ہو حجرِ اسود کو چھو کر اس چھڑی وغیرہ کو بوسہ دے لے جبکہ ایسا کرنا ممکن ہو اور اگر ہجوم کی وجہ سے اور اذیت کے خوف سے یہ بھی نہ ہو سکے یا حجرِ اسود کو خوشبو لگی ہوئی ہو اور طواف کرنے والا احرام کی حالت میں ہو تو حجرِ اسود کے سامنے اس کی طرف منھ کر کے کھڑا ہو کر دونوں ہاتھ کانوں تک اٹھا کر حجرِ اسود کے سامنے اس طرح کرے کہ اس کے ہاتھوں کی پشت اس کے چہرے کی طرف ہو اور یہ خیال کرتے ہوئے گویا دونوں ہاتھ حجرِ اسود پر رکھے ہیں تکبیرِ مذکورہ بالا پڑھے

ع علامہ قوام الدین کاکی نے کہا ہے کہ ہمارے نزدیک اولیٰ یہ ہے کہ سجدہ نہ کرے کیونکہ مشاہیر میں اس کی روایت نہیں کی گئی ہے۔ (حیات ص ۱۲۸)

پھر اپنے ہاتھوں کو بوسہ دے لے اور یہ دونوں ہاتھوں کا اٹھانا حجرِ اسود کی طرف اشارہ کے لئے ہے تکبیر کے لئے نہیں ہے اور اگر بوسہ نہ دے سکے تو اپنے منھ یا سر سے حجرِ اسود کی طرف اشارہ نہ کرے، حجرِ اسود کو بوسہ دیتے وقت چاندی کے اس حلقہ پر ہاتھ رکھنے سے بچتا رہے جو کہ حجرِ اسود کے گرد لگایا ہوا ہے (اور اگر اس قدر ہجوم ہو کہ ٹھہر کر حجرِ اسود کی طرف منھ کر کے ہاتھوں کے اشارہ سے بوسہ دینا بھی ممکن نہ ہو تو چلتے ہوئے حجرِ اسود کی طرف منھ کئے بغیر ہاتھ کا اشارہ اس کی طرف کر کے ہاتھ کو بوسہ دے لے) اور جب استلام (بوسہ) سے فارغ ہو جائے تو اپنی داہنی طرف مُڑ جائے اور بیت اللہ شریف کو اپنی بائیں جانب کر لے اور طواف کے لئے چلنا شروع کرے اور بیت اللہ کے دروازے کی طرف یعنی اپنے داہنی طرف چلے حطیم کو بھی طواف میں شامل کرے، حجرِ اسود اور بیت اللہ کے دروازے کے درمیان یہ دعا پڑھے بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُمَّ اِيْمَانًا بِكَ وَتَصْدِيْقًا بِكِتَابِكَ وَوَفَاءً بِعَهْدِكَ وَاتِّبَاعًا لِسُنَّةِ نَبِيِّكَ (سَيِّدِنَا) مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، دروازے کے مقابل گذرتے ہوئے یہ دعا پڑھے: اَللّٰهُمَّ اِنَّ هٰذَا الْبَيْتَ بَيْتُكَ وَالْحَرَمَ حَرَمُكَ وَالْاَمْنَ اَمْنُكَ وَهٰذَا مَقَامُ الْعَائِذِ بِكَ مِنَ النَّارِ فَحَرِّمْ لُحُوْمَنَا وَبَشَرَتَنَا عَلَى النَّارِ، اگر گنجائش ہو تو یہ دعا بھی پڑھ لے اَللّٰهُمَّ قَنِّعْنِيْ بِمَا رَزَقْتَنِيْ وَبَارِكْ لِيْ فِيْهِ وَاخْلُفْ عَلٰى كُلِّ غَائِبَةٍ لِّيْ بِخَيْرٍ، لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ، پھر رکن عراقی (بیت اللہ شریف کے شمال مشرقی گوشہ کے قریب پہنچ کر یہ دعا پڑھے اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الشَّكِّ وَالشِّرْكِ وَالشِّقَاقِ وَالنِّفَاقِ وَسُوْءِ الْاَخْلَاقِ وَسُوْءِ الْمَنْظَرِ وَالْمُنْقَلَبِ فِي الْاَهْلِ وَالْمَالِ وَالْوَلَدِ، حطیم کے باہر سے میزابِ رحمت کے سامنے پہنچے تو یہ دعا پڑھے اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْئَلُكَ اِيْمَانًا لَا يَزُوْلُ وَيَقِيْنًا لَا يَنْفَدُ وَمُرَافَقَةَ نَبِيِّكَ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ جَنَّةِ الْخُلْدِ، اَللّٰهُمَّ اَظِلَّنِيْ تَحْتَ ظِلِّ عَرْشِكَ يَوْمَ لَا ظِلَّ اِلَّا ظِلُّكَ وَلَا بَاقِيَ اِلَّا وَجْهُكَ وَاسْقِنِيْ مِنْ حَوْضِ نَبِيِّكَ (سَيِّدِنَا) مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَرْبَةً هَنِيْئَةً لَا اَظْمَاُ بَعْدَهَا اَبَدًا، پھر جب رکنِ شامی (یعنی بیت اللہ کے شمال مغربی گوشہ) کے سامنے پہنچے تو یہ دعا پڑھے اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ حَجًّا مَّبْرُوْرًا وَّسَعْيًا مَّشْكُوْرًا وَّذَنْبًا مَّغْفُوْرًا وَّعَمَلًا صَالِحًا مَّقْبُوْلًا وَّتِجَارَةً لَّنْ تَبُوْرَ يَا عَزِيْزُ يَا غَفُوْرُ، يَا عَالِمَ مَا فِي الصُّدُوْرِ اَخْرِجْنِيْ مِنَ الظُّلُمَاتِ اِلَى النُّوْرِ، پھر جب رکنِ یمانی (بیت اللہ شریف کے جنوب مغربی گوشہ) پر پہنچے تو اس پر دونوں ہاتھ پھیرے اور اگر دونوں ہاتھ لگانا مشکل ہو تو صرف داہنا ہاتھ ہی پھیرے، بائیں ہاتھ سے چھونا سنت کے خلاف ہے اگر ہاتھ لگنے کا موقع نہ ہو ایسے ہی گذر جائے اشارہ سے بوسہ نہ دے اور اس وقت خوب دل سے یہ دعا پڑھے :-

اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْئَلُكَ الْعَفْوَ وَالْعَافِيَةَ فِي الدِّيْنِ وَالدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ، اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْكُفْرِ وَالْفَقْرِ وَالذُّلِّ وَمَوَاقِفِ الْخِزْيِ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ، پھر رکن یمانی سے حجرِ اسود کی طرف چلتے ہوئے یہ دعا پڑھے: رَبَّنَا اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ وَعَذَابَ الْقَبْرِ وَضِيْقِ الصَّدْرِ وَاَحْوَالِ يَوْمِ الْقِيٰمَةِ وَاَدْخِلْنَا الْجَنَّةَ مَعَ الْاَبْرَارِ يَا عَزِيْزُ يَا غَفَّارُ، يَا رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ، پھر جب حجرِ اسود کے سامنے پہنچ جائے تو اوپر بیان کئے ہوئے طریقہ پر

بسم اللہ اللہ اکبر وللہ الحمد کہتے ہوئے حجرِ اسود کا استلام کرے۔ اس بات کا خیال رکھے کہ طواف میں کانوں تک ہاتھ صرف شروع طواف میں اُٹھائے جاتے ہیں جیسا کہ پہلے بیان ہوا ہے اس کے بعد کسی چکر میں نہ اٹھائے، بعض لوگ لاعلمی کی وجہ سے ہر چکر میں جب حجرِ اسود کے سامنے پہنچتے ہیں اُسی طرح ہاتھ اٹھاتے ہیں یہ صحیح نہیں ہے۔ طواف میں حجرِ اسود سے چل کر دوبارہ حجرِ اسود تک پہنچنے پر طواف کا ایک چکر ہوتا ہے (جس کو عربی میں شوط کہتے ہیں) جب اس طرح سے سات چکر (شوط) پورے ہو جائینگے تو ایک طواف پورا ہو جائے گا، ساتویں چکر کے ختم پر بھی حجرِ اسود کو بوسہ دے اس طرح ایک طواف میں حجرِ اسود کا استلام (بوسہ) آٹھ دفعہ ہوگا، یہ خیال رکھے کہ سوائے حجرِ اسود کے اور کسی رکن (کونہ) پر بوسہ نہ دے اور نہ اس پر سجدہ کرے، رکنِ یمانی پر دونوں ہاتھ یا صرف داہنا ہاتھ لگائے بوسہ نہ دے اور ہجوم کے وقت اگر تکلیف کے بغیر ہاتھ بھی نہ لگا سکے تو یہاں اشارہ بھی نہ کرے باقی اور کسی رکن یعنی رکن عراقی و شامی پر ہاتھ بھی نہ لگائے اور ہر قسم کے طواف کے تمام چکروں میں اللہ تعالیٰ کا ہر ذکر پڑھنا مستحب ہے اور یہ ذکر بھی احادیث میں وارد ہے: سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ۔ طواف میں یہ دعا پڑھنا بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے: اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ الرَّاحَۃَ عِنْدَ الْمَوْتِ وَالْعَفْوَ عِنْدَ الْحِسَابِ۔ اور رکنِ یمانی پر پہنچ کر یہ پڑھنا بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنَ الْکُفْرِ وَالْفَاقَۃِ وَمَوَاقِفِ الْخِزْیِ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ۔ طواف کے چکروں میں اذکارِ الٰہی اور ماثورہ دعاؤں کا پڑھنا تلاوتِ قرآن مجید کرنے سے افضل ہے۔ یہ بات خوب اچھی طرح سمجھ لینی چاہئے کہ طواف کے لئے کوئی خاص دعا ہرگز ضروری نہیں ہے اگر کوئی بھی دعا یاد نہ ہو تو صرف سبحان اللہ والحمد للہ ولا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر ہی پڑھتا رہے اور رکن یمانی و حجرِ اسود کے درمیانی حصہ میں ربنا اٰتنا فی الدنیا حسنۃ وفی الاٰخرۃ حسنۃ وقنا عذاب النار پڑھتا رہے یا روزمرہ کی یاد والی دعاؤں میں سے جو دعائیں چاہے پڑھے، اگر کوئی شخص طواف میں بالکل کوئی دعا نہ پڑھے بلکہ خاموش رہے تب بھی طواف ہو جاتا ہے، ہر چکر کے لئے الگ الگ دعائیں بھی بزرگوں نے ترتیب دی ہیں اور اکثر کتابوں میں منقول ہیں وہ بھی پڑھ سکتے ہیں۔ دورانِ طواف میں کسی عذر کے بغیر کہیں نہ ٹھہرے نہ کسی رکن (کونہ) پر اور نہ مطاف کی کسی اور جگہ، کیونکہ طواف کے چکروں کا لگاتار اور ان کے اجزا کا مسلسل ہونا سنت ہے نیز دعاؤں کے الفاظ خصوصاً ماثورہ دعاؤں کے الفاظ صحیح طور پر ادا کرے اور اولیٰ وہ دعائیں اور اذکار ہیں جن سے قلب میں رقت پیدا ہو اگرچہ یہ رقت مصنوعی اور عارضی طور پر ہی کیوں نہ ہو، برکت حاصل کرنے کے لئے ماثورہ دعاؤں کا پڑھنا مستحب ہے اور جو دعائیں سلف صالحین سے مروی ہیں ان کا پڑھنا مستحسن ہے، طواف کی دعاؤں کے ساتھ ساتھ درود شریف پڑھتا رہے یا دعاؤں کی بجائے درود شریف پڑھے کیونکہ درود شریف افضل عبادت ہے، بیت اللہ شریف کے ارکان کے نزدیک اور خصوصاً رکن اعظم کے نزدیک درود شریف پڑھنا اور بھی افضل ہے، اور طواف کی حالت میں سوائے طواف قدوم کے اور کسی طواف میں تلبیہ نہ کہے، طوافِ قدوم خواہ حج افراد کا ہو یا حج قران کا اس میں تلبیہ کہنا جائز ہے لیکن اس کی بجائے اذکارِ ماثورہ میں مشغول ہونا افضل ہے، مردوں کے لئے خانۂ کعبہ کے قریب سے طواف کرنا بہتر ہے جبکہ یہ کسی کو تکلیف دیئے بغیر ممکن ہو، اور عورتوں کو مطاف کے کنارے کے قریب سے طواف کرنا بہتر ہے۔

طواف کے بعد کی دو رکعتیں اور مقامِ ابراہیم

اس طرح جب سات چکر پورے کر چکے اور آٹھویں مرتبہ حجر اسود کا استلام کر کے طواف سے فارغ ہو جائے تو مقامِ ابراہیم کی طرف آئے جو کہ بیت اللہ شریف کے مشرق کی جانب مطاف کے کنارے پر ہے اور اس وقت یہ آیت پڑھتا ہوا چلے وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهِيْمَ مُصَلًّى، اگر سہولت سے مقام ابراہیم کے پیچھے جگہ مل جائے تو مقامِ ابراہیم کو بیت اللہ اور اپنے بیچ میں لیکر ورنہ اس کے آس پاس جہاں جگہ مل جائے وہاں پر طواف کی دو رکعتیں پڑھے ہر طواف کے ختم ہونے پر دو رکعت نماز پڑھنا ہمارے نزدیک صحیح قول کی بنا پر واجب ہے خواہ وہ طواف فرض ہو یا واجب یا سنت یا نفل ہو اور اس کے لئے افضل جگہ مقام ابراہیم ہے لیکن وہاں اکثر بہت ہجوم رہتا ہے اور بعض لوگ نادانی سے بے ادبی کی حرکتیں کرتے ہیں اس لئے اگر وہاں اطمینان سے پڑھنے کا موقع نہ ملے تو اس کے قریب کہیں پڑھ لے ورنہ حطیم میں جاکر یا مطاف میں طواف والوں سے ہٹ کر یا حرم بیت اللہ میں کسی بھی جگہ پڑھ لے اور اگر اپنے شہر میں واپس آ کر پڑھے تب بھی جائز ہے، چاروں ائمہ کے نزدیک اس دوگانہ کی پہلی رکعت میں الحمد کے بعد سورۃ الکفرون اور دوسری رکعت میں الحمد کے بعد سورۃ الاخلاص پڑھنا مستحب ہے، اس کے بعد نہایت خشوع خضوع کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے دعا کرے اس وقت اپنے لئے اور اپنے عزیز و اقارب و احباب اور تمام مسلمانوں کے لئے دعا کرنا مستحب ہے، ماثورہ دعاؤں میں سے ایک دعا، آدم علیہ السلام کے نام سے موسوم ہے اور وہ یہ ہے: اَللّٰهُمَّ اِنَّكَ تَعْلَمُ سِرِّيْ وَعَلَانِيَتِيْ فَاقْبَلْ مَعْذِرَتِيْ وَتَعْلَمُ حَاجَتِيْ فَاَعْطِنِيْ سُؤْلِيْ وَتَعْلَمُ مَا فِيْ نَفْسِيْ فَاغْفِرْ لِيْ ذُنُوْبِيْ، اَللّٰهُمَّ اِنِّيْٓ اَسْئَلُكَ اِيْمَانًا يُّبَاشِرُ قَلْبِيْ وَيَقِيْنًا صَادِقًا حَتّٰى اَعْلَمَ اَنَّهٗ لَا يُصِيْبُنِيْٓ اِلَّا مَا كَتَبْتَ لِيْ وَرِضًا مِّنْكَ بِمَا قَسَمْتَ لِيْ اَنْتَ وَلِيِّ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ تَوَفَّنِيْ مُسْلِمًا وَّاَلْحِقْنِيْ بِالصّٰلِحِيْنَ ۞ دیگر اَللّٰهُمَّ لَا تَدَعْ لَنَا فِيْ مَقَامِنَا هٰذَا ذَنْبًا اِلَّا غَفَرْتَهٗ وَلَا هَمًّا اِلَّا فَرَّجْتَهٗ وَلَا حَاجَةً اِلَّا قَضَيْتَهَا وَيَسَّرْتَهَا فَيَسِّرْ اُمُوْرَنَا وَاشْرَحْ صُدُوْرَنَا وَنَوِّرْ قُلُوْبَنَا وَاخْتِمْ بِالصّٰلِحَاتِ اَعْمَالَنَا۔ دیگر اَللّٰهُمَّ تَوَفَّنَا مُسْلِمِيْنَ وَاَلْحِقْنَا بِالصّٰلِحِيْنَ غَيْرَ خَزَايَا وَلَا مَفْتُوْنِيْنَ ۞ اٰمِيْن يَا رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ ۞ مقام ابراہیم کو نہ ہاتھ سے استلام کرے اور نہ منھ سے بوسہ دے کیونکہ یہ فعل مکروہ ہے۔

ملتزم پر دعا کرنا

نماز طواف اور اس کے بعد کی دعا سے فارغ ہو کر ملتزم پر آئے، یہ حجرِ اسود اور بابِ کعبہ کے درمیان اڑھائی گز شرعی کے قریب بیت اللہ شریف کی دیوار کا حصہ ہے، یہ دعا کی مقبولیت کا خاص مقام ہے یہ وہ مقام ہے جس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس طرح لپٹ جاتے تھے جس طرح بچہ ماں کے سینہ سے لپٹ جاتا ہے پس جب ملتزم پر آئے تو اگر موقع ملے اس سے لپٹ جائے اور ان شاء اللہ العزیز موقع مل ہی جائے گا، اپنا سینہ اور پیٹ اس سے لگا دے اور کبھی دایاں رخسارہ اور کبھی بایاں رخسارہ اس پر رکھے اور کبھی پورا چہرہ اس سے لگا دے اور دونوں ہاتھ اوپر اٹھا کر اُن کو بازوؤں سمیت بیت اللہ شریف کی دیوار کے ساتھ لگا کر نہایت خشوع خضوع سے خوب رو رو کر دعائیں مانگے، جو دل میں آئے اور جس زبان میں چاہے دعا مانگے کوئی کمی نہ کرے اور یہ سمجھ کر مانگے کہ ربِّ کریم کے آستانے پر پہنچ گیا ہوں اور اس کی چوکھٹ سے لگا کھڑا ہوں، وہ میرے حال کو دیکھ رہا ہے اور میری آہ و زاری کو سن رہا ہے، یہاں

تکبیر و تہلیل اور اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا اور اذکار پڑھے اور اول و آخر درود شریف بھی پڑھے، اس موقع پر جہنم سے نجات اور بغیر حساب جنت میں داخلہ کی دعا ضرور کرے اور اس مقصد کے لئے یہ مختصر الفاظ یاد کر لے: اَللّٰھُمَّ رَبَّ ھٰذَا الْبَیْتِ الْعَتِیْقِ اَعْتِقْ رِقَابَنَا مِنَ النَّارِ وَاَدْخِلْنَا الْجَنَّۃَ بِغَیْرِ حِسَابٍ ۔ اس موقع کے لئے ایک ماثورہ دعا یہ بھی ہے: یَا وَاحِدُ یَا مَاجِدُ لَا تُزِلْ عَنِّیْ نِعْمَۃً اَنْعَمْتَ عَلَیَّ ۔ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ عَبْدُکَ وَابْنُ عَبْدِکَ وَاقِفٌ تَحْتَ بَابِکَ مُلْتَزِمٌ بِاَعْتَابِکَ مُتَذَلِّلٌ بَیْنَ یَدَیْکَ اَرْجُوْ رَحْمَتَکَ وَاَخْشٰی عَذَابَکَ مِنَ النَّارِ یَا قَدِیْمَ الْاِحْسَانِ ۔ اَللّٰھُمَّ حَرِّمْ شَعْرِیْ وَجَسَدِیْ عَلَی النَّارِ اَللّٰھُمَّ کَمَا صُنْتَ وَجْھِیْ عَنْ سُجُوْدِ غَیْرِکَ فَصُنْ وَجْھِیْ عَنْ مَسْئَلَۃِ غَیْرِکَ ۔ اَللّٰھُمَّ یَا رَبَّ الْبَیْتِ الْعَتِیْقِ اَعْتِقْ رِقَابَنَا وَرِقَابَ اٰبَائِنَا وَاُمَّھَاتِنَا وَاَزْوَاجِنَا وَاَوْلَادِنَا وَاِخْوَانِنَا وَاَخَوَاتِنَا وَاَقْرِبَائِنَا وَاَصْحَابِنَا وَاَحِبَّائِنَا مِنَ النَّارِ یَا کَرِیْمُ یَا غَفَّارُ یَا عَزِیْزُ یَا جَبَّارُ یَا ذَا الْجُوْدِ وَالْکَرَمِ وَالْفَضْلِ وَالْمَنِّ وَالْعَطَاءِ وَالْاِحْسَانِ ۔ اور یہ بھی کہے رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ وَتُبْ عَلَیْنَا اِنَّکَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ ۔ دیگر۔ اَللّٰھُمَّ اَحْسِنْ عَاقِبَتَنَا فِی الْاُمُوْرِ کُلِّھَا وَاَجِرْنَا مِنْ خِزْیِ الدُّنْیَا وَعَذَابِ الْاٰخِرَۃِ ۔ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ اَنْ تَرْفَعَ ذِکْرِیْ وَتَضَعَ وِزْرِیْ وَتُصْلِحَ اَمْرِیْ وَتُطَھِّرَ قَلْبِیْ وَتُنَوِّرَ لِیْ فِیْ قَبْرِیْ وَتَغْفِرَ لِیْ ذَنْبِیْ وَاَسْئَلُکَ الدَّرَجَاتِ الْعُلٰی مِنَ الْجَنَّۃِ ، اٰمِیْن.

یہ بات پھر سن لیجئے اور یاد رکھئے کہ یہ دعا یا کوئی اور خاص دعا مقرر نہیں ہے اصل بات وہی ہے کہ دل سے مانگے چاہے کسی زبان میں مانگے اپنے لئے مانگے اپنے والدین اور دوسرے اعزہ اور دوستوں و محسنوں کے لئے مانگے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری امت کے لئے مانگے اور دنیا و آخرت کی ہر ضرورت اور ہر نعمت مانگے۔

زمزم شریف پینا ملتزم پر دعا کرنے کے بعد چاہِ زمزم شریف پر آئے اور قبلہ رخ یعنی بیت اللہ شریف کی طرف منہ کر کے کھڑا ہو اور بسم اللہ پڑھ کر خوب سیر ہو کر تین سانس میں آب زمزم پیے اور اپنے اوپر بھی زمزم کا کچھ پانی ڈالے اور الحمد للہ کہہ کر یہ دعا پڑھے: اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ عِلْمًا نَافِعًا وَّرِزْقًا وَّاسِعًا وَّشِفَاءً مِّنْ کُلِّ دَاءٍ، پینے کے ہر وقفے کے بعد اپنی نگاہ اوپر کی طرف اٹھائے اور بیت اللہ شریف کی طرف دیکھے اور ہر دفعہ یہ دعا اللھم انی اسئلک الخ پڑھے مستحب یہ ہے کہ اگر قدرت ہو تو خود ڈول کھینچے اور اس میں سے پیے اور کچھ آب زمزم برکت حاصل کرنے کے لئے اپنے سر چہرہ اور جسم پر ملے اور اگر میسر ہو تو کچھ اپنے بدن پر بہائے اور ڈول کا باقی پانی واپس چاہِ زمزم میں ڈال دے، اس کے بعد طواف کے افعال پورے ہو جاتے ہیں۔

(فائدہ) جاننا چاہیے کہ دوگانہ طواف و دعائے ملتزم اور آب زمزم پینے میں ترتیب تین طرح پر منقول ہے: اوّل وہ ترتیب ہے جو اوپر بیان ہوئی یعنی طواف ختم کرنے کے بعد پہلے دوگانۂ طواف پڑھے پھر ملتزم پر آئے پھر زمزم شریف پر آکر آب زمزم پیے۔ ظاہر یہ ہے کہ یہی افضل ہے اس لئے کہ اصل یہ ہے کہ طواف سے فارغ ہو کر دوگانۂ طواف کے سوا کسی اور کام میں مشغول نہ ہو۔ در مختار میں اس کو اختیار کیا ہے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ پہلے ملتزم پر آئے پھر دوگانۂ طواف پڑھے پھر چاہِ زمزم پر آئے، اس کو منسک الکبیر میں اختیار کیا ہے اور شرح اللباب میں کہا ہے کہ یہ اسہل و افضل ہے اور اسی پر عمل ہے۔ تیسری صورت یہ ہے کہ پہلے دوگانۂ طواف پڑھے پھر چاہِ زمزم پر آکر زمزم پیے پھر ملتزم پر آئے، اس کو سراجی نے نقل ہے اور فتح القدیر میں اسی کو اختیار کیا ہے کرمانی و زیلعی نے تصریح کی ہے کہ یہ اصح ہے اور بدائع سے بھی اسکی تائید ہوتی ہے شرح اللباب میں اسکو طواف صدر کے بیان میں ذکر کیا ہے اور فتح القدیر و غایہ و کفایہ میں

بھی طوافِ صدر ہیں اسی پر اعتماد کیا ہے اور شافعیہ کے نزدیک بھی یہی موقع کیلئے مختار ہے اور یہ اسلئے ہے تاکہ تمام افعال کے بعد بیت اللہ شریف لپٹ کر ذاتی ہو اور رخصت کے وقت اس کا آخری عمل خانہ کعبہ کی ملاقات ہو ہدایہ و قدوری و کافی و مجمع و بدائع وغیرہ بہت سی کتابوں میں طوافِ قدوم کے دوگانہ طواف کے بعد حجرِ اسود کا استلام کر کے سعی کے لئے صفا کی طرف نکلنا مذکور ہے اور اس طواف کے بعد زمزم شریف و ملتزم پر آنے کا ذکر نہیں کیا ہے بلکہ طوافِ وداع کے بعد ان کا ذکر کیا ہے شاید یہ اس لئے ہے کہ طوافِ قدوم کے بعد سعی میں جلدی کی جائے کیونکہ یہ دونوں امور غیر مؤکد ہیں جیسا کہ شافعیہ کا بھی یہی مذہب ہے اس سے معلوم ہوا کہ جس طواف کے بعد سعی نہیں ہے اس کے بعد ملتزم اور چاہِ زمزم پر آنا سنت ہے، واللہ اعلم بالصواب۔

مفردِ حج کرنے والے کا یہ طواف، طوافِ قدوم کہلاتا ہے اور اس کو طواف التحیۃ و طواف اللقاء بھی کہتے ہیں، اہلِ مکہ اور جو اہلِ مکہ کے حکم میں ہیں اُن پر طوافِ قدوم نہیں ہے اور جو حجِ افراد کے احرام والا آفاقی شخص مکہ مکرمہ میں داخل نہ ہو بلکہ باہر ہی سے عرفات کی طرف چلا جائے اور وقوفِ عرفات کرے تو اس سے طوافِ قدوم ساقط ہو جاتا ہے، مفردِ حج کرنے والے کے لئے افضل یہ ہے کہ حج کی سعی طوافِ زیارت کے بعد کرے کیونکہ سعی واجب ہے پس اس کو سنت (یعنی طوافِ قدوم) کے تابع کرنے سے فرض (یعنی طوافِ زیارت) کے تابع کرنا اولیٰ ہے لیکن طوافِ قدوم کے بعد کرنا بھی جائز ہے پس اگر کوئی شخص طوافِ قدوم کے بعد سعی بھی کرنا چاہتا ہے تو اُس کیلئے اس طواف میں سنت یہ ہے کہ طواف شروع کرنے سے ذرا پہلے اضطباع کرلے یعنی چادر کو داہنی بغل کے نیچے سے نکال کر بائیں کندھے پر ڈال لے، اس کا دایاں کندھا کھلا رہے گا اور اس کے لئے طواف کے پہلے تین چکروں میں رمل کرنا بھی سنت ہے یعنی ذرا اکڑ کر مونڈھے ہلاتا ہوا اور قریب قریب قدم رکھتا ہوا پہلوانوں کی طرح ذرا جلدی جلدی چلے اور باقی چار چکروں میں عام حالت کی طرح چلے، اور اضطباع و رمل ہر اس طواف میں سنت ہیں جس کے بعد سعی کی جائے، طوافِ عمرہ میں مطلق طور پر یہ دونوں فعل سنت ہیں اور طوافِ قدوم میں اس وقت سنت ہیں جبکہ اس کے بعد حج کی سعی کرے اور اگر حج کی سعی طوافِ زیارت کے بعد کرے تو یہ اضطباع و رمل طوافِ زیارت میں کرے طوافِ قدوم میں نہ کرے، پس اگر طوافِ قدوم کے بعد حج کی سعی کرنے کا ارادہ ہو تو دوگانۂ طواف و دعائے ملتزم پڑھنے اور زمزم شریف پینے کے بعد پھر حجرِ اسود پر آئے اور اوپر بتائے ہوئے طریقے کے مطابق پھر اس کا استلام کرے یعنی اگر ممکن ہو تو قریب سے ورنہ دور سے دونوں ہاتھوں کے اشارہ سے استلام کرلے، یہ سعی شروع کرنے کے لئے ہے تاکہ طواف کے شروع کی طرح سعی کا شروع بھی حجرِ اسود کے استلام سے ہو، یہ نواں استلام ہے اور اس شخص کے لئے مستحب ہے جو طواف کے بعد سعی کرے پس جو شخص طواف کے بعد سعی نہ کرے تو وہ نویں دفعہ کا استلام نہ کرے۔

سعی صفا و مروہ کا طریقہ

اس استلام کے بعد سعی کے لئے مسجد الحرام کے دروازہ "باب الصفا" سے باہر نکلے باب الصفا سے نکلنا مستحب ہے اگر کسی اور دروازے سے نکلا تب بھی جائز ہے، نکلتے وقت بایاں قدم پہلے باہر رکھے اور یہ دعا پڑھے بِسْمِ اللّٰهِ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ ذُنُوْبِيْ وَافْتَحْ لِيْ اَبْوَابَ فَضْلِكَ، اور یہ دعا ہر مسجد سے باہر نکلتے وقت پڑھنا مستحب ہے، پھر صفا کی طرف چلے، صفا کی سیڑھیاں جہاں سے سعی شروع کی جاتی ہے باب الصفا سے بالکل قریب ہیں دو منٹ کا راستہ بھی نہیں ہے، جب صفا کے قریب پہنچے تو مستحب ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع کرتے ہوئے یہ پڑھے اَبْدَءُ بِمَا بَدَءَ اللّٰهُ تَعَالٰى بِهٖ اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ اَوِ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ اَنْ يَّطَّوَّفَ بِهِمَا وَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا فَاِنَّ اللّٰهَ شَاكِرٌ عَلِيْمٌ جیسا کہ یہ حدیث شریف میں آیا ہے۔ پھر صفا کی سیڑھیوں پر اس قدر چڑھے کہ باب الصفا کے اندر سے بیت اللہ شریف

نظر آنے لگے دیوار کے اوپر سے نہیں، اور یہ امکان کی صورت میں ہے ورنہ جسقدر ممکن ہو اسقدر اوپر چڑھے، پس صفا سے سعی کا شروع کرنا واجب ہے جو کہ صفا کے ساتھ ایڑیاں لگ جانے سے حاصل ہو جاتا ہے اور اوپر چڑھنا اور بیت اللہ کی طرف منھ کرنا سنت ہے اور بیت اللہ کو دیکھنا کمالِ سنت ہے، سیڑھیوں پر چڑھ کر بیت اللہ شریف کی طرف منھ کرکے کھڑا ہو جائے اور دل میں سعی کی نیت کرے اور بہتر یہ ہے کہ زبان سے بھی یہ الفاظ کہے: اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اُرِیْدُ اَنْ اَسْعٰی بَیْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ سَعْیَ الْحَجِّ سَبْعَةَ اَشْوَاطٍ لِوَجْهِكَ الْكَرِیْمِ فَیَسِّرْهُ لِیْ وَتَقَبَّلْهُ مِنِّیْ ط (عمرہ کی سعی میں سعی الحج کی بجائے سَعْیَ الْعُمْرَةِ کہے) پھر اپنے دونوں ہاتھ کندھوں تک اس طرح اٹھائے جس طرح دعا کے لئے اٹھاتے ہیں، بعض ناواقف لوگ کانوں تک تکبیر تحریمہ کی طرح تین مرتبہ ہاتھ اٹھاتے اور گراتے ہیں اور ہر دفعہ بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُ اَكْبَرُ یا صرف اَللّٰهُ اَكْبَرُ کہتے ہیں خصوصاً معلم حضرات ایسا کراتے ہیں یہ سنتِ ثابتہ کے خلاف ہے پس دعا کے لئے ہاتھ اٹھا کر اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کرے یعنی تکبیر و تہلیل و تحمید تین تین مرتبہ پڑھے پھر آہستہ سے درود شریف پڑھے اور خشوع خضوع سے اپنے لئے اور تمام مسلمانوں کے لئے جو دعا چاہے کرے اور دیر تک ٹھہر کر یہاں ذکر و ثنا و حمد و دعا کرے یہاں بھی دعا قبول ہوتی ہے، پس تکبیر و تہلیل و دعا اس طرح کہے: اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ ط اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰی مَا هَدَانَا اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰی مَا اَوْلَانَا اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰی مَا اَلْهَمَنَا اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ هَدَانَا لِهٰذَا وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِیَ لَوْلَا اَنْ هَدَانَا اللّٰهُ ط لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِیْكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ یُحْیِیْ وَیُمِیْتُ وَهُوَ حَیٌّ لَا یَمُوْتُ بِیَدِهِ الْخَیْرُ وَهُوَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ط لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ صَدَقَ وَعْدَهُ وَنَصَرَ عَبْدَهُ وَاَعَزَّ جُنْدَهُ وَهَزَمَ الْاَحْزَابَ وَحْدَهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَلَا نَعْبُدُ اِلَّا اِیَّاهُ مُخْلِصِیْنَ لَهُ الدِّیْنَ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُوْنَ ط اَللّٰهُمَّ اِنَّكَ قُلْتَ وَقَوْلُكَ الْحَقُّ اُدْعُوْنِیْ اَسْتَجِبْ لَكُمْ وَاِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِیْعَادَ ط وَاِنِّیْ اَسْئَلُكَ كَمَا هَدَیْتَنِیْ لِلْاِسْلَامِ اَسْئَلُكَ اَنْ لَّا تَنْزِعَهُ مِنِّیْ حَتّٰی تَوَفَّانِیْ وَاَنَا مُسْلِمٌ وَقَدْ رَضِیْتَ عَنِّیْ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ ط اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِكْ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَاَتْبَاعِهٖ اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنِ ط اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِیْ وَلِوَالِدَیَّ وَلِمَشَایِخِیْ وَلِلْمُسْلِمِیْنَ اَجْمَعِیْنَ وَالسَّلَامُ عَلَی الْمُرْسَلِیْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ط تکبیر و تہلیل و حمد و صلوٰۃ و دعا کا تین دفعہ تکرار کرے حتیٰ کہ تکبیر نو دفعہ ہو جائے، طواف قدوم کے بعد سعی کرنے والا تلبیہ بھی کہے اور اس کے علاوہ جو بھی اذکار و ادعیہ چاہے پڑھے، صفا سے اترنے میں جلدی نہ کرے اور مفصلات کی کسی سورۃ کی مقدار دیر تک صفا پر ٹھہرا رہے بعض نے کہا کہ سورہ بقرہ کی پچیس آیات کی مقدار ٹھہرے لیکن جب حج کے زمانہ میں ہجوم زیادہ ہو تو زیادہ دیر تک نہ ٹھہرے بلکہ جلدی اتر جائے تاکہ لوگوں کو ایذا نہ ہو، صفا سے اترتے وقت یہ دعا پڑھے اَللّٰهُمَّ اسْتَعْمِلْنِیْ بِسُنَّةِ نَبِیِّكَ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَتَوَفَّنِیْ عَلٰی مِلَّتِهٖ وَاَعِذْنِیْ مِنْ مُّضِلَّاتِ الْفِتَنِ بِرَحْمَتِكَ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ ط اب ذکر کرتا اور دعا مانگتا ہوا سکون و اطمینان کے ساتھ معمولی رفتار سے مروہ کی طرف چلے اور جب سبز ستون کے پاس پہنچے جو مسجد الحرام کی دیوار میں لگا ہوا ہے تو وہاں سے دوسرے سبز ستون تک دوڑ کر چلے لیکن بہت زیادہ تیز نہ دوڑے۔ میلین اخضرین (دو سبز ستونوں) کے درمیان یہ دعا پڑھے رَبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ وَ

تجاوز عما تعلم انک تعلم ما لا نعلم انک انت الاعز الاکرم واھدنی للتی ھی اقوم اللھم اجعلہ حجا مبرورا وسعیا مشکورا وذنبا مغفورا اللھم اغفرلی ولوالدی وللمؤمنین والمؤمنات والمسلمین والمسلمات یا مجیب الدعوات، ربنا اٰتنا فی الدنیا حسنۃ وفی الاٰخرۃ حسنۃ وقنا عذاب النار۔ صفا و مروہ کے درمیان یہ دعا پڑھتا رہے: رب اغفر وارحم وتجاوز عما تعلم انک انت الاعز الاکرم۔ اس کے علاوہ بھی جس دعا و ذکر میں دل لگے دل اور زبان کو اس میں مصروف رکھے اور یہاں کا ایک لمحہ بھی غفلت میں نہ گذارے۔ دوسرے سبز ستون سے نکل کر مروہ تک عام رفتار سے سکون و اطمینان کے ساتھ چلے اور مروہ کی چڑھائی پر . . . . . . پہنچ کر بیت اللہ کی طرف منھ کر کے کھڑا ہو جائے اور یہاں بھی دعا کی طرح ہاتھ اٹھا کر اسی طرح تکبیر و تہلیل اور اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا و درود شریف و دعا پڑھے جس طرح صفا پر کیا تھا۔ یہ صفا سے مروہ تک سعی کا ایک پھیرا ہو گیا۔ اب مروہ سے اُتر کر چلے اور پہلے پھیرے کی طرح دعا اور ذکر کرتا رہے اور دونوں سبز ستونوں کے درمیان حسب سابق دوڑے پھر صفا پر پہنچ کر حسب سابق اسی قدر اوپر چڑھے کہ بیت اللہ نظر آ جائے اور اسی طرح ذکر و دعا کرے جس طرح پہلے کیا تھا یہ مروہ سے صفا تک دوسرا پھیرا ہو جائے گا، اسی طریقہ پر سات پھیرے پورے کرے ساتواں پھیرا مروہ پر ختم ہوگا۔ ہر پھیرے میں جب صفا یا مروہ پر پہنچے تو وہاں قبلہ رُو کھڑا ہو کر اور ہاتھ اٹھا کر اللہ تعالیٰ کا ذکر و درود و دعا کرے اور صفا و مروہ ہی نہیں بلکہ ہر مقام پر اس یقین کے ساتھ دعا کرے کہ اللہ تعالیٰ سننے اور قبول کرنے والا ہے اس کے خزانے میں سب کچھ ہے وہ سب سے بڑا کریم ہے وہ مجھے اپنے کرم سے محروم نہیں رکھے گا اور میری ہر جائز دعا اپنے کرم سے ضرور قبول فرمائے گا۔ جب سعی کے ساتوں پھیرے ختم کر کے دعا مانگ کر فارغ ہو جائے تو مطاف کے کنارے آ کر یا مسجد حرام میں کسی بھی جگہ دو رکعت نماز پڑھے یہ دو رکعت پڑھنا مستحب ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایسا ہی کرتے تھے۔ اب چونکہ اس کا احرام مفرد حج کا ہے اس لئے بال نہ منڈوائے نہ کتروائے نہ سلے ہوئے کپڑے پہنے، اگر غلطی سے ایسا کیا تو اس پر دم واجب ہوگا اور وہ احرام سے باہر نہیں ہوگا۔

حج سے پہلے مکہ معظمہ کے زمانۂ قیام کے مشاغل

اب یہ شخص جس نے حج افراد کا احرام باندھا تھا جب طوافِ قدوم اور سعی کر لے تو احرام باندھے ہوئے مکہ مکرمہ میں قیام کرے اور نفلی طواف جس قدر چاہے کرتا رہے ان نفلی طوافوں میں رمل و اضطباع نہ کرے اور ہر طواف کے بعد دوگانۂ طواف بھی پڑھے اور ممنوعاتِ احرام سے بچتا رہے، حج کی فراغت سے پہلے عمرہ بالکل نہ کرے، جب ساتویں ذی الحجہ کو امام خطبہ پڑھے تو اس کو سُنے، اس مدت میں ہر منٹ اور ہر سیکنڈ کو غنیمت سمجھے فضول اور لایعنی مشاغل میں نہ گذارے، مکہ معظمہ کے اس قیام کے زمانہ میں جہاں تک ہو سکے اپنا زیادہ وقت مسجد حرام ہی میں گذارے کہ نہ معلوم پھر کبھی عمر بھر یہ سعادت میسر آئے یا نہ آئے، کثرت سے نفلی طواف کرے کیونکہ آفاقی یعنی باہر سے آنے والوں کے لئے بیت اللہ کا طواف نفل نماز سے بھی افضل ہے۔ فرض نماز پابندی کے ساتھ جماعت سے ادا کرے کوشش کرے کہ تکبیرِ اولیٰ بھی فوت نہ ہونے پائے خوب نفل نمازیں پڑھے ذکر و تلاوت خوب کرے اس کے لئے اس سے بہتر اور کونسی جگہ ہو سکتی ہے، تلبیہ بھی کثرت سے پڑھتا رہے خواہ مسجد حرام میں ہو یا باہر ہو لیکن طواف کی حالت میں تلبیہ نہ پڑھے اور آفاقی کے لئے نفلی طواف کرنا نفل نماز پڑھنے سے افضل ہے بخلاف

گئی ہے، اور اگر کسی وقت وہاں خالی بیٹھا بھی ہو تو محبت اور عظمت کے ساتھ بیت اللہ شریف کو بار بار دیکھتا رہے، یہ رب العالمین کی وہ تجلی گاہ ہے جس کی طرف نظر کرنا بھی عبادت ہے بکثرت احادیث و آثار میں اس کا ذکر ہے، اس کی عظمت و رفعت کا اندازہ بس اس سے کیجئے کہ خاتم الانبیاء والمرسلین سید الاولین والآخرین حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی اس کا طواف کرتے تھے اور اسی کی طرف منھ کر کے نماز پڑھنے کا آپ کو حکم الٰہی تھا اور اب قیامت تک کے لئے وہی اور صرف وہی خدا پرستوں کے لئے واحد قبلہ ہے، حطیم میں بکثرت داخل ہونا مستحب ہے کیونکہ وہ بھی بیت اللہ کا ایک حصہ ہے اور اس میں داخل ہونا آسان ہے اور اگر اپنے آپ کو اور کسی دوسرے کو تکلیف پہنچائے بغیر بیت اللہ شریف میں داخل ہونا میسر ہو جائے تو داخل ہونا مستحب ہے لیکن بیت اللہ کے دربانوں کو رشوت دے کر داخل نہ ہو کیونکہ یہ حرام ہے، اسی طرح خانۂ کعبہ کے اندر داخل ہو کر نماز پڑھنا اور دعا کرنا بھی مستحب ہے۔ (بیت اللہ شریف میں داخل ہونے کے آداب و مسائل زیاراتِ مدینہ منورہ سے پہلے متفرقاتِ حج میں الگ عنوان سے درج ہیں وہاں ملاحظہ فرمائیں، مؤلف) ہر دفعہ مسجد الحرام میں داخل ہوتے وقت اعتکاف کی نیت کر لیا کرے ہر مسجد میں داخل ہوتے وقت یہ نیت کرنا مستحب ہے پس مسجد حرام میں داخل ہوتے وقت تو افضل ترین مستحب ہوا اور نفلی اعتکاف کی اقل مدت ایک لحظہ (ساعت) ہے۔

حج کے چھ دن

پہلا دن (۸ ذی الحجہ)

مکہ مکرمہ سے منیٰ کو روانگی

مفرد حج والے آفاقی شخص کا احرام بندھا ہوا ہے اب اس کو آٹھویں ذی الحجہ کو منیٰ جانا ہے جو مکہ معظمہ سے تین ساڑھے تین میل ہے، پیدل جانا بھی کچھ مشکل نہیں ہے اگر ہمت کر سکیں تو بہتر یہی ہے کہ پیدل ہی جائیں، چونکہ اب مکہ معظمہ مستقل واپسی بارہویں یا تیرہویں ذی الحجہ کو ہوگی اس لئے چار پانچ دن گذارنے کا ضروری سامان اپنے ساتھ لے لیا جائے منیٰ میں اچھا خاصا بازار ہے کھانے پینے کی وہ سب چیزیں وہاں مل جاتی ہیں جو مکہ معظمہ کے بازاروں میں ملتی ہیں اس لئے ایسی چیزیں ساتھ لے جانے کی ضرورت نہیں جسقدر بوجھ کم ہوگا آسانی رہے گی، منیٰ روانہ ہوتے وقت یہ خیال کرے کہ میرا مولا اب مجھے وہاں بلا رہا ہے۔ منیٰ جانے کے لئے سورج نکلنے کے بعد مکہ معظمہ سے نکلنا سنت ہے یہی صحیح ہے کوشش کرے کہ سورج نکلنے کے بعد جلدی روانہ ہو جائے تاکہ دھوپ میں تیزی آنے سے پہلے وہاں پہنچ جائے۔ مستحب یہ ہے کہ سکون و وقار کے ساتھ تلبیہ و تہلیل و تکبیر و تحمید و تسبیح وغیرہ کہتا ہوا اور دعا و درود شریف پڑھتا ہوا جائے اور یہ پڑھے: اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ کَبِیْرًا، لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ یُحْیِیْ وَیُمِیْتُ وَھُوَ حَیٌّ لَّا یَمُوْتُ بِیَدِہِ الْخَیْرُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ، اَللّٰھُمَّ اجْعَلْھَا خَیْرَ غَدْوَۃٍ غَدَوْتُھَا وَاَقْرِبْھَا اِلٰی رِضْوَانِکَ وَاَبْعِدْھَا مِنْ سَخَطِکَ، اَللّٰھُمَّ اِلَیْکَ تَوَجَّھْتُ وَعَلَیْکَ تَوَکَّلْتُ وَوَجْھَکَ الْکَرِیْمَ اَرَدْتُّ فَاجْعَلْ حَجِّیْ مَبْرُوْرًا وَّسَعْیِیْ مَشْکُوْرًا وَّذَنْبِیْ مَغْفُوْرًا یَآ اَرْحَمَ الرّٰحِمِیْنَ۔ اور جب منیٰ میں داخل

ہوجائے تو یہ دعا پڑھے اَللّٰھُمَّ ھٰذِہٖ مِنًی فَامْنُنْ عَلَیَّ بِمَا مَنَنْتَ بِہٖ عَلٰی اَوْلِیَائِکَ وَاَھْلِ طَاعَتِکَ ۔ منیٰ میں قیام کے لئے مسجدِ خیف کے قریب اترنا مستحب ہے، ظہر و عصر و مغرب و عشا اور نویں ذی الحجہ کی فجر کی نماز وہاں پڑھے اور فجر کی نماز اکثر فقہا کے قول کے مطابق اسفار یعنی اچھی طرح اُجالا ہوجانے پر ادا کرے مسجد خیف میں ادا کرے تو بہتر ہے ۔ آٹھویں ذی الحجہ کو منیٰ کے لئے نکلنا، وہاں پانچ نمازیں ادا کرنا اور رات کا اکثر حصہ وہاں گذارنا، یہ سب امور سنت ہیں ۔ زوال کے بعد سے یوم عرفہ کی صبح تک وہاں ٹھہرنا مندوب ہے ۔ اور ۸ ذی الحجہ کو ظہر کی نماز منیٰ میں پڑھنا مستحب ہے اس لئے زیادہ سے زیادہ ایسے وقت منیٰ میں پہنچ جائے کہ ظہر کی نماز مستحب وقت میں وہاں پڑھ سکے، اگر مکہ مکرمہ سے زوال کے بعد نکلا تو کوئی مضائقہ نہیں ہے جبکہ ظہر کی نماز منیٰ میں پڑھ لے ۔ اگر آٹھویں ذی الحجہ کو جمعہ کا دن ہو تو مکہ معظمہ سے منیٰ کے لئے زوال سے پہلے روانہ ہوجائے کیونکہ یہ روانگی کا سنت وقت ہے اور نماز جمعہ واجب ہونے کا وقت نہیں ہے تاہم اگر زوال کا وقت مکہ ہی میں ہوجائے تو اب زوال کے بعد جمعہ کی نماز پڑھنے سے پہلے نہ نکلے کیونکہ اب جمعہ اس پر واجب ہوگیا اب اس کو جمعہ ادا کئے بغیر نکلنا مکروہ ہے جیسا کہ ہر ایسی جگہ سے جہاں کے لوگوں پر جمعہ واجب ہو کسی ایسی جگہ جہاں کے لوگوں پر جمعہ واجب نہ ہو، جانے کا یہی حکم ہے اور منیٰ بھی ایسی ہی جگہ ہے جبتک کہ وہاں امیرِ مکہ یا قاضی موجود نہ ہو، لیکن اگر وہاں کے لوگ جمع ہو کر کسی شخص کو امام بنا کر جمعہ ادا کرلیں تو جائز ہے ۔ اگر آٹھویں ذی الحجہ کے بعد کی رات مکہ مکرمہ یا عرفات میں گذاری تو جائز ہے کیونکہ اس دن منیٰ میں حج کا کوئی کام نہیں کرنا ہے لیکن یہ ایسا کرنا بُرا ہے کیونکہ اس سے کئی سنتیں ترک ہوجائیں گی ۔ مکہ مکرمہ سے نکلنے کے وقت سے لیکر منیٰ تک راستہ میں نہایت ذوق و شوق سے تلبیہ پکارتے جانا، دعا و ذکر الٰہی کرتے رہنا مستحب ہے اس میں غفلت نہ کرے اور جو دعا چاہے پڑھے، مستحب یہ ہے کہ مسجد خیف کے قریب اُترے ۔

دوسرا دن (۹ ذی الحجہ)

منیٰ سے عرفات کو روانگی

نویں ذی الحجہ کی صبح کو نمازِ فجر پڑھنے کے بعد کچھ دیر وہیں ٹھہرا رہے، سورج نکلنے کے بعد جب جبلِ ثبیر پر دھوپ پھیل جائے تو ضبّ کے راستہ سے اطمینان و وقار کے ساتھ تلبیہ و تہلیل و تکبیر کہتا ہوا دعا اور ذکر اور درود شریف پڑھتا ہوا عرفات کو روانہ ہوجائے اور راستہ میں کچھ کچھ وقفوں سے برابر تلبیہ وغیرہ پڑھتا رہے[۲] روانگی کے وقت یہ دعا پڑھے: اَللّٰھُمَّ اِلَیْکَ تَوَجَّھْتُ وَبِکَ اعْتَصَمْتُ وَعَلَیْکَ تَوَکَّلْتُ وَوَجْھَکَ اَرَدْتُّ فَاجْعَلْ ذَنْبِیْ مَغْفُوْرًا وَّحَجِّیْ مَبْرُوْرًا وَّارْحَمْنِیْ وَلَا تُخَیِّبْنِیْ وَبَارِکْ لِیْ فِیْ سَفَرِیْ وَاقْضِ بِعَرَفَاتٍ حَاجَتِیْ اِنَّکَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ۔ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْھَا خَیْرَ غَدْوَۃٍ غَدَوْتُھَا وَاَقْرِبْھَا اِلٰی رِضْوَانِکَ وَاَبْعِدْھَا مِنْ سَخَطِکَ ۔ اَللّٰھُمَّ اِلَیْکَ غَدَوْتُ وَعَلَیْکَ اعْتَمَدْتُ وَوَجْھَکَ اَرَدْتُّ فَاجْعَلْنِیْ مِمَّنْ تُبَاھِیْ بِہِ الْیَوْمَ مَلَائِکَتَکَ اِنَّکَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ۔ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ الْعَفْوَ وَالْعَافِیَۃَ وَالْمُعَافَاۃَ الدَّائِمَۃَ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ ۔ وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی

[۱] لیکن آجکل معلموں کے انتظام سے جانا پڑتا ہے اور وہ لوگ بہت جلدی روانہ کردیتے ہیں اس لئے معذور سمجھے جائیں گے ۔

[۲] کیونکہ حالتِ احرام میں یہ سب سے افضل ذکر ہے ۔

عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ ط اگر طلوع فجر سے پہلے یا طلوع آفتاب یا نماز فجر ادا کرنے سے پہلے روانہ ہوا تب بھی جائز ہے لیکن ایسا کرنا برا ہے۔ عرفات کو ضب کے راستے سے جانا چاروں ائمہ کے نزدیک مستحب ہے اور دوسرے راستہ کا نام مازمین ہے یعنی وہ راستہ جو دو پہاڑوں کے درمیان ہے اس راستہ سے واپس آنا مستحب ہے لیکن آجکل یہ راستے متروک ہوگئے ہیں (آجکل موٹریں مختلف سڑکوں سے آتی جاتی ہیں جو حکومت نے بنائی ہیں اس لئے معذوری ہے اور ان کی پابندی ضروری ہے) عرفات منی سے تقریباً چھ میل ہے، اللہ کے بہت سے بندے یہ راستہ بھی پیدل طے کرتے ہیں بلکہ اس کا حق تو یہ ہے کہ سر کے بل طے کیا جائے لیکن اگر یہ اندیشہ ہو کہ پیدل چلنے سے تکان ہو جائے گا اور ذکر و دعا میں جو نشاط اور خوشدلی ہونی چاہئے خدانخواستہ وہ حاصل نہ ہو سکے گی تو بہتر یہ ہے کہ سواری پر چلے آجکل تو موٹریں جاتی ہیں۔ جب عرفات کے قریب پہنچے اور جبل رحمت پر جو کہ وسط عرفات میں ایک پہاڑ ہے نظر پڑے تو دعا مانگے اور تکبیر و تسبیح و تہلیل و تحمید و استغفار پڑھے پس یہ الفاظ کہے: سُبْحَانَ الَّذِیْ فِی السَّمَآءِ عَرْشُہٗ سُبْحَانَ الَّذِیْ فِی الْاَرْضِ مَوْطِئُہٗ سُبْحَانَ الَّذِیْ فِی الْبَحْرِ سَبِیْلُہٗ سُبْحَانَ الَّذِیْ فِی النَّارِ سُلْطَانُہٗ سُبْحَانَ الَّذِیْ فِی الْجَنَّۃِ رَحْمَتُہٗ سُبْحَانَ الَّذِیْ فِی الْقَبْرِ قَضَآؤُہٗ سُبْحَانَ الَّذِیْ فِی الْھَوَآءِ رُوْحُہٗ سُبْحَانَ الَّذِیْ رَفَعَ السَّمَآءَ سُبْحَانَ الَّذِیْ وَضَعَ الْاَرْضَ سُبْحَانَ الَّذِیْ لَا مَلْجَاَ وَلَا مَنْجَا مِنْہُ اِلَّآ اِلَیْہِ ط اور مستحب یہ ہے کہ یہ الفاظ کہے: اَللّٰھُمَّ اِلَیْکَ تَوَجَّھْتُ وَعَلَیْکَ تَوَکَّلْتُ وَوَجْھَکَ اَرَدْتُّ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ وَتُبْ عَلَیَّ وَاَعْطِنِیْ سُؤْلِیْ وَوَجِّہْ لِیَ الْخَیْرَ حَیْثُ تَوَجَّھْتُ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ پھر تلبیہ کہتا رہے یہاں تک کہ عرفات میں داخل ہو جائے۔

وقوفِ عرفات اور وہاں کی عبادات

عرفات پہنچ کر لوگوں کے ساتھ بطنِ عرنہ کے سوا جہاں چاہے ٹھہرے اس لئے کہ بطن عرنہ کے علاوہ تمام عرفات موقف ہے جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے، افضل یہ ہے کہ جبلِ رحمت کے قریب ٹھہرے، لوگوں سے الگ ہو کر ایک طرف کو یا راستہ میں ٹھہرنا مکروہ ہے، مسجدِ نمرہ جو عرفات کے مشرقی کنارے پر مکہ کی طرف ہے جسے مسجد ابراہیم بھی کہتے ہیں اس کے قریب ٹھہرے تو اچھا ہے، عرفات پہنچ کر اگر ضرورت سمجھے تو زوال سے پہلے کچھ دیر آرام کرلے اس میں کچھ حرج نہیں ہے، پھر ذکر و تلبیہ و دعا و درود شریف وغیرہ میں مشغول رہے ان الفاظ کی فضیلت حدیث سے ثابت ہے: لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ یُحْیِیْ وَیُمِیْتُ وَھُوَ حَیٌّ لَّا یَمُوْتُ بِیَدِہِ الْخَیْرُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ اپنے لئے اور اپنے والدین و مشائخ و اقارب و نیک اصحاب اور تمام مسلمان مردوں اور عورتوں کے لئے خواہ وہ زندہ ہوں یا مر چکے ہوں دعائے مغفرت کرے اور زوال تک عبادتِ الٰہی میں مشغول رہے، عادتی امور میں بقدر ضرورت ہی مشغول ہو۔ پھر جب زوال کا وقت قریب آجائے اگر غسل کے لئے پانی اور جگہ مل سکے تو غسل کرے اس غسل میں جسم سے میل اتارنے کی کوشش نہ کرے بس سارے جسم پر پانی بہا لے (احرام کی حالت میں ہر مستحب و سنت غسل میں ایسا ہی کرے) یہ غسل وقوف عرفہ کیلئے سنتِ مؤکدہ ہے صرف وضو کر لینا بھی کافی ہے لیکن غسل کرنا افضل ہے اور اولیٰ یہ ہے کہ غسل اور کھانا پینا وغیرہ ضروریات سے زوال سے پہلے ہی فارغ ہو جائے تاکہ وقوف کامل طریقہ پر ادا ہو اور تمام علائق سے یکسو ہو کر رب الخلائق کی طرف دلی توجہ کے ساتھ متوجہ ہو۔

عرفات میں ظہر و عصر کی نماز کو جمع کرنا

زوال ہوتے ہی بلا تاخیر مسجد نمرہ میں جا بیٹھے، مسجد نمرہ میں ظہر و عصر کی نماز بالترتیب ایک ساتھ ظہر کے وقت میں جماعت سے ہوگی لیکن ان کے اکٹھا پڑھنے کے کچھ شرائط ہیں جو پہلے الگ بیان ہو چکے ہیں اُن کو غور سے پڑھ لیں۔ جاننا چاہئے کہ جمعہ کی طرح امام یعنی بادشاہ یا اس کا نائب منبر پر بیٹھ جائے گا تو مؤذن اس کے سامنے خطبہ سے پہلے اذان دیگا پھر امام دو خطبے کھڑے ہو کر پڑھے گا اور دونوں کے درمیان جمعہ کے خطبہ کی طرح خفیف جلسہ کریگا خطبہ میں مسنون طریقہ پر حمد و ثنا و تلبیہ و تہلیل و تکبیر و درود شریف پڑھ کر لوگوں کو وقوف عرفہ و مزدلفہ اور ان دونوں جگہوں میں جمع بین الصلوٰتین اور رمی و حلق و طوافِ زیارت وغیرہ مناسک کے مسائل بتائے گا جب دوسرے خطبہ کے بعد دعا کر کے منبر سے اُتر جائیگا تو مؤذن تکبیرِ اقامت کہے گا اور امام و مقتدی سب ظہر کی نماز جماعت سے پڑھیں گے۔ ظہر کی نماز فرض ختم ہوتے ہی عصر کی نماز کے لئے علیحدہ مؤذن تکبیر اقامت کہے گا پہلی اذان اس کے لئے بھی کافی ہے اس لئے اذان نہیں کہے گا پھر امام سب کے ساتھ عصر کی نماز ظہر کے وقت میں جماعت سے ادا کرے گا اور امام ظہر و عصر دونوں نمازوں میں قرأت سرّی طور پر (آہستہ) پڑھے گا۔ ظہر اور عصر کے فرضوں کے درمیان امام و مقتدی دونوں کو سنت و نوافل پڑھنا مکروہ ہے اور اسی طرح عصر کے فرضوں کے بعد بھی نوافل پڑھنا مکروہ ہے اگرچہ ظہر کا وقت باقی ہو۔ یہ جمع بین الصلوٰتین بالاتفاق سنت ہے لیکن اگر کسی وجہ سے اس نماز میں امام کے ساتھ شریک نہ ہو سکیں تو پھر اپنی قیام گاہ میں ہی ظہر کی نماز ظہر کے وقت میں اور عصر کی نماز عصر کے وقت میں الگ الگ اذان اور الگ الگ تکبیر اقامت کے کے ساتھ تنہا یا جماعت کے ساتھ پڑھیں، اگر یہ لوگ آپس میں جماعت کرلیں تو بہتر ہے۔

وقوفِ عرفات کی کیفیت

نماز سے فارغ ہو کر امام اور سب لوگ فوراً بلا توقف موقف کی طرف روانہ ہو جائیں۔ بلا عذر تاخیر کرنا مکروہ ہے اگر کوئی شخص کسی ضرورت کے لئے کچھ دیر پیچھے رہ گیا تو کوئی مضائقہ نہیں لیکن امام کے ساتھ جانا افضل ہے اور اگر امام تاخیر کردے تو پھر اس سے پہلے جانا افضل ہے اور سوائے بطن عرنہ کے تمام میدان عرفات موقف ہے اس لئے عرفات میں جہاں چاہے وقوف کر سکتا ہے ویسے جبلِ رحمت کے قریب ہونا افضل ہے جبلِ رحمت کے قریب جہاں سیاہ پتھروں کا فرش ہے جگہ مل جائے تو وہاں ٹھہرے یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وقوف (ٹھہرنے) کی جگہ ہے اس کو مسجد صخرہ کہتے ہیں اس پر دیوار کا چھوٹا سا احاطہ بھی بنا ہوا ہے، اگر وہاں جگہ نہ ملے تو جبلِ رحمت کے قریب جہاں جگہ ملے وقوف کرے، اپنے موقف میں قبلہ رخ اس طرح کھڑا ہو کہ جبلِ رحمت کا اگلا حصہ اس کے دائیں طرف ہو اور اگر میسر ہو سکے تو امام کے قریب ہو تاکہ اس کی دعا پر آمین کہہ سکے اور مسائل حج کی تعلیم حاصل کر سکے اگر ممکن ہو تو امام کے پیچھے کھڑا ہو تاکہ قبلہ کی طرف رخ ہو ورنہ اس کی دائیں یا بائیں طرف یا اس کے آگے کی طرف ہو لیکن قبلہ رخ ہو امام کی طرف منہ کر کے نہ کھڑا ہو، اگر قادر ہو تو کھڑا ہونا چاہئے ورنہ بیٹھنا اور لیٹنا بھی جائز ہے لیکن بلا عذر لیٹنا مکروہ ہے، دونوں ہاتھ دعا کے وقت کی طرح اوپر اٹھائے اور حضور قلب کے ساتھ تکبیر و تہلیل و تسبیح و تلبیہ و حمد و درود شریف اور ماثورہ وغیرہ ماثورہ دعائیں پڑھے۔ ایک دعائے ماثورہ یہ ہے: اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ مِنْ خَیْرِ مَا سَئَلَکَ مِنْہُ نَبِیُّکَ سَیِّدُنَا مُحَمَّدٌ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاَعُوْذُبِکَ مِنْ شَرِّ مَا اسْتَعَاذَکَ مِنْہُ نَبِیُّکَ مُحَمَّدٌ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

اور یہ بھی پڑھے رَبَّنَا ظَلَمْنَا اَنْفُسَنَا وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخَاسِرِيْنَ ۔ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ وَتُبْ عَلَيْنَا اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ۔ اپنے لئے اور اپنے والدین و اقارب و احباب اور تمام مومنین و مومنات کے لئے استغفار کرے پس یہ دعا پڑھے رَبِّ اجْعَلْنِيْ مُقِيْمَ الصَّلٰوةِ وَمِنْ ذُرِّيَّتِيْ رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَآءِ ۔ رَبَّنَا اغْفِرْ لِيْ وَلِوَالِدَيَّ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ يَوْمَ يَقُوْمُ الْحِسَابُ ۔ اور یہ بھی پڑھے رَبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيَانِيْ صَغِيْرًا ۔ اور یہ پڑھے: رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِيْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَا اِنَّكَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۔ اور دوسری ماثورہ دعائیں جو وقوفِ عرفہ کے لئے مخصوص ہیں پڑھے یہ دعا بھی پڑھے لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۔ اَللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ كَالَّذِيْ تَقُوْلُ وَخَيْرًا مِّمَّا نَقُوْلُ ۔ اَللّٰهُمَّ لَكَ صَلٰوتِيْ وَنُسُكِيْ وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِيْ وَاِلَيْكَ مَاٰبِيْ وَلَكَ رَبِّ تُرَاثِيْ ۔ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَوَسْوَسَةِ الصَّدْرِ وَشَتَاتِ الْاَمْرِ ۔ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْئَلُكَ مِنْ خَيْرِ مَا تَجِيْءُ بِهِ الرِّيَاحُ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا تَجِيْءُ بِهِ الرِّيَاحُ ۔ غرضکہ جو دعائیں و اذکار یاد ہوں یا کتاب میں دیکھ کر ان کو شام تک پڑھتا رہے سیر تماشا نہ دیکھے تھوڑی دیر میں لبیک الخ پڑھتا رہے اور توبہ و استغفار کثرت سے کرے، عرفے کے دن کا روزہ رکھنا حاجیوں کے لئے جائز ہے مگر نہ رکھنا افضل ہے پس بہتر یہ ہے کہ روزہ بھی نہ رکھے اور زیادہ کھائے پیے بھی نہیں، وقوفِ عرفات کے یہ چند گھنٹے سارے حج کا نچوڑ ہیں اور یہ قیام اُس کے حج کی تکمیل کا مقام ہے اس روز حاجی غفلت سے کام نہ لے اور ایک لمحہ بھی ضائع نہ کرے شاید یہ دن پھر نصیب ہو یا نہ ہو خصوصاً آفاقی سے اس کا تدارک ممکن نہیں ہوگا۔ خوب الحاح و زاری کرے اور اللہ جل شانہٗ کے حضور میں خوب گڑگڑا کر اپنے گناہوں پر نادم ہو اور مغفرت کا طالب ہو کوشش کرے کہ آنسو نکل آئیں۔ یہاں کا خاص الخاص وظیفہ دعا و استغفار ہے لیکن دیر تک دلجمعی و یکسوئی سے صرف دعا میں مشغول رہنا اور اس میں توجہ الی اللہ کا قائم رہنا مشکل ہے اس لئے اپنے ذوق کے مطابق ذکر و تسبیح و تکبیر و تہلیل و تلاوت کا بھی شغل رکھے اور تھوڑی تھوڑی دیر کے بعد تلبیہ بھی کہتا رہے۔ تلبیہ جہر سے پڑھنے میں زیادہ مبالغہ نہ کرے اور دعاؤں و اذکار کا آہستہ (خفیہ) پڑھنا اولیٰ ہے ہر دعا کا تین بار تکرار کرے اور ہر دعا کو حمد و ثنا و تسبیح و درود شریف سے شروع کرے اور اسی پر ختم کرے اور آمین کہے۔ اور جب کرے تو اپنی بے بسی اور حاجتمندی اور اللہ تعالیٰ کی بے انتہا قدرت اور شانِ کُنْ فَيَكُوْنُ کا پوری طرح استحضار کرتے ہوئے زیادہ سے زیادہ الحاح و انابت کی کیفیت اپنے اندر پیدا کرے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے دعا کی قبولیت کا پکا یقین دل میں حاضر کرتے ہوئے پہلے اپنے گناہوں کی معافی مانگے، ہر طرح کے اور ہر منزل کے عذاب و مواخذہ سے نجات طلب کرے اور بلا حساب مغفرت کے لئے دعا کرے، اپنی سیاہ کاریوں اور بداعمالیوں کو یاد کرکے خوب پھوٹ پھوٹ کر روئے اگر رونا نہ آئے تو تکلف کے ساتھ ہی رونے کی سی صورت بنائے اس دن رونے اور مانگنے میں کمی نہ کرے دنیا اور آخرت کی سب ضروریات مانگے، اللہ تعالیٰ و رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ماں باپ سب سے بڑے محسن ہیں اُن کے لئے بھی خوب دعائیں مانگے، ان کے علاوہ اپنے محسنوں محبوں مخلصوں اور اعزہ و متعلقین کے لئے اور سب ایمان والے مردوں اور عورتوں کے لئے دعائیں مانگے، اللہ تعالیٰ سے خوب گڑگڑا کر دین کی سربلندی اور اس کے ساتھ اپنی اور اپنی نسلوں اور سب مسلمانوں کی گہری و دائمی وابستگی مانگے۔ اس موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر بھر کی ان محنتوں کو نہ بھولے جو دین کے پھیلانے اور

اللہ تعالیٰ سے بندوں کا رشتہ جوڑنے کی راہ میں آپ نے فرمائی ہیں، ہمارا ایمان ہماری نماز ہمارا حج اور ہمارا ہر دینی عمل اسی محنت اور کاوش ہی کا پھل ہے اس لئے آپ کے لئے اور آپ کی آل و اصحاب اور ہر زمانے کے دین کے خادموں کے لئے بھی اللہ تعالیٰ سے رحمت اور بلندیٔ درجات کی دعا کرے، بہتر ہے کہ دعا کو اسی پر ختم کرے۔ عرفات کے میدان میں اس دن جس کو الحاح وزاری کی کیفیت میسر آجائے یا اس قسم کی کیفیت کے پیدا نہ ہونے سے دل ہی ٹوٹ جائے انشاء اللہ العزیز اس کی کامیابی اور فائز المرامی یقینی ہے۔ اس روز خاص طور پر بدکلامی لڑائی جھگڑا ایذارسانی اور کھانے پینے پہننے وغیرہ میں حرام سے بہت زیادہ پرہیز کرے، سورج غروب ہونے تک اسی طرح ذکر و دعا وغیرہ میں مشغول رہے، جبل رحمت کے پاس مسجد بین الوقف ہے موقعہ ہو تو اس کی زیارت کرے۔

عرفات سے مزدلفہ کو روانگی

جب آفتاب غروب ہوجائے تو مغرب کی نماز وہاں نہ پڑھے یہ نماز مزدلفہ میں عشا کے وقت میں نمازِ عشا کے ساتھ پڑھنی ہوگی، مزدلفہ کے راستہ میں بھی نہ پڑھے اور نہ کسی اور کام میں مشغول ہو، اگر عرفات میں یا مزدلفہ کے راستہ میں مغرب کی نماز پڑھیں گے تو نماز نہ ہوگی اس نماز کا اعادہ کرنا پڑے گا، پس آفتاب غروب ہوجانے کے بعد امام اور سب لوگ عرفات سے لبیک اور دعا و اذکار پڑھتے ہوئے مزدلفہ کی طرف روانہ ہوجائیں امام کے ساتھ روانہ ہونا افضل ہے اگر غروب کے بعد امام سے پہلے روانہ ہوا تو مضائقہ نہیں اور اگر کسی عذر کی وجہ سے امام سے کچھ دیر بعد میں روانہ ہوا تو بھی کچھ مضائقہ نہیں لیکن بلا ضرورت تاخیر نہ کرے کیونکہ مکروہ ہے اور مخالف سنت ہونے کی وجہ سے بُرا ہے، غروب ہونے سے پہلے روانہ نہیں ہونا چاہئے اگر غروب سے پہلے روانہ ہوگیا لیکن غروب سے پہلے حدودِ عرفات سے باہر نہیں ہوا تو کوئی مضائقہ نہیں اور اگر امام دیر سے روانہ ہو تو اس سے پہلے روانہ ہونے میں مضائقہ نہیں ہے اور مستحب یہ ہے کہ اس راستہ سے جائے جو دو پہاڑوں کے بیچ میں ہے اور طریقِ مأزمین کہلاتا ہے اگر کسی اور راستہ سے جائے تو بھی جائز ہے لیکن خلافِ اولیٰ ہے راستہ میں نہایت سکون و وقار سے چلے اگر راستہ کشادہ ہو اور لوگوں کو تکلیف نہ ہو تو ذرا تیز چلے ورنہ آہستہ چلے کسی کو تکلیف نہ دے اور یہ تصور کرے کہ اب میرا مولا مجھے مزدلفہ میں بلا رہا ہے اور آج کی رات مزدلفہ ہی اس کی خاص تجلی گاہ ہے یہاں سے مزدلفہ تین میل کے قریب ہے، مغرب کے بعد کے ٹھنڈے ٹھنڈے وقت میں یہ تھوڑی سی مسافت پیدل بھی آسانی سے طے ہو سکتی ہے لیکن اگر اس وقت تھکن اور سستی محسوس کرے تو پھر بہتر یہ ہے کہ موٹر وغیرہ سے چلا جائے تاکہ وہاں پہنچ کر نشاط اور جمعیتِ خاطر کے ساتھ ذکر و عبادت اور دعا و استغفار میں مشغول رہ سکے۔ مستحب یہ ہے کہ راستہ میں تلبیہ و تکبیر و تہلیل و استغفار و دعا و درود شریف پڑھتا اور کثرت سے ذکرِ الٰہی کرتا رہے، روتا رہے ورنہ رونے کی سی صورت بنائے اور عرفات سے روانگی کے وقت یہ دعا پڑھے: اَللّٰهُمَّ اِلَيْكَ اَفَضْتُ وَفِيْ رَحْمَتِكَ رَغِبْتُ وَمِنْ سَخَطِكَ رَهِبْتُ وَمِنْ عَذَابِكَ اَشْفَقْتُ فَاقْبَلْ نُسُكِيْ وَاَعْظِمْ اَجْرِيْ وَتَقَبَّلْ تَوْبَتِيْ وَارْحَمْ تَضَرُّعِيْ وَاسْتَجِبْ دُعَائِيْ وَاَعْطِنِيْ سُؤْلِيْ اَللّٰهُمَّ لَا تَجْعَلْ هٰذَا اٰخِرَ عَهْدِيْ مِنْ هٰذَا الْمَوْقِفِ الشَّرِيْفِ الْعَظِيْمِ وَارْزُقْنِي الْعَوْدَ اِلَيْهِ اَبَدًا مَّا اَبْقَيْتَنِيْ بِلُطْفِكَ الْعَمِيْمِ وَاجْعَلْنِي الْيَوْمَ مُفْلِحًا مُّنْجِحًا مَّرْحُوْمًا مُّسْتَجَابًا دُعَائِيْ مَغْفُوْرًا ذَنْبِيْ فَائِزًا بِاَعْظَمِ النَّوَالِ وَالْعَطَآءِ مَلْطُوْفًا فِيْ سَائِرِ اُمُوْرِيْ مَرْزُوْقًا رِزْقًا مُّوَافِقًا حَلَالًا طَيِّبًا وَّاسِعًا مُّبَارَكًا فِيْهِ اَللّٰهُمَّ تَجَاوَزْ عَنِّيْ وَاغْفِرْ لِيْ ذُنُوْبِيْ وَلَا تَرُدَّ اَهْلَ الْمَوْقِفِ

بِشُوْمِ خَطِيْئَاتِيْ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْكَرِيْمُ الْحَلِيْمُ الْجَوَادُ الْبَرُّ الرَّءُوْفُ الرَّحِيْمُ ۝ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِيْ مِنْ اَكْرَمِ وَفْدِكَ وَاَعْطِنِيْ اَفْضَلَ مَا اَعْطَيْتَ اَحَدًا مِّنْهُمْ مِنَ الْقَبُوْلِ وَالرَّحْمَةِ وَالرِّضْوَانِ وَالتَّجَاوُزِ وَالْغُفْرَانِ وَالرِّزْقِ الْوَاسِعِ الْحَلَالِ الطَّيِّبِ وَبَارِكْ لِيْ فِيْ جَمِيْعِ اُمُوْرِيْ وَمَا اَرْجِعُ اِلَيْهِ مِنْ اَهْلٍ اَوْ مَالٍ اَوْ وَلَدٍ قَلِيْلٍ اَوْ كَثِيْرٍ وَّبَارِكْ عَلَيَّ وَعَلَيْهِمْ اِلٰهِيْ لَا تُخَيِّبْنِيْ مِنْ رَّحْمَتِكَ فَمَا اَسْوَءَ حَالِيْ اِنْ رَجَعْتُ عَنْكَ خَائِبًا اَعُوْذُ بِكَ يَا سَيِّدِيْ مِنْ ذٰلِكَ اِلٰهِيْ عُيُوْنُ اٰمَالِيْ اِلَيْكَ نَاظِرَةٌ وَّاَيْدِيْ مَطَامِعِيْ اِلٰى جُوْدِكَ حَاسِرَةٌ رَبَّنَا اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ ۝ وَاغْفِرْ لَنَا وَلِوَالِدِيْنَا وَذُرِّيَّاتِنَا وَاِخْوَانِنَا وَاَهْلِيْنَا وَالْحَاضِرِيْنَ وَالْغَائِبِيْنَ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ اَجْمَعِيْنَ بِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ اَجْمَعِيْنَ ط

افعال شبِ مزدلفہ

جب مزدلفہ قریب آجائے تو مستحب یہ ہے کہ اگر ممکن ہو تو مزدلفہ میں پیدل چل کر داخل ہو اور اگر میسر ہو تو دخول مزدلفہ کے لئے غسل کرنا بھی مستحب ہے کیونکہ یہ حرم محترم ہے اگر غسل نہ کر سکے تو وضو کر لے اور جب مزدلفہ پہنچ جائے تو جبل قزح کے قریب ٹھہرے جہاں مسجد بنی ہوئی ہے جس کا نام مشعر الحرام ہے مسجد مشعر الحرام کے قریب راستہ سے داہنی طرف اُترنا افضل ہے راستہ میں نہ ٹھہرے کیونکہ وہ مکروہ ہے، وادیٔ محسر کے علاوہ مزدلفہ میں جس جگہ چاہے ٹھہرنا جائز ہے وادی محسر میں ٹھہرنا جائز نہیں، اگر نماز عشا کا وقت شروع ہو جائے تو اسباب اتارنے سے پہلے مغرب اور عشا کی نماز ایک اذان اور ایک ہی تکبیر اقامت سے ادا کرے دونوں کے بیچ میں سنت نفل کچھ نہ پڑھے بلکہ بعد میں پڑھے پس جب عشا کا وقت داخل ہو جائے تو موذن اذان دے پھر تکبیر اقامت کہے اور امام مغرب کی نماز جماعت کے ساتھ عشا کے اول وقت میں پڑھے پھر اس کے متصل ہی عشا کی نماز جماعت کے ساتھ پڑھے اور اس کے لئے اذان اور اقامت نہ کہی جائے بلکہ وہی پہلی اذان و اقامت کافی ہے، ان دونوں نمازوں کے اکٹھا پڑھنے کے شرائط پہلے الگ بیان میں گزر چکے ہیں، مغرب کی نماز میں قضا کی نیت نہ کرے ادا ہی کی نیت کرے کیونکہ اس دن نماز مغرب کا یہی وقت ہے یہ اس دن اور اس مقام کے حاجیوں کے لئے خصوصیت ہے، ان دونوں نمازوں کے جمع کرنے میں جماعت سنتِ مؤکدہ ہے شرط نہیں ہے پس اگر کسی نے ان دونوں نمازوں کو اکیلے ہی پڑھا تو جائز ہے لیکن افضل یہ ہے کہ جماعت سے پڑھے اور سنت یہ ہے کہ امام حج کے ساتھ پڑھے عشا کی فرض نماز سے فارغ ہو کر مغرب کی سنتیں پھر عشا کی سنتیں پھر وتر پڑھے، اگر امام حج کے ساتھ نماز نہ ملے تب بھی اسی ترتیب سے مغرب و عشا ادا کرے یہاں مغرب و عشا کو جمع کرنے کیلئے امام حج کی شرط نہیں ہے جیسا کہ اوپر بیان ہوا اگر عشا سے پہلے مزدلفہ پہنچ جائے تو جب تک عشا کا وقت نہ ہو جائے اس وقت تک مغرب کی نماز نہ پڑھے، مغرب و عشا کی نماز فرض سنتوں اور وتر سے فارغ ہونے کے بعد باقی تمام رات فجر تک مزدلفہ میں گزارے۔ احناف کے نزدیک یہ سنت مؤکدہ ہے۔ اس رات کی فضیلت قرآن مجید میں مذکور ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے فاذا افضتم من عرفات الآیہ۔ کہا گیا ہے کہ مزدلفہ میں رات کو رہنے والے حجاج کے حق میں یہ رات شبِ قدر سے افضل ہے اور زیادہ قابلِ قدر ہے اس لئے اس کا پورا احترام کرے کہ یہ رحمت و برکت والی رات

کہیں صرف نیند ہی کی نذر ہو کر نہ رہ جائے بلکہ جسقدر ہو سکے شب بیداری کرے اور عبادتِ الٰہی میں گذارے نفل نماز و تلاوت و ذکر و تلبیہ و دعا و تضرع و زاری میں مشغول رہے کیونکہ یہ عید الاضحی کی رات ہے اور اس میں شرفِ مکان و زمان اور اللہ تعالیٰ کے مہمانوں اور نیک بندوں کی عظمت و بزرگی جمع ہے جن کے پاس بیٹھنے والا محروم نہیں رہتا اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرے کہ حقوق الناس کی ادائیگی میں جسقدر کوتاہی ہوئی ہے اس سے نجات حاصل ہو جائے اور جن لوگوں کو اس کی وجہ سے ابتک تکلیف پہنچی ہے ان کو اللہ سبحانہ و تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے راضی کر دے، اس میں سستی نہ کرے، اگر جسم پر تھکن کا اثر زیادہ ہو اور طبیعت سونے کے لئے مضطر ہو تو بہتر یہ ہوگا کہ پہلے مغرب و عشا کی نماز پڑھ کر کچھ دیر اللہ تعالیٰ کی تسبیح و تقدیس و تکبیر و تہلیل و حمد و شکر کرے اور اس کے حضور میں دعا اور توبہ و استغفار میں مشغول رہے پھر کچھ وقت کیلئے اول شب میں سو جائے، پھر اٹھ کر تہجد پڑھے اور فجر تک ذکر و فکر میں مشغول رہے، پورے الحاح و تضرع کے ساتھ یہاں بھی عرفات ہی کی طرح دعا و استغفار کرے اور ربِ کریم سے خوب مانگے اور رو رو کر مانگے ان مقامات پر بندہ جتنا مصر ہو کر لگ لپٹ کر مانگے گا اس پر اتنا ہی رب کریم کا پیار ہوگا. قربان جائیے اس کے کرم کے کہ اس کو مانگنا اور مصر ہو کر مانگنا پسند ہے جو اس سے جتنا مانگے رب کریم کو اس پر زیادہ پیار آتا ہے، فَاِنَّہٗ بَرٌّ جَوَادٌ کَرِیْمٌ ط مختصر دعاؤں میں یہ دو دعائیں خاص طور سے اس لائق ہیں کہ یاد کر لی جائیں ایسے موقعوں پر ان کو دل و زبان پر جاری رکھے (۱) یَا حَیُّ یَا قَیُّوْمُ لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ بِرَحْمَتِکَ اَسْتَغِیْثُ (۲) اَللّٰھُمَّ اِنَّ مَغْفِرَتَکَ اَوْسَعُ مِنْ ذُنُوْبِیْ وَرَحْمَتُکَ اَرْجٰی عِنْدِیْ مِنْ عَمَلِیْ ط دیگر دعائیں اللھم ربنا آتنا فی الدنیا حسنۃ الخ و اللھم انی اسئلک العفو وغیرہ پڑھتا رہے، اور کچھ کچھ وقفہ سے تلبیہ بھی پڑھتا رہے، الغرض مزدلفہ کی رات میں ذکر و تسبیح و دعا و استغفار و تلبیہ وغیرہ کی کثرت کرے ہرگز غفلت نہ کرے۔

تیسرا دن (۱۰ ذی الحجہ)

وقوفِ مزدلفہ کی کیفیت

جب فجر طلوع ہو جائے تو وقوفِ مزدلفہ کے لئے غسل کر لینا مستحب ہے فجر کی نماز طلوعِ فجر کے بعد اول وقت میں یعنی اندھیرے میں ہی امام کے ساتھ ادا کرنا بھی مستحب ہے البتہ جماعت نہ ملے تو تنہا پڑھ لے نماز سے فارغ ہو کر مستحب یہ ہے کہ امام کے ساتھ مشعر حرام کے پاس آئے یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا موقف ہے پس افضل یہ ہے کہ اگر ممکن ہو تو یہاں آکر ٹھہرے ورنہ اس کے نیچے یا اس کے قریب قبلہ رُخ کھڑا ہو کر تکبیر و تہلیل و حمد و ثنا و درود شریف و تلبیہ پڑھے اور دعا کی طرح دونوں ہاتھ اٹھا کر دعا میں مشغول رہے، جو دعائیں یہاں رات کو مانگی تھیں اُن کا اعادہ کرے اور اپنی حاجتیں پوری ہونے کی درخواست کرے. اس موقع پر بطور خاص اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کرتا رہے کہ حقوق الناس کی ادائیگی میں جسقدر کوتاہی ہوئی ہے اس سے نجات حاصل ہو جائے اور جن لوگوں کو اس کی وجہ سے ابتک تکلیف پہنچی ہے ان کو اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے راضی کر دے اس دعا میں سستی نہ کرے کیونکہ اس مقام پر مقبولیت دعا کا وعدہ ہے اسی طرح ذکر و دعا وغیرہ میں سورج نکلنے سے ذرا پہلے یعنی بقدر دو رکعت وقت باقی رہنے تک مشغول رہے وقوفِ مزدلفہ کی دعا یہ ہے: اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ،

اَللّٰهُمَّ كَمَا اَوْقَفْتَنَا فِيْهِ وَاَرَيْتَنَا اِيَّاهُ فَوَفِّقْنَا لِذِكْرِكَ كَمَا هَدَيْتَنَا، وَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا كَمَا وَعَدْتَنَا بِقَوْلِكَ
وَقَوْلُكَ الْحَقُّ، فَاِذَا اَفَضْتُمْ مِّنْ عَرَفَاتٍ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ عِنْدَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ وَاذْكُرُوْهُ كَمَا هَدٰىكُمْ وَاِنْ كُنْتُمْ
مِّنْ قَبْلِهٖ لَمِنَ الضَّآلِّيْنَ، ثُمَّ اَفِيْضُوْا مِنْ حَيْثُ اَفَاضَ النَّاسُ وَاسْتَغْفِرُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۔ اَللّٰهُمَّ
اغْفِرْ لِيْ خَطِيْئَتِيْ وَجَهْلِيْ وَاِسْرَافِيْ فِيْ اَمْرِيْ وَمَا اَنْتَ اَعْلَمُ بِهٖ مِنِّيْ، اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ جِدِّيْ وَهَزْلِيْ وَخَطَئِيْ وَ
عَمْدِيْ وَكُلُّ ذٰلِكَ عِنْدِيْ، اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْفَقْرِ وَالْكُفْرِ وَالْعَجْزِ وَالْكَسَلِ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْهَمِّ وَ
الْحُزْنِ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْجُبْنِ وَالْبُخْلِ وَضَلَعِ الدَّيْنِ وَغَلَبَةِ الرِّجَالِ وَاَسْئَلُكَ اَنْ تَقْضِيَ عَنِّي الْمَغْرَمَ وَاَنْ
تَعْفُوَ عَنِّيْ مَظَالِمَ الْعِبَادِ وَاَنْ تُرْضِيَ عَنِّي الْخُصُوْمَ وَالْغُرَمَاءَ وَاَصْحَابَ الْحُقُوْقِ ۔ اَللّٰهُمَّ اٰتِ نَفْسِيْ تَقْوَاهَا وَ
زَكِّهَا فَاِنَّكَ اَنْتَ خَيْرُ مَنْ زَكّٰهَا وَاَنْتَ وَلِيُّهَا وَمَوْلَاهَا ۔ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ غَلَبَةِ الدَّيْنِ وَمِنْ غَلَبَةِ
الْعَدُوِّ وَمِنْ بَوَارِ الْاَيِّمِ وَمِنْ فِتْنَةِ الْمَسِيْحِ الدَّجَّالِ ۔ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِيْ مِنَ الَّذِيْنَ اِذَا اَحْسَنُوْا اسْتَبْشَرُوْا وَ
اِذَا اَسَاؤُا اسْتَغْفَرُوْا، اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنَا مِنْ عِبَادِكَ الصَّالِحِيْنَ الْغُرِّ الْمُحَجَّلِيْنَ الْوَفْدِ الْمُتَقَبَّلِيْنَ، اَللّٰهُمَّ اِنَّ
هٰذِهٖ مُزْدَلِفَةُ وَقَدْ جُمِعَتْ فِيْهَا الْسِنَةٌ مُّخْتَلِفَةٌ نَسْئَلُكَ حَوَائِجَ مُتَفَقَّةً اِجْعَلْنِيْ مِمَّنْ دَعَاكَ فَاسْتَجَبْتَ
لَهٗ وَتَوَكَّلَ عَلَيْكَ فَكَفَيْتَهٗ، اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْئَلُكَ فِيْ هٰذَا الْجَمْعِ اَنْ تَجْمَعَ لِيْ جَوَامِعَ الْخَيْرِ كُلَّهٗ وَاَنْ تُصْلِحَ
لِيْ شَاْنِيْ كُلَّهٗ وَاَنْ تَصْرِفَ عَنِّي السُّوْءَ كُلَّهٗ فَاِنَّهٗ لَا يَفْعَلُ ذٰلِكَ غَيْرُكَ وَلَا يَجُوْدُ بِهٖ اِلَّا اَنْتَ ۔ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ
اَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ الْاَعْمَيَيْنِ السَّيْلِ وَالْحَرِيْقِ، اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُ بِكَ مِنِ امْرَاَةٍ تُشَيِّبُنِيْ قَبْلَ الْمَشِيْبِ وَ
اَعُوْذُ بِكَ مِنْ مَّكْرِ النِّسَاءِ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْ وَّلَدٍ يَّكُوْنُ عَلَيَّ وَبَالًا وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْ مَّالٍ يَّكُوْنُ عَلَيَّ عَذَابًا وَ
اَعُوْذُ بِكَ مِنْ صَاحِبٍ خَدِيْعَةٍ اِنْ رَاٰى حَسَنَةً دَفَنَهَا وَاِنْ رَاٰى سَيِّئَةً اَظْهَرَهَا ۔ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُ بِكَ
مِنْ شَرِّ مَنْ يَّمْشِيْ عَلٰى بَطْنِهٖ وَمِنْ شَرِّ مَنْ يَّمْشِيْ عَلٰى رِجْلَيْنِ وَمِنْ شَرِّ مَنْ يَّمْشِيْ عَلٰى اَرْبَعٍ، اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِيْ
اَخْشَاكَ كَاَنِّيْ اَرَاكَ اَبَدًا حَتّٰى اَلْقَاكَ وَاَسْعِدْنِيْ بِتَقْوَاكَ وَلَا تُشْقِنِيْ بِمَعْصِيَتِكَ وَخِرْ لِيْ فِيْ قَضَائِكَ
وَبَارِكْ لِيْ فِيْ قَدَرِكَ حَتّٰى لَا اُحِبَّ تَعْجِيْلَ مَا اَخَّرْتَ وَلَا تَاْخِيْرَ مَا عَجَّلْتَ وَاجْعَلْ غِنَايَ فِيْ نَفْسِيْ وَمَتِّعْنِيْ
بِسَمْعِيْ وَبَصَرِيْ وَاجْعَلْهُمَا الْوَارِثَ مِنِّيْ وَانْصُرْنِيْ عَلٰى مَنْ ظَلَمَنِيْ وَاَرِنِيْ فِيْهِ ثَارِيْ وَاَقِرَّ بِذٰلِكَ عَيْنِيْ ۔
اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْئَلُكَ يَا غَفُوْرُ يَا رَحِيْمُ اَنْ تَفْتَحَ لِاَدْعِيَتِنَا اَبْوَابَ الْاِجَابَةِ يَا مَنْ اِذَا سَاَلَهُ الْمُضْطَرُّ اَجَابَهٗ
يَا مَنْ يَّقُوْلُ لِلشَّيْءِ كُنْ فَيَكُوْنُ ۔ اَللّٰهُمَّ اِنَّا جِئْنَاكَ بِجَمْعِنَا مُتَشَفِّعِيْنَ اِلَيْكَ فِيْ غُفْرَانِ ذُنُوْبِنَا فَلَا
تَرُدَّنَا خَائِبِيْنَ وَاٰتِنَا اَفْضَلَ مَا اُوْتِيَ عِبَادُكَ الصَّالِحِيْنَ وَلَا تَصْرِفْنَا مِنْ هٰذَا الْمَشْعَرِ الْعَظِيْمِ اِلَّا فَائِزِيْنَ
مُفْلِحِيْنَ غَيْرَ خَزَايَا وَلَا نَادِمِيْنَ وَلَا ضَالِّيْنَ وَلَا مُضِلِّيْنَ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ، اَللّٰهُمَّ وَفِّقْنَا لِلْهُدٰى وَ
اَعْصِمْنَا مِنْ اَسْبَابِ الْجَهْلِ وَالرَّدٰى وَسَلِّمْنَا مِنْ اٰفَاتِ النُّفُوْسِ فَاِنَّهَا شَرُّ الْعِدَا وَاجْعَلْنَا مِمَّنْ

أَقْبَلْتَ عَلَيْهِ فَأَعْرَضَ عَمَّنْ سِوَاكَ، وَخُذْ بِأَيْدِيْنَا إِلَيْكَ وَارْحَمْ تَضَرُّعَنَا بَيْنَ يَدَيْكَ إِلٰهَنَا قَوِّمْنَا إِذَا اعْوَجَجْنَا، وَأَعِنَّا إِذَا اسْتَقَمْنَا وَكُنْ لَّنَا وَلَا تَكُنْ عَلَيْنَا وَأَحْيِنَا فِي الدُّنْيَا مُؤْمِنِيْنَ طَائِعِيْنَ وَتَوَفَّنَا مُسْلِمِيْنَ تَائِبِيْنَ وَاجْعَلْنَا عِنْدَ السُّؤَالِ ثَابِتِيْنَ وَاجْعَلْنَا مِمَّنْ يَّأْخُذُ كِتَابَهٗ بِيَمِيْنِهٖ، وَاجْعَلْنَا يَوْمَ الْفَزَعِ الْأَكْبَرِ مِنَ الْآمِنِيْنَ، وَمَتِّعْنَا اللّٰهُمَّ بِالنَّظَرِ إِلٰى وَجْهِكَ الْكَرِيْمِ بِرَحْمَتِكَ يَا أَرْحَمَ الرّٰحِمِيْنَ ۝ رَبَّنَا اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ ۝ اَللّٰهُمَّ أَنْتَ خَيْرُ مَطْلُوْبٍ وَّخَيْرُ مَرْغُوْبٍ ۝ إِلٰهِيْ إِنَّ لِكُلِّ وَفْدٍ جَائِزَةً وَّقِرًى فَاجْعَلْ قِرَايَ فِيْ هٰذَا الْمَقَامِ قَبُوْلَ تَوْبَتِيْ وَالتَّجَاوُزَ عَنْ خَطِيْئَتِيْ وَأَنْ تَجْمَعَ عَلَى الْهُدٰى أَمْرِيْ اَللّٰهُمَّ عَجَّتْ لَكَ الْأَصْوَاتُ بِالْحَاجَاتِ وَحَاجَتِيْ أَنْ لَّا تَجْعَلَنِيْ مِنَ الْمَحْرُوْمِيْنَ وَأَنْ لَّا تَجْعَلَهٗ اٰخِرَ الْعَهْدِ مِنْ هٰذَا الْمَوْقِفِ الشَّرِيْفِ ۝ اَللّٰهُمَّ احْشُرْنِيْ فِيْ زُمْرَةِ الْمُحِبِّيْنَ وَالْمُتَّبِعِيْنَ لِأَمْرِكَ وَالْعَامِلِيْنَ بِقِرَاءَةِ نَصِّكَ الَّتِيْ جَاءَ بِهَا كِتَابُكَ وَحَثَّ عَلَيْهَا رَسُوْلُكَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ۝ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ صَلَوٰتِكَ وَبَرَكَاتِكَ وَرَحْمَتَكَ عَلٰى سَيِّدِنَا سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ وَإِمَامِ الْمُتَّقِيْنَ وَخَاتَمِ النَّبِيِّيْنَ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَرَسُوْلِكَ إِمَامِ الْخَيْرِ وَقَائِدِ الْخَيْرِ رَسُوْلِ الرَّحْمَةِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَأَصْحَابِهٖ وَصَلِّ عَلَيْهِمْ أَجْمَعِيْنَ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى سَيِّدِنَا إِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ سَيِّدِنَا إِبْرَاهِيْمَ فِي الْعٰلَمِيْنَ إِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ عَدَدَ خَلْقِكَ وَرِضَاءَ نَفْسِكَ وَزِنَةَ عَرْشِكَ كُلَّمَا ذَكَرَكَ الذّٰكِرُوْنَ وَكُلَّمَا غَفَلَ عَنْ ذِكْرِكَ الْغَافِلُوْنَ ۝ اَللّٰهُمَّ ابْعَثْهُ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا يَّغْبِطُهٗ فِيْهِ الْأَوَّلُوْنَ وَالْاٰخِرُوْنَ وَاجْعَلْ لَّهُ الدَّرَجَاتِ الْعُلٰى وَالرَّفِيْقَ الْأَعْلٰى وَأَدْخِلْنَا فِيْ شَفَاعَتِهٖ أَجْمَعِيْنَ يَا رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ ۝

میدانِ مزدلفہ سے کنکریاں چننا

مستحب یہ ہے کہ مزدلفہ سے منیٰ آتے ہوئے راستہ میں سے سات کنکریاں کھجور کی گٹھلی یا باقلہ (چنے) کے دانہ کے برابر رمی کے لئے اٹھا لے یہی مختار ہے اس سے بہت زیادہ بڑی کنکریاں لینا مکروہ ہے یہ سات کنکریاں ۱۰ ذی الحجہ کو جمرۂ عقبہ کی رمی کے لئے ہیں خواہ ان کو رات کے وقت اٹھائے یا صبح کی نماز کے بعد اٹھائے اور یہ اولیٰ ہے (کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ آپ نے حضرت فضل رضی اللہ عنہ سے یوم النحر کی صبح کو فرمایا کہ میرے لئے کنکریاں اٹھا لو اور جمہور شافعیہ نے رات کو کنکریوں کا اٹھانا مستحب کہا ہے حدیث مذکور ان کے اوپر حجت ہے) اگر مزدلفہ سے ستر کنکریاں اٹھا لے یا مزدلفہ سے منیٰ آتے ہوئے راستہ میں سے اٹھا لے تو بھی جائز ہے (کیونکہ رمی کے لئے کنکریوں کا جمرات کے پاس سے اور مسجد میں سے اور نجس جگہ سے اٹھانا مکروہ تنزیہی ہے اور ان تین جگہوں کے علاوہ کسی اور جگہ سے چن لینا بلا کراہت جائز ہے۔ بڑے پتھر کو توڑ کر چھوٹی چھوٹی کنکریاں بنانا بھی مکروہ ہے، اگر بڑی کنکریوں یا یقینی طور پر نجس کنکریوں سے رمی کی تو کراہت کے ساتھ جائز ہے اور بغیر یقین کے مکروہ نہیں ہے اس لئے کہ ہر چیز کی اصل پاک ہے لیکن کنکریوں کو دھو لینا مستحب ہے تاکہ ان کی طہارت یقینی ہو جائے بلکہ مطلق طور پر کنکریوں کو دھو لینا مستحب ہے۔

مزدلفہ سے منیٰ کو روانگی

جب سورج نکلنے میں بقدر دو رکعت کے وقت باقی رہ جائے تو منیٰ کی طرف روانہ ہو جائے منیٰ یہاں سے تین میل ہے صبح کے ٹھنڈے وقت میں یہ راستہ آسانی سے پیدل طے ہو سکتا ہے روانگی کے وقت یہ تصور کرے کہ میرا مولا مجھے منیٰ بلا رہا ہے اور اس کا حکم ہے کہ میں وہاں پہنچ کر رمی اور قربانی کروں، غرضکہ یہ تصور کر کے ہیبت و عظمتِ الٰہی کی کیفیت اپنے اوپر طاری کرتے ہوئے نہایت ذوق و شوق و محبت سے تلبیہ پڑھتا ہوا روانہ ہو، طلوع فجر سے ذرا قبل روانہ ہونے کے بعد خواہ حدودِ مزدلفہ سے طلوع شمس سے پہلے نکل جائے یا بعد میں نکلے یہ سنت کے خلاف نہیں ہوگا امام سے پہلے یا بعد میں روانہ ہونا لازمی نہیں بلکہ جائز ہے۔ اسی طرح اگر سورج نکلنے کے بعد روانہ ہوا خواہ امام کے ساتھ ہو یا نہ ہو اس پر کچھ لازم نہیں ہوگا لیکن ترک سنت کا گناہ ہوگا، جب روانہ ہو تو نہایت سکون اور وقار کے ساتھ تلبیہ اور اذکار کی کثرت کرتا ہوا چلے، جب وادی محسر میں پہنچے تو اس سے دوڑ کر نکل جائے جبکہ پیدل ہو اور اگر کسی جانور پر سوار ہو تو اس کو تیزی سے حرکت دے اور یہ چاروں اماموں کے نزدیک مستحب ہے اور حکمت یہ ہے کہ اس میں نصاریٰ کی مخالفت ہے کیونکہ یہ ان کا موقف ہے، وادی محسر ایک نشیبی جگہ ہے یہ وہ مقام ہے جہاں اصحاب فیل یعنی ابرہہ کا لشکر اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہلاک ہوا تھا اسی لئے اس کا نام وادیٔ محسر ہے اور بعض نے کہا کہ شیطان یہاں حسرت زدہ ہو کر ٹھہر رہا اور اس کو وادی النار بھی کہتے ہیں اس لئے کہ ایک شخص نے اس میں شکار کیا تھا تو آسمانی آگ نے نازل ہو کر اس کو جلا دیا تھا، المحب الطبری نے اس کو اسی طرح ذکر کیا ہے پس یہاں سے سر جھکائے اور خوف و دہشت کی حالت اپنے اوپر طاری کئے ہوئے دوڑ کر نکل جائے، یہاں سے گذرتے ہوئے یہ پڑھے: اَللّٰھُمَّ لَا تَقْتُلْنَا بِغَضَبِکَ وَلَا تُھْلِکْنَا بِعَذَابِکَ وَعَافِنَا قَبْلَ ذٰلِکَ وادی محسر سے دوڑ کر گذرنا صرف وقوفِ مزدلفہ سے واپسی کے وقت ہے اور کسی وقت نہیں، اس کے بعد اگر ممکن ہو اور زحمت نہ ہو تو منیٰ کی طرف اس درمیانی راستہ سے چل کر آئے جو جمرۂ عقبہ کی طرف نکلتا ہے۔

یوم النحر یعنی دسویں ذی الحجہ کے روز چار مناسک ادا کرنے ہیں، ۱ رمی جمرۂ عقبہ، ۲ ذبح، ۳ حلق، ۴ طواف زیارت۔

جمرۂ عقبہ کی رمی

پہلے دن یعنی دسویں ذی الحجہ کو صرف جمرۂ عقبہ کی رمی کی جاتی ہے، اس کے بعد گیارہویں، بارہویں اور تیرہویں ذی الحجہ کو تینوں جمروں کی رمی کرنی ہوتی ہے، اس بات کو خوب یاد رکھے، منیٰ پہنچ کر بیچ کے راستہ سے جمرۂ عقبہ کے پاس آکر نشیب میں پانچ ہاتھ یا اس سے زائد فاصلہ پر جمرہ کی طرف منھ کر کے اس طرح کھڑا ہو کہ منیٰ دائیں جانب ہو اور مکہ بائیں جانب ہو، سات کنکریاں اپنے ساتھ لیکر جائے بلکہ ایک دو کنکری زائد لے جائے تاکہ اگر کوئی کنکری صحیح جگہ پر نہ گری تو اس کی بجائے دوسری کنکری پھینک سکے، کنکری مارنے کا مستحب طریقہ یہ ہے کہ دائیں ہاتھ کے انگوٹھے اور شہادت کی انگلی سے کنکری پکڑ کر یکے بعد دیگرے سات کنکریاں سات دفعہ میں شیطان کی جگہ پر اس طرح مارے کہ ستون کے نیچے کے حصہ میں اس کے قریب گرے ستون کے اوپر نہ مارے ستون کا اوپر والا حصہ تو دراصل نشانی کے لئے اونچا کر دیا گیا ہے اور بعض وقت کنکری ستون سے ٹکرا کر اصل جگہ سے بہت دور باہر جا گرتی ہے وہ شمار میں نہیں آئے گی اور اس کی بجائے دوسری کنکری مارنا واجب ہوگا، کنکری پھینکتے وقت ہاتھ اتنا اونچا اٹھائے کہ بغل کھل جائے اور ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ ایک ایک کنکری داہنے ہاتھ کی کلمہ کی انگلی کے وسط میں رکھ کر انگوٹھے کے ناخن سے جمرہ پر مارے

لیکن پہلا طریقہ زیادہ صحیح اور زیادہ سہل ہے اور اکثریت کا عمل اسی پر ہے، یہ سب افضلیت کے لئے ہے ورنہ کوئی خاص ہیئت مقرر نہیں ہے بلکہ جس طرح بھی پھینک سکے جائز ہے البتہ وہاں رکھ دینا جائز نہیں ہے۔ جمرہ کے اوپر کی جانب سے بھی رمی کرنا جائز ہے لیکن بلا عذر ایسا کرنا خلافِ سنت ہونے کی وجہ سے مکروہ ہے اور بالاجماع ہر کنکری کے پھینکتے وقت تکبیر کہے اس سے پہلے یا بعد میں نہیں، ہمارے نزدیک دعا بھی کرے پس اس طرح کہے بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُ اَكْبَرُ رَغْمًا لِّلشَّيْطٰنِ وَرِضًى لِّلرَّحْمٰنِ، اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ حَجًّا مَّبْرُوْرًا وَّسَعْيًا مَّشْكُوْرًا وَّذَنْبًا مَّغْفُوْرًا، اگر یہ پورے کلمات یاد نہ ہوں تو صرف بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُ اَكْبَرُ کہہ کر کنکریاں مارے، تلبیہ کا پڑھنا اس رمی سے پہلے تک ہے اس رمی کی پہلی کنکری پر ہی تلبیہ پڑھنا موقوف کر دے اس کے بعد لبیک پکارنے کا حکم نہیں رہا، دوسرے اذکار تسبیح وتحمید و تکبیر و تہلیل وغیرہ بدستور پڑھتا رہے، اگر ہجوم کی وجہ سے اوپر بتائے ہوئے مستحب طریقہ وفاصلے (نی نہ ہیں ہے لوجہ!) کھڑے ہو کر سہولت سے کنکریاں مار سکے وہاں سے ہی مارے البتہ یہ خیال رہے کہ کنکریاں شیطان کے نزدیک پڑنی چاہئیں اگر کوئی کنکری اس سے تین ہاتھ یا زیادہ فاصلہ پر گری تو وہ رمی میں شمار نہیں ہوگی، اس مقصد کے لئے ہر جمرہ کے اردگرد دائرہ بنا ہوا ہے اگر اس دائرہ میں کنکریاں پڑیں تو رمی ادا ہو جائے گی۔ یہ بھی خیال رہے کہ ساتوں کنکریاں ایک ایک کر کے سات دفعہ میں مارنی ہیں ساتوں کو ایک ساتھ نہ ماریں اگر ساتوں یا ایک سے زیادہ کنکریاں ایک ساتھ مارے گا تو ایک ہی شمار ہوگی خواہ وہ ایک ساتھ گریں یا الگ الگ، اور اس کو مزید چھ کنکریاں الگ الگ مارنی واجب ہوں گی۔ دسویں ذی الحجہ کی رمی کا وقت صبح صادق سے شروع ہوتا ہے اور گیارھویں ذی الحجہ کی صبح صادق تک ہے مگر طلوع آفتاب سے زوال تک کا وقت مسنون ہے اس کے بعد سے غروب آفتاب تک کا وقت مباح ہے اور غروب سے فجر تک مکروہ ہے، اسی طرح دسویں کو طلوع فجر سے طلوع آفتاب تک مکروہ وقت ہے اور دسویں کو طلوع فجر سے پہلے رمی جائز و درست نہیں ہے۔ گیارھویں کی طلوعِ فجر کے بعد ادا کا وقت نہیں رہا اس لئے اس پر دم واجب ہوگا اور قضا بھی واجب ہوگی۔ اور بلا عذر مکروہ وقت میں کنکریاں مارنا مکروہ ہے عذر کے ساتھ یعنی ضعیف آدمیوں اور مستورات کے لئے مکروہ نہیں ہے، اس روز صرف جمرہ عقبیٰ کی رمی کا حکم ہے جمرۂ اولیٰ و وسطیٰ کو اس روز رمی نہ کرے کیونکہ یہ بدعت ہے، جاہل لوگ دیکھ کر غلط فہمی سے اس کو مناسک حج میں سے خیال کریں گے۔ جمرہ عقبہ کی رمی کے بعد دعا کے لئے وہاں نہ ٹھہرے نہ اس روز ٹھہرے اور نہ رمی کے باقی دنوں میں ٹھہرے بلکہ دعا پڑھتا ہوا واپس لوٹ جائے۔

قربانی اور اس کے احکام

جمرۂ عقبہ کی رمی سے فارغ ہو کر اپنی قیام گاہ پر آجائے اور مفرد حج والا اگر قربانی کرنا چاہے تو خرید و فروخت وغیرہ غیر ضروری کاموں میں مشغول ہونے سے پہلے نحر یعنی قربان گاہ جائے مفرد بالحج کے لئے شکرانہ کی قربانی کرنا مستحب ہے اور اس کے لئے مستحب یہ ہے کہ پہلے رمی کرے پھر ذبح کرے پھر حلق کرائے اور اگر پہلے حلق کرایا پھر ذبح کیا تو اس پر کچھ واجب نہیں ہوگا، اگر ذبح کرنا جانتا ہے تو اپنے ہاتھ سے ذبح کرنا افضل ہے ورنہ کسی مسلمان کے ہاتھ سے ذبح کرائے اور مستحب یہ ہے کہ ذبح کے وقت وہاں موجود رہے، اس قربانی کے جانور کے متعلق بھی وہی احکام ہیں جو عام قربانی کے جانوروں سے متعلق ہیں۔ مستحب یہ ہے کہ جانور کو قبلہ رُخ لٹائے اور ذبح کرنے والا بھی قبلہ رُخ کھڑا ہو کر ذبح کرے۔ منحر میں بلا مبالغہ لاکھوں جانور

دُنبے، مینڈھے، بھیڑیں، بکریاں، گائیں، اونٹ، اونٹنیاں موجود ہوتے ہیں، اپنی پسند اور وسعت کے مطابق دیکھ کر خرید لے اور قربانی کرے یہ حج کی قربانی ہے عیدالاضحیٰ کی قربانی نہیں ہے پس اگر حاجی مسافر ہے یعنی مکہ مکرمہ میں پندرہ دن سے کم قیام رہا ہے تو اس پر عیدالاضحیٰ کی قربانی واجب نہیں ہے اور اگر مقیم ہے یعنی پندرہ دن سے زیادہ اقامت رہی ہے یا اہل مکہ و مضافاتِ مکہ میں سے ہے تو وہ عیدالاضحیٰ کی قربانی بھی کرے وہ الگ واجب ہے۔ قربانی کی دعا یہ ہے: اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفًا وَّمَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ ۔ اِنَّ صَلٰوتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ لَا شَرِیْکَ لَهٗ وَبِذٰلِکَ اُمِرْتُ وَ اَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ ۔ پھر چھری پھیرے اور یہ کہے بِسْمِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ اَکْبَرُ بغیر واو کے بھی منقول ہے، پھر قبولیت کے لئے دعا کرے اور کہے اَللّٰهُمَّ تَقَبَّلْ مِنِّیْ هٰذِهِ الْاُضْحِیَةَ وَاجْعَلْهَا قُرْبَانًا لِوَجْهِكَ وَاَعْظِمْ اَجْرِیْ عَلَیْهَا ۔ اپنی قربانی کا گوشت کھانا چونکہ مستحب ہے اس لئے ہو سکے تو تھوڑا سا گوشت یا جسقدر ضرورت ہو لے لے اور باقی کو صدقہ کر دے۔

حلق یا قصر کرانے کے احکام

(۱) قربانی سے فارغ ہو کر سر کے بال منڈائے یا کتروائے مردوں کے لئے سر کے بال منڈانا افضل ہے اور عورتوں کے لئے بلا ضرورت سر منڈانا مکروہ تحریمی ہے ان کے لئے صرف انگلی کے پور کی برابر کتروانا واجب ہے قبلہ رو بیٹھ کر سر منڈائے اور اپنے داہنی جانب سے شروع کرائے یہی مختار ہے اور یہی درست ہے اور اسی کی طرف امام صاحب کا رجوع کرنا صحیح ہے بعض مشائخ کے نزدیک امام صاحب سے مشہور روایت یہ ہے کہ مونڈنے والے کی داہنی جانب سے شروع ہو، اور اگر سر مونڈنے والا سر منڈانے والے کے پیچھے کھڑا ہو اور دونوں قبلہ رو ہوں تو دونوں کی دائیں جانب سے آغاز ہوگا اور اختلاف جاتا رہے گا اور سر منڈانے وقت یہ دعا پڑھے اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰی مَا هَدَانَا وَاَنْعَمَ عَلَیْنَا وَقَضٰی عَنَّا نُسُکَنَا اَللّٰهُمَّ هٰذِهٖ نَاصِیَتِیْ بِیَدِكَ فَتَقَبَّلْ مِنِّیْ وَاغْفِرْ لِیْ اَللّٰهُمَّ اکْتُبْ لِیْ بِکُلِّ شَعْرَةٍ حَسَنَةً وَّامْحُ عَنِّیْ بِهَا سَیِّئَةً وَّارْفَعْ لِیْ بِهَا دَرَجَةً اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِیْ وَلِلْمُحَلِّقِیْنَ وَ الْمُقَصِّرِیْنَ یَا وَاسِعَ الْمَغْفِرَةِ اٰمِیْنَ ۔ حلق کرانے وقت شروع میں اور حلق سے فارغ ہو کر تکبیر کہے اور پھر یہ کہے اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ قَضٰی عَنَّا نُسُکَنَا اَللّٰهُمَّ زِدْنَا اِیْمَانًا وَّیَقِیْنًا اور اپنے والدین و مشائخ و تمام مسلمانوں کے لئے دعا کرے، سر کے بال منڈانے یا کتروانے کے بعد لبیں کتروائے اور بغل کے بال صاف کرلے اور ناخن کٹوائے، سر کے بال منڈانے یا کٹانے سے پہلے ان چیزوں کا کٹانا درست نہیں ہے اور اصح قول کی بنا پر امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک ایسا کرنے والے پر دم واجب ہوگا اور مستحب یہ ہے کہ حجامت کے بعد اپنے بالوں اور ناخن وغیرہ کو دفن کرے اور اگر ان کو پھینک دیا تو کوئی کراہت نہیں ہے لیکن گندگی اور غسل کی جگہ میں ڈالنا مکروہ ہے۔ عورت کو چونکہ سر کے بال منڈانا ناجائز و حرام ہے اس لئے وہ اپنی ساری چوٹی پکڑ کر انگلی کے ایک پور کی برابر بال تراش لے یا کسی محرم سے کٹوائے اور نامحرم سے نہ کٹوائے، سر کے بال منڈانے یا کتروانے کے بعد احرام ختم ہو جاتا ہے اور سلے ہوئے کپڑے پہننا نہانا دھونا و خوشبو لگانا شکار کرنا وغیرہ جو چیزیں احرام کی وجہ سے منع تھیں وہ سب حلال ہو جاتی ہیں صرف عورت حلال نہیں ہوتی یعنی جبتک طواف زیارت نہ کرلے بیوی سے صحبت اور بوس و کنار کرنا حلال نہیں ہوتا ——— (۲) سنت یہ ہے کہ سارے سر کے بال منڈائے یا کترائے لیکن اگر صرف چوتھائی سر کے بال منڈائے یا کترائے تو بھی کراہت کے ساتھ جائز ہے اور یہ واجب حلق یا قصر کی مقدار ہے اور قصر کی اقل مقدار انگلی کے ایک پور کی مقدار ہے۔ جن کے

سر پر بال نہ ہوں اس پر بھی واجب ہے کہ سارے سر پر استرہ پھرائے ——— (۳) اگر کوئی عذر ہو مثلاً مونڈنے کا آلہ یا مونڈنے والا شخص موجود نہ ہو یا سر میں زخم وغیرہ ہوں تو اس شخص کے لئے قصر کرانا متعین ہوگا جبکہ قصر کے مطابق سر پر بال ہوں اور اسی طرح قصر کرانا متعذر ہو مثلاً سر کے بال چھوٹے ہوں یا گوندسے بال جمائے ہوئے ہوں جس کی وجہ سے قینچی چلانا ممکن نہ ہو تو اس کے لئے حلق کرانا متعین ہوگا اور حلق وقصر دونوں سے متعذر ہو مثلاً سر کے بال بھی چھوٹے ہیں اور سر میں زخم بھی ہیں تو دونوں ساقط ہو جائیں گے اور وہ ایسے ہی حلال ہو جائیگا اور اس پر دم وغیرہ کچھ واجب نہیں ہوگا۔

طوافِ زیارت

جب دسویں ذی الحجہ کو رمی وذبح وحلق سے فارغ ہو جائے تو مناسب یہ ہے کہ نہا دھو کر اور خوشبو لگا کر معمول کے مطابق سلے ہوئے کپڑے پہنے اور یہ خیال کرتے ہوئے کہ اب میرا مولا مجھے اپنے گھر کے طواف کے لئے بلا رہا ہے اور میرے لئے اللہ تعالیٰ کا حکم اس وقت یہ ہے کہ مکہ پہنچ کر اس کے گھر کا طواف کروں پورے ذوق وشوق کے ساتھ مکہ معظمہ روانہ ہو جائے وہاں پہنچ کر بہتر یہ ہے کہ آداب کی رعایت کرتے ہوئے باب السلام سے ورنہ کسی بھی دروازے سے مسجد حرام میں داخل ہو جائے اور طوافِ زیارت کرے۔ اگر طواف قدوم کے ساتھ سعی نہیں کی تھی (اور مفرد حج کرنے والے کے لئے افضل بھی یہی ہے کہ حج کی سعی طوافِ قدوم کے بعد نہ کرے بلکہ طوافِ زیارت کے بعد کرے) تو اب چونکہ سعی بھی کرے گا اس لئے اس طواف میں رمل بھی کرے اور اگر احرام کے کپڑے اتار کر سلے ہوئے کپڑے پہن لئے تو اضطباع نہ کرے ورنہ اضطباع بھی کرے طواف کی کیفیت پہلے بیان ہو چکی ہے اس کے مطابق تمام آداب وسنن کی رعایت کرتے ہوئے طواف کے سات چکر پورے کرے اور ختم طواف کے بعد حجر اسود کا استلام کرے اور مقام ابراہیم پر آکر یا اس کے قریب نماز دوگانہ طواف ادا کرے پھر ملتزم پر جائے اور اس سے لپٹ کر دعا مانگے پھر چاہ زمزم پر حاضر ہو کر خوب سیر ہو کر آبِ زمزم پیے اور دعا مانگے پھر نویں مرتبہ حجرِ اسود کا استلام کرکے باب الصفا سے باہر نکل کر صفا پر جائے، سعی کی جو پوری کیفیت پہلے بیان ہو چکی ہے اس کے مطابق صفا ومروہ کی سعی کرے۔ اب احرام کی کوئی بھی پابندی باقی نہیں رہی اور عورت سے صحبت وغیرہ بھی حلال ہو گئی طواف وسعی سے فارغ ہو کر اسی وقت منیٰ واپس آجائے۔ اگر طوافِ قدوم کے بعد سعی کر چکا تھا تو اب طوافِ زیارت میں رمل و اضطباع نہ کرے اور اس طواف کے بعد سعی نہ کرے بلکہ طواف ودوگانہ طواف وملتزم کی دعا وزمزم شریف پینے ودعا کرنے کے بعد اسی وقت منیٰ واپس آجائے اور رات کو منیٰ میں قیام کرے۔ دسویں ذی الحجہ کو طوافِ زیارت کرنا افضل ہے ورنہ بارہویں ذی الحجہ کے سورج غروب ہونے سے پہلے تک دن رات میں کسی وقت بھی ہو جائے اس طواف کا وقت ہے عورتوں کے لئے گیارہ تاریخ زیادہ مناسب ہے اسلئے کہ اس روز مطاف میں طواف کرنے والوں کا ہجوم کم ہوتا ہے اور عورتوں کو ہر پھیرے میں حجرِ اسود کا استلام سہولت سے میسر آتا ہے لیکن آجکل اس روز بھی ہجوم رہتا ہے اس لئے جب بھی موقع ہو جلدی اس فرض کو ادا کرے۔ اور یہ طواف حج کا رکن ہے اس کے بغیر حج پورا نہیں ہوتا اور اس طواف کے چار چکر پورے کرنا رکن یعنی فرض ہے اور باقی تین چکر ادا کرنا واجب ہے۔

۱۱، ۱۲، ۱۳ ذی الحجہ کو منیٰ میں قیام اور رمیٔ جمار

اب منیٰ واپس آکر دو دن یعنی گیارہ اور بارہ ذی الحجہ کو منیٰ میں ٹھہرے اگر ممکن ہو تو ۱۰ ذی الحجہ کو طوافِ زیارت سے فارغ ہو کر ظہر کی نماز منیٰ میں آکر پڑھے

اگر ظہر کا وقت مکہ معظمہ میں ہی ہو جائے تو پھر ظہر کی نماز مکہ معظمہ میں ہی پڑھے اس کے بعد منیٰ میں آجائے اور کم از کم ۱۱، ۱۲ ذی الحجہ کی راتیں منیٰ میں گذارنا سنت ہے اور منیٰ کے علاوہ کسی اور جگہ گذارنا مکروہ تنزیہی ہے جہاں تک ہو سکے نماز مسجد خیف میں جماعت کے ساتھ ادا کرتا رہے۔

چوتھا دن گیارہویں ذی الحجہ کی رمی

گیارہویں تاریخ کو زوال کے بعد امام نماز ظہر جماعت کے ساتھ ادا کر کے پھر ساتویں ذی الحجہ کی طرح ایک خطبہ پڑھے اور اس کے درمیان میں نہ بیٹھے، اس میں رمی جمار کے احکام اور منیٰ سے مکہ معظمہ کو روانگی حج کے باقی مناسک اور سعی وعمرہ وغیرہ کے احکام بیان کرے یہ خطبہ ہمارے ائمہ اور امام مالکؒ کے نزدیک سنت ہے اور اس کا ترک کرنا بہت بڑی غفلت ہے۔ پھر سورج کے زوال کے بعد تینوں جمرات کی رمی کرے یہی صحیح ہے اور ظہر کی نماز رمی جمار سے پہلے ادا کر لے، سنت یہ ہے کہ پہلے جمرۂ اولیٰ کی رمی کرے جو کہ مسجد خیف کے قریب ہے جمرۂ اولیٰ کی رمی کرنے وقت اس طرح قبلہ رخ کھڑا ہو کہ جمرہ اس کے اور کعبہ معظمہ کے درمیان ہو اور دائیں طرف کا حصہ بائیں طرف سے زیادہ ہو اور کنکری گرنے کی جگہ سے پانچ ہاتھ یا زیادہ فاصلہ پر ہو اس سے کم فاصلہ پر کھڑا ہو کر کنکریاں مارنا مکروہ ہے پھر داہنے ہاتھ سے یکے بعد دیگرے سات کنکریاں اسی طرح سے پھینکے جس طرح کہ دسویں ذی الحجہ کو جمرۂ عقبیٰ پر پھینکی تھیں کنکریاں پھینکنے کی پوری کیفیت وہاں بیان ہو چکی ہے، جمرۂ اولیٰ کی رمی ختم کر کے بائیں طرف کو سرک کر ذرا آگے بڑھے اور جمرۂ اولیٰ کو اپنی پیٹھ کے پیچھے کرتے ہوئے قبلہ رخ کھڑا ہو جائے اور دعا کی طرح ہاتھ اٹھا کر حمد و ثنا و تکبیر و تہلیل و استغفار و درود شریف و دعا وغیرہ میں اتنی دیر تک مشغول رہے جتنی دیر میں سورۂ بقرہ پڑھی جا سکے یا پھر جتنی دیر تین پاؤ پارہ پڑھنے میں لگتی ہے اگر اتنا بھی نہ ہو سکے تو بقدر بیس آیات کے حمد و ثنا و دعا و درود شریف وغیرہ پڑھے یہ ادنیٰ درجہ ہے، اور اپنے لئے و اپنے والدین و مشائخ و اقارب و احباب و تمام مسلمانوں کے لئے دعا و استغفار کرے اور یہ دعا پڑھے: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ حَمْدًا كَثِيْرًا طَيِّبًا مُّبَارَكًا فِيْهِ اَللّٰهُمَّ لَآ اُحْصِيْ ثَنَآءً عَلَيْكَ اَنْتَ كَمَآ اَثْنَيْتَ عَلٰى نَفْسِكَ، اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِكْ عَلٰى نَبِيِّ الرَّحْمَةِ وَشَفِيْعِ الْاُمَّةِ وَكَاشِفِ الْغُمَّةِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدِ نِ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ الْاَبْطَحِيِّ الْمَكِّيِّ الْمَدَنِيِّ وَعَلٰى اٰلِهٖ هُدَاةِ الْوَرٰى وَصَحْبِهٖ مَصَابِيْحِ الْهُدٰى كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى سَيِّدِنَا اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ سَيِّدِنَا اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ عَدَدَ خَلْقِكَ وَرِضَاءَ نَفْسِكَ وَزِنَةَ عَرْشِكَ وَمِدَادَ كَلِمَاتِكَ كُلَّمَا ذَكَرَكَ الذَّاكِرُوْنَ وَغَفَلَ عَنْ ذِكْرِكَ الْغَافِلُوْنَ صَلٰوةً تُرْضِيْكَ وَتُرْضِيْهِ وَتَرْضٰى بِهَا عَنَّا صَلٰوةً دَائِمَةً بِدَوَامِكَ بَاقِيَةً بِبَقَائِكَ لَا غَايَةَ لَهَا وَلَا انْتِهَاءَ وَلَا اَمَدَ لَهَا وَلَا انْقِضَاءَ صَلٰوةً تُنْجِيْنَا بِهَا مِنْ عَذَابِ النَّارِ وَتُدْخِلُنَا بِهَا الْجَنَّةَ مَعَ الْخُلَفَاءِ الْاَبْرَارِ وَتُرِيْنَا بِهَا وَجْهَكَ الْكَرِيْمَ وَتُشَفِّعُنَا بِهَا يَوْمَ لَا يَنْفَعُ مَالٌ وَّلَا بَنُوْنَ اِلَّا مَنْ اَتَى اللّٰهَ بِقَلْبٍ سَلِيْمٍ، اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ لَنَا حَجًّا مَّبْرُوْرًا وَّسَعْيًا مَّشْكُوْرًا وَّذَنْبًا مَّغْفُوْرًا وَّتِجَارَةً لَّنْ تَبُوْرَ اَللّٰهُمَّ اِلَيْكَ اَفَضْتُ وَمِنْ عَذَابِكَ اَشْفَقْتُ وَاِلَيْكَ رَغِبْتُ وَمِنْكَ رَهِبْتُ فَاقْبَلْ نُسُكِيْ وَاَعْظِمْ اَجْرِيْ وَارْحَمْ تَضَرُّعِيْ وَاقْبَلْ تَوْبَتِيْ وَ

اَقِلْ عَثْرَتِیْ وَاسْتَجِبْ دَعْوَتِیْ وَاَعْطِنِیْ سُؤْلِیْ اَللّٰھُمَّ اِلَیْکَ وَفَدْتُ وَلِکُلِّ وَفْدٍ قِرًی فَاجْعَلْ قِرَایَ مِنْکَ رِضَاکَ عَنِّیْ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ عَدَدَ کُلِّ شَیْءٍ، لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ عَدَدَ خَلْقِہٖ وَرِضَاءَ نَفْسِہٖ، لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ زِنَۃَ عَرْشِہٖ وَمِدَادَ کَلِمَاتِہٖ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ کَذٰلِکَ وَصَلَّی اللّٰہُ عَلٰی سَیِّدِنَا وَنَبِیِّنَا مُحَمَّدٍ کَذٰلِکَ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ کَذٰلِکَ، اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ ھَدَانَا لِھٰذَا وَمَا کُنَّا لِنَھْتَدِیَ لَوْلَآ اَنْ ھَدَانَا اللّٰہُ، اَللّٰھُمَّ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا وَلَا تَجْعَلْنَا مِنَ الْمَحْرُوْمِیْنَ وَاَدْخِلْنَا فِیْ عِبَادِکَ الصَّالِحِیْنَ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ، اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ وَسَلِّمْ تَسْلِیْمًا کَثِیْرًا، اس کے بعد جمرۂ وسطیٰ پر آکر اس کی رمی بھی اسی طرح کرے جس طرح جمرۂ اولیٰ کی رمی کی کیفیت بیان ہوئی ہے اور جمرۂ وسطیٰ کی رمی کے بعد بھی پہلے جمرہ کی رمی کی طرح دعا کرے لیکن رمی کے بعد دعا کے لئے اس جگہ سے بائیں طرف ہٹ کر آگے نہیں بڑھنا ہوگا کیونکہ یہاں اس کی گنجائش نہیں ہے بلکہ یہاں پر جمرہ کو اپنے دائیں طرف چھوڑتے ہوئے کافی دور وادی تک بائیں طرف کو چلے اور بطن سیل میں ایسی جگہ کھڑا ہو کہ رمی کی کنکریاں اس تک نہ پہنچیں (آجکل عمارتوں کو توڑ کر کھلا میدان بنا دیا گیا ہے اس لئے جہاں سہولت سے کھڑا ہو سکے کھڑا ہو جائے) اور اسی طرح وقوف و دعا وغیرہ کرے جس طرح پہلے جمرہ پر کی تھی اس کے بعد جمرۂ عقبہ پر آکر اس کی رمی کرے جیسا کہ دسویں ذی الحجہ کو کی تھی۔ جمرۂ عقبہ کی رمی سے فارغ ہو کر کسی روز بھی دعا کے لئے وہاں نہ ٹھہرے بلکہ فوراً سیدھا اپنی جگہ پر آجائے اور راستہ میں چلتے ہوئے ذکر و دعا وغیرہ کرلے، رمی کے دنوں میں پہلے اور دوسرے جمرہ پر رمی کے بعد وقوف کرنا اور دعا وغیرہ کرنا سنت ہے اور جمرۂ عقبہ کی رمی سوار ہو کر کرنا افضل ہے اس لئے کہ اس کے بعد اسے واپس لوٹنا ہے اور سوار کو واپس لوٹنا زیادہ آسان ہے پہلے اور دوسرے جمرہ کی رمی تمام ایام میں پیدل کرنا افضل ہے کیونکہ اس کے بعد اس کو وقوف اور دعا کرنا ہے پس وہ پیدل ہو کر رمی کرے کیونکہ یہ تضرع و عاجزی کے زیادہ قریب ہے، جب دوسرے دن یعنی ۱۱ ذی الحجہ کی رمی سے فارغ ہو جائے تو اپنی منزل پر واپس آجائے اور یہ رات منیٰ میں گذارے اور ایسا کرنا ہمارے نزدیک سنت ہے امام شافعی کے نزدیک واجب ہے، اس رات کو لیلۃ النفر الاول کہتے ہیں، اپنے باقی اوقات کو غفلت و فضولیات میں ہرگز نہ گذارے، تمام نمازیں اہتمام سے پڑھے اور کوشش کرے کہ مسجد خیف میں جماعت سے ساتھ ادا کرسکے، ذکر و دعا و توبہ و استغفار میں لگا رہے، یہاں اگر ہو سکے تو مسجد کبش اور مسجد المراسلات کی زیارت بھی کرے۔

پانچواں دن بارہویں ذی الحجہ کی رمی

بارہویں ذی الحجہ کو بھی زوالِ آفتاب کے بعد اسی طرح تینوں جمرات کی رمی کرے اور پہلے دو جمروں پر ذکر و دعا و استغفار وغیرہ کرے جس طرح گیارہویں ذی الحجہ کے لئے اوپر بیان کیا گیا ہے، جمرۂ عقبہ پر رمی کرنے کے بعد وہاں ٹھہرے بغیر اپنی منزل پر واپس آجائے اب اگر ۱۰ یا ۱۱ ذی الحجہ کو طوافِ زیارت نہیں کیا تھا تو اس دن غروبِ آفتاب سے پہلے پہلے مکہ مکرمہ پہنچ کر طوافِ زیارت کرلے ورنہ تاخیر کی صورت میں قربانی دینی ہوگی پھر اگر طوافِ قدوم کے بعد حج کی سعی نہیں کی تھی تو وہ بھی طوافِ زیارت کے بعد کرلے جیسا کہ پہلے بیان

ہو چکا ہے اس کے بعد اس کو اختیار ہے کہ مکہ میں رہے یا تیرہویں ذی الحجہ کو رمی جمار کرنے کے لئے منیٰ واپس آجائے۔ اور اگر طواف زیارت وغیرہ ۱۰ یا ۱۱ ذی الحجہ کو کر چکا ہے تو بھی اس کے لئے جائز ہے کہ بارہویں تاریخ کو زوال کے بعد تینوں جمروں کی رمی سے فارغ ہو کر مکہ مکرمہ واپس آجائے اس صورت میں اس سے تیرہویں ذی الحجہ کی رمی ساقط ہو جائے گی تاہم اس کے لئے ضروری ہے کہ سورج غروب ہونے سے پہلے منیٰ کی حدود سے باہر ہو جائے اور اگر غروبِ آفتاب سے پہلے حدودِ منیٰ سے نہ نکلا تو اب اس کو تیرہویں ذی الحجہ کی رمی کے بغیر منیٰ سے جانا مکروہ ہے لیکن اگر تیرہویں ذی الحجہ کی طلوعِ فجر سے پہلے پہلے منیٰ سے باہر چلا گیا تو تیرہویں کی رمی اس سے ساقط ہو جائے گی اور امام صاحب کے نزدیک ظاہر الروایت میں اس پر کچھ لازم نہیں ہو گا البتہ ترک سنت کی وجہ سے گنہگار ہو گا اور اگر طلوع فجر کے بعد منیٰ سے گیا تو بالاتفاق اس پر دم واجب ہو گا۔ ۱۲ ذی الحجہ کو یوم النفر الاول کہتے ہیں۔

چھٹا دن تیرہویں ذی الحجہ کی رمی

افضل یہ ہے کہ تیرہویں ذی الحجہ کو زوال کے بعد رمی کر کے مکہ مکرمہ جائے اس دن کو یوم النفر الثانی کہتے ہیں، اس روز بھی جمہور کے نزدیک زوال کے بعد ہی رمی کرے اگر اس روز زوال سے پہلے رمی کی تو امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک کراہت تنزیہہ کے ساتھ جائز ہے اور یہ استحسان ہے اور صاحبین کے نزدیک دوسرے دنوں کی طرح درست نہیں ہے اور یہی جمہور کا مذہب ہے اگر اس روز غروبِ آفتاب تک بغیر کسی عذر کے رمی نہیں کی اور رمی کا وقت ادائً و قضائً فوت ہو گیا تو اب اس پر دم دینا متعین ہو گا۔ تیرہویں ذی الحجہ کو بھی اسی طرح تینوں جمروں پر رمی کرے جس طرح گیارہویں اور بارہویں ذی الحجہ کے بیان میں مذکور ہوئی ہے۔

منیٰ سے مکہ مکرمہ کو واپسی بارہویں یا تیرہویں ذی الحجہ کو جب رمی سے فارغ ہو کر مکہ مکرمہ کو جانا چاہے تو افضل یہ ہے کہ اس روز کی رمی زوال آفتاب کے بعد ظہر کی نماز سے پہلے کر لے اور جمرۂ عقبہ کی رمی سے فارغ ہو کر نمازِ ظہر ادا کرنے سے پہلے ہی نہایت عاجزی و انکساری کے ساتھ مکہ مکرمہ کی طرف روانہ ہو جائے اور جب راستہ میں جنت المعلیٰ کے قریب وادی محصب میں جس کو وادیٔ ابطح بھی کہتے ہیں پہنچے تو سنت یہ ہے کہ وہاں سواری سے اُترے اور دعا وغیرہ کرے اگرچہ ایک ساعت کے لئے ہی ہو یا سواری پر ہی کچھ دیر ٹھہر کر دعا وغیرہ میں مشغول ہو، اصل سنت تو اسی قدر سے بھی حاصل ہو جاتی ہے لیکن کمال درجہ اور افضل یہ ہے کہ وہاں پر ظہر، عصر، مغرب اور عشا کی نمازیں پڑھے پھر ذرا دیر آرام کرے اس کے بعد مکہ معظمہ میں داخل ہو، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا ہی عمل فرمایا تھا پس اگر وادیٔ محصب کا وقوف بلا عذر بالکل ترک کر دیگا تو گنہگار ہو گا، اگر کسی وجہ سے اتنا قیام نہ کر سکتا ہو تو کچھ دیر ٹھہر کر دعا کرنے سے غفلت نہ برتے، جنت المعلیٰ جو کہ مکہ مکرمہ کا قبرستان ہے اس کے قریب ایک پہاڑ ہے اور اس پہاڑ کے سامنے ایک اور پہاڑ ہے جو مکہ مکرمہ کو جاتے ہوئے داہنے ہاتھ پر بطن وادی سے جدا ہوتا ہے ان دونوں پہاڑوں کے بیچ کا نالہ وادی محصب ہے (اور آجکل یہ محلہ معابدہ کے نام سے مشہور ہے) جنت المعلیٰ محصب میں داخل نہیں ہے وہاں ایک مسجد بنی ہوئی ہے جو مسجد عائشہ کے نام سے موسوم ہے موقع ملے تو اس مسجد میں ٹھہرے اور نمازیں پڑھے۔

فراغتِ حج کے بعد مکہ معظمہ کا قیام

اور جب افعالِ منیٰ سے فراغت کے بعد مکہ معظمہ واپس پہنچ جائے تو اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرے کہ اس نے اپنے فضل و کرم سے حج پورا کرا دیا، اب حج کے سلسلہ کا کوئی خاص کام باقی نہیں رہا صرف طوافِ وداع باقی ہے جو مکہ معظمہ سے رخصت ہونے وقت کرنا ہوگا جس کا بیان آگے آتا ہے، اب جبتک مکہ معظمہ میں مقیم رہے اس مدت کو غنیمت سمجھے دن رات میں جسقدر ہو سکے خوب طواف کرے اور تیرہویں ذی الحجہ گذرنے کے بعد خوب عمرے کرے، طواف و عمروں کا کثرت سے کرنا مستحب ہے، عمرہ کے لئے تنعیم سے احرام باندھ کر آئے اور کبھی جعرانہ سے احرام باندھ کر بھی عمرہ کیا کرے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب کرامؓ اور اہلِ بیت عظامؓ کی طرف سے اپنی طرف سے اپنے والدین، اپنے شیوخِ طریقت و اساتذہ کرام، بھائی بہنوں، اولاد و احباب اور محسنوں کی طرف سے، غرضکہ جس کی طرف سے دل چاہے نفلی عمرے کرے، مسجد حرام میں نفلی نمازیں پڑھے، مکہ معظمہ میں کم از کم ایک بار ختم کلام مجید کی سعادت سے محروم نہ رہے کیونکہ مساجدِ ثلاثہ میں ایک بار ختم قرآن پاک کرنا مستحب ہے اور مسجدِ حرام میں جو کہ وحی کے نازل ہونے کی جگہ ہے یاد رکھی موکد ہے اور نماز، روزہ، صدقہ، خیرات اور تمام نیک اعمال کی کثرت کرے اور مکہ مکرمہ کے رہنے والوں کو عظمت کی نگاہ سے دیکھے اور ان کے باطن کی جستجو نہ کرے، ان کے باطنی معاملات کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دے، جوارِ کعبہ کا لحاظ کرتے ہوئے ان سے محبت کرے اگر کسی کو دینے دلانے کے بغیر اور کسی کو یا اپنے آپ کو تکلیف پہنچائے بغیر خانۂ کعبہ کے اندر داخلہ میسر ہو جائے تو نہایت ادب کے ساتھ داخل ہو، داخلہ کے آداب و کوائف الگ عنوان سے درج ہیں وہاں ملاحظہ فرمائیں، جتنی دفعہ اور جب بھی میسر ہو سکے یہ سعادت ضرور حاصل کرے اسی طرح حطیم میں جو دراصل کعبۃ اللہ ہی کا ایک حصہ ہے اور مطاف میں جہاں چاہے نماز پڑھے یا مسجدِ حرام میں بیٹھے بیٹھے اللہ تعالیٰ کے گھر کو عظمت و محبت کی نگاہوں سے دیکھا ہی کرے (حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ خانۂ کعبہ کی طرف دیکھنا عبادت ہے، اور ایک روایت میں ہے کہ طواف اور نماز کے علاوہ خانۂ کعبہ کی طرف دیکھنا اللہ تعالیٰ کے نزدیک مکہ مکرمہ کے علاوہ کسی اور جگہ کی ایک سال کی عبادت سے بہتر ہے اس کے فضائل میں اور بھی روایات ہیں۔ ملا علی قاریؒ نے کہا ہے کہ خانۂ کعبہ کی طرف دیکھنا ثواب کی نیت سے ہونا چاہئے عادت کے طور پر نہ ہونا چاہئے پس جب مسجد حرام میں بیٹھے تو مستحب یہ ہے کہ خانۂ کعبہ کے قریب اور اس کی جانب رُخ کر کے بیٹھے اور ایمان و صدق کے ساتھ اُسے دیکھے[1]) نیز مکہ معظمہ کے دیگر مقاماتِ مقدسہ کی بھی زیارت کرے، غرضکہ یہ سعادتیں مکہ معظمہ سے چلے جانے کے بعد کبھی نصیب ہو سکیں گی اسلئے موقع کو غنیمت جانے اور اللہ تعالیٰ کی رحمتوں اور نعمتوں کو خوب حاصل کرے

طوافِ وداع کی کیفیت

جب مکہ مکرمہ سے روانگی کا ارادہ ہو تو مسجد حرام میں جا کر طوافِ وداع (رخصتی کا طواف) کرے طوافِ وداع کو طوافِ صدر . . . . بھی کہتے ہیں، طوافِ وداع باہر سے آنے والے حاجیوں پر واجب ہے اگر بلا کئے چلا جائے گا تو میقات سے نکلنے سے پہلے پہلے لوٹ کر آنا واجب ہوگا اور میقات سے نکل جانے کے بعد اختیار ہے کہ دم کا جانور حرم میں بھیج کر ذبح کرائے یا احرام باندھ کر اول عمرہ کرے اس کے بعد طوافِ وداع کرے لیکن طوافِ زیارت کے بعد اگر کسی نے نفل طواف کر لیا تو اس کا طوافِ وداع ہو گیا گو نیت طوافِ وداع کی نہ کی ہو لیکن افضل یہ ہے کہ چلتے وقت کرے یہ طواف بھی اسی طرح ادا کیا جائے گا جس طرح دوسرے طواف ادا ہوتے ہیں، اس میں اضطباع اور رمل نہیں ہے نہ اس کے بعد صفا و مروہ کی سعی ہے پس اس کے لئے حجرِ اسود کے پاس آ کر اس طرح نیت کرے: نَوَيْتُ اَنْ اَطُوْفَ بِهٰذَا الْبَيْتِ اَسْبُوْعًا كَامِلًا طَوَافَ الصَّدْرِ لِلّٰهِ تَعَالٰى اَللّٰهُ اَكْبَرُ۔ اس نیت کے بعد خانۂ کعبہ کی طرف منہ کر کے اپنے داہنے ہاتھ چلے اور جب حجرِ اسود کے

[1] حیات۔

بالمقابل ہوجائے تو دونوں ہاتھ کانوں تک اٹھائے اور کہے بِسْمِ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ ط پھر حجرِ اسود کا استلام کر کے طواف شروع کرے اور ہر چکر پر حجرِ اسود کا استلام کرے، جب سات چکر پورے ہوجائیں تو مقام ابراہیم پر آ کر دو رکعت واجب الطواف ادا کرے خشوع وخضوع کے ساتھ دعا مانگے پھر زمزم شریف پر آ کر قبلہ رو ہو کر بِسْمِ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ پڑھ کر خوب سیر ہو کر کئی سانس میں پئے اور ہر سانس میں خانہ کعبہ پر نظر ڈالے اور زمزم پیتے وقت اپنی دلی دعائیں مانگے کچھ پانی سر چہرے اور بدن پر بھی ڈالے، اس کے بعد ملتزم پر آ کر اس سے لپٹ جائے سینہ اور دایاں رخسارہ خانہ کعبہ کی دیوار پر رکھے دونوں بازو دیوار کعبہ پر رکھ کر غلاف پکڑ کر خوب گڑگڑا کر عاجزی کے ساتھ دعائیں مانگے یہ بیت اللہ شریف کی آخری ملاقات ہے، اس وقت اگر رونا نہ آئے تو کم از کم رونے کی سی صورت ہی بنالے، بیت اللہ شریف کی چوکھٹ کو بوسہ دے اور دعا مانگے، پھر حجرِ اسود کو آخری بوسہ دیکر روتا ہوا فراقِ کعبہ پر حسرت کے ساتھ افسوس کرتا ہوا اُلٹے پاؤں بابِ وداع کی طرف واپس لوٹے، یعنی منھ خانہ کعبہ کی طرف ہو اور نگاہیں بیت اللہ پر ہوں اور واپس لوٹتا جائے لیکن آنے جانے والوں کو تکلیف نہ دے بعض نے کہا کہ خانہ کعبہ کی طرف سے منھ پھیر کر سیدھے رُخ پر چلے اور کبھی کبھی پلٹ کر جدائی کے غم میں خانہ کعبہ کو دیکھتا رہے، اُلٹے پاؤں لوٹنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ثابت نہیں ہے لیکن مشائخ امت نے خانہ کعبہ کی تعظیم کے لئے اس کو مستحسن قرار دیا ہے، دل وزبان سے ربِ کعبہ کو یاد کرے اور دعائیں کرتا ہوا مسجد حرام اور بیت اللہ شریف کے آداب وحقوق میں کوتاہیوں پر معافی مانگتا ہوا مسجد حرام سے نکلے، دروازے کی طرف جاتے وقت یہ دعا پڑھے: اِنَّ الَّذِیْ فَرَضَ عَلَیْکَ الْقُرْاٰنَ لَرَادُّکَ اِلٰی مَعَادٍ یَا مُعِیْدُ اَعِدْنِیْ وَیَا سَمِیْعُ اَسْمِعْنِیْ یَا جَبَّارُ اُجْبُرْنِیْ یَا سَتَّارُ اُسْتُرْنِیْ یَا رَحْمٰنُ ارْحَمْنِیْ یَا رَآدُّ ارْدُدْنِیْ اِلٰی بَیْتِکَ ھٰذَا وَارْزُقْنِی اِلَیْہِ الْعَوْدَ ثُمَّ الْعَوْدَ کَرَّاتٍ بَعْدَ مَرَّاتٍ اٰئِبُوْنَ تَآئِبُوْنَ عَابِدُوْنَ سَآئِحُوْنَ لِرَبِّنَا حَامِدُوْنَ لِلرَّحْمَۃِ قَاصِدُوْنَ صَدَقَ اللّٰہُ وَعْدَہٗ وَنَصَرَ عَبْدَہٗ وَاَعَزَّ جُنْدَہٗ وَھَزَمَ الْاَحْزَابَ وَحْدَہٗ ط اَلْوَدَاعُ یَا کَعْبَۃَ اللّٰہِ اَلْوَدَاعُ یَا بَیْتَ اللّٰہِ اَلْوَدَاعُ یَا قِبْلَۃَ الْمُسْلِمِیْنَ اَلْوَدَاعُ یَا اُنْسَ الطَّآئِفِیْنَ وَالْعَاکِفِیْنَ اَلْوَدَاعُ یَا حِجْرَ اِسْمٰعِیْلَ اَلْوَدَاعُ یَا مَقَامَ اِبْرَاھِیْمَ اَلْوَدَاعُ یَا حَطِیْمُ اَلْوَدَاعُ اَیُّھَا الْحَجَرُ الْاَسْعَدُ اَلْوَدَاعُ اَیُّھَا الْمُسْتَجَارُ وَالْمُلْتَزَمُ اَلْوَدَاعُ یَا بِئْرَ زَمْزَمَ اَلْوَدَاعُ یَا اَرْضَ الْحَرَمِ اَلْوَدَاعُ اَیُّھَا الْمَسْجِدُ الْحَرَامُ الْاَعْظَمُ ط باب وداع سے باہر نکلنا مستحب ہے، بایاں پاؤں پہلے باہر نکالے اور یہ دعا پڑھے اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِیْ ذُنُوْبِیْ وَافْتَحْ لِیْ اَبْوَابَ فَضْلِکَ ط دروازے سے باہر نکل کر کھڑا ہو کر دعا مانگے اور پھر روانگی سے قبل مساکین کو صدقہ دے، حیض اور نفاس والی عورت اگر اس وقت پاک نہ ہو تو اس سے طوافِ وداع ساقط ہوجاتا ہے اس کو چاہئے کہ باب الوداع پر مسجد سے باہر کھڑی ہو کر دعا مانگ لے مسجد کے اندر نہ جائے اور نہایت درد وغم کے ساتھ بیت اللہ کو الوداع کہے، دروازے پر ٹھہر کر پڑھنے کی دعا یہ ہے: اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ حَمْدًا کَثِیْرًا طَیِّبًا مُّبَارَکًا فِیْہِ اَللّٰھُمَّ اِنَّ ھٰذَا الْبَیْتَ بَیْتُکَ وَاَنَا عَبْدُکَ وَابْنُ عَبْدِکَ وَابْنُ اَمَتِکَ حَمَلْتَنِیْ عَلٰی مَا سَخَّرْتَ لِیْ مِنْ خَلْقِکَ وَسَیَّرْتَنِیْ فِیْ بِلَادِکَ حَتّٰی بَلَّغْتَنِیْ بِنِعْمَتِکَ اِلٰی بَیْتِکَ وَاَعَنْتَنِیْ عَلٰی اَدَاءِ نُسُکِیْ فَلَکَ الْحَمْدُ عَلٰی نِعْمَتِکَ وَلَکَ الشُّکْرُ عَلٰی اِحْسَانِکَ وَکَرَمِکَ فَاِنْ کُنْتَ

رَضِيتَ عَنِّي فَازْدَدْ عَنِّي رِضًى وَإِلَّا فَمِنَّ الْآنَ عَلَيَّ بِالرِّضَا عَنِّي قَبْلَ أَنْ أُفَارِقَ بَيْتَكَ يَا أَرْحَمَ الرَّاحِمِينَ ۔
اَللّٰهُمَّ ارْضَ عَنِّي وَإِنْ لَمْ تَرْضَ عَنِّي فَاعْفُ عَنِّي فَقَدْ يَعْفُو السَّيِّدُ عَنْ عَبْدِهٖ وَهُوَ غَيْرُ رَاضٍ ثُمَّ يَرْضٰى عَنْهُ
بَعْدَ الْعَفْوِ فَلَا تَحْرِمْنِي رِضَاكَ لِشَآمَةِ ذُنُوبِي وَأَدْخِلْنِي فِي رَحْمَتِكَ وَارْحَمْنِي وَاعْفُ عَنِّي وَارْضَ عَنِّي يَا
أَرْحَمَ الرَّاحِمِينَ ۔ اَللّٰهُمَّ هٰذَا أَوَانُ انْصِرَافِي إِنْ أَذِنْتَ لِي غَيْرَ مُسْتَبْدِلٍ بِكَ وَلَا بِبَيْتِكَ وَلَا رَاغِبًا عَنْكَ
وَلَا عَنْ حَرَمِكَ ۔ اَللّٰهُمَّ فَاصْحَبْنِي الْعَافِيَةَ فِي بَدَنِي وَالصِّحَّةَ فِي جِسْمِي وَالْعِصْمَةَ فِي دِينِي يَا رَبَّ الْعٰلَمِينَ ۔
اَللّٰهُمَّ أَحْسِنْ مُنْقَلَبِي وَالْطُفْ بِي وَارْزُقْنِي طَاعَتَكَ مَا أَبْقَيْتَنِي وَتَقَبَّلْهَا مِنِّي وَاجْمَعْ لِي بَيْنَ خَيْرَيِ الدُّنْيَا
وَالْآخِرَةِ إِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ يَا أَكْرَمَ الْأَكْرَمِينَ ، اَللّٰهُمَّ إِنَّ هٰذَا وَدَاعُ مَنْ تَخْشٰى أَنْ لَا يَعُودَ
إِلٰى بَيْتِكَ الْحَرَامِ فَحَرِّمْنِي وَأَهْلِي عَلَى النَّارِ ، اَللّٰهُمَّ إِنَّكَ قُلْتَ وَقَوْلُكَ الْحَقُّ لِنَبِيِّكَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
عِنْدَ فِرَاقِهٖ لِبَيْتِكَ الْحَرَامِ إِنَّ الَّذِي فَرَضَ عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ لَرَادُّكَ إِلٰى مَعَادٍ وَقَدْ أَعَدْتَّهٗ إِلٰى بَيْتِكَ
الْحَرَامِ كَمَا وَعَدْتَّهٗ فَأَعِدْنِي إِلٰى بَيْتِكَ بِمَنِّكَ وَلُطْفِكَ وَكَرَمِكَ ۔ اَللّٰهُمَّ ارْزُقْنِي الْعَوْدَ بَعْدَ الْعَوْدِ
الْمَرَّةَ بَعْدَ الْمَرَّةِ إِلٰى بَيْتِكَ الْحَرَامِ وَاجْعَلْنِي مِنَ الْمَقْبُولِينَ عِنْدَكَ يَا ذَا الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ ۔ اَللّٰهُمَّ
لَا تَجْعَلْهُ اٰخِرَ الْعَهْدِ مِنْ بَيْتِكَ الْحَرَامِ وَارْزُقْنِي الْعَوْدَ إِلَيْهِ حَتّٰى تَرْضٰى عَنِّي وَإِنْ جَعَلْتَهٗ اٰخِرَ الْعَهْدِ بِهٖ
فَعَوِّضْنِي عَنْهُ الْجَنَّةَ يَا أَرْحَمَ الرَّاحِمِينَ ۔ اَللّٰهُمَّ اكْتُبِ السَّلَامَةَ وَالْعَافِيَةَ وَالْغَنِيمَةَ لَنَا وَلِعَبِيدِكَ الْحُجَّاجِ
وَالزُّوَّارِ لِبَيْتِكَ وَالْغُزَاةِ وَالْمُسَافِرِينَ وَالْمُقِيمِينَ فِي بَرِّكَ وَبَحْرِكَ مِنْ أُمَّةِ مُحَمَّدٍ (صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ) أَجْمَعِينَ
اَللّٰهُمَّ احْفَظْنِي عَنْ يَمِينِي وَعَنْ يَسَارِي وَمِنْ قُدَّامِي وَمِنْ وَّرَآءِ ظَهْرِي وَمِنْ فَوْقِي وَمِنْ تَحْتِي حَتّٰى
تُوَصِّلَنِي سَالِمًا غَانِمًا مِنْ سَائِرِ الْاٰفَاتِ إِلٰى أَهْلِي وَبَلَدِي وَاحْفَظْنِي بَعْدَ الْمَمَاتِ مِنْ أَنْوَاعِ الْعَذَابِ
فَإِذَا أَوْصَلْتَنِي إِلٰى أَهْلِي وَبَلَدِي أَسْأَلُكَ أَنْ لَا تُخَلِّيَنِي مِنْ رَّحْمَتِكَ طَرْفَةَ عَيْنٍ وَّلَا أَقَلَّ مِنْ ذٰلِكَ
وَاسْتَعْمِلْنِي فِي طَاعَتِكَ مَا أَبْقَيْتَنِي وَلَا تَجْعَلْ لِلشَّيْطٰنِ عَلَيَّ سَبِيلًا مَّا دُمْتُ فِي هٰذِهِ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا فَإِذَا
تَوَفَّيْتَنِي فَاخْتِمْ لِي بِخَيْرٍ وَّأَلْحِقْنِي فِي عِبَادِكَ الصّٰلِحِينَ يَا أَرْحَمَ الرَّاحِمِينَ ۔ اَللّٰهُمَّ كُنْ لَّنَا صَاحِبًا فِي
سَفَرِنَا وَخَلِيفَةً فِي أَهْلِنَا وَاطْمِسْ عَلٰى وُجُوهِ أَعْدَائِنَا وَامْسَخْهُمْ عَلٰى مَكَانَتِهِمْ فَلَا يَسْتَطِيعُونَ الْمُضِيَّ
وَلَا الْمَجِيءَ إِلَيْنَا ۔ اَللّٰهُمَّ لَا تَجْعَلْهُ اٰخِرَ الْعَهْدِ مِنْ بَيْتِكَ هٰذَا ۔ اَللّٰهُمَّ ارْحَمْنِي بِتَرْكِ الْمَعَاصِي أَبَدًا
مَّا أَبْقَيْتَنِي وَارْحَمْنِي أَنْ أَتَكَلَّفَ مَا لَا يَعْنِينِي وَارْزُقْنِي حُسْنَ النَّظَرِ فِيمَا يُرْضِيكَ عَنِّي ۔ اَللّٰهُمَّ مَتِّعْنِي
بِبَصَرِي وَاجْعَلْهُ الْوَارِثَ مِنِّي وَأَرِنِي مِنَ الْعَدُوِّ ثَأْرِي وَانْصُرْنِي عَلٰى مَنْ ظَلَمَنِي ۔ اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ
مِنَ الْهَمِّ وَالْحَزَنِ وَأَعُوذُ بِكَ مِنَ الْعَجْزِ وَالْكَسَلِ وَأَعُوذُ بِكَ مِنَ الْجُبْنِ وَالْبُخْلِ وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ غَلَبَةِ
الدَّيْنِ وَقَهْرِ الرِّجَالِ ۔ اَللّٰهُمَّ إِنَّا نَسْأَلُكَ فِي سَفَرِنَا هٰذَا الْبِرَّ وَالتَّقْوٰى وَمِنَ الْعَمَلِ مَا تُحِبُّ وَتَرْضٰى

اَللّٰهُمَّ هَوِّنْ عَلَيْنَا سَفَرَنَا هٰذَا وَاطْوِ عَنَّا بُعْدَهٗ ؕ اَللّٰهُمَّ اَنْتَ الصَّاحِبُ فِي السَّفَرِ وَالْخَلِيْفَةُ فِي الْاَهْلِ ؕ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ وَّعْثَاءِ السَّفَرِ وَكَآبَةِ الْمَنْظَرِ وَسُوْءِ الْمُنْقَلَبِ فِي الْمَالِ وَالْاَهْلِ وَالْوَلَدِ ؕ اَللّٰهُمَّ اَصْحِبْنَا بِعَفْوِكَ وَاَقْلِبْنَا بِعَافِيَتِكَ ؕ اَللّٰهُمَّ بَلَاغًا يُّبَلِّغُ خَيْرًا وَّمَغْفِرَةً مِّنْكَ وَرِضْوَانًا بِيَدِكَ الْخَيْرُ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ وَصَلَّى اللّٰهُ عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ اَجْمَعِيْنَ ط مکہ مکرمہ کی نشیبی جانب یعنی ثنیۂ سفلیٰ کی جانب سے باہر نکلنا مستحب ہے اس کو کُدا کہتے ہیں (لیکن آجکل موٹر والے حکومت کے نظام سے آتے جاتے ہیں) اب اگر زیارت مدینہ منورہ سے حج سے پہلے مشرف نہیں ہوا تو سفر کی دعائیں پڑھتا ہوا مدینہ شریف کی جانب روانہ ہو جائے اور روضۂ اقدس و مسجد نبوی و دیگر زیارات کا شرف حاصل کرے اور اگر حج سے پہلے ان زیارات سے مشرف ہو چکا ہے تو سفر کی دعائیں پڑھتا ہوا اور اس مقام عالی کی جدائی پر حسرت و افسوس کرتا ہوا اپنے وطن کی طرف روانہ ہو جائے۔

حج بدل کا طریقہ حج بدل کرنے والا شخص جب آمر کے وطن سے حج بدل کے لئے روانہ ہو کر آمر کے میقات پر پہنچے تو وہاں یا اس سے پہلے احرام باندھتے وقت احرام کی نیت آمر کی طرف سے اس طرح کرے اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اُرِيْدُ الْحَجَّ عَنْ فُلَانٍ (فلاں کی جگہ اس شخص کا نام لے) فَيَسِّرْهُ لِيْ وَتَقَبَّلْهُ مِنِّيْ وَاَعِنِّيْ عَلَيْهِ وَبَارِكْ لِيْ فِيْهِ نَوَيْتُ الْحَجَّ عَنْ فُلَانٍ (اس شخص کا نام لے) وَاَحْرَمْتُ بِهٖ لِلّٰهِ تَعَالٰى عَزَّ وَجَلَّ اور حج کے تمام افعال حجِ افراد والے شخص کی طرح ادا کرے۔

عمرہ کرنے کا طریقہ عمرہ کرنے کا مختصر طریقہ یہ ہے کہ عمرہ کی نیت کرتے ہوئے اس کے میقات سے حج کے احرام کی طرح سنن و آداب کی رعایت کرتے ہوئے عمرہ کا احرام باندھے، پس مکہ مکرمہ و حدودِ حرم کا رہنے والا حدودِ حرم سے باہر جا کر حِل سے عمرہ کا احرام باندھے اور حدودِ حِل کا رہنے والا عمرہ کا احرام بھی حج کے احرام کی طرح حدودِ حِل سے باندھ کر مکہ مکرمہ میں آئے اور آفاقی اپنے میقات سے یا اس سے قبل عمرہ کا احرام باندھے، عمرہ کے احرام میں بھی ان سب باتوں پر عمل کرے جن پر حج کے احرام میں عمل کیا جاتا ہے اور ان تمام محرمات و مکروہات و مفسدات سے بچے جن سے حج کے احرام میں بچنا ضروری ہے۔ مکہ معظمہ میں داخل ہوتے وقت اُن سب آداب کا لحاظ رکھے جو حج کے طریقہ میں بیان ہو چکے ہیں، جب مکہ معظمہ میں داخل ہو جائے تو معلم کے ہاں سامان رکھ کر عمرہ ادا کرنے کے لئے مسجدِ حرام میں جائے، مسجدِ حرام میں باب السلام سے داخل ہونا افضل ہے اور اگر باب العمرہ سے داخل ہو تب بھی کوئی مضائقہ نہیں ہے کیونکہ یہ زیادہ قریب ہے اور اسی پر عمل بھی ہے اور بعض کے نزدیک یہی افضل ہے پھر حجرِ اسود کے پاس آکر عمرہ کے طواف کی نیت کرنے کے بعد حجرِ اسود کا استلام کرے اور تلبیہ کہنا موقوف کر دے پھر طواف شروع کرے طواف کے سات چکروں میں سے چار چکر فرض ہیں اور باقی تین چکر واجب ہیں پہلے تین چکروں میں رمل کرے اور طواف کے ساتوں چکر اضطباع کی حالت میں کرے، طواف کے سات چکر پورے کرنے کے بعد مقام ابراہیم پر یا اس کے قریب یا مسجدِ حرام میں کسی اور جگہ طواف کا دوگانہ پڑھے پھر اس کے بعد فوراً ہی حجرِ اسود کا استلام کر کے سعی صفا و مروہ کے لئے باب الصفا سے مسجدِ حرام سے باہر صفا کی طرف جائے اور حج کی سعی کی طرح سعی کرے لیکن اس میں تلبیہ نہ پڑھے اور سعی ختم کر کے سر کے بال منڈوا کر یا کتروا کر احرام سے باہر ہو جائے، سر کے بال منڈانا کتروانے سے افضل ہے، حلق یا قصر کا مروہ کے نزدیک ہونا افضل ہے، سعی کے بعد دو رکعت مطاف کے کنارے پر پڑھے یہ مستحب ہے پس عمرہ پورا ہو گیا۔

قران کا مسنون طریقہ

قران کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ حج کے مہینوں میں میقات پر پہنچکر یا اس سے پہلے غسل و خوشبو و تیل وغیرہ سے فارغ ہو کر احرام کی چادریں پہن لے پھر میقات سے باہر دو رکعت نماز بدستور سر ڈھانک کر پڑھے سلام کے بعد سر کو کھول لے اور قبلہ رُخ بیٹھکر دل میں حج و عمرہ دونوں کے احرام کی نیت کرے اور زبان سے یوں کہے اَللّٰهُمَّ اِنِّیْٓ اُرِیْدُ الْعُمْرَةَ وَالْحَجَّ فَیَسِّرْهُمَا لِیْ وَتَقَبَّلْهُمَا مِنِّیْ نَوَیْتُ الْعُمْرَةَ وَالْحَجَّ وَاَحْرَمْتُ بِهِمَا لِلّٰهِ تَعَالٰی لَبَّیْكَ اَللّٰهُمَّ لَبَّیْكَ الخ پھر کہے لبیك بعمرة وحجة اور اگر پوری لبیک سے پہلے لبیك بعمرة وحجة کہے اور اس کے بعد لبیک اللھم لبیک الخ کہے تب بھی جائز ہے لیکن پہلی صورت اولیٰ ہے پھر جب مکہ مکرمہ میں پہنچے تو داخل ہونے کے آداب کا لحاظ رکھتے ہوئے داخل ہو اور آداب کے ساتھ مسجد حرام میں باب السلام سے داخل ہو کر واجب یہ ہے کہ پہلے عمرہ کے افعال ادا کرے اور عمرہ کے پورے طواف میں اضطباع کرے جس کی کیفیت عمرہ کے بیان میں گذر چکی ہے اور پہلے تین چکروں میں رمل کرے پھر دو رکعت واجب الطواف پڑھے اور ملتزم کی دعا و زمزم شریف سے فارغ ہو کر حجرِ اسود کا استلام کر کے باب الصفا سے باہر نکلے اور صفا و مروہ کے درمیان سعی کرے سعی کے بعد حلق یا قصر نہ کرائے کیونکہ ابھی وہ حج کے احرام میں ہے پس اگر حلق یا قصر کرالے گا تو وہ عمرے سے حلال نہیں ہوگا اور اس پر دو احراموں پر جنایت ہونے کی وجہ سے دو دم لازم ہوں گے عمرہ کی سعی سے فارغ ہو کر فوراً یا ٹھہر کر مگر جہاں تک ہو سکے جلدی طوافِ قدوم کرے اور اگر اس کا ارادہ اس طواف کے بعد حج کی سعی کرنے کا ہو تو اس پورے طواف میں اضطباع اور پہلے تین چکروں میں رمل کرے اور قارن کے لئے افضل یا سنت بھی یہی ہے کہ طوافِ قدوم کے بعد ہی سعی کرلے پھر وہ دوگانہ واجب الطواف پڑھ کر حج کی سعی کرے اور اب بھی حلق نہ کرائے کیونکہ وہ حج کے احرام میں ہے اور اگر طوافِ قدوم کے بعد سعی نہ کرے تو پھر اس طواف میں اضطباع و رمل نہ کرے اب اس کو طوافِ زیارت کے بعد سعی کرنی ہوگی اور اس صورت میں اس کو طوافِ زیارت میں رمل کرنا ہوگا اور اضطباع اس سے ساقط ہو جائے گا کیونکہ اب وہ احرام کے کپڑے اتار کر سلے ہوئے کپڑے پہن چکا ہے، عمرہ و طوافِ قدوم وغیرہ سے فارغ ہو کر احرام کی حالت میں ہی مکہ میں قیام کرے اور جب آٹھویں ذی الحجہ آجائے تو مفرد حج والے کی طرح حج کرے یعنی منیٰ کو جائے اور نویں کو عرفات جائے منیٰ و عرفات و مزدلفہ کے احکام میں حج قران و افراد والے کیلئے کچھ فرق نہیں ہے اسلئے سب افعال اسی طرح ادا کرے جس طرح مفرد حج والے کے بیان ہوئے ہیں البتہ دسویں ذی الحجہ کو جمرۂ عقبہ کی رمی کے بعد قران والے پر دمِ شکر کی قربانی کرنا واجب ہے اور اس میں دمِ قران کی نیت کرنا ضروری ہے تاکہ دمِ جنایت سے ممتاز ہو جائے دمِ قران کی نیت کئے بغیر دمِ قران ادا نہیں ہوگا اور مفرد حج والے پر قربانی واجب نہیں ہے بلکہ اس کے لئے مستحب ہے، منیٰ سے مکہ مکرمہ آتے ہوئے مفرد حاجی کی طرح وادی محصب میں ٹھہرنا سنت ہے اور مکہ معظمہ سے واپسی کے وقت طوافِ وداع کرنا واجب ہے۔

تمتع کا مسنون طریقہ

تمتع کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ آفاقی حاجی پہلے حج کے مہینوں میں عمرہ کا احرام آفاقی کے میقات سے یا اس سے پہلے آداب و سنن کی رعایت کرتے ہوئے باندھے اور جب مکہ مکرمہ میں آداب و سنن کا لحاظ رکھتے ہوئے داخل ہو جائے تو باب السلام سے مسجد حرام میں داخل ہو کر عمرہ کا طواف کرے اور طواف شروع کرتے ہی تلبیہ موقوف کردے طواف و دوگانہ طواف و ملتزم و آب زمزم وغیرہ سے فارغ ہو کر استلام حجرِ اسود کر کے باب الصفا سے باہر نکل کر سعی صفا و مروہ کرے پھر سر کے

بال منڈا کر یا کترا کر حلال یعنی احرام سے باہر ہو جائے جبکہ ہدی ساتھ نہ لایا ہو اور حلال ہو کر مکہ معظمہ میں قیام کرے اور اس عرصہ میں نفلی طواف و عمرے اور دیگر عبادات کرتا رہے یا کسی اور جگہ رہے مگر اپنے وطن واپس نہ جائے پھر جب حج کا وقت یعنی آٹھویں ذی الحجہ آجائے تو اس روز یا اس سے قبل اہلِ مکہ کے میقات سے حج کا احرام باندھے پس سب سے افضل یہ ہے کہ حطیم میں احرام باندھے اس کے بعد مسجد حرام میں سے کسی بھی جگہ سے احرام باندھنا افضل ہے اس کے بعد مکہ معظمہ میں کسی جگہ سے باندھنے کا درجہ ہے ورنہ حدودِ حرم میں سے کسی جگہ باندھے، پس غسل یا وضو کر کے خوشبو لگا کر اور احرام کی چادریں پہن کر مسجد میں آئے اور ہو سکے تو پہلے طواف تحیۃ المسجد کرے اور سر ڈھکے ہوئے دو رکعت واجب الطواف پڑھے پھر دو رکعت سنت احرام پڑھے پھر سر کھول دے اور حج کے احرام کی نیت اس طرح کرے اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اُرِیْدُ الْحَجَّ فَیَسِّرْہُ لِیْ وَتَقَبَّلْہُ مِنِّیْ وَاَعِنِّیْ عَلَیْہِ وَبَارِکْ لِیْ فِیْہِ نَوَیْتُ الْحَجَّ الْفَرْضَ وَاَحْرَمْتُ بِہٖ لِلّٰہِ تَعَالٰی عَزَّ وَجَلَّ ۔ اور مفرد حج والے کی طرح حج ادا کرے البتہ اس کے لئے طوافِ قدوم نہیں ہے اور یہ طواف زیارت میں رمل کرے اور اس کے بعد سعی کرے لیکن اگر سعی کو مقدم یعنی منیٰ جانے سے پہلے کرنا چاہے تو اس کے لئے ضروری ہے کہ حج کا احرام باندھنے کے بعد ایک نفلی طواف کرے (طواف تحیۃ المسجد جو نیت سے پہلے کیا تھا یہ طواف اس کے علاوہ ہوگا) اور اس کے تمام چکروں میں اضطباع اور پہلے تین چکروں میں رمل کرے پھر دوگانہ طواف اور ملتزم کی دعا و آبِ زمزم وغیرہ سے فارغ ہو کر باب الصفا سے باہر نکلے اور صفا و مروہ کی سعی کرے لیکن ہمارے نزدیک حج تمتع والے کے لئے سعی کو اس کے اصلی وقت یعنی طواف زیارت کے بعد تک موخر کرنا افضل ہے اور امام مالک و امام شافعی رحمہما اللہ کے نزدیک طواف زیارت سے پہلے حج کی سعی کرنا جائز نہیں ہے پھر وہ آٹھویں ذی الحجہ کو منیٰ اور نویں ذی الحجہ کو سورج نکلنے کے بعد عرفات جائے اور زوال آفتاب سے غروب آفتاب تک وقوف عرفہ کرے اور دسویں ذی الحجہ کی شب کو مزدلفہ میں رہے دسویں کی صبح کو نماز اندھیرے میں پڑھ کر وقوف مزدلفہ کرے اور دعا و اذکار وغیرہ میں مشغول رہے جب سورج نکلنے میں بقدر دو رکعت کے وقت رہ جائے تو مزدلفہ سے منیٰ کو روانہ ہو جائے اور منیٰ پہنچ کر جمرۂ عقبہ کی رمی کرے پھر دمِ تمتع ذبح کرے اس کے بعد سر منڈائے یا کترائے پھر طواف زیارت کرے اور اگر سعی پہلے نہیں کی تھی تو اس طواف کے پہلے تین چکروں میں رمل کرے اضطباع نہ کرے طواف کے بعد سعی کرے پھر واپس منیٰ آ کر رات کو وہاں رہے اور بارہ[۱۲] یا تیرہ[۱۳] ذی الحجہ تک منیٰ میں قیام کرے اور رمی جمار کرے پھر منیٰ سے مکہ معظمہ کی واپسی میں وادی محصب میں ٹھہرے اور وہاں ظہر و عصر و مغرب و عشا پڑھے پھر ذرا لیٹ کر مکہ مکرمہ میں آجائے اور اگر اتنا نہ ہو سکے تو تھوڑی دیر ہی ٹھہرے پھر مکہ معظمہ میں جب تک قیام رہے طواف و عمرہ وغیرہ عبادات کرتا رہے اور واپسی کے وقت طواف وداع کرے ان سب امور کی تفصیل حج افراد کے بیان میں گذر چکی ہے اُن سب آداب و سنن کا لحاظ رکھے اور اگر متمتع اپنے ساتھ ہدیٔ تمتع بھی لایا ہو تو عمرہ کرنے کے بعد سر نہ منڈائے قارن کی طرح احرام ہی میں رہے اور آٹھویں ذی الحجہ کو حج کا احرام بھی باندھے یعنی دوگانہ احرام پڑھ کر حج کے احرام کی نیت کرلے اور تلبیہ پڑھے اس کو چاہئے کہ عمرہ کے افعال کے بعد کوئی جنایت نہ کرے ورنہ دم واجب ہوگا، متمتع پر بھی دمِ تمتع دمِ قران کی طرح واجب ہے۔

(تنبیہ ۱۷۷) مسافر حاجی یعنی جس کا مکہ معظمہ میں قیام حج سے پہلے پندرہ دن سے کم ہو اُس پر اضحیہ کی قربانی واجب نہیں ہے

اور اہلِ مکہ پر اور جو حاجی مکہ میں پندرہ دن سے زیادہ مقیم رہے اُن سب پر اضحیہ کی قربانی واجب ہے اگرچہ وہ حج بھی کریں، اور اہلِ منیٰ پر خواہ وہ منیٰ کے رہنے والے ہوں یا اہلِ مکہ ہوں یا آفاقی ہوں عید الاضحیٰ کے دن نمازِ عید الاضحیٰ نہیں ہے کیونکہ یہ لوگ اس روز مناسکِ حج کی ادائیگی میں مشغول ہوتے ہیں اور ان لوگوں کو صبح صادق طلوع ہونے کے بعد اہلِ دیہات کی طرح قربانی کرنا جائز ہے۔

عورت کے حج کا طریقہ

عورتیں بھی حج کے تمام افعال مردوں کی طرح کریں لیکن دس امور میں اُن کے لئے مردوں سے مختلف حکم ہے اور دو امور عورتوں ہی کے ساتھ مخصوص ہیں ان سب کی تفصیل یہ ہے:۔ —— (۱) احرام باندھتے وقت مردوں کی طرح تہبند باندھنے اور چادر اوڑھنے کا حکم عورت کے لئے نہیں ہے بلکہ وہ روزمرہ کی طرح سلے ہوئے کپڑے حسبِ عادت پہن لے اور وہ جب تک احرام میں رہے سلے ہوئے کپڑے پہننا اس کیلئے منع نہیں ہے لیکن یہ کپڑے کسی خوشبودار چیز مثلاً زعفران و کسم وغیرہ سے رنگے ہوئے نہ ہوں کیونکہ خوشبو کی ممانعت مرد و عورت دونوں کے حق میں یکساں ہے اگر ایسے کسی رنگ میں رنگے ہوئے ہوں تو ان کو اس طرح دھولے کہ ان میں خوشبو باقی نہ رہے، موزے اور دستانے بھی پہن سکتی ہے لیکن نہ پہننا بہتر ہے، ریشمی سلا ہوا کپڑا اور زیور بھی پہن سکتی ہے —— (۲) مرد کی طرح عورت سر کو کھلا نہ رکھے یہ احرام کی وجہ سے منع نہیں ہے اس لئے اگر وہ سر کو کھلا رکھے گی تو اس پر کچھ جزا واجب نہیں ہوگی بلکہ یہ عورت کے ستر کے لئے ہے اس لئے اگر وہ اجنبی اور غیر محرم کے سامنے سر کھلا رکھے گی تو گنہگار ہوگی۔ (تنبیہ: یہ جو رواج ہو گیا ہے کہ عورتیں احرام کے وقت سر پر ایک کپڑا باندھتی ہیں اور اس کو عورتوں کا احرام مشہور کر رکھا ہے یہ غلط ہے اصل میں یہ سر کے بالوں کی حفاظت کے لئے باندھا جاتا ہے تاکہ سر کی اوڑھنی کے سرکتے رہنے کی وجہ سے بال نہ ٹوٹیں، بعض عورتیں وضو میں سر کا مسح بھی اسی کپڑے کے اوپر سے کر لیتی ہیں اس سے وضو جائز نہیں ہوتا وضو کے وقت اس کو کھول کر سر کے بالوں پر مسح کرنا چاہئے) عورت مردوں کی طرح اپنا چہرہ کھلا رکھے، اس کا مطلب یہ ہے کہ اجنبی و غیر محرم سے پردہ کرتے وقت چہرے پر کپڑا اس طرح لٹکائے کہ وہ چہرہ کو مس نہ کرے اجنبی و غیر محرم کے سامنے اس طرح سے کپڑا لٹکانا واجب ہے اور محرم مرد کے سامنے ایسا کرنا مستحب ہے اور یہ ایسی بوڑھی عورتوں کے لئے بھی مستحب ہے جن میں فتنہ کا خوف ہو اس مقصد کیلئے لوہے کی پتلی تیلیوں کا ایک قبہ سا بنا لیتے ہیں جس کو چہرے پر لگا لیتے ہیں اور اس کے اوپر سے نقاب یا برقع کا کپڑا ڈال لیتے ہیں یا ہاتھ کی آڑ دیکر کپڑے کو چہرے سے دور رکھے اور پردہ کرے، اگر عورت کے لئے اس طرح سے کپڑا ڈال کر پردہ کرنا ممکن نہ ہو کہ چہرہ کو مس کرے تو مردوں پر واجب ہے کہ اپنی نگاہ کو عورتوں کی طرف اُٹھنے سے باز رکھیں ——

(۳) تلبیہ بلند آواز سے نہ کہے کیونکہ اس میں فتنہ کا خوف ہے بلکہ اس طرح آہستہ کہے کہ خود ہی سُن سکے لیکن اگر اجنبی و غیر محرم آدمی موجود نہ ہو تو اونچی آواز سے کہہ سکتی ہے —— (۴) طواف میں رمل نہ کرے —— (۵) اضطباع نہ کرے ——

(۶) حجرِ اسود پر مردوں کی کثرت کے وقت استلام نہ کرے اگر خالی جگہ مل جائے تو استلام کرے ورنہ اشارہ سے استلام کرلے ——

(۷) طواف کے ختم پر اگر مقامِ ابراہیم پر مردوں کی کثرت ہو تو طواف کا دوگانہ وہاں نہ پڑھے بلکہ مردوں کے ہجوم سے الگ حرم میں کسی دوسری جگہ پڑھے —— (۸) صفا و مروہ کے درمیان سعی کرتے وقت دو سبز میلوں (ستونوں) کے درمیان نہ دوڑے بلکہ اپنی عام رفتار سے چلے ——

(۹) مردوں کے ہجوم کے وقت صفا و مروہ کی سیڑھیوں پر نہ چڑھے ۔ (۱۰) احرام سے حلال ہونے کے وقت سر نہ منڈائے بلکہ انگلی کے ایک پورے کی برابر بال کٹائے ۔ (۱۱) ایام قربانی میں حیض یا نفاس کی وجہ سے طواف زیارت نہ کر سکنے اور ایام قربانی گذرنے کے بعد طواف زیارت کرنے سے عورت پر دم تاخیر واجب نہیں ہوتا اور حیض یا نفاس والی عورت کو اس حالت میں مسجد میں داخل ہونا منع ہے اسلئے وہ طواف نہ کرے اور اگر طواف کی حالت میں حیض آجائے تو اسی وقت طواف کرنا بند کر دے اور مسجد سے باہر چلی جائے اور چونکہ سعی طواف کے تابع ہے اس لئے سعی بھی نہ کرے لیکن اگر طواف کرتے وقت حیض سے پاک تھی اور سعی کرنے سے پہلے یا اس کے دوران حیض آگیا تو اس کو اس حالت میں سعی کرنا جائز و صحیح ہے کیونکہ سعی کیلئے پاکی لازم نہیں ہے اس کے علاوہ وہ حج کے تمام افعال اپنے اپنے وقت اور مقام میں کرتی رہے اس کے لئے کوئی ممانعت نہیں ہے، پس اگر احرام باندھنے سے پہلے کسی عورت کو حیض یا نفاس آجائے تو وہ غسل کر کے لنگوٹ باندھ کر احرام باندھ لے اور طواف و سعی کے علاوہ حج کے تمام افعال ادا کرے اور طوافِ زیارت و سعی پاک ہونے پر کرے اور اس پر تاخیر کی وجہ سے دم واجب نہیں ہوگا ۔ لیکن اگر قربانی کے دنوں میں پاک ہوگئی اور اس نے طواف زیارت یا اس کا اکثر حصہ ایام قربانی ختم ہونے سے پہلے ادا نہ کیا تو دم واجب ہوگا اگر ایام قربانی میں طوافِ زیارت ادا کرنے کے بعد حیض آیا اور ابھی اس کے حج کی سعی باقی ہے تو سعی کو حیض کی حالت میں کر لے تاکہ ایام قربانی نہ نکل جائیں یہ افضل ہے ورنہ ایام قربانی کے بعد بھی سعی کرلے تو جائز ہے اور کچھ واجب نہیں ہوگا ۔

(۱۲) اگر حیض یا نفاس والی عورت کے ہمراہی وطن کیلئے روانہ ہوجائیں اور وہ حیض یا نفاس سے پاک نہ ہوئی ہو تو اس کو طوافِ وداع کا ترک کرنا جائز ہے اُس سے طوافِ وداع ساقط ہوجائے گا اور اس پر اس کے ترک کرنے سے دم واجب نہیں ہوگا اور اس حالت میں وطن روانہ ہوتے وقت وہ مسجد حرام میں داخل نہ ہو بلکہ باب وداع یا کسی اور دروازے کے باہر کھڑی ہو کر دعا مانگے خانہ کعبہ کی زیارت کرے اور روانہ ہوجائے، اب اگر مکہ مکرمہ کی آبادی سے نکل جانے سے پہلے پاک ہوگئی تو واپس آکر طوافِ وداع کرنا واجب ہوگا اور آبادی سے نکل جانے کے بعد پاک ہوئی تو واپس آکر طواف وداع کرنا واجب نہیں ہوگا عـــہ (فائدہ) پہلی دس صورتوں میں عورتوں کے لئے مردوں سے مختلف حکم ہے اور ان صورتوں میں خنثیٰ مشکل کا حکم عورتوں کی طرح ہے، آخری دو صورتیں عورتوں کے ساتھ مخصوص ہیں مردوں سے ان کا تعلق نہیں ہے ۔

نابالغ بچے کے حج کا طریقہ

نابالغ لڑکے یا لڑکی پر حج کرنا فرض نہیں ہے اور اس کا ادا کیا ہوا حج واقع نہیں ہوتا بلکہ نفلی حج ہوتا ہے خواہ وہ سمجھ دار ہو یا بے سمجھ ہو۔ نابالغ دو طرح کے ہوتے ہیں ایک بہت چھوٹے بے سمجھ لڑکے اور لڑکیاں یعنی جو نیت اور افعالِ حج خود ادا کرنے کی عقل نہیں رکھتے اور تلبیہ کے الفاظ ادا نہیں کر سکتے اور دوسرے سمجھ دار لڑکے اور لڑکیاں یعنی جو نیت کرنے اور افعالِ حج خود ادا کرنے کی عقل رکھتے ہیں، ایسے سمجھ دار بچے کے حج کے احکام یہ ہیں کہ اگر اس نے خود احرام باندھ کر حج کے افعال ادا کئے تو اس کے حج کا احرام منعقد ہوجائے گا اور بالاجماع اس کا حج فرض حج واقع نہیں ہوگا بلکہ نفلی حج ہوگا اور نیتِ احرام و افعالِ حج میں عدم ضرورت کی وجہ سے اس کی طرف سے کسی کا نیابت کرنا جائز نہیں یعنی سمجھ دار بچہ جن امور کو خود کرنے پر قادر ہے ان میں نیابت جائز نہیں ہے اور جن امور کو وہ خود کرنے پر قادر نہیں ہے ان میں نیابت جائز ہے لیکن اس کو چاہئے کہ خود احرام باندھے اور حج کے تمام افعال بالغوں کی طرح خود ہی ادا کرے اور اگر وہ وقوفِ عرفات سے پہلے بالغ

عـــہ حیض و نفاس والی عورت کے لئے طواف زیارت اور طوافِ عمرہ کا حکم "طوافِ زیارت کی جنایات" کے بیان میں مفصل درج ہے (مؤلف)

ہو جائے اور بالغ ہونے کے بعد نئے سرے سے حج فرض یا مطلق حج کا احرام باندھ لے خواہ کسی میقات پر واپس آکر حج فرض یا مطلق حج کا احرام باندھے یعنی نیت کرے اور تلبیہ کہے یا میقات پر واپس آئے بغیر ہی نئے سرے سے حج فرض کا یا مطلق حج کا احرام باندھے تو اب اس کا حج فرض ادا ہو جائے گا ورنہ اس کا حج نفلی ہوگا۔ اور بے سمجھ بچے کے حج کے احکام یہ ہیں کہ اگر اس نے لوگوں کو دیکھ کر یا کسی کے کہنے پر خود احرام باندھکر حج کیا تو یہ حج نہ فرض کی جگہ ادا ہوگا اور نہ ہی نفلی ہوگا کیونکہ یہ بچہ احرام باندھتے وقت نہ نیت کی سمجھ رکھتا ہے اور نہ ہی تلبیہ کے الفاظ کہہ سکتا ہے اور یہ دونوں امر احرام کے لئے شرط ہیں اور اسی طرح اس کا طواف بھی صحیح نہیں ہوگا کیونکہ طواف کیلئے بھی نیت شرط ہے، اس لئے اس کی طرف سے اس کا ولی احرام باندھے اور ولایت کے لئے اولیٰ وہ شخص ہے جو نسب کے اعتبار سے اس کا سب سے زیادہ قریبی ہو پس مثلاً اگر باپ اور بھائی موجود ہوں تو اولیٰ یہ ہے کہ باپ اس کی طرف سے احرام باندھے بھائی نہ باندھے اور جو ولی اس کی طرف سے احرام باندھے اس کو چاہئے کہ وہ احرام باندھنے سے پہلے بچے کے سلے ہوئے کپڑے اتار کر اس کو تہبند باندھ دے اور چادر اوڑھادے اور ولی اس کی طرف سے احرام کی نیت کر کے تلبیہ کہے تو وہ بچہ محرم ہو جائے گا اب وہ ولی اس کو ممنوعاتِ احرام سے بچاتا ہے اور اگر اس بچہ سے کسی ممنوعِ احرام فعل کا ارتکاب ہو جائے تو اس کی کوئی جزا نہ اس بچہ پر واجب ہوگی اور نہ ہی اس کی وجہ سے اس کے ولی پر واجب ہوگی، اس بچہ کا ولی اس کو ساتھ لیکر حج کے تمام افعال ادا کرائے جن افعال میں نیت کی ضرورت ہے ان میں اس کی طرف سے خود نیت کرے پس طواف میں اس کی طرف سے خود نیت کرے اور اس کو اٹھا کر طواف کرائے، جو افعال وہ بچہ خود نہ کر سکتا ہو ان کو اس کی طرف سے ولی خود کرے یا اپنی مدد سے بچے سے کرائے مثلاً ولی بچہ کی طرف سے خود بھی رمی کر سکتا ہے یا بچے کے ہاتھ پر کنکریاں یکے بعد دیگرے رکھ کر بچے سے بھی کرا سکتا ہے یا اس کے ہاتھ کو پکڑ کر اس کے ہاتھ سے کنکریاں پھنکوا سکتا ہے سوائے طواف کے دوگانہ کے تمام افعال میں اس بچہ کی طرف سے نیابت جائز ہے دوگانہ طواف اس بچہ سے ساقط ہو جائیگا اس لئے ولی اس کی طرف سے دوگانہ مطلقاً نہ پڑھے۔ جو احکام دونوں قسم کے نابالغ بچے سے تعلق رکھتے ہیں یہ ہیں کہ نابالغ کا احرام منعقد ہو جاتا ہے لیکن لازم نہیں ہوتا، اس کیلئے اس کے افعال کو ادا کرنا لازم (واجب) نہیں ہے پس اگر وہ اس احرام کو فسخ کردے یا حج کے تمام یا بعض ارکان ترک کردے یا اس کے کل یا بعض واجبات ترک کردے تو اس پر نہ کچھ جزا واجب ہوگی اور نہ ہی قضا واجب ہوگی پس اگر اس نے رمی جمار یا وقوف مزدلفہ کو ترک کردیا تو اس پر کوئی جزا واجب نہیں ہوگی اور اگر اس نے حج کو فاسد کردیا تو اس پر اس کی قضا واجب نہیں ہوگی حج کا فاسد کردینا نابالغ مراہق (قریب البلوغ) سے منصور ہے اور اسی طرح اگر اس نے حرم میں شکار کو قتل کیا تو اس پر کوئی جزا واجب نہیں ہوگی۔

بے ہوش اور سوئے ہوئے مریض کے حج کا طریقہ

(۱) اگر کوئی شخص حج کے ارادہ سے نکلا اور وہ احرام باندھنے سے پہلے بیہوش ہو گیا پھر اس کے ساتھی یا کسی دوسرے شخص نے اس کی طرف سے احرام باندھا یعنی اس کی طرف سے نیت کر کے تلبیہ کہا تو وہ بیہوش .... محرم ہو جائے گا اور بالاجماع اس کا حج فرض حج کی جگہ کافی ہو جائیگا اگرچہ اس نے اپنے رفیق یا کسی دوسرے شخص کو احرام باندھنے کے لئے امر کیا ہو یا نہ کیا ہو کیونکہ وہ حج کی نیت سے سفر میں نکلا ہے اس لئے حج کی نیت اس کی طرف سے پائی گئی ہے ——— (۲) اگر حج کے ارادہ سے نکلنے والا شخص مریض تھا اور وہ احرام باندھنے سے

پہلے سو گیا، اگر اس نے اپنے ساتھی کو پہلے سے یہ کہدیا تھا کہ مجھے نیند آجائے تو میری طرف سے آپ نیابتہً احرام باندھ لینا تو اس کی طرف سے نیابتہً احرام باندھ لینے سے وہ مریض نائم محرم ہوجائے گا کیونکہ مامور کا فعل آمر کے فعل کی مانند ہے اور اگر ایسا امر نہیں کیا تھا اور اس کے ساتھی یا کسی دوسرے شخص نے اس کے امر کے بغیر اس کی طرف سے احرام باندھ لیا تو وہ مریض نائم محرم نہیں ہوگا کیونکہ جب اُس کا صریح اذن طواف کے لئے شرط ہے تو احرام کے لئے بطریقِ اولیٰ شرط ہے۔ بہتر یہ ہے کہ اپنے رفیق سے کہدیا جائے کہ اگر مجھے بیہوشی ہوجائے یا بیماری میں نیند آجائے تو تم میری طرف سے نیابتہً احرام باندھ لینا تاکہ بالاتفاق اس کا حج جائز ہوجائے۔ اور اگر اس نے پہلے سے نہیں کہا تھا اور اس کو چنداں تکلیف نہ ہو تو بہتر یہ ہے کہ مریض نیند والے کو جگا دیا جائے کہ ہوشیار ہوجائے اور طواف کی نیت خود ہی کرلے ——

(۳) جس بیہوش یا مریض نائم کی طرف سے نیابتہً احرام باندھا گیا ہو اس کے سلے ہوئے کپڑے اُتارنا صحتِ احرام کے لئے شرط نہیں ہے مگر چونکہ سلے ہوئے کپڑوں کا بدن پر ہونا ممنوعاتِ احرام میں سے ہے اس لئے اُن کا اُتارنا اور تہبند و چادر پہنانا واجب ہے ورنہ اس بیہوش یا مریض نائم پر جزا واجب ہوجائے گی، اس نائب کو اس کے احرام کی وجہ سے اپنے سلے ہوئے کپڑے اُتارنا واجب نہیں ہے۔

(۴) اگر بیہوش مُحرم یا مریض نائم مُحرِم سے ممنوعاتِ احرام میں سے کوئی ایسا کام سرزد ہوجائے جس پر جزا واجب ہوتی ہے تو وہ جزا اس بیہوش یا مریض نائم محرم پر واجب ہوگی اس کی طرف سے احرام باندھنے اور افعالِ حج ادا کرنے والے پر واجب نہیں ہوگی، کیونکہ اس کی طرف سے نیابتہً نیت کرنے اور تلبیہ کہنے سے وہ بیہوش یا مریض نائم مُحرِم ہوتا ہے نہ کہ نیابتہً نیت کرنے اور تلبیہ کہنے والا شخص۔

(۵) بیہوش مریض نائم کی طرف سے نیابتہً احرام باندھنے کے بعد اُس نائب کو اپنے حج کا احرام باندھنا جائز ہے اور اگر اس نے پہلے اپنے حج کا احرام باندھ لیا ہو تب بھی اس کو بیہوش یا مریض نائم کی طرف سے نیابتہً احرام باندھنا جائز ہے، پس نائب اپنا احرام باندھ چکا ہو اس کے بعد بیہوش یا مریض نائم کی طرف سے احرام باندھے یا پہلے بیہوش یا مریض نائم کی طرف سے نیابتہً احرام باندھ لے اس کے بعد اپنا احرام باندھے دونوں طرح جائز ہے —— (۶) جو شخص خود اپنے حج کے لئے بھی اور بیہوش یا مریض نائم کی طرف سے بھی مُحرِم ہو اگر اس سے کوئی محظورِ احرام فعل سرزد ہوجائے تو صرف ایک ہی جزا یعنی اس کے احرام کی وجہ سے واجب ہوگی کیونکہ دوسرا احرام شرعاً اس بیہوش یا مریض نائم کی طرف منتقل ہوگیا ہے، دوسرے شخص کے احرام کی وجہ سے اس پر کوئی جزا واجب نہیں ہوگی بخلاف قارن کے کہ اس پر دو جزائیں واجب ہوں گی کیونکہ وہ دو احراموں کے ساتھ محرم ہے۔

(۷) بیہوشی والے شخص یا مریض نائم کی طرف سے کسی دوسرے شخص کے احرام باندھ لینے کے بعد کل افعال ادا کرنے سے پہلے جب بھی بیہوش کو ہوش آجائے یا مریضِ نائم بیدار ہوجائے تو اس پر باقی افعالِ حج خود ادا کرنا واجب ہے اور اسی طرح محظورات سے بچنا بھی لازم ہے اور اگر اس کی بیہوشی یا نیند تمام افعال کی ادائیگی تک باقی رہے یعنی آخر تک اس کو ہوش نہ آئے یا سونے والا مریض بیدار نہ ہو تو بعض مشائخ نے کہا ہے کہ اس کو مشاہد یعنی طواف زیارت و وقوفِ عرفہ اور تمام واجبات یعنی وقوف مزدلفہ و رمی جمار و سعی کے لئے لیجانا اس کے ساتھیوں پر واجب نہیں ہے بلکہ اس کے ساتھی کا اس کی طرف سے ان امور کو ادا کردینا کافی ہے اور بعض مشائخ کا قول ہے کہ اس کو طوافِ زیارت و وقوف عرفہ کے لئے اٹھا کر لے جانا ضروری ہے باقی امور یعنی رمی وغیرہ میں لیجانا ضروری نہیں ہے، پہلا قول

اصح ہے لیکن دوسرا قول اولیٰ ہے اور اگر اس کو مشاہد میں نہ لیجائیں اور کوئی شخص اس کی طرف سے حج کے افعال ادا کرے تو اس کی طرف سے وقوفِ عرفات کی نیت کرنا ضروری ہے اور اس کی طرف سے طوافِ زیارت اور سعی اپنے طوافِ زیارت و سعی کے علاوہ الگ کرے، ایک طواف و سعی دونوں کے لئے کافی نہیں ہوگا اور اسی طرح رمی وغیرہ بھی اپنی رمی وغیرہ کے علاوہ اس کی طرف سے الگ کرے، بخلاف اس کے اگر اس کو موقف میں لیجایا گیا ہو تو چونکہ وہ خود وقوف کر رہا ہے اس لئے ساتھی کو اس کی طرف سے نیت کرنے کی ضرورت نہیں ہے اور جب اس کو ساتھ لیکر طوافِ زیارت کیا تو وہ ایسا ہے جیسا کہ کسی سواری پر سوار ہو کر طواف کیا ہو پس اس صورت میں اس ساتھی کے لئے ایک ہی طواف کافی ہے اور اپنی طرف سے اور بیہوش یا مریض نائم کی طرف سے طواف کی نیت کر لینے کی صورت میں وہ ایک طواف حامل و محمول دونوں کے لئے کافی ہو جائے گا اگرچہ ان دونوں کا طواف مختلف ہو یعنی حامل کا طواف عمرہ کا ہو اور محمول کا طواف حج کا ہو یا حامل کا طواف حج کا ہو اور محمول کا طواف عمرہ کا ہو، یا حامل احرام کی حالت میں نہ ہو بلکہ نفلی طواف کرتا ہو اور محمول احرام کی حالت میں ہو اور اُس احرام کی وجہ سے جو طواف اس پر واجب ہوا ہے، اس کو ادا کر رہا ہو، پس اس صورت میں اس رفیق کو اپنے طواف کے لئے بھی نیت کرنا شرط ہے اور محمول کی طرف سے بھی نیت کرنا شرط ہے خواہ اس کو اپنی پیٹھ پر اٹھایا ہو یا کسی دوسرے شخص کی پیٹھ پر ہو، یا اونٹ وغیرہ پر ہو ——— (۸) اگر کسی شخص کو خود احرام باندھنے کے بعد بے ہوشی طاری ہوئی ہو یا مریض اس کے بعد سو گیا ہو تو ہمارے تمام اصحاب کے نزدیک بالاتفاق اس کے رفقا پر اس کو مشاہد میں وقوف و طواف وغیرہ کے لئے لیجانا متعین ہے اس کو لیجائے بغیر اس کی طرف سے افعالِ حج ادا کرنا جائز نہیں ہے اور جب اس کو اٹھا کر طواف کرائے تو اس کی طرف سے بھی طواف کی نیت کرنا شرط ہے یعنی اٹھانے والا اپنی طرف سے بھی اور بیہوش کی طرف سے بھی طواف کی نیت کرے اور اس طرح ایک طواف دونوں کی طرف سے کافی ہو جائے گا اور اگر صرف اپنی طرف سے طواف کی نیت کرے گا تو بیہوش کی طرف سے طواف ادا نہیں ہوگا۔

(۹) اگر کوئی شخص ایسا مریض ہو کہ اٹھا کر طواف کرائے بغیر وہ طواف نہ کر سکتا ہو اور وہ سمجھدار ہے دیوانہ نہیں ہے اور وہ سو گیا پھر اس کے ساتھیوں نے اسے سوتے ہوئے کو اپنی پیٹھ وغیرہ پر اُٹھا کر اس کے ساتھ طواف کیا یا اُس نے ان کو امر کیا تھا کہ وہ اس کو اُٹھا کر طواف کرائیں اور انھوں نے ایسا نہیں کیا یہانتک کہ وہ سو گیا پھر انھوں نے اس کو سونے کی حالت میں اٹھایا اور اس کے ساتھ طواف کیا یا اس کے امر کرتے ہی اس کو اٹھا لیا اور جاگ رہا تھا پھر وہ ان کے طواف شروع کرنے سے پہلے سو گیا اور انھوں نے اسی حالت میں اس کے ساتھ طواف کیا پھر جاگ گیا تو ابن سماعہ رحمہ اللہ نے امام محمد رحمہ اللہ سے روایت کی ہے کہ انھوں نے اس کے امر کے بغیر اس کو اٹھا کر طواف کیا تو اس مریض کی طرف سے کافی نہیں ہوگا اور اس نے امر کیا تھا پھر وہ سو گیا اس کے بعد انھوں نے اس کو اٹھایا اور اس کے ساتھ طواف کیا تو اس کے لئے کافی ہو جائے گا اور اسی طرح اگر وہ انھوں نے اس کو اٹھا کر جاگنے کی حالت میں طواف شروع کیا یا طواف کی طرف متوجہ ہوئے پھر وہ سو گیا اور اس کے ساتھ طواف کیا تو اس کی طرف سے کافی ہے ——— (۱۰) اگر کسی مریض نے اپنے ساتھی سے کہا کہ میرے واسطے لوگوں کو اجرت پر مقرر کرنا کہ وہ مجھ کو طواف کرائیں پھر وہ سو گیا اور جس کو امر کیا تھا اس نے فوراً اس امر کو ادا نہ کیا بلکہ کسی اور کام میں دیر تک مشغول رہا

اس کے بعد لوگوں کو اجرت پر مقرر کر کے لایا اور انھوں نے اس سوتے ہوئے مریض کو اُٹھا کر طواف کرایا تو امام حسن رحمۃ اللہ نے کہا کہ اگر وہ امر کے بعد فوراً طواف کرایا تو جائز ہوتا لیکن جب بہت دیر کے بعد جبکہ وہ سوگیا لوگوں کو اجرت پر لایا اور انھوں نے اس کو اٹھا کر طواف کرایا اور وہ ایسے ہی سوتا رہا تو اس کا طواف کافی نہیں ہوگا لیکن ان کی اجرت لازم ہوگی۔

(۱۱) اگر کچھ لوگوں کو اجرت دی اور انھوں نے طواف کی نیت کر کے ایک عورت کو اٹھا کر طواف کرایا تو اُن کا اپنا طواف ادا ہوگیا اور ان کی اجرت بھی لازم ہوگئی اور عورت کا طواف بھی ادا ہوگیا اور اگر اٹھانے والوں نے اپنے قرضدار کے پکڑنے کی نیت کی اور جس کو اٹھایا وہ ہوش والا تھا اور اس نے طواف کی نیت کی تو اس کا طواف ادا ہوجائے گا اور اٹھانے والوں کا طواف ادا نہ ہوگا اور اگر وہ بیہوش تھا تو اس کا طواف بھی ادا نہیں ہوا کیونکہ نہ اس کی طرف سے طواف کی نیت پائی گئی نہ اُٹھانے والوں کی طرف سے پائی گئی۔

(۱۲) اگر کسی بیمار کو کنکریاں پھینکنے کی طاقت نہیں تو کنکریاں اس کے ہاتھ پر رکھدیں اور اس کے بعد وہ انھیں خود پھینکدے یا وہ کسی اور کو پھینکنے کا حکم دے۔

(فائدہ) اوپر کے مسائل کا حاصل یہ ہے کہ اگر حج کے ارادہ سے نکلنے والے کو راستہ میں احرام باندھنے سے پہلے بیہوشی یا جنون طاری ہوجائے یا مریض کو نیند آجائے اور احرام باندھنے کے وقت تک یہ حالت باقی رہے تو جس شخص کو بھی یہ علم ہو کہ یہ شخص حج کے ارادہ سے نکلا ہے تو صحیح قول کی بنا پر وہ شخص اس کی طرف سے سب کاموں میں نائب بن سکتا ہے سوائے دوگانہ طواف کے کہ اس میں نیابت نہیں ہوتی، واضح رہے کہ بیہوش اور مجنوں کے حق میں تو صریح امر کرنا احرام کے لئے شرط نہیں ہے لیکن مریض نائم کی طرف سے سونے سے پہلے اس کا امر کرنا شرط ہے جیسا کہ اس کا امر کرنا طواف کے لئے شرط ہے اور اگر ان لوگوں نے اپنی صحت کی حالت میں خود احرام باندھا اس کے بعد اُن پر یہ حالت طاری ہوئی تو ان کو حج کے افعال کی جگہ پر لے جانا ضروری و متعین ہے، ان کاموں میں اس کو لیجائے بغیر نیابت جائز نہیں ہے مگر طواف کی نیت کرنے اور رمی جمار کے لئے ان کی نیابت ضرورت کی وجہ سے جائز ہے کیونکہ طواف میں نیت شرط ہے اور وہ ہوش میں نہیں ہے اور اسی طرح رمی میں مریض یا بیہوش و مجنوں ہونے کی وجہ سے نیابت جائز ہے اور جو مریض نیند میں نہ ہو وہ طواف کی نیت خود کرے اس کو مشاہد میں لیجانا متعین ہے اسلئے مشاہد میں لیجائے بغیر اس کے حق میں نیابت جائز نہیں ہے لیکن رمی جمار میں بیماری کے عذر کی وجہ سے اس کو لیجائے بغیر نیابت جائز ہے۔

مجنوں و نیم پاگل کے حج کے احکام

(۱) جو مجنوں حالتِ جنون میں خود احرام باندھے تو احرام کے منعقد ہونے وغیرہ میں اس کا حکم بے سمجھ چھوٹے لڑکے کی مانند ہے یعنی اگر وہ خود احرام باندھے تو صحیح نہیں ہے اس لئے کہ وہ نیت کی عقل نہیں رکھتا اور تلبیہ کے الفاظ نہیں کہہ سکتا اسی طرح طواف کی نیت بھی شرط ہے اور وہ اس سے صحیح نہیں ہوتی اس لئے اس کی طرف سے اس کا ولی احرام باندھے اور بہتر ہے کہ پہلے سے اس کے سلے ہوئے کپڑے اُتار دیئے جائیں اور اس کو ایک چادر تہبند کی طرح باندھ دی جائے اور دوسری چادر اُڑھا دی جائے جب اس کا ولی

اس کی طرف سے احرام کی نیت کر کے تلبیہ کہہ لے گا تو وہ مجنون محرم ہو جائے گا، اب وہ اس کو محظوراتِ احرام سے بچاتا رہے پھر بھی اگر مجنون سے کوئی محظور سرزد ہو گیا تو بے سمجھ چھوٹے بچے کی طرح نہ اس پر کوئی جزا واجب ہو گی اور نہ اس کے ولی پر واجب ہو گی اس کا ولی اس کو ساتھ لیکر تمام احکامِ حج ادا کرائے اور جن افعال میں نیت کی ضرورت ہے ان میں اس کی طرف سے نیت کرے [1]

(۲) اگر کسی شخص نے عقل کی حالت میں فرضِ حج کا احرام خود باندھا اس کے بعد وہ مجنون ہو گیا تو اس کا حکم اس بیہوش کی طرح ہے جس کو احرام باندھنے کے بعد بیہوشی طاری ہو گئی ہو پس اگر اس کے رفقا نے اس کو مشاہدِ حج میں ساتھ لیکر وقوف و طوافِ زیارت وغیرہ افعالِ حج ادا کرائے تو اس کا فرضِ حج ادا ہو جائے گا بشرطیکہ طوافِ زیارت میں اس کی طرف سے اس کے رفیق نے نیت کر لی ہو، اگرچہ کئی سال کے بعد اس کا جنون زائل ہوا ہو اور یہ مجنون اگر احرام کی حالت میں کسی محظور کا مرتکب ہو گا مثلاً شکار کرے گا یا خوشبو لگائے گا یا سلا ہوا لباس پہنے گا یا جماع کرے گا تو اس پر وہی جزا واجب ہو گی جو عقل والے پر واجب ہوتی ہے البتہ جزا کی ادائگی اسوقت لازم ہو گی جب اس کا جنون جاتا رہے بخلاف بے سمجھ بچے اور اس مجنون کے جس کی طرف سے کسی دوسرے نے احرام باندھا ہو [2]

(۳) نابالغ مراہق و مجنون سے جماع متحقق ہوتا ہے اس لئے وقوف سے پہلے نابالغ مراہق و مجنون کے جماع کرنے سے دونوں کا حج فاسد ہو جائے گا مگر جزا و قضا واجب نہ ہو گی [3] (جیسا کہ نابالغ کے حج کے بیان میں مفصل بیان ہو چکا ہے، مؤلف)

استلام کے متعلق تین مسئلے: (۱) اگر کوئی شخص طواف نہ کرے اور حجرِ اسود کا استلام کرے تو مضائقہ نہیں ہے کیونکہ حجرِ اسود کا استلام ایک ایسی عبادت ہے جو خانہ کعبہ سے تعلق نہیں رکھتی، تمام اہلِ علم کا یہی قول ہے اور اسی پر عمل ہے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں روایت کی گئی ہے کہ وہ جبتک حجرِ اسود کا استلام نہ کر لیتے مسجد سے باہر نہیں آتے تھے خواہ وہ طواف میں ہوتے یا نہ ہوتے، اور سعید بن جبیر، ابراہیم نخعی، طاؤس اور مالک بن انس رضی اللہ عنہم کے بارے میں بھی اسی طرح روایت کیا گیا ہے، ابن جماعہ نے اپنی منسک میں یہی لکھا ہے (حیات ص ۲۴۰)

(۲) جبتک مکہ مکرمہ میں قیام ہے ان تمام ایام میں حطیم کے اندر بکثرت داخل ہونا اور اس میں نماز نوافل و تلاوتِ قرآن مجید وغیرہ کرنا مستحب ہے کیونکہ حطیم بیت اللہ شریف کا حصہ ہے اور اس میں داخل ہونا آسان ہے نیز میزاب کے نیچے دعا مانگنا مستجاب ہے حطیم میں داخل ہوتے وقت یہ کہنا بہتر ہے اِلٰهِیْ اَتَیْتُكَ مِنْ مَّسَافَةٍ بَعِیْدَةٍ مُؤَمِّلًا مَعْرُوْفَكَ فَاَنِلْنِیْ مَعْرُوْفًا مِّنْ مَعْرُوْفِكَ تُغْنِیْنِیْ بِهٖ عَنْ مَعْرُوْفٍ مِّنْ سِوَاكَ یَا مَعْرُوْفًا بِالْمَعْرُوْفِ اور کعبہ مکرمہ کی جو دیوار میزاب کے نیچے کی محاذات سے حطیم میں داخل ہے اس کو لپٹنا بھی مشروع ہے اور یہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اور جماعتِ تابعین سے مروی ہے اور مقام مستجار کو لپٹنا بھی مشروع ہے جو کہ خانہ کعبہ کی پشت میں رکنِ یمانی کے قریب ہے اور اس کو لپٹنا حضرت عبداللہ بن زبیر، قاسم بن محمد، عمر بن عبدالعزیز، حضرت جعفر صادق، ایوب سختیانی اور حمید طویل رضی اللہ عنہم اور جماعتِ سلف سے مروی ہے اس کو ابن جماعہ نے اپنی منسک میں روایت کیا ہے۔ (حیات ص ۲۴۴)

(۳) علامہ نووی نے اپنی کتاب ایضاح میں اور ابن حجر نے اپنی کتاب توضیح میں کہا ہے کہ مقامِ ابراہیم کا استلام نہ کرے یعنی اس کو نہ چھوئے اور نہ بوسہ دے کیونکہ ایسا کرنا مکروہ ہے اھ، قاضی عزالدین ابن جماعہ نے کہا ہے کہ ابن الزبیر اور جماعتِ سلف کا یہی قول ہے اور یہی مذہبِ امام مالک کا مقتضیٰ ہے اور امام احمد کا صریح مذہب ہے، یہ کراہت مقامِ ابراہیم کے ساتھ مخصوص نہیں ہے بلکہ حجرِ اسود اور رکنِ یمانی کے علاوہ تمام احجار کیلئے یہی حکم ہے کہ نہ استلام کرے اور نہ بوسہ دے خواہ وہ احجار مکہ معظمہ میں ہوں یا کہیں اور ہوں، البتہ بقصدِ تبرک اماکنِ شریفہ کو بوسہ دینا جائز ہے جیسا کہ امام احمد بن حنبل سے ایسے شخص کے بارے میں پوچھا گیا جس نے بقصدِ تبرک منبرِ نبوی کو چھوا یا بوسہ دیا تو آپ نے فرمایا اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے حنفیہ کے نزدیک بھی جواز مختار ہے اسی لئے حنفیہ نے دخولِ کعبہ کے وقت کعبہ معظمہ کی چوکھٹ کو بوسہ دینا مستحب کہا ہے (حیات ص ۲۴۴ و ۲۴۵)

---

[1] لباب وشرحہ وغنیہ وش وغیرہ ملتقطاً [2] فتح ودع وغنیہ وش وغیرہ ملتقطاً [3] لباب عن الجنایات وغنیہ۔

جنایات

(یعنی ممنوعاتِ احرام وحرم اور اُن کی جزا)

تعریف جنایات، جنایت کی جمع ہے اور جنایت لغت میں تقصیر اور خطا کو کہتے ہیں اور شرعاً حرام و ممنوع کا مرتکب ہونے اور گناہ کرنے کو کہتے ہیں اور حج کے بیان میں ہر اُس فعل کا ارتکاب جنایت ہے جس کا حرام (ممنوع) ہونا احرام باندھنے یا حرم میں داخل ہونے کے تعلق سے ہو، اور یہاں جمع کا لفظ اس کی اقسام کے اعتبار سے استعمال ہوا ہے [۱]

احرام کی جنایات آٹھ ہیں

(۱) خوشبو استعمال کرنا۔ (۲) سلا ہوا کپڑا پہننا۔ (۳) سر یا چہرہ ڈھانکنا۔ (۴) بدن سے بال دُور کرنا۔ (۵) ناخن کاٹنا۔ (۶) جماع و محرکاتِ جماع۔ (۷) واجبات حج میں سے کسی واجب کو ترک کرنا۔ (۸) خشکی کے جانور کو شکار کرنا یا ایذا پہنچانا

حرم کی جنایات دو ہیں؛ (۱) حرم کے جانور کو شکار کرنا یا ایذا پہنچانا۔ (۲) حرم کا درخت اور گھاس کاٹنا [۲] (ان سب کا تفصیلی بیان الگ الگ عنوان کے تحت آگے درج ہے، پہلے کچھ قواعدِ کلیہ درج کئے جاتے ہیں، مؤلف)

قواعدِ کلیہ اول چند قواعد سمجھ لینے بلکہ یاد کر لینے چاہئیں جنایات کے بیان میں ان سے بہت مدد ملے گی۔

(۱) جنایت خواہ قصداً کرے یا خطائً (غلطی سے) کرے، پہلی دفعہ ہو یا مکرر دوبارہ سہ بارہ ہو احرام یاد ہوتے ہوئے کرے یا بھول کر، خواہ مسئلہ جانتا ہو یا نہ جانتا ہو، اپنی خوشی سے کرے یا کسی کی زبردستی سے، سوتے ہوئے کرے یا جاگتے ہوئے، نشہ میں ہو یا بغیر نشہ کے یعنی ہوش و حواس میں ہو، بیماری کی بیہوشی میں ہو یا افاقہ اور ہوش کی حالت میں ہو، معذور ہو یا غیر معذور، مالدار ہو یا تنگدست (فقیر) جنایت کا ارتکاب خود کرے یا کسی دوسرے کے ذریعہ سے اس سے سرزد ہو، اس کے امر سے ہو یا اس کے امر کے بغیر ہو، جزا کے واجب ہونے میں سب کا حکم برابر ہے۔ اور اسی طرح مرد اور عورت کے لئے بھی یکساں حکم ہے جبکہ وہ جنایت دونوں کے لئے عام ہو جیسے جماع، خوشبو کا استعمال، بالوں کا دُور کرنا وغیرہ اور وہ دونوں میں سے کسی ایک کے لئے مخصوص ہو جیسے سلا ہوا لباس اور سر ڈھانکنا کہ یہ مرد کے لئے مخصوص ہے عورت کے لئے یہ جنایت نہیں ہے اور اسی طرح حج کرنے والے اور عمرہ کرنے والے (دونوں) کے لئے بھی جنایت کا حکم یکساں ہے پس ان مذکورہ بالا سب صورتوں میں ہمارے ائمہ کے نزدیک بلاخلاف جزا واجب ہوگی اور یہ ہمارے نزدیک کلیہ قاعدہ ہے جو اکثر تبدیل نہیں ہوتا پس اس کو یاد کر لیجئے [۳]

(۲) اگر احرام کی حالت میں کسی جنایت کا ارتکاب عمداً بلا عذر کیا تو اس پر جزا اور گناہ دونوں لازم ہوں گے، اس جنایت کے ارتکاب کی جزا اس کا کفارہ ادا کرنا ہے اور اس کے گناہ کا تدارک اس گناہ سے توبہ کرنا ہے، اور اگر احرام کی حالت میں کسی جنایت کا ارتکاب بغیر قصد کے یا عذر کے ساتھ قصداً ہوا تو اس پر جزا واجب ہوگی لیکن وہ شخص گنہگار نہیں ہوگا پس جزا تو ہر حال میں واجب ہوگی، گناہ لازم آنا اور اس سے توبہ کرنا بعض صورتوں میں ہوگا [۴]

[۱] بحر و ش وعنایۃ وارشاد ملتقطاً [۲] بحر و ش وارشاد وغنیہ [۳] لباب و شرحہ و ش وغنیہ ملتقطاً [۴] لباب و شرحہ۔

(۳) ابن جماعہ نے ائمہ اربعہ سے نقل کیا ہے کہ اگر کسی ممنوعِ احرام کا ارتکاب عمداً (جان بوجھ کر) کیا تو وہ گنہگار ہوگا اور فدیہ ادا کرنے اور تاوان بھر دینے سے وہ گنہگار ہونے سے نہیں بچ سکتا (یعنی گناہ معاف ہونے کے لئے توبہ کرنا اور آئندہ اس سے بچنے کا عزم کرنا ضروری ہے، مؤلف) اور امام نووی رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ بعض وقت کوئی عام شخص (متمول و متکبر آدمی) ان محرمات (ممنوعات) میں سے کسی ایک کا ارتکاب (عمداً) کرتا ہے اور کہتا ہے کہ میں اس کا فدیہ دیدوں گا اور وہ یہ خیال کرتا ہے کہ فدیہ دینے سے وہ اس گناہ کے وبال سے بچ جائے گا تو یہ اس کی صریحاً غلطی اور بہت بڑی جہالت ہے کیونکہ ممنوعاتِ احرام و حرم کا ارتکاب حرام ہے پس جب اس نے اس حکم کی مخالفت کی تو وہ گنہگار ہوا اور اس پر فدیہ لازم ہوا اور فدیہ دینا حرام فعل کے ارتکاب کو مباح و حلال نہیں کرتا، اور اس فعل کی جہالت ایسی ہی ہے جیسا کہ یہ کہنا جہالت ہے کہ (نعوذ باللہ) میں شراب پیتا ہوں اور زنا کرتا ہوں اور اس کی وجہ سے مجھ پر جو حد قائم ہوگی وہ مجھ کو پاک کردے گی اور جس شخص نے اپنے حج میں کسی حرام فعل کا ارتکاب کیا تو اس کا حج مبرور نہیں ہوگا اھ (یعنی اس کو حج مبرور کا ثواب نہیں ملے گا اگرچہ حج کی فرضیت اس سے ساقط ہو جائے گی، مؤلف) اور ہمارے اصحاب نے اسی کی مثل حدود کے بیان میں صراحت کردی ہے اور کہا ہے کہ حد گناہ سے پاک نہیں کرتی اور اس کے اوپر سے گناہ کو ساقط کرنے میں عمل نہیں کرتی بلکہ توبہ کرنا ضروری ہے پس اگر اس نے گناہ سے توبہ کرلی تو حد اس کو پاک کردے گی اور اس سے آخرت کا عذاب بالاجماع ساقط ہو جائے گا ورنہ نہیں لیکن صاحب ملتقط نے باب الایمان میں کہا ہے کہ کفارہ گناہ کو رفع کردیتا ہے اگرچہ اس شخص نے اس گناہ سے توبہ نہ کی ہو اھ اور اس کی تائید شیخ نجم الدین نسفی کے قول سے بھی ہوتی ہے جو انھوں نے اپنی تفسیر التیسیر میں اللہ تعالیٰ کے فرمان فَمَنِ اعْتَدٰى بَعْدَ ذٰلِكَ فَلَهٗ عَذَابٌ اَلِيْمٌ [پس جس نے حد سے تجاوز کیا (یعنی اس نے اس ابتلا کے بعد بھی شکار کیا) تو اس کے لئے دردناک عذاب ہے] کے تحت ذکر کیا ہے کہ کہا گیا ہے دنیا میں کفارہ دے دینے کے باوجود اس پر آخرت کا عذاب ہے اور یہ اس وقت ہے جبکہ اس نے توبہ نہ کی ہو کیونکہ گناہ پر اصرار کرنے والے (یعنی بار بار گناہ کرنے والے) سے کفارہ دیدینے کے باوجود گناہ ساقط نہیں ہوتا اھ۔ اور یہ تفصیل عمدہ اور یہ قید مستحسن ہے اس سے دلائل و روایات میں تطبیق ہو جاتی ہے واللہ اعلم بحقائق الحالات [1] یعنی ملتقط کی عبارت اصرار نہ کرنے والے پر محمول ہوگی اور دوسری کتب کی عبارت اصرار (مکرر سہ کرر کرنے والے) پر محمول ہوگی اور اس تطبیق کو علامہ نوح نے حاشیۃ الدرر میں ذکر کیا ہے [2]

(۴) جاننا چاہئے کہ احرام کی حالت میں جنایات کے ارتکاب سے جو جزائیں واجب ہوتی ہیں وہ سب چار قسم کی ہیں اول یہ کہ دم کا وجوب حتمی طور سے متعین ہوتا ہے اور یہ اس وقت ہوتا ہے جبکہ جنایت کا ارتکاب بلا عذر کیا جائے اور اس فعل کو کامل طور پر کیا جائے، دوم یہ کہ صدقہ کا وجوب کسی تخییر و ترتیب کے بغیر حتمی طور پر متعین ہوتا ہے اور یہ اس وقت ہوتا ہے جبکہ جنایت کا ارتکاب بلا عذر ناقص طور پر کیا جائے یا دم یا صدقہ میں سے ایک چیز علی الترتیب واجب ہوتی ہے یعنی قدرت و استطاعت کے وقت دم واجب ہوتا ہے اور دم ادا کرنے سے عاجز ہونے پر صدقہ واجب ہوتا ہے۔ سوم یہ کہ دم متخیر واجب ہوتا ہے یعنی روزہ و صدقہ و دم میں سے ایک چیز

[1] شرح اللباب وش [2] ش وارشاد۔

تخییر کے طور پر واجب ہوتی ہے اور یہ حکم اس وقت ہے جبکہ جنایت کا ارتکاب عذر کی وجہ سے کیا ہو اور اس فعل کو کامل طور پر کیا ہو۔ چہارم یہ کہ صدقہ متخیر واجب ہوتا ہے یعنی روزہ و صدقہ دونوں میں سے ایک چیز تخییر کے طور پر واجب ہوگی اور یہ اس وقت ہے جبکہ جنایت کا ارتکاب عذر کی وجہ سے کیا ہو پس جب حتمی طور پر دم واجب ہوتا ہے تو اس کو اس کے علاوہ صدقہ و روزہ و قیمت میں سے کوئی چیز دینا جائز نہیں ہے یعنی نہ ہدی (قربانی کے جانور) کی قیمت دینا جائز ہے نہ صدقہ کی قیمت، اور دم کا جانور حدودِ حرم میں ذبح کر دینے سے اس کے ذمہ سے دم ساقط ہو جاتا ہے اور جب صدقہ حتمی طور پر واجب ہوتا ہے تو اس کی بجائے دم (قربانی) دینا بدرجہ اَولیٰ جائز ہے کیونکہ وہ صدقہ سے اعلیٰ ہے لیکن اس میں یہ شرط ہے کہ اس کو بطور طعام صدقہ کیا جائے یعنی اس کا گوشت صدقہ کا کھانا دینے کی شرائط پر صدقہ کر دیا جائے یعنی ہر مسکین کو نصف صاع گندم کی قیمت کا گوشت دیا جائے اس سے کم یا زیادہ نہ دیا جائے اور اس سے صرف جانور ذبح کر دینے سے دم ساقط نہیں ہوگا بلکہ اگر ذبح کے بعد وہ ضائع ہو گیا تو اس پر ضمان واجب ہوگا اور اس جانور کو حدودِ حرم سے باہر بھی ذبح کرنا جائز ہے اور صدقہ کی بجائے اس کی قیمت دینا جائز ہے اور صدقہ کے بدلے روزہ رکھنا جائز نہیں ہے اگرچہ وہ صدقہ یا اس کی قیمت دینے سے عاجز ہو اور جب دم اور روزہ دونوں میں سے علی الترتیب کوئی ایک چیز واجب ہو (یعنی بوقتِ استطاعت دم اور بوقتِ عدم استطاعت روزہ واجب ہو) تو اس دم یا روزہ کے بدلہ میں صدقہ دینا جائز نہیں ہے اور نہ ہی دم کی قیمت دینا جائز ہے اور جب دم و صدقہ و روزہ تینوں میں سے کوئی ایک چیز اختیاری طور پر واجب ہو تو دم کے بدلہ میں صدقہ یا دم کی قیمت بطورِ طعام دینا جائز ہے اور اس صورت میں اس کے لئے روزہ رکھنا بھی جائز ہے پس اگر ان میں سے کوئی ایک چیز ادا کر دے گا تو واجب ادا ہو جائے گا اور اس پر اس کے علاوہ اور کچھ لازم نہیں ہوگا [1]۔ اور جن صورتوں میں روزے لازم ہوئے ہوں خواہ حتمی طور پر تعیین کے ساتھ واجب ہوں یا تخییر کے ساتھ تو ان کے بدلے میں فدیہ دینا ہرگز جائز نہیں ہے جیسا کہ تمتع اور قران کے روزوں میں حکم ہے۔

(۵) جو جنایات ارضِ حرم کے ممنوعات سے متعلق ہیں یا خشکی کا شکار کرنے سے تعلق رکھتی ہیں ان کی جزا میں اختیار ہے کہ روزہ رکھے یا صدقہ یا دم یا قیمت دیدے مثلاً کسی مُحرم نے شکار (کے جانور) کو قتل کیا اور اس کی قیمت دم (ہدی کے جانور) کی قیمت کو پہنچتی ہے (تو وہ اس کی قیمت صدقہ کر دے یا اس قیمت کا جانور ذبح کر دے یا اس کی بجائے روزے رکھے اور اگر اس کی قیمت دم کے جانور کی قیمت کو کفایت نہیں کرتی تو اس کو اختیار ہے کہ جو قیمت ہو وہی خیرات کر دے یا اس کی بجائے روزے رکھے یا صدقہ دے یا اس کو صدقہ یا دم یا قیمت دینے میں اختیار ہوتا ہے مثلاً کسی حلال (غیر محرم) نے حدودِ حرم میں شکار کیا یا مُحرم یا غیر محرم نے حرم کا درخت کاٹا اگر اس کی قیمت ہدی کے جانور کی قیمت کے برابر ہوتی ہے تو اس کو اختیار ہے کہ اس کی قیمت دیدے یا اس قیمت کا جانور ذبح کر کے خیرات کر دے یا صدقہ دے اور اگر اس قیمت سے ہدی کا جانور نہیں ملتا تو اس کو اختیار ہے کہ وہی قیمت خیرات کر دے یا صدقہ دیدے [2] (لیکن اس کو روزے رکھنے کا اختیار نہیں ہے)۔

(۶) اور جن صورتوں میں قیمت دینا جائز ہوتا ہے ان صورتوں میں متاخرین کے نزدیک یہی (قیمت دینا) افضل ہے اور اسی پر فتویٰ ہے [3]۔

---

[1] لباب و شرحہ و غنیہ ملتقطاً [2] غنیہ - شرح اللباب و غنیہ -

(۷) اگر واجباتِ حج میں سے کسی واجب کا ترک کسی عذر کے ساتھ ہو تو اس پر کچھ جزا واجب نہیں ہوتی، لیکن عذر سے مراد وہ عذر ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہو پس جو عذر مخلوق کی طرف سے ہو وہ معتبر نہیں ہے، حتیٰ کہ اگر محظوراتِ احرام میں سے کوئی چیز مثلاً خوشبو لگانا یا سلے ہوئے کپڑے پہننا وغیرہ کسی محرم سے بہ جبر کرائے جائیں تو اس کو تین چیزوں (یعنی روزہ و صدقہ و دم) میں سے کسی ایک کے ادا کر دینے کا اختیار نہیں ہوگا بلکہ اس پر وہی واجب ہوگا جو بلا عذر کرنے کی صورت میں حتمی طور پر واجب ہوتا ہے اور اسی طرح اگر کسی دشمن نے مثلاً وقوفِ مزدلفہ سے روک دیا اور اس نے اس کے خوف سے وقوفِ مزدلفہ ترک کر دیا تو اس پر دم متعین ہے بخلاف اس صورت کے کہ ازدحام (ہجوم) کے خوف کی وجہ سے (ضعیف و مریض و عورت نے) وقوفِ مزدلفہ ترک کر دیا ہو تو اس پر کچھ جزا لازم نہیں ہے کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے، اگر دشمن کا خوف کسی بندے کے ڈرانے کی وجہ سے پیدا ہو تو منع حسی کی طرح وہ خوف بندے کی طرف منسوب ہوگا اور اگر کسی بندے کی طرف سے نہیں ڈرایا گیا تو وہ خوف اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوگا جیسا کہ کسی درندے کے خوف کی صورت میں یہ حکم ہے اور اسی اصول سے فقہا کے اس قول کی وجہ ظاہر ہوگئی کہ اگر کسی کا اونٹ سرکش ہو گیا وہ اس پر سوار تھا، وہ اونٹ اس کو لیکر آفتاب غروب ہونے سے پہلے حدِ عرفات سے باہر نکل گیا یا وہ اس پر سوار نہیں تھا لیکن اس کو پکڑنے کے لئے اس کے پیچھے چلا اور غروبِ آفتاب سے قبل حدِ عرفات سے باہر ہو گیا تو چونکہ یہ عذر مخلوق کی جانب سے لاحق ہوا ہے اس لئے اس سے دم ساقط نہیں ہوگا[1] اور بعض فقہا نے ترکِ واجب پر دم واجب ہونے کو مطلق طور پر بیان کیا ہے خواہ عذر سے ترک ہو یا بلا عذر جیسا کہ کسی محظور (ممنوع احرام) کے ارتکاب کا حکم ہے سوائے ان صورتوں کے جن کے بارے میں نص وارد ہے اور وہ یہ ہیں [1] مزدلفہ کا وقوف ہجوم اور ضعف کی وجہ سے ترک کرنا، [2] حیض و نفاس یا قید یا مرض کی وجہ سے طوافِ زیارت کو اس کے ایام (ایامِ نحر) سے مؤخر کرنا جبکہ مریض کو کوئی اٹھانے والا نہ ہو یا وہ مریض اٹھائے جانے کی مشقت برداشت نہ کر سکتا ہو، [3] عورت کا حیض یا نفاس کی وجہ سے طوافِ صدر (وداع) کا ترک کرنا، [4] مرض یا بڑھاپا یا ٹانگ کٹا ہوا وغیرہ ہونے کی وجہ سے طواف اور سعی میں پیدل نہ چلنا، بھول جانے یا ساتھیوں کے روانہ ہونے یا مرض وغیرہ کی وجہ سے سعی ترک کرنا لیکن مخلوق کا ہجوم عذر نہیں ہے، سر کی بیماری کی وجہ سے حلق نہ کرانا جبکہ اس بیماری کی وجہ سے حلق یا قصر کرانا دشوار ہو[2] بلکہ علما نے اس قاعدہ مذکورہ سے دس واجبات کو مستثنیٰ کیا ہے ان میں سے چھ وہی ہیں جو اوپر بیان ہوئے ان کے عذر سے ترک کرنے پر کچھ لازم نہیں ہوگا لیکن اگر بلا عذر ترک کئے جائیں تو دم لازم ہوگا اور چار واجبات اور ہیں کہ اگر ان کو بلا عذر ترک کیا جائے تب بھی دم لازم نہیں ہوتا البتہ بے عذر کرنے کی صورت میں گناہ ہوگا جو توبہ کئے بغیر معاف نہیں ہوگا، وہ چار واجبات یہ ہیں: [1] طواف کے بعد کی دو رکعت نماز نہ پڑھنا جو کہ واجب ہے، [2] مزدلفہ میں نمازِ مغرب کو نمازِ عشا کے ساتھ ادا کرنے کے لئے نمازِ مغرب میں تاخیر نہ کرنا، [3] مزدلفہ میں نویں ذی الحجہ کے بعد کی رات نہ گذارنا، [4] حجرِ اسود سے طواف شروع نہ کرنا، یہ چار واجبات جن کے ترک کرنے پر دم لازم نہیں ہوتا خواہ عذر سے ترک کرے یا بلا عذر ان کے متعلق علمائے کرام نے جو تفصیلات بیان کی ہیں ان کی تفصیل یہ ہے کہ دو رکعت واجب الطواف کے ترک کرنے پر دم اس لئے

---

[1] غنیہ [2] لباب و شرحہ وش و غنیہ۔

واجب نہیں ہوتا کہ یہ دو رکعت طواف کے واجبات میں سے ہے، حج و عمرہ کے واجبات میں سے نہیں ہے نیز اس دوگانہ کا وجوب مختلف فیہ ہے اور یہ بھی وجہ ہے کہ اس کی ادائیگی کا وقت تمام عمر ہے اس لئے مدتِ حیات تک اس کا ترک متصور نہیں ہے (یعنی آخر عمر تک جب اور جہاں پڑھے ادا ہو جائے گا) اور تاخیر مغرب برائے جمع عشا بمقام مزدلفہ کے ترک پر اس لئے دم واجب نہیں ہوتا کہ امام ابو حنیفہ رح کے نزدیک اگر شبِ مزدلفہ میں مغرب کی نماز میں تاخیر نہ کی اور دونوں نمازیں اپنے اپنے وقت میں پڑھ دیں تو اس مغرب کی نماز کا جواز طلوع فجر تک موقوف رہے گا اور جب فجر طلوع ہو جائے گی تو وہ نمازِ مغرب جائز ہو جائے گی اور اس کا نقصان زائل ہو جائے گا، اور مزدلفہ میں رات گذارنے کے ترک پر دم اس لئے واجب نہیں ہوتا کہ اس کا وجوب مستقل نہیں ہے بلکہ جمعِ مغرب و عشا کے تابع ہے اور اس کا وجوب مختلف فیہ بھی ہے اور طواف کو حجرِ اسود سے شروع کرنا ترک کرنے پر دم اس لئے واجب نہیں ہوتا کہ یہ بھی مختلف فیہ ہے بعض کے نزدیک یہ سنتِ مؤکدہ ہے [1]

(۸) اگر جنایاتِ احرام میں سے کوئی جنایت جس سے مفرد پر ایک جزا واجب ہوتی ہے قارن سے یا جو قارن کے حکم میں ہے اُس سے سرزد ہو تو اس پر دو جزائیں واجب ہوتی ہیں کیونکہ اس کے دو احرام ہوتے ہیں جبکہ مفرد پر ایک جزا واجب ہوتی ہے سوائے چند صورتوں کے کہ ان میں قارن پر بھی ایک ہی جزا واجب ہوتی ہے مثلاً اگر قارن میقات سے احرام کے بغیر گذر جائے تو صرف ایک ہی دم واجب ہو گا جیسا کہ اس کی تفصیل قران کی جنایات کے بیان میں آئے گی [2]

(۹) جس جگہ جزا میں مطلق دم کہا جائے اس سے مراد بکری ہے اور یہ جنایات کی چار صورتوں کے سوا باقی تمام صورتوں میں کافی ہوتی ہے اور وہ چار صورتیں جن میں بکری کافی نہیں ہوتی بلکہ سالم اونٹ یا سالم گائے واجب ہوتی ہے یہ ہیں جبکہ حاجی نے وقوفِ عرفہ کے بعد جماع کیا ہو، جبکہ طوافِ زیارت جنابت یا حیض یا نفاس کی حالت میں کیا ہو، جبکہ وقوفِ عرفہ کے بعد اور طوافِ زیارت سے پہلے مر گیا ہو اور اپنا حج پورا کرنے کی وصیت کی ہو تو طوافِ زیارت کے لئے بدنہ (سالم اونٹ یا گائے) واجب ہو گی اور اس کا حج جائز ہو گا، اور اسی طرح امام محمد رح کے نزدیک (احرام کی حالت میں) شتر مرغ (کو شکار کرنے) میں بدنہ واجب ہوتا ہے [3]

(۱۰) دم کی جن صورتوں میں بکری ذبح کرنا کافی ہوتا ہے ان میں (بکری، بھیڑ نر و مادہ کے علاوہ) گائے یا اونٹ کا ساتواں حصہ بھی (قربانی کی شرائط کے ساتھ) کافی و جائز ہوتا ہے [4] چنانچہ قہستانی کے قربانی کے بیان میں ہے کہ اگر گائے یا اونٹ کو قربانی و دمِ تمتع و دمِ قران و دمِ احصار و جزاءِ صید و جزائے حلق و عقیقہ اور نفلی قربانی کے سات حصے ملا کر ذبح کیا تو ظاہر اصول میں یہ درست ہے اور امام ابو یوسف رح سے روایت ہے کہ افضل یہ ہے کہ سب حصے ایک جنس کے ہوں اور اگر وہ سب حصے متفرق جنس کے ہوں اور ہر ایک حصہ تقربِ الٰہی کے لئے ہو تو جائز ہے لیکن امام ابو یوسف رح کے نزدیک مکروہ ہے اھ [5]

(۱۱) جنایتِ احرام میں جس جگہ صدقہ مطلق طور پر واجب ہوتا ہے اس سے مراد (صدقۂ فطر کی مانند) نصف صاع گیہوں یا ایک صاع جَو یا کھجور ہے اور جس جگہ صدقہ کی مقدار معین ہے وہاں صدقہ سے مراد خاص وہی مقدار ہوتی ہے [6] اور کہیں مطلق فدیہ کا

---

[1] حیات القلوب و زبدہ مع عمدہ ملخصاً [2] لباب و شرحہ و غنیہ ملتقطاً [3] لباب و شرحہ و بحر و غنیہ تصرفاً [4] غنیہ [5] ش [6] لباب و شرحہ و غنیہ ملخصاً۔

لفظ بھی آتا ہے تو وہاں وہی جزا مراد ہوتی ہے جو اس سے پہلے اس قسم کی جزا میں ذکر ہو چکی ہے خواہ وہ دم ہو یا صدقہ، غرضکہ فدیہ سے مراد کفارہ ہے [1] صاع انگریزی اسّی روپے کے سیر سے ساڑھے تین سیر کا ہوتا ہے [2] (تفصیل ہر قسم کی جنایت کی جزا میں مذکور ہے، مؤلف)

(۱۲) جزا واجب ہونے کے لئے اسلام، عقل اور بلوغ شرط ہے۔ کافر، نابالغ اور مجنوں پر جزا واجب نہیں ہوتی اور نابالغ و مجنوں کی طرف سے ان کے ولی پر بھی واجب نہیں ہوتی لیکن اگر احرام کے بعد مجنوں ہوا اور پھر بعد میں ہوش آگیا اگرچہ چند سال کے بعد ہوش آیا ہو تو اس نے حالتِ احرام میں جن ممنوعات کا ارتکاب کیا ہوگا اُن کی جزا اس پر واجب ہوگی

(۱۳) جزا واجب ہونے کے لئے آزاد ہونا شرط نہیں ہے، غلام پر بھی جزا واجب ہوگی پس اگر وہ جنایت ایسی ہے جس میں روزہ رکھنا بھی جائز ہے تو اس پر غلامی کی حالت میں روزہ رکھنا واجب ہے اور اگر وہ جنایت ایسی ہے جس میں دم معین ہے یا ایسی ہے کہ اس میں صدقہ معین ہے تو اس پر اس کا ادا کرنا آزاد ہونے کے بعد واجب ہے غلامی کی حالت میں ادا کرنا واجب نہیں ہے [3] اور اس کا بدل روزہ نہیں ہو سکتا، اگر اُس نے غلامی کی حالت میں دم معین یا صدقہ معین ادا کیا تو جائز نہیں ہے، اگر اس کا آقا یا کوئی اور شخص اس کی طرف سے تبرعاً (احساناً) ادا کردے تب بھی جائز نہیں ہے اور بعض نے کہا کہ جائز ہے البتہ دم احصار اس کا آقا بھیجدے تاکہ وہ احرام سے حلال ہو جائے لیکن حج سے روکا ہوا غلام جب آزاد ہو جائے تو ایک حج اور عمرہ ادا کرے [4]

(۱۴) سوئے ہوئے یا بیہوش شخص پر محظورات کے ارتکاب سے جزا واجب ہوتی ہے اگرچہ وہ اس محظور کے ارتکاب سے گنہگار نہیں ہوگا کیونکہ وہ اس حالت میں غیر اختیاری طور پر اس کا مرتکب ہوا ہے پس اگر کوئی سویا ہوا آدمی کسی شکار کے جانور پر پلٹ گیا اور اس کو قتل کر دیا یا کسی خوشبو پر اس کا بدن یا کوئی عضو لگ گیا اور اس سے خوشبو اس کے بدن کو لگ گئی یا کوئی سلا ہوا کپڑا پہن لیا یا سر ڈھانک لیا یا خوشبو استعمال کرلی وغیرہ اور یہ فعل اس سے نیند میں غیر شعوری طور پر سرزد ہوا تو اس پر اس فعل کے مطابق جزا واجب ہوگی، بیہوش آدمی کا بھی وہی حکم ہے جو سوئے ہوئے کا ہے اور وہ مجنوں کے حکم میں نہیں ہے [5]

(۱۵) اگر جنایات متعدد ہوں تو اُن کی جزا بھی متعدد واجب ہوگی لیکن اگر خوشبو کے استعمال یا حلق یا قصر یا جماع کی متعدد جنایات کی مجلس متحد ہو یا حلق اور قصر میں محل (جگہ) متحد ہو یا سلے ہوئے چند کپڑے پہننے میں سبب ایک ہو اور ایک ہی دن میں سب پہنے ہوں یا پہننے کا محل (عضو) ایک ہو اگرچہ متعدد مجالس میں پہنے تو جزا بھی ایک ہی واجب ہوگی لیکن اگر لباس ترک کرنے کے قصد سے اُتارا اس کے بعد دوبارہ پہنا تو دوسری جزا واجب ہوگی [6] (تفصیل آگے آئے گی انشاء اللہ)

(۱۶) تمام صورتوں میں جب پہلی جنایت کا کفارہ ادا کر دیا تو دوسری دفعہ کے ارتکاب پر دوبارہ جزا واجب ہوگی، اگر جنایات مختلف جنس کی ہوں تو ایک جزا کا دوسری جزا میں داخل ہونا جائز نہیں ہے لیکن اگر احرام ترک کرنے کے قصد سے مختلف جنس کی جنایات کا مرتکب ہوا ہو تو تداخل جائز ہو کر ایک ہی جزا واجب ہوگی [7] پس متعدد جنایات میں ایک ہی جزا کا واجب ہونا اس وقت ہوتا ہے جبکہ وہ جنایات ایک ہی جنس کی ہوں بخلاف مختلف جنس کی جنایات کے، اور سلا ہوا لباس پہننا خوشبو لگانا، حلق کرانا، ناخن

---

[1] زبدہ مع عمدہ ملخصاً [2] معلم [3] لباب شرحہ و غنیہ تصرفاً [4] غنیہ [5] لباب و شرحہ و غنیہ تصرفاً [6] غنیہ عن کبیر ملخصاً [7] غنیہ

کاٹنا وغیرہ الگ الگ جنس ہیں پس اگر ایک مجلس میں مختلف جنس کی جنایات کا ارتکاب کیا تو ایک جزا واجب نہیں ہو گی بلکہ ہر جنس کی جزا الگ الگ حسبِ جنایت واجب ہو گی ۔ (۱۷) اگر کسی مُحرم نے دوسرے مُحرم کو سلا ہوا لباس پہنایا یا خود مس کئے بغیر اس کو خوشبو لگائی یا اس کا سر یا چہرہ ڈھانپ دیا یا احرام کی حالت میں کسی دوسرے آدمی کی جُوں ماری تو فاعل پر اس کی کچھ جزا واجب نہیں ہے کیونکہ وہ دوسرے شخص کے حق میں ان افعال کے کرنے سے منع نہیں کیا گیا ہے اس کے برخلاف اگر مُحرم نے کسی دوسرے شخص کا سر مونڈا یا اس کے ناخن کاٹے یا کسی دوسرے شخص کو شکار کا جانور قتل کرنے پر مجبور کیا اور اس نے اس جانور کو قتل کر دیا تو اس فاعل محرم پر جزا واجب ہو گی جیسا کہ اس کی تفصیل اپنے مقام پر آئے گی انشاءاللہ العزیز[۱] ۔ اور مفعول پر جبکہ وہ احرام کی حالت میں ہے سب صورتوں میں جزا واجب ہو گی کیونکہ اس نے اس فعل کے ساتھ فائدہ حاصل کیا ہے اگرچہ اس کے قصد کے بغیر اس فعل کا ارتکاب ہوا ہو[۲]۔

جاننا چاہئے کہ جنایات کی جزا و کفارات کا فوراً ادا کرنا واجب نہیں ہے بلکہ مرنے سے پہلے پہلے تاخیر کے ساتھ ادا کرنا جائز ہے، امکان کے اول وقت میں ادا نہ کرنے اور تاخیر کرنے کی وجہ سے گنہگار نہیں ہو گا اور وہ جس وقت بھی ادا کر دے گا وہ ادا کرنے والا ہو گا قضا کرنے والا نہیں ہو گا لیکن آخر عمر میں جب فوت ہونے کا ظن غالب ہو اور ایسا وقت آجائے کہ اگر اب ادا نہیں کرے گا تو اس کی ادائیگی رہ جائے گی تو اس کی ادائیگی کا وجوب سمٹ کر اس وقت میں متعین ہو جائے گا اب اگر اس وقت میں ادا نہیں کرے گا تو اس کی تاخیر کی وجہ سے گنہگار ہو گا اور اس پر اس کی ادائیگی کے لئے وصیت کرنا واجب ہو گا، اگر اس نے وصیت نہ کی تو اس کے ترکہ میں سے ادا کرنا واجب نہیں ہو گا اور نہ ہی وارثوں پر اس کا ادا کرنا واجب ہو گا لیکن اگر وارث بلا وصیت تبرعاً اس کی طرف سے ادا کر دیں تو جائز ہے اور ادا ہو جائے گا اور اس سے اس کی برات و نجات کی امید کی جاتی ہے وارث کو اس کی جزا کفارہ میں میت کی طرف سے روزہ رکھنا جائز نہیں ہے بلکہ بطور تبرع اس کی طرف سے ہدی کا ذبح کرنا یا کھانا دینا چاہئے، کفارات کو جلد ادا کرنا افضل ہے تاکہ نیک کام میں جلدی ہو[۳]۔

خوشبو استعمال کرنا

خوشبو کی تعریف

(۱) خوشبو ہر وہ چیز ہے جس سے اچھی بُو آتی ہو، اس کو خوشبو کے طور پر استعمال کیا جاتا ہو، اس سے خوشبو تیار کی جاتی ہو اور اہلِ عقل اس کو خوشبو شمار کرتے ہوں جیسا کہ مُشک، کافور، عنبر، عود، غالیہ (ایک خوشبو جو پہلی چار خوشبوؤں کو ملا کر تیار کی جاتی ہے) ند (ایک خوشبو جو پہلی تین خوشبوؤں کو ملا کر بنتی ہے) صندل، گلاب اور اس کے پھول، ورس (ایک خوشبو دار گھاس جس سے کپڑے رنگتے ہیں) زعفران، کُسم، حنا، خیری، کیوڑہ، لوبان، بنفشہ، چنبیلی، بیلا، سوسن، ریحان (نازبو) نرگس، نسرین (سیوتی) زیتون کا خالص تیل، تِل کا خالص تیل، خطمی، عود، تمام اسنیس، عطریات و دیگر خوشبو دار چیزیں[۴]۔

(۲) ہمارے اصحاب نے کہا ہے کہ جو چیزیں بدن پر استعمال کی جاتی ہیں وہ تین قسم کی ہیں[۱] ایک وہ جو بذاتہ محض (خالص) خوشبو ہے اور خوشبو ہی کے لئے بنی ہیں جیسے مشک و کافور و عنبر وغیرہ، اس کا استعمال خواہ کسی طرح سے کرے اس پر کفارہ واجب

[۱] لباب و شرح و غنیہ تصرفاً [۲] لباب و شرح [۳] لباب و شرح و ش و غنیہ [۴] لباب و شرح و غنیہ بزیادۃ عن بحر و فتح و ش و غیرہا۔

ہو گا حتیٰ کہ فقہا نے کہا ہے کہ اگر ایسی خوشبو کو دوا کے طور پر آنکھ میں لگایا تب بھی کفارہ واجب ہو گا۔ دوسری[2] وہ ہے جو نہ بذاتِ خود خوشبو ہے، نہ خوشبو کے حکم میں ہے اور نہ وہ کسی طرح خوشبودار بنائی جاتی ہے جیسے چربی پس اس کو خواہ کوئی کھائے یا بدن پر ملے یا پاؤں کی پھٹن (بوائی) میں بھرے اس پر کفارہ واجب نہیں ہو گا، اور تیسری[3] وہ ہے جو بذاتِ خود خوشبو نہیں ہے لیکن وہ خوشبو کے لئے اصل ہے کہ اس میں خوشبو بنائی جاتی ہے اس کو خوشبو کے طور پر بھی استعمال کیا جاتا ہے اور وہ سالن (غذا) اور دوائی کے طور پر بھی استعمال ہوتی ہے جیسا کہ زیتون کا تیل اور تِل کا تیل کہ اس میں استعمال کا اعتبار ہو گا اگر اس کو بدن میں تیل لگانے کے طور پر استعمال کیا گیا تو اس کے لئے خوشبو کا حکم لگایا جائے گا اور اگر کھانے کی چیزوں میں استعمال کیا یا پاؤں کی پھٹن (بوائی) کے اندر بھرنے میں استعمال کیا تو اس کے لئے خوشبو کا حکم نہیں لگایا جائے گا[1] اسی طرح سرسوں یا ناریل (کھوپرا) وغیرہ کے تیل کا بھی یہی حکم ہے کیونکہ یہ تیل بھی اکثر بدن و سر کے بالوں وغیرہ میں لگانے کے طور پر استعمال کئے جاتے ہیں لیکن شرط یہ ہے کہ یہ چیزیں خالص ہوں، اور اگر ان میں کوئی خوشبو ملائی گئی ہو جیسا کہ تِل اور زیتون کے تیل کو خوشبودار بناتے ہیں تو پھر ان کا حکم بھی خالص خوشبو کی مانند ہو گا[2]

(۳) خوشبو خواہ اپنے بدن میں استعمال کرے یا اپنے تہبند و چادر و فرش (بستر وغیرہ) اور اپنے تمام کپڑوں میں استعمال کرے اور خواہ اس کو خوشبو یا خضاب کے طور پر یا کوئی چیز دھونے کے لئے یا تلبید (لیپ) یا تیل لگانے یا دوا کے طور پر یا کھانے پینے میں یا کسی اور طرح استعمال کرے ان سب صورتوں میں اس کی ممانعت یکساں ہے[3] (اب ان سب کی تفصیل الگ الگ عنوان سے درج کی جاتی ہے۔ مؤلف)

بدن اور کپڑے پر خوشبو لگانے کا حکم

(۱) خوشبو لگانے کی حقیقت یہ ہے کہ خوشبو مُحرم کے بدن یا کپڑے کو لگ جائے۔ فتح القدیر میں جو فرش (بچھونے) کا ذکر زائد ہے وہ بھی ان دونوں ہی کی طرف راجع ہے[4] پس مُحرم کے بدن، اس کی چادر و تہبند اور بچھونے میں خوشبو کے منع ہونے کا حکم یکساں ہے[5] اگر کسی محرم نے خوشبو سونگھی اور خوشبو کا کوئی جز اس کے بدن (یا کپڑے) کو نہیں لگا تو اس پر جزا واجب نہیں ہو گی[6] اس لئے خوشبودار پھول اور خوشبودار پھل مثلاً سیب اور کسی خوشبو کے سونگھنے سے کوئی جزا واجب نہیں ہو گی کیونکہ اس خوشبو کا کوئی جز اس کے بدن کے ساتھ نہیں لگا لیکن کسی خوشبو یا خوشبودار پھل یا پھول کو قصداً سونگھنا مکروہ ہے[7] آجکل یہ رواج ہو گیا ہے کہ جو شخص حج یا عمرہ کے لئے جاتا ہے تو دوست واحباب خوشبودار پھولوں کے ہار بنا کر اس کے گلے میں ڈالتے ہیں اس میں پہلی بات تو یہ ہے کہ یہ رسم کافروں اور فیشن پرست لوگوں نے ایجاد کی ہے دیندار علما و فضلا اس کو پسند نہیں کرتے اور یہ ان کے طرزِ عمل کے خلاف ہے، دوسری بات یہ ہے کہ اگر حج یا عمرہ پر جانے والا شخص احرام کی حالت میں ہو گا تو اس کے گلے میں خوشبودار پھولوں کے ہار وغیرہ ڈالنے سے اس کو ان کا سونگھنا یعنی ان کی خوشبو سے مستفید ہونا لازم آئے گا اگرچہ اس سے کفارہ لازم نہیں ہو گا لیکن مکروہ ہو گا اور احرام کی حالت میں ظاہری زیب و زینت کرنا تذلل وانکساری اور میلا کچیلا رہنے کے خلاف بھی ہے جو کہ احرام کی حالت میں مطلوب ہے[8] عطر فروش کی دکان میں بیٹھنے کا مضائقہ نہیں ہے[9] البتہ خوشبو سونگھنے کے قصد سے بیٹھنا مکروہ ہے[10]

---

[1] بدائع و ع [2] زبدہ مع عمدہ [3] غنیہ [4] بحر [5] فتح و ع [6] عنایۃ [7] لباب شرحہ و غنیہ [8] زبدہ مع عمدہ [9] فتح و بحر و ع [10] معلم

(۲) مُحرم خواہ مرد ہو یا عورت دونوں کے لئے اپنے بدن وازار (تہبند) وچادر اور اپنے جسم کے تمام کپڑوں اور بستر میں خوشبو کا استعمال کرنا اور خوشبو کو اس طرح چھونا یا سونگھنا کہ جس سے خوشبو کا کچھ حصہ اس کے کسی عضو کو لگ جائے منع ہے اور محض سونگھنا یا چھونا اس طرح پر کہ خوشبو کا کچھ بھی حصہ اس کے کسی عضو کو نہ لگے منع نہیں ہے لیکن قصداً ایسا کرنا مکروہ ہے، اگر اس کے قصد کے بغیر خوشبو آجائے تو مکروہ نہیں ہے [۱]

(۳) خوشبو کو خواہ قصداً استعمال کرے یا بلا قصد ہر حال میں جنایت ہے اور جزا واجب ہوگی اسی لئے بسوط میں کہا ہے کہ اگر کسی شخص نے حجرِ اسود کو بوسہ دیا اور اس کے منہ یا ہاتھ کو بہت سی خوشبو لگ گئی تو اس پر دم واجب ہوگا اور اگر تھوڑی لگی تو صدقہ واجب ہوگا [۲] (۴) اگر کسی ایسے گھر میں داخل ہوا جس میں خوشبو کی دھونی دی گئی ہے اور اس کی خوشبو اس کے کپڑوں سے آنے لگی تو اس پر کچھ جزا واجب نہیں ہے کیونکہ وہ خوشبو کے عین (جسم) سے منتفع نہیں ہوا اس لئے کہ یہاں پر انتفاع خوشبو کے عین (جسم) کے ساتھ متعلق نہیں ہے اور خوشبو کا صرف سونگھنا منع نہیں ہے بخلاف اس کے اگر اس نے احرام باندھنے کے بعد خود گھر میں خوشبو کی دھونی سلگائی اور وہ اس کے کپڑوں کو کثیر تعداد میں لگ گئی تو اس پر دم واجب ہوگا اور تھوڑی لگی ہو تو صدقہ واجب ہوگا کیونکہ یہ خوشبو کے عین سے منتفع ہونا ہے [۳] کیونکہ اس صورت میں خوشبو عین کے ساتھ متعلق ہے اور اس نے اس کو اپنے بدن میں استعمال کیا ہے تو یہ ایسا ہوا گویا کہ اس نے بخور کو خود بطور خوشبو استعمال کیا ہے [۴]

(فقہائے کرام کی عبارات سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ اگر ایسے مکان میں داخل ہوا جس میں خوشبو سلگائی گئی ہو اور اس کا دھواں ختم ہو گیا ہو لیکن خوشبو باقی ہو تو اس خوشبو سے محرم کے منتفع ہونے سے اس پر کچھ لازم نہیں ہوگا اور اگر ابھی سلگائی گئی ہو اور خوشبو کا دھواں موجود ہو یا مُحرم نے خود سلگائی ہو یا اس کی موجودگی میں کسی دوسرے نے سلگائی ہو اور وہ خوشبودار دھواں اس کے کپڑوں کو لگے، اگر وہ دھواں قلیل لگا ہوگا تو اس پر صدقہ واجب ہوگا اور اگر کثیر لگا ہوگا تو دم واجب ہوگا اور دم واجب ہونے کا حکم اس وقت ہے جبکہ اس کو ایک دن یا زیادہ پہنا ہو لیکن اگر ایک دن سے کم پہنا تو صدقہ واجب ہوگا خواہ خوشبو کثیر لگی ہو جیسا کہ آگے آتا ہے، واللہ اعلم بالصواب، مؤلف)

(۵) اگر کسی (عاقل بالغ) مُحرم نے خوشبو لگائی تو اس پر کفارہ واجب ہوگا [۵] پس اگر خوشبو کثیر ہوگی تو دم واجب ہوگا اور اگر قلیل ہوگی تو صدقہ واجب ہوگا [۶] (۶) قلیل اور کثیر کے بارے میں امام محمد رحمہ اللہ کی عبارات میں اختلاف پایا جانے کی وجہ سے مشائخ فقہا نے بھی قلیل وکثیر کے درمیان حدِ فاصل قائم کرنے میں اختلاف کیا ہے امام محمد رحمہ اللہ کی بعض عبارتوں میں کثیر کی حد عضوِ کبیر (بڑا عضو) کو قرار دیا ہے اور بعض عبارتوں میں نفسِ خوشبو کی کثرت کو کثیر قرار دیا ہے اسی لئے بعض مشائخ نے خوشبو کے کثیر ہونے کے لئے بڑے عضو مثلاً ران و پنڈلی کا اعتبار کیا ہے اور بعض نے بڑے عضو کی چوتھائی کا اعتبار کیا ہے اور کہا ہے کہ اگر کسی مُحرم نے پنڈلی یا ران کے چوتھائی حصہ کو خوشبو لگائی تو دم واجب ہوگا اور اگر اس سے کم کو لگائی تو صدقہ

[۱] لباب و شرحہ وارشاد ملتقطاً [۲] بحر و فتح وغنیہ [۳] بحر و فتح وغنیہ ملتقطاً [۴] غنیہ [۵] ہدایہ [۶] ع بتصرف۔

واجب ہوگا اور شیخ امام ابو جعفر ہندوانی نے نفسِ خوشبو میں قلت و کثرت کا اعتبار کیا ہے نہ کہ عضو میں چنانچہ کہا ہے کہ اگر خوشبو فی نفسہٖ کثیر ہو اس طرح پر کہ دیکھنے والا اس کو کثیر سمجھے مثلاً عرق گلاب کی دو ہتھیلی یعنی دو چلّو بھر اور غالیہ کی ایک چلّو کثیر ہے اور اس سے کم قلیل ہے پس عرق گلاب کی ایک چلّو قلیل ہے اور مشک میں کثیر وہ ہے جس کو لوگ کثیر سمجھیں اگرچہ فی نفسہٖ وہ قلیل ہو اور قلیل وہ ہے جس کو لوگ قلیل جانیں اگرچہ فی نفسہٖ وہ کثیر ہو اور ان تینوں اقوال میں سے ہر قول کی طرف امام محمدؒ نے اشارہ کیا ہے[1] اور صحیح یہ ہے کہ ان اقوال میں تطبیق دی جائے اور یہ کہا جائے کہ اگر خوشبو فی نفسہٖ قلیل ہو تو عضوِ کامل کا اعتبار کیا جائے خوشبو کا نہیں اور اگر خوشبو کثیر ہو تو خوشبو کا اعتبار کیا جائے عضو کا نہیں[2] یہ شیخ الاسلام نے کہا ہے[3] پس قلیل خوشبو اپنے کسی پورے عضو یا زیادہ کو لگائی تو اس پر دم واجب ہوگا کیونکہ پورے عضو کو خوشبو لگانا کامل جنایت ہے اس لئے اس کی جزا بھی کامل ہی واجب ہوگی اور اگر قلیل خوشبو پورے عضو سے کم کو لگائی تو اس پر صدقہ واجب ہوگا کیونکہ یہ جنایت کامل نہیں ہے[4] یہی صحیح قول ہے اور عضو سے مراد عضو کبیر ہے جیسے سر، چہرہ، ڈاڑھی، منھ، ہاتھ، ہتھیلی، ران، پنڈلی، بازو وغیرہ، چھوٹے اعضا جیسے ناک، کان، آنکھ، انگلی، مونچھ وغیرہ کو خوشبو لگانا قلیل کے حکم میں ہے[5] مبسوط اور محیط میں ہے کہ اگر عورت نے احرام کی حالت میں اپنی ہتھیلی کو مہندی لگائی تو اس پر دم واجب ہوگا اور اس قول میں ہتھیلی کو عضوِ کامل قرار دیا ہے کیونکہ اس میں ہتھیلی کو خوشبو لگانے پر دم واجب ہونا کہا ہے[6] اور مونچھ چھوٹے اعضا میں سے ہے کیونکہ وہ ڈاڑھی کا حصہ ہے اور وہ کل ڈاڑھی کے چوتھائی سے کم ہے جیسا کہ فقہا نے اس کی تصریح کردی ہے پس مونچھ کو یہاں پر بڑے اعضا میں شمار کرنا جیسا کہ لباب المناسک میں ایسا کہا ہے اس کی کوئی وجہ ظاہر نہیں ہے[7] اور اگر کثیر خوشبو چوتھائی عضو کو لگائی تو اس پر دم واجب ہوگا اور اگر چوتھائی سے کم کو لگائی تو صدقہ واجب ہوگا[8] پس اگر قلیل خوشبو پورے عضو کو لگائی یا کثیر خوشبو چوتھائی عضو کو لگائی تو دم لازم ہوگا ورنہ صدقہ واجب ہوگا اور محیط میں اس کو صحیح کہا ہے[9] پس صدقہ واجب ہونے کے لئے دو شرطیں ہیں ایک یہ کہ خوشبو قلیل ہو دوسرے یہ کہ بڑے کامل عضو سے کم پر لگائی جائے، اور دم واجب ہونے کے لئے ایک شرط ہے وہ یہ کہ یا خوشبو کثیر ہو اگرچہ وہ پورے عضو سے کم پر لگائی جائے یا کامل عضو کبیر پر لگائی جائے اگرچہ وہ خوشبو قلیل ہو[10] اور غنیہ میں ہے کہ اگر خوشبو کثیر ہو اور عضوِ کبیر سے کم میں لگی ہو اگرچہ اس کے چوتھائی سے کم میں لگی ہو یا چھوٹے کامل عضو میں لگی ہو تو اس پر دم واجب ہوگا کیونکہ جب خوشبو کثیر ہو تو خوشبو کا اعتبار ہوگا عضو کا نہیں اور یہی صحیح ہے[11] خلاصہ یہ ہے کہ تھوڑی خوشبو عضوِ کبیر سے کم پر لگی ہو یا چھوٹے عضو پر لگی ہو اگرچہ پورے عضو پر ہو تو صدقہ واجب ہوگا اور اگر عضوِ کبیر کامل پر لگی ہو تو دم واجب ہوگا اور بہت سی خوشبو بڑے یا چھوٹے کامل یا کم عضو پر لگائی تو دم واجب ہوگا[12]

(۷) مذکورہ بالا تفصیل بدن میں خوشبو لگانے کے بارے میں تھی کپڑے (لباس) اور بچھونے (بستر) میں خوشبو لگانے کے بارے میں عضو کا اعتبار نہیں ہوگا بلکہ اس میں ہر حال میں خوشبو کی کثرت و قلت کا اعتبار ہوگا اور ابو جعفر ہندوانی کے قول کی بنا پر

---

[1] ش و ع و لباب و شرحہ و بحر و فتح ملتقطا [2] مع و ش [3] ش [4] ہدایہ و لباب و شرحہ و بحر و غیرہا ملتقطاً [5] لباب و شرحہ و ش و غنیہ تصرفاً ملتقطاً [6] بحر و شرح اللباب ملتقطاً [7] غنیہ [8] بحر و غیرہ [9] ش [10] لباب و شرحہ [11] غنیہ [12] زبدہ مع عمدہ تصرفاً۔

جو کہ پہلے بیان ہو چکا ہے اِسی کو ترجیح ہے کیونکہ وہ قول بدن اور لباس دونوں کے لئے عام ہے [۱] اور خوشبو کے تھوڑا یا زیادہ ہونے میں عرف کا اعتبار ہوگا جبکہ وہاں کوئی عرف رائج ہو (پس جس کو عرف میں زیادہ سمجھا جائے وہ زیادہ ہوگی اور جس کو تھوڑا سمجھا جائے وہ تھوڑی ہوگی) اور اگر کوئی عرف نہ ہو تو مبتلی بہ (استعمال کرنے والا) جس کو زیادہ سمجھے وہ زیادہ ہے اور جس کو وہ کم سمجھے وہ کم ہے، کتاب المجرد میں ہے کہ اگر محرم نے کپڑے میں خوشبو لگائی اور بالشت در بالشت (ایک بالشت مربع یعنی ایک بالشت طول اور ایک بالشت عرض) میں ہے اور پورے ایک دن (یا ایک رات) لگی تو اس پر واجب ہے کہ نصف صاع گندم دے اور اگر ایک دن سے کم لگی رہی تو ایک مٹھی گندم صدقہ کرے، اس سے معلوم ہوا کہ بالشت در بالشت کی مقدار قلیل میں داخل ہے [۲]۔ کیونکہ اس صورت میں صدقہ واجب کیا ہے دم واجب نہیں کیا اور اس سے یہ بھی افادہ ہوتا ہے کہ کثرت کا اعتبار کپڑے میں ہے نہ کہ خوشبو میں لیکن اس سے یہ افادہ نہیں ہوتا کہ کپڑے کے اکثر حصہ کا اعتبار ہے بلکہ اس کا ظاہر مطلب یہ ہے کہ اگر بالشت مربع سے زیادہ کپڑے کو خوشبو لگی ہو تو دم واجب ہوگا کیونکہ اب عرف میں وہ خوشبو کثیر شمار ہوگی پس اس لحاظ سے یہاں بھی خوشبو کے کثیر ہونے کا اعتبار ہوگا کپڑے کا اکثر حصہ ہونے کا اعتبار نہیں ہوگا اور اس بنا پر یہاں بھی اقوالِ فقہا میں وہی تطبیق جاری ہوگی جو پہلے بیان ہو چکی ہے اور وہ یہ ہے کہ اگر خوشبو فی نفسہٖ کثیر ہو تو دم واجب ہوگا خواہ وہ کپڑے کے ایک بالشت مربع سے بھی کم میں لگی ہو، لیکن اگر خوشبو کم ہو تو جب تک کپڑے کے ایک بالشت مربع سے زیادہ حصہ کو نہ لگے اس وقت تک دم واجب نہیں ہوگا [۳] اور کتاب المجرد کی مذکورہ بالا عبارت سے یہ بھی افادہ ہوتا ہے کہ کپڑے پر خوشبو لگنے میں زمانہ (وقت) کا بھی اعتبار ہے بخلاف عضوِ بدن پر خوشبو لگنے کے کہ اس میں زمانہ کا اعتبار نہیں ہے حتّٰی کہ اگر عضو پر خوشبو لگانے کے بعد اسی وقت دھو ڈالی تب بھی اس پر جزا واجب ہوگی [۴]۔ پس احرام باندھنے کے بعد جو خوشبو بدن پر لگائی جائے جزا واجب ہونے کے لئے اس کا کچھ وقت تک بدن پر باقی رہنا شرط نہیں ہے البتہ کپڑے پر لگنے کے بعد اس کا کچھ وقت تک باقی رہنا وجوبِ جزا کے لئے شرط ہے پس اگر محرم کے تمام بدن یا عضوِ کامل کو قلیل خوشبو لگی یا اکثر عضو یا اقلِ عضو کو کثیر خوشبو لگی تو اس پر دم واجب ہے اگرچہ اس نے خوشبو کو اسی وقت دھو دیا ہو اور اگر اس کے کپڑے پر خوشبو لگی اور اس نے اس کو (اسی وقت) کھرچ دیا یا دھو دیا تو اس پر کچھ جزا واجب نہیں ہے اگرچہ خوشبو بہت زیادہ لگی ہو اور اگر خوشبو اس کے کپڑے پر ایک دن تک لگی رہی تو اس پر دم واجب ہے اور اگر ایک دن سے کم رہی تو صدقہ واجب ہے [۵]۔

(۸) کسی مُحرم نے کُسم یا ورس یا زعفران سے رنگا ہوا لباس پہنا جس سے خوشبو آتی ہو اگر ایک دن (یا ایک رات) تک پہنا تو اس پر دم واجب ہوگا اور اس سے کم عرصہ پہننے پر صدقہ واجب ہوگا [۶]۔ اور اگر اس سے خوشبو نہیں آتی تو اس پر کچھ واجب نہیں ہوگا اگرچہ اس کو خوشبو کے ساتھ رنگا گیا ہو [۷]۔ اگر بیت اللہ شریف کی بہت سی خوشبو کسی مُحرم کے کپڑے کو لگ گئی (اور ایک دن تک لگی رہی) تو اس پر دم واجب ہوگا اور اگر تھوڑی خوشبو لگی (یا زیادہ خوشبو ایک دن سے کم تک لگی رہی) تو صدقہ واجب ہوگا [۸]۔ ہشام رحمہ اللہ کی منتقٰی میں امام محمد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ اگر کسی گھر یا قبر کی خوشبو کسی محرم کے کپڑے کو لگ گئی اور اس نے اس کو (اسی وقت)

---

[۱] بحر و در ملتقطاً [۲] فتح و بحر و ش و ع ملتقطاً [۳] ش [۴] بحر و ش و فتح [۵] لباب و شرحہ و منحہ [۶] لباب و شرحہ و ارشاد ملتقطاً [۷] ارشاد [۸] لباب و شرحہ

کھرچ دیا تو اس پر کچھ واجب نہیں ہے اگرچہ وہ کثیر ہو اور اگر وہ خوشبو اس کے جسم کو لگی اور وہ کثیر تھی تو اس پر دم واجب ہوگا[۱] (اگرچہ اس نے اسی وقت دھو دیا ہو، مؤلف) کپڑے اور بدن میں خوشبو لگنے میں وقت (زمانہ) کا اعتبار ہونے یا نہ ہونے کا فرق اس لئے ہے کہ کپڑوں کو خوشبو لگنے سے بچانا دشوار ہے کیونکہ بعض گھروں کی دیواروں اور دکانوں کے اطراف میں خوشبو لگی ہوئی ہوتی ہے کپڑے بلا اختیار بھی اس سے مس ہوتے رہتے ہیں اور بدن کا خوشبودار جگھوں سے مس ہونا شاذونادر ہی ہو سکتا ہے اس لئے خوشبو زائل کرنے کی مدت کو کپڑوں میں معاف کر دیا (اور وسعت دیدی) لیکن بدن میں معاف نہیں کیا واللہ اعلم[۲]

(۹) محرم کے لئے اپنی چادر وغیرہ کے کونے میں خوشبو کا باندھنا جائز نہیں ہے پس اگر کسی محرم نے اپنی چادر یا تہبند کے کنارہ (پلہ) میں مشک یا کافور یا عنبر وغیرہ خوشبو باندھی اور وہ کثیر ہے اور وہ اس کو ایک دن یا ایک رات پہنے رہا تو دم واجب ہوگا اور اگر خوشبو تھوڑی تھی یا وہ کپڑا اوپر ایک دن یا کامل ایک رات نہیں پہنا بلکہ کم عرصہ پہنا تو صدقہ واجب ہوگا اور اگر عُود چادر وغیرہ کے کنارے میں باندھی تو اس پر کچھ جزا واجب نہیں ہوگی اگرچہ اس میں سے خوشبو آتی ہو[۳] کیونکہ مشک وغیرہ خوشبو کا جزو کپڑے کو لگ جاتا ہے اور عُود کا کوئی جزو کپڑے کو نہیں لگتا[۴] اور یہ جو فقہا نے کہا ہے کہ "اگرچہ عود سے خوشبو آتی ہو" یہ بحرالرائق وغیرہ میں مذکور ہے لیکن اس میں ہے کہ عود کو آگ پر جلانے سے خوشبو آتی ہے ویسے اس سے کوئی خوشبو نہیں آتی اور اگر بالفرض عود کو مثلاً رگڑنے سے خوشبو آتی ہو تو پھر اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ اس کا حکم بھی مشک و عنبر وغیرہ کی طرح ہوگا کیونکہ ان میں بھی علت خوشبو کا پایا جانا ہی ہے[۵] پس پہننے کے کپڑے میں خوشبو باندھنے سے جزا واجب ہونے کا حکم اُن خوشبوؤں کے لئے ہے جس کا کچھ جزو کپڑے میں لگ جاتا ہے یا خوشبو کپڑے میں سرایت کر جاتی ہے جیسے کافور مشک وغیرہ اور جس خوشبو کا کوئی جزو کپڑے کو نہیں لگتا اور اس کی خوشبو کپڑے میں سرایت نہیں کرتی بلکہ جب تک اس کو آگ میں نہ ڈالا جائے اس کی خوشبو نہیں اُڑتی جیسے عود و صندل وغیرہ ایسی خوشبو کو پہنے بغیر پہنے ہوئے کپڑے میں باندھنے سے کچھ لازم نہیں آتا[۶]

(۱۰) اگر بدن میں متفرق طور پر کئی اعضا کو تھوڑی تھوڑی خوشبو لگائی تو اس کو جمع کیا جائے گا اگر جمع کرنے کے بعد بڑے اور کامل عضو کے برابر ہو جائے گی تو دم واجب ہوگا ورنہ صدقہ واجب ہوگا[۷] اور ظاہر یہ ہے کہ تھوڑی تھوڑی خوشبو لگے ہوئے متفرق اعضا کی خوشبو والی جگہ کا مجموعہ ان خوشبو لگے ہوئے اعضا میں سے سب سے چھوٹے عضو کے برابر پہنچنے کا اعتبار ہوگا جیسا کہ فقہا نے ستر عورت کھل جانے کے مسئلہ میں اعتبار کیا ہے لیکن یہ ضروری ہے کہ وہ خوشبو لگا ہوا سب سے چھوٹا عضو بڑے اعضا میں شمار ہوتا ہو کیونکہ چھوٹے عضو پر خوشبو لگانے سے دم واجب نہیں ہوتا جبتک خوشبو کثیر نہ ہو[۸] (جیسا کہ بیان ہو چکا ہے)۔

(۱۱) عضو سے زائد کو خوشبو لگانے کا حکم وہی ہے جو عضو کامل کبیر کا بیان ہوا ہے اور تمام بدن عضو واحد کی مانند ہے جبکہ خوشبو لگانے کی مجلس متحد ہو ورنہ ہر دفعہ خوشبو لگنے کا کفارہ الگ ہوگا[۹] پس اگر محرم نے بدن کے تمام اعضا کو ایک ہی مجلس میں خوشبو لگائی تو اس پر ایک ہی کفارہ یعنی ایک ہی دم واجب ہوگا اور اگر تمام بدن کو کئی مجالس میں (مختلف وقت میں ایک ہی جگہ پر یا مختلف جگہ پر)

---

۱ ارشاد ۲ حیات ۳ لباب شرحہ و ش و غنیہ ۴ غنیہ ۵ شرح اللباب ۶ حیات ۷ لباب شرحہ و ش و فتح ۸ ش ۹ در۔

خوشبو لگائی تو ہر مجلس (ہر دفعہ) کا کفارہ علیحدہ علیحدہ واجب ہوگا خواہ پہلی مجلس کا کفارہ ادا کر دیا ہو یا ادا نہ کیا ہو، یہ امام ابوحنیفہ و امام ابو یوسف رحمہما اللہ کے نزدیک ہے اور امام محمدؒ کے نزدیک جب تک پہلا کفارہ ادا نہیں کیا ایک ہی کفارہ واجب ہوگا [۱]

(۱۲) جب خوشبو لگانے کی وجہ سے جزا واجب ہو جائے تو کفارہ ادا کرنے سے پہلے خوشبو کو کپڑے یا بدن سے دُور کرنا واجب ہے کیونکہ یہ معصیت ہے پس اس کا بدن یا کپڑے سے دُور کرنا لازمی ہے اور کفارہ دے دینے سے اس خوشبو کا باقی رکھنا مباح نہیں ہوتا اور اس کو چاہئے کہ کسی غیر مُحرِم سے جو وہاں موجود ہو خوشبو دُھلوائے خود نہ دھوئے تاکہ دھوتے وقت خوشبو کے استعمال سے گنہگار نہ ہو اور اگر وہ خوشبو پانی بہانے سے زائل ہو سکتی ہے تو اسی پر اکتفا کرے (یعنی خود اس پر پانی بہادے اس کو ہاتھ نہ لگائے) اگر خوشبو لگانے کی جنایت کا کفارہ دیدیا اور خوشبو کو دُور نہ کیا تو اس کے باقی رہنے کی وجہ سے اس پر دوسرا دم واجب ہونے میں اختلاف ہے اور دونوں میں اظہر قول یہ ہے کہ اس پر دوسرا دم واجب ہوگا کیونکہ جب اس کی ابتدا ممنوع ہے تو اس کا باقی رکھنا بھی ابتدا کی طرح ممنوع ہوگا اور روایت سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے اور وہ روایت منتقی ہشام میں امام محمدؒ سے منقول ہے کہ جب مُحرِم کو کثیر خوشبو لگ جائے اور اس کی جزا میں دم ذبح کر دے اور خوشبو کو اسی طرح لگا رہنے دے تو اس پر اس خوشبو کو دُور نہ کرنے کی وجہ سے دوسرا دم واجب ہوگا اور یہ صورت اس کے مشابہ نہیں ہے کہ احرام باندھنے سے پہلے خوشبو لگائے پھر احرام باندھے اور وہ خوشبو اسی طرح لگی رہے (کہ اس پر کچھ جزا واجب نہیں ہوگی [۲]۔ اسی طرح ہر جنایت کا حکم ہے کہ اگر اس کا کفارہ دیدیا اور اس جنایت کو باقی رکھا (یعنی اس کا ازالہ نہیں کیا) تو اس پر دوسرا کفارہ واجب ہوگا [۳]

(۱۳) خوشبو کے استعمال سے جزا واجب ہونے میں فقہا نے یہ قید لگائی ہے کہ خوشبو کا استعمال احرام کی حالت میں کیا ہو پس اگر احرام باندھنے سے پہلے احرام کے کپڑوں کو خوشبو کی دھونی دیکر پہنا پھر احرام باندھا تو اس پر کچھ جزا واجب نہیں ہے کیونکہ جو خوشبو احرام باندھنے سے پہلے لگائی جائے اس کے سونگھنے اور اس کے اس پر باقی رہنے کا کوئی مضائقہ نہیں ہے خواہ کتنی ہی مدت باقی رہے اور احرام کی نیت کرنے سے پہلے لگائی ہوئی خوشبو اگر احرام کی نیت کرنے کے بعد اس کے ایک عضو سے دوسرے عضو کو خود بخود لگ گئی تو بالاتفاق اس پر کوئی جزا واجب نہیں ہوگی (اور اس کا سونگھنا بھی مکروہ نہیں ہے [۴])۔ البتہ ہمارے فقہا کا اختلاف اس صورت میں ہے جبکہ احرام باندھنے کے بعد خوشبو لگائی اور اس کا کفارہ دیدیا لیکن اس خوشبو کو باقی رہنے دیا پس بعض نے کہا کہ اس پر اس خوشبو کے باقی رہنے سے اور کوئی کفارہ واجب نہیں ہوگا اور بعض نے کہا کہ اس پر دوسرا کفارہ واجب ہوگا [۵] (جیسا کہ اس کی تفصیل ع۱۲ میں بیان ہو چکی ہے، مؤلف) اگر احرام باندھنے کے بعد اپنے کسی عضو کو خوشبو لگائی پھر وہ پسینہ وغیرہ سے ازخود دوسرے عضو کو جا لگی تو ایک ہی جزا واجب ہوگی [۶]۔ خوشبو کے ایک جگہ سے دوسری جگہ ازخود لگ جانے کی تعبیر اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ اگر احرام باندھنے کے بعد خوشبو لگائی اور پھر محرم نے اس کو ایک عضو سے دوسرے عضو کو لگایا تو اس پر متعدد جزائیں واجب ہوں گی [۷] (یعنی جتنی جگہ وہ خوشبو منتقل کرے گا اتنی ہی جزائیں واجب ہوں گی، مؤلف)

[۱] لباب و شرحہ و فتح و بحر و ش ملتقطاً [۲] بحر و فتح و ع و در و ش و لباب و شرحہ و غنیہ ملتقطاً [۳] زبدہ [۴] علم [۵] فتح و لباب و شرحہ و بحر و غنیہ ملتقطاً
[۶] حیات [۷] شرح اللباب وغیرہ۔

(۱۴) خوشبو کا استعمال مرد کرے یا عورت، جان بوجھ کر کرے یا غلطی سے، احرام یاد ہوتے ہوئے کرے یا بھول کر، کسی کی زبردستی سے کرے یا اپنی مرضی سے قصداً کرے یا بلاقصد، ان سب صورتوں میں جزا واجب ہونے میں کوئی فرق نہیں ہے[1] (جیسا کہ مقدمہ میں مفصل بیان ہو چکا ہے مؤلف)

(۱۵) اگر مُحرِم کسی دوسرے مُحرم یا حلال یعنی بغیر احرام والے شخص کو اس طرح پر خوشبو لگائے کہ خود اس کے استعمال میں نہ آئے یعنی اس کے ہاتھ وغیرہ میں خوشبو نہ لگے تو بالاجماع فاعل یعنی لگانے والے پر کچھ جزا واجب نہیں ہوگی جیسا کہ اگر مُحرِم کسی دوسرے مُحرم یا غیر مُحرم کو سِلا ہوا لباس پہنائے تو کچھ جزا واجب نہیں ہوتی لیکن اس میں کوئی شک نہیں کہ مُحرم یا غیر مُحرِم کا مُحرم کو خوشبو لگانا یا اس کو سِلا ہوا لباس پہنانا حرام ہے کیونکہ وہ اس ممنوع فعل کے ارتکاب کا سبب بنے گا اور مُحرم مفعول یعنی خوشبو لگوانے والے پر جزا واجب ہوگی کیونکہ اس نے اس سے استفادہ کیا ہے[2]

کھانے پینے میں خوشبو کا استعمال

(۱) خالص خوشبو کا کھانا امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک محظورات احرام میں سے ہے صاحبین کا اس میں خلاف ہے پس اگر کسی نے زیادہ خوشبو کھائی تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اس پر دم واجب ہوگا اور اکثر مشائخ کے قول کے بموجب زیادہ وہ ہے جو منھ کے اکثر حصہ میں لگ جائے اور اگر تھوڑی خوشبو کھائی یعنی اتنی جو منھ کے اکثر حصہ میں نہیں لگتی تو امام صاحب کے نزدیک اس پر صدقہ واجب ہوگا، ظاہر المذہب میں صدقہ سے مراد نصف صاع ہے اور یہ حکم اس وقت ہے جبکہ خوشبو کو کھانے میں ملائے اور پکائے بغیر جیسی ہے ویسی ہی خالص کھائے اور امام ابویوسف وامام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک خوشبو کھانے سے کوئی جزا لازم نہیں آتی خواہ تھوڑی کھائے یا زیادہ[3]

(۲) اگر خوشبو مثلاً زعفران، لونگ، سونٹھ، دارچینی وغیرہ گرم مصالحہ کو کھانے میں پکتے وقت یا پکنے کے بعد جس طرح بھی رواج ہو ملایا جائے تو اس کے کھانے سے بالاتفاق کچھ جزا واجب نہیں ہوگی خواہ اس کھانے سے خوشبو آتی ہو یا نہ آتی ہو اس لئے کہ وہ خوشبو کھانے کے ساتھ آگ پر پک کر ختم ہوگئی اور کھانے کے تابع ہوگئی پس اس کا حکم ساقط ہوگیا یعنی اب وہ خوشبو کے حکم میں نہیں رہی او طعام (کھانا) ہوگئی اسی طرح ہر وہ خوشبو جس کو آگ نے متغیر کر دیا ہو اس کے کھانے کا کوئی مضائقہ نہیں ہے (اور اس پر کچھ جزا واجب نہیں ہے) اگرچہ اس سے خوشبو آتی ہو[4] اس لئے کہ وہ ختم ہو کر خوشبو کے حکم میں نہیں رہی۔

(۳) اگر خوشبو کو پکے ہوئے کھانے میں نہیں ملایا بلکہ ایسی چیز میں ملایا جو بغیر پکائے کھائی جاتی ہے مثلاً زعفران کو نمک وغیرہ میں ملایا تو اجزا کے غلبہ کا اعتبار ہوگا رنگ کے غلبہ کا اعتبار نہیں ہوگا پس اگر نمک کے اجزا غالب ہوں گے تو اس پر کچھ جزا واجب نہیں ہوگی اگرچہ اس کو زیادہ مقدار میں کھایا ہو کیونکہ وہ خوشبو مغلوب غیر مطبوخ ہے پس وہ مطبوخ مستہلک کی مانند ہے البتہ اگر اس میں سے خوشبو آتی ہو تو اس کا کھانا مکروہ ہوگا اور اگر مثال مذکورہ میں خوشبو کے اجزا نمک کے اجزا پر غالب ہوں گے تو اب اس کا حکم وہی ہوگا جو زعفران خالص کھانے کا ہے کہ اس کے زیادہ مقدار میں کھانے پر دم واجب ہوگا اور کم مقدار میں کھانے پر صدقہ واجب ہوگا اگرچہ اس سے خوشبو کبھی نہ آتی ہو اس لئے کہ اجزا کے غلبہ کا اعتبار ہے خوشبو کے پائے جانے کا اعتبار نہیں ہے[5]

---

[1] لباب وشرحہ وبدائع ودع وغیرہا ملتقطاً [2] لباب وشرحہ وش ملتقطاً [3] لباب وشرحہ وفتح وبحر ومنحہ وغنیہ بتصرف [4] بدائع ولباب وشرحہ وغنیہ وفتح وغیرہا ملتقطاً [5] لباب وشرحہ وفتح وبحر ومنحہ ودع وغنیہ ملتقطاً۔

(۴) اور اگر خوشبو کو کسی پینے کی چیز میں ملایا مثلاً زعفران یا الائچی یا لونگ کو قہوہ میں ملایا تو اس میں خوشبو کا حکم ہوگا یعنی اس کے پینے پر جزا واجب ہوگی خواہ وہ خوشبو مائع ہو یا جامد ہو اور خواہ خوشبو غالب ہو یا جس چیز میں خوشبو ملائی وہ غالب ہو مگر یہ کہ اگر اجزا کے اعتبار سے خوشبو غالب ہو تو اس کے پینے سے دم واجب ہوگا جبکہ زیادہ پیا جائے اور اگر زیادہ نہ پیا جائے تو صدقہ واجب ہوگا اور اجزا کے اعتبار سے خوشبو مغلوب ہو اور جس چیز میں خوشبو ملی ہوئی ہو وہ غالب ہو تو صدقہ واجب ہوگا لیکن ایک ہی مجلس میں چند بار پینے کی صورت میں اس پر بھی دم واجب ہوگا اور اگر مختلف مجالس میں چند بار پیا تو ہر دفعہ کے لئے ایک صدقہ واجب ہوگا [۱] اور یہ اکثر فقہا کا قول ہے اور فقہا نے مشروب (پینے کی چیز) کے مطبوخ و غیر مطبوخ ہونے میں کوئی فرق نہیں کیا بخلاف ماکول (کھانے کی چیز) کے، جو چیز بغیر پکائے کھائی جائے اس میں خوشبو مغلوب طور پر ملی ہوئی ہو اور وہ مشروب جس میں خوشبو مغلوب طور پر ملائی گئی ہو، ان دونوں میں فقہا نے فرق کیا ہے وہ یہ کہ پہلی چیز یعنی ماکول غیر مطبوخ مخلوط بالطیب المغلوب کے کھانے سے کوئی جزا لازم نہیں ہوگی اور دوسری چیز یعنی مشروب مخلوط بالطیب المغلوب کے کھانے سے صدقہ واجب ہوگا [۲] خلاصہ یہ ہے کہ مشروب مخلوط بالطیب اور ماکول مخلوط بالطیب کے درمیان فرق اس وقت ہے جبکہ خوشبو مغلوب ہو پس اگر مشروب میں خوشبو مغلوب ہو اور دوسری چیز غالب ہو تب بھی جزا واجب ہوگی (اور وہ جزا صدقہ ہے، مؤلف) اور ماکول (کھانے کی چیز) میں اگر خوشبو مغلوب ہو اور دوسری چیز غالب ہو تو کچھ جزا واجب نہیں ہوگی اور اگر کھانے اور پینے کی چیز میں خوشبو غالب ہو اور دوسری چیز مغلوب ہو تو ان دونوں کے حکم میں کوئی فرق نہیں ہے [۳] (یعنی دونوں کے کھانے پینے سے دم واجب ہوگا، مؤلف) اور بحرالرائق میں ہے کہ ماکول و مشروب مخلوط بالطیب المغلوب میں بھی یکساں حکم ہونا چاہئے، یا دونوں صورتوں میں کچھ واجب نہ ہو جیسا کہ ماکول مخلوط بالطیب المغلوب کا حکم ہے یا دونوں صورتوں میں صدقہ واجب ہو جیسا کہ مشروب مخلوط بالطیب المغلوب کا حکم ہے [۴] امام زیلعیؒ نے خوشبو ملے ہوئے کھانے میں خوشبو کے غالب یا مغلوب ہونے کے حکم میں کوئی فرق نہیں کیا ہے اور ان کے کلام سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ خوشبو ملے ہوئے طعام اور مشروب کے حکم میں بھی کوئی فرق نہیں ہے [۵] اور امام حلبیؒ نے بھی اپنی مناسک میں خوشبو ملی ہوئی کھانے اور پینے کی چیزوں کے احکام یکساں بیان کئے ہیں اور شاید کثیر سے مراد یہاں پر وہ ہے جس کو عادل عارف (جس کو کم و زیادہ میں تمیز کرنے کا ملکہ ہو) زیادہ سمجھے وہ زیادہ ہے ورنہ قلیل ہے [۶]

(۵) جس حلوہ (مٹھائی) کو عود وغیرہ کی دھونی دی گئی ہو اس کے کھانے سے کوئی جزا واجب نہیں ہوتی لیکن اگر اس میں سے خوشبو آتی ہو تو اس کا کھانا مکروہ ہے حلوائے قاروت کہ جس کے اجزا میں گلاب و مشک ہوتا ہے اس کے زیادہ کھانے میں دم واجب ہوگا اور قلیل کھانے میں صدقہ واجب ہوگا [۷] بظاہر اس سے مراد وہ مٹھائی ہے جو بغیر پکائے تیار کی جاتی ہے لیکن اگر مطبوخ ہو تو اس پر مطلقاً کچھ جزا واجب نہیں ہے جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے [۸] خبیص اصفر یعنی حلوائے مزعفر (کھجور و گھی کا حلوہ جس میں زعفران ملا کر پکایا گیا ہو، مؤلف) کھانا جائز ہے [۹]

---

[۱] لباب و شرحہ و ش و بحر و فتح و غنیہ ملتقطاً [۲] غنیہ [۳] لباب و شرحہ [۴] بحر و ش [۵] منحہ و ارشاد [۶] بحر و غنیہ ملتقطاً [۷] بحر و ش و ارشاد [۸] ش و منحہ ملتقطاً [۹] معلم

(۶) لیمن، سوڈا یا اور کوئی پانی کی بوتل یا شربت جس میں خوشبو ملائی گئی ہو احرام کی حالت میں پینا جائز ہے اور جس بوتل یا شربت میں خوشبو ملی ہوئی ہو اگرچہ برائے نام ہو اس کے پینے سے صدقہ واجب ہوگا؎۱

(۷) اوپر جو کچھ بیان ہوا یہ کھانے اور پینے کی چیزوں میں خوشبو ملانے کا تھا لیکن اگر بدن پر استعمال ہونے والی چیزوں اُشنان وغیرہ میں خوشبو ملائی تو اس کا حکم پینے کی چیزوں میں خوشبو ملانے کی مانند ہے؎۲ (اس کی تفصیل خطمی وغیرہ استعمال کرنے کے بیان میں مذکور ہے، مؤلف)

خوشبودار سرمہ کا استعمال

اگر خوشبودار سرمہ ایک یا دو بار لگایا تو صدقہ واجب ہوگا اور اگر تین بار یا زیادہ لگایا تو دم واجب ہوگا اور اگر ایسا سرمہ لگایا جس میں خوشبو ملی ہوئی نہیں ہے تو کوئی مضائقہ نہیں ہے اور اس پر دم یا صدقہ کوئی جزا واجب نہیں ہے اگرچہ بلا عذر استعمال کیا ہو لیکن اس کو بلا ضرورت استعمال نہ کرنا اولیٰ ہے کیونکہ اس میں زینت پائی جاتی ہے اور اگر ضرورت ہو تو اُس کا ترک اولیٰ نہیں ہے، خوشبودار سرمہ لگانے میں کثرتِ فعل کا اعتبار ہے کثرتِ خوشبو کا نہیں، پس ایک یا دو دفعہ کے لگانے سے دم واجب نہیں ہوگا اگرچہ سرمہ میں بہت زیادہ خوشبو ملی ہوئی ہو؎۳، اگر خوشبودار سرمہ ضرورت کی وجہ سے لگایا تو کفارہ بطور تخییر واجب ہوگا؎۴ (یعنی دم واجب ہونے کی صورت میں وہ دم (قربانی) ذبح کرے یا روزے رکھے یا کھانا کھلائے اور صدقہ واجب ہونے کی صورت میں صدقہ دینے یا روزہ رکھنے میں اختیار ہوگا کما مر فی القواعد الکلیۃ، مؤلف)

خوشبو کو دوا کے طور پر استعمال کرنا

(۱) اگر خالص خوشبو کو دوا کے طور پر لگایا یا ایسی دوا لگائی جس میں خوشبو غالب ہے اور وہ دوا خوشبو ملانے کے بعد پکائی نہیں گئی پس جب وہ خالص خوشبو یا خوشبو والی دوا زخم (یا پھوڑے) پر لگ گئی اور وہ جگہ ایک بڑے عضو کی برابر یا اس سے زیادہ نہیں ہے تو صدقہ واجب ہوگا لیکن اگر اس کو دوسری مرتبہ لگایا تو دم واجب ہوگا کیونکہ کثرتِ فعل کثرتِ خوشبو کے حکم میں ہے، اور اگر زخم ایک بڑے عضو کی برابر یا اس سے زیادہ ہے تو ایک دفعہ کے لگانے سے ہی دم واجب ہوگا؎۵ لیکن اس کو کفارہ ادا کرنے میں دم یا روزہ یا صدقہ میں اختیار ہوگا جیسا کہ آگے آئیگا؎۶ اگر خوشبو دوا میں ملا کر پکائی گئی ہو تو اس کے لگانے سے کچھ واجب نہیں ہوگا؎۷

(۲) اگر ایک زخم پر کئی مرتبہ خوشبودار دوا لگائی یا ایک ہی دفعہ کی لگائی ہوئی دوا زخم کے صحیح ہونے تک لگی رہی خواہ کتنی ہی مدت گذر جائے اس پر ایک ہی کفارہ واجب ہوگا کیونکہ علت موجبہ کا حکم (یعنی عذر) باقی ہے، اسی طرح اگر اس زخم کے اچھا ہونے سے پہلے اسی جگہ یا کسی دوسری جگہ دوسرا زخم ہوگیا اور اس نے دونوں زخموں پر خوشبودار دوا لگائی تو جب تک پہلا زخم اچھا نہ ہو ایک ہی کفارہ کافی ہوگا کیونکہ جب تک علتِ مشترکہ باقی رہے جزا میں تداخل ہو جائے گا، اور اگر پہلا زخم اچھا ہونے کے بعد دوسرے زخم پر دوا لگائی تو اس پر امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک دوسرا کفارہ بھی واجب ہوگا خواہ اس نے پہلا کفارہ ادا کر دیا ہو یا نہ کیا ہو، اور امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک جب تک پہلا کفارہ ادا نہیں کیا دونوں زخموں کیلئے ایک ہی کفارہ واجب ہوگا؎۸

(۳) خلاصہ یہ ہے کہ مشک و عنبر و غالیہ و کافور وغیرہ جو کہ فی نفسہ خوشبو ہیں خواہ ان کو خالص استعمال کیا جائے یا

؎۱ معلم ؎۲ ارشاد و ش تصرفاً ؎۳ لباب و شرحہ و منحہ و غنیہ و فتح و ع و بدائع تصرفاً و ملتقطاً ؎۴ فتح و غنیہ ؎۵ لباب و شرحہ و غنیہ و ارشاد ملتقطاً ؎۶ ش ؎۷ زبدہ ؎۸ لباب و شرحہ و غنیہ و بحر و ع۔

یا کسی دوسری چیز میں ملا کر بغیر پکائے استعمال کیا جائے اور خواہ دوا کے طور پر استعمال کیا جائے یا بغیر دوا کے یعنی خواہ عذر سے ہو یا بلا عذر ہر حال میں جزا واجب ہوگی لیکن عذر کی حالت میں جزا متخیر واجب ہوگی [1]

مہندی اور وسمہ کا استعمال

(۱) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ حنا خوشبو ہے اس کو بیہقی و نسائی نے روایت کیا ہے[2] پس اگر کسی مرد و عورت نے احرام کی حالت میں اپنے سر یا اس کے چوتھائی حصہ کو یا کسی مرد نے اپنی ڈاڑھی کو یا مرد و عورت نے اپنے ہاتھ یا ہتھیلی یا کسی اور بڑے عضو کامل کو مہندی لگائی اور وہ مہندی پتلی تھی تو اس پر ایک دم واجب ہوگا اور اگر چوتھائی سر سے کم میں پتلی مہندی لگائی تو صدقہ واجب ہوگا (خواہ مہندی لگانے کے بعد فوراً ہی دھودی گئی ہو، مؤلف)

(۲) اور اگر کسی محرم مرد نے اپنے سارے سر یا اس کے چوتھائی حصہ کو گاڑھی مہندی لگائی اور وہ کامل ایک دن یا ایک رات لگی رہی تو اس پر دو دم واجب ہوں گے، ایک دم خوشبو کے استعمال کی وجہ سے اور دوسرا دم سر ڈھانپنے کی وجہ سے، اور اگر محرم مرد نے اپنے چوتھائی سر سے کم پر گاڑھی مہندی لگائی یا چوتھائی سر یا زیادہ یا پورے سر پر ایک دن یا ایک رات سے کم وقت تک لگائی تو ایک دم اور ایک صدقہ واجب ہوگا، دم تو خوشبو کے استعمال کی وجہ سے ہر حال میں واجب ہوگا اور صدقہ چوتھائی سر سے کم یا ایک دن یا رات سے کم لگا رہنے کی وجہ سے واجب ہوگا اور اگر عورت نے اپنے پورے سر یا چوتھائی حصہ کو گاڑھی مہندی لگائی تو اس پر ایک ہی دم واجب ہوگا اور وہ خوشبو کے استعمال کی وجہ سے ہوگا جیسا کہ پتلی مہندی لگانے کا حکم ہے کیونکہ عورت کے لئے سر کو ڈھانکنا منع نہیں ہے (اور اگر عورت نے چوتھائی سر سے کم پر گاڑھی مہندی لگائی تو ایک صدقہ واجب ہوگا جیسا کہ پتلی مہندی لگانے کا حکم ہے، مؤلف)

(۳) اگر مہندی کے علاوہ کسی اور چیز مثلاً حب الاٰس یا گوند وغیرہ کا گاڑھا لیپ پورے یا چوتھائی سر کو لگایا تو اس پر ایک دم واجب ہوگا لیکن اگر خطمی کا لیپ لگایا اور ایک دن یا ایک رات کامل لگا رہا تو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک اس پر دو دم واجب ہوں گے جیسا کہ آگے آتا ہے (مؤلف)

(۴) اگر مرد نے اپنے پورے یا چوتھائی سر پر وسمہ کا خضاب (لیپ) لگایا اگر وہ گاڑھا تھا اور کامل ایک دن یا ایک رات لگا رہا تو اس پر ایک دم واجب ہوگا اور یہ دم خضاب کی وجہ سے واجب نہیں ہوگا بلکہ سر کو ڈھانپنے کی وجہ سے واجب ہوگا اور ایک دن یا ایک رات سے کم یا چوتھائی سر سے کم لگایا تو صدقہ واجب ہوگا [3] اور اگر وسمہ پتلا تھا اور اس کو سر پر لگایا یا گاڑھا وسمہ ڈاڑھی پر لگایا تو اس پر کچھ واجب نہیں ہوگا کیونکہ یہ خوشبو نہیں لیکن اگر اس سے جوئیں مر جانے کا خوف ہو تو کچھ صدقہ کر دے کیونکہ اس لحاظ سے یہ جنایت کے معنی میں ہے لیکن یہ جنایت کامل نہیں ہے پس اس سے صدقہ لازم آئے گا [4] یعنی اگر سر پر وسمہ اتنا پتلا لگائے کہ سر نہ ڈھکے تو اشنان اور بیری کے پتوں سے غسل کرنے کی مانند اس پر کچھ جزا واجب نہیں ہے اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک اس میں صدقہ ہے کیونکہ یہ بالوں کو نرم کرتا اور جوؤں کو مارتا ہے [5] اور یہاں صدقہ سے مراد اصطلاحی صدقہ یعنی نصف صاع گندم نہیں ہے بلکہ کچھ خیرات کر دینا ہے جیسا کہ معراج الدرایہ میں ہے کہ کچھ دیدے [6] وسمہ نیل کے پتوں کو کہتے ہیں اور یہ

---

[1] بحر و در و ملتقط و زیادۃ [2] ہدایہ و فتح و بحر و غیرہا [3] لباب و شرحہ وغیرہ [4] بحر و غنیہ تصرفاً [5] فتح [6] ہدایہ و بحر و ع۔

دو قسم کا ہوتا ہے، یا ایک قسم کی نباتات ہے جس کے پتوں سے خضاب کرتے ہیں [۱] امام ابو یوسف رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ اگر دردسر کے علاج کے لئے وسمہ کا خضاب کیا تو سر ڈھکنے کی وجہ سے اس پر جزا واجب ہوگی یہی صحیح ہے [۲]

خطمی وغیرہ کا استعمال

(۱) اگر خطمی سے سر کے بال یا ڈاڑھی دھوئی تو امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک اس پر دم واجب ہوگا اس لئے کہ اس میں خوشبو ہوتی ہے نیز یہ میل کچیل کو دور کرتی ہے اور جوں وغیرہ کو مارتی ہے اور امام ابو یوسف و امام محمد رحمہما اللہ نے کہا کہ اس پر صدقہ واجب ہوگا کیونکہ یہ خوشبو نہیں ہے لیکن جوں وغیرہ کو مارتی اور میل کچیل کو دور کرتی ہے، بعض فقہا نے کہا ہے کہ امام صاحب کا قول عراقی خطمی کے بارے میں ہے، اس میں خوشبو ہوتی ہے اور صاحبین کا قول شامی خطمی کے بارے میں ہے اس میں خوشبو نہیں ہوتی، پس تینوں اماموں میں کوئی اختلاف نہیں ہے یعنی اس تفصیل کی بنا پر عراقی خطمی میں بالاتفاق دم واجب ہوگا اور شامی خطمی میں بالاتفاق صدقہ واجب ہوگا [۳]

(۲) اگر خطمی کا گاڑھا لیپ سر پر کیا اور اس سے سارا یا چوتھائی سر ڈھک گیا تو اس پر حنا کی طرح دو دم واجب ہوں گے جیسا کہ مہندی کے بیان میں گذر چکا ہے [۴] یعنی ایک دم سر ڈھانکنے کی وجہ سے بالاتفاق واجب ہوگا جبکہ کامل ایک دن یا ایک رات وہ لیپ لگا رہا اور اگر ایک دن یا رات سے کم یا چوتھائی سر سے کم پر لگا تو صدقہ واجب ہوگا اور دوسرا دم خوشبو کے استعمال کی وجہ سے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک واجب ہوگا خواہ وہ لیپ تھوڑی دیر ہی لگا ہو یا فوراً ہی دھو دیا ہو اور صاحبین کے نزدیک ایک دم کے ساتھ ایک صدقہ واجب ہوگا۔ (مؤلف)

(۳) اگر محرم نے اشنان (کھار، ایک قسم کی نباتات جس سے ہاتھ وغیرہ دھوتے ہیں) سے اپنا سر یا ہاتھ دھویا اور اس اشنان میں اتنی خوشبو ملی ہوئی ہے کہ دیکھنے والا اس کو اشنان ہی کہتا ہے تو اس پر صدقہ واجب ہوگا لیکن اگر اس کو کئی دفعہ استعمال کیا ہے تو دم واجب ہوگا اور اگر دیکھنے والا اس خوشبو ملی ہوئی اشنان کو خوشبو کہتا ہے تو غلبہ کا اعتبار کرتے ہوئے اس پر دم واجب ہوگا اور اگر ایسی اشنان (کھار) یا صابن یا بیری کے پتوں وغیرہ سے جس میں نہ خود اپنی خوشبو ہے اور نہ ہی اس میں خوشبو ملائی گئی ہے محرم نے اپنا سر دھویا تو بالاجماع اس پر کچھ جزا واجب نہیں ہے اس لئے کہ نہ یہ چیزیں خود خوشبو ہیں اور نہ ہی جوں وغیرہ کو مارتی ہیں لیکن بیری کے پتے خطمی کی طرح جوں وغیرہ کو مارنے اور بالوں کو نرم کرتے ہیں پس بیری کے پتوں سے سر دھونے میں صاحبین کے نزدیک صدقہ واجب ہونا چاہئے [۵] جو صابن بالوں کو نرم کرتا اور جوؤں کو مارتا ہے اور جس میں خوشبو ملی ہوئی ہو اس کے استعمال سے صدقہ واجب ہونا چاہئے [۶]

تیل کا استعمال

(۱) اگر زیتون یا تل کا خالص تیل ایک بڑے عضو کامل یا عضو سے زیادہ پر لگایا تو امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک اس پر دم واجب ہوگا (اگرچہ فوراً دھو دیا ہو) اور صاحبین کے نزدیک صدقہ واجب ہوگا کیونکہ ان کے نزدیک اس میں جنایت ناقص ہے اس لئے کہ تیل اشیائے خوردنی میں سے ہے لیکن جوں وغیرہ کو مارتا اور میل کچیل کو دور کرتا ہے اور امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک یہ خوشبو کی اصل ہے اس اعتبار سے کہ اس میں گلاب و بنفشہ وغیرہ کے پھول ڈالتے ہیں تو ان کی خوشبو کو اپنے اندر

---

[۱] باب شرح و مصباح اللغات وغیرہما [۲] ہدایہ بحر وع [۳] لباب و شرح و فتح و بدائع و ارشاد ملتقطاً [۴] لباب و شرح و غنیہ [۵] لباب و شرح و فتح و غنیہ وع ملتقطاً

[۶] حاشیہ معلم

خوب جذب کر لیتا اور خوشبو دار ہو جاتا ہے اور جُوں وغیرہ کو مارتا، بالوں کو نرم کرتا اور میل کچیل کو دور کرتا ہے ان سب امور کی وجہ سے اس کے استعمال میں کامل جنایت ہے اس لئے دم واجب ہوگا اور اس کا اشیائے خوردنی میں سے ہونا جنایت کامل ہونے کے منافی نہیں ہے جیسا کہ زعفران کا حکم ہے اور اگر بڑے عضو کامل سے کم یا چھوٹے عضو کامل کو زیتون یا تل کا تیل لگایا تو بالاتفاق اس پر صدقہ واجب ہوگا[۱] یعنی صاحبین کے نزدیک ہر حال میں صدقہ واجب ہوگا اور امام صاحبؒ کے نزدیک بڑے عضو سے کم کو لگانے کی حالت میں صدقہ واجب ہوگا، مؤلف)

(۲) زیتون و تل کے تیل کو فقہا نے مطلق طور پر ذکر کیا ہے پس یہ دونوں تیل مطبوخ ہوں یا غیر مطبوخ، خوشبو ملے ہوئے ہوں یا بغیر خوشبو ملے ہوئے، سب کا ایک ہی حکم ہے اور اگر دونوں قسم کے تیل میں خوشبو ملی ہوئی ہو تو بلا خلاف اس کا استعمال ممنوع ہے اگرچہ مطبوخ ہو، پس اگر زیتون یا تل کا تیل جس میں خوشبو ملی ہوئی ہو اور مطبوخ ہو عضو کبیر کامل کو یا اس سے زیادہ کو لگایا تو بالاتفاق اس پر دم واجب ہوگا اور اگر اس میں نہ خوشبو ملائی ہو اور نہ وہ مطبوخ (پکایا ہوا) ہو تو اس کے استعمال سے دم واجب ہونے میں صاحبین کا اختلاف ہے پس صاحبین نے کہا ہے کہ اس پر دم واجب نہیں ہوگا بلکہ صدقہ واجب ہوگا اس لئے کہ اس میں جنایت ناقص ہے کیونکہ یہ اشیائے خوردنی میں سے ہے اور امام صاحبؒ نے کہا کہ اس پر دم واجب ہوگا اس لئے کہ وہ خوشبو کی اصل ہے[۲] (جیسا کہ ۱ میں بیان ہو چکا ہے، مؤلف)

(۳) زیتون و تل کے خالص تیل کا جو حکم اوپر بیان ہوا ہمارے فقہا کے نزدیک یہ اس وقت ہے جبکہ اس کو خوشبو کے طور پر استعمال کیا ہو خواہ ان دونوں کو بالوں میں استعمال کیا ہو یا جسم پر کیونکہ تیل لگانے کی وجہ سے جزا واجب ہوتی ہیں بالوں اور جسم میں کوئی فرق نہیں ہے لیکن اگر ان کو دوائی یا کھانے کے طور پر استعمال کیا تو بالاتفاق اس پر کچھ واجب نہیں ہوگا[۳] کیونکہ یہ فی نفسہٖ خوشبو نہیں ہے البتہ یہ خوشبو کی اصل ہے یا ایک لحاظ سے خوشبو ہے اس لئے اس کی وجہ سے جزا لازم ہونے کے لئے یہ شرط ہے کہ اس کا استعمال خوشبو کے طور پر ہو بخلاف اصل خوشبو مثلاً مشک وغیرہ کو دوا کے طور پر استعمال کرنے کے، کہ اس کے استعمال پر ہر حال میں جزا واجب ہوگی[۴] یعنی زیتون یا تل کا تیل ہر لحاظ سے خوشبو نہیں ہے اس لئے جب خوشبو کے طور پر استعمال نہیں ہوا تو اس میں خوشبو کا حکم بھی ظاہر نہیں ہوگا[۵] پس اگر کسی محرم نے زیتون یا تل کا خالص تیل کھایا یا اس کو اپنے زخم یا پاؤں کی پھٹن (بوائی) میں دوا کے طور پر لگایا یا کان میں ٹپکایا یا ناک میں چڑھایا تو اس پر بالاتفاق دم یا صدقہ کچھ واجب نہیں ہوگا، بخلاف مشک و عنبر و غالیہ کافور وغیرہ کے جو کہ فی نفسہٖ خوشبو ہیں کہ ان کے استعمال پر جزا واجب ہوتی ہے خواہ ان کو دوا کے طور پر ہی استعمال کیا جائے[۶] (جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے، مؤلف)

(۴) اوپر بلا خوشبو کے تیلوں میں سے خصوصیت کے ساتھ زیتون اور تل کے تیل کا ذکر کیا گیا ہے باقی تیلوں کا حکم ان دونوں سے الگ ہے یعنی باقی ہر قسم کے تیل مثلاً چربی، گھی، بادام روغن، خوبانی کی گری کا تیل اور سرسوں وغیرہ کے تیل کا استعمال جائز ہے اور ان کے استعمال سے ہر حال میں کوئی جزا لازم نہیں ہوتی[۷] پس اگر کسی محرم نے گھی یا چربی یا چکنی یا بادام یا مغز خوبانی کا تیل اپنے بدن پر لگایا یا کھایا تو اس پر کچھ واجب نہیں ہے[۸]

---

[۱] لباب و شرحہ و ہدایہ و فتح و بحر و ش وغیرہا ملتقطاً [۲] بحر و غنیہ ملتقطاً و تصرفاً [۳] لباب و شرحہ و ہدایہ و غنیہ ملتقطاً [۴] ہدایہ و ارشاد [۵] ش [۶] ش و ارشاد

[۷] لباب و شرحہ و فتح و در و ش و بحر و غنیہ ملتقطاً [۸] فتح و بحر و ش [۸] شرح اللباب و غنیہ ملتقطاً

(۵) اگر کسی محرم نے خوشبودار تیل مثلاً روغنِ بنفشہ و روغنِ گل و روغنِ چنبیلی و روغنِ لوبان یا اور کوئی تیل جس میں خوشبو ملی ہوئی ہو اپنے کسی بڑے اور پورے عضو کو لگایا تو اس پر بالاتفاق دم واجب ہوگا اس لئے کہ وہ خوشبو ہے اور پورے عضو کبیر سے کم پر لگایا تو صدقہ واجب ہوگا ۱ے اور بعض فقہا نے زیادہ تیل لگانے کا ذکر کیا ہے یعنی کثیر تیل لگانے پر دم واجب ہونا کہا ہے۔ اور کثیر کے لئے کوئی حد مقرر نہیں کی، اور علامہ برجندی رحمہ اللہ نے یہ قید لگائی ہے کہ دیکھنے والا جس کو کثیر کہے وہ کثیر ہے شاید ان کا یہ قول اس صورت کے لئے ہو جبکہ کامل عضو کبیر سے کم پر کثیر مقدار میں لگایا ہو کہ اس صورت میں بھی دم واجب ہوگا جیسا کہ پہلے دونوں قولوں میں توفیق بیان ہو چکی ہے واللہ اعلم ۲ے

سِلا ہوا کپڑا پہننا

سلے ہوئے کپڑے کی تعریف

سلے ہوئے کپڑے سے مراد وہ لباس ہے جو پورے بدن یا بدن کے کسی عضو کے مطابق بنا ہوا ہو اور وہ سلائی یا بُنائی کے ذریعہ یا اس کے بعض حصوں کو بعض کے ساتھ چپکا کر یا کسی اور طریقہ سے بدن یا کسی عضو کا احاطہ کرلے اور اس کو معمول کے مطابق پہنا جائے اور وہ کپڑا کسی چیز سے روکے بغیر بدن پر خود بخود ٹھہرا رہے سوائے مکعب کے (جس کی تفصیل آگے آتی ہے) ۳ے پس احرام کی حالت میں سلا ہوا کپڑا پہننا اس وقت منع ہے جبکہ اس کپڑے میں دو باتیں پائی جائیں یعنی سلائی وغیرہ کے ذریعہ بدن یا کسی عضو کا احاطہ کرنا اور خود بخود بدن یا عضو بدن پر ٹھہرے رہنا، اگر ان دونوں میں سے کوئی ایک بات نہ پائی گئی تو وہ کپڑا سلے ہوئے کے حکم میں نہیں رہے گا ۴ے پس دستانے بھی سلے ہوئے کپڑے کے حکم میں ہیں ۵ے اس سے معلوم ہوا کہ جو کپڑا بدن یا کسی عضو کی ساخت پر بنا ہوا نہ ہو بلکہ پیوند لگا کر (چادر کی طرح) بنا گیا ہو یا عرض کم ہونے کی وجہ سے دو پاٹ کو جوڑ کر چادر کی طرح سی کر ایک بنا لیا ہو تو وہ سلے ہوئے کے حکم میں نہیں ہے پس اس کے پہننے میں کوئی حرج نہیں ہے ۶ے (اس سے معلوم ہوا کہ لحاف اوڑھنا بھی جائز ہے، مؤلف) اسی طرح اگر قمیص کو چادر کی طرح اوڑھ لیا یا تہبند کی طرح باندھ لیا تو کوئی مضائقہ نہیں ہے کیونکہ اس طرح پہننے میں سلائی کے ذریعہ بدن کا احاطہ کرنا نہیں پایا گیا اور اسی طرح طیلسان پہننے کا مضائقہ نہیں ہے جبکہ اس کی گھنڈی (بٹن وغیرہ) نہ لگائے کیونکہ یہ بھی خود بخود بدن پر نہیں ٹھہرتا اور اس کے سنبھالنے میں تکلف کرنا پڑتا ہے جیسا کہ تفصیل آگے آتی ہے ۷ے

سِلا ہوا کپڑا پہننے کے احکام

(۱) اگر کسی مرد نے احرام کی حالت میں سلا ہوا کپڑا اس طرح پہنا جس طرح عادتاً اس کے پہننے کا طریقہ ہے یعنی وہ کپڑا ایسا ہو کہ کام میں مشغول ہوتے وقت اس کی حفاظت میں کسی تکلف کی ضرورت نہ پڑے (بلکہ وہ کپڑا بلا تکلف اس کے بدن پر خود بخود ٹھہرا رہے) تو اس پر جزا واجب ہوگی جس کی تفصیل آگے آتی ہے اور اس کی ضد یعنی سلا ہوا نہ ہونے سے مراد یہ ہے کہ اس کو بدن پر ٹھہرانے کے لئے تکلف کرنا پڑے مثلاً اگر کسی نے قمیص کا نیچے کا حصہ

۱ے لباب شرحہ بزیادۃ وغنیہ وفتح ۲ے شرح اللباب و ش ۳ے بحر و ش وغنیہ من فصل الاحرام تصرفاً ۴ے فتح وبدائع و شرحہ و بحر و ش ۵ے منحہ ۶ے ش وغنیہ

۷ے غنیہ وغیرہ من فصل الاحرام

(دامن) اوپر کرلیا اور اوپر کا حصہ (گریبان) نیچے کرلیا تو اس پر کوئی جزا واجب نہیں ہوگی [1] (کیونکہ اب وہ سلا ہوا کپڑا پہننے کے حکم میں نہیں رہا، مؤلف) ——— (۲) کسی مرد نے احرام کی حالت میں سلا ہوا کپڑا اسی طرح پہنا جس طرح عام طور پر عادتاً پہنا جاتا ہے اگر ایک دن کامل شرعی یا ایک رات کامل (شرعی) پہنا تو بالاتفاق اس پر دم واجب ہوگا اور اگر ایک دن یا رات سے کم اور ایک گھنٹہ یا اس سے زیادہ پہنا تو نصف صاع گندم صدقہ دینا واجب ہے اور ایک گھنٹہ سے کم پہنا تو ایک مٹھی گیہوں یا دو مٹھی جو دیدے اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک نصف دن یا نصف رات سے زیادہ پہننے کی صورت میں دم واجب ہے کیونکہ اکثر حصہ کل کے حکم میں ہوتا ہے اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا بھی پہلا قول یہی ہے لیکن پھر انھوں نے اس سے رجوع کرلیا تھا۔ شرعی دن سے مراد غروب آفتاب تک ہے اور ظاہر یہ ہے کہ کامل دن یا کامل رات سے مراد ایک دن یا رات کی مقدار ہے خواہ سالم دن یا سالم رات نہ ہو، پس اگر مُحرِم مرد سلا ہوا کپڑا آدھے دن (دوپہر) سے آدھی رات تک یا اس کے برعکس آدھی رات سے دوپہر دن تک بغیر اُتارے پہنے رہا تب بھی اس پر دم واجب ہوگا [2]

(۳) خواہ سلا ہوا کپڑا پہنے ہوئے احرام باندھا ہو یا احرام باندھنے کے بعد سِلا ہوا کپڑا پہنا ہو دونوں صورتوں میں جزا واجب ہونے کا ایک ہی حکم ہے یعنی اگر ایک دن یا ایک رات پہنے رہا تو اس پر دم واجب ہے اور اس سے کم پہنا تو صدقہ واجب ہے بخلاف اس خوشبو کے جو احرام باندھنے سے پہلے لگائی اور وہ احرام باندھنے کے بعد بھی باقی رہی اور وہ اس سے منتفع ہوتا رہا کہ نص کی وجہ سے اس پر جزا واجب نہیں ہوگی اور اگر اس بارے میں نص موجود نہ ہوتی تو فقہا اس صورت میں بھی جزا واجب کرتے [3] پس سلے ہوئے کپڑے پہن کر احرام باندھنے کے بعد ان کو پہنے رہنا ایسا ہی ہے گویا کہ احرام باندھنے کے بعد پہنے ہیں [4] یعنی اگر وہ ایک دن یا رات پہنے رہا تو دم واجب ہوگا اور اس میں اس طرف اشارہ ہے کہ اگر سلے ہوئے کپڑے پہن کر احرام باندھا تو اس کا احرام صحیح ہے اگرچہ بلا عذر ایسا کیا ہو، عوام الناس جو یہ سمجھتے ہیں کہ سلے ہوئے کپڑے پہن کر احرام باندھیں تو احرام نہیں بندھتا اُن کا یہ خیال غلط ہے کیونکہ سلے ہوئے کپڑے اُتار دینا احرام کے واجبات میں سے ہے احرام کے صحیح ہونے کی شرطوں میں سے نہیں ہے [5] (اس لئے اس کا احرام بندھ جائے گا لیکن ترکِ واجب کی وجہ سے جزا لازم ہوگی اور بلا عذر ایسا کرنے سے گنہگار بھی ہوگا، مؤلف)

(۴) مناسک کے بعض شارحین نے لکھا ہے کہ اگر کسی نے سلے ہوئے کپڑے پہن کر کسی نسک مثلاً عمرہ کا احرام باندھا اور عمرہ کے افعال ایک دن سے کم میں پورے کرکے عمرہ کے احرام سے حلال ہوگیا تو اس کے بارے میں کوئی صریح نص دیکھنے میں نہیں آئی اور فقہا نے لکھا ہے کہ "کامل انتفاع (نفع اٹھانا) جس سے دم واجب ہوتا ہے اس وقت حاصل ہوتا ہے جب سِلا ہوا کپڑا کامل دن پہنے رہے"، اس قول کا مقتضیٰ یہ ہے کہ اس پر صدقہ واجب ہونا چاہئے البتہ اگر اس کے خلاف نص مل جائے تو اس پر عمل کیا جائے، لیکن اگر یہ کہا جائے کہ سلے ہوئے کپڑے اُتارنا مطلق طور پر واجب ہے خواہ اس کے احرام کا زمانہ طویل ہو یا قلیل، اور ایک دن یا ایک رات کی مقدار اس وقت ہے جبکہ احرام کا زمانہ طویل ہو لیکن اگر احرام اس سے کم زمانہ تک رہے تو اس کو اس نسک یعنی عمرہ میں

[1] لباب و شرح و ش [2] لباب و شرح و ش و غنیہ ملتقطاً [3] فتح و بحر [4] در [5] ش۔

ارتفاق کامل حاصل ہو گیا پس وہ واجباتِ احرام میں سے ایک واجب کا تارک ہوا لہٰذا اس پر دم واجب ہونا چاہئے" تو اس قول کی عمدگی میں کوئی شک نہیں ہے لیکن اس کے لئے بھی نقلِ صریح کا ہونا ضروری ہے اھ، یہ عبارت شرح منسک الشیخ عبداللطیف کی جو حاشیۃ المدنی سے ملخصاً درج ہے اور اس میں ان کے ایک فاضل شاگرد عبداللہ آفندی کے فتاویٰ سے یہ بھی منقول ہے کہ وہ وجوبِ دم کی طرف مائل ہیں [1] ——— (۵) سِلا ہوا کپڑا خواہ اپنی مرضی سے پہنے یا کوئی اس کو زبردستی پہنائے یا سونے کی حالت میں پہنے ہر حال میں یکساں حکم ہے [2] پس سلا ہوا کپڑا خواہ بھول کر پہنے یا دانستہ پہنے، مسئلہ کا علم ہوتے ہوئے پہنے یا مسئلہ نہ جانتے ہوئے پہنے، اپنی مرضی سے پہنے یا کسی کے زبردستی کرنے سے پہنے، ہر حال میں کفارہ واجب ہوگا [3] پس اگر کسی دوسرے شخص نے سوتے ہوئے مُحرم کا سر ڈھانپ دیا یا اس کو سلا ہوا لباس پہنا دیا تو اس سوتے ہوئے مُحرِم پر جزا واجب ہو گی کیونکہ اس کو ارتفاق (منتفع ہونا) حاصل ہو گیا اور عدم اختیار کی صورت میں وہ گنہگار نہیں ہوگا لیکن اس سے جزا ساقط نہیں ہو گی [4]

(۶) اگر محرم مرد نے سلا ہوا کپڑا ایک دن سے زیادہ پہنا تب بھی وہی حکم ہے جو ایک دن پہننے کا ہے اگرچہ وہ رات کو اُتار دیتا ہو اور دن کو پہن لیتا ہو یا اس کے برعکس کرتا ہو یعنی رات کو پہن لیتا ہو اور دن کو اتار دیتا ہو [5] پس کوئی محرم مرد سلا ہوا کپڑا کئی دن تک بغیر اُتارے ہر وقت پہنے رہا اور اس نے کسی دن کا بھی کفارہ ادا نہیں کیا یا وہ رات کے وقت اُتار دیتا اور دن کو پہن لیتا ہے یا اس کے برعکس کرتا ہے یعنی رات کو سردی کی وجہ سے پہن لیتا اور دن کو اتار دیتا ہے تو جب تک وہ اتارتے وقت آئندہ نہ پہننے کا ارادہ نہ کرے اس پر ایک ہی دم واجب ہوگا لیکن اگر ترک کے ارادہ سے اتارنے کے بعد دوبارہ پہن لیا تو اس پر دوبارہ جزا واجب ہو گی خواہ پہلے پہننے کی جزا ادا کر دی ہو یا نہ کی ہو، یہ شیخین کے نزدیک ہے اور امام محمدؒ کے نزدیک اگر پہلا کفارہ ادا نہیں کیا تو ایک ہی کفارہ واجب ہوگا [6] پس اگر اس نے پہلے پہننے کا کفارہ ادا کر دیا تو بالاتفاق اس پر دوسرا کفارہ واجب ہوگا اس لئے کہ جب اس نے پہلا کفارہ ادا کر دیا تو وہ کالعدم (ختم) ہو گیا اور دوسری دفعہ کا پہننا نئے سرے سے پہننا شمار ہوگا اور اگر پہلی دفعہ کا کفارہ ادا نہیں کیا تو امام ابوحنیفہ و امام ابویوسف رحمہما اللہ کے نزدیک اس پر دو کفارے واجب ہوں گے اور امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک ایک ہی کفارہ واجب ہوگا، امام محمدؒ کی توجیہ یہ ہے کہ جب تک پہلا کفارہ ادا نہیں کیا اور سِلا ہوا لباس پہنے رہا تو یہ ایک ہی دفعہ کا پہننا شمار ہوگا بخلاف پہلا کفارہ ادا کر دینے کہ اب اس کا دوبارہ پہننا نئے سرے سے شمار ہوگا اور شیخین کی توجیہ یہ ہے کہ جب اس نے ترک کرنے کے ارادہ سے سلا ہوا کپڑا اتار دیا تو پہلے پہننے کا حکم منقطع ہو گیا پس دوسری دفعہ کا پہننا نئے سرے سے شمار ہوگا۔ حاصل یہ ہے کہ سلا ہوا کپڑا پہننا ترک کرنے کے ارادہ سے اتارنے کے بعد دوبارہ پہننے سے شیخینؒ کے نزدیک دو دفعہ کا پہننا شمار ہوگا اس لئے دو کفارے واجب ہوں گے، اور امام محمدؒ کے نزدیک ایک ہی کفارہ واجب ہوگا [7] لیکن اگر سلا ہوا کپڑا ترک کرنے کے ارادہ سے نہیں اُتارا بلکہ اس نیت سے اُتارا کہ دوبارہ پہنے گا، یا اس لئے اُتارا کہ اس کی بجائے دوسرا پہنے گا، یا اُتارتے وقت نہ دوبارہ پہننے کی نیت کی اور نہ ہی دوبارہ نہ پہننے کی نیت کی (یعنی بغیر کسی نیت کے اُتارا) تو اس پر دوبارہ پہننے سے دوسرا کفارہ واجب نہیں ہوگا اس لئے کہ دونوں دفعہ کے پہننے میں تداخل ہو کر حکماً

---

[1] شرح زبدہ و غنیہ و ارشاد ملتقطاً [2] فتح [3] بحر [4] بحر و فتح و غنیہ ملتقطاً [5] در و ش [6] فتح و بحر و لباب و شرحہ ملتقطاً [7] فتح۔

ایک ہی دفعہ کا پہننا شمار ہوگا کیونکہ کسی فعل کو دوبارہ کرنے کے ارادہ سے ترک کرنا ایسا ہی ہے جیسا کہ ترک نہ کرنا [۱] خلاصہ یہ ہے کہ جبتک آئندہ نہ پہننے کا ارادہ و نیت نہ ہو تا رہے اس وقت تک خواہ کتنے ہی دن تک پہنے رہے یا اُتارتا اور پہنتا رہے ایک ہی دفعہ کا پہننا شمار ہوگا [۲] (اور اس پر ایک ہی دم واجب ہوگا، مؤلف) اور اگر پورا دن سلا ہوا کپڑا پہن کر اس کا کفارہ یعنی دم ادا کر دیا اور کپڑا نہیں اُتارا بلکہ دوسرے دن بھی پہنے رہا تو اس پر بلا خلاف دوسرا دم لازم ہوگا کیونکہ پہننے پر مداومت کرنا ایسا ہی ہے جیسا کہ نئے سرے سے دوبارہ پہننا [۳] جیسا کہ کسی نے سلے ہوئے کپڑے پہن کر احرام باندھا اور پھر ان سلے ہوئے کپڑوں کو ایک دن کامل پہنے رہا تو اس پر دم واجب ہوتا ہے [۴] (جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے)۔

(۷) ایک دن رات میں ایک سلا ہوا کپڑا پہنے یا سب کپڑے پہنے دونوں صورتوں میں ایک ہی حکم ہے [۵] پس اگر محرم مرد کئی کپڑے مثلاً کُرتہ، پاجامہ، قبا (کوٹ)، عمامہ، ٹوپی، موزے وغیرہ سب ایک ساتھ ایک دن یا زیادہ پہنے رہا خواہ ان کو بالکل نہ اُتارے یا رات کو سونے کے لئے اُتار دے اور دن میں دوبارہ پہن لے یا رات کو سردی کی وجہ سے پہن لے اور دن کو اُتار دے تو جبتک ترک کے ارادے سے نہ اُتارے اس پر ایک ہی دم واجب ہوگا، یہ حکم اس وقت ہے جبکہ پہننے کا سبب متحد ہو یعنی سب کپڑوں کو ضرورت کی وجہ سے پہنا ہو یا سب کو بلا ضرورت پہنا ہو کیونکہ یہ ایک ہی پہننا ہے جو کہ ایک سبب سے واقع ہوا ہے پس اس میں ایک ہی کفارہ کافی ہے [۶] ضرورت ایک الگ سبب ہے اور عدم ضرورت الگ سبب ہے [۷]

(۸) اگر سبب متعدد ہوں تو جزا بھی متعدد ہوگی [۸] پس اگر سبب متعدد ہوں یعنی بعض سلے ہوئے کپڑے ضرورت کی وجہ سے پہنے ہوں اور بعض بلا ضرورت تو جزا بھی متعدد واجب ہوگی جیسا کہ آگے آتا ہے (لیکن یہ حکم اس وقت ہے جبکہ وہ اعضا جن پر سلا ہوا لباس ضرورۃً و بلا ضرورت دونوں لحاظ سے پہنا گیا ہے مختلف ہوں یعنی بعض اعضا پر ضرورۃً پہنا ہو اور بعض دوسرے اعضا پر بلا ضرورت پہنا ہو اور اگر ایک ہی عضو ہو تو ایک ہی جزا واجب ہوگی کیونکہ محلِ لبس ایک ہی ہے [۹] اور اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ سب کپڑوں کو ایک ہی مجلس میں پہننا ضروری نہیں ہے، اور ملا علی قاری رحمہ اللہ نے جو یہ قید لگائی ہے یہ صحیح نہیں ہے بلکہ سب کا پہننا ایک دن میں واقع ہونا کافی ہے، پس اگر سب کپڑوں کو ایک دن میں پہنا اگرچہ چند مجالس میں پہنا اگر سبب ایک ہی ہے تو ایک ہی جزا واجب ہوگی پس اگر کسی نے دن کے کسی حصہ میں قمیص پہنی پھر اسی روز پاجامہ پہنا پھر اسی روز موزے اور ٹوپی بھی پہن لی تو اس پر ایک ہی کفارہ واجب ہوگا لیکن اگر کچھ کپڑے ایک دن میں پہنے اور ان کے ساتھ کچھ دوسرے کپڑے دوسرے دن پہنے تو دو جزائیں واجب ہونگی اگرچہ سبب (یعنی ضرورۃً ہونا یا بلا ضرورت ہونا) متحد ہو [۱۰] سبب کے متحد ہونے کی چند صورتیں یہ ہیں: اول اگر محرم مرد کو سلا ہوا ایک کپڑا پہننے کی ضرورت لاحق ہوئی اور اُس نے دو کپڑے پہن لئے اگر یہ دونوں کپڑے ضرورت کے مقام پر ہی پہنے ہیں تو اس پر ایک ہی کفارہ واجب ہوگا اور یہ کفارۂ ضرورت یعنی کفارۂ متخیرہ ہوگا مثلاً ایک قمیص پہننے کی ضرورت تھی اس نے دو قمیص پہن لئے یا ایک قمیص اور ایک جُبّہ (کوٹ وغیرہ) پہن لیا یا قمیص پہننے کی ضرورت تھی اُس نے جُبّہ پہن لیا، یا ٹوپی کی ضرورت تھی

[۱] لباب و شرحہ و ش و ارشاد ملتقطاً [۲] بحر و ارشاد [۳] فتح و بحر و لباب و شرحہ [۴] فتح [۵] بحر [۶] لباب و شرحہ و ش و بدائع و بحر و فتح ملتقطاً

[۷] زبدہ [۸] در [۹] زبدہ بتصرف [۱۰] ش و ع و غنیہ و ارشاد و تنویر و ملتقطاً۔

اس نے اس کے ساتھ عمامہ بھی باندھ لیا تو اس پر ایک ہی کفارہ واجب ہوگا اس لئے کہ اس کا سِلا ہوا لباس پہننا ایک ہی سبب سے واقع ہوا ہے پس فعل کے متعدد ہونے کا لحاظ نہیں ہوگا اور جنایت ضرورت کے باعث سرزد ہونے کی وجہ سے اس پر کفارہ متخیر واجب ہوگا پس اس پر ایک دم (متخیر) واجب ہوگا اور وہ گنہگار بھی ہوگا [2] کفارہ متخیر اس لئے واجب ہوگا کہ اس نے ایک قمیص ضرورت کی وجہ سے پہنی ہے اور جب عذر کی وجہ سے جنایت سرزد ہو تو دم متعین نہیں ہوتا بلکہ متخیر ہوتا ہے [3] اور گنہگار اس لئے ہوگا کہ اُس نے دوسری قمیص وغیرہ بلا ضرورت پہنی ہے پس اس کو یاد رکھئے کیونکہ اکثر احرام والے لوگ اس سے غافل ہیں جیسا کہ اکثر مشاہدہ میں آتا ہے [4] اور اسی طرح اگر دو کپڑوں کو دو جگہ ایک ہی مجلس میں یا ایک دن میں ضرورت کی وجہ سے پہنا مثلاً عمامہ اور موزے عذر کی وجہ سے پہنے تب بھی ایک ہی کفارہ واجب ہوگا اور یہ کفارۂ ضرورت ہے کیونکہ دونوں کے پہننے کا سبب واحد ہے (اور وہ ضرورت ہے) اس لئے ایک ہی کفارہ واجب ہوگا [5] (اور عذر کی وجہ سے پہننے پر کفارۂ متخیر ہوگا) اس قسم کے مسائل میں اصول یہ ہے کہ ضرورت کی جگہ میں لباس میں زیادتی نئی جنایت شمار نہیں ہوتی [6] بلکہ وہ سب ضرورت ہی کے لئے ہو جائے گا اور محل ضرورت کے علاوہ کسی دوسری جگہ پر زائد لباس پہننا نئی جنایت شمار ہوگا [7] پس اگر سِلے ہوئے دو کپڑے دو مختلف اعضا پر پہنے جن میں سے ایک ضرورت کی وجہ سے اور دوسرا بلا ضرورت پہنا مثلاً کسی کو احرام کی حالت میں عمامہ یا ٹوپی پہننے کی ضرورت لاحق ہوئی اور اس نے عمامہ یا ٹوپی کے ساتھ قمیص یا دونوں کے ساتھ قمیص یا اور کوئی کپڑا بھی پہن لیا یا قمیص ضرورت کی وجہ سے پہنی اور موزے بلا ضرورت پہن لئے تو اس پر دو کفارے واجب ہوں گے ایک کفارۂ ضرورت یعنی ضرورت کی وجہ سے پہننے پر ہے جو کفارۂ متخیر ہے اور ایک کفارۂ اختیار ہے یعنی بلا ضرورت پہننے کی وجہ سے ہے اور یہ کفارہ حتمی یعنی متعین ہے متخیر نہیں ہے [8] مثالِ دوم کسی مُحرم مرد کو کوئی مرض لاحق ہوا یا بخار ہو گیا، بخار کے وقت اس کو سلا ہوا لباس پہننے کی ضرورت ہوتی ہے اور بخار اُتر جانے پر اس کی ضرورت نہیں رہتی تو جب تک وہ مرض باقی ہے اگرچہ وہ سلا ہوا لباس متعدد بار پہنے اس پر ایک ہی کفارہ واجب ہوگا [9] مثلاً کسی مُحرم مرد کو باری کا یعنی تیسرے دن کا بخار ہے اور اس کی وجہ سے وہ باری والے دن سلا ہوا لباس پہن لیتا ہے اور بخار اُتر جانے والے دن ضرورت نہ ہونے کی وجہ سے سلا ہوا لباس اتار دیتا ہے تو جب تک اس کو یہ بخار آتا ہے اس کا سلا ہوا لباس پہننا ایک ہی سبب کے حاصل ہونے کی وجہ سے متحد یعنی ایک ہی بار پہننا شمار ہوگا اور اس پر ایک ہی کفارہ واجب ہوگا اور اگر اُس کا یہ بخار اُتر گیا اور اس کو دوسرا بخار لاحق ہو گیا جس کو وہ پہچانتا ہے کہ یہ دوسرا ہے یا کوئی اور دوسرا مرض لاحق ہو گیا اور اس نے اس کی وجہ سے سلا ہوا لباس پہنا تو اب اس پہننے کا حکم بدل جائے گا یعنی دوسری بار پہننا شمار ہوگا اور اس پر دوسرا کفارہ واجب ہو جائے گا خواہ اس نے پہلا کفارہ ادا کر دیا ہو یا ادا نہ کیا ہو، یہ حکم امام ابوحنیفہ و امام ابو یوسف رحمہما اللہ کے قول کے مطابق ہے اور امام محمدؒ کے نزدیک اگر پہلا کفارہ ادا نہیں کیا تو دونوں کیلئے ایک ہی کفارہ کافی ہوگا اور اگر پہلا کفارہ ادا کر دیا ہے تو امام محمدؒ کے نزدیک دوسرا کفارہ واجب ہوگا [10]

---

[1] فتح و بحر و لباب و شرحہ و بدائع و ش و غنیہ ملتقطاً [2] در [3] ش [4] بحر و ش [5] شرح اللباب و ش و منحہ [6] ش در ع و غنیہ [7] ع [8] لباب و شرحہ و بدائع و فتح و ش و غنیہ ملتقطاً [9] بدائع و فتح و بحر ملتقطاً [10] بدائع و لباب و شرحہ و فتح و بحر و ش ملتقطاً۔

مثال سوم، اسی طرح اگر کسی مُحرِم مرد کو دشمن نے روک لیا اور اس کو اس کے ساتھ قتال کرنے کے لئے سلاہوا لباس کئی دن تک پہننے کی ضرورت ہے جب وہ دشمن کے مقابل جاتا ہے تو سلاہوا لباس پہن لیتا ہے اور جب اس کے مقابلہ سے واپس آجاتا ہے تو اس لباس کو اُتار دیتا ہے یا ہر وقت پہنے رہتا ہے کسی وقت بھی نہیں اُتارتا اور سبب یعنی دشمن مقابلہ میں موجود ہے تو جبتک یہ دشمن چلا نہیں جاتا اس پر ایک ہی کفارہ واجب ہوگا لیکن اگر وہ دشمن چلا گیا اور کوئی دوسرا دشمن آگیا (اور اس کی وجہ سے سلاہوا لباس پہنا) تو اس پر دوسرا کفارہ واجب ہوگا [1]۔ مثال چہارم محرم مرد کو کسی دشمن نے تو نہیں روکا بلکہ اس کو کوئی اور ضرورت لاحق ہوئی جس کی وجہ سے وہ دن میں سلاہوا لباس پہن لیتا ہے اور رات کو اس کی ضرورت نہ ہونے کی وجہ سے اُتار دیتا ہے یا اس کے برعکس رات کو سردی وغیرہ کسی ضرورت کے باعث سلاہوا لباس پہن لیتا ہے اور دن کو ضرورت نہ ہونے کی وجہ سے اُتار دیتا ہے یا دن رات ہر وقت پہنے رہتا ہے جس وقت ضرورت نہ ہو اس وقت بھی نہیں اُتارتا، اور وہ سبب یعنی ضرورت ابھی موجود ہے تو جبتک وہ عذر حقیقۃً یا حکماً موجود ہے ان تمام ایام میں اس کا پہننا متحد ہوگا اور تداخل کی وجہ سے اس پر ایک ہی کفارہ واجب ہوگا، نیز چونکہ عذر کی وجہ سے پہنا گیا ہے اس لئے یہ کفارہ مخیرہ ہوگا اور اگر وہ عذر جس کی وجہ سے سلاہوا لباس پہنا تھا یقینی طور پر زائل ہوگیا پھر اس نے اس لباس کو اُتار دیا یا نہیں اُتارا اور اس کو دوسرا عذر لاحق ہوگیا اور (پہلا لباس اُتار دینے کی صورت میں) اس کی وجہ سے دوبارہ سلاہوا لباس پہنا یا اس کو دوسرا عذر لاحق نہیں ہوا لیکن (پہلا عذر یقیناً زائل ہونے کے بعد بھی) بلاضرورت سلاہوا لباس پہنے رہا اُتارا نہیں تو ان سب صورتوں میں اس پر دوسرا کفارہ واجب ہوگا پس اگر یقیناً عذر زائل ہونے کے بعد بلاضرورت ایک دن کامل پہنے رہا تو یہ دوسرا کفارہ بلاتخییر ہوگا یعنی حتمی طور پر دم واجب ہوگا لیکن اگر عذر زائل ہونے کا یقین نہیں تھا بلکہ شک تھا اور سلاہوا لباس پہنے رہا تو جب تک اس عذر کے زائل ہونے کا یقین نہ ہوجائے ایک ہی کفارہ واجب ہوگا اور وہ کفارۂ ضرورت یعنی کفارۂ مخیرہ ہوگا [2] اور اگر کسی نے سردی دُور کرنے کے لئے سلاہوا لباس پہنا اور وہ اس کو سردی کے وقت پہنتا اور دوسرے وقت اُتارتا رہا پھر وہ سردی دُور ہوگئی اور پہلی سردی کے علاوہ اور دوسری سردی آگئی جس کو اُس نے ایسی علامت سے پہچان لیا جس سے پہچانا جاسکتا ہے کہ یہ پہلی سے الگ دوسری سردی ہے اور اب اس دوسری سردی کی وجہ سے سلاہوا لباس پہنا تو اس پر دو کفارے واجب ہوں گے اھ عن الحلبی [3] اور اس قسم کے مسائل میں اصول یہ ہے کہ سبب کے اتحاد و اختلاف کو دیکھا جائے گا پہننے کی صورت کا اعتبار نہیں ہوگا خواہ کسی صورت سے پہنا ہو [4] لیکن یہاں ایک نکتہ ہے وہ یہ کہ جب عذر حکماً تو باقی ہو اور حقیقۃً زائل ہوچکا ہو تو ظاہر یہ ہے کہ اس سلے ہوئے لباس کو اُتارنا واجب ہے تاکہ گنہگار نہ ہو اگرچہ پہنے رہنے کی صورت میں اس پر کفارہ واجب نہیں ہوگا کیونکہ علت کسی درجہ میں باقی ہے [5]

(فائدہ) یہ ضابطہ یاد رکھنے کے قابل ہے کہ اتحادِ لبس کی پانچ صورتوں میں جزا متعدد (مکرر) لازم آتی ہے: اول سلاہوا لباس پہن کر کفارہ ادا کردیا اور وہ لباس نہیں اُتارا بلکہ اسی طرح پہنے رہا، یا وہ لباس اُتار دیا اور کفارہ بھی ادا کردیا اور پھر

[1] بدائع و لباب و شرحہ و فتح و بحر و ش ملتقطاً [2] لباب و شرحہ و فتح و بحر و در و ش و غنیہ ملتقطاً [3] بحر و ش و غنیہ [4] بدائع و فتح و ع و شرح اللباب [5] شرح اللباب

پہن لیا۔ دوم تعددِ سبب، یعنی ایک عضو پر لباس ضرورت سے پہنا اور دوسرے عضو پر بلا ضرورت پہنا خواہ متواتر پہنے رہے یا اُتارتا اور پہنتا رہے۔ (سوم) ضرورت ختم ہو جانے کے بعد بھی سلا ہوا لباس پہنے رہا، یہ صورت تعددِ سبب ہی کی ایک قسم ہے۔ (چہارم) پہلی ضرورت یقینی طور پر دور ہو گئی اس کے بعد دوسری ضرورت پیدا ہو گئی (یا پہلے بلا ضرورت پہنا تھا پھر اس کی ضرورت پیدا ہو گئی) یہ صورت بھی تعددِ سبب ہی میں داخل ہے۔ (پنجم) ایسا سلا ہوا کپڑا پہنا جو زعفران و کسم وغیرہ خوشبو میں رنگا ہوا ہو یہ حکم مردوں کے لئے ہے جبکہ اس کو عادت کے مطابق پہنے لیکن اگر عادت کے طریقے کے خلاف پہنا تو ایک ہی دم خوشبو کی وجہ سے لازم ہو گا اور عورت پر ایک ہی جنایت لازم ہو گی اور چار صورتوں میں تعددِ لبس کے باوجود ایک ہی جزا لازم ہوتی ہے۔ اول جبکہ سبب متحد ہو یعنی جسم کے دو اعضا پر عذر کی وجہ سے سلا ہوا لباس پہنا ہو یا دونوں پر بلا عذر پہنا ہو، دوم جبکہ سلا ہوا لباس اُتارتے وقت اس کو ترک کرنے کی نیت نہ کی ہو یعنی یہ حکم اس وقت ہے جبکہ تعددِ لبس کا سبب متحد ہو۔ سوم جبکہ سب اعضا پر ایک ہی مجلس یا ایک ہی دن میں سلا ہوا لباس پہنا ہو اور سبب لبس متحد ہو۔ چہارم، جسم کے ایک ہی مقام پر متعدد لباس پہنے ہوں اگرچہ سبب بھی متعدد ہوں [1]

جن صورتوں میں سِلا ہوا لباس پہننا منع نہیں ہے

(۱) اگر چوغہ یا عبا وغیرہ کندھوں پر ڈال لی اور ہاتھ آستینوں میں داخل نہیں کئے اور نہ بٹن (گھنڈی وغیرہ) لگائے تو اس پر کچھ جزا واجب نہیں ہو گی کیونکہ اس طرح پہننے میں کپڑا بلا تکلف خود بخود بدن پر ٹھہرا نہیں رہتا اور اس کی حفاظت میں تکلف کرنا پڑتا ہے لیکن اس طرح پہننا مکروہ ہے، اگر ہاتھ آستینوں میں ڈال لئے یا اس کو بٹن لگائے تو اب یہ سلا ہوا کپڑا پہننے کے حکم میں ہے پس اگر کسی نے قبا یا چوغہ وغیرہ کو اپنے کندھوں پر ڈال لیا اور اس کو بٹن (گھنڈی وغیرہ) لگائے اور اس طرح ایک دن یا ایک رات تک پہنے رہا تو بالاتفاق اس پر دم واجب ہو گا۔ اگرچہ اس نے اپنے ہاتھ آستینوں میں نہ ڈالے ہوں: اس لئے کہ بٹن لگانے سے اس لباس کا خود بخود جسم پر ٹھہرنا حاصل ہو گیا اور ساتھ ہی وہ سلائی کے ذریعے بدن کا احاطہ کئے ہوئے بھی ہے کیونکہ بٹن لگانا ایسا ہی ہے جیسا کہ ہاتھ آستینوں میں داخل کرنا اور اگر ایک دن یا ایک رات سے کم اس طرح پہنا تو صدقہ واجب ہو گا اور اسی طرح اگر بٹن تو نہیں لگائے لیکن ہاتھ آستینوں میں ڈال لئے (اور ایک دن یا ایک رات پہنے رہا) تب بھی اس پر دم واجب ہو گا کیونکہ ایک ہاتھ آستین میں ڈالنے سے اس کا بدن پر خود بخود ٹھہرے رہنا حاصل ہو گیا اور ساتھ ہی وہ سلائی کے ساتھ بدن کو محیط بھی ہے اس لئے کہ آستین میں ایک ہاتھ ڈال لینا ایک بٹن لگانے کے حکم میں ہے اور اس پر ان صورتوں میں سلا ہوا لباس پہننے کی تعریف صادق آتی ہے (اور ایک دن سے کم پہننے کی صورت میں اس پر صدقہ واجب ہو گا، مؤلف) اسی طرح اگر طیلسان پہنا اور اس کے بٹن نہیں لگائے تو اس پر بھی کوئی جزا لازم نہیں ہے کیونکہ یہ بلا تکلف خود بخود ٹھہرا نہیں رہتا اور اگر اس کے بٹن لگا کر ایک دن یا زیادہ پہنا تو اس پر دم واجب ہو گا اور ایک دن سے کم پہننے پر صدقہ واجب ہو گا کیونکہ اب بٹن کے ذریعے اس کا خود بخود ٹھہرے رہنا حاصل ہو گیا ہے اور وہ سلائی کے ساتھ بدن کو محیط بھی ہے [2]

---

[1] لباب وشرحہ ومنحہ وغنیہ ملتقطاً [2] لباب وشرحہ و فتح وغنیہ ملتقطاً وتصرفاً۔

(۲) اگر قمیص (کرتہ) کو چادر کی طرح لپیٹ لیا یا تہبند (لنگی) کی طرح باندھ لیا، یا شلوار کو تہبند کی طرح لپیٹ لیا تو کوئی مضائقہ نہیں (اور اس پر کچھ واجب نہیں ہوگا) اس لئے کہ اس نے سلا ہوا لباس عادت کے مطابق نہیں پہنا کیونکہ یہ سلائی کے ذریعہ بدن کو محیط نہیں ہے [1] مطلب یہ ہے کہ سلے ہوئے کپڑے کو پہننے کا جو طریقہ ہے اس کے خلاف پہننے سے جزا واجب نہیں ہوگی [2] شلوار کو ازار بند ڈالنے کی جگہ (نیفہ) تک پھاڑ کر تہبند کی طرح باندھنے میں کوئی مضائقہ نہیں [3] اور اگر سوائے شلوار (پاجامہ) کے اور کوئی کپڑا موجود نہیں ہے اور اس کو بغیر پھاڑے معمول کے مطابق پہن لیا تہبند کی طرح نہیں باندھا تو مشہور روایت کی بنا پر دم واجب ہوگا لیکن اس مسئلہ میں وجوبِ دم کے متعلق تفصیل ہے وہ یہ کہ اگر وہ شلوار یا پاجامہ اتنا بڑا اور کھلا ہے کہ اس کو پھاڑ کر تہبند کی طرح باندھا جا سکتا ہے تو اس کو پھاڑ کر تہبند کی طرح باندھنا واجب ہے پس جب اس کو بغیر پھاڑے معمول کے مطابق پہن لیا تو اس پر دم حتمی (معین) واجب ہوگا لیکن اگر وہ شلوار (پاجامہ) اتنا کھلا نہیں ہے بلکہ تنگ ہے اور اس کو بغیر پھاڑے معمول کے مطابق پہن لیا تو وہ معذور ہے اس پر فدیہ متخیرہ واجب ہوگا اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس کو شلوار پھاڑے بغیر تہبند کی طرح پہننے کی بجائے حسب معمول پہننا جائز ہے لیکن اس پر اس طرح پہننے سے کفارہ واجب ہوگا کیونکہ ضرورت کی وجہ سے محظور کا ارتکاب جائز ہے البتہ اس پر کفارہ واجب ہوگا جیسا کہ بیماری کی وجہ سے سر کو منڈانا یا عذر کی وجہ سے سِلا ہوا لباس پہننا جائز ہو جاتا ہے اور کفارہ بھی واجب ہوتا ہے بخلاف قمیص (کرتہ) کے کہ اس کو پھاڑ کر چادر کی طرح پہننے کی بجائے معمول کے مطابق پہننا اس وقت تک جائز نہیں ہے جب تک عذرات میں کوئی اور عذر موجود نہ ہو [4]

(۳) اگر چادر کو گرہ لگائی یا تہبند کو رسّی کے ساتھ ایک دن تک باندھے رکھا تو یہ مکروہ ہے کیونکہ یہ سلے ہوئے کپڑے کے مشابہ ہو جاتا ہے اور اس پر کچھ جزا واجب نہیں ہوگی اس لئے کہ اس طرح کپڑے کا سلائی کے ساتھ بدن کو محیط ہونا نہیں پایا جاتا [5] کپڑے کو بغل کے نیچے سے نکال کر کندھے پر ڈالنا یا اپنے گرد لپیٹ لینا جائز ہے لیکن اس کو کسی تنکے یا کانٹے وغیرہ سے نہ ٹانکے اور اپنی گردن پر اس کی گرہ بھی نہ لگائے (یعنی ایسا کرنا مکروہ ہے) اپنے گرد کپڑے کو لپیٹ لینا اس لئے جائز ہے کہ یہ چادر اوڑھنے یا تہبند باندھنے کی طرح ہے اور گرہ لگانا اس لئے مکروہ ہے کہ جب اس کو گرہ لگائی تو اب وہ کپڑا بدن پر ٹھہرنے میں کسی تکلف کا محتاج نہیں رہے گا پس سلا ہوا کپڑا پہننے کے مشابہ ہو جائے گا لیکن اگر ایسا کیا تو اس پر کچھ جزا واجب نہیں ہوگی کیونکہ یہ فی الحقیقت سِلا ہوا کپڑا پہننا نہیں ہے پس اس میں کراہت کا حکم لگانے پر اکتفا کی گئی ہے [6] (ان چیزوں کا بیان محرمات و مکروہاتِ احرام میں بھی گذر چکا ہے، مؤلف)

(۴) مُحرِمہ عورت کو سلا ہوا لباس پہننا جائز ہے اس سے اس پر کوئی جزا واجب نہیں ہوگی نہ دم واجب ہوگا نہ صدقہ، لیکن جو سلا ہوا کپڑا زعفران یا ورس یا کُسم وغیرہ خوشبو میں رنگا ہوا اس کا پہننا مرد کی طرح عورت کے لئے بھی جائز نہیں ہے پس خوشبو میں رنگا ہوا کپڑا پہننے سے مرد کی طرح عورت پر بھی دم واجب ہوگا جبکہ ایک دن یا ایک رات یا اس سے زیادہ پہنا ہو اور

[1] بحر و غنیہ [2] معلم [3] فتح [4] لباب و شرحہ ملخصاً و تصرفاً و زیادۃ عن غنیہ [5] فتح و غنیہ و غیرہما [6] غنیہ

مرد پر دو دم واجب ہوں گے ایک سِلا ہوا کپڑا پہننے کی وجہ سے اور دوسرا خوشبو کے استعمال کی وجہ سے لیکن اگر عادت کے خلاف طریقہ پر پہنا تو مرد پر بھی ایک ہی دم خوشبو کی وجہ سے واجب ہوگا اور عورت پر ہر حال میں خوشبو کے استعمال کی وجہ سے ایک ہی دم واجب ہوگا اور ایک دن سے کم پہننے کی صورت میں مرد پر دو صدقے اور عورت پر ایک صدقہ واجب ہوگا [1]

موزے و جراب اور دستانے پہننے کا حکم

(۱) احرام کی حالت میں مردوں کو موزے (اور بوٹ جوتہ) پہننا منع ہے لیکن جوتہ موجود نہ ہو تو موزوں (اور بوٹ وغیرہ) کی پشتِ قدم کی درمیانی اُبھری ہوئی ہڈی کے نیچے تک کاٹ کر پہننا جائز ہے پس اگر کسی محرم مرد نے موزے (یا بوٹ جوتہ وغیرہ) بغیر کاٹے پہن لئے جس سے اس کے پشتِ قدم کی ہڈی چھپ گئی اور ایک دن یا ایک رات پہنے رہا تو اس پر دم واجب ہوگا اور ایک دن یا ایک رات سے کم پہننے کی صورت میں صدقہ واجب ہوگا اسی طرح محرم مرد کو جرابیں پہننا بھی منع ہے خواہ وہ منعّل ہوں یا غیر منعّل کیونکہ یہ بھی خفین (موزوں) کے حکم میں ہیں اور اسی طرح ائمہ اربعہ کے نزدیک محرم مرد کے لئے اپنے دونوں ہاتھوں میں دستانے پہننے کا بھی یہی حکم ہے (خواہ چمڑے یا کپڑے کے سلے ہوئے ہوں یا ہاتھوں کی وضع پر بُنے ہوئے ہوں) پس مُحرم مرد کو دستانے پہننا بھی منع ہے کیونکہ ان کا پہننا بھی سلا ہوا کپڑا پہننے کی ایک قسم میں سے ہے اور بظاہر ایک موزہ پہننے کا بھی وہی حکم ہے جو دو موزوں کا ہے جبکہ دونوں موزوں کے پہننے کی مجلس متعدد نہ ہو۔ اگر موزوں کو وسطِ قدم کی اُبھری ہڈی سے نیچے تک کاٹ کر پہنا تو اس پر ہمارے فقہا کے نزدیک کچھ واجب نہیں ہے (موزوں کو وسطِ قدم پر سے اس طرح کاٹا جائے کہ پیر کی پشت کی ہڈی کے ذرا نیچے سے اوپر دونوں ٹخنوں اور اس کے اطراف اور ایڑی سمیت موزہ وغیرہ کھل جائے اور دیسی جوتی کی مانند رہ جائے، صرف ٹخنوں کی جگہ سے یا صرف پشتِ قدم کی ابھری ہوئی ہڈی کی جگہ سے کاٹنا کافی نہیں ہے خوب سمجھ لیجئے [2]

(۲) اگر موزے پشتِ قدم سے کاٹ کر پہننے کے بعد چپل (یا ایسا جوتہ مل گیا جو پشتِ قدم کی بیچ کی ہڈی اور ٹخنوں اور ان کے اطراف کو نہیں ڈھانپتا) تو ہمارے فقہا کے نزدیک اس کو موزے پہنے رہنا بھی جائز ہے (ان کا اتارنا اور چپل یا جوتی کا پہننا ضروری نہیں ہے اور اب بھی ان کو پہنے رہنے سے اس پر کچھ جزا واجب نہیں ہوگی)۔

(۳) چپل یا ایسے جوتے کی موجودگی میں جو پاؤں کی پشت کی ہڈی کو نہ چھپائے موزوں کو کاٹ کر پہننا جائز ہے لیکن مکروہ اور بُرا ہے کیونکہ اس صورت میں یہ فعل خلافِ سنت ہے اور اس میں مال کو بلا ضرورت ضائع کرنا بھی پایا جاتا ہے [3]

(۴) یہ جملہ امور مُحرم مرد کے بارے میں بیان ہوئے ہیں عورت کو موزے و جراب اور دستانے پہننا منع نہیں لیکن عورت کے لئے ان کا نہ پہننا اولیٰ و افضل ہے [4] عورتوں کو زیور وغیرہ پہننے کا بھی یہی حکم ہے کہ جائز ہے لیکن خلافِ اولیٰ ہے [5] (ان امور کی تفصیل احرام کے بیان میں مذکور ہے وہاں ملاحظہ فرمائیں، مؤلف)

(۵) مردوں کو احرام کی حالت میں بنیان، زرہ ٹوپ والی بارانی اور کوٹ پہننا بھی ناجائز و ممنوع ہے [6]

---

[1] لباب شرح و زیادۃ [2] زبدہ مع عمدہ [3] لباب شرحہ غنیۃ و منحہ و بدائع و غیرہا الملتقط و تقریر [4] مستفاد عن لباب و شرحہ منحہ و غیرہا [5] زبدہ بتصرف [6] معلم

ع۔ یعنی جس کے تلے پر دیسی جوتی کی طرح چمڑا سِلا ہوا ہو۔

(۶) رومال وغیرہ بغیر سلا ہوا کپڑا ہاتھوں وغیرہ پر لپیٹنا، یا سر اور چہرے کے علاوہ باقی بدن یعنی ہاتھوں پیروں وغیرہ کو چادر وغیرہ سے ڈھانپ لینا جائز ہے [۱] (جیسا کہ آگے آتا ہے مؤلف)

سر یا چہرہ ڈھانکنا

(۱) مُحرم مرد اپنا سر عمامہ (صافہ) یا کسی ایسی چیز سے نہ ڈھانپے جس سے سر کو ڈھانپا جاتا ہے کیونکہ احرام کی حالت میں مرد کو ایسی چیز سے سر ڈھانپنا منع ہے جس سے عادتاً سر کو ڈھانپا جاتا ہے [۲] اور سر سے مراد وہ عضو ہے جس کو احرام کی حالت میں ڈھانپنا حرام و ممنوع ہے پس چہرہ بھی اسی حکم میں داخل ہے [۳] اس لئے ہمارے فقہا کے نزدیک مُحرم مرد اپنے چہرہ کو بھی نہ ڈھانکے [۴] پس محرم مرد اپنے سر اور چہرہ دونوں یا دونوں میں سے کسی کو نہ ڈھانپے، مرد کو سر کا ڈھانپنا بالاجماع حرام و ممنوع ہے جیسا کہ محرمہ عورت کو چہرہ کا اس طرح ڈھانپنا کہ کپڑا چہرہ کو مس کرے بالاجماع ممنوع و حرام ہے اور محرم مرد کو اپنا چہرہ اس طرح ڈھانپنا کہ کپڑا چہرہ کو لگے ہمارے فقہا کے نزدیک اسی طرح حرام و ممنوع ہے جس طرح عورت کے لئے حرام ہے امام مالک و امام احمد رحمہما اللہ سے بھی ایک روایت میں یہی حکم ہے [۵] (عورت کو سر کا ڈھانپنا منع نہیں ہے جیسا کہ آگے آتا ہے مؤلف)

(۲) سر اور چہرہ کا چوتھائی حصہ ڈھانپنا کُل سر یا کُل چہرہ ڈھانپنے کے حکم میں ہے جیسا کہ سر کا مسح کرنے، سر کا حلق کرانے اور ستر عورت کے کُھل جانے میں چوتھائی حصہ کُل کے حکم میں ہے یعنی سر اور داڑھی کا چوتھائی حصہ حلق کرانے سے دم لازم آتا ہے (جیسا کہ آگے آئے گا) اور چوتھائی عضوِ ستر کُھل جانے سے نماز فاسد ہو جاتی ہے پس سر یا چہرہ کا چوتھائی حصہ کپڑے وغیرہ سے ڈھانپ لیا تو اس پر وہی جزا واجب ہوگی جو پورے سر یا چہرے کے ڈھانپنے سے واجب ہوتی ہے، امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے مشہور روایت یہی ہے کہ چوتھائی سر یا چہرہ کا ڈھانپنا کُل ڈھانپنے کے حکم میں ہے جیسا کہ کتبِ فقہ میں اکثر جگہ مذکور ہے اور اکثر فقہا کے قول کے مطابق یہی صحیح ہے، اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک دم واجب ہونے کے لئے اکثر سر ڈھانپنے کا اعتبار ہوگا جیسا کہ ان کے اکثر حصہ تک ڈھانپنے کا اعتبار ہے کیونکہ اکثر حصہ کُل کے قائم مقام ہوتا ہے [۶] صاحب ہدایہ و کافی و مبسوط وغیرہم نے امام ابو یوسفؒ سے اسی طرح نقل کیا ہے اور محیط و ذخیرہ و بدائع و کرمانی میں یہی روایت امام محمدؒ سے منقول ہے اور فتح القدیر میں درایت کے لحاظ سے اسی کو اختیار کیا ہے [۷] جیسا کہ اس میں کہا ہے کہ استدلالاً یہ قول اوجہ ہے کیونکہ ارتفاق کامل معتبر ہے [۸] خلاصہ یہ ہے کہ وجوب دم کے لئے روایت کے اعتبار سے چوتھائی سر کا ڈھانپنا راجح ہے اور درایت کے اعتبار سے اکثر حصہ سر کا ڈھانپنا راجح ہے کیونکہ اکثر حصہ سے کم ڈھانپنے کی صورت میں کامل جنایت حاصل نہیں ہوتی بخلاف چوتھائی سر مونڈنے کے کیونکہ اس کا رواج ہے [۹] اور صحیح وہی ہے جو امام ابو حنیفہؒ سے مشہور روایت میں مذکور ہوا ہے (یعنی وجوبِ دم کے لئے چوتھائی سر ڈھانپنا ہی معتبر ہے) کذا فی المحیط [۱۰]

[۱] حیات و غیرہ [۲] بدائع [۳] بحر [۴] بدائع [۵] لباب و شرحہ [۶] لباب شرحہ و فتح و بحر و در و ش و غنیہ ملتقطاً [۷] بحر [۸] فتح [۹] بحر [۱۰] ع

(۳) پس اگر مُحرِم مرد نے اپنا تمام سر یا تمام چہرہ ایسے کپڑے وغیرہ سے ڈھانپا جس سے عادۃً ڈھانپتے ہیں خواہ وہ سلا ہوا ہو یا بغیر سلا ہو جیسے ٹوپی وعمامہ وغیرہ اور ایک دن کامل یا ایک رات کامل یا دونوں میں سے کسی ایک کی مقدار یا اس سے زیادہ ڈھانپا تو بلاخلاف اس پر دم واجب ہوگا اور ایک دن یا ایک رات سے کم ڈھانپنے کی صورت میں صدقہ واجب ہوگا خواہ اس نے قصداً ڈھانپا ہو یا بھول کر، مسئلہ جانتے ہوئے ڈھانپا ہو یا مسئلہ نہ جانتے ہوئے، اپنے اختیار سے کیا ہو یا کسی کی زبردستی کرنے سے، سوتے میں ڈھانپا ہو (یا جاگتے میں)، خود ڈھانپا ہو یا کسی دوسرے شخص نے ڈھانپ دیا ہو، عذر سے ہو یا بلاعذر ہو، ہر حال میں جزا واجب ہوگی لیکن اگر بلاعذر ڈھانپا ہو تو اس پر دم (یا صدقہ) حتمی (معیّن طور پر) واجب ہوگا اور اگر عذر کے ساتھ ڈھانپا تو دم (یا صدقہ) متخیر واجب ہوگا [۱] اور اگر چوتھائی سر یا چوتھائی چہرہ یا اس سے زیادہ ڈھانپا اور ایک دن تک ڈھانپے رہا تو اس پر دم واجب ہوگا اور چوتھائی سے کم ڈھانپا تو اس پر صدقہ واجب ہوگا، کتاب میں اسی طرح مذکور ہے، یہ حکم امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک مشہور روایت میں ہے اور یہی صحیح ہے [۲] روایۃ الاصل کی وجہ یہ ہے کہ چوتھائی اس حکم میں کُل کی مانند ہے جیسا کہ سر کے حلق کرانے کا حکم ہے اور اس روایت کی بنا پر اگر مُحرِم مرد یا عورت نے اپنا چوتھائی چہرہ ڈھانپ لیا تو اس کا حکم بھی کُل چہرہ ڈھانپنے کی مانند ہے [۳]

(۴) اگر کسی دوسرے شخص نے محرم مرد کا سر یا چہرہ سونے کی حالت میں ڈھانپ دیا اور ایک دن کامل یا ایک رات کامل ڈھکا رہا تو اس سونے والے مُحرِم پر جزا واجب ہوگی کیونکہ اس کو اس سے ارتفاق حاصل ہوگیا اور بے اختیاری میں جنایت سرزد ہونے کا گناہ ساقط ہو جاتا ہے (یعنی وہ گنہگار نہیں ہوتا) لیکن جو جزا واجب ہوتی ہے وہ ساقط نہیں ہوتی [۴]

(۵) مُحرِم مرد نے کوئی چیز سر پر اٹھائی اگر وہ چیز ایسی ہے جس سے عادتاً سر کو ڈھانپا جاتا ہے جیسے لوگوں کا لباس تو یہ اس کے لئے جائز نہیں ہے کیونکہ یہ بھی پہننے کی مانند ہے پس اس پر ایک دن کامل تک چوتھائی سر ڈھک جانے کی صورت میں دم واجب ہوگا اور کم میں صدقہ واجب ہوگا لیکن اگر ایسی چیز سر پر اٹھائی جس سے عادتاً سر کو نہیں ڈھانپتے مثلاً اناج کی بوری و گُون، تھال (طشت) پیالہ، ٹوکرا، پتھر، ڈھیلا، لوہا، تانبا، پیتل، چاندی، سونا، لکڑی، شیشہ وغیرہ خواہ اس سے سارا سر ڈھک جائے یا بعض حصہ ڈھکے اس کے اٹھانے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے اور اس پر دم یا صدقہ کوئی جزا واجب نہیں ہوگی اگرچہ سردی یا گرمی کو دور کرنے کے لئے سر پر رکھا ہو کیونکہ یہ نہ لباس پہننے میں شمار ہوگا اور نہ سر ڈھانپنے میں لیکن ظاہر سنّت کے مخالف ہونے کی وجہ سے اس کا ترک کرنا افضل ہے [۵] اور اسی پر یہ مسئلہ بھی متفرع ہے کہ اگر احرام کی حالت میں خانۂ کعبہ کے پردے (غلاف) کے نیچے داخل ہوا اور پردہ اس کے سر اور چہرہ کو مس کرتا ہے تو مکروہ ہے اور اس پر کچھ واجب نہیں ہے اور اگر سر و چہرہ کو مس نہیں کرتا تو مکروہ بھی نہیں ہے [۶]

(۶) اگر مُحرِم مرد نے اپنے سر پر کیچڑ لگائی تو اس پر جزا واجب ہوگی اور اگر سر پر گاڑھی مہندی لگائی تو اس پر دو جزائیں واجب ہوں گی ایک جزا سر ڈھانپنے کی وجہ سے اور دوسری جزا خوشبو استعمال کرنے کی وجہ سے اور اگر پتلی مہندی لگائی تو صرف ایک جزا خوشبو کے استعمال کی وجہ سے واجب ہوگی سر ڈھانکنے کی جزا واجب نہیں ہوگی کیونکہ وہ اس سے حاصل نہیں ہوا اور اسی طرح اگر سر پر

[۱] لباب وشرحہ ودر وغنیہ ملتقطاً [۲و۳] بدائع ودر ملتقطاً [۴] فتح وبحر وشرح اللباب وغنیہ ملتقطاً [۵] لباب وشرحہ وبدائع ودر وبحر وغنیہ ملتقطاً [۶] بحر وغنیہ۔

خطمی یا صندل وغیرہ کسی اور خوشبودار چیز کا لیپ کیا تب بھی وہی حکم ہے جو مہندی کا بیان ہوا اور اگر سر پر کسی بغیر خوشبو کی چیز کا لیپ کیا تو اس پر ایک جزا واجب ہوگی ۱؎ (اس کی تفصیل خوشبو کے استعمال کے بیان میں خضاب لگانے اور خطمی استعمال کرنے کے عنوان میں گذر چکی ہے، مؤلف)

(۷) سر یا چہرے کے چوتھائی حصہ سے کم پر بلا ضرورت کپڑے کی پٹی باندھنا مکروہ ہے ضرورت کی وجہ سے باندھنا مکروہ نہیں ہے اگر وہ پٹی ایک دن کامل یا ایک رات کامل تک بندھی رہی تو ضرورۃً ہو یا بلا ضرورت دونوں صورتوں میں بالاتفاق اس پر صدقہ واجب ہوگا، اگر اس سے کم وقت تک بندھی رہی تو اس پر کچھ واجب نہیں ہوگا اور اگر سر یا چہرے کے چوتھائی حصہ یا اس سے زیادہ پر ایک دن یا ایک رات کپڑے کی پٹی بندھی رہی تو دم واجب ہوگا اور ایک دن یا رات سے کم بندھی رہی تو صدقہ واجب ہوگا ۲؎ ضرورت کی حالت میں کفارہ اختیاری ہوگا اور بلا ضرورت کی صورت میں کفارہ حتمی ہوگا جیسا کہ اصول بیان ہو چکا ہے ۳؎ ایک دن سے کم باندھنے کی صورت میں صدقہ کا وجوب مطلق بیان ہوا ہے پس ایک گھنٹہ یا اس سے کم وقت کے لئے بھی یہی حکم ہے ۴؎

(۸) اگر سر اور چہرہ کے علاوہ بدن کے کسی اور حصہ پر کپڑے کی پٹی باندھی تو اس پر کچھ واجب نہیں ہے خواہ کتنی ہی زیادہ جگہ پر ہو لیکن بلا عذر ایسا کرنا مکروہ ہے جیسا کہ تہبند کو گرہ لگانا اور چادر کو خلال (کلنٹے یا پن وغیرہ) سے اٹکانا جائز ہے لیکن بلا ضرورت مکروہ ہے کیونکہ اس طرح وہ سلے ہوئے کپڑے کے مشابہ ہو جاتا ہے اور اپنے دونوں کان و گدی (گردن) اور ٹھوڑی سے نیچے لٹکی ہوئی ڈاڑھی اور باقی بدن کو چادر اور رومال وغیرہ سے ڈھانپنے میں مضائقہ نہیں ہے بخلاف منہ، رخسار اور ٹھوڑی کے ڈھانپنے کے (کہ یہ چہرہ میں شامل ہیں اور ان کا ڈھانپنا منع ہے) اور اپنی ناک پر کپڑے کے بغیر ہاتھ رکھنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے ۵؎ اور ظاہر یہ ہے کہ ناک پر کپڑے کے ساتھ ہاتھ رکھنا صرف مکروہ تحریمی ہے (اور اس پر کچھ واجب نہیں ہوگا) اس لئے کہ ناک چہرہ کے چوتھائی حصہ سے کم ہے ۶؎ (ان کی تفصیل احرام کے بیان میں مذکور ہے، مؤلف)

(۹) عورت کے لئے احرام کی حالت میں اپنے چہرے کے سوا باقی تمام بدن کا ڈھانپنا جائز ہے خواہ سلے ہوئے کپڑے پہنے یا بغیر سلے ہوئے کپڑے سے ڈھانپے اور خواہ موزے و دستانے وغیرہ پہنے کوئی مضائقہ نہیں ہے ۷؎ عورت کو نقاب یا برقعہ یا کوئی اور کپڑا اس طرح پہننا کہ وہ کپڑا چہرے کو مس کرے منع ہے اگر اس نے اس طرح کامل ایک دن پہنا تو اس پر دم واجب ہوگا اور ایک دن سے کم پہنا تو صدقہ واجب ہوگا ۸؎ اگر اس نے ایسا ضرورت کی وجہ سے کیا تو وہ کفارہ مخیرہ ہوگا، اگر عورت نے اپنے چہرہ پر ایک دن یا ایک رات کامل تک کپڑے کا ڈھاٹا باندھا تو اس پر دم واجب ہوگا اور اس سے کم میں صدقہ واجب ہوگا اور اگر کبھی منہ کو کپڑے سے ڈھانپ لیتی ہے اور کبھی کھول لیتی ہے اور اس طرح بار بار حسب ضرورت پردے کے لئے کرتی رہے اگر ہر دفعہ کپڑا اس کے چہرے کو ایک ساعت فلکیہ (ایک گھنٹہ) سے کم وقت تک لگا رہا تو ہر دفعہ کے لئے ایک مٹھی (لپ) گندم صدقہ کرنا واجب ہے واللہ اعلم ۹؎ اور اگر برقعہ یا نقاب وغیرہ کے اندر ایسی چیز کی آڑ دے لے جس کی وجہ سے برقعہ وغیرہ کا کپڑا اس کے چہرہ سے مس نہ کرے تو جائز ہے اور اس کا کوئی مضائقہ نہیں ۱۰؎ بلکہ ایسا کرنا مستحب یا واجب ہے یعنی محرم مرد کے سامنے پردہ کے لئے ایسا کرنا مستحب ہے اور غیر محرم مرد کے سامنے ایسا کرنا واجب ہے ۱۱؎

۱؎ لباب و شرحہ و غیرہ زیادۃ ۲؎ مستفاد من فتح و بحر و لباب و شرحہ و منحہ ملتقطاً و تصرفاً ۳؎ زبدہ ملخصاً ۴؎ بحر ۵؎ فتح و بحر و در و ش و غنیہ ملتقطاً ۶؎ ش و غنیہ ۷؎ بدائع ۸؎ لباب و شرحہ و غنیہ ۹؎ غنیہ عن ضیاء الابصار ۱۰؎ بدائع وغیرہ ۱۱؎ ارشاد وغیرہ

بدن سے بال دُور کرنا

بدن سے بال دور کرنے کے بارے میں اصل یہ ہے کہ اگر احرام کھولنے کے وقت سے پہلے بدن کے کسی ایسے عضو سے بال مونڈے جس کے بال عادت کے طور پر مونڈے جاتے ہیں مثلاً سر یا بغل کے بال تو اس پر دم واجب ہوگا اور اگر ایسے عضو کے بال مونڈے جس کے بال عادت کے طور پر مونڈے نہیں جاتے مثلاً سینہ و پنڈلی تو صدقہ واجب ہوگا اور یہی اَوجہ ہے [1]

سر اور ڈاڑھی کے بال مونڈنا

(۱) بال مونڈنا، کترنا، اکھاڑنا، بال صفا پوڈر وغیرہ سے دُور کرنا، توڑنا، جلانا وغیرہ سب کا ایک ہی حکم ہے [2] یعنی بال خواہ استرے سے مونڈے یا کسی اور طرح سے دُور کرے اور خواہ اپنے اختیار سے ہو یا بغیر اختیار کے ہر حال میں یکساں حکم ہے پس اگر محرم نے اپنے بالوں کو بال صفا پوڈر وغیرہ سے دُور کیا یا اکھاڑا یا جلایا یا اپنے ہاتھ سے مَلا اور بال جھڑ گئے تو ان سب صورتوں کا حکم حلق (مونڈنے) کی مانند ہے اس کے برخلاف اگر بال کسی بیماری کی وجہ سے جھڑ گئے یا آگ کا کام کرتے ہوئے جل گئے تو اس پر کچھ جزا واجب نہیں ہے کیونکہ اس میں زینت نہیں ہے بلکہ عیب ہے [3] اور بال کترنا بھی مونڈنے کے حکم میں ہے [4]

(۲) مُحرم اپنے بال خود مونڈے یا کوئی دوسرا شخص اس کے کہنے سے یا اس کے امر کے بغیر اور اس کی خوشی سے یا زبردستی سے مونڈے سب صورتوں میں جزا واجب ہوگی [5] ——— (۳) چوتھائی سر یا چوتھائی ڈاڑھی کے مونڈنے سے دم واجب ہوتا ہے کیونکہ کامل ارتفاق (نفع و سہولت) حاصل ہونے کی وجہ سے یہ کامل جنایت کا ارتکاب ہے اس لئے کہ ایسا کرنا بعض لوگوں کی عادت ہے اور اگر چوتھائی سر یا ڈاڑھی سے کم حصہ مونڈا تو جنایت ناقص ہونے کی وجہ سے صدقہ واجب ہوگا [6] پس اگر کسی مُحرم شخص نے احرام کھولنے سے قبل اپنا پورا یا چوتھائی یا اس سے زیادہ سر یا ڈاڑھی کے بال مونڈے (یا منڈائے) تو اس پر دم واجب ہوگا اور اگر چوتھائی سے کم حصہ مونڈا تو صدقہ واجب ہوگا یہی صحیح اور مختار ہے جمہور اصحاب مذہب اسی پر ہیں اور امام طحاویؒ نے اپنی مختصر میں ذکر کیا ہے کہ امام ابو یوسف و امام محمد رحمہما اللہ کا قول یہ ہے کہ جب تک سر کا اکثر حصہ نہ مونڈے دم واجب نہیں ہوگا [7]

(۴) اگر مُحرم کے سر کے بال گر گئے ہوں اور اب اس کے سر کے بال پورے سر کے بالوں کی چوتھائی کے برابر باقی رہ گئے ہوں اور اُس نے ان کو منڈا دیا تو اس پر دم واجب ہوگا اور اگر اس سے کم بال ہوں اور ان کو منڈایا تو صدقہ واجب ہوگا اور اسی طرح اگر کسی مُحرم مرد کی ڈاڑھی کے بال جھڑ گئے ہوں یا قدرتی طور پر اس کی ڈاڑھی خفیف (چھدری) ہو تو اگر وہ بال پوری (بھرواں) ڈاڑھی کے چوتھائی حصہ کی مقدار ہوں تو اُن کے مونڈنے سے دم واجب ہوگا اور چوتھائی حصہ کی مقدار سے کم بال ہوں تو صدقہ واجب ہوگا [8]

(۵) اگر مُحرم سے سرزد ہونے والی جنایات ایک ہی قسم کی ہوں تو اُس پر ایک ہی کفارہ واجب ہوگا پس اگر محرم نے اپنے تمام بدن کے بال بال صفا پوڈر وغیرہ سے دُور کئے تو اس پر ایک ہی دم واجب ہوگا [9] کیونکہ مقصود یعنی ارتفاق متحد ہونے کی وجہ سے

[1] غایۃ و فتح و بحر و غنیۃ و ش ملتقطاً [2] لباب و شرحہ [3] بحر و ش [4] ش [5] غنیۃ [6] بحر [7] لباب و شرحہ و ش و غیرہا [8] لباب و شرحہ و ش و فتح و بحر و غنیۃ [9] غایۃ و ش

محل بھی معنیً واحد ہے [1] اور مونڈنا بھی بالصفا پوڈر وغیرہ سے بال دور کرنے کی مانند ہے [2] پس اسی لئے اگر مُحرم نے اپنا سر اور داڑھی اور دونوں بغلوں کے بال بلکہ اپنے تمام جسم کے بال ایک مجلس میں مونڈے تو دو شرطوں سے اس پر ایک ہی دم واجب ہوگا۔ پہلی شرط یہ ہے کہ اس نے پہلے حلق کرانے کا کفارہ ادا نہ کیا ہو پس اگر کسی نے اپنا سر منڈایا اور دم ذبح کر دیا پھر اسی مجلس میں اپنی داڑھی مونڈی تو اب اس پر دوسرا دم واجب ہوگا۔ دوسری شرط یہ ہے کہ مجلس متحد ہو [3] پس اگر مجلس مختلف ہوگی تو شیخین کے نزدیک اگر حلق کرانے کی جگہ مختلف ہوگی تو ہر مجلس کی جنایت کی جزا الگ واجب ہوگی کیونکہ اس صورت میں محل جنایت حقیقۃً مختلف ہے اور امام محمدؒ کے نزدیک جبتک پہلی جنایت کا کفارہ ادا نہیں کیا ایک ہی دم واجب ہوگا اور خوشبو کے بیان میں بھی اس کی نظیر گذر چکی ہے اور اگر محل واحد ہوگا تو دم بھی واحد ہی واجب ہوگا اگرچہ مجلس مختلف ہو جیسا کہ مختلف مجالس میں سر مونڈنے کا حکم ہے پس اگر کسی مُحرم نے اپنا پورا سر چار مجلسوں میں منڈا اس طرح پر کہ ہر مجلس میں چوتھائی سر مونڈا تو جبتک اس نے پہلی دفعہ کے حلق کا کفارہ ادا نہیں کیا اس پر بالاتفاق ایک دم واجب ہوگا کیونکہ محلِ جنایت حقیقۃً و معنیً متحد ہے اس لئے کہ اجناسِ جنایت متفقہ (متحدہ) ہیں اگرچہ مجالسِ حلق مختلف ہوں، اور یہ حکم اس وقت ہے جبکہ یہ مجالسِ متحدہ ایک دن میں ہوں لیکن اگر چار دن میں چار مجالس میں اپنا سر مونڈا اور ہر مجلس میں سر کا چوتھائی حصہ مونڈا تو اب جزا میں تداخل نہیں ہوگا اور اس پر چار دم واجب ہوں گے [4] (اور جب اجناس مختلف ہوں تو جزائیں بھی اجناس کے مطابق متعدد واجب ہوں گی اگرچہ مجلس اور دن متحد ہو جیسا کہ آگے آتا ہے، مؤلف) —— (۶) مختلف جگہ کے بال مونڈنے کو جمع کیا جائے گا جیسا کہ خوشبو کے بارے میں حکم ہے پس کسی نے متفرق جگہ سے تھوڑا تھوڑا سر مُنڈایا اگر ان سب جگہوں کے بالوں کا مجموعہ چوتھائی سر کے برابر ہو جائے تو دم واجب ہوگا [5] (ورنہ صدقہ واجب ہوگا۔)

مونچھیں مُنڈانا یا کترانا

(۱) اگر احرام کی حالت میں اپنی پوری یا کچھ مونچھ مونڈی یا قینچی وغیرہ سے کتری تو اس پر صدقہ واجب ہوگا۔[6]

(۲) جاننا چاہئے کہ مُونچھ کے مونڈنے (یا کترنے) پر جزا واجب ہونے کے بارے میں تین قول ہیں [1] ایک قول جو کہ صحیح مذہب ہے یہ ہے کہ اس پر صدقہ واجب ہوگا جیسا کہ حاکم شہید کی کتاب کافی میں ہے اور غایۃ البیان و مبسوط میں اس کو صحیح قرار دیا ہے اس لئے کہ مونچھ کے بال تھوڑے ہوتے ہیں نیز یہ چھوٹا عضو ہے اور داڑھی کے تابع اور داڑھی ہی کا جزو ہے داڑھی کے ساتھ مل کر ایک عضو ہے کیونکہ یہ داڑھی کے چوتھائی حصہ سے کم ہوتی ہے اور پورے عضو کی چوتھائی سے کم حصے کے مونڈنے سے دم واجب نہیں ہوتا پس مونچھ کے مونڈنے یا کترنے سے صدقہ واجب ہوگا خواہ پوری مونچھ مونڈی ہو یا اس کا بعض حصہ [2] اور دوسرا قول یہ ہے کہ یہ دیکھا جائے گا کہ مونچھ کا جسقدر حصہ مونڈا گیا ہے وہ داڑھی کے چوتھائی حصّہ کا کونسا حصہ بنتا ہے پس اسی نسبت سے بکری کی قیمت صدقہ کرنا واجب ہوگا مثلاً اگر وہ مونچھ سمیت چوتھائی داڑھی کا چوتھائی حصہ ہے تو اس پر بکری کی قیمت کا چوتھائی حصہ صدقہ کرنا واجب ہوگا اور اگر مونچھ سمیت چوتھائی داڑھی کا آٹھواں حصہ ہے تو بکری کی

[1] غنیہ [2] ش [3] بحر و لباب ملتقطاً [4] لباب شرحہ و فتح و بحر و منحہ و ش و ع و غنیہ ملتقطاً [5] لباب و شرحہ و فتح و بحر و غیرہا [6] لباب و شرحہ

قیمت کا آٹھواں حصہ صدقہ کرنا واجب ہوگا۔ اور تیسرا قول یہ ہے کہ مونچھ کے مونڈنے پر دم واجب ہوگا اس لئے کہ یہ اُن اعضا میں سے ہے جن کو عادۃً مونڈا جاتا ہے جیسا کہ صوفیہ وغیرہم ایسا کرتے ہیں [۱] علامہ سید محمد یاسین میرغنی رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ راجح روایت میں کترانے کا حکم بھی منڈانے کی مانند ہے واللہ تعالیٰ اعلم [۲]

سر اور ڈاڑھی کے علاوہ باقی بدن کے بال مونڈنا

(۱) سر اور ڈاڑھی کے علاوہ باقی اعضائے بدن میں چوتھائی حصہ کا مونڈنا کُل کے قائم مقام نہیں ہوتا کیونکہ باقی اعضا کے بعض حصہ کو مونڈنے کی عام عادت نہیں ہے اس لئے یہ ارتفاق کامل نہیں ہوگا حتیٰ کہ اگر مُحرم نے اپنی بغل کا اکثر حصہ مونڈا تو اس پر صدقہ ہی واجب ہوگا بخلاف سر اور ڈاڑھی کے پس مذہب یہ ہے کہ وجوبِ دم کے لئے سر اور ڈاڑھی میں چوتھائی حصہ کے مونڈنے کا اعتبار ہوگا اور باقی اعضا میں کامل عضو کے مونڈنے کا اعتبار ہوگا، محیط اور قاضی خاں میں جو اس کے خلاف مذکور ہے وہ ضعیف قول ہے کیونکہ کسی نے بھی ڈاڑھی اور سر کے علاوہ باقی اعضا میں دم واجب ہونے کے لئے چوتھائی عضو کی قید نہیں لگائی پس اس میں کامل ارتفاق نہیں ہے [۳]

(۲) اگر احرام کی حالت میں اپنی پوری گردن کے بال مونڈے تو اس پر دم واجب ہوگا کیونکہ یہ ایسا عضو ہے جس کو عادۃً مونڈا جاتا ہے [۴] اکثر لوگ راحت اور زینت کے لئے ایسا کرتے ہیں [۵] اور اگر گردن کا بعض حصہ مونڈا تو صدقہ واجب ہوگا خواہ وہ حصہ پوری گردن کا چوتھائی یا اس سے زیادہ ہو اور پیشانی کا حکم بھی گردن کی طرح ہے [۶]

(۳) اور اگر احرام کی حالت میں اپنی دو بغلیں یا ایک پوری بغل کے بال اُسترے سے مونڈے یا ہاتھ سے اُکھاڑے یا بال صفا پوڈر وغیرہ سے دُور کئے تو اس پر دم واجب ہوگا کیونکہ ہر بغل کے بال دفعِ اذیت و حصولِ راحت کے لئے عادۃً دُور کئے جاتے ہیں اور ایک بغل سے کم کے بال دُور کرنے میں صدقہ واجب ہوگا اگرچہ وہ ایک بغل کا اکثر حصہ ہو [۷] ایک بغل یا دونوں بغلوں کے حلق کرنے سے دم واجب ہونے سے معلوم ہوا کہ حلق کرنے کی جنایت واحد ہے اگرچہ بدن کی متعدد جگہ پر واقع ہو [۸] (اور یہ بھی معلوم ہوا کہ ہر ایک بغل ایک مستقل عضو ہے ۔ مؤلف)

(۴) عانہ یعنی زیرِ ناف کے بال بھی عادۃً مونڈے جاتے ہیں قاضی خاں نے شرح الجامع الصغیر میں اور صاحب الاختیار و زیلعی و طرابلسی اور شمنی نے اس کی تصریح کی ہے کافی و بدائع و شرح المجمع و فتح القدیر و نسک الفارسی میں بھی اس کی طرف اشارہ کیا ہے پس اگر مُحرم اپنے زیرِ ناف کے بال مونڈے یا اُن کو اکھاڑے تو اس پر دم واجب ہوگا [۹] اور فتاویٰ قاضی خاں و خزانہ میں ہے کہ زیرِ ناف کے بال اگر کثیر ہوں تو ان کے مونڈنے سے دم واجب ہوتا ہے اھ [۱۰]

(۵) اگر مُحرم نے تمام سینہ یا تمام ران یا تمام پنڈلی یا پورے گھٹنے یا پورے بازو یا پوری کلائی کے بال مونڈے تو اس پر صدقہ واجب ہوگا کیونکہ ان جگہوں کے بال عادۃً مونڈے نہیں جاتے، مبسوط وغیرہ کے قول میں جو شروع میں بیان ہو چکا ہے اس کی طرف

---

[۱] بحر و فتح و ارشاد ملخصاً و ملتقطاً [۲] ارشاد [۳] بحر تصرفاً و ملخصاً و ش وغلط فی شرح اللباب [۴] ہدایہ و لباب [۵] وغیرہما [۶] فتح [۶] لباب و شرحہ [۷] ہدایہ و لباب ملتقطاً [۸] بحر [۹] شرح اللباب بزیادۃ عن ع [۱۰] بحر و شرح اللباب ۔

اشارہ ہے (اور وہ قول یہ ہے کہ جن اعضا کو عادۃً مونڈا جاتا ہے جیسے سر اور بغلیں ان کو احرام کی حالت میں مونڈنے سے دم واجب ہوگا اور جن اعضا کو عادۃً مونڈا نہیں جاتا مثلاً سینہ و پنڈلی تو ان کے مونڈنے سے صدقہ واجب ہوگا) تحفہ میں کہا ہے کہ جو مبسوط میں ہے وہ اصح ہے، فتح القدیر میں ہے کہ یہی حق ہے اور فخر الاسلام و صاحبِ ہدایہ اور بہت سے مشائخ نے اختیار کیا ہے کہ اس پر دم واجب ہوگا اس لئے کہ بال صفا پوڈر وغیرہ کے ذریعہ ان کو دور کرنا عام عادت میں داخل ہے اور فتح القدیر میں اس کا جواب یہ دیا ہے کہ ان اعضا کا حلق دوسرے اعضا کے ضمن میں کیا جاتا ہے اور پیٹھ (کمر) سے قدم تک تمام حصۂ بدن کو مجموعی طور پر بالصفا پوڈر وغیرہ لگا کر بال دور کرتے ہیں پس بعض حصہ کا حلق کرنا مقصود ہوا، اھ و تمامہ فیہ۔ اور ان اعضا میں سے پورے عضو سے کم کے حلق کرنے پر بالاتفاق صدقہ واجب ہوگا اور ان اعضا میں چوتھائی کل عضو کے قائم مقام نہیں ہوتا [1] خلاصہ یہ ہے کہ بغل، زیرِ ناف اور گردن ان تینوں میں سے ہر ایک کے بالوں کا دُور کرنا عام عادت ہے اس کے کل بال مونڈنے پر اس پر دم واجب ہوگا اور ان اعضا کا چوتھائی حصہ کل عضو کے قائم مقام نہیں ہوگا جس کی وجہ بیان ہو چکی ہے بخلاف سینہ و پنڈلی وغیرہ کے (ان کے بالوں کو دور کرنا عام عادت نہیں ہے) کہ ان کے کُل یا بعض حصہ کے بال مونڈنے سے صدقہ واجب ہوگا [2]

(۶) اگر پچھنے لگوانے کی جگہ کے بال مونڈ کر وہاں پچھنے لگوائے تو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک دم واجب ہوگا اور صاحبین کے نزدیک صدقہ واجب ہوگا، صاحبین کے قول کی وجہ یہ ہے کہ پچھنے لگوانے کی جگہ کا حلق عادۃً نہیں کیا جاتا بلکہ پچھنے لگنے کے تابع ہے پس جنایت کامل نہ ہوئی اس لئے کفارہ بھی کامل واجب نہیں ہوگا، اور امام ابوحنیفہؒ کی توجیہ یہ ہے کہ پچھنے لگوانے کی جگہ حلق کرنا عادۃً مقصود ہے اس لئے کہ پچھنے لگوانا اس شخص کے لئے امرِ مقصود ہے جس کو خونی مادہ کے اخراج کی ضرورت ہے اور اس جگہ کا حلق کرنا اس مقصود کو حاصل کرنے کا وسیلہ ہے اور اس حلق کے ذریعہ سے عضو کامل سے میل کچیل دُور کرنا پایا جاتا ہے لہذا اس سے دم واجب ہوا اور اس سے امام صاحب کی مراد یہ ہے کہ پچھنے لگوانے کی جگہ پچھنے لگوانے کے حق میں عضو کامل ہے [3] اور امام صاحب و صاحبین کا یہ اختلاف اسوقت ہے جبکہ اس جگہ کے بال پچھنے لگوانے کے لئے مونڈے ہوں اور اگر کسی اَور وجہ سے مونڈے تو بالاتفاق صدقہ واجب ہوگا [4] اور اسی طرح اگر (پچھنے لگوانے کے ارادہ سے) اس جگہ کے بال مونڈنے کے بعد پچھنے نہیں لگوائے تب بھی بالاجماع صدقہ واجب ہوگا [5] کیونکہ اس جگہ حلق کرنا اس لئے مقصود ہے کہ یہ پچھنے لگوانے کا وسیلہ ہے پس جب اس کے بعد پچھنے نہیں لگوائے تو یہ حلق کرانا وسیلہ واقع نہ ہوا لہذا یہ مقصود بھی نہ رہا پس اس صورت میں صدقہ ہی واجب ہوگا [6] کیونکہ پچھنے لگنے کی جگہ تھوڑی ہوتی ہے جس صورت میں پچھنے نہ لگائے گئے تو گویا پورے عضو کا مونڈنا نہ پایا گیا اس لئے صدقہ واجب ہوگا اور اگر پچھنے لگائے تو پچھنے لگانے سے گویا پچھنے کی جگہ جس کام و ضرورت کے لئے منڈائی گئی تھی وہ ضرورت پوری ہوئی تو امام صاحبؒ کے نزدیک اب اس عضو کو پورے عضو کا حکم ہوگا اور اس پر دم واجب ہوگا [7] پچھنے لگنے کی جگہ کے بال مونڈے بغیر پچھنے لگوانے، فصد لینے، ٹوٹی ہوئی ہڈی پر جبیرہ (کھپچی وغیرہ) باندھنے، یا ختنہ کرانے کا

---

[1] لباب و شرحہ و غنیہ و ش ملتقطاً و تصرفاً [2] ش [3] لباب و شرحہ و بدائع و فتح و بحر و ش و غنیہ و غایۃ ملتقطاً [4] شرح اللباب [5] بحر و ش و غنیہ و فتح [6] فتح [7] زبدہ مع عمدہ بتصرف

مضائقہ نہیں ہے [1] یہاں یہ بات قابلِ غور ہے کہ جس عضو کے سارے مونڈنے سے بھی صدقہ لازم آتا ہے جیسے ساری ران یا سینہ یا پنڈلی پس اگر ایسے عضو کو پچھنے لگوانے کے لئے مونڈے تو بھی صدقہ ہی واجب ہونا چاہیے واللہ اعلم [2]

(۷) بال منڈانا خواہ عمداً ہو یا سہواً، اپنی مرضی سے ہو یا زبردستی سے اور وہ مرد ہو یا عورت، مفرد حج کا احرام ہو یا قران کا، جزا کے واجب ہونے میں ہمارے فقہا کے نزدیک یہ سب صورتیں برابر ہیں لیکن قارن پر دو احراموں میں ہونے کی وجہ سے دو جزائیں واجب ہوں گی [3]

بال کتروانے کا حکم

پورے یا چوتھائی سر کے بال قصر کرانے سے دم واجب ہونے کا اور چوتھائی سر سے کم بال قصر کرانے سے صدقہ واجب ہونے کا حکم اسی طرح ہے جیسا کہ سر کے بال منڈانے کا بیان ہو چکا ہے پس اگر کسی مُحرم نے (حلال ہونے سے قبل) اپنے تمام سر یا اس کے چوتھائی حصے یا اس سے زیادہ کے بال کترے تو اس پر دم واجب ہوگا اور چوتھائی سر سے کم حصے کے بال کترنے سے صدقہ واجب ہوگا اور اسی طرح اگر عورت نے (احرام کی حالت میں حلال ہونے سے قبل) اپنے پورے سر یا چوتھائی یا اس سے زیادہ حصے کے بال، ایک پور (انگلی کا تیسرا جزو) کی برابر یا اس سے زیادہ کترے تو اس پر دم واجب ہوگا جیسا کہ کافی و کرمانی میں اس کی تصریح ہے، اور یہی صحیح ہے، حلال ہوتے وقت بھی وہ ایک پور بال کاٹنے سے وہ حلال ہوتی ہے اسی پر یہ قیاس کیا گیا ہے، اور اگر چوتھائی سر سے کم حصہ کے بال کترے تو صدقہ واجب ہوگا [4]

چند بال اکھاڑنا اور بالوں کا ازخود گرنا

(۱) اگر بال ازخود گریں تو اس سے کچھ لازم نہیں آتا، نہ اس سے بچنا ضروری ہے اور نہ ہی یہ ممنوعاتِ احرام میں سے ہے کیونکہ یہ احتمال ہے کہ یہ بال احرام باندھنے سے پہلے کے ٹوٹے ہوئے ہوں یا اس کے فعل کے بغیر ازخود جھڑ گئے ہوں اور اگر محرم کے اپنے فعل سے گرے ہوں یعنی اگر وہ یہ محسوس کرلے اور جان لے کہ اس کے فعل سے گرے ہیں تو اس پر جزا واجب ہوگی [5]

(۲) اگر وضو کرتے ہوئے یا کسی اور طرح مثلاً سر یا ڈاڑھی کے بالوں کو مس کرتے وقت یا ان میں کھجلی کرتے وقت تین بال گر گئے تو اس پر واجب ہے کہ ہر بال کے بدلے ایک مٹھی گندم یا روٹی کا ٹکڑا یا ایک کھجور دیدے [6] اور فقہا کا یہ قول کہ "سر اور ڈاڑھی کے چوتھائی حصہ سے کم مونڈنے میں صدقہ واجب ہے" اس سے مراد یہ ہے کہ وہ بال چوتھائی حصہ سے کم لیکن تین بال سے زیادہ ہوں جیسا کہ فتاویٰ خانیہ میں ہے کہ اگر کسی مُحرم نے اپنے سر یا ناک یا ڈاڑھی کے تین بال اکھاڑے تو ہر بال کے بدلے ایک مٹھی طعام (گندم) دینا واجب ہے اور خصلہ (بالوں کا گچھا) مونڈنے میں نصف صاع گندم واجب ہے اھ [7] پس اس سے ظاہر ہوا کہ نصف صاع گندم کا وجوب اس وقت ہے جبکہ تین بال سے زیادہ گرے ہوں لیکن اگر تین بال یا کم ہوں تو ہر بال کے عوض ایک مٹھی طعام (گندم) خیرات کرے اور یہ حکم اس وقت ہے جبکہ بال مُحرِم کے ایسے فعل سے گرے ہوں جس کا احرام کی حالت میں کرنا منع ہے مثلاً بال اکھاڑنا لیکن اگر کسی ایسے کام کی وجہ سے گریں جس کے لئے وہ مامور ہے مثلاً وضو کرنے میں گریں تو تین بال گرنے میں ایک مٹھی طعام (گندم) دے، افادہ ابو السعود، اور یہ جو بدائع وغیرہ میں ہے کہ "اگر اپنے سر یا ڈاڑھی کے کچھ بال دور کئے یا ان بالوں کو چھوا اور اس سے ایک

---

[1] غنیہ عن خانیہ [2] زبدہ مع عمدہ [3] بدائع [4] لباب و شرحہ و منحہ و غنیہ ملتقطاً [5] شرح اللباب و غنیہ [6] لباب و شرحہ [7] غنیہ و بحر و لباب و شرحہ ملتقطاً۔

بال جھڑ گیا تو اس پر صدقہ واجب ہوگا" شاید یہ مسئلہ روایت کے مطلق ہونے پر متفرع ہو [1]

(۳) اگر محرم کے کچھ بال روٹی پکاتے ہوئے جل گئے تو اس کے لئے صدقہ دے [2] اور اگر مرض کی وجہ سے بال جھڑ گئے یا اس کے فعل کے بغیر کسی طرح سے گر گئے مثلاً سوتے ہوئے آگ سے جل گئے تو اس پر کچھ واجب نہیں ہے کیونکہ یہ زینت نہیں بلکہ عیب ہے کذافی المحیط [3] بخلاف اس صورت کے جس میں محرم کے اپنے فعل سے بال گرے یا زائل ہوئے ہوں مثلاً روٹی یا سالن وغیرہ پکاتے ہوئے جل گئے ہوں کہ اس صورت میں محرم کی طرف سے سبب پایا گیا ہے [4] اور محیط میں ہے کہ اگر غلام نے احرام کی حالت میں روٹی پکائی اور تنور میں اس کے ہاتھ کے کچھ بال جل گئے تو اس پر واجب ہے کہ آزاد ہونے کے بعد صدقہ دے اور اگر اس کے پورے ہاتھ کے بال جل گئے تو قیاس یہ ہے کہ اس پر دم واجب ہوگا اور وہ دم آزاد ہونے کے بعد ادا کرنا واجب ہوگا لیکن اگر عذر کی وجہ سے ایسا ہوا تو اس پر اسی وقت (غلامی کی حالت ہی میں) روزہ رکھنا متعین ہو جائے گا [5] (اس سارے بیان کا خلاصہ یہ ہے کہ جسم کے کسی بھی حصہ سے تین بال یا اس سے کم اگر محرم کے ایسے فعل سے گریں جس کے لئے وہ مامور ہے جیسے وضو کرنا وغیرہ تو تین بال یا کم میں ایک مٹھی گندم صدقہ کرے اور اگر ایسے فعل سے گریں جس کا حالتِ احرام میں کرنا منع ہے تو تین بال تک ہر بال کے عوض ایک مٹھی گندم صدقہ کرے اور چار بال یا اس سے زیادہ گرنے کی صورت میں سر اور ڈاڑھی کے بالوں میں چوتھائی حصہ سے کم تک صدقۂ فطر کی مقدار یعنی نصف صاع گندم صدقہ کرے اور چوتھائی حصہ یا زیادہ یا سارے سر یا ڈاڑھی کے بالوں کے حلق یا قصر وغیرہ کرنے پر دم واجب ہوگا، سر اور ڈاڑھی کے علاوہ باقی جسم کے کسی حصہ کے بال دور کئے اگر وہ عضو ایسا ہے کہ عادۃً اس کے بال دور کئے جاتے ہیں تو چار بال یا اس سے زیادہ دور کئے لیکن وہ پورے عضو سے کم ہیں تو اس پر صدقۂ فطر کی مقدار صدقہ واجب ہوگا اور پورے عضو کے بال دور کرنے پر دم واجب ہوگا اور اگر وہ عضو ایسا ہے کہ عادۃً اس کے بال دور نہیں کئے جاتے جیسے سینہ یا پنڈلی یا بازو وغیرہ تو چار بال یا زیادہ حتیٰ کہ پورے عضو کے بال دور کرنے پر بھی صدقہ ہی واجب ہوگا اور اگر بال محرم کے فعل کے بغیر از خود گریں تو کچھ واجب نہیں ہوگا، مؤلف)

(۴) پڑبال (آنکھ کے اندر اگا ہوا بال) اکھاڑنا جائز ہے اس کے دور کرنے سے اس پر کچھ واجب نہیں ہوگا [6]

(۵) اگر محرم نے اپنے سر کی جلد بالوں سمیت نکلوا دی تو اس پر کچھ واجب نہیں ہوگا [7] یہ حکم اس وقت ہے جبکہ اس کا قصد جلد نکلوا دینے کا ہو اس کے بالوں کے دور کرنے کا قصد نہ ہو [8]

محرم کا کسی دوسرے کا سر مونڈنا اور حلال کا کسی محرم کا سر مونڈنا

(۱) اگر محرم نے کسی دوسرے محرم کا چوتھائی یا زیادہ یا پورا سر یا پوری گردن کے بال اس کے حلال ہونے کے وقت سے قبل مونڈ دیئے تو مونڈنے والے پر صدقہ اور جس کے بال مونڈے گئے اس پر دم حتمی (متعین) واجب ہوگا خواہ اس کے امر سے مونڈا ہو یا اس کے امر کے بغیر اور خواہ اس کی خوشی سے کیا ہو یا زبردستی سے [9] یعنی محرم محلوق پر یہ دم حتمی ہوگا متخیر نہیں ہوگا اگرچہ اس کے ارادہ کے بغیر مثلاً زبردستی سے یا اس کے سونے کی حالت میں مونڈا ہو کیونکہ اس کا یہ عذر بندوں کی طرف سے

---

[1] غنیہ [2] ع و غنیہ بحر و ش [3] بحر و ش [4] لباب و غنیہ ارشاد ملتقطاً [5] ارشاد [6] شرح اللباب بتصرف و غنیہ [7] لباب و غنیہ و غیرہما [8] لباب و غنیہ [9] شرح اللباب و باب و شرحہ و ہدایہ و ع و غنیہ ملتقطاً

لاحق ہوا ہے بخلاف اُس مُحرِم کے جو اپنا سر منڈانے کے لئے محتاج و مضطر ہو پس جب اُس نے اضطرار کی حالت میں اپنا سر مونڈا تو اس پر یہ دم تخییر واجب ہوگا خواہ وہ بکری ذبح کرے یا چھ مسکینوں پر نصف نصف صاع گندم صدقہ کرے یا تین روزے رکھے اس لئے کہ یہ آسمانی (قدرتی) آفت ہے ——— (۲) اور اسی طرح اگر محرم نے کسی حلال کا سر مونڈا تب بھی مونڈنے والے پر صدقہ ہی واجب ہوگا اور بعض فقہا نے کہا ہے کہ وہ جو کچھ چاہے (یعنی تھوڑا سا) صدقہ کردے، فتح القدیر و بحر الرائق و نہر الفائق میں اسی پر جزم کیا ہے سلہ اور سر منڈانے والے حلال پر کچھ واجب نہیں ہوگا سلہ

(۳) اگر حلال نے محرم کا سر مونڈا تو مُحرِم محلوق پر دم واجب ہوگا اور حلال مونڈنے والے پر بعض فقہا کے نزدیک کچھ واجب نہیں ہوگا جیسا کہ بدائع و مناسک فارسی و کرمانی و غنایۃ و حاوی میں اس کی صراحت کی ہے اور لباب اور اس کے شرح میں اسی پر اعتماد کیا ہے اور بعض کے نزدیک اس پر صدقہ (نصف صاع گندم) واجب ہوگا۔ زیلعی و سروجی و ابن الہمام اور شمنی اسی طرف گئے ہیں اور بحر و نہر میں اسی کو اختیار کیا ہے سلہ ——— (۴) زیلعی رحمہ اللہ نے تبیین الحقایق میں کہا ہے کہ (حالق و محلوق کا) یہ مسئلہ عقلی طور پر چار طرح پر ہے یعنی اول حالق (مونڈنے والا) اور محلوق (منڈانے والا) دونوں احرام کی حالت میں ہوں گے تو حالق پر صدقہ واجب ہوگا اور محلوق پر دم واجب ہوگا۔ دوم حالق حلال اور محلوق مُحرم ہوگا تب بھی یہی حکم ہے کہ حالق پر صدقہ اور محلوق پر دم واجب ہوگا۔ سوم دوسری صورت کے برعکس یعنی حالق مُحرِم اور محلوق حلال ہوگا تو حالق پر صدقہ واجب ہوگا اور محلوق پر کچھ واجب نہیں ہوگا چہارم دونوں حلال ہوں گے تو دونوں پر کچھ واجب نہیں ہوگا اھ سلہ پس حالق پر پہلی تین صورتوں میں صدقہ واجب ہوگا اور چوتھی صورت میں کچھ واجب نہیں ہوگا اور محلوق پر مُحرم ہونے کی صورت میں دم واجب ہوگا اور حلال ہونے کی صورت میں کچھ واجب نہیں ہوگا سلہ۔ لیکن محرم کے حلال کا سر مونڈنے کی صورت میں محرم جو کچھ چاہے (یعنی تھوڑا سا) صدقہ کردے اور باقی صورتوں میں مُحرم حالق پر صدقہ نصف صاع واجب ہوگا سلہ

(۵) مُحرم نے دوسرے مُحرِم یا حلال کی مونچھ مونڈی یا کتری تو وہ جو کچھ چاہے (تھوڑا سا) صدقہ کردے اور لباب المناسک میں جو اس پر صدقہ (نصف صاع) واجب ہونا لکھا ہے یہ صحیح نہیں ہے سلہ بحر الرائق میں کہا ہے کہ جب محرم اپنی مونچھ مونڈے تو اس پر صدقہ واجب ہوتا ہے پس جب وہ کسی دوسرے شخص کی مونچھ مونڈے تو وہ جو کچھ چاہے (تھوڑا سا) صدقہ کردے مثلاً روٹی کا ایک ٹکڑا یا گندم کی ایک مٹھی دیدے کیونکہ یہ جنایت ناقص ہے سلہ ——— (فائدہ) مونچھ (لب کے بال) وہ بال ہیں جو اوپر کے ہونٹ پر اُگتے ہیں، اس بارے میں فقہا کا اختلاف ہے کہ مونچھ (لب کے بال) کا کترنا سنت ہے یا مونڈنا۔ ہمارے بعض متاخرین مشائخ کے نزدیک مونچھ کا کترنا مذہب ہے بدائع میں اس کو صحیح کہا ہے اور امام طحاوی ؒ نے کترنے کو حسن (اچھا) اور مونڈنے کو احسن (بہت ہی اچھا) کہا ہے اور یہ ہمارے ائمہ ثلاثہ یعنی امام ابو حنیفہ و امام ابو یوسف و امام محمد رحمہم اللہ کا قول ہے اور کترانے کی تشریح یہ ہے کہ ان بالوں کو اس قدر کاٹا جائے کہ ہونٹ کے کنارے کی برابر ہوجائے۔ مونچھ کے دونوں سروں کے بال جن کو عربی میں سبالین (اوپر کے ہونٹ کے دونوں جانب کے بال)

سلہ فتح و غنیہ ملتقطاً سلہ مستفاد عن بدائع و غیرہ سلہ لباب و شرحہ و غنیہ و غیرہا ملتقطاً سلہ ارشاد و فتح و بحر و ش و غنیہ سلہ فتح و غنیہ سلہ فتح و بحر و ارشاد سلہ غنیہ سلہ بحر و غنیہ و تمام فی البحر

کہتے ہیں ان کے کٹانے میں اختلاف ہے بعض کے نزدیک یہ مونچھ کا جزو ہیں اس لئے ان دونوں سروں کے بالوں کا کٹانا مشروع و جائز کہا اور بعض نے کہا کہ یہ بال ڈاڑھی کا جزو ہیں اور اس بنا پر بعض نے کہا کہ ان کے نہ کٹانے کا کوئی مضائقہ نہیں جیسا کہ اکثر لوگ ایسا کرتے ہیں اور حضرت عمرؓ و دیگر بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی ایسا ہی کیا ہے اور بعض نے کہا کہ ان بالوں کو رکھنا مکروہ ہے کیونکہ اس میں عجمیوں بلکہ مجوس و اہلِ کتاب کے ساتھ تشبہ ہے اور یہ زیادہ درست ہے اور اس کی تفصیل حاشیہ نوح آفندیؒ میں ہے۔ اور حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ مونچھ کے بالوں کو اس طرح کاٹ دیتے تھے جس طرح بکری یا اونٹ کے بال کاٹے جاتے ہیں، بحرالرائق میں طحاویؒ کے قول کو ترجیح دی گئی ہے اور ڈاڑھی کو بڑھانا صحیحین میں وارد ہے یہاں تک کہ کثیر و گنجان ہو جائے۔ غایۃ البیان میں ہے کہ ڈاڑھی بڑھانے کے بارے میں علما میں اختلاف ہے بعض نے کہا کہ نہ اس کو کترائے اور نہ چھوٹا کرے بلکہ جہاں تک بڑھے بڑھنے دے اور بعض نے کہا کہ ایک مُشت (قبضہ) سے زیادہ ہو جائے تو اس زائد حصہ کو کٹانا سنت ہے، امام محمدؒ کی کتاب الآثار میں امام ابو حنیفہؒ سے اسی طرح (یعنی ایک مشت سے زائد کے کٹانے کا سنت ہونا) منقول ہے اور کہا ہے کہ ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں اور وہاں حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مذکور ہے کہ وہ ایسا ہی کرتے تھے اور ڈاڑھی پر تفصیلی کلام کتاب الصوم کے مفسدات صوم کے بیان میں گذر چکا ہے [۱] اور کتاب الاصل میں بغل کے بالوں کے متعلق اکھاڑنے کا ذکر ہے، اس میں اس طرف اشارہ ہے کہ ان کا مونڈنا حرام نہیں ہے [۲] (یعنی بغل کے بالوں کا مونڈنا جائز ہے) اور عانہ (زیرِ ناف) کے بالوں کا مونڈنا سنت ہے، حدیث شریف میں جن دس چیزوں کو سنت کہا ہے ان میں سے زیرِ ناف کے بالوں کو اُسترے سے مونڈنا بھی ہے [۳] زیرِ ناف کے بالوں کی حد میں اختلاف ہے مشہور قول جس پر جمہور علما ہیں یہ ہے کہ وہ مرد اور عورت کی پیشاب گاہ کے اردگرد کی جگہ ہے اور بعض نے کہا ہے کہ پیشاب و پاخانہ کے مقام اور ان کے اردگرد کی جگہ کے بالوں کا مونڈنا سنت ہے، ان بالوں کو مونڈ کر یا کاٹ کر یا اکھاڑ کر یا بالصفا وغیرہ کسی بھی ذریعے سے دُور کر دیا جائے تو اصل سنت ادا ہو جائے گی کیونکہ مقصود پاکیزگی کا حاصل کرنا ہے لیکن اس سنت کی ادائیگی کا احسن طریقہ اُسترے سے ان بالوں کو دُور کرنا ہے اس لئے کہ اس میں سب طریقوں سے زیادہ پاکیزگی حاصل ہوتی ہے کذا فی حاشیۃ نوح آفندی [۴] (یہ تفصیل مرد کے بارے میں ہے عورت کے حق میں احسن ہاتھ سے اکھاڑنا یا بالصفا پوڈر وغیرہ کا استعمال کرنا ہے، مؤلف)

ناخن کاٹنا

(۱) مُحرِم کو اپنے ناخن کاٹنا منع ہے پس اگر کسی مُحرِم نے اپنے ایک ہاتھ یا ایک پاؤں کے ناخن ایک مجلس یا دو مجلسوں میں کاٹے تو بالاتفاق ایک دم واجب ہوگا [۵] جیسا کہ چوتھائی سر ایک مجلس یا دو مجلسوں میں مونڈنے سے بالاتفاق ایک ہی دم واجب ہوتا ہے اس لئے کہ محلِ جنایت حقیقۃً و معنیً متحد ہے کیونکہ ایک ہاتھ یا ایک پاؤں دونوں ہاتھوں اور دونوں پاؤں کی چوتھائی ہے اس لئے احتیاطاً کُل کے حکم میں ہوا پس اس کو کامل عضو کے ساتھ ارتفاق حاصل ہو گیا جیسا کہ چوتھائی سر مونڈنے میں حکم ہے [۶] پس اگر محرم نے ایک ہاتھ یا ایک پاؤں کے پانچوں ناخن کاٹے پھر اسی مجلس میں دوسرے ہاتھ یا پاؤں کے ناخن کاٹے تو محلِ جنایت

[۱] ش و منحہ و فتح و بحر و بدائع ملتقطاً [۲] بدائع وغیرہ [۳] بحر و ش [۴] منحہ [۵] ع و غنیہ وغیرہا ملتقطاً [۶] ہدایہ و فتح و غنیہ و ارشاد ملتقطاً و تصرفاً۔

معنی واحد ہونے کی وجہ سے استحساناً ایک ہی دم واجب ہوگا اور اگر دو مجلسوں میں کاٹے تو امام ابو حنیفہؒ و امام ابو یوسفؒ کے نزدیک دو دم واجب ہوں گے کیونکہ محل جنایت حقیقۃً مختلف ہے اسی طرح اگر دونوں ہاتھوں اور دونوں پاؤں (چاروں اعضاء) کے ناخن ایک مجلس میں کاٹے تو ایک ہی دم واجب ہوگا اس لئے کہ یہ ناخن کاٹنے میں اکمل ارتفاق ہوگا اور ایک ہاتھ (یا ایک پاؤں) کے ناخن کاٹنا کامل ارتفاق ہے اس لئے اس میں بھی دم واجب ہوتا ہے (جیسا کہ بیان ہو چکا ہے) پس چاروں اعضا کے کل ناخن ایک مجلس میں کاٹنا ایسا ہی ہے جیسا کہ سلے ہوئے تمام کپڑے ایک ہی مجلس میں پہننا اور تمام جسم کے بال ایک مجلس میں مونڈنا کہ ان سب صورتوں میں ایک ہی دم واجب ہوتا ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ کمال ارتفاق کا ادنیٰ درجہ ایک ہاتھ (یا ایک پاؤں) کے پانچوں ناخن کاٹنے سے حاصل ہو جاتا ہے اور دونوں ہاتھوں (یا دونوں پاؤں یا ایک ہاتھ اور ایک پاؤں، مؤلف) کے سب ناخن کاٹنے سے اکمل درجہ کا ارتفاق حاصل ہو جاتا ہے اور چاروں ہاتھ پاؤں کے سب ناخن کاٹنے سے اس سے بھی اکمل درجہ کا ارتفاق حاصل ہو جاتا ہے پس اس سے بھی ایک ہی دم ثابت ہوگا اور اگر چاروں اعضا کے ناخن چار مجلسوں میں کاٹے اس طرح پر کہ ہر مجلس میں ایک عضو کے سب ناخن کاٹے تو امام ابو حنیفہ و امام ابو یوسف رحمہما اللہ کے نزدیک چار دم واجب ہوں گے خواہ پہلا کفارہ ادا کیا ہو یا نہ کیا ہو (اسی طرح اگر ایک مجلس میں ایک ہاتھ کے اور دوسری مجلس میں دوسرے ہاتھ کے یا ایک مجلس میں دونوں ہاتھ کے اور دوسری مجلس میں دونوں پاؤں کے ناخن کاٹے تو شیخین کے نزدیک دو دم واجب ہوں گے خواہ پہلا کفارہ ادا کیا ہو یا نہ کیا ہو[1]، کیونکہ یہ اعضا حقیقت میں جدا جدا ہیں اور ان کے ناخن کاٹنا حقیقت میں الگ الگ متعدد جنایتیں ہیں اور ایک مجلس میں کاٹنے کی صورت میں اتحادِ مقصود یعنی حصول ارتفاق کی وجہ سے ان کو ایک جنایت قرار دیا ہے پس جب مجلس متحد ہو تو معنی کا اعتبار ہوگا اور اگر مجلس مختلف ہو تو حقیقت کا اعتبار ہوگا اور امام محمدؒ کے نزدیک دونوں مسئلوں میں جب تک پہلا کفارہ ادا نہ کیا ہو ایک ہی دم واجب ہوگا کیونکہ کفارہ افطار صوم کی طرح ان میں اس وقت تک تداخل جائز ہے جب تک پہلا کفارہ ادا نہ کرے اور شیخین و امام محمدؒ کا یہ اختلاف اسوقت ہے جبکہ جنایات ایک ہی نوع کی ہوں لیکن اگر جنایات مختلف نوع کی ہوں تو بالاتفاق جزا بھی مختلف واجب ہوگی اگرچہ محل و مجلس متحد ہو (جیسا کہ آگے آتا ہے، مؤلف)

(۲) اگر محرم نے ایک کامل ہاتھ یا کامل پاؤں سے کم یعنی پانچ ناخن سے کم ناخن کاٹے یا چاروں اعضا میں سے پانچ ناخن متفرق طور پر کاٹے مثلاً دو ناخن ایک ہاتھ کے اور تین دوسرے کے کاٹے یا چاروں ہاتھ پاؤں کے چار چار ناخن کاٹے اس طرح کُل سولہ ناخن کاٹے تو ان تینوں صورتوں میں امام ابو حنیفہ و امام ابو یوسف رحمہما اللہ کے نزدیک ہر ناخن کے بدلے پورا صدقہ یعنی نصف صاع گندم واجب ہوگا لیکن اگر سب ناخنوں کا صدقہ مل کر دم کی قیمت کے برابر ہو جائے تو کچھ کم کر دینا جائز ہے تاکہ قلیل و کثیر میں وجوب کا حکم یکساں نہ ہو جائے اور اگر وہ دم ہی ادا کر دے تب بھی جائز ہے[2] اور نصف صاع تک کم کیا جائے اس سے زیادہ کمی نہ کی جائے لیکن یہ اس وقت ہے جبکہ نصف صاع تک کم کرنے سے دم کی قیمت سے کم ہو جائے اگر کچھ بھی دم سے زیادہ ہو تو مزید نصف صاع تک کم کرے اور اسی طرح حسب ضرورت متعدد بار کرے حتیٰ کہ جب دم کی قیمت سے کم ہو جائے تو اسی قدر صدقہ ادا کرنا واجب ہے

۱؎ معلم بزیادۃ ۲؎ لباب و شرحہ و بدائع و فتح و بحر و غنیہ و رع ملتقطاً۔

حتیٰ کہ اگر کسی نے ایک ناخن کاٹا اور اس کی وجہ سے اس پر نصف صاع گندم صدقہ کرنا واجب ہوا اور نصف صاع گندم کی قیمت بکری کی قیمت کے برابر ہے تو اس میں سے بھی کچھ کم کردے تاکہ باقی ماندہ کی قیمت ہدی کی قیمت سے کم ہوجائے ۔۱؎ خلاصہ یہ ہے کہ متعدد بار ہر دفعہ نصف صاع کم کرتا رہے یہاں تک کہ بکری کی قیمت سے نصف صاع یا اس سے کم کی مقدار کمی ہوجائے نصف صاع سے زیادہ کمی نہ ہوجائے ۲؎ ——— (۳) اگر ٹوٹے ہوئے ناخن کو توڑا یا کاٹا تو اس پر کچھ واجب نہیں ہوگا خواہ وہ ناخن احرام باندھنے کے بعد ٹوٹا ہوا ور اب اُس نے اس کو کاٹ دیا ہو یا احرام باندھنے سے پہلے کا ٹوٹا ہوا ہو اور اس کو احرام باندھنے کے بعد کاٹا ہو اسلئے کہ ٹوٹے ہوئے ناخن میں بڑھنے کی قوت نہیں رہتی اور وہ سوکھی ہوئی گھاس کی مانند ہوجاتا ہے لیکن اگر وہ ناخن اس حیثیت کا ہو کہ اگر اس کو کاٹا نہ جائے تو وہ بڑھے گا ایسے ناخن کو کاٹنے سے صدقہ واجب ہوگا ۳؎ ناخن ٹوٹا ہوا ہونے کی قید اس لئے ہے کہ اگر محرم کی ہتھیلی میں تکلیف ہے پس اس نے اس کی وجہ سے اپنے ناخن کاٹے تو اس پر (معذور ہونے کی وجہ سے) کفارات مخیرہ واجب ہوں گے ۴؎

(۴) اگر کسی محرم نے اپنا ہاتھ انگلیوں اور ناخنوں سمیت کاٹ دیا تو اس پر دم یا صدقہ کچھ واجب نہیں ہوگا ۵؎ کیونکہ اس نے ہاتھ کاٹنے کا قصد کیا ہے ناخن کاٹنے کا قصد نہیں کیا ۶؎ جیسا کہ سر کی جلد بالوں سمیت کاٹنے کا حکم پہلے بیان ہوچکا ہے ۷؎

(۵) اس بات پر فقہا کا اجماع ہے کہ اگر کسی محرم نے اپنے ایک ہاتھ یا ایک پاؤں کے پانچوں ناخن کاٹے اور اپنے سر کا چوتھائی حصہ مونڈا اور اپنے ایک عضو کبیر کامل کو خوشبو لگائی تو اس پر ہر جنس کا دم الگ واجب ہوگا خواہ یہ سب کام ایک مجلس میں کئے ہوں یا مختلف مجالس میں ۸؎ کیونکہ جب کسی محرم نے مختلف جنس کی جنایات کو ایک مجلس میں جمع کیا تو جزا متحد نہیں ہوگی بلکہ متعدد جزائیں واجب ہوں گی یعنی ہر جنس کی جو جزا واجب ہونی چاہئے وہ الگ الگ واجب ہوگی ۹؎ (قواعد کلیہ میں بھی اس کا ذکر ہوچکا ہے، مؤلف) ——— (۶) اگر کسی محرم نے کسی حلال یا محرم کے ناخن کاٹے، یا کسی حلال نے محرم کے ناخن کاٹے تو وہی حکم ہے جو بال کاٹنے کے بیان میں گزر چکا ہے ۱۰؎ (وہاں ملاحظہ فرمائیں)

(۷) ناخن کاٹنا خواہ یاد سے ہو یا بھولے سے، رضامندی سے ہو یا زبردستی سے جزا واجب ہونے میں احناف کے نزدیک یکساں حکم ہے بخلاف امام شافعیؒ کے، اسی طرح اس بارے میں مرد و عورت اور مفرد و قارن کا حکم بھی یکساں ہے البتہ قارن پر مفرد سے دوچند جزا واجب ہوگی جیسا کہ پہلے بیان ہوچکا ہے واللہ اعلم ۱۱؎

دم یا صدقہ معیّن یا مخیّر واجب ہونے کی تفصیل

ان مذکورشدہ قسم کی جنایات یعنی خوشبو لگانے، لباس پہننے، سر ڈھانکنے، بال مونڈنے اور ناخن کاٹنے کے بیان میں جو دم یا صدقہ معین (حتمی) طور پر واجب ہونا مذکور ہے یہ اسوقت ہے جبکہ جنایت کا ارتکاب اختیار کی حالت میں یعنی بغیر عذر کے ہوا ہو لیکن اگر حالت اضطرار یعنی عذر کے ساتھ ارتکاب ہوا ہو مثلاً بیماری یا کسی ضرورت کی وجہ سے ہو تو اگر وہ جنایت ایسی ہے جس میں دم واجب ہوتا ہے

۱؎ ش تصرفا ۲؎ غنیہ ۳؎ لباب و بحر و بدائع و غنیہ ملتقطاً ۴؎ بحر و غنیہ ۵؎ لباب و غنیہ ۶؎ شرح اللباب ۷؎ ارشاد ۸؎ بدائع و مثلہ فی البحر ۹؎ لباب ۱۰؎ بدائع و لباب و شرحہ و غنیہ ۱۱؎ بدائع۔

تو اس کو اختیار ہے کہ وہ روزے رکھے یا صدقہ دیدے یا دم ذبح کرے اگرچہ وہ مالدار ہو اور اگر ایک کفارہ میں تینوں چیزیں ادا کیں تو ان میں سے صرف ایک چیز کفارہ میں واقع ہوگی جو کہ قیمت کے اعتبار سے اعلیٰ ہوگی اور اگر ان تینوں میں سے ایک چیز بھی ادا نہ کی تو ان میں سے اُس ایک چیز کا مواخذہ ہوگا جو قیمت کے اعتبار سے ادنیٰ ہوگی کیونکہ ادنیٰ سے فرض کی ادائگی ہو جاتی ہے اور اگر وہ جنایت ایسی ہے جس میں صدقہ واجب ہوتا ہے تو اس کو اختیار ہے کہ روزے رکھے یا صدقہ دیدے [۱] تمام محظوراتِ احرام کے لئے جزائے مخیر کا یہی حکم ہے البتہ اگر واجباتِ حج میں سے کوئی واجب عذر کے ساتھ ترک کیا تو اس پر کچھ واجب نہیں ہے [۲]

(۲) عذر سے مراد شرعی عذر ہے یعنی جو قدرتی ہو بندوں کی طرف سے لاحق نہ ہو شرعی عذرات یہ ہیں: ہر قسم کا بخار، سخت سردی، سخت گرمی، زخم پھنسی وغیرہ کا ہونا یا ہتھیار کا، دردِ سر، تمام سر کا ہو یا آدھے سر کا، سر کے بالوں میں جوئیں کثرت سے ہو جانا [۳] پچھنے لگوانا، مرض یا سردی سے ہلاک ہونے کا خوف (یعنی ظن غالب) ہونا، جنگ کے لئے ہتھیار لگانا، پس اس پر ان عذرات کی صورت میں ایک کفارہ متخیر واجب ہوگا [۴]۔ ہلاکت کے خوف سے مراد اس کا ظن غالب ہونا ہے صرف وہم مراد نہیں، پس اگر محرم کو سردی سے ہلاک ہونے یا مرض لاحق ہونے کا ظن غالب ہو تو اس کو سر ڈھانکنا یا سلا ہوا لباس پہننا وغیرہ جائز ہے لیکن یہ شرط ہے کہ ضرورت کی جگہ سے تجاوز نہ کرے پس اگر اس کی ضرورت صرف ٹوپی پہننے سے پوری ہو سکتی ہے اور اس نے ٹوپی کے اوپر عمامہ (صافہ) بلاضرورت لپیٹ لیا تو اس کا جو حصہ ٹوپی کے اوپر واقع ہوا ہے وہ تو ٹوپی کے تابع ہے اور ٹوپی پہننے کی جنایت میں داخل ہے اس کا اور ٹوپی کا ایک کفارہ متخیر واجب ہوگا اور سر کا جو حصہ ٹوپی سے خالی تھا اگر وہ بلاضرورت عمامہ سے ڈھک گیا تو اس کا کفارہ الگ دینا ہوگا پس وہ حصۂ سر جو بلاضرورت عمامہ سے ڈھک گیا ہے اگر چوتھائی سر کے برابر ہے تو اس پر دوسرا کفارہ دم معین (حتمی) واجب ہوگا جبکہ پورا ایک دن ڈھکا رہا اور اگر چوتھائی سر سے کم ہے یا ایک دن سے کم ڈھکا تو صدقہ واجب ہوگا پس یہ دو جنایتیں شمار ہوں گی ایک ضرورت کی وجہ سے اور دوسری بلاضرورت، غور کر لیجئے [۵] اور اسی طرح اگر اس کی ضرورت ایک جُبّہ پہننے سے پوری ہو سکتی ہے اور اُس نے دو جُبّے پہن لئے تو وہ دوسرا جُبّہ (بلاضرورت پہننے کی وجہ سے) گنہگار ہوگا لیکن اس پر ایک ہی کفارہ مخیرہ واجب ہوگا جیسا کہ سلا ہوا لباس پہننے کے بیان میں گذر چکا ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ اگر عذر کی وجہ سے جنایت کا مرتکب ہوا تو گنہگار نہیں ہوگا اور اگر بلا عذر مرتکب ہوا تو گنہگار ہوگا [۶]

(۳) عذر (بیماری وغیرہ) کا دائمی ہونا یا (عضو کے) تلف کا باعث ہونا ضروری نہیں ہے بلکہ شدت و تکلیف کے ساتھ اس کا موجود ہونا جنایت کے ارتکاب کو مباح و جائز کر دیتا ہے [۷]

(۴) خطا و نسیان و بیہوشی و اکراہ و نیند و غلام ہونا اور کفارہ ادا کرنے پر قدرت نہ ہونا کفارہ کے متخیرہ ہونے کے لئے عذرات نہیں ہیں [۸] پس غلام بھی کفارہ واجب ہونے میں آزاد کی مانند ہے صرف یہ بات ہے کہ اگر غلام نے کسی ممنوع کا ارتکاب عذر کے بغیر کیا تو اس پر دم معین واجب ہوگا اور اس کا بدل اس سے جائز نہیں ہے (جیسا کہ آزاد آدمی کے لئے حکم ہے) لیکن چونکہ غلامی کی حالت میں کوئی چیز اس کی ملکیت نہیں ہوتی اس لئے اس پر دم کا وجوب آزاد ہونے تک مؤخر ہوگا اور وہ آزاد ہونے کے بعد

[۱] غنیہ و لباب و شرحہ ملتقطاً [۲] ش و غنیہ ملخصاً [۳] لباب و شرحہ و ش و غنیہ [۴] غنیہ وغیرہ [۵] منحہ و ش و غنیہ تصرفاً [۶] بحر [۷] لباب و غنیہ وغیرہما [۸] ایضاً

اس کو ادا کریگا اور اگر اس نے کسی محظور کا ارتکاب عذر کی وجہ سے کیا ہے تب بھی آزاد آدمی کی طرح اس کو تینوں کفارات میں سے کوئی ایک ادا کرنے میں اختیار ہوگا لیکن اگر اس نے روزہ رکھنا اختیار کیا تو یہ اسی غلامی کی حالت میں ادا کرنا لازم ہو جائے گا اور اگر صدقہ یا دم دینا اختیار کیا تو آزاد ہونے تک مؤخر ہوگا اور آزاد ہونے کے بعد ادا کرے گا کیونکہ غلامی کی حالت میں وہ کسی چیز کا مالک نہیں ہے [۱]

(۵) اگر محرِم نے کسی ممنوع کا ارتکاب بغیر عذر کے کیا تو اس پر دم معین یا صدقۂ معین حسب جنایت واجب ہوگا پس اس کو دم کی بجائے صدقہ دینا یا روزے رکھنا جائز نہیں ہے اور اسی طرح صدقہ کی بجائے روزے رکھنا جائز نہیں ہے پس اگر وہ دم معین یا صدقۂ معین ادا کرنے سے عاجز ہو تو استطاعت حاصل ہونے تک یہ اس کے ذمہ باقی رہے گا [۲] پس اگر وہ مر گیا اور اس نے مال چھوڑا ہے تو اس کو اس کی ادائیگی کی وصیت کرنا واجب ہے [۳] اور یہ جو ظہیریہ میں ہے کہ اگر دم متعین کی صورت میں دم پر قادر نہ ہو تو تین دن کے روزے رکھ دے یہ قول ضعیف ہے [۴] لیکن مولانا محمد عابد سندھی رحمۃ اللہ علیہ نے طوالع الانوار میں بحر الرائق کی مذکورہ بالا عبارت نقل کرنے کے بعد لکھا ہے کہ شیخ محمد طاہر سنبل رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ جب دم میسر نہ ہو تو تین روزے رکھ دے جیسا کہ محیط برہانی و ظہیریہ میں ہے اور فارسی نے بھی ذخیرہ سے اسی کی مثل نقل کیا ہے، اس نے کہا ہے کہ ہمارے شیخ نے اسی کی مثل اسرار سے نقل کیا ہے، شرح طحاوی وغیرہ میں جو مذکور ہے وہ اس کے منافی نہیں ہے اور طحاوی وغیرہ کی عبارت یہ ہے کہ اس پر دم واجب ہے اس کے سوا اور کوئی چیز اس کی بجائے کافی نہیں ہوگی اھ اور اس کو اُس حالت پر محمول کیا جائے جبکہ وہ دم پر قادر ہو، اس قول پر فتویٰ دینے میں ضعفاء و مساکین پر نرمی ہے، علامہ رافعی رحمہ اللہ نے بھی اپنی تقریر تحریر المختار علی رد المحتار میں علامہ سندھی کی اس تحریر کو نقل کیا ہے، علامہ سید محمد یاسین میرغنی رحمہ اللہ نے بھی منتقیٰ فی حل الملتقیٰ میں علامہ سید ابن میرغنی رحمہ اللہ کے رسالہ "الوہم فی جواز الصوم عن الدم" سے اسی کی مثل نقل کیا ہے واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم [۵]

(۶) جب دم مخیر واجب ہو تو اختیار ہے کہ دم یعنی بکری ذبح کرے اور اس کو حدودِ حرم میں ذبح کرنا واجب ہے، اگر حدودِ حرم کے علاوہ کسی اور جگہ ذبح کرے تو جائز نہیں ہے لیکن اگر اس کا گوشت چھ مسکینوں پر صدقہ کرے اور ہر ایک مسکین کو نصف صاع گندم کی قیمت کے بقدر گوشت گندم کے عوض میں دے تو جائز ہے اور ذبح کرنے میں اس طرف اشارہ ہے کہ اگر وہ جانور حدودِ حرم میں ذبح کر دینے کے بعد ضائع ہو جائے یا چوری ہو جائے تو اس پر اور کچھ واجب نہیں ہے بخلاف اس کے کہ اگر وہ جانور زندہ چوری ہو جائے تو اس کی بجائے دوسرا جانور واجب ہوگا اور صدقہ کا ہونے کی وجہ سے اس جانور کے گوشت میں سے خود نہ کھائے، اس کی تفصیل بحر الرائق میں ملاحظہ فرمائیں۔ اور اگر وہ چاہے تو تین صاع گندم یا چھ صاع جَو چھ مساکین کو دیدے، یہ صدقہ جہاں چاہے دے سکتا ہے لیکن اہلِ حرم کو دینا افضل ہے، ہر ایک مسکین کو نصف صاع گندم یا ایک صاع جَو دیا جائے۔ اگر تین صاع گندم تین مسکینوں کو دیدی تو صرف تین مسکینوں کا صدقہ ادا ہونا شمار ہوگا اور باقی تین مسکینوں کو نصف نصف صاع گندم اور دینی ہوگی اور اگر تین صاع گندم سات مسکینوں کو برابر برابر دی تو یہ ہرگز جائز نہیں ہوگا اس لئے کہ چھ مسکینوں کا عدد نص سے مقرر ہے مزید تفصیل آگے اخیر جنایات

[۱] ارشاد [۲] لباب و شرح و ش و غنیہ و شلبی فی البحر [۳] غنیہ وارشاد [۴] بحر و ش و غنیہ [۵] ارشاد ملخصاً

میں آئیگی انشاءاللہ، اور اگر وہ چاہے تو تین دن کے روزے جہاں چاہے رکھے اور متفرق رکھے یا متواتر ہر طرح جائز ہے اور جب صدقہ مخیرہ واجب ہوا ہو تو اس کو روزہ اور صدقہ میں اختیار رہے گا یعنی خواہ وہ نصف صاع گندم یا اس سے کم جو کچھ واجب ہوا ہے ایک مسکین پر صدقہ کردے یا نصف صاع گندم کی بجائے ایک دن کا روزہ رکھ دے، اگر گندم میں جو ملے ہوئے ہوں تو غلبہ کا اعتبار ہوگا پس اگر جو غالب ہوں گے تو ایک صاع دینا واجب ہوگا اور اگر گندم غالب ہوگی تو نصف صاع دینا واجب ہوگا، خزانۃ الاکمل میں اسی طرح ہے اور اگر دونوں برابر ہوں تو احتیاطاً ایک صاع واجب ہونا چاہئے اور صدقۂ فطر کے مسائل کفارہ کے صدقہ میں بھی جاری ہوں گے[۱]

(۷) احرام کی جنایات میں جہاں غیر مقدر صدقہ مذکور ہے (یعنی جس کی مقدار نہ بتائی ہو) وہاں نصف گندم (یا اس کا آٹا) یا ایک صاع کھجور یا جو (یا جو کا آٹا، یا کشمش) دیا جائے (قیمت دینا بھی جائز بلکہ افضل ہے اور صاع کا وزن انگریزی سیر سے ساڑھے تین سیر ہے اور نصف صاع کا وزن پونے دو سیر ہے) لیکن جوں یا ٹڈی مارنے یا تین یا کم بال دور کرنے یا ایک گھنٹہ سے کم سلا ہوا کپڑا پہننے وغیرہ سے جو صدقہ واجب ہوتا ہے وہ مقدرہ ہے اور اس کی مقدار اپنے اپنے مقام پر بتائی جاچکی ہے اور کفاراتِ مخیرہ میں جو صدقہ کہ مقدرہ ہے وہ تین صاع گندم ہے[۲] جس کو چھ مسکینوں پر صدقہ کرنا واجب ہے جیسا کہ اوپر بیان ہوا (مؤلف)۔

جماع ومحرکاتِ جماع

جماع ومحرکاتِ جماع کا حکم

(۱) جماع گناہ کے اعتبار سے عظیم ترین اور اثر کے اعتبار سے شدید ترین جنایت ہے کیونکہ اگر حج و عمرہ کا رکن ادا کرنے سے پہلے جماع اس کی شرائط کے ساتھ پایا جائے تو چاروں ائمہ کے نزدیک حج و عمرہ فاسد ہوجاتے ہیں[۳]

(۲) جماع کی حد عورت کی قبل یا مرد یا عورت کی دبر میں حشفہ کا داخل ہوجانا ہے اگرچہ انزال نہ ہو، جماع سے حج فاسد ہونے کی پانچ شرطیں ہیں جو حج فاسد کرنے کے بیان میں درج ہیں[۴]

(۳) محرکاتِ جماع میں سے کوئی فعل سرزد ہونے سے انزال ہوجانے کے باوجود بالاتفاق حج فاسد نہیں ہوتا خواہ وہ فعل وقوف عرفات سے پہلے سرزد ہو یا بعد میں کیونکہ نص کی بنا پر حج اس وقت فاسد ہوتا ہے جبکہ جماع حقیقۃً پایا جائے اور جماع معنًی کا درجہ اس سے کم ہے اس لئے اس سے حج فاسد نہیں ہوتا بخلاف روزہ کے کہ جماع معنًی یعنی محرکاتِ جماع سے انزال ہونے کی صورت میں بھی فاسد ہوجاتا ہے کیونکہ روزہ کا فاسد ہونا شہوت کی تکمیل پر موقوف ہے اور وہ جماع معنًی میں پائی جاتی ہے[۵] پس جس طرح روزہ فاسد ہونے سے اس کا کفارہ واجب ہونے کے لئے جماع کا حقیقۃً یعنی صورۃً و معنًی دونوں طرح سے پایا جانا ضروری ہے اسی طرح حج یا عمرہ فاسد ہونے کے لئے بھی جماع کا حقیقۃً پایا جانا ضروری ہے پس صرف معنًی جماع پایا جانے سے حج فاسد نہیں ہوتا البتہ اس پر دم واجب ہوتا ہے اور اگر جماع نہ صورۃً پایا جائے نہ معنًی تو اس پر کچھ واجب نہیں ہوتا اور جماع صورۃً و معنًی کی تفصیل روزہ فاسد ہوکر کفارہ واجب ہونے کے بیان میں گذر چکی ہے۔ (مؤلف)

---

[۱] لباب شرحہ و بحر و ش وغیرہ ملتقطاً [۲] لباب و شرحہ بزیادۃ عن ش [۳] لباب و شرحہ بزیادۃ وغنیہ [۴] لباب و شرحہ [۵] ش و فتح و بحر و منحہ ملتقطاً۔

حج کے احرام کی حالت میں جماع کی جنایات

(۱) اگر کسی محرم نے وقوفِ عرفہ سے قبل جماع کیا تو اس کا حج فاسد ہو جائیگا اور اس پر ایک بکری ذبح کرنا واجب ہوگا اور اس کو حج کے باقی افعال یعنی رمی و حلق و طوافِ زیارت وغیرہ صحیح حج والے کی مانند ادا کرنا واجب ہوگا وہ ان افعال کو ادا کئے بغیر احرام سے باہر نہیں ہو سکے گا اس کو تمام ممنوعاتِ احرام سے بچنا بھی واجب ہے پس اگر حج فاسد کر دینے کے بعد اس سے دوبارہ جماع کرنا یا کوئی اور جنایت سرزد ہوگی تو اس کا کفارہ واجب ہوگا اور آئندہ سال اس فاسد حج کی قضا واجب ہوگی اگرچہ نفلی ہی ہو کیونکہ وہ شروع کرنے سے واجب ہو جاتا ہے [1] (مزید تفصیل حج فاسد کرنے کے بیان میں ملاحظہ فرمائیں، مؤلف)

(۲) اگر وقوفِ عرفہ کرنے کے بعد جماع کیا اگرچہ ایک ساعت وقوف کر لینے کے بعد حالتِ وقوف میں ہی کیا ہو یا حالتِ وقوف ختم ہونے کے بعد رمی سے پہلے یا رمی کے بعد حلق کرنے سے پہلے یا حلق کرانے کے بعد طوافِ زیارت کل یا اکثر حصہ کرنے سے پہلے جماع کیا تو اس کا حج فاسد نہیں ہوگا کیونکہ وہ حج کا رکن اعظم کہ جس کے فوت ہونے سے حج فوت ہو جاتا ہے یعنی وقوفِ عرفہ ادا کر چکا ہے۔ اور عام کتبِ فقہ کے مطابق حلق سے پہلے جماع کرنے کی صورت میں اس پر ایک سالم اونٹ یا گائے کی قربانی واجب ہوگی (بکری کافی نہ ہوگی) خواہ اس نے جماع عمداً کیا ہو یا بھول کر، کتب متون میں اس کی تصریح کی گئی ہے اور قاضی خاں نے بھی اسی کو صراحۃً بیان کیا ہے سراج الوہاج وغیرہ میں صورتِ مذکورہ میں بھول کر جماع کرنے سے بکری واجب ہونا مذکور ہے یہ مشہور روایات کے خلاف ہے کیونکہ تمام جنایات میں مشہور روایات کی بنا پر قصداً اور بھولے سے کرنے والے کے حکم میں کوئی فرق نہیں ہے اور اگر حلق کرنے کے بعد طوافِ زیارت کل یا اکثر حصہ کرنے سے پہلے جماع کیا تو اس پر ایک بکری واجب ہوگی اس لئے کہ وہ سر منڈانے کے بعد اور طوافِ زیارت کا اکثر حصہ کرنے سے پہلے عورت کے سوا باقی سب امور سے حلال ہو گیا ہے اس لئے اب اس کی جنایت ہلکی ہو گئی ہے، یہ حکم متون کے مطابق ہے اور مشائخ کی ایک جماعت مثلاً صاحبِ مبسوط و بدائع و اسبیجابی مطلقاً (یعنی خواہ حلق سے پہلے جماع کیا ہو یا بعد میں) بدنہ (سالم اونٹ یا گائے) کے وجوب کی طرف گئے ہیں اور امام ابن الہمامؒ صاحبِ فتح القدیر نے وجوبِ بدنہ کے قول کو اوجہ کہا ہے اس لئے کہ ظاہر الروایۃ میں وقوفِ عرفات کے بعد جماع کرنے پر بدنہ لازم ہونے کو حلق سے پہلے یا بعد کی تفصیل کے بغیر مطلق طور پر ذکر کیا ہے اور صاحب بحر الرائق و نہر الفائق نے اس پر بحث کرنے کے بعد کہا ہے کہ اوجہ وہی ہے جو متون میں ہے (یعنی بکری واجب ہونے کو اوجہ کہا ہے) تفصیل کے لئے ان کتب کی طرف رجوع کریں۔ اور اگر طوافِ زیارت کل یا اکثر حصہ حلق کرنے (سر منڈانے) سے پہلے کر لیا پھر حلق کرنے سے پہلے جماع کیا تو اس پر بالاجماع ایک بکری واجب ہوگی اور شاید اس کی وجہ یہ ہے کہ جنایت کا عظیم ہونا اس رکن (طوافِ زیارت) کی وجہ سے تھا جو کہ ادا ہو چکا ہے) فتح القدیر میں جو یہ کہا ہے کہ حلق سے پہلے طوافِ زیارت کر لینے سے کوئی احرام کی ممنوع چیز حلال نہیں ہو جاتی اس لئے اس پر بدنہ لازم ہونا چاہئے، اس کا جواب مذکورہ بالا توجیہ سے مل جاتا ہے یعنی جنایت کا عظیم ہونا اس رکن طوافِ زیارت کی وجہ سے تھا (جب وہ ادا ہو گیا تو جنایت ہلکی ہو گئی) اور اگر کسی مُحرم نے حلق اور پورا طوافِ زیارت یا اس کا اکثر حصہ ادا کرنے کے بعد جماع کیا تو اس پر ہمارے فقہا کے نزدیک کچھ واجب نہیں ہوگا اگرچہ سعی سے پہلے جماع کیا ہو، امام شافعیؒ کا اس میں اختلاف ہے [2]

[1] لباب و شرحہ بزیادۃ عن ش و غنیہ [2] لباب و شرحہ و بحر و ش و فتح و ع و غنیہ ملتقطاً۔

(۳) ایک ہی مجلس میں ایک مرتبہ اور متعدد مرتبہ جماع کرنے کا حکم یکساں ہے پس اگر وقوف سے پہلے ایک مجلس میں ایک عورت سے چند بار یا چند عورتوں سے جماع کیا تو استحساناً ایک دم واجب ہوگا اور اگر مختلف مجالس میں ایک عورت یا کئی عورتوں سے جماع کیا تو امام ابو حنیفہ و امام ابو یوسف رحمہما اللہ کے نزدیک ہر مجلس کے لئے ایک ایک دم واجب ہوگا اگرچہ ایک مجلس میں کئی دفعہ جماع کیا ہو اور امام محمدؒ کے نزدیک متعدد مجالس میں جماع کرنے کی صورت میں بھی جبتک پہلا کفارہ (دم) ادا نہ کرے ایک ہی دم واجب ہوگا جیسا کہ رمضان المبارک کا روزہ توڑ دینے کے کفارہ کا حکم ہے اور یہ اس وقت ہے جبکہ دوسری مجلس کے جماع سے احرام ترک کرنے کا قصد نہ ہو اور اگر دوسری مجلس کا جماع وقوف سے قبل کیا اور وہ فاسد حج کے احرام کو ترک کرنے کی نیت سے کیا تو سب فقہا کے قول کے مطابق اس پر ایک ہی دم واجب ہوگا اور دوسرے جماع کی وجہ سے اس پر کچھ واجب نہیں ہوگا اگرچہ متعدد بار کے جماع کی مجالس مختلف ہوں معہذا جبتک کہ وہ احرام ترک کرنے پر شرعاً مامور نہ ہو اس کی احرام ترک کرنے کی نیت باطل ہے اس لئے کہ افعالِ حج ادا کئے بغیر وہ احرام سے باہر نہیں ہو سکتا بخلاف اس صورت کے جبکہ اس کو احرام ترک کرنے پر شرعاً حکم دیا گیا ہو اسی طرح اگر پہلے جماع کے بعد ترکِ احرام کی نیت سے متعدد بار جماع کیا خواہ ایک ہی مجلس میں متعدد بار جماع کیا ہو یا مختلف مجالس میں اور خواہ ایک عورت سے کیا ہو یا متعدد عورتوں سے جماع کیا ہو ہر حال میں اس پر فقہا کے قول کے مطابق ایک ہی دم واجب ہوگا اس لئے کہ یہ سب جماع ایک ہی وجہ پر واقع ہوئے ہیں جیسا کہ ایک جماع میں متعدد بار کے دخول سے ایک ہی جماع شمار ہوتا اور ایک ہی دم واجب ہوتا ہے[۱]۔ ان مذکورہ صورتوں میں حج اور عمرہ کا حکم یکساں ہے دونوں میں کوئی فرق نہیں ہے[۲]

(۴) اگر وقوفِ عرفات کے بعد بال منڈانے اور طوافِ زیارت کل یا اکثر حصہ کرنے سے پہلے ایک ہی مجلس میں متعدد بار جماع کیا مثلاً اسی مجلس میں دوبارہ جماع کیا تو اس پر ایک ہی بدنہ (اونٹ یا گائے) واجب ہوگا اور اگر مختلف مجالس میں متعدد بار جماع کیا مثلاً دو دفعہ دو مختلف مجلسوں میں جماع کیا اگر اس نے دوسرے جماع سے احرام سے حلال ہونے کی نیت نہیں کی تو امام ابو حنیفہ و امام ابو یوسف رحمہما اللہ کے نزدیک اس پر پہلے جماع کی وجہ سے ایک بدنہ اور دوسرے جماع کی وجہ سے ایک بکری واجب ہوگی اس لئے کہ پہلے جماع سے اس کے احرام میں نقص پیدا ہو گیا اور دوسرا جماع ناقص احرام کی صورت میں واقع ہوا ہے پس اس کی جزا شدید نہیں ہوگی بلکہ بکری ہی کافی ہو جائے گی، اور امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک اگر پہلے جماع کے کفارہ میں بدنہ ذبح کر دیا اس کے بعد دوسرا جماع کیا تو دوسرے جماع کے لئے ایک بکری واجب ہوگی اور اگر دوسرے جماع سے پہلے بدنہ ذبح نہیں کیا تو (دونوں جنایتوں میں تداخل ہو کر) ایک بدنہ کافی ہوگا دوسرے جماع کے لئے مزید کچھ واجب نہیں ہوگا اور اگر دوسرا جماع احرام سے باہر ہونے یعنی حلال ہونے کے قصد سے کیا تو اس پر ایک ہی کفارہ واجب ہوگا یعنی سب فقہا کے قول میں اس پر پہلے جماع کے لئے ایک بدنہ واجب ہوگا اور دوسرے جماع کے لئے کچھ واجب نہیں ہوگا خواہ ایک ہی مجلس میں جماع کیا ہو یا مختلف مجالس میں کیا ہو[۳] (جیسا کہ قبل الوقوف متعدد بار جماع کرنے میں بیان ہو چکا ہے، مؤلف)

---

[۱] بدائع و لباب و شرحہ و فتح و بحر و ش و غنیہ ملتقطاً [۲] غنیہ [۳] بدائع و لباب و شرحہ و بحر و غنیہ ملتقطاً۔

احرامِ عمرہ کی حالت میں جماع کی جنایات

(۱) اگر عمرہ کے احرام کی حالت میں عمرہ کے طواف کے چار پھیرے کرنے سے پہلے جماع کیا تو اس پر ایک بکری ذبح کرنا واجب ہوگا اور اس کا عمرہ فاسد ہو جائے گا جیسا کہ حج کے احرام کی حالت میں وقوفِ عرفہ سے پہلے جماع کرنے پر حج فاسد ہو جاتا ہے، اس کو صحیح عمرہ والے کی طرح اس فاسد عمرہ کے افعال پورے کر کے حلال ہونا اور اس پر اس عمرہ کی قضا واجب ہے [۱] (تفصیل حج و عمرہ فاسد کرنے کے بیان میں ملاحظہ فرمائیں)

(۲) اگر طوافِ عمرہ کا اکثر حصہ یعنی چار یا زیادہ پھیرے کرنے کے بعد حلق کرانے سے پہلے جماع کیا تو اس پر ایک بکری ذبح کرنا واجب ہوگا اور اس کا عمرہ فاسد نہیں ہوگا خواہ باقی طواف اور سعی صفا و مروہ کرنے سے پہلے جماع کیا ہو یا ان کے بعد ہیں (یعنی خواہ پورا طواف کرنے کے بعد سعی سے پہلے یا طواف اور سعی سے فارغ ہو کر سر منڈانے سے پہلے جماع کیا ہو اس کا عمرہ فاسد نہیں ہوگا) اس لئے کہ وہ عمرہ کا رکن (طوافِ عمرہ کا اکثر حصہ) ادا کر چکا ہے جیسا کہ حج کے احرام کی حالت میں وقوفِ عرفہ کے بعد جماع کرنے سے حج فاسد نہیں ہوتا البتہ حج فاسد کرنے کے بعد جماع کرنے پر شرع نے بدنہ واجب کیا ہے اور عمرہ فاسد کرنے کے بعد جماع کرنے پر بدنہ نہیں بلکہ بکری واجب کی ہے تاکہ فرض و سنّت میں فرق ظاہر ہو جائے [۲]

(۳) اگر عمرہ کے احرام کی حالت میں ایک دفعہ جماع کرنے کے بعد دوسری مرتبہ دوسری مجلس میں جماع کیا تو دوسری مرتبہ کے جماع کے لئے اس پر دوسری بکری (دوسرا دم) واجب ہوگی اور اسی طرح اگر سعی سے فارغ ہونے کے بعد دو مجلسوں میں دو مرتبہ جماع کیا تب بھی یہی حکم ہے (کہ دوسرے جماع کے لئے ایک اور بکری واجب ہوگی) اور یہ سب احکام اس وقت ہیں جبکہ حلق کرنے سے قبل جماع کیا ہو اور اگر حلق کے بعد جماع کیا تو اس پر کچھ واجب نہیں ہے [۳] (فائدہ) یہ احکام مفرد حج اور مفرد عمرہ کرنے والے کے احرام کی حالت میں جماع کرنے کے بیان ہوئے ان سے قارن و متمتع کے جماع کے احکام معلوم ہو سکتے ہیں [۴]

قارن کے جماع کی جنایات

(۱) اگر قارن نے وقوفِ عرفہ اور طوافِ عمرہ کُل یا اکثر حصہ کرنے سے پہلے جماع کیا تو اس کا حج اور عمرہ دونوں فاسد ہو جائیں گے اور اس کو حج و عمرہ دونوں کے افعال ادا کرنا واجب ہے اور دو احراموں پر جنایت سرزد ہونے کی وجہ سے اس پر دو دم (دو بکریاں) واجب ہوں گے، حج اور عمرہ دونوں کی قضا بھی واجب ہوگی اور دمِ قران ساقط ہو جائے گا۔

(۲) اگر قارن نے طوافِ عمرہ کُل یا اکثر حصہ کرنے کے بعد وقوفِ عرفہ سے پہلے جماع کیا تو صرف حج فاسد ہوگا عمرہ فاسد نہیں ہوگا کیونکہ وہ عمرہ کا رکن جماع کرنے سے پہلے ادا کر چکا ہے اور اس پر بھی دو دم یعنی دو بکریاں واجب ہوں گی ایک بکری حج فاسد کرنے کی وجہ سے اور دوسری بکری عمرہ کے احرام میں جماع کرنے کی وجہ سے واجب ہوگی، اس پر صرف حج کی قضا واجب ہوگی کیونکہ اس کا عمرہ صحیح ادا ہو جائے گا اور دمِ قران ساقط ہو جائے گا۔

(۳) اگر قارن نے طوافِ عمرہ اور وقوفِ عرفہ کرنے کے بعد سر منڈانے سے پہلے جماع کیا خواہ عرفات میں ہی کیا ہو اس کا

---

[۱] بحر و ہدایہ و ع و در و ش [۲] بحر و ہدایہ و در و ش و ع و غنیہ ملتقطاً [۳] ع [۴] بحر۔

حج و عمرہ فاسد نہیں ہوگا کیونکہ وہ دونوں کا رکن جماع سے پہلے ادا کر چکا ہے اور اس سے دم قران ساقط نہیں ہوگا رکنِ عمرہ و رکنِ حج کی ادائیگی کی وجہ سے اس کا عمرہ و حج دونوں صحیح ہیں لیکن اس پر بالاتفاق احرام حج میں جماع کی وجہ سے ایک بدنہ اور احرام عمرہ میں جماع کی وجہ سے ایک بکری ذبح کرنا واجب ہوگا اور اگر قارن نے سر منڈانے کے بعد اور طوافِ زیارت کل یا اکثر حصہ کرنے سے پہلے جماع کیا تو اس مسئلہ کے متعلق دو باتوں میں ہمارے فقہا کا اختلاف ہے اوّل یہ کہ اس پر حج کے احرام کی وجہ سے بدنہ واجب ہوگا یا بکری۔ دوّم یہ کہ عمرہ کے احرام کی وجہ سے اس پر بکری واجب ہوگی یا نہیں، صاحبِ مبسوط و بدائع و اسبیجابی نے اس کو اختیار کیا ہے کہ حج کی وجہ سے بدنہ اور عمرہ کی وجہ سے بکری واجب ہوگی اس لئے کہ قارن حلق کرانے کے بعد دونوں احراموں سے حلال ہوتا ہے لیکن عورتوں کے حق میں اس کے دونوں احرام باقی رہتے ہیں لیکن یہ قدوری اور اس کی شروح کے مخالف ہے کیونکہ وہ حلق کے بعد جماع کرنے کی صورت میں احرام حج کی وجہ سے بھی بکری واجب کرتے ہیں پس کتبِ متون کے مطابق اس پر دو بکریاں واجب ہوں گی اور امام وبری رحمہ اللہ نے اس مسئلہ میں یہ اختیار کیا ہے کہ اس پر حج کے احرام کی وجہ سے بدنہ واجب ہوگا اور عمرہ کے احرام کی وجہ سے کچھ واجب نہیں ہوگا اس لئے کہ وہ سر منڈانے کے بعد عمرہ کے احرام سے باہر ہوگیا اور اس کا حج کا احرام بھی صرف عورتوں کے حق میں باقی رہ گیا ہے ظاہر یہی ہے کہ امام وبری کا قول درست ہے (اور وہ یہ کہ عمرہ کے احرام کی وجہ سے کچھ واجب نہ ہوگا) باقی رہا حج کے احرام کی وجہ سے بدنہ واجب ہوگا یا بکری، اس بارے میں صاحبِ فتح القدیر ابن الہمام رحمہ اللہ نے بدنہ واجب ہونے کو اوجہ کہا ہے لیکن بحر الرائق و نہر الفائق نے متون کے قول کو ترجیح دی ہے اور بکری واجب ہونے کو اوجہ کہا ہے جیسا کہ جنایاتِ جماعِ احرام حج میں بیان ہو چکا ہے واللہ اعلم بالصواب [1] (خلاصہ یہ ہے کہ حلق کے بعد جماع کرنے کی صورت میں صحیح قول کی بنا پر ایک جزا واجب ہوگی اور وہ قارن پر بھی مفرد حج والے کی طرح فتح القدیر کی ترجیح کے مطابق ایک بدنہ واجب ہوگا اور بحر الرائق و نہر الفائق کی ترجیح کے مطابق ایک بکری واجب ہوگی، مؤلف)

(۴) اگر قارن نے عمرہ کا طواف نہیں کیا اور وقوفِ عرفہ کے بعد جماع کیا تو اس احرام حج کی وجہ سے ایک بدنہ (سالم اونٹ یا گائے) واجب ہوگا اور عمرہ ترک کر دینے کی وجہ سے ایک بکری واجب ہوگی اور اس پر عمرہ کی قضا بھی واجب ہوگی [2]

(۵) اگر قارن نے سر کے بال منڈانے یا کتروانے سے پہلے طوافِ زیارت کے چار یا زیادہ چکر کر لئے پھر حلق کرانے سے پہلے جماع کیا تو دونوں کا احرام باقی رہنے کی وجہ سے اس پر دو بکریاں واجب ہوں گی [3] کیونکہ جب تک مُحرم حلق نہ کرائے طوافِ زیارت کر لینے سے حلال نہیں ہوتا اس لئے اس سے جنایتِ جماع دو احراموں پر واقع ہوئی ہے [4]

(۶) اگر قارن نے مکرر (دوبارہ) جماع کیا تو اس مسئلہ کی تفصیل وہی ہے جو مفرد حج والے کے جماع کی جنایت میں مذکور ہے یعنی اگر ایک مجلس میں متعدد بار جماع کیا تو ایک ہی کفارہ واجب ہوگا اور اگر مختلف مجالس میں جماع کیا تو شیخین کے نزدیک ہر مجلس کے جماع کا کفارہ علیحدہ واجب ہوگا، اور امام محمدؒ کے نزدیک مختلف مجالس میں جماع کرنے کی صورت میں بھی

---

[1] لباب و شرحہ و فتح و بحر وغیرہا ملتقطاً [2] لباب [3] بدائع و فتح و لباب و شرحہ و غنیہ ملتقطاً [4] شرح اللباب۔

جننک پہلا کفارہ ادا نہیں کیا ایک ہی کفارہ واجب ہوگا [1] (تفصیل مفرد حج والے کے جماع کی جنایات میں ملاحظہ فرمائیں)

(۷) اگر قارن کا حج فوت ہوگیا، اس نے اپنے عمرہ کا طواف کیا اور حلق نہیں کرایا اور فوت شدہ حج کے احرام سے باہر ہونے کے لئے جو عمرہ اس کو کرنا چاہئے اس کا طواف بھی نہیں کیا حتیٰ کہ اس نے جماع کر لیا تو اس پر دو کفارے واجب ہوں گے کیونکہ وہ دونوں احراموں سے حلال نہیں ہوا، اور اسی طرح جس قارن کا حج فوت ہوگیا ہو اگر اس نے دو عمروں (قران کا عمرہ اور حج فوت ہونے کی وجہ سے احرام سے باہر ہونے کا عمرہ) کے لئے طواف اور سعی کرنے کے بعد اپنے سر کے بال منڈانے یا کتروانے سے پہلے جماع کیا تب بھی یہی حکم ہے کہ اس پر دو کفارے واجب ہوں گے، اور اگر قارن نے حج فوت ہونے کے بعد یہ گمان کیا کہ وقوفِ عرفہ فوت ہو جانے کی وجہ سے اس کا حج باطل ہو گیا ہے پھر اس نے اپنے عمرہ کا طواف اور سعی کیا پھر اپنا سر منڈا دیا اس کے بعد متعدد بار جماع کیا تو اس پر سر منڈانے کی وجہ سے دو دم واجب ہوں گے کیونکہ اس سے یہ جنایت دو احرام کی حالت میں واقع ہوئی ہے اور اس پر متعدد بار کے جماع کے لئے صرف دو ہی دم واجب ہوں گے دو دم سے زیادہ کچھ واجب نہیں ہوگا اگرچہ متعدد بار جماع مختلف مجالس میں کیا ہو، اس لئے کہ اس نے فعلِ جماع اس قصد سے کیا ہے کہ وہ حج ترک کر چکا ہے اور یہ ہمارے تینوں اماموں امام ابو حنیفہ و امام ابو یوسف و امام محمد رحمہم اللہ کا قول ہے [2]

(۸) کسی نے حج تمتع کے احرام کی حالت میں جماع کیا اگر وہ اپنے ساتھ ہدی کا جانور نہیں لایا ہے تو اس کا حکم مفرد بالحج اور مفرد بالعمرہ کی مانند ہے کیونکہ وہ پہلے عمرہ کا احرام باندھتا ہے پھر حج کا احرام باندھتا ہے اور مفرد حج و مفرد عمرہ کے جماع کی جنایات کے احکام پہلے بیان ہو چکے ہیں اور اگر وہ اپنے ساتھ ہدی کا جانور لایا ہے تو وہ بعض احکام میں قارن کی مانند ہے اور وہ یہ ہے کہ اگر ایسے تمتع والا شخص اپنے عمرہ کا طواف کرنے سے پہلے یا وقوفِ عرفہ سے پہلے جماع کر لے تو دم تمتع اس سے ساقط ہو جاتا ہے اور اگر وہ وقوفِ عرفہ کے بعد جماع کرے گا تو اس پر دو دم واجب ہوں گے ھکذا فی المحیط [3]

جماع سے بدنہ واجب ہونے کی شرطیں

جماع سے بدنہ واجب ہونے کی تین شرطیں ہیں: اول یہ کہ وقوفِ عرفہ کے بعد جماع کیا جائے۔ دوم یہ کہ جمہور کے نزدیک طوافِ زیارت اور حلق دونوں سے پہلے جماع کرے لیکن بعض محققین کے نزدیک مطلق طور پر طواف سے پہلے جماع کیا ہو خواہ حلق سے پہلے ہو یا حلق کے بعد ہو (یعنی خواہ حلق سے پہلے جماع کیا ہو یا حلق کے بعد طوافِ زیارت سے پہلے کیا۔ دونوں صورتوں میں بعض محققین کے نزدیک بدنہ واجب ہوگا اور جمہور کے نزدیک حلق سے پہلے جماع کیا ہو تو بدنہ اور حلق کے بعد طوافِ زیارت سے پہلے کیا ہو تو بکری واجب ہوگی، مؤلف) سوم یہ کہ جماع ایک ہی بار کیا ہو پس اگر ایک بار جماع کر کے دوبارہ کیا تو ہر ایک فاعل و مفعول محرم پر پہلی دفعہ کی وجہ سے بدنہ اور دوسری دفعہ کی وجہ سے پہلی دفعہ کے بدنہ کے ساتھ ایک بکری واجب ہوگی، اسی طرح ہر بار کے جماع کے لئے ایک بکری مزید واجب ہوگی [4] یعنی اگر بار بار کیا ہو جماع ایک ہی مجلس میں واقع ہو تو ایک ہی بدنہ واجب

[1] بدائع وغیرہ ملتقطاً [2] لباب و شرحہ و غنیہ [3] ع و لباب و شرحہ و بدائع ملتقطاً [4] لباب و شرحہ و غنیہ ملتقطاً۔

ہوگا اور اگر دو یا زیادہ مختلف مجالس میں واقع ہوا اور دوسرے جماع سے احرام کو ترک کرنے کا قصد نہیں کیا تو اس پر پہلے جماع کی وجہ سے بدنہ اور دوسری بار یا زیادہ کے جماع کی وجہ سے ہر مجلس کے جماع کے لئے ایک بکری واجب ہوگی جیسا کہ بیان ہو چکا ہے[1] باب المناسک میں وجوبِ بدنہ کی شرطوں میں عقل اور بلوغ کو بھی بیان کیا ہے اس میں کوئی شک نہیں کہ عقل و بلوغ کا شرط ہونا وجوبِ بدنہ کے لئے ہی مخصوص نہیں ہے بلکہ یہ تمام کفارات کے وجوب کی شرطیں ہیں[2]

جنایاتِ جماع کے بقیہ مسائل

(۱) اگر طوافِ زیارت جنابت (حدثِ اکبر) کی حالت میں کیا اس کے بعد جماع کیا پھر دونوں حدثوں سے پاک ہو کر طوافِ زیارت کا اعادہ کیا تو اس پر دم واجب ہوگا اور اگر طوافِ زیارت کل یا اکثر حصہ بلا وضو کیا یا طوافِ زیارت کا اکثر حصہ یعنی چار یا زیادہ چکر دونوں حدثوں سے پاکی کی حالت میں کئے اس کے بعد جماع کیا تو اس پر کچھ واجب نہیں ہے خواہ اُس نے اس طواف کا اعادہ کیا ہو یا نہ کیا ہو[3]

(۲) اگر طوافِ زیارت کے چار چکر حطیم کے اندر سے گذر کر کئے پھر بعض کے قول کے مطابق حلق سے پہلے اور بعض کے قول کے مطابق مطلقاً یعنی حلق سے پہلے یا بعد میں جماع کیا تو اس پر بدنہ واجب ہوگا جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے اور اگر طوافِ عمرہ ایسا کیا یعنی اس کے چار چکر حطیم کے اندر سے گذر کر کئے پھر جماع کیا تو اس کا عمرہ فاسد ہو جائے گا، اس پر اس عمرہ کی قضا ایامِ تشریق کے بعد کرنا واجب ہے اور اس پر ایک بکری ذبح کرنا واجب ہے[4]

(۳) جس شخص کا حج فوت ہو گیا ہو اگر اس نے جماع کر لیا تو اس پر اسی احرام کے ساتھ عمرہ کے افعال ادا کرنا واجب ہے اور اس پر احرام سے باہر ہونے سے پہلے جماع کرنے کی وجہ سے ایک دم ادا کرنا واجب ہے اور اس پر فوت شدہ حج کی قضا واجب ہے اور اس پر اُس عمرہ کی قضا واجب نہیں ہے جس کے ساتھ وہ احرام سے باہر ہو رہا ہے اگرچہ اُس نے اس عمرہ کا طواف کرنے سے پہلے جماع کیا ہو بخلاف اس عمرہ کے جس کا احرام شروع سے مستقل عمرہ ہی کی نیت سے باندھا ہو[5]

(۴) اگر کسی نے حج یا عمرہ کا احرام باندھا اور اس احرام کی حالت میں (وقوفِ عرفہ یا طوافِ عمرہ سے پہلے) جماع کر لیا پھر اس نے اس کے افعال ادا کرنے سے قبل دوسرا احرام اس کی قضا کی نیت سے باندھا تو وہ پہلا ہی احرام بدستور قائم ہے اور اس کی قضا کی نیت کا اس پر کچھ اثر نہیں ہوگا اور جبتک وہ فاسد حج یا فاسد عمرہ کے افعال ادا کر کے فارغ نہ ہو جائے اس کا دوسرا احرام باندھنا ہرگز صحیح نہیں ہوگا اور اس کی یہ نیت لغو و بیکار ہوگی[6]

(۵) جماع خواہ قصداً کیا ہو یا بھول کر رضامندی سے یا زبردستی سے جاگنے کی حالت میں ہو یا سونے کی حالت میں غلطی سے ہو یا جان بوجھ کر، عذر سے ہو یا بلا عذر، حج کے احرام کی حالت میں ہو یا عمرہ کے احرام کی حالت میں خواہ حج فرض کا احرام ہو یا نفل کا، مرد ہو یا عورت، آزاد ہو یا غلام جبکہ فاعل و مفعول دونوں عاقل بالغ اور احرام کی حالت میں ہوں تو ان سب صورتوں میں جماع کی جنایت کا حکم یکساں ہے[7] خواہ جماع حلال طریقہ سے ہو یا حرام طریقہ سے اور خواہ مکلّف کی طرف سے واقع ہو

[1] بدائع و لباب و شرحہ و بحر و غیرہا [2] شرح اللباب تصرفاً [3] لباب و شرحہ و بدائع [4] لباب و شرحہ بزیادۃ و غنیہ [5] لباب و شرحہ و بدائع و فتح و غنیہ [6] و [7] لباب و شرحہ و غنیہ [8] لباب و شرحہ و غیرہ

یا غیر مکلّف کی طرف سے ہر حال میں جنایت ہے [1] پس جماع کا صدور خواہ قریب البلوغ لڑکے سے ہو یا مجنوں سے ہو جماع ثابت ہو جائیگا اور ان دونوں کے نسک یعنی حج و عمرہ کو فاسد کردے گا جیسا کہ ولوالجی اور صاحبِ محیط نے اس کی تصریح کی ہے اور اس کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ نماز و روزہ کے فاسد کرنے میں مکلّف اور غیر مکلّف میں کوئی فرق نہیں ہے پس اسی طرح حج کا بھی یہی حکم ہے البتہ نابالغ اور مجنون پر حج و عمرہ کے احرام کی حالت میں جماع کرنے کی وجہ سے کوئی جزا یعنی دم واجب نہیں ہوگا اور نہ ان دونوں پر اس کی قضا واجب ہوگی اور اسی طرح مکلّف نہ ہونے کی وجہ سے ان دونوں پر اس احرام کے افعال پورے کرنا بھی واجب نہیں ہے البتہ ان کو استحباب کے طور پر اُس احرام کے افعال پورے کرنے اور اس کی قضا کرنے کا امر کیا جائے گا [2]۔ اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ فتح القدیر میں جو نابالغ لڑکے کے جماع کرنے سے اس کا حج یا عمرہ فاسد نہ ہونا مذکور ہے یہ قول ضعیف ہے [3] اور مجنون کے مسئلہ میں تحقیق یہ ہے کہ اگر کسی عاقل (ہوش و حواس والے شخص) نے احرام باندھا پھر حالتِ احرام میں اس کو جنون طاری ہو گیا پھر حج ادا کرنے کے بعد اس کو افاقہ ہو گیا اگرچہ افاقہ حج ادا کرنے کے چند سال بعد ہوا ہو تو اس کا حکم عاقل (ہوش والے) کی مانند ہے ورنہ نابالغ لڑکے کی مانند ہے، احرام کی حالت میں جماع کا حکم مرد و عورت کے لئے یکساں ہے پس جس صورت میں مرد کا حج و عمرہ فاسد ہوتا ہے اور اس پر دم واجب ہوتا ہے اس صورت میں عورت کا بھی حج و عمرہ فاسد ہوتا اور اس پر دم واجب ہوتا ہے اگرچہ اس پر زبردستی کی گئی ہو یا بھول کر جماع کیا ہو البتہ زبردستی یا بھولنے (وغیرہ عذر) سے وہ گنہگار نہیں ہوگی [4] اور اگر غلام نے وقوفِ عرفہ سے پہلے یا اس کے بعد حلق سے پہلے جماع کیا تو وہ اسی احرام کی حالت میں رہ کر اس کے افعال پورے کرے اور اس پر اس کی حالت کے اختلاف کے مطابق بدنہ[ع] یا بکری واجب ہوگی اور اگر اس نے وقوفِ عرفہ سے پہلے جماع کیا تو اس پر آزاد ہونے کے بعد اپنا فرض حج ادا کرنے کے علاوہ اس حج کی قضا بھی واجب ہوگی [5] اور جن صورتوں میں غلام پر مال واجب ہوتا ہے اس مال کا مواخذہ اس کے آزاد ہونے کے بعد ہوگا اور جن صورتوں میں روزہ رکھنا واجب ہوتا ہے اس کا مواخذہ فی الحال یعنی غلامی کی حالت میں ہی ہوگا جیسا کہ اس باب کے مقدمہ میں بیان ہو چکا ہے [6]

(۶) ہمارے فقہا کے نزدیک فاسد کئے ہوئے حج یا عمرہ کی قضا میں مرد و عورت یعنی میاں بیوی کا جدا رہنا واجب نہیں ہے لیکن اگر پھر جماع میں مبتلا ہونے کا خوف ہو تو احرام کے وقت سے علیحدہ ہو جانا مستحب ہے اور وہ یہ ہے کہ دو راستے ہوں تو دونوں الگ الگ راستے سے جائیں ورنہ راستے میں اور منازل پر حتی الامکان ایک دوسرے سے دور فاصلہ سے رہیں [7]

(۷) اگر جماع کرنے کی حالت میں احرام باندھا تو اس کا احرام صحیح ہو جائے گا لیکن اس کا حج فاسد ہو جائے گا اور اس پر اس کے افعال کا پورا کرنا واجب ہوگا [8] پس وہ صحیح حج والے کی طرح تمام افعالِ حج پورے کرے، تمام ممنوعات سے بچے اور اگر کسی ممنوعِ احرام و حرم فعل کا ارتکاب ہو جائے تو اس پر وہی جزا واجب ہوگی جو صحیح حج والے پر اس ممنوع فعل کے ارتکاب سے واجب ہوتی ہے [9]

ع یعنی وقوفِ عرفہ سے پہلے جماع کرنے کی صورت میں بکری اور وقوفِ عرفہ کے بعد حلق سے پہلے جماع کرنے سے بدنہ واجب ہوگا (مؤلف)

[1] بحر [2] ش و لباب و شرحہ و غنیہ و بحر و ارشاد ملتقطاً [3] بحر ملخصاً و ش و ارشاد [4] فتح بزیادۃ [5] لباب و شرحہ و غنیہ و ش و فتح [6] بحر و ش و فتح و غنیہ

[7] لباب و شرحہ و غنیہ و ہدایہ و ارشاد ملتقطاً [8] لباب و شرحہ و غنیہ [9] در و ش و غنیہ۔

محرکاتِ جماع کی جنایات

(۱) اگر کسی محرم نے اپنی بیوی یا کسی اجنبیہ عورت کی فرج (شرمگاہ) کی طرف شہوت سے دیکھا اور اس کو انزال ہو گیا خواہ دیر تک یا بار بار دیکھتا رہا ہو، یا دل میں شہوت کا تصور و تفکر کیا اور انزال ہو گیا یا احتلام ہو کر انزال ہو گیا تو اس پر سوائے غسل واجب ہونے کے اور کچھ جزا واجب نہیں ہے کیونکہ ممنوعاتِ احرام (محرمات) میں سے جماع ہے جو کہ ان صورتوں میں پایا نہیں جاتا [۱]

(۲) اگر فرج یعنی قبل و دبر (پیشاب و پاخانہ کے مقام) کے علاوہ کسی اور جگہ مثلاً ران یا ناف وغیرہ میں جماع کیا یا شہوت کے ساتھ کسی عورت یعنی بیوی یا اجنبی عورت یا باندی کو یا بے ریش لڑکے کو اپنے ساتھ لپٹایا یا اس کے ساتھ معانقہ کیا یا اس کا بوسہ لیا یا ہاتھ لگایا یا شرمگاہ سے شرمگاہ ملائی تو خواہ اس کو انزال ہو یا نہ ہو اس کا حج فاسد نہیں ہو گا کیونکہ اس صورت میں ارتفاقِ کامل نہیں پایا جاتا لیکن اس پر کفارہ واجب ہو گا یعنی اس پر دم واجب ہو گا کیونکہ فرج یعنی قبل و دبر کے علاوہ جماع کرنا رفث ہے جو کہ احرام کی حالت میں ممنوع ہے اور اس کے اقدام سے وہ محظورِ احرام کا مرتکب ہو گا اور دواعی یعنی محرکاتِ جماع مثلاً شہوت کے ساتھ معانقہ کرنا مباشرتِ فاحشہ (شرمگاہ سے شرمگاہ ملانا) شہوت کے ساتھ بوسہ لینا اور چھونا بھی جماع فیما دون الفرج کے ساتھ ملحق ہیں اس لئے ان سب صورتوں میں عورت کے ساتھ ارتفاق و استمتاع حاصل کرنے کی وجہ سے دم لازم ہو گا خواہ اس کو انزال ہو یا نہ ہو اور خواہ یہ فعل وقوفِ عرفہ سے قبل سرزد ہوا ہو یا وقوف کے بعد حلق سے پہلے یا وقوف و حلق کے بعد طوافِ زیارت سے پہلے سرزد ہوا ہو [۲] اور یہی اصح ہے [۳]۔ بحر الرائق میں مطلقاً دم واجب ہونے کو ترجیح دی ہے خواہ انزال ہو یا نہ ہو، اور الجامع الصغیر میں ہے کہ انزال ہونے کی صورت میں دم واجب ہو گا ورنہ نہیں اور قاضی خاں نے الجامع الصغیر کی شرح میں اس کو صحیح کہا ہے [۴]

(۳) کسی مُحرِم نے اپنی بیوی کو رخصت کرتے وقت اس کا بوسہ لیا اگر شہوت کے قصد سے ایسا کیا تو اس پر فدیہ (دم) واجب ہو گا اور اگر رخصت کرنے کے قصد سے ایسا کیا تو اس پر فدیہ واجب نہیں ہے اور اگر وہ یہ کہے کہ نہ میں نے شہوت کے قصد سے بوسہ لیا اور نہ رخصت کرنے کے قصد سے، تو اس پر کچھ واجب نہیں ہو گا [۵]

(۴) کسی مُحرِم نے اپنے ہاتھ سے منی نکالی یا جانور سے جماع کیا یا مُردہ عورت یا ایسی چھوٹی لڑکی سے جو شہوت کے قابل نہیں ہے جماع کیا اگر اس کو انزال ہو گیا تو اس پر دم واجب ہو گا اور اس کا حج وعمرہ فاسد نہیں ہو گا اور اگر اس کو انزال نہیں ہوا تو اس پر کچھ واجب نہیں ہے (البتہ جو صورتیں شرعاً ناجائز ہیں ان میں گنہگار ہو گا، مؤلف) یہ حکم مرد و عورت دونوں کیلئے یکساں ہے [۶]

(۵) محرکاتِ جماع میں سے کسی فعل کے سرزد ہونے سے انزال ہو جانے کے باوجود بالاتفاق حج فاسد نہیں ہوتا یعنی خواہ اس کو انزال ہو جائے یا نہ ہو اور خواہ وہ فعل وقوفِ عرفہ سے پہلے سرزد ہو یا وقوف کے بعد میں واقع ہو تمام معتبر کتبِ فقہ میں اسی طرح مذکور ہے اور امام شافعی و امام احمد رحمہما اللہ سے بھی ایک روایت میں اسی طرح ہے [۷] بحر الرائق میں اس کی توجیہ

---

[۱] لباب و شرحہ و ہدایہ و بحر و ش و ع و غنیہ ملتقطاً [۲] لباب و شرحہ و ہدایہ و عنایہ و فتح و بدائع و بحر و ش ملتقطاً [۳] در و ش و بحر و شرح اللباب

[۴] لباب و شرحہ و غنیہ [۵] غنیہ و لباب و شرحہ و ع و منحہ و غیرہا ملتقطاً [۶] بحر و لباب و شرحہ و غنیہ ملتقطاً۔ [۷]

یہ کمی ہے کہ حج کے فاسد ہونے کا تعلق نص کی بنا پر حقیقۃً یعنی صورۃً و معنیً دونوں طرح جماع سرزد ہونے سے ہے اور محرکاتِ جماع کا سرزد ہونا حقیقۃً جماع نہیں ہے بلکہ صرف معنیً جماع ہے جو حقیقۃً جماع سے کم درجہ کا ہے اس لئے اس کا حکم حقیقۃً جماع کے ساتھ نہیں ملایا جائے گا بخلاف روزہ کے کہ اس کا فاسد ہونا شہوۃ کے پورا ہونے پر موقوف ہے اور یہ کسی محرکِ جماع کے سرزد ہونے سے انزال ہو جانے پر پایا جاتا ہے ۔[۱] ——— (۶) اگر محرم نے اپنے ذکر (پیشاب کے مقام) سے فعلِ عبث کیا تو اس پر کچھ واجب نہیں ہے اور اگر اس کو انزال ہو گیا تو اس پر دم واجب ہے کیونکہ اس صورت میں مس کے ذریعے شہوت کی تکمیل پائی گئی جیسا کہ عورت کو مس کرنے سے انزال ہو جانے پر دم واجب ہو جاتا ہے ۔[۲]

واجباتِ حج میں سے کسی واجب کو ترک کرنا

افعالِ حج یعنی طواف و سعی و وقوفِ عرفہ و وقوفِ مزدلفہ و ذبح و حلق و رمی وغیرہ کے واجبات میں سے کسی واجب کو ترک کرنے کی جنایات اور ان کی جزا کا بیان دس عنوانات کے تحت درج کیا جاتا ہے ۔[۳]

طوافِ زیارت کے واجبات میں سے کسی واجب کو ترک کرنا

(۱) اگر پورا طوافِ زیارت یا اس کا اکثر حصہ یعنی چار یا زیادہ چکر جنابت یا حیض یا نفاس کی حالت میں کیا تو اس پر ایک بدنہ (ایک سالم اونٹ یا گائے) واجب ہو گا جیسا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے اور اس لئے بھی یہ حکم ہے کہ جنابت حدث سے زیادہ غلیظ ہے پس اس کے نقصان کی تلافی کے لئے بدنہ واجب ہو گا تاکہ جنابت و حدث میں فرق ہو جائے اور حیض و نفاس کا حکم جنابت کی مانند ہے اور یہ (حدثِ اکبر کی حالت میں کیا ہوا طواف) اگر حلق کرانے کے بعد کیا ہو تو عورت کے حلال ہونے کے بارے میں معتبر ہو گا اور وہ شخص ترکِ واجب یعنی حدثِ اکبر سے طہارت کے ترک کی وجہ سے گنہگار ہو گا اور اس پر واجب ہے کہ جبتک وہ مکہ مکرمہ میں ہے طہارت کی حالت میں اس طواف کا اعادہ کرے پس اگر اس نے اس کا اعادہ کر لیا تو بدنہ (کفارہ کا اونٹ یا گائے) اس سے ساقط ہو جائے گا اور گناہ کا معاف ہونا کفارہ ادا کر دینے کے باوجود توبہ یا اللہ تعالیٰ کی مشیت پر موقوف ہے، اگر اس نے پاک ہو کر اس طواف کا اعادہ ایامِ قربانی میں کر لیا تو اس پر کچھ واجب نہیں ہے اور اگر ایامِ قربانی کے بعد اعادہ کیا ہے تو اس سے بدنہ بالاتفاق ساقط ہو جائے گا اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک ایامِ قربانی سے تاخیر کرنے کی وجہ سے ایک بکری واجب ہو گی، اگر کسی شخص نے طوافِ زیارت جنابت کی حالت میں کیا پھر اس طواف کا طہارت کے ساتھ اعادہ نہیں کیا اور اپنے اہل و عیال کی طرف لوٹ گیا تو اس کو اس کے اعادہ کے لئے واپس لوٹنا واجب ہے پس اگر وہ حدودِ میقات سے باہر نکل چکا ہے تو وہ نیا احرام باندھ کر واپس آئے کیونکہ وہ طوافِ زیارت جنابت کی حالت میں کرنے سے عورت کے حق میں بھی احرام سے باہر ہو چکا ہے اور اس کا وہ پہلا احرام پورا ہو چکا ہے اب وہ آفاقی ہے جو کہ مکہ مکرمہ آنے کا ارادہ رکھتا ہے اس لئے

[۱،۲] بحر [۳] لباب و شرحہ وغنیہ تصرفاً ۔

اس کے لئے حج یا عمرہ کا احرام باندھنا ضروری ہے اور بعض نے کہا کہ بلا احرام واپس آجائے، اور اگر وہ حدودِ میقات سے باہر نہیں نکلا تو بالاتفاق نیا احرام باندھے بغیر واپس آجائے کیونکہ جبتک وہ زمینِ حل میں ہے اہلِ مکہ کے حکم میں ہے اور حدودِ میقات سے باہر چلے جانے کی صورت میں جب وہ نیا احرام مثلاً عمرہ کا احرام باندھ کر واپس آئے تو پہلے وہ عمرہ کا طواف کرے اور عمرہ کے افعال سے فارغ ہوجائے پھر طوافِ زیارت کا اعادہ کرے اور اگر طوافِ زیارت کا اعادہ ایامِ قربانی کے بعد کیا ہو تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اس پر تاخیر کی وجہ سے ایک دم (بکری ذبح کرنا) واجب ہوگا جیسا کہ اصل طواف کو ایامِ نحر سے مؤخر کرنے کی صورت میں دم واجب ہوتا ہے اور اگر وہ مکہ مکرمہ واپس نہ آیا اور بدنہ (اونٹ یا گائے) بھیج دیا تو اس کے لئے کافی ہے لیکن ہدایہ و کافی میں ہے کہ اس کا اعادہ کے لئے واپس لوٹنا افضل ہے کیونکہ اس کے طوافِ زیارت میں بہت زیادہ نقص آگیا ہے اس لئے اس کا تدارک کرنے کے لئے اس کو لوٹنے کا امر کیا جائے گا لیکن اگر نہ لوٹا اور بدنہ بھیج دیا تو کافی ہوجائے گا یہ ہدایہ میں ہے اور بدائع سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے جیسا کہ اس میں کہا ہے کہ اس کا واپس لوٹنا عزیمت کے طور پر ہے کیونکہ جنابت کی وجہ سے اس کے طوافِ زیارت میں بہت بڑا نقص آگیا ہے پس اس کو واپس لوٹنے کا حکم کیا جائے گا جیسا کہ طوافِ زیارت کا اکثر حصہ ترک کرنے کی صورت میں بھی یہی حکم ہے اور اگر وہ بدنہ بھیج دے تو کافی ہے کیونکہ بدنہ سے جنابت کے نقص کا تدارک ہوجاتا ہے الخ اور محیط میں ہے کہ دم (بدنہ) بھیجنا افضل ہے اس لئے کہ اس کا وہ طواف معتبر ہوا ہے اور دم بھیجنے میں فقراء کے لئے نفع ہے [1]

(۲) اور اگر طوافِ زیارت کا اقل حصہ (تین یا کم چکر) جنابت کی حالت میں ادا کیا اور (طہارت کے ساتھ) اس کا اعادہ نہیں کیا تو اس پر ایک بکری واجب ہوگی اور اگر اس کے اقل حصہ کو ایامِ نحر کے بعد طہارت کے ساتھ لوٹا لیا تو طوافِ زیارت کا اقل حصہ تاخیر سے ادا کرنے کی وجہ سے ہر چکر کے بدلہ نصف صاع گندم صدقہ کرنا واجب ہے [2] لباب المناسک میں جو یہ کہا ہے کہ اگر طوافِ زیارت کا اقل حصہ جنابت کی حالت میں ادا کیا تو اس پر ہر چکر کے بدلہ نصف صاع صدقہ واجب ہوگا اور اگر اس کا اعادہ کرلیا تو یہ صدقہ ساقط ہوجائے گا، یہ غایۃ البیان و بحر الرائق و شرح الطحاوی وغیرہ کے خلاف ہے کیونکہ ان میں دم واجب ہونا مذکور ہے پس بظاہر منسک الکبیر و لباب المناسک کا قول کہ اس پر صدقہ واجب ہوگا مبسوط کی عبارت سے غلط فہمی ہونے پر مبنی معلوم ہوتا ہے اور وہ یہ عبارت ہے کہ اگر طوافِ زیارت کے اقل حصہ کو مؤخر کیا تو اس پر صدقہ واجب ہوگا [3]

(۳) اگر پورا یا اکثر طوافِ زیارت بے وضو کیا تو اس پر دم یعنی بکری واجب ہے اس لئے کہ اس نے رکن میں نقص ڈال دیا ہے پس طوافِ زیارت کے علاوہ دوسرے کسی طواف کے مقابلے میں یہ زیادہ بڑا نقص ہے، یہ ایسا ہوگیا جیسا کہ طوافِ زیارت کا کوئی چکر کم کردیا ہو پس اس کا تدارک دم (بکری) ذبح کرنے سے ہوگا یا طہارت کے ساتھ (یعنی باوضو) اس طواف کا اعادہ کرے اور جبتک وہ مکہ مکرمہ میں ہے اس طواف کا اعادہ کرنا مستحب ہے یہی اصح ہے اگرچہ بعض کے نزدیک اس کا اعادہ واجب ہے پس اگر وضو کے ساتھ اس طواف کا اعادہ کرلیا تو دم ساقط ہوجائے گا خواہ اعادہ ایامِ نحر میں کیا ہو یا ایامِ نحر گذرنے کے بعد کیا ہو اور تاخیر

[1] لباب و شرحہ و ارشاد و فتح و بحر و ہدایہ و بدائع و غنیہ و ع ملتقطاً [2] بحر و ش [3] ارشاد ملخصاً

کی وجہ سے اس پر کچھ واجب نہیں ہوگا کیونکہ بے وضو طواف کرنے میں جنابت کے ساتھ طواف کرنے کے مقابلہ میں کم نقص ہے اس لئے جنابت والے طواف کے اعادہ کی صورت میں تاخیر کی وجہ سے دم واجب ہوتا ہے اور بے وضو والے طواف کے اعادہ کی صورت میں تاخیر کی وجہ سے کچھ واجب نہیں ہوتا، یہ ہدایہ اور کافی وغیرہما میں ہے بحرالرائق میں اسی کو اختیار کیا ہے، سراج الوہاج اور بحرالزاخر وغیرہما میں اس کو صحیح کہا ہے اور مطلب میں ہے کہ یہی اظہر ہے اور بعض کے نزدیک اس پر تاخیر کی وجہ سے دم واجب ہوگا چنانچہ شرح الطحاوی میں کہا ہے کہ "جب ایام نحر کے بعد طواف زیارت کا اعادہ کیا تو اس پر دم واجب ہوگا خواہ اعادہ حدث (بے وضو ہونے) کے سبب سے کیا ہو یا جنابت کے باعث"۔ صاحب بدائع نے اس پر اعتماد کیا ہے اور بحرالرائق نے اس کا جواب یہ دیا ہے کہ یہ دوسری روایت ہے اور بعض نے کہا تاخیر کی صورت میں ہر چکر کے بدلہ صدقہ واجب ہوگا [1] (اس سے معلوم ہوا کہ اس بارے میں تین روایتیں ہیں اور پہلی روایت یعنی اعادہ کرلینے کی صورت میں تاخیر کی وجہ سے کچھ واجب نہیں ہوگا اصح ہے، مؤلف) کسی نے طواف زیارت بے وضو کیا تھا اور وہ اپنے اہل وعیال کی طرف لوٹ گیا اگر وہ مکہ مکرمہ واپس آکر اس طواف کا اعادہ کرے گا تو جائز ہے اور اگر واپس نہ لوٹے اور اس کے بدلہ میں بکری ذبح کے لئے بھیجدے تو افضل ہے [2] کیونکہ بے وضو طواف کرنے میں تھوڑا نقص ہے اور بکری بھیجنے میں فقرا کا فائدہ ہے [3]

(۴) اور اگر طواف زیارت کا اقل حصہ (تین یا کم چکر) بلا وضو کیا پھر اس نے وضو کے ساتھ اس کا اعادہ نہیں کیا اور اپنے اہل وعیال کی طرف لوٹ گیا تو بالاتفاق اس پر ہر چکر کے بدلے نصف صاع گندم صدقہ کرنا واجب ہے لیکن اگر ان تمام پھیروں کے صدقہ کی قیمت دم (قربانی) کے برابر ہو جائے تو اس میں سے کچھ تھوڑا سا کم کردے اور اس سے اعادہ بالاجماع ساقط ہو جائے گا [4]۔

(فائدہ) جاننا چاہیئے کہ حدث اکبر یا حدث اصغر کی حالت میں طواف زیارت کرنے کی صورت میں دو چیزوں میں سے ایک چیز واجب ہوتی ہے دم یا طواف کا اعادہ اور جب تک وہ شخص مکہ مکرمہ میں موجود ہے اعادہ ہی اصل ہے تاکہ نقصان کی تلافی اس کی جنس ہی سے ہو جائے پس اس وقت تک طواف کا اعادہ کرنا دم ادا کرنے سے (بالاتفاق) افضل ہے لیکن اگر طواف کا اعادہ نہ کیا اور اپنے اہل وعیال میں واپس چلا گیا تو حدث اصغر کی صورت میں اعادہ طواف کے لئے واپس لوٹنے سے دم یعنی بکری کا بھیجنا افضل ہے اور حدث اکبر (جنابت وغیرہ) کی حالت میں طواف زیارت کرنے کی صورت میں اس بارے میں اختلاف ہے ہدایہ وغیرہ میں اس کو اختیار کیا ہے کہ واپس لوٹنا افضل ہے اور محیط میں اس کو اختیار کیا ہے کہ دم (بدنہ) کا بھیجنا افضل ہے ان دونوں کی توجیہات اوپر بیان ہو چکی ہیں [5] حدث اکبر کی صورت میں دم سے مراد بدنہ (سالم اونٹ یا گائے) ہے اور حدث اصغر کی صورت میں دم سے مراد بکری ہے [6] اور اس بارے میں بھی ہمارے فقہا کا اتفاق ہے کہ حدث اصغر کی حالت میں یعنی بلا وضو طواف زیارت کرنے اور پھر طہارت کے ساتھ اس کا اعادہ کرنے کی صورت میں پہلا طواف ہی معتبر ہوگا

[1] لباب وشرحہ وبحر وفتح وبحر وش وغیرہا بلفظا [2] ہدایہ [3] ہدایہ وع [4] بحر وش ولباب وشرحہ وغنیہ [5] بحر وش وغنیہ تصرفاً [6] مستفاد عن بدائع وغیرہ

اور دوسرا طواف پہلے طواف کے نقصان کی تلافی کرے گا اور حدثِ اکبر یعنی جنابت وغیرہ کی حالت میں طوافِ زیارت کرنے اور پھر طہارت کے ساتھ اس کا اعادہ کرنے کی صورت میں اس بارے میں ہمارے فقہا کا اختلاف ہے، امام رازیؒ کے نزدیک اس کا دوسرا طواف معتبر ہوگا اور اس کا پہلا طواف اس دوسرے طواف سے منسوخ ہو جائے گا اور امام کرخیؒ اس طرف گئے ہیں کہ حدثِ اکبر و اصغر دونوں صورتوں میں اس کا پہلا طواف ہی معتبر ہوگا اور دوسرا طواف پہلے طواف کے نقصان کی تلافی کرنے والا ہوگا۔ صاحبِ ایضاح نے اسی کو صحیح کہا ہے کیونکہ اس میں کوئی شک نہیں کہ اس کا پہلا طواف قابلِ شمار و لائق اعتماد ہوتا ہے حتیٰ کہ اس سے اس کے لئے عورت حلال ہو جاتی ہے اور فتح القدیر میں ہے کہ امام کرخی کا قول اَولیٰ ہے اور اس اختلاف کا فائدہ سعی کے اعادہ کرنے میں ظاہر ہوتا ہے (جو کہ پہلے طواف کے بعد کی ہے) اور صاحب بحر الرائق کا یہ کہنا خلافِ واقع ہے کہ "یہ اختلاف لفظی ہے اور اس کا کوئی نتیجہ ظاہر نہیں ہوتا" پس امام کرخی کے قول کے مطابق اس پر (اس) سعی کا اعادہ واجب نہیں ہے (جو کہ اس نے جنابت کی حالت میں طوافِ زیارت کرنے کے بعد کی ہے) اس لئے کہ اس کا پہلا طواف معتبر و معتمد ہے اور فرض کا تکرار نہیں ہوتا اور امام رازیؒ کے قول کے مطابق اس سعی کا اعادہ واجب ہے کیونکہ اس کا پہلا طواف فسخ ہو کر کالعدم ہو چکا ہے اور امام کرخی کے قول کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ اگر اس نے طواف کا اعادہ نہ کیا اور اس کے لئے دم (بدنہ) ذبح کر دیا تو اس پر سعی کا اعادہ واجب نہیں ہے اور اب اس پر سعی کا اعادہ نہ کرنے سے بالاتفاق کوئی دم واجب نہیں ہے اس لئے کہ جب اس نے دم (بدنہ) ادا کر دیا تو اس کا پہلا طواف فسخ نہیں ہوگا بلکہ دم ادا کرنے سے اس کے نقصان کی تلافی ہو جائے گی پس اس کی سعی طوافِ کامل کے بعد واقع ہوگی [1]

(۵) اگر پورا طواف یا اس کا اکثر حصہ (چار یا زیادہ چکر) ترک کر دیا اور اقل حصہ (تین یا کم چکر) ادا کیا اور اپنے اہل و عیال کی طرف لوٹ گیا تو بالاتفاق اس کو اسی احرام سے واپس لوٹنا واجب ہے اس کو نیا احرام باندھنے کی ضرورت نہیں (اگرچہ میقات سے باہر نکل گیا ہو) اس لئے کہ وہ عورت کے حق میں ابھی تک احرام کی حالت میں ہے اور بعض افعالِ حج یعنی طواف و سعی پر اس کو عمرہ کا احرام باندھنا جائز نہیں ہے اگرچہ وہ حلق کرانے کے بعد اپنے وطن کی طرف گیا ہو اور اس کو بعینہ طوافِ زیارت کا ادا کرنا واجب ہے اس کی بجائے بدل یعنی بدنہ ذبح کرنا ہرگز جائز نہیں ہے خواہ وہ اپنے اہل و عیال کی طرف واپس چلا گیا ہو یا نہ گیا ہو اس لئے کہ طوافِ زیارت رکن ہے اور ارکانِ حج کا کوئی بدل نہیں ہو سکتا اور کوئی دوسری چیز ان کے قائم مقام نہیں ہو سکتی بلکہ وقوفِ عرفہ کی طرح طوافِ زیارت (کے اکثر حصہ) کا بھی بعینہ ادا کرنا واجب ہے [2] اور امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک اُس پر ایک دم تاخیر کی وجہ سے واجب ہوگا [3] (جبکہ اس نے ایام النحر کے بعد طوافِ زیارت کیا ہو، مؤلف) اور جب تک وہ طوافِ زیارت (کا اکثر حصہ) ادا نہ کرے اس وقت تک ہمیشہ وہ عورت کے حق میں محرم رہیگا پس اکثر حصہ طوافِ زیارت کی ادائیگی سے پہلے اگر وہ عورت سے جماع کرے گا تو ہر مجلس کے جماع کے لئے اس پر علیحدہ علیحدہ

[1] شرح اللباب و غنیہ ملتقطاً [2] لباب و شرحہ و بدائع و غنیہ ملتقطاً [3] بدائع۔

دم واجب ہوگا جبکہ جماع متعدد مجالس میں کیا ہو اور دوسری دفعہ کا جماع احرام کو ترک کرنے کی نیت سے نہ ہو لیکن اگر احرام ترک کرنے کی نیت سے دوسری دفعہ جماع کیا تو دوسری دفعہ کے جماع سے اس پر کچھ واجب نہیں ہوگا[۱] (اس کی تفصیل جنایاتِ جماع کے بیان میں گزر چکی ہے، مؤلف)

(۶) اور اگر طوافِ زیارت کا (اکثر حصہ کر لیا اور) اقل حصہ یعنی تین یا اس سے کم چکر ترک کئے یعنی ایک یا دو یا تین چکر ترک کردیئے تو اس پر دم واجب ہے اور اگر اس کا اعادہ کر لیا یعنی ان باقی (متروکہ) چکروں کو پورا کر لیا تو دم ساقط ہو جائے گا پس اگر باقی چکر ایامِ نحر میں پورے کر لئے تو اس پر کچھ واجب نہیں ہے اور اگر ایامِ نحر کے بعد پورے کئے تو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک ہر چکر کے لئے نصف صاع گندم صدقہ دینا واجب ہوگا اور صاحبین کے نزدیک اس صورت میں بھی اس پر کچھ واجب نہیں ہوگا اور اگر (باقی چکر پورے کئے بغیر) اپنے اہل و عیال کی طرف لوٹ گیا تو ان باقی متروکہ چکروں کے کفارے کے لئے ایک بکری یا اس کی قیمت بھیج دے تاکہ اس کو اس کی طرف سے حرم مکہ مکرمہ میں ذبح کردیا جائے اور اس کا گوشت صدقہ کردیا جائے[۲] اور ایک اور بکری یا اس کی قیمت طوافِ صدر کے ترک کی وجہ سے بھیجے اور طوافِ صدر کے ترک کی وجہ سے دوسری بکری بھیجنا اس لئے واجب ہوا ہے کہ طوافِ زیارت کے متروکہ اقل چکروں کی وجہ سے بکری بھیجنا اسی وقت واجب ہوسکتا ہے جبکہ اس نے طوافِ صدر بھی ادا نہ کیا ہو کیونکہ اگر اس نے طوافِ صدر کر لیا تو اس کے چکر طوافِ زیارت کی طرف منتقل ہو کر اس کی تکمیل کردیں گے اور طوافِ زیارت کی تکمیل کے بعد دیکھا جائے گا کہ طوافِ صدر کے کتنے چکر باقی رہ گئے ہیں اگر اس کے باقی چکر اقل یعنی تین یا کم چکر رہے ہے تو اس پر (ہر چکر کے بدلے) صدقہ (نصف صاع گندم) واجب ہوگا ورنہ دم واجب ہوگا[۳] (جیسا کہ آگے مفصل آتا ہے، مؤلف) اور اگر اس نے (اقل حصہ ترک کرنے کی صورت میں) طوافِ زیارت کی تکمیل کے لئے واپس مکہ مکرمہ آنا اختیار کیا اور وہ حدودِ میقات سے باہر چلا گیا تو جدید احرام کے ساتھ واپس آنا لازمی ہے جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے[۴] اور افضل یہ ہے کہ وہ بکری بھیج دے کیونکہ بکری بھیجنے میں طواف کے نقصان کی تلافی ہو جاتی ہے اور اس میں فقراء کا فائدہ ہے اور وہ شخص مکہ مکرمہ واپس آنے کی مشقت سے بچ جاتا ہے اور اگر وہ شخص ابھی مکہ مکرمہ ہی میں مقیم ہے (یا حدودِ حل میں ہے) تو اس کا طواف کے لئے لوٹنا (اور طوافِ زیارت مکمل کرنا) افضل ہے کیونکہ یہ نقصان کی تلافی اسی جنس سے کرنا ہے پس یہ اولیٰ ہے[۵]

(۷) اگر پورا طوافِ زیارت یا اس کا اکثر حصہ بلا عذر کسی سواری پر یا آدمی کی پیٹھ پر یا گھٹنوں یا سرین کے بل گھسٹ کر کیا، یا سترِ عورت اس قدر کھلا ہونے کی حالت میں کیا کہ جس سے نماز جائز نہیں ہوتی یا اُلٹے پاؤں کیا یا سر نیچے اور پاؤں اوپر کر کے کیا یا حطیم کے اندر سے گزر کر کیا تو اس پر دم واجب ہوگا اور اگر اس طواف کا (صحیح طریقہ پر) اعادہ کر لیا تو دم ساقط ہو جائے گا اور اگر وہ (اعادہ کئے بغیر) اپنے اہل و عیال کی طرف لوٹ گیا تو اس کو مکہ مکرمہ واپس آنا واجب نہیں ہے بلکہ ایک بکری یا اس کی قیمت بھیجنا کافی ہے تاکہ اس کی طرف سے حدودِ حرم میں ذبح کر کے اس کا گوشت صدقہ کردیا جائے اور اگر وہ مکہ مکرمہ

---

[۱] غنیہ [۲] لباب و شرحہ و غنیہ و بحر و غیرہا ملتقطاً [۳] بحر [۴] لباب و شرحہ و غنیہ [۵] بدائع و غنیہ

واپس آنا اختیار کرے تو حدودِ میقات سے باہر نکل جانے کی صورت میں اس کو نئے احرام سے واپس لوٹنا لازم ہے اور اگر اس نے کسی عذر مثلاً بیماری یا بیہوشی یا جنون یا بڑھاپے کی وجہ سے سواری پر یا کسی آدمی کی پیٹھ پر یا گھٹنوں یا سرین کے بل گھسٹ کر طوافِ زیارت کیا تو اس پر کچھ واجب نہیں ہے [۱] اور اسی طرح اگر کسی عذر کی وجہ سے سترِ عورت اس قدر کھلا ہونے کی حالت میں طوافِ زیارت کیا کہ جس سے نماز جائز نہیں ہوتی تب بھی اس پر کچھ واجب نہیں ہے اس لئے کہ سترِ عورت واجبات طواف میں سے ہے اور واجب اگر کسی عذر سے ساقط ہو جائے تو دم ساقط ہو جاتا ہے، اُلٹے پاؤں یا سر کے بل طواف کرنے اور حطیم کے اندر سے طواف کرنے میں عذر متصور نہیں ہے [۲] اس لئے ان صورتوں میں ہر حال میں دم یا اعادہ واجب ہوگا، مؤلف)۔

(۸) اگر پورا طوافِ زیارت یا اس کا اکثر حصہ ایامِ نحر گذرنے کے بعد ادا کیا تو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک اس پر دم واجب ہوگا اور اگر طوافِ زیارت کا اقل حصہ (تین چکر یا اس سے کم) ایامِ نحر کے بعد ادا کیا تو ہر چکر کے بدلے پورا صدقہ یعنی نصف صاع گندم دینا واجب ہے [۳] اور یہ حکم اس وقت ہے جبکہ اس قدر طواف کرنے کا امکان ہو لہذا حیض و نفاس والی عورت پر ایامِ نحر سے تاخیر ہو جانے کی وجہ سے کچھ واجب نہیں ہے جبکہ وہ اس سے ایامِ نحر کے بعد پاک ہو [۴] پس اگر طوافِ زیارت کو کسی عذر مثلاً احصار یا حیض وغیرہ کی وجہ سے مؤخر کیا تو اس پر دم واجب نہیں ہوگا [۵] اس لئے کہ اگر حیض یا نفاس یا کسی کے روک دینے کی وجہ سے یا مرض کی وجہ سے جبکہ کوئی اٹھانے والا نہ ملے یا کسی کے اٹھا کر طواف کرانے کا متحمل نہ ہو طوافِ زیارت میں تاخیر ہو گئی تو اس پر دم واجب نہیں ہوگا [۶] (حیض و نفاس والی عورت کے طوافِ زیارت کا حکم آگے متصل ہی تفصیل سے درج ہے، مؤلف)

حیض و نفاس والی عورت کیلئے طوافِ زیارت کا حکم

(۱) طوافِ زیارت کو ایامِ قربانی سے مؤخر کرنے میں کراہت اور دم کا وجوب اس وقت ہے جبکہ طوافِ زیارت کو بلا عذر مؤخر کرے لیکن اگر عذر کی وجہ سے تاخیر ہو جائے تو کچھ واجب نہیں ہوگا حتیٰ کہ اگر ایامِ نحر سے قبل کسی عورت کو حیض شروع ہو گیا اور ایامِ قربانی کے گذرنے تک وہ حیض کی حالت میں رہی تو اس پر تاخیر کی وجہ سے کچھ واجب نہیں ہوگا۔

(۲) تاخیر سے کراہت اور دم واجب ہونے کا حکم اس وقت ہے جبکہ امکان کے باوجود تاخیر کرے پس اگر کوئی حیض کی حالت والی عورت قربانی کے آخری دن میں غروب سے قبل ایسے وقت حیض سے پاک ہوئی کہ اس وقت میں وہ غسل کے لوازمات مثلاً پانی نکالنا اور لوگوں کی نگاہوں سے پردہ کی جگہ مہیا کرنا اور کپڑے اتارنا وغیرہ کر کے غسل کر سکتی اور مسجد الحرام میں آ کر طوافِ زیارت پورا یا اکثر حصہ ادا کر سکتی ہے اس کے باوجود اس نے طوافِ زیارت پورا یا اکثر حصہ ادا نہ کیا تو اس پر دم تاخیر واجب ہوگا اور اگر اس وقت میں اتنی گنجائش نہیں ہے کہ طوافِ زیارت کے چار چکر کر سکے صرف اقل حصہ یعنی تین یا کم چکر کر سکتی ہے اور اس کو اس نے ادا نہیں کیا تو اس پر کچھ واجب نہیں ہے اور ظاہر یہ ہے کہ اقل حصہ بلا عذر ترک کرنے کی وجہ سے اس پر صدقہ واجب ہونا چاہئے جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے۔ اور اگر عورت کو ایامِ نحر میں ایسے وقت حیض آیا کہ حیض شروع ہونے سے پہلے وہ طواف کے چار چکر

---

[۱] لباب و شرحہ و غنیہ [۲] شرح اللباب تصرفاً [۳] لباب و شرحہ و غنیہ [۴] غنیہ من باب طواف الزیارۃ [۵] المظہری سورۃ الحج [۶] غنیہ تصرف۔

ادا کر سکتی تھی اس کے باوجود اس نے حیض شروع ہونے سے پہلے (چار چکر) طواف نہیں کیا یہاں تک کہ اس کو حیض شروع ہو گیا تو اس پر دم تاخیر واجب ہو گا کیونکہ وہ اپنی کوتاہی سے اس کی ادائیگی سے قاصر رہی ہے اور اگر حیض شروع ہونے سے پہلے صرف اسقدر وقت ہے کہ وہ ایامِ نحر میں طواف کا اقل حصہ یعنی تین چکر کر سکتی ہے اور وہ ادا نہیں کیا تو اس پر کچھ واجب نہیں ہے اور قیاس یہ ہے کہ اس پر صدقہ واجب ہو گا [1] پس فقہا کا یہ قول کہ "حیض (و نفاس) والی عورت پر طوافِ زیارت کی تاخیر کی وجہ سے کچھ واجب نہیں ہے" اس حکم میں یہ قید ہے کہ وہ ایامِ نحر میں ایسے وقت میں حائضہ ہوئی ہو کہ حیض شروع ہونے سے پہلے وہ طواف کا اکثر حصہ ادا کرنے پر قادر نہ ہو یا وہ ایامِ نحر سے پہلے حائضہ ہو گئی ہو اور تمام ایامِ نحر گزر جانے کے بعد پاک ہوئی ہو یا قربانی کے آخری دن کے ایسے آخری وقت میں پاک ہوئی کہ اس کے بعد (لوازماتِ غسل کے ساتھ غسل کر کے) وقت کے اندر یعنی غروبِ آفتاب سے پہلے طواف کا اکثر حصہ ادا نہیں کر سکتی لیکن اگر اس قدر گنجائش کے باوجود اس نے طوافِ زیارت کا اکثر حصہ ادا نہ کیا تو اس کی کوتاہی کی وجہ سے اس پر دم واجب ہو گا جیسا کہ بیان ہو چکا ہے واللہ اعلم [2] لیکن جس عورت کو ایامِ نحر میں ایسے وقت حیض آیا کہ حیض شروع ہونے سے پہلے اس کو اتنا وقت مل چکا ہے جس میں وہ طواف کا اکثر حصہ ادا کرنے پر قادر تھی تو اس پر دم کا واجب کرنا مشکل ہے اس لئے کہ طواف کا اول وقت میں ادا کرنا واجب نہیں ہے ہاں البتہ یہ صورت اس عورت کے حق میں ہو سکتی ہے جس کو عادت کے مطابق اپنے حیض کے شروع ہونے کا وقت معلوم ہے اس کے باوجود وہ اس وقت سے پہلے پاکی کے وقت میں ادا نہ کرے اور اس سے تاخیر کرے پس غور کر لیجئے [3] اور ضیاء الابصار میں محیط سے منقول ہے کہ اگر کسی عورت کو (ایامِ نحر میں) ایسے وقت میں حیض آیا کہ اب وہ (ایامِ نحر میں) طواف پر قادر نہیں ہے تو اس پر دم لازم ہو گا اس لئے کہ وہ تاخیر کرنے میں حد سے تجاوز کرنے والی ہے اور اگر اس کو ایسے وقت میں حیض آیا کہ وہ طوافِ زیارت کے چار چکر کرنے پر قادر ہے تو اس پر کچھ واجب نہیں ہے کیونکہ اب وہ تاخیر میں حد سے تجاوز کرنے والی نہیں ہے اور اسی طرح ملتقیٰ میں بھی ہے اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ طواف کی ادائیگی میں آخری وقت کا اعتبار ہے اھ واللہ سبحانہٗ و تعالیٰ اعلم [4]

(۳) اگر کسی حیض والی عورت کا خون کسی دوا سے یا بغیر دوا کے منقطع (بند) ہو گیا یا پوری طرح منقطع نہیں ہوا (یعنی اس کو استحاضہ ہے، مؤلف) پس اس نے غسل کیا یا نہیں کیا اور طواف کیا پھر اس کا خون عادت کے دنوں میں دوبارہ شروع ہو گیا تو اس کا طواف صحیح ہے لیکن اس پر بدنہ (سالم اونٹ یا گائے) واجب ہو گا اور وہ دو وجہ سے گنہگار ہو گی، ایک (حدثِ اکبر کی حالت میں) دخولِ مسجد کی وجہ سے اور دوسرے اس حالت میں طواف کرنے کی وجہ سے اور (اپنے ذمہ سے بدنہ ساقط کرنے کیلئے) اس پر واجب ہے کہ وہ دونوں حدثوں سے پاک ہو کر اس طواف کا اعادہ کرے پس اگر اس نے اعادہ کر لیا تو جو بدنہ اس پر واجب ہوا تھا وہ اس کے ذمہ سے ساقط ہو جائیگا اور دونوں میں سے جس صورت کو بھی اختیار کرے خواہ بدنہ ذبح کرے یا طواف کا اعادہ کرے اس پر اس گناہ کی معافی کیلئے توبہ کرنا واجب ہے [5]

(۴) بعض محشین نے منسک ابن امیر حاج (رحمہ اللہ) سے نقل کیا ہے کہ اگر کوئی قافلہ واپس لوٹنے کا ارادہ کرے اور اس

---

[1] لباب و شرحہ بحر و ش و غنیہ ملتقطاً [2] لباب و شرحہ و ش و غنیہ ملتقطاً [3] ش و غنیہ [4] غنیہ [5] لباب و شرحہ و غنیہ۔

قافلے کی کوئی عورت حیض سے پاک نہ ہوئی ہو اور وہ فتویٰ دریافت کرے کہ وہ طواف زیارت کرے یا نہ کرے اور اگر وہ ایسی حالت میں طوافِ زیارت کرلے تو اس کا حج پورا ہوجائے گا یا نہیں؟ تو فقہا نے کہا ہے کہ اس کو کہا جائے تیرے لئے مسجد میں داخل ہونا حلال (جائز) نہیں ہے اس کے باوجود اگر تو داخل ہوگئی اور تو نے طوافِ زیارت کرلیا تو گنہگار ہوگی اور تیرا طواف صحیح ہوجائے گا اور تجھ پر ایک بدنہ (سالم اونٹ یا گائے) ذبح کرنا واجب ہوگا، یہ مسئلہ کثیرۃ الوقوع ہے، عورتیں اس مسئلہ میں حیران و پریشان ہوجاتی ہیں اھ سلہ۔ اور فتاویٰ حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ (الطبعۃ الجدیدۃ الملکیۃ جزو ۲۶ ص ۲۲۵) میں اس بارے میں جو کچھ مذکور ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر کسی عورت کو طوافِ زیارت ادا کرنے سے پہلے حیض شروع ہوگیا اگر وہ حیض سے پاک ہونے تک رک سکتی ہے تو اس کو اس وقت تک رکنا اور پاک ہونے کے بعد طواف کرنا واجب ہے اور یہ حکم اس وقت ہے جبکہ راستے امن وامان کے ہوں اور اس عورت کا محرم اور اہلِ قافلہ رک سکتے ہوں، پھر آگے ذکر کیا ہے کہ آجکل (اس زمانہ میں) اکثر عورتوں کا رکنا چند وجوہ کی بنا پر ممکن نہیں ہے پس اس مسئلہ میں عورتوں کے لئے عمومِ بلویٰ ہے لہذا ایسی عورت امام ابوحنیفہؒ کے مذہب اور امام احمد رحمہما اللہ کی ایک روایت کے مطابق حیض کی حالت میں ہی طواف کرلے اور کفارہ میں دم یا بدنہ (سالم اونٹ یا گائے) ذبح کردے الیٰ آخر ما قال سلہ۔ جاننا چاہئے کہ حدثِ اکبر یعنی جنابت یا حیض یا نفاس کی حالت میں مسجد میں جانا سخت منع ہے اور اس حالت میں مسجد میں بیت اللہ شریف کا طواف کرنا سخت گناہ ہے، حج کا رکنِ اعظم یعنی طوافِ زیارت کرنا تو اور بھی اشد گناہ ہے اسی لئے اس پر اس طواف کا اعادہ کرنا یا سالم اونٹ یا گائے ذبح کرنا واجب ہوتا ہے اور کفارہ دیدینے کے باوجود اس گناہ سے توبہ کرنا بھی لازم ہے اس لئے حیض یا نفاس والی عورت کو اپنے اوپر سے فرض اتارنے اور احرام سے پوری طرح حلال ہونے کے لئے جان بوجھ کر ایسا حرام و ناجائز فعل کرنا نہایت قبیح ہے اس کو چاہئے کہ پاک ہونے تک وہاں ٹھہرے اور شرعی حکم کے مطابق پاک ہوکر طوافِ زیارت کرکے حج پورا کرے، محض سستی اور سہولت پسندی کی وجہ سے ہرگز حالتِ حیض میں طوافِ زیارت نہ کرے آجکل جہازوں وغیرہ کی کثرت ہے اور کوشش کرکے جہازوں وغیرہ میں بعد کی تاریخوں میں نشست تبدیل کرائی جاسکتی ہے لیکن اگر مسئلہ نہ جاننے کی وجہ سے ایسی حالت میں طوافِ زیارت کرلیا تو حکماً اس کا حج پورا ہوجائے گا وہ احرام سے پوری طرح حلال ہوجائیگی اور اس پر سالم اونٹ یا گائے ذبح کرنا واجب ہوگا لیکن جان بوجھ کر ایسی حالت میں طواف کرنے کا حکم یا فتویٰ نہیں دیا جائیگا جیسا کہ منسک ابن امیر حاج سے منقول ہوچکا ہے اور ایسی صورت میں یہ نیت اور ارادہ کرکے کہ بعد میں جزا دے کر سبکدوش ہوجائیں گے ایسا کرنا ہرگز جائز نہیں ہے، یہ گناہ فدیہ سے معاف نہیں ہوگا لیکن اگر اس کا رکنا ممکن نہ ہو حکومت کی طرف سے پابندیاں عائد ہوں اور اس کی یا اس کے خاوند یا محرم و اہلِ قافلہ کی روانگی کی تاریخ تبدیل نہ ہوسکتی ہو، اگر وہ ان حالات میں بامرِ مجبوری طواف کرلے گی اور کفارہ ادا کردے گی تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اور امام احمد حنبل رحمہ اللہ سے ایک روایت کے مطابق اس کا حج پورا ہوجائے گا اور وہ احرام سے پوری طرح حلال ہوجائے گی اور اس پر بدنہ (سالم اونٹ یا گائے) ذبح کرنا

سلہ حاشیہ زبدۃ المناسک ص ۲۰۴ ش من طواف الزیارت وغیرہ سلہ معارف السنن جلد ششم ص ۵۹۲۔

واجب ہوگا جیسا کہ فتاویٰ ابن تیمیہ کی عبارت سے واضح ہے لیکن یہ معاملہ مبتلی بہا عورت اور اس کے قافلہ پر موقوف ہے کہ وہ خود اس کا فیصلہ کریں کہ ان کو ٹھہرنا ممکن ہے یا نہیں فقط واللہ اعلم بالصواب [1]

(۵) مضلہ یعنی حائضہ متحیرہ کہ جس کا خون ہمیشہ جاری رہتا ہے اور وہ اپنے حیض کی عادت کے ایام بھول گئی کہ اس کے کون سے ایام حیض کے ہوتے ہیں اور کون سے پاکی کے پس اگر اس کو حج کے وقت یہ حالت پیش آئے تو اس کو تحری (اٹکل) کرنی چاہئے اور اس تحری (اٹکل) کے مطابق جو دن پاکی کے ہوں ان کو پاکی کے سمجھے اور جو حیض کے ہوں ان کو حیض کے سمجھے اور اگر اس کی تحری میں کچھ نہیں آتا تو وہ احتیاط کو اختیار کرے اور وہ سوائے طوافِ رکن یعنی طوافِ زیارت اور طوافِ واجب یعنی طوافِ صدر (وداع) کے اور کوئی طواف نہ کرے اور مسجد میں داخل نہ ہو پس اس کو چاہئے کہ وہ طوافِ زیارت کرے اس لئے کہ وہ رکن ہے پھر دس دن کے بعد دوبارہ طوافِ زیارت کرے اور طوافِ صدر بھی کرے کیونکہ یہ طواف غیر مکی پر واجب ہے اور طوافِ صدر کا اعادہ نہ کرے اس لئے کہ اگر اس نے یہ طوافِ صدر پاکی کی حالت میں کیا ہے تو وہ اس کے ذمہ سے ادا ہو گیا اور اگر حیض کی حالت میں کیا ہے تو حائضہ پر طوافِ صدر واجب نہیں ہے [2] اور اس کے لئے فقہا نے طوافِ تحیت کا ذکر نہیں کیا اس لئے کہ وہ سنت ہے پس اس کو ترک کر دے [3] اور حاوی میں ہے کہ ایسی عورت بیت اللہ شریف کا نفلی طواف نہ کرے اور طوافِ زیارت دو دفعہ اس طرح کرے کہ ایک طواف کرے پھر دوسرا طواف دس دن کے بعد کرے اور طوافِ صَدَر (طوافِ وداع) ایک دفعہ کرے اس کی قضا یا اعادہ نہ کرے کیونکہ اگر اس نے وہ طہارت کی حالت میں کیا ہے تو ادا ہو گیا اور اگر وہ حالتِ حیض میں کیا گیا ہے تو اس پر اس حالت میں طوافِ صدر واجب ہی نہیں ہے واللہ اعلم منقول از کبیر معروف بجامع المناسک رحمۃ اللہ سندھی رحمہ اللہ تعالیٰ ص۱۸۸ [4] (حیض و نفاس والی عورت کے طوافِ عمرہ کیلئے بھی یہی حکم ہونا چاہئے جبکہ وہ حیض یا نفاس سے پاک ہونے تک ٹھہر نہ سکے اور پاک ہونے کی حالت میں طوافِ عمرہ سے معذور ہو جیسا کہ فتاویٰ ابن تیمیہ کی عبارت میں دم یا بدنہ کے ذکر میں اس کی طرف اشارہ ہے اور اس پر صرف دم یعنی بکری ذبح کرنا واجب ہوگا کیونکہ عمرہ کی کسی جنایت میں بدنہ واجب نہیں ہوتا۔ واللہ اعلم بالصواب۔ مؤلف)

طوافِ صدر سے طوافِ زیارت کی تکمیل اور اس کی جزا کا بیان

(۱) اگر کسی نے ایامِ قربانی میں طوافِ زیارت جنابت کی حالت میں کیا اور طوافِ صدر (وداع) انہی ایام میں طہارت کی حالت میں کیا تو اس پر طوافِ صَدَر (وداع) چھوڑنے کی وجہ سے دم واجب ہوگا جبکہ اس کے بعد اس نے کوئی اور طواف نہ کیا ہو کیونکہ اس کا طوافِ صدر طوافِ زیارت کی طرف منتقل ہو جائے گا اس لئے کہ اول اس کے ادا ہونے کا حق ہے پھر اگر وہ اور طوافِ صدر کر لے گا تو اس پر کچھ واجب نہیں ہوگا اور اگر اس نے طوافِ زیارت دوبارہ کر لیا تو بھی اس پر کچھ واجب نہیں ہوگا اس لئے کہ یہ دوسرا طوافِ زیارت طوافِ صدر کی طرف منتقل ہو جائے گا کیونکہ اب اسی کے ادا ہونے کا حق ہے [5]

(۲) اگر طوافِ زیارت ایامِ نحر میں جنابت کی حالت میں کیا اور طوافِ صدر (وداع) ایامِ نحر گذرنے کے بعد طہارت کی حالت میں کیا، اگرچہ ایامِ تشریق کے آخری دن میں کیا تو اس پر دو دم واجب ہوں گے ایک دم طوافِ وداع چھوڑنے کی وجہ سے بلاخلاف واجب ہوگا اس لئے کہ اس کا وہ طوافِ وداع طوافِ زیارت کی طرف منتقل ہو جائے گا اور دوسرا دم طوافِ زیارت میں تاخیر کی وجہ سے

[1] مؤلف عن زبدۃ المناسک بتصرف وزیادۃ [2] ش وغنیہ وحاشیہ زبدۃ المناسک ملتقطاً [3] ش [4] زبدۃ المناسک وحاشیہ زبدۃ المناسک ص ۲۰۴

[5] لباب وشرحہ وش وغنیہ بزیادۃ عن البحر

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک واجب ہوگا اور صاحبین کے نزدیک ایک ہی دم واجب ہوگا جو کہ طوافِ وداع کے ترک کی وجہ سے ہے ان کے نزدیک طوافِ زیارت کی تاخیر کی وجہ سے کچھ واجب نہیں ہوگا اور اگر اس نے طوافِ وداع دوبارہ کرلیا تو اس سے طوافِ وداع کے ترک کا دم بھی ساقط ہو جائے گا اسی طرح اگر اس نے کوئی نفلی طواف کیا تو وہ طوافِ وداع کی طرف منتقل ہو جائے گا اور اس سے ترک طوافِ وداع کا دم ساقط ہو جائے گا [1]

(۳) اور اگر ایامِ نحر میں طوافِ زیارت بے وضو کیا اور اس کے بعد انہی ایام میں طوافِ وداع دونوں حدثوں سے پاکی کی حالت میں (یعنی باوضو) کیا تو یہ طوافِ صدر طوافِ زیارت کی طرف منتقل ہو جائے گا پھر اگر طوافِ زیارت یا طوافِ وداع دوبارہ کرلیا تو اس پر کچھ واجب نہیں ہے کیونکہ یہ طوافِ زیارت طوافِ وداع بن جائے گا اور اسی طرح اگر کوئی اور نفلی طواف کیا تب بھی اس پر کچھ واجب نہیں (کیونکہ وہ طوافِ وداع بن جائے گا) اور اگر طوافِ زیارت یا طوافِ وداع دوبارہ نہیں کیا اور نہ ہی کوئی نفلی طواف کیا تو طوافِ وداع کے ترک کی وجہ سے بالاتفاق اس پر دم واجب ہوگا کیونکہ طوافِ وداع بلا اختلاف واجباتِ حج میں سے ہے اور اگر طوافِ زیارت ایامِ نحر میں بے وضو کیا اور طوافِ وداع ایامِ نحر کے بعد باوضو کیا اگرچہ ایامِ تشریق کے آخری دن میں کیا ہو تو یہ طوافِ وداع طوافِ زیارت کی طرف منتقل نہیں ہوگا اور اس پر طوافِ زیارت بے وضو کرنے کی وجہ سے دم واجب ہوگا [2] مذکورۂ بالا ہر دو مسائل یعنی حالتِ جنابت میں طوافِ زیارت کرنے یا حالتِ حدث (بے وضو) طوافِ زیارت کرنے اور اس کے بعد طوافِ صدر حالتِ طہارت میں کرنے کے حکم میں یہ فرق ہے کہ پہلے یعنی حالتِ جنابت میں طوافِ زیارت کرنے کی صورت میں طوافِ صدر طوافِ زیارت کی طرف منتقل ہو جائے گا اگرچہ اس نے طوافِ صدر ایامِ نحر کے بعد کیا ہو اور اس صورت میں نقلِ طوافِ صدر واجب ہے کیونکہ اس صورت میں طوافِ صدر کے طوافِ زیارت کی طرف منتقل کرنے میں فائدہ ہے اور وہ یہ کہ اس شخص سے بدنہ کا وجوب ساقط ہو جائیگا اور اس پر طوافِ صدر ترک کرنے کی وجہ سے بالاتفاق دم (بکری ذبح کرنا) واجب ہوگا جبکہ اس نے دوبارہ طوافِ صدر یا طوافِ زیارت یا کوئی اور نفلی طواف نہ کیا ہو اور وہ اپنے اہل و عیال کی طرف لوٹ گیا ہو، لیکن اگر وہ مکہ مکرمہ میں موجود ہے تو اس کو طوافِ صدر دوبارہ کرلینا چاہئے (تاکہ اس سے دم ساقط ہو جائے اور اصل کے مطابق ادائیگی ہو جائے) اور دوسرے مسئلہ یعنی طوافِ زیارت حدث (بے وضو ہونے) کی حالت میں اور طوافِ صدر طہارت کی حالت میں کرنے کی صورت میں اگر طوافِ صدر ایامِ نحر کے بعد کیا ہے تو امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک طوافِ صدر طوافِ زیارت کی طرف منتقل نہیں ہوگا کیونکہ اس صورت میں اس کے منتقل کرنے کا کوئی فائدہ نہیں ہے اس لئے کہ اگر اس کو طوافِ زیارت کی طرف منتقل کردیا جائے تو بالاجماع اس پر طوافِ صدر کے ترک کی وجہ سے دم واجب ہوگا جبکہ وہ اپنے اہل و عیال کی طرف لوٹ جائے خواہ اس نے طوافِ صدر ایامِ قربانی میں کیا ہو یا اس کے بعد کیا ہو اور اس لئے بھی اس کا طوافِ زیارت کی طرف منتقل کرنا جائز نہیں ہے کہ طوافِ صدر واجب ہے اور حدث کی حالت میں طوافِ زیارت کیا ہو تو اس کا اعادہ واجب نہیں ہے بلکہ مستحب ہے پس طوافِ زیارت کی طرف منتقل نہیں کیا جائے گا اور طوافِ زیارت

[1] لباب وشرحہ وش وغنیہ بزیادۃ عن ع [2] لباب وشرحہ وش وغنیہ وبحر ملتقطاً وبزیادۃ

حدث کی حالت میں کرنے کی وجہ سے بالاتفاق اس پر دم واجب ہوگا اور بالاجماع اس پر تاخیر کی وجہ سے کچھ واجب نہیں ہوگا (یعنی منتقل کرنے یا نہ کرنے دونوں صورتوں میں دم واجب ہوا تو اس کا منتقل کرنا بے فائدہ ہوا مؤلف) لیکن اگر اس نے طوافِ صدر ایام نحر میں کیا تھا اور وہ اپنے اہل و عیال کی طرف نہیں لوٹا تو اس صورت میں اس کا طوافِ صدر طوافِ زیارت کی طرف منتقل ہوجائے گا کیونکہ اس صورت میں اس کے نقل کرنے میں فائدہ ہے اور وہ یہ کہ حدث کی حالت میں طواف کرنے کی وجہ سے جو دم اس پر واجب ہوا تھا وہ ساقط ہوجائے گا اور وہ دوبارہ طواف کرلے گا تو اس پر کچھ واجب نہیں ہوگا اور صاحبین کے نزدیک دوسری صورت میں (یعنی طوافِ زیارت حدث کی حالت میں کرنے اور طوافِ صدر طہارت کے ساتھ ایام نحر کے بعد کرنے کی صورت میں) بھی طوافِ صدر طوافِ زیارت کی طرف منتقل ہوجائے گا کیونکہ اس میں فائدہ ہے اور وہ یہ کہ ان کے نزدیک اس صورت میں بھی حدث کی وجہ سے طوافِ زیارت پر جو دم واجب ہوا تھا وہ ساقط ہوجائے گا اور اس پر تاخیر کی وجہ سے کچھ واجب نہیں ہوگا لیکن اس پر طوافِ صدر واجب ہوگا پس اگر اس نے دوبارہ یہ طواف کرلیا تو اس پر کچھ واجب نہیں ہوگا ورنہ اس پر اس کے ترک کی وجہ سے دم واجب ہوگا کیونکہ اس کا طوافِ صدر طوافِ زیارت کی طرف منتقل ہوجائے گا [۱]۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک حدث والے مسئلہ میں طوافِ صدر کے اس کی طرف منتقل ہونے کا بے فائدہ ہونا اس روایت کے مطابق ہے جس میں امام صاحب کے نزدیک حدث کی حالت میں طوافِ زیارت کرنے اور اس کا اعادہ ایام نحر کے بعد کرنے کی وجہ سے دم تاخیر واجب ہوتا ہے لیکن جس روایت میں دم تاخیر واجب نہیں ہوتا اس کے مطابق طوافِ صدر کو اس کی طرف منتقل کرنے میں فائدہ ہے اور وہ یہ ہے حدث کی حالت میں طواف کرنے کی وجہ سے جو دم واجب ہوتا ہے وہ ساقط ہوجائے گا اور پہلے قول کی بنا پر بھی فائدہ سے خالی نہیں ہے اور وہ فائدہ یہ ہے کہ اس کو کامل طوافِ زیارت حاصل ہوجائے گا پس غور کر لیجئے [۲]۔ (جاننا چاہئے کہ اس مسئلہ میں امام صاحبؒ سے تین روایتیں ہیں جن کی تفصیل بحر الرائق میں ہے وہاں ملاحظہ فرمائیں، مؤلف)۔

(۴) اور اگر طوافِ زیارت حدث کی حالت میں یعنی بے وضو کیا اور طوافِ وداع جنابت کی حالت میں کیا تو سب کے قول کے مطابق اس پر دو دم واجب ہوں گے ایک دم طوافِ زیارت بے وضو کرنے کی وجہ سے اور دوسرا دم طوافِ صدر جنابت کی حالت میں کرنے کی وجہ سے واجب ہوگا [۳]۔

(۵) اگر خاص طوافِ زیارت کو چھوڑ دیا اور طوافِ صدر کیا تو طوافِ صدر طوافِ زیارت کی جگہ واقع ہوگا اور طوافِ صدر چھوڑنے کی وجہ سے اس پر قربانی واجب ہوگی [۴]۔ یہ حکم اس وقت ہے جبکہ اس نے طوافِ صدر کا دوبارہ اعادہ نہ کیا ہو اور اپنے اہل و عیال کی طرف لوٹ گیا ہو اور جب تک وہ مکہ مکرمہ میں رہے طوافِ وداع دوبارہ کرلے پس اگر اس نے دوبارہ کرلیا تو اس پر کچھ واجب نہیں ہوگا اور یہ حکم اس وقت ہے جبکہ اس نے طوافِ وداع ایام قربانی میں کیا ہو لیکن اگر طوافِ وداع ایام قربانی کے بعد کیا تھا تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اس پر ایک اور دم طوافِ زیارت کی تاخیر کی وجہ سے واجب ہوگا [۵]۔

---

[۱] بحر و لباب و شرح و ارشاد ملتقطاً [۲] ارشاد [۳] لباب و شرحہ و ش و غنیہ [۴] خانیہ و ع [۵] مستفاد عن ش وغیرہ۔

(۶) اور اگر طوافِ زیارت کا اکثر حصہ ترک کر دیا مثلاً تین چکر کئے اور طوافِ وداع (کامل) قربانی کے دنوں میں کیا تو طوافِ وداع کے چار چکر طوافِ زیارت کی طرف منتقل ہو جائیں گے اور اس پر طوافِ صدر کی تکمیل واجب ہوگی پس اگر اس نے طوافِ صدر کی تکمیل کے لئے چار چکر کر لئے تو اس پر کچھ واجب نہیں ہوگا (خواہ ایام قربانی میں کئے ہوں یا بعد میں) اور اگر یہ چار چکر نہ کئے اور اپنے اہل وعیال کی طرف لوٹ گیا تو اس پر طوافِ صدر کا اکثر حصہ ترک کرنے کی وجہ سے ہمارے تینوں ائمہ کے قول پر بالاتفاق دم واجب ہوگا[۱] اور اگر طوافِ زیارت کا اکثر حصہ ترک کر دیا اور طوافِ صدر (کامل) ایام قربانی کے بعد کیا اگرچہ ایام تشریق کے آخری دن میں کیا ہو تب بھی اس سے طوافِ زیارت کو پورا کیا جائے گا اور اس پر دو دم واجب ہوں گے ایک دم طواف زیارت کا اکثر حصہ ایام قربانی سے مؤخر کرنے کی وجہ سے امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک واجب ہوگا کیونکہ اکثر حصہ کی تاخیر کا حکم وہی ہے جو کل طواف کی تاخیر کا ہے اور ایک دم طوافِ صدر کا اکثر حصہ ترک کرنے کی وجہ سے بالاتفاق سب کے نزدیک واجب ہوگا[۲]۔ (لیکن اگر طوافِ صدر کو مکمل کر لیا تو یہ دم ساقط ہو جائے گا اور صرف دم تاخیر امام صاحبؒ کے نزدیک واجب ہوگا صاحبین کے نزدیک کچھ واجب نہیں ہوگا مؤلف)

(۷) اگر طوافِ زیارت کا اقل حصہ (ایک یا دو یا تین چکر) چھوڑ دیا پھر ایام قربانی میں ہی طوافِ وداع کیا تو طوافِ زیارت کو طوافِ وداع سے پورا کیا جائے گا پھر دیکھا جائے گا کہ طوافِ صدر میں کتنے چکر کی کمی ہو گئی ہے اگر وہ کمی طوافِ صدر کا اکثر حصہ ہے تو اس پر دم واجب ہوگا ورنہ ہر چکر کے بدلے نصف صاع گندم صدقہ کرنا واجب ہوگا (اور اگر ان چکروں کو پورا کرلے گا تو کچھ واجب نہ ہوگا، مؤلف) اور اگر طوافِ صدر ایام قربانی کے بعد کیا تب بھی اس سے طوافِ زیارت کی تکمیل کی جائے گی اور اس پر طوافِ صدر کی کمی کی جزا کے علاوہ طوافِ زیارت میں تاخیر کی وجہ سے امام صاحبؒ کے نزدیک صدقہ بھی واجب ہوگا اور جب بھی اقل طوافِ زیارت کی تاخیر کی وجہ سے صدقہ واجب ہوگا تو امام صاحب کے نزدیک ہر چکر کے بدلے نصف صاع گندم دینا واجب ہوگا[۳]۔ پس اگر کسی نے طوافِ زیارت کے تین چکر ترک کر دیئے اور طوافِ وداع کے سات چکر ادا کئے تو طوافِ وداع کے تین چکر طوافِ زیارت کی طرف منتقل ہو جائیں گے اور طوافِ وداع میں تین چکر یعنی اقل حصہ کی کمی واقع ہو جائے گی پس ان کے ترک کی صورت میں اس پر ہر چکر کے بدلے صدقہ دینا واجب ہوگا لیکن اگر طوافِ وداع کے چھ چکر کئے تو اس میں سے تین چکر طوافِ زیارت کی طرف منتقل ہو جائیں گے اور اس کے ذمہ طوافِ وداع کا اکثر حصہ یعنی چار چکر باقی رہ جائیں گے پس (اُن کو پورا نہ کرنے کی صورت میں) اس پر دم واجب ہوگا اور یہ اس وقت ہے جبکہ اس نے طوافِ وداع کو ایام تشریق کے آخری دن تک مؤخر نہ کیا ہو (یعنی ایام نحر میں کر لیا ہو) لیکن اگر ایام نحر کے بعد مثلاً تشریق کے آخری دن میں کیا تو ترکِ اقل یا اکثر کی وجہ سے صدقہ یا دم واجب ہونے کے ساتھ فرض طواف یعنی طوافِ زیارت کے اقل حصہ کی ادائیگی میں تاخیر کی وجہ سے امام صاحبؒ کے نزدیک ہر چکر کے بدلے نصف صاع گندم صدقہ کرنا بھی واجب ہوگا (اور اکثر حصہ فرض کی تاخیر کی صورت میں دمِ تاخیر واجب ہوگا جیسا کہ اوپر بیان ہوا، مؤلف) اور صاحبین کے نزدیک ایام قربانی سے تاخیر کی وجہ سے کچھ واجب

[۱] خانیہ و رد و ش و غیرہا ملتقطاً و تصرفاً [۲] لباب و شرحہ و غنیہ و بحر و منحہ ملتقطاً [۳] غنیہ بزیادۃ۔

نہیں ہوگا [۱]۔ خلاصہ یہ ہے کہ طوافِ زیارت کا اقل حصہ ترک کرنے کی صورت میں دم واجب ہوتا ہے اور اس کا اقل حصہ ایامِ قربانی کے بعد واقع ہونے سے صدقہ تاخیر واجب ہوتا ہے اور طوافِ صدر کا اکثر حصہ ترک کرنے سے دم واجب ہوتا ہے اور اس کا اقل حصہ ترک کرنے سے صدقہ (ہر چکر کے بدلے نصف صاع گندم) واجب ہوتا ہے [۲]۔

(۸) اور اگر طوافِ زیارت و طوافِ وداع دونوں کا اقل حصہ ادا کیا تو طوافِ زیارت کی تکمیل کے لئے طوافِ وداع کے چکر اس میں شامل کئے جائیں گے پھر دیکھا جائے گا کہ طوافِ زیارت کے پورا ہونے میں کتنے چکر کی کمی رہ گئی ہے، اگر یہ کمی طواف کا اکثر حصہ یعنی چار یا زیادہ چکر ہیں تو ان کا پورا کرنا فرض ہے اور دم (بکری ذبح کرنا) اس کا قائم مقام نہیں ہو سکتا اس لئے کہ دم واجب کا قائم مقام ہوتا ہے (فرض کا نہیں) اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک اس پر ایامِ قربانی سے مؤخر ہو جانے کی وجہ سے دم تاخیر بھی واجب ہوگا، اور اگر اب طوافِ زیارت میں طواف کا اقل حصہ یعنی تین یا کم چکر کی کمی رہ گئی ہے تو اس پر طوافِ زیارت کا اقل حصہ ترک کرنے کی وجہ سے بالاتفاق دم واجب ہوگا اور اس اقل حصہ کو ایامِ قربانی سے مؤخر کرنے کی وجہ سے امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک اس پر صدقہ واجب ہوگا اور طوافِ وداع ترک کرنے کی وجہ سے اس پر ایک دم اور واجب ہوگا جبکہ کل یا اس کا اکثر حصہ ترک ہوا ہو اور اگر اس کا اقل حصہ ترک ہوا تو ہر چکر کے بدلے اس پر صدقہ (نصف صاع گندم) دینا واجب ہوگا لیکن اگر کل صدقہ دم کی قیمت کو پہنچ جائے تو اس سے کچھ کم کر دے [۳]۔ فتاویٰ قاضی خاں میں ہے کہ اگر طوافِ زیارت و طوافِ صدر دونوں میں سے چار چار چکر ترک کر دیئے یعنی تین تین چکر کئے تو یہ کل چھ چکر طوافِ زیارت کے ہو جائیں گے اور اس پر طوافِ زیارت کے ایک باقی چکر کو ترک کرنے کی وجہ سے دم واجب ہوگا اور ایک اور دم طوافِ صدر کے ترک کی وجہ سے واجب ہوگا اور اگر طوافِ زیارت و طوافِ صدر دونوں کے چار چار چکر کئے تو طوافِ زیارت کی کمی کو طوافِ صدر سے پورا کیا جائے گا اور اس پر (طوافِ صدر ایامِ قربانی کے بعد کرنے کی صورت میں) طوافِ زیارت کے اقل حصہ میں تاخیر ہونے کی وجہ سے صدقہ واجب ہوگا اور طوافِ صدر میں کمی آجانے کی وجہ سے بھی صدقہ واجب ہوگا، عالمگیری میں بھی فتاویٰ قاضی خاں ہی سے یہ مسئلہ اسی طرح مذکور ہے حالانکہ اس صورت میں طوافِ صدر کا اکثر حصہ ترک ہوگا جس کی وجہ سے اس پر دم واجب ہونا چاہئے جیسا کہ اوپر مفصل بیان ہو چکا ہے (ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ کوئی نوادر کی روایت ہے جس کو قاضی خاں نے اپنے فتاویٰ میں نقل کیا ہے اور عالمگیری نے اس سے اسی طرح نقل کر دیا ہے پس غور کر لیجئے، مؤلف)۔ اور اگر طوافِ زیارت کے چار چکر کئے اور طوافِ صدر بالکل نہیں کیا تو احناف کے نزدیک اس کا حج جائز ہے اور دو بکریاں ذبح کرنا واجب ہے، ایک بکری طوافِ زیارت میں کمی ہو جانے (یعنی اقل حصہ ترک کرنے) کی وجہ سے اور ایک بکری طوافِ صدر ترک کرنے کی وجہ سے واجب ہوگی پس وہ دو بکریاں (یا ان کی قیمت حدودِ حرم میں) بھیج دے تاکہ دوسرے سال منیٰ (یعنی حدودِ حرم) میں ذبح کی جائیں [۴]۔ حاصل یہ ہے کہ طوافِ زیارت کا ترک اس وقت پایا جائے گا جبکہ اس نے طوافِ صدر

[۱] ش [۲] فتح و بحر [۳] لباب و شرحہ و غنیہ ملتقطاً [۴] خانیہ و ع۔

نہ کیا ہو اور اگر طوافِ صدر کر لیا تو اس میں سے (حسبِ ضرورت کل یا بعض حصہ) طوافِ زیارت کی طرف منتقل ہو جائے گا۔[۱]

طوافِ صدر (وداع) کی جنایات

(۱) اگر پورا طوافِ صدر (وداع) یا اس کا اکثر حصہ چھوڑ دیا تو اس پر ترکِ واجب کی وجہ سے ایک بکری واجب ہو گی جبکہ وہ واپس لوٹ کر طوافِ وداع ادا نہ کرے کیونکہ طوافِ وداع واجب ہے اور جبتک وہ مکہ مکرمہ میں ہے اس کو طوافِ صدر کرنے کا امر کیا جائے گا اس لئے کہ جبتک وہ مکہ مکرمہ میں ہے اس پر طوافِ وداع کا ترک کرنا صادق نہیں آئے گا اور مکہ مکرمہ میں ہونے سے مراد یہ ہے کہ وہ مکہ مکرمہ کی آبادی سے بالکل باہر نہ ہوا ہو پس جبتک مکہ مکرمہ کی آبادی سے باہر نہ نکل جائے طوافِ وداع کا ترک ثابت نہیں ہوتا کیونکہ جبتک مکہ مکرمہ میں مقیم رہے اور سفر کا ارادہ نہ کرے اس وقت تک شرع شریف نے اس سے طوافِ وداع کا مطالبہ نہیں کیا پس جب بھی وہ طوافِ وداع یا اس کا چھوڑا ہوا حصہ پورا کرلے گا اس پر کچھ جزا واجب نہیں ہو گی اس لئے کہ طوافِ وداع کی ادائیگی کے لئے کوئی ایسا وقت مقرر نہیں ہے جس کے فوت ہونے سے طوافِ وداع فوت ہو جاتا ہو پس جبتک وہ مکہ مکرمہ میں موجود ہے اس کو طوافِ وداع کا امر کیا جائے گا تاکہ یہ واجب اپنے وقت میں ادا ہو جائے اور اگر مکہ مکرمہ سے روانہ ہو گیا اور طوافِ وداع (کل یا اس کا اکثر حصہ) ادا نہیں کیا تو جبتک وہ حدودِ میقات سے باہر نہیں گیا طوافِ وداع کرنے کے لئے احرام کے بغیر واپس لوٹنا واجب ہے اور اگر حدودِ میقات سے باہر چلا گیا تو اس کو اختیار ہے کہ حدودِ حرم میں ذبح کرنے کے لئے دم (بکری) بھجوا دے یا نئے عمرہ کا احرام باندھ کر واپس مکہ مکرمہ آئے اور پہلے عمرہ کا طواف کرے اور عمرہ کے افعال سے فارغ ہو کر طوافِ صدر کرے اور تاخیر کی وجہ سے اس پر کچھ واجب نہیں ہو گا لیکن وہ گنہگار ہو گا اور حدودِ میقات سے باہر نکل جانے کی صورت میں اولیٰ یہ ہے کہ وہ واپس مکہ مکرمہ نہ آئے اور دم (قربانی کا جانور یا اس کی قیمت) مکہ مکرمہ بھجوا دے کیونکہ اس میں فقراء کا فائدہ اور اس پر آسانی ہے۔[۲]

(۲) اور اگر طوافِ صدر (وداع) کا اقل حصہ یعنی تین چکر یا کم) چھوڑ دے تو اس پر ہر چکر کے بدلے نصف صاع گندم دینا واجب ہے۔[۳] پس اگر تین چکر چھوڑے ہوں تو تین مسکینوں کو نصف نصف صاع گندم دے۔[۴] اور ایک چکر چھوڑا ہو تو ایک مسکین کو نصف صاع گندم دے اور دو چکر چھوڑے ہوں تو دو مسکینوں کو نصف نصف صاع گندم دے۔[۵] اور یہ صدقہ کا وجوب طوافِ صدر کا اقل حصہ ترک کرنے اور طوافِ زیارت کا اقل حصہ ترک کرنے کی جزا میں فرق ظاہر کرنے کیلئے مشروع ہوا ہے اور حاصل یہ ہے کہ دم یعنی بکری واجب ہونے میں طوافِ صدر کا اکثر حصہ اور طوافِ زیارت کا اقل حصہ ترک کرنے کا ایک ہی حکم ہے اور جب طوافِ صدر کے اکثر حصہ کے ترک کرنے پر دم واجب ہوتا ہے تو اس کا اقل حصہ ترک کرنے پر صدقہ واجب ہو گا۔[۶]

(۳) اگر طوافِ وداع جنابت یا حیض کی حالت میں کیا تو اس پر ایک بکری ذبح کرنا واجب ہے اور اگر حدث کی حالت

---

[۱] لباب وشرحہ وغنیہ [۲] لباب وشرحہ و بحر و در و ش و بدائع و ہدایہ و فتح و غنیہ ملتقطاً و تصرفاً [۳] لباب و شرحہ و بحر و ش و ہدایہ و غنیہ وغیرہا

ب. ارب انبیاء ش ر ح ش ع بحر مانع عنایہ

میں یعنی بے وضو کیا تو ہر چکر کے بدلے صدقہ واجب ہوگا ۱؎ اس لئے کہ طوافِ وداع واجب ہے پس اس کا درجہ طوافِ زیارت سے ادنیٰ ہوا، جنابت کی حالت میں کئے ہوئے طوافِ وداع کا اعادہ واجب ہے اور حدث (بے وضو ہونے) کی حالت میں کئے ہوئے طوافِ وداع کا اعادہ مستحب ہے ۲؎ پھر اگر اس نے (دونوں حدثوں سے طہارت کے ساتھ) اس طواف کا اعادہ کر لیا تو جزا ساقط ہو جائے گی اور تاخیر کی وجہ سے بالاتفاق اس پر کچھ واجب نہیں ہوگا بلکہ اس کی تاخیر ممکن نہیں ہے کیونکہ اس کے لئے کوئی محدود وقت نہیں ہے جس میں اس کا ادا کرنا واجب ہو ۳؎ ۔ پس اگر کسی نے طوافِ صدر (وداع) کل یا اس کا اکثر حصہ جنابت کی حالت میں کیا اور وہ اپنے اہل وعیال کی طرف لوٹ گیا تو اس پر دم یعنی ایک بکری ذبح کرنے کے لئے حدودِ حرم میں بھیجنا واجب ہے اور اگر وہ شخص مکہ مکرمہ میں ہے اور اس نے اس طواف کا اعادہ کر لیا تو یہ دم اس سے ساقط ہو جائے گا اور اس پر تاخیر کی وجہ سے بالاتفاق کچھ واجب نہیں ہوگا اور اگر طوافِ وداع کا (اکثر حصہ طہارت کی حالت میں) اقل حصہ جنابت کی حالت میں کیا اور اپنے اہل وعیال کی طرف لوٹ گیا تو اس پر ہر چکر کے بدلے نصف صاع گندم دینا واجب ہے اور اگر مکہ مکرمہ میں ہے اور اس نے اس کا اعادہ کر لیا تو بالاجماع یہ صدقہ اس سے ساقط ہو جائے گا ۴؎ اور جس شخص نے طوافِ وداع حدث (بے وضو ہونے) کی حالت میں کیا تو امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے اس میں دو روایتیں ہیں ایک روایت میں اس پر صدقہ واجب ہوگا یہی صحیح روایت ہے اور امام ابو یوسف و امام محمد رحمہما اللہ کا قول بھی یہی ہے اور ایک روایت میں اس پر بکری واجب ہوگی اور پہلی روایت اصح ہے ۵؎ ۔ اور اگر طوافِ وداع کا اقل حصہ بے وضو کیا تو سب روایات میں اس پر صدقہ واجب ہوگا اور اس طواف کا اعادہ کر لینے سے بالاجماع اس سے جزا ساقط ہو جاتی ہے ۶؎

طوافِ قدوم کی جنایات

(۱) اگر پورا طوافِ قدوم یا اس کا اکثر حصہ جنابت (یا حیض یا نفاس) کی حالت میں کیا تو اس پر دم واجب ہوگا اور اگر حدث (بے وضو ہونے) کی حالت میں کیا تو اس پر ہر چکر کے بدلے نصف صاع گندم صدقہ دینا واجب ہوگا اور اگر تمام چکروں کا صدقہ دم کی قیمت کے برابر ہو جائے تو کچھ تھوڑا سا کم کر دے، جنابت (وحیض ونفاس) کی حالت میں کئے ہوئے طوافِ قدوم کا اعادہ واجب ہے اور بے وضو کئے ہوئے طوافِ قدوم کا اعادہ مستحب ہے پس (طہارت کے ساتھ) اعادہ کر لیا تو اس سے جزا ساقط ہو جائے گی ۷؎

(۲) اور غایۃ البیان میں مذکور ہے کہ اگر طوافِ قدوم بے وضو کیا اور اس میں رمل کیا اس کے بعد سعی کی تو جائز ہے اور افضل یہ ہے کہ طوافِ زیارت کے ساتھ رمل وسعی کا اعادہ کرے اور اگر طوافِ قدوم جنابت کی حالت میں کیا اور اس میں رمل کیا اور اس کے بعد سعی کی تو اس رمل وسعی کا اعتبار نہیں ہے اور اس پر واجب ہے کہ طوافِ زیارت میں رمل کرے اور اس کے بعد سعی کرے ۸؎

(۳) اگر پورا طوافِ قدوم چھوڑ دیا تو اس پر کچھ واجب نہیں ہوگا کیونکہ یہ طواف واجب نہیں ہے البتہ ترکِ سنت

۱؎ لباب وشرحہ وغنیہ وہدایہ وغیرہا ۲؎ غنیہ ودر وش ۳؎ شرح اللباب ۴؎ ع ۵؎ ع وبدائع وشرح اللباب ملتقطاً۔
۶؎ ع ۷؎ لباب وشرحہ وغنیہ ملتقطاً ۸؎ بحر وع۔

کی وجہ سے اس کو ایسا کرنا مکروہ اور گناہ ہے ۱؎۔ بخلاف اس کے اگر شروع کرنے کے بعد (کُل یا) اس کا اکثر حصہ ترک کر دیا تو اس پر دم واجب ہوگا اور اگر اس کا اقل حصہ ترک کر دیا تو صدقہ واجب ہوگا کیونکہ طوافِ قدوم شروع کرنے سے واجب ہو جاتا ہے اس لئے اس کا حکم طوافِ صدر کی طرح ہے ۲؎۔ اس میں اس طرف اشارہ ہے کہ ہر نفلی طواف کا شروع کر دینے کے بعد یہی حکم ہے کہ اگر جنابت کی حالت میں کیا تو دم واجب ہوگا اور بے وضو کیا تو صدقہ واجب ہوگا پس ہر نفلی طواف کا حکم طوافِ قدوم کی طرح ہے اور طوافِ قدوم کا حکم طوافِ وداع کی طرح ہے اور اس سے یہ بھی افادہ ہوا کہ واجب اصطلاحی کے ترک پر کفارہ واجب ہوتا ہے اور اس بارے میں واجبِ قوی یعنی جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے واجب ہے اور واجبِ ضعیف جو بندے کے فعل سے اس پر واجب ہوا ہے، میں کوئی فرق نہیں ہے کیونکہ دونوں کا وجوب دلیلِ ظنی سے ثابت ہے اس لئے دونوں کا ایک ہی حکم ہے بخلاف اس فرض کے جو کہ دلیلِ قطعی سے ثابت ہوتا ہے یہی وجہ ہے کہ فرض طواف (طوافِ زیارت) کو جنابت کی حالت میں کرنے سے بدنہ واجب ہوتا ہے اور یہ اس لئے ہے کہ ثبوت کی حیثیت سے دونوں میں جو فرق ہے وہ ظاہر ہو جائے پس سمجھ لیجئے ۳؎

طوافِ عمرہ کی جنایات

(۱) اگر طوافِ عمرہ بے وضو یا جنابت کی حالت میں کیا تو جب تک وہ مکہ مکرمہ میں ہے اس طواف کا اعادہ کرے اور اگر اس طواف کا اعادہ کئے بغیر اپنے اہل و عیال کی طرف لوٹ گیا تو بے وضو طواف کرنے کی صورت میں اس پر بکری واجب ہوگی اور جنابت کی حالت میں طواف کرنے کی صورت میں بھی استحساناً بکری کافی ہوگی محیط میں اسی طرح ہے ۴؎۔ پس اگر عمرہ کا طواف پورا یا اس کا اکثر یا اقل حصہ اگرچہ ایک ہی چکر ہو جنابت یا حیض یا نفاس کی حالت میں یا بے وضو کیا تو ان سب صورتوں میں اس پر دم واجب ہوگا، طوافِ عمرہ کی جنایت میں قلیل و کثیر اور جُنبی و بے وضو کے حکم میں کوئی فرق نہیں ہے کیونکہ عمرہ کے طواف میں بدنہ اور صدقہ کسی حالت میں بھی واجب نہیں ہوتا (بلکہ صرف دم یعنی ایک بکری سالم یا اونٹ و گائے کا ساتواں حصہ واجب ہوتا ہے ۵؎) بخلاف طوافِ زیارت کے (لیکن یہ حکم عمرہ کے واجبات کے ساتھ مخصوص ہے عمرہ کے احرام میں احرام کے ممنوعات کے ارتکاب سے حج کے احرام کی طرح صدقہ بھی واجب ہوتا ہے ۶؎) اور اسی طرح اگر طوافِ عمرہ کا اقل حصہ ترک کر دیا خواہ ایک ہی چکر ترک کیا ہو تو اس پر دم واجب ہوگا اور اگر اس متروکہ اقل حصہ کا اعادہ کر لیا تو اس سے دم ساقط ہو جائے گا ۷؎۔ اور ایک قول یہ بھی ہے کہ اگر عمرہ کے طواف کا اقل حصہ بے وضو کیا تو اس پر ہر چکر کے بدلے نصف صاع گندم دینا واجب ہوگا اور اگر اس سب صدقہ کی قیمت دم کے برابر ہو جائے تو کچھ کم کر کے دیدے، یہ بحر الرائق میں ظہیریہ سے منقول ہے اور اسی کی مثل سراج الوہاج و شرح الطحاوی و منسک الفارسی و ملا مسکین میں بھی مذکور ہے پس سمجھ لیجئے ۸؎

۱؎ لباب و شرحہ و غنیہ ۲؎ غنیہ و ش ۳؎ ش ملخصاً و تمامہ فیہ ۴؎ ع ۵؎ زبدہ و معلم ۶؎ ایضاً
۷؎ لباب و شرحہ و ش و منحہ و غنیہ ۸؎ ش و غنیہ و ارشاد ملخصاً۔

(۲) اگر عمرہ کا پورا طواف یا اس کا اکثر حصہ ترک کر دیا تو اس کو اس کا اعادہ کرنا حتمی طور پر لازم ہے اور اس کی بجائے اس کا بدل ہرگز جائز نہیں ہے اس لئے کہ یہ طواف عمرہ کا رکن ہے [۱]

(۳) اگر کسی نے عمرہ کا طواف و سعی دونوں بے وضو کئے اور احرام سے باہر ہو گیا تو جب تک وہ مکہ مکرمہ میں ہے دونوں کا اعادہ کرے یعنی اس پر طواف کا اعادہ واجب ہے کیونکہ یہ اصل ہے اور سعی کا اعادہ افضل ہے کیونکہ وہ طواف کے تابع ہے پس طواف کا اعادہ اس لئے ضروری ہے کہ حدث (بے وضو ہونے) کی وجہ سے اس میں نقص آ گیا ہے اور سعی کا اعادہ طواف کے تابع ہونے کی وجہ سے ہے کیونکہ سعی طواف کے بغیر عبادت شمار نہیں ہوتی اور جب ان دونوں کا اعادہ کر لیا تو نقصان دور ہو جانے کی وجہ سے اس پر کچھ واجب ہو گا اور اسی طرح اگر طواف کا اعادہ کر لیا اور سعی کا اعادہ نہ کیا تب بھی صحیح یہ ہے کہ اس پر کچھ واجب نہیں ہو گا اس لئے کہ سعی کے لئے طہارت شرط نہیں ہے اور اس کی سعی ایسے طواف کے بعد واقع ہوئی ہے جو معتبر ہے اور اس کا اعادہ نقصان کی تلافی کے لئے کیا جاتا ہے جیسا کہ عدم اعادہ کی صورت میں دم سے اس کے نقصان کی تلافی کی جاتی ہے پہلے طواف کو فسخ کرنے کے لئے اعادہ نہیں کیا جاتا پس اگر اس نے طواف کے اعادہ کے ساتھ سعی کا بھی اعادہ کر لیا تو افضل ہے اور اگر صرف طواف کا اعادہ کیا سعی کا اعادہ نہ کیا تو اس پر کچھ واجب نہیں ہے اور بعض نے کہا کہ اگر طواف کا اعادہ کر لیا اور سعی کا اعادہ نہ کیا تو اس پر سعی کا اعادہ ترک کرنے کی وجہ سے دم واجب ہو گا کیونکہ پہلا طواف دوسرے طواف سے فسخ ہو گیا اور اس کا جواب فتح القدیر میں مذکور ہے وہاں ملاحظہ فرمائیں اور اگر اس طواف کا اعادہ نہ کیا اور اپنے اہل و عیال کی طرف لوٹ گیا تو ترکِ واجب یعنی طہارت ترک کرنے کی وجہ سے اس پر دم واجب ہو گا اور اس کو واپس مکہ مکرمہ لوٹنے کا امر نہیں کیا جائے گا کیونکہ رکن ادا کر کے بال منڈانے کے ساتھ وہ احرام سے حلال ہو چکا ہے اور طواف میں جو نقص آیا ہے وہ تھوڑا ہے [۲] (اور دم بھیجنے سے اس کی تلافی ہو جاتی ہے)۔ اگر اس نے طواف کا اعادہ نہ کیا اور اس کی بجائے دم ذبح کر دیا تو سعی کا اعادہ نہ کرنے سے اس پر کچھ واجب نہیں ہو گا کیونکہ دم ذبح کرنے سے پہلا طواف ختم یا فسخ نہیں ہوتا بلکہ اس کے نقصان کی تلافی ہو جاتی ہے پس وہ طواف اپنی جگہ ثابت اور قابل اعتبار ہے اور اس کے بعد واقع ہونے والی سعی بھی معتبر ہے [۳]

(۴) اور اگر اس نے عمرہ کا طواف جنابت کی حالت میں کیا (اس کے بعد سعی کی) پھر طواف کا اعادہ کر لیا اور سعی کا اعادہ نہ کیا تو اس پر دم واجب ہو گا [۴]

(۵) اگر قارن نے بلا وضو دو طواف کئے ایک عمرہ کے لئے اور دوسرا قدوم کے لئے اس کے بعد دو دفعہ سعی کی ایک عمرہ کے لئے اور دوسری حج کے لئے، اس کو چاہئے کہ عمرہ کا طواف قربانی کے دن (دسویں ذی الحجہ) سے پہلے پہلے لوٹا لے اگر اس نے ایسا کر لیا تو اس پر کچھ واجب نہیں ہو گا کیونکہ اس نے وقت کے اندر بجنسہ اس کی تلافی کر دی ہے اور اگر اس نے اس کو نہیں لوٹایا

[۱] لباب و شرحہ و غنیہ [۲] لباب و شرحہ و فتح و بحر و منحہ و غنیہ و ع ملتقطاً [۳] لباب و شرحہ تصرفاً [۴] لباب و غنیہ۔

یہاں تک کہ قربانی کے دن (دسویں ذی الحجہ) کی صبح صادق طلوع ہوگئی تو اب قارن کے لئے طوافِ عمرہ کے لوٹانے کا وقت ختم ہوگیا اس لئے اس پر طوافِ عمرہ بلا وضو کرنے کی وجہ سے دم لازم ہوگا اور وہ قربانی کے دنوں میں طوافِ زیارت میں رمل کا اعادہ کرلے اور مستحب یہ ہے کہ وہ حج کی سعی طوافِ زیارت کے بعد لوٹالے تاکہ رمل و سعی کی ادائیگی طوافِ کامل کے ساتھ حاصل ہوجائے اور اگر اس نے رمل و سعی کو نہ لوٹایا تو حدثِ اصغر کے ساتھ (یعنی بے وضو) طواف کرنے کی صورت میں اس پر کچھ واجب نہیں ہوگا کیونکہ وہ سعی معتبر طواف کے بعد واقع ہوئی ہے اس لئے کہ حدثِ اصغر طواف کو اعتبار کے قابل ہونے سے نہیں روکتا۔ مگر چونکہ اس نے طوافِ قدوم بلا وضو کیا تھا اس لئے اس کے ہر چکر کے بدلے بقدر فطرہ یعنی نصف صاع گندم صدقہ کرنا ہوگا، [1]) اور طوافِ عمرہ جنابت یا حیض کی حالت میں کرنے کی صورت میں اگر اس نے سعی کا اعادہ نہ کیا تو اس پر ترکِ سعی کی وجہ سے دم واجب ہوگا [2] (کیونکہ اس صورت میں اس کو سعی کا لوٹانا واجب ہے [3]) خلاصہ یہ ہے کہ فقہا کا یہ کہنا کہ عمرہ کا طواف حدث کی حالت میں کرنے والا اس طواف کا اعادہ کرے یہ حکم اس وقت ہے جبکہ وہ قارن نہ ہو لیکن اگر وہ قارن ہو (تو دسویں ذی الحجہ سے پہلے پہلے اس طواف کا اعادہ کرلے اگر اعادہ نہ کیا) اور قربانی کے دن (دسویں ذی الحجہ) کی فجر طلوع ہوگئی تو اب اس کا اعادہ نہیں کرسکتا [4] اور اس کی پوری تفصیل بحر الرائق میں ہے [5]، اور امام محمد رحمہ اللہ نے کہا کہ اس پر طوافِ تحیت (قدوم) کا اعادہ نہیں ہے اس لئے کہ وہ سنت ہے البتہ اس کا اعادہ افضل ہے [6]

بدن یا کپڑے پر نجاست یا کشفِ عورت وغیرہ کے ساتھ طواف کرنے کا حکم

(۱) اگر فرض طواف یعنی طوافِ زیارت و طوافِ عمرہ یا واجب طواف مثلاً طوافِ صدر و طوافِ نذر یا نفلی طواف مثلاً طوافِ قدوم و طوافِ تحیت و طوافِ تطوع اس حالت میں کیا کہ اس کے کپڑے یا بدن پر مقدارِ درہم سے زیادہ نجاست لگی ہوئی ہے تو اُس سنت کے ترک کی وجہ سے مکروہ ہے جو بدن اور لباس کی طہارت سے تعلق رکھتی ہے اور اس پر دم یا صدقہ کچھ واجب نہیں ہے اور یہ اکثر فقہا کا قول ہے اور یہ ظاہر الروایت کے موافق ہے اس لئے کہ کپڑے اور بدن کا نجاست سے پاک ہونا طواف کے واجبات میں سے نہیں ہے پس اس پر اس کے ترک کرنے سے کچھ واجب نہیں ہوگا لیکن ایسا کرنا بُرا اور گناہ ہے اور بعض نے کہا کہ اس پر ان تمام حالتوں میں دم واجب ہے سوائے اس صورت کے جبکہ سترِ عورت ڈھانپنے کی مقدار کپڑا پاک ہو اور باقی ناپاک ہو تو اس صورت میں اس پر کچھ واجب نہیں ہوگا [7] اور یہ جو بعض نسخوں میں مذکور ہے کہ تمام بدن پر نجاست ہونے کی صورت میں دم واجب ہوگا (اینا) اس کی کوئی اصل نہیں ہے واللہ اعلم [8]

(۲) سترِ عورت اور قدرت ہوتے ہوئے پیدل چلنا اور اُلٹا طواف نہ کرنا یعنی اس طرح نہ چلنا کہ بایاں کندھا بیت اللہ شریف کی طرف ہونے کے بجائے داہنا کندھا بیت اللہ شریف کی طرف ہو یہ امور طواف کے واجبات میں سے ہیں [9]

پس اگر کسی نے سترِ عورت اس قدر کھُلا ہونے کی صورت میں طواف کیا جس قدر سے نماز جائز نہیں ہوتی اور وہ عضو کا چوتھائی

---

[1] زبدہ [2] فتح و بحر و لباب و شرحہ و غنیہ ملتقطاً [3] زبدہ [4] بحر و غنیہ [5] غنیہ [6] شرح اللباب [7] لباب و شرحہ ملخصاً [8] فتح و شرح اللباب [9] فتح

حصہ ہے تو اس کا وہ طواف کافی ہو جائے گا اور اس پر دم واجب ہوگا جبکہ اس نے اس طواف کا اعادہ نہ کیا ہو اور اگر وہ طواف نفلی ہو تو اس پر صدقہ واجب ہوگا[1] اور اگر کسی نے سوار ہو کر یا سرین وغیرہ کے بل گھسٹ کر یا کسی کی پیٹھ پر چڑھ کر طواف کیا یا اُلٹا طواف کیا اگر عذر کی وجہ سے ایسا کیا تو اس پر کچھ واجب نہیں ہے اور بلا عذر کیا تو اس پر اس کا اعادہ واجب ہے اگر اس نے اعادہ نہ کیا تو طوافِ زیارت اور طوافِ عمرہ میں اس پر دم واجب ہوگا اور طوافِ صدر میں صدقہ واجب ہوگا[2] اور حطیم کے باہر سے طواف کرنا بھی واجباتِ طواف میں سے ہے[3] پس اگر طوافِ زیارت یا طوافِ عمرہ (حطیم کو چھوڑ کر) حطیم کے اندر سے گذر کر کیا تو سارے طواف کا اعادہ کرے یعنی نئے سرے سے طواف کرے یا صرف حطیم کے باہر سے اس قدر حصہ کا اعادہ کرے، پہلی صورت افضل ہے، اگر اس نے اعادہ نہ کیا اور اپنے اہل وعیال کی طرف لوٹ گیا تو اس پر دم واجب ہوگا کیونکہ اس نے طواف کا چوتھائی حصہ (اقل حصۂ طواف) ترک کر دیا ہے اس لئے کہ حطیم بیت اللہ شریف کا چوتھائی حصہ ہے اور طوافِ واجب یعنی طواف صدر وغیرہ میں حطیم کو ترک کرنے سے صدقہ واجب ہوگا کیونکہ اس کے اقل حصہ کے ترک کرنے سے صدقہ واجب ہوتا ہے اور صدقہ واجب ہونے میں واجب و نفلی طواف میں کوئی فرق نہیں ہے کیونکہ حطیم کے باہر سے طواف کرنا ہر قسم کے طواف میں واجب ہے[4] (ان واجبات کی تفصیل واجباتِ طواف میں ملاحظہ فرمائیں، مؤلف)

طواف کیلئے دو کلیہ قاعدے

(۱) اگر فرض (یا واجب) یا نفل (سنت وتطوع) طواف ایسے طریقہ پر کیا کہ جس سے طواف میں نقص لازم آتا ہے تو اس پر جزا یعنی دم یا صدقہ واجب ہوگا اور اگر اس نے اس طواف کا اعادہ کر لیا تو اس سے تمام صورتوں میں بالاتفاق جزا ساقط ہو جائے گی سوائے ایک صورت کے اور وہ یہ ہے کہ اگر کسی نے طوافِ زیارت جنابت کی حالت میں کیا اور پھر اس کا اعادہ ایام قربانی کے بعد کیا تو امام صاحب کے نزدیک اس پر دم تاخیر واجب ہوگا اور جب تک وہ مکہ مکرمہ میں موجود ہے اس کے لئے طواف کا اعادہ کرنا جزا ادا کرنے سے افضل ہے اس لئے کہ نقصان کی تلافی اسی کی جنس سے کرنا اولیٰ ہے اور اگر طواف کا اعادہ کئے بغیر اپنے اہل وعیال کی طرف لوٹ گیا تو اس کو چاہئے کہ یا اعادہ کے لئے واپس مکہ مکرمہ آئے یا اس کی جزا بھیج دے یعنی بعض صورتوں میں واپس لوٹنا واجب ہے اور بعض صورتوں میں جزا کا بھیج دینا اس کے واپس لوٹنے سے افضل ہے[5]

(۲) جن صورتوں میں پورے طواف میں دم واجب ہوتا ہے ان میں طواف کے اکثر حصہ میں بھی دم ہی واجب ہوگا کیونکہ اکثر حصہ کل کا قائم مقام ہوتا ہے اور اس کے اقل حصہ میں جنابت کے ہلکا ہونے کی وجہ سے صدقہ واجب ہوگا سوائے عمرہ کے طواف کے کہ اس کے کثیر وقلیل دونوں کا ایک حکم ہے یعنی طوافِ عمرہ میں ہر صورت میں دم واجب ہوگا جیسا کہ پہلے گذر چکا ہے واللہ اعلم[6]

دوگانۂ طواف ترک کرنا

اگر کسی نے طواف کا دوگانہ ترک کر دیا یعنی حرم محترم میں اس کو ادا نہیں کیا تو اس پر کچھ جزا واجب نہیں ہے اور حدودِ حرم سے باہر نکل جانے اور ایام حج ختم ہو کر غیر ایام حج شروع ہو جانے سے یہ دوگانہ اس سے ساقط نہیں ہوگا، اس پر واجب ہے کہ وہ اس دوگانہ کو ادا کرے خواہ کسی جگہ اور کسی وقت بھی ادا کرے اگرچہ

---

[1] شرح اللباب والفتح ملتقطاً [2] مستفاد عن فتح وغیرہ [3] من عامۃ الکتب [4] بحر و غنیہ بتصرف [5] لباب و شرحہ و غنیہ ملتقطاً [6] لباب و شرحہ و غنیہ

کئی سال گزرنے کے بعد ادا کرے حتیٰ کہ موت سے پہلے تک کسی بھی وقت ادا کر سکتا ہے لیکن بلاعذر تاخیر کرنا مکروہ ہے اور ساتھ ہی تاخیر کرنے میں کئی خطرات ہیں اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرَاتِ (یعنی نیکی کی طرف جلدی کرو) [۱]

سعی میں واجب کا ترک کرنا

(۱) اگر کسی نے صفا و مروہ کے درمیان پوری سعی یا اس کے اکثر چکر بلاعذر ترک کردیئے تو ترکِ واجب کی وجہ سے اس پر دم واجب ہوگا اور احناف کے نزدیک اس کا حج پورا ہو جائیگا اس لئے کہ ان کے نزدیک سعی حج کے واجبات میں سے ہے پس اس کے بلاعذر ترک کرنے سے دم واجب ہوتا ہے حج فاسد نہیں ہوتا اور حج پورا ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اس کا حج صحیح ہوگا لیکن ناقص ہوگا اور اس کی تلافی دم ادا کرنے سے ہو جائے گی اگر کسی عذر کی وجہ سے سعی ترک کی ہو مثلاً لنجا اپاہج یا بہت پرانا مریض ہو اور اس کو اٹھا کر سعی کرانے والا کوئی نہ ہو تو سعی ترک کرنے سے اس پر کچھ واجب نہیں ہوگا جیسا کہ تمام واجبات کو عذر کے ساتھ ترک کرنے پر کچھ واجب نہیں ہوتا [۲] اور سعی کا اکثر حصہ ترک کرنا کل سعی کے ترک کرنے کی مانند ہے [۳] پس سعی کا اکثر حصہ بلاعذر ترک کرنے سے بھی دم واجب ہوگا کیونکہ جس کے کل میں دم واجب ہوتا ہے اس کے اکثر میں بھی دم واجب ہوتا ہے [۴]

(۲) اگر کسی نے سعی کا اقل حصہ یعنی ایک یا دو یا تین چکر چھوڑ دیئے تو اس پر ہر چکر کے بدلے صدقہ واجب ہے یعنی وہ ہر چکر کے بدلے ایک مسکین کو نصف صاع گندم یا اس کی قیمت دے لیکن اگر سب متروکہ چکروں کے صدقہ کی مجموعی قیمت دم کے برابر ہو جائے تو اس کو اختیار ہے کہ دم ادا کرے یا کل صدقہ میں سے کچھ کم کردے اور بعض کے نزدیک یہ ہے کہ نصف صاع کم کردے [۵]

(۳) جس طرح بلاعذر سعی ترک کرنے سے دم واجب ہوتا ہے اسی طرح بلاعذر سوار ہو کر سعی کرنے سے بھی دم واجب ہوتا ہے اگر عذر کے ساتھ سواری پر سعی کرے تو کچھ واجب نہیں ہوتا [۶]۔ پس اگر کسی نے کل یا اکثر سعی بلاعذر سوار ہو کر یا کسی کی پیٹھ پر چڑھ کر کی تو اس پر دم واجب ہوگا [۷] اس لئے کہ اگر عذر نہ ہو تو پیدل چل کر سعی کرنا واجب ہے اور بلاعذر ترکِ واجب سے دم واجب ہوتا ہے اور اگر پیدل چل کر اس سعی کا اعادہ کر لیا تو اس سے دم ساقط ہو جائے گا اگرچہ اس نے حلال ہو جانے اور جماع کر لینے کے بعد اس سعی کا اعادہ کیا ہو کیونکہ سعی کی ادائیگی کے لئے کوئی آخری وقت معین نہیں ہے البتہ یہ شرط ہے کہ طواف کے بعد ہو اور صورتِ مذکورہ میں یہ شرط پائی جاتی ہے اور اسی طرح اگر وہ اپنے وطن واپس چلا گیا اور پھر مکہ مکرمہ واپس آکر اس نے پیدل چل کر سعی کا اعادہ کر لیا تب بھی اس سے دم ساقط ہو جائے گا لیکن اب اس کو نیا احرام باندھ کر آنا چاہئے [۸] (اب اگر وہ عمرہ کا احرام باندھ کر آیا ہے تو پہلے عمرہ کا طواف وغیرہ افعال عمرہ ادا کرے اس کے بعد نفلی طواف کرے اور اس میں رمل بھی کرے اس کے بعد پیدل چل کر سعی کا اعادہ کرے، مؤلف) اور اگر کسی عذر کی وجہ سے سواری پر یا کسی کی پیٹھ پر چڑھ کر سعی کی تو اس پر کچھ واجب نہیں ہے جیسا کہ اگر عذر کی وجہ سے سعی بالکل نہ کرے تو کچھ واجب نہیں ہوتا [۹] مزید تفصیل آگے آتی ہے، مؤلف)

---

[۱] لباب و شرحہ [۲] لباب و شرحہ و ہدایہ و غنیہ و غیرہا ملتقطاً [۳] بحر [۴] بدائع بتصرف [۵] لباب و شرحہ و بدائع و فتح و بحر و غنیہ ملتقطاً [۶] فتح [۷] لباب و غنیہ و غیرہا [۸] بحر و ش و غنیہ ملتقطاً [۹] لباب و شرحہ و غنیہ۔

(۴) اگر سعی کا اقل حصہ بلا عذر سوار ہو کر کیا یا کسی نے اٹھا کر کرایا تو ہر چکر کے بدلے صدقہ (نصف صاع گندم) واجب ہو گا [1]

(۵) اور اگر طواف سے پہلے سعی کی تو وہ معتبر نہیں ہوگی بلکہ کالمعدوم (نہ ہونے کے برابر) ہوگی (کیونکہ سعی کا طواف کے بعد ہونا سعی کے واجبات میں سے ہے جیسا کہ بیان ہو چکا ہے، مؤلف) پس اگر اس کا اعادہ نہ کیا تو بالاتفاق اس پر دم واجب ہوگا [2]

(۶) اگر کسی نے (بلا عذر) سعی کو ترک کر دیا اور اپنے وطن واپس آ گیا یعنی حدود میقات سے باہر چلا گیا پھر اس نے مکہ مکرمہ واپس آنے کا ارادہ کیا تو اس کو حدود حرم میں داخل ہونے کے لئے نیا احرام باندھنا چاہئے پس اگر وہ عمرہ کا احرام باندھ کر لوٹتا ہے تو پہلے عمرہ کے افعال ادا کرے اس کے بعد (متروکہ) سعی کرے، اور اگر حج کا احرام باندھ کر لوٹتا ہے تو پہلے طوافِ قدوم کرے اس کے بعد (متروکہ) سعی کرے، جب وہ سعی کا اعادہ کرلے گا تو اس سے دم ساقط ہو جائے گا اور امام محمدؒ نے کتاب الاصل میں کہا ہے کہ میرے نزدیک اس کے مکہ مکرمہ واپس آنے سے دم (کا جانور یا اس کی قیمت) بھیجنا زیادہ پسندیدہ ہے کیونکہ اس میں فقرا کیلئے نفع ہے [3] اور سعی ترک کرنے سے اس کے حج میں بہت بڑا نقص نہیں آیا ہے (یعنی اس کا ازالہ دم سے ہو سکتا ہے) پس وہ ایسا ہوا جیسا کہ کسی نے بلا وضو طواف کیا پھر اپنے اہل و عیال کی طرف چلا گیا [4]

(۷) اگر کسی عذر کی وجہ سے سعی ترک کی مثلاً وہ لنجا اپاہج یا بہت پرانا مریض ہے اور اس کو اٹھا کر سعی کرانے والا کوئی نہیں ہے تو اس پر کچھ واجب نہیں ہے اور یہی حکم عمرہ کی سعی کا ہے [5] اگر کسی عذر کی وجہ سے سعی ترک کی اور اپنے اہل و عیال کی طرف لوٹ گیا یعنی حدودِ میقات سے باہر چلا گیا پھر اس کا عذر زائل ہو گیا اور وہ واپس مکہ مکرمہ آ گیا تو اس کو احتیاطاً سعی کا حکم کیا جانا چاہئے کیونکہ سعی کا کوئی آخری وقت معین نہیں ہے (یعنی تمام عمر اس کا وقت ہے) اور کسی نے اس کے ساقط ہونے کی تصریح نہیں کی ہے اور اس کو اس حیض والی عورت پر قیاس نہیں کیا جائے گا جو (طوافِ صدر کئے بغیر) مکہ مکرمہ سے روانہ ہو گئی حتیٰ کہ حدودِ میقات سے بھی باہر چلی گئی اس کے بعد وہ حیض سے پاک ہو گئی پھر مکہ معظمہ واپس آ گئی تو اب اس پر طوافِ صدر واجب نہیں ہو گا کیونکہ حیض والی عورت سے طوافِ صدر کا ساقط ہونا حدیث شریف سے ثابت ہونے کی بنا پر ہے، نیز طوافِ صدر مشروع ہونا مکہ مکرمہ سے وداع ہونے کی وجہ سے ہے مناسکِ حج میں سے ہونے کی وجہ سے نہیں ہے بخلاف سعی کے کہ یہ مطلق طور پر واجب ہے [6]

(۸) پہلے بیان ہو چکا ہے کہ سعی کو صفا سے شروع کرنا اور مروہ پر ختم کرنا مشہور روایت میں واجب ہے پس اگر مروہ سے شروع کیا اور صفا پر ختم کیا تو اس کو ایک چکر اور صفا سے مروہ تک کرنا چاہئے یا اس کی بجائے دم ذبح کرے اس لئے کہ جب اس نے مروہ سے شروع کیا اور صفا تک پہلا چکر کیا تو اس کا یہ چکر شمار میں نہیں آئے گا اس کے بعد جب وہ صفا سے مروہ تک آئے گا تو یہ اس کا پہلا چکر ہو گا پس اس پر واجب ہے کہ جب وہ چھ چکر کے بعد صفا پر پہنچے تو صفا سے مروہ تک ایک چکر اور کرے تاکہ اس کے سات چکر پورے ہو جائیں اگر اس نے یہ چکر ادا نہ کیا تو اس پر سعی کی ابتدا صفا سے نہ کرنے کی وجہ سے جو کہ واجب ہے دم واجب ہوگا [7] ۔ اور اگر سعی صفا سے شروع کی اور ایک یا تین چکر کر کے باقی کو چھوڑ دیا پھر اس نے دوبارہ صفا پر آکر سعی کے باقی چکر پورے کئے

[1] لباب و شرحہ و غنیہ و بدائع [2] و [3] ایضاً [4] بدائع و غنیہ [5] لباب و شرحہ [6] غنیہ عن ضیاء الابصار [7] بدائع و بحر و غنیہ ملتقطاً

اور صفا پر ختم کیا یا پہلے صفا سے شروع کر کے دو چکر کئے اور باقی کو چھوڑ دیا اس کے بعد باقی چکر مروہ سے شروع کر کے سعی کو صفا پر ختم کیا تو سعی کے اکثر حصہ میں ترتیب ترک کرنے کی وجہ سے اس پر دم واجب ہوگا جیسا کہ پوری یا اکثر سعی عذر نہ ہونے کی صورت میں پیدل نہ کرنے کی وجہ سے دم واجب ہوتا ہے اور اگر سعی کے چار چکر کئے اور باقی ترک کر دیئے پھر باقی چکر مروہ سے شروع کر کے ادا کئے حتیٰ کہ سعی کو صفا پر ختم کیا تو سعی کے اقل حصہ میں ترتیب ترک کرنے کی وجہ سے ہر چکر کے بدلے صدقہ واجب ہوگا جیسا کہ عذر نہ ہونے کی صورت میں اقل سعی کو پیدل نہ کرنے کی وجہ سے صدقہ واجب ہوتا ہے واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم [۱]

(۹) اگر صفا اور مروہ پر چڑھنا ترک کیا تو اس پر کچھ واجب نہیں ہے لیکن ایسا کرنا مکروہ ہے کیونکہ اگر صفا و مروہ پر چڑھنے کی جگہ ہو تو اس پر چڑھنا مستحب ہے [۲]

(۱۰) اگر صفا اور مروہ کے درمیان سعی کی اور مثلاً مروہ کی حد تک نہیں پہنچا بلکہ اس کے اور مروہ کے درمیان ایک تہائی فاصلہ باقی ہے اور وہیں سے صفا کی طرف لوٹ گیا اور اسی طرح ساتوں چکروں میں کیا تو اس کی سعی ادا ہو جائے گی اور اس پر اقل حصہ ترک کرنے کی وجہ سے دم واجب ہوگا، فارسی نے اسی طرح ذکر کیا ہے اور ظاہر یہ ہے کہ اس پر ہر چکر کی مقدار ترک کرنے پر صدقہ واجب ہوگا جیسا کہ پہلے (اقل حصہ کے ترک کرنے پر صدقہ واجب ہونا) بیان ہو چکا ہے کیونکہ یہ ضروری نہیں ہے کہ جس کے کل کو ترک کرنے پر دم واجب ہوتا ہے اس کے اقل حصہ کے ترک کرنے پر بھی دم واجب ہو سوائے طوافِ عمرہ کے [۳]

(۱۱) اگر سعی کو ایامِ قربانی سے مؤخر کیا خواہ کئی مہینے بلکہ کئی سال تک مؤخر کر دیا تو اس پر کچھ جزا واجب نہیں ہے البتہ ایسا کرنا اس کے لئے مکروہ ہے عمرہ کی سعی کا بھی یہی حکم ہے [۴]

(۱۲) اگر حج کا طواف (یعنی طوافِ زیارت) کرنے کے بعد عورت سے جماع کیا اس کے بعد سعی کی تو ہمارے فقہا کے نزدیک اس کی یہ بعد میں کی ہوئی سعی جائز و کافی ہے کیونکہ وہ سر کے بال منڈانے اور طوافِ زیارت کرنے کے بعد احرام سے پوری طرح باہر ہو چکا ہے اور امام شافعی کا اس مسئلہ میں اختلاف ہے [۵]

وقوفِ عرفہ میں واجب ترک کرنا

اگر سورج غروب ہونے سے پہلے یا اس کے فوراً بعد رات کا کچھ حصہ وقوف کرنے سے قبل عرفات کی حدود سے باہر نکل گیا تو اس پر دم واجب ہوگا [۶] اگرچہ وہ اونٹ پر سوار ہو اور اونٹ اس کو لیکر مغرب سے پہلے حدودِ عرفات سے نکل گیا ہو یا اس کا اونٹ بھاگ گیا ہو اور وہ اس کو پکڑنے کے لئے اس کا پیچھا کرتے ہوئے مغرب سے پہلے حدودِ عرفات سے نکل گیا ہو [۷]۔ پس خواہ وہ اپنے اختیار سے عرفات سے باہر نکلا ہو یا اس کا اونٹ بھاگ جانے کی وجہ سے نکلا ہو دونوں میں کوئی فرق نہیں ہے [۸] اور اگر وہ واپس عرفات میں لوٹ آئے تو صحیح روایت میں اس سے دم ساقط ہو جائے گا اگرچہ وہ مغرب کے بعد لوٹے [۹]۔ پس صحیح یہ ہے کہ واپس لوٹ آنے سے مطلق طور پر دم ساقط ہو جائے گا خواہ مغرب سے پہلے لوٹ آئے یا مغرب کے بعد لوٹے [۱۰] عرفات سے غروب سے قبل روانگی اور پھر غروب سے پہلے یا بعد میں عرفات میں

---

[۱] غنیہ ۱۳۲ [۲] لباب و غنیہ ملخصاً [۳] لباب شرح و زیادۃ [۴] غنیہ [۵] لباب شرح و زیادۃ و غنیہ [۶] غنیہ زیادۃ عن ش [۷] ش [۸] ش [۹] ع [۱۰] در۔

واپس آجانے کی تفصیل وقوفِ عرفات کے بیان میں گذر چکی ہے وہاں ملاحظہ فرمائیں [1]

وقوفِ مزدلفہ میں واجب ترک کرنا

(۱) اگر دسویں ذی الحجہ کی فجر (صبح) میں وقوفِ عرفہ بلاعذر ترک کیا تو اس پر دم واجب ہوگا کیونکہ وقوفِ مزدلفہ واجب ہے اگر کسی عذر مثلاً بیماری یا ضعف کی وجہ سے ترک کیا یا عورت یا کمزور آدمی نے منیٰ کے راستہ میں ہجوم کے خوف کی وجہ سے ترک کردیا تو اس پر کچھ واجب نہیں ہے [2] وقوفِ مزدلفہ کے بیان میں گذر چکا ہے کہ وقوفِ مزدلفہ کا وقت دسویں ذی الحجہ کی صبح کے طلوع سے شروع ہوکر آفتاب طلوع ہونے سے پہلے تک ہے پس اس وقت کے علاوہ کسی اور وقت میں وقوف کرنا اس کو ترک کرنے کی مانند ہے [3]

(۲) اگر مزدلفہ والی رات مزدلفہ میں نہ گذاری یعنی اس رات کا اکثر حصہ مزدلفہ کے علاوہ کسی اور جگہ گذارا تو ہمارے فقہا کے نزدیک اس پر کچھ واجب نہیں ہے کیونکہ یہ رات مزدلفہ میں گذارنا سنت ہے البتہ بلاضرورت (بلاعذر) اس کا ترک کرنا مکروہ ہے [4]

(۳) اگر وقوفِ مزدلفہ احصار کی وجہ سے فوت ہوگیا تو اس پر دم واجب ہے [5] اس لئے کہ یہ عذر بندوں کی طرف سے ہے اللہ تعالیٰ کے واجب کو ساقط کرنے میں کوئی دخل نہیں ہے [6] (اس کی تفصیل احصار کے بیان میں مذکور ہے [7])

ذبح میں واجب ترک کرنا

(۱) جو دم حج یا عمرہ میں واجب ہوتے ہیں اگر ان میں سے کوئی دم مثلاً دمِ قران یا دمِ تمتع یا دمِ نذر حدودِ حرم سے باہر ذبح کیا تو اس سے وہ دم ساقط نہیں ہوگا اور اس کو دوسرا دم حدودِ حرم میں ذبح کرنا واجب ہوگا

(۲) اگر قران یا تمتع والے نے دمِ قران یا تمتع ایامِ قربانی کے بعد ذبح کیا تو امام صاحب کے نزدیک اس پر دم واجب ہوگا کیونکہ اس کا ایامِ قربانی میں ذبح کرنا امام صاحب کے نزدیک واجب اور صاحبین کے نزدیک سنت ہے [9]

حلق و قصر میں واجب ترک کرنا

(۱) اگر احرام سے باہر ہونے کے لئے ایامِ قربانی میں حدودِ حرم سے باہر حل میں جاکر سر منڈایا تو امام ابوحنیفہ و امام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک حلق کو اس کی معینہ جگہ میں نہ کرنے کی وجہ سے اس پر دم واجب ہوگا کیونکہ ان کے نزدیک حلق کرنے کے لئے حدودِ حرم معین جگہ ہے جو کہ منیٰ وغیرہ کو شامل ہے اگرچہ حاجی کو منیٰ میں حلق کرانا سنت ہے اور وہ شخص حدودِ حرم سے باہر حلق کرانے سے احرام سے حلال ہوجائے گا خواہ وہ صرف حج کا احرام ہو یا صرف عمرہ کا یا دونوں کا ہو، اور امام ابویوسف رحمہ اللہ کے نزدیک اس پر کچھ واجب نہیں ہوگا اور اگر حج کے احرام کی حالت میں ایامِ قربانی کے بعد حدودِ حرم سے باہر حل وغیرہ میں جاکر سر منڈایا تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اس پر دو دم واجب ہوں گے ایک دم معینہ جگہ یعنی حدودِ حرم سے باہر سر منڈانے کی وجہ سے اور دوسرا دم ایامِ قربانی سے تاخیر کرنے کی وجہ سے واجب ہوگا خواہ مفرد حج کا احرام ہو یا قران یا تمتع کا ہو اور امام محمدؒ کے نزدیک اس پر صرف ایک دم (ترکِ مکانِ معین کی وجہ سے) واجب ہوگا اور امام ابویوسفؒ کے نزدیک اس پر کچھ واجب نہیں ہوگا [10]۔ پس حاصل یہ ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے

---

[1] فتح بزیادۃ [2] لباب و شرحہ بزیادۃ و غنیہ [3] بحر [4] لباب و شرحہ و غنیہ [5] ایضاً [6] شرح اللباب ملخصاً [7] غنیہ [8] لباب و شرحہ و غنیہ [9] ایضاً [10] لباب و شرحہ و ہدایہ و فتح و بحر و ش و غنیہ و غیرہا ملتقطاً۔

نزدیک حلق (سر منڈانا) کا زمانہ بھی معین ہے اور وہ قربانی کے دن ہیں اور مکان (جگہ) بھی معین ہے اور وہ ارضِ حرم ہے اور امام ابویوسف رحمہ اللہ کے نزدیک نہ اس کا زمانہ معین ہے نہ مکان یعنی یہ دونوں میں سے کسی کے ساتھ مخصوص نہیں ہے اور امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک مکان کے ساتھ مخصوص ہے زمانہ کے ساتھ مخصوص نہیں ہے اور امام زفر رحمہ اللہ کے نزدیک زمانہ کے ساتھ مخصوص ہے مکان کے ساتھ مخصوص نہیں ہے [۱]۔ حتی کہ اگر حلق کو ایام قربانی سے مؤخر کیا یا حدودِ حرم سے باہر نکل کر حلق کرایا تو امام ابوحنیفہ کے نزدیک اس پر دم واجب ہوگا اور امام ابویوسفؒ کے نزدیک دونوں صورتوں میں اس پر کچھ واجب نہیں ہوگا اور امام محمدؒ کے نزدیک حدودِ حرم سے باہر حلق کرانے سے دم واجب ہوگا ایامِ قربانی کے بعد حلق کرانے سے کچھ واجب نہیں ہوگا، اور امام زفرؒ کے نزدیک ایام قربانی کے بعد حلق کرانے سے دم واجب ہوگا حدودِ حرم سے باہر حلق کرانے سے کچھ واجب نہیں ہوگا [۲]۔ حلق کے زمان و مکان کے ساتھ مخصوص ہونے یا نہ ہونے میں اختلاف دم واجب ہونے کے بارے میں ہے احرام سے باہر یعنی حلال ہونے کے لئے بالاتفاق دونوں میں سے کچھ متعین نہیں ہے [۳]۔ یعنی خواہ کسی جگہ اور کسی وقت میں سر منڈایا ہو وہ بالاتفاق احرام سے باہر ہوجائے گا۔ اختلاف اس میں ہے کہ جس کے نزدیک مکان و زمان میں سے جو چیز حلق کرانے کے لئے معین ہے اس کے نزدیک اس کے خلاف کرنے سے دم واجب ہوگا اور جس کے نزدیک ان دونوں میں جو چیز معین نہیں ہے اس کے خلاف کرنے سے اس کے نزدیک کچھ واجب نہیں ہوگا [۴]۔ پس حلق کو زمان و مکان دونوں سے کسی ایک کے مؤخر کرنے کی صورت میں امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک دم واجب ہوگا اور امام ابویوسفؒ کے نزدیک دونوں میں امام صاحب کے خلاف ہے یعنی دونوں میں سے کسی کے مؤخر کرنے سے دم واجب نہیں ہوگا اور امام محمدؒ نے مکان میں امام صاحب سے موافقت کی ہے زمان میں نہیں اور امام زفرؒ نے اس کے برعکس زمان میں امام صاحب کی موافقت کی ہے مکان میں نہیں واللہ اعلم [۵]۔

(۲) اوپر حاجی کے بارے میں بیان ہوا لیکن عمرہ کرنے والے کے حلق کے لئے بالاتفاق زمانہ معین نہیں ہے بلکہ امام ابوحنیفہ و امام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک صرف مکان معین ہے اور امام ابویوسفؒ کے نزدیک دونوں معین نہیں ہیں [۶]۔ پس عمرہ کے احرام میں سر کے بال منڈانا یا کترانا بالاجماع زمانہ کے ساتھ متعین نہیں ہے اس لئے کہ عمرہ خود بھی کسی زمانہ کے ساتھ مخصوص نہیں ہے بخلاف مکان کے کہ یہ عمرہ کے حلق کیلئے بھی معین ہے [۷]۔ کیونکہ خود عمرہ کے لئے مکان معین ہے اسلئے عمرہ میں حلق کرانے کے لئے امام ابوحنیفہ و امام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک مکان معین ہے [۸]۔ پس اگر کسی شخص نے حدودِ حرم سے باہر جاکر حلق یا قصر کرایا تو امام ابوحنیفہ و امام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک اس پر دم واجب ہوگا اور امام ابویوسفؒ کے نزدیک اس پر کچھ واجب نہیں ہوگا [۹]۔

(۳) عمرہ کرنے والا شخص اگر حدودِ حرم سے باہر چلا گیا لیکن وہاں حلق یا قصر نہیں کرایا بلکہ حرم میں واپس آکر حلق (سر منڈانا) یا قصر (بال کترانا) کیا تو بالاجماع اس پر کچھ واجب نہیں ہوگا اس لئے کہ اس نے حلق یا قصر اس کی مقررہ جگہ میں کرایا ہے پس اس پر کچھ تاوان لازم نہیں ہے [۱۰]۔ اور اسی طرح اگر حج کرنے والا شخص حدودِ حرم سے باہر چلا گیا لیکن اس نے وہاں

---

[۱] ہدایہ و فتح و بدائع و بحر ملتقطاً [۲] بدائع [۳] ہدایہ و بحر و ش [۴] بحر فتح [۵] بدائع [۶] فتح [۷] ہدایہ [۸] عنایہ بتصرف [۹] ہدایہ

[۱۰] ہدایہ و درو ش ملتقطاً۔

حلق یا قصر نہیں کرایا بلکہ ایام قربانی میں حدودِ حرم میں واپس آکر حلق یا قصر کرایا تو ہمارے سب فقہا کے قول میں اس پر کچھ واجب نہیں ہوگا اور اگر ایام قربانی کے بعد حدودِ حرم میں واپس آکر حلق یا قصر کرایا تو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک اس پر ایام قربانی سے تاخیر کی وجہ سے ایک دم واجب ہوگا اور صاحبین کے نزدیک ایام قربانی سے تاخیر کی وجہ سے اس پر کچھ واجب نہیں ہوگا [1]

رمی جمرات میں واجب ترک کرنا

(۱) اگر قربانی کے دنوں میں سے کسی دن کی ساری رمی چھوڑ دی یعنی قربانی کے پہلے دن (دسویں ذی الحجہ) کی جمرۂ عقبہ کی ساتوں کنکریاں یا باقی دنوں میں سے کسی دن کی اکیس کنکریاں چھوڑ دیں یا ہر دن کی اکثر کنکریاں یعنی قربانی کے پہلے دن کی جمرۂ عقبہ کی چار یا زیادہ کنکریاں یا باقی دنوں میں سے کسی دن کی گیارہ یا زیادہ کنکریاں چھوڑ دیں تو بالاتفاق اس پر دم واجب ہے [2] اس لئے کہ ہر دن کی رمی حج کا ایک پورا فعل (پوری عبادت) ہے اگرچہ وہ قربانی کے پہلے دن کی رمی ہو اور ہر روز کی اکثر رمی کر لینا کل رمی کے قائم مقام ہے پس اگر جمرۂ عقبہ کی کل رمی یا اس کا اکثر حصہ یعنی چار کنکریاں قربانی کے پہلے دن ترک کر دیں یا باقی دنوں میں سے کسی دن تینوں جمروں کی اکیس کنکریاں یا ان کا اکثر حصہ یعنی گیارہ کنکریاں ترک کر دیں تو اس پر دم واجب ہوگا پہلے دن کی جمرۂ عقبہ کی رمی اس دن کا پورا معین عمل ہے جیسا کہ باقی دنوں یعنی گیارہ و بارہ ذی الحجہ کو تینوں جمروں کی رمی پورا معین عمل ہے [3] اور اگر پہلے دن کے علاوہ باقی دنوں میں جمرۂ عقبہ کی رمی ترک کی تو صدقہ واجب ہوگا کیونکہ ان دنوں میں یہ کل رمی کا اقل حصہ ہے بخلاف پہلے دن کے کہ اس روز جمرۂ عقبہ کی رمی پوری رمی ہے [4]

(۲) رمی کا ترک کرنا اس وقت ثابت ہوتا ہے جب رمی کے آخری دن جو کہ رمی کا چوتھا اور ایام تشریق کا آخری دن ہے یعنی تیرہ ذی الحجہ کا سورج غروب ہو جائے اس لئے کہ رمی انہی دنوں میں کرنا عبادت ہے اور جب تک یہ دن باقی ہیں رمی کا اعادہ ممکن ہے پس ان دنوں کی متروکہ رمی ترتیب کے ساتھ کرے اور اپنے مقررہ وقت سے تاخیر کی وجہ سے امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک دم واجب ہوگا صاحبین کا اس میں خلاف ہے [5] پس اگر کل یا اکثر رمی کو دوسرے دن تک مؤخر کر دیا تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اس کو دوسرے دن قضا کرے اور تاخیر کی وجہ سے دم بھی ادا کرے اور صاحبینؒ کے نزدیک صرف قضا واجب ہوگی دم وغیرہ کچھ واجب نہیں ہوگا اور اگر اس دن کے بعد آنے والی رات تک مؤخر کیا تو بالاتفاق اس پر کچھ واجب نہیں ہوگا [6] اس سے معلوم ہوا کہ (امام صاحب کے نزدیک) دم واجب ہونے کے لئے ترک کی کوئی قید نہیں ہے بلکہ تاخیر سے بھی دم واجب ہوتا ہے خواہ ایک دن کی رمی کو اگلے دن تک مؤخر کرے یا کل دنوں کی رمی آخری دن تک مؤخر کرے البتہ اس دن کے بعد آنے والی رات تک مؤخر کرنے سے اس پر کچھ واجب نہیں ہوگا جیسا کہ رمی کے بیان میں گذر چکا ہے [7] اور اگر دوسرے روز قضا نہ کیا اور نہ اس کے بعد کسی اور دن قضا کیا حتیٰ کہ رمی کے تمام دن گذر گئے اور ایام تشریق کے آخری دن یعنی رمی کے چوتھے دن کا سورج غروب ہو گیا تو رمی ترک کرنے کی وجہ سے بالاتفاق اس پر دم واجب ہوگا۔ حاصل یہ ہے کہ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک (ہر روز کی) رمی کا وقت

[1] مستفاد عن در وش و عنایہ [2] لباب و شرحہ و غنیہ وغیرہا ملتقطاً [3] ہدایہ و بدائع وغیرہما ملتقطاً [4] ش [5] ہدایہ و فتح و بحر و ش و غنیہ ملتقطاً۔
[6] غنیہ و لباب و شرحہ ملتقطاً [7] ش۔

معین ہے (یعنی ہر روز کی رمی دوسرے روز کی صبح صادق طلوع ہونے سے پہلے پہلے کر لینا واجب ہے) اور صاحبین کے نزدیک اس کا وقت معین نہیں ہے پس اگر ایک دن کی رمی دوسرے دن تک مؤخر کر دی تو امام صاحبؒ کے نزدیک اس پر اس رمی کی قضا اور دم واجب ہوگا اور صاحبین کے نزدیک صرف رمی کی قضا واجب ہوگی اور کچھ واجب نہیں ہوگا کیونکہ ان کے نزدیک رمی کا وقت تمام ایام رمی ہیں لیکن جب رمی کے تمام دن گذر جائیں گے تو صاحبین کے نزدیک بھی ترک رمی کی وجہ سے دم واجب ہوگا یہی اکثر علما کا قول ہے اور شافعیہ کے نزدیک یہی اصح ہے [1]

(۳) اگر رمی کا اقل حصہ ترک کر دیا یعنی پہلے دن (دسویں ذی الحجہ) کو ایک یا دو یا تین کنکریاں چھوڑ دیں اور باقی دنوں میں سے کسی ایک دن کی یا دو دن کی یا کل دنوں میں سے ہر ایک دن کی دس یا اس سے کم کنکریاں چھوڑ دیں یا دسویں ذی الحجہ کے علاوہ باقی دنوں میں تینوں جمروں میں سے کسی ایک جمرہ کی کل کنکریاں چھوڑ دیں (خواہ جمرۃ العقبہ ہی کی چھوڑی ہوں) تو اس پر ہر کنکری کے بدلے صدقہ دینا واجب ہے کیونکہ پہلے دن کے علاوہ باقی ہر دن میں تینوں جمروں کو کنکریاں مارنا اس دن کی پوری عبادت ہے اور متروکہ حصہ کل رمی کا اقل حصہ ہے اس لئے صدقہ کافی ہے پس اس پر ہر کنکری کے بدلے نصف صاع گندم یا ایک صاع کھجور یا جَو دینا واجب ہے لیکن اگر سب صدقہ مل کر دم کے برابر ہو جائے تو کچھ کم کر دے جیسا کہ پہلے کئی دفعہ بیان ہو چکا ہے [2] اور اگر رمی کا اقل حصہ اگلے دن تک مؤخر کر دیا تو امام ابو حنیفہ کے نزدیک اس پر اس کی قضا اور (تاخیر کی وجہ سے) صدقہ واجب ہوگا، صاحبین کے نزدیک صرف قضا واجب ہوگی اور کچھ واجب نہیں ہوگا [3] جاننا چاہئے کہ رمی کے ترک کرنے پر دم یا صدقہ کا بالاتفاق واجب ہونا اس وقت ہے جبکہ متروکہ رمی کو رمی کے آخری یعنی چوتھے دن کا سورج غروب ہونے سے پہلے پہلے قضا نہ کرے لیکن اگر پہلے دن کی رمی دوسرے یا تیسرے دن یا دوسرے دن کی رمی تیسرے دن قضا کر لی تو امام ابو حنیفہؒ کے قول پر تاخیر کا دم یا صدقہ واجب ہوگا صاحبین کے قول پر واجب نہیں ہوگا کیونکہ ان کے نزدیک نسک کی تاخیر و تقدیم سے کچھ واجب نہیں ہوتا [4]

(۴) اور اگر کسی نے ایک دن تینوں جمروں کی یا دو دن یا تینوں دن کی رمی ترک کر دی تو اس پر ایک ہی دم واجب ہوگا کیونکہ جنس متحد ہے جیسا کہ حلق (سر منڈانے) میں حکم ہے [5] یعنی جیسا کہ اگر تمام بدن کے بال ایک مجلس میں منڈائے تو ایک ہی دم واجب ہوگا کیونکہ اتحادِ جنس کی وجہ سے جنایت متحد ہے پس اسی طرح تمام دنوں کی رمی ترک کرنے سے بھی ایک ہی دم واجب ہوگا [6] اور اسی طرح اگر احرام کی حالت میں ایک عضو کو خوشبو لگائی یا تمام اعضا کو لگائی یا ایک سلا ہوا کپڑا پہنا یا بہت سے سلے ہوئے کپڑے پہنے ان سب صورتوں میں ایک ہی دم واجب ہوتا ہے اسی طرح رمی میں بھی ایک ہی دم واجب ہوگا [7]

(۵) رمی کے چوتھے دن یعنی ایام تشریق کے آخری دن (۱۳ ذی الحجہ) کی رمی اس وقت واجب ہوتی ہے جبکہ وہ تیرہویں تاریخ کی صبح صادق طلوع ہونے سے پہلے پہلے منیٰ سے نہ نکلے پس اگر اس روز کی صبح صادق طلوع ہونے سے پہلے

---

[1] شرح اللباب [2] لباب و شرحہ بدائع و ہدایہ بحر و غنیہ ملتقطاً [3] غنیہ [4] فتح [5] غنیہ و لباب ہدایہ بحر و ش ملتقطاً [6] فتح [7] بدائع۔

منیٰ سے چلا گیا تو اس پر اس روز کی رمی واجب نہیں ہوگی اور جب اس روز کی رمی واجب نہیں ہوئی تو اس کا ترک کرنا بھی ثابت نہیں ہوگا اس لئے اس پر کچھ جزا بھی واجب نہیں ہوگی ؎۱ (ترک رمی کے کچھ مسائل رمی کے بیان میں بھی گذر چکے ہیں وہاں ملاحظہ فرمائیں، مؤلف)

رمی و ذبح و حلق میں اور ان تینوں اور طوافِ زیارت میں ترتیب ترک کرنا

(۱) جاننا چاہئے کہ رمی کو حلق پر مقدم کرنا واجب ہے خواہ حج افراد ہو یا قران یا تمتع ہو اور رمی کو ذبح پر اور ذبح کو حلق پر مقدم کرنا قران اور تمتع والے کے لئے واجب ہے اور اگر مفرد حج یا قران یا تمتع والے نے رمی اور حلق کرنے سے پہلے طوافِ زیارت کر لیا تو اس پر کچھ واجب نہیں ہے اور اسی طرح اگر ذبح سے پہلے طوافِ زیارت کر لیا تب بھی کچھ واجب نہیں ہے لیکن مکروہ ہے اور حاصل یہ ہے کہ طوافِ زیارت کے لئے رمی و ذبح و حلق تینوں میں سے کسی کے بعد ترتیب سے ہونا واجب نہیں ہے البتہ ان تینوں کا ترتیب سے ہونا یعنی پہلے رمی پھر ذبح پھر حلق کا ہونا واجب ہے لیکن مفرد حج والے پر ذبح واجب نہیں ہے اس لئے اس پر صرف رمی اور حلق میں ترتیب واجب ہے ؎۲۔ پس مفرد حج والے پر رمی سے پہلے حلق کرانے سے دم واجب ہوتا ہے اس کے علاوہ اور کسی چیز میں ترتیب ترک ہونے سے کچھ واجب نہیں ہوتا ؎۳ پس اگر مفرد حج والے نے رمی سے پہلے سر منڈا لیا تو امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک ترتیب ترک کرنے کی وجہ سے ایک دم واجب ہوگا اور اگر قران یا تمتع والے نے رمی یا ذبح سے پہلے سر منڈایا یا رمی سے پہلے ذبح کیا تو امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک دو دم واجب ہوں گے ایک دم قران یا تمتع کے لئے جو دم شکر ہے یہی مذہب ہے اور ایک دم تاخیر کی وجہ سے یعنی ذبح سے پہلے حلق کرا کر احرام سے باہر ہو جانے اور ترتیب جو کہ واجب ہے کے ترک کرنے کی وجہ سے واجب ہوگا۔ اور صاحبین کے نزدیک اس پر صرف ایک دم قران یا تمتع کیلئے واجب ہوگا اور تاخیر کی وجہ سے کچھ واجب نہ ہوگا اس لئے کہ تاخیر کی وجہ سے امام صاحب کے نزدیک دم واجب ہوتا ہے صاحبین کے نزدیک واجب نہیں ہوتا اور بعض فقہا نے کہا ہے کہ اس پر بالاجماع ایک اور دم احرام کی حالت میں وقت سے پہلے حلق کرانے کی جنایت سرزد ہونے سے واجب ہوگا کیونکہ حلق ذبح کے بعد کرانا واجب ہے اس سے پہلے حلال نہیں صاحبِ ہدایہ اسی طرف گیا ہے، اتقانی نے کہا ہے کہ صاحبِ ہدایہ سے اس میں کجی واقع ہوئی ہے کہ اس نے یہاں دونوں دم جنایت کے لئے قرار دیئے ہیں اور باب القران میں ایک کو دم شکر اور دوسرے کو دم جنایت قرار دیا ہے اھ۔ صاحبِ فتح القدیر نے اس کو سہوِ قلم کہا ہے بحر الرائق میں ہے کہ میرے نزدیک نہ یہ صاحبِ ہدایہ کی کجی ہے اور نہ سہوِ قلم ہے کیونکہ اس مسئلہ میں اختلاف ہے پس صاحبِ ہدایہ کی عبارت بعض کے قول پر مبنی ہے کہ ان کے نزدیک حلق کو اس کے وقت سے پہلے کرانے میں دم بالاجماع واجب ہوتا ہے جیسا کہ معراج الدرایہ وغیرہ میں اس کی صراحت موجود ہے اور اس پر دمِ قران بھی بالاجماع واجب ہے اور تیسرے دم کا واجب ہونا مختلف فیہ ہے پس اس مقام پر صاحبِ ہدایہ نے اس (وجوب کے) قول کو اختیار کیا ہے اھ اور لباب المناسک کے شارح ملا علی قاری رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ جس نے صاحبِ ہدایہ کو غلطی پر کہا ہے اس نے اس روایت

؎۱ مستفاد عن عامۃ الکتب ؎۲ ش بزیادۃ ؎۳ در۔

غفلت کی وجہ سے کہا ہے اور منسک الکبیر میں اس مسئلہ پر بہت کلام کیا ہے جس سے درایت ظاہر ہوتی ہے یہ ہدایہ کے کلام کی توجیہ ہے لیکن مذہب اس کے خلاف ہے جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا ہے واللہ اعلم [۱]

(۲) اگر مفرد یا قارن یا متمتع نے رمی و ذبح و حلق سے پہلے طوافِ زیارت کر لیا تو اس پر کچھ جزا واجب نہیں ہے لیکن ترکِ سنت کی وجہ سے مکروہ ہے کیونکہ طوافِ زیارت کا ان تینوں یعنی رمی و ذبح و حلق کے بعد ہونا سنت ہے [۲] پس جس طرح طوافِ زیارت کو رمی پر مقدم کرنا جائز ہے جبکہ رمی ذبح و حلق پر مقدم ہے اسی طرح طوافِ زیارت کو ذبح پر مقدم کرنا جائز ہے اور اسی طرح حلق پر مقدم کرنا بالاولیٰ جائز ہے البتہ ان تینوں میں ترتیب واجب ہے یعنی پہلے رمی کرے پھر قربانی ذبح کرے پھر سر کے بال منڈائے لیکن مفرد پر ذبح واجب نہیں ہے پس اس کے لئے صرف رمی اور حلق میں ترتیب واجب ہے [۳] (جیسا کہ بیان ہو چکا ہے)

(۳) منسک الکبیر میں ہے کہ اگر قارن نے ذبح سے پہلے سر منڈایا اور ذبح کو ایام قربانی سے مؤخر کر دیا تو اس پر بھی تین دم واجب ہونے چاہئیں ایک دم ذبح سے پہلے سر منڈانے کی وجہ سے اور دوسرا دم ذبح کو ایام قربانی سے مؤخر کرنے کی وجہ سے اور تیسرا دم قران یا تمتع کا واجب ہو گا، اور اگر قارن نے رمی سے پہلے سر منڈایا اور باقی مسئلہ اسی طرح ہے جیسا کہ اوپر بیان ہوا تو اس پر رمی سے پہلے حلق کرنے کی وجہ سے چوتھا دم بھی واجب ہو گا، یہ فقہا کے کلام کا مقتضیٰ ہے، اللہ تعالیٰ ہی ان کی مراد کو بہتر جانتا ہے [۴] (صاحب منسک الکبیر رحمہ اللہ کی عبارت سے مفہوم ہوتا ہے کہ اگرچہ فقہا کی عبارت سے چوتھا دم واجب ہونا ظاہر ہوتا ہے لیکن یہ درست معلوم نہیں ہوتا بلکہ اس پر بھی تین ہی دم واجب ہونے چاہئیں جیسا کہ اصول کا تقاضا ہے واللہ اعلم بالصواب، مؤلف)

حالتِ احرام میں خشکی کے جانور کو شکار کرنا یا ایذا پہنچانا

شکار کی تعریف و تفسیر

(۱) شکار کے جانور اصل میں دو قسم کے ہیں ایک بری دوسرے بحری، بری یعنی خشکی کے جانور سے مراد وہ جانور ہے جس کی پیدائش خشکی میں ہو، اس کے رہنے کی جگہ کا اعتبار نہیں پس وہ صرف خشکی میں رہتا ہو یا خشکی اور پانی میں رہتا ہو (یعنی خشکی میں پیدا ہونے کے بعد دریا میں بھی رہنے لگا ہو مثلاً بطخ) ہر حال میں وہ خشکی کا ہی جانور ہے۔ اور بحری یعنی دریائی جانور وہ ہے جس کی پیدائش سمندر و دریا وغیرہ کے پانی میں ہو اگرچہ وہ خشکی میں رہنے لگے، پس وہ محض سمندر و دریا وغیرہ کے پانی میں رہتا ہو یا پانی اور خشکی دونوں میں رہتا ہو (یعنی پانی میں پیدا ہونے کے بعد خشکی میں بھی رہنے لگا ہو جیسے دریائی کتا، مینڈک، کچھوا وغیرہ) ہر حال میں وہ دریائی جانور ہے، پیدائش کا اعتبار ہے رہائش کا اعتبار نہیں ہے کیونکہ جائے پیدائش اصل چیز ہے اور رہائش اس کے بعد لاحق ہوتی ہے اس لئے بعد میں دریا یا خشکی میں رہنے سے اصلیت نہیں بدلے گی [۵] تمام پرندے خشکی کا جانور ہیں کیونکہ یہ خشکی ہی میں پیدا ہوتے

[۱] لباب و شرحہ و فتح و عنایہ و حاشیۂ عنایہ در و ش و بحر و منحہ ملتقطاً و تصرفاً تمام الکلام علیہ فی البحر و ہامشہ منحۃ الخالق [۲] لباب و شرحہ و غنیہ و ش ملتقطاً

[۳] لباب و ش ملتقطاً و تصرفاً من واجبات الرمی [۴] غنیہ [۵] لباب و شرحہ و بدائع و بحر و ع و غیرہا ملتقطاً

ہیں اگرچہ بعض پرندے سمندر و دریا وغیرہ میں پائے جاتے ہیں [۱] (تفصیل آگے آتی ہے)

(۲) جاننا چاہئے کہ احرام کی حالت میں خشکی کے جانور کا شکار کرنا حرام ہے (اور اس سے اُس پر جزا واجب ہوگی اور احرام کی حالت میں دریائی جانور کا شکار کرنا جائز ہے، اور اس سے اس پر کچھ واجب نہیں ہوگا اگرچہ حدودِ حرم کے اندر ہو) اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے أُحِلَّ لَكُمْ صَيْدُ الْبَحْرِ وَطَعَامُهُ مَتَاعًا لَّكُمْ وَلِلسَّيَّارَةِ وَحُرِّمَ عَلَيْكُمْ صَيْدُ الْبَرِّ مَا دُمْتُمْ حُرُمًا (سورۃ المائدہ ع ۱۳)

(ترجمہ: جب تک تم احرام کی حالت میں رہو تمہارے لئے دریائی جانور کا شکار کرنا اور اس کو کھانا حلال کر دیا گیا ہے یہ تمہارے لئے اور سب مسافروں کے لئے زندگی کا سامان ہے اور خشکی کے جانور کا شکار کرنا تم پر حرام کر دیا گیا ہے) [۲] پس مُحرم کے لئے خشکی کا شکار مارنا یا اس کو ایذا دینا جائز نہیں ہے خواہ اس جانور کا گوشت کھانا حلال ہو یا حلال نہ ہو سوائے اس جانور کے جو ایذا پہنچانے میں غالب طور پر ابتدا کرتا ہو [۳] بعض علما نے کہا ہے کہ احرام کی حالت میں شکار کرنا کبیرہ گناہ ہے [۴]

(۳) خشکی کے شکار سے مراد ہر وہ جانور ہے جو اپنی ٹانگوں یا بازوؤں سے اپنے آپ کو پکڑے جانے سے روکتا ہو اور وہ پیدائش کے اعتبار سے لوگوں سے مانوس نہ ہو بلکہ ان سے بھاگتا اور تنہائی اختیار کرتا ہو، پیدائش کے بعد لاحق ہونے والی وحشت یا انسیت کا اعتبار نہیں ہے لہذا پالتو ہرن شکار میں شمار ہوگا اور وحشی اونٹ اور بکری شکار میں شمار نہیں ہوگی کیونکہ ان کا یہ وصف عارضی ہے پس پالتو ہرن، ہاتھی اور کبوتر وغیرہ چوپائے اور پرندے شکار ہیں اور وحشی اونٹ، گائے اور بکری وغیرہ شکار نہیں ہیں، البتہ جس بکری کی ماں ہرنی ہو اور باپ بکرا ہو وہ شکار ہے اور جس بکری کا باپ ہرن اور ماں بکری ہو وہ شکار نہیں ہے [۵] بعض جانور ایسے پائے جاتے ہیں جو بعض ملکوں میں وحشی ہوتے ہیں اور دوسرے ملکوں میں وہ مانوس (پالتو) ہوتے ہیں مثلاً بھینسا (مذکر و مؤنث) ملک سوڈان میں وحشی جانور ہے اور یہاں کے نزدیک مانوس (پالتو) جانوروں میں شمار نہیں ہوتا [۶] اور ظاہر یہ ہے کہ جب تک کوئی سوڈانی اپنے ملک میں احرام کی حالت میں ہو اس کو بھینسے کا شکار کرنا حرام ہے واللہ تعالیٰ اعلم [۷]

(۴) پس ہر وحشی جانور خشکی کا شکار ہے خواہ اس کا گوشت کھانا حلال ہو یا حرام ہو اور خواہ وہ درندہ ہو یا درندہ نہ ہو اگرچہ خنزیر (سور) یا بندر یا ہاتھی ہو اور شکاری پرندے مثلاً باز و شکرا بھی خشکی کے شکار میں داخل ہیں، البتہ فواسق سبعہ جن کو شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مستثنیٰ کر دیا ہے اور حشرات الارض شکار ہونے سے مستثنیٰ ہیں [۸] (ان سب کی تفصیل آگے درج ہے، مؤلف)

وہ جانور جن کو حالتِ احرام یا حرم میں مار ڈالنے سے جزا واجب ہوتی ہے

(۱) خشکی کا شکار مُحرم پر مطلقاً حرام ہے خواہ وہ حل میں ہو یا حدودِ حرم میں اور حلال (غیر محرم) کے لئے حدودِ حرم میں حرام و ممنوع ہے اگرچہ وہ جانور ایسا ہو جس کا گوشت کھانا حرام ہے مثلاً خنزیر، لیکن جن جانوروں کو صاحبِ شریعت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مستثنیٰ کر دیا ہے ان کو مارنا جائز ہے [۹]

[۱] بدائع و بحر وغیرہما [۲] ہدایہ [۳] بدائع [۴] شرح اللباب [۵] لباب و شرحہ و غنیہ و فتح و بحر وغیرہا ملتقطاً [۶] شرح اللباب و ش و غنیہ [۷] ش و غنیہ و ارشاد [۸] مستفاد عن بحر و ش وغیرہما [۹] لباب و شرحہ۔

(۲) خشکی کے شکار کی دو قسمیں ہیں ایک قسم ماکول یعنی وہ جانور ہیں جن کا گوشت کھانا حلال ہے دوسری غیر ماکول یعنی وہ جانور ہیں جن کا گوشت کھانا حرام ہے [1]

(۳) حالت احرام و حرم میں ماکول جانوروں کا شکار کرنا بالاتفاق حرام و ممنوع ہے اور وہ جانور یہ ہیں، ہرن اگرچہ مانوس (پالتو) ہو، کیونکہ اس کا مانوس ہونا عارضی صفت ہے اس لئے اس کا کوئی اعتبار نہیں اور وحشی (غیر مانوس) ہونا اس کی پیدائشی صفت ہے اس لئے اس کا اعتبار کیا جائے گا جس ہرن کی ماں ہرنی ہو اگرچہ اس کا باپ بکرا ہو وہ ہرن ہے اور شکار ہے اور جس ہرن کی ماں بکری ہو اور باپ ہرن ہو وہ بکری کے حکم میں ہے اور شکار نہیں ہے کیونکہ ماں ہی اصل ہے (اس لئے اسی کا اعتبار کیا جاتا ہے) وحشی گدھا، وحشی گائے، خرگوش، کبوتر، یہ مطلق طور پر شکار ہے خواہ (سکھائی ہوئی بولیاں) بولنے والا ہو یا ایسا نہ ہو، کیونکہ پیدائشی طور پر یہ وحشی جانور ہے اور ان میں سے بعض کا مانوس ہو جانا عارضی ہے اور اصح و مختار قول کی بنا پر ہر (سکھائی ہوئی بولیاں) بولنے والے پرندے کا یہی حکم ہے کہ وہ شکار ہے، پاموز کبوتر یعنی جس کی ٹانگوں پر پر ہوتے ہیں اور غیر پاموز یعنی جس کی ٹانگوں پر پر نہیں ہوتے دونوں کا ایک ہی حکم ہے کہ وہ شکار ہیں، وہ ٹڈی جو اڑتی ہے، مرغابی، ٹٹڈی، شترمرغ اگرچہ مانوس (پالتو) ہو۔ طوطا اگرچہ مانوس (پالتو) ہو کیونکہ ان کا مانوس ہونا کبوتر کی طرح عارضی ہے اس لئے شکار ہیں اور دیگر تمام پرندے اور حیوانات جن کا گوشت کھانا حلال ہے شکار ہیں [2]

(۴) جن جانوروں کا گوشت کھانا حلال نہیں ہے وہ خواہ درندے ہوں یا درندے نہ ہوں سوائے ان سات موذی جانوروں اور حشرات الارض کے جن کا قتل کرنا شرع نے جائز کر دیا ہے جن کی تفصیل اگلے عنوان میں مذکور ہے باقی سب جانور ظاہر الروایت کے مطابق شکار ہیں اور حالتِ احرام یا حرم میں ان کے مارنے پر جزا واجب ہوتی ہے لیکن جزا واجب ہونے کا حکم اس وقت ہے جبکہ اس جانور نے جس کا گوشت کھانا حرام ہے اس شخص پر حملہ نہ کیا ہو بلکہ محرم نے اس کو مارنے میں خود ابتدا کی ہو اور اگر اس جانور نے حملہ کرنے میں خود ابتدا کی ہو اس کے بعد اس شخص نے اپنے بچاؤ کے لئے اس کو مار دیا ہو تو اس پر کچھ جزا واجب نہیں ہو گی، وہ حرام جانور جن کا شکار کرنا احرام و حرم میں منع ہے یہ ہیں :- ہاتھی، شیر، چیتا، تیندوا، بجو، گوہ، یربوع (جنگلی چوہے کی مانند ایک جانور جس کی اگلی ٹانگیں چھوٹی اور پچھلی ٹانگیں بڑی ہوتی ہیں اور دم لمبی ہوتی ہے) سمور، لومڑی، خنزیر (سور) بندر، شکرا، باز، عقاب، عقعق یعنی زراعت (اناج) کھانے والا کوا، گدھ وغیرہ [3]

(۵) اگر کسی درندہ یا غیر درندہ جانور نے (جس کا گوشت کھانا حرام ہے) کسی مُحرِم پر حِل یا حرم میں (یا کسی حلال پر حرم میں) حملہ کیا پھر اس مُحرِم (یا حلال) نے اس جانور کو مار ڈالا تو چاروں اماموں کے نزدیک اس شخص پر کچھ جزا واجب نہیں ہے [4]۔ اور محیط، منتقی وغیرہ میں ہے کہ اگر اس حملہ کرنے والے جانور کو کسی ہتھیار وغیرہ کے بغیر ہٹانا اور اس کو قتل کئے بغیر اس سے بچنا ممکن تھا اس کے باوجود اس جانور کو قتل کر دیا تو اس شخص پر جزا واجب ہو گی اور اگر ہتھیار کے بغیر اس کو ہٹانا اور اس کو قتل کئے بغیر اس سے بچنا

---

[1] لباب و شرحہ وغیرہ [2] لباب و شرحہ و فتح و بدائع و در و ش وغیرہا ملتقطاً [3] لباب و شرحہ و ہدایہ و فتح و در و ش و بحر وغیرہا ملتقطاً [4] لباب و شرحہ مع زیادۃ۔

ممکن نہیں تھا تو اس جانور کو قتل کر دینے پر کچھ جزا واجب نہیں ہوگی اور اگر اس جانور نے حملہ کرنے میں ابتدا نہیں کی اس کے باوجود اس کو مار دیا تو بالاتفاق اس پر جزا واجب ہوگی [1]۔ یہ حکم درندے ہی کے ساتھ مخصوص نہیں ہے (جیسا کہ بعض کتابوں میں ہے) اس لئے کہ غیر درندہ کے حملہ کرنے کی صورت میں بھی اس کے قتل کر دینے پر کچھ جزا واجب نہیں ہوگی (جیسا کہ اوپر بیان ہوا) لیکن اس میں یہ قید لگائی جانی چاہئے کہ یہ حکم ہر اس جانور کے متعلق ہے جس کا گوشت کھانا حلال نہیں ہے (اور جن جانوروں کا گوشت کھانا حلال ہے ان کے لئے یہ حکم نہیں ہے) اس لئے کہ بحر الرائق و ہدایہ وغیرہ میں ہے کہ اگر کسی اونٹ نے کسی محرم شخص پر حملہ کیا اور اس شخص نے اُس اونٹ کو قتل کر دیا تو اس شخص پر اس اونٹ کی پوری قیمت واجب ہوگی کیونکہ درندے کے مارنے میں صاحبِ حق یعنی شارع کی جانب سے اجازت حاصل ہے اور اونٹ کے مارنے میں اس کے مالک کی جانب سے اجازت حاصل نہیں ہے [2]۔ اگر وہ حملہ کرنے والا جانور ایسا شکار ہے جس کا گوشت کھانا حلال ہے مثلاً نیل گائے یا بارہ سنگا وغیرہ اور وہ کسی کا مملوک نہیں ہے تو صرف جزا واجب ہوگی اور اگر کسی کا مملوک ہے تو مالک کو اس کی پوری قیمت دلائی جائے گی اور شرعی جزا بھی واجب ہوگی اور اگر وہ جانور شکار نہیں ہے اور ایسا جانور ہے جس کا گوشت کھانا حلال ہے مثلاً اونٹ وغیرہ اور وہ کسی کا مملوک ہے تو مالک کو اس کی پوری قیمت دلائی جائے گی جہاں تک بھی پہنچے اگرچہ ایک بکری سے زیادہ ہو اور اس پر جزائے محظور وغیرہ کچھ لازم نہیں ہوگی [3]۔ جن جانوروں کا احرام یا حرم میں مارنا جائز ہے اور کوئی جزا واجب نہیں ہوتی جیسے بھیڑیا اور چیل وغیرہ جن کی تفصیل آگے آتی ہے وہ خواہ حملہ کریں یا نہ کریں ان کے قتل سے مطلقاً جزا لازم نہیں ہوتی [4]

وہ جانور جن کو حالتِ احرام یا حرم میں مارنے سے کچھ واجب نہیں ہوتا

(۱) اگر کسی درندے یا ایسے شکار نے جس کا گوشت کھانا حلال نہیں ہے کسی محرم پر حل یا حرم میں (یا کسی حلال پر حرم میں) حملہ کیا اور اس کو قتل کئے بغیر اس سے بچنا ممکن نہیں تھا اس لئے اس کو قتل کر دیا تو اس پر کچھ جزا واجب نہیں ہوگی [5] (جیسا کہ اوپر مفصل بیان ہو چکا ہے، مؤلف)

(۲) گھریلو یا پالتو حلال جانور یعنی اونٹ مذکر و مؤنث، گائے، بیل، بھینس، بھینسا، بکری، بکرا، بھیڑ مذکر و مؤنث، مرغا، مرغی، گھریلو بطخ وغیرہ کو احرام کی حالت میں اور حدودِ حرم میں ذبح کرنا جائز ہے اس لئے کہ یہ جانور شکار نہیں ہیں کیونکہ یہ وحشی اور غیر مانوس نہیں ہیں، اور گھریلو بطخ سے مراد وہ ہے جو بالعموم اڑنے والی نہیں ہے اور آبادی کے نالابوں اور گھروں میں رہتی ہے اس لئے کہ وہ اصل کے اعتبار سے مانوس ہے پس اپنے مالکوں کے ساتھ مانوس ہونے کی وجہ سے وہ شکار نہیں ہے (اور اس کا ذبح کرنا جائز ہے) اور جو بطخ اُڑنے والی ہے وہ شکار ہے پس اس کے مار ڈالنے سے جزا واجب ہوگی [6]

(۳) جن سات موذی جانوروں کو شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام نے شکار ہونے سے مستثنیٰ کر دیا ہے ان کے مار ڈالنے سے مطلقاً جزا واجب نہیں ہوگی نہ قلیل نہ کثیر خواہ ان کو حل میں مارے یا حرم میں اور مارنے والا خواہ محرم ہو یا حلال سب کے لئے یہی حکم ہے اور وہ یہ ہیں، (۱) کوا (۲) چیل، (۳) بھیڑیا، (۴) سانپ، (۵) بچھو، (۶) چوہا، اور (۷) کٹ کھنا کتا [7]۔ کوے سے مراد وہ کوا ہے جو مردار (ناپاک غذا) کھاتا ہو یا پاک و ناپاک

---

[1] لباب و شرحہ تصرفاً [2] ش بزیادۃ [3] زبدہ مع عمدہ [4] زبدہ مع عمدہ تصرفاً [5] لباب و شرحہ و ع وغیرہ ملخصاً۔
[6] لباب و شرحہ و فتح و در و ش و بحر وغیرہ ملتقطاً [7] لباب و شرحہ و ہدایہ و فتح و در و ش و بحر وغیرہا تصرفاً و ملتقطاً۔

(مردار واناج) دونوں طرح کی غذا مخلوط کرتا ہو کیونکہ مذکورہ دونوں قسم کا کوّا ایذا پہنچانے میں ابتدا کرتا ہے اس لئے شرع نے اس کو شکار سے مستثنیٰ کر دیا ہے اور احرام وحرم میں اس کا مارنا جائز کر دیا ہے اور جس کوّے کو احرام وحرم میں قتل کرنا منع ہے وہ عقعق ہے یہ وہ نہیں ہے جس کو حدیث شریف میں شکار سے مستثنیٰ کیا ہے کیونکہ اس کو غراب (کوّا) نہیں کہتے اور یہ ایذا پہنچانے میں ابتدا نہیں کرتا ؁۱۔ ظہیریہ میں ہے کہ عقعق کے بارے میں دو روایتیں ہیں اور ظاہر یہ ہے کہ وہ شکار ہے ؁۱۔ اس سے معلوم ہوا کہ اس بارے میں جو کچھ ہدایہ میں مذکور ہے وہ ظاہر الروایت ہے ؁۲۔ امام ابو یوسف رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ حدیث شریف میں جس غراب (کوّا) کو شکار سے مستثنیٰ کیا ہے وہ ہے جو مردار کھاتا ہے، یا مردار کے ساتھ مخلوط کرتا ہے (یعنی پاک وناپاک دونوں طرح کی غذا کھاتا ہے) یہ اس لئے ہے کہ اس قسم کا کوّا اذیت پہنچانے میں ابتدا کرتا ہے اور عقعق کا یہ حکم نہیں ہے اس لئے کہ وہ مردار نہیں کھاتا اور نہ ہی ایذا پہنچانے میں ابتدا کرتا ہے ؁۳، پس لازمی ہے کہ جس کوّے کو احرام وحرم میں قتل کرنے کی اجازت ہے اس کو اس کوّے پر محمول کیا جائے جس کو امام ابو یوسف رحمہ اللہ نے ذکر فرمایا ہے اور جس کوّے کا قتل کرنا احرام وحرم میں ممنوع ہے اس کو غیر ابقع پر محمول کیا جائے اور غیر ابقع وہ ہے جو زراعت (اناج) کھاتا ہے، اس کو زراعت سے بھگانے کے لئے پتھر وغیرہ پھینکا جائے ؁۴، عقعق کوّے کی قسم کا ایک پرندہ ہے جس کا رنگ سیاہ وسفید سے مخلوط (چتکبرا) ہوتا ہے اس کی آواز عین وقاف کے مشابہ ہوتی ہے زاغ کا حکم بھی اسی کی مثل ہے اس کو غراب الزرع کہتے ہیں اور یہ ایک چھوٹی قسم کا کوّا ہے جو کہ اناج کھاتا ہے ؁۵، اور کتب فقہ میں کُتّے کے ساتھ کٹ کھنا ہونے کی قید حدیث شریف کے اتباع کی وجہ سے مذکور ہے، کٹ کھنے سے مراد وحشی ہے اس لئے کہ جو وحشی کُتّا کٹ کھنا ہوتا ہے وہ ایذا پہنچانے میں ابتدا کرتا ہے اس سے یہ افادہ ہوا کہ اگرچہ وحشی کتّا شکار ہے کیونکہ وہ پیدائشی طور پر متوحش ہے لیکن کٹ کھنا ہونے کی وجہ سے اس کو قتل کر دینے پر کچھ جزا واجب نہیں ہوگی ؁۶، اور جو کُتّا وحشی نہیں ہے بلکہ اہلی ہے وہ پیدائشی طور پر وحشی نہ ہونے کی وجہ سے دراصل صید ہی نہیں ہے اس لئے اس کو شکار سے مستثنیٰ کرنا بے معنی ہے ؁۷، لیکن فتح القدیر اور بدائع میں ہے کہ کتّا مطلق طور پر شکار نہیں ہے خواہ گھریلو یا وحشی ہو (اور خواہ کٹ کھنا ہو یا نہ ہو) کیونکہ یہ اصل کے اعتبار سے گھریلو ہے لیکن بعض وقت کسی عارض کی وجہ سے وحشی ہو جاتا ہے، پس وہ وحشی اونٹ کے مشابہ ہوگا، اس کا مقتضیٰ یہ ہے کہ کسی بھی قسم کے کُتّے کو مار دینے پر جزا واجب نہیں ہوگی ؁۸، امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ کُتّا خواہ کٹ کھنا ہو یا غیر کٹ کھنا اور مانوس (گھریلو) ہو یا وحشی سب کا حکم یکساں ہے کیونکہ اس بارے میں جنس کا اعتبار ہے ؁۹، جاننا چاہئے کہ یہ بحث کُتّے کے مارنے پر جزا واجب ہونے کے بارے میں تھی لیکن اس کا قتل حلال ہونے کے بارے میں یہ ہے کہ جو آبادی کا کتّا ایذا دینے والا نہ ہو اس کو قتل کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ کُتّے کو قتل کرنے کا حکم منسوخ ہے پس اس کے مارنے میں ایذا پہنچانے والا ہونے کی قید ہے فتح القدیر میں اسی طرح کہا ہے ؁۱۰ نہر الفائق میں ملتقط سے مذکور ہے کہ جب کسی بستی میں کتوں کی کثرت ہو جائے اور ان سے

؁۱ ہدایہ ؁۲ منحہ وش ؁۳ بدائع ومنحہ ؁۴ فتح وحاشیۃ ملتقطاً ؁۵ ش ؁۶ فتح وغنیہ ؁۷ ش وغنیہ ملتقطاً ؁۸ فتح وبدائع وش ملتقطاً ؁۹ ہدایہ وبحروش ملتقطاً ؁۱۰ فتح وبحروغنیہ تصرفاً۔ ع اور وہ ابقع ہے جیسا کہ صحیح مسلم میں مروی ہے (معارف السنن ج ۶ ص ۳۷۱)

وہاں کے رہنے والوں کو ضرر پہنچے تو اُن کتوں کے مالکوں کو ان کے مارنے کا حکم کیا جائے گا اور اگر وہ انکار کریں تو یہ معاملہ قاضی (حاکم شہر) کے سامنے پیش کیا جائے یہاں تک کہ ان کے مارنے کا حکم دے اھ پس فتح القدیر میں جو حکم مذکور ہے وہ اس وقت ہے جبکہ کتوں سے کوئی ضرر نہ ہو [1]، اور اسی طرح گھریلو بلی بھی شکار نہیں ہے کیونکہ وہ مانوس جانور ہے لیکن جنگلی بلی کے بارے میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے دو روایتیں ہیں [2]، امام ابوحنیفہؒ سے ہشام کی روایت میں ہے کہ جنگلی بلی کے قتل کرنے پر جزا واجب ہوگی کیونکہ یہ وحشی جانور ہے پس لومڑی وغیرہ کی مانند ہے اور امام حسنؒ کی روایت میں ہے کہ اس پر گھریلو بلی کی مانند کچھ جزا واجب نہیں ہوگی کیونکہ بلی کی جنس پیدائش کے اعتبار سے مانوس (گھریلو) ہے اور ان میں سے بعض کسی عارض کی وجہ سے وحشی ہو جاتی ہیں اس لئے وہ وحشی اونٹ کی مانند ہوگئیں [3]، بحر الرائق میں اس پر اعتماد کیا ہے کہ بلی بھی کتے کی طرح شکار نہیں ہے اگرچہ وحشی ہو [4]، اسی طرح گھریلو نیولا بھی شکار نہیں ہے اور جنگلی نیولے کے بارے میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے دو روایتیں ہیں [5] عتابی وغیرہ میں ہے کہ نیولے کے قتل کرنے میں کوئی جزا واجب نہیں ہوگی، صاحبین کا اس میں اختلاف ہے اور ابن الہمام نے کہا ہے کہ فتاویٰ میں ہے کہ نیولے کے مارنے میں کوئی جزا واجب نہیں ہے، امام ابویوسفؒ کا اس میں اختلاف ہے، دوسرے حضرات نے ان ائمہ کے اختلاف کا ذکر کئے بغیر مطلق طور پر جزا واجب ہونا بیان کیا ہے [6]، صاحب بدائع نے کہا ہے کہ امام ابویوسف رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ نیولا ایذا پہنچانے والے جانوروں میں سے ہے اور ایذا پہنچانے والے جانور شکار نہیں ہیں کیونکہ وہ لوگوں سے ڈر کر بھاگتے نہیں ہیں [7]

(۴) اور اسی طرح دیگر موذی جانوروں اور حشرات الارض کے حل وحرم اور احرام میں قتل کرنے سے کوئی جزا واجب نہیں ہوگی اور اس فعل پر کوئی گناہ لازم نہیں ہوگا [8] وہ جانور یہ ہیں: ۔ گبریلا (گوبر کا بھونڈ) جعلان (گبریلا کی ایک قسم) اُم حُبَین (ایک قسم کا چھوٹا جانور) کنکھورا، جھینگر، سیاہ و زرد چیونٹی جو کہ ایذا پہنچاتی ہے اور جو چیونٹی ایذا نہیں پہنچاتی اس کا مارنا جائز نہیں ہے لیکن اس کو مارنے پر جزا واجب نہیں ہوگی، کچھوا، بندر، خارپشت (چوہا، سیہی) مچھر، پسو، کھٹمل، مکھی، پروانہ (پتنگا)، چمڑے وغیرہ میں لگ جانے والا کیڑا، بھڑ، گرگٹ، چھپکلی، کیکڑا (سرطان)، صرصر (ایک قسم کا چھوٹا کیڑا) وغیرہ موذی جانور و حشرات الارض کو مار دینے سے کوئی جزا واجب نہیں ہوتی اس لئے کہ یہ شکار نہیں ہیں کیونکہ ان میں توحش (لوگوں سے بھاگنا) اور اپنے آپ کو پکڑے جانے سے روکنا نہیں پایا جاتا بلکہ انسان خود ان سے بچتا ہے اس کے باوجود یہ جانور انسان کا پیچھا کرتے ہیں اور اس لئے بھی شکار نہیں ہیں کہ یہ جانور اکثر ایذا پہنچانے میں ابتدا کرتے ہیں پس سانپ و بچھو وغیرہ کے حکم میں ہیں جن کا موذی ہونا نص سے ثابت ہے [9]

(۵) محرم و حلال کے لئے تمام قسم کے دریائی جانوروں کا شکار کرنا جائز ہے (اگرچہ وہ شکار حدود حرم میں ہو) خواہ اس جانور کا گوشت کھانا حلال ہو جیسے مچھلی یا اس کا گوشت کھانا حلال نہ ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اُحِلَّ لَكُمْ صَيْدُ الْبَحْرِ وَطَعَامُهُ

---

[1] منحہ [2] بدائع و فتح و بحر و ش و لباب و شرحہ و غنیہ [3] بدائع و فتح تصرفاً [4] ش [5] فتح اللباب و غنیہ و غیرہا [6] شرح اللباب و فتح۔ [7] بدائع و فتح و شرح اللباب [8] لباب و شرحہ وغیرہ [9] لباب و شرحہ و بدائع و ہدایہ و فتح و بحر و در و ش و غنیہ ملتقطاً

مَتَاعًا لَّكُمْ وَلِلسَّيَّارَةِ الآیۃ۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے ھُوَ الطَّھُوْرُ مَآءُہٗ وَالْحِلُّ مَيْتَتُہٗ یعنی دریا و سمندر کا پانی پاک ہے اور اس کا مُردار حلال ہے، پس جو جانور دریا میں پیدا ہوا گرچہ خشکی میں رہتا ہو اُن سب کا شکار کرنا جائز ہے اور وہ یہ ہیں: مچھلی، دریائی مینڈک، کیکڑا، دریائی کچھوا، مگرمچھ، دریائی کُتّا وغیرہ [1]۔ (لیکن ہمارے امام صاحبؒ کے نزدیک مچھلی کے علاوہ دوسرے تمام دریائی جانوروں کا کھانا حرام ہے) اُود بلاؤ جس سے جُند بیدستر نکالتے ہیں وہ دریاؤں اور نالابوں کے نزدیک جنگل میں زمین کے اندر قبریں کھود کر اس میں بچے جنتا ہے اور اکثر رات کو دریاؤں اور تالابوں میں سے مچھلی پکڑ کر کھاتا ہے رات دن پانی میں نہیں رہتا نہ ہی پانی میں پیدا ہوتا ہے سندھی میں اس کو لدھڑہ کہتے ہیں احرام کی حالت میں اس کا شکار کرنا خشکی کے شکار کی طرح منع ہوگا [2]۔ احرام و حرم میں دریائی پرندہ کا شکار کرنا جائز نہیں ہے اس لئے کہ تمام پرندے خشکی کے جانور ہیں کیونکہ یہ خشکی ہی میں پیدا ہوتے ہیں اور ان میں سے بعض پرندے دریا و سمندر اور تالاب وغیرہ میں رزق کی تلاش کے لئے داخل ہوتے ہیں، اور محیط میں ہے کہ سمندری پرندے کا قتل کرنا (احرام و حرم میں) جائز نہیں ہے کیونکہ یہ پانی میں انڈے دیتا اور بچے نکالتا ہے اور خشکی و سمندر میں رہتا ہے پس یہ ایک لحاظ سے خشکی کا جانور ہے اس لئے محرم کے لئے اس کا شکار کرنا جائز نہیں ہے اور ظاہر یہ ہے کہ اگر سمندر (یا دریا) زمینِ حرم میں پایا جائے تو اس کا شکار بھی جائز ہے کیونکہ آیتِ مبارکہ اُحِلَّ لَكُمْ صَيْدُ الْبَحْرِ کا مضمون عام ہے اور جو حدیث اوپر بیان ہوئی ہے اس میں بھی یہ مفہوم شامل ہے اور شافعیہ رحمہم اللہ نے بھی اس کی تصریح کی ہے جیسا کہ انھوں نے کہا ہے کہ سمندر (و دریا وغیرہ) خواہ زمینِ حل میں ہو یا زمینِ حرم میں اس حکم میں کوئی فرق نہیں ہے (یعنی دونوں جگہ کے دریائی جانوروں کا شکار جائز ہے) اور انھوں نے صراحت کر دی ہے کہ دریائی جانور خواہ کنوئیں کے پانی میں پایا جائے یا تالاب یا چشمہ کے پانی میں پایا جائے سب کا حکم دریا و سمندر کے جانور کے حکم کی مانند ہے کیونکہ اس سے مراد پانی کا جانور ہے [3]۔

شکار کو ہلاک کرنا

(۱) اگر کسی نے احرام کی حالت میں خشکی کے شکار کو قتل کر دیا تو اس پر جزا واجب ہوگی، کتبِ متون میں اسی طرح مذکور ہے [4]۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْتُلُوا الصَّيْدَ وَاَنْتُمْ حُرُمٌ ۭ وَمَنْ قَتَلَهٗ مِنْكُمْ مُّتَعَمِّدًا فَجَــزَاۗءٌ مِّثْلُ مَا قَتَلَ مِنَ النَّعَمِ يَحْكُمُ بِهٖ ذَوَا عَدْلٍ مِّنْكُمْ الآیۃ (۹۵/۵) — (ترجمہ: اے ایمان والو! جب تم حالتِ احرام میں ہو تو شکار نہ مارو اور تم میں سے جو کوئی اس کو جان بوجھ کر قتل کرے گا تو اس پر جزا واجب ہوگی جو اس جانور کے مساوی ہوگی جس کو اس نے قتل کیا ہے جس کا فیصلہ تم میں سے دو معتبر آدمی کر دیں)

(۲) شکار کو مارنے کا حکم مطلق بیان ہوا ہے پس اس حکم میں جان بوجھ کر اور بھولے سے اور خطا (غلطی) سے مارنے والا برابر ہے خواہ وہ شخص پہلی بار شکار مارنے والا ہو یا دوسری بار یعنی دوسرا جانور شکار کرنے والا ہو اور خواہ پہلی دفعہ حج کرنے والا ہو یا دوسری بار حج کرنے والا ہو اور خواہ یہ شکار کسی کی ملکیت ہو یا مباح ہو [5] اور خواہ اضطرار کی حالت میں شکار کیا ہو یا اختیار کی حالت میں اور خواہ اپنے فعل سے قتل کیا ہو یا وہ اس کے قتل کا سبب بنا ہو لیکن اپنے فعل سے شکار کو مارنے میں تعدّی

[1] لباب و شرحہ و ش و غنیہ وغیرہا ملتقطاً [2] زبدہ مع عمدہ [3] لباب و شرحہ و ش و بدائع و بحر و غنیہ ملتقطاً [4] ع و لباب و کنز وغیرہا [5] ع

(زیادتی یعنی قصد و اختیار پایا جانا) شرط نہیں ہے پس اگر کوئی مُحرِم سوتا ہوا شکار پر پلٹ گیا اور اس کو مار دیا تو اس پر جزا واجب ہوگی اور شکار کے قتل کا سبب بننے میں تعدی (قصد و اختیار) کا پایا جانا ضروری (یعنی شرط) ہے، پس اگر وہ شخص اس کے قتل کا سبب بننے میں تعدی (زیادتی) کرنے والا ہے تو اس کی قیمت کا ضامن ہوگا ورنہ نہیں، چنانچہ اگر کسی نے شکار کے لئے جال لگایا اور شکار کا جانور اس میں پھنس کر مر گیا یا شکار کے لئے گڑھا کھودا اور کوئی شکار اس گڑھے میں گر کر مر گیا تو اس پر ضمان واجب ہوگا کیونکہ وہ سبب بننے میں تعدی (زیادتی) کرنے والا ہے لیکن اگر کسی نے اپنے لئے خیمہ نصب کیا اور شکار کا جانور اس میں پھنس کر مر گیا یا پانی حاصل کرنے یا روٹی پکانے کے لئے گڑھا کھودا یا کسی ایسے جانور کے لئے جس کو مارنا محرم کے لئے مباح ہے مثلاً بھیڑیئے کے لئے گڑھا کھودا (یا جال لگایا) اور شکار کا جانور اس میں گر کر (یا پھنس کر) مر گیا تو اس پر کچھ جزا واجب نہیں ہے [1]۔ اور اسی طرح اگر اپنے کتے کو کسی مباح جانور کی طرف چھوڑا اور اس نے ایسا جانور پکڑ لیا جس کا شکار کرنا محرم کے لئے منع و حرام ہے یا کسی نے زمینِ حِل میں شکار کی طرف اپنا کتا چھوڑا اور وہ شخص حلال تھا یعنی احرام کی حالت میں نہیں تھا پس اس کتے نے حدودِ حرم میں داخل ہو کر شکار کو قتل کر دیا تو اس شخص پر کچھ جزا واجب نہیں ہوگی کیونکہ وہ سبب میں تعدی (زیادتی) کرنے والا نہیں ہے بخلاف اس کے کہ کسی شخص نے حدودِ حِل میں چیتے پر تیر پھینکا اور وہ تیر اس چیتے کو حدودِ حرم میں جا کر لگا تو اس پر جزا واجب ہوگی کیونکہ یہ براہِ راست اس کے اپنے فعل سے قتل ہوا ہے اور براہِ راست قتل کرنے میں تعدی (زیادتی) شرط نہیں ہے حتیٰ کہ اگر کسی محرم نے کسی شکار پر تیر پھینکا اور وہ تیر اس جانور کو لگ کر اور اس سے پار ہو کر دوسرے شکار کو جا لگا اور دونوں کو قتل کر دیا تو وہ شخص دونوں کی قیمت کا ضامن ہوگا اور اسی طرح اگر کسی شکار کو تیر مارا اور وہ جانور یا وہ تیر اس جانور کو لگنے کے بعد انڈے یا چوزے (بچے) پر جا گرا اور شکار اور انڈا یا بچہ دونوں کو تلف کر دیا تو اس پر دونوں کا ضمان واجب ہوگا، محیط میں ہے کہ چار آدمی مکہ مکرمہ کے ایک گھر میں اُترے پھر وہ منیٰ کی طرف چلے گئے اور انھوں نے ایک ساتھی کو کہا کہ وہ دروازہ بند کر دے اس مکان میں کبوتر وغیرہ کوئی پرندہ ہے پھر جب وہ واپس آئے تو انھوں نے اس پرندہ کو پیاس کی وجہ سے مرا ہوا پایا تو ان میں سے ہر شخص پر اس کی جزا واجب ہوگی کیونکہ جن لوگوں نے اس کو دروازہ بند کرنے کا امر کیا تھا وہ اس امر کی وجہ سے اس پرندے کی موت کا سبب بنے اور وہ شخص دروازہ بند کرنے کی وجہ سے اس کا سبب بنا اھ، محیط کا یہ قول اس پر محمول ہوگا کہ ان سب کو اس گھر میں اس پرندے کے موجود ہونے کا علم ہے کیونکہ اس کا علم ہونے کی صورت میں وہ لوگ تعدی (زیادتی) کرنے والے ہوں گے اور اگر ان کو اس بات کا علم نہ ہو تو ان پر کچھ جزا واجب نہیں ہوگی کیونکہ اس صورت میں وہ لوگ اس شکار کی موت کا سبب نہیں بنے لہٰذا ان میں سبب بننے کی شرط نہیں پائی گئی [2]۔

(۳) اگر مُحرِم کسی چوپایہ پر سوار تھا یا اس کو پیچھے سے ہانک رہا تھا یا آگے سے کھینچ رہا تھا کہ کوئی شکار اس چوپایہ کی حس و حرکت یا دانتوں سے کاٹنے یا دُم کو حرکت دینے یا اس کی لید یا پیشاب میں گر جانے کی وجہ سے ہلاک ہو گیا تو وہ شخص اس جانور کا

---

[1] بحر و بدائع ورع ملتقطاً [2] بحر و لباب و شرح و غنیہ ملتقطاً

ضمان دیگا اور اگر وہ جانور جس پر محرم سوار تھا سوار کے اختیار کے بغیر خود ہی تیزی سے بھاگا اور شکار کو ہلاک کردیا تو اس محرم پر ضمان واجب نہیں ہوگا [1]

(۴) اور اگر کسی حلال نے کسی شکار کی طرف تیر پھینکا اس کے بعد احرام باندھا پھر اس کے بعد وہ تیر اس شکار کو لگا یا اس کے برعکس کیا (یعنی احرام کی حالت میں شکار پر تیر پھینکا اس کے بعد احرام کھول دیا پھر وہ تیر شکار کو لگا) تو فقہا نے تصریح کی ہے کہ تیر پھینکنے کے وقت کا اعتبار ہوگا [2] (یعنی اگر تیر پھینکنے کے وقت حلال تھا تو کچھ جزا واجب ہوگی اور اگر محرم تھا تو جزا واجب ہوگی مؤلف)

شکار کی نشاندہی کرنا

(۱) جس طرح احرام والے شخص پر شکار کو قتل کرنا حرام ہے اسی طرح شکار پر دلالت کرنا (بتانا) بھی حرام ہے اور جس قدر جزا شکار کو قتل کرنے سے واجب ہوتی ہے شکار کو بتانے سے بھی اسی قدر جزا واجب ہوتی ہے [3] احرام کی حالت میں شکار کے جانور کو قتل کرنا حرام ہونے اور اس پر جزا واجب ہونے کا حکم قرآن مجید میں ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: لَا تَقْتُلُوا الصَّيْدَ وَاَنْتُمْ حُرُمٌ ۭ وَمَنْ قَتَلَهٗ مِنْكُمْ مُّتَعَمِّدًا فَجَزَاۗءٌ الآیہ (یعنی جب تم احرام کی حالت میں ہو تو شکار کو قتل مت کرو اور تم میں سے جس شخص نے جان بوجھ کر (احرام کی حالت میں) شکار کو قتل کیا تو اس پر جزا واجب ہوگی) اور شکار پر دلالت کرنے (بتانے) سے جزا واجب ہونا ابی قتادہ رضی اللہ عنہ کی حدیث سے ثابت ہے جس کو صحیحین وغیرہما نے روایت کیا ہے اور حضرت عطا رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ دلالت کرنے والے پر جزا واجب ہونے کے بارے میں لوگوں کا اجماع ہے اور اس لئے بھی دلالت کی وجہ سے جزا واجب ہوتی ہے کہ یہ احرام کے ممنوعات میں سے ہے کیونکہ یہ شکار کے جانور کے امن کو ضائع کرنا ہے پس یہ اس جانور کو تلف کرنا ہوا اور چونکہ محرم کو شکار کے درپے ہونے سے باز رہنا واجب ہے پس وہ اس واجب کے ترک کی وجہ سے اس شکار کا تاوان دیگا بخلاف حلال کے [4]

(۲) شکار کی طرف اشارہ کرنا، شکار کا پتہ بتانے کے لئے کسی کو بھیجنا، اس پر اعانت کرنا اس کے قتل کا امر کرنا، قتل کرنے کیلئے آلہ (اوزار) دینا بھی دلالت کے حکم میں داخل ہے، دلالت اور اشارہ میں فرق یہ ہے کہ دلالت سے مراد زبان سے بتا دینا ہے کہ فلاں جگہ شکار ہے اور یہ اسوقت ہوگا جبکہ شکار غائب ہو اور اشارہ ہاتھ سے کیا جاتا ہے اور یہ اسوقت ہوگا جبکہ شکار حاضر (سامنے موجود) ہو [5]

(۳) شکار کی طرف دلالت اور اشارہ وغیرہ کرنا محرم پر مطلق طور پر حرام ہے خواہ حل میں ہو یا حرم میں اور حلال یعنی بغیر احرام والے شخص پر صرف حرم میں ایسا کرنا حرام ہے [6]

(۴) شکار پر دلالت کرنے والا شخص خواہ قصداً دلالت کرے یا غلطی سے اور یاد ہوتے ہوئے کرے یا بھولے سے، یہ پہلا شکار ہو یا دوسرا اس کا پہلا حج ہو یا دوسرا اور شکار مباح (جنگلی) ہو یا مملوک جزا واجب ہونے میں یہ سب صورتیں برابر ہیں (یعنی ہر صورت میں جزا واجب ہوگی) [7]، لیکن مملوک شکار کو قتل کرنے میں محرم پر دو قیمتیں واجب ہوں گی ایک قیمت مالک کے لئے اور دوسری قیمت احرام کی جزا میں جو کہ حق تعالیٰ کا حق ہے [8] اور اگر وہ جانور سکھایا ہوا ہے تو اس کا حکم آگے آتا ہے [9]

[1] لباب و شرحہ وغنیہ [2] بحر [3] ع [4] ہدایہ بزیادۃ عن الفتح [5] لباب و شرحہ وغیرہ ملتقطاً [6] لباب و شرحہ وغنیہ [7] ہدایہ و در و ش وغیرہ ملتقطاً [8] بحر و ش [9] ش

(۵) دلالت کرنے والے مُحرم پر دلالت اور اشارہ وغیرہ سے جزا واجب ہونے کے لئے چھ شرطیں ہیں اگرچہ وہ شخص مطلق طور پر گنہگار ہوگا خواہ اس پر جزا واجب ہو یا نہ ہو[1]، پہلی شرط یہ ہے کہ شکار کو قتل کرنا دلالت اور اشارہ کے متصل ہو یعنی اس کا قتل اس کی وجہ سے واقع ہو پس اگر مدلول نے اس کے متصل شکار کو نہیں مارا بلکہ دیر کے بعد مارا تو صرف شکار کو مار دینے سے بتانے اور اشارہ کرنے والے پر جزا واجب نہ ہوگی اور اگر اس کے بتانے کے متصل مدلول مُحرم نے شکار کو قتل کر دیا تو بتانے والے اور مارنے والے دونوں پر پوری پوری جزا واجب ہوگی، دوسری شرط یہ ہے کہ دلالت اور اشارہ کرنے والا مُحرم شخص مُحرمِ مدلول کے شکار کو قتل کرنے تک اپنے احرام کی حالت میں باقی رہے پس اگر بتانے والا شخص دلالت یا اشارہ کرنے کے بعد احرام سے باہر ہوگیا اس کے بعد مدلول نے اس شکار کو قتل کیا تو بتانے والے پر جزا واجب نہ ہوگی لیکن سابقہ دلالت کی وجہ سے گنہگار ہوگا کیونکہ اب یہ صرف معصیت (گناہ) میں سے ہے، تیسری شرط یہ ہے کہ شکار کرنے والے مُحرم نے شکار کو اس کی بتائی ہوئی جگہ سے بھاگنے سے پہلے مارا یا پکڑا ہو پس اگر اس جگہ ہاتھ نہ آیا بلکہ جانور وہاں سے چلا گیا اس کے بعد دوسری جگہ اس کی دلالت کے بغیر ملا اور اس نے اس کو قتل کیا تو بتانے والے پر جزا واجب نہ ہوگی لیکن اس دلالت کی وجہ سے وہ گنہگار ہوگا۔ چوتھی شرط یہ ہے کہ شکار کرنے والے کو اس کے بتانے سے پہلے غائب شکار کی جگہ کا علم نہ ہو اور حاضر شکار اس کو نظر نہ آرہا ہو حتیٰ کہ اگر اس کے بتانے یا اشارہ کرنے سے پہلے شکار کرنے والے کو اس شکار کی جگہ کا علم تھا یا وہ شکار کو دیکھ رہا تھا تو بتانے یا اشارہ کرنے والے محرم پر بتانے یا اشارہ کرنے کی وجہ سے کوئی جزا لازم نہ ہوگی کیونکہ اب اس کا بتانا یا نہ بتانا برابر ہے لیکن اس کا یہ فعل مکروہ ہے اور اگر وہ پہلے سے اس شکار کو نہیں جانتا تھا یا وہ اس کو دیکھ نہیں رہا تھا اور اب اس کے دلالت کرنے سے اس کو معلوم ہوا یا دیکھا اور اس کو قتل کیا تو اس پر جزا واجب ہوگی، پانچویں شرط یہ ہے کہ شکار کرنے والا شخص دلالت کرنے والے کی دلالت کی تصدیق کرے، تصدیق کے لئے یہ کہنا ضروری نہیں کہ تو اس دلالت میں سچا ہے بلکہ تصدیق سے مراد یہ ہے کہ اس کی تکذیب نہ کرے پس اگر شکار کرنے والے نے بتانے والے محرم کی تکذیب کی اور دوسرے محرم کی تصدیق کر کے شکار کو مارا تو پہلے محرم (جس کو جھٹلایا ہے) پر جزا واجب نہیں ہوگی بلکہ دوسرے بتانے والے محرم پر جزا واجب ہوگی اور اگر پہلے بتانے والے کی نہ تصدیق کی نہ تکذیب مثلاً کسی محرم شخص نے اس کو شکار کی خبر دی لیکن اس کو وہ شکار نظر نہ آیا یہاں تک کہ دوسرے محرم نے اسی شکار کی خبر دی پس اس نے اس شکار کو تلاش کیا اور قتل کر دیا تو بتانے والے دونوں شخصوں پر بھی شکار کرنے والے کی طرح پوری پوری جزا واجب ہوگی اور اگر پہلے بتانے والے کی تکذیب کی تو اس پہلے بتانے والے پر جزا واجب نہ ہوگی (جیسا کہ اوپر بیان ہوا) اور اگر اس نے پہلے بتانے والے کی تصدیق نہیں کی اور دوسرے محرم کے بتائے بغیر خود ہی اس جانور کو تلاش کر لیا اور قتل کر دیا تو صرف قاتل پر جزا واجب ہوگی بتانے والے پر جزا واجب نہ ہوگی جیسا کہ یہ بات ظاہر ہے۔ چھٹی شرط یہ ہے کہ بتانے والا شخص احرام کی حالت میں ہو اگرچہ شکار کرنے والا شخص حلال ہو، اگر بتانے والا شخص حلال ہو اور حدودِ حرم میں ہو تو اس پر کچھ جزا واجب نہ ہوگی پس اگر کسی حلال شخص نے کسی مُحرم یا حلال کو حرم کے شکار پر دلالت کی یا حلال شخص نے کسی محرم کو حل کے شکار پر دلالت کی تو دلالت کرنے والے پر

---

[1] بحر و لباب و شرحہ و ش وغیرہ

کچھ جزا واجب نہیں ہوگی مگر اس کو ایسا کرنا حرام ہے اور مدلول (جس کو بتایا گیا ہے) اگر اس شکار کو قتل کردے تو اس پر جزا واجب ہوگی، اور مشہور کتبِ فقہ میں ہمارے تینوں اماموں کے نزدیک دلالت کرنے والے حلال شخص پر مطلقاً کوئی جزا واجب نہ ہونا ہی مذکور ہے امام زفرؒ کا اس میں خلاف ہے اور لباب المناسک کے شارح ملا علی قاری رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ یہ شرائط میں سے نہیں بلکہ ارکان میں سے ہے ؎۱

(۶) اور حل کے شکار میں بتانے والے مُحرِم کے اوپر ضمان (جزا) واجب ہونے کے لئے شکار کرنے والے مدلول کا مُحرِم ہونا شرط نہیں ہے پس اگر مُحرِم نے حلال کو حل کے شکار پر دلالت کی اور اس نے شکار کو (شرائط مذکورہ کے موافق) قتل کردیا تو بتلانے والے مُحرِم پر جزا واجب ہوگی مدلول حلال پر کچھ جزا واجب نہ ہوگی لیکن حرم کے شکار کے بارے میں اگر بتانے والا شخص محرم ہو اور مدلول (جس کو بتایا جائے) حلال ہو اور مدلول اس شکار کو قتل کردے تو دونوں میں سے ہر ایک پر پوری جزا واجب ہوگی ؎۲ اور اگر کسی مُحرِم نے مُحرِم کو شکار بتایا اور اس نے اس شکار کو قتل کیا تو دونوں پر پوری پوری جزا واجب ہوگی ؎۳

(۷) اور اگر کسی مُحرِم نے دوسرے محرم کو شکار کے قتل کرنے کا امر کیا اور اس مامور نے تیسرے محرم کو اس کے قتل کا امر کیا اور تیسرے مُحرِم نے اس شکار کو قتل کردیا تو دوسرے آمر اور قاتل پر جزا واجب ہوگی پہلے آمر پر جزا واجب نہیں ہوگی اس لئے کہ دوسرے آمر نے پہلے آمر کے امر کی تعمیل نہیں کی کیونکہ اس نے اس کو تیسرے شخص کو امر کرنے کا حکم نہیں دیا تھا پس جب اُس نے پہلے آمر کے امر کی تعمیل نہیں کی تو گویا کہ اس نے اس کی تکذیب کی بخلاف اس صورت کے کہ اگر پہلے محرم نے دوسرے محرم کو شکار بتایا اور اس کے قتل کرنے کا امر کیا اور دوسرے نے تیسرے محرم کو اس کے قتل کرنے کا امر کیا اور تیسرے شخص نے اس شکار کو قتل کیا تو تینوں محرموں میں سے ہر ایک پر پوری پوری جزا واجب ہوگی ؎۴ پس فقہا نے امر محض اور امر مع الدلالۃ میں فرق کیا ہے ؎۵ اور حاصل یہ ہے کہ اس شکار کا مدلول کو علم نہ ہونا دلالت کے لئے شرط ہے امر کے لئے نہیں ہے بلکہ امر مطلق طور پر جزا واجب ہونے کا موجب ہے بشرطیکہ اس امر پر عمل کیا جائے ؎۶، اور بیشک اس دوسری صورت میں متعدد جزا کا واجب ہونا دلالت کے اعتبار سے ہے امر کے اعتبار سے نہیں کیونکہ اس نے اس کے امر کی تعمیل نہیں کی ہے پس صرف دلالت باقی رہی جو کہ متعدد ہے اور اس دلالت کے بعد اس کا دوسرے کو امر کرنا پہلے آمر کی تکذیب نہیں ہے ؎۷، اور اسی طرح کسی شخص کو شکار بتانے کے لئے بھیجنے کا حکم ہے پس اگر کسی احرام والے شخص نے کسی احرام والے کو کسی احرام والے کے پاس شکار کی خبر دینے کے لئے بھیجا اس طرح پر کہ وہ اس سے کہے کہ فلاں شخص یہ کہتا ہے کہ فلاں جگہ فلاں شکار ہے یا مطلق طور پر یہ کہا کہ شکار ہے پس مرسل الیہ اس کی بتائی ہوئی جگہ پر گیا اور اس شکار کو قتل کردیا تو اس قاصد اور بھیجنے والے اور قاتل تینوں میں سے ہر شخص پر جزا یعنی شکار کی قیمت واجب ہوگی کیونکہ مرسل اور قاصد دونوں کی طرف سے دلالت پائی گئی ؎۸۔ اور اگر وہ شخص جس کے پاس پیغام بھیجا ہے (یعنی مرسل الیہ) پہلے سے اس شکار کو دیکھتا اور جانتا تھا تو ان دونوں میں سے کسی پر کچھ واجب نہیں ہوگا سوائے قاتل کے کہ اس پر جزا واجب ہوگی ؎۹

؎۱ لباب وشرحہ و بحر و در وش و ہدایہ و عنایہ و فتح و ع و غنیہ ملتقطاً ؎۲ لباب وشرحہ و ش و غنیہ تصرفاً ؎۳ غنیہ ؎۴ لباب وشرحہ و فتح و بحر و ش و ع و غنیہ ملتقطاً ؎۵ بحر و ش ؎۶ ش ؎۷ منحہ ؎۸ لباب وشرحہ و فتح و بحر و ع و غنیہ ملتقطاً ؎۹ ع۔

(۸) اگر کسی محرم نے کہا کہ اس دیوار کے پیچھے شکار ہے اس مدلول نے دیکھا تو اس دیوار کے پیچھے بہت سے شکار تھے پس اس مدلول نے ان سب کو قتل کر دیا تو دلالت کرنے والے پر ہر جانور کے قتل کی جزا واجب ہوگی اور اگر کسی دلالت کرنے والے محرم نے بہت سے جانوروں میں سے صرف ایک جانور کو دیکھا اور کسی دوسرے محرم کو اس کی خبر دی پھر جب وہ دوسرا مُحرِم وہاں گیا تو اس نے دیکھا کہ اس شکار کے پاس اور بھی بہت سے شکار ہیں پس اس دوسرے محرم (مدلول) نے اُن سب کو قتل کر دیا تو دلالت کرنے والا شخص صرف اس پہلے جانور کے قتل کا ضمان دیگا جس کی اس نے خبر دی تھی، جیسا کہ اگر اس نے اس کو معین طور پر ایک ہی جانور کی خبر دی ہو اور باقی مسئلہ اسی طرح ہو تب بھی یہی حکم ہے سلہ

(۹) اور اگر دلالت کرنے والے نے کہا کہ ان دو جانوروں میں سے ایک کو پکڑ لے اور ماموران دونوں جانوروں کو دیکھ رہا ہے پس اس نے ان دونوں کو قتل کر دیا تو دلالت کرنے والے پر ایک کی جزا واجب ہوگی کیونکہ اس نے صرف ایک کو پکڑنے کا امر کیا تھا پس اس پر اسی کا ضمان واجب ہوگا دوسرے کا نہیں، اور بلا شبہ اس پر جزا اس بتاتے ہوئے ایک شکار کے قتل کی وجہ سے واجب ہوئی ہے اگرچہ وہ ان دونوں کو جانتا تھا کیونکہ شکار کو نہ جاننے کی شرط دلالت پر جزا واجب ہونے کے لئے ہے امر کرنے میں یہ شرط نہیں ہے اور اسی طرح اگر وہ ان دونوں میں ایک کو دیکھتا تھا تب بھی دلالت کرنے والے پر بدرجہ اولیٰ ایک ہی جزا واجب ہوگی اور اگر مامور ان دونوں کو نہیں دیکھ رہا تھا تو دلالت پائی جانے کی وجہ سے آمر پر دو جزائیں واجب ہوں گی کیونکہ وہ ان دونوں میں سے ایک کے پکڑنے کا حکم کرنے کی وجہ سے اس دوسرے پر بھی دلالت کرنے والا ہوا اس لئے کہ ماموران دونوں کو نہیں جانتا تھا سلہ

(۱۰) اگر کسی احرام والے نے شکار کی طرف اشارہ کر کے کسی شخص سے کہا کہ اس شکار کو گھونسلے میں سے پکڑ لے اور اشارہ کرنے والے کو ایک ہی شکار نظر آتا تھا پس وہ شخص گیا اور اس شکار کو پکڑ لیا اور اس کے ساتھ ایک اور شکار کو جو اسی گھونسلے میں تھا پکڑ لیا تو حکم کرنے والے پر صرف اسی جانور کی جزا واجب ہوگی جس کا اس نے حکم کیا ہے اور دوسرے شکار کی وجہ سے اس پر کچھ لازم نہیں ہوگا سلہ

(۱۱) اگر کسی احرام والے نے شکار کو کسی ایسی جگہ پر دیکھا کہ وہ اس پر قدرت نہیں رکھتا یعنی وہ جانور ایسی دشوار جگہ پر ہے جہاں اس کو پہنچنے کی طاقت نہیں ہے پس اس کو کسی دوسرے مُحرِم نے اس جانور کے پکڑنے کا طریقہ یا اس جانور تک پہنچنے کا راستہ بتایا یا مُحرِم نے شکار کو کسی غار میں داخل ہوتے ہوئے دیکھا اور وہ شخص غار کا دروازہ نہیں جانتا پھر کسی دوسرے مُحرِم نے اس کو غار کا دروازہ بتایا اور وہ شخص اس کی طرف گیا پس اس جانور کو قتل کر دیا تو بتلانے والے محرم پر بھی جزا واجب ہوگی سلہ، اور اسی طرح کسی محرم نے شکار کو ایسی جگہ دیکھا کہ وہ تیر مارنے کے سوا اور کسی طرح اس شکار پر قابو نہیں پا سکتا اور کسی دوسرے احرام والے نے اس کو تیر کمان بتائی یا اس کو دی اور اس نے تیر پھینک کر اس جانور کو قتل کیا تو ان دونوں میں سے ہر ایک شخص پر جزا واجب ہوگی سلہ

(۱۲) اگر کسی شخص نے شکار کو ذبح کرنے کے لئے کسی احرام والے سے چھری یا کمان یا ہتھیار یا تیر یا کوئی اور آلہ مانگا اس نے اس آلہ کے ساتھ شکار ذبح کیا اگر مانگنے والے شخص کے پاس اُس چھری وغیرہ آلے کے سوا اور کوئی آلہ نہ ہو اور وہ اس کے بغیر اس کے ذبح کرنے پر قادر نہ ہو تو چھری وغیرہ دینے والے محرم شخص پر جزا واجب ہوگی اور اگر اس کے علاوہ کوئی اور آلہ حاصل کر سکتا ہے تو چھری وغیرہ دینے والے محرم پر

سلہ لباب شرحہ و فتح و غنیہ ملتقطاً سلہ فتح و بحر و لباب شرحہ و ش و غنیہ ارشاد ملتقطاً سلہ ع و منحہ و ارشاد سلہ لباب شرحہ و بحر و ع و غنیہ ملتقطاً سلہ بحر و ع۔

کچھ واجب نہیں ہوگا لیکن یہ فعل اس کیلئے مکروہ ہے[1] اور اس مسئلہ کی نظیر یہ ہے کہ اگر کسی احرام والے شخص نے شکار دیکھا اور اس کے پاس کمان یا کوئی ہتھیار ہے جس سے وہ اس کو مار سکتا ہے لیکن اس کو یہ معلوم نہیں کہ وہ کمان وغیرہ کس جگہ رکھی ہے پھر اس کو کسی احرام والے شخص نے اس کی چھری یا کمان بتا دی پس اس نے اس کو لیا اور اس کے ساتھ شکار کو قتل کر دیا اگر وہ اس بتائی ہوئی چھری یا کمان کے علاوہ کوئی اور ایسی چیز حاصل کر سکتا تھا جس سے شکار کو قتل کرے تو بتانے والے شخص پر جزا واجب نہیں ہوگی اور اگر وہ اس کے سوا اور کوئی ایسی چیز حاصل نہیں کر سکتا تھا تو بتانے والے شخص پر جزا واجب ہوگی[2]

(۱۳) اور اگر کسی حلال نے حدودِ حل میں کسی احرام والے شخص کو شکار کا امر کیا یا اس کو بتایا تو اس حلال شخص پر استغفار کرنا لازم ہے یعنی توبہ کی معتبر شرائط ندامت اور آئندہ ایسا نہ کرنے پر عزم وغیرہ کے ساتھ توبہ کرنا لازم ہے اور اس پر کوئی جزا واجب نہیں ہوگی لیکن اگر کسی احرام والے نے شکار کو قتل کرنے پر کسی احرام والے یا حلال شخص کی مدد کی تو اس معاون محرم پر ضمان واجب ہوگا[3]

شکار کو زخمی کرنا یا اس کا کوئی عضو ضائع کرنا۔

(۱) اگر کسی مُحرم نے شکار کو زخمی کر دیا اور وہ شکار اس زخم سے مرا نہیں تو زخمی ہونے سے پہلے کی قیمت میں زخمی ہونے کے بعد جو کمی آئے گی اس پر اس قدر قیمت کا ضمان واجب ہوگا (مثلاً اگر صحیح سالم جانور کی قیمت دو روپے تھی اور زخمی ہونے کے بعد ڈیڑھ روپیہ رہ گئی تو آٹھ آنے نقصان کے دینے ہوں گے[4]) اور اگر وہ شکار اس زخم کی وجہ سے مر گیا تو اس پر اس کی پوری قیمت واجب ہوگی اگرچہ اس کے بعد میں مرا ہو[5]

(۲) اگر شکار کو زخمی کر دیا پھر وہ زخمی شکار غائب ہو گیا یا شکار کرنے والا اس کو زخمی کر کے چلا گیا اس کے بعد اس نے اس شکار کو مرا ہوا پایا تو دیکھنا چاہیے کہ اگر وہ اس زخم کی وجہ سے مرا ہے تو اس پر پوری قیمت واجب ہوگی اور اگر یہ معلوم ہوا کہ اس زخم کی وجہ سے نہیں مرا بلکہ کسی دوسرے سبب سے مرا ہے تو اس پر اسی قدر قیمت واجب ہوگی جتنی کہ زخمی ہونے کی وجہ سے کمی واقع ہوگی اور اگر اس کے مرنے جینے کا کچھ پتہ نہیں چلا یعنی یہ معلوم نہ ہو سکا کہ زخم کی وجہ سے مرا ہے یا کسی اور وجہ سے تو احتیاطاً پوری قیمت ادا کرے[6]

(۳) اور اگر وہ اس زخم سے مرا نہیں بلکہ اس کا زخم بھر کر اچھا ہو گیا اور اس زخم کا کچھ اثر باقی نہیں رہا تو بدائع میں ہے کہ اس سے جزا ساقط نہیں ہوگی (یعنی زخم کی وجہ سے جسقدر نقصان واقع ہوگا وہ دینا ہوگا) کیونکہ جزا شکار کا کوئی جزو تلف ہونے کی وجہ سے واجب ہوتی ہے اور زخم کے بھر جانے سے یہ ظاہر نہیں ہوا کہ اس کا کوئی حصہ ضائع نہیں ہوا بخلاف آدمی کے کہ جب کسی نے اس کو زخمی کر دیا پھر اس کا زخم بھر گیا اور اس زخم کا کوئی نشان باقی نہیں رہا تو اس شخص پر کوئی ضمان نہیں ہوگا کیونکہ وہاں ضمان عیب دار کر دینے کی وجہ سے واجب ہوتا ہے اور وہ عیب دُور ہو چکا ہے[7] اور محیط میں اس کے خلاف ہے اس میں کہا ہے کہ اگر وہ جانور زخم سے اچھا ہو گیا اور زخم کا کوئی نشان باقی نہیں رہا تو اس شخص پر کچھ ضمان نہیں ہے اس لئے کہ ضمان کا سبب زائل ہو چکا ہے پس ضمان بھی زائل ہو جائے گا جیسا کہ مملوک شکار میں ہے اھ[8] اور پہلا قول ظاہر (قوی) ہے پس بحر الرائق میں پہلے قول کو قوی کہا ہے اور لباب المناسک میں دوسرے قول کو اختیار کیا ہے اور نہر الفائق میں اسی کو قوی کہا ہے[9] اور فتاویٰ ہندیہ (عالمگیری) میں اسی کو اختیار کیا ہے (مؤلف) اور اگر اس پر زخم کے نشانات باقی رہ گئے تو وہ اس کی قیمت میں

[1] لباب و شرحہ و بحر و منحہ و درع [2] بدائع و منحہ و شرح اللباب [3] لباب و شرحہ و غنیہ [4] معلم [5] لباب و شرحہ [6] لباب و شرحہ وغیرہ [7] بدائع [8] بحر و لباب ملتقطاً [9] بحر و ش۔

نقصان (کمی) کا ضامن ہوگا [1]

(۴) اور اگر وہ یہ نہیں جانتا کہ وہ مر گیا ہے یا زندہ ہے، یا وہ یہ نہیں جانتا کہ وہ جانور تندرست ہوگیا ہے یا تندرست نہیں ہوا تو استحسان یہ ہے کہ احتیاطاً اس پر پوری قیمت واجب ہوگی لیکن قیاس کے مطابق وہ صرف نقصان کا ضامن ہوگا [2]

(۵) اگر شکار کو زخمی کر دیا اور شکار کے مرنے سے پہلے اس کا کفارہ موت یعنی پوری قیمت ادا کردی اس کے بعد وہ جانور مر گیا تو یہ ادا کیا ہوا کفارہ اس کی طرف سے کافی ہے اس لئے کہ اگرچہ اس نے وہ کفارہ واجب ہونے سے پہلے ادا کیا ہے لیکن کفارہ واجب ہونے کا سبب پایا جانے کے بعد ادا کیا ہے اور ایسا کرنا جائز ہے [3]

(۶) زخمی کرنا ایک مستقل جنایت ہے پس اگر کسی محرم نے کسی شکار کو زخمی کر دیا اور اس کا کفارہ دیدیا یعنی اس کے زخم کی جزا ادا کردی اس کے بعد اس جانور کو قتل کر دیا تو دوسرا کفارہ ادا کرے یعنی اس پر دوسری جزا قتل کی واجب ہوگی اس لئے کہ یہ دو جنایتیں ہیں اور اگر اس نے زخم کی جزا ادا نہیں کی تھی یہاں تک کہ اس کو قتل کر دیا تو بحر الرائق میں ہے کہ اس پر قتل کرنے کی جزا کے ساتھ پہلے زخمی کرنے کے نقصان کی جزا بھی لازم ہوگی [4]، اور فتح القدیر میں ہے کہ اگر کسی محرم نے شکار کو زخمی کر دیا اور ابھی اس کا کفارہ ادا نہیں کیا یہاں تک کہ اس کو قتل کر دیا تو اس پر ایک ہی کفارہ یعنی کفارۂ قتلِ صید لازم ہوگا اور زخم کی وجہ سے جو نقصان دینا لازم ہوا تھا وہ ساقط ہو جائے گا [5]، اور اسی طرح بدائع میں کہا ہے کہ اس صورت میں اس پر زخمی کرنے کی وجہ سے کچھ واجب نہیں ہوگا اس لئے کہ جب اس کو زخم کا کفارہ ادا کرنے سے پہلے قتل کر دیا تو گویا اس نے ایک ہی دفعہ میں اس کو قتل کیا ہے، اور حاکم نے اپنی مختصر میں ذکر کیا ہے کہ پہلے زخم نے اس کی جسقدر قیمت کم کردی تھی اس کو چھوڑ کر باقی قیمت قتل کی جزا میں واجب ہوگی یعنی اب اس پر صرف زخمی شکار کے قتل کی جزا واجب ہوگی (صحیح سالم کے قتل کی نہیں) کیونکہ زخمی کرنے کے نقصان کا ضمان اس پر ایک دفعہ واجب ہو چکا ہے پس وہ دوبارہ واجب نہیں ہوگا اھ [6] اس کا ماحصل دونوں جنایتوں کا ایک دوسرے میں داخل ہونا ہے اور انجام کار یہ ایک ہی جنایت ہے جیسا کہ ابن الہمام نے بدائع کا اتباع کرتے ہوئے تحقیق کی ہے، پس یہی قابلِ اعتماد ہے غور کر لیجئے [7]، اور لباب المناسک کے متن میں بھی اسی کو اختیار کیا ہے لیکن حاکم نے جو کچھ ذکر کیا ہے اس سے بحر وغیرہ اور بدائع و فتح القدیر وغیرہ کے قول میں توفیق ہو سکتی ہے وہ اس طرح پر کہ جس نے قتل کی جزا کے ساتھ زخم کے نقصان کو بھی واجب کیا ہے اس نے قتل کی جزا میں مجروح شکار کی قیمت واجب کی ہے صحیح و سالم کی نہیں اور جس نے زخم کے نقصان کو واجب نہیں کیا اس نے قتل کی جزا صحیح و سالم حالت کی قیمت واجب کی ہے اور ان دونوں صورتوں کا انجام ایک ہی ہے پس غور کر لیجئے [8]

(۷) اگر شکار کے جانور کو زخمی کیا یا اس کے پر یا بال اکھاڑ دیئے یا اس کا کوئی عضو کاٹ دیا اور وہ جانور مرا نہیں تو جتنا نقصان ہوا وہ دینا ہوگا یعنی صحیح و سالم کی قیمت اور زخمی ہونے کے بعد کی قیمت کا جو فرق ہوگا وہ دینا ہوگا، یہ حکم اس وقت ہے جبکہ اس جانور کی خیر خواہی کے قصد سے نہ کیا ہو لیکن اگر اس کو شکار کرنا مقصود نہیں تھا بلکہ اس جانور کی خیر خواہی مقصود تھی مثلاً

[1] لباب و شرحہ و ع [2] لباب و شرحہ و بحر و ش و فتح ملتقطاً [3] بدائع و بحر و منحہ ملتقطاً [4] لباب و شرحہ و بحر ملتقطاً [5] فتح و شرح اللباب [6] بدائع و شرح اللباب و منحہ
[7] شرح اللباب و منحہ [8] منحہ

کبوتر وغیرہ کو بلی سے چھڑاتے ہوئے یا جال سے نکالتے ہوئے زخم ہو گیا یا پر ٹوٹ گیا تو اس پر کچھ واجب نہ ہوگا اگرچہ اس طرح وہ جانور مر جائے اور بقدرِ نقصان قیمت ادا کرنے کا حکم اس وقت ہے جبکہ زخمی کرنے یا بال اکھاڑنے یا کوئی عضو کاٹنے سے وہ جانور اس قدر عاجز نہ ہو جائے کہ اپنے آپ کو دشمن سے بچا سکے ورنہ اس کی پوری قیمت واجب ہوگی (اگرچہ مرا نہ ہو) پس اگر ایسا زخمی کیا کہ اب اس پر شکار کی تعریف یعنی اپنے آپ کو دشمن سے بچانا اور لوگوں سے بھاگنا صادق نہ آتی ہو تو اس کی پوری قیمت واجب ہوگی اور اگر اس قدر زخمی کیا کہ ابھی اس پر شکار کی تعریف صادق آتی ہے تو صرف بقدرِ نقصان قیمت واجب ہوگی، پس اگر مُحرم نے کسی پرند کے پر اکھاڑ دیئے یا اس کا بازو توڑ دیا یا کسی چوپایہ کی ٹانگیں کاٹ دیں اور ایسا کر دیا کہ اب وہ اُڑ کر یا بھاگ کر اپنی جان نہیں بچا سکتا تو اس پر اس کی پوری قیمت واجب ہوگی (اگرچہ مرا نہ ہو) اس لئے کہ اس نے اس کے آلاتِ حفاظت کو تلف کر کے اس کے امن کو ضائع کر دیا پس اس کی پوری جزا واجب ہوگی [1] اور اگر اس جانور کی جزا کی پوری قیمت ادا کرنے کے بعد اس کو قتل کر دیا تو اس پر دوسری جزا واجب ہوگی اور اگر پہلی جزا دینے سے پہلے قتل کر دیا تو اس پر دوسری جزا واجب نہ ہوگی [2] اور پر اور ٹانگوں سے مراد یہاں جنس ہے جو ان دونوں کے قلیل حصہ پر بھی صادق آتی ہے کیونکہ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ پوری قیمت لازم آنے کے لئے یہ شرط نہیں ہے کہ تمام پر اکھاڑے جائیں اور سب ٹانگیں کاٹی جائیں بلکہ اس قدر نقصان مراد ہے کہ جس سے وہ اُڑ کر یا بھاگ کر اپنی جان نہ بچا سکے پس سمجھ لیجئے [3]۔ اور منسک الکبیر میں ہے کہ کوئی حلال شخص حدودِ حرم میں اور مُحرم شخص مطلق طور پر یعنی حدود حرم میں یا اس سے باہر اگر کوئی ایسا فعل کرے جس سے شکار میں شکار ہونے کی صفت باقی نہ رہے مثلاً اس کا ہاتھ یا پاؤں کاٹ دے یا اس کا بازو توڑ دے تو خواہ وہ جانور مرا نہ ہو اس کی پوری قیمت واجب ہوگی کیونکہ یہ ہلاک کرنے کے معنی میں ہے اور اگر ایسا نہیں کیا تو صرف جس قدر نقصان ہوگا اُتنی قیمت واجب ہوگی اھ [4]

(۸) اور اگر ہرن کے دانت نکال دیئے یا پرندہ شکار کے پر اکھاڑ دیئے پھر وہ دانت یا پر دوبارہ اُگ آئے اور وہ جانور پہلے ہی جیسا ہو گیا یا شکار کی آنکھ پر مارا جس سے اس کی آنکھ سفید ہو گئی پھر اس کی آنکھ کی سفیدی دور ہو گئی تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اس پر کچھ واجب نہیں ہوگا اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک اس جانور کو جو درد وغیرہ کی تکلیف پہنچی ہے اس کی وجہ سے صدقہ واجب ہوگا اور اگر وہ دانت یا پر دوبارہ نہیں اُگے (یا آنکھ کی سفیدی دور نہیں ہوئی مؤلف) تو نقصان کی مقدار قیمت واجب ہوگی [5]

(۹) کسی حلال شخص نے شکار کو حل میں زخمی کیا پھر وہ زخمی شکار حرم میں داخل ہو گیا پھر حرم میں (محرم یا حلال شخص نے) اُس زخمی جانور کو دوبارہ زخمی کر دیا اور وہ ان دونوں زخموں کی وجہ سے مر گیا تو اس دوسرے شخص پر زخمی حالت کی قیمت واجب ہوگی [6] کیونکہ اول زخم حلال یعنی غیر مُحرم نے حدودِ حرم سے باہر کیا تھا اس لئے اس کی وجہ سے کچھ واجب نہیں ہوگا [7]

(۱۰) کسی نے عمرہ کے احرام کی حالت میں شکار کو ایسا زخم لگایا جو کہ ہلاکت یعنی بھاگنے یا اُڑنے سے عاجز کر دینے کے درجہ کا نہیں ہے پھر اس نے عمرہ کے احرام کے ساتھ حج کا احرام بھی ملا لیا اس کے بعد پھر اس جانور کو دوبارہ زخمی کیا اور وہ جانور ان دونوں

[1] بدائع وہدایہ و فتح و بحر و درو ش و غنیہ ملتقطاً [2] غنیہ عن الجواہر و مثلہ فی الہدایہ [3] ش و غنیہ [4] غنیہ [5] فتح و بحر و بدائع و غنیہ ملتقطاً [6] بحر و غنیہ [7] علم

زخموں کی وجہ سے مر گیا تو اس پر احرامِ عمرہ کی وجہ سے صحیح جانور کی پوری قیمت واجب ہوگی اور حج کے احرام کی وجہ سے وہ قیمت واجب ہوگی جو پہلے زخم کی حالت میں تھی اور اگر عمرہ کے احرام کی حالت میں زخمی کرنے کے بعد وہ عمرہ کے احرام سے باہر ہوگیا اس کے بعد حج کا احرام باندھا اور پھر دوبارہ اس جانور کو زخمی کیا تو اس پر عمرہ کی وجہ سے اس کی وہ قیمت واجب ہوگی جو دوسرے زخم کی حالت میں تھی اور حج کی وجہ سے وہ قیمت لازم ہوگی جو پہلے زخم کی حالت میں تھی اور اگر عمرہ کے احرام سے باہر ہونے کے بعد قران کا احرام باندھا پھر شکار کو دوبارہ زخمی کیا اور وہ جانور مر گیا تو وہ عمرہ کی وجہ سے اس قیمت کا ضامن ہوگا جو دوسرے زخم کی حالت میں تھی اور قران کی وجہ سے اس قیمت کا دوچند واجب ہوگی جو پہلے زخم کی حالت میں تھی [1]، اور اگر پہلا زخم ہلاکت کے درجہ کا تھا مثلاً اس کا ہاتھ کاٹ دیا اور دوسرا زخم ہلاکت کے درجہ کا نہیں تھا اور باقی مسئلہ اسی طرح تھا جیسا کہ پہلے بیان ہوچکا ہے تو اس پر عمرہ کی وجہ سے تندرست جانور کی قیمت واجب ہوگی اور قران کی وجہ سے اس قیمت کا دوچند واجب ہوگا جو پہلے زخم کی حالت میں تھی اور اگر دوسری دفعہ میں اس کا دوسرا ہاتھ کاٹ دیا تو اس کا اور ہلاکت کے درجہ کا نہ ہونے کا ایک ہی حکم ہے (یعنی قران کے لئے اس صورت میں بھی وہی واجب ہوگا جو دوسرا زخم ہلاکت کے درجے کا نہ ہونے کی صورت میں واجب ہوا مذکور ہے) اس لئے کہ اس کا دوبارہ استہلاک ناممکن ہے [2]

(۱۱) اگر کسی حاملہ ہرنی کو قتل کر دیا تو اس پر حاملہ کی قیمت واجب ہوگی [3] اور اگر حاملہ ہرنی کے پیٹ پر مارا جس سے بچہ مُردہ ہو کر باہر نکل آیا اور ہرنی زندہ رہی تو زندہ بچہ کی قیمت کا ضامن ہوگا اور اس کی ماں کی بچہ نکلنے سے پہلے کی قیمت میں جو کمی ہوگی اس کا ضامن ہوگا اور اگر ماں بھی مر گئی تو اس کی قیمت کا بھی ضامن ہوگا یعنی ماں اور بچہ دونوں کی قیمت کا ضامن ہوگا [4]

شکار کو پکڑنا اور چھوڑنا

(۱) جاننا چاہئے کہ شکار کے جانور کا امن ضائع کرنے سے جزا واجب ہوتی ہے اور شکار کو تین طرح سے امن حاصل ہوتا اور اس کا شکار کرنا منع ہوجاتا ہے، اولؔ شکاری کا احرام کی حالت میں ہونا، دومؔ شکار کا حدودِ حرم میں داخل ہونا، سومؔ شکاری کا حدودِ حرم میں داخل ہونا، تیسری صورت میں امام زفرؒ کا اختلاف ہے اور ہمارے نزدیک جو شخص حدودِ حرم کے اندر ہو اس کو اس جانور کا شکار کرنا مطلقاً منع ہے خواہ وہ شکار کرنے والا احرام کی حالت میں ہو یا نہ ہو جیسا کہ احرام کی حالت میں مطلق طور پر شکار کرنا منع ہے خواہ شکار حدودِ حرم میں ہو یا حدودِ حرم سے باہر ہو [5] پس اگر کوئی شخص احرام کی حالت میں شکار کو حل یا حرم میں پکڑے گا یا کوئی حلال شخص حدودِ حرم میں پکڑے گا تو وہ اس کا مالک نہیں ہوگا اور اس پر اس شکار کا چھوڑنا مطلق طور پر واجب ہوگا خواہ وہ شکار اس کے ہاتھ میں ہو یا اس کے ساتھ پنجرے میں یا اس کے گھر میں ہو، اگر اس نے اس جانور کو نہ چھوڑا یہاں تک کہ وہ جانور مر گیا اور وہ شخص محرم ہے تو اس پر جزا واجب ہوگی [6]

(۲) اگر کسی مُحرِم نے شکار پکڑا اور کسی دوسرے محرم نے اس کو چھڑا دیا تو چھڑانے والے پر بالاتفاق کچھ واجب نہ ہوگا اس لئے کہ پکڑنے والا اس کا مالک نہیں ہوا پس چھڑانے والا چھڑانے کی وجہ سے اس کی ملک کو ضائع کرنے والا نہیں ہوا، اور

[1] فتح و بحر و ع و غنیہ [2] فتح و ع [3] غنیہ و بدائع [4] فتح و بحر و بدائع و لباب و شرحہ و غنیہ ملتقطاً [5] بحر و فتح و شرح اللباب و ش و ارشاد ملتقطاً و تصرفاً [6] لباب و شرحہ و بدائع و ش و ع و غنیہ و غیرہا ملتقطاً

اسی طرح اس کے چھڑا دینے کے بعد پکڑنے والے پر بھی کچھ واجب نہیں ہوگا جیسا کہ ظاہر ہے (کیونکہ اس کا چھوڑنا اس پر واجب تھا جو اس طرح ادا ہوگیا مؤلف) اور اگر خود اُس نے اس جانور کو چھوڑ دیا یا کسی دوسرے شخص نے اس کے ہاتھ سے چھڑا دیا پھر پکڑنے والے شخص نے اپنے احرام سے باہر ہونے کے بعد اس شکار کو کسی دوسرے شخص کے ہاتھ میں پایا تو اس کو اس شخص سے لینے کا اختیار نہیں ہے جس کے ہاتھ میں اب ہے اس لئے کہ احرام کی حالت میں شکار کو پکڑنے سے وہ اس کا مالک نہیں بنتا کیونکہ شکار محرم کے حق میں تملیک کا محل نہیں رہتا اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے حُرِّمَ عَلَيْكُمْ صَيْدُ الْبَرِّ مَا دُمْتُمْ حُرُمًا ۰ (یعنی جبتک تم احرام کی حالت میں ہو تم پر خشکی کا شکار کرنا حرام ہے) پس وہ ایسا ہوگیا جیسا کہ کوئی شخص شراب خریدے بخلاف حلال کے کہ اگر وہ حل میں شکار کے جانور کو پکڑلے پھر احرام باندھے تو وہ مالک ہوجاتا ہے جیسا کہ اس کی تفصیل آگے آئے گی [1]۔ پس محرم کسی اختیاری سبب مثلاً خریدنے اور ہبہ و صدقہ و وصیت کے ذریعہ شکار کا مالک نہیں ہوسکتا کیونکہ وہ اس پر حرام ہے پس وہ اس کے لئے شراب و خنزیر کی مانند ہوگیا [2]

(۳) اگر ایک محرم نے شکار پکڑا اور کسی دوسرے بالغ و عاقل مسلمان محرم نے اس شکار کو قتل کردیا تو ان دونوں میں سے ہر ایک پر پوری جزا واجب ہوگی کیونکہ دونوں سے جنایت کا ہونا پایا گیا ہے، پکڑنے والے سے پکڑنے کی اور قاتل سے قتل کی جنایت سرزد ہوئی ہے اس لئے کہ شکار کو پکڑنے والا امامون شکار سے تعرض کرنے والا (درپے ہونے والا) ہے اور قتل کرنے والا اس تعرض کو مؤکد کرنے والا ہے (کہ اب وہ اس کے چھوڑنے پر قادر نہیں رہا) اور ضمان کے معاملہ میں مؤکد کرنا ایسا ہی ہے جیسا کہ ابتداءً تعرض کرنا، اور ہمارے تینوں اماموں کے نزدیک پکڑنے والا قتل کرنے والے سے اپنی جزا وصول کرسکتا ہے اس لئے کہ قاتل نے پکڑنے والے پر اس کو لازم کردیا جو کہ معرضِ سقوط میں تھا یعنی پکڑنے والا اس جانور کو قتل سے پہلے چھوڑ کر جزا سے بچ سکتا تھا لیکن اس دوسرے محرم نے شکار کو قتل کرکے جزا کو اس پر لازم کردیا اور قاتل سے جزا وصول کرسکنے کا یہ حکم اس وقت ہے جبکہ پکڑنے والے نے جزا قیمت (مال) سے ادا کی ہو اور اگر جزا روزہ سے ادا کی ہے تو وہ قاتل سے وصول نہیں کرسکتا، صاحب فتح القدیر شیخ کمال ابن الہمام رحمہ اللہ نے اسی کو اختیار کیا ہے کیونکہ اس نے تاوان میں کچھ نہیں دیا ہے اور امام زیلعیؒ نے اسی پر اعتماد کیا ہے، محیط میں منتقی سے اسی کی تصریح کی ہے اور نہایہ کی عبارت سے ظاہر ہوتا ہے کہ پکڑنے والا مطلق طور پر قاتل سے جزا وصول کرسکتا ہے [3]

(۴) اوپر کے مسئلہ میں محرم کے پکڑے ہوئے شکار کو قتل کرنے میں کسی دوسرے محرم شخص کے بالغ عاقل مسلمان ہونے کی قید لگائی گئی ہے پس اگر قاتل بالغ، عاقل، مسلم اور حلال ہو یعنی احرام میں نہ ہو اور شکار حدودِ حرم میں ہو تب بھی قاتل پر جزا واجب ہوگی اور اگر شکار حل میں ہو تو قاتل حلال (غیر محرم) پر کچھ جزا واجب نہیں ہوگی (اگرچہ وہ عاقل و بالغ و مسلمان ہو) لیکن پکڑنے والا اس قیمت کو جو اس کی جزا میں اس پر واجب ہوئی ہے قاتل سے وصول کرے گا، پس پکڑنے والے کو قاتل سے جزا وصول کرنے کا حق ہونے میں قاتل کا محرم و حلال ہونا برابر ہے دونوں میں کوئی فرق نہیں ہے، اور اگر قتل کرنے والا محرم نابالغ یا مجنون یا کافر ہے تو اللہ تعالیٰ کے حق کے لئے قاتل پر جزا واجب نہیں ہوگی بلکہ صرف پکڑنے والے پر جزا واجب ہوگی اور پکڑنے والا قاتل سے اس کی

[1] لباب و شرحہ و ہدایہ و فتح و بدائع و بحر و در و ش و غنیہ ملتقطاً [2] بحر و در [3] ہدایہ و فتح و بحر و ش و لباب و شرحہ ملتقطاً۔

قیمت وصول کرے گا اس لئے یہ حقوق العباد میں سے ہے اور حقوق العباد ان پر بھی واجب ہوتے ہیں حقوق اللہ ان پر واجب نہیں ہوتے اس لئے قاتل نابالغ وغیرہ پر غیر مکلف ہونے کی وجہ سے ابتدا میں جزا واجب نہیں ہوگی [۱] پس پکڑنے والے کو قاتل سے قیمت وصول کرنے میں اس کے نابالغ یا نصرانی یا مجوسی وغیرہ (غیر مسلم) ہونے میں کوئی فرق نہیں ہے [۲]، اور مجنون نابالغ کے حکم میں ہے اور محرم قاتل سے کافر کو مستثنیٰ کرنا ظاہری اعتبار سے ہے ورنہ کافر نیت کا اہل نہیں ہوتا جو کہ احرام کے لئے شرط ہے اس لئے کافر حقیقت میں محرم نہیں ہو سکتا [۳]

(۵) اگر محرم کے پکڑے ہوئے شکار کو کسی دوسرے محرم شخص کے جانور نے مار ڈالا تو صرف پکڑنے والے پر جزا واجب ہوگی اور پکڑنے والا اس جانور کے مالک یا سوار یا پیچھے سے ہانکنے والے یا آگے سے کھینچنے والے سے اس کی جزا کی رقم وصول نہیں کر سکتا، یہ حکم سوار وغیرہ سے جزا کی رقم وصول کرنے کا بیان ہوا لیکن اگر کسی سوار یا آگے پیچھے سے ہانکنے والے شخص کے جانور نے کسی شکار کو ہلاک کر دیا تو اس پر جزا ضرور واجب ہوگی، معراج الدرایہ میں ہے کہ اسی طرح اگر کوئی شخص سوار تھا یا سواری کو پیچھے یا آگے سے چلا رہا تھا اور سواری کے جانور نے اپنے ہاتھ یا پاؤں یا منہ سے شکار کو مار ڈالا تو اس پر جزا واجب ہوگی پس سمجھ لیجئے [۵]

(۶) اگر کسی نے حلال ہونے کی حالت میں حل کے اندر شکار پکڑا اور پھر احرام باندھا یا وہ (حلال ہونے کی حالت میں) اس شکار کے ساتھ حدودِ حرم میں داخل ہوا تو وہ شکار پکڑنے والے کی ملکیت میں رہے گا اور احرام کی وجہ سے اس کی ملک سے نہیں نکلے گا پھر اگر وہ حقیقتاً اس کے ہاتھ میں ہے تو بالاتفاق اس کو اس کا چھوڑ دینا واجب ہے لیکن وہ اس جانور کو اس کی مرضی پر آزاد نہ چھوڑے کیونکہ چوپایہ کو اس کی مرضی پر آزاد چھوڑ دینا حرام ہے اس لئے کہ مِلک کو ضائع کر دینا ہے بلکہ اگر وہ اس کو ملکیت میں باقی رکھنا چاہتا ہے تو وہ اس جانور کو اس طرح سے چھوڑے کہ اس کی ملکیت ضائع نہ ہونے پائے یعنی اس کو اپنے گھر بھیج دے یا کسی حلال شخص کے پاس امانت رکھ دے یا پنجرے میں رکھ لے جو اس کے ساتھ ہے، اور اگر یہ صورتیں میسر نہ ہو سکیں تو ضرورت کی وجہ سے اس جانور کو اس کی مرضی پر آزاد چھوڑ دے کیونکہ اس کو اس کے چھوڑ دینے کا حکم دیا گیا ہے، اور یہ حکم اس وقت ہے جبکہ حلال شخص نے حدودِ حل میں شکار پکڑا ہو اس کے بعد احرام باندھا ہو لیکن اگر وہ شخص اس شکار کو لیکر حدودِ حرم میں داخل ہو گیا اور وہ شخص حلال یعنی بغیر احرام کے ہے تو اب اس پر اس کا چھوڑ دینا ہی واجب ہے اس لئے کہ جب وہ شکار حدودِ حرم میں داخل ہو گیا تو اب حرم کی حرمت کی وجہ سے اس شکار کے درپے نہ ہونا واجب ہے کیونکہ اب وہ حرم کا شکار ہو گیا ہے اس لئے وہ امن کا حقدار ہو گیا ہے، یہاں اس سے وہ شکار مراد ہے جو حدودِ حرم میں داخل ہوتے وقت حقیقتاً اس کے ہاتھ میں ہو [۶] اور اس کے لئے اس کو حل میں امانت کے طور پر بھیج دینا جائز نہیں ہے جیسا کہ بعض فقہا نے ایسا کہا ہے اس لئے کہ جس کے ہاتھ وہ اسے بھیجے گا جب وہ اس شکار کو اپنے ہاتھ میں لے گا اس وقت وہ حدودِ حرم میں ہوگا اس لئے اس پر بھی اس شکار کو چھوڑنا واجب ہوگا اور غاصب کی طرح اس کے مالک کو اس کی قیمت کا ضمان دے گا [۷]، شکار کو مطلق بیان کیا گیا ہے پس درندہ و شکاری پرندہ اور

---

[۱] بحر و تبع و لباب و شرحہ و غنیہ تصرفاً [۲] فتح [۳] ش [۴] بحر و لباب و شرحہ و ش و غنیہ ملتقطاً [۵] ش [۶] ہدایہ و بحر و در و ش و لباب و شرحہ و غنیہ ملتقطاً [۷] ش بتصرف و غنیہ

غیر درندہ وغیر شکاری پرندہ دونوں کا ایک ہی حکم ہے ، اگر کوئی حلال شخص حدودِ حرم میں داخل ہوا اور اس کے ساتھ باز وغیرہ کوئی شکاری جانور تھا اس نے اس کو حدودِ حرم میں چھوڑ دیا اور اس باز وغیرہ نے حرم کا کبوتر مار دیا تو چھوڑنے والے پر کچھ جزا واجب نہ ہوگی کیونکہ اس نے وہ کام کیا ہے جو اس پر واجب تھا اور وہ واجب کام اس جانور کو چھوڑ دینا ہے جبکہ اس کا چھوڑنا شکار کے قصد کی نیت سے نہ ہو [1] (بلکہ حرم کے احترام کے لئے چھوڑا ہو) پس وہ اس کے قتل کا سبب بننے میں تعدی (زیادتی) کرنے والا نہ ہوا بلکہ وہ اس کے چھوڑنے پر مامور تھا اس لئے وہ اس کا ضمان نہیں دیگا [2]، لیکن اگر اس نے کبوتر وغیرہ حرم کے شکار کو مارنے ہی کے لئے چھوڑا تھا تو اس پر اس کی جزا واجب ہوگی [3] اور اس کے چھوڑ دینے سے وہ جانور اس کی ملکیت سے نہیں نکلے گا یہاں تک کہ اگر وہ حل میں جائے تو اس کو اختیار ہے کہ وہ اس جانور کو پکڑ لے اور اگر کسی دوسرے شخص نے حل میں اس جانور کو پکڑ لیا ہے تو چھوڑنے والے کو (احرام سے باہر ہونے کے بعد) حل میں اگر اس شخص سے لے لینے کا اختیار ہے کیونکہ اس نے حلال ہونے کی حالت میں اس کو پکڑا ہے اور اس نے اس کو اپنے اختیار سے نہیں چھوڑا ہے بلکہ شرع نے اس کا چھوڑنا اس پر لازم کر دیا ہے پس وہ اس کے چھوڑنے پر شرعاً مجبور ہے اور یہ بات اس پر دلالت کرتی ہے کہ اگر اس جانور کو احرام سے باہر ہونے کی حالت میں چھوڑا ہے تو یہ اباحت ہوگی یعنی اب اس کو اس شخص سے لینے کا اختیار نہیں ہے جس نے اب اس کو پکڑ لیا ہے اگرچہ جانور کو چھوڑتے وقت مباح کر دینے کی وضاحت نہ کی ہو کیونکہ اب محرم نہ ہونے کی وجہ سے وہ اس کے چھوڑنے پر مجبور نہیں ہے لہذا اس کا اس جانور کو چھوڑ دینا ہی اباحت ہے جیسا کہ انار کے چھلکوں کو پھینک دینا ان کو مباح کر دیتا ہے، اور اسی طرح اگر کسی دوسرے شخص نے اس چھوڑے ہوئے جانور کو حرم میں پکڑ لیا تب بھی چھوڑنے والے کو (حل میں) اس سے لے لینا بطریق اولیٰ جائز ہے اس لئے کہ اگر وہ جانور غیر مملوک ہے تب بھی پکڑنے والا اس کا مالک نہیں ہوتا پس اگر وہ جانور مملوک ہے تو پکڑنے والا بدرجۂ اولیٰ اس کا مالک نہیں ہوگا پس سمجھ لیجئے، بخلاف اس کے اگر احرام کی حالت میں شکار کا جانور پکڑا ہے تو وہ محرِم اس شکار کا مالک نہیں ہوگا اس لئے چھوڑ دینے کے بعد اس کو دوسرے پکڑنے والے شخص سے لے لینے کا اختیار نہیں ہے [4] (جیسا کہ اس کا بیان اوپر ہو چکا ہے، مؤلف)

(۷) اور اگر کسی حلال شخص نے حدودِ حل میں شکار پکڑا پھر احرام باندھا تو بالاتفاق اس کو چھوڑ دینا اس پر واجب ہے (جیسا کہ بیان ہو چکا ہے) اور اگر اس نے اس کو نہ چھوڑا یہاں تک کہ وہ جانور اس کے ہاتھ میں مر گیا اور وہ شخص محرم یا حلال ہے تو اس پر جزا واجب ہوگی یعنی اس کی قیمت کا ضمان دیگا اگرچہ وہ اس کا مالک ہو گیا ہے اس لئے کہ وہ اس کو نہ چھوڑنے اور روک رکھنے کی وجہ سے احرام پر جنایت کا مرتکب ہوا ہے [5] اور اگر کسی دوسرے شخص نے اس کے ہاتھ سے چھڑا دیا تو چھڑانے والا اس کی قیمت کا ضمان دیگا پس اس کے حکمی ہاتھ یعنی پنجرہ یا گھر میں سے چھڑانے کی صورت میں چھڑانے والا شخص بالاتفاق اس کی قیمت کا ضمان (تاوان) دیگا اور اس کے حقیقی ہاتھ (جسمانی ہاتھ) سے چھڑانے کی صورت میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک اس کی قیمت کا تاوان دے گا اور صاحبین کے نزدیک وہ شخص کچھ تاوان نہیں دے گا اور صاحبین کا قول استحسان ہے اور ان کے قول کی وجہ یہ ہے کہ چھڑانے والا

---

[1] بحر و در و ش ملتقطاً [2] بحر [3] لباب و شرحہ من فصل صید الحرم [4] در و ش و بحر ملتقطاً و تصرفاً [5] بحر و فتح و بدائع و لباب و شرحہ و غنیہ ملتقطاً۔

نیکی کا حکم کرنے اور برائی سے روکنے والا ہے اور نیکی کرنے والوں پر کوئی مؤاخذہ نہیں ہے اور امام ابو حنیفہؒ کے قول کی توجیہ یہ ہے کہ احرام کی حالت کے بغیر شکار پکڑنے والا شخص بلکِ محترم کے ساتھ اس کا مالک ہوجاتا ہے پس پکڑنے کے بعد اس کے احرام باندھ لینے سے اس کا احترام باطل نہیں ہوجاتا اور چھڑانے والے نے اس کو ضائع کردیا ہے پس وہ اس کی قیمت کا ضامن ہوگا بخلاف اس صورت کے جبکہ اس نے احرام کی حالت میں شکار پکڑا ہو کہ اس صورت میں وہ اس کا مالک نہیں ہوتا (جیسا کہ اوپر بیان ہوچکا ہے) اور حلال ہونے کی حالت میں شکار کا جانور پکڑنے کے بعد احرام باندھ لینے کی وجہ سے اس پر واجب ہے کہ اس جانور کے درپے نہ ہونا ہے کہ وہ اس کی ملکیت سے خارج ہوجائے، اور اس کے درپے نہ ہونا اس طرح ممکن ہے کہ وہ اس جانور کو اپنے گھر میں چھوڑدے پس جب چھڑانے والے شخص نے پکڑنے والے شخص کے اس حق کو ضائع کردیا تو وہ زیادتی کرنے والا ہوا اس لئے اس کا ضمان دیگا [۱] اور اس اختلاف کی نظیر آلاتِ لہو طنبور وغیرہ کے توڑدینے میں امام ابو حنیفہؒ و صاحبین کا اختلاف ہے، صاحبین کے نزدیک اس شخص پر کوئی ضمان واجب نہیں ہوگا اور امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک اس پر ضمان واجب ہوگا [۲] اور اس کا مقتضیٰ یہ ہے کہ صاحبین کے قول پر فتویٰ دیا جائے کیونکہ آلاتِ لہو طنبور وغیرہ توڑدینے کے مسئلہ میں تاوان واجب نہ ہونے پر فتویٰ ہے جو کہ صاحبین کا قول ہے [۳]، اور درمختار میں جو یہ کہا ہے کہ صاحبین کا قول استحسان ہے اس میں بھی اسی کی طرف اشارہ ہے اس لئے کہ چند مسائل کے علاوہ استحسان پر ہی فتویٰ دیا جاتا ہے [۴] اور مذکورہ بالا مسئلہ کا مقتضیٰ یہ ہے کہ اگر حلال شخص شکار کا جانور پکڑنے کے بعد اس کو لیکر حرم میں داخل ہوا پھر کسی دوسرے شخص نے اس کے ہاتھ سے اس جانور کو چھڑا دیا تو چھڑانے والا اس کی قیمت کا ضامن نہیں ہوگا کیونکہ پکڑنے والے پر اس کا چھوڑدینا واجب تھا اگرچہ وہ اس کا مالک ہوگیا ہے اور اب اس کو اپنے گھر میں چھوڑنا اس کے لئے ممکن نہیں؟ اس صورت میں چھڑانے والا شخص زیادتی کرنے والا نہیں ہوگا غور کرلیجیے [۵]

(۸) اگر کسی نے احرام باندھا اور اس کے گھر میں یا پنجرے میں جو اس کے ساتھ ہے شکار کا جانور ہے تو اس پر اس جانور کا چھوڑنا واجب نہیں ہے کیونکہ صحابۂ کرام احرام باندھتے تھے اور ان کے گھر میں شکار کے جانور اور پلے ہوئے جانور اور پرندے ہوتے تھے اور ان کو آزاد کرنا اُن سے منقول نہیں ہے پس صحابۂ کرام سے لیکر آج تک یہی رواج جاری ہے کہ وہ اور تابعین اور ان کے بعد کے لوگ اس حال میں احرام باندھتے تھے کہ ان کے گھروں میں پنجروں و برجوں وغیرہ میں کبوتر ہوتے تھے اور ان کے پاس پالتو جانور ہرن وغیرہ اور پرندے ہوتے تھے جن کو وہ اس وقت آزاد نہیں کرتے تھے پس یہ بھی اس کے جواز کی ایک دلیل ہے، اس سے معلوم ہوا کہ شکار کے جانور کا محفوظ طور پر اپنی ملکیت میں باقی رکھنا جائز ہے جبکہ وہ حقیقی ہاتھ میں نہ ہو، اور یہ اس جانور کے درپے ہونا نہیں جس کی کہ ممانعت کی گئی ہے اس لئے کہ واجب شکار کے درپے نہ ہونا ہے اور اس کا گھر یا پنجرہ میں ہونا کسی طرح اس کے درپے ہونا نہیں ہے کیونکہ وہ گھر اور پنجرہ میں محفوظ ہے اس کے ہاتھ میں نہیں ہے البتہ اس کی ملکیت میں ہے [۶] اور پنجرہ میں ہونے کو مطلق طور پر بیان کیا گیا ہے؟ پس پنجرہ خواہ اس کے ہاتھ میں ہو یا اس کے خادم کے ساتھ ہو یا اس کے اونٹ کے پالان یا سفر کے سامان میں ہو اس لئے کہ وہ جانور

۱؎ ہدایہ و عنایہ و بحر و در و ش ملتقطاً ۲؎ ہدایہ و عنایہ ملتقطاً ۳؎ بحر و ش ۴؎ ۵؎ ش ۶؎ ہدایہ و فتح و بحر و ش تصرفاً و ملتقطاً۔

اس کے پنجرہ میں ہے اس کے ہاتھ میں نہیں ہے جیسا کہ قرآن مجید جو غلاف کے اندر ہو اس کو بلا وضو پکڑنا جائز ہے [۱]، اور ظاہر یہ ہے کہ شکار کے گلے میں بندھی ہوئی رسی اس کے ہاتھ میں ہو [۲] یعنی اب اس جانور کو چھوڑنا واجب نہیں ہے (مؤلف) شکار کا جانور گھر میں یا پنجرہ میں ہونے کی قید سے معلوم ہوا کہ اگر اس کے جسمانی ہاتھ میں ہے تو بالاتفاق اس کا چھوڑنا واجب ہے پس اگر اس نے نہ چھوڑا اور وہ جانور اس کے ہاتھ میں ہلاک ہو گیا تو اس پر اس کی جزا واجب ہوگی اگرچہ اس کا مالک ہو گیا ہو کیونکہ اس نے اس کو روک کر احرام پر جنایت کا ارتکاب کیا ہے [۳] (جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا ہے)۔

(۹) کسی حلال شخص نے حرم کا شکار پکڑا اور کسی دوسرے حلال شخص نے اس کے ہاتھ میں اس کو قتل کر دیا تو دونوں میں سے ہر ایک پر پوری جزا واجب ہوگی اور پکڑنے والا قتل کرنے والے سے اپنی جزا وصول کر سکتا ہے [۴]

(۱۰) اگر کسی محرم نے شکار کا جانور خرید کیا تو اس کو اس کا جنگل وغیرہ میں یعنی ایسی جگہ چھوڑ دینا واجب ہے جہاں وہ جانور اپنا بچاؤ کر سکے اور اگر اس کو شہر کے درمیان چھوڑ دیا تو وہ شخص ضمان سے بری نہیں ہوگا اس لئے کہ وہ جانور شہر میں اپنے آپ کو چھپا کر دشمن سے نہیں بچا سکتا پس اس کا یہ چھوڑنا معتبر نہیں ہوگا اور اگر کسی دوسرے شخص نے اس کو پکڑ لیا تو اس کو یا کسی دوسرے شخص کو اس کا کھانا مکروہ ہے کیونکہ اس کی ملکیت میں شبہ ہے [۵]

(۱۱) اگر کسی شخص نے حرم کا شکار پکڑا اور اس کو حل میں چھوڑ دیا پھر اس کو کسی دوسرے شخص نے قتل کر دیا تو پکڑنے والے پر جزا واجب ہوگی اور اگر حل میں چھوڑ دینے کے بعد اس کو کسی شخص نے قتل نہیں کیا تب بھی پکڑنے والا اس وقت تک ضمان سے بری نہیں ہوگا جب تک یہ معلوم نہ ہو جائے کہ وہ جانور امن کے ساتھ حدود حرم میں پہنچ گیا ہے [۶] اور اسی طرح اگر کسی محرم نے شکار پکڑا پھر اس کو قید رکھا یہاں تک کہ وہ مر گیا تب بھی اس پر اس کی جزا واجب ہوگی اگرچہ اس نے اس کو قتل نہ کیا ہو [۷]

شکار کو بھگا دینا

(۱) اگر کسی محرم نے شکار کو بھگا دیا اور وہ شکار پھسل کر یا ٹھوکر کھا کر گرا اور اس کی وجہ سے مر گیا یا گر گیا اور مرا نہیں لیکن اس کو کسی درندے نے پکڑ لیا یا وہ جانور گرا تو نہیں لیکن بھاگتے ہوئے کسی درخت یا پتھر سے ٹکرا کر مر گیا یا زخمی ہو گیا تو بھگانے والا شخص اس کا تاوان دے گا اور اگر وہ نہیں مرا تو وہ جانور اس بھگانے والے کی ذمہ داری میں رہے گا یہاں تک کہ وہ آرام و سکون کی پہلی حالت پر لوٹ آئے، پس اگر آرام و سکون حاصل ہونے کے بعد وہ جانور مر گیا تو بھگانے والے پر کچھ واجب نہیں ہوگا۔

(۲) اور اگر شکار محرم کے بھگائے بغیر خود ہی بھاگ گیا اور ٹھوکر لگنے یا ٹکرانے یا پھسلنے وغیرہ سے اس کی ٹانگ ٹوٹ گئی تو محرم پر کچھ واجب نہیں ہوگا۔

(۳) اگر کسی محرم نے شکار کو بھگایا اور اس شکار نے کسی دوسرے شکار کو قتل کر دیا (اور وہ شکار خود بھی مر گیا) تو وہ شخص دونوں جانوروں کی قیمت کا ضمان دیگا اور اسی طرح اگر کسی شخص نے اپنا کتا کسی شکار پر چھوڑا اور کسی دوسرے شخص نے اس کتے کو

---

[۱] ہدایہ بحر و در و ش ولباب و شرحہ و غنیہ ملتقطاً [۲] ش [۳] بحر و فتح وغیرہا [۴] لباب [۵] لباب و شرحہ و غنیہ [۶] ایضاً [۷] شرح اللباب۔

شکار پر اُکسایا اور اس کُتّے نے بھڑک کر شکار کو مار دیا تو ان دونوں میں سے ہر ایک پر اُس شکار کا ضمان واجب ہوگا، اور اسی طرح اگر کسی مجوسی نے کتا شکار پر چھوڑا اور اس کتّے کو کسی محرِم نے اکسایا پس اس کتّے نے بھڑک کر شکار کو مار دیا تو اس محرم پر جزا واجب ہوگی اور اس کا گوشت نہیں کھایا جائے گا ۱؎

شکار کا انڈا توڑنا

(۱) چونکہ انڈا شکار (پرندہ) کی اصل ہے اور اس میں سے شکار (پرندہ) پیدا ہوتا ہے اس لئے جبتک انڈا فاسد نہ ہوجائے احتیاطاً اس کو شکار کے حکم میں رکھا ہے اور اس بارے میں یہ حکم حضرت علی و حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم سے مروی ہے اس لئے محرم پر انڈا توڑنے سے جزا واجب ہوگی، پس اگر کسی مُحرِم نے شترمرغ یا کسی اور پرندے کا انڈا توڑ دیا اور وہ انڈا گندا نہیں ہوا تھا تو اس پر انڈے کی پوری قیمت واجب ہوگی اور اگر وہ انڈا گندا ہوچکا تھا تو اس پر کچھ واجب نہیں ہوگا مطلقاً یعنی خواہ وہ گندا انڈا شترمرغ کا ہو یا کسی اور پرندے کا کیونکہ انڈا توڑنے پر اس کی ذات کی وجہ سے ضمان واجب نہیں ہوتا اگرچہ اس کا چھلکا قیمتی ہو جیسا کہ شترمرغ کا انڈا بلکہ اس لئے واجب ہوتا کہ اس سے شکار پیدا ہوگا اور فاسد انڈے میں یہ صلاحیت نہیں رہتی، اس سے کرمانیؒ کے قول کی تردید ہوگئی انھوں نے کہا ہے کہ "شترمرغ کا گندا انڈا توڑنے سے جزا واجب ہوتی ہے اس لئے کہ اس کا چھلکا قیمتی ہوتا ہے اور شترمرغ کے علاوہ کسی اور پرندے کا گندا انڈا توڑنے سے کچھ واجب نہیں ہوتا" اور کرمانی کا قول اس لئے صحیح نہیں ہے کہ مُحرِم کو انڈے کے چھلکے کے درپے ہونے سے منع نہیں کیا گیا بلکہ صرف شکار کے درپے ہونے سے منع کیا گیا ہے اور گندے انڈے سے شکار پیدا نہیں ہوتا اور کرمانی نے یہ جو کچھ ذکر کیا ہے یہ امام شافعی رحمہ اللہ کا مذہب ہے ۲؎

(۲) اگر شکار کا انڈا توڑا اور اس میں سے مرا ہوا بچہ نکلا اگر یہ معلوم ہے کہ یہ انڈا توڑنے کی وجہ سے مرا ہے تو صرف زندہ بچہ کی قیمت واجب ہوگی اور انڈے کے بدلے میں کچھ واجب نہیں ہوگا کیونکہ انڈا توڑنے کا ضمان بچہ کی وجہ سے ہے اور اگر یہ معلوم ہے کہ وہ بچہ انڈا توڑنے سے پہلے ہی مرا ہوا تھا تو انڈا اور بچہ دونوں میں سے کسی کی بھی جزا واجب نہ ہوگی بچہ کا ضمان اس لئے واجب نہیں ہوگا کیونکہ وہ اس کی وجہ سے نہیں مرا اور انڈے کا ضمان اس لئے واجب نہیں ہے کہ اس میں زندہ بچہ پیدا کرنے کی صلاحیت نہیں رہی تھی اور اگر یہ پتہ نہیں چلا کہ بچہ انڈا توڑنے کی وجہ سے مرا ہے یا پہلے سے مرا ہوا تھا تو قیاس یہ ہے کہ انڈے کی قیمت واجب ہوگی بچہ کی قیمت واجب نہیں ہوگی اس لئے کہ اسوقت بچہ کا زندہ ہونا معلوم نہیں ہے اور استحسان یہ ہے کہ اس پر زندہ بچہ کی قیمت واجب ہوگی اور انڈے کی وجہ سے کچھ واجب نہیں ہوگا، استحسان کی وجہ یہ ہے کہ عام عادت کے طور پر انڈے سے زندہ بچہ نکلتا ہے اور اس کو وقت سے پہلے توڑ دینا اس بچہ کی موت کا سبب ہوتا ہے پس احتیاطاً استحسان کو اختیار کیا جائیگا اور زندہ بچہ کی قیمت ادا کی جائیگی ۳؎

(۳) اگر کسی محرم نے شکار کا انڈا اٹھا کر بچہ نکالنے کے لئے مرغی کے نیچے رکھ دیا لیکن اس سے بچہ نہیں نکلا بلکہ انڈا خراب ہوگیا تو اس شخص پر جزا واجب ہوگی اور اگر انڈا خراب نہیں ہوا اور اس سے زندہ بچہ نکل آیا اور اُڑ گیا تو اس پر کچھ واجب نہیں ہوگا ۴؎

۱؎ [illegible] و غنیہ ۲؎ لباب شرحہ بدائع و ہدایہ فتح و بحر و در و ش و غنیہ ملتقطاً ۳؎ لباب شرحہ ہدایہ و عنایہ و فتح و بحر و در و ش و منحہ ملتقطاً ۴؎ فتح و بحر لباب و شرحہ و غنیہ

(۴) اگر شکار کو اس کے انڈوں سے بھگا دیا اور انڈے خراب ہوگئے تو اس پر جزا واجب ہوگی کیونکہ وہ انڈوں کے خراب ہونے کا ظاہری سبب بنا ہے [۱]

دو یا زیادہ آدمیوں کا شکار کو ہلاک کرنا

(۱) اگر حل یا حرم میں کسی شکار کو قتل کرنے میں دو یا زیادہ آدمی احرام کی حالت میں شریک ہوئے اور ان سب نے مل کر ایک ساتھ ایک ہی ضرب لگائی تو ان میں سے ہر ایک شخص پر پوری جزا واجب ہوگی کیونکہ ان میں سے ہر ایک شخص اس ایک ضرب میں شریک ہونے کی وجہ سے ایسی جنایت کا مرتکب ہوا ہے جو دلالت سے بھی بڑھ کر ہے جنایت کے متعدد ہونے کی وجہ سے جزا بھی متعدد ہوتی ہے اور فعل کے متعدد ہونے سے جنایت متعدد ہوتی ہے [۲] پس ان میں سے ہر ایک پر اس جانور کی صحیح حالت کی قیمت واجب ہوگی [۳] پس اگر ایک شکار میں دس احرام والے شریک ہوں تو ہر ایک پر پوری جزا واجب ہوگی [۴] اور اگر اس کو قتل کرنے والے سب قارن ہوں تو ہر ایک پر قران کی وجہ سے دو چند جزا واجب ہوگی [۵]، اور اگر ہر ایک نے ایک ایک ضرب لگائی اور وہ ضربات ایک ساتھ یعنی یکلخت واقع ہوئیں تو ہر شخص پر اسی قدر جزا واجب ہوگی جسقدر اس کی ضرب کی وجہ سے صحیح جانور کی قیمت میں کمی ہوگی اور ان میں سے ہر ایک پر مذکورہ جزا کے علاوہ تمام ضربات کی حالت میں اس جانور کی جو قیمت ہوگی وہ بھی واجب ہوگی اور اگر ان کی ضربات ایک ساتھ واقع نہ ہوئیں تو پہلے شخص پر اتنی قیمت واجب ہوگی جو صحیح سالم سے اس کے لگائے ہوئے زخم کی وجہ سے کم ہوگی اور اس کے ساتھ تمام زخموں کی حالت میں اس جانور کی جو قیمت ہوگی وہ بھی واجب ہوگی اور دوسرے شخص پر اتنی قیمت واجب ہوگی جو پہلے زخم کی حالت کی قیمت سے اس کے لگائے ہوئے زخم کی وجہ سے کم ہو جائے گی اور اس کے ساتھ تمام زخموں کی حالت میں جو قیمت ہوگی وہ بھی واجب ہوگی اور تیسرے شخص پر اتنی قیمت واجب ہوگی جو دونوں زخموں کی حالت کی قیمت سے اس کے لگائے ہوئے زخم کی وجہ سے کم ہوگی اور اس کے ساتھ تمام زخموں کی حالت میں جو قیمت ہوگی وہ بھی واجب ہوگی [۶] تین سے زیادہ شریک آدمیوں کا حکم بھی اسی پر قیاس کر لیا جائے۔ خلاصہ یہ ہے کہ ہر شخص پر اس کے لگائے ہوئے زخم کی وجہ سے اس کے زخم لگانے کے وقت کی قیمت میں سے جو کمی ہوگی وہ واجب ہوگی اور اس کے ساتھ تمام زخموں کی حالت میں جو قیمت رہ گئی ہوگی وہ بھی واجب ہوگی (مؤلف)

(۲) اور اگر دو یا زیادہ حلال یعنی بغیر احرام والے شخص حرم کے شکار کو قتل کرنے میں شریک ہوئے تو ان پر ایک ہی جزا واجب ہوگی [۷] یعنی اتحاد محل (یعنی شکار ایک ہونے) کی وجہ سے ایک ہی جزا واجب ہوگی اور وہ ان کی تعداد پر تقسیم کی جائے گی [۸] اس لئے کہ حرم کے شکار میں محلِ جنایت (یعنی شکار) کی جزا واجب ہوتی ہے فعل کی جزا واجب نہیں ہوتی اور محلِ جنایت (شکار) متعدد نہیں ہے پس حرم کا شکار قتل کرنے سے متعدد جزا واجب نہیں ہوتی اور مُحرِم (احرام والے) کے حق میں فعل کی جزا واجب ہوتی ہے اور فعل متعدد ہے (اور وہ دو یا زیادہ احرام والوں کا قتل کرنا ہے) پس جزا بھی متعدد ہوگی جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا ہے [۹]، پس اگر مثلاً دو بغیر احرام والے آدمیوں نے شکار کو ایک ضرب لگائی اور وہ جانور مر گیا تو ان دونوں میں سے ہر ایک پر اس جانور کی صحیح سالم حالت کی

---

[۱] فتح و بحر و لباب و شرحہ و غنیہ [۲] ہدایہ و لباب و شرحہ و بحر و ش ملتقطاً [۳] غنیہ [۴] ع [۵] لباب و شرحہ و غنیہ [۶] غنیہ بتصرف [۷] لباب و شرحہ و غنیہ و بحر ملتقطاً [۸] غنیہ و بحر [۹] بحر بتصرف۔

آدھی آدھی قیمت واجب ہوگی [۱] اور اسی طرح اگر اس شکار کو ایک جماعت نے ایک ہی ضرب سے قتل کیا ہو تو تاوان ان کی تعداد پر تقسیم کیا جائے گا [۲] (یعنی جس قدر آدمی ہیں اس کی قیمت کے اسی قدر حصے ہو کر ہر شخص پر ایک ایک حصہ واجب ہوگا) اور اگر ان دونوں حلال شخصوں میں سے ہر ایک شخص نے اس شکار پر ایک ایک ضرب لگائی تو اگر وہ دونوں ضربیں ایک ساتھ واقع ہوئیں تو ان دونوں میں سے ہر ایک پر اتنی رقم واجب ہوگی جو اس جانور کی صحیح حالت کی قیمت سے اس کے زخم کی وجہ سے کم ہوئی ہے اور اس کے ساتھ ان دونوں میں سے ہر ایک پر اُس قیمت کی آدھی قیمت بھی واجب ہوگی جو اس جانور کے دو زخموں سے زخمی ہونے کی حالت میں ہوگی [۳]، کیونکہ اُن دونوں کے اتحادِ فعل کی صورت میں تمام شکار ان دونوں کے فعل سے تلف ہوا ہے پس ان دونوں میں سے ہر ایک نصف جزا کا ضامن ہوگا [۴] اور اگر وہ دونوں ضربیں ایک ساتھ واقع نہیں ہوئیں تو پہلے شخص پر اتنی رقم واجب ہوگی جو اس جانور کی صحیح حالت کی قیمت سے اس کے زخم کی وجہ سے کم ہوئی ہے اور ساتھ ہی دو زخموں کی حالت میں اس جانور کی جو قیمت ہے اس کا نصف حصہ بھی واجب ہوگا اور دوسرے شخص پر اتنی رقم واجب ہوگی جو اس کے زخم کی وجہ سے اس جانور کے ایک زخم کے ساتھ زخمی ہونے کی حالت کی قیمت میں سے کم ہوئی ہے اور ساتھ ہی دو زخموں کی حالت میں اس جانور کی جو قیمت ہے اس کا نصف حصہ بھی واجب ہوگا [۵] پس اگر ایک شخص نے ایک ضرب لگائی اس کے بعد دوسرے شخص نے دوسری ضرب لگائی تو ہر شخص پر اسقدر رقم واجب ہوگی جو اس کی ضرب کی وجہ سے اس کی اس قیمت میں کم ہوگی جو اس کی ضرب کے وقت ہوگی، پھر ہر ایک شخص پر دو ضربوں کی حالت میں جو اس کی قیمت ہوگی اس کا نصف بھی واجب ہوگا [۶]

(۳) اور اگر حرم کا شکار مارنے میں ایک جماعت شریک ہوئی اور اُن میں سے ایک شخص احرام کی حالت میں تھا اور باقی حلال یعنی احرام کے بغیر تھے تو پوری جزا محرم و غیر محرم کی تعداد پر تقسیم کی جائے گی گویا کہ ان میں کوئی محرم نہیں ہے اور محرم اکیلے پر علیحدہ پوری جزا بھی واجب ہوگی [۷]

(۴) اور اگر دو آدمیوں نے حرم کا شکار ایک ضرب سے قتل کیا اور دونوں میں سے ایک احرام والا اور دوسرا بغیر احرام کے تھا تو احرام والے پر پوری جزا یعنی صحیح سالم جانور کی پوری قیمت واجب ہوگی اور بغیر احرام والے پر نصف جزا یعنی صحیح سالم جانور کی نصف قیمت واجب ہوگی [۸] اور اگر ان دونوں میں سے ہر ایک نے ایک ایک ضرب لگائی تو اگر وہ دونوں ضربیں ایک ساتھ واقع ہوئیں تو دونوں میں سے ہر ایک پر اتنی رقم واجب ہوگی جو صحیح سالم جانور کی قیمت میں اُس کے زخم کی وجہ سے کم ہوئی ہے پھر اس کے ساتھ ہی بغیر احرام والے پر اُس جانور کی دو ضربوں کے ساتھ زخمی حالت کی قیمت کا نصف بھی واجب ہوگا اور احرام والے پر دو ضربوں کے ساتھ زخمی حالت کی پوری قیمت بھی واجب ہوگی اور اگر وہ دونوں ضربیں ایک ساتھ واقع نہ ہوئیں یعنی پہلے اس کو حلال شخص نے زخمی کیا اس کے بعد احرام والے شخص نے زخمی کیا تو حلال شخص اتنی رقم کا تاوان دیگا جو اس کے زخم کی وجہ سے صحیح سالم جانور کی قیمت میں کم ہوئی ہے اور دو زخموں کے ساتھ زخمی حالت کی نصف قیمت بھی واجب ہوگی اس لئے کہ اس کے زخم کی وجہ سے

[۱] بحر و ع و غنیہ ملتقطاً [۲] ع [۳] بحر و غنیہ [۴] بحر [۵] غنیہ و شلبی علی البحر وغیرہ [۶] ع [۷] باب و شرحہ تصرفاً [۸] لباب و شرحہ و غنیہ۔

صحیح سالم جانور کی قیمت میں کمی ہوئی ہے اور اس کی ضرب کے اثر سے اس جانور کی ہلاکت اس وقت ہوئی ہے جبکہ وہ بعض زخموں کی وجہ سے نقص دار ہو چکا تھا اور احرام والا شخص اتنی قیمت کا ضامن ہوگا جو پہلے زخم کی حالت کی قیمت میں اس کے زخم کی وجہ سے کم ہوئی ہے اس لئے کہ جب اس محرم نے اس کو زخمی کیا اس وقت وہ جانور پہلے زخم کی وجہ سے نقص والا ہو چکا تھا اور ساتھ ہی اس پر دو زخموں کی حالت کی قیمت بھی واجب ہوگی [۱] (اس لئے کہ اس کی ضرب کی وجہ سے بھی اس جانور کی ہلاکت اس وقت ہوئی ہے جبکہ وہ زخموں کی وجہ سے نقص دار ہو چکا تھا جیسا کہ حلال کے بارے میں بیان ہوا مؤلف)

(۵) اگر کسی احرام والے یا بغیر احرام والے کے ساتھ کوئی ایسا شخص شریک ہو جس پر فروعات میں غیر مکلف ہونے کی وجہ سے جزا واجب نہیں ہوتی، مثلاً نابالغ لڑکا اور مجنون اور کافر شریک ہوا تو احرام والے شخص پر پوری جزا واجب ہوگی اور بغیر احرام والے شخص کی صورت میں سب کی تعداد پر تقسیم کر کے جو رقم ایک شخص کے حصہ میں آئے گی وہ بغیر احرام والے پر واجب ہوگی [۲]، لڑکے اور مجنون اور کافر کے ذمہ کچھ واجب نہیں ہوگا [۳] اور اگر حرم کا شکار قتل کرنے میں ایک یا زیادہ احرام والے کے ساتھ کوئی مجنون بھی شریک ہوا اور انھوں نے ایک ضرب کے ساتھ اس شکار کو قتل کر دیا تو ایک ہی جزا واجب ہوگی اور وہ ان کی تعداد پر تقسیم کی جائیگی گویا کہ ان میں کوئی احرام والا نہیں ہے اور اس کے ساتھ ہر احرام والے شخص پر پوری جزا بھی واجب ہوگی [۴]

(۶) اور اگر ایک بے احرام شخص اور ایک مفرد حج کرنے والا اور ایک قارن تینوں شخصوں نے شریک ہو کر حرم کے شکار کو قتل کیا تو اگر تینوں نے مل کر ایک ضرب لگائی اور وہ جانور مر گیا تو بے احرام شخص پر صحیح سالم حالت کی تہائی قیمت واجب ہوگی اور مفرد یعنی صرف حج کرنے والے شخص پر پوری جزا واجب ہوگی اور قارن پر دو جزائیں یعنی دو چند قیمت واجب ہوگی اور اگر ان تینوں میں سے ہر ایک نے ایک ایک ضرب لگائی اور ان کی ضربات ایک ساتھ واقع ہوئیں تو ان میں سے ہر ایک اتنی رقم کا ضمان دے گا جو صحیح سالم کی قیمت میں سے اس کی ضرب کی وجہ سے کم ہوئی ہے اور اس کے ساتھ ہی بے احرام والے شخص پر تینوں زخموں کی حالت میں جو اس کی قیمت ہوگی اس کی تہائی بھی واجب ہوگی اور مفرد حج کرنے والے پر تینوں زخموں کی حالت کی قیمت بھی واجب ہوگی اور قارن پر تینوں زخموں کی حالت کی قیمت کا دو چند واجب ہوگا اور اگر ان تینوں کی ضربات ایک ساتھ واقع نہیں ہوئیں یعنی بے احرام شخص نے مارنے کی ابتدا کی پھر مفرد حج کرنے والے نے ضرب لگائی اس کے بعد قارن نے ضرب لگائی اور وہ جانور ان تینوں کی ضربات سے مر گیا تو بے احرام والے شخص پر وہ نقصان واجب ہوگا جو تندرست شکار کے زخمی کرنے کی وجہ سے اس کی قیمت میں کمی ہو گئی ہے اور اس کے علاوہ تینوں زخموں کی حالت میں جو اس کی قیمت ہوگی اس کی تہائی بھی اس پر واجب ہوگی اور مفرد حج کرنے والے پر صرف اتنی رقم واجب ہوگی جو پہلے زخم کی حالت میں اس کے زخم لگانے کی وجہ سے اس جانور کی قیمت میں کم ہوئی اور اس کے علاوہ تینوں زخموں کی حالت میں اس کی جو قیمت ہوگی وہ بھی واجب ہوگی اور قارن پر وہ نقصان واجب ہوگا جو دو زخموں کی حالت میں اس کے زخم لگانے کی وجہ سے اس کی قیمت میں واقع ہوگا اور اس کے علاوہ تینوں زخموں کی حالت میں

---

[۱] بحر و غنیہ ملتقطاً [۲] لباب و شرحہ و غنیہ [۳] معلم [۴] غنیہ

اس کی جو قیمت ہوگی اس کا دوچند بھی واجب ہوگا اور اگر پہلی جنایت یعنی بغیر احرام والے شخص کی جنایت مہلک تھی (یعنی ایسی تھی کہ جس سے وہ جانور اپنے آپ کو محفوظ نہیں رکھ سکتا) مثلاً اُس نے اس کا ہاتھ یا پاؤں کاٹ دیا یا اس کا بازو توڑ دیا، اور دوسری جنایت یعنی مفرد حج والے شخص کی جنایت اس کی آنکھ کو ضائع کر دینا ہے، اس کے بعد قارن نے اس کو زخمی کیا اور وہ جانور مر گیا تو بغیر احرام والے شخص پر صحیح جانور کی پوری قیمت واجب ہوگی کیونکہ اُس نے اس کو معنیً ہلاک کیا ہے جبکہ وہ صحیح تھا اس لئے کہ اس کی جنسِ منفعت کو ضائع کر دیا ہے اور مفردِ حج والے شخص پر پہلے زخم کی حالت میں جو قیمت تھی وہ واجب ہوگی اس لئے اس نے بھی اس کو معنیً ہلاک کیا ہے (جبکہ وہ ایک زخم کے ساتھ زخمی تھا اور اس کا استہلاک غیر جنس سے تھا) اور قارن پر پہلے دو زخموں کی حالت میں جو اس کی قیمت تھی اس کا دوچند واجب ہوگی اس لئے کہ اس نے اس کو زخمی کر کے حقیقتاً تلف کر دیا جبکہ وہ دو زخموں کی وجہ سے ناقص القیمت ہو چکا تھا [1]، اور اگر مذکورہ بالا مسئلہ میں پہلی اور دوسری جنایت میں سے ہر ایک مثلاً اس کا ہاتھ کاٹنا تھی تو صحیح یہ ہے کہ مفردِ حج والے پر اس کی وہ قیمت واجب ہوگی جو تین زخموں کی حالت میں ہوگی (کیونکہ یہ استہلاک اسکی جنس سے ہے مؤلف) اور حلال شخص پر اور کچھ واجب نہیں ہوگا کیونکہ اس پر ایک دفعہ پوری قیمت کا ضمان واجب ہو چکا ہے [2]

(۷) اور اگر کسی حلال شخص نے حرم کے شکار کو غیر مہلک زخم لگایا یعنی ایسا زخمی کیا کہ وہ شکار ہونے کی حد سے خارج نہیں ہوا (یعنی اتنا زخمی نہیں ہوا کہ بھاگ کر اپنی حفاظت نہ کر سکے) پھر کسی دوسرے حلال شخص نے اس کو اسی طرح کا غیر مہلک زخم لگایا اور وہ ان دونوں زخموں کی وجہ سے مر گیا تو پہلے شخص پر اتنی رقم واجب ہوگی جتنی صحیح حالت کی قیمت میں سے اس کے زخم کی وجہ سے . . . . کم ہو جائے گی اور دوسرے شخص پر اتنی رقم واجب ہوگی جتنی پہلے زخم سے زخمی حالت کی قیمت میں سے اس کے زخم کی وجہ سے کم ہو جائے گی اس کے بعد اس کی جو قیمت باقی رہے گی وہ ان دونوں پر آدھی آدھی واجب ہوگی [3] اور اگر پہلے حلال شخص نے اس جانور کا ہاتھ یا پاؤں کاٹ دیا اور اس کو شکار ہونے کی صفت سے خارج کر دیا (یعنی ایسا کر دیا کہ اب وہ بھاگ کر اپنی حفاظت نہیں کر سکتا) پھر دوسرے حلال شخص نے اس کا ایک ہاتھ یا ایک پاؤں کاٹ دیا تو پہلا شخص اس کی پوری قیمت کا تاوان دیگا خواہ وہ جانور مرا ہو یا نہ مرا ہو اور دوسرا شخص اسی قدر رقم دے گا جو اس کے کاٹنے کی وجہ سے اس کی قیمت سے کم ہو گئی ہے اور اگر وہ جانور مر گیا تو دوسرا شخص اس جانور کی اس قیمت کے نصف کا ضامن بھی ہوگا جو دونوں زخموں کی حالت میں ہوگی اور اگر دونوں زخموں کے درمیانی عرصہ میں اس جانور کی قیمت بڑھ گئی تو پہلا شخص اس رقم کا ضامن ہوگا جو کسی زائد قیمت کے بغیر اس کی صحیح حالت کی قیمت میں سے اس کے زخم کی وجہ سے کم ہو جائے گی اور اس کے ساتھ ہی اس جانور کے مرنے کے وقت دوسرے زخم کی حالت میں زیادتی کے ساتھ اس کی جو قیمت ہوگی اس کے نصف حصہ کا بھی ضامن ہوگا اور دوسرا شخص اس جانور کی اس قیمت کا ضامن ہوگا جو اضافہ سمیت قیمت میں سے دوسرے شخص کے زخم کی وجہ سے کم ہو جائے گی اور اس کے ساتھ ہی اس جانور کے مرتے وقت دونوں زخموں کی حالت میں اس کی جو قیمت ہوگی اس کے نصف حصہ کا بھی ضامن ہوگا اور اگر دوسرے شخص نے اس جانور کو قتل کر دیا یا اس کی آنکھ ضائع کر دی تو وہ اس کی

---

[1] لباب وشرحہ وبحر وع وغنیہ ملتقطاً [2] غنیہ ولباب وشرحہ تصرفاً [3] لباب وشرحہ وغنیہ۔

پہلے زخم کی حالت کی پوری قیمت کا ضامن ہوگا اور اگر پہلے شخص نے اس شکار کو ہلاک نہ کرنے والا زخم لگایا اور دوسرے شخص نے اس کا ہاتھ کاٹا یا اس کا پاؤں کاٹا اور وہ جانور ان دونوں جنایتوں کی وجہ سے مرگیا تو پہلا شخص اتنی رقم کا ضامن ہوگا جو صحیح حالت کی قیمت میں سے اس کے زخم کی وجہ سے کم ہوئی ہوگی اور اس کے ساتھ ہی دو زخموں کی حالت میں اس جانور کی جو قیمت ہوگی اس کا نصف حصہ بھی واجب ہوگا اور دوسرا شخص اس جانور کی اس قیمت کا ضامن ہوگا جو پہلے زخم کے وقت ہوگی خواہ وہ جنتو مرا ہو یا نہ مرا ہو[1]

(۸) اور اگر وہ دونوں شخص احرام کی حالت میں ہوں اور باقی مسئلہ اسی طرح سے ہو جس طرح پہلے ۷ میں بیان ہوا ہے یعنی اگر کسی مُحرِم نے حرم کے شکار کو غیر مہلک طریقہ سے زخمی کر دیا پھر اس جانور کو کسی دوسرے مُحرِم نے اسی کی مانند غیر مہلک طریقہ پر زخمی کر دیا اور وہ جانور ان دونوں زخموں کی وجہ سے مرگیا تو پہلا شخص اس جانور کی اس پوری قیمت کا ضمان دیگا جو دوسرے زخم کے وقت ہو اور دوسرا شخص اس کی اس پوری قیمت کا ضامن ہوگا جو پہلے زخم کے وقت ہے اور اگر ان دونوں میں سے ایک شخص احرام کی حالت میں ہو اور دوسرا شخص احرام کے بغیر ہو اور باقی مسئلہ اسی طرح سے ہو جس طرح اوپر بیان ہوا تو بغیر احرام والا شخص اس جانور کی اس قیمت کے نصف حصہ کا ضامن ہوگا جو دوسرے زخم کے وقت ہوگی اور احرام والا شخص اس جانور کی پہلے زخم کی حالت کی پوری قیمت کا ضامن ہوگا۔[2]

(۹) اگر کسی مفرد عمرہ کرنے والے محرم شخص نے کسی شکار کو زخمی کیا اور کسی حلال یعنی بغیر احرام والے شخص نے بھی اس شکار کو زخمی کیا پھر مفرد عمرہ والے شخص نے اپنے احرام کے ساتھ حج کا احرام ملا لیا اور اس کے بعد دوبارہ بھی اس شکار کو زخمی کیا اور ان سب زخموں کی وجہ سے وہ شکار مرگیا تو پہلا شخص مفرد عمرہ کے احرام کی وجہ سے اس جانور کی اس قیمت کا ضامن ہوگا جو حلال شخص کے زخم کی صورت میں ہوگی اور حج کے احرام کی وجہ سے اس قیمت کا بھی ضامن ہوگا جو دو زخموں کی حالت میں ہوگی اور حلال شخص اس قیمت کا ضامن ہوگا جو اس کے زخم کی وجہ سے اس قیمت سے کم ہو جائے گی جو اس کی پہلے زخم کی حالت میں تھی اور تین زخموں کی حالت میں جو قیمت ہوگی اس کے نصف حصہ کا بھی وہ ضامن ہوگا اور اگر مفرد عمرہ والا شخص شکار کو زخمی کرنے کے بعد اپنے عمرہ کے احرام سے حلال ہو گیا اس کے بعد حلال شخص نے اس جانور کو زخمی کیا پھر پہلے شخص نے قران کا احرام باندھا اور اس کے بعد دوبارہ اس نے اس شکار کو زخمی کیا اور وہ شکار مرگیا تو پہلا شخص عمرہ کے احرام کی وجہ سے اس جانور کی اس قیمت کا ضامن ہوگا جو آخری دو زخموں کے وقت ہوگی اور قران کے احرام کی وجہ سے پہلے دو زخموں کی حالت میں جو قیمت ہوگی اس کے دو چند کا ضامن ہوگا اور حلال کا وہی حکم ہے جو پہلے بیان ہو چکا ہے اور اگر ان کی جنایات ہلاکت کے درجہ کی ہوں گی مثلاً ہاتھ یا پاؤں کاٹنا یا آنکھیں پھوڑ دینا تو اس پر عمرہ کے احرام کی وجہ سے اس کی صحیح سالم حالت کی قیمت واجب ہوگی اور قران کی وجہ سے اس کی دو زخموں کی حالت کی دو چند قیمت واجب ہوگی اور حلال شخص پر وہ رقم واجب ہوگی جو پہلے زخم کی حالت کی قیمت میں سے اس کے زخم کی وجہ سے کم ہو جائیگی اور ساتھ ہی تین زخموں کی حالت کی نصف قیمت بھی واجب ہوگی، کافی میں اسی طرح مذکور ہے اور منسک الکبیر میں ہے کہ اگر مفرد عمرہ والے کا پہلا زخم ہلاکت کے درجہ کا ہو اور دوسرا زخم ہلاکت کے درجہ کا نہ ہو اور باقی مسئلہ کی وہی صورت ہو جو اوپر بیان ہوئی تو اس پر

[1] غنیہ [2] لباب و شرحہ و غنیہ ملتقطاً۔

عمرہ کے احرام کی وجہ سے اس کی صحیح حالت کی پوری قیمت واجب ہوگی اور قران کی وجہ سے پہلے دو زخموں کی حالت کی دو چند قیمت واجب ہوگی اور حلال پر پہلے زخم کی حالت کی قیمت میں سے اس کے زخم کی وجہ سے جو کمی ہوگی وہ واجب ہوگی اور ساتھ ہی تینوں زخموں کی حالت کی نصف قیمت بھی واجب ہوگی، اور اگر اس محرم کی دوسری جنایت بھی ہاتھ کاٹنا ہے اور باقی مسئلہ اسی طرح ہے تب بھی وہی حکم ہے جو دوسرے غیر مستہلک زخم کی صورت کا اوپر بیان ہوا اس لئے کہ اس کو دوسری مرتبہ اس کا استہلاک ممکن نہیں ہے انتہیٰ ملخصاً [1] اور مقتول شکار متعدد ہونے کی صورت میں جزا بھی متعدد واجب ہوتی ہے سوائے اس صورت کے جبکہ اس نے احرام سے باہر ہونے اور ترکِ احرام کی نیت سے شکار کو مارا ہو [2] پس اگر کسی مُحرِم نے کئی شکار قتل کئے اور پہلے شکار کو قتل کرتے وقت احرام سے باہر ہونے کا قصد کیا تو ایک ہی جزا کافی ہوگی [3]

شکار کو زخمی کرنے کے بعد قیمت میں کمی یا زیادتی ہو جانا

(۱) اگر شکار کے جانور کو ضرب لگائی جس سے وہ بیمار ہو گیا اور اس کی قیمت کم یا زیادہ ہو گئی اس کے بعد وہ جانور مر گیا تو اس جانور کی زخمی حالت کی قیمت اور اس کے مرنے کے وقت کی قیمت (ان دونوں) میں سے جو زیادہ ہوگی وہ واجب ہوگی [4]

(۲) کسی حلال یعنی بغیر احرام والے شخص نے حرم کے شکار کو زخمی کیا پھر اس کے بدن میں زیادتی ہو جانے مثلاً آنکھ کی سفیدی دور ہو کر روشن ہو جانے وغیرہ کی وجہ سے یا نرخ تیز ہو جانے کی وجہ سے اس کی قیمت زیادہ ہو گئی مثلاً زخمی ہونے کے وقت اس کی قیمت دس درہم تھی پھر اس کی قیمت پندرہ درہم ہو گئی اس کے بعد وہ جانور اُس زخم کی وجہ سے مر گیا تو زخمی کرنے کی وجہ سے جو نقصان اصل قیمت میں زخمی کرتے وقت کی قیمت کے اعتبار سے ہوا ہے وہ دینا ہوگا اور مرنے کے دن اس جانور کی جو قیمت ہوگی وہ بھی واجب ہوگی یہی مذہب ہے [5]

(۳) اور اگر زخمی کرنے کے بعد اس جانور کی قیمت کم ہو گئی پھر وہ جانور زخم کی وجہ سے مر گیا تو اگر کمی نرخ کم ہو جانے کی وجہ سے ہوئی یا زخم کے علاوہ کسی اور وجہ سے بدن میں کمی ہو جانے کی وجہ سے ہوئی تو زخمی کرنے کے دن کی قیمت واجب ہوگی اور جو نقصان کا ضمان (تاوان) دے چکا ہے وہ اس قیمت میں سے کم کر دیا جائے گا تاکہ اس پر ضمان دوبارہ نہ لگ جائے [6]

(۴) اور اگر حرم کا شکار زخمی کیا اور اس کا کفارہ دیدیا پھر نرخ زیادہ ہو جانے یا بدن میں اضافہ کی وجہ سے اس جانور کی قیمت زیادہ ہو گئی پھر وہ شکار زخم کی وجہ سے مر گیا تو وہ شخص اس زیادتی کا ضامن ہوگا جیسا کہ کفارہ ادا کرنے سے پہلے یہی صورت ہو تو اس کا حکم ہے (جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا ہے) [7]

(۵) اور اگر کسی محرم نے حرم سے باہر مثلاً حل میں شکار زخمی کیا اس کے بعد احرام کھول دیا اور شکار کی قیمت نرخ زیادہ ہو جانے یا بدن بڑھ جانے کی وجہ سے زیادہ ہو گئی اور وہ شکار کفارہ ادا کرنے سے پہلے مر گیا تو زخم کی وجہ سے جو نقصان ہوا ہے اس کا ضمان واجب ہوگا اور اس جانور کے مرنے کے دن کی پوری قیمت بھی واجب ہوگی [8] اور اگر کفارہ ادا کرنے اور حلال ہونے یعنی احرام سے

[1] غنیہ [2] ش [3] غنیہ و شرح اللباب [4] بحر و لباب و غنیہ [5] لباب و شرحہ و غنیہ و شرح ملتقیٰ [6] ع و لباب و شرحہ و غنیہ و ملتقط [7] و [8] ایضاً

باہر ہو جانے کے بعد وہ جانور مرا تو کچھ واجب نہ ہوگا [۱] اور اگر اس نے اس جانور کی قیمت زیادہ ہونے سے پہلے فدیہ یعنی کفارہ ادا کر دیا تھا تو زیادتی کا ضامن نہیں ہوگا اور اگر وہ ابھی تک احرام کی حالت میں ہے تو فدیہ دینے کے بعد بھی زیادتی کا ضامن ہوگا اور اگر شکار اس کے قبضہ میں ہے اور اس کے زخمی کرنے کا فدیہ دیدیا پھر وہ مرگیا تو نئے سرے سے اس قیمت کا ضامن ہوگا جو مرنے کے دن تھی [۲]

(۶) اگر اس جانور کی اون کاٹ لی یا اس کا دودھ نکال لیا تو اس پر ان دونوں چیزوں کی قیمت واجب ہوگی [۳] یعنی اگر کسی شکار کا دودھ نکال لیا تو دودھ نکالنے سے جو کمی اس میں واقع ہوگی وہ اس پر واجب ہوگی [۳] کیونکہ دودھ شکار کا ایک جزو ہے پس جس طرح اس کے کسی جزو بدن کے ضائع کرنے سے ضمان واجب ہوگا اسی طرح دودھ نکالنے سے بھی واجب ہوگا [۴]

شکار کی خرید و فروخت و دیگر تصرفات

(۱) جاننا چاہئے کہ مُحرِم شکار کو خریدنے سے اور ہبہ و وصیت کے ذریعہ شکار کا مالک نہیں ہوتا پس اگر اس نے خریدنے کے بعد اس پر قبضہ کر لیا تو وہ اس کے ضمان میں داخل ہو گیا (یعنی اس کا ضامن ہو گیا) اگر وہ اس کے ہاتھ میں ہلاک ہو گیا تو اللہ تعالیٰ کے حق کے طور پر اس پر اس کی جزا واجب ہوگی اور اس کے مالک کے طور پر اس کی قیمت بھی اس پر واجب ہوگی، پھر اگر اس نے وہ شکار اس شخص کو واپس کر دیا تو اس سے قیمت ساقط ہو جائے گی اور جزا ساقط نہیں ہوگی لیکن اس جانور کو آزاد کر دینے سے جزا بھی ساقط ہو جائے گی اور میراث کے ذریعہ سے مالک ہونے میں اختلاف ہے، طرابلسی میں ہے کہ مُحرِم میراث کے ساتھ شکار کا مالک ہو جاتا ہے، البحر الزاخر اور السراج الوہاج میں ہے کہ وہ میراث کے ساتھ شکار کا مالک نہیں ہوتا اور بحر الرائق و در مختار میں ہے کہ ان فقہا کی مراد یہ ہے کہ مُحرِم کسی اختیاری سبب مثلاً خرید و فروخت و ہبہ و صدقہ و وصیت سے شکار کا مالک نہیں ہوتا بلکہ جبری یعنی بے اختیاری سبب مثلاً میراث سے شکار کا مالک ہوتا ہے جیسا کہ محیط میں اس کی تصریح کی ہے [۵]

(۲) محرم کا کسی محرم یا حلال شخص کے ہاتھ شکار کو بیچنا یا اس سے خریدنا حدودِ حِل و حرم میں جائز نہیں ہے خواہ وہ شکار اس کے ہاتھ میں ہو یا اس کے پنجرے میں ہو یا اس کے گھر میں ہو اس لئے کہ محرم شکار کا مالک نہیں بنتا اور اسی طرح حلال شخص کو حدودِ حرم میں کسی محرم یا حلال کے ہاتھ شکار بیچنا یا اس سے خریدنا جائز نہیں ہے . . . . ، اس خرید و فروخت کے ناجائز ہونے میں سب فقہا کا اتفاق ہے لیکن ان میں سے اکثر نے اس کو باطل ہونے کے لفظ سے ذکر کیا ہے اور بعض نے فاسد ہونے کے لفظ سے بیان کیا ہے [۶] اور فقہا کے کلام کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر مُحرِم نے شکار کو پکڑا اور احرام ہی کی حالت میں اس کو بیچا تو یہ بیع باطل ہے اور اگر احرام کی حالت میں شکار پکڑا اور حلال ہونے کی حالت میں اس کو بیچا تو یہ بیع جائز ہے اور اگر حلال ہونے کی حالت میں پکڑا اور محرم ہونے کی حالت میں بیچا تو یہ بیع فاسد ہے اور یہ حکم اسوقت ہے جبکہ خریدار حلال ہو اور اگر خریدار محرم ہو تو یہ بیع باطل ہے اگرچہ بیچنے والا حلال ہو [۷] (جیسا کہ آگے آتا ہے مؤلف) پس اس سے یہ افادہ ہوا کہ مُحرِم کا شکار کو بیچنا اور خریدنا دونوں باطل ہیں جبکہ بیچنے اور خریدنے والا دونوں محرم ہوں یا دونوں میں سے ایک محرم ہو، پس اگر کسی محرم نے شکار کو فروخت کیا تو یہ بیع باطل ہے

[۱] لباب وشرحہ [۲] ع وغنیہ [۳] غنیہ [۴] بدائع و در وفتح وغیرہا [۵] شرح اللباب و ارشاد و بحر و ملتقط و نصفا [۶] لباب و شرحہ [۷] غنیہ و ملتقط [۸] ش

اگرچہ خریدنے والا حلال ہو اور اسی طرح اگر کسی محرم نے شکار کو خریدا تب بھی یہ بیع باطل ہے اگرچہ بیچنے والا حلال ہو خواہ شکار زندہ ہو یا ذبح کیا ہوا ہو کیونکہ وہ مردار ہے [1]۔ اور اسی طرح جو شکار کسی حلال نے حدودِ حرم میں پکڑا ہو اس کی بیع باطل ہے خواہ وہ اس کو حدودِ حرم میں بیچے یا اس کو حل کی طرف نکال دینے کے بعد بیچے خواہ اس کو کسی محرم کے ہاتھ بیچے یا حلال کے، اس لئے کہ وہ شخص اس کا مالک نہیں ہے اور اسی طرح حدودِ حرم میں شکار کو خریدنا بھی بیع باطل ہے لیکن یہ حکم اس وقت ہے جبکہ اس نے حدودِ حرم سے حل کی طرف نکالنے کے بعد اس کی جزا ادا نہ کی ہو لیکن اگر جزا ادا کر دی ہو تو وہ اس کا مالک ہو جائے گا اور وہ جانور حرم کا شکار نہیں رہے گا پس اس کی بیع جائز مگر مکروہ ہوگی (جیسا کہ آگے آئے گا) [2]۔ اور اگر کسی شخص نے احرام کی حالت میں شکار پکڑا اور حلال ہونے کے بعد اس کو بیچا تو اس کی بیع جائز ہے [3]

(۳) شکار کو حرم میں بیچا ہو یا حدودِ حل کی طرف بھیج دینے کے بعد بیچا ہو دونوں صورتوں میں بیع باطل ہے [4] پس اگر شکار کو حدودِ حرم سے باہر بھیج دیا پھر اس کو حل میں کسی محرم یا حلال کے ہاتھ بیچا تو یہ بیع باطل ہے اور اسی طرح اگر حل کا شکار حدودِ حرم میں داخل کیا پھر اس کو حدودِ حرم سے باہر بھیج دیا اور حل میں کسی محرم یا حلال کے ہاتھ بیچ دیا تو یہ بیع باطل ہے پس اس میں کوئی فرق نہیں ہے کہ اس کو حدودِ حرم میں بیچے یا اس کو حدودِ حرم سے باہر بھیج دینے کے بعد حل میں بیچے اس لئے کہ حدودِ حرم میں داخل کرنے کے بعد وہ حرم کا شکار ہو گیا پس اب اس کو حدودِ حرم سے باہر نکالنا جائز نہیں ہے [5]

(۴) اگر کسی حلال نے شکار پکڑا اس کے بعد احرام باندھا یا اس شکار کو لیکر حدودِ حرم میں داخل ہوا پھر اس کو بیچا اگر وہ شکار خریدار کے قبضہ میں باقی ہے تو اسے بائع کو واپس کر دے کیونکہ یہ بیع جائز نہیں ہے اس لئے کہ اس میں شکار کے درپے ہونا ہے اور یہ حرام ہے پس اگر اس نے وہ شکار بائع کو واپس کر دیا تو . . . . . . اس شکار کی قیمت ساقط ہو جائے گی اور جزا ساقط نہیں ہوگی جبتک اس کو چھوڑ نہ دے اور اگر وہ شکار ہلاک ہو جائے یعنی خریدار کے ہاتھ میں باقی رہے خواہ خریدار اس کو تلف کر دے یا وہ خود تلف ہو جائے یا خریدار غائب ہو جائے اور اس کا ملنا ممکن نہ ہو تو بیچنے والے پر جزا واجب ہوگی کیونکہ اُس نے اس کے امن مستحق کو ضائع کیا ہے اور اس لئے بھی کہ احرام اور حرم کی حرمت شکار کی خرید و فروخت کی مانع ہے خواہ اس نے اس کو حدودِ حرم میں بیچا ہو یا حل کی طرف بھیج دینے کے بعد بیچا ہو کیونکہ حدودِ حرم میں داخل کرنے کے بعد وہ حرم کا شکار ہو گیا اس لئے اس کے بعد اس کا حرم سے باہر نکال دینا جائز نہیں ہے [6]، اور یہ جو اوپر کہا گیا ہے کہ وہ مبیع (بیچے ہوئے شکار) کو واپس کر دے اس میں اس طرف اشارہ ہے کہ یہ بیع فاسد ہے باطل نہیں ہے جیسا کہ شرنبلالیہ میں کافی اور زیلعی سے اس کی وضاحت کی ہے بخلاف اس کے کہ احرام کی حالت میں شکار پکڑا ہو اور اس کو بیچا ہو کہ یہ بیع باطل ہے [7]
(جیسا کہ اوپر اصول بیان ہو چکا ہے، مؤلف)

(۵) اور جزا محرم پر ہی واجب ہوتی ہے حتیٰ کہ اگر بیچنے والا حلال ہو اور خریدنے والا محرم ہو تو صرف خریدنے والے پر جزا واجب ہوگی اور تمام تصرفات (ہبہ و صدقہ وغیرہ) کے لئے بھی یہی حکم ہے [8] یعنی احرام کی حالت میں یا حدودِ حرم میں شکار کا ہبہ کرنا یا وصیت کرنا یا مہر یا بدل خلع قرار دینا بھی باطل ہے اس لئے کہ عین (شکار) ان تمام تصرفات کے قابل نہیں رہا [9] اور محیط میں بائع پر جزا کے واجب

[1] لباب شرحہ ش و بحر و غنیہ ملتقطاً [2] غنیہ شرح فتح ملتقطاً [3] لباب شرحہ ش [4] لباب شرحہ تصرفات [5] ہدایہ فتح و بحر و در و ش و شرح اللباب و غنیہ ملتقطاً [6] در و ش [7] بحر و ش [8] ...
[9] در و ش -

ہونے کو مطلق (کسی قید کے بغیر) بیان کیا ہے اور صاحبِ بدائع نے یہ قید لگائی ہے کہ یہ حکم اس وقت ہے جبکہ وہ بیع فسخ کرنے پر قادر نہ ہو [1]

(۶) اور اگر شکار بیچنے کے بعد خریدار کے ہاتھ میں ہلاک ہو گیا پس اگر خریدنے والا اور بیچنے والا دونوں محرم ہیں یا دونوں حلال ہیں مگر دونوں حدودِ حرم میں ہیں تو دونوں پر جزا واجب ہوگی اور خریدار بائع کے لئے اُس (شکار) کی قیمت کا ضامن نہیں ہوگا کیونکہ بائع اس شکار کا مالک نہیں ہے اور اگر وہ دونوں حل میں ہیں اور دونوں میں سے ایک حلال ہے تو صرف محرم پر جزا واجب ہوگی اور خریدار جزائے مذکور کے ضمان کے ساتھ بیچنے والے کو شکار کی قیمت بھی دیگا کیونکہ بیچنے والا اس صورت میں اس شکار کا مالک ہے اس لئے یہ بیع فاسد ہے [2] اور یہ بات پوشیدہ نہیں ہے کہ اس صورت میں خریدار پر جزائے مذکور کا ضمان اس وقت واجب ہوگا جبکہ وہ محرم ہو لیکن اگر وہ محرم نہ ہو تو اس پر شکار کی قیمت کے ضمان کے علاوہ اور کچھ واجب نہیں ہوگا [3] اور یہ حکم اس وقت ہے جبکہ بیچنے والے نے حلال ہونے کی حالت میں اس جانور کو شکار کیا ہو اس کے بعد احرام باندھا ہو کیونکہ یہ بیع فاسد ہے اور بیع فاسد میں خریدار بیچنے والے کو شکار کی قیمت کا ضمان دیگا اس لئے کہ وہ شکار اس کی ملک ہے لیکن اگر اس نے احرام کی حالت میں شکار کیا ہو اور اسی حالت میں اس کو بیچا ہو تو خریدار پر بیچنے والے کے لئے کوئی ضمان (تاوان) واجب نہیں ہے کیونکہ بیع باطل ہونے کی وجہ سے بیچنے والا اس کا مالک نہیں ہوا ہے جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا ہے [4]

(۷) اگر دو شخصوں نے حدودِ حرم میں اس شکار کی آپس میں خرید و فروخت کی جو کہ حل میں ہے تو یہ بیع جائز اور منعقد ہو جائے گی لیکن دونوں کے حل میں چلے جانے کے بعد بیچنے والا اس شکار کو خریدار کے سپرد کرے، یہ امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک ہے اور امام محمدؒ کا اس میں اختلاف ہے [5] اس لئے کہ اگر شکار حل میں ہو اور بیچنے والا اور خریدار دونوں حدودِ حرم میں ہوں تو امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک بیع درست ہے اور امام محمدؒ اس کو منع کرتے ہیں [6] اور غایۃ السروجی میں جامع سے منقول ہے کہ اس مسئلہ میں امام ابو یوسفؒ امام محمدؒ کے ساتھ ہیں [7]

(۸) اور اگر دو حلال شخصوں نے حل میں آپس میں شکار کی خرید و فروخت کی پھر ان دونوں نے یا دونوں میں سے کسی ایک نے احرام باندھ لیا پھر خریدار نے اس جانور میں عیب پایا تو وہ خریدار بیچنے والے سے نقصان وصول کرلے اور اس کو اس شکار کا واپس کرنا جائز نہیں ہے [8] اس لئے کہ بیع کو واپس کرنا اور عقدِ بیع کو فسخ کر دینا دوسری بیع ہے اور یہ ان دونوں کے حق میں منع ہے [9]

(۹) اور اگر دو حلال شخصوں نے شکار کو آپس میں خرید و فروخت کیا پھر ان دونوں میں سے کسی ایک نے قبضہ سے پہلے احرام باندھ لیا تو وہ بیع فسخ ہو جائے گی [10]

(۱۰) اگر شکار کو ہبہ کیا پس اگر ہبہ کرنے والا اور جس کو ہبہ کیا ہے دونوں محرم ہیں تو ان دونوں میں سے ہر ایک پر جزا واجب ہوگی اور اگر ان دونوں میں سے ایک شخص محرم ہے تو صرف اسی شخص پر جزا واجب ہوگی [11] اور اگر کسی شخص نے کسی محرم کے لئے شکار ہبہ کیا پھر وہ شکار اس (موہوب لہ) کے پاس ہلاک ہو گیا تو موہوب لہ پر اللہ تعالیٰ کے حق کے لئے شکار کی جزا واجب ہوگی اور ہبہ فاسد ہو جانے کی وجہ سے اس کے مالک کے حق کے لئے ضمان واجب ہوگا اور اگر اس نے اس میں سے کھا لیا تو اس پر تیسری جزا بھی واجب ہوگی [12] یہ حکم

[1] شرح اللباب [2] لباب و شرحہ و ش و غنیہ ملتقطاً [3] ش [4] ارشاد و در و ش ملتقطاً [5] فتح و لباب و شرحہ ملتقطاً [6] بحر [7] شرح اللباب [8] فتح و بحر و شرحہ [9] شرح اللباب [10] لباب [11] بحر [12] لباب و شرحہ۔

امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک ہے اس لئے کہ جب محرم نے اپنے ذبح کئے ہوئے جانور سے کھالیا تو جس قدر کھایا ہے اس کی قیمت ادا کرنا اس پر واجب ہوگا خواہ اس نے کفارہ ادا کرنے سے پہلے کھایا ہو یا بعد میں بخلاف کسی دوسرے شخص کے کھا لینے کے ۱؎ اور واہب پر صرف ایک جزا واجب ہوگی جبکہ وہ محرم ہو بخلاف اس کے جبکہ وہ حلال ہو ۲؎ (کہ اس پر کچھ جزا واجب نہ ہوگی) اور بحر الرائق میں محیط سے منقول ہے کہ کسی شخص نے کسی محرم کے لئے شکار ہبہ کیا پھر اس نے اس کو کھالیا تو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے کہا کہ کھانے والے (موہوب لہ) پر تین جزائیں واجب ہوں گی ایک قیمت (جزا) ذبح کی وجہ سے اور دوسری قیمت ممنوع کو کھانے کی وجہ سے اور تیسری قیمت واہب کے لئے اس لئے کہ یہ ہبہ فاسد تھا اور واہب پر اس کی قیمت واجب ہے اور امام محمد رحمہ اللہ نے کہا کہ کھانے والے پر دو قیمتیں واجب ہیں ایک قیمت واہب کے لئے اور دوسری قیمت ذبح کے لئے ہے اور ان کے نزدیک کھانے کی وجہ سے کچھ واجب نہیں ہوگا اھ ۳؎ اور یہ اس بارے میں صریح ہے کہ مملوکہ شکار کو قتل کرنے سے محرم پر دو قیمتیں واجب ہوں گی ۴؎ اور ظاہر یہ ہے کہ واہب کے لئے قیمت کا واجب ہونا اس صورت کے ساتھ خاص ہے جبکہ اس نے حلال ہونے کی صورت میں اس جانور کو شکار کیا ہو کیونکہ اب وہ اس کی ملک ہو جائے گا ورنہ (یعنی احرام کی حالت میں شکار کرنے کی صورت میں) وہ مالک نہیں ہوگا اس لئے موہوب لہ پر واہب کیلئے قیمت واجب نہیں ہوگی اور اسی لئے وہ ہبہ فاسد ہوگا باطل نہیں ہوگا۔ ۵؎

(۱۱) اگر کسی محرم نے کسی حلال شخص کو شکار خریدنے کیلئے وکیل بنایا پھر اس وکیل نے شکار خریدا تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک یہ بیع جائز ہے کیونکہ یہ فعل مؤکل کی طرف منسوب نہیں ہوگا اور صاحبین کے نزدیک یہ بیع باطل ہے ۶؎ اور اگر کسی حلال شخص نے حلال شخص کو شکار بیچنے یا خریدنے کے لئے وکیل بنایا پھر مؤکل نے احرام باندھ لیا تب بھی امام ابوحنیفہؒ کے قول پر قیاس کرتے ہوئے یہ بیع جائز ہے اگرچہ مؤکل نے خریدار کے قبضہ کرنے سے پہلے احرام باندھا ہو اور صاحبین کے قول پر یہ بیع باطل ہے ۷؎

(۱۲) اگر حلال شخص نے کسی حلال شخص کے شکار کو غصب کر لیا پھر اس غاصب نے اس حال میں احرام باندھ لیا کہ وہ شکار اس کے ہاتھ میں ہے تو اس پر اس جانور کا چھوڑ دینا اور شکار کے مالک یعنی مغصوب منہ کو شکار کی قیمت کا تاوان دینا واجب ہے پس اگر اس نے ایسا نہ کیا یعنی شکار کو نہ چھوڑا بلکہ شکار کے مالک ہی کو واپس کر دیا تو وہ ضمان (تاوان) سے بری ہو جائے گا لیکن جزا سے بری نہیں ہوگا (یعنی جزا اس پر واجب رہے گی) اور اس کو ایسا کرنا گناہ ہے ۸؎ اور اگر مغصوب منہ (جس سے چھینا گیا ہے) نے احرام باندھ لیا پھر غاصب نے اس کو شکار واپس کر دیا تو ان دونوں میں سے ہر ایک پر جزا واجب ہوگی لیکن اگر وہ شکار مغصوب منہ کے ہاتھ میں پہنچنے سے پہلے ہلاک اور ضائع ہوگیا تو اس پر جزا واجب نہیں ہوگی صرف غاصب پر واجب ہوگی اور اگر اس کو اس کے مالک یعنی مغصوب منہ نے حلال ہونے کی حالت میں شکار کیا اور اس کو حرم میں داخل کیا تو امام ابوحنیفہؒ کے قول کی بنا پر اس کے غاصب پر ضمان واجب ہوگا اس لئے کہ اب وہ اس کے مالک کو واپس نہیں کرے گا صاحبین کا اس میں اختلاف ہے ۹؎

(۱۳) جو حرم کا شکار ذبح کر دیا گیا ہو اس کی بیع جائز نہیں اس کو ذبح کرنے والا خواہ محرِم ہو یا حلال ہو اور اسی طرح محرم کے ذبح کئے ہوئے شکار کی بیع بھی جائز نہیں ہے ۱۰؎ (خواہ وہ اس کو حدودِ حرم میں ذبح کرے یا حدودِ حِل میں) کیونکہ اس کو ذبح کرنے کے بعد اس کی بیع مردار کی بیع ہے ۱۱؎ اور مردار کی بیع باطل ہے کیونکہ وہ بیع کا محل نہیں ہے ۱۲؎

۱؎ ارشاد ۲؎ لباب و شرحہ ۳؎ بحر و ش ۴؎ بحر و ش و غنیہ ۵؎ لباب و شرحہ و غنیہ ۶؎ لباب و شرحہ ۷؎ لباب و شرحہ و فتح و بحر و غنیہ ۸؎ ایضاً ۹؎ شرح اللباب عن البدائع ۱۰؎ ہدایہ ۱۱؎ عنایہ

جنایاتِ حدودِ حرم

ممنوعاتِ حرم دو قسم کے ہیں ایک وہ جو شکار سے متعلق ہیں اور دوسرے وہ جو نباتات سے متعلق ہیں [1]

حرم کے جانور کو شکار کرنا یا ایذا پہنچانا

(۱) حرم کے جانور کو مارنا یا ایذا پہنچانا محرم اور حلال دونوں پر حرام ہے البتہ اُن جانوروں کو مارنا جائز ہے جن کے مارنے کی شریعت نے اجازت دی ہے کیونکہ وہ اکثر ایذا پہنچانے میں ابتدا کرتے ہیں اور ان کا ذکر شکار کی تعریف کے بیان میں گزر چکا ہے [2] خواہ شکار حدودِ حرم میں ہو اور شکاری حل میں ہو یا اس کے برعکس ہو یعنی شکار حل میں اور شکاری حدودِ حرم میں ہو دونوں صورتوں میں وہ حرم کا شکار کہلائیگا [3]

(۲) اگر مُحرِم نے حرم کا شکار قتل کیا تو اس پر صرف ایک ہی جزا احرام کی وجہ سے واجب ہوگی جیسا کہ اُس پر حرم سے باہر یعنی حل وغیرہ میں شکار کو قتل کرنے سے واجب ہوتی ہے اس پر حرم کی وجہ سے دوسری جزا واجب نہیں ہوگی کیونکہ حرم کی جزا احرام کی جزا ہی میں داخل ہو جائیگی اور دونوں جزائیں مل کر ایک ہو جائیگی [4] اور یہ استحسان ہے اور قیاس یہ ہے کہ دو چیزوں یعنی احرام اور حرم پر جنایت پائی جانے کی وجہ سے دو کفارے واجب ہوں گے پس وہ قارن کے مشابہ ہو گیا لیکن فقہا نے استحسان کو اختیار کیا اور صرف احرام کی جنایت کا کفارہ واجب کیا ہے اس کے علاوہ کچھ واجب نہیں کیا [5]

(۳) اگر کسی حلال شخص نے حدودِ حرم میں شکار کو قتل کیا تو اس پر بھی حرم میں قتل کرنے کی جزا واجب ہے [6]

(۴) اگر سکھایا ہوا جانور مثلاً باز یا طوطا یا بندر وغیرہ جو کسی کا مملوک تھا کسی نے حدودِ حرم میں مار ڈالا تو اس پر اس کے مالک کو سکھائے ہوئے جانور کی قیمت دینا واجب ہوگا اور حرم کی جزا بھی واجب ہوگی جس میں سکھایا ہوا ہونے کا لحاظ نہ ہوگا بلکہ بغیر سکھائے ہوئے جانور کی قیمت واجب ہوگی [7]

(۵) اگر حل کا شکار حدودِ حرم میں داخل ہو گیا تو وہ بھی حرم کے شکار میں شمار ہوگا خواہ وہ کسی کا مملوک ہو یا نہ ہو اور خواہ وہ خود بخود داخل ہوا ہو یا کسی حلال یا محرم شخص نے داخل کیا ہو پس اس شخص پر اُس جانور کا چھوڑنا واجب ہوگا، اگر کسی نے اس کو ذبح کر دیا تو اس شخص پر اس جانور کی جزا واجب ہوگی اور اس کو فروخت کرنا جائز نہیں ہے پس جب بھی کوئی شخص شکار کا زندہ جانور لیکر حدودِ حرم میں داخل ہوگا اس جانور کا چھوڑنا اس پر واجب ہوگا، یہ حکم اس وقت ہے جبکہ وہ جانور حقیقی طور پر اس کے ہاتھ میں ہے لیکن اس کے ہمراہ پالان (گون وغیرہ) یا اس کے پنجرہ میں ہے تو اس کا چھوڑنا واجب نہیں ہے [8]

(۶) اگر کسی محرم یا حلال نے شکرا یا باز (یا کوئی اور شکاری پرندہ) حدودِ حرم میں داخل کیا تو اس پر اس کو چھوڑنا واجب ہے جیسا کہ اوپر تمام شکاری جانوروں کے چھوڑنے کے متعلق بیان ہوا ہے پس اگر اس نے اس کو چھوڑ دیا اور اس شکرے یا باز نے حرم کے کبوتروں کو مارنا شروع کیا تو اس چھوڑنے والے شخص پر کچھ واجب نہیں ہوگا کیونکہ اس پر اس کو چھوڑ دینا واجب تھا چنانچہ اس نے اس کو چھوڑ دیا

---

[1] بدائع [2] لباب و بدائع وغیرہما [3] بحر [4] لباب و شرحہ و بدائع و غنیہ [5] بدائع و تمام فیہ [6] لباب و شرحہ [7] لباب و شرحہ و غنیہ [8] لباب و شرحہ و بدائع وغیرہ ملتقطاً منہ قا

تو اب اس کے بعد اس پر کچھ واجب نہیں ہوگا جیسا کہ اگر وہ اُس کو حل میں چھوڑ دے پھر وہ (شکرا یا باز وغیرہ) حرم میں داخل ہو کر حرم کے شکار کو قتل کر دے تو اس پر کچھ واجب نہیں ہوگا [1] اور اگر وہ اس کو حرم کا شکار مارنے کے لئے چھوڑے گا تو اس پر جزا واجب ہوگی [2]

(۷) جاننا چاہئے کہ جو شکار حدودِ حرم میں داخل ہوگیا اس کو شکار کرنا مطلق طور پر حرام ہے جیسا کہ احرام کی حالت میں مطلق طور پر (یعنی خواہ حرم میں ہو یا حل میں) شکار مارنا حرام ہے [3] اگر وہ جانور کھڑا ہوا ہے تو حدودِ حرم کا شکار ہونے کے بارے میں اس کے پاؤں کی جگہ کا اعتبار ہوگا اس کے سر کا اعتبار نہیں ہوگا کیونکہ کھڑے ہونے کا مدار پاؤں پر ہے اس لئے کھڑے ہوئے شکار میں اس کے پاؤں کا اعتبار کیا جائے گا پس اگر شکار کے سارے پاؤں حل میں ہیں اور اس کا سر حرم میں تو اس کے قتل کرنے سے کچھ واجب نہ ہوگا کیونکہ وہ حل کے شکار میں سے ہے، حلال کے لئے اس کا شکار کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے اور اگر ایسے شکار پر تیر پھینکا جس کے پاؤں حرم میں ہیں اور اس کا سر حل میں ہے تو وہ حرم کا شکار ہے مُحرم یا حلال کے لئے اس کو قتل کرنا جائز نہیں ہے اور (کھڑے ہوئے جانور کے حرم کا شکار ہونے کے لئے) یہ شرط نہیں ہے کہ اس کے سارے پاؤں حرم میں ہوں بلکہ بعضے پاؤں کا حرم میں ہونا سب پاؤں کے حرم میں ہونے کے مانند ہے حتیٰ کہ اگر اس کے بعض پاؤں حرم میں ہیں اور بعض پاؤں حل میں، تو مباح چیز پر حرام کے غلبہ کی وجہ سے اس کے قتل کرنے پر جزا واجب ہوگی قطع نظر اس سے کہ حرم میں اس کے پاؤں زیادہ ہیں اور حل میں کم یا اس کے برعکس حل میں زیادہ ہیں اور حرم میں کم ہیں پس احتیاطاً حرمت کی جانب کو ترجیح دیتے ہوئے وہ حرم کا شکار شمار ہوگا (اگرچہ اس کا ایک ہی پاؤں حدودِ حرم میں ہو) اور اگر وہ جانور کھڑا ہوا نہیں ہے تو وہ زمین پر پڑی ہوئی چیز کے حکم میں ہے، اس صورت میں اس کے پاؤں کی جگہ کا اعتبار نہیں ہوگا اور جب پاؤں کا اعتبار نہ رہا تو اس میں حرام و مباح دونوں جانب جمع ہو جائیں گی پس احتیاطاً جانبِ حرام کو ترجیح دی جائیگی پس اگر شکار کا جانور حل میں لیٹا ہوا ہے اور اس کا کچھ حصہ حرم میں ہے تو خواہ کوئی سا حصہ بھی ہو وہ حرم کا شکار شمار ہوگا اور اس کے قتل کر دینے سے جزا واجب ہوگی کیونکہ وہ حل میں کھڑا ہوا نہیں ہے اور اس کا بعض حصہ حرم میں ہے [4] پس اگر سونے کی حالت میں شکار کا کوئی جزو حدودِ حرم میں ہے تو وہ حرم کا شکار ہے [5]

(۸) اگر شکار کا جانور درخت کی اُن ٹہنیوں پر بیٹھا ہے جو حدودِ حرم میں لٹکی ہوئی ہیں اور اس درخت کی جڑ حل میں ہے تو اس شکار کے مارنے پر جزا واجب ہوگی اس لئے کہ درخت کی لٹکی ہوئی ٹہنیوں پر بیٹھے ہوئے پرندے کے بیٹھنے کی جگہ کا اعتبار ہوگا درخت کی جڑ کا اعتبار نہیں ہوگا کیونکہ شکار درخت کے تابع نہیں ہے پس اگر جانور درخت کی شاخ پر اس طرح بیٹھا ہے کہ اگر وہ گرے تو حرم کی زمین میں گرے تو وہ حرم کا شکار ہے اور اگر حل میں گرے تو وہ حل کا شکار ہے، اور جس شاخ پر پرندہ بیٹھا ہوا ہے اگر اس کا کچھ حصہ حل میں اور کچھ حرم میں ہے تو ممنوع کو ترجیح دیتے ہوئے وہ جانور حرم کا شمار ہوگا جیسا اس قسم کے نظائر سے معلوم ہوتا ہے اور حرم کا درخت کاٹنے میں درخت کی جڑ کا اعتبار ہوگا اس کی ٹہنیوں کا اعتبار نہیں ہوگا کیونکہ ٹہنیاں درخت کے تابع ہیں (جیسا کہ اس کا بیان آئے گا مؤلف) [6] پس اگر پرندہ ایسی ٹہنی پر ہوگا جو حرم کی حد میں واقع ہے تو اس کو شکار کرنا جائز نہیں ہے اگرچہ

[1] بدائع بزیادۃ ولباب [2] لباب [3] لباب [4] لباب و شرحہ و بدائع و بحر و غنیہ ملتقطاً [5] ش عن المبسوط [6] بحر و لباب و شرحہ و غنیہ و در و ش ملتقطاً۔

اس درخت کی جڑ حل میں ہو اور اگر پرندہ ایسی شاخ پر ہے جو حل میں واقع ہے تو اس کا شکار کرنے میں مضائقہ نہیں ہے اگرچہ اس درخت کی جڑ حرم میں ہو، شکار کے پاؤں کی جگہ کو دیکھا جائے گا درخت کی جڑ کو نہیں دیکھا جائے گا کیونکہ شکار کا ٹھہرنا اس کے پاؤں کے ساتھ ہے[1] شکار کے حدودِ حرم میں ہونے سے یہ مراد نہیں کہ وہ حرم کی زمین پر ہی ہو کیونکہ اس کا حرم کی زمین پر ہونا شرط نہیں ہے اس لئے کہ اگر پرندہ حرم میں ہے لیکن حرم کی زمین پر نہیں ہے تب بھی وہ حرم کا شکار ہے کیونکہ وہ اس میں داخل ہو گیا ہے اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَمَنْ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا (یعنی جو جاندار اس (حرم) میں داخل ہو گیا وہ امن میں ہے) اور حرم کی ہوا (فضا) بھی حرم ہی کے حکم میں ہے[2] اس لئے اگر کوئی اُڑتے ہوئے جانور کو مار کر اوپر سے اوپر ہی پکڑ لے تب بھی جزا واجب ہوگی[3] اور اسی طرح یہ بھی شرط نہیں ہے کہ شکار کرنے والا شخص حرم میں زمین پر ہو (مؤلف) پس اگر کوئی شخص کسی درخت کی اس شاخ پر ٹھہرا جو حل میں واقع ہے اور اس درخت کی جڑ حرم میں ہے اور اس نے حل کے شکار پر تیر پھینکا یا وہ شاخ (جس پر وہ شخص ٹھہرا ہوا ہے) حرم میں ہے اور درخت اور شکار دونوں حل میں ہیں تو شاخ پر ٹھہرنے والے شخص کا حکم بھی ٹہنی پر بیٹھے ہوئے پرندے کی مانند ہونا چاہئے پس پہلی صورت میں اس پر کچھ ضمان (کفارہ) واجب نہیں ہوگا اور دوسری صورت میں اُس پر ضمان واجب ہوگا[4]

(۹) اگر کسی محرم یا حلال نے حاملہ ہرنی کو (بھڑکا کر) حدودِ حرم سے نکال دیا تو اس پر واجب ہے کہ اس کو اس کے مأمن کی طرف (حدودِ حرم میں) لوٹائے، پس اگر اس نے اس کو نہیں لوٹایا یہانتک کہ ہرنی نے بچہ دیا پھر وہ ہرنی اور اس کا بچہ دونوں مر گئے تو اس پر ان دونوں کی جزا یعنی دونوں کی قیمت دینا واجب ہوگا کیونکہ شکار حرم سے باہر نکال دیئے جانے کے بعد بھی شرعاً امن کا مستحق رہتا ہے اور اسی لئے اس کو اس کے مأمن کی طرف لوٹانا واجب ہے اور یہ استحقاقِ امن شرعی صفت ہے پس دوسری صفاتِ شرعیہ کی طرح یہ بھی بچے کی پیدائش کے وقت اس بچہ میں سرایت کرے گی اور اگر اس نے ہرنی کی جزا ادا کر دی اور وہ شخص حلال ہے پھر اُس ہرنی نے بچہ دیا تو اب اس شخص پر اُس ہرنی کی اولاد کی جزا واجب نہیں ہوگی جبکہ وہ اولاد مر جائے کیونکہ اب امن کی صفت اولاد کی طرف سرایت نہیں کرے گی اس لئے کہ جب اس نے اس (ہرنی) کی جزا ادا کر دی تو وہ اس ہرنی کا مالک ہو گیا پس اب وہ ہرنی حرم کا شکار نہیں رہی اور اس کا امن کا حق باطل ہو گیا تو اب وہ اولاد وغیرہ اس کی ملکیت کی حالت میں پیدا ہوئی ہے یہانتک کہ اگر ماں (ہرنی) اور اولاد کو ذبح کر دیا تو جائز ہے اور وہ مردار نہیں ہوں گے کیونکہ اب وہ سب حل کا شکار ہیں لیکن اُن کا کھانا مکروہ ہوگا اور اس شکار میں چربی اور بالوں کی جو بھی زیادتی ہوگی اس شکار کے مرنے پر اس کا ضمان بھی اسی مذکورہ بالا تفصیل کے ساتھ واجب ہوگا[5] پس اگر کسی حلال نے کسی ہرنی کو حدودِ حرم سے نکال دیا پھر اس کے بدن یا بالوں میں زیادتی کی وجہ سے اس کی قیمت میں زیادتی ہو گئی پھر وہ ہرنی مر گئی تو اگر اس کے مرنے سے پہلے اس ہرنی کی جزا ادا نہیں کی تو وہ اس زیادتی کا بھی ضمان دیگا اور اگر اس کی جزا اس کے مرنے سے پہلے ادا کر دی تھی تو وہ شخص اس زیادتی کا ضمان نہیں دیگا[6] اور اس سے معلوم ہوا کہ اگر وہ ہرنی حدودِ حرم سے نکال دینے کے بعد حاملہ ہو گئی تو اس کی جزا کا حکم بھی اسی مذکورہ تفصیل کے مطابق ہے[7]۔ اور

[1] بدائع [2] بحر [3] معلم [4] بحر و غنیہ [5] بدائع و لباب و شرحہ و ہدایہ و فتح و بحر و ش ملتقطاً [6] بحر و ش [7] ش

ابن سماعہؒ نے امام محمد رحمہ اللہ سے روایت کی ہے کہ جس شخص نے شکار کو حدودِ حرم سے حل کی طرف نکال دیا تو اس شکار کو ذبح کرنا اور اس کے گوشت سے نفع حاصل کرنا حرام نہیں ہے خواہ اس نے اس شکار کی جزا ادا کر دی ہو یا ادا نہ کی ہو لیکن میں اس کا یہ فعل مکروہ سمجھتا ہوں اور میرے نزدیک پسندیدہ یہ ہے کہ وہ اس کے کھانے سے دُور رہے اھ ۱ ، اور اگر اس گوشت کو بیچ دیا اور اس کی قیمت کو اس کی جزا میں مدد حاصل کی تو یہ اس کے لئے جائز ہے کیونکہ کراہت کھانے کے حق میں مخصوص ہے ۲ اور خریدار کو اس سے نفع اُٹھانا جائز ہے جیسا کہ فتاوی قاضی خاں میں ہے اور بعض نے کہا ہے کہ اس کی بیع باطل ہے ۳ فتح القدیر میں ہے کہ غور و فکر کا تقاضا یہ ہے کہ اگر وہ شخص اس ہرنی کو اس کے مأمن کی طرف لوٹا کر دوبارہ اس کا امن بحال کر دینے پر قادر ہے تو اس کی جزا ادا کر دینے سے وہ جزا اس کا کفارہ واقع نہیں ہوگی اور اس کے بعد اس کو اس ہرنی کے درپے ہونا حلال نہیں ہوگا بلکہ اس کے درپے ہونے کی حرمت بدستور قائم رہے گی اور اگر وہ اس کو اس کے مأمن میں لوٹانے سے عاجز ہے مثلاً جب اس نے اس ہرنی کو حل کی طرف نکال دیا تو وہ حل میں کہیں بھاگ گئی اب وہ شخص اس کی ذمہ داری سے بری ہو گیا پس اس صورت میں کفارہ ادا کرنے کے بعد اُس ہرنی کی جو اولاد پیدا ہوگی اگر وہ اولاد مر جائے تو یہ اس کا ضامن نہیں ہوگا اور اس کے لئے اس کا شکار کرنا جائز ہے ۴ اور بحر الرائق میں ہے کہ یہ بھی کہا گیا ہے کہ یا تو شکار کو حرم سے نکالنے والا مُحرم ہوگا یا حلال ہوگا پس اگر وہ محرم ہے تو بلا شبہ ضمان کا سبب یعنی شکار کے درپے ہونا پایا گیا ہے اور اگر نکالنے والا شخص حلال ہے تو حدیث کی رو سے شکار کو حرم سے بھگانا حرام ہے پس جب اس نے شکار کو حرم سے نکال دیا تو ضمان کا سبب پایا گیا پس اس کا کفارہ ادا کرنا جائز ہے اور جب کفارہ ادا کر دیا تو وہ ملکِ خبیث کے ساتھ اس کا مالک ہو گیا اسی لئے فقہا نے کہا ہے کہ اس کا کھانا مکروہ ہے اور جب فقہا کراہت کو مطلق طور پر ذکر کرتے ہیں تو اس سے مراد کراہت تحریمی ہوتی ہے پس یہ اس بات کی دلیل ہے کہ جزا ادا کرنے کے بعد اس جانور کو حرم میں واپس لوٹانا واجب ہے ۵

(۱۰) اگر شکار کا جانور خود حرم سے نکل کر حل میں آجائے تو اس کو پکڑنا جائز ہے کیونکہ اب اس کی حرم کا شکار ہونے کی صفت حل کا شکار ہونے کی طرف منتقل ہو گئی اور اگر کسی نے اس کو حرم سے نکالا ہے خود نہیں نکلا تو اس کا پکڑنا حلال نہیں ۶ اس لئے کہ شکار کو حدودِ حرم سے باہر نکال دینے کے بعد وہ شرعاً امن کا مستحق رہتا ہے اور اس کو اس کے مأمن کی طرف لوٹانا واجب ہے ۷ (جیسا کہ اوپر ہرنی کے مسئلہ میں بیان ہو چکا ہے، مؤلف)

(۱۱) اگر کسی شافعیؒ نے حل کے شکار کو حدودِ حرم میں داخل کر دیا پھر اُس نے اس شکار کو حدودِ حرم میں ذبح کر دیا تو حنفی کو اس کا کھانا جائز نہیں ہے کیونکہ فقہا نے کہا ہے کہ اگر شافعی نے بکری ذبح کی اور جان بوجھ کر بسم اللہ پڑھنا ترک کر دیا تو وہ مردار ہے حنفی کے لئے اس کا کھانا حلال نہیں ہے پس اسی طرح یہ مسئلہ بھی ہے ۸

(۱۲) اور شکار تین چیزوں میں سے کسی ایک کے ساتھ مامون ہو جاتا ہے یعنی شکاری کے احرام میں ہونے سے یا شکاری کے حدودِ حرم میں داخل ہونے سے یا شکار کے حدودِ حرم میں داخل ہونے سے ۹ (جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے) پس اگر کسی حلال نے

۱ بدائع وغیرہ ۲ بدائع ولباب و شرحہ ۳ لباب و شرحہ ۴ فتح القدیر و بحر و شرح اللباب و ارشاد ملخصاً مع ما فیہا ۵ بحر ملخصاً و تمامہ فیہ ۶ لباب و شرحہ و غنیہ ۷ بحر و ش وغیرہا ۸ شرح اللباب و غنیہ ۹ بحر و ش و غنیہ وغیرہا۔

حدودِ حرم کے اندر سے حل کے شکار پر تیر مارا تو وہ اس شکار کا ضمان دے گا اور اسی طرح اگر کسی حلال نے حدودِ حل سے حرم کے شکار پر تیر مارا تب بھی وہ اس کا ضمان دے گا اور اسی طرح اگر کسی حلال نے حل میں کسی شکار کے تیر مارا پھر شکار بھاگ گیا اور وہ تیر اس شکار کو حدودِ حرم میں لگا تو استحساناً اس شخص پر ضمان یعنی جزا واجب ہو گی ۱؎۔ امام محمد رحمہ اللہ نے کتاب الاصل میں کہا ہے کہ میرے علم کے مطابق یہ امام ابو حنیفہ کا قول ہے ۲؎ اور کرمانی ؒ نے کہا کہ اس پر جزا واجب ہو گی اور اس کو اس میں سے کھانا بھی نہیں چاہئے، اور مبسوط میں تصریح کی گئی ہے کہ اس پر کوئی جزا واجب نہیں ہو گی لیکن اس کا کھانا جائز نہیں ہے اور اس میں کہا ہے کہ یہ مسئلہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے اصول سے مستثنیٰ ہے کیونکہ ان کے نزدیک تیر مارنے کے مسئلہ کی تمام صورتوں میں تیر پھینکنے کی حالت کا اعتبار ہے تیر کے شکار پر لگنے کی حالت کا اعتبار نہیں ہے سوائے خاص اس مسئلہ کے کہ اس میں احتیاطاً ضمان واجب ہو گا کیونکہ اس میں ضمان واجب کرنے والی جانب اور ضمان ساقط کرنے والی جانب جمع ہو گئی ہے اس لئے امام صاحب ؒ نے احتیاطاً ضمان واجب کرنے والی جانب کو ترجیح دی ہے اور اس کا گوشت کھانے کے بارے میں تیر کے شکار پر لگنے کا اعتبار کیا ہے ۳؎۔

(۱۳) اگر کسی حلال شخص نے حدودِ حل میں کسی شکار پر کتا چھوڑا اور وہ کتا حدودِ حرم میں چلا گیا اور وہاں اس کتے نے کسی شکار کو قتل کر دیا تو اس شخص پر کوئی جزا واجب نہیں ہے کیونکہ شکار کے قتل کا سبب بننے میں تعدّی (زیادتی) کرنے والا نہیں ہے اور اسی طرح اگر اس کتے نے شکار کو ہنکایا یہاں تک کہ اس کو حدودِ حرم میں داخل کر دیا پھر اس نے اس شکار کو حدودِ حرم میں مار ڈالا تو اس شخص پر کچھ جزا واجب نہیں ہے ۴؎ اور بدائع میں اس مسئلہ کی صراحت کی گئی ہے کہ اس شکار کو کھایا نہ جائے ۵؎ جیسا کہ اس میں کہا ہے کہ اگر کسی (حلال) شخص نے حدودِ حل میں حل کے شکار پر کتا چھوڑا پس کتے نے اُس شکار کا پیچھا کیا اور اس شکار کو حرم میں پکڑ کر مار دیا تو کتا چھوڑنے والے پر کچھ واجب نہیں ہے اور وہ شکار کھایا نہیں جائے گا، جزا تو اس لئے واجب نہیں ہے کہ ضمان واجب ہونے کے لئے کتا چھوڑنے کی حالت کا اعتبار ہو گا کیونکہ ضمان کے واجب ہونے کا سبب کتے کا چھوڑنا ہے اور اس کا چھوڑنا حل میں پایا جانے کی وجہ سے مباح واقع ہوا ہے پس اس سے ضمان متعلق نہیں ہو گا اور اس شکار کے کھانے کی حرمت اس لئے ہے کہ شکار کے ذبح کے لئے کتے کا فعل حرم میں پایا گیا ہے پس اس کا کھانا حلال نہیں ہے جیسا کہ اگر آدمی حدودِ حرم میں اس کو ذبح کرتا تو اس کا کھانا حرام ہوتا کیونکہ کتے کا فعل آدمی کے فعل سے اعلیٰ نہیں ہوتا ۶؎

(۱۴) اگر کسی نے حدودِ حرم میں کتے کو بھیڑیے پر چھوڑا اور اس نے کوئی شکار مار ڈالا یا کسی نے بھیڑیے کے لئے جال لگایا اور اس میں شکار کا جانور پھنس کر مر گیا تو اس شخص پر کوئی جزا واجب نہیں ہو گی اس لئے کہ اس کا مقصد بھیڑیے کو مارنا تھا جس کا مارنا اس کے لئے حلال ہے پس اس کا کتے کو بھیڑیے پر چھوڑنا اور اس کے لئے جال لگانا مباح ہے کیونکہ محرم و حلال کے لئے بھیڑیے کو حل و حرم میں مارنا جائز ہے اس لئے شکار کے مرنے کا سبب بننے میں اس نے تعدّی (زیادتی و قصد) نہیں کی کہ جس کی وجہ سے اس پر ضمان واجب ہوتا ۷؎

۱؎ لباب و شرحہ و بدائع و فتح و بحر و غنیہ ملتقطاً ۲؎ بدائع و شرح اللباب ۳؎ شرح اللباب و فتح و بدائع ۴؎ فتح و لباب و شرحہ و غنیہ ۵؎ لباب و شرحہ ۶؎ بدائع

۷؎ لباب و شرحہ و بدائع ملتقطاً۔

(۱۵) اگر کسی نے حدودِ حرم میں شکار کے لئے جال لگایا یا کوئی گڑھا کھودا پھر کوئی شکار اس میں واقع ہو کر مر گیا تو اس پر اس کی جزا واجب ہوگی کیونکہ اس کو حرم کے شکار کے لئے جال لگانے یا گڑھا کھودنے کی اجازت نہیں ہے پس شکار کرنے کا سبب بننے میں اس نے تعدی (قصد و زیادتی) کی اس لئے اس پر ضمان واجب ہوگا [۱]

(۱۶) اگر کسی نے خیمہ لگایا اور اس کی رسی میں کوئی شکار الجھ گیا، یا کسی نے پانی کے لئے کنواں کھودا اور حرم کا کوئی شکار اس میں گر گیا تو اس پر کوئی جزا واجب نہیں ہوگی کیونکہ شکار کی موت کا سبب بننے میں وہ تعدی کرنے والا نہیں ہے [۲] اور کنوئیں کے بارے میں یہ قید ہونی چاہئے کہ وہ اس نے اپنی مملوکہ زمین میں کھودا ہو یا وہ کنواں ویران (بغیر پانی کا) ہو تو اس پر ضمان واجب نہیں ہوگا ورنہ ضمان واجب ہوگا اور اگر وہ کنواں شکار کرنے ہی کے لئے کھودا تھا تو (ہر حال میں) اس پر ضمان واجب ہوگا [۳]

(۱۷) اگر شکار پر حل میں تیر مارا اور حل میں وہ تیر اس کو جا لگا پھر وہ شکار حرم میں داخل ہوا اور وہاں مر گیا تو اس شخص پر ضمان یعنی جزا واجب نہیں ہوگی لیکن احتیاطاً اس کا کھانا جائز نہیں ہے اور نسک الکبیر میں ہے کہ قیاساً اس کا کھانا حلال ہے اور استحساناً مکروہ ہے [۴]

(۱۸) اگر تیر مارنے والا حل میں ہے اور شکار بھی حل میں ہے لیکن ان دونوں کے درمیان میں حرم کا قطعۂ زمین ہے اور تیر اس میں سے گزرا ہے تو اس شخص پر کچھ واجب نہیں ہے یعنی اس پر ضمان نہیں ہوگا اور اس کے کھانے میں بھی مضائقہ نہیں ہے کیونکہ تیر پھینکنا اور شکار کے لگنا دونوں فعل حل میں واقع ہوتے ہیں اور سرزمینِ حرم سے تیر کے گزرنے سے جبکہ وہ حرم میں شکار کو نہ لگے یہ حرم میں شکار کرنا نہیں ہوگا [۵] اور یہی حکم کتے اور باز کا ہے جبکہ ان دونوں کو (حدودِ حل میں ایک جگہ سے دوسری جگہ) شکار پر چھوڑا گیا ہو (اور حل کی دونوں جگہوں کے درمیان زمین حرم کا حصہ واقع ہو جس میں سے اس کتے یا باز کو گزرنا پڑتا ہو) [۶]

(۱۹) اور اگر کسی باز کو حل میں شکار کے لئے چھوڑا پھر وہ باز چھوڑنے والے کے قصد کے بغیر خودبخود حرم میں داخل ہو گیا اور اس نے حرم کا کوئی شکار مار دیا تو اس شخص پر کچھ واجب نہیں ہے [۷] ——— (۲۰) اگر کسی حلال نے حرم کا شکار پکڑ کر کسی دوسرے حلال کو دیدیا پھر اس دوسرے شخص نے کسی اور حلال شخص کو دیدیا اور اس تیسرے شخص نے اس کو ذبح کر دیا تو ان میں سے ہر ایک پر پوری قیمت واجب ہوگی [۸] ——— (۲۱) اگر کوئی شکار حل میں تھا اور اس کے بچے حرم میں تھے اور کسی حلال شخص نے حل میں اس شکار کو پکڑ کر روک لیا پھر وہ شکار (حل ہی میں) اس کے قبضہ میں مر گیا اور بچے حرم میں مر گئے تو صرف بچوں کا ضمان واجب ہوگا کیونکہ وہ حرم کا شکار ہیں اور وہ شخص ان کی موت کا سبب بنا ہے، بچوں کی ماں کا ضمان واجب نہیں ہوگا [۹]

(۲۲) اگر کوئی محرم اپنے گھر کا دروازہ بند کر کے منیٰ (یا کسی اور جگہ) چلا گیا، اس کے گھر میں پرندے بند ہو گئے اور وہ پرندے پیاس کی وجہ سے مر گئے تو اس شخص پر ان کی جزا واجب ہوگی اس لئے کہ وہ ان کی موت کا سبب بنا ہے [۱۰]

(۲۳) اگر کوئی شخص حرم کے شکار کو باہر لے گیا پھر اس کو حل میں چھوڑ دیا تو وہ شخص ضمان سے بری نہیں ہوگا لیکن اگر اس

---

[۱] بدائع وغیرہ [۲] بدائع ولباب وشرحہ وغنیہ [۳] بحر وغنیہ [۴] لباب وشرحہ وغنیہ [۵] لباب وشرحہ وبحر وغنیہ [۶] بحر وغنیہ [۷] لباب وشرحہ وغنیہ [۸] ایضاً [۹] لباب وشرحہ وبحر وغنیہ [۱۰] لباب وشرحہ

جانور کا حدودِ حرم میں امن کے ساتھ پہنچنا معلوم ہو جائے تو وہ شخص ضمان سے بری ہو جائے گا[1]

(۲۴) اگر کوئی شخص شکار پر زور سے چیخا اور اس کے چیخنے سے وہ شکار مر گیا تو وہ شخص ضمان دے گا جیسا کہ اگر کوئی شخص کسی بچہ پر زور سے چیخا جس سے وہ بچہ مر گیا (تو وہ شخص ضامن ہوگا)[2] ــــــــ (۲۵) اگر کسی شخص نے شکار پر تیر مارا، وہ تیر اس شکار کے جسم کو چھید کر نکل گیا اور دوسرے شکار کے جا لگا پس وہ دونوں شکار مر گئے تو اس شخص پر دو جزائیں واجب ہونی چاہئیں کیونکہ اس بارے میں عمداً اور خطاً فعل سرزد ہونا برابر ہے[3] ــــــــ (۲۶) اگر کسی حلال شخص نے جو حدودِ حرم میں بیٹھا ہے حل میں شکار دیکھا کیا اس کے لئے یہ جائز ہے کہ وہ شکار کی طرف دوڑ جائے تاکہ حل میں اس کو مارے؟ اور ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ شکار کو تین طریقوں میں سے کسی ایک طریقے سے امن حاصل ہوتا ہے[4] (اس عبارت سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اس کے لئے یہ جائز نہیں ہے لیکن) نہر الفائق میں کہا ہے کہ اس کے جائز ہونے میں توقف نہیں ہونا چاہئے کیونکہ وہاں کوئی ممانعت نہیں ہے[5]

(۲۷) اگر کسی شخص نے کوئی درندہ یا باز وغیرہ شکاری پرندہ حرم میں داخل کیا پھر اس شکاری جانور نے اس شخص کے فعل کے بغیر خود ہی کوئی شکار مار دیا اگر اس شخص نے اس کو آزاد نہیں کیا تھا اور اس نے شکار مار دیا تو یہ شخص ضمان دے گا لیکن اگر اس نے اس کو آزاد کر دیا تھا تو اس پر ضمان واجب نہیں ہوگا جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے[6]

(فائدہ) آگاہ رہیں کہ حدودِ حرم میں شکار کو مارنے یا زخمی کرنے وغیرہ کے بعض مسائل احرام کی حالت میں شکار مارنے یا زخمی کرنے وغیرہ کے ضمن میں بیان ہو چکے ہیں (مؤلف)

حرم کا درخت اور گھاس کاٹنا

(۱) حرم کے درخت اور نباتات جنایت کے لحاظ سے چار قسم پر ہیں: اول وہ جس کو لوگ عام طور سے بوتے یا لگاتے ہیں اور کسی شخص نے اس کو حرم میں بویا یا لگایا ہو جیسے کھیتی (گندم و جو وغیرہ یا درخت)۔ دوم وہ جس کو کسی نے بویا یا لگایا ہو لیکن عام طور سے لوگ اس کو بوتے یا لگاتے نہیں جیسے پیلو وغیرہ۔ سوم وہ جو خود بخود اُگ آیا ہو اور اس جنس سے ہو جس کو عام طور سے بوتے ہیں، ان تین قسم کے درخت اور نباتات کو کاٹنا اور اکھاڑنا اور کام میں لانا جائز ہے اور ان کے کاٹنے سے اس پر کوئی جزا واجب نہیں ہے (لیکن اگر کسی کی ملک ہو تو مالک کو اس کی قیمت دینا واجب ہے جیسا کہ آگے آتا ہے) چہارم وہ ہے جو خود بخود اگا ہو اور اس جنس سے ہو جس کو لوگ عام طور سے نہیں بوتے جیسے کیکر وغیرہ اس قسم کے درخت اور گھاس کا کاٹنا اور اکھاڑنا اور جلانا محرم و حلال، دونوں پر حرام و ممنوع ہے خواہ اس قسم کا درخت یا گھاس کسی کی مملوکہ زمین میں ہو یا غیر مملوکہ میں ہو، سوائے خشک درخت یا گھاس اور پھلدار اور اذخر کے کہ اس کا کاٹنا جائز ہے[7] (اذخر ایک خوشبودار گھاس ہے جو چھت اور قبر کے کام آتی ہے ہندی میں اس کو گند ھیس اور گند ھیل اور بھڑا بچ کی گھاس کہتے ہیں[8]) خلاصہ یہ ہے کہ حرم میں اُگنے والی چیز یا اذخر ہے یا اس کے علاوہ کچھ اور ہے، اذخر کو شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ضمان سے مستثنیٰ کر دیا ہے اور (اس لئے اس کا کاٹنا اور اکھاڑنا جائز ہے) اس کے علاوہ جو چیزیں ہیں وہ تین قسم کی ہیں یا وہ خشک ہیں یا ٹوٹی ہوئی ہیں یا ان دونوں کے

[1] لباب و غنیہ [2] بحر بتصرف و غنیہ [3] بحر [4] بحر و تمام فیہ [5] منحہ [6] بحر [7] لباب و شرحہ و غنیہ و بدائع و غیرہا ملتقطاً [8] معلم الحجاج و حاشیۃ

علاوہ ہیں خشک کو بھی شارع علیہ الصلوۃ والسلام نے مستثنی کر دیا ہے اور ٹوٹی ہوئی نباتات بھی اسی کے حکم میں ہے اور جو نباتات ان دونوں کے علاوہ ہے (یعنی سبز ہے اور ٹوٹی ہوئی نہیں ہے) وہ دو قسم پر ہے یا وہ ایسی ہے جس کو کسی شخص نے بویا ہو یا ایسی ہے کہ اس کو کسی نے نہیں بویا خود اُگی ہے تو پہلی قسم کے کاٹنے میں کچھ واجب نہیں ہے خواہ وہ ایسی جنس سے ہو جس کو لوگ عام طور سے بوتے ہیں یا ایسی نہ ہو اور دوسری قسم اگر ایسی جنس سے ہو جس کو لوگ عام طور سے بوتے ہیں تو اس کے کاٹنے پر بھی کچھ واجب نہیں ہے ورنہ اس کے کاٹنے پر جزا واجب ہوتی ہے پس جس نباتات میں جزا واجب ہوتی ہے وہ ہے جو خود بخود اُگی ہو اور ایسی جنس سے نہ ہو جس کو لوگ بوتے ہیں جیسے کیکر وغیرہ اور نہ وہ ٹوٹی ہوئی اور خشک ہو اور نہ اذخر ہو[۱] خواہ وہ کسی مملوکہ زمین میں اُگی ہو یا غیر مملوکہ میں[۲]

(۲) پس اگر کسی شخص نے سبز درخت یا سبز گھاس کاٹی جو خود بخود اُگی ہو اور وہ ایسی جنس سے ہے جس کو لوگ عام طور سے نہیں بوتے تو اس پر اللہ تعالیٰ کے حق (یعنی حرمتِ حرم) کے لئے اس کی قیمت واجب ہوگی خواہ وہ شخص محرم ہو یا حلال ہو جبکہ وہ شرعی امور کا مکلف ہو اور اگر وہ کاٹی ہوئی نباتات کسی کی ملکیت ہو تو اس پر دو قیمتیں واجب ہوں گی ایک قیمت شرع کے حق کیلئے اور دوسری قیمت اس کے مالک کے حق کے لئے ہوگی اور یہ حکم صاحبین کے اس قول کی بنا پر ہے کہ کوئی شخص زمینِ حرم کا مالک ہو سکتا ہے اور یہی مفتی بہ قول ہے اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے بھی ایک روایت یہی ہے، اور امام صاحب سے ایک روایت یہ ہے کہ اس پر صرف ایک قیمت شرع کے حق کے لئے واجب ہوگی کیونکہ ان کے نزدیک زمینِ حرم کا مالک ہونا متحقق نہیں ہے اور یہ دو جزاؤں کا واجب ہونا جو اوپر بیان ہوا ہے اسوقت ہے جبکہ وہ مملوکہ درخت کاٹنے والے کی ملکیت نہ ہو (بلکہ کسی دوسرے شخص کی ملکیت ہو) اور درخت خشک بھی نہ ہو لیکن اگر وہ درخت کاٹنے والے کی ملکیت ہوگا اور تروتازہ ہوگا تو اس پر صرف ایک قیمت حقِ شرع کی وجہ سے واجب ہوگی اور اگر وہ درخت خشک ہوگا اور کسی دوسرے شخص کی ملکیت ہوگا تو اس پر اس کے مالک کے لئے قیمت واجب ہوگی اور حقِ شرع کے لئے کچھ واجب نہیں ہوگا اور اگر وہ درخت خشک اور کاٹنے والے کی ملکیت ہوگا یا کسی کی بھی ملک نہیں ہوگا تو بالاتفاق اس پر کچھ واجب نہیں ہوگا[۳]

(۳) اور جب حرم کا درخت یا نباتات کاٹنے والے پر قیمت واجب ہوگئی تو اس کا طریقہ وہی ہے جو حرم کے شکار کی جزا دینے کا ہے وہ یہ ہے کہ خواہ اس درخت یا گھاس کی قیمت سے غلہ خرید کر فقیروں (مسکینوں) پر صدقہ کر دے اور ہر مسکین کو نصف صاع گندم دیدے یا اگر اس قیمت سے ہدی یعنی قربانی کا جانور آسکتا ہے تو کتاب الاصل اور طحاوی کی روایت کے مطابق ہدی خرید کر حدودِ حرم میں ذبح کرے اور اس درخت یا گھاس کی جزا کی ادائیگی کے لئے ہمارے ائمہ کے نزدیک روزہ رکھنا جائز و کافی نہیں ہے بخلاف امام زفر رحمہ اللہ کے جیسا کہ حلال کے بارے میں حرم کے شکار کا حکم ہے اور وہ شخص ضمان ادا کرنے کے بعد اس درخت اور گھاس کا مالک ہو جائے گا جیسا کہ حقوق العباد میں یہی حکم ہے اور جب اس کی قیمت ادا کر دی تو اس شخص کو حرم کے کاٹے یا اُکھاڑے ہوئے اُس درخت و گھاس سے فروخت وغیرہ کے ذریعہ فائدہ اٹھانا مکروہ ہے، کیونکہ وہ اس خبیث ذریعہ سے حاصل ہوا ہے اور اس لئے بھی مکروہ ہے کہ اس سے فائدہ حاصل کرنا حرم کی

---

[۱] بحر و فتح و ش بتصرف [۲] منحہ [۳] لباب و شرحہ و در و ش و فتح و بحر و غنیہ تصرفاً۔

نباتات کو جڑ سے ختم کردینے کا باعث ہوگا کیونکہ اگر اس کی اجازت دیدی جائے تو جب بھی کسی کو ضرورت ہوگی وہ اس گھاس یا درخت کو اکھاڑ یا کاٹ لے گا اور قیمت ادا کردے گا جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ وہاں کوئی درخت اور گھاس باقی نہ رہے گی اور یہ بات اس پر دلالت کرتی ہے کہ یہ کراہت تحریمی ہے پس اگر کسی نے حرم کے درخت اور گھاس کو اکھاڑنے اور کاٹنے کے بعد بیچ دیا تو جائز و مکروہ ہے اور اس کی قیمت کو خیرات کردے (یعنی خیرات کرنا واجب ہے) کیونکہ یہ رقم ایسی بیچی ہوئی چیز کی ہے جو اس کو خبیث ذریعہ سے حاصل ہوگی اور بیچ دینے کی صورت میں خریدنے والے کے لئے اس سے فائدہ اٹھانا بلا کراہت جائز ہے بخلاف حرم اور محرم کے شکار کے کہ اس کا بیچنا جائز نہیں ہے اگرچہ اس کی قیمت ادا کردی ہو پس خلاصہ یہ ہے کہ حرم کے کاٹے ہوئے درخت اور گھاس کی قیمت ادا کرنے کے بعد وہ اس کا مالک ہوجاتا ہے اور حرم اور محرم کے شکار کا وہ شخص ہرگز مالک نہیں ہوتا [1]

(۴) خشک درخت اور گھاس کے کاٹنے اور اس سے فائدہ اٹھانے کا مضائقہ نہیں کیونکہ وہ مردہ ہوچکا اور بڑھنے کی حد سے باہر ہوگیا ہے [2] اور اگر کسی نے حدودِ حرم میں کسی خشک درخت کو اکھاڑ دیا تو اگر اس کی جڑ کے ریشے اس درخت کو سیراب نہیں کررہے ہیں تو اس کی جڑ کے ریشوں کو کاٹنے میں مضائقہ نہیں ہے [3]

(۵) اگر کسی نے حرم میں درخت اکھاڑا اور اس کی قیمت کا تاوان ادا کردیا اس کے بعد اس نے وہ درخت اسی جگہ پر لگا دیا اور وہ اگ آیا پھر اس نے اس کو دوبارہ اکھاڑ دیا تو اب اس پر اور کچھ واجب نہیں ہے کیونکہ وہ ضمان ادا کرنے کے بعد اس کا مالک ہوگیا ہے جیسا کہ پہلے اس کی طرف اشارہ ہوچکا ہے [4] ——— (۶) اور اگر کسی نے حرم کی گھاس کاٹی اگر اسی جگہ گھاس پھوٹ کر پہلے جیسی بڑھ گئی تو اس سے جزا ساقط ہوجائے گی اور اگر پہلے سے کچھ کم رہی تو جسقدر نقصان ہوگا اس کا ضمان واجب ہوگا اور اگر اس کی جڑ ہی بالکل خشک ہوگئی تو اس کی قیمت واجب ہوگئی [5]

(۵) اگر گھاس حدودِ حرم کے علاوہ کسی اور جگہ (کسی شخص کی زمین میں) خود بخود اگی تو صاحبِ زمین اس گھاس کا مالک نہیں ہوگا بخلاف درخت کے (کہ وہ اس کا مالک ہوجائے گا) لیکن حرم کی زمین میں اس زمین کا مالک خود بخود اگی ہوئی گھاس کا مالک ہوجاتا ہے ان دونوں میں فرق کی وجہ یہ ہے کہ حدودِ حرم کے علاوہ کسی اور زمین میں اگی ہوئی گھاس ہر شخص کے لئے مباح ہے اور وہ کسی کی دست درازی سے غیر محفوظ اگتی ہے پس اس کے لئے مالکِ زمین کسی دوسرے سے زیادہ حقدار نہیں ہے بخلاف حرم کی گھاس کے کہ وہ تعرض (دست درازی) سے محفوظ اگتی ہے پس زمین کا مالک دوسرے شخص کی بہ نسبت اس کا زیادہ حقدار ہے [6]

(۸) اور پہلے (حرم کے شکار میں) بیان ہوچکا ہے کہ حرم کا درخت کاٹنے میں درخت کی جڑ کا اعتبار ہے اس کی ٹہنیوں کا نہیں کیونکہ شاخیں اپنی جڑ کے تابع ہوتی ہیں اس لئے درخت کی جڑ کی جگہ کا اعتبار ہوگا نہ کہ تابع (شاخ) کی جگہ کا اور اس لحاظ سے اس مسئلہ کی تین صورتیں ہیں اول یہ کہ درخت کی جڑ حرم میں ہے اور اس کی شاخیں حل میں ہیں تو وہ حرم کا درخت ہے پس اس درخت کی شاخیں کاٹنے پر اس کی قیمت واجب ہوگی، اور دوم یہ کہ اس کی جڑ حل میں ہے اور اس کی شاخیں حرم میں تو وہ حل کا درخت

---

[1] بدائع و بحر و منحہ و ش [2] لباب و شرحہ و غنیہ ملتقطاً [3] بدائع [4] لباب شرحہ و غنیہ و ش [5] بحر و لباب شرحہ و غنیہ ملتقطاً [6] لباب و شرحہ و غنیہ بتصرف منحہ

ہوگا پس اس درخت کی جڑ اور ٹہنیاں کاٹنے والے شخص پر کچھ ضمان واجب نہیں ہوگا اور سوم یہ کہ درخت کی بعض جڑیں حل میں ہیں اور بعض حرم میں تو احتیاطاً حرم کی جانب کو ترجیح دیتے ہوئے وہ درخت حرم ہی کا شمار ہوگا کیونکہ اس میں حرام و مباح دونوں جانب پائی گئی ہیں اس لئے احتیاطاً حرام کی جانب کو ترجیح دی جائے گی پس اس کے کاٹنے والے پر ضمان واجب ہوگا خواہ شاخ حل کی جانب ہو یا حرم کی جانب، کیونکہ شاخیں اپنی جڑ کے تابع ہوتی ہیں ۱؎

(۹) پھل دار درخت کا کاٹنا جائز ہے اگرچہ وہ خود رو ہو اور اس جنس سے نہ ہو جس کو لوگ عام طور پر لگاتے ہوں، اس کا پھل لوگوں کے لگائے ہوئے درخت کے قائم مقام ہوگا اور جو درخت اس جنس سے ہو جس کو لوگ لگاتے ہیں اگر وہ خود بخود اُگ آئے تو اس کے کاٹنے پر کچھ واجب نہیں ہوتا کیونکہ وہ لوگوں کے بوئے ہوئے کے حکم میں ہے لیکن اگر اس پھل دار درخت کا کوئی مالک ہے تو ضمان کا واجب نہ ہونا اس کے مالک کی اجازت پر موقوف ہے ورنہ اس درخت کی قیمت اس کے مالک کو دینا واجب ہوگا جیسا کہ یہ پوشیدہ نہیں ہے ۲؎

(۱۰) اذخر خواہ تر ہو یا خشک اور کماۃ (غاریقون، کھنبی جس کو سانپ کی چھتری بھی کہتے ہیں) اور خشک درخت یا خشک گھاس (جو سبز نہ ہو سکتا ہو) اور ٹوٹا ہوا درخت یا ٹوٹی ہوئی گھاس جبکہ وہ کسی مکلف شخص کے فعل سے نہ ٹوٹی ہو ان سب کا کاٹنا جائز ہے اور ان کے کاٹنے میں کوئی ضمان واجب نہیں ہوگا اور ان سے فائدہ اٹھانا جائز ہے ۳؎ لیکن اگر خشک یا ٹوٹی ہوئی گھاس یا درخت کسی کی ملکیت ہو تو اس کے مالک کے لئے اس کی قیمت کا ضمان دیگا جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے ۴؎ اذخر مکہ مکرمہ میں ایک خوشبودار مشہور نباتات ہے اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ضمان سے مستثنیٰ فرما دیا ہے اور کھنبی زمین میں سے نہیں ہے اور یہ نہ بڑھتی ہے نہ باقی رہتی ہے اس لئے خشک نباتات کی مانند ہوئی ۵؎ — (۱۱) حرم کے کانٹوں کا کاٹنا بھی حرام ہے لیکن ان کے کاٹنے سے کچھ ضمان واجب نہیں ہوگا ۶؎

(۱۲) اگر کسی نے حدودِ حرم میں روٹی پکانے کے لئے تنور یا چولھے کا گڑھا کھودا یا کنواں کھودا تاکہ اس کے پانی سے وضو کرے یا خیمہ لگایا یا آگ جلائی یا وہ خود چلا یا اس کی سواری چلی اور ان صورتوں میں وہاں کی کچھ گھاس یا لکڑی ٹوٹ گئی تو اس پر کچھ واجب نہیں ہوگا ۷؎

(۱۳) حرم کے درخت پیلو وغیرہ سے مسواک بنانا بھی جائز نہیں ہے جبکہ وہ سبز ہو کیونکہ وہ حرام کا مرتکب ہوگا اور مسواک کا بنانا اسی حرم کے پیلو وغیرہ پر موقوف نہیں ہے ۸؎

(۱۴) حرم کے درخت کے پتے توڑنے سے اگر درخت کو نقصان نہ ہو تو پتے توڑنا جائز ہے اور اس میں اس پر کچھ ضمان نہیں ہے ۹؎ (اس سے معلوم ہوا کہ اگر درخت کو نقصان ہو تو پتے توڑنا جائز نہیں اور اس صورت میں اس پر ضمان واجب ہوگا، مؤلف)

(۱۵) حرم کی گھاس چوپایوں کو چرانا جائز نہیں ہے یعنی حرام ہے اور یہ امام ابو حنیفہ و امام محمد و امام احمد رحمہم اللہ کے قول میں ہے اور امام ابو یوسف و مالک و شافعی رحمہم اللہ نے کہا ہے کہ اس کے چرانے میں کچھ مضائقہ نہیں ہے ۱۰؎ کیونکہ زائرین و مقیمین کو اس سے منع کرنے میں حرج ہے اس لئے کہ اس کی ضرورت پڑتی رہتی ہے اور چوپایوں کو اس سے روکنا دشوار ہے ۱۱؎ اور امام ابو حنیفہ و

۱؎ بدائع و بحر و ع و ش و لباب و شرحہ و غنیہ تصرفاً و ملتقطاً ۲؎ در و ش تصرفاً و بحر و غنیہ ۳؎ لباب و شرحہ و غنیہ ۴؎ ش وغیرہ ۵؎ بحر بتصرف ۶؎ لباب و شرحہ و غنیہ
۷؎ لباب و شرحہ و غنیہ ۸؎ لباب و شرحہ ۹؎ لباب و غنیہ و در ۱۰؎ لباب و غنیہ و در ۱۱؎ لباب و شرحہ و بدائع و ہدایہ و بحر و در و ش ملتقطاً۔

امام محمد رحمہا اللہ نے اس کا جواب یہ دیا ہے کہ اس ضرورت کو پورا کرنے کے لئے حِل سے گھاس لائی جاسکتی ہے [۱] یہ اختلاف اس صورت میں ہے جبکہ کوئی شخص جانور کو چرنے کے لئے چھوڑے کہ اس صورت میں جانور کا چرنا چھوڑنے والے کی طرف منسوب ہوگا جیسا کہ شکار کرنے میں حکم ہے، اور اگر وہ جانور خود ہی چرنے لگے تو اس شخص پر بالاتفاق کچھ واجب نہیں ہوگا [۲] پس اس کی سواری کے جانور نے چلنے کی حالت میں حرم کی گھاس کو چرا اور اسی طرح ٹھہرنے کی حالت میں چرا جبکہ اس کو منع کرنا اس کے لئے ممکن نہ ہو تو بالاتفاق اس پر کچھ واجب نہیں ہوگا کیونکہ اس کا چرنا اس شخص کے اختیار کے بغیر واقع ہوا ہے [۳]

(۱۶) حرم کے درخت اور گھاس کاٹنے میں حلال اور محرم مرد و عورت کا حکم یکساں ہے (یعنی دونوں پر جزا واجب ہوگی) کیونکہ سبب یعنی حرم کی حرمت کی ہتک کرنا دونوں میں متحد ہے، پس اگر دو شخصوں نے مل کر حرم کا کوئی درخت کاٹا تو دونوں پر ایک ہی قیمت واجب ہوگی اور اسی طرح قارن پر بھی ایک ہی جزا واجب ہوگی (اس کی تفصیل قارن کی جنایات میں درج ہے، مؤلف) [۴]

(۱۷) حرم کے شکار کے برخلاف حرم کے درخت پر دلالت کرنے سے کچھ واجب نہیں ہوگا [۵]

(۱۸) حرم کے درخت اور گھاس کا کاٹنا مطلق طور پر منع ہے خواہ درانتی سے کاٹے یا اونٹ اپنے ہونٹوں سے کاٹے [۶] پس حرم کی گھاس کو درانتی سے نہ کاٹے [۷] اور اونٹ کا ہونٹوں سے کاٹنا درانتی سے کاٹنے کی مانند ہے [۸]

جُوں اور ٹڈّی کو مارنا

(۱) احرام کی حالت میں جُوں کو نہ مارا جائے، یہ حکم اس لئے نہیں ہے کہ وہ شکار ہے بلکہ اس لئے ہے کہ یہ میل کچیل کو دُور کرنا ہے کیونکہ جُوں بدن کے مَیل کچیل سے پیدا ہوتی ہے اس لئے اس کا حکم بالوں کی مانند ہے اور محرم کے لئے اپنے بدن سے میل کچیل دور کرنا بالوں کو دور کرنے کی طرح ممنوع ہے [۹] لیکن کہ اگر محرم نے زمین وغیرہ پر پڑی ہوئی جُوں کو یا اپنے بدن یا کپڑے کے علاوہ کسی اور کے بدن (یا کپڑے) سے جُوں کو مار دیا تو اس پر کچھ جزا واجب نہیں ہے [۱۰] بخلاف کسی دوسرے شخص کا سر مونڈنے کے جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے [۱۱]

(۲) اگر کسی محرم نے اپنے بدن یا کپڑے پر سے ایک جُوں ماردی تو ایک روٹی کا ٹکڑا یا ایک کھجور صدقہ کردے اور دو یا تین جُوئیں مارنے کے بدلے میں ایک مُٹھی گیہوں دیدے اور تین سے زیادہ خواہ کتنی ہی ہوں ان کے عوض پورا صدقہ یعنی نصف صاع گندم دیدے [۱۲]

(۳) جُوں کے مارنے میں خود مارنا یا اس کے مرنے کا سبب بننا دونوں کا ایک ہی حکم ہے لیکن سبب بننے کے لئے اس کے مارنے کا قصد ہونا شرط ہے [۱۳] پس اگر کسی محرم نے جُوں کو مارنے کے لئے اپنا کپڑا دھوپ میں ڈالا یا دھویا اور جوئیں مرگئیں تو اس پر جزا واجب ہوگی یعنی ایک جُوں کے عوض روٹی کا ٹکڑا یا ایک کھجور اور دو یا تین جُوں کے عوض ایک مُٹھی گندم اور تین سے زیادہ کے عوض نصف صاع گندم صدقہ کرے اور اگر اس نے اپنا کپڑا دھوپ میں ڈالا یا دھویا اور اس کی نیت جوئیں مارنے کی نہیں تھی تو اس پر کچھ واجب نہیں ہوگا اگرچہ جوئیں مرجائیں [۱۴]

---

[۱] بحر و فتح [۲] ش و بدائع ملتقطاً [۳] لباب و شرحہ و غنیہ [۴] لباب و شرحہ و غنیہ ملتقطاً [۵] غنیہ [۶] فتح [۷] ش [۸] ش [۹] ہدایہ [۹] بدائع و بحر و ہدایہ ملتقطاً [۱۰] بحر و لباب و شرحہ و غنیہ ملتقطاً [۱۱] غنیہ [۱۲] لباب و شرحہ و ہدایہ و فتح و بدائع و بحر و ش و منحہ و غنیہ و غیرہا ملتقطاً [۱۳] بحر و ش [۱۴] لباب و شرحہ و بحر و فتح و غنیہ ملتقطاً

(۴) جوں کو پکڑ کر زمین پر زندہ ڈال دینا اس کو قتل کرنے کے حکم میں ہے کہ اس سے بھی اس پر صدقہ واجب ہوتا ہے کیونکہ صدقہ (جزا) واجب ہونے کا سبب اس کو اپنے بدن سے دُور کرنا ہے نہ کہ خاص قتل کرنا اور جوں کو کسی دوسرے سے مروانا یا خود پکڑ کر کسی دوسرے کو مارنے کے لئے دینا بھی خود مارنے کے حکم میں ہے [۱] پس اگر کسی مُحرم نے کسی حلال شخص سے کہا کہ مجھ سے یہ جوں دور کردے یا اس کو اپنی جوں کے مارنے کا امر کیا اور اس کو اپنا کپڑا دیا تاکہ وہ اس کے اندر کی جوؤں کو مار دے اور اُس نے اُن کو مار دیا تو آمر پر اس کی جزا واجب ہوگی اور اسی طرح محرم نے اپنی جوں کی طرف اشارہ کیا (یا زبان سے بتایا) اور حلال شخص نے اس کو مار دیا تو اس اشارہ کرنے والے (یا بتلانے والے) شخص پر جزا واجب ہوگی کیونکہ جس طرح شکار کو بتانے یا اشارہ کرنے سے جزا واجب ہوتی ہے اسی طرح اس صورت میں بھی جزا واجب ہوگی ——— [۲]

(۵) حلال شخص اگر حرم میں جوں مارے تو کچھ واجب نہ ہوگا [۳]

(۶) اور اسی طرح ٹڈی کو بھی نہ مارا جائے کیونکہ اکثر علماء اس بات پر متفق ہیں کہ یہ خشکی کا شکار ہے، شکار تو اس لئے ہے کہ اس کو کسی تدبیر کے بغیر پکڑنا ممکن نہیں اور پکڑنے والا اس کا قصد کرتا ہے اور خشکی کا شکار اس لئے ہے کہ یہ خشکی میں پیدا ہوتی ہے اور خشکی میں ہی زندہ رہتی ہے حتیٰ کہ اگر یہ پانی میں گر جائے تو مر جائے۔ [۴]

(۷) ٹڈی مارنے پر بھی جزا واجب ہونے میں قلیل و کثیر کا حکم جوں ہی کی مانند ہے پس ایک ٹڈی میں روٹی کا ایک ٹکڑا یا کھجور اور دو یا تین میں ایک مٹھی گندم صدقہ کرے اور تین سے زیادہ ٹڈیاں مارنے میں نصف صاع گندم صدقہ کرے اور محیط میں ہے کہ کسی غلام نے اپنے احرام کی حالت میں ایک ٹڈی مار دی اگر اس نے اس کے عوض ایک روزہ رکھ دیا تو اس نے ایک ٹڈی کی جزا سے زیادہ ادا کر دیا اور اگر چاہے تو تین سے زیادہ ٹڈیوں تک جمع کرے یعنی جب اُس سے تین سے زیادہ ٹڈیاں مر جائیں تو نصف صاع گندم کے عوض ایک روزہ رکھ دے پس یہ پوری جزا ہو جائے گی [۵] اور غلام کے جوں مارنے کا بھی یہی حکم ہونا چاہئے اس لئے کہ غلام روزہ رکھ کر بھی کفارہ (جزاء) ادا کر سکتا ہے [۶] ——— (۸) ٹڈی کو قصداً مارا ہو یا بے خبری میں پاؤں کے نیچے آکر مر گئی ہو، ہر حال میں اس پر جزاء واجب ہوگی لیکن اگر ٹڈیاں اس قدر زیادہ پڑی ہوں کہ راستہ اٹا ہوا ہو اور کہیں سے نکلنے کی جگہ نہ ہو اور پاؤں سے دب کر ٹڈیاں مر جائیں تو کچھ واجب نہ ہوگا اور شاید یہ حکم دفع حرج کی وجہ سے ہے [۷]

(۹) اگر ٹڈی کو بھونا اور اس کی جزا ادا کر دینے کے بعد اس کو کھایا تو کھانے کی وجہ سے اس پر کچھ واجب نہ ہوگا یعنی اگر ٹڈی کے مارنے کے بعد اس کی جزاء ادا کر دی تو اس کا کھانا حرام نہیں ہے خواہ وہ خود کھائے یا کوئی اور حلال یا محرم شخص کھائے بخلاف شکار کے اور ٹڈی کو مارنے کے بعد اس کی جزاء ادا کرنے سے پہلے اس کو بیچنا مکروہ ہے اور اگر اس نے اس کو بیچ دیا تو جائز ہے اور اگر چاہے تو اس رقم کو فدیہ (جزاء) میں شامل کر لے اور یہی حکم حرم کے درخت اور شکار کے دودھ کی بیع کا ہے کہ جزا ادا کرنے کے بعد اس کا بیچنا جائز ہے۔ بعض فقہا نے اس کو اسی طرح ذکر کیا ہے اور قاضی نے شرح جامع الصغیر میں کہا ہے کہ اگر کسی

---

[۱] علم [۲] فتح و بحر و ش و لباب و شرحہ و غنیۃ ملتقطاً [۳] لباب [۴] بدائع و ہدایہ و فتح ملتقطاً [۵] ہدایہ و فتح و بحر و ش و لباب و شرحہ و غنیۃ ملتقطاً [۶] بحر و ش [۷] لباب و شرحہ و منحہ و غنیۃ

مُحرم نے حرم کا درخت کاٹا یا حرم وغیر حرم میں شکار کا انڈا توڑا یا شکار کا دودھ نکالا یا ٹڈی کو بھونا تو ان سب صورتوں میں جزا یعنی قیمت واجب ہوگی اور اس کو ان اشیاء کی بیع مکروہ ہے پس اگر بیچا تو جائز ہے اور وہ اس کی رقم کا مالک ہو جائے گا بخلاف اس شکار کے جس کو کسی مُحرم نے قتل کر دیا ہو کہ وہ مُردار ہے پس اس کی بیع جائز نہیں ہے اور جب وہ ان اشیاء کی قیمت کا مالک ہو گیا تو اب اگر وہ چاہے تو جزا کی ادائیگی میں اس کو شامل کرلے اور چاہے تو اس کے علاوہ کسی اور کام میں خرچ کرلے اور خریدار کے لئے اس سے نفع اٹھانا یعنی کھانا جائز ہے کیونکہ خواہ وہ شخص محرم ہو یا حلال ہو انڈے اور ٹڈی میں ذبح کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ بلاشبہ یہ پہلے شخص (یعنی بائع) کے حق میں شکار ہے اور دوسرے شخص (یعنی خریدار) کے حق میں شکار نہیں ہے اھ اس عبارت سے کھانے کی اباحت کے بارے میں پکڑنے والے اور خریدار کے درمیان فرق واضح ہو گیا جیسا کہ یہ بات پوشیدہ نہیں ہے [1] اور ضمان ادا کرنے کے بعد اس کا بیچنا جائز ہے [2]

احرام وحرم میں شکار کرنے کی جزا کی مقدار و کیفیتِ ادا وغیرہ

(۱) شکار کے جانور دو قسم کے ہوتے ہیں ایک وہ جن کا گوشت کھانا حلال ہے ان کی جزا میں ان کی قیمت واجب ہوگی چاہے کتنی ہی ہو خواہ دو یا زیادہ ہدی کی برابر ہی ہو، دوسرے وہ جن کا گوشت کھانا حلال نہیں ہے، ظاہر الروایت کے مطابق ان کی بھی قیمت ہی واجب ہوگی لیکن وہ قیمت ایک بکری سے زیادہ واجب نہیں ہوگی خواہ وہ جانور کتنی ہی زیادہ قیمت کا ہو، حتیٰ کہ اگر ہاتھی کو قتل کیا تو اس پر ایک بکری سے زیادہ اور کچھ واجب نہیں ہوگا اور اگر وہ قاتل قارن ہے تو اس پر ہمارے فقہا کے نزدیک دو چند جزا واجب ہوگی جو دو دم سے زیادہ نہیں ہوگی لیکن اگر دو محرموں نے شکار کو قتل کیا تو ہر ایک پر پوری جزا واجب ہوگی جو ایک دم سے زیادہ نہیں ہوگی [3]

(۲) جب کوئی مُحرم شخص (حرم وغیر حرم میں اور حلال شخص حرم میں) شکار کرے تو اس شخص پر جزا میں اس جانور کی وہ قیمت واجب ہوگی جو دو عادل شخص تشخیص کریں، عادل سے مراد وہ شخص ہے جس کو شکار کی قیمت کا اندازہ کرنے میں معرفت و بصارت حاصل ہو، وہ عادل مراد نہیں ہے جس کا ذکر شہادت کے بارے میں آتا ہے [4]

(۳) مقتول شکار کی قیمت کا اندازہ کرنے کے لئے اصح قول کی بنا پر جنایت کے مرتکب شکاری کے بغیر دو عادل شخص ہونے چاہئیں اور بعض نے کہا ہے کہ ایک آدمی بھی کافی ہے لیکن دو عادل شخصوں کا ہونا احوط ہے اور یہی اظہر ہے [5]

(۴) مقتول شکار کی قیمت کا اندازہ اس جگہ کے لحاظ سے کیا جائے گا جس جگہ وہ شکار مارا ہے، اگر وہ جنگل کا مقام ہے کہ جہاں شکار کی خرید و فروخت نہیں ہوتی تو اس کے قریب کی اس جگہ کے لحاظ سے قیمت لگائی جائے گی جہاں شکار کی خرید و فروخت ہوتی ہے پس قیمت کی تشخیص کے لئے شکار کی جائے قتل کا اعتبار ضروری ہے اور اسی طرح اصح قول کی بنا پر اس کے زمانۂ قتل کا لحاظ بھی ضروری ہے کیونکہ جگہ اور زمانہ کے مختلف ہونے سے قیمت بھی مختلف ہو جاتی ہے [6]

[1] لباب و شرحہ و منحہ [2] لباب و شرحہ [3] لباب و شرحہ و در و ش ملتقطاً [4] لباب و شرحہ و در و کنز و غیرہا ملتقطاً [5] لباب و شرحہ و ہدایہ و ش و غنیہ و غیرہا [6] ہدایہ و عنایہ و بحر و لباب و شرحہ و غنیہ و غیرہا ملتقطاً

(۵) شکار کے قاتل پر اس کی قیمت ہی واجب ہوگی خواہ وہ شکار ایسا ہو جس کی نظیر ہو جیسے شترمرغ اونٹ کی نظیر ہے اور جنگلی گدھا گائے کی شبیہ ہے اور ہرن بکری کی مانند ہے اور خواہ ایسا ہو جس کی نظیر نہ ہو جیسے کبوتر [1] یہ امام ابوحنیفہ و امام ابویوسف رحمہما اللہ کا قول ہے اور امام محمد و امام شافعی رحمہما اللہ کے نزدیک ان جانوروں میں جن کی نظیر موجود ہے نظیر کا دینا واجب ہے پس ان کے نزدیک جزا میں وہ جانور دینا واجب ہے جو جثہ میں اس شکار کی نظیر ہو خواہ وہ جانور جو اس کی نظیر ہے اس کی قیمت کے مثل ہو یا اس سے کم یا زیادہ قیمت کا ہو یعنی امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک اس کی قیمت کا اعتبار نہیں ہوگا بلکہ اس کی صورت و ہیئت کا اعتبار ہوگا پس ہرن اور لکڑ بگڑ کی جزا میں بکری، وحشی گدھے اور وحشی گائے کی جزا میں گائے، شترمرغ میں اونٹ، خرگوش میں بکری کا بچہ جو ایک سال سے کم کا ہو اور جنگلی چوہے میں چار ماہ کا بکری کا بچہ واجب ہوگا اور اگر وہ ایسا ہو جس کی نظیر نہیں ہوتی مثلاً کبوتر، چڑیا اور تمام پرندے تو ان کی جزا میں ہمارے تینوں اماموں کے نزدیک بالاتفاق قیمت واجب ہوگی یعنی جب قیمت واجب ہوگی تو امام محمدؒ کا قول بھی شیخین کے قول کی مانند ہوگا [2] پس شکار کی جزا اس کی قیمت کا ادا کرنا ہے اور یہ حکم ہر قسم کے شکار کیلئے ہے خواہ اس کی مثل ہو یا نہ ہو اور یہ امام ابوحنیفہ و امام ابویوسف رحمہما اللہ کے نزدیک ہے اور امام محمدؒ کے نزدیک قیمت ادا کرنے کا حکم ان جانوروں کے لئے ہے جن کی مثل نہیں ہے اور جن کی مثل ہے ان کی جزا میں ان کی مثل دینا واجب ہے [3] اور مختار مذہب یہ ہے کہ نظیر اس وقت جائز ہے جبکہ نظیر کی قیمت اس شکار کی قیمت کے برابر ہو [4]

(۶) مقتول شکار کی قیمت لگانے میں پیدائشی حسن و خوبی کا اعتبار ہوگا، سکھایا ہوا ہونے کا اعتبار جزا میں نہیں ہوگا [5] یعنی راجح قول کی بنا پر پیدائشی صفت مثلاً خوشنمائی، خوبی اور خوش آوازی کے اعتبار سے اس کی قیمت لگائی جائے گی، بندوں کے فعل یعنی تعلیم سے حاصل ہونے والی صفت کے اعتبار سے اس کی قیمت نہیں لگائی جائے گی لیکن مملوک ہونے کی صورت میں اس کے مالک کو اس کی قیمت اس جانور کو سکھا ہوا ہونے کے لحاظ سے دلائی جائے گی [6] (جیسا کہ آگے مفصل آتا ہے، مؤلف) پس اگر مقتول شکار میں کوئی پیدائشی خوبی ہوگی مثلاً اگر کوئی پرندہ خوش آواز ہوگا تو اس کی وجہ سے اس کی قیمت زیادہ ہوگی، اس خوبی کے لحاظ سے اس کی قیمت لگانے کے بارے میں دو روایتیں ہیں [7] ایک روایت یہ ہے کہ اس صفت کا اعتبار نہیں ہوگا کیونکہ یہ صفت اس کے شکار ہونے کی اصلیت میں سے نہیں ہے۔ دوسری روایت میں اس صفت کا اعتبار کیا جائے گا کیونکہ یہ اس میں پیدائشی طور پر ثابت ہے جیسا کہ مطوق (کنٹھے والا) کبوتر [8]۔ اور بدائع میں حسن و ملاحت (خوبی) کے بالاتفاق معتبر ہونے کی بنا پر پیدائشی خوبی کے معتبر ہونے کو ترجیح دی ہے [9] جیسا کہ بدائع میں کہا ہے کہ کبوتر (وغیرہ) کا خوش آواز ہونا حسن و ملاحت کا جزو ہے اور اس کی وجہ سے شکار کا ضمان دیا جائے گا جیسا کہ اگر کسی محرم نے کسی حسن و خوبی والے شکار کو قتل کر دیا جس کی قیمت (اس کی وجہ سے) زیادہ ہے تو اس صفت کی وجہ سے اس کی جو قیمت ہوگی وہ واجب ہوگی اور جیسا کہ اگر کسی نے مطوق یعنی گردن میں کنٹھے والے کبوتر یا فاختہ کو قتل کر دیا تو اس کی وہ قیمت واجب ہوگی

---

[1] لباب و شرحہ بدائع وغیرہما [2] بدائع و لباب و شرحہ و ہدایہ و فتح و غنیہ وغیرہا ملتقطاً [3] ش [4] شرح اللباب و غنیہ [5] فتح [6] ش و غنیہ [7] بحر و فتح و غنیہ وغیرہا [8] فتح و غنیہ و بدائع [9] غنیہ و بحر۔

جو اس صفت کی وجہ سے بنے گی ۱؎ اور اگر کسی محرم نے کسی کے سکھائے ہوئے مملوکہ شکار باز شکرا، کبوتر وغیرہ کو قتل کر دیا تو اس شخص پر دو قیمتیں واجب ہوں گی یعنی سکھایا ہوا ہونے کی حالت میں اس کی جو قیمت ہو گی وہ اس کے مالک کو دی جائے گی اور سکھایا ہوا نہ ہونے کی حالت میں اس کی جو قیمت ہو گی وہ اللہ تعالیٰ کے حق کے لئے ادا کرنی ہو گی اس لئے کہ اس نے اللہ تعالیٰ اور بندہ دونوں کے حق پر جنایت کا ارتکاب کیا ہے ۲؎

(۷) دو عادل شخصوں کے قیمت کا اندازہ کر دینے کے بعد اگر وہ قیمت اتنی ہے کہ اس سے ہدی کا جانور خریدا جا سکتا ہے تو شکار کو قتل کرنے والے یا شکار بتانے والے شخص کو اختیار ہے کہ تین چیزوں میں سے کوئی ایک چیز ادا کرے یعنی یا اس قیمت سے ہدی کا جانور خرید کر ذبح کرے یا کھانا (غلّہ) دے یا روزے رکھے اور اگر اس کی قیمت سے ہدی کا جانور نہ خریدا جا سکے تو اس کو اختیار ہے کہ کھانا دے یا روزے رکھے، یہ اختیار شکار کو قتل کرنے والے کے لئے ہے قیمت کا فیصلہ کرنے والوں کے لئے نہیں ہے، یہ امام ابو حنیفہ و امام ابو یوسف رحمہما اللہ کا قول ہے اور امام محمد رحمہ اللہ کا قول یہ ہے کہ اس قیمت سے ہدی خرید سکنے کی صورت میں اُن دو عادل شخصوں ہی کو تینوں چیزوں میں سے کسی ایک کو متعین کرنے کا اختیار ہے یعنی اگر وہ چاہیں تو اس کو ہدی خریدنے کا اور اگر چاہیں تو کھانا دینے کا اور اگر چاہیں تو روزے رکھنے کا حکم کریں، جب فیصلہ کرنے والے اُن دو آدمیوں نے ان تینوں میں سے جس چیز کو متعین کر دیا بعینہٖ وہی ادا کرنا اس پر لازم ہو گا پس شیخین اور امام محمد رحمہم اللہ کا اس بارے میں دو باتوں میں اختلاف ہے ایک یہ کہ اس شکار کا مثل ہونے کی صورت میں اس جانور کی قیمت واجب ہو گی یا اس کی مثل جانور ہو گا (اس کی تفصیل ۴ میں بیان ہو چکی ہے) دوسرے یہ کہ ان تینوں چیزوں میں سے کسی ایک چیز کو اختیار کرنے کا حق قاتل محرم کو ہے یا اُن دو عادل شخصوں کو ہے ۳؎

(۸) پس اگر اُس نے شکار کی جنایت کا کفارہ ادا کرنے کے لئے ہدی کو اختیار کیا اور اس شکار کی قیمت اونٹ یا گائے کی قیمت کے برابر ہو جاتی ہے تو اس کو اختیار ہے کہ اس قیمت سے اونٹ یا گائے خرید کر ذبح کرے یا ان دونوں میں سے کسی ایک کی قیمت سے سات بکریاں خرید کر ذبح کرے لیکن ایک اونٹ یا گائے کا ذبح کرنا متعدد بکریوں کے ذبح کرنے سے افضل ہے کیونکہ کیفیت کی فضیلت تعداد کی زیادتی سے اعلیٰ ہے، یہ شرح اللباب میں ہے لیکن غنیۃ المناسک میں ہے کہ سات بکریاں بدنہ (اونٹ یا گائے سالم) سے افضل ہیں، اور اگر ہدی کا جانور اونٹ یا گائے یا بکری خریدنے کے بعد اس شکار کی قیمت میں سے کچھ رقم بچ جائے تو اگر بچی ہوئی رقم سے ہدی کا اور جانور خریدا جا سکتا ہے تو اس شخص کو اختیار ہے کہ اس رقم سے دوسرا جانور خرید کر ذبح کرے یا اس رقم سے غلّہ خرید کر ہر مسکین کو فطرہ کی مقدار یعنی نصف صاع گندم یا ایک صاع جو وغیرہ دیدے ۴؎ اور اگر بچی ہوئی رقم اتنی ہے کہ اس سے نصف صاع گندم سے کم ملتی ہے تو وہ اسی قدر گندم ایک فقیر کو دیدے یا ہدی سے بچی ہوئی رقم سے غلہ دینے کی بجائے روزے رکھ لے یعنی اس رقم سے جس قدر گندم مل سکتی ہے اس کے ہر نصف صاع کے بدلے ایک روزہ رکھے اور اگر گندم نصف صاع (مقدار فطرہ) سے کم بچے تو اس کے بدلے میں بھی ایک پورے دن کا روزہ رکھے کیونکہ ایک دن سے کم کا روزہ مشروع و متصور نہیں ہے، اسی طرح اگر کسی چھوٹے جانور کی قیمت ہدی کی قیمت کو نہ پہنچے تو اس شخص کو اختیار ہے کہ اس کی قیمت کا غلّہ فقیروں کو دیدے یا روزے رکھ لے۔

۱؎ بدائع ۲؎ بدائع وشامی ولباب وشرحہ وغیرہا ۳؎ لباب وشرحہ بدائع و بحر وغنیہ وغیرہا ملتقطاً ۴؎ لباب وشرحہ وغنیہ ۵؎ لباب وشرحہ وغنیہ و بحر ملتقطاً

(۹) عمر کے بارے میں ہدی کے جانور کے لئے وہی شرائط ہیں جو قربانی کے جانور کے لئے ہیں پس ہدی کے جانور سے مقتول کی جزا ادا ہونے کے لئے یہ ضروری ہے کہ اس شکار کی قیمت کم از کم اتنی ضرور ہو جس سے بھیڑ یا دنبے کا بڑے جسم والا چھ ماہ کا بچہ یا بکری کا ایک سال سے اوپر کا بچہ خریدا جاسکے اس لئے کہ شرع میں مطلق ہدی سے اسی عمر کا یہ جانور مراد ہے، یہ امام ابو حنیفہ و امام ابو یوسف رحمہما اللہ کے نزدیک ہے پس (شیخین کے نزدیک) اگر مقتول شکار کی قیمت سے مذکورہ بالا عمر کا یہ جانور نہیں خریدا جاسکتا تو اس کی جزا، ہدی سے ادا نہ کرے بلکہ غلہ دے یا روزے رکھے یعنی بھیڑ یا بکری کا مذکورہ بالا عمر سے چھوٹا بچہ ہدی کے طور پر ذبح کرنا جائز نہیں لیکن اگر اس کا گوشت طعام کے طور پر صدقہ کر دیا جائے یعنی ہر فقیر کو نصف صاع گندم کی قیمت کے مساوی گوشت دیدیا جائے تو جائز ہے اور امام محمدؒ و امام شافعی رحمہما اللہ کے نزدیک اس رقم سے جس عمر کا بھی جانور مل جائے ہدی میں اس کو ذبح کرنا جائز ہے کیونکہ صحابہ کرامؓ سے مذکورہ بالا عمر سے کم کا بھیڑ یا بکری کا بچہ ذبح کرنا ثابت ہے شیخین کے نزدیک صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے فعل کو بطور اطعام اس کا گوشت صدقہ کرنے پر محمول کیا جائیگا۔[1]

(۱۰) اگر اس نے ہدی ذبح کرنا اختیار کیا تو اس کو حدودِ حرم کے علاوہ کسی اور جگہ ذبح نہ کرے[2] اور حدودِ حرم میں ذبح کرنے سے جو کچھ اس پر واجب تھا ادا ہو جائے گا پس اگر ذبح کرنے کے بعد وہ جانور ہلاک یا ضائع یا چوری ہو گیا تو اس کے لئے کافی ہے، وہ اس وجوب سے بری ہو گیا اور اب اس پر کچھ واجب نہیں ہے کیونکہ مقصود اس کا خون بہانا تھا جو ادا ہو گیا لیکن اگر ہدی کے جانور کو زندہ صدقہ کر دیا تو جائز نہیں ہے[3] اور ہدی کا تمام گوشت (قربانی کے گوشت کی طرح) ایک مسکین یا متعدد مساکین کو دینا جائز ہے اور اسی طرح اگر اس میں سے کچھ گوشت اس شخص نے کھا لیا ہو تو اس کی قیمت صدقہ کرنے کا بھی یہی حکم ہے[4] اور ہدی کا جانور حدودِ حرم کے علاوہ کسی اور جگہ ذبح کرنا جائز نہیں ہے[5] پس اگر اس کو حل میں ذبح کیا تو وہ ہدی کے طور پر جائز نہیں ہوگا بلکہ اطعام (کھانا دینے) کے طور پر ادا ہوگا پس اس میں شرط یہ ہے کہ ہر فقیر کو نصف صاع گندم یا ایک صاع جَو وغیرہ کی قیمت کے مساوی گوشت دیا جائے اور یہ اطعام کے طور پر دینا اس وقت جائز ہے جبکہ ہدی کے گوشت کی قیمت مقتول شکار کی قیمت کے برابر ہو ورنہ اس کو پورا کرنا ضروری ہے یعنی اس گوشت کی قیمت جس قدر کم ہے فی کس نصف صاع گندم کی قیمت کے حساب سے اتنی رقم اور صدقہ کرے[6]

(۱۱) شکار کو قتل کرنے والے محرم کے لئے اس کی جزا کی ہدی کے گوشت میں سے کھانا جائز نہیں ہے اگر اس نے اس میں سے کچھ کھا لیا تو اس پر اس قدر گوشت کی قیمت صدقہ کرنا واجب ہے[7]

(۱۲) اگر مقتول شکار کی جزا میں اطعام (غلہ دینا) اختیار کیا تو شکار کی قیمت طے کرانے کے بعد اس قیمت سے غلہ خریدے اور ہر مسکین کو نصف صاع گندم یا ایک صاع کھجور یا جَو دے ایک مسکین کو اس سے کم نہ دے لیکن اگر بچا ہوا غلہ اس سے کم مقدار میں ہو یا ابتدا ہی سے اس مقدار سے کم واجب ہوا تو وہ ایک مسکین کو دیدے اور اگر ایک مسکین کو نصف صاع سے زیادہ دیا تو جس قدر زیادہ دیا ہے وہ نفلی صدقہ ہوگا اور اس شخص پر اس کے حساب سے اس اطعام کی تکمیل کرنا لازم ہوگا[8] پس یہ زائد دیا ہوا غلہ ادائگی

[1] لباب وشرحہ وہدایہ و فتح و غایہ و بحر و غنیہ ملتقطاً [2] بحر [3] لباب و شرحہ و بدائع و بحر و غنیہ و غیرہا ملتقطاً [4] شرح اللباب و غنیہ و بحر و ش [5] بدائع [6] بحر و غنیہ و ش و بدائع [7] بدائع و فتح و بحر و غیرہا [8] بحر و لباب و شرحہ و غنیہ و بدائع ملتقطاً۔

میں شمار نہیں ہوگا تاکہ مسکینوں کی تعداد ناقص نہ رہ جائے ۱؎ اور اگر نصف صاع سے کم گندم بچ گیا تو خواہ اس کی بجائے ایک دن کا روزہ رکھے یا وہ غلّہ کسی ایک ایسے مسکین کو دیدے جس کو (اس روز) پہلے نہیں دیا گیا ۲؎

(۱۳) جزا میں تملیک کی طرح اباحت کے طور پر کھانا کھلا دینا بھی جائز ہے ۳؎ اور قیمت دینا بھی جائز ہے پس ہر فقیر کو نصف صاع گندم (صدقۂ فطر کی مقدار غلّہ) کی قیمت دے، جس طرح مقدار فطرہ سے کم غلّہ دینا جائز نہیں اسی طرح اس مقدار کی قیمت سے کم دینا بھی جائز نہیں ہے ۴؎ (اباحت کے طور پر کھانا دینے کی تفصیل صدقۂ فطر میں بیان ہو چکی ہے اور شرائطِ جواز صدقہ میں بھی مذکور ہے مؤلف)

(۱۴) اور اگر جزا میں روزہ رکھنا اختیار کرے تو مقتول صید کی قیمت سے جسقدر غلّہ آسکتا ہے اس کے ہر نصف صاع گندم یا ایک صاع جو یا کھجور کے بدلے ایک دن کا روزہ رکھے ۵؎ پھر اگر نصف صاع سے کم گندم بچ جائے تو اس کو اختیار ہے کہ اسی کو صدقہ کردے یا اس کے بدلے ایک دن کا روزہ رکھے ۶؎ (جیسا کہ اوپر بارہا بیان ہو چکا ہے، مؤلف)

(۱۵) اگر جزا میں ایک مسکین کے طعام (صدقۂ فطر کی مقدار غلّہ) سے کم واجب ہوا ہو مثلاً کسی نے چڑیا یا جنگلی چوہا قتل کردیا تو اس کو بھی اختیار ہے خواہ وہ بقدرِ واجب غلّہ (ایک مسکین کو) دیدے یا اس کی بجائے ایک دن کا روزہ رکھ لے ۷؎

(۱۶) ہدی یا غلّہ پر قادر ہونے کے باوجود جزا میں روزہ رکھنا جائز ہے اور ایک شکار کی جزا میں ہدی و غلّہ و روزہ تینوں کو جمع کرنا بھی جائز ہے مثلاً کسی شکار کی قیمت اتنی ہے کہ اس سے تین ہدی خریدی جاسکتی ہیں تو جائز ہے کہ وہ ایک ہدی ذبح کرے اور ایک ہدی کے بدلے مساکین کو گندم یا جو دیدے اور ایک ہدی کے بدلے روزے رکھے اور اسی طرح اگر مقتول شکار کی قیمت دو ہدی کے برابر ہو جائے تو اختیار ہے کہ وہ دو ہدی ذبح کرے یا دونوں کے بدلے میں غلّہ صدقہ کردے یا دونوں کے بدلے میں روزے رکھے یا ایک ہدی ذبح کرے اور ایک ہدی کے بدلے غلّہ صدقہ کرے یا روزے رکھے یا تینوں کو جمع کرے ۸؎ یا قیمت یعنی درہم دینار (روپیہ پیسہ وغیرہ) دیدے ۹؎

(۱۷) غلّہ دینے میں شکار کی قیمت کا اعتبار ہے اور روزے رکھنے میں غلّہ کی قیمت کا اعتبار ہے ۱۰؎ اور ہدی کو حدودِ حرم میں ذبح کرنا ضروری ہے (جیسا کہ بیان ہو چکا ہے) اور اگر غلّہ دینا یا روزے رکھنا اختیار کرے تو جہاں چاہے اور متفرق یا لگاتار جس طرح چاہے ادا کر سکتا ہے ۱۱؎

(۱۸) جزا میں کھانا (غلّہ) یا اس کی قیمت اپنے اصول و فروع یعنی ماں باپ، دادا دادی، نانا نانی، بیٹوں پوتوں، بیٹیوں پوتیوں، نواسوں نواسیوں، خاوند، بیوی، غلام، غنی اور ہاشمی کو دینا جائز نہیں ہے جیسا کہ زکوٰۃ و دیگر صدقاتِ واجبہ میں حکم ہے، امام ابو حنیفہ و امام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک ذمی کافر کو دینا جائز ہے اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک ذمی کافر کو دینا جائز نہیں ہے جیسا کہ صدقۂ فطر اور صدقۂ نذر کا حکم ہے جس کا بیان کتاب الزکوٰۃ میں مذکور ہے ۱۲؎ (کھانا دینے اور روزہ رکھنے کے متعلق بعض مسائل کفاراتِ ثلاثہ اور ہدایا کے بیان میں بھی مذکور ہیں وہاں ملاحظہ فرمائیں، مؤلف)

(۱۹) مقتول شکار متعدد ہونے کی صورت میں جزا بھی متعدد واجب ہوگی لیکن اگر احرام سے باہر ہونے کی نیت سے متعدد شکار کئے تو ایک ہی جزا واجب ہوگی ۱۳؎ (اس کی تفصیل پہلے بیان ہو چکی ہے، مؤلف)

۱؎ بحر ۲؎ لباب و شرحہ ۳؎ بحر و در و ش و لباب و غنیہ و ملتقط ۴؎ بحر و در و ش و غنیہ ۵؎ لباب و شرحہ و غنیہ و بدائع ۶؎ بدائع ۷؎ لباب و شرحہ و غنیہ و بحر و ملتقط ۸؎ لباب و شرحہ و غنیہ
۹؎ لباب و شرحہ و بحر و غنیہ و ملتقط ۱۰؎ بدائع و بحر و غنیہ ۱۱؎ بحر و ش و بدائع و ہدایہ ۱۲؎ بدائع و بحر و در و ش و غیرہا ملتقط ۱۳؎ ش و غنیہ

جنایاتِ قران

جن ممنوعات کے ارتکاب سے مفرد حج یا مفرد عمرہ کے احرام والے پر ایک جزا واجب ہوتی ہے ان میں قارن پر دو جزائیں واجب ہوتی ہیں، ایک حج کے احرام کی وجہ سے اور دوسری عمرہ کے احرام کی وجہ سے (کیونکہ وہ ان دونوں کے احرام میں ہوتا ہے) لیکن چند مسائل میں قارن پر بھی ایک ہی جزا واجب ہوتی ہے اور وہ یہ ہیں:-

(۱) جب کوئی آفاقی شخص عمرہ یا حج کا احرام باندھے بغیر میقات سے آگے بڑھ جائے اس کے بعد وہ (حل میں حدودِ حرم میں داخل ہونے سے پہلے) قران (حج و عمرہ دونوں) کا احرام باندھے تو اس پر مفرد حج کا احرام باندھنے والے کی طرح ایک جزا واجب ہوگی لیکن اگر وہ حج کا احرام حل سے باندھے اور پھر مکہ مکرمہ یا حدودِ حرم میں داخل ہوکر عمرہ کا احرام اس کے ساتھ ملائے اور عمرہ کے احرام کے لئے حل میں نہ آئے یا میقاتی شخص میقات سے بلا احرام گذر جانے کے بعد حج و عمرہ دونوں کا احرام حدودِ حرم میں باندھے تو ان دونوں صورتوں میں اس پر دو دم واجب ہوں گے، پہلی صورت میں پہلا دم میقات سے بلا احرام گذرنے کی وجہ سے اور دوسرا دم عمرہ کا میقات ترک کرنے کی وجہ سے واجب ہوگا کیونکہ جب وہ شخص مکہ مکرمہ (یا حدودِ حرم) میں داخل ہوگیا تو اہلِ مکہ و حرم میں شامل ہوگیا اور اہلِ مکہ و حرم کے لئے عمرہ کا میقات حل ہے اور دوسری صورت میں دونوں میقات سے احرام کے بغیر گذرنے کی وجہ سے دو دم واجب ہوں گے اور اسی لئے اگر اس نے میقاتِ آفاقی سے عمرہ یا حج کا احرام باندھا پھر میقات سے گذر کر حل میں اس کے ساتھ حج یا عمرہ کا احرام ملا کر قران کر لیا تو اس صورت میں اس پر کچھ واجب نہیں ہوگا کیونکہ اس سے ممنوع فعل سرزد نہیں ہوا [1]

(۲) اگر قارن نے حرم کا درخت کاٹا تو اس پر مفرد کی طرح ایک ہی جزا واجب ہوگی کیونکہ یہ تاوانوں (جرمانوں) میں سے ہے اس کا تعلق احرام سے مطلقاً نہیں ہے بخلاف حرم کے شکار کے کہ اگر قارن اس کو ماریگا تو اس پر دو چند قیمت واجب ہوگی اس لئے کہ یہ احرام کی جنایت ہے جو کہ متعدد ہوتی ہے اور اس میں جنایتِ حرم ہونے کا لحاظ نہیں کیا جائے گا (یعنی جنایتِ حرم بھی جنایتِ احرام میں داخل ہوکر ایک ہی جزا واجب ہوگی، مؤلف) لیکن اگر کسی حلال شخص نے حرم کا شکار کیا تو اس کے حق میں وہ حرم کی جنایت شمار ہوگی [2] (اور اس کی وجہ سے اس پر جزا واجب ہوگی، مؤلف) —— (۳) اگر کسی شخص نے حج یا عمرہ پیدل کرنے کی نذر کی پھر اس نے قران کا احرام باندھا اور جس زمانہ میں اس کو سوار ہونا جائز نہیں تھا وہ سوار ہوگیا تو سوار ہونے کی وجہ سے اس پر ایک دم واجب ہوگا [3]

(۴) اگر کوئی قارن بلا عذر غروبِ آفتاب سے پہلے حدودِ عرفہ سے نکل گیا تو اس پر مفرد کی طرح ایک دم واجب ہے اس لئے کہ وقوفِ عرفہ کا غروبِ آفتاب تک طویل ہونا حج کے واجبات میں سے ہے احرامِ عمرہ سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے۔

(۵) اگر کسی قارن نے وقوفِ مزدلفہ بلا عذر ترک کر دیا تو اس پر ایک دم واجب ہے اس کی وجہ بھی وہی ہے جو نمبر ۴ میں بیان ہوئی ہے۔

(۶) اگر کسی قارن نے دمِ شکر ذبح کرنے سے پہلے بال منڈائے یا کترائے تو اس پر بھی بوجہ مذکورۂ ایک دم واجب ہے۔

(۷) اگر کسی قارن نے ایام قربانی گذر جانے کے بعد حلق کرایا تو اس پر بھی بوجہ مذکورۂ ایک ہی دم واجب ہوگا۔

(۸) اگر کسی قارن نے ایام قربانی گذر جانے کے بعد دمِ شکر ذبح کیا تو اس پر بھی بوجہ مذکورۂ ایک ہی دم واجب ہوگا۔

---

[1] لباب و شرحہ و فتح و بحر ملتقطاً و زیادۃ [2] بحر و لباب و شرحہ و غنیہ ملتقطاً [3] لباب و شرحہ و ارشاد ملتقطاً۔

(۹) اگر قارن نے کل یا بعض رمی ترک کی تو بوجہ مذکور اس پر ایک ہی دم یا صدقہ واجب ہوگا۔

(۱۰) اگر قارن نے طوافِ زیارت یا طوافِ عمرہ جُنبی یا بے وضو ہونے کی حالت میں کیا پھر وہ اپنے وطن چلا گیا تو اس پر ایک دم واجب ہوگا اس لئے کہ اس بارے میں قارن اور مفرد میں کوئی فرق نہیں ہے کیونکہ طوافِ زیارت حج کے لئے مخصوص ہے خواہ وہ شخص مفرد ہو یا قارن اور طوافِ عمرہ مفرد عمرہ کرنے والے کے لئے مخصوص ہے برخلاف اس کے اگر طوافِ زیارت اور طوافِ عمرہ دونوں جُنبی یا بے وضو ہونے کی حالت میں کئے تو اس پر دو جزائیں واجب ہوں گی خواہ دونوں کا الگ الگ احرام باندھا ہو یا قِران کیا ہو۔

(۱۱) اگر دونوں سعیوں میں سے ایک یعنی حج یا عمرہ کی سعی ترک کی تو اس کے حج یا عمرہ میں نقص و لزم ہونے کی وجہ سے ایک دم واجب ہوگا۔

(۱۲) اگر قارن نے طوافِ وداع ترک کیا تو اس پر ایک دم واجب ہوگا کیونکہ طوافِ وداع آفاقی کے حج سے تعلق رکھتا ہے عمرہ کرنے والے سے اس کا مطلقاً کوئی تعلق نہیں ہے [1]

(تتمہ) قارن پر دو جزاؤں کے واجب ہونے کے بارے میں جو ذکر کیا گیا ہے یہ حکم ہر اس شخص کے لئے بھی ہے جس نے دو احراموں کو جمع کیا ہو خواہ جمع بین الاحرامین مسنون طریقہ پر ہو جیسا کہ تمتع کرنے والا وہ شخص جو اپنے ساتھ ہدی بھی لے گیا ہو یا وہ ہدی تو نہیں لے گیا لیکن عمرہ کے افعال ادا کرنے کے بعد عمرہ کے احرام سے باہر نہیں ہوا (یعنی اس نے سر منڈایا یا کترایا نہ ہو) یہاں تک کہ حج کا احرام باندھ لیا یا جمع بین الاحرامین مکروہ یعنی غیر مسنون طریقہ پر ہو اور وہ یہ کہ کوئی مکہ مکرمہ کا رہنے والا شخص یا جو اہلِ مکہ کے حکم میں ہے قِران کا احرام باندھے یا دو حج یا دو عمرے کے احرام کو جمع کرنے والا ہو، ان سب کے لئے بھی یہی حکم ہے اور اسی بنا پر اگر کسی نے سَو حج یا سَو عمروں کا احرام باندھا اور ان کے احرام ترک کرنے سے قبل اس نے کسی جنایت کا ارتکاب کیا تو اس پر سَو جزائیں واجب ہوں گی [2]

محرم وغیر محرم کے ذبیحہ کا حکم

(۱) اگر کسی مُحرم نے حل یا حرم میں شکار ذبح کیا یا کسی حلال شخص نے حدودِ حرم میں شکار ذبح کیا ہو، خواہ اُس کی جزا ادا کرنے سے پہلے ذبح کیا ہو یا جزاء ادا کرنے کے بعد ذبح کیا ہو یا شکار کو حدودِ حرم سے باہر نکال کر حل میں ذبح کیا ہو تو ہمارے ائمہ اور امام مالک و امام احمد رضی اللہ عنہم کے نزدیک وہ ذبیحہ مردار ہے پس اس مذبوح شکار کا کھانا نہ اس کے لئے جائز ہے اور نہ اس کے علاوہ کسی اور مُحرم یا حلال شخص کے لئے جائز ہے خواہ ذبح کرنے والے نے خود اس جانور کو شکار کیا ہو یعنی خود اس کا پیچھا کیا ہو یا کسی دوسرے شخص کو امر کیا ہو، یا اس شکار پر تیر مار کر اس کو قتل کیا ہو یا اس پر کُتا یا باز چھوڑا ہو یا کسی دوسرے مُحرم یا حلال شخص نے شکار کیا ہو اور اگرچہ اس کو حل میں شکار کیا ہو اور خواہ وہ شخص اضطرار کی حالت میں اس جانور کو ذبح کرے یا بغیر اضطرار ذبح کرے اور خواہ کسی دوسرے شخص نے اس کو مجبور کیا ہو یا اپنی خوشی سے ایسا کرے ہر صورت میں یہی حکم ہے (کہ وہ مُردار ہے اور اس کا کھانا جائز نہیں ہے) اور امام محمد رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ جب اس جانور کو حدودِ حرم سے باہر کر دیا تو وہ حل کا شکار ہو گیا اب اس کو ذبح کرنا اور اس کے گوشت سے فائدہ اٹھانا حرام نہیں ہے خواہ اس کی جزاء ادا کر دی ہو یا ادا نہ کی ہو، لیکن میں اس فعل کو مکروہ سمجھتا ہوں اور میں اس بات کو پسند کرتا ہوں کہ اس کے کھانے سے پرہیز کیا جائے

---

[1] لباب و شرحہ و بحر و غنیہ ملتقطاً [2] لباب و شرحہ و غنیہ

پس اگر اُس شخص نے اس ذبیحہ کو بیچ دیا اور وہ رقم اس کی جزا میں شامل کر دی تو یہ اس کے لئے جائز ہے اھ [1]

(۲) اگر ذبح کرنے والے محرم شخص نے اس ذبیحہ میں سے تھوڑا یا زیادہ کچھ گوشت کھا لیا تو امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک اس پر اس کی جزا واجب ہوگی اور وہ اس قدر گوشت کی قیمت ہے جتنا اس نے کھایا ہے اور امام ابو یوسف و امام محمد و امام شافعی رحمہم اللہ نے کہا ہے کہ اس پر توبہ و استغفار کے سوا اور کچھ واجب نہیں ہے یعنی اس گوشت کے کھانے کی وجہ سے اس پر کچھ جزا واجب نہیں ہے صرف توبہ و استغفار کافی ہے [2] اور یہ حکم اس وقت ہے جبکہ اُس نے اس کی جزا ادا کر دی ہو اُس کے بعد اس گوشت میں سے کھایا ہو، پس اگر جزا ادا کرنے سے پہلے کھایا تو قاضی نے اپنی شرح مختصر الطحاوی میں اور حلوانی و تمرتاشی و صاحب المصفٰے نے ذکر کیا ہے کہ (اس صورت میں) اُس پر ایک ہی جزا واجب ہوگی اور اس کا گوشت کھانے کی وجہ سے بالاجماع اس پر کچھ واجب نہیں ہوگا اور جو گوشت اس نے کھایا ہے اس کا ضمان بالاتفاق اُس جزا میں داخل ہو جائے گا اور جوہرہ میں ہے کہ بعض کے نزدیک اس صورت میں بھی امام صاحب اور صاحبین وغیرہ کا وہی اختلاف ہے (جو جزا ادا کرنے کے بعد اس کا گوشت کھانے کی صورت میں ہے) - قدوری نے اپنی شرح مختصر الکرخی میں کہا ہے کہ اس مسئلہ میں کوئی روایت نہیں ہے پس یہ کہنا بھی جائز ہے کہ اس پر دوسری جزا واجب ہوگی اور یہ کہنا بھی جائز ہے کہ یہ جزا پہلی جزا میں داخل ہو جائے گی (اور مزید کچھ واجب نہیں ہوگا) اور ذبح کرنے والا خود کھائے یا اپنے کُتّے کو کھلائے دونوں صورتوں میں جس قدر گوشت کھایا یا کھلایا ہے اس کی قیمت واجب ہونے میں کوئی فرق نہیں ہے کیونکہ اس نے اپنے احرام کے ممنوع فعل سے نفع حاصل کیا ہے [3]

(۳) اگر اس ذبیحہ میں سے ذبح کرنے والے کے علاوہ کسی اور محرم یا حلال شخص نے کھایا تو اُس پر اُس کا گوشت (مُردار) کھانے کی وجہ سے بلا خلاف توبہ و استغفار کے سوا اور کچھ واجب نہیں ہوگا کیونکہ یہ اس پر ایک جہت سے یعنی مُردار ہونے کی وجہ سے حرام ہے، یہ حکم ان سب فقہا کے قول کے مطابق ہے کیونکہ اس نے جو کچھ کھایا ہے وہ اس کے احرام کے محرمات میں سے نہیں ہے بلکہ دوسرے شخص کے محرمات میں سے ہے اور وہ ذبیحہ جس طرح ذبح کرنے والے کیلئے حرام ہے ہمارے فقہا کے نزدیک اُسی طرح دوسرے شخص کیلئے بھی حرام ہے خواہ وہ محرم ہو یا حلال [4]

(۴) اگر حلال شخص نے حرم کا شکار ذبح کر کے اُس کی جزا ادا کرنے کے بعد اُس میں سے کھا لیا تو اس پر مردار کھانے کی وجہ سے بالاتفاق استغفار واجب ہوگا جزا میں اور کچھ واجب نہیں ہوگا [5] نہر الفائق میں متنبہ کیا ہے کہ اس مسئلہ میں جزا ادا کرنے کی قید اتفاقی ہے [6]

(۵) اگر حلال شخص نے شکار کیا اور محرم نے اس کے لئے ذبح کیا، یا محرم نے شکار کیا اور حلال نے اس کے لئے ذبح کیا تو دونوں صورتوں میں وہ ذبیحہ مردار (وحرام) ہو گیا [7] اور اسی طرح اگر کسی شخص نے حلال ہونے کی حالت میں شکار کیا (اس کے بعد احرام باندھا) اور محرم ہونے کی حالت میں اس کو ذبح کیا یا اس کے برعکس کیا (یعنی مُحرم ہونے کی حالت میں شکار کیا اور حلال ہونے کے بعد ذبح کیا) تب بھی وہ مردار و حرام ہو گیا [8]

(۶) اگر کسی محرم نے ٹڈی یا شکار کا انڈا بھونا یا شکار کا دودھ نکالا تو اُس پر اس کی جزا واجب ہوگی پس اگر اس کی جزا ادا کرنے کے بعد اس کو کھایا تو اس کے کھانے کی وجہ سے اس پر اور کچھ واجب نہیں ہوگا یعنی ضمان ادا کرنے کے بعد وہ اس چیز کا مالک

[1] لباب و شرحہ و بدائع و فتح و غنیہ ملتقطاً [2] لباب و شرحہ و بدائع و بحر ملتقطاً [3] لباب و شرحہ و بدائع و فتح ملتقطاً [4] لباب و شرحہ و بحر و بدائع ملتقطاً [5] لباب و شرحہ و غنیہ

[6] منحہ و غنیہ [7] لباب و غنیہ [8] شرح اللباب و غنیہ۔

ہو جائے گا پس اس کو اس کا کھانا حرام نہیں ہے، اگر اس کو کھا لیا تو کچھ واجب نہیں ہوگا خواہ وہ مُحرِم خود کھائے یا کوئی دوسرا حلال یا مُحرِم شخص کھائے اور ضمان ادا کرنے سے پہلے اس کی بیع جائز مگر مکروہ ہے اور بعد میں بھی مکروہ ہے کیونکہ وہ محظورِ شرعی کے ذریعہ اس کا مالک ہوا ہے اور اگر وہ چاہے تو اس کی قیمت کو فدیہ (کفارہ) میں شامل کر دے اور اس کا کھانا اور بیچنا اس لئے جائز ہے کہ اس کو ذبح کرنے کی ضرورت نہیں ہے بخلاف ذبیحہ محرم کے کہ وہ مُردار ہے پس مُحرِم مذکور کے لئے شکار کا دودھ اور انڈا اور ٹڈی کھانا کراہت کے ساتھ جائز ہے اور اس کے علاوہ کسی دوسرے (محرم وحلال) شخص کے لئے بلا کراہت جائز ہے [1]

(۷) جو شکار کسی حلال شخص نے حدودِ حل میں اپنے یا کسی مُحرِم کے لئے ذبح کیا ہو اُس کا کھانا محرم کے لئے بالاجماع جائز ہے لیکن اس کے جواز کے لئے کچھ شرائط ہیں اور وہ یہ ہیں کہ اُس مُحرِم نے اس کو شکار کرنے کا امر نہ کیا ہو، اور اس مُحرِم نے اُس حلال شخص کو شکار پر رہنمائی نہ کی ہو اور نہ اشارہ کیا ہو اور نہ اُس نے شکار کرنے یا ذبح کرنے میں اس کی مدد نہ کی ہو، پس اگر ان میں سے کوئی چیز کی ہوگی تو وہ شکار حلال کے لئے جائز اور اُس مُحرِم کے لئے حرام ہوگا [2]

(۸) اگر مُحرِم کو احرام کی حالت میں کھانے کے لئے شکار کرنے یا شکار یا مُردار کھانے کے سوا اور کچھ نہ ملے اور وہ اس کے لئے مجبور و مضطر ہو جائے تو مبسوط میں ہے کہ وہ امام ابو حنیفہ و امام ابو یوسف رحمہما اللہ کے قول کے مطابق شکار میں سے کھائے اور اس کے بعد اس کی جزاء ادا کر دے اور مردار کو نہ کھائے اس لئے کہ شکار کا کھانا مختلف فیہ ہے بخلاف مردار کھانے کے اور اس لئے بھی کہ مردار کی حرمت زیادہ شدید ہے، یہی وجہ ہے کہ شکار کی حرمت احرام یا حرم سے باہر جانے پر دُور ہو جاتی ہے پس یہ حرمت وقتی ہے اور مردار کی حرمت دائمی ہے اس لئے اس پر واجب ہے کہ دونوں حرمتوں میں سے اغلظ کی بجائے اخف (ہلکی) حرمت کا قصد کرے، اور شکار اگرچہ احرام کے ممنوعات میں سے ہے لیکن ضرورت کے وقت اس کی ممانعت دور ہو جاتی ہے پس شکار کو ذبح کر کے کھائے اور اس کی جزا ادا کرے اھ، لیکن امام زفر رحمہ اللہ کے نزدیک مُردار کو کھائے شکار کو ذبح کر کے نہ کھائے اور تجنیس و فتاوی قاضی خاں میں ہے کہ امام ابو حنیفہ و امام محمد رحمہما اللہ کے قول پر اگر محرم مردار اور شکار کی طرف مضطر ہو تو مُردار کا کھانا اولیٰ ہے اور امام ابو یوسف و امام حسن رحمہما اللہ نے کہا کہ شکار کو ذبح کرے اور اس کا کفارہ ادا کر دے [3] اور فتویٰ پہلے یعنی طرفین کے قول پر ہے (یعنی مُردار اولیٰ ہے) جیسا کہ شرنبلالیہ میں ہے اور بحر الرائق میں بھی اسی کو ترجیح دی ہے جیسا کہ اس میں کہا ہے کہ یہ اس لئے ہے کہ شکار کے کھانے میں دو حرمتوں یعنی شکار کو ذبح کرنے اور کھانے کا ارتکاب ہوگا اور مُردار کے کھانے میں ایک حرمت یعنی صرف کھانے کا ارتکاب ہوگا اور یہ اختلاف اولیٰ ہونے میں ہے جیسا کہ بحر کے قول سے جو خانیہ سے منقول ہے ظاہر ہوتا ہے کہ مردار اولیٰ ہے اھ۔ اور ایک حرمت اور دو حرمت سے مراد وہ حرمت ہے جو اضطرار سے پہلے اصلی ہے اس لئے کہ اس کے بعد کوئی حرمت نہیں ہے [4]۔ اور اگر شکار کسی دوسرے شخص کا ذبح کیا ہوا ہو تو سب کے نزدیک شکار کا کھانا اولیٰ ہے [5] اور اگر مضطر محرم شکار اور مُردہ آدمی کا گوشت پائے تو شکار کو ذبح کرنا اولیٰ ہے [6] (اور پھر اس کی جزاء ادا کر دے) پس شکار کو آدمی کے گوشت پر مقدم کرے [7]، یہ حکم آدمی کی بزرگی کی وجہ سے ہے اور اس لئے بھی کہ شکار حرم اور حالتِ احرام کے علاوہ

[1] لباب و شرحہ بدائع و ہدایہ و فتح و بحر و در و ش و غیرہا ملتقطاً و تصرفاً [2] لباب و شرحہ و غنیہ ملتقطاً [3] لباب و شرحہ و فتح و بحر ملتقطاً [4] ش بتصرف و زیادۃ عن بحر [5] لباب و شرحہ و غنیہ و فتح و بحر [6] فتح و بحر و غنیہ عن الخانیہ [7] در بتصرف

حلال ہے اور آدمی کسی حالت میں بھی حلال نہیں ہے [1] اور اگر شکار اور (مُردہ) کُتا پائے تو کُتا اولیٰ ہے اس لئے کہ شکار میں دو ممنوع چیزوں کا ارتکاب پایا جاتا ہے اور امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک خنزیر کے گوشت سے شکار اولیٰ ہے [2] اور درمختار میں اس کو لفظ قیل (کہا گیا ہے) سے ذکر کیا ہے پس اس سے اس کا ضعف معلوم ہو گیا لیکن اگر خنزیر سے مراد مردہ خنزیر ہے اور یہی ظاہر ہے تو ضعف کی وجہ ظاہر ہے اس لئے کہ وہ بھی دوسرے مردار کی طرح ہے اس میں صرف کھانے کی حرمت کا ارتکاب ہے ورنہ نہیں اس لئے کہ وہ شکار بھی ہے پس کسی دوسرے شکار کو (ذبح کرکے) کھانا اولیٰ ہے کیونکہ دونوں میں دو حرمتوں کا ارتکاب ہے لیکن خنزیر کی حرمت زیادہ شدید ہے [3] اور تبیین میں مذکور ہے کہ اگر کسی محرم مضطر نے زندہ شکار اور مسلمان کا مال پایا تو وہ شکار کو (ذبح کرکے) کھائے مسلمان کا مال نہ کھائے کیونکہ شکار کا حرام ہونا اللہ تعالیٰ کے حق کے طور پر ہے اور مال بندے کے حق کے طور پر حرام ہے پس بندے کے حق کی رعایت کرنے کو اس کے محتاج ہونے کی وجہ سے ترجیح ہوگی اور فتاویٰ قاضی خاں میں ہے کہ ہمارے بعض اصحاب سے منقول ہے کہ اگر کسی شخص نے غیر کا مال پایا تو اس کے لئے مردار حلال نہیں ہے اور اسی طرح ابن سماعۃؒ و بشرؒ سے روایت ہے کہ غصب کا مال مُردار سے اَولیٰ ہے اور اسی کو طحاویؒ نے لیا ہے اور کرخیؒ نے کہا ہے کہ اُس کو اختیار ہے [4]

شرائطِ کفاراتِ ثلاثہ

جاننا چاہئے کہ جنایات کی جزاء و کفارہ میں تین چیزوں میں سے ایک چیز یعنی دم یا صدقہ یا روزہ واجب ہوتا ہے ان میں سے ہر ایک کے ادا ہونے کے لئے کچھ شرائط ہیں جو علیحدہ علیحدہ بیان کئے جاتے ہیں (مؤلف)

شرائطِ جوازِ دم

دم کے ادا ہونے کی پندرہ شرطیں ہیں — (۱) جانور کا اس کی مِلک ہونا پس اگر کسی دوسرے کی بکری ذبح کی اور اس کے مالک نے بعد میں اجازت دیدی یا ذبح کرنے کے بعد وہ اس کا ضمان دیکر اس کا مالک ہو گیا تو جائز نہ ہوگا یعنی دم ادا نہ ہوگا — (۲) جانور کا چرنے والا (چوپایہ) یعنی بکری، بھیڑ، دنبہ، گائے، بھینس، اونٹ ہونا اس کے علاوہ کوئی جانور مثلاً مرغی ذبح کی تو جائز نہ ہوگا (جیسا کہ قربانی کے لئے حکم ہے، مؤلف) — (۳) اُن عیوب سے خالی ہونا جو قربانی کے لئے مانع ہیں — (۴) شرط یہ کہ اونٹ پورے پانچ سال کا ہوکر چھٹے سال میں لگ چکا ہو اور گائے بھینس دو سال کی ہوکر تیسرے سال میں شروع ہو چکی ہو اور بکری ایک سال کی ہوکر دوسرے سال میں شروع ہو چکی ہو، دنبہ یا بھیڑ کا بچہ چھ ماہ کا اگر ایسا موٹا تازہ ہو کہ دیکھنے والے کو سال بھر کے دنبہ یا بھیڑ کی مانند معلوم ہو تو وہ بھی جائز ہے اور اگر دُبلا ہو تو اس کے لئے بھی بکری کی طرح ایک سال کا ہونا شرط ہے — (۵) ذبح کرنا، پس اگر زندہ ہی صدقہ کردیا تو جائز نہیں ہے، ہاں اگر کسی فقیر کو زندہ دیدیا اور اس کو ذبح کے لئے وکیل بنا دیا اور یہ کہہ دیا کہ ذبح کے بعد تمہارا ہے تو جائز ہے (اگر ذبح سے پہلے تملیک کردی تو جائز نہ ہوگا) — (۶) ذبح کرتے وقت ذبح کرنے والے کا بسم اللہ پڑھنا، اگر ذبح کرنے والا شافعی مذہب کا ہے اور اس نے ذبح کرتے

[1] ش [2] فتح و بحر عن الخانیہ و ش و غنیہ [3] ش بتصرف [4] بحر و در و ش و غنیہ [5] حاشیہ معلم

وقت بسم اللہ کہنا عمداً ترک کردیا تو جائز نہیں ہے ——— (۷) حدودِ حرم میں ذبح کرنا بالاتفاق شرط ہے خواہ وہ ہدی شکرانہ کی ہو (جیسے تمتع و قران کی) یا جزا کی ہو سب کا یہی حکم ہے سوائے اس ہدی کے جو راستہ میں تھک گئی ہو، پس اگر حرم کے علاوہ کسی اور جگہ ذبح کیا تو ذبح کے طور پر جائز نہیں ہے لیکن اگر اس کا گوشت چھ مسکینوں پر صدقہ کردے اور ہر مسکین کو نصف صاع گندم کی قیمت کے برابر گوشت دیدے تو کھانا دینے کے طور پر جائز ہے ——— (۸) ذبح کرنے والے کا مسلمان یا کتابی ہونا ——— (۹) نیت، یعنی دم کفارہ کی نیت سے ذبح کرنا اور نیت کا ذبح کے ساتھ متصل ہونا اگر نیت ذبح کے فعل کے متصل نہیں کی یا ذبح کے بعد کی تو دم ادا نہ ہوگا ——— (۱۰) جنایت کے بعد ذبح کرنا، پس اگر ہدی کو پہلے ذبح کردیا اس کے بعد جنایت سرزد ہوئی تو وہ دم اُس جنایت کے لئے جائز نہ ہوگا جیسا کہ قسم توڑنے سے پہلے قسم کا کفارہ دینے سے ادا نہیں ہوتا ——— (۱۱) ممکن ہونے کی صورت میں اس کا گوشت صدقہ کرنا اور اس میں سے خود نہ کھانا (یعنی فقیر موجود ہو تو اس کو دیدینا، اگر فقیر موجود نہ ہو تو ذبح کرکے چھوڑ دینا کافی ہے)[1] ——— (۱۲) اس کا گوشت ایسے لوگوں پر صدقہ کرنا جو صدقہ کے مستحق ہوں مثلاً فقراء و مساکین وغیرہما، پس اگر وہ گوشت کسی مالدار کو دیدیا تو جائز نہیں ہے یعنی دم ادا نہ ہوگا اور اسی طرح اگر اپنے اصول یعنی باپ ماں، دادا دادی، نانا نانی وغیرہ کو یا فروع یعنی بیٹا بیٹی، پوتا پوتی وغیرہ کو یا بیوی نے شوہر کو یا شوہر نے بیوی کو یا کسی ہاشمی کو دیا تو جائز نہیں ہے اور اس پر اس کی قیمت واجب ہوگی اور مفتی بہ قول کی بنا پر کافر کو بھی دم کا گوشت دینا جائز نہیں ہے اگرچہ وہ کافر ذمی ہو اور جو حقدار زیادہ متقی ہو اس کو دینا افضل ہے ——— (۱۳) ذبح کرنے کے بعد گوشت کو خود ہلاک نہ کرنا، اگر ذبح کرنے کے بعد اس کو خود ہلاک کردیا مثلاً اس کو بیچ دیا یا کسی مالدار کو ہبہ کردیا یا اس کو تلف یا ضائع کردیا تو جائز نہیں ہے یعنی دم ادا نہ ہوگا وہ اس کی قیمت کا ضمان دیگا اور اس قیمت کو فقراء پر صدقہ کرنا واجب ہوگا لیکن دم قران اور دم تمتع اور نفلی ہدی کا گوشت اگر ذبح کے بعد وہ خود ہلاک کردے گا تو اس پر کچھ ضمان واجب نہیں ہوگا نہ اس کا بدل واجب ہوگا اور نہ اس کی قیمت واجب ہوگی، اور اگر ذبح کیا ہوا جانور ذبح کے بعد اس کے اختیار کے بغیر خود ہی ہلاک ہوگیا مثلاً چوری ہوگیا تو اس پر کچھ ضمان واجب نہ ہوگا لیکن اگر ذبح سے پہلے ہلاک ہوگیا اگرچہ اس کے اختیار کے بغیر ہی ہوا ہو، مثلاً زندہ ہی چوری ہوگیا تو اس کے بدلے میں دوسرا جانور ذبح کرنا واجب ہوگا اور جو جانور شکرانہ یا جزا کے طور پر واجب ہوتا ہے اگر وہ ذبح سے قبل ہلاک ہوجائے تو اس کی قیمت کا صدقہ کرنا جائز نہیں ہے (یعنی اس کے بدلے میں دوسرا جانور ذبح کرنا واجب ہے) ——— (۱۴) ایسے جانور میں جس میں شرکت جائز ہے یعنی اونٹ و گائے، بیل، بھینس میں کسی ایسے شخص کا شریک نہ ہونا جس کی نیت قربت (عبادت) و ثواب کی نہ ہو، پس اگر ان میں سے کسی ایک شخص کی نیت گوشت کی ہوئی تو سب کی طرف سے دم ادا نہیں ہوگا اور اگر سب کی نیت قربت (ثواب) کی ہے اگرچہ جنسِ قربت مختلف ہو مثلاً کسی کی نیت دمِ قران یا دمِ تمتع کی ہو اور دوسرے کی نیت دم جزا یا دم احصار کی ہو تو سب کی قربانی جائز ہے اور سب کی جنس کا متحد ہونا افضل ہے ——— (۱۵) دم تمتع اور دم قران کا ایام نحر میں ذبح ہونا شرط ہے اس سے پہلے ذبح کرنا جائز نہیں ہے اور دموں کے لئے بالاجماع یہ شرط نہیں ہے[2]

---

[1] معلم [2] لباب و شرحہ و غنیہ وغیرہا ملتقطاً۔

(تتمہ) (۱) دم ادا ہونے کیلئے مساکین کی تعداد شرط نہیں ہے (عام لوگوں میں مشہور ہے کہ سات مسکینوں کو دیا جائیگا اس کی کوئی اصل نہیں ہے) اگر ایک مسکین کو سارا گوشت ایک ہی دفعہ میں دیدیا تب بھی جائز ہے ——— (۲) دم کا گوشت ہر جگہ کے فقیر کو دینا جائز ہے حرم کے فقیر کا ہونا شرط نہیں ہے اور یہ بھی شرط نہیں کہ حدودِ حرم ہی میں صدقہ کرے اس لئے اگر حدودِ حرم میں ذبح کرنے کے بعد حرم سے باہر لے جاکر حرم یا بیرونِ حرم کے فقراء کو دیدے تب بھی جائز ہے صرف حرم میں ذبح کرنا شرط ہے جیسا کہ اوپر بیان ہوا البتہ حرم کے فقراء کو دینا افضل ہے لیکن اگر دوسرے فقراء حرم کے فقراء سے زیادہ محتاج ہوں تو پھر ان کو دینا افضل ہے ——— (۳) دم کے بدلہ میں قیمت دینا جائز نہیں ہے لیکن اگر کسی ایسے دم کے گوشت میں کچھ کھالیا جس کا کھانا اس کیلئے جائز نہیں تھا یا اس کو تلف کر دیا تو اب اس کھائے ہوئے یا تلف کئے ہوئے گوشت کی قیمت کا فقراء پر صدقہ کرنا واجب ہے، یا اگر وہ دم تخییر کے طور پر واجب ہوا ہو تو کھانا دینے کے طور پر اس کی قیمت ادا کرنا جائز ہے [1]

شرائطِ جوازِ صدقہ

صدقہ کے جواز کی نو [پانچ] شرطیں ہیں: (۱) مقدار اور وہ نصف صاع گندم یا اس کا آٹا یا ستو یا ایک صاع جَو یا اس کا آٹا یا ستو یا ایک صاع کھجور یا اصح قول کی بنا پر ایک صاع کشمش ہے پس اگر اس مقدار سے کم دیا تو جائز نہ ہوگا بلکہ وہ سب نفلی صدقہ ہو جائے گا اور اگر اس مقدار سے زیادہ دیا تو وہ زیادتی نفلی صدقہ ہو جائے گی اور اس پر ثواب دیا جائے گا، صاع کا اعتبار وزن سے ہے اور وہ آٹھ رطل ہے (یہ انگریزی سیر سے ساڑھے تین سیر کے قریب ہوتا ہے)۔

(۲) جنس، اور وہ گندم [۱]، اس کا آٹا، اس کا ستو اور جَو [۲]، اس کا آٹا، اس کا ستو، اور کھجور [۳] اور کشمش [۴]، ان چار قسموں سے ہونا شرط ہے اس کی اور کوئی پانچویں قسم نہیں ہے جس کا ادا کرنا مقدار کے اعتبار سے جائز ہو، پس ان کے علاوہ باقی تمام اجناس میں صدقہ کی ادائیگی مقدار مذکورہ کے اعتبار سے نہیں ہوگی بلکہ قیمت کا اعتبار ہوگا مثلاً چاول، مکئی، جوار، باجرہ، ماش، مسور، چنا، باقلا، پنیر وغیرہ ان سب کی ادائیگی میں نصف صاع گندم یا ایک صاع جَو کی قیمت کا اعتبار ہوگا (مثلاً نصف صاع گندم یا ایک صاع جَو کی قیمت سے جس قدر چاول یا جوار یا باجرہ وغیرہ ملتے ہوں اسی قدر دیئے جائیں گے) روٹی اگرچہ گندم کی ہو اس کا بھی یہی حکم ہے پس روٹی کو وزن کر کے نصف صاع دینا جائز نہیں ہے (بلکہ نصف صاع گندم کی قیمت سے جس قدر روٹیاں ملیں صدقہ کرنا واجب ہے) اور منصوص و غیر منصوص تمام اجناس میں قیمت لگا کر درہم یا دینار یا فلوس (روپیہ پیسہ وغیرہ) یا سامان وغیرہ دینا بھی جائز ہے، گندم کی بجائے گندم کا آٹا دینا اور گندم اور اس کے آٹے کی بجائے اس کی قیمت کا روپیہ پیسہ دینا یعنی جنس دینے کی بجائے اس کی قیمت دینا افضل ہے اور اسی پر فتویٰ ہے کیونکہ اس سے فقیر کی ضرورت زیادہ اچھی طرح پوری ہوتی ہے، اور یہ حکم فراخی کے زمانہ میں ہے اور اگر قحط سالی کا زمانہ ہو تو جنس کا دینا افضل ہے اور بعض نے کہا کہ جنس منصوص علیہ کا دینا ہر حال میں افضل ہے خواہ قحط سالی کے دن ہوں یا فراخی کے کیونکہ اس میں سنت کی موافقت ہے اور اسی پر فتویٰ ہے پس فتویٰ میں اختلاف ہے اور زکوٰۃ و فطرہ کے بارے میں فقہا نے کہا ہے کہ امام صاحب کے نزدیک صدقہ واجب ہونے کے وقت کی قیمت کا اعتبار ہوگا اور صاحبین کے نزدیک

[1] لباب و شرحہ و غنیہ ملتقطاً۔

ادائیگی کے دن کی قیمت کا اعتبار ہوگا پس یہاں بھی یہی ہونا چاہئے، اور ایک منصوص علیہ کے عوض دوسری منصوص علیہ چیز قیمت کے اعتبار سے دینا جائز نہیں ہے خواہ دونوں ایک ہی قسم کی ہوں یا علیحدہ قسم کی، پس اگر کسی شخص نے ایک صاع اوسط درجہ کی گندم کے عوض نصف صاع عمدہ قسم کی گندم دی یا نصف صاع کھجور دی جس کی قیمت نصف صاع یا اس سے زیادہ مثلاً ایک صاع گندم کے برابر ہے تو یہ جائز نہیں ہے بلکہ اسی قدر ادا ہوگی جس قدر وہ جنس دی گئی ہے اور باقی دے کر اس کو پورا کرنا اس پر واجب ہے اور اسی طرح منصوص علیہ کو غیر منصوص علیہ سے بدلنا جائز نہیں مثلاً گیہوں کو مکئی سے بدلنا اور اس کی صورت یہ ہے کہ نصف صاع گندم سے جسقدر مکئی آتی ہے اس قدر مکئی کی قیمت سے نصف صاع سے کم عمدہ قسم کی گندم دینا جائز نہیں ہے لیکن قیمت کے اعتبار سے منصوص علیہ کے بدلے غیر منصوص علیہ دینا جائز ہے پس اگر کسی نے تین سیر مکئی یا چاول یا مسور دیا جس کی قیمت نصف صاع گندم کے برابر ہے تو جائز ہے، اور اولیٰ یہ ہے کہ گندم و جَو کا آٹا اور ستو اور کشمش میں احتیاطاً وزن اور قیمت دونوں کی رعایت کرے اور منصوص علیہ جنسوں کو تناسب کے ساتھ ملا کر دینا بھی جائز ہے مثلاً اگر نصف صاع جَو اور نصف صاع کھجور یا نصف صاع کھجور اور چوتھائی صاع گندم یا نصف صاع جَو اور چوتھائی صاع گندم دیا تو ہمارے نزدیک جائز ہے بخلاف امام شافعیؒ کے کہ اُن کے نزدیک تمام صدقہ ایک ہی جنس سے ادا ہونا چاہئے، اس کو بحرالرائق نے فطرہ کے بیان میں ذکر کیا ہے [۱] اور اگر قیمت دینا چاہے تو شیخین کے نزدیک گندم و جَو و کھجور تینوں میں سے جس کی قیمت چاہے دیدے اور امام محمدؒ کے نزدیک گندم کی قیمت ادا کرے [۲]

(۳) ایک فقیر کو نصف صاع گندم سے کم نہ دینا، پس نصف صاع گندم کو دو یا زیادہ فقیروں میں تقسیم نہ کیا جائے یہی اصح ہے اگر ایسا کیا تو جائز نہیں ہے بخلاف صدقۂ فطر کے (کہ اس میں نصف صاع کو چند فقیروں پر تقسیم کرنا جائز ہے)۔ (اسی طرح اگر قیمت دے تو اس میں بھی نصف صاع کی قیمت سے کم کسی فقیر کو نہ دے، [۳] لیکن اگر وہ صدقہ نصف صاع گندم سے کم ہی واجب ہوا ہے تو اس کا ایک فقیر کو دینا جائز ہے اور ایک فقیر کو نصف صاع سے زیادہ گندم دیا یا اس کی قیمت دی) تو جسقدر زائد دیا ہے وہ نفلی صدقہ ہوگا اور وہ صدقہ واجبہ میں شمار نہیں ہوگا [۴]

(۴) ایسے شخص کو دینا جو صدقۂ واجبہ لینے کا مستحق ہو اور وہ یہ ہے کہ وہ غنی (مالدار) یعنی زکوٰۃ کے نصاب کے برابر مال یا ایسے اسباب کا مالک نہ ہو جو اس کی ضروریات مثلاً مکان، لباس اور گھر کا دیگر سامان فرش، برتن، گھوڑا، خادم وغیرہ سے زائد ہو، اس مال میں بڑھنا اور سال گذرنا شرط نہیں ہے بخلاف زکوٰۃ کے اور وہ شخص اس کا غلام یا کسی مالدار کا غلام یا لڑکا نہ ہو اور ہاشمی نہ ہو اور نہ ہاشمی کا غلام ہو نہ ہاشمی کا آقا ہو اور نہ حربی کافر ہو اور مفتی بہ قول کی بنا پر ذمی کافر بھی نہ ہو، اور صدقہ دینے والے کے اصول و فروع یعنی اس کا باپ ماں، دادا دادی، نانا نانی وغیرہ اور اس کی اولاد بیٹے، پوتے، بیٹیاں، پوتیاں وغیرہ بھی نہ ہوں، اور بیوی کے لئے اپنے شوہر کو اور شوہر کے لئے اپنی بیوی کو دینا جائز نہیں ہے، بھائی بہن اور دیگر تمام رشتہ دار مثلاً چچا، تایا، پھوپھا، پھوپھی، خالہ، ماموں کو دینا جائز ہے اگر صدقہ دینے والے نے کسی کو مصرف سمجھ کر دیا اور بعد میں معلوم ہوا کہ وہ مصرف نہیں تھا تو صحیح قول کی بنا پر ادا ہوگیا لیکن اگر

[۱] لباب و شرحہ وغنیہ و ش و منحہ ملتقطاً [۲] ش وغنیہ [۳] معلم [۴] لباب و شرحہ وغنیہ ملتقطاً۔

بعد میں معلوم ہوا کہ وہ دینے والے کا غلام تھا تو ادا نہیں ہوگا، ایسے مسافر کو دینا جائز ہے جو اپنے مال سے منقطع ہے (یعنی جس کا نفقہ ختم ہو چکا ہو اور اس کا مال گھر پر ہے جس کے حاصل کرنے سے وہ سفر میں عاجز ہے)۔

(۵) اگر کھانا اباحت کے طور پر کھلائے تو فقیر کا فی الجملہ دو وقت پیٹ بھر کر کھانے پر قادر ہونا، تملیک کے لئے یہ شرط نہیں ہے کیونکہ تملیک چھوٹے بچے کے لئے بھی جائز ہے جو بچہ بہت چھوٹا ہے (یعنی قریب البلوغ نہیں ہے) اس کو کھلانا کافی نہیں ہے اور جو بچہ قریب البلوغ ہے اس کو کھلانا کافی ہے ——— (۶) اگر کھانا اباحت کے طور پر کھلائے تو یہ بھی شرط ہے کہ دو وقت صبح و شام یا دو روز صبح کو ایک ہی شخص کو یا دو روز شام کو ایک ہی شخص کو کھلائے اور پہلی صورت یعنی ایک ہی دن کے صبح و شام کھلانا اولیٰ ہے صرف ایک وقت یعنی صرف صبح یا صرف شام کو کھلانا جائز نہیں ہے اگرچہ کئی لوگوں کو کھلائے یہی اصح ہے اور دوسرے وقت میں بھی وہی ہونے چاہئیں جن کو پہلے وقت میں کھلایا ہے پس اگر صبح کو کچھ فقیروں کو کھلایا اور شام کو ان کے علاوہ دوسرے فقیروں کو کھلایا تو جائز نہیں ہے لیکن اگر ایک وقت والے فقیروں کو دوسرے وقت بھی کھلا دیا تو اب جائز ہو جائے گا۔

(۷) دونوں وقت میں پیٹ بھر کر کھلانا شرط ہے اگر ان میں سے کسی کا پہلے سے پیٹ بھرا ہوا تھا اور کھانے میں شریک ہو گیا تو اس میں مشائخ کا اختلاف ہے اصح یہ ہے کہ اس کو کھلانا کافی نہ ہوگا اور اس بارے میں پیٹ بھرنے کا اعتبار ہے مقدار کا اعتبار نہیں جیسا کہ تملیک میں مقدارِ طعام کا اعتبار ہے پیٹ بھرنے کا اعتبار نہیں پس اگر فقراء کو مقدارِ واجب سے کم کا کھانا پکا کر دیا گیا اور اس سے اُن سب کا پیٹ بھر گیا تو جائز ہے اور اگر ان کو بقدرِ واجب کھانا پکا کر دیا گیا لیکن اُس سے اُن کا پیٹ نہیں بھرا تو جائز نہیں بلکہ اتنا اور کھانا دینا واجب ہوگا کہ جس سے ان کا پیٹ بھر جائے ——— (۸) صدقہ کی ادائیگی جنایت سرزد ہونے کے بعد ہونا، پس اگر جنایت کے وقوع سے پہلے صدقہ ادا کر دیا تو جائز نہیں ہے جیسا کہ قسم توڑنے کا کفارہ قسم توڑنے سے پہلے ادا کیا تو ادا نہیں ہوگا۔

(۹) کفارہ کا صدقہ ادا کرنے کے متصل کفارہ کی نیت ہونا اگر صدقہ دیتے وقت نیت نہیں کی تھی بلکہ اس سے پہلے یا پیچھے نیت کی تو کفارہ ادا نہ ہوگا[۱]۔

(تکملہ) (۱) گیہوں کی روٹی کے ساتھ سالن ہونا شرط نہیں بلکہ مستحب ہے گیہوں کے علاوہ کسی اور چیز مثلاً جَو وغیرہ کی روٹی کے ساتھ سالن شرط ہونے میں اختلاف ہے (اس لئے احتیاط یہ ہے کہ جَو وغیرہ کی روٹی کے ساتھ سالن دے[۲])

(۲) اگر تملیک اور اباحت دونوں کو جمع کیا (یعنی ایک وقت پیٹ بھر کر کھلایا اور ایک وقت کی قیمت یا چوتھائی صاع گندم دیدیا) مثلاً صبح کو کھانا کھلایا اور شام کے کھانے کی قیمت دیدی یا اس کے برعکس کیا یعنی شام کا کھانا کھلایا اور صبح کے کھانے کی قیمت دیدی یا دوسرے وقت کے لئے منصوص علیہ جنس کا نصف یعنی گندم کا چوتھائی صاع یا کھجور کا نصف صاع دیدیا تو بلا اختلاف جائز ہے اور اسی طرح اگر ہر مسکین کو نصف صاع جَو یا کھجور اور چوتھائی صاع گندم دیدی تو اصل کی روایت کے مطابق جائز ہے[۳]

(۳) کھانے کی تملیک و اباحت میں صورۃً مساکین کی تعداد شرط نہیں بلکہ معنیً متعدد ہونا چاہئیں (یعنی مسکین کا مختلف ہونا

---

[۱] لباب و شرحہ و ش و غنیہ ملتقطاً [۲] معلم [۳] غنیہ وغیرہ

شرط نہیں ہے) پس اگر مثلاً ایک ہی مسکین کو چھ مسکینوں کا کھانا چھ روز میں دیا یعنی ایک ہی مسکین کو ہر روز نصف صاع گندم یا ایک صاع دوسری منصوص جنس دیتا رہا، یا چھ روز تک روزانہ صبح و شام ایک ہی مسکین کو پیٹ بھر کر کھانا کھلاتا رہا تو ہمارے نزدیک بلا اختلاف جائز ہے، لیکن اگر ایک دن میں ایک ہی دفعہ یا متعدد دفعہ چھ مسکینوں کو کھانا یعنی تین صاع گندم یا چھ صاع جَو یا کھجور دیا تو اس کے بارے میں ہمارے ائمہ سے کوئی روایت نہیں ہے اور مشائخ کا اس میں اختلاف ہے، بعض نے کہا کہ جائز ہے اور اکثر مشائخ کے نزدیک صرف ایک ہی مسکین کا صدقہ ادا ہوگا (اور باقی نفلی صدقہ ہو جائے گا) اور اسی پر فتویٰ ہے لیکن اگر اس کو اباحت کے طور پر کھلا دیا تو بلا اختلاف جائز نہیں ہے [1] اور اسی طرح اگر تمام صدقہ دو مسکینوں کو دیدیا تو صرف دو ہی مسکینوں کا ادا ہوگا اور باقی واجب میں شمار نہیں ہوگا بلکہ نفلی صدقہ ہو جائے گا [2]

شرائطِ جوازِ روزہ

جنایت کی جزا میں اگر روزے رکھے جائیں تو ان کے جائز ہونے کی پانچ شرطیں ہیں:— (۱) نیت کرنا، نیت کے بغیر روزہ ادا نہیں ہوتا —— (۲) رات میں روزہ کی نیت کرنا، اگر صبح صادق طلوع ہونے کے بعد نیت کی، اگرچہ زوالِ آفتاب سے پہلے کی ہو یا غروبِ آفتاب سے پہلے نیت کی تو جائز نہیں ہے یعنی بالاجماع وہ روزہ کفارہ کے روزے کی بجائے صحیح نہیں ہوگا —— (۳) نیت میں یہ تعیین کرنا کہ کفارہ کا روزہ رکھ رہا ہے پس مطلق نیت یا نفل کی نیت یا کسی اور واجب مثلاً نذر یا کفارۂ یمین وغیرہ کے روزہ کی نیت سے جزا کا روزہ ادا نہیں ہوگا —— (۴) جس چیز کے بدلے میں روزہ رکھتا ہے اس کی تعیین کرنا مثلاً یہ کہ دم تمتع یا بال منڈانے وغیرہ کی جزا کے دم کے بدلے میں روزہ رکھتا ہے اگر یہ تعیین نہ کیا تو جائز نہیں ہے —— (۵) ماہِ رمضان اور پانچ ایامِ منہیہ یعنی عید الفطر (یکم شوال) و عید الاضحیٰ (دسویں ذی الحجہ) و ایامِ تشریق (گیارہویں بارہویں اور تیرہویں ذی الحجہ) کے علاوہ دنوں میں روزے رکھنا پس اگر ان ایام میں روزہ رکھے گا تو جائز نہیں ہے دوبارہ رکھنا واجب ہوگا [3]

(تتمہ) (۱) جزا کے روزوں کو پے در پے (لگاتار) رکھنا شرط نہیں ہے، پس اختیار ہے خواہ متفرق طور پر رکھے یا لگاتار رکھے لیکن لگاتار رکھنا افضل ہے کیونکہ عبادت میں جلدی کرنا افضل ہے حرم میں رکھنا بھی شرط نہیں ہے پس جہاں چاہے رکھ سکتا ہے اگرچہ حرم میں رکھنا افضل ہے اور احرام کی حالت میں رکھنا بھی شرط نہیں ہے، البتہ قران کے تین روزے حج کے مہینوں میں حج و عمرہ کے احرام کے بعد اور تمتع کے تین روزے عمرہ کے احرام کے بعد رکھنا شرط ہے، دونوں کو حج کے مہینوں سے پہلے اور قران والے کو حج و عمرہ کے احرام سے پہلے اور تمتع والے کو احرام عمرہ سے پہلے رکھنا جائز نہیں ہے (جیسا کہ قران و تمتع کے بیان میں گزر چکا ہے)۔

(۲) جو شخص بڑھاپے یا کسی ایسے مرض کی وجہ سے جس سے صحتیاب ہونے کی امید نہ رہی ہو روزے رکھنے سے عاجز ہو جائے تو اس کو روزہ کا فدیہ دینا جائز نہیں ہے جیسا کہ اگر کفارۂ جنایتِ شکار کے لئے ہدی کا جانور نہ پائے یا ہدی خریدنے کے لئے رقم پر قادر نہ ہو اور نہ ہی چھ مسکینوں کو کھانا کھلانے پر قادر ہو اور نہ ہی بڑھاپے وغیرہ کی وجہ سے روزہ رکھنے پر قادر ہو اور وہ چاہے کہ تین روزوں کے

---

[1] لباب و شرحہ و غنیہ تصرفاً و ملتقطاً [2] غنیہ [3] لباب و شرحہ و غنیہ ملتقطاً۔

بدلہ میں تین مسکینوں کو کھانا (غلہ) دیدے تو جائز نہیں البتہ چھ مسکینوں کو دینا جائز ہے اور اسی طرح اگر متمتع و قارن کو ہدی میسر نہ ہو اور وہ تین روزے ان کے وقت میں رکھنے پر قادر نہیں ہے یا قادر تو ہے لیکن اس نے ان کو فوت کر دیا، یا وہ روزہ رکھنے پر قادر نہیں ہے تو اس کو روزوں کے بدلے میں کھانا دینا جائز نہیں ہے کیونکہ شارع علیہ السلام نے اس پر قدرت کے وقت ہدی ذبح کرنا اور قادر نہ ہونے کے وقت معینہ روزے رکھنا ہی واجب کیا ہے پس ان کو ترک کر کے دوسری چیز کو اختیار کرنا اس کے لئے ہرگز جائز نہیں ہے [۱]

احصار کا بیان

احصار کی تعریف

(۱) حصر اور احصار کے معنی لغت میں منع کرنے اور قید کرنے کے ہیں اور محصر کے معنی روکا گیا کے ہیں [۲] اور احصار حصر کی بہ نسبت عام ہے کہ یہ دشمن وغیرہ کے منع کرنے کو بھی شامل ہے بخلاف حصر کے [۳] اور شرعاً حج میں احصار کے معنی حج کا احرام باندھنے کے بعد وقوف عرفہ اور طوافِ زیارت دونوں رکنوں سے کسی شرعی عذر کی وجہ سے رُک جاتا ہے خواہ حج فرض ہو اور اگرچہ وہ نذر کا حج ہو اور خواہ وہ نفلی حج ہو کیونکہ نفلی حج کا احرام باندھنے کے بعد اس کا ادا کے طور پر پورا کرنا یا اس کو فاسد کر دینے کے بعد اس کی قضا کرنا بالاجماع واجب ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وَأَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلّٰهِ (اور حج و عمرہ کو اللہ تعالیٰ کے لئے پورا کرو) اور عمرہ میں احصار کے معنی عمرہ کا یا حج و عمرہ دونوں کا احرام باندھنے کے بعد صرف عمرہ کے طواف سے رُک جانا ہے کیونکہ عمرہ میں صرف اس کا طواف ہی رکن ہے بخلاف حج کے کہ اس کا بڑا رکن وقوفِ عرفہ ہے [۴] پس عرفِ شرع میں محصَر وہ شخص ہے جس نے احرام باندھا ہو پھر (حج یا عمرہ) جس کا احرام اس نے باندھا تھا اس کے ادا کرنے سے اس کو روک دیا گیا ہو خواہ وہ منع کرنا دشمن کی طرف سے ہو یا کسی بیماری یا قید ہو جانے یا کسی عضو کے ٹوٹ جانے یا لنگڑا ہو جانے یا زخمی ہو جانے کی وجہ سے ہو یا اور کوئی ایسا سبب ہو جو اس چیز کو پورا کرنے سے جس کا احرام باندھا ہے حقیقۃً یا شرعاً مانع ہو اور یہ ہمارے اصحاب (احناف) کا قول ہے [۵]

(۲) اگر حج کے احرام کی حالت میں وقوف عرفہ اور طوافِ زیارت دونوں رکنوں میں سے کسی ایک رکن سے روکا گیا ہو تو وہ محصَر نہیں ہے [۶] پس اگر حج کا احرام باندھنے کے بعد طوافِ زیارت یا وقوف عرفہ پر قادر ہے تو ظاہر الروایت میں محصر نہیں ہے خواہ وہ قارن یعنی حج قران کے احرام میں ہو یا مفرد یعنی صرف حج کے احرام میں ہو [۷] اس لئے کہ اگر اس کو وقوفِ عرفہ کے بعد صرف طوافِ زیارت سے روکا گیا ہے تو اس کا حج فوت نہیں ہوگا پس اس کے لئے ممکن ہے کہ وہ وقوفِ عرفہ کرے اور اپنے حج کو پورا کرے پھر حلق کرا کر (احرام کھول دے اور) طوافِ زیارت کو مؤخر کرے اور وہ فقط عورتوں کے حق میں احرام کی حالت میں باقی رہے گا (یعنی جب تک طوافِ زیارت نہ کر سکے عورت اس کے لئے حلال نہ ہوگی اور جب بھی وہ طوافِ زیارت پر قادر ہو جائے اس کو کر سکتا ہے) لیکن اگر ایام نحر گزرنے کے بعد کرے گا تو ایک دم تاخیر کا واجب ہوگا [۸] اور اگر صرف وقوفِ عرفہ سے روکا گیا تو وہ حج فوت کرنے والے کے حکم میں ہوگا پس

[۱] لباب و شرح و غنیہ ملتقطاً [۲] شرح اللباب بدائع وغیرہا [۳] حاشیہ ش [۴] لباب و شرح و ش و غنیہ ملتقطاً [۵] بدائع در [۶] غنیہ [۷] لباب و شرح [۸] علم۔

اس کے لئے ممکن ہے کہ وہ صبر کرے یعنی جبتک حج کا وقت باقی ہے انتظار کرے حتیٰ کہ اس کا حج فوت ہوجائے پھر وہ وقوفِ عرفہ فوت ہوجانے کے بعد عمرہ کے افعال ادا کرکے اپنے احرام سے باہر ہوجائے [۱] بخلاف اس شخص کے جو وقوفِ عرفہ و طوافِ زیارت دونوں سے روک دیا گیا ہو اس لئے کہ اس کے لئے اس کا پورا کرنا دشوار ہے مگر یہ کہ وہ حدودِ حرم میں ہدی ذبح کرا کر احرام سے حلال ہوجائے [۲]

(۳) جس طرح طواف و وقوفِ عرفہ دونوں سے روک دیئے جانے پر حل میں احصار متحقق ہوتا ہے اسی طرح حرم میں بھی متحقق ہوجاتا ہے، حرم سے مراد تمام حدودِ حرم ہے جو مسجدِ حرام و مکۂ معظمہ وغیرہ کو شامل ہے (حدودِ حرم کی تفصیل پہلے بیان ہوچکی ہے) اور زمین حرم کے علاوہ (یہاں پر) باقی سب حل ہے خواہ وہ میقات کے اندر کی جگہ ہو یا اس سے باہر کی ہو [۳] پس اگر مکہ مکرمہ میں ہی محرم کو کوئی ایسا مانع پیش آجائے کہ وقوفِ عرفات اور طوافِ زیارت دونوں نہ کر سکے تو وہ بھی محصر ہے [۴] اور اگر وقوف و طواف دونوں پر یا دونوں میں سے کسی ایک پر قادر ہے تو وہ محصر نہیں ہے یہی صحیح ہے [۵]

(۴) اگر کسی محصر نے جماع کرکے اپنا حج فاسد کردیا تو وہ ایسا ہے گویا کہ اس نے اپنا حج فاسد نہیں کیا یعنی اس پر باقی واجبات کا بجالانا اور تمام ممنوعاتِ احرام سے بچنا واجب ہے اور اس پر دم فساد اور دم حصر واجب ہے یعنی دم حصر احرام سے باہر ہونے کے لئے واجب ہے اور اس پر آئندہ سال اس حج کی قضا واجب ہے [۶]

احصار کے اسباب

احصار کے اسباب بارہ ہیں، اگر ان میں سے کوئی امر پیش آگیا تو وہ محصَر کہلائے گا، وہ اسباب یہ ہیں:۔ (۱) کسی دشمن کا روکنا خواہ وہ دشمن مسلمان ہو یا کافر اور خواہ بادشاہ ہو یا بادشاہ نہ ہو اور یہ اس وقت ہے جبکہ اس راستہ کے سوا اور کوئی راستہ نہ پائے یا دوسرا راستہ بہت زیادہ طویل یا بہت زیادہ دشوار ہو اور اس سے معتبر درجہ کا ضرر پہنچتا ہو، پس اگر دشمن نے مکہ مکرمہ یا عرفات جانے کا راستہ روک دیا اور محصر نے کوئی دوسرا راستہ پالیا تو اگر اس راستہ کی درازی یا دشواری کی وجہ سے اس شخص کو معتبر درجہ کا ضرر پہنچتا ہے تو وہ شرعاً محصر ہے ورنہ نہیں یعنی اگر اس کو اس راستہ سے معتبر ضرر نہیں پہنچتا تو وہ شرعاً محصر نہیں ہے [۷]

(۲) کسی ایسے درندہ کا موجود ہونا جس کے دفع کرنے سے وہ عاجز ہو، درندے سے مراد شیر، چیتا، تیندوا وغیرہ حملہ کرنے والا درندہ ہے اور کٹ کھنے کُتّے کا بھی یہی حکم ہے جبکہ وہ شخص اس کے دفع کرنے سے عاجز ہو [۸]

(۳) قید ہونا یا بادشاہ کا منع کرنا اگرچہ اس کا منع کرنا احرام باندھ لینے کے بعد ہو [۹]

(۴) ہڈی ٹوٹ جانا یا اتنا لنگڑا ہوجانا کہ سفر نہ کر سکے [۱۰]

(۵) پیدل اور سواری پر چلنے کی وجہ سے مرض کی زیادتی کا خوف ہونا خواہ یہ خوف اپنے غلبۂ ظن کی بنا پر ہو یا کسی مسلمان دیندار طبیب کے خبر دینے سے ہو [۱۱] پس مرض کی حد جس سے احصار ثابت ہوتا ہے ہمارے فقہا کے نزدیک یہ ہے کہ اس کو چلنے اور سوار ہونے کی طاقت نہ رہے اگر فی الحال قدرت ہو لیکن پیدل یا سواری پر چلنے سے مرض کی زیادتی کا خوف ہو تب بھی یہی حکم ہے [۱۲]

---

[۱] لباب و شرحہ و ہدایہ و ع و غنیہ ملتقطاً و تصرفاً [۲] غنیہ [۳] لباب و شرحہ و تصرفاً [۴] ع وغیرہ [۵] بدائع [۶] لباب و شرحہ [۷] لباب و شرحہ و غنیہ ملتقطاً [۸،۹،۱۰] لباب و شرحہ

[۱۱] لباب و شرحہ و ع و غنیہ ملتقطاً [۱۲] ع

(۶) عورت کے محرم یا خاوند کا راستہ میں فوت ہو جانا جبکہ مکہ مکرمہ وہاں سے مسافتِ سفر کی مقدار (۴۸ میل یا اس سے زیادہ) دُور ہو اور اصح قول کی بنا پر یہ (مسافتِ سفر کی) قید ضروری ہے[1] پس اگر عورت کا محرم راستہ میں مر جائے اور وہاں سے مکہ مکرمہ تک تین دن یا اس سے زیادہ (۴۸ میل یا زیادہ) کا راستہ ہے تو وہ عورت بمنزلہ مُحصرہ ہے لیکن یہ حکم اس وقت ہے جبکہ اس عورت کا شہر تین دن کی مسافت سے کم فاصلہ پر ہو یا تین دن یا زیادہ فاصلہ پر ہو لیکن اس کو اس مقام پر قیام کرنا ممکن ہو ورنہ ظاہر ہے کہ وہ محصرہ نہیں ہوگی[2] یا احرام باندھنے کے بعد ابتلا ہی سے اس کا محرم یا شوہر موجود نہ ہو پس اگر کسی عورت نے فرض یا نفل حج کا احرام باندھا اور اس کا محرم یا خاوند اس کے ساتھ نہیں ہے تو وہ شرعاً محصرہ ہے جبکہ وہ مکہ معظمہ سے مسافتِ سفر (یعنی تین دن یا زیادہ) کے فاصلہ پر ہو[3]

(۷) نفقہ (سفر خرچ) کا ہلاک ہو جانا لیکن اگر وہ سفر خرچ کے بغیر پیدل چلنے پر قادر ہے مثلاً یہ کہ وہ عرفہ یا مکہ مکرمہ کے قریب ہے تو وہ محصر نہیں ہے، پس اگر کسی شخص کا نفقہ احرام باندھنے کے بعد چوری ہو گیا یا ضائع ہو گیا یا لوٹ لیا گیا یا ختم ہو گیا، اگر وہ پیدل چلنے پر قادر نہیں ہے تو وہ محصر ہے اس کو اس حالت میں احرام سے باہر ہونا جائز ہے اور اگر وہ پیدل چلنے پر قادر ہے تو محصر نہیں ہے وہ پیدل چلے اور لوگوں سے سوال کرے[4]

(۸) سواری کے جانور کا ہلاک ہو جانا، سوائے اس صورت کے جبکہ وہ پیدل چلنے پر قادر ہے، پس اگر وہ پیدل چلنے پر قادر ہے تو مُحصر نہیں ہے ورنہ محصر ہے اور اگر وہ فی الحال پیدل چلنے پر قادر ہے لیکن اس کو غلبۂ ظن کی بنا پر آئندہ راستہ کے کسی حصہ میں عاجز ہونے کا خوف ہے تو اس کے لئے احرام سے باہر ہو جانا جائز ہے[5] پس فقہا کے کلام سے ظاہر ہوتا ہے کہ نفقہ سے مراد وہ سفر خرچ ہے جس میں سواری کا خرچ بھی شامل ہے[6] پس نفقہ کا ہلاک ہونا مطلق طور پر احصار (رکاوٹ) ہے لیکن جبکہ وہ عرفہ یا مکہ مکرمہ کے قریب ہو تو یہ احصار (رکاوٹ) نہیں ہے کیونکہ اس قدر مسافت کے لئے نفقہ کا موجود ہونا ضروری نہیں ہے اور رہا سواری کا ہلاک ہو جانا تو بلاشبہ اس کے محصر ہونے کے لئے پیدل چلنے پر قادر نہ ہونے کی قید ضروری ہے اور اسی طرح اگر سواری کا جانور ہلاک ہونے کی صورت میں اس کے پاس زائد نفقہ موجود ہے جس سے وہ دوسرا جانور سواری کے لئے خرید سکتا ہے جو وہاں مل سکتا ہے تو وہ محصر نہیں ہے اور اسی طرح اگر سواری کا جانور موجود ہو اور نفقہ (خرچ) ختم ہو گیا ہو اور وہ شخص پیدل چلنے پر قادر ہو اور نفقہ کے بغیر (سفر خرچ) عاجز ہو اور اس جانور کو بیچنا اور اس کی قیمت کو خرچ کرنا ممکن ہو تو وہ محصر شمار نہیں ہوگا[7]

(۹) احرام باندھنے کے بعد شروع ہی سے پیدل چلنے سے عاجز ہونا جبکہ اس کو صرف نفقہ (خرچ) پر قدرت ہو، سواری کے جانور کی قدرت نہ ہو تو اس وقت وہ مُحصر شمار ہوگا[8]

(۱۰) مکہ مکرمہ یا عرفات کا راستہ بھول جانا لیکن اگر وہ کسی ایسے شخص کو پائے جو اس کو راستہ بتا دے تو وہ محصر نہیں ہوگا[9] پس جو شخص راستہ بھول گیا وہ محصر ہے لیکن اس کا احصار اس وقت زائل ہو جائے گا جب اس کو ایسا شخص مل جائے جس کے ہمراہ وہ احرام سے باہر ہونے کے لئے ہدی (مکہ مکرمہ) بھیج دے کیونکہ اس صورت میں مکہ مکرمہ پہنچنے کا مانع (یعنی راستہ بھول جانا) اس سے دُور ہو جائے گا

[1] لباب و شرحہ و ش و غنیہ [2] ش [3] لباب و شرحہ و ش [4] لباب و شرحہ و بدائع و غنیہ ملتقطاً [5] لباب و شرحہ و ش و غیرہا [6] ش [7] شرح اللباب و غیرہ تصرفاً [8] لباب و شرحہ و غنیہ [9] لباب و شرحہ و غنیہ ملتقطاً

اس لئے کہ اب وہ اس شخص کے ساتھ مکہ مکرمہ پہنچ سکتا ہے اور اگر ایسا شخص نہ ملے جس کے ہمراہ وہ ہدی بھیجے تو اس کے لئے احرام سے باہر ہونا ممکن نہیں ہے اگرچہ اس کے ساتھ ہدی موجود ہو پس وہ اس محصر کی مانند ہے جو ہدی پر قادر نہیں ہے پس اس کے لئے جائز ہے کہ وہ اپنے شہر کی طرف واپس ہو جائے اور اپنی جگہ سے (ہدی یا اس کی قیمت) مکہ مکرمہ بھیجے (اور اس کے وہاں پہنچنے) تک احرام سے باہر ہونے کو مؤخر کرے) یا وہ احرام کی حالت میں رہے یہانتک کہ اگر حج فوت ہونے سے پہلے اس کا احصار زائل ہو جائے تو وہ حج ادا کرلے اور اگر اس کا احصار قائم رہے یہانتک کہ اس کا حج فوت ہو جائے اور اس کو ہدی نہ ملے تو وہ (عمرہ کا) طواف وسعی کر کے احرام سے باہر ہو جائے اور یہ حکم اسوقت ہے جبکہ وہ مکہ مکرمہ پہنچنے پر قادر ہو اس لئے کہ اگر وہ ہدی کا جانور نہ پائے تو روزے رکھنا یا کھانا دینا اس کا قائم مقام نہیں ہو سکتا بلکہ وہ ہدی میسر آنے تک احرام کی حالت میں رہے یا طواف وسعی کر کے حلق کرائے اور احرام سے باہر ہو جائے جیسا کہ خانیہ میں ہے لیکن اگر وہ شخص ہمیشہ اس حالت میں رہا کہ نہ وہ خود مکہ مکرمہ پہنچنے پر قادر ہوتا ہے اور نہ ہی وہاں ہدی بھیجنے پر قادر ہوتا ہو تو وہ ہمیشہ احرام کی حالت پر باقی رہے گا یہی مشہور مذہب ہے، اور یہ حکم اسوقت ہے جبکہ وہ حل میں (یعنی حدودِ حرم سے باہر کسی بھی جگہ) راستہ بھولا ہو لیکن اگر حدودِ حرم میں راستہ بھولا ہو تو جس کے نزدیک حدودِ حرم میں احصار ثابت ہوتا ہے اس کے قول پر اگر وہ کسی شخص کو نہ پائے (جو اس کو راستہ بتادے) تو اس کے لئے جائز ہے کہ وہ ہدی کو اگر اس کے ساتھ ہے ذبح کردے اور احرام سے باہر ہو جائے[1] اور غایۃ میں ہے کہ مہینے کے شمار اور رویتِ ہلال کو بھولنے والا شخص محصر نہیں ہے بلکہ وہ حج فوت ہو جانے والے کے حکم میں ہے ۔

(۱۱) شوہر کا زوجہ کو نفلی حج یا واجب لغیرہ یا عمرہ سے روکنا جبکہ عورت نے شوہر کی اجازت کے بغیر اس کا احرام باندھا ہو بخلاف فرض حج کے، پس اگر کسی عورت نے حج نفل یا عمرہ یا واجب لغیرہ کا احرام یعنی جس کو اس نے اپنے فعل سے اپنے اوپر واجب کر لیا جیسا کہ حج کی نذر کی ہو اپنے خاوند کی اجازت کے بغیر باندھ لیا پھر اس کے خاوند نے اس کو روک دیا تو وہ عورت محصرہ ہے کیونکہ خاوند کا حق اس کے ساتھ متعلق ہے لیکن اگر خاوند کی اجازت سے احرام باندھا ہو تو اب اس کو منع کرنا جائز نہیں ہے، اور اگر اس عورت کا خاوند نہ ہو اور اس کا محرم ہو اور اس عورت کے ساتھ سفر کر رہا ہو تو وہ عورت محصرہ نہیں ہے اور اگر اس عورت کا محرم بھی نہ ہو تو وہ شرعاً محصرہ ہے کیونکہ اس عورت کو محرم یا خاوند کے بغیر سفر کرنا جائز نہیں ہے لیکن اگر مدتِ سفر کی مقدار سے کم فاصلہ ہو تو جائز ہے اور اگر اس عورت نے اپنے خاوند کی اجازت سے احرام باندھا اور اُس عورت کا محرم موجود ہے تو وہ عورت محصرہ نہیں ہوگی اگرچہ خاوند اس کو منع کرے کیونکہ جب خاوند نے اس کو اجازت دیدی ہے تو اب اس کے لئے اس کو روکنا جائز نہیں ہے اس لئے کہ آزاد عورت اپنے منافع کی مالک ہے اور خاوند نے اس کو اجازت دیکر اپنا حق ساقط کر دیا ہے اور اس کے لئے جائز نہیں ہے کہ اجازت دینے کے بعد وہ اس کا احرام کھلوا دے، اور اگر اس عورت کا محرم نہیں ہے اور اس نے اپنے خاوند کی اجازت سے احرام باندھا ہے اور اس کا خاوند اس کے ساتھ سفر پر روانہ ہوا پھر اس کے ساتھ جانے سے رُک گیا، تو اس صورت میں بھی وہ محصرہ نہیں ہوگی اور اگر اس کا خاوند ابتدا میں اس کے ساتھ نہیں نکلا تو وہ محصرہ ہے اس لئے کہ اس صورت میں اس کا نکلنا معصیت ہے اور یہ سب کچھ نفل حج کے بارے میں ہے،

---

[1] فتح و لباب و شرحہ و غنیہ و ش ملتقطاً [2] شرح اللباب و غنیہ۔

اور اگر اس نے فرض حج کا احرام باندھا اور اس عورت کا محرم ہے جو اُس کے ساتھ جاتا ہے اور اس کے خاوند نے منع کیا تو وہ عورت محصرہ نہیں ہوگی خواہ اُس نے خاوند کی اجازت سے احرام باندھا ہو یا اجازت کے بغیر باندھا ہو کیونکہ استطاعت ثابت ہونے کے بعد خاوند کے لئے عورت کو فرض حج سے روکنا اور اس کا احرام کھلوا دینا جائز نہیں ہے اور اگر اُس عورت کا محرم نہ ہو تو اگر اس عورت کا خاوند اس کے ساتھ روانہ ہوا تو وہ عورت محصرہ نہیں ہے اور یہ واضح بات ہے، اور اگر اس کا خاوند اس کے ساتھ نہیں نکلا تو وہ محصرہ ہے کیونکہ خاوند کو اس کے ساتھ روانہ ہونے کے لئے مجبور نہیں کیا جائے گا اور خاوند کے لئے جائز نہیں ہے کہ وہ اپنی عورت کو روانہ ہونے کی اجازت دے جیسا کہ اگر وہ عورت فرض حج کے لئے احرام باندھے اور نہ اس کا خاوند ہو نہ محرم (تب بھی یہی حکم ہے) اور ان دونوں صورتوں میں عورت کو خود بھی سفر پر روانہ ہونا جائز نہیں ہے جبکہ فاصلہ بعید (مسافتِ سفر سے زیادہ) ہو، اور یہ حکم اس وقت ہے جبکہ اس عورت نے حج فرض کا احرام حج کے مہینوں میں باندھا ہو، پس اگر عورت نے حج فرض کا احرام اپنے خاوند کی اجازت کے بغیر حج کے مہینوں سے پہلے باندھا تو یہ دیکھا جائے گا کہ اگر اس عورت کے اہلِ شہر عادۃً حج کے مہینوں سے پہلے حج کے لئے روانہ ہوتے ہیں تاکہ مکہ مکرمہ وقت پر پہنچ سکیں تو خاوند کے لئے اپنی عورت کو روکنا جائز نہیں ہے ورنہ اس کے لئے حج کے مہینے داخل ہونے یا اہلِ شہر کی روانگی تک اس کو روک دینا جائز ہے جبکہ وہ عورت بہت عرصہ پہلے روانہ ہو رہی ہو، پس اگر عورت نے اہلِ شہر کی روانگی سے پہلے احرام باندھ لیا تو اس بارے میں یہ تفصیل ہے کہ اگر تھوڑے دن پہلے احرام باندھا ہو تو خاوند اس کو منع نہ کرے ورنہ اس کے لئے اس کو منع کرنا جائز ہے اور اگر اس نے حج کے مہینوں میں احرام باندھا تو خاوند کے لئے اس کا احرام کھلوا دینا جائز نہیں ہے اگرچہ اہلِ شہر کی روانگی اس کے احرام باندھنے کے بعد ہو، اور اسی طرح آقا کو اپنے غلام یا باندی کو حج سے روک دینا جائز ہے، پس اگر غلام یا باندی کے احرام باندھنے کے بعد اس کے آقا نے روک دیا تو وہ محصر ہے خواہ اس نے اپنے آقا کی اجازت سے احرام باندھا ہو یا بلا اجازت باندھا ہو، پس آقا کے لئے جائز و درست ہے کہ غلام یا لونڈی کو اجازت دینے کے بعد بھی اس اجازت سے پھر جائے اس لئے کہ غلام یا لونڈی کے منافع اس کے مالک کی ملک ہوتے ہیں اور وہ غلام یا لونڈی ان منافع کی مالک نہیں ہے پس امر اس مالک کی طرف (راجع) ہوگا لیکن آقا کی اجازت سے احرام باندھنے کے بعد آقا کا اس کو منع کرنا مکروہ ہے جبکہ اس کو کوئی ضرورت پیش نہ آئی ہو لیکن ضرورت کی وجہ سے روک دینا مکروہ نہیں ہے جبکہ اس کا حج نفلی ہو اور ضروریات ممنوعات کو جائز کر دیتی ہیں اور اگر آقا نے اپنی باندی کو جو شادی شدہ ہے حج پر جانے کی اجازت دیدی تو اس کے خاوند کیلئے اس کو روکنا اور اس کا احرام کھلوا دینا جائز نہیں ہے اس لئے کہ شادی کے بعد بھی وہ اور اس کے منافع اس کے مالک کے تصرف میں ہیں پس اس کے لئے جائز ہے کہ اس سے خدمت لے اور اس کے خاوند پر انکار کرنا واجب نہیں ہے [1]

(۱۲) احرام باندھنے کے بعد عورت پر عدتِ طلاق واجب ہونا، پس اگر کسی عورت نے فرض یا نفل حج کا احرام باندھا پھر اس کے خاوند نے اس کو طلاق دیدی اور اس پر طلاق کی عدت واجب ہوگئی تو وہ عورت محصرہ ہوگئی خواہ وہ مقیم ہو یا مسافر اور خواہ وہ مکہ مکرمہ میں ہو یا کہیں اور ہو، اور اگرچہ اس کے ساتھ محرم بھی ہو اس پر واجب ہے کہ جس جگہ اس کو طلاق واقع ہوئی ہے وہیں رات

[1] لباب و شرحہ و ش و غنیہ تصرفاً و ملتقطاً۔

بسر کیا کرے پس اگر وہ مکۂ مکرمہ میں ہے تو وہ عرفات کی طرف نہ نکلے اور اگر وہ وقوفِ عرفات فوت ہو جانے کے بعد حلال ہونا چاہے تو جب چاہے عمرہ کے افعال ادا کر کے احرام سے باہر ہو جائے [1]

(فائدہ) مذکورہ بالا اسبابِ احصار میں سے اگر کوئی سبب کسی مرد یا عورت کو نیت و تلبیہ کے ساتھ احرام باندھنے کے بعد وقوفِ عرفہ سے پہلے پیش آجائے جو اس کو افعالِ احرام کی تکمیل سے روک دے تو وہ شخص محصَر ہو جائے گا اور اگر وقوفِ عرفہ اس کے وقت میں کر لینے کے بعد وہ مانع پیش آیا تو وہ شرعاً محصر نہیں ہو گا پس جب تک وہ حلق کرانے کا صحیح وقت داخل ہونے کے بعد حلق نہ کرا لے تمام ممنوعاتِ احرام کے حق میں مُحرِم رہے گا اور اگر حلق کا صحیح وقت داخل ہونے کے بعد اس نے حلق کرا لیا تو اب وہ طوافِ زیارت کرنے سے پہلے تک صرف عورت کے حق میں محرم رہے گا باقی امور کے حق میں نہیں پس اگر وہ شخص وقوفِ عرفہ کر لینے کے بعد حج کے باقی افعال سے روک دیا گیا یہاں تک کہ ایامِ قربانی گذر گئے تو اس پر چار دم واجب ہوں گے یعنی ایک دم وقوفِ مزدلفہ کے ترک کی وجہ سے اور دوسرا ترکِ رمئ جمار کی وجہ سے اور تیسرا طوافِ زیارت کی ایامِ قربانی سے تاخیر کی وجہ سے اور چوتھا حلق کو ایامِ حلق سے مؤخر کرنے کی وجہ سے واجب ہوگا، اور اگر اس نے حل میں (یعنی حدودِ حرم سے باہر) حلق کرایا تو اس قول کی بنا پر جس کی رُو سے حدودِ حرم میں حلق کرانا واجب ہے پانچواں دم بھی واجب ہوگا اور اگر وہ قارن یا متمتع ہے تو جن کے نزدیک ترتیب واجب ہے اُن کے نزدیک اس پر چھٹا دم بھی واجب ہوگا اور یہ تو معلوم ہو ہی چکا ہے کہ اس کا دم عذر کی وجہ سے بالاتفاق ساقط ہو جاتا ہے اور اس پر لازم ہے کہ وہ طوافِ زیارت کرے اگرچہ عمر کے آخری حصہ میں ہی ہو اس لئے کہ طوافِ زیارت رکن ہے اور وہ شخص طوافِ زیارت ادا کئے بغیر عورت کے حق میں احرام سے باہر نہیں ہوگا اور اگر وہ شخص آفاقی ہے اور مکہ مکرمہ میں ہے تو وہ مکۂ مکرمہ سے رخصت ہوتے وقت طوافِ وداع کرے اور اگر ایسا نہیں ہے تو طوافِ وداع نہ کرے [2]

مُحصَر ہو جانا اور ہدی بھیجنا

(١) جب اسبابِ مذکورہ میں سے کسی سبب کے پائے جانے کی وجہ سے کسی شخص کے حق میں احصار ثابت ہو جائے خواہ وہ احصار (رکاوٹ) حج سے ہو یا عمرہ سے یا دونوں سے ہو تو اس کے لئے جائز ہے کہ وہ احرام کھولے بغیر اپنے وطن واپس لوٹ جائے اور احرام کی حالت میں رہے یہاں تک کہ وہ مانع (رکاوٹ) زائل ہو جائے پھر مانع دُور ہو جانے کے بعد اگر اس کو حج مل سکے تو بہت اچھا ہے پس وہ افعالِ حج ادا کر کے حقیقی طور پر احرام سے باہر (حلال) ہو جائے اور اگر اس کو حج نہ مل سکے تو حج فوت ہو جانے والے شخص کی طرح عمرہ کے افعال یعنی طواف و سعی کر کے اور حلق کرا کر حکمی طور پر حلال ہو جائے [3]، اور اس پر ہدی (بکری ذبح کرنا) واجب نہیں ہے [4] اور یہ حکم اسوقت ہے جبکہ وہ حج کے احرام کی حالت میں محصر ہوا ہو اور اگر عمرہ کے احرام کی حالت میں محصر ہوا تو عمرہ پر قدرت حاصل ہوتے ہی اس کا احصار زائل ہو جائے گا [5] اور اگر (زوالِ احصار کے انتظار میں دقّت ہو اور) ہدی کے ساتھ جلد حلال ہونا چاہتا ہے تو یہ بھی جائز ہے تاکہ احرام میں زیادہ عرصہ تک رہنے کی تکلیف دُور ہو جائے [6] اس سے معلوم ہوا کہ یہ اس کے حق میں رخصت ہے اور اس میں شک نہیں کہ یہ ضرورت کی وجہ سے ہے تاکہ اس کو زیادہ عرصہ تک احرام میں نہ رہنا پڑے کیونکہ وہ اس پر دشوار ہو جائے گا اور بیشک اس کے لئے یہ بھی جائز ہے کہ وہ احرام کی حالت میں رہ کر اپنے احصار کے زائل ہونے کا انتظار کرے یہاں تک کہ وہ مانع زائل ہو جائے جیسا کہ اوپر بیان ہوا [7]

---

[1] لباب و شرحہ و ش و غنیہ ملتقطاً [2] لباب و شرحہ ملخصاً [3] لباب و شرحہ و بحر و ش و غنیہ ملتقطاً [4] لباب [5] ش [6] غنیہ [7] در و ش و شرح اللباب ملتقطاً۔

(۲) اور جب محصر ہدی ذبح کئے بغیر حلال نہ ہو سکتا ہو اور وہ ہدی کے ذریعے حلال ہونا چاہے تو اگر اس نے صرف حج یا صرف عمرہ کا احرام باندھا ہے تو اس پر واجب ہے کہ کسی شخص کو ایک ہدی (قربانی کا جانور) یا اس کی قیمت دیکر حرم میں بھیجے تا کہ وہ اس قیمت سے وہاں پر ہدی خرید لے اور اس کو امر کرے کہ وہ اس کی طرف سے حدودِ حرم میں جا کر ہدی ذبح کرے [۱] اور اس عبارت میں اس طرف اشارہ ہے کہ اس قیمت (کی رقم) کو صدقہ کر دینا جائز نہیں ہے [۲] پس ہمارے نزدیک دم (قربانی کا جانور) ذبح کر کے ہی احرام سے باہر ہو سکتا ہے اس کے بغیر نہیں [۳] اور روزہ رکھنا اور کھانا کھلا دینا اس کا قائم مقام نہیں ہو سکتا [۴] پس ہدی کے بدل کے طور پر روزہ یا صدقہ کافی نہیں ہے [۵] اور ہدی سے مراد ایک بکری یا اس سے اوپر ہے یعنی ایک سے زیادہ جسقدر چاہے یا اس سے بڑا جانور یعنی گائے یا اونٹ ذبح کرے [۶] پس اگر کسی نے دو دم بھیجے تو وہ پہلے دم کے ذبح پر حلال (احرام سے باہر) ہو جائے گا، کیونکہ دوسرا دم نفلی ہو گا [۷] اور گائے یا اونٹ سات آدمیوں کی طرف سے ذبح کرنا جائز ہے [۸] پس ہدی کا ادنیٰ جانور بکری ہے اور گائے یا اونٹ سالم ذبح کرے یا ان دونوں میں سات سات آدمی شریک ہو جائیں تب بھی جائز ہے جیسا کہ قربانی کا حکم ہے [۹] پس اگر محصر کو قربانی کا جانور یا اس کی قیمت میسر نہ ہو یا ایسا شخص نہ ملے جس کے ہاتھ وہ ہدی کا جانور (یا اس کی قیمت) بھیجے تو وہ اس کے میسر آنے تک احرام ہی کی حالت میں رہے گا جب اس کو یہ بات حاصل ہو جائے تو وہ اس کے ذریعے سے احرام سے باہر ہو جائے یا مکہ مکرمہ جا کر حج فوت ہو جانے والے شخص کی طرح عمرہ کے افعال یعنی طواف و سعی کرے اور حلق کرا کر احرام سے حلال ہو جائے، یہ حکم اس وقت ہے جبکہ اس کو ہدی نہ مل سکے یہاں تک کہ اس کا حج فوت ہو جائے اور نیز یہ حکم اس صورت میں ہے جبکہ وہ مکہ مکرمہ پہنچنے پر قادر ہو لیکن اگر وہ ہمیشہ اس حالت پر رہا کہ نہ وہ مکہ مکرمہ پہنچنے پر قادر ہے اور نہ ہی ہدی پر قادر ہے یعنی اس کو ہدی یا اس کی قیمت یا ایسا شخص جس کے ہاتھ ہدی یا اس کی قیمت مکہ مکرمہ بھیج سکے میسر نہیں ہے تو وہ احرام کی حالت میں باقی رہے گا یہاں تک کہ اس کو یہ بات حاصل ہو جائے یا عذر زائل ہو جائے ورنہ وہ ہمیشہ ہی احرام کی حالت میں باقی رہے گا (یعنی جب تک حرم میں ہدی ذبح نہ کرائے یا مکہ مکرمہ جا کر عمرہ نہ کرے وہ ہمیشہ محرم رہے گا) یہ امام ابو حنیفہ و امام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک ہے اور یہی مشہور مذہب ہے اور یہی امام ابو یوسفؒ کا ظاہر قول ہے، اور محصر کے بارے میں امام ابو یوسف رحمہ اللہ سے ایک روایت یہ ہے کہ اگر اس کو ہدی میسر نہ ہو تو ہدی کی قیمت کے مطابق جسقدر طعام (گندم) بنے اس کو ہر مسکین کے لئے نصف صاع کے حساب سے صدقہ کر دے اور اگر اس کے پاس طعام (گندم وغیرہ یا اس کی قیمت) نہ ہو تو ہر نصف صاع گندم کے بدلے میں ایک دن کا روزہ رکھے اور پھر حلال (احرام سے باہر) ہو جائے، امام ابو یوسفؒ نے امالی میں کہا ہے کہ یہ میرے نزدیک زیادہ پسندیدہ ہے اس لئے کہ اس میں بہت بڑی تنگی سے نجات مل جاتی ہے [۱۰] اور علامہ سندھی رحمہ اللہ نے طوالع الانوار میں اسی کو تسلیم کیا ہے جیسا کہ امام رافعیؒ نے اس کو ذکر کیا ہے اور اسی طرح علامہ طاہر سنبل نے ضیاء الابصار میں اسی کو اختیار کیا ہے [۱۱] پس ضرورت کے وقت اس پر عمل کی گنجایش ہے [۱۱]

---

[۱] لباب وغنیہ و بدائع وغیرہا ملتقطاً [۲] ش و شرح اللباب [۳] ش [۴] بحر و ش [۵] لباب و غنیہ [۶] شرح اللباب [۷] ش [۸] ... [۹] ہدایہ تصرفاً [۱۰] لباب و شرحہ و بحر و در و غنیہ وغیرہا ملتقطاً [۱۱] ارشاد [۱۲] معلم

(۳) احرام باندھتے وقت یہ شرط کر لینے کا کوئی فائدہ نہیں کہ اگر محصر ہو گیا تو دم احصار بھیجے بغیر ہی احرام سے باہر ہو جاؤں گا[۱] یعنی یہ شرط کر لینے سے نہ اس سے دم ساقط ہو گا اور نہ ہی ہدی (دم) بھیجے بغیر وہ احرام سے باہر ہو سکتا ہے اور اس کا مطلب یہ ہے کہ محصر حدودِ حرم میں ہدی ذبح کرا کر ہی احرام سے باہر ہو سکتا ہے اس کے بغیر نہیں خواہ اس نے احرام باندھتے وقت یہ شرط کر لی ہو کہ احصار کے وقت ہدی ذبح کرائے بغیر ہی احرام سے باہر ہو جائے گا یا یہ شرط نہ کی ہو، کتبِ مذہب میں اسی کو صحیح قرار دیا گیا ہے اور ایضاح میں مذکور ہے کہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے کہا کہ یہ شرط کرنا دم ساقط ہونے کے لئے مفید ہے اور احرام سے باہر ہونے کے لئے مفید نہیں ہے، اور کرمانی و سروجی نے امام محمد رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ اگر کسی شخص نے احرام باندھتے وقت محصر ہونے کی صورت میں حرم میں ہدی ذبح کرائے بغیر احرام سے باہر ہونے کی شرط کر لی تھی تو اس کو ہدی کے بغیر احرام سے باہر ہونا جائز ہے[۲]

(۴) اور جب مُحصر نے ہدی کا جانور یا اس کی قیمت مکہ معظمہ بھیجدی تو اس پر ہدی کے ذبح ہونے تک احصار کے مقام پر ٹھہرے رہنا واجب نہیں ہے بلکہ اس کو اختیار ہے کہ وہ اپنے اہل و عیال کی طرف یا کہیں اور چلا جائے یا جس جگہ اس کو روکا گیا ہے وہیں ٹھہرا رہے، لیکن دونوں صورتوں میں جبتک اس کی ہدی کا ذبح ہونا متحقق نہ ہو جائے وہ احرام کی حالت میں ہی رہے گا[۳] اور غایۃ السروجی میں ہے کہ اگر اس کو قدرت ہے تو روکنے والے کے ساتھ جنگ کرنا جائز ہے[۴]

(۵) دم احصار کے لئے حدودِ حرم میں ذبح ہونا شرط ہے ایامِ نحر میں ذبح کرنا شرط نہیں ہے[۵] پس دم احصار کا ذبح کرنا حدودِ حرم کے سوا اور کہیں جائز نہیں ہے، اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک اس کا قربانی کے دن سے پہلے ذبح کرنا جائز ہے اور صاحبین رحمہما اللہ نے کہا ہے کہ حج کے محصر کے لئے ایامِ قربانی کے علاوہ اور دنوں میں ذبح کرنا جائز نہیں ہے اور عمرہ کے محصر کے لئے جب بھی چاہے ذبح کرنا جائز ہے[۶] مکان کی پابندی (یعنی حدودِ حرم میں ہی ذبح ہونے) کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے: وَلَا تَحْلِقُوا رُءُوسَكُمْ حَتَّىٰ يَبْلُغَ الْهَدْيُ مَحِلَّهُ (ترجمہ: اور جبتک ہدی کا جانور اپنے مقام پر نہ پہنچ جائے اس وقت تک (حلال ہونے کیلئے) اپنے سر نہ منڈاؤ) اس آیت میں محل یعنی مقام سے مراد حدودِ حرم ہے پس اگر حدودِ حرم کے علاوہ کسی اور جگہ یعنی حل وغیرہ میں ذبح کیا گیا تو وہ اس کے ساتھ احرام سے باہر نہیں ہو گا بلکہ وہ دوسروں کی طرح اپنے احرام ہی کی حالت میں رہے گا، وہ سر نہ منڈائے اور نہ ہی ممنوعاتِ احرام میں سے کوئی اور فعل کرے پس اگر کوئی شخص اس گمان سے کہ اس کی ہدی حدودِ حرم میں ذبح ہو گئی ہے احرام سے باہر ہو گیا (حالانکہ وہ حدودِ حرم سے باہر ذبح ہوئی ہے) تو وہ شخص اب بھی محرم ہے جیسا کہ پہلے تھا اور وہ اس وقت تک احرام سے باہر نہیں ہو گا جبتک (دوبارہ دوسرا دم) حدودِ حرم میں ذبح نہ کیا جائے اور اس پر اس اثنا میں ممنوعاتِ احرام کے ارتکاب پر دم واجب ہو گا[۷] البتہ ہدی ذبح کرنے کے لئے کسی خاص زمانے کی پابندی نہیں ہے بلکہ مطلق طور پر ہر وقت جائز ہے قربانی کا دن ہونا ضروری نہیں ہے خواہ وہ حج سے روکا گیا ہو یا عمرہ سے[۸] کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ میں کسی زمانہ کی قید کے بغیر مطلق طور پر ہدی ذبح کرنے کا ذکر ہے[۹] لیکن ایامِ قربانی میں ہونا افضل ہے[۱۰] اور یہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا قول ہے اور امام ابو یوسف

۱؎ لباب ۲؎ شرح اللباب ش ۳؎ لباب و شرحہ و غنیہ ۴؎ غنیہ ۵؎ کنز ۶؎ قدوری ۷؎ بحر و لباب و شرحہ ملتقطاً ۸؎ بدائع ۹؎ بحر ۱۰؎ غنیہ ۔

امام محمد رحمہما اللہ نے کہا کہ حج سے روکا ہوا شخص ایام قربانی میں ہی ہدی ذبح کرے' ان کے علاوہ اور دنوں میں ذبح کرنا جائز نہیں ہے اور عمرہ سے روکے ہوئے شخص کے بارے میں ان ائمہ میں کوئی اختلاف نہیں ہے پس اس کے لئے جس وقت چاہے ذبح کر سکتا ہے [1]

(۶) اور اگر مُحصر قارن ہو تو وہ دو احراموں سے باہر ہونے کے لئے دو عدد ہدی بھیجے [2] اور اس عبارت میں اس طرف اشارہ ہے کہ وہ دوسری ہدی کے ذبح ہو جانے پر احرام سے باہر ہوگا اس سے پہلے نہیں' اور یہ بھی اشارہ ہے کہ ان دونوں جانوروں میں سے کسی ایک کو حج کے لئے اور دوسرے کو عمرہ کے لئے معین کرنا شرط نہیں ہے [3] اور افضل یہ ہے کہ وہ دونوں جانور معین اور واضح کر دیئے جائیں اور اگر یہ واضح نہیں کیا کہ ان دونوں میں سے کونسا جانور حج کے لئے ہے اور کونسا عمرہ کے لئے تو اس کے لئے کوئی نقصان نہیں ہے کیونکہ اس نیت کا متعین کرنا شرط نہیں ہے اور اگر قارن نے دونوں احراموں میں سے کسی ایک احرام سے حلال ہونے اور دوسرے احرام میں باقی رہنے یعنی حج کے احرام سے حلال ہونے اور عمرہ کے احرام میں باقی رہنے یا اس کے برعکس (یعنی عمرہ کے احرام سے حلال ہونے اور حج کے احرام میں باقی رہنے) کے لئے ہدی کا ایک جانور بھیجا تو ان دونوں میں کسی ایک احرام کا علیحدہ ہونا متصور نہ ہونے کی وجہ سے ان دونوں میں سے کسی ایک سے بھی حلال نہیں ہوگا اس لئے کہ ان دونوں احراموں سے ایک ہی حالت میں حلال ہونا مشروع ہے اس کے سوا نہیں' پس اگر ان دونوں میں سے ایک سے حلال ہونا اور دوسرے سے حلال نہ ہونا قرار دیا جائے تو یہ مشروع طریقہ کو بدل دینا ہوگا [4] پس اس میں اس بات پر دلالت ہے کہ اگر اس ہدی کے ساتھ یہ ارادہ کیا کہ صرف عمرہ کے احرام سے حلال ہو جائے حالانکہ یہ ارادہ شرعاً اور عادۃً بعید ہے تو یہ اس کے لئے جائز نہیں ہے لیکن اگر کسی کو وقوف سے تو نہیں روکا گیا البتہ طواف سے روک دیا گیا ہے کیونکہ یہ اس سے متصور ہے تو وہ اس ہدی کے ساتھ عمرہ (کے احرام) سے حلال ہو جائے گا باوجودیکہ وہ (عمرہ) وقوفِ عرفہ سے بھی متروک ہو جاتا ہے اس لئے کہ فقہاء نے اس بات کی تصریح کر دی ہے کہ جب قارن نے عمرہ کے طواف کا اکثر حصہ (چار چکر) کرنے سے پہلے وقوفِ عرفہ کر لیا تو اس کا عمرہ متروک اور اس کا قران باطل اور اس کا دم ساقط ہو گیا [5] اور اسی طرح اگر قارن نے دو ہدی کی قیمت بھیجی اور مکہ معظمہ میں اس قدر رقم سے صرف ایک ہدی ملی پس اس کی طرف سے وہ ایک ہدی ذبح کر دی گئی تو وہ ان دونوں احراموں سے یا ان دونوں میں سے کسی ایک احرام سے بھی حلال نہیں ہوگا جیسا کہ اوپر ان دونوں ہدی کا بیان گزر چکا ہے [6]

(۷) اور اگر کسی مفرد (صرف حج یا صرف عمرہ کے احرام والے شخص) کو روک دیا گیا اور اس نے دو ہدی بھیجیں تو وہ ان دونوں میں سے پہلے ذبح ہونے والی ہدی کے ساتھ حلال ہو جائے گا اور دوسری ہدی نفلی ہو جائے گی (جیسا کہ اوپر گزر چکا ہے) بخلاف قارن کے اور ان دونوں صورتوں میں فرق ظاہر ہے [7]

ہدی ذبح کر کے حلال ہونے کا طریقہ

(۱) مُحصَر دو قسم کا ہوتا ہے ایک وہ ہے جو ہدی ذبح ہونے سے ہی احرام سے باہر ہوتا ہے دوسرا وہ ہے جو ہدی ذبح کئے بغیر احرام سے باہر ہو جاتا ہے پس ہر وہ شخص جو اس چیز کے افعال ادا کرنے سے حقیقتاً روک دیا گیا ہے جس کا اس نے احرام باندھا ہے یا اس سے شرعی عذر کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے

[1] بدائع [2] لباب و شرحہ وغیرہ [3] ش [4] لباب و شرحہ و ہدایہ و بحر و ش و غنیہ ملتقطاً [5] شرح اللباب و غنیہ ملتقطاً [6] لباب و شرحہ بزیادۃ و بحر و ش و غنیہ [7] لباب و شرحہ

حق کے لئے روک دیا گیا ہے نہ کہ بندے کے حق کے لئے تو یہ شخص ہدی کے ساتھ ہی احرام سے باہر ہو سکتا ہے اور وہ اس طرح پر کہ ہدی کا جانور (حدودِ حرم میں) بھیجے یا اس کی قیمت بھیجے تاکہ اس سے وہاں ہدی کا جانور خرید لیا جائے اور جب تک وہ جانور (وہاں پر) ذبح نہ ہو جائے یہ شخص احرام سے حلال نہیں ہو سکتا اور یہ عام علماء کا قول ہے، برابر ہے خواہ اس نے احرام باندھتے وقت یہ شرط کی ہو کہ روک دیئے جانے کی صورت میں وہ ہدی ذبح کئے بغیر حلال ہو جائے گا، یا یہ شرط نہ کی ہو[1] (اور اس کی تفصیل پہلے گذر چکی ہے اور بغیر ہدی حلال ہونے والے شخص کا بیان الگ عنوان سے آگے آئے گا انشاء اللہ، مؤلف)

(۲) واجب ہے کہ جس شخص کو ہدی یا قیمت دیکر حرم میں بھیجے تو اس سے ذبح کا دن (تاریخ) اور وقت معین کرلے تاکہ احرام سے حلال ہونے کا وقت معلوم ہو جائے لیکن ذبح کرنے والے نے جس دن ذبح کرنے کا وعدہ کیا ہے اگر اس سے مثلاً ایک دن پہلے ذبح کر دیا تو محصر کا اس دم سے حلال ہونا استحساناً بالاتفاق جائز ہے اور ظاہر یہ ہے کہ یہ قیاس کی رو سے بھی جائز ہے بخلاف اس کے کہ معینہ وقت کے بعد میں ذبح ہوا ہو اگرچہ ایک ہی ساعت بعد میں ہو تو اس کو معینہ وقت میں حلال ہونا جائز نہ ہوگا[2] پس حلال ہونے کے دن (تاریخ) اور نیز اس دن میں وقت کا معین کرنا ضروری ہے تاکہ احرام سے حلال ہونا ہدی کے ذبح سے پہلے نہ واقع ہو جائے، پس اگر ذبح کے لئے مثلاً زوال کا وقت معین کیا تو اس کے بعد احرام سے حلال ہونا چاہئے اور اگر اس دن کا وقت معین نہ کیا جائے تو احتمال ہے کہ ہدی عصر کے وقت ذبح ہو اور یہ اس سے پہلے احرام سے باہر ہو جائے[3]

(۳) محصر صرف ہدی کے بھیج دینے سے احرام سے باہر نہیں ہو جاتا اور نہ صرف ہدی کے حدودِ حرم میں پہنچ جانے سے ہی احرام سے حلال ہوتا ہے بلکہ ہدی کے حدودِ حرم میں ذبح ہو جانے پر حلال ہوتا ہے اگرچہ قربانی کے دن سے پہلے ہی ذبح کر دی جائے، یہ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک ہے اور اس شخص کے لئے ہے جو حج کے احرام کی حالت میں روک دیا گیا ہو کیونکہ امام صاحبؒ کے نزدیک اس کی ہدی کا قربانی کے دن سے پہلے ذبح کر دینا جائز ہے لیکن قربانی کے دنوں میں ذبح کرنا افضل ہے اور صاحبین کے نزدیک چونکہ قربانی کے دنوں سے پہلے اس ہدی کا ذبح کرنا جائز نہیں ہے اس لئے اُن دونوں کے قول کی بنا پر دن اور وقت معین کرنے کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ ایام قربانی تو معین ہی ہیں لیکن اگر ایام قربانی کے بعد ذبح کرنا ہو تو (صاحبین کے نزدیک بھی) دن اور اس کا وقت معین کرنے کی ضرورت ہے، یا قربانی کے دنوں میں بھی سب کے نزدیک اس کا زمانہ یعنی مخصوص دن اور وقت معین کرنا ضروری ہے جیسا کہ عمرہ کے احرام کی حالت میں روکے ہوئے کے لئے حکم ہے[4] یعنی اس لئے کہ صاحبین کے نزدیک تمام ایام قربانی اس کے لئے معین ہیں نہ کہ صرف قربانی کا پہلا دن (جیسا کہ کنز کے شارحین وغیرہ نے اس کی تصریح کردی ہے) پس صاحبین کے نزدیک بھی ہدی ذبح کرنے کے لئے قربانی کے پہلے یا دوسرے یا تیسرے دن کا متعین کرنا ضروری ہے اور یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ اس کے لئے قربانی کے تینوں دن تک (احرام سے باہر ہونے کے لئے) صبر کرنا ممکن ہے تو پھر تعین کی ضرورت نہیں ہے اھ[5] اور جو شخص عمرہ سے روک دیا گیا ہو اس کیلئے ہدی ذبح کر کے حلال ہونے کے وقت میں ہمارے ائمہ میں کوئی اختلاف نہیں ہے پس وہ اس سے حلال ہونے کے لئے جس وقت چاہے ہدی ذبح کر دے[6] یعنی محصر بالعمرہ کیلئے جائز ہے کہ

[1] بدائع [2] لباب و شرحہ و غنیہ ملتقطاً [3] ش [4] لباب و شرحہ و ش و ہدایہ وغیرہا ملتقطاً [5] بحر [6] بدائع۔

جس وقت چاہے ہدی ذبح کر دے [1] اس سے معلوم ہوا کہ عمرہ کے احرام کی حالت میں محصر کی ہدی کے ذبح کرنے کے لئے بالاتفاق کوئی وقت معین نہیں ہے اس لئے اس میں بلا خلاف دن اور وقت کا معین کرنا ضروری ہے [2]

(۴) اور (ہدی ذبح کرنے کے ساتھ) احرام سے باہر ہونے کے لئے حلق (سر منڈانا) شرط نہیں ہے، اور محصر امام ابو حنیفہ و امام محمد رحمہما اللہ کے قول کے مطابق ہدی ذبح ہو جانے کے بعد سر کے بال منڈائے یا کترائے بغیر ہی حلال یعنی احرام سے باہر ہو جاتا ہے اور اگر سر منڈالے تو مستحسن ہے [3] یعنی ہدی کے ذبح ہوتے ہی وہ احرام سے حلال ہو جاتا ہے اگرچہ اس نے سر کے بال منڈائے یا کترائے نہ ہوں [4] خواہ وہ حدودِ حل میں محصر ہوا ہو یا حدودِ حرم میں لیکن اگر وہ سر کے بال منڈالے یا کتروالے تو مستحسن ہے جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صلح حدیبیہ والے سال کیا تھا تاکہ آپ کے واپس ہو جانے کے عزم پر پختگی کو پہچان لیا جائے اور مشرکین آپ کے ساتھیوں سے مامون ہو جائیں اور صلح کر لینے کے بعد وہ کسی دوسرے مکر میں مشغول نہ ہوں، یہ طرفین کے نزدیک ہے اور متون میں اسی کو اختیار کیا ہے اور امام ابو یوسفؒ سے بھی ظاہر الروایت یہی ہے [5] پس لباب المناسک اور اس کی شرح میں جو یہ مذکور ہے کہ محض ہدی کے ذبح ہونے سے وہ شخص احرام سے باہر نہیں ہوتا بلکہ جب وہ جان لے کہ اس کی حرم میں بھیجی ہوئی ہدی ذبح ہو چکی ہے تو اس کے بعد احرام سے باہر ہونے کے لئے اس کو ممنوعاتِ احرام میں سے کوئی ادنیٰ فعل کرنا اگرچہ حلق کرانے کے علاوہ کوئی اور فعل ہو مثلاً لبیں کترانا یا ناخن کاٹنا یا کسی عضو کو خوشبو لگانا ضروری ہے اس کے بغیر وہ احرام سے باہر نہیں ہوگا، یہ بات مذکورہ بالا کے بالکل خلاف ہے حالانکہ اس کا کوئی فائدہ بھی ظاہر نہیں ہوتا غور کر لیجئے [6] اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ سے اس بارے میں دو روایتیں ہیں، ایک روایت کے مطابق اس کو سر منڈانا (یا کترانا) واجب ہے اگر وہ ایسا نہیں کرے گا تو اس پر دم واجب ہوگا اور دوسری روایت کے بموجب مستحب ہے کہ وہ ایسا کرے لیکن اگر نہ کرے تو اس پر کچھ جزا واجب نہیں ہے اور یہ ظاہر الروایت ہے پس ظاہر الروایت کے مطابق ان تینوں اماموں میں کوئی اختلاف نہیں ہے [7] کیونکہ امام صاحب و امام محمد رحمہما اللہ نے کہا ہے کہ حلق کرانا حسن (بہتر) ہے اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ نے کہا کہ یہ مستحب ہے اور یہ نہیں کہا کہ یہ واجب ہے اس کی دلیل یہ ہے کہ امام ابو یوسف نے کہا کہ اگر ایسا نہ کرے تو اس پر کچھ جزا واجب نہیں ہے اور ہدایہ میں حلق کرانا شرط نہ ہونے کو مطلق بیان کیا ہے پس خواہ وہ شخص حل میں محصر ہو یا حرم میں دونوں کو شامل ہے اور مصنف نے کافی میں طرفین اور امام ابو یوسفؒ کے مذکورہ بالا اختلاف کو حل میں رکے ہونے کے ساتھ مقید کیا ہے لیکن اگر حرم میں روکا گیا ہو تو بالاتفاق حلق کرانا واجب کہا ہے [8] سراج الوہاج میں کہا ہے کہ یہ اختلاف اس وقت ہے جبکہ حل میں روکا گیا ہو لیکن اگر حدودِ حرم میں روکا گیا ہو تو حلق کرانا واجب ہے اھ شرنبلالیہ میں کہا ہے کہ اسی طرح جوہرہ اور کافی میں اس پر اعتماد کیا ہے اور برجندی نے المصفّٰی سے لفظ قیل (کہا گیا ہے) کے ساتھ بیان کیا ہے پس اس کی عبارت یہ ہے اور کہا گیا ہے کہ دونوں (طرفین) کے قول پر اس وقت واجب نہیں ہے جبکہ حدودِ حرم کے علاوہ کسی اور جگہ روکا گیا ہو لیکن اگر حدودِ حرم میں روکا گیا ہو تو اس پر حلق کرانا واجب ہے [9]

(۵) اگر ہدی کا جانور سرزمینِ حرم میں ذبح کیا گیا پھر ذبح ہونے کے بعد اس کو چرا لیا گیا تو اس پر کچھ واجب نہیں ہے اور اگر چرایا نہیں گیا تو اس کو تملیک یا اباحت کے طور پر صدقہ کر دے خواہ سرزمینِ حل ہی میں صدقہ کرے جبکہ اس کو سرزمینِ حرم میں ذبح کرنے کے بعد ایسا کرے اور اگر ہدی (مذبوحہ) میں سے وکیل (وہ شخص جس کے ہاتھ ہدی بھیجی ہے) نے کھا لیا اگرچہ موکل (ہدی بھیجنے والے) کی اجازت سے ہو تو جس قدر

---

[1] ہدایہ [2] شرح اللباب [3] بدائع وغیرہ بزیادۃ [4] در وغنیہ [5] غنیہ [6] ش وغنیہ ولباب شرحہ ملتقطاً [7] ش [8] بحر بتصرف [9] منحہ و ش۔

کھایا ہے اس کی قیمت کا ضامن ہوگا جبکہ وہ مالدار ہے اور اس قیمت کو محصر کی جانب سے فقراء پر صدقہ کر دے [1]

(۶) پس جب مقرر کئے ہوئے وقت میں یا اس سے پہلے حدودِ حرم کے اندر ہدی کا جانور ذبح کر دیا گیا تو وہ محصر اپنے احرام سے باہر ہو گیا اور اس کے لئے تمام ممنوعاتِ احرام حلال ہو گئیں [2] اور اگر اس نے یہ گمان کرتے ہوئے کہ مقررہ دن میں (مقررہ وقت پر) حرم میں اس کی ہدی ذبح ہو گئی ہے حلال کی طرح ممنوعاتِ احرام میں سے کوئی فعل مثلاً حلق کرایا یا خوشبو لگانا وغیرہ کیا پھر ظاہر ہوا کہ ہدی مقررہ دن میں مقررہ وقت پر ذبح نہیں ہوئی (بلکہ اس کے بعد ذبح ہوئی) یا یہ معلوم ہوا کہ حدودِ حرم میں نہیں بلکہ حدودِ حل میں ذبح ہوئی ہے تو ایسا ہے گویا کہ ذبح ہی نہیں ہوئی اور وہ شخص احرام سے باہر نہیں ہوا، پس اس پر ممنوعاتِ احرام کے ارتکاب کی وجہ سے جزا واجب ہوگی اور اس پر لازم ہے کہ وہ دوسری ہدی حرم میں بھیجے تاکہ اس کو حدودِ حرم میں ذبح کیا جائے [3] اور اگر متعدد جنایات کا مرتکب ہوا ہوگا تو جزائیں بھی متعدد واجب ہوں گی، یہ طحطاوی نے فقہا کے ظاہر کلام کی بنا پر کہا ہے لیکن فقہا کا قول فرضِ احرام کے بیان میں گذر چکا ہے کہ اگر محرم نے ترکِ احرام کی نیت کی پھر یہ گمان کرتے ہوئے کہ وہ اس نیت سے احرام سے باہر ہو گیا ہے حلال شخص کی طرح ممنوعاتِ احرام کا ارتکاب کیا تو ان تمام جنایات کے لئے جن کا اس نے ارتکاب کیا ہے ایک ہی دم واجب ہوگا الخ کیونکہ یہ تمام جنایات قصدِ واحد کی طرف منسوب ہوں گی اور یہ بات پوشیدہ نہیں ہے کہ یہاں (اس مسئلہ میں) بھی تمام جنایات قصدِ واحد کی طرف منسوب ہوں گی پس اس کا مقتضا یہ ہے کہ یہاں بھی متعدد جزائیں واجب نہیں ہونی چاہئیں کیونکہ بظاہر (ان دونوں مذکورہ صورتوں میں) کوئی فرق نہیں ہے اور اسی لئے زیلعی کے بعض حاشیہ نگاروں نے کہا ہے کہ یہاں بھی جزائیں متعدد نہیں ہونی چاہئیں [4]

بغیر ہدی احرام سے حلال ہو جانے والے محصر کا بیان

(۱) جو محصر موجبِ احرام (یعنی حج یا عمرہ یا دونوں) کے افعال ادا کرنے سے کسی بندے کے شرعی حق کی وجہ سے روک دیا گیا ہو وہ حرم میں ہدی ذبح کرائے بغیر فی الحال احرام سے حلال ہو سکتا ہے جیسا کہ عورت و غلام اپنے خاوند و آقا کے شرعی حق کے لئے روک دیئے گئے ہوں اس طرح پر کہ کسی عورت نے اپنے خاوند کی اجازت کے بغیر یا غلام نے اپنے آقا کی اجازت کے بغیر احرام باندھا تو خاوند اور آقا کے لئے جائز ہے کہ حلال ہونے کے لئے ہدی ذبح کرائے بغیر اسی وقت ان دونوں کا احرام کھلوا دیں [5]

(۲) پس اس مسئلہ کے بارے میں یہاں دو چیزوں کا بیان ہوگا ایک یہ کہ اس طرح احرام سے باہر ہونا جائز ہے دوسرے یہ کہ وہ کس طرح احرام سے باہر ہوگا، بغیر ہدی ذبح کئے احرام سے باہر ہونا تو اس لئے جائز ہے کہ عورت کی شرمگاہ سے نفع حاصل کرنا خاوند کا حق ہے اور خاوند کو اس پر تصرف حاصل ہے پس وہ اپنے حق کی تکمیل کی طرف حاجتمند ہے اور یہ بات احرام قائم رہنے کی صورت میں اس کیلئے ممکن نہیں ہے پس اس لئے اس کو اس کا احرام کھلوا دینے کی ضرورت ہے اور اس کو حرم میں ہدی ذبح کرانے پر موقوف رکھنے کی کوئی وجہ نہیں ہے کیونکہ اس میں اس کو فی الحال اس کے حق سے محروم کرنا ہے پس اس کے لئے فی الحال اس کا احرام کھلوا دینا جائز ہوا، اور اسی طرح غلام کے منافع اس کے آقا کی ملکیت ہیں اور اس کو اپنے مفادات کے مقاصد میں استعمال کرنے کی ضرورت ہے اور یہ بات احرام قائم رہنے کی

[1] لباب و شرحہ و ش و غنیہ [2] لباب و شرحہ [3] لباب و شرحہ و در و ش و غنیہ ملتقطاً [4] ش و غنیہ ملتقطاً [5] بدائع و شرح اللباب۔

حالت میں اس کے لئے ممکن نہیں ہے اس لئے اس کو فی الحال اس کا احرام کھلوا دینے کی ضرورت ہے کیونکہ اس کو حرم میں ہدی ذبح کرانے پر موقوف رکھنے سے اس کے مفادات کو معطل کر دینا ہے پس آقا کو فی الحال اس کا احرام کھلوانا جائز ہے، رہی یہ بات کہ کس چیز کے ساتھ وہ احرام سے باہر ہوں گے تو اس کی تفصیل یہ ہے کہ اس قسم کے احصار کی صورت میں خاوند و آقا کے فعل یعنی ممنوعاتِ احرام میں سے کوئی ادنیٰ چیز کرنے مثلاً اُن کا ناخن کاٹنے یا اُن کو خوشبو لگا دینے سے یا خاوند و آقا کے امر سے اُن دونوں کے ان امور میں سے کوئی کام کرنے سے وہ دونوں احرام سے باہر ہو جاتے ہیں، یا عورت اپنے خاوند کی اجازت سے اپنے سر میں کنگھی کر لے یا خاوند اس کو بوسہ دے یا اس کے ساتھ معانقہ کرے تو وہ عورت احرام سے باہر ہو جاتی ہے اور خاوند کے یہ کہہ دینے سے کہ میں نے تیرا احرام کھلوا دیا وہ عورت احرام سے باہر نہیں ہوگی کیونکہ احرام سے باہر ہونا صرف قول (کہہ دینے) سے واقع نہیں ہوتا جیسا کہ آزاد مرد جب محصر ہو جائے اور یہ کہے کہ میں اپنے آپ کو احرام سے حلال کرتا ہوں (تو وہ حلال نہیں ہوتا) [1] جماع کے ساتھ احرام کھلوانا مکروہ ہونے میں فقہا کا اختلاف ہے اور محیط میں دونوں قول ترجیح کے بغیر مذکور ہیں، کراہت کو ترجیح ہونی چاہیے [2]

(۳) پس جب کسی عورت نے نفلی حج کا احرام اپنے خاوند کی اجازت کے بغیر باندھ لیا تو خاوند کے لئے جائز ہے کہ احرام سے حلال ہونے کے لئے ہدی ذبح کرائے بغیر فی الحال اس کا احرام کھلوا دے اس طرح پر کہ ممنوعاتِ احرام میں سے کوئی ادنیٰ فعل مثلاً ناخن کاٹنا وغیرہ کا ارتکاب کرائے جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا ہے اگرچہ بعد میں اس عورت پر ہدی ذبح کرنا واجب ہوگا پس احرام سے باہر ہونے کو ہدی کے ذبح ہونے تک مؤخر نہیں کیا جائے گا اس کے بعد اس عورت پر احصار کی ہدی واجب ہوگی یعنی اس عورت پر واجب ہے کہ وہ حدودِ حرم میں ہدی یا اس کی قیمت بھیجے تاکہ اس کی طرف سے کفارہ کی ہدی ذبح کی جائے اس لئے کہ وہ طواف کے بغیر احرام سے باہر ہوئی ہے [3]

(۴) اور اگر مسافتِ سفر سے کم فاصلہ پر رہنے والے کسی آدمی نے اپنی عورت کو نفلی حج کی اجازت دی یا (مسافت سفر یا اس سے زیادہ فاصلہ پر رہنے والے شخص نے اجازت دی اور) اس عورت کا محرم اس کے ساتھ ہے تو اب اس کو اپنی اجازت سے رجوع کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ آزاد عورت اپنے منافع کی مالک ہے اور اسی طرح مکاتبہ لونڈی کا حکم ہے کیونکہ وہ ایک لحاظ سے آزاد عورت ہے بخلاف (غیر مکاتبہ) لونڈی کے کہ اس کے مالک کو اجازت دینے کے بعد بھی پھر جانا جائز ہے اس لئے کہ اس کے منافع اس کے مالک کی ملک ہیں اور وہ (لونڈی) اپنے منافع کی مالک نہیں ہے لیکن اجازت دینے کے بعد روکنا اس کے لئے مکروہ ہے [4] پس جب کسی منکوحہ عورت نے اپنے خاوند کی اجازت سے نفلی حج کا احرام باندھا تو خاوند کے لئے جائز نہیں ہے کہ اس کا احرام کھلوائے کیونکہ وہ عورت حقیقت میں اپنے منافع کی مالک ہے اور بلاشبہ خاوند کے لئے اس عورت میں حق ہے اور (حج کی) اجازت دے کر اس نے اپنا حق ساقط کر دیا [5] لیکن جب کسی عورت نے اپنے خاوند کی اجازت کے بغیر فرض حج کا احرام باندھا اور اس عورت کا کوئی محرم نہیں ہے اور اس کا محرم موجود نہ ہونے کی وجہ سے اس کے خاوند نے اس کو منع کیا تو وہ شرعی حق کے لئے محصَرہ ہے پس حدودِ حرم میں ہدی ذبح کرائے بغیر اُس کے خاوند کو اُس کا احرام کھلوانا جائز نہیں ہے، پس اگر اس کے خاوند نے ممنوعاتِ احرام میں سے کسی چیز کا ارتکاب کرا کر اس کا احرام کھلوا دیا تو وہ عورت حدِ حرم میں ہدی ذبح

[1] بدائع ملخصاً [2] بحر [3] لباب و شرحہ و بحر و بدائع و غنیہ ملتقطاً [4] در و ش بزیادۃ من باب الہدی [5] بحر۔

کرائے بغیر حج فرض کے احرام سے باہر نہیں ہوگی اور اسی طرح اگر اس عورت کا نہ خاوند ہے نہ محرم ہے یا اس کا خاوند یا محرم اس کے ساتھ ہے لیکن وہ راستہ میں یا اس عورت کے مکان میں اس وقت مرگیا جبکہ وہ احرام باندھ چکی ہے خواہ کسی قسم کا احرام ہو اگرچہ اس پر حج فرض باقی ہونے کے باوجود اس نے نفلی حج کا احرام باندھا ہو تو وہ عورت حدودِ حرم میں ہدی ذبح کرائے بغیر احرام سے حلال نہیں ہوگی کیونکہ اس صورت میں وہ اللہ تعالیٰ کے حق کے لئے روکی گئی ہے بندے کے حق کے لئے نہیں، پس اس کا احرام سے باہر ہونا اسی چیز کے ساتھ ہوگا جو اصل میں احرام سے باہر ہونے کیلئے موضوع ہے اور وہ (حدودِ حرم میں) ہدی کا ذبح کرنا ہے، اور شاید ان دونوں مسئلوں (نفلی حج میں فی الفور ہدی ذبح کرائے بغیر احرام کھلوا دینے اور فرضِ حج میں ہدی ذبح کرائے بغیر حلال نہ ہونے) میں یہ فرق ہے کہ پہلا احصار حکمی اور دوسرا احصار حقیقی ہے [1]۔ نیز جان لینا چاہئے کہ یہ مسئلہ اختلافی ہے منسک الکبیر میں ہے کہ اگر کسی عورت نے اپنے خاوند کی اجازت کے بغیر فرض حج کا احرام باندھا اور اس کو کوئی محرم نہیں ملا تو کتاب الاصل میں مذکور ہے کہ اس کے خاوند کے لئے جائز ہے کہ ہدی ذبح کرائے بغیر ہی اس کا احرام کھلوا دے اور امام کرخیؒ نے ذکر کیا کہ ہدی ذبح کرائے بغیر اس کا احرام نہیں کھلوائے گا اور اسی طرح مبسوط میں فرض حج کے بارے میں ہے کہ ہدی کے بغیر وہ احرام سے حلال نہیں ہوگی پس (اس مسئلہ میں) اصل کی روایت کے مطابق حج نفل اور فرض میں کوئی فرق نہیں ہے اور امام محمدؒ سے روایت ہے کہ اگر عورت کو اس کے خاوند نے فرض حج کے لئے مطلق طور پر اجازت دیدی پھر اس عورت نے حج کے مہینوں سے پہلے احرام باندھ لیا تو خاوند کو اس کا احرام کھلوا دینا جائز ہے اور اگر اس عورت نے حج کے مہینوں میں احرام باندھا تو خاوند کے لئے اس کا احرام کھلوا دینا جائز نہیں ہے اور اگر وہ دور دراز کے ملک میں ہے کہ جہاں سے لوگ حج کے مہینوں سے پہلے حج کے لئے روانہ ہوتے ہیں اور اس عورت نے اپنے شہر والوں کی روانگی کے وقت احرام باندھا تو خاوند کے لئے اس کا احرام کھلوا دینا جائز نہیں ہے اور اگر اہلِ شہر کی روانگی سے کافی دن پہلے احرام باندھ لیا تو خاوند کو اس کا احرام کھلوانا جائز ہے مگر جبکہ اہلِ شہر کی روانگی سے تھوڑے ہی دن پہلے احرام باندھا ہو [2] (کہ اس صورت میں خاوند کو احرام کھلوانا جائز نہیں ہے) نیز اجازت کا احرام باندھنے سے پہلے حاصل ہونا تو ظاہر ہے البتہ احرام باندھنے کے بعد بھی ان الفاظ سے اجازت حاصل ہو جاتی ہے "تونے ٹھیک کیا" یا "تونے اچھا کیا" یا "میں تیرے اس فعل سے راضی ہوں" یا "میں نے تجھ کو مکہ معظمہ کی طرف جانے کی اجازت دی" وغیرہ اور اس کے احرام کو دیکھ کر محض خاموش رہنا کافی نہیں ہے [3]۔

(۶) اور اگر غلام نے آقا کی اجازت کے بغیر احرام باندھا تو آقا کے لئے جائز ہے کہ احرام سے باہر ہونے کے لئے ہدی ذبح کرائے بغیر فی الحال اس کا احرام کھلوا دے اور یہی حکم لونڈی کا ہے اور غلام پر آزاد ہونے کے بعد احصار کی ہدی ذبح کرنا اور ایک حج اور ایک عمرہ قضا کرنا واجب ہے کیونکہ حج مشروع ہونے کی وجہ سے اس پر واجب ہوگیا اس لئے کہ وہ احکامِ شرع کا اہل اور مخاطب ہے لیکن اس وقت اس کو آقا کے حق کی وجہ سے اس کا ادا کرنا ممکن نہیں ہے پس جب وہ آزاد ہو جائے گا تو اس (آقا) کا حق ختم ہو جائے گا اور اس پر ایک عمرہ اس لئے واجب ہوگا کہ اس کا حج اُس سال میں فوت ہوگیا ہے اور اگر غلام نے اپنے آقا کی اجازت سے احرام باندھا

[1] لباب وشرحہ وبدائع وغیرہا ملتقطاً [2] شرح اللباب تصرفاً وزیادۃً [3] شرح اللباب وغیرہ۔

تو اس کے بعد آقا کے لئے اس کا احرام کھلوانا مکروہ ہے کیونکہ یہ وعدہ سے پھر جانا اور وعدہ خلافی ہے اس لئے مکروہ ہے اور اگر وہ اس کا احرام کھلوا دے تو جائز ہے کیونکہ غلام اپنے منافع سمیت اپنے آقا کی ملک ہے [۱] اور یہ ظاہر الروایت ہے اور یہی صحیح ہے [۲]

(۷) اور اگر کسی غلام نے اپنے آقا کی اجازت کے بغیر احرام باندھا اور وہ روک دیا گیا تو آقا کے لئے مستحب ہے کہ ہدی بھیجے کیونکہ اس نے اس احرام آقا کی اجازت سے نہیں باندھا ہے پس آقا کے لئے اس کو کھلوا دینا جائز ہے پس اس سے یہ افادہ ہوا کہ (حدودِ حرم میں) ہدی بھیج کر (ذبح کرا کے) اس کا احرام کھلوانا افضل ہے پس غور کر لیجئے اور اگر غلام نے آقا کی اجازت سے احرام باندھا تھا تو آقا پر ہدی بھیجنا واجب ہونے یا نہ ہونے کے بارے میں اختلافِ روایت ہے پس بعض نے کہا ہے کہ آقا پر ہدی بھیجنا واجب ہے اور بعض نے کہا کہ نہیں بلکہ غلام پر آزاد ہونے کے بعد واجب ہے [۳] اور اسبیجابی نے نفقہ کی طرح آقا پر واجب ہونا اختیار کیا ہے اور محیط و قاضی خاں نے آقا پر واجب نہ ہونے کو اختیار کیا ہے اور کہا ہے کہ بلاشبہ غلام پر آزاد ہونے کے بعد واجب ہوگا اور اسی کو ترجیح ہونی چاہیے اس لئے کہ یہ ایک ایسا عارضہ ہے جس کو آقا نے اپنے اوپر لازم نہیں کیا ہے بخلاف نفقہ کے [۴] پس فتاوی قاضی خاں میں اس طرح ہے کہ اگر اس نے آقا کی اجازت سے احرام باندھا پھر اس کو روک دیا گیا تو آقا پر دمِ احصار واجب نہیں ہوگا اور غلام پر آزاد ہونے کے بعد واجب ہوگا [۵] اور بدائع میں ہے کہ اگر غلام اپنے آقا کی اجازت سے احرام باندھنے کے بعد روک دیا گیا تو قدوری نے اپنی شرح مختصر الکرخی میں ذکر کیا ہے کہ اس کے آقا پر ہدی کا بھیجنا واجب نہیں ہے اس لئے کہ اگر اس پر واجب ہوتا تو غلام کے حق کی وجہ سے واجب ہوتا حالانکہ غلام کے لئے اس کے آقا پر کوئی حق واجب نہیں ہے پس اگر وہ اس کو آزاد کر دے تو اس (آقا) پر ہدی کا بھیجنا واجب ہوگا اس لئے کہ جب اس نے اس کو آزاد کر دیا تو وہ ایسا شخص ہو گیا جس کا اس پر حق ثابت ہوتا ہے پس وہ اس آزاد مرد کی مانند ہو گیا جس نے کسی دوسرے شخص کی طرف سے حج بدل کا احرام باندھا پھر اس کو روک دیا گیا کہ (اس کا احرام کھلوانے کے لئے) ہدی کا بھیجنا اس شخص کے ذمہ ہے جس کی طرف سے وہ حج کر رہا ہے) اور قاضی نے اپنی شرح مختصر الطحاوی میں ذکر کیا ہے کہ آقا پر واجب ہے کہ وہ اس (غلام) کی طرف سے حدودِ حرم میں ہدی ذبح کرائے پھر اس کا احرام کھلوائے کیونکہ غلام پر یہ دم اس ابتلا کی وجہ سے واجب ہوا ہے جس میں وہ غلام اپنے مولی کی اجازت سے مبتلا ہوا ہے پس یہ نفقہ کے حکم میں ہو گیا اور غلام کا نفقہ آقا پر واجب ہوتا ہے، اسی طرح دمِ احصار بھی اس پر واجب ہوگا اور اسی لئے جب کسی میت کی طرف سے حج بدل کرنے والا شخص روک دیا جائے تو دمِ احصار میت کے مال میں واجب ہوتا ہے اس (حج بدل کرنے والے شخص) پر واجب نہیں ہوتا اسی طرح یہاں بھی ہے [۶] اور خزانۃ الاکمل میں اسی کی تصریح کی ہے کہ آقا پر ہدی کا بھیجنا واجب ہے اور کرمانی نے قدوری کی مانند ذکر کیا ہے [۷] اور بحر الزاخر میں ہے کہ اگر آقا نے اپنے غلام کو حکم دیا کہ وہ اس کی طرف سے حج کرے پھر اس کو روک دیا گیا تو آقا پر ہدی کا بھیجنا واجب نہیں ہے پھر اگر اس نے اس کو آزاد کر دیا تو آقا پر واجب ہے کہ ہدی بھیجے مصنف لباب المناسک نے منسک الکبیر میں کہا ہے کہ بحر الزاخر میں اس مسئلہ کو آمر آقا کے بارے میں بیان کیا ہے اور صاحب بدائع وغیرہ نے اس کو اجازت دینے والے آقا کے بارے میں بیان کیا ہے اور ان دونوں میں فرق کی صورت پس جب آمر پر ہدی کا بھیجنا واجب نہیں ہے تو اجازت دینا بدرجۂ اولیٰ آقا پر ہدی بھیجنا واجب ہونے کا باعث نہیں ہوگا جیسا کہ پوشیدہ

[۱] بدائع و شرح اللباب [۲] مستفاد عن بدائع [۳] فتح و لباب و شرحہ و غنیہ ملتقطاً [۴] بحر نصاً و غنیہ [۵] شرح اللباب [۶] بدائع و شرح اللباب [۷] شرح اللباب

نہیں ہے پس اکثر منقولات سے یہ بات ثابت ہوئی کہ آقا پر ہدی کا واجب نہ ہونا ہی معتبر ہے بلکہ خزانۃ الاکمل میں جو مطلق وجوب منقول ہے اس کے اطلاق کو اس پر محمول کیا جانا متعین ہوگا کہ جب آقا اپنے غلام کو آزاد کردے تو اب آقا پر ہدی بھیجنا واجب ہوگا، رہی قاضی کی تعلیل جو کہ الباجی المالکی ہے تو ظاہر یہ ہے کہ وہ اس قاعدۂ مالکیہ پر مبنی ہے کہ مملوک (غلام) مالک کی تملیک سے مالک ہو جاتا ہے پس اس کا اس کی طرف سے ادا کرنا بھی اسی طرح پر ہے البتہ یہ کہنا کہ آقا پر ہدی بھیجنا مستحب ہے تو یہ صراحتاً کہیں نہیں دیکھا گیا پس اس کی ذمہداری اس کے ناقل پر ہے [1] اور اگر اس کے آقا نے احرام باندھنے کی اجازت دینے کے بعد اس کو آزاد کردیا تو آقا پر ہدی کا بھیجنا واجب ہوگا جیسا کہ اوپر منقولات سے بیان ہو چکا ہے اگرچہ معقول کے اعتبار سے کوئی وجہ ظاہر نہیں ہوئی [2]

(۸) اور اگر غلام یا لونڈی نے اپنے آقا کی اجازت سے احرام باندھا پھر آقا نے اس کو بیچ دیا تو یہ بیع جائز ہے اور ہمارے تینوں اماموں کے قول میں خریدار کے لئے بلاکراہت جائز ہے کہ وہ اس کو روک دے اور اس کا احرام کھلوا دے [3] اور احرام میں ہونے کے نقص کی وجہ سے اُس کو اُس کے واپس کردینے کا اختیار نہیں ہے کیونکہ اس کا ازالہ اس کا احرام کھلوا کر کیا جا سکتا ہے [4] پس اگر کسی شخص نے ایسی لونڈی خریدی جو احرام کی حالت میں ہے اگرچہ اس نے بیچنے والے کی اجازت سے احرام باندھا ہو تو اس (خریدار) کے لئے بلاکراہت جائز ہے کہ اس کا احرام کھلوا دے کیونکہ اس نے کوئی وعدہ خلافی نہیں کی اس لئے کہ کراہت بیچنے والے کے حق میں ہے کیونکہ اس میں وعدہ خلافی پائی جاتی ہے لیکن یہ خریدار سے نہیں پائی گئی اور احرام میں ہونے کے نقص کی وجہ سے اس کو واپس کرنے کا اختیار نہیں ہوگا [5] اور اسی طرح جب کسی آزاد عورت نے نفلی حج کا احرام باندھا پھر اس نے نکاح کرلیا تو ہمارے فقہا کے نزدیک اس کے خاوند کو اختیار ہے کہ ہدی کے بغیر اس کا احرام کھلوا دے بخلاف فرض حج کے جبکہ اس کے ساتھ اس کا محرم ہو (کہ اس کو روکنا اور احرام کھلوا دینا جائز نہیں ہے) اور اگر محرم ساتھ نہ ہو تو اب وہ شرعی حق کے لئے محصرہ ہے اس لئے وہ ہدی ذبح کرائے بغیر احرام سے باہر نہیں ہو سکتی [6] اور ابن سماعہ نے امام محمد رحمہ اللہ سے روایت کی ہے کہ جس لونڈی کا خاوند ہو اور اس لونڈی کے مالک نے اس کو حج کی اجازت دیدی ہو اور اس نے احرام باندھ لیا ہو تو اس کے خاوند کے لئے جائز نہیں ہے کہ اس کا احرام کھلوائے اس لئے کہ اس کے خاوند کو اپنا حق حاصل کرنے کے لئے اس کو سفر سے روک دینا اور احرام کھلوا دینا جائز نہیں ہے کیونکہ سفر سے روکنے کا حق اُس باندی کے آقا کو ہے شوہر کو نہیں ہے اور جس طرح آقا کو اس کے ساتھ سفر کرنے سے خاوند نہیں روک سکتا اسی طرح آقا کی اجازتِ سفر کے بعد خاوند اس لونڈی کو نہیں روک سکتا [7] اور نیز یہ اس لئے ہے کہ وہ نکاح کردیئے جانے کے بعد بھی آقا کے تصرف میں ہے پس اس (آقا) کے لئے اس (لونڈی) سے خدمت لینا جائز ہے اور اس پر واجب نہیں ہے کہ اس باندی کو اس کے خاوند کے گھر بسائے۔

محصر کے ہدی ذبح کرکے حلال ہوجانے کے بعد اس حج یا عمرہ کی قضا واجب ہونا

(۱) محصر کے احرام سے حلال ہوجانے کے بعد جس چیز کا احرام باندھا تھا اس کی قضا واجب ہونے کے بارے میں تین صورتوں کا بیان ہوگا کیونکہ اس کا احرام یا صرف حج کا ہوگا یا صرف عمرہ کا، یا دونوں کا اکٹھا ہوگا [9]

---

[1] شرح اللباب [2] لباب و شرحہ و تمام فیہ [3] بدائع و شرح اللباب بتصرف [4] شرح اللباب و ارشاد ملتقطاً [5] غنیہ و بدائع ملتقطاً [6] شرح اللباب و غنیہ و بدائع ملتقطاً [7] بدائع [8] ش

[9] بدائع و لباب و شرحہ ملتقطاً۔

(۲) پس جو محصر حدودِ حرم میں ہدی ذبح کر کے احرام سے باہر ہوا ہے اگر اس نے صرف حج کا احرام باندھا تھا اور احصار زائل ہونے کے وقت حج کا زمانہ باقی ہے اور اس کا ارادہ اسی سال حج کرنے کا ہے تو وہ اب حج کا احرام باندھ کر حج ادا کر لے اور اس کے لئے قضا کی نیت کرنے کی ضرورت نہیں ہے اور اس پر عمرہ کرنا بھی واجب نہیں ہے کیونکہ وہ اس شخص کی مانند نہیں ہے جس کا حج فوت ہو گیا ہو، امام محمدؒ نے کتاب الاصل میں اسی طرح ذکر کیا ہے اور ابن ملیکؒ نے امام ابو یوسفؒ سے اور انھوں نے امام ابوحنیفہؒ سے ذکر کیا ہے کہ اس پر پہلا احرام ترک کرنے کی وجہ سے دم واجب ہوگا [۱] اور اگر اس (احصار کے) سال حج نہ کر سکا اور سال بدل گیا (دوسرا سال شروع ہو گیا) تو اس پر ایک حج اور ایک عمرہ قضا کرنا واجب ہے پس جب آئندہ سال ان کو قضا کرے تو اختیار ہے کہ دونوں کو اکٹھا ادا کرے یعنی قِران کرے یا دونوں کو علیحدہ علیحدہ (مفرد) ادا کرے اور اس پر قضا کی نیت کرنا واجب ہے پس وہ حج قضا کی نیت کے بغیر اس سے ساقط نہیں ہوگا اور امام حسنؒ نے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے روایت کی ہے کہ دونوں مذکورہ صورتوں میں ایک حج اور ایک عمرہ قضا کرنا اور ان دونوں میں قضا کی نیت کرنا اس پر واجب ہے اور یہی امام زفرؒ کا قول ہے اس کو قاضی نے اپنی شرح مختصر الطحاوی میں ذکر کیا ہے اور اسی تفصیل اور اختلاف پر وہ صورت بھی ہے جب کہ کسی عورت نے نفلی حج کا احرام اپنے خاوند کی اجازت کے بغیر باندھا پھر اس کے خاوند نے اس کو حج سے روک دیا اور اس کو احرام سے حلال کر دیا پھر اس کو (دوبارہ) احرام باندھنے کی اجازت دیدی پس اس نے اُسی سال یا وہ سال گذرنے کے بعد احرام باندھ لیا ہو [۲]، جان لینا چاہئے کہ جب کسی شخص نے نفلی یعنی فرض کے علاوہ حج کا احرام باندھا ہو اور اس کو حج سے روک دیا گیا ہو اور اس نے وہ سال گذرنے کے بعد یعنی آئندہ سال اس حج کو قضا کیا ہو تو اس پر قضا حج کی نیت کرنا بالاتفاق واجب ہے لیکن اگر اس نے وہ نفلی حج (جس کے احرام سے وہ حلال ہوا ہے احصار زائل ہونے کے بعد اسی (احصار والے) سال قضا کیا، یا وہ حج جس سے اس کو روکا گیا ہے اور وہ ہدی ذبح کر کے جس کے احرام سے باہر ہوا ہے حج فرض تھا تو ان دونوں صورتوں میں اس کو قضا کی نیت کرنا ضروری نہیں ہے اگرچہ وہ اس فرض حج کو آئندہ سال قضا کرے کیونکہ جبتک وہ اس کو ادا نہیں کرے گا اس کے ذمہ باقی رہے گا اور اس کا وقت جاتا نہیں رہتا کہ جس کی وجہ سے وہ قضا کہلاتا (یعنی جب بھی ادا کرے گا وقت کے اندر ہی ہوگا) کیونکہ تمام عمر اس کی ادائیگی کا وقت ہے پس وہ آئندہ سال بھی فرض حج (ادا) کی نیت کرے گا [۳] ابن الہمام نے اسی طرح ذکر کیا ہے اور قاضی خاں نے اس کی طرف اشارہ کیا ہے [۴] اور اسی طرح اگر اس حج کو (جس کے احرام سے ہدی ذبح کر کے حلال ہوا ہے) آئندہ سال قضا کرے تو اس کے ساتھ ایک عمرہ بھی قضا کرنا واجب ہے اور اگر اسی (احصار والے سال میں قضا کرے تو اس پر عمرہ واجب نہیں ہوگا پس جب ہدی ذبح کر کے احرام سے باہر ہونے کے بعد حج کے احرام والے شخص کا احصار زائل ہو جائے اور وہ اسی سال حج کرنے کا ارادہ کرے اور وقت میں نئے سرے سے احرام باندھ کر حج ادا کرنے کی گنجائش ہے، پس اگر اُس نے حج کا احرام باندھا تو نہ اس پر قضا کی نیت کرنا واجب ہے اور نہ اس پر عمرہ کرنا واجب ہے اور یہی حکم اس وقت ہے جبکہ کسی عورت نے نفلی حج کا احرام باندھا پھر اس کے خاوند نے اس کا احرام کھلوا دیا پھر اس کو احرام باندھنے کی اجازت دیدی اور اس نے احرام باندھ کر اسی سال حج ادا کر لیا (یعنی اس کے لئے بھی یہی حکم ہے کہ نہ اس پر قضا کی نیت کرنا واجب ہے

---

[۱] بدائع و فتح و ش و لباب و شرحہ ملتقطاً [۲] بدائع و فتح و شرح اللباب ملتقطاً [۳] لباب و شرحہ و فتح ملتقطاً [۴] شرح اللباب۔

اور نہ اُس پر عمرہ واجب ہے [1]

(۳) اور اگر اس کا احرام صرف عمرہ کا تھا تو چونکہ وہ شروع کرنے کی وجہ سے واجب ہو گیا ہے اس لئے اس کو قضا کرے [2]
پس اگر محصر عمرہ کے احرام میں تھا تو اس پر صرف عمرہ کی قضا واجب ہے اور کچھ نہیں اور اس کو جس وقت چاہے قضا کر سکتا ہے کیونکہ اس (عمرہ) کے لئے کوئی وقت معین نہیں ہے [3]

(۴) اور اگر محصر حج اور عمرہ دونوں کے احرام میں تھا یعنی وہ قارن تھا تو اس پر ایک حج اور دو عمروں کی قضا واجب ہوگی حج اور ایک عمرہ کی قضا تو اس لئے واجب ہوگی کہ شروع کرنے سے یہ دونوں اس پر واجب ہو گئے اور دوسرا عمرہ اس سال حج فوت ہو جانے کی وجہ سے اس پر واجب ہوگا [4] پس اس پر ایک حج اور دو عمروں کی قضا واجب ہوگی ایک عمرہ قران کی وجہ سے اور ایک عمرہ وقت سے پہلے احرام سے باہر ہونے کی وجہ سے ہوگا [5] قضا کرتے وقت اس کو اختیار ہوگا کہ وہ ایک حج اور ایک عمرہ کا اکٹھا احرام باندھ کر قران کرے پھر ایک اور عمرہ الگ ادا کرے اور اگر چاہے تو حج اور دونوں عمروں یعنی ان تینوں کو مفرد طور پر (الگ الگ) قضا کرے کیونکہ اس نے اصل قربت (عبادت) کا التزام کیا ہے نہ کہ اس کے وصف کا اور یہ حکم اس وقت ہے جبکہ وہ ہدی ذبح کر کے احرام سے باہر ہوا ہو اور احصار والے سال میں حج قضا نہ کیا ہو لیکن اگر ہدی ذبح کر کے احرام سے باہر ہو جانے کے بعد اس کا احصار زائل ہو گیا اور وقت میں اتنی گنجائش ہے کہ نیا احرام باندھ کر حج ادا کر لے (اور وہ اسی سال نیا احرام باندھ کر حج کر لے) تو کتاب الاصل کی روایت کے مطابق اس پر صرف قران کے عمرہ کی قضا واجب ہوگی [6] یعنی اس پر دوسرا عمرہ واجب نہیں ہوگا، مؤلف) کیونکہ وہ اس شخص کی مانند نہیں ہوگا جس کا حج فوت ہو گیا ہو پس اس پر احرام سے حلال ہونے کا عمرہ واجب نہیں ہوگا جیسا کہ مفرد حج والے کے بارے میں اوپر بیان ہو چکا ہے اور اگر وہ شخص افعالِ عمرہ ادا کر کے احرام سے باہر ہوا ہے تب بھی یہی حکم ہے [7] (کہ اس پر عمرہ واجب نہیں ہوگا جیسا کہ آگے آنے والے مسئلے سے مفہوم ہوتا ہے، مؤلف)

(۵) اور اگر محصر ہدی ذبح کر کے احرام سے باہر نہیں ہوا یہاں تک کہ اس کا حج فوت ہو گیا پھر وہ عمرہ کے افعال ادا کر کے احرام سے باہر ہوا تو اس پر بھی قضا میں کوئی عمرہ واجب نہیں ہے [8] (مطلب یہ ہے کہ حج کی قضا کے ساتھ عمرہ اس وقت واجب ہوتا ہے جبکہ احصار کے سال حج نہ کیا ہو اور ہدی ذبح کر کے احرام سے حلال ہوا ہو لیکن اگر ہدی ذبح کر کے حلال نہیں ہوا بلکہ عمرہ کے افعال ادا کر کے حلال ہوا ہو تو قضا میں عمرہ واجب نہ ہوگا، مؤلف عن معلم الحجاج وغیرہ)

(۶) اس حج کی قضا جس کے احرام سے حلال ہوا ہے ہر محصر پر واجب ہوتی ہے خواہ وہ حج فرض کے ساتھ محصر ہو یا نفل کے ساتھ اور خواہ حج صحیح ہو یا صحیح روایت کی بنا پر حج مظنون ہو یا فاسد ہو، اپنا حج ہو یا حج بدل اور وہ شخص حُر (آزاد) ہو یا غلام، البتہ غلام اور اس کے مثل (لونڈی وغیرہ) پر اس کا ادا کرنا آزاد ہونے کے بعد واجب ہوگا [9]

(۷) حج بدل کرنے والا شخص جب محصر ہو جائے تو اس پر اپنی طرف سے ایک حج اور ایک عمرہ قضا کرنا واجب ہوتا ہے جیسا کہ

[1] لباب و شرحہ [2] بدائع [3] لباب و شرحہ بدائع [4] بدائع بزیادۃ عن لباب [5] غنیہ بتصرف [6] فتح و لباب و شرحہ ملتقطاً [7] ش [8] لباب و شرحہ [9] لباب و شرحہ و غنیہ

حاوی میں ہے اور اگر قضا حج کا احرام باندھنے کے بعد اسے روک دیا گیا تو اس پر دو حج اور دو عمرے واجب ہوں گے اور اسی طرح جتنی مرتبہ بھی روک دیا جائے اتنے حج و عمرے واجب ہوں گے اس کو منتقیٰ میں ذکر کیا ہے اور اسی طرح منسک الکبیر میں ہے [1] یعنی حاوی میں منتقیٰ سے منقول ہے کہ جس شخص نے حج کا احرام باندھا پھر اس کو روک دیا گیا اور وہ ہدی بھیجکر (ذبح کرا کے) احرام سے باہر ہو گیا تو اس پر ایک حج اور ایک عمرہ (قضا کرنا) واجب ہے، پھر اگر وہ آئندہ سال اس حج کی قضا کے ارادہ سے (احرام باندھ کر) روانہ ہوا پھر اس کو روک دیا گیا اور اس نے ہدی (حرم میں) بھیجکر (یعنی ذبح کرا کر) احرام کھول دیا تو اس پر دوسرا حج اور دوسرا عمرہ واجب ہو جائے گا پس اس پر دو حج اور دو عمرے واجب ہوں گے اور اسی طرح جب بھی اس کو روک دیا جائے ہر دفعہ کیلئے یہی حکم ہے اھ کبیر [2]

(۸) جاننا چاہیے کہ جب کسی شخص نے حج کا احرام اس گمان پر باندھا کہ اس کے ذمہ حج ہے پھر ظاہر ہوا کہ اس کے ذمہ حج نہیں ہے پھر اس کو روک دیا گیا تو اس پر اس حج کی قضا واجب نہیں ہے جیسا کہ امام بزدوی اور صاحب کشف الاسرار رحمہا اللہ نے اس کی تصریح کی ہے لیکن سروجی نے غایہ شرح ہدایہ میں ذکر کیا ہے کہ اپنے ذمہ حج کا گمان کر کے احرام باندھنے والے شخص کو اس کے افعال ادا کرنا واجب ہے اور اگر اس کو فاسد کر دے تو اس کی قضا واجب ہے اور اگر وہ شخص محصر ہو جائے پھر وہ اس کے احرام سے حلال ہو جائے تو اس پر قضا واجب ہونے میں اختلاف ہے بعض کے نزدیک اس کی قضا واجب نہیں ہے اس لئے کہ اس کا احرام سے باہر ہونا درست ہے اور اصح یہ ہے کہ اس پر قضا واجب ہو گی اس لئے کہ دراصل حرج و مشقت کو دور کرنے کے لئے احرام سے باہر ہونا تو اس کے لئے ضروری ہے اور اس کے علاوہ صورتوں میں لزوم کی صفت معتبر رہے گی [3] .

(۹) اگر کسی ایک غیر معین نسک کا احرام باندھا نہ اس میں حج کی نیت کی نہ عمرہ کی پھر وہ محصر ہو گیا تو وہ ایک ہدی (حرم میں) ذبح کرا کر احرام سے باہر ہو جائے اور استحساناً اس پر ایک عمرہ قضا کرنا واجب ہے اور قیاساً اس پر ایک حج اور ایک عمرہ کرنا واجب ہے اور اگر احرام کے وقت معین کیا تھا لیکن بعد میں اس کو بھول گیا (کہ حج کا احرام باندھا تھا یا عمرہ کا) پھر اس کو روک دیا گیا تو وہ ایک ہی ہدی حرم میں بھیجکر اور ذبح کرا کر حلال ہو جائے اور اس پر ایک حج اور ایک عمرہ قضا کرنا واجب ہو گا اور اسی طرح اگر اس کو روکا نہیں گیا اور وہ مکہ مکرمہ یا عرفات پہنچ گیا تو اس پر حج اور عمرہ واجب ہے اور جو کچھ قارن پر تمام احکام میں واجب ہوتا ہے وہی اس پر بھی واجب ہو گا، اور اگر اس نے دو چیزوں کا احرام باندھا تھا بعد میں وہ دونوں کو بھول گیا پھر وہ محصر ہو گیا تو وہ دو ہدی بھیجے اور استحساناً اس پر ایک حج اور دو عمرے واجب ہوں گے اس لئے کہ اس کا احرام قران کی طرف منتقل ہو جائے گا دو حج یا دو عمروں کی طرف منتقل نہیں ہو گا کیونکہ دو حج یا دو عمروں کو جمع کرنا مکروہ ہے یعنی ایک حج اور عمرہ اس کا حج فوت ہونے کی وجہ سے قضا کے طور پر واجب ہو گا اور ایک عمرہ اس کے عمرہ کی قضا کے لئے واجب ہو گا [4]

(۱۰) اگر قارن نے اپنے حج اور عمرہ کے لئے طواف اور سعی کیا یعنی پہلے عمرہ کا طواف کیا پھر اس کی سعی کی اس کے بعد طواف قدوم اور حج کی سعی کی اس کے بعد وہ وقوف عرفہ سے پہلے محصر ہو گیا یعنی وقوفِ عرفہ و طوافِ زیارت سب سے روک دیا گیا تو وہ

---

[1] ارشاد [2] غنیہ [3] لباب و شرحہ [4] لباب و شرحہ و غنیہ ۔

ایک ہدی بھیجے اور اس کو ذبح کرا کر حلال ہو جائے اور ایک حج و عمرہ اپنے حج کی وجہ سے قضا کرے اور اس کے عمرہ کی وجہ سے اس پر کوئی عمرہ واجب نہیں ہے کیونکہ وہ شروع میں عمرہ پورا ادا کر چکا ہے اور اس نے اپنے حج کے لئے جو طواف سعی کی ہے اس سے وہ حلال نہیں ہوگا کیونکہ طوافِ قدوم کے بعد جو سعی اس نے کی ہے اس کا حج فوت ہونے کے بعد واقع ہونا واجب ہے اس لئے کہ سعی میں اصل یہ ہے کہ وقوفِ عرفہ کے بعد طوافِ زیارت کے ساتھ واقع ہو اور بلاشبہ اس کا مقدم ہونا حج کے فوت ہونے سے محفوظ ہونے کی صورت میں اس لئے جائز کیا گیا ہے کہ کثرتِ ہجوم کی وجہ سے پیدا ہونے والی تکلیف دور ہو جائے [1]

(۱۱) اور جس شخص نے دو حج یا دو عمروں کے احرام کو جمع کیا اور وہ مکہ مکرمہ کی طرف روانہ ہونے سے قبل روک دیا گیا تو وہ قارن کی مانند ہے اور اگر مکہ معظمہ کی طرف روانہ ہونے کے بعد روکا گیا تو (بالاتفاق) اس پر ایک ہی دم واجب ہوگا [2] پس اگر کسی شخص نے دو حج یا دو عمروں کو جمع کیا (یعنی اکٹھا احرام باندھا) پھر اس کو مکہ مکرمہ کی طرف روانگی سے پہلے روک دیا گیا تو امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک اس پر دو ہدی واجب ہوں گی یعنی وہ امام صاحب کے نزدیک حدودِ حرم میں دو ہدی ذبح کر کے حلال ہوگا صاحبین کا اس میں خلاف ہے جیسا کہ جمع بین النسکین میں گذر چکا ہے اور اگر مکہ مکرمہ کی طرف روانہ ہونے کے بعد روک دیا گیا تو اس پر بالاتفاق ایک ہی ہدی واجب ہوگی کیونکہ وہ مکہ مکرمہ کی طرف روانگی کے ساتھ ایک کو ترک کرنے والا ہو جائے گا [3] لیکن اگر روک دیا گیا اور (پھر بھی) وہ روانہ ہو گیا یہاں تک کہ مکہ معظمہ پہنچ گیا تو امام صاحبؒ کے قول پر وہ محصر نہیں رہا پس اگر وہ اعمالِ حج ادا کرنے پر قادر نہیں ہے تو صبر کرے یہاں تک کہ اس کا حج فوت ہو جائے پھر وہ عمرہ کے افعال ادا کر کے حلال ہو جائے [4]

احصار زائل ہو جانے کے احکام

(۱) حج کے احرام کی حالت میں محصر کا احصار زائل ہو جانے کی پانچ صورتیں ہیں وہ یہ کہ اس کا احصار یا ہدی بھیجنے سے پہلے زائل ہو جائے گا یا ہدی بھیجنے کے بعد زائل ہوگا اور ہدی بھیجنے کے بعد احصار زائل ہونے کی چار صورتیں ہیں وہ یہ ہیں کہ ایسے وقت احصار زائل ہوا ہو کہ وہ حج اور ہدی دونوں کو پا سکے یا ان میں دونوں کو نہ پا سکے یا وہ ہدی کو پا سکے اور حج کو نہ پا سکے یا اس کے بالعکس ہو یعنی حج کو پا سکے اور ہدی کو نہ پا سکے (یہ کل پانچ صورتیں ہوئیں) پس پہلی صورت میں یعنی جبکہ ہدی بھیجنے سے پہلے احصار زائل ہو جائے اور دوسری صورت میں یعنی جبکہ ہدی بھیجنے کے بعد ایسے وقت احصار زائل ہو کہ حج اور ہدی دونوں کو پا سکے اس کو بالاتفاق حج کی ادائیگی کے لئے جانا واجب ہے کیونکہ قائم مقام (بدل) کے ساتھ مقصود حاصل ہونے سے پہلے اس کی مجبوری دور ہو چکی ہے اور اب اس کے لئے ہدی کے ساتھ احرام سے باہر ہونا جائز نہیں ہے کیونکہ یہ بدل ہے جو کہ اس کے حج کو پانے سے عاجز ہونے کی وجہ سے تھا اور وہ بدل کے ساتھ مقصود حاصل ہونے سے پہلے اصل پر قادر ہو گیا ہے اس لئے اصل پر قادر ہوتے ہوئے بدل جائز نہیں ہوگا اور جب وہ ہدی کو پالے تو اس کو جس طرح چاہے کام میں لائے خواہ اس کو بیچ دے یا کسی کو ہبہ (بخشش) کر دے یا صدقہ وغیرہ کرے کیونکہ وہ اس کی ملکیت ہے اور اس نے جس مقصد کے لئے اس کو معین کیا تھا وہ اس مقصد سے بے نیاز ہو چکا ہے اور اگر اس کا احصار ہدی بھیجنے سے پہلے زائل ہو گیا اور حج فوت ہو جانے کی

---

[1] لباب وشرحہ وغنیہ وفتح [2] ش [3] لباب وشرحہ وبحر وغنیہ ملتقطاً [4] فتح ولباب وشرحہ۔

وجہ سے وہ حج پر قادر نہیں رہا تو وہ حج فوت ہو جانے والے کے حکم میں ہے۔ اور مذکورہ بالا پانچ صورتوں میں سے ان دو صورتوں کے علاوہ جن کا حکم بیان ہو چکا ہے) باقی آخری تین صورتوں میں اس کو حج کے افعال ادا کرنے کے لئے جانا واجب نہیں ہے اور اس کو ہدی ذبح ہونے کے بعد احرام کھول دینا جائز ہے، پس جس صورت میں وہ حج اور ہدی دونوں کو نہ پا سکے اُس کو حج کے افعال ادا کرنا واجب نہیں ہے اور اس کیلئے (ہدی ذبح ہونے پر) احرام سے حلال ہونا بالاتفاق جائز ہے پس وہ صبر کرے (یعنی احرام میں رہے) یہانتک ہدی ذبح ہو جائے اس کے بعد وہ احرام کھول دے کیونکہ اس کا مقصود (حج) فوت ہو چکا ہے اس نے اس کا حج کی ادائیگی کے لئے جانا بے فائدہ ہے چونکہ اس کا احصار قائم ہے اس لئے اس کا حکم بھی قائم ہے اور جس صورت میں وہ ہدی کو پا سکتا ہے لیکن حج کو نہیں پا سکتا تب بھی وہ ہدی ذبح ہونے کے ساتھ احرام سے باہر ہو جائے گا کیونکہ وہ اصل (افعالِ حج) کے پانے سے عاجز ہے پس مذہب کی مشہور روایات کی بنا پر بالاتفاق اس کو آگے (مکہ مکرمہ کی طرف) جانا واجب نہیں ہے اسلئے کہ حج کو حاصل کئے بغیر صرف ہدی کے پالینے کا کوئی فائدہ نہیں ہے کیونکہ اس کا آگے جانا تو حج کو پانے کے لئے ہے پس جب وہ حج کو نہیں پا سکتا تو اس کے جانے کا کوئی فائدہ نہیں ہے اور اس کا ہدی پانے پر قادر ہونا یا نہ ہونا برابر ہے لیکن اگر وہ ان دونوں صورتوں (تیسری اور چوتھی صورت) میں (مکہ مکرمہ) چلا گیا تاکہ عمرہ کے افعال ادا کر کے احرام سے باہر ہو جائے تو جائز ہے کیونکہ وہ حج کو فوت کرنے والا ہے بلکہ ایسا کرنا افضل ہے اس لئے کہ احرام سے باہر ہونے کے لئے یہ اصل ہے اور اس میں اس کے لئے ایک فائدہ ہے اور وہ یہ ہے کہ عمرہ قضا کرنا اس سے ساقط ہو جائے گا یعنی اس پر عمرہ قضا کرنا واجب نہیں ہوگا اور آخری صورت میں یعنی جبکہ وہ حج کو پا سکتا ہے اور ہدی کو نہیں پا سکتا اس کے لئے (ہدی ذبح ہونے پر) احرام سے باہر ہونا جائز ہے اور استحساناً اس کو حج کی ادائیگی کیلئے جانا واجب نہیں ہے تاکہ اس کا مال ضائع نہ جائے کیونکہ اگر وہ ہدی ذبح ہونے پر حلال نہ ہو اور اس پر آگے جانا لازم کر دیا جائے تو اس کا مال مفت میں ضائع ہو جائے گا کیونکہ جس کے ہمراہ ہدی بھیجی گئی ہے وہ اس کو ذبح کر دے گا اور اس کا مقصد حاصل نہیں ہوگا اور شرعاً مال کی حرمت بھی جان کی حرمت کی مانند ہے پس جس طرح اپنی جان کے خوف کی صورت میں آگے جانا لازم نہیں ہے اسی طرح اپنا مال ضائع ہونے کی صورت میں بھی لازم نہیں ہے البتہ (اس کے لئے) افضل یہ ہے کہ حج کے لئے مکہ مکرمہ کی طرف روانہ ہو جائے (اگر نہ گیا تو کچھ مضائقہ نہیں) اور بدائع میں ہے کہ اگر وہ ہدی کو پانے پر قادر نہیں ہے تو وہ ایسا ہو گیا گویا کہ اس کا احصار ہدی ذبح ہونے کے ساتھ زائل ہوا ہے پس وہ اس (ہدی) کے ذبح ہونے پر احرام سے حلال ہو جائے اور اس لئے بھی کہ ہدی اپنے راستہ میں چلی گئی ہے (یعنی صحیح مصرف میں ذبح ہو گئی ہے) اس کی دلیل یہ ہے کہ جس شخص کے ہمراہ ہدی بھیجی گئی ہے ہدی ذبح ہونے کے بعد اس پر کوئی ضمان نہیں ہے پس وہ ایسا ہو گیا گویا کہ وہ اپنی ہدی ذبح ہونے کے بعد آگے جانے پر قادر ہوا ہے اھ، اور جب استحسان کی رو سے اس کو احرام سے باہر ہونا جائز ہو گیا تو اس کو اختیار ہے خواہ اسی جگہ یا کسی دوسری جگہ ہدی ذبح ہونے تک احرام کی حالت میں رہے اور ہدی کا ذبح ہونے کے بعد احرام کھول دے اور خواہ اس حج کو ادا کرنے کیلئے مکہ مکرمہ کی طرف روانہ ہو جائے، جو احرام باندھنے کی وجہ سے اس پر واجب ہو گیا ہے اور اب اس کا عذر زائل ہو چکا ہے اور یہی اس کے لئے افضل ہے کیونکہ جس کو اپنے اوپر لازم کیا تھا وہ اسی طرح پر ادا ہو جائے گا جس طرح پر لازم کیا تھا، اور قیاس کی رو سے اس کو حج کے لئے مکہ مکرمہ جانا واجب ہے اور اس کو احرام سے باہر ہونا جائز نہیں ہے اور یہ امام زفرؒ کا قول ہے اور امام ابو حنیفہؒ سے امام حسنؒ

کی روایت بھی یہی ہے (رحمہم اللہ) اور بالاتفاق یہی افضل ہے اس لئے کہ جب وہ بدل یعنی ہدی کے ساتھ مقصود حاصل ہونے سے پہلے اصل یعنی حج کے پانے پر قادر ہو گیا تو وہ افعالِ حج کی ادائیگی سے عاجز نہیں ہوا لہٰذا احصار کا عذر نہیں پایا گیا پس اس کو احرام سے حلال ہونا جائز نہیں ہے اور حج کے افعال ادا کرنے کے لئے جانا اس پر واجب ہے [1] اور یہ آخری یعنی پانچویں صورت صاحبین (امام ابویوسف و امام محمد رحمہما اللہ) کے قول پر احرام حج کے محصر کے حق میں متصور نہیں ہے کیونکہ ان کے نزدیک دم احصار کا قربانی کے دنوں میں ذبح ہونا متعین ہے پس جب اس نے حج کو پالیا تو وہ ہدی کو بھی ضرور پالے گا، اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے قول پر یہ صورت متصور ہے کیونکہ ان کے نزدیک دم احصار کا قربانی کے دنوں میں ذبح ہونا متعین نہیں ہے بلکہ ان دنوں سے پہلے بھی جائز ہے پس اس کے حق میں حج کا پانا اور ہدی کا نہ پانا متصور ہے اور امام شافعیؒ نے بھی یہی کہا ہے اور امام احمدؒ سے بھی ایک روایت میں یہی حکم ہے [2] صاحبِ ہدایہؒ نے ہدایہ میں اور نسفیؒ نے کافی میں اور شارح کنز وغیرہ نے اس کو ذکر کیا ہے اور جوہرہ میں صاحبین کے قول پر بھی اس کا متصور ہونا کہا ہے اور اس کی صورت یہ ہے کہ کوئی شخص وادی عرنہ میں محصر ہو گیا اور اس نے اپنی ہدی ذبح کرنے کے لئے قربانی کے دن طلوعِ فجر ہونے کا وقت متعین کیا پھر اس کا احصار طلوعِ فجر سے ذرا پہلے دور ہو گیا تو اس کے لئے حج کا پانا اور ہدی کا نہ پانا ممکن ہے کیونکہ ہدی کا ذبح کرنا منی میں واقع ہو گا اس لئے اس پر یہ صورت صادق آئے گی، پس اس مسئلہ کی صورت صاحبین کے قول پر بھی متصور ہو گی اگرچہ ہدی کا ذبح کرنا ایام قربانی کے ساتھ مخصوص ہو [3] اور احرام عمرہ کے محصر کے بارے میں یہ صورت بالاتفاق متصور ہے اس لئے کہ اس کا دم احصار بالاتفاق ایام قربانی کے ساتھ متعین نہیں [4]

(۲) اور اگر قارن کا احصار زائل ہو گیا لیکن اب نہ حج کو پا سکتا ہے نہ ہدی کو، تو اس کو مکہ مکرمہ کی طرف روانہ ہونا واجب نہیں ہے کیونکہ اس کا مقصود یعنی افعالِ حج کی ادائیگی اب اس کے لئے ممکن نہیں ہے بلکہ اس کو اختیار ہے خواہ ہدی کے ذبح ہونے تک احرام کی حالت میں رہے اور ہدی ذبح ہونے پر احرام کھول دے اور خواہ مکہ معظمہ روانہ ہو جائے تاکہ وہاں جا کر عمرہ کے افعال ادا کر کے احرام سے باہر ہو جائے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ اس کے لئے افضل ہے اور قارن محصر کے لئے ایسا کرنے میں ایک بڑا فائدہ ہے وہ یہ کہ اس پر قضا میں عمرہ ادا کرنا واجب نہیں ہو گا [5] (جیسا کہ صرف حج والے کے لئے اوپر بیان ہوا، مؤلف) پس اگر یہ کہا جائے کہ جب محصر قارن ہو تو اس پر وہ عمرہ تو واجب ہونا ہی چاہئے جو قران شروع کرنے کی وجہ سے اس پر واجب ہوا ہے کیونکہ وہ اس کے ادا کرنے پر قادر ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ اس طرح پر اس کو ادا کرنے سے قاصر ہے جس طرح پر اس کو اپنے اوپر لازم کیا ہے یعنی اس طرح ادا کرنے سے قاصر ہے کہ اس عمرہ کے ساتھ حج بھی مترتب ہو کیونکہ حج کے فوت ہونے سے اس عمرہ کا حج کے ساتھ مترتب ہونا یعنی قران بننا بھی فوت ہو گیا ہے [6]

(۳) عمرہ کے احرام کی حالت میں محصر کے بارے میں مذکورہ بالا پانچ صورتوں میں سے پہلی صورت تو حج کے محصر کی طرح متصور ہے ہی باقی چار صورتوں میں سے دوسری اور چوتھی صرف دو صورتیں متصور ہیں یعنی یا اس کو ہدی اور عمرہ دونوں مل سکیں گے یا وہ صرف عمرہ پائے گا ہدی نہیں پائے گا، پہلی اور تیسری صورت متصور نہیں ہے اس لئے کہ اس کے حق میں عمرہ کا نہ پانا متصور ہی نہیں ہے کیونکہ کسی مہینے کے

---

[1] بدائع و ہدایہ و غایۃ و فتح و لباب و شرحہ بحر و ش غنیہ ملتقطاً [2] لباب و شرحہ بدائع ملتقطاً [3] ارشاد و بحر و منحہ ملتقطاً [4] ہدایہ و عنایہ و شرح اللباب و بدائع [5] لباب و شرحہ۔

[6] فتح و شرح اللباب وغیرہ

تعین اور کسی دن کی قید کے بغیر تمام عمر عمرہ کرنے کا وقت ہے بخلاف حج کے کہ وہ ایک خاص زمانے کے ساتھ مخصوص ہے [1]
پس اگر اس کا احصار ہدی بھیجنے سے پہلے زائل ہو گیا یا ہدی بھیجنے کے بعد ایسے وقت زائل ہوا کہ وہ ہدی کو پا لینے پر قادر ہے تو ان دونوں صورتوں میں اس پر مکہ معظمہ کی طرف روانہ ہونا بالاجماع واجب ہے اور اگر وہ ہدی بھیجنے کے بعد اس کے پا لینے پر قادر نہیں ہے تو امام صاحب و صاحبین رحمہم اللہ کے نزدیک بالاتفاق مکہ معظمہ جانا اس پر واجب نہیں ہے [2]

(۴) اگر مامور محصر (حج بدل کرنے والے محصر شخص) نے دم احصار کی ہدی ذبح کرا دی پھر اس کا احصار زائل ہو گیا تو اس مامور پر کچھ ضمان (تاوان) نہیں ہے [3]

ایک احصار زائل ہونے کے بعد دوسرا احصار لاحق ہونا

(۱) اگر حج یا عمرہ کے محصر نے ہدی روانہ کر دی اس کے بعد اس کا وہ احصار دور ہو گیا لیکن دوسرا احصار پہلے یا کسی دوسرے محصِر کی طرف سے پیش آ گیا تو اگر محصَر یہ جانتا ہے کہ اگر وہ احصار پیش نہ آتا تو وہ اپنی ہدی کو زندہ پا سکتا تھا اور اس نے پہلی ہدی کے لئے یہ نیت کر لی کہ وہ دوسرے احصار کے لئے ہے تو جائز ہے (یعنی وہ دوسرے احصار کے لئے ہو جائے گی) اور وہ اس ہدی کے ذبح ہونے پر احرام سے حلال ہو جائے گا جبکہ اس کی شرطیں صحیح ہوں اور اگر اس نے اس میں دوسرے احصار کی نیت نہیں کی یہاں تک کہ وہ ہدی ذبح ہو گئی تو یہ (دوسرے احرام کے لئے) ہرگز جائز نہیں ہے (یعنی اب اس کے ذبح ہونے پر دوسرے احصار سے حلال ہونا جائز نہیں، اس پر دوسری ہدی بھیجنا واجب ہے)۔

(۲) اگر کسی شخص نے جزائے صید کے لئے ہدی بھیجی یا کسی شخص نے اونٹ یا گائے کے قلادہ ڈالا اور اس کو نفلی قربانی کے لئے قرار دیا پھر وہ روک دیا گیا اور ان دونوں صورتوں میں اس نے اس اونٹ یا گائے کو دمِ احصار کے لئے ہونے کی نیت کی تو جائز ہے اور اس پر جزائے صید کی ہدی اور نفلی قربانی کے لئے لازم کئے ہوئے بدنہ کی بجائے ایک بدنہ واجب ہوگا، امام ابو یوسفؒ کا اس میں خلاف ہے [4]
امام ابو یوسفؒ نے کہا کہ وہ بدنہ (اونٹ یا گائے) نفلی قربانی ہی سے کافی ہوگا اس لئے کہ وہ وقف کی مانند ہو گیا اور وہ ان کے نزدیک اس کی ملکیت سے نکل گیا پس اس کے لئے اس کو اس مقصد کے علاوہ کسی اور مصرف میں خرچ کرنا جائز نہیں ہے [5]

حج کے فوت ہو جانے کا بیان

(۱) اس بیان میں چار قسم کے احکام مذکور ہیں اول [1] یہ کہ حج کا احرام باندھنے کے بعد وقوفِ عرفہ اس کے وقت میں ادا نہ کرنے سے حج فوت ہو جاتا ہے ورنہ نہیں۔ دوم [2] یہ کہ جب کسی کا حج فوت ہو جائے تو اس کو عمرہ کے افعال ادا کر کے حج کے احرام سے باہر ہونا واجب ہے۔ سوم [3] یہ کہ اس پر اس حج کی قضا واجب ہے خواہ وہ فوت شدہ حج فرض ہو یا نذر کا (واجب) ہو یا نفلی حج ہو اور ان تینوں امور میں ائمہ کے درمیان کوئی اختلاف نہیں ہے اور ان تینوں امور کی دلیل اجماع ہے۔ چہارم [4] یہ کہ اس پر دم واجب نہیں ہوتا [6]
(۲) جس شخص نے حج کا احرام باندھنے کے بعد وقوفِ عرفہ اس کے وقت اور اس کی جگہ میں (یعنی نویں ذی الحجہ کے زوال کے بعد

---

[1] ش و لباب و شرحہ و غنیہ ملتقطاً و تصرفاً [2] لباب و شرحہ [3] لباب و شرحہ بحر و ش و غنیہ ملتقطاً [4] ایضاً تصرفاً [5] بحر [6] بحر بزیادہ عن البدائع۔

دس ذی الحجہ کی صبح صادق سے پہلے تک کسی وقت عرفات میں بالکل یعنی ایک لمحہ کے لئے بھی وقوف نہیں کیا تو اس کا حج فوت ہوگیا اور اگر نویں ذی الحجہ کے زوال کے بعد سے دسویں ذی الحجہ کی صبح صادق سے پہلے تک دن یا رات میں کسی وقت ایک لمحہ کے لئے بھی وقوف عرفات کرلیا تو اس نے حج کو پالیا اور اس کا حج فوت یا فاسد ہونے سے محفوظ ہوگیا اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جس شخص نے (دسویں ذی الحجہ کی) فجر طلوع ہونے سے پہلے عرفہ (کا وقوف) پالیا تو بلاشبہ اس نے حج پالیا۔ اس کو طبرانی نے سند حسن کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے [1]

(۳) اگر وقوفِ عرفہ اس کے وقت میں نہ کرسکنے کی وجہ سے کسی شخص کا حج فوت ہوجائے تو اس شخص سے حج کے باقی افعال ساقط ہوجائیں گے اور اس پر واجب ہے کہ اسی احرام سے افعالِ عمرہ کی مثل افعال ادا کرکے اس حج کے احرام سے حلال ہوجائے خواہ وہ فوت شدہ حج صحیح ہو یا فاسد اور فرض ہو یا نذر (واجب) یا نفل ہو اور عذر سے حج فوت ہوا ہو یا بلاعذر سب کے لئے یہ حکم یکساں ہے لیکن بلاعذر فوت ہونے کی صورت میں وہ شخص گنہگار ہوگا۔ پس وہ شخص جس کا حج فوت ہوا ہے اگر مفرد حج کے احرام میں تھا تو طواف و سعی کرے پھر سر کے بال منڈائے یا کتروائے (اس طرح وہ حج کے احرام سے باہر یعنی حلال ہوجائے گا) اور جب وہ افعالِ عمرہ کا طواف شروع کرتے وقت حجرِ اسود کو پہلا استلام کرے تو تلبیہ کہنا بند کردے کیونکہ وہ افعال کے اعتبار سے عمرہ ادا کررہا ہے اور اس پر آئندہ سال صرف حج کی قضا واجب ہے اور عمرہ قضا کرنا اس پر واجب نہیں ہے اور اس پر دم بھی واجب نہیں ہے البتہ دم ادا کرنا مستحب ہے جیسا کہ فتح القدیر اور تبیین میں مذکور ہے اور امام حسن بن زیاد رحمہ اللہ نے کہا کہ اس پر دم واجب ہے اور یہی قول امام شافعی و امام مالک رحمہما اللہ کا بھی ہے اور جس کا حج فوت ہوجائے اس پر طوافِ صدر بھی بالاتفاق واجب نہیں ہے [2]

(۴) اگر وہ شخص جس کا حج فوت ہوا قارن تھا اور وہ اپنے عمرہ کا طواف حج فوت ہونے سے پہلے کرچکا تھا تو وہ مفرد کی مانند ہے کیونکہ وہ عمرہ کا رکن (طواف) ادا کرلینے سے اس کی ذمہ داری سے بری ہوچکا ہے (پس وہ حج کے اسی احرام کے ساتھ عمرہ کے افعال طواف و سعی بجالائے اور حلق یا قصر کراکر حج کے احرام سے حلال ہوجائے (مؤلف) اور اگر اُس نے حج فوت ہونے سے پہلے (قران کے) عمرہ کا طواف نہیں کیا تو وہ قران کا عمرہ ادا کرے کیونکہ عمرہ فوت نہیں ہوتا پھر حج فوت ہونے کی وجہ سے دوسرا عمرہ (حج کے احرام سے باہر ہونے کے لئے) کرے پس وہ شخص پہلے قران کے عمرہ کا طواف اور سعی کرے اس کے بعد دوسرا طواف اور سعی حج فوت ہونے کی وجہ سے احرام سے باہر آنے کے لئے کرے اور حلق یا قصر کراکر حلال ہوجائے اور اس سے دم قران ساقط ہوجائے گا کیونکہ یہ دم دو عبادتوں کو جمع کرنے کے شکرانے کے لئے ہوتا ہے اور دو عبادتوں کا جمع کرنا پایا نہیں گیا اور حج فوت ہوجانے والا قارن تلبیہ کہنا اس وقت موقوف کرے جب وہ دوسرے عمرے کا طواف شروع کرتے وقت حجرِ اسود کے سامنے استلام کے لئے کھڑا ہو (کیونکہ اس کا پہلا عمرہ قران کا تھا اور دوسرا عمرہ فوت شدہ حج کے احرام سے باہر ہونے کے لئے واجب ہے اس لئے اس سے پہلے عمرہ کے استلام پر تلبیہ بند نہیں کیا جائے گا اور دوسرا عمرہ جو کہ احرام سے باہر ہونے کے لئے ہے اس کے استلام کے وقت تلبیہ بند کرنا ہوگا) اور اس (قارن) پر صرف حج کی قضا واجب ہوگی اور قضا میں عمرہ

[1] لباب و شرحہ ملخصاً [2] لباب و شرحہ و بدائع و بحر و فتح وغیرہ ملتقطاً

واجب نہیں ہوگا کیونکہ وہ قران کا عمرہ اس کے احرام کی حالت میں ادا کر چکا ہے اور اگر وہ شخص جس کا حج فوت ہوا متمتع تھا تو اس کا تمتع (حج فوت ہو جانے سے) باطل ہو جائے گا کیونکہ تمتع کے لئے شرط ہے کہ عمرہ اور حج دونوں ایک ہی سال کے ایامِ حج میں واقع ہوں' اور اس سے دمِ تمتع ساقط ہو جائے گا اور اگر وہ متمتع دمِ تمتع کے لئے ہدی اپنے ساتھ لایا ہو تو حج فوت ہونے کے بعد اس کو اختیار ہے کہ اس ہدی کو جس طرح چاہے کام میں لائے کیونکہ دمِ تمتع اس وقت واجب ہوتا ہے جبکہ عمرہ اور حج کو جمع کرے اور حج فوت ہو جانے کی وجہ سے یہ جمع کرنا نہیں پایا گیا بخلاف اس ہدی کے جس کو وہ نفل کے طور پر اپنے ساتھ لایا ہو (کہ اس کا حرم میں ذبح کرنا واجب ہے مؤلف) اور حج فوت ہو جانے والا متمتع بھی حج کے احرام سے حلال ہونے کے لئے اسی طرح کرے جس طرح قارن کے لئے اوپر بیان ہو چکا ہے (یعنی افعالِ عمرہ ادا کر کے احرام سے باہر ہو جائے) اور اس پر صرف حج کی قضا واجب ہے کیونکہ وہ اپنے عمرہ سے فارغ ہو چکا ہے یعنی ہدی ساتھ نہ لانے کی صورت میں تو بالکلیہ فارغ ہو چکا ہے اور ہدی ساتھ لانے کی صورت میں بھی فی الجملہ فارغ ہو چکا ہے [1]

(۵) اور یہ جو ہم نے کہا ہے کہ "حج فوت ہو جانے والا شخص افعالِ عمرہ کی مثل افعال ادا کر کے حج کے احرام سے باہر ہو جائے" یہ اس لئے ہے کہ اس کے یہ افعال حقیقت میں عمرہ کے افعال نہیں ہیں بلکہ یہ عمرہ کے افعال کی مثل ہیں جو کہ حج کے احرام کے ساتھ ادا کئے جاتے ہیں اس لئے کہ امام ابو حنیفہ و امام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک اس کا اصل احرام باقی ہے اور وہ اس احرام سے افعالِ عمرہ ادا کر کے حلال ہوتا ہے پس یہ ظاہری لحاظ سے عمرہ کے افعال ہیں جو کہ حج کے احرام کے ساتھ ادا کئے جاتے ہیں اور اس کا حج کا احرام عمرہ کے احرام میں تبدیل نہیں ہوتا اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ نے کہا کہ یہ حقیقۃً عمرہ کے افعال ہیں اور اس کا حج کا احرام عمرہ کے احرام میں تبدیل ہو جاتا ہے اور اس اختلاف کا فائدہ اس صورت میں ظاہر ہوتا ہے جبکہ کسی شخص کا حج فوت ہو گیا پھر اس نے پہلے احرام سے فارغ ہونے سے پہلے دوسرے حج کا احرام باندھ لیا اور پہلے حج کے علاوہ دوسرے حج کی نیت کی تو امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک اس پر دوسرے حج کو ترک کرنا واجب ہے تاکہ وہ دو حج کے احرام کو جمع کرنے والا نہ ہو جائے کیونکہ اس کے پہلے حج کا احرام ابھی باقی ہے اور وہ عمرہ کے افعال طواف و سعی کر کے اور حلق یا قصر کرا کے پہلے حج کے احرام سے حلال ہو جائے اور امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک اس پر ترکِ احرام کی وجہ سے دم اور دو حج اور ایک عمرہ واجب ہوگا (اور اگر وہ عمرہ کے افعال ادا کر کے احرام سے باہر نہ ہوا تو اس پر دو عمرے اور دو حج واجب ہوں گے جیسا کہ دو حج جمع کرنے کے بیان میں مذکور ہے تفصیل وہاں ملاحظہ فرمائیں، مؤلف) اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک وہ دوسرے حج کے افعال ادا کرے کیونکہ وہ عمرہ کے احرام کی حالت میں ہے اور اس نے اس احرام کے ساتھ حج کا احرام ملایا ہے، اور امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک اس کا دوسرے حج کا احرام صحیح (یعنی منعقد) نہیں ہوگا [2] اور جوہرہ میں ہے کہ اس اختلاف سے ایک نتیجہ یہ بھی نکلتا ہے کہ امام ابو یوسفؒ کے نزدیک اس عمرہ کے ادا کرنے سے اس شخص کے ذمے وہ عمرہ ساقط ہو جاتا ہے جو اس کے لئے عمر بھر میں ایک دفعہ کرنا لازم ہے اور امام ابو حنیفہ و امام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک ساقط نہیں ہوتا [3] اور اگر حج فوت ہو جانے والے شخص نے اس فوت شدہ حج کے احرام سے فارغ ہونے سے قبل دوسرے حج کا احرام باندھ لیا اور اس سے اس فوت شدہ حج کی قضا کی نیت کی تو یہ بعینہٖ پہلا ہی حج ہوگا پس یہ دوسرا حج پہلے حج کی قضا نہیں بلکہ وہی پہلا حج ہی ہے اور اس

[1] لباب و شرحہ و بدائع و بحر و غنیہ ملتقطاً [2] لباب و شرحہ و غنیہ و فتح ملتقطاً و تصرفاً [3] غنیہ عن الکبیر و مثلہ فی ارشاد الساری عن الشیخ عبداللہ العفیف رحمہ اللہ

دوسری نیت سے اس احرام کے سوا جس میں وہ ابھی تک باقی ہے اور کچھ لازم نہیں ہوگا وہ دوسرے احرام کے ساتھ محرم نہیں ہوگا اور اس کی دوسرے حج کی نیت لغو ہے جو معتبر نہیں ہے پس وہ اُسی طرح سے عمرہ کے افعال طواف اور سعی کر کے حلال ہوجائے جس طرح کہ اگر وہ دوسرا احرام نہ باندھتا اور پہلے احرام سے عمرہ کے افعال کے ساتھ حلال ہوتا اور اس پر پہلے یعنی فوت شدہ حج ہی کی قضا واجب ہے اس کے سوا اور کچھ نہیں، اور اگر حج فوت کرنے والے شخص نے دوسرا احرام عمرہ کا باندھا تو وہ بالاتفاق اس کو ترک کردے کیونکہ وہ امام ابو یوسف کے قول کے مطابق احرام کے لحاظ سے دو عمروں کو جمع کرنے والا ہوگا اور امام ابو حنیفہ و امام محمد رحمہما اللہ کے قول کے مطابق افعال کے لحاظ سے دو عمروں کو جمع کرنے والا ہوگا اور اس پر بالاتفاق اس عمرہ کی قضا اور (ترکِ احرام کی وجہ سے) دم اور اس فوت شدہ حج کی قضا بھی واجب ہوگی[1]

(۶) حج صحیح ہو یا فاسد اور حجِ فاسد شروع ہی سے فاسد ہو یا بعد میں فاسد ہوا ہو سب کے فوت ہوجانے کا حکم یکساں ہے پس اگر کسی شخص نے حج کا احرام باندھا پھر وقوفِ عرفہ سے پہلے جماع کر کے اس حج کو فاسد کردیا پھر اس کا حج فوت ہوگیا تو اس پر دمِ جماع (یعنی دمِ افسادِ حج) واجب ہے (اس کو خوب سمجھ لیں) اور وہ افعالِ عمرہ ادا کر کے حج کے احرام سے حلال ہوجائے اس لئے کہ حج فاسد صحیح کے طور پر معتبر ہے اور اسی طرح اگر حج فاسد منعقد ہوا یعنی اس نے جماع کی حالت میں ہی احرام باندھا تو وہ بھی صحیح کے ساتھ ملحق ہے اور اس میں اصل یہ ہے کہ جب احرام لازمی طور پر منعقد ہوگیا تو حج یا عمرہ میں سے ایک چیز ادا کر کے ہی احرام سے باہر ہوسکتا ہے[2]

(۷) اور اگر حج فوت ہوجانے والے شخص نے اس عمرہ کا طواف کرنے سے پہلے جماع کرلیا جس کے افعال طواف و سعی کر کے اس کو حج کے احرام سے باہر ہونا ہے تو اس پر بالاتفاق اس عمرہ کی قضا واجب نہیں ہے جس کے افعال ادا کر کے وہ احرامِ حج سے باہر ہورہا ہے کیونکہ اس کے یہ افعال حقیقت میں عمرہ کے افعال نہیں ہیں بلکہ ظاہر کے اعتبار سے ہیں جیسا کہ اوپر بیان ہوچکا ہے[3] اور یہ مسئلہ امام ابو حنیفہ و محمد رحمہما اللہ کے قول کی تائید کرتا ہے اس لئے کہ اگر یہ حقیقت میں عمرہ ہوتا تو اس پر اس کی قضا واجب ہوتی[4]

(۸) اور اگر حج فوت ہوجانے والا شخص عمرہ کے افعال ادا کر کے حج کے احرام سے باہر نہیں ہوا اور آئندہ سال تک اسی احرام میں رہا پھر اُسی احرام سے حج کیا تو اس کا حج صحیح نہیں ہے یعنی بالاتفاق وہ اس کے اس حج کی بجائے کافی نہیں ہوگا[5] اور یہ مسئلہ امام ابو یوسفؒ کے قول کی تائید کرتا ہے اس لئے کہ اگر اس کا اصل احرام باقی رہتا تو یہ حج اس کے قضا حج کی بجائے کافی ہوتا اور (طرفین کے قول کے مطابق) اس کا جواب یہ ہے کہ اس پر عمرہ کے افعال ادا کر کے احرامِ حج سے باہر ہونا متعین ہوچکا ہے پس یہ تعین سال گذر جانے کی وجہ سے باطل نہیں ہوگا[6]

(۹) اگر کسی شخص نے دو حج کا احرام باندھا پھر اس کا وقوفِ عرفہ فوت ہوگیا تو وہ فوت شدہ حج کے لئے ایک عمرہ کے افعال ادا کر کے احرام سے باہر ہوجائے اور دوسرے حج کا احرام ترک کردے اور اس پر دمِ رفض اور دو حج اور متروکہ حج کی وجہ سے ایک عمرہ کی قضا واجب ہے (جیسا کہ اوپر بیان ہوا)[7] اور یہ مسئلہ اور اس قسم کے دوسرے مسئلے دو حج کو جمع کرنے کے بیان میں تفصیل کے ساتھ مذکور ہیں وہاں بھی دیکھ لیا جائے، مؤلف)

---

[1] لباب و شرحہ و فتح و بحر و غنیہ ملتقطاً [2] بحر و غنیہ تمامہ فیہما [3] لباب و شرحہ و غنیہ و فتح ملتقطاً و تصرفاً [4] غنیہ [5] لباب و شرحہ و فتح و غنیہ ملتقطاً [6] غنیہ

[7] لباب و شرحہ و فتح و غنیہ ملتقطاً۔

(۱۰) جس شخص کا حج فوت ہو گیا ہو اگر اُس نے آئندہ سال اس فوت شدہ حج کو قضا کرنے کے لئے حج کا احرام باندھا پھر اُس حج کو جماع کے ساتھ فاسد کر دیا تو اس پر صرف ایک ہی حج کی قضا واجب ہو گی اس کے علاوہ اور کچھ واجب نہیں ہو گا [۱]

(۱۱) اگر کوئی شخص حج کا احرام باندھ کر آیا اور اس نے طواف قدوم و سعی کیا پھر وقوفِ عرفہ کے فوت ہو جانے کی وجہ سے اس کا حج فوت ہو گیا تو اس پر واجب ہے کہ (نئے سرے سے) عمرہ کے افعال یعنی اس کا طوافِ فرض اور اس کے بعد دوسری سعی ادا کر کے حج کے احرام سے حلال ہو جائے اور اس کا پہلے کیا ہوا طوافِ تحیت یعنی طوافِ قدوم اور اس کے بعد کی ہوئی پہلی سعی اس احرام سے باہر ہونے کے لئے کافی نہیں ہے اور اگر وہ شخص قارن ہو اور باقی مسئلہ اسی طرح ہو جیسا کہ اوپر بیان ہوا تو اس پر قران کے عمرہ کی قضا واجب نہیں ہے کیونکہ وہ اس کو ادا کر چکا ہے [۲]

(۱۲) اگر قارن کا حج فوت ہو گیا پھر اس نے جماع کر لیا اور اس نے حج فوت ہونے کے بعد (اور جماع سے پہلے) نہ قران کے عمرہ کا طواف کیا تھا اور نہ ہی حج کے احرام سے حلال ہونے کے عمرہ کا طواف کیا تھا تو اس پر واجب ہے کہ اسی احرام کے ساتھ یہ دونوں عمرے ادا کرے اور جماع کی وجہ سے دو دم واجب ہوں گے اور قران کے عمرہ کی قضا واجب ہو گی اس لئے کہ اس نے اس عمرہ کو فاسد کر دیا ہے اور اس پر اس عمرہ کی قضا واجب نہیں ہے جس کے افعال ادا کر کے وہ حج کے احرام سے حلال ہوا ہے [۳] اس لئے کہ وہ حقیقت میں عمرہ نہیں ہے [۴]

(۱۳) وقوفِ عرفہ ادا ہو جانے کے بعد حج فوت نہیں ہوتا اگرچہ وہ شخص طوافِ زیارت ادا کرنے سے پہلے مر جائے کیونکہ طوافِ زیارت کا تدارک بدنہ یعنی ایک سالم اونٹ یا گائے ذبح کرنے سے ہو سکتا ہے [۵]

(۱۴) اور حج فوت ہو جانے والا شخص محصر نہیں ہوتا اور وہ ہدی کے (حدودِ حرم میں) بھیج دینے سے احرام سے باہر نہیں ہو سکتا بلکہ اس پر واجب ہے کہ عمرہ کے افعال ادا کر کے احرام سے باہر ہو جائے [۶] پس جس شخص کا حج فوت ہو گیا ہو وہ اس حج کے احرام سے باہر ہونے کے لئے جب تک عمرہ کے افعال ادا نہیں کرے گا احرام سے باہر نہیں ہو گا خواہ برسوں گذر جائیں [۷] لیکن اگر وہ کسی عذر یا مرض کی وجہ سے افعالِ عمرہ ادا کرنے سے رُک گیا ہو تو اُس کو مُحصَر ہونا چاہئے [۸]

(۱۵) عمرہ بالاجماع فوت نہیں ہوتا اس لئے کہ اس کے لئے کوئی وقت معین نہیں ہے [۹]

(فائدہ) اپنے احرام کے افعال ادا کرنے سے پہلے احرام سے باہر ہونے والا مُحرم یا مُحصَر ہوتا ہے یا حج فوت کرنے والا ہوتا ہے یا ان دونوں کے علاوہ ہوتا ہے پس محصر فی الحال حدودِ حرم میں دم ذبح کرا کے احرام سے باہر ہو جاتا ہے اور حج فوت کرنے والا شخص عمرہ کے افعال ادا کر کے حج کے احرام سے باہر ہو جاتا ہے اور ان دونوں کے علاوہ یعنی تیسری قسم کا مُحرم فی الحال کسی چیز (یعنی دمِ احصار یا افعالِ عمرہ) کے ادا کئے بغیر احرام سے باہر ہو سکتا ہے اور یہ ہر وہ محرم ہے جو کسی بندے کے حق کے لئے احرام کے افعال ادا کرنے سے روک دیا گیا ہو جیسا کہ کسی عورت اور غلام نے اپنے خاوند و آقا کی اجازت کے بغیر احرام باندھا ہو اور خاوند و آقا کے حق کے لئے ان دونوں کو

[۱] لباب و شرحہ و غنیہ [۲] لباب و شرحہ و فتح و غنیہ [۳] لباب و شرحہ و غنیہ [۴] غنیہ [۵] غنیہ [۶] لباب و شرحہ و غنیہ [۷] زبدہ مع عمدہ بتصرف [۸] غنیہ عن الکبیر [۹] لباب و شرحہ و غنیہ۔

افعالِ حج سے روک دیا گیا ہو تو وہ فی الحال کسی چیز کے بغیر (یعنی ہدی ذبح کرائے اور افعالِ عمرہ ادا کئے بغیر) ان کا احرام کھلوا سکتے ہیں اس کے بعد عورت پر واجب ہے کہ ایک ہدی حدودِ حرم میں ذبح کے لئے بھیجے اور غلام پر واجب ہے کہ جب وہ آزاد ہو جائے تو احصار کی ہدی حدودِ حرم میں ذبح کے لئے بھیجے اور ان دونوں پر ایک حج اور ایک عمرہ کی قضا واجب ہوگی[1] (تفصیل احصار و فوتِ حج کے بیان میں مذکور ہے، مؤلف)

حج اور عمرہ کے فاسد ہو جانے کا بیان

حج و عمرہ کو فاسد کرنے والی چیز اور اس کی شرائط

جس چیز سے احرام فاسد ہو جاتا ہے اس سے حج و عمرہ بھی فاسد ہو جاتا ہے اور وہ جماع ہے لیکن یہ اس وقت مفسد ہے جبکہ فاسد کرنے کی شرائط پائی جائیں، جماع سے حج و عمرہ کے فاسد ہونے کے لئے پانچ شرطیں ہیں :- شرطِ اوّل یہ کہ جماع پیشاب یا پاخانے کے مقام میں کیا جائے، پس اگر ان دو مقام کے علاوہ کسی اور جگہ ران وغیرہ میں جماع کیا یا شہوت کے ساتھ مس یا معانقہ کیا یا شہوت کے ساتھ بوسہ لیا یا شہوت کے ساتھ مباشرت کی یعنی صرف جسم سے جسم ملایا اگرچہ مباشرتِ فاحشہ ہی کی ہو یعنی مرد نے اپنے عضوِ مخصوص کو عورت کی فرج سے بغیر کسی حائل کے مس کیا ہو تو اس کا حج و عمرہ بالا جماع فاسد نہیں ہوگا اگرچہ انزال بھی ہو جائے پس انزال نہ ہونے کی صورت میں تو بدرجۂ اولیٰ فاسد نہیں ہوگا کیونکہ یہ جماع سے پوری طرح متمتع ہونا نہیں ہے اس لئے کہ اس کو حقیقۃً یعنی صورۃً و معنیً معاً جماع نہیں کہتے لیکن اس پر کفارہ یعنی جزائے جنایت واجب ہوگی جس کی تفصیل جنایات کے بیان میں مذکور ہے خواہ انزال ہوا ہو یا نہ ہوا ہو کیونکہ جماع سے جو فائدہ حاصل کرنا مقصود ہے وہ پایا گیا اس لئے کہ یہ معنیً جماع ہے اور جماع سے حج فاسد ہونے میں مرد و عورت دونوں کے لئے یکساں حکم ہے کیونکہ اس حقیقت میں جو فسادِ حج کا موجب ہے دونوں برابر ہیں اور اس حکم میں قصداً جماع کرنے والا اور غلطی سے کرنے والا اور یاد ہوتے ہوئے یا بھول کر جماع کرنے والا ہمارے اصحاب کے نزدیک برابر ہے اور اس حکم میں رضامندی اور نارضامندی بھی برابر ہے اگرچہ عورت سے زبردستی جماع کیا ہو اور اس حکم میں احرام کی حالت والی عورت کا جاگتے ہوئے ہونا یا سوتے ہوئے ہونا دونوں برابر ہیں، یعنی دونوں حالتوں میں جماع کرنے سے اس عورت کا حج فاسد ہو جائے گا خواہ اس محرمہ عورت سے جماع کرنے والا مرد احرام کی حالت میں ہو یا احرام کے بغیر ہو اور یہ حکم جماع کرنے والے عاقل و مجنون بالغ و نابالغ کے لئے یکساں ہے بشرطیکہ وہ عورت جس سے جماع کیا گیا احرام کی حالت میں ہو اور عاقلہ و بالغہ ہو لہٰذا اس کا حج فاسد ہو جائے گا پس قریب البلوغ نابالغ سے جماع متحقق ہو جاتا ہے اور دونوں کے حج و عمرہ کو فاسد کر دیتا ہے اور یہ جو فتح القدیر میں مذکور ہے کہ نابالغ کا حج اس کے جماع کرنے سے فاسد نہیں ہوگا اس کو علامہ ابن نجیم رحمہ اللہ نے اپنی کتاب بحر الرائق میں ضعیف کہا ہے اور رد المحتار میں بھی اسی طرح مذکور ہے لیکن ان دونوں (مجنون و نابالغ) پر جزا یعنی دم واجب نہیں ہوگا اور اس کی قضا بھی واجب نہیں ہے اور بعض نے کہا کہ مجنون پر کفارہ (جزا) واجب ہوگا اور اسی طرح ان دونوں پر اس احرام کے ساتھ بقیہ افعالِ حج یا عمرہ ادا کرنا بھی واجب نہیں ہے کیونکہ ان دونوں حالتوں (جنون و عدمِ بلوغ) میں وہ مکلف نہیں ہیں

---

[1] فتح قبیل باب الفوات۔

لیکن استحباباً ان کو بقیہ افعال ادا کرنے کا امر کیا جائے گا پس جماع سے حج کے فاسد ہونے میں قصداً اور بھولے سے اور رضامندی سے اور زبردستی سے اور جاگتے ہوئے اور سوتے ہوئے جماع کرنے والا برابر ہے خواہ حج کا احرام ہو یا عمرہ کا اور وہ حج فرض ہو یا نفل مرد و عورت آزاد و غلام سب کے لئے یکساں حکم ہے اور اگر عورت کے مقام مخصوص کی طرف دیکھا یا جماع کا خیال کیا یا احتلام ہوا اور ان صورتوں میں اس کو انزال ہو گیا تو اس کا حج و عمرہ فاسد نہیں ہوگا اور اس پر کوئی جزا واجب نہیں ہوگی، ان سب کی تفصیل جنایات میں بیان ہو چکی ہے ——— شرطِ دوم یہ کہ جماع انسان کے ساتھ واقع ہوا ہو خواہ وہ انسان جس سے جماع کیا جائے حلال یعنی بغیر احرام کے ہو یا احرام کی حالت میں ہو، پس چوپایہ کے ساتھ وطی کرنے سے اس کا حج و عمرہ فاسد نہیں ہوتا اگرچہ اس شخص کو انزال بھی ہو جائے لیکن انزال ہونے کی صورت میں اس پر دم واجب ہوگا جیسا کہ جنایات کے بیان میں مذکور ہے اور ظاہر یہ ہے کہ مردہ اور اتنی چھوٹی لڑکی جس سے وطی نہیں کی جا سکتی اس حکم سے مستثنیٰ ہیں ——— شرطِ سوم یہ کہ جماع میں مرد و عورت دونوں کے مقام مخصوص اس طرح مل جائیں کہ مرد کا سرِ ذکر اندر داخل ہو جائے پس اگر ایسا نہ ہو تو حج و عمرہ فاسد نہیں ہوگا کیونکہ اس صورت میں وہ جماع نہیں ہوگا ——— شرطِ چہارم یہ کہ جماع کرتے وقت دونوں کے مقام مخصوص کے درمیان دونوں میں سے کسی ایک کی جانب سے کوئی ایسی چیز حائل نہ ہو جو حرارت کی مانع ہو پس اگر مرد نے اپنے عضوِ مخصوص پر کپڑا لپیٹ کر دخول کیا تو اگر وہ کپڑا عورت کی فرج کی حرارت کو اس کے عضو مخصوص تک پہنچنے نہیں دیتا تو حج فاسد نہیں ہوگا ورنہ فاسد ہو جائے گا ——— شرطِ پنجم یہ کہ جماع وقوفِ عرفہ سے پہلے واقع ہو پس اگر وقوفِ عرفہ متحقق ہونے کے بعد جماع کیا اگرچہ وقوفِ عرفہ ایک لمحہ کیلئے ہی ہوا ہو تو اس کا حج فاسد نہیں ہوگا، یہ حکم حج کے بارے میں ہے اور عمرہ کے بارے میں یہ حکم ہے کہ طوافِ عمرہ کا اکثر حصہ ادا ہونے سے پہلے جماع کیا تو اس کا عمرہ فاسد ہو جائے گا کیونکہ عمرہ کا طواف اس کا رکن ہے پس اگر طوافِ عمرہ کا اکثر حصہ ادا کر لیا اس کے بعد جماع کیا تو اس کا عمرہ فاسد نہیں ہوگا، اور اگر کسی شخص نے جماع کرنے کی حالت میں ہی احرام باندھ لیا تو اس کا حج (و عمرہ) فاسد ہو جائیگا یعنی اس کا احرام صحیح (منعقد) ہو جائے گا اور اس کا حج فاسد ہو جائے گا اور اس کو اسی احرام سے اس کے افعال ادا کرنا واجب ہوگا، بعض نے کہا کہ یہ فساد کا حکم اس وقت ہے جبکہ اسی وقت عضو کو باہر نہ نکال لے اور اگر اسی وقت عضو کو باہر نکال لیا تو اس کا حج فاسد نہیں ہوگا۔[1]

حج فاسد ہونے کے احکام

حج فاسد ہو جانے کے متعلق احکام یہ ہیں (۱) ہمارے فقہا کے نزدیک اس پر بکری واجب ہوتی ہے پس اگر کسی نے وقوفِ عرفہ سے پہلے جماع کیا تو اس کا حج فاسد ہو جائے گا اور اس پر ایک بکری ذبح کرنا واجب ہوگا، اور اگر کسی شخص نے وقوفِ عرفہ سے پہلے جماع کیا اس کے بعد پھر دوبارہ جماع کیا پس اگر وہ دونوں جماع ایک ہی مجلس میں واقع ہوئے تو اس پر استحساناً ایک ہی دم واجب ہوگا اور قیاس یہ ہے کہ اس پر ہر جماع کے لئے علیحدہ علیحدہ دم واجب ہوگا اس لئے کہ جب جنایت مکرر سرزد ہوگی تو جزا بھی مکرر واجب ہوگی لیکن فقہا نے استحسان کو اختیار کیا ہے اور صرف ایک ہی دم واجب کیا ہے اور اگر دونوں جماع دو مختلف مجلسوں میں واقع ہوئے تو امام ابو حنیفہ و امام ابو یوسف رحمہما اللہ کے قول میں اس پر دو دم واجب

---

[1] بدائع ولباب وشرحہ وارشاد ملتقطاً وزیادۃ۔

ہوں گے اور امام محمد رحمہ اللہ نے کہا کہ اس پر ایک ہی دم واجب ہوگا لیکن اگر اس نے پہلے جماع کا کفارہ ادا کر دیا تو (امام محمدؒ کے نزدیک بھی) دوسرے جماع کے لئے دوسرا دم واجب ہوگا جیسا کہ ماہِ رمضان المبارک کا روزہ توڑ دینے کے کفارہ میں حکم ہے اور اس پر دوسرے جماع کی وجہ سے بھی ایک بکری ہی واجب ہوگی اس لئے کہ پہلے جماع سے ایک بکری واجب ہوتی ہے پس دوسرے جماع سے بدرجہ اولیٰ ایک بکری ہی واجب ہوگی (اس کی تفصیل جنایات کے بیان میں گذر چکی ہے وہاں ملاحظہ فرمائیں، مؤلف)

(۲) اسی احرام کے ساتھ فاسد حج کے بقیہ افعال ادا کرے پس وہ تمام چیزیں ادا کرے جو صحیح حج میں ادا کی جاتی ہیں اور ان تمام چیزوں سے اجتناب کرے جن سے صحیح حج میں اجتناب کیا جاتا ہے۔

(۳) اس پر اس حج کی قضا واجب ہوگی اور کوئی عمرہ واجب نہیں ہوگا کیونکہ وہ حج کو فوت کرنے والا نہیں ہے یہی وجہ ہے کہ اس سے حج کے افعال ساقط نہیں ہوتے، یہ احکام جو اوپر بیان ہوئے اس شخص کے متعلق ہیں جو مفرد حج کر رہا ہو لیکن اگر وہ قارن ہو اور قران کے احرام کی حالت میں جماع کرے تو اگر اس نے وقوفِ عرفہ و طوافِ عمرہ کل یا اکثر حصہ ادا کرنے سے پہلے جماع کیا تو اس کا عمرہ اور حج دونوں فاسد ہو جائیں گے اور اس شخص پر دو دم واجب ہوں گے یعنی ان دونوں میں سے ہر ایک کی وجہ سے ایک ایک بکری ذبح کرنا واجب ہوگا اور اس پر اسی احرام کے ساتھ دونوں کے افعال ادا کرنا اور فاسد ہونے کی حالت ہی میں دونوں کو پورا کرنا واجب ہوگا پھر ان دونوں کو قضا کرنا بھی واجب ہوگا اور اس سے دمِ قران ساقط ہو جائے گا، اس شخص کا عمرہ تو اس لئے فاسد ہوگا کہ جماع طوافِ عمرہ سے قبل واقع ہوا اور یہ عمرہ کو فاسد کر دیتا ہے جیسا کہ مفرد عمرہ کے احرام کی حالت میں طواف سے قبل جماع کرنے سے عمرہ فاسد ہو جاتا ہے اور اس کا حج اس لئے فاسد ہوا کہ جماع وقوفِ عرفہ سے پہلے واقع ہوا اور یہ حج کو فاسد کر دیتا ہے جیسا کہ مفرد حج کے احرام کی حالت میں وقوفِ عرفہ سے قبل جماع کرنے سے حج فاسد ہو جاتا ہے اور دو دم اس لئے واجب ہوں گے کہ قارن ہمارے (فقہا کے) نزدیک دو احرام کے ساتھ محرم ہوتا ہے تو جماع کی جنایت دو احراموں پر واقع ہوتی ہے پس یہ دو عبادتوں میں نقص کا موجب ہوتی ہے اس لئے دو کفارے واجب ہوں گے اور ان دونوں کے بقیہ افعال کو ادا کرنا اس لئے واجب ہے کہ احرام کا وجوب ایک ایسا عقد ہے جو لازم ہو جاتا ہے اور ان دونوں کے افعال ادا کئے بغیر اس سے حلال ہونا یعنی احرام سے باہر ہونا جائز نہیں ہے جیسا کہ مفرد حج یا عمرہ کے احرام کا حکم ہے اور ان دونوں کی قضا ان دونوں کو فاسد کر دینے کی وجہ سے ہے پس عمرہ کی جگہ عمرہ قضا کرے گا اور حج کی جگہ حج قضا کرے گا، اور اس سے دمِ قران اس لئے ساقط ہو جائے گا کہ اس نے ان دونوں کو فاسد کر دیا ہے اور اصل یہ ہے کہ قارن جب اپنا حج و عمرہ دونوں کو یا دونوں میں سے کسی ایک کو فاسد کر دے تو اس سے دمِ قران ساقط ہو جاتا ہے، اور اگر قارن نے عمرہ کا پورا طواف یا اس کا اکثر حصہ یعنی چار یا زیادہ چکر کرنے کے بعد جماع کیا یا طوافِ عمرہ اور سعی کے بعد وقوفِ عرفہ سے پہلے جماع کیا تو اس کا صرف حج فاسد ہوگا اور اس کا عمرہ فاسد نہیں ہوگا، اس کا حج تو اس لئے فاسد ہوگا کہ وقوفِ عرفہ سے پہلے جماع کر لیا جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے اور عمرہ اس لئے فاسد نہیں ہوگا کہ جماع عمرہ کا رکن ادا کرنے کے بعد واقع ہوا اور اس صورت میں عمرہ فاسد نہیں ہوتا جیسا کہ مفرد عمرہ میں حکم ہے کہ فاسد نہیں ہوتا اور اس پر دو دم واجب ہوں گے ایک دم تو جماع کے ساتھ حج فاسد ہو جانے کی وجہ سے واجب ہوگا

اور دوسرا دم احرام عمرہ کی حالت میں جماع کرنے کی وجہ سے واجب ہوگا کیونکہ ابھی تک عمرہ کا احرام باقی ہے اور اس پر ان دونوں کے بقیہ افعال ادا کرنا اور ان دونوں کو پورا کرنا واجب ہے اس تعلیل کی وجہ سے جو اوپر بیان ہو چکی ہے، اور اس پر صرف حج کی قضا واجب ہوگی عمرہ کی قضا واجب نہیں ہوگی اور اس سے دم قران ساقط ہوجائے گا کیونکہ وہ ان دونوں میں سے ایک یعنی حج کو فاسد کرچکا ہے، اور اگر طوافِ عمرہ و وقوفِ عرفہ کے بعد جماع کیا تو اس کا حج و عمرہ فاسد نہیں ہوگا اور اس پر ان دونوں کا پورا کرنا واجب ہوگا اور اس پر ایک بدنہ (اونٹ یا گائے) وقوفِ عرفہ کے بعد جماع کی وجہ سے اور ایک بکری عمرہ کے احرام کی حالت میں جماع کی وجہ سے واجب ہوگی کیونکہ اس کا عمرہ کا احرام باقی ہے اور عمرہ کے احرام کی حالت میں جماع کرنے سے بکری واجب ہوتی ہے اور اس صورت میں اس سے دم قران ساقط نہیں ہوگا کیونکہ اس کا حج و عمرہ یا دونوں میں سے کوئی ایک بھی فاسد نہیں ہوا، اگر قارن نے دوبارہ جماع کیا تو اس کی تفصیل وہی ہے جو مفرد کے لئے بیان ہو چکی ہے، پس اگر پہلی دفعہ سر کے بال منڈانے یا کترانے کے بعد طوافِ زیارت سے پہلے جماع کیا تو اس پر ایک بدنہ (اونٹ یا گائے) اور ایک بکری واجب ہوگی، کیونکہ قارن دونوں احرام سے ایک ساتھ حلال ہوتا ہے اور اس صورت میں وہ عورت کے حق میں حلال نہیں ہوا ہے (یعنی ابھی وہ پوری طرح احرام سے باہر نہیں ہوا ہے، مؤلف) اور اگر اس نے طوافِ زیارت کل یا اکثر حصہ ادا کرنے کے بعد جماع کیا تو اس پر کچھ واجب نہیں ہے کیونکہ وہ عورت کے حق میں حلال ہوگیا ہے اور وہ احرام سے پوری طرح باہر ہوگیا ہے لیکن اگر طوافِ زیارت حلق کرانے سے پہلے کیا تو دونوں کا احرام باقی رہنے کی وجہ سے اس پر دو بکریاں واجب ہوں گی اور اگر حج تمتع کرنے والے شخص نے جماع کیا تو اس کا حکم مفرد حج اور مفرد عمرہ کرنے والے کی مانند ہے کیونکہ وہ پہلے عمرہ کا احرام باندھتا ہے اور عمرہ کے افعال سے فارغ ہوکر احرام کھولنے کے بعد حج کے موقع پر حج کا احرام باندھتا ہے [1] (ان سب امور کی تفصیل جنایات کے بیان میں مذکور ہے، مؤلف)

عمرہ فاسد ہونے کے احکام

جب عمرہ فاسد ہوجائے تو ایسی حالت میں اس کے افعال ادا کرکے اس کے احرام سے باہر ہوجائے اور پھر اس فاسد عمرہ کو قضا کرے اور ہمارے فقہا کے نزدیک فسادِ عمرہ کی وجہ سے ایک بکری ذبح کرے [2] (فسادِ حج و عمرہ کے بعض مسائل جنایاتِ حج میں اور فسادِ عمرہ کی تفصیل عمرہ کے بیان میں ملاحظہ فرمائیں۔ مؤلف)

حج و عمرہ کی قضا واجب ہونے کے اسباب

حج کی قضا واجب ہونے کے چار سبب ہیں: —— (۱) حج یعنی وقوفِ عرفہ کا فوت ہوجانا —— (۲) احصار یعنی وقوفِ عرفہ سے روک دیا جانا کہ یہ بھی حج فوت ہوجانے کے حکم میں ہی ہے —— (۳) جماع سے حج کو فاسد کردینا اگرچہ اس پر حج کے باقی افعال کا ادا کرنا واجب ہوتا ہے —— (۴) ایک حج کے احرام پر دوسرے حج کا احرام باندھنے کے بعد اس دوسرے حج کے احرام کو ترک کردینا پس اس پر دوسرے حج کی قضا بالاتفاق واجب ہوگی، منسک الکبیر میں یہ زیادہ مذکور ہے کہ کسی آدمی کا اپنی بیوی یا باندی یا غلام کا احرام حج باندھنے کے بعد کھلوا دینا بھی حج کی قضا کے اسباب میں سے ہے اور آفاقی کا مکہ مکرمہ میں احرام کے بغیر داخل ہونا بھی اسی حکم میں ہے کہ اس پر ایک حج

[1] بدائع ملخصاً و زیادۃ [2] بدائع من باب العمرۃ۔

یا عمرہ قضا کرنا واجب ہوگا، عمرہ کی قضا واجب ہونے کے بھی یہی اسباب ہیں سوائے عمرہ فوت ہونے کے کیونکہ عمرہ کا فوت ہونا متصور نہیں ہے اس لئے کہ تمام عمر اس کا وقت ہے جس شخص پر حج فرض ہوا اور وہ ادا کئے بغیر فوت ہوجائے تو اگر اس نے مرتے وقت وصیت کی کہ اس کی طرف سے حج کرا دیا جائے اور حج بدل کی شرائط کے ساتھ اس کی طرف سے حج ادا کر دیا گیا تو بالاجماع اس کے ذمہ سے فرض حج ادا ہو جائے گا، اور اگر اس نے مطلقاً وصیت نہیں کی یا غیر صحیح وصیت کی تو وہ حج ترک کرنے کی وجہ سے گنہگار ہوگا اور وصیت نہ ہونے کے باعث اگر اس کی طرف سے کسی دوسرے شخص نے حج نہ کیا تو حج اس کے ذمہ باقی رہے گا اور اگر اس کے وارثوں نے اس کے متروکہ مال جو اُن کے حصہ میں آیا ہے یا اپنے مال سے یا وارثوں کے علاوہ کسی اور شخص نے اپنے مال سے اس کی طرف سے حج کرا دیا تو انشاء اللہ تعالیٰ یہ حج اس کی طرف سے کافی ہو جائے گا [1] (جیسا کہ حج بدل کے بیان میں مذکور ہے، مؤلف)

چند مسائل طواف (۱) علامہ ابن حجر مکیؒ نے کہا ہے کہ بعض علماء نے اس بات پر فتویٰ دیا ہے کہ صبح کی نماز کے بعد طلوع آفتاب تک بیٹھے اور ذکر کرتے رہنے اور پھر دو رکعت نماز پڑھنے سے طواف کرنا افضل ہے لیکن بعض علماء کے نزدیک یہ محلِ نظر ہے بلکہ درست یہ ہے کہ پہلی بات افضل ہے کیونکہ یہ صحیح احادیث سے ثابت ہے اور ایسا کرنے والے کیلئے کامل حج و عمرہ کا ثواب ہے جبکہ صحیح احادیث میں طواف کے بارے میں اس کی مثل یا اس کے قریب وارد نہیں ہوا ہے۔ [2]

(۲) ملا علی قاریؒ نے کہا ہے کہ طواف کے بعد جب نماز کا مکروہ وقت ہوتا ہے تو بعض لوگ مقام ابراہیم یا بیت اللہ شریف کے سامنے وقوف کرتے اور دعا مانگتے ہیں، احادیث یا فقہائے ائمہ اربعہ کی کسی روایت میں اس کی کوئی اصل نہیں ہے۔ صاحب حیات القلوب کے نزدیک ظاہر یہ ہے کہ یہ بدعتِ مباحہ ہے [3]

(۳) قاضی القضاۃ عزالدین ابن جماعۃ نے کہا ہے کہ نماز کی طرح طواف میں بھی آدمیوں کی جتنی کثرت ہوگی اسوقت طواف کرنا اتنا ہی افضل ہوگا لیکن اگر لوگوں اور آوازوں کی کثرت خشوع میں مخل ہو تو تنہائی میں طواف کرنا افضل ہے۔ لیکن نووی نے منسک متوسط میں تنہائی میں طواف کرنے کو افضل لکھا ہے۔ سعی کا بھی یہی حکم ہے [4]

ہدی کے احکام

ہدی کی تعریف (۱) ہدی تمتع یا قران یا احصار یا جزائے صید یا کسی اور جنایت کے کفارہ کی ہوتی ہے اس لئے اس بیان کو ان سب کے آخر میں لکھا جاتا ہے [5]

(۲) ہدی اس جانور کو کہتے ہیں جس کو حاجی ہدیہ کے طور پر اپنے ساتھ لیجاتا ہے یا کسی حاجی کے ساتھ روانہ کرتا ہے تاکہ وہ حرم میں ذبح کرے اور وہاں اس کا گوشت صدقہ کرکے حق تعالیٰ کی رضامندی اور ثواب حاصل کرے پس حق تعالیٰ کی رضامندی اور ثواب کا تعلق حرم کی تعظیم کے لئے اس کو ذبح کرنے سے ہے اور اس کا گوشت صدقہ کرنا اس کے بعد میں تبعاً ہے، اس سے معلوم ہوا کہ اگر حرم میں ذبح کرنے کے بعد وہ ہدی چوری ہو جائے تو اس کے لئے کافی ہے اور اگر اس کو زندہ صدقہ کر دے تو اس کیلئے کافی نہیں ہے [6]

[1] لباب وشرحہ ملخصاً [2] حیات [3] حیات ۲۳۶ [4] حیات ۱۳۵ [5] فتح شرح غنیہ وش۔ [6] حیات

جو ہدی کا جانور یا کوئی اور چیز حرم مکہ کے علاوہ کسی اور جگہ ہدیہ کے طور پر بھیجی جائے یا ہدی کے جانور کے علاوہ کوئی اور چیز حرم مکہ میں بھیجی جائے قسموں اور نذروں کے بارے میں فقہا کے قول میں اس پر ہدی کا اطلاق مجاز کے طور پر ہوتا ہے [۱]۔ پس فقہا کا یہ قول کہ اگر کسی نے یہ کہا اگر میں ایسا کروں تو میرا یہ کپڑا ہدی ہے اور یہ قول کہ اگر میں تیرا کاتا ہوا لباس پہنوں تو وہ ہدی ہے تو یہ مجازاً صدقہ ہے [۲]۔ اور حرم میں ہدی ذبح کئے جانے کی شرط سے معلوم ہوا کہ جو ہدی کا جانور حدود حرم میں کسی شخص کے لئے ہدیہ کے طور پر بھیجا جائے وہ بھی ہدی کے حکم سے مستثنیٰ ہے اور اس سے یہ افادہ ہوا کہ ہدی کے لئے نیت کا ہونا ضروری ہے اگرچہ نیت دلالۃً پائی جائے [۳]۔ بحرالرائق میں ہے کہ ہدی کا جانور صریحاً یا دلالۃً ہدی بنانے سے ہدی ہوتا ہے اور دلالۃً یہ ہے کہ یا اس کے بھیجنے میں ہدی کی نیت کرے یا اونٹ یا گائے کو مکہ مکرمہ کی طرف ہانک کر لیجائے تب بھی وہ استحساناً ہدی ہے اگرچہ اس نے ہدی کی نیت نہ کی ہو کیونکہ اس صورت میں ہدی کی نیت عرفاً ثابت ہے کیونکہ اونٹ یا گائے کو مکہ مکرمہ کی طرف ہانک کر لے جانا ہدی کے لئے ہی ہوتا ہے سواری اور تجارت کے لئے نہیں ہوتا، یہ محیط میں ہے اور ہانک کر لے جانے سے مراد پٹہ ڈال کر ہانکنا ہے نہ کہ محض ہانکنا اھ [۴]

(۳) ہدی دو قسم کی ہوتی ہے ایک ہدیٔ شکر (دمِ شکر) ہے اور یہ تمتع یا قران کی ہدی اور نفلی ہدی ہے، جو شخص حج یا عمرہ کے لئے مکہ مکرمہ کا قصد کرے تو اس کے لئے مستحب ہے کہ ہدی کا جانور ساتھ لیجائے، دوسری ہدیٔ جبر (دمِ جبر) ہے وہ شکرانہ کی تینوں ہدیوں کے علاوہ وہ تمام دم ہیں جو کہ واجب ہیں [۵]

ہدی کے جانور

(۱) جن جانوروں کی قربانی جائز ہے وہ جانور ہدی کے لئے بھی جائز ہیں [۶] ——— (۲) حج و عمرہ میں جو دم واجب ہوتا ہے وہ تین جنس کے جانوروں میں سے ہونا چاہئے یعنی اونٹ گائے اور بکری تین قسم کے جانور ہیں [۷] اور ان میں جو بڑا ہے وہ افضل ہے [۸] پس ہمارے فقہا کے نزدیک سب سے افضل اونٹ پھر گائے پھر بکری ہے [۹] ——— (۳) ہر جنس میں اس کی نوع اور نر و مادہ اور خصی و غیر خصی داخل ہے کیونکہ جنس کا اطلاق ان سب پر ہوتا ہے [۱۰] اور بھیڑ بکری کی نوع ہے اور بھینس گائے کی نوع ہے [۱۱] ———

(۴) ان تینوں قسم کے جانوروں میں ادنیٰ بکری ہے اور اعلیٰ بدنہ یعنی اونٹ یا گائے ہے [۱۲] اور لفظ بدنہ اونٹ اور گائے کے لئے مخصوص ہے [۱۳] پس ہمارے فقہا کے نزدیک ہدی (و قربانی) کے بیان میں گائے اونٹ کے حکم میں ہے بخلاف امام شافعی رحمہ اللہ کے کہ اُن کے نزدیک بدنہ اونٹ کے لئے مخصوص ہے لیکن جزور کا لفظ بالاتفاق اونٹ کیلئے مخصوص ہے [۱۴] اور بدنہ یعنی اونٹ یا گائے کا ساتواں حصہ ایک بکری کے حکم میں ہے [۱۵] ——— (۵) اگر ایک بکری سالم اور گائے کا ساتواں حصہ قیمت اور مقدار گوشت میں برابر ہوں تو بکری افضل ہے کیونکہ بکری کا گوشت عمدہ ہوتا ہے اور اگر گائے کا ساتواں حصہ مقدار گوشت میں

[۱] ش و بحر ملتقطاً [۲] غنیہ [۳] ش [۴] بحر و ش و غنیہ [۵] لباب و غنیہ [۶] کنز وغیرہ [۷] ہدایہ و ع [۸] شرح اللباب و غنیہ [۹] فتح و ع [۱۰] ع [۱۱] ع و ش [۱۲] لباب و شرحہ [۱۳] ع [۱۴] لباب و شرحہ [۱۵] شرح اللباب و ش۔

ایک بکری سے زیادہ ہو تو گائے کا ساتواں حصہ افضل ہے اور اس میں اصل یہ ہے کہ جب دونوں قیمت و مقدارِ گوشت میں برابر ہوں تو دونوں میں جس کا گوشت عمدہ ہے وہ افضل ہے اور اگر وہ مقدار گوشت و قیمت میں مختلف ہوں تو دونوں میں سے جو فاضل ہے وہ اولیٰ ہے [1] (خواہ گوشت کی مقدار سے فاضل ہو یا گوشت کی عمدگی کے اعتبار سے ہو، مؤلف) ——— (۶) اور اسی طرح اگر ایک موٹی تازی اور جسیم سالم بکری اور ایک سالم گائے قیمت اور مقدار گوشت میں برابر ہوں یا بکری کی قیمت گائے کی قیمت سے زیادہ ہو تو بکری گائے سے افضل ہے کیونکہ بکری کا گوشت گائے کے گوشت سے عمدہ ہوتا ہے اور اس لئے بھی کہ گائے کے بارے میں اختلاف ہے بعض علما نے کہا کہ اس کا ساتواں حصہ فرض کی جگہ واقع ہوگا اور باقی نفلی ہوگا اور شیخ امام ابوبکر محمد بن الفضل نے کہا کہ بدنہ افضل ہے کیونکہ اس میں بکری کی بہ نسبت زیادہ گوشت ہوتا ہے اور عامۃ العلما کے نزدیک وہ پورا بدنہ واجب کی جگہ واقع ہوگا اور اسی پر فتویٰ ہے اور یہ جو بعض علما نے کہا کہ اس کا ساتواں حصہ فرض اور باقی نفلی واقع ہوگا تو امام ابوبکر محمد بن فضل رحمہ اللہ نے اس کا جواب یہ دیا ہے کہ ایسا نہیں ہے بلکہ جب ایک ہی شخص کی طرف سے پورے اونٹ یا سالم گائے کو ذبح کیا گیا تو وہ سالم فرض کی جگہ واقع ہوگا اور اس کو نماز کی قراءت کے ساتھ تشبیہ دی ہے کہ اگر نماز میں صرف اسی قدر قرأت پر اقتصار کیا جس سے نماز ہو جاتی ہے (یعنی تین آیتیں) تو جائز ہے لیکن اگر اس سے زیادہ قرأت کی تو وہ سب فرض کی جگہ واقع ہوگی [2] ——— (۷) اگر گائے اور بیل قیمت اور مقدار گوشت میں برابر ہوں تو گائے بہ نسبت بیل کے افضل ہے کیونکہ گائے کا گوشت عمدہ ہوتا ہے اور ایک گائے چھ بکریوں سے افضل ہے جبکہ دونوں قیمت و گوشت میں برابر ہوں اور سات بکریاں ایک گائے سے افضل ہیں [3] ———

(۸) اگر بھیڑ اور بکری کے نر و مادہ اوصاف کاملہ (قیمت و مقدار گوشت) میں برابر ہوں تو نر افضل ہے [4] اور یہ حکم اس وقت ہے جبکہ نر خصی ہو [5] پس اگر نر خصی نہ ہو تو وہ افضل نہیں ہوگا [6] اور مادہ اگر قیمت یا گوشت میں زیادہ ہو تو وہی افضل ہے [7] ——— (۹) خصی، غیر خصی سے افضل ہے کیونکہ اس کا گوشت زیادہ عمدہ ہوتا ہے [8] (اور یہ حکم اس وقت ہے جبکہ دونوں قیمت و مقدار گوشت میں برابر ہوں، مؤلف) اور جو غیر خصی بیس درہم کا ہو وہ پندرہ درہم کے خصی سے افضل ہے اور اگر دونوں قیمت میں برابر ہوں مگر غیر خصی کا گوشت زیادہ ہو تو غیر خصی افضل ہے [9] ——— (۱۰) اگر نر مینڈھا یا دنبہ اور مؤنث مینڈھا یا دُنبی دونوں قیمت اور گوشت میں برابر ہوں تو نر مینڈھا یا دُنبہ افضل ہے اور اگر مؤنث مینڈھا یا دنبی قیمت یا گوشت میں زیادہ ہو تو وہی افضل ہے [10] (جیسا کہ بھیڑ اور بکری کے بارے میں اوپر بیان ہوا، مؤلف) ——— (۱۱) بھیڑ و دنبہ (نر و مادہ) ایک سال کا اس چھ ماہ والے سے افضل ہے جو دیکھنے والوں کو ایک سال والے کے برابر معلوم ہوتا ہو [11] ——— (۱۲) بکری نر و مادہ میں وہ نر (بکرا) افضل ہے جو بڑے سینگوں والا اور سفید ہو، اس میں کچھ بال کالے ہوں اور خصی ہو، صحیح حدیثوں سے ثابت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے ہی دو بکرے قربانی

[1] ع حاشیہ اردو وش من الاضحیہ [2] ش وخانیہ وع وغنیہ ملتقطاً [3] خانیہ وع وغنیہ [4] لباب شرحہ وش وخانیہ [5] خانیہ وش وغنیہ [6] ش [7] مستفاد عن اصول المذکورہ [8] ع [9] خانیہ وع وغنیہ [10] ع وش وغنیہ ملتقطاً [11] خانیہ وغنیہ وغیرہما۔

میں ذبح فرمائے تھے [1] اور مستحب یہ ہے کہ ہدی و قربانی کا جانور موٹا تازہ بہت عمدہ اور جسیم ہو [2]۔

ہدی کی مقدارِ واجب

(۱) حج کے بیان میں جس جگہ دم واجب ہونا مذکور ہے ان سب مواقع میں ایک بکری ذبح کرنا کافی ہے سوائے چار موقعوں کے کہ ان میں بدنہ یعنی سالم اونٹ یا سالم گائے واجب ہوتی ہے۔ اول جبکہ حج کے احرام کی حالت میں وقوف عرفہ کے بعد جماع کیا ہو۔ دوم جبکہ جنابت یا حیض یا نفاس کی حالت میں طواف زیارت کیا ہو۔ سوم جبکہ وقوف عرفہ کرنے کے بعد طواف زیارت سے پہلے فوت ہو گیا ہو اور اس نے حج کی تکمیل کی وصیت کی ہو تو طوافِ زیارت کے لئے ایک بدنہ ذبح کرنا واجب ہوگا اور اس کا حج جائز ہو جائے گا۔ چہارم احرام کی حالت میں یا صدودِ حرم میں شترمرغ کو قتل کرنے کی جزا میں امام محمدؒ کے نزدیک بدنہ واجب ہوتا ہے، عمرہ کے احرام میں کسی صورت میں بھی بدنہ واجب نہیں ہوتا [3]۔ (یہ جنایات کے بیان میں بھی مذکور ہے، مؤلف)

(۲) ایک بھیڑ بکری یا دنبہ صرف ایک آدمی کی طرف سے جائز ہے اگرچہ وہ اتنی بڑی اور موٹی ہو کہ ایسی دو بکریوں کے برابر ہو جن میں سے ہر ایک کی قربانی ہو سکتی ہو اور ایک اونٹ یا ایک گائے سات آدمیوں یا اس سے کم آدمیوں کی طرف سے جائز ہے جبکہ ان سب کی نیت قربت (ثواب) کی ہو خواہ قربت مختلف قسم کی ہو یا ایک ہی قسم کی ہو، اور ایک اونٹ یا گائے سات آدمیوں سے زیادہ کی طرف سے جائز نہیں ہے اور یہ عامۃ العلما کا قول ہے [4]۔ پس سات کی تعداد مقرر کرنے سے یہ مراد ہے کہ سات سے زیادہ آدمیوں کی طرف سے جائز نہیں ہے اور سات سے کم ہونے کی صورت میں قربانی جائز ہے [5] اور اگر کسی حصہ دار نے گوشت حاصل کرنے کی نیت کی تو ان سب کی قربانی جائز نہیں ہوگی اور ان میں سے کسی کی قربانی ادا نہیں ہوگی [6]۔ (ہدی میں شرکت کے مسائل الگ عنوان سے درج کئے جاتے ہیں، مؤلف)

ہدی میں شریک کرنا

(۱) بکری میں شرکت جائز نہیں ہے اس لئے کہ ایک بکری صرف ایک ہی آدمی کی طرف سے جائز ہے اگرچہ وہ بہت جسیم ہو جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا ہے [7]۔ ہدی کے اونٹ یا گائے میں قربانی کی طرح شریک ہونا جائز ہے بشرطیکہ تمام حصہ داروں کی نیت قربت (ثواب) کی ہو اگرچہ قربت دم تمتع، حصار، جزائے صید وغیرہ مختلف جنس کی ہو اور اگر سب ایک ہی جنس کی قربت کی نیت سے شریک ہوں تو زیادہ اچھا ہے [8]۔

(۲) پس اگر کسی شخص نے مثلاً دم تمتع کے لئے بدنہ اس نیت سے خریدا کہ وہ اس میں دوسرے چھ حصہ داروں کو شریک کریگا یا اس بدنہ کو ہدی کی نیت کے بغیر خریدا پھر اس میں چھ اور آدمیوں کو شریک کر لیا اور ان سب نے ہدی کی نیت کی یا خریدتے وقت وہ سب مل کر ہدی کی نیت سے خریدیں یا وہ سب مل کر ایک شخص کو ہدی خریدنے کا امر کریں اور وہ ان سب کی طرف سے خریدے تو جائز ہے بلکہ آخری دو صورتیں یعنی سب کا مل کر خریدنا یا ایک شخص کو امر کرنا اور اس کا سب کی طرف سے خریدنا افضل ہے تاکہ ابتدا ہی سے شرکت ثابت ہو جائے لیکن اگر کسی شخص نے کسی دوسرے شخص کی شرکت کی نیت کے بغیر صرف اپنی ہدی کے لئے بدنہ خریدا

---

[1] ہدایہ و فتح و ع و غنیہ وغیرہا [2] ع [3] لباب و شرحہ و بحر و ہدایہ و در و ش و منحہ و غنیہ وغیرہا تصرفاً [4] ع و خانیہ و بدائع و ملتقط [5] ع [6] خانیہ [7] ع وغیرہ

[8] فتح و بحر و ملتقط۔

ثواب اس کے لئے اس میں کسی کو شریک کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ اب وہ پورا اونٹ یا گائے اپنی طرف سے ذبح کرنا اس پر واجب ہو گیا ہے ایک حصہ شرعاً واجب ہوا ہے اور باقی حصے اس نے خود اپنے اوپر واجب کر لئے ہیں اور اب اس کو اس میں سے کسی حصہ کو فروخت کرنا جائز نہیں ہے پس اگر اس نے اس میں کسی کو شریک کیا تو اس پر اس کے حصہ کی رقم صدقہ کرنا واجب ہو گا [۱] خلاصہ یہ ہے کہ اس مسئلہ کی چھ صورتیں ہیں اول صرف اپنی ہدی کی نیت سے بدنہ خریدنا۔ دوم کسی نیت کے بغیر بدنہ خریدنا پھر اس کو اپنی ہدی کے لئے مخصوص کر لینا۔ سوم کسی نیت کے بغیر بدنہ خریدنا اور بعد میں بھی اس کو اپنی ہدی کے لئے مخصوص نہ کرنا چہارم شرکت کی نیت سے بدنہ خریدنا پنجم دوسرے چھ آدمیوں کے ساتھ مل کر بدنہ خریدنا۔ ششم ساتوں حصہ داروں کا کسی ایک آدمی کو امر کرنا اور اس کا ان سب کی طرف سے بدنہ خریدنا، ان میں سے پہلی دو صورتوں میں شرکت جائز نہیں ہے باقی چار صورتوں میں شرکت جائز ہے [۲]

(۳) سب حصہ داروں کی طرف سے قربت کی نیت کا ہونا شرط ہے خواہ وہ قربت واجبہ ہو یا نفلی ہو یا بعض کی قربت واجبہ ہو اور بعض کی نفلی ہو اور خواہ سب کی قربت ایک ہی قسم کی ہو یا مختلف قسم کی ہو مثلاً کسی کی نیت قربانی کی ہو، اور کسی کی جزاء صید کی ہو اور کسی کی ہدی احصار کی ہو اور کسی کی کفارۂ جنایت کی نیت ہو اور کسی کی نفلی ہدی کی اور کسی کی تمتع یا قران کی ہدی ہو کیونکہ سب کی طرف سے قربت (ثواب) کی نیت ہونا مقصود ہے اور یہ ہمارے تینوں اماموں کا قول ہے عقیقہ اور شادی کے ولیمہ کے حصہ کی نیت سے اس میں شامل ہونا بھی جائز ہے لیکن سب کا ایک ہی قسم کی قربت کی نیت سے شریک ہونا زیادہ پسندیدہ ہے [۳]

(۴) اگر ہر شریک نابالغ ہو یا کسی کافر یا نصرانی وغیرہ کو شریک بنایا تو ان سب کی قربانی و ہدی جائز نہیں ہو گی، اگر کوئی مسلمان فقط گوشت حاصل کرنے کی نیت سے شریک ہوا تب بھی ہمارے فقہا کے نزدیک ان سب کی ہدی جائز نہیں ہو گی اسی طرح اگر کوئی حصہ دار غلام ہے اور اس کی نیت ہدی یا قربانی کی ہے تب بھی سب کی ہدی و قربانی جائز نہیں ہو گی اس لئے کہ غلام اس قربت کا اہل نہیں ہے پس اس کی نیت باطل ہو گی اور اس کا حصہ فقط گوشت حاصل کرنے کی نیت کے حکم میں ہو گا اور سب کی ہدی کے جواز کا مانع ہو گا اگر کوئی شخص اپنے چھوٹے بچے کی طرف سے حصہ شامل کرے تو جائز ہے [۴]

(۵) اگر کوئی شریک فوت ہو جائے اور اس کے وارث جو کہ بالغ ہوں اس بات پر راضی ہو جائیں کہ میت کا حصہ اس کی طرف سے ان کے ساتھ ذبح کیا جائے تو ان سب کی طرف سے جائز ہے یعنی اُن سب کی قربانی استحساناً درست ہے کیونکہ مقصود اس کی طرف سے صدقہ کرنا ہے [۵] اور موت میت کی طرف سے تقرب کو منع نہیں کرتی کیونکہ میت کی طرف سے صدقہ کرنا اور حج بدل کرنا وغیرہ جائز ہے [۶] اور اگر انھوں نے وارثوں کی اجازت کے بغیر اس بدنہ کو ذبح کیا تو ان سب کی طرف سے جائز نہیں ہے کیونکہ جب اس کا بعض حصہ قربت واقع نہیں ہو گا تو پورا بدنہ بھی قربت واقع نہیں ہو گا کیونکہ اس کی تجزی نہیں ہو سکتی [۷]

(۶) بدنہ میں شرکت اس شرط پر جائز ہے کہ کسی کا حصہ ساتویں حصے سے کم نہ ہو [۸] پس اگر کسی اونٹ یا گائے میں آٹھ آدمی شریک ہوئے تو جائز نہیں ہے کیونکہ ان میں سے ہر ایک کا حصہ ساتویں حصے سے کم ہو گا [۹] اور اسی طرح اگر شریک لوگ آٹھ سے کم ہوں

[۱] بحر و فتح ملتقطاً [۲] ش و غنیہ و تمام فیہما [۳] ع و ش [۴] ش ملخصاً [۵] فتح و بحر و ش و غنیہ ملتقطاً [۶] ش ملخصاً [۷] در و ش و غنیہ [۸] ش [۹] غنیہ و ع

لیکن کسی شریک کا حصہ ساتویں حصہ سے کم ہو مثلاً ایک شخص مرگیا اور اس نے ایک بیوی ایک بیٹا اور ایک گائے چھوڑی پھر وارثوں نے بقرعید کے روز گائے کی قربانی کردی تو جائز نہ ہوگی کیونکہ اس میں عورت کا حصہ ساتویں حصہ سے کم ہے پس اس کے حصہ کی قربانی جائز نہ ہوئی اور جب اس کے حصہ کی جائز نہ ہوئی تو بیٹے کے حصے کی بھی جائز نہ ہوئی، اگر ایک اونٹ یا گائے میں دو آدمی شریک ہوئے تو شیوخ کا اس میں اختلاف ہے اور اصح و مختار قول کی بنا پر یہ قربانی جائز ہوگی کیونکہ نصف حصہ اس کے ۱/۷ حصے کے تابع ہوگا پس وہ گوشت محض نہ ہوگا [1]

(۷) قربانی کے دن جو حصہ دار بھی اس بدنہ کو ذبح یا نحر کردے گا وہ سب کی طرف سے جائز ہوگا [2]

ہدی کے جانور کی عمر

(۱) ہدی کے لئے اونٹ پانچ سال سے اوپر کا ہونا چاہئے یعنی جس کو پانچ سال پورے ہوکر چھٹا سال شروع ہوچکا ہو — (۲) گائے اور بھینس دو سال سے اوپر کی ہونی چاہئے یعنی جس کو دو سال پورے ہوکر تیسرا سال شروع ہوچکا ہو — (۳) بکری ایک سال سے اوپر کی ہونی چاہئے یعنی جس کو ایک سال پورا ہوکر دوسرا سال شروع ہوچکا ہو — (۴) ان تینوں جنس میں سے اس سے کم عمر کا جانور جائز نہیں ہے لیکن بھیڑ نر و مادہ اور دنبہ نر و مادہ (یعنی اُون والا جانور) اگر پورے چھ ماہ کا ہوکر ساتویں ماہ میں لگ چکا ہو اور اتنا موٹا تازہ اور جسیم ہو کہ اگر اس کو سال بھر والوں میں چھوڑ دیا جائے تو دیکھنے والوں کو اس میں اور سال بھر والوں میں فرق معلوم نہ ہو تو جائز ہے لیکن اگر اتنا موٹا تازہ اور جسیم نہ ہو تو جب تک بکری کی طرح پورے ایک سال کا ہوکر دوسرے سال میں نہ لگ جائے جائز نہیں ہے [3] اور یہ جو ہم نے ہر جنس کی عمر کا بیان کیا ہے اس سے مراد یہ ہے کہ اس سے کم عمر کا جانور قربانی کرنا جائز نہیں ہے اور اگر زیادہ عمر کا ہو تو قربانی ہوسکتا ہے حتیٰ کہ اگر اس عمر سے ذرا بھی کم ہوگا تو اس کی قربانی جائز نہ ہوگی اور اگر اس سے کچھ زیادہ عمر کا جانور ذبح کیا تو جائز بلکہ افضل ہے [4]

ہدی کا عیوب سے سالم ہونا

(۱) جن جانوروں کی قربانی جائز ہے اُنھی کی ہدی جائز ہے [5]

(۲) ہدی کی صفت یہ ہے کہ وہ بہت زیادہ نمایاں عیب سے صحیح و سالم ہو [6] اور مشائخ میں سے کسی نے عیوب کے بارے میں ایک قاعدۂ کلیہ ذکر فرمایا ہے کہ اگر وہ عیب ایسا ہو جو اس کی منفعت یا اس کے جمال کو پوری طرح زائل کردے تو وہ قربانی کا مانع ہوتا ہے اور جو ایسا نہ ہو وہ مانع نہیں ہوتا، پھر جو عیب کہ قربانی سے مانع ہے وہ مالدار (صاحب نصاب) کے حق میں ہر حال میں یکساں ہے خواہ وہ قربانی کے جانور کو ایسا ہی عیب دار خریدے یا خریدنے کے وقت تو صحیح و سالم خریدے اس کے بعد وہ اس عیب کے ساتھ عیب دار ہوجائے کہ یہ کسی حال میں جائز نہیں ہے اور فقیر (جو صاحب نصاب نہ ہو) کے حق میں ہر حال میں جائز ہے [7]

(۳) جو جانور واضح طور پر اندھا ہو یا کانا ہو یعنی اس کی ایک آنکھ کی بینائی جاتی رہی ہو یا واضح طور پر لنگڑا ہو یعنی ایسا لنگڑا ہو کہ اپنے لنگڑے پاؤں کے ساتھ قربانی کی جگہ تک نہ جاسکتا ہو صرف تین پاؤں سے چلتا ہو چوتھا پاؤں زمین پر نہ رکھ سکتا ہو یا رکھ سکتا ہو لیکن اس سے چل نہ سکتا ہو وہ جائز نہیں ہے لیکن اگر وہ چوتھا پاؤں زمین پر رکھتا ہے اور اس کا سہارا لیکر چلتا ہے تو وہ جائز ہے (اگرچہ لنگڑا کر چلتا ہو) خزانہ میں ہے کہ جس جانور کی چاروں ٹانگوں میں سے ایک ٹانگ کٹی ہوئی ہو اس کی قربانی

---

[1] غنیہ و ع [2] فتح و بحر و غنیہ [3] لباب شرحہ و خانیہ و ع و بدائع و فتح و بحر و در و ش و غنیہ ملتقطاً [4] بدائع و ع و ش [5] ہدایہ و در و غیرہما
[6] ع و بدائع من الاضحیہ [7] ع -

جائز نہیں ہے۔ ایسا بیمار جانور جائز نہیں ہے جس کا بیمار ہونا واضح ہو یعنی وہ ایسا ہو کہ گھاس نہ کھا سکتا ہو پس اگر وہ گھاس کھا سکتا ہو تو جائز ہے۔ جو جانور اس قدر دبلا ہو کہ اس کی ہڈیوں میں مغز (گودا) نہ ہو وہ جائز نہیں ہے محض دبلا ہونا نقصان دہ نہیں ہے [1]

(۴) جس جانور کے دونوں کان یا چکتی یا دُم پوری طرح کٹی ہوئی ہو یا پیدائشی طور پر اس کے کان نہ ہوں وہ جائز نہیں ہے۔ امام محمد رحمہ اللہ سے اس جانور کے بارے میں پوچھا گیا جس کے دونوں کان اور دُم پیدائشی نہ ہوں تو انھوں نے فرمایا کہ ایسا نہیں ہوتا اور اگر ایسا ہو تو اس کی قربانی جائز نہیں ہے۔ اور کتاب الاصل میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے مذکور ہے کہ جائز ہے، جس جانور کے کان پیدائشی چھوٹے ہوں وہ جائز ہے۔ جس جانور کا پورا ایک کان کٹا ہوا ہو یا جس کا پیدائشی ایک ہی کان ہو وہ جائز نہیں ہے [2] جس چکتی دار جانور کے پیدائشی چکتی نہ ہو وہ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک جائز ہے اور امام محمدؒ کے نزدیک جائز نہیں ہے اور اگر اس کی چکتی پیدائشی طور پر دُم کی مانند چھوٹی ہو وہ چھوٹے کانوں والے کی طرح جائز ہے [3]

(۵) اگر کان یا چکتی یا دُم یا آنکھ کا کچھ حصہ جاتا رہا اور کچھ حصہ باقی ہے تو جامع صغیر میں مذکور ہے کہ جسقدر حصہ جاتا رہا اگر وہ باقی کی بہ نسبت زیادہ ہو تو اس کی قربانی جائز نہیں ہے اور کم ہو تو قربانی جائز ہونے کی مانع نہیں ہے اور ہمارے اصحاب نے قلیل و کثیر کی مقدار میں اختلاف کیا ہے۔ امام ابوحنیفہؒ سے چار روایتیں ہیں امام محمدؒ نے کتاب الاصل میں اور جامع صغیر میں امام اعظمؒ سے روایت کی ہے کہ اگر تہائی عضو یا اس سے کم جاتا رہا تو قربانی جائز ہے اور اگر تہائی سے زیادہ جاتا رہا تو قربانی جائز نہیں ہے یہ ظاہر الروایت ہے اور خانیہ میں کہا ہے کہ یہی صحیح ہے اور اسی پر فتویٰ ہے۔ امام ابویوسفؒ نے امام صاحب سے روایت کی ہے کہ اگر تہائی عضو جاتا رہا تو جائز نہیں ہے اور اگر تہائی سے کم جاتا رہا تو جائز ہے۔ ابوعبداللہ بلخیؒ نے امام صاحب سے روایت کی ہے کہ اگر چوتھا حصہ جاتا رہا تو جائز نہیں ہے، امام ابویوسفؒ کے نزدیک جسقدر حصہ جاتا رہا اگر وہ باقی سے زیادہ ہے تو جائز نہیں ہے اور اگر کم ہے تو جائز ہے۔ اور بدائع میں ہے کہ نصف حصہ جاتا رہنے کی صورت میں بھی احتیاطاً جائز نہیں ہے اور جب انھوں نے امام صاحبؒ سے اس کا ذکر کیا تو انھوں نے فرمایا کہ میرا قول بھی تمہارے قول کی مانند ہے، یہ امام صاحبؒ کا چوتھا قول ہوا اور پہلے قول یعنی ظاہر الروایت سے اس کی طرف امام صاحب کا رجوع ظاہر ہوا۔ امام کرخیؒ نے ذکر کیا کہ امام محمدؒ کا قول امام ابوحنیفہؒ کی کتاب الاصل کے قول کے مطابق ہے اور قاضی نے مختصر الطحاوی کی اپنی شرح میں ذکر کیا کہ امام محمدؒ کا قول امام ابویوسفؒ کے قول کے مطابق ہے اور وہ یہ ہے کہ نصف یا اس سے زیادہ عضو جاتا رہنے کی صورت میں قربانی جائز نہیں ہے اور نصف سے کم جاتا رہا تو جائز ہے۔ ہدایہ و کنز و ملتقیٰ وغیرہ میں اسی چوتھے قول کو اختیار کیا ہے اور در مختار میں مجتبیٰ سے اسی پر فتویٰ نقل کیا ہے پس پہلا قول جو کہ ظاہر الروایت ہے اور چوتھا قول جس کی طرف امام صاحب کا رجوع ظاہر ہوتا ہے دونوں کو فتویٰ کے لئے اختیار کیا گیا ہے [4] (پہلے قول میں جو کہ ظاہر الروایت ہے زیادہ احتیاط ہے اور ہمارے علما نے فتویٰ کے لئے اسی کو اختیار کیا ہے اور چوتھے قول میں توسع ہے اور ضرورت کے وقت اس پر عمل کرنے کی گنجائش ہے کیونکہ یہ قول بھی مفتیٰ بہ ہے مؤلف)۔

---

[1] بدائع و ع و در و ش من الاضحیۃ و لباب و شرحہ و غنیہ ملتقطاً [2] بدائع و خانیہ و ع و در و ش و غنیہ ملتقطاً [3] خانیہ و در و ش تصرفاً و زیادۃ عن غنیہ

[4] بدائع و ع و ش وغیرہا ملتقطاً و ملخصاً۔

(۶) آنکھ کے علاوہ دوسرے اعضا میں ضائع شدہ حصہ اور باقی حصہ کی مقدار کا معلوم کرنا آسان ہے۔ آنکھ میں سے تہائی یا نصف حصہ وغیرہ جاتے رہنے کی شناخت کا طریقہ یہ ہے کہ بکری کو ایک یا دو روز تک چارہ نہ دیا جائے پھر اس کی عیب والی آنکھ پر پٹی باندھ دی جائے اور تھوڑی گھاس اس کے قریب کی جائے پس جس جگہ تک وہ آنکھ سے دیکھے اس مقام پر نشان کر دیا جائے پھر اس کی صحیح آنکھ پر پٹی باندھ دی جائے اور تھوڑی گھاس اس کے قریب کی جائے پھر عیب والی آنکھ سے وہ جس جگہ تک دیکھے اس جگہ پر نشان کر دیا جائے پھر پہلے نشان اور دوسرے نشان کے درمیان کی مسافت کا اندازہ کر لیا جائے اگر وہ مسافت تہائی مقدار کی ہو تو سمجھنا چاہئے کہ تہائی آنکھ جاتی رہی ہے اور اگر آدھی مقدار کی ہو تو سمجھنا چاہئے کہ آدھی جاتی رہی اور آدھی باقی ہے [۱]

(۷) بزازیہ میں ہے کہ اگر قربانی کے جانور کے دونوں کانوں میں سے تھوڑا تھوڑا حصہ کٹا ہوا ہو تو کیا ان کٹے ہوئے حصوں کو جمع کیا جائے گا؟ اس بارے میں فقہا نے اختلاف کیا ہے۔ شامی رحمہ اللہ نے کہا کہ درمختار میں موزوں پر مسح کرنے کے بیان میں کہا ہے کہ احتیاطاً جمع کرنا چاہئے [۲] اور فتاوی عالمگیری میں ہے کہ شیخ عمرو بن الحافظ رحمہ اللہ سے دریافت کیا گیا کہ اگر قربانی کے جانور کے دونوں کانوں میں سے ہر ایک کا چھٹا حصہ جاتا رہا ہو تو کیا اس کو جمع کیا جائے گا حتی کہ امام اعظم رحمہ اللہ کے قول پر تہائی ہو کر قربانی کا مانع ہوگا جیسا کہ بدن پر جو نجاست تھوڑی تھوڑی کئی جگہ لگی ہو وہ جمع کی جاتی ہے (اور اس کا مانع جواز نماز ہونا یا نہ ہونا معلوم کیا جاتا ہے) یا جس طرح موزوں پر مسح کے بارے میں دونوں کے شگافوں کو جمع نہیں کرتے بلکہ ہر موزہ کے شگافوں کا علیحدہ اعتبار کیا جاتا ہے اسی طرح اس میں بھی جمع نہیں کیا جائے گا اور اس کی قربانی جائز ہوگی تو انھوں نے فرمایا کہ جمع نہیں کیا جائیگا [۳]

(۸) شرقا یعنی جس کا کان طول میں پھٹا ہوا ہو اور خرقا یعنی جس کے کان میں سوراخ ہو (چھدا ہوا ہو) اور مقابلہ یعنی جس کا کان آگے سے کٹا ہوا لٹکتا ہو بالکل الگ نہ ہوا ہو اور مدابرہ جس کا کان پیچھے کی طرف سے کٹا ہوا لٹکتا ہو بالکل الگ نہ ہوا ہو ان سب کی قربانی جائز ہے۔ اور یہ جو حدیث شریف میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شرقا، و خرقا، و مقابلہ و مدابرہ کی قربانی کرنے سے ممانعت فرمائی ہے پس شرقا و مقابلہ و مدابرہ کی ممانعت نہی مندوب پر محمول ہے اور خرقا کی ممانعت خرق کثیر پر محمول ہے اور خرق کثیر کی تعریف میں اقوال مختلف ہیں جیسا کہ اوپر بیان ہوا [۴]۔ قربانی کے جانور کے کان میں داغ یا نشان ہونے کا کوئی مضائقہ نہیں ہے کیونکہ یہ عیب میں شمار نہیں ہوتا یا یہ کہ یہ معمولی عیب ہے یا یہ کہ جانور اکثر اس سے خالی نہیں ہوتا اور اس سے بچنا ممکن نہیں ہے [۵] ——————

(۹) جس بکری کے دانت نہ ہوں اگر وہ چرتی اور چارہ کھا سکتی ہے تو جائز ہے ورنہ جائز نہیں [۶] اور یہی صحیح ہے [۷] ——————

(۱۰) اگر گائے یا بیل کی زبان کٹی ہوئی ہو تو جائز نہیں ہے اور اگر بکری کی زبان کٹی ہوئی ہو تو اختلاف ہے [۸]۔ خلاصہ میں ہے کہ اگر بھیڑ یا بکری میں سے کسی کی زبان نہ ہو تو اس کی قربانی جائز ہے اور اگر گائے بیل میں سے کوئی ایسا جانور ہو تو جائز نہیں ہے [۹]۔ اس لئے کہ گائے بیل گھاس کو زبان سے لیتے ہیں اور بکری دانتوں سے لیتی ہے [۱۰] اور بعض نے کہا کہ اگر تہائی سے زیادہ زبان کٹی ہوئی ہو تو جائز نہیں ہے، کان و دُم پر قیاس کرتے ہوئے

---

[۱] ع و ش من الاضحیۃ [۲] ش و غنیہ [۳] ع [۴] بدائع در ع و غنیہ [۵] بدائع [۶] بدائع در ع و در و غنیہ [۷] ع [۸] ش [۹] ع [۱۰] ع د ش و غنیہ

یہی ظاہر ہوتا ہے بلکہ اولیٰ ہے [1] اور تیمیہ میں لکھا ہے کہ میں نے شیخ ابوالحسن علی مرغینانی کو لکھا کہ اگر بکری کی زبان کٹی ہوئی ہو
تو کیا اس کی قربانی جائز ہے؟ انھوں نے فرمایا ہاں جائز ہے بشرطیکہ ایسی نہ ہو کہ جس سے چارہ کھانے میں خلل آتا ہو اور اگر اس کے
چارہ کھانے میں خلل آتا ہو تو اس کی قربانی جائز نہیں ہے۔ عمرو بن الحافظ رحمہ اللہ سے دریافت کیا گیا کہ اگر ایک شخص نے قربانی کے جانور
کی تہائی سے زیادہ زبان کاٹ ڈالی تو کیا امام اعظم رحمہ اللہ کے قول کے موافق اس کی قربانی جائز ہے انھوں نے فرمایا کہ جائز نہیں ہے [2]
(۱۱) جس کے تھن خشک ہو گئے ہوں یا جس کے تھن کٹے ہوئے ہوں یا جس کی ناک کٹی ہوئی ہو یا جو اپنے بچے کو دودھ نہ پلا سکتی ہو
اس کی قربانی جائز نہیں ہے۔ خلاصہ میں ہے کہ جس جانور کے تھنوں کے سرے کٹے ہوئے ہوں وہ جائز نہیں ہے اور اگر ایک تھن میں سے آدھے
سے کم سرکٹا ہوا ہو تو اس میں ویسا ہی اختلاف ہے جیسا کہ آنکھ اور کان کے بارے میں بیان ہو چکا ہے اگر بھیڑ و بکری کے کسی ایک تھن کی
گھنڈی پیدائشی نہ ہو یا کسی تکلیف سے جاتی رہی ہو اور ایک تھن کی باقی ہو تو وہ جائز نہیں ہے اور اونٹ اور گائے میں اگر ایک
تھن کی گھنڈی جاتی رہی تو جائز ہے اور اگر دو تھنوں کی گھنڈیاں جاتی رہیں تو جائز نہیں ہے اھ۔ اور خلاصہ میں یہ بھی مذکور ہے کہ
جس جانور کے تھنوں میں کسی وجہ کے بغیر ہی دودھ نہ آتا ہو وہ جائز ہے اھ جس بکری کے دونوں تھنوں میں سے ایک کا دودھ خشک
ہو جائے اور گائے یا اونٹنی میں سے جس کے چاروں تھنوں میں سے دو تھنوں کا دودھ خشک ہو جائے وہ جائز نہیں ہے [3]
(یعنی اگر آدھے تھنوں کا دودھ خشک ہو گیا تو جائز نہیں اور آدھے سے کم کا دودھ خشک ہوا تو جائز ہے، مؤلف)۔ ظہیریہ میں ہے کہ
پیدائشی چھوٹے تھنوں والی گائے یا بکری وغیرہ کی قربانی میں کوئی مضایقہ نہیں ہے [4]
(۱۲) جس جانور کے پیدائش ہی سے سینگ نہ ہوں یا سینگ تو تھے لیکن اس طرح پر ٹوٹ گئے کہ ان کا خول اتر گیا تو اس کی
ہدی و قربانی جائز ہے لیکن اگر سینگ مغز (گودے) تک ٹوٹ جائے تو اس کی قربانی جائز نہیں ہے اور بدائع میں ہے کہ اگر سینگ کا
ٹوٹنا مشاش (نرم ہڈی) تک پہنچ جائے تو جائز نہیں ہے اور مشاش ہڈیوں کے سروں کو کہتے ہیں جیسے گھٹنے اور کہنیاں [5]
(۱۳) خصی جانور کی ہدی و قربانی جائز ہے اور وہ غیر خصی سے افضل ہے کیونکہ اس کا گوشت زیادہ عمدہ ہوتا ہے [6]
(۱۴) جو جانور دیوانہ ہو اگر یہ امر اس کے چرنے اور چارہ کھانے سے مانع نہ ہو تو جائز ہے اور اگر مانع ہو تو اس کی قربانی و ہدی جائز نہیں ہے [7]
(۱۵) خارشتی جانور کی قربانی جائز ہے بشرطیکہ وہ موٹا تازہ ہو اور اگر ایسا دُبلا ہو کہ اس کی ہڈیوں میں گودا نہ ہو تو جائز نہیں ہے [8]
کیونکہ خارش گوشت میں نقص کا باعث ہے [9]۔ خانیہ میں ہے کہ دیوانہ اور خارشتی جانور اگر دونوں موٹے تازے ہوں تو جائز ہیں اور
اگر اس قدر دبلے ہوں کہ ان کی ہڈیوں میں گودا نہ ہو تو جائز نہیں ہیں، اگر جانور دُبلا ہو مگر اس میں کسی قدر چربی ہو تو جائز ہے۔ امام محمدؒ
سے مروی ہے۔ اور اگر خریدتے وقت دُبلا تھا پھر خریدنے کے بعد موٹا ہو گیا تو جائز ہے اھ [10]۔
(۱۶) جو جانور احول ہو یعنی جس کی آنکھ بھینگی ہو وہ جائز ہے اور اسی طرح جس کی پشم کاٹ لی گئی ہو وہ بھی جائز ہے [11]

---

[1] ش [2] ع [3] در و ش و رع و غنیہ ملتقطاً [4] ش [5] ش و رع و خانیہ و بدائع و غنیہ ملتقطاً [6] غنیہ و ش و لباب وغیرہا۔
[7] در و بدائع و رع ملتقطاً [8] ایضاً [9] در [10] خانیہ و رع و ش و غنیہ [11] خانیہ و رع ش وغیرہا۔

(۱۷) گابھن گائے یا بکری وغیرہ کی ہدی و قربانی جائز ہے لیکن اگر جلدی بچہ پیدا ہونے والا ہو تو اس کی قربانی و ہدی کراہت کے ساتھ جائز ہے [1] ——— (۱۸) جو جانور جفتی (جماع) کرنے سے عاجز ہو اور جس جانور کو کھانسی آتی ہو اور جو زیادہ عمر کا ہو جانے (بڑھاپے) کی وجہ سے بچہ جننے سے عاجز ہو اور جس کو داغ دیا گیا ہو اور جس کا بچہ موجود ہو ان سب کی ہدی و قربانی جائز ہے [2]

(۱۹) اگر قربانی کے جانور کے بال قربانی کے علاوہ وقت میں گر گئے تو وہ جائز ہے بشرطیکہ اس کی ہڈیوں میں گودا موجود ہو [3]

(فائدہ) جاننا چاہئے کہ ہر جانور میں کچھ نہ کچھ عیب تو ضرور ہوتا ہے پس اگر عیب بہت زیادہ نہ ہو جس کی وجہ سے قربانی جائز نہیں ہوتی بلکہ ایسا معمولی ہے کہ جو قربانی کا مانع نہیں ہے تو اس عیب کے ہوتے ہوئے قربانی کے جائز ہونے سے مراد یہ ہے کہ کراہت کے ساتھ جائز ہے اس لئے کہ یہ خلاف مستحب ہے کیونکہ مستحب یہ ہے کہ جانور ایسے عیب سے بھی صحیح و سالم ہو [4]

(۲۰) جو جانور صرف نجاست کھاتا ہو اور کچھ نہ کھاتا ہو اس کی قربانی جائز نہیں ہے [5] کیونکہ اس کا گوشت متغیر ہو کر بدبودار ہو جاتا ہے پس اگر وہ جانور پاکیزہ اور گندی غذا کو اس طرح مخلوط کرتا ہے کہ اس گندگی کا اثر گوشت میں ظاہر نہیں ہوتا تو جائز ہے [6] اور یہ حکم اس وقت ہے جبکہ اس جانور کو بند رکھ کر گندی غذا سے باز نہ رکھا گیا ہو پس ایسے جانور کو قربانی کے لئے جائز بنانے کے لئے بند رکھ کر پاکیزہ غذا دی جائے اور گندی غذا سے روک دیا جائے اس مقصد کے لئے اونٹ کو چالیس روز اور گائے بیل کو بیس روز اور بھیڑ بکری کو دس روز روک کر رکھا جائے تاکہ ان کا گوشت پاکیزہ ہو جائے اور اسی طرح مرغی کو تین روز اور چڑیا کو ایک روز روک کر رکھنے سے اس کا گوشت پاکیزہ ہو جاتا ہے [7] ——— (۲۱) خنثیٰ بکری کی قربانی جائز نہیں ہے کیونکہ اس کا گوشت گلتا نہیں ہے [8] ——— (۲۲) اگر صحیح و سالم جانور خریدا لیکن بعد میں ذبح سے پہلے کوئی عیب ایسا پیدا ہو گیا کہ جس کی وجہ سے ہدی جائز نہیں ہوتی مثلاً کسی شخص نے ہدی کے لئے بکری خریدی اسوقت وہ موٹی تازی تھی پھر اس کے پاس اسقدر دبلی ہو گئی کہ اگر وہ ایسی حالت پر خریدتا تو ہدی جائز نہ ہوتی یا خریدتے وقت اس کی دونوں آنکھیں صحیح و سالم تھیں پھر خریدار کے پاس آکر اس کی ایک آنکھ یا دونوں آنکھوں کی بینائی جاتی رہی، یا اس کا پورا کان یا چکتی یا دم کٹ گئی یا اس کا پاؤں ٹوٹ گیا کہ جس سے وہ چل نہیں سکتی یا وہ جانور مر گیا یا چوری ہو گیا (جس کی تفصیل آگے آئے گی، انشاء اللہ مؤلف) پس اگر وہ شخص ایسا ہے جس پر ہدی واجب ہے مثلاً وہ مالدار ہے یا غیر معین جانور کی نذر کی ہدی ہے تو اس کی طرف سے کافی نہیں ہو گی بلکہ اس پر اس کے بدلے میں دوسری ہدی واجب ہو گی کیونکہ اس پر عیب سے سالم جانور واجب ہوا ہے اور اس عیب دار کو اپنے کام میں لانا یعنی بیچنا وغیرہ اس کے لئے جائز ہو گا اور اگر وہ نفلی ہدی ہے مثلاً وہ شخص فقیر (غیر صاحبِ نصاب) ہے یا اس نے کسی معین جانور کی نذر مانی تھی تو اس کے لئے وہی عیب دار جانور جائز ہے خواہ اس کو عیب کی حالت میں خریدا ہو یا بعد میں عیب پیدا ہو گیا ہو دونوں صورتوں میں یہی حکم ہے اور اس پر نقصان کا ضمان بھی واجب نہیں ہو گا اس لئے کہ خریدنے کی وجہ سے وہ اس کے حق میں معین ہو گیا، اور اگر خریدتے وقت جانور عیب دار تھا پھر ذبح سے پہلے وہ عیب جاتا رہا تو اب وہ مالدار کے لئے بھی جائز ہے جیسا کہ فقیر کے لئے جائز ہے جیسا کہ خانیہ میں ہے کہ

[1] غنیہ ولباب و شرحہ [2] ع و ش و غنیہ [3] ع [4] ع [5] ش [6] خانیہ و ع و در و غنیہ [7] غنیہ و ش [8] خانیہ در ع و ش [9] ع و در و غنیہ۔

(۲۳) مذکورہ عیب کی وجہ سے ان جانوروں کی قربانی اس وقت جائز نہیں ہے جبکہ یہ عیوب اس جانور میں قربانی کرنے سے پہلے موجود ہوں لیکن اگر ذبح کے وقت ان عیوب میں سے کوئی عیب پیدا ہو جائے مثلاً ذبح کرتے وقت پاؤں ٹوٹ جائے یا آنکھ میں چھری لگ جائے تو استحساناً جائز ہے [۲] پس ذبح کے وقت جانور کے مضطرب ہونے سے جو عیب پیدا ہو جائے اس سے قربانی کے جائز ہونے میں کوئی نقصان نہیں آتا [۳]

(یہ مسائل عالمگیری و شامی و بدائع و خانیہ کی کتاب الاضحیہ سے لئے گئے ہیں، مؤلف)

ہدی کو پٹہ ڈالنا، اشعار کرنا اور ہانکنا

(۱) ہدی کی پہچان کے لئے پٹہ ڈالنا اور عرفات کی طرف لیجانا وغیرہ کوئی چیز واجب نہیں ہے بلکہ ہدی شکر یعنی تمتع و قران کی ہدی اور نفلی و نذر کی ہدی کی تقلید یعنی اس کے پٹہ ڈالنا سنت ہے لیکن اگر پٹہ نہ ڈالے تو کوئی مضائقہ نہیں ہے اور دمِ جنایات و دمِ احصار کی ہدی کے پٹہ ڈالنا سنت نہیں ہے کیونکہ یہ گناہ کی جزا ہے اس لئے اس کا چھپانا مستحب ہے جیسا کہ قضا نماز کا چھپا کر ادا کرنا مستحب ہے لیکن اگر پٹہ ڈالے تو جائز ہے اور اس میں کوئی مضائقہ نہیں اور بکری کے پٹہ ڈالنا ہمارے فقہا کے نزدیک مطلقاً سنت نہیں ہے (اس لئے بکری کو پٹہ نہ ڈالے) اور جس ہدی کو پٹہ ڈالے اس کو اپنے ساتھ عرفات لیجانا مستحسن ہے اور جس اونٹ یا گائے وغیرہ کو پٹہ نہ ڈالے اس کو ہمراہ لیجانا مستحسن نہیں ہے

. . . .

. . . . لیکن بکری وغیرہ کو پٹہ نہیں ڈالا جاتا اس کے باوجود اس کو اپنے ہمراہ عرفات لیجانا مستحسن ہے اگر ہدی کو کسی کے ہمراہ بھیجے تو سنت یہ ہے کہ اس کو اپنے شہر سے پٹہ ڈالے اور اگر اپنے ہمراہ لیجائے تو جہاں سے احرام باندھے وہاں سے پٹہ ڈالنا سنت ہے [۴] ——— (۲) اونٹ کے کوہان میں اتنا ہلکا شگاف دینا کہ صرف کھال میں شگاف لگے اور خون نکل آئے اور اس خون کو کوہان پر مل دینا اِشعار کہلاتا ہے، جو شخص اِشعار کرنا اچھی طرح جانتا ہے اس کو ہدی کے اونٹ میں اشعار کرنا مستحسن ہے تاکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع ہو جائے ہمارے مشائخ نے اسی طرح کہا ہے اور جو شخص اشعار کرنا بالکل نہ جانتا ہو یا اچھی طرح نہ جانتا ہو اور زخم جسم کے اندر تک سرایت کرنے کا اندیشہ ہو تو امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک اشعار کردہ مکروہ ہے [۵] (۳) ہدی کو لیجاتے وقت پیچھے سے ہانکنے کو عربی میں سَوق کہتے ہیں اور آگے سے رسی پکڑ کر کھینچنے کو قَود کہتے ہیں، سَوق قَود سے افضل ہے لیکن اگر پیچھے سے ہانکنا دشوار ہو تو آگے سے کھینچ کر لے جائے [۶]۔ (تقلید و اشعار و سوق و قود کی تفصیل احرام اور تمتع کے بیان میں مذکور ہے وہاں ملاحظہ فرمائیں، مؤلف)

ذبح سے پہلے ہدی سے فائدہ اٹھانا

(۱) ذبح سے پہلے ہدی سے فائدہ اٹھانا مکروہ تحریمی ہے خواہ اس ہدی کا گوشت کھانا صاحبِ ہدی کے لئے جائز ہو یا جائز نہ ہو کیونکہ اس کو خالص اللہ تعالیٰ کے لئے متعین کر دیا ہے اس لئے اس کی کسی چیز سے فائدہ نہ اٹھائے پس بلا ضرورت نہ اس پر سوار ہو نہ اس پر بوجھ لادے نہ اس کو کرایہ

اگر خریدتے وقت بکری دُبلی تھی پھر اس کے بعد موٹی ہو گئی تو جائز ہے [۱] ———

[۱] در و ش و بدائع و غنیہ ملتقطاً [۲] لباب و شرحہ و غنیہ [۳] در و ش و غنیہ [۴] لباب و شرحہ و غنیہ و فتح و بحر و ع و در و ش ملتقطاً [۵] لباب و شرحہ و غنیہ ملتقطا

[۶] شرح اللباب من باب التمتع۔

کیونکہ ہدی کی تعظیم واجب ہے اور بوجھ لادنے اور سوار ہونے میں اس کی تذلیل ہے پس یہ امور تعظیم کے منافی ہیں اس لئے منع اور مکروہ تحریمی ہیں [1] ——— (۲) اگر سوار ہونے یا بوجھ لادنے پر مجبور ہو جائے تو ایسا کرلے اور جب اس کی ضرورت نہ رہے تو اس فعل کو ترک کر دے [2]۔ پس اگر اس کو کرایہ پر دیا ہو تو اس کی اجرت کو فقرا پر صدقہ کر دے اور اگر اس پر سوار ہوا یا اس پر بوجھ لادا اور اس کی وجہ سے ہدی میں کچھ نقصان آگیا تو اس نقصان کا تاوان ادا کرنا واجب ہوگا اس نقصان کی رقم کو فقرا پر صدقہ کر دے مالداروں کو نہ دے اگر کسی مالدار کو دیدیا تو اس کی قیمت کا ضمان دینا ہوگا یعنی اس کی مقدار فقراء پر صدقہ کرنا واجب ہوگا [3]

(۳) اگر ہدی کا جانور دودھ والا ہو تو اس کا دودھ نہ نکالے اگر ذبح کا وقت قریب ہو اور دودھ کثرت سے ٹپکتا ہو اور دودھ نہ نکالنے سے نقصان ہو تو اس کے تھنوں پر ٹھنڈا پانی چھڑک دے تاکہ دودھ اترنا بند ہو جائے اور اگر ذبح کا وقت دور ہو اور دودھ نکالنے سے نقصان ہو تو اس کا دودھ نکال کر فقرا پر صدقہ کر دے تاکہ اس جانور کو اس سے نقصان نہ ہو اور اگر اس کو خود اپنے استعمال میں لایا یا اس کو ضائع کر دیا یا کسی مالدار کو دیدیا تو اس کی قیمت کا ضامن ہوگا پس اتنا ہی دودھ یا اس کی قیمت صدقہ کرنا واجب ہے [4]

(۴) اس کی اون و بال (پشم) نفع حاصل کرنے کے لئے نہ کاٹے کیونکہ وہ ہدی قُربت (ثواب) کے لئے ہے اس لئے قربت قائم ہونے سے پہلے اس کے کسی جزء سے نفع حاصل کرنا جائز نہیں ہے جیسا کہ قربانی کے وقت سے پہلے اس کو ذبح کرنے کی صورت میں اس کے گوشت سے نفع حاصل کرنا جائز نہیں ہے اگر اس کی پشم کو کاٹا تو اس کو صدقہ کر دے اور اگر علامت کے لئے اس کی پشم کو کسی طرف سے کاٹا تو اس کو پھینک دینا یا کسی کو ہبہ کر دینا جائز نہیں ہے بلکہ اس کو فقرا پر صدقہ کرنا واجب ہے [5] اور صحیح یہ ہے کہ اس کا دودھ نکالنے اور اس کی پشم اتار لینے میں مالدار و فقیر دونوں کیلئے یکساں حکم ہے۔ [6]

(۵) اس کا گوبر اور مینگنیاں صدقہ کر دے اور اگر اس کو چارہ دیتا ہو تو جو کچھ مال اس کے دودھ سے کمایا ہے یا اس کے گوبر سے نفع اٹھایا ہے وہ اس کا ہے اس میں سے کچھ صدقہ نہ کرے [7] ——— (۶) اگر ذبح سے پہلے ہدی یا قربانی کے جانور نے بچہ دیا تو اس کے بچے کو بھی اس کے ساتھ ذبح کر دے اور اس بچے کے گوشت میں سے نہ کھائے بلکہ اس کو صدقہ کر دے اگر اس میں سے کھا لیا تو جسقدر کھایا ہے اس کی قیمت صدقہ کر دے۔ مستحب یہ ہے کہ اس کو زندہ صدقہ کر دے۔ اگر بچہ کو فروخت کر دیا تو اس کی قیمت فقرا پر صدقہ کر دے [8] اور اگر اس کی قیمت سے ہدی خرید لے تو بہتر ہے [9]

ہدی کے ہلاک یا عیب دار ہو جانے کے احکام

(۱) اگر ہدی کا جانور اپنے ذبح کے مقام یعنی حدودِ حرم میں پہنچنے یا ذبح کے معینہ وقت سے پہلے راستہ میں ہلاک ہو گیا اور وہ ہدی اس کے ذمہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے واجب تھی تو اس کی جگہ دوسری ہدی ذبح کرنا اس پر واجب ہے کیونکہ اس کے ذمہ ایک غیر معین بکری ذبح کرنا واجب تھا وہ اب بھی اس کے ذمہ باقی ہے اس لئے کہ جب تک وہ اپنے ذبح کی جگہ یعنی حدودِ حرم میں اپنے معینہ وقت پر

---

[1] بحر و ع و ش و فتح و غنیہ ملتقطاً [2] لباب و شرحہ و غنیہ [3] بحر و ع و در و ش و غنیہ و شرح اللباب ملتقطاً [4] ہدایہ و ع و بحر و در و ش و لباب و شرحہ و غنیہ ملتقطاً [5] خانیہ و ع من الاضحیہ و غنیہ ملتقطاً [6] ع من الاضحیہ [7] ع من الاضحیہ و غنیہ [8] در و ش و ع و غنیہ ملتقطاً [9] بحر و ع و غنیہ۔

ذبح نہ ہو جائے اس کے ذمہ سے ساقط نہیں ہوتی اور اگر وہ ہدی نفلی ہے یا اس نے کسی واجب کی ادائیگی کے لئے اس کو معین کر لیا ہے مثلاً کسی معین بکری کی نذر مانی ہے تو اس پر اس کی جگہ دوسری بکری ذبح کرنا واجب نہیں ہے [1]

(۲) اگر ہدی کا جانور اپنے ذبح کے مقام یعنی حدودِ حرم میں پہنچنے یا ذبح کے مقررہ وقت سے پہلے راستہ میں ہلاکت کے قریب ہو گیا یہاں تک کہ اس کے مرجانے کا خوف ہے یا وہ چلنے سے عاجز ہو گیا یا اس میں اتنا بڑا نقص آگیا جس کی وجہ سے ہدی کا واجب ادا نہیں ہو سکتا مثلاً لنگڑا یا اندھا ہو گیا یا اس کا ایک کان وغیرہ امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک تہائی سے زیادہ ضائع ہو گیا اور صاحبین کے نزدیک نصف سے زیادہ ضائع ہو گیا پس اگر وہ ہدی اس کے ذمہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے واجب تھی تو اس کی جگہ دوسری ہدی ذبح کرنا اس پر واجب ہے اور اس کو اختیار ہے کہ اس عیب والی ہدی کو جو کچھ چاہے کرے خواہ فروخت کرے یا کسی اور کام میں لائے اس لئے کہ اب وہ اس مقصد کے قابل نہیں رہی جس کے لئے وہ مقرر تھی اور وہ دوسری املاک کی طرح اس کی ملک ہے اور اگر وہ نفلی ہدی ہے یا اس نے کسی واجب مثلاً نذر میں اس کو معین کر لیا ہے پھر اگر وہ راستہ میں مرنے کے قریب ہو گئی تو اس کو ذبح کر دے کیونکہ اس حالت میں اس کا حدود حرم میں پہنچا ممکن نہیں ہے، اس شخص پر اس کی بجائے دوسری ہدی حدودِ حرم میں ذبح کرنا واجب نہیں ہے اور وہ شخص اس کا گوشت خود نہ کھائے اگرچہ وہ فقیر ہو اور کسی مالدار آدمی کو بھی نہ کھلائے بلکہ اس کو فقراء پر صدقہ کر دے اس لئے کہ حرم میں تو ہدی کا خون بہا دینے سے قربت (عبادت) مکمل ہو جاتی ہے لیکن حدودِ حرم کے باہر جبتک اس کا گوشت صدقہ نہ کرے قربت کی تکمیل نہیں ہوتی پس اس کا فقراء پر صدقہ کرنا ضروری ہے اور یہ درندوں کے لئے چھوڑ دینے سے افضل ہے اگر اس نے خود کھایا یا کسی مالدار کو کھلایا تو اس قدر گوشت کی قیمت کا فقراء پر صدقہ کرنا واجب ہوگا اور اگر وہاں فقراء موجود نہ ہوں تو اونٹ کو نحر اور گائے کو ذبح کرنے کے بعد اس کے قلادہ (پٹہ) اور کوہان کو اس کا خون لگا دے یہ اس بات کی علامت ہے کہ یہ ایسی ہدی ہے جس کا کھانا صرف فقراء کو جائز ہے مالدار کو جائز نہیں ہے لیکن اگر وہ ہدی ہلاکت کے قریب یا چلنے سے عاجز تو نہیں ہوئی لیکن اسقدر زیادہ عیب دار ہو گئی کہ جس سے ہدی کا واجب ادا نہیں ہو سکتا تو اس کو حدودِ حرم کے علاوہ راستہ میں ذبح کر دینا جائز نہیں ہے بلکہ اس کو حدودِ حرم میں لیجا کر ذبح کرنا چاہئے اس لئے کہ اس کو ہانک کر حدودِ حرم میں لیجانا ممکن ہے [2]

(۳) اگر نفلی ہدی حدودِ حرم میں پہنچکر قربانی کے دن سے پہلے عیب دار ہو جائے اگر اس میں اتنا زیادہ نقص آگیا ہو جس کی وجہ سے واجب ادا نہیں ہو سکتا تو اس کو ذبح کرے اور اس کا گوشت صدقہ کر دے اس میں سے خود نہ کھائے اور اگر نقص اتنا تھوڑا سا ہے کہ واجب کے ادا ہونے کا مانع نہیں ہے تو اس کو ذبح کرے اور اس کے گوشت کو صدقہ کرے اور خود بھی کھائے لیکن تمتع (وقران) کی ہدی کا حکم اس کے خلاف ہے کہ اگر حدودِ حرم میں پہنچنے کے بعد قربانی کے دن سے پہلے زیادہ عیب دار ہو جائے اور وہ اس کو ذبح کر دے تو وہ اس کے لئے کافی نہیں ہوگی [3] —— (۴) اگر کسی نے ہدی خریدی پھر وہ ہدی گم ہو گئی یا چوری ہو گئی اور اس نے اس کی جگہ دوسری ہدی خریدی اور اس کو ہدی کی نیت سے اپنے اوپر واجب کیا یا پٹہ ڈال کر حرم کی طرف ہانکا پھر پہلی ہدی

---

[1] ہدایہ و فتح ولباب و شرحہ و بحر و غنیہ ملتقطاً [2] ہدایہ و فتح و بحر و در و ش ولباب و شرحہ و غنیہ وغیرہا ملتقطاً [3] ع و غنیہ۔

مل گئی تو دونوں کو ذبح کرنا افضل ہے اور اس کے لئے یہ بھی جائز ہے کہ دونوں میں سے جس کو چاہے ذبح کرے اور جس کو چاہے بیچ دے، پس اگر اس نے پہلی بکری کو ذبح کیا اور دوسری کو بیچ ڈالا تو اس کے لئے کافی ہے کیونکہ دوسری اس پر واجب نہیں ہوئی اور اگر پہلی کو بیچ ڈالا اور دوسری کو ذبح کیا تب بھی اس کے لئے کافی ہے، یہ حکم اس وقت ہے جبکہ دونوں کی قیمت برابر ہے یا دوسری کی قیمت پہلی کی قیمت سے زیادہ ہے کہ اس صورت میں اس پر اور کچھ واجب نہیں ہے لیکن اگر پہلی ہدی کی قیمت دوسری سے زیادہ ہے تو جس قدر دوسری کی قیمت کم ہے اس قدر رقم صدقہ کرنا واجب ہے [1]۔ اس بارے میں ہدیٔ تمتع و نفلی ہدی کا حکم برابر ہے جیسا کہ فتح القدیر میں ہے اور اگر ہدی کی بجائے قربانی کا جانور ہو اور باقی صورت مذکورہ بالا کی طرح ہو تو مالدار پر اُن دونوں میں سے کسی ایک کا ذبح کرنا واجب ہے* ...... جیسا کہ فتاویٰ ہندیہ (عالمگیری) اور بدائع وغیرہما میں ہے کیونکہ فقیر پر دونوں جانوروں کو قربانی کی نیت سے خریدنے کی وجہ سے دونوں کی قربانی واجب ہو جائے گی جیسا کہ ہمارے اصحاب سے یہ ظاہر الروایت ہے اور مذہب کی عام معتبر کتابوں میں اسی طرح مذکور ہے [2]

* اور فقیر پر دونوں کا ذبح کرنا واجب ہے۔

ذبح ادا ہونے کے شرائط

ہدی کا ذبح ادا ہونے کی یہ شرطیں ہیں (قربت و ثواب کی نیت سے ذبح کرنا کیونکہ ذبح کبھی محض گوشت حاصل کرنے کے لئے اور کبھی قربت کے لئے ہوتا ہے اس لئے جب تک قربت (ثواب و عبادت) کی نیت سے نہ ہو قربت کے لئے واقع نہیں ہوگا [3] پس اگر کسی حصہ دار کی نیت محض گوشت کھانے کی ہوگی تو سب حصہ داروں کی طرف سے جائز نہیں ہوگی اور ان سب کے ذمہ سے ہدی ساقط نہیں ہوگی [4]

(۲) ہدی کی نیت سے ذبح کرنا تاکہ قربانی سے ممتاز ہو جائے بلکہ قران یا تمتع وغیرہ جس قسم کی ہدی ہے خاص طور سے اس کی نیت کرنا بھی شرط ہے کیونکہ ہدی کی بہت سی قسمیں ہیں مثلاً قران، تمتع، احصار، ہدیٔ جنایات، اس لئے نیت میں اس کا تعین کئے بغیر اس کے لئے متعین نہیں ہوگی پس اگر تعین کے بغیر ذبح کریگا تو کافی نہ ہوگا اور دل میں نیت ہونے کا اعتبار ہے زبان سے کہنا ضروری نہیں ہے اور آمر کی نیت کا ہونا شرط ہے اور یہ بھی شرط ہے کہ ذبح کے فعل کے وقت نیت ہو اگرچہ حکماً ہو پس اگر ذبح کے بعد نیت کی تو کافی نہیں ہے، اگر جانور خریدتے وقت اسی نیت سے خریدا تھا اور ذبح کے وقت نیت نہیں کی تو وہی پہلی (خریدتے وقت کی) نیت کافی ہے، خانیہ میں ہے کہ اگر کسی شخص نے قربانی کی اور ذبح کے وقت قربانی کی نیت نہیں کی تو جائز ہے اس لئے کہ اس نے اس کو قربانی کیلئے خریدا ہے پس وہ قربانی کے لئے متعین ہو گئی ہے [5] ——————

(۳) ذبح کے وقت یا ذبح سے پہلے زیادہ فصل کے بغیر بسم اللہ پڑھنا شرط ہے۔ بسم اللہ پڑھنا ذبح کرنے والے اور ہر اس شخص کیلئے شرط ہے . . . . . . جو اس کے ساتھ چھری پر ہاتھ رکھے اگر ان دونوں میں سے کوئی شخص بسم اللہ پڑھنا ترک کر دیگا تو وہ ذبیحہ حلال نہ ہوگا اگرچہ اس نے یہ سمجھ کر ترک کیا ہو کہ ایک کا پڑھنا کافی ہے، اگر بسم اللہ پڑھی اور جانور چھوٹ کر بھاگ گیا اور پھر دوبارہ اس کو پکڑ کر ذبح کے لئے لٹایا تو دوبارہ بسم اللہ پڑھنا ضروری ہے پہلی بسم اللہ کافی نہیں ہوگی۔ اگر جانور کو لٹایا اور بسم اللہ پڑھی پھر اس وقت جو چھری اس کے ہاتھ میں تھی اس کو پھینکدیا اور دوسری چھری سے ذبح کیا تو جائز ہے۔ اگر بسم اللہ پڑھنے کے بعد کوئی عمل قلیل کیا مثلاً تھوڑی سی بات چیت کی یا پانی پیا یا ایک لقمہ کھایا

[1] ع ولباب شرحہ وغنیہ [2] غنیہ وتمامہ فیہ [3] غنیہ [4] خانیہ تصرفاً من الاضحیہ [5] غنیہ وخانیہ وبدائع ملتقطاً۔

اس کے بعد ذبح کیا تو پہلی بسم اللہ کافی ہے دوبارہ پڑھنا ضروری نہیں ہے اور اگر عمل کثیر کیا تو پہلی بسم اللہ کافی نہیں ہے بلکہ دوبارہ کہنا شرط ہے اور اگر بسم اللہ کہنے کے بعد چھری تیز کی تو بعض فقہا کے نزدیک قلیل و کثیر کے فرق کے بغیر فی الفور اس کا کہا ہوا بسم اللہ منقطع ہو جائے گا اور بعض کے نزدیک اگر چھری کو تھوڑا تیز کیا تو اس کیلئے پہلی بسم اللہ کافی ہے پس اس مسئلہ میں مشائخ کا اختلاف ہے، اگر کسی شخص کو قربانی ذبح کرنے کے لئے کہا اور اس نے کہا کہ میں نے دانستہ بسم اللہ کو ترک کیا ہے تو اس پر اس کی قیمت لازم ہوگی تاکہ آمر اس قیمت سے دوسرا جانور خرید کر قربانی کرے اور اب وہ آمر اس قربانی کا گوشت صدقہ کر دے خود نہ کھائے یہ حکم اس وقت ہے جبکہ قربانی کے دن باقی ہوں اور اگر قربانی کے دن باقی نہ رہے ہوں تو اس کی قیمت فقرا پر صدقہ کر دے۔ بسم اللہ پڑھنے سے مراد ایسا ذکر ہے جو دعا وغیرہ سے خالی ہو خواہ کوئی سا اسم الٰہی ہو اور خواہ اس اسم کے ساتھ کوئی صفت بھی ہو مثلاً اَللّٰہُ اَکْبَرُ، اَللّٰہُ اَجَلُّ، اَللّٰہُ اَعْظَمُ وغیرہ، یا صفت نہ لگائی جائے جیسا اللہ، الرحمٰن، پس اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِیْ پڑھنے سے حلال نہ ہوگا اور الحمد للہ یا سبحان اللہ اگر تسمیہ کی نیت سے پڑھے گا تو جائز ہوگا اور اگر تسمیہ کی نیت کے بغیر پڑھے گا تو جائز نہ ہوگا بلکہ یہ شکر کے الفاظ ہوں گے مستحب یہ ہے کہ ذبح کے وقت یہ الفاظ کہے بِسْمِ اللّٰہِ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ اور اگر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کہا یہ حسن (اچھا) ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ آپ نے ذبح کے بعد یہ الفاظ ادا فرمائے: اَللّٰھُمَّ تَقَبَّلْ ھٰذَا عَنْ اُمَّۃِ مُحَمَّدٍ مِّمَّنْ شَھِدَ لَکَ بِالْوَحْدَانِیَّۃِ وَلِیْ بِالْبَلَاغِ۔ اور آپ ذبح شروع کرنے سے پہلے یہ الفاظ ادا فرماتے تھے: اَللّٰھُمَّ ھٰذَا مِنْکَ وَلَکَ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَبِذٰلِکَ اُمِرْتُ وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ ۔ اس کے بعد ذبح فرماتے اور ذبح کے وقت بِسْمِ اللّٰہِ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ پڑھتے [1]

(۴) ہدی کے جانور کا اس کی ملکیت ہونا شرط ہے پس اگر کسی کی بکری غصب کر لی یا چرا لی اور اس کو اپنی طرف سے ذبح کر دیا تو وہ اس کے لئے کافی نہیں ہے کیونکہ وہ اس کی ملکیت نہیں ہے اور نہ ہی اس کے مالک کی طرف سے کافی ہے کیونکہ اس کی طرف سے اجازت نہیں ہے اور اگر اس جانور کی وہ قیمت جو اس جانور کے زندہ ہونے کے وقت تھی اس کے مالک کو دیدی تو وہ ذبح کرنے والے کی طرف سے کافی ہے کیونکہ غصب یا چوری کے وقت کی قیمت کا ضمان ادا کر دینے سے وہ بطریق ظہور واستناد مالک ہو گیا لیکن وہ شخص گنہگار ہوگا پس اس کو توبہ و استغفار کرنا لازم ہوگا اور اگر اس کے مالک نے اس مذبوحہ کو لے لیا اور اس کو نقصان کا ضمان دیدیا تب بھی وہ ان دونوں میں سے کسی کی طرف سے قربانی کے لئے کافی نہیں ہے (کیونکہ ذبح کے وقت ذابح اس کا مالک نہیں ہے اور اس کے مالک کی طرف سے اجازت نہیں ہے، مؤلف) اور ان دونوں میں سے ہر ایک پر دوسری قربانی کرنا واجب ہے اور اسی طرح اگر کوئی بکری خریدی پھر اس کو ذبح کر دیا اس کے بعد کسی دوسرے شخص نے دعویٰ کیا کہ یہ بکری میری تھی بیچنے والے کی نہیں تھی اگر وہ شخص اس بیع کو جائز رکھے تو جائز ہے اور اگر وہ اس کی واپسی کا مطالبہ کرے تو وہ جائز نہیں ہے۔ اور اگر کسی کا جانور امانت یا مانگا ہوا یا کرایہ پر تھا اور اس کو ہدی کے طور پر ذبح کر دیا تو کافی نہیں ہے اگرچہ اس کی قیمت ادا کر دے کیونکہ ان صورتوں میں ضمان کا

[1] ش و غنیہ ملتقطاً و ملخصاً۔

سبب ذبح کرنا ہے جو کہ غیر مملوکہ پر واقع ہوا ہے اور اسی طرح جس شخص کو بکری خریدنے کیلئے یا اپنے مال کی حفاظت کے لئے وکیل بنایا اگر وہ وکیل اپنے مؤکل کی بکری کو ذبح کردے یا خاوند و بیوی میں سے ایک دوسرے کی بکری اس کی اجازت کے بغیر ذبح کردے تو یہ کافی نہیں ہے اور اگر دو آدمیوں نے غلطی سے ایک دوسرے کی ہدی اپنی طرف سے ذبح کردی تو استحساناً ہر ایک کی ہدی اس کی طرف سے ہوگئی اور ان دونوں پر کچھ ضمان بھی نہیں۔ ذبح کے بعد ہر ایک اپنی اپنی مذبوحہ ہدی کو لے لے اور اگر دونوں کو کھانے کے بعد معلوم ہوا تو ہر ایک دوسرے سے معاف کرالے اور اگر دونوں معاف نہیں کرتے تو ہر ایک دوسرے کو اس کھائے ہوئے گوشت کی قیمت دیدے اور اس قیمت کو صدقہ کردیا جائے اس لئے کہ وہ گوشت کا بدل ہے پس وہ ایسا ہوگیا گویا کہ اس نے اس کے گوشت کو فروخت کردیا ہے اور امام ابو یوسفؒ سے روایت ہے کہ دونوں میں سے ہر ایک کو اختیار ہے کہ یا وہ ذبح کی ہوئی ہدی کو لے لے یا اس کی قیمت لیکر اگر قربانی کے دن باقی ہوں تو اس سے دوسری ہدی خرید کر ذبح کرے اور اگر قربانی کے دن گذر چکے ہوں تو قیمت کو صدقہ کردے جیسا کہ فتح القدیر میں ہے۔ اور اگر دو آدمیوں نے جان بوجھ کر ایک دوسرے کی ہدی اس کی اجازت کے بغیر ذبح کردی پھر ایک دوسرے نے اپنی اپنی مذبوحہ ہدی کو لے لیا اور اس کا ضمان نہیں لیا تو وہ ہدی کے لئے کافی ہے اس لئے کہ اس نے خریدتے وقت اس بکری میں ہدی کی نیت کی ہے اس لئے وہ اس کے لئے متعین ہوگئی پس کسی دوسرے کے ذبح کرنے سے کوئی ضرر نہیں ہے اور اگر مالک نے اس بکری کے زندہ ہونے کی حالت کی قیمت کا ضمان لے لیا تو اب وہ اس کی طرف سے کافی نہیں ہے اور ذبح کرنے والے کی طرف سے جائز ہے اس لئے کہ ظاہر ہوگیا کہ اس کا ذبح ہونا اس کی ملکیت پر ہو رہا ہے (جیسا کہ پہلے بیان ہوچکا ہے) اور یہ حکم اس وقت ہے جبکہ ذبح کرنے والے نے اپنی طرف سے ذبح کیا ہو لیکن اگر اس ہدی کو اس کے مالک کی طرف سے اس کی صریح اجازت کے بغیر ذبح کیا تو اب اس پر کوئی ضمان نہیں ہے اور دلالۃً اجازت پائے جانے کی وجہ سے استحساناً وہ اس کے مالک کی طرف سے کافی ہوگی کیونکہ اس نے خریدتے وقت اس کے ہدی ہونے کی نیت کی ہے پس وہ ہدی کے لئے متعین ہوچکی ہے جیسا کہ پہلے بیان ہوچکا ہے اور اس سے معلوم ہوا کہ اگر وہ ہدی کے لئے متعین نہیں تھی تو کافی نہ ہوگی اور ضمان لازم ہوگا۔ خانیہ میں ہے کہ کسی شخص نے قربانی کے دنوں میں پانچ بکریاں خریدیں اور ارادہ کیا کہ ان میں سے کسی ایک کی قربانی کرے گا لیکن اس نے کسی بکری کو اس کے لئے معین نہیں کیا پس کسی شخص نے ان میں سے ایک بکری کو قربانی کے دن اس کے مالک کی طرف سے اس کے امر کے بغیر ذبح کردیا تو وہ اس کا ضامن ہوگا اھ۔ اور نیز خانیہ میں ہے کہ اگر کسی نے اپنی بکری کسی دوسرے کی طرف سے قربانی کی تو جائز نہیں ہے خواہ اس کے امر سے کی ہو یا اس کے امر کے بغیر کی ہو کیونکہ آمر یا اس کے نائب کے قبضہ کے بغیر ملکیت ثابت نہیں ہوتی [1]

ہدی ذبح کرنے کی جگہ

کیونکہ ہدی اس جانور کو کہتے ہیں جو حرم کی طرف ہدیہ کیا جاتا ہے اس لئے ہر قسم کی ہدی کے لئے خواہ وہ شکرانہ کی ہدی ہو یا جنایت کی حدود حرم میں ذبح کرنا شرط ہے [2]۔ پس ہدایا کا حدود حرم کے علاوہ کسی اور جگہ ذبح کرنا جائز نہیں ہے [3] خواہ وہ ہدی نفلی ہو یا کوئی اور ہو [4] نذر کی ہدی کا بھی یہی حکم ہے لیکن اگر

[1] بدائع و در و ش و غنیہ ملتقطاً [2] بحر و در و ش ملتقطاً [3] ہدایہ و ع [4] فتح۔

بدنہ کی نذر مانی ہے تو امام ابو حنیفہ و امام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک اس کو حرم میں ذبح کرنا شرط نہیں ہے اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک نذر کی ہدی پر قیاس کرتے ہوئے اس کو غیر حرم میں ذبح کرنا جائز نہیں ہے اور فرق ظاہر ہے [1] پس اگر بدنہ نذر مان کر اپنے اوپر واجب کیا تو جہاں چاہے ذبح کر دے لیکن اگر نذر مانتے وقت یہ نیت کی تھی کہ مکہ مکرمہ میں ذبح کرے گا تو اس کو مکہ مکرمہ میں ذبح کرنا ضروری ہے اس کے علاوہ کسی اور جگہ ذبح کرنا جائز نہیں ہے اور یہ امام ابو حنیفہ و امام محمد رحمہما اللہ کا قول ہے اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک ہر حال میں مکہ مکرمہ (حدودِ حرم) میں ہی ذبح کرنا ضروری ہے اور اگر جزور کی نذر مانی تو یہ اونٹ کے لئے خاص ہے اور اس کو حرم و غیر حرم میں ذبح کرنا جائز ہے اور اس کے گوشت کو صدقہ کر دے [2]۔ اور اگر ہدی کی نذر کی تو اس کا ذبح کرنا بالاتفاق حرم کے ساتھ ہی مخصوص ہے، اور اگر جزور کی نذر مانی تو بالاتفاق غیر حرم میں ذبح کرنا جائز ہے [3] پس اس بات پر سب کا اتفاق ہے کہ اگر اونٹ یا گائے کی نذر کی تو اس کو حرم میں ذبح کرنا شرط نہیں ہے اور اگر بدنہ من شعائر اللہ کی نذر کی یا یہ نذر کی کہ بدنہ مکہ مکرمہ میں ذبح کرے گا تو بالاتفاق حرم میں ذبح کرنا شرط ہے [4] ہدی کو حدودِ حرم میں جس جگہ چاہے ذبح کرنا جائز ہے خاص منیٰ ہی میں ذبح کرنا شرط نہیں ہے [5] بلکہ سنت ہے۔ مبسوط میں ہے کہ ہدایا کو قربانی کے دنوں میں منیٰ میں ذبح کرنا سنت ہے اور ایام قربانی کے علاوہ مکہ مکرمہ میں ذبح کرنا اولیٰ ہے [6]

ہدی ذبح کرنے کا وقت

قران اور تمتع کی ہدی کو قربانی کے دنوں میں ذبح کرنا شرط ہے اور وہ تین دن (۱۰ تا ۱۲ ذی الحجہ) ہیں پس ان تین دن سے پہلے بالاجماع جائز نہیں ہے اور ایام قربانی کے بعد ذبح کرنا امام ابو حنیفہؒ کے قول پر جائز ہے لیکن وہ واجب کا تارک ہوگا اس لئے اس پر دم تاخیر واجب ہوگا لیکن صاحبین کے نزدیک قربانی کے دنوں میں ذبح کرنا سنت ہے حتیٰ کہ اگر کسی نے ایام قربانی کے بعد ذبح کیا تو ان کے نزدیک اس پر کچھ واجب نہیں ہے اور امام صاحب کے نزدیک اس پر دم واجب ہوگا۔ قران و تمتع کے علاوہ دیگر ہر قسم کی ہدی یعنی کفارات و نذر و احصار کے دم کے لئے قربانی کے دن کا ہونا شرط نہیں ہے پس ان کا ذبح کرنا ہر وقت جائز ہے اور نفلی ہدی جب حدودِ حرم میں پہنچ جائے تو اس کے لئے بھی ایام قربانی میں ذبح کرنا شرط نہیں ہے اس لئے اس کو قربانی کے دن سے پہلے ذبح کرنا بھی جائز ہے یہی صحیح ہے لیکن اس کا قربانی کے دنوں میں ذبح کرنا افضل ہے [7]

کیفیتِ ذبح

(۱) اونٹ کو نحر کرنا اور گائے بکری وغیرہ کو ذبح کرنا افضل ہے پس اگر اونٹ کو ذبح کیا اور گائے بکری وغیرہ کو نحر کیا اور رگیں پوری طرح کٹ گئیں تو جائز ہے مگر مکروہ ہے کیونکہ گائے بکری وغیرہ کو ذبح کرنا اور اونٹ کو نحر کرنا سنت ہے [8] ——— (۲) اور اونٹ کو نحر کرنے کا سنت طریقہ یہ ہے کہ اس کو کھڑا کر کے اس کا بایاں پاؤں باندھ دیا جائے اور پھر اس کی گردن پر برچھی ماری جائے اور اگر چاہے تو اس کو لٹا کر برچھی مارے ان دونوں طریقوں میں سے جس طرح بھی کرے اچھا ہے لیکن پہلا طریقہ افضل (و مسنون) ہے۔ گائے اور بکری کو کھڑا کر کے ذبح نہیں کرنا چاہئے ان کو لٹا کر ذبح کرنا ہی مسنون ہے کیونکہ یہ طریقہ زیادہ واضح و آسان ہے [9] ——— (۳) جمہور کے نزدیک جانور کا اور اپنا منہ قبلہ کی طرف کرنا مستحب ہے [10]

---

[1] بحر و ش [2] بدائع و ع [3] ع [4] بحر [5] فتح و در و غیرہما [6] ش و شرح اللباب [7] در و ش و بحر و ہدایہ و ع ملتقطاً۔
[8] ع و ہدایہ و لباب و شرحہ و غنیہ ملتقطاً [9] ہدایہ و ع و شرح اللباب و غنیہ و غیرہا ملتقطاً [10] ع و شرح اللباب

اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اس ذبیحہ کا گوشت کھانا مکروہ سمجھتے تھے جس کو قبلہ رخ لٹا کر ذبح نہ کیا ہو [1]

(۴) اگر خود اچھی طرح ذبح کر سکتا ہو تو اولیٰ یہ ہے کہ صاحب ہدی اپنی ہدی کو خود ذبح کرے [2] اور اگر خود ذبح نہیں کر سکتا تو کسی دوسرے سے ذبح کرائے اور افضل یہ ہے کہ خود بھی اس کے ساتھ ذبح میں شامل ہو جائے ورنہ ذبح کے وقت وہاں کھڑا رہے [3]

(۵) نصرانی یا یہودی سے ذبح کرانا جائز ہے مگر مکروہ ہے [4]

ہدی ذبح ہو جانے کے بعد کے احکام

(۱) جو دم شکرانہ کے طور پر واجب ہوتا ہے اس میں سے جسقدر چاہے صاحب ہدی کو کھانا جائز ہے [5]۔ پس تمتع و قران کی ہدی میں سے مطلق طور پر کھانا جائز ہے اور اس میں سے مالدار کو کھلانا بھی جائز ہے جیسا کہ اس قربانی کو جو مالدار پر واجب ہوتی ہے ذبح کرنے کے بعد اس میں سے خود کھانا اور مالدار کو کھلانا جائز ہے خواہ وہ ہدی حدودِ حرم میں پہنچ کر ذبح ہوئی ہو یا چلنے سے عاجز ہو جانے یا ہلاکت کے قریب ہو جانے کی وجہ سے راستہ میں ذبح کر دی گئی ہو۔ (ویسے اس تمتع یا قران کی ہدی کے مالک کو اختیار ہے اس کو جو چاہے کرے خواہ بیچے یا ذبح کرے اور اس پر اس کی بجائے دوسری ہدی حدودِ حرم میں ذبح کرنا واجب ہے۔ مؤلف) اور نفلی ہدی اگر حرم میں پہنچ کر ذبح ہو تو اس میں سے بھی کھانا (اور مالدار کو کھلانا) جائز ہے جیسا کہ نفلی قربانی میں سے کھانا جائز ہے اور نفلی قربانی یا مسافر کی طرف سے قربانی ہوتی ہے یا فقیر کی طرف سے ہوتی ہے جبکہ اس کی نذر نہ کی ہو اور نہ قربانی کی نیت سے اس کو خریدا ہو اور مالدار شخص جو ایک سے زائد جانور قربانی کرتا ہے وہ زائد جانور نفلی قربانی ہوتا ہے اور فقیر نے جو جانور قربانی کی نیت سے خریدا ہو اس میں اختلاف ہے اور ہمارے اصحاب سے ظاہر الروایت یہ ہے کہ اس کو اس میں سے کھانا جائز نہیں ہے کیونکہ اس کو قربانی کی نیت سے خریدنا عرف میں نذر کے قائم مقام ہے پس اس پر واجب ہے کہ اس کو صدقہ کر دے اور اگر اس کو قربانی نہیں کیا یہانتک کہ وقت گذر گیا تو بلا خلاف اس میں سے نہ کھائے کیونکہ اب وہ خون بہانے سے صدقہ کی طرف منتقل ہو گیا ہے جیسا کہ مالدار کی قربانی کے لئے بھی قربانی کے دن گذر جانے کے بعد یہی حکم ہے [6]

(۲) جس ہدی کا گوشت صاحبِ ہدی کو کھانا جائز ہے ذبح کے بعد اس کا گوشت صدقہ کرنا واجب نہیں ہے کیونکہ اگر اس کا صدقہ کرنا واجب ہوتا تو اس کا خود کھانا جائز نہ ہوتا اس لئے کہ اس سے فقرا کی حق تلفی ہوتی ہے [7] پس ہدیٔ شکر اور جو نفلی ہدی حرم میں پہنچکر ذبح ہوتی ہے اس کا تمام گوشت یا کچھ بھی حصہ صدقہ کرنا واجب نہیں ہے بلکہ مستحب یہ ہے کہ اس کا ایک تہائی حصہ صدقہ کرے اور ایک تہائی حصہ مالدار پڑوسیوں اور دوستوں وغیرہ کو ہدیہ کرے اور ایک تہائی حصہ خود کھائے اور ذخیرہ کرے جیسا کہ تمتع کے بیان میں گذر چکا ہے اور مستحب یہ ہے کہ صدقہ کرنے میں تہائی حصہ سے کمی نہ کرے اور اگر کچھ بھی صدقہ نہ کرے تو جائز ہے لیکن مکروہ تنزیہی ہے اور جو شخص عیالدار تنگ حال ہو اس کو صدقہ نہ کرنا مندوب ہے جیسا کہ اگر ایسی حالت والا نہ ہو تو اس کو صدقہ نہ کرنا مکروہ ہے [8]

(۳) اور جس ہدی کا گوشت صاحب ہدی کو کھانا جائز نہیں ہے ذبح کے بعد اس کا کُل گوشت صدقہ کرنا واجب ہے کیونکہ جب اس کا گوشت کھانا اس کے لئے جائز نہیں ہے اگر اس کو صدقہ نہ کیا جائے تو مال ضائع کرنے کا موجب ہوگا [9] پس

---

[1] شرح اللباب [2] شرح اللباب ہدایہ و ع و غنیہ [3] غنیہ و شرح اللباب ملتقطاً [4] غنیہ و فتح [5] لباب و شرحہ [6] غنیہ و لباب و شرحہ ملتقطاً [7] بدائع و فتح و بحر وغیرہ [8] لباب و شرحہ و غنیہ ملتقطاً [9] بدائع و فتح و بحر وغیرہ

مذکورہ بالا تین قسم کی ہدی کے علاوہ باقی کسی قسم کی ہدی کا گوشت کھانا اس کے لئے جائز نہیں ہے اور وہ تمام کفارات کے دم اور نذر و احصار کی ہدی ہے اور اسی طرح جو نفلی ہدی حرم میں پہنچنے سے پہلے ذبح کر دی گئی ہو اس کا بھی یہی حکم ہے کہ ان سب کا گوشت اس کو کھانا جائز نہیں ہے اگرچہ وہ فقیر ہو اور اس کی اولاد و زوجہ اور مالدار آدمی بلکہ ہر اس شخص کو کھانا جائز نہیں ہے جس کو زکوٰۃ لینا جائز نہ ہو لیکن صاحبین کے نزدیک ذمی کافر کو کھانا جائز ہے پس اگر اس میں سے اس نے خود کھایا یا ان لوگوں میں سے کسی کو کھلایا دیا جن کے لئے اس کا کھانا جائز نہیں ہے تو اس قدر حصہ کا ضامن ہوگا جو خود کھایا یا ان کو کھلایا یا دیا ہے۔

(۴) ہدی کا وجوب اس کو ذبح کر دینے ہی سے اس کے ذمہ سے ادا ہو جاتا ہے پس اگر وہ ہدی ذبح کر دینے کے بعد چوری ہو جائے یا کوئی دوسرا آدمی اس کو ضائع کر دے تو اس پر کوئی ضمان نہیں ہے خواہ وہ ہدی ایسی ہو جس کا صدقہ کرنا اس پر واجب ہے یا ایسی ہو جس کا صدقہ کرنا اس پر واجب نہیں ہے کیونکہ اس فعل میں اس کا کوئی عمل دخل نہیں ہے لیکن اگر ذبح کرنے کے بعد کل ہدی یا اس کے بعض حصہ کو خود ضائع کر دے مثلاً اس کو تلف کر دے یا کسی مالدار کو دیدے یا بیچ دے یا اس کے گوشت میں سے ذبح کرنے والے کو اجرت میں دیدے وغیرہ تو اگر وہ ہدی ایسی ہے جس کا صدقہ کرنا اس پر واجب ہے تو وہ اس کی قیمت کا ضامن ہوگا پس اس کی قیمت کو فقراء پر صدقہ کرنا واجب ہے اور اگر وہ ہدی ایسی ہے جس کا صدقہ کرنا اس پر واجب نہیں ہے تو اس پر کچھ ضمان لازم نہیں ہوگا کیونکہ اس صورت میں اُس سے فقراء کا حق ضائع کرنا نہیں پایا گیا اس لئے کہ اس میں فقراء کے لئے کوئی حق واجب نہیں ہے لیکن اگر ہدی ذبح سے پہلے ضائع یا چوری ہو گئی تو اس شخص پر اس کی بجائے دوسری ہدی واجب ہوگی اور اس کے لئے اس کی قیمت کو صدقہ کر دینا جائز نہیں ہے[1]

(۵) کسی قسم کی ہدی کا گوشت بیچنا جائز نہیں ہے اگرچہ وہ ہدی ایسی ہو جس کا گوشت کھانا اس کے لئے جائز ہے پس اگر ہدی کا کچھ گوشت بیچ دیا یا ذبح کرنے والے کو اجرت میں دیدیا تو اس پر اس کی قیمت کا صدقہ کرنا واجب ہے[2]۔ اور بدائع میں ہے کہ اگر ہدی کا گوشت فروخت کیا تو دونوں قسم کی ہدی کے بارے میں اس کی بیع جائز ہے کیونکہ اس کی ملک قائم ہے لیکن جس ہدی کا گوشت کھانا اس کے لئے جائز نہیں ہے بلکہ اس کا صدقہ کرنا واجب ہے اس کا گوشت فروخت کر کے جو قیمت حاصل ہوئی ہو اس کو بھی صدقہ کرنا واجب ہے اس لئے کہ وہ قیمت ایسی چیز کے بیچنے سے حاصل ہوئی ہے جس کا صدقہ کرنا فقراء کے حق کی وجہ سے واجب ہے[3]۔ بظاہر اس میں فتح القدیر کے مسئلہ کی مخالفت ہے جو اوپر بیان ہو چکا ہے۔ بحر الرائق میں ان دونوں میں اس طرح تطبیق دی ہے کہ اگر اس ہدی کا گوشت فروخت کیا جس کا گوشت کھانا اس کو جائز نہیں ہے تو اس کی جو قیمت فروخت کرنے سے حاصل ہوئی ہے اس کو صدقہ کرنا اس پر واجب ہے اور اس کی اصل قیمت کا لحاظ نہیں کیا جائے گا اور اگر اس ہدی کا گوشت فروخت کیا جس کا گوشت کھانا اس کو جائز ہے تو اس کی اصل قیمت کا صدقہ کرنا اس پر واجب ہے اس کی وصول شدہ قیمت کا لحاظ نہیں کیا جائیگا۔ بدائع کے کلام میں بیع کے جواز سے مراد صحتِ بیع ہے نہ کہ بیع کا حلال ہونا پس بدائع نے جو اس کی وصول شدہ قیمت کو صدقہ کرنا واجب کہا ہے وہ اس ہدی کے ساتھ مخصوص ہے جس کا گوشت کھانا اس کے لئے جائز نہیں ہے اور فتح القدیر کا قول

---

[1] لباب و شرحہ و بدائع و بحر و ش و درع و غنیہ ملتقطاً و تصرفاً [2] فتح و بحر [3] بدائع و بحر و فتح

اس کی اصل قیمت کا صدقہ کرنا واجب ہے اس ہدی کے ساتھ مخصوص ہے جس کا گوشت کھانا اس کے لئے جائز ہے پس اس تطبیق سے دونوں کی مخالفت دور ہو گئی ہے[1] ——— (۶) ذبح کرنے والے کی اُجرت اُس (ہدی) میں سے نہ دی جائے[2] (یعنی اس کا گوشت یا کھال وغیرہ اجرت میں دینا جائز نہیں ہے) پس اگر اس کی اجرت اس میں سے دی تو اُس کا ضمان دیگا یعنی اس پر اس کی قیمت صدقہ کرنا واجب ہے لیکن اگر اس کو اجرت کے علاوہ ہدیہ کے طور پر کچھ گوشت دیدے تو اکثر علما کے نزدیک جائز ہے کیونکہ یہ ان لوگوں میں سے ہے جن کو صدقہ دینا جائز ہے[3] ——— (۷) ہدی کا جانور زندہ صدقہ کر دینے سے اس کا وجوب ادا نہیں ہوتا اور نہ ہی اس کی قیمت دینے سے ادا ہوتا ہے[4] ——— (۸) ہر قسم کی ہدی کو حدود حرم میں ذبح کرنا شرط ہے حدود حرم کے سوا کسی اور جگہ ذبح کرنا جائز نہیں ہے جیسا کہ بیان ہو چکا ہے اور اس کو حرم کے فقرا پر صدقہ کرنا شرط نہیں ہے پس اگر حدودِ حرم میں ذبح کرنے کے بعد اس کے گوشت کو حدودِ حرم سے باہر لے گیا اور حرم و غیرِ حرم کے فقرا پر صدقہ کر دیا تو جائز ہے لیکن حرم کے فقرا پر صدقہ کرنا افضل ہے لیکن اگر غیر حرم کے فقرا زیادہ محتاج ہوں تو ان کو دینا افضل ہے[5]

(۹) جس ہدی کا گوشت کھانا صاحب ہدی کے لئے جائز نہیں ہے اس کی کھال یا کسی اور چیز سے نفع حاصل کرنا بھی جائز نہیں ہے بلکہ اس کو صدقہ کر دینا چاہئے اور اس کی کھال و چربی، ہاتھ پاؤں، سری، اون، بال اور جو دودھ اس کے ذبح کر دینے کے بعد نکالا گیا ہو ان سب کو فروخت کرنا جائز نہیں ہے پس اگر ان میں سے کسی چیز کو بیچ دیا تو اس کی حاصل شدہ قیمت کو صدقہ کرنا واجب ہے اور جس ہدی کا گوشت کھانا صاحبِ ہدی کے لئے جائز ہے اگر اس کو اس کے وقت پر حدود حرم میں ذبح کیا ہو تو اس کی کھال وغیرہ سے نفع حاصل کرنا جائز ہے مثلاً چھلنی، تھیلی، مشکیزہ، فرش، ڈول وغیرہ بنا کر اپنے استعمال میں لانا جائز ہے اسی طرح اس کا دودھ نکال کر اون اور بال کاٹ کر اپنے کام میں لانا جائز ہے جیسا کہ قربانی کی کھال وغیرہ کا حکم ہے[6]

(۱۰) ہدی کو ذبح کرنے کے بعد مستحب یہ ہے کہ اس کی کھال، مہار (نکیل وغیرہ) جھول اور پٹہ وغیرہ سب کو صدقہ کر دے[7]۔

(۱۱) اگر ذبح کرتے وقت ہدی کے پیٹ سے زندہ بچہ نکلے تو عامۃ العلما کے نزدیک اس کی ماں کے ساتھ اس کو بھی ذبح کر دے اور اس کی ماں کی طرح اس کی اون اور بال نہ کاٹے[8] اگر اس کے بچہ کو فروخت کر دیا تو اس کی حاصل شدہ رقم کو فقرا پر صدقہ کر دے اور اگر اس کی قیمت کے عوض ہدی خرید کر ذبح کرے تو اچھا ہے اور اس کو صدقہ کر دیا تو یہ بھی اچھا ہے لیکن افضل یہ ہے کہ اس کو ذبح کر دیا جائے[9] اور اگر اس بچہ کو ضائع کر دیا تو اس کی قیمت کا ضمان دیگا[10]

ہدی کا نذر کرنا

(۱) نذر کرنے سے بھی ہدی واجب ہو جاتی ہے[11] ——— (۲) اگر کسی نے یوں کہا کہ اللہ تعالیٰ کے واسطے میرے ذمہ ہدی واجب ہے یا یوں کہا کہ میں اللہ تعالیٰ کے واسطے ہدی ذبح کرونگا یا یوں کہا کہ اگر میں نے ایسا کیا تو اللہ تعالیٰ کے واسطے مجھ پر ہدی ہے یا میں ہدی ذبح کروں گا پس اگر اس نے ہدی کی تینوں قسموں

---

[1] منحہ و بحر ملتقطاً [2] کنز و در و ع [3] بحر و ع و لباب و شرحہ و در ملتقطاً [4] غنیہ و غیرہ [5] کنز و در و لباب و شرحہ و بدائع و ہدایہ و ع و غنیہ ملتقطاً [6] بدائع و در مع الاضحیہ و لباب و شرحہ و غنیہ ملتقطاً [7] لباب و شرحہ و ہدایہ و بدائع و ع و غنیہ و غیرہا عامۃ الکتب [8] ع و غنیہ [9] فتح و بحر و لباب و شرحہ و ع۔

[10] ع و بحر [11] فتح وغیرہ۔

(اونٹ، گائے، بکری) میں سے کسی معین قسم کی نیت کی تو وہی واجب ہوگی اور اگر کسی معین قسم کی نیت نہیں کی تو ہمارے فقہا کے نزدیک اس پر بکری واجب ہوگی اور یہ حکم اس وقت ہے جبکہ اپنے اوپر واجب کرنے کی نیت کی ہو یا کچھ بھی نیت نہ کی ہو اور اگر وعدہ کی نیت کی تو اس پر کچھ واجب نہیں ہوگا لیکن اس کے لئے اس وعدہ کو وفا کرنا مندوب ہے [1]

(۳) اور اگر یوں کہا کہ اللہ تعالیٰ کے واسطے میرے ذمہ بدنہ واجب ہے اگر اس نے اس کی دونوں قسموں (اونٹ اور گائے) میں سے کسی معین قسم کی نیت کی ہو تو وہی واجب ہوگا اور اگر کسی معین قسم کی نیت نہیں کی تو دونوں میں سے جس کو چاہے اختیار کرے [2] اور اگر یہ کہا کہ میرے ذمہ جزور واجب ہے تو یہ اونٹ کے لئے مخصوص ہے [3] ——— (۴) جو جانور نذر میں معین کیا اگر اس کی مثل یا اس سے افضل ذبح کر دیا یا اس کی قیمت صدقہ کر دی تو اس کے لئے کافی ہے پس اگر کسی نے یوں کہا کہ مجھ پر اللہ تعالیٰ کے لئے واجب ہے کہ بکری کی ہدی کروں پھر اس نے اونٹ کی ہدی کی تو جائز ہے اور اس نے بہت اچھا کیا [4] اور اس کے برعکس (یعنی یوں کہا کہ اونٹ کی ہدی کروں اور بکری کی ہدی کی تو) جائز نہیں ہے [5] ——— (۵) اگر ہدی کی نذر کی تو اس کا ذبح کرنا بالاتفاق حدودِ حرم کے ساتھ مخصوص ہے (حدودِ حرم کے علاوہ کسی اور جگہ ذبح کرنا جائز نہیں ہے) اور حدودِ حرم میں اس کو صدقہ کرنا کافی نہیں ہے بلکہ وہاں اس کو ذبح کرنا واجب ہے اور اگر ہدی کے لفظ کے بغیر جزور (اونٹ) یا گائے کی نذر کی تو بالاتفاق وہ حرم کے ساتھ مخصوص نہیں ہے بلکہ اس کو جہاں چاہے ذبح کرے یا اُس کی قیمت صدقہ کرے اسی طرح اگر ہدی کے لفظ کے بغیر بدنہ کو نذر میں اپنے اوپر واجب کیا تو اس کو جہاں چاہے ذبح کرے یا اس کی قیمت صدقہ کرے۔ یہ امام ابوحنیفہ و امام محمد رحمہما اللہ کا قول ہے اور امام ابو یوسف و امام زفر رحمہما اللہ کے نزدیک حدودِ حرم کے علاوہ کسی اور جگہ ذبح کرنا جائز نہیں ہے ان کے نزدیک نذر کے بدنہ کو نذر کی ہدی پر قیاس کیا گیا ہے، لیکن اگر یہ نیت کی ہو کہ مکہ مکرمہ میں ذبح کرے گا یا یوں کہا ہو کہ مجھ پر اللہ تعالیٰ کے واسطے بدنہ من شعائر اللہ واجب ہے تو اب اس کو حرم میں ذبح کرنا واجب ہے [6] خلاصہ یہ ہے کہ اگر مطلق طور پر ہدی کی نذر کی تو جو جانور قربانی میں واجب ہوتا ہے وہی واجب ہوگا اور اس کا ادنیٰ بکری اور اعلیٰ گائے یا اونٹ ہے لیکن اگر ہدی کی نذر کرنے میں اونٹ یا گائے کی نیت کی ہو تو وہی لازم ہوگا جس کی نیت کی ہے اور ہدی کو حرم میں ذبح کرنا شرط ہے اور اگر جزور یا گائے یا بدنہ کی نذر مانی اور ہدی کا لفظ نہیں کہا تو جزور میں اونٹ اور بدنہ میں اونٹ یا گائے واجب ہوگی اور اس کا حدودِ حرم میں ذبح کرنا واجب نہیں ہے (حدودِ حرم و غیر حرم میں جہاں چاہے ذبح کر سکتا ہے) لیکن اگر نذر میں بدنۃ من شعائر اللہ کہا یا بدنہ کے ساتھ ہدی کا لفظ کہا تو اب اس کو اونٹ یا گائے کا حدودِ حرم میں ذبح کرنا واجب ہے [7]

(۶) اور فقہا نے کہا ہے کہ جب کسی نے یوں کہا کہ مجھ پر اللہ تعالیٰ کے واسطے واجب ہے کہ دو بکریاں ہدی کروں پھر اس نے ایک ایسی بکری کی ہدی کی جو قیمت میں دو بکریوں کے برابر ہے تو یہ کافی نہیں ہے [8]

(۷) اور اگر یوں کہا کہ مجھ پر اللہ تعالیٰ کے لئے واجب ہے کہ اونٹ کی ہدی کروں پھر اس کی بجائے سات بکریوں کی ہدی کی تو جائز ہے [9]

---

[1] غنیہ و فتح [2] ع و بدائع ملتقطاً [3] بدائع و ع و غنیہ و غیرہا [4] ع و غنیہ تصرفاً [5] غنیہ [6] ع و غنیہ ملتقطاً [7] لباب و شرحہ [8] فتح و غنیہ [9] غنیہ

(۸) ہدی کی نذر میں قیمت صدقہ کرنے کے بارے میں فقہا کا اختلاف ہے امام ابوسلیمان رحمہ اللہ کی روایت میں اس کی قیمت صدقہ کرنا جائز ہے اور امام ابوحفص رحمہ اللہ کی روایت میں نذر کی ہدی کی قیمت صدقہ کر دینا جائز نہیں ہے جیسا کہ دوسری اقسام کی ہدی میں بھی جائز نہیں ہے اس کو صاحب بدائع و ابن الہمام رحمہما اللہ نے مستحسن کہا ہے ۔[1]

(۹) اگر اونٹ، گائے اور بکری (اور ان کی اقسام) کے علاوہ کسی اور چیز مثلاً کپڑے، غلام، برتن یا کسی اور منقولہ سامان کی نذر کی تو یہ نذر جائز ہے اور اس پر واجب ہے کہ خواہ بعینہٖ اس چیز کو صدقہ کرے یا اس کی قیمت کو صدقہ کر دے اور اگر اس کو مکہ مکرمہ میں صدقہ کرنے کی تعیین کی ہو تب بھی مکہ میں اور اس کے باہر اہل مکہ وغیر اہل مکہ پر جہاں چاہے اور جس پر چاہے صدقہ کرنا جائز ہے لیکن افضل یہ ہے کہ مکہ مکرمہ میں وہاں کے فقرا پر صدقہ کرے اور اگر وہ نذر غیر منقولہ چیز مثلاً گھر یا زمین وغیرہ کی ہو تو اس کی قیمت کا صدقہ کرنا متعین ہے اور اس کو حدودِ حرم میں صدقہ کرنا یا مکہ مکرمہ کے فقرا پر صدقہ کرنا متعین نہیں ہے لیکن مکہ مکرمہ میں وہاں کے فقرا پر صدقہ کرنا افضل ہے (جیسا کہ منقولہ کے لئے بیان ہوا) اور وہاں دربانوں کو دینا جائز ہے بشرطیکہ وہ فقرا ہوں ۔[2]

(۱۰) اگر یوں کہا کہ یہ بکری بیت اللہ یا کعبہ شریف یا مکہ شریف کی طرف ہدی ہے تو بالاتفاق واجب ہو جائے گی اور اس کو حدودِ حرم میں ذبح کرنا واجب ہوگا اور اگر یوں کہا کہ حرم کی طرف یا مسجد حرام کی طرف ہدی ہے تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک یہ نذر صحیح نہیں ہے اور یہ نذر واجب نہیں ہوگی اور صاحبین کے نزدیک صحیح ہے اور واجب ہو جائے گی اور یہی اظہر ہے ... اور اگر یوں کہا کہ صفا و مروہ کی طرف ہدی ہے تو ان سب کے قول میں یہ نذر صحیح نہیں ہے اور اس پر کچھ لازم نہیں ہوگا ۔[3]

(۱۱) اگر کسی نے یوں کہا کہ میرا تمام مال ہدی ہے تو اصح قول کی بنا پر اپنی خوراک کی مقدار رکھ کر باقی تمام مال ہدیہ کرنا واجب ہے[4] اور اگر مزید مال حاصل ہو جائے تو جسقدر اپنی خوراک کے لئے رکھا تھا وہ بھی صدقہ کر دیا جائے ۔[5] —— (۱۲) اگر کسی نے یوں کہا کہ مجھ پر اللہ تعالیٰ کے واسطے واجب ہے کہ میں اپنے بیٹے کو ذبح کروں تو قیاس کے مطابق اس پر کچھ واجب نہیں ہے اور استحساناً اس پر ایک بکری واجب ہوگی اور اگر اس کے کئی بیٹے ہوں تو ہر ایک بیٹے کے بدلے ایک بکری واجب ہوگی اور امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اپنے غلام کو ذبح کرنے کی نذر کرنے کا بھی یہی حکم ہے اور امام محمدؒ کے نزدیک بیٹے کو ذبح کرنے کی نذر میں بکری واجب ہوگی غلام کو ذبح کرنے کی نذر میں واجب نہیں ہوگی اور امام ابویوسفؒ کے نزدیک دونوں میں سے کسی صورت میں بھی واجب نہیں ہوگی ۔[6]

متفرقاتِ حج

حج کی افضلیت کے مسائل

(۱) علماء نے تمام اعمال پر حج کی افضلیت کے بارے میں اختلاف کیا ہے بعض نے کہا ہے کہ نماز تمام اعمال سے افضل ہے بعض نے روزہ کو افضل اعمال کہا ہے اور بعض نے حج کو افضل کہا ہے اور بحر الرائق میں کہا ہے کہ ہمارے اصحاب کے نزدیک ایمان کے بعد سب سے افضل نماز ہے پھر زکوٰۃ پھر روزہ پھر حج پھر جہاد ہے ۔[7]

[1] بدائع و لباب و شرحہ ملتقطاً [2] لباب و شرحہ و غنیہ و بدائع و فتح ملتقطاً [3] لباب و شرحہ و بدائع و غنیہ ملتقطاً [4] شرح اللباب و غنیہ [5] فتح و تمامہ فیہ و ارشاد و غنیہ۔ [6] فتح و غنیہ و ارشاد [7] لباب و شرحہ تصرفات حجات۔

(۲) مالدار کا حج فرض فقیر کے حج فرض سے افضل ہے اس لئے کہ فقیر مکہ پہنچنے کے بعد فرض حج ادا کرتا ہے اور اس سے پہلے اپنے سفر کے دوران وہ نفلی حج کا سفر کرنے والا ہے اور مالدار آدمی گھر سے ہی حج فرض کے لئے سفر کرنے والا ہوتا ہے لیکن یہ بات اس وقت ہے جبکہ دونوں نے حج فرض کا احرام میقات سے باندھا ہو لیکن اگر دونوں نے اپنے شہر سے اس کا احرام باندھا ہو تو دونوں کے سفر کا حکم یکساں ہے لیکن پھر بھی مالدار کے حج کو فقیر کے حج پر فضیلت ہوگی اس لئے کہ مالدار آدمی سے محتاجوں اور ساتھیوں کی امداد حاصل ہوتی ہے [۱] ——— (۳) حج فرض والدین کی اطاعت سے اولیٰ ہے لیکن یہ حکم اسوقت ہے جبکہ اس کے سفر کی وجہ سے اس کے والدین دیکھ بھال نہ ہونے کی وجہ سے ہلاک نہ ہو جائیں اس لئے کہ جب والدین یا ان میں سے کوئی ایک اس کی خدمت کا محتاج ہو تو ان کی اجازت کے بغیر اس کا سفر کرنا مکروہ ہے اور اگر والدین موجود نہ ہوں اور دادا دادی ہیں سے کوئی ہو تو وہ والدین کے حکم میں ہیں اور نفلی حج کا حکم اس کے خلاف ہے کہ والدین کی اطاعت مطلق طور پر نفلی حج سے اولیٰ ہے [۲] ——— (۴) مسافر خانہ (سرائے) بنانا نفلی حج سے افضل ہے [۳]

(۵) صدقہ پر حج نفل کی افضلیت کے بارے میں ہمارے ائمہ کا اختلاف ہے امام محمدؒ کے نزدیک اگر حج فرض ادا کر چکا ہو تو نفلی صدقہ نفلی حج سے افضل ہے تجنیس و مزید و منیۃ المفتی میں اس قول کو مختار کہا ہے لباب المناسک میں بھی اسی پر اعتماد کیا ہے اور یہ حکم اس وقت ہے جبکہ اس قدر رقم صدقہ کرے جتنی حج میں خرچ ہوتی ہے اور اگر اس سے بہت کم صدقہ کرے تو بلا اختلاف حج افضل ہے اس کی تصریح فتاوی بزازیہ میں کی گئی ہے اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک نفلی حج صدقہ سے افضل ہے امام ابو حنیفہؒ کا قول پہلے امام محمدؒ کے قول کے مطابق تھا لیکن جب انھوں نے خود حج کیا اور اس سفر میں مختلف قسم کی مشقتیں دیکھیں جو نیکیوں میں اضافہ کا موجب تھیں تو پھر امام ابو یوسفؒ کے قول کی طرف رجوع کر لیا اور فتوی دیا کہ نفلی حج صدقہ سے افضل ہے، فتاوی خانیہ میں بھی اسی کو اختیار کیا ہے کہ نفلی حج کا اجر نفلی صدقہ سے بہت بڑا ہے پھر صدقہ کا پھر غلام آزاد کرنے کا اجر ہے [۴] - علامہ رحمتی رحمہ اللہ نے کہا حق یہ ہے کہ اس مسئلہ میں یہ تفصیل ہے کہ جس میں حاجت و منفعت زیادہ ہو وہی افضل ہے [۵] - علامہ شامی نے منحۃ الخالق حاشیہ بحر الرائق میں کہا ہے کہ ہمارے زمانے میں نفلی صدقہ کو نفلی حج پر فضیلت دی جاسکتی ہے اس لئے کہ اس زمانہ میں حج کے سفر میں بہت سے ممنوعات کا ارتکاب اور فواحش و منکرات کا مشاہدہ ہوتا ہے اور غریب و یتیم لوگ صدقات کی طرف زیادہ ضرورتمند ہیں جبکہ مالدار لوگ ان کو نظر انداز کرتے ہیں خصوصاً قحط اور تنگی کے ایام میں ان کی امداد کی زیادہ ضرورت ہے پس نفع کے متعدی ہونے سے نیکیوں میں بھی اضافہ ہوتا ہے [۶]

وقوفِ عرفات جمعہ کو واقع ہونے کی فضیلت

جمعہ کے روز وقوفِ عرفات کا واقع ہونا کسی اور دن کے وقوفِ عرفات سے ستر درجہ فضیلت رکھتا ہے [۷] اور اس روز وقوف کرنے والا ہر شخص بلا واسطہ بخش دیا جاتا ہے [۸] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمام دنوں سے افضل عرفہ کا دن ہے اور اگر وہ دن جمعہ کو

---

[۱] در و ش و غنیہ تصرفاً [۲] ایضاً [۳] در و غنیہ [۴] منحہ و در و ش و لباب شرحہ غنیہ ملتقطاً [۵] ش غنیہ [۶] منحہ [۷] لباب شرحہ و در [۸] در

واقع ہو جائے تو غیر جمعہ کے حج پر ستر درجہ فضیلت رکھتا ہے اس کو رزین بن معاویہ رضی اللہ عنہ نے تجرید الصحاح میں روایت کیا ہے[1] اگرچہ بعض محدثین نے اس حدیث کی اسناد کو ضعیف کہا ہے لیکن یوم جمعہ کے وقوف کو دوسرے دنوں کے وقوف پر چند وجوہ سے فضیلت ہے اول اس لئے کہ روز جمعہ کے وقوف کی فضیلت مذکورہ بالا حدیث شریف میں آئی ہے دوسرے اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ اگر وقوف عرفہ جمعہ کے روز واقع ہو تو اللہ تعالیٰ تمام اہل موقف کی مغفرت فرما دیتا ہے، تیسرے اس لئے کہ جس طرح مکان کے شرف سے اعمال کو شرف حاصل ہوتا ہے اسی طرح زمانہ کے شرف سے بھی اعمال کو شرف حاصل ہوتا ہے اور جمعہ کا دن ہفتے کے دنوں میں سب سے افضل دن ہے اس لئے اس روز کے اعمال یعنی وقوف وغیرہ بھی دوسرے دنوں کے اعمال یعنی وقوف وغیرہ سے افضل ہیں، چوتھے اس لئے کہ جمعہ کے روز میں ایک ساعت ایسی ہوتی ہے جس میں دعا قبول ہوتی ہے وہ ساعت دوسرے دنوں میں نہیں ہوتی۔ پانچویں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وقوف عرفات حجۃ الوداع میں جمعہ ہی کو واقع ہوا تھا اس لئے اس روز کے وقوف کو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وقوف کے دن سے موافقت ہو جاتی ہے اور اس روز عرفات میں حجۃ الوداع میں آیت مبارکہ اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ نازل ہوئی۔ لیکن جاننا چاہئے کہ فرض ساقط ہونے کے اعتبار سے اس روز کے حج کو دوسرے دنوں کے حج پر کوئی فضیلت نہیں ہے[2]۔ نیز جاننا چاہئے کہ حج کی تعریف میں علما نے اختلاف کیا ہے بعض نے کہا ہے کہ قران حج اکبر ہے اور افراد حج اصغر ہے، بعض ہر حج کو حج اکبر کہتے ہیں اور عمرہ کو حج اصغر کہتے ہیں لیکن عوام میں جو یہ مشہور ہے کہ اگر وقوف عرفہ جمعہ کے روز واقع ہو تو وہ حج اکبر ہے یہ کسی سے منقول نہیں ہے یہ عوام کی عرفی اصطلاح ہے۔ اسی طرح یوم حج اکبر جس کا ذکر قرآن مجید میں ہے اس کے بارے میں علماء کا اختلاف ہے اور ان کا حاصل یہ چار اقوال ہیں: اول بعض نے کہا کہ اس سے مراد وہ دن ہے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج ادا فرمایا اور وہ مشہور ہے (یعنی جمعہ کا عرفہ) دوم بعض کے نزدیک مطلق عرفہ کا دن مراد ہے خواہ جمعہ کا ہو یا کسی اور دن کا ہو، سوم قربانی کا دوسرا دن یعنی ۱۱ ذی الحجہ ہے، چہارم یہ کہ اس سے مراد منیٰ کے تمام دن ہیں۔ فی الحقیقت ان اقوال میں کوئی منافات نہیں ہے کیونکہ جمعہ کا حج دوسرے دنوں کے حج کی بہ نسبت اکبر ہے اور حج قران حج افراد کی بہ نسبت حج اکبر ہے اور مطلق حج عمرہ کی بہ نسبت اکبر ہے اور یہ تمام ہی حج اکبر ہیں اور ان میں اپنے اپنے مقام اور امور کے اعتبار سے فرق ہے اسی طرح یوم حج اکبر کے بارے میں کہا جائے گا کہ یوم عرفہ حج اکبر یعنی مطلق حج کے حاصل ہونے کا دن ہے اور قربانی کا دن حج اکبر کی تکمیل اور ایک حد تک احرام سے باہر ہونے کا دن ہے اور قربانی کا دوسرا دن جو عام طور پر طواف زیارت کا دن ہے احرام سے پوری طرح باہر ہونے کا دن ہے اور ایام منیٰ میں حج کے باقی افعال کی تکمیل ہوتی ہے اس لئے تمام ایام حج ہی یوم حج اکبر کی تفسیر ہیں کیونکہ ان سب ہی میں ارکان و واجبات کی تکمیل ہوتی ہے واللہ اعلم[3]۔ اور یہ جو حدیث شریف میں آیا ہے کہ اگر وقوف عرفہ جمعہ کے دن واقع ہو تو اس روز تمام اہل موقف کی مغفرت کی جاتی ہے بعض نے اس پر یہ اشکال وارد کیا ہے کہ دوسری حدیثوں میں مطلق طور پر ہر دن کے لئے اہل موقف کی مغفرت وارد ہوئی ہے تو اس روایت میں جمعہ کے وقوف عرفہ کی تخصیص کیوں ہے؟

[1] معلم و غنیۃ و ارشاد و حیات [2] معلم [3] ارشاد ملخصاً من رسالۃ علی القاری۔

اس کا جواب علمانے یہ دیا ہے کہ جمعہ کے وقوف عرفہ میں حاجی و غیر حاجی سب اہل موقف کی مغفرت کی جاتی ہے اور دوسرے دنوں کے وقوف عرفہ میں صرف اہل موقف حجاج کی مغفرت کی جاتی ہے دوسرے یہ کہ جمعہ کے وقوف عرفہ میں بلاواسطہ مغفرت کی جاتی ہے اور دوسرے دنوں کے وقوفِ عرفہ میں بعض کی مغفرت بعض کے واسطے سے ہوتی ہے پس اگر یہ کہا جائے کہ اہل موقف میں ایسے لوگ بھی ہوں گے جن کا حج قبول نہیں ہوا ہوگا تو ان کی مغفرت کیسے ہوجائے گی؟ اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ ممکن ہے کہ اس کے گناہ تو بخش دیئے جائیں اور اس کو اس پر حجِ مبرور (مقبول) کا ثواب نہ دیا جائے پس مغفرت کے لئے حج کا مقبول ہونا شرط نہیں ہے [۱]

مسجدِ حرام اور حدودِ حرم میں نماز و دیگر حسنات کا ثواب کئی گنا ہونا

(۱) حاجی صاحبان کو اس بات کا بہت اہتمام کرنا چاہئے کہ مکہ مکرمہ کے قیام کے دوران اُن کی کوئی نماز مسجدِ حرام میں جماعت کے ساتھ ادا ہونے سے فوت نہ ہوجائے کیونکہ اس مسجد میں نماز ادا کرنا تمام مساجد حتی کہ مدینہ منورہ کی مسجد نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی نماز سے بھی افضل ہے۔ حضرت عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری اس مسجد میں نماز پڑھنا مسجدِ حرام کے علاوہ باقی تمام مساجد میں ہزار نماز پڑھنے سے افضل ہے اور مسجد حرام میں نماز پڑھنا میری مسجد میں سو نماز پڑھنے سے افضل ہے، اس کو احمد و بزار و ابن خزیمہ نے روایت کیا ہے اور اس کے رجال صحیح ہیں نیز انہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری اس مسجد میں نماز پڑھنا مسجدِ حرام کے علاوہ باقی مساجد میں ہزار نماز پڑھنے سے افضل ہے اور مسجد حرام میں نماز پڑھنا میری اس مسجد میں ایک لاکھ نماز پڑھنے سے افضل ہے اس کو احمد و بزار و ابن حبان نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے اور اس کی اسناد شرطِ شیخین پر ہیں۔ پہلی روایت کے مطابق مسجد حرام کی نماز مسجد نبوی کے علاوہ کسی اور مسجد کی نماز سے ایک لاکھ درجہ افضل ہے اور دوسری روایت کے مطابق دس کروڑ نماز کی برابر ہے [۲] اور ایک روایت کے مطابق مسجد حرام کی ایک نماز مسجد نبوی کی ہزار نمازوں کے برابر ہے [۳]

(۲) اس بارے میں علماء کا اختلاف ہے کہ ان دونوں مسجدوں میں نماز کے ثواب کا کئی گنا ہونا فرائض کے ساتھ مخصوص ہے یا نوافل کو بھی شامل ہے۔ احناف و مالکیہ کے نزدیک ثواب کا کئی گنا ہونا فرائض کے ساتھ مخصوص ہے اور نوافل کا گھر میں پڑھنا قولی و فعلی نص کی وجہ سے افضل ہے۔ شافعیہ نے کہا ہے کہ یہ افضلیت نوافل کو بھی شامل ہے اگرچہ نوافل کا گھر میں ادا کرنا ان کے نزدیک اتباعِ سنت کی وجہ سے افضل ہے اور اسی طرح افضلیت کا فرائض و نوافل دونوں کو شامل ہونا مردوں کے حق میں مخصوص ہے عورتوں کے لئے یہ افضلیت نہیں ہے جیسا کہ فتح القدیر میں اس کی تحقیق کی ہے اور کہا ہے کہ یہ اس لئے ہے کہ جب ایک عورت نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جماعت میں شامل ہونے کے بارے میں دریافت کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو فرمایا کہ وہ اپنے گھر میں نماز پڑھا کرے حالانکہ عورتوں کے لئے مسجد میں جانا جائز تھا [۴]

(۳) مذکورہ بالا احادیث سے ثواب کا کئی گنا ہونا ثابت ہوتا ہے بالاجماع ان سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ اس قدر فرض قضا

---

[۱] ارشاد من رسالۃ القاری و ش و منحہ ملتقطاً [۲] غنیہ و فتح و شرح اللباب و ش ملتقطاً [۳] ش [۴] غنیہ و فتح ملتقطاً۔

نمازیں اس کے ذمہ سے ساقط ہو جائیں [1] ——— (۴) مکہ مکرمہ و مدینہ منورہ میں ثواب کے کئی گنا ہونے کی خصوصیت صرف نماز کے لئے نہیں ہے بلکہ روزہ، صدقہ، اعتکاف و ذکر و قرأت وغیرہ تمام اعمالِ حسنہ کو شامل ہے، اسی طرح گناہوں کا عذاب بھی ان دونوں شہروں میں دوسری جگہوں سے کئی گنا زیادہ ہوتا ہے۔ اس بات کی تائید آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہوئی احادیث سے ہوتی ہے جو فتح القدیر وغیرہ میں مذکور ہیں [2] ——— (۵) اس بارے میں علماء کا اختلاف ہے کہ مسجد حرام میں کئی گنا ثواب ہونا جو روایت میں وارد ہوا ہے ان میں مسجد حرام سے کیا مراد ہے اور اس بارے میں چار قول ہیں، اول یہ کہ اس سے مراد کعبۂ معظمہ (بیت اللہ شریف) ہے۔ اس قول کی بنا پر مقام حطیم اس میں داخل ہے، دوسرا قول یہ ہے کہ بعض علما نے کہا ہے اس سے مراد مسجدِ جماعت ہے خواہ وہ حصہ ہو جو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں مسجد تھا یا وہ حصہ ہو جو بعد میں اب تک اضافہ ہوتا رہا ہے اور علمائے حنفیہ کے نزدیک یہی ظاہر ہے۔ تیسرا قول یہ ہے کہ اس سے مراد شہر مکہ مکرمہ کی تمام سرزمین ہے اگرچہ وہ مسجد حرام سے باہر ہو اور چوتھا قول یہ ہے کہ اس سے مراد تمام حدودِ حرم کی تمام سرزمین ہے [3]

مکۂ مکرمہ و مدینۂ منورہ میں مستقل قیام کرنا

(۱) مکہ مکرمہ میں مستقل قیام اختیار کرنا مکروہ ہوتے یا نہ ہونے کے بارے میں علماء کا اختلاف ہے بعض شوافع نے ذکر کیا ہے کہ اس کا مستحب ہونا مختار ہے لیکن اگر کسی ممنوع امر میں مبتلا ہونے کا ظن غالب ہو تو مستحب نہیں ہے بلکہ مکروہ ہے اور یہی امام ابو یوسف و امام محمد رحمہما اللہ کا قول ہے اور پرانے زمانے سے اب تک اسی پر لوگوں کا عمل ہے (اور اسی پر فتویٰ ہے [4]) اور امام ابو حنیفہ و امام مالک رحمہما اللہ اس کی کراہت کی طرف گئے ہیں اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مکۂ مکرمہ دار الہجرۃ نہیں ہے [5] محتاط حضرات کی ایک جماعت اسی طرف گئی ہے اس لئے کہ مکۂ مکرمہ میں رہ کر جیسی تعظیم و توقیر کرنی چاہئے ویسی نہیں کر سکتا اور اس کے ادب و احترام کو کما حقہٗ باقی نہیں رکھ سکتا اور یوں تو گناہ کرنا ہر مقام میں بُرا ہے لیکن حرم محترم میں نہایت ہی بُرا ہے اور جس طرح حرم محترم میں نیکی کا ثواب کئی گنا زیادہ ہوتا ہے بدی کا گناہ بھی کئی گنا زیادہ ہوتا ہے۔ پس جو شخص وہاں رہ کر پوری طرح ادب و احترام کر سکتا ہو اس کے لئے مکہ مکرمہ میں مستقل قیام کرنا بلا نزاع افضل ہے مگر اس زمانے میں یہ بات بہت مشکل ہے، امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے اس کی کراہت کا حکم اپنے زمانہ کے اعتبار سے دیا ہے اگر وہ ہمارے اس زمانے کے مجاورین کو دیکھتے تو بلا شک و شبہ وہاں کے مستقل قیام کو حرام قرار دیتے [6]۔ کراہت کے اس حکم سے یہ گمان نہ کیا جائے کہ یہ تو اس محترم مقام کی فضیلت کے منافی ہے، یہ بات نہیں بلکہ کراہت کی وجہ یہ ہے کہ عام طور پر لوگ اس بزرگ مقام کے احترام کا حق ادا کرنے سے قاصر اور کمزور ہیں [7]

(۲) مدینہ منورہ میں مستقل قیام کرنے کے بارے میں بھی اختلاف ہے بعض نے کہا کہ جو شخص وہاں کا ادب و احترام اور حقوق قائم رکھنے پر اعتماد رکھتا ہو اس کے لئے مکروہ نہیں ہے جیسا کہ مکۂ مکرمہ کا حکم ہے [8] بعض نے کہا کہ مکۂ مکرمہ کی طرح مکروہ ہے کیونکہ دونوں کی علت یکساں ہے اور بعض نے کہا کہ مکۂ مکرمہ میں مکروہ ہے لیکن مدینۂ منورہ میں مکروہ نہیں ہے اور بعض نے کہا کہ

---

[1] غنیہ [2] غنیہ و شرح اللباب و حیات [3] غنیہ و حیات القلوب و ملتقط [4] معلم [5] فتح [6] فتح و شرح اللباب و غنیہ و ملتقط [7] ش [8] در وغیرہ۔

امام ابوحنیفہؒ و صاحبین کا جو اختلاف مکہ مکرمہ کے قیام کے بارے میں ہے (جو کہ اوپر بیان ہو چکا ہے) وہی مدینہ منورہ کے بارے میں بھی ہے[1]
قلتِ ادب کے خوف کے باعث مکہ مکرمہ کی طرح مدینہ منورہ میں مستقل قیام کے مکروہ ہونے پر ہی فتویٰ ہے، البتہ ادب و احترام اور وہاں کے حقوق قائم رکھتے ہوئے مدینہ طیبہ میں مستقل قیام اختیار کرنا اور وہاں مرنا بڑی سعادت ہے اور شفاعت و نجات کا وسیلہ ہے[2]۔ صحیح مسلم میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت میں سے جو شخص مدینہ طیبہ کی تکلیف اور سختی پر صبر کرے گا میں قیامت کے روز اس کی شفاعت کروں گا اور مسند احمد و سنن ترمذی میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس سے ہو سکے کہ مدینہ منورہ میں مرے تو وہ ضرور وہاں مرے پس بیشک میں وہاں کے مرنے والوں کی شفاعت کروں گا[3]

(۳) جمہور ائمہ کے نزدیک مکہ مکرمہ میں مستقل قیام اختیار کرنا مدینہ منورہ کے قیام سے افضل ہے لیکن امام مالک اور بعض شافعیہ کا اس میں اختلاف ہے۔ لباب المناسک میں جو یہ کہا ہے کہ "علماء کی ایک جماعت اس طرف گئی ہے کہ مدینہ منورہ میں مستقل قیام اختیار کرنا مکہ مکرمہ میں مستقل قیام کرنے سے افضل ہے اگرچہ نیک اعمال کا ثواب مکہ مکرمہ میں زیادہ ہے" اس کی کوئی وجہ نہیں ہے اس لئے کہ جب مدینہ طیبہ میں اعمالِ حسنہ کا ثواب مکہ مکرمہ میں اعمالِ حسنہ کے ثواب سے کم ہے اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی پردہ فرما گئے ہیں تو مدینہ منورہ کی سکونت کو مکہ مکرمہ کی سکونت پر فضیلت کس طرح ہوگی پس غور کر لیجئے ہاں البتہ اس بات پر اجماع ہے کہ مدینہ منورہ میں مرنا افضل ہے اور وہاں کی سکونت وہاں پر مرنے کا سبب ہے تو اس حیثیت سے یہ سکونت افضل ہوگی ورنہ یہ بات واضح ہے کہ مسجد حرام میں نیکیوں کا کئی گنا ہونا مسجدِ مدینہ منورہ سے بہت زیادہ ہے اور مسجد نبوی کے علاوہ باقی شہر مدینہ میں نیکیوں کا کئی گنا ہونا ثابت نہیں بخلاف حرم مکہ کے کہ اس کے لئے یہ بات ثابت ہے[4]

مکہ مکرمہ کی مدینہ طیبہ پر فضیلت

اس بات پر امت کا اجماع ہے کہ تمام شہروں سے افضل شہر مکہ مکرمہ و مدینہ طیبہ ہیں زادہما اللہ شرفاً و تعظیماً، اس بارے میں اختلاف ہے کہ ان دونوں محترم شہروں میں کونسا افضل ہے بعض نے کہا کہ مکہ مکرمہ مدینہ طیبہ سے افضل ہے اور یہ تینوں اماموں (یعنی امام ابوحنیفہ و امام شافعی و امام احمد رضی اللہ تعالیٰ عنہم) کا مذہب ہے اور یہی بعض صحابہ سے مروی ہے اور بعض نے کہا کہ مدینہ طیبہ مکہ مکرمہ سے افضل ہے اور یہ بعض مالکی اور شافعی فقہا کا قول ہے اور کہا گیا ہے کہ یہ بھی بعض صحابہ سے مروی ہے اور شاید یہ حکم آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ مبارکہ کے ساتھ مخصوص ہے یا مکہ مکرمہ سے ہجرت کرنے والے صحابۂ کرام کے ساتھ مخصوص ہے اور بعض نے کہا کہ دونوں کی فضیلت مساوی ہے لیکن یہ قول مجہول ہے نہ منقول ہے نہ معقول۔ اور یہ مذکورہ بالا اختلاف آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کے علاوہ باقی شہر کے متعلق ہے پس زمین کا جو حصہ آپ کے اعضائے شریفہ سے ملا ہوا ہے وہ بالاجماع تمام روئے زمین سے افضل ہے حتیٰ کہ بعض کے نزدیک کعبۂ معظمہ اور عرش معلیٰ سے بھی افضل ہے اور اسی طرح بیت اللہ شریف کے علاوہ باقی مکہ مکرمہ و مدینہ منورہ کی فضیلت میں اختلاف ہے کیونکہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تربت مبارک کے علاوہ باقی مدینہ منورہ سے خانہ کعبہ بالاتفاق

[1] ش بزیادۃ عن غنیہ [2] غنیہ تصرفاً و زیادۃ [3] مشکوٰۃ کتاب الحج باب حرم مدینہ منورہ [4] لباب و شرحہ تصرفاً من المتفرقات فی آخر الحج و من باب زیارۃ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم و تمامہ فیہ۔

افضل ہے اور اسی طرح آپ ؐ کی تربت مبارکہ مسجد حرام سے بھی افضل ہے اور قاضی عیاض وغیرہ نے اس بات پر اجماع نقل کیا ہے کہ جو قطعۂ زمین آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اعضاء مبارکہ سے ملا ہوا ہے وہ تمام روئے زمین حتیٰ کہ کعبہ معظمہ سے بھی افضل ہے اور اس کے علاوہ باقی شہر کے افضل ہونے میں اختلاف ہے اور ابن عقیل حنبلیؒ سے منقول ہے کہ یہ مبارک قطعۂ زمین عرش سے بھی افضل ہے اور تاج الفاکہی نے صراحت کی ہے کہ زمین کو آسمانوں پر فضیلت ہے کیونکہ زمین میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا جسدِ اطہر ہے اور بعض نے کہا ہے کہ اسی سے انبیاء کرام کی پیدائش ہے اور اسی میں وہ مدفون ہیں، اور امام نووی نے کہا ہے کہ جمہور کے نزدیک صحیح آسمان کو زمین پر فضیلت ہے تو اس حکم سے زمین کے اس حصہ کو مستثنیٰ کرنا چاہئے جس میں انبیاء کرام مدفون ہیں تاکہ تمام اقوال میں موافقت ہو جائے [۱]

بیت اللہ کے اندر داخل ہونا

(۱) بیت اللہ شریف کے اندر داخل ہونا مستحب ہے بشرطیکہ اس کے آداب کی رعایت کی جائے اور اپنے آپ کو یا کسی دوسرے کو تکلیف دیئے بغیر سہولت سے داخل ہونے کا موقع میسر ہو اور رشوت بھی نہ دینی پڑے جو کہ دربان لوگ اس میں داخل ہونے کے لئے لیتے ہیں، چابی بردار کو رشوت دیکر داخل ہونا حرام ہے [۲] آج کل عام طور سے بیت اللہ شریف کے بوّاب (دربان) کچھ لئے بغیر داخل نہیں ہونے دیتے یہ دینا اور لینا حرام ہے کیونکہ رشوت ہے اگرچہ وہ لوگ بخشش کا نام دیتے ہیں [۳]۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خانہ کعبہ میں داخل ہونا نماز پڑھنا اور دعا وغیرہ کرنا سنت سے ثابت ہے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جو شخص بیت اللہ شریف کے اندر داخل ہوا وہ نیکی میں داخل ہوا اور گناہوں کی مغفرت کے ساتھ بدی سے نکل گیا، اس کو بیہقی وغیرہ نے روایت کیا ہے اور حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ جو شخص بیت اللہ شریف میں داخل ہو کر اس میں نماز ادا کرے وہ گناہوں سے ایسا پاک ہو جاتا ہے جیسا کہ پیدائش کے دن پاک تھا [۴]

(۲) جب بیت اللہ میں داخل ہونے کا ارادہ کرے تو مستحب یہ ہے کہ غسل کرے اور خوشبو لگائے جبکہ وہ احرام کی حالت میں نہ ہو اور جب خانہ کعبہ کے دروازے پر پہنچے تو اس کے آستانہ کو بوسہ دے [۵]

(۳) اگر بیت اللہ شریف میں داخل ہونے کا موقع مل جائے تو مستحب یہ ہے کہ ننگے پیر داخل ہو جوتا یا موزے پہنے ہوئے نہ ہو، پہلے دایاں پاؤں داخل کرے، خانہ کعبہ کی تعظیم کرتے ہوئے شرم و حیا اور خشوع و خضوع کے ساتھ داخل ہو، چھت کی طرف نظر نہ اٹھائے اور اِدھر اُدھر اور قندیلوں وغیرہ کو بھی نہ دیکھے کہ یہ بے ادبی ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ مسلمان شخص سے تعجب ہے کہ جب وہ خانہ کعبہ میں داخل ہوتا ہے تو وہ بیت اللہ شریف کی چھت کی طرف کس طرح نظر اٹھاتا ہے؟ اس کو اللہ تعالیٰ کے ادب و تعظیم کے لئے یہ فعل ترک کر دینا چاہئے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خانہ کعبہ میں داخل ہوئے تھے تو جبتک آپ باہر تشریف نہیں لے آئے آپ کی نگاہ نے آپ کے سجدہ کی جگہ سے تجاوز نہیں کیا [۶]

(۴) جب اندر داخل ہو جائے تو جس جگہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی تھی اس کا قصد کرے اور ہو سکے تو

[۱] لباب و شرحہ و ش و غنیہ [۲] غنیہ و لباب و شرحہ و در و ش و فتح ملتقطاً [۳] معلم تصرفاً [۴] و [۵] حیات [۶] غنیہ و فتح و لباب و شرحہ و حیات ملتقطاً۔

اس جگہ نفل پڑھے اس کی شناخت یہ ہے کہ جب دروازے سے داخل ہو جائے تو سیدھا اپنے منھ کے سامنے چلا جائے اور دروازہ اس کی پیٹھ کی طرف ہو جب سامنے والی یعنی مغربی دیوار تین ہاتھ رہ جائے تو یہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نماز پڑھنے کی جگہ ہے یہاں جسقدر ہو سکے دو یا چار یا زیادہ رکعت نماز نفل پڑھے خانہ کعبہ کے دو ستونوں کے درمیان جو سبز پتھروں کا فرش ہے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نماز پڑھنے کی جگہ نہیں ہے جیسا کہ عوام نے گمان کر لیا ہے، نماز کے بعد سامنے والی دیوار کے پاس پہنچکر اپنے رخسار کو دیوار پر رکھے اور اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کرے اور تہلیل و تکبیر و درود و استغفار پڑھنے کے بعد دعا مانگے اس کے بعد بیت اللہ شریف کے ہر ستون کے پاس آکر حمد و ثنا و تسبیح و تکبیر و استغفار اور درود شریف پڑھنے کے بعد جو کچھ چاہے دعا مانگے اور اپنے والدین اور تمام مؤمنین و مؤمنات کے لئے بھی دعا مانگے۔ ایک اہم دعا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے بلا حساب (اور عذاب پیش آئے بغیر) جنت طلب کرے، جہانتک ہو سکے اس کے ظاہری و باطنی آداب کا خیال رکھے اور بدعات سے بچتا رہے، خانہ کعبہ کے کسی ستون کے ساتھ نہ لپٹے کیونکہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں ہے جیسا کہ امام مالکؒ سے روایت ہے۔ جہانتک ہو سکے کسی کو ایذا نہ پہنچائے پس اگر خانہ کعبہ میں داخل ہونا ایذا کے ساتھ میسر ہو تو داخل نہ ہو کیونکہ بیت اللہ شریف میں داخل ہونا مستحب ہے اور کسی کو ایذا پہنچانا حرام ہے [1] بلکہ ایسی صورت میں اس کی بجائے حطیم میں داخل ہونے اور وہاں نفل نماز ادا کرنے کو کافی سمجھے کیونکہ یہ بھی بیت اللہ شریف ہی کا حصہ ہے [2] بلکہ مستحب یہ ہے کہ جب تک مکہ مکرمہ میں رہے روزانہ کئی دفعہ حطیم میں داخل ہو کر نماز و تلاوت قرآن و دیگر اذکار و دعا وغیرہ ادا کیا کرے اور اس میں میزاب کے نیچے کی جگہ دعا کی مقبولیت کے لئے خاص ہے [3]۔ جب باہر نکلے تو خانہ کعبہ کے دروازہ کے پاس دو رکعت نماز ادا کرے [4]

(۵) بیت اللہ شریف میں دخول کے مستحب ہونے کا حکم مرد و عورت دونوں کے لئے یکساں ہے یعنی عورتوں کو بھی بیت اللہ میں داخل ہونا مستحب ہے بشرطیکہ مردوں سے علیحدہ ہو کر اندر جانا میسر ہو جائے۔ اگر مردوں کے ساتھ مل کر داخل ہوں گی تو مکروہ ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جب عورتیں بیت اللہ شریف میں داخل ہونے کے ارادے سے آتی تھیں تو ٹھہر جاتی تھیں یہاں تک کہ مرد بیت اللہ سے باہر نکل جاتے تھے اس کے بعد عورتیں بیت اللہ شریف میں داخل ہوتی تھیں اس کو امام بخاریؒ نے طویل حدیث میں روایت کیا ہے [5] (نہایت افسوس ہے کہ آجکل دربان مردوں اور عورتوں کو اکٹھا بیت اللہ شریف میں داخل کراتے ہیں اور وہ بھی کچھ لیکر داخل کراتے ہیں وہاں کی حکومت کو اس کا انتظام و انسداد کرنا چاہئے اور عورتوں کے لئے مخصوص وقت یا دن مقرر کرنا چاہیے، مؤلف)

(۶) بیت اللہ شریف کے اندر داخل ہونا حج کے مناسک میں سے نہیں ہے بلکہ ایک مستقل مستحب فعل ہے اس کے لئے رشوت دینا کسی طرح جائز نہیں ہے [6] بیت اللہ شریف کے اندر ایک دن میں کئی دفعہ داخل ہونے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے [7]

(۷) وسطِ کعبہ میں ایک میخ ہے اس کو عوام سرۃ الدنیا (دنیا کی ناف) کہتے ہیں اور اس پر اپنی ناف رکھتے ہیں ایسا نہیں کرنا چاہئے اور اسی طرح سامنے کی دیوار میں

[1] فتح و لباب و شرحہ و ش و غنیہ و حیات ملتقطاً [2] معلم [3] حیات [4] غنیہ [5] حیات [6] ش و غنیہ و حیات [7] حیات

ایک حلقہ ہے اس کو عروۃ الوثقیٰ کہتے ہیں یہ سب عوام کی خود ساختہ باتیں اور بدعت ہیں ان کی شرع میں کوئی اصل نہیں ہے [1]

مسجدِ حرام میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نماز پڑھنے کے مقامات

مسجدِ حرام میں جن مقامات پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی وہ یہ ہیں:- (۱) مقام ابراہیم کے پیچھے ـــــ (۲) حجرِ اسود کے سامنے مطاف کے کنارے پر ـــــ (۳) رکنِ عراقی کے قریب جو کہ حطیم اور خانہ کعبہ کے دروازے کے درمیان ہے ـــــ (۴) خانہ کعبہ کے دروازے کے نزدیک ـــــ (۵) اس گڑھے کی جگہ جو خانہ کعبہ کے دروازہ وحطیم کے درمیان خانہ کعبہ سے ملا ہوا ہے اس جگہ کو مقامِ جبرئیل بھی کہتے ہیں اس لئے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جگہ دو روز پانچوں وقت کی نمازیں اول و آخر وقت میں اوقاتِ نماز کی تعلیم کے لئے حضرت جبرئیل علیہ السلام کی امامت میں پڑھیں اور اس جگہ کا یہی نام اہل مکہ کے نزدیک مشہور ہے جو کہ تواتر کے قریب ہے اور اس مقام کو معجنۃ ابراہیم بھی کہتے ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس جگہ کعبہ شریف کی تعمیر کے لئے گارے کا تغار بنایا تھا کہ جس سے پتھروں کو ایک دوسرے کے ساتھ جوڑتے تھے ـــــ

(۶) خانہ کعبہ کے دروازے کے سامنے اور اس کا اطلاق دروازے کی جانب کی پوری سمت پر ہوتا ہے کیونکہ خانہ کعبہ کے دروازے کی سمت نماز کے حق میں تمام جہات سے افضل ہے اس کے بعد میزاب کی جہت افضل ہے کیونکہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا قبلہ ہے

(۷) حطیم پورا یا اس کا بعض حصہ جو کہ چھ یا سات ذراع ہے اور خاص کر میزاب کے نیچے کا حصہ

(۸) خانہ کعبہ کے اندر جس کی تفصیل پہلے بیان ہو چکی ہے ـــــ (۹) رکنِ یمانی اور رکنِ حجرِ اسود کے درمیان ـــــ

(۱۰) رکنِ شامی کے نزدیک اس طرح پر کہ باب عمرہ اس کی پشت کی جانب ہو خواہ حطیم کے اندر کھڑا ہو کر پڑھے یا اس کے باہر کھڑا ہو کر پڑھے ـــــ (۱۱) حضرت آدم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کا مصلیٰ، اور اظہر یہ ہے کہ یہ مستجار ہے جو کہ رکن یمانی اور خانہ کعبہ کی جنوب مغربی دیوار کے اس دروازے کے درمیان کا حصہ ہے جو کہ پتھروں سے بند کیا ہوا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب [2]

مکہ مکرمہ میں قبولیتِ دعا کے مقامات

یوں تو مکہ مکرمہ میں ہر جگہ دعا قبول ہوتی ہے لیکن بعض خاص خاص مقامات پر خصوصیت سے دعا قبول ہوتی ہے وہ یہ ہیں:- ـــــ (۱) مطاف یعنی طواف کرنے کی جگہ، اور اس سے مراد وہ جگہ ہے جو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں مسجد حرام تھی ورنہ طواف جائز ہونے کے لحاظ سے موجودہ تمام مسجد حرام مطاف ہے اور بعض کے نزدیک مطلق مطاف یعنی موجودہ تمام مسجد دعا کی قبولیت کے لئے مخصوص ہے ـــــ (۲) ملتزم یعنی جمہور کے نزدیک بیت اللہ کی دیوار کا وہ حصہ جو حجرِ اسود اور بیت اللہ شریف کے دروازے کے درمیان ہے ـــــ (۳) میزابِ رحمت یعنی بیت اللہ کے پرنالے کے نیچے ـــــ (۴) بیت اللہ کے اندر ـــــ (۵) چاہِ زمزم کے پاس ـــــ (۶) مقام ابراہیم کے پیچھے ـــــ (۷) صفا پر ـــــ (۸) مروہ پر ـــــ (۹) سعی کرنے کی جگہ میں یعنی صفا و مروہ کے درمیان خاص کر میلین اخضرین کے درمیان

[1] فتح و درو غنیہ وحیات [2] لباب وشرحہ وغنیہ وحیات ملتقطاً

(۱۰) عرفات میں ـــــ (۱۱) مزدلفہ میں خاص کر مشعر الحرام میں ـــــ (۱۲) منیٰ میں ـــــ (۱۳ تا ۱۵) تینوں جمرات کے پاس، (یہ مقامات امام حسن بصریؒ سے مروی ہیں بعض نے اور اضافہ کیا ہے وہ یہ ہیں) ـــــ (۱۶) بیت اللہ پر نظر پڑنے کے وقت خواہ مکی ہو یا آفاقی دونوں کے لئے یکساں حکم ہے ـــــ (۱۷) سدرہ (بیری کے درخت) کے پاس یہ بیری عرفات میں تھی لیکن اب اس کی جگہ غیر معروف ہے ـــــ (۱۸) رکن یمانی کے پاس ـــــ (۱۹) رکن یمانی و حجر اسود کے درمیان ـــــ (۲۰) تمام حطیم کے اندر ـــــ (۲۱) منیٰ میں ہر مہینے کی چاند کی چودھویں رات کے نصف میں ـــــ (۲۲) مستجار جو کہ رکن یمانی اور خانۂ کعبہ کے مسدود دروازے کے درمیان میں ہے۔

بعض علماء نے مقامات قبولیت دعا میں ان مقامات کا مزید اضافہ کیا ہے:- (۱) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا مولد (جائے پیدائش) - (۲) بیت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا - (۳) دارِ ارقم - (۴) غارِ ثور - (۵) غارِ حرا وغیرہ - (ان مقامات کی تفصیل آگے آتی ہے - مؤلف)

فضائل ومسائل آبِ زمزم

(۱) زمزم شریف ایک کنواں ہے جو مسجدِ حرام کے اندر بیت اللہ شریف سے شرقی جانب ۳۸ ہاتھ (۳۳ گز) کے فاصلے پر کنارۂ مطاف کے متصل ہے۔ زمزم کے معنی کثیر کے ہیں چونکہ اس کا پانی بہت زیادہ ہے اس لئے اس کو زمزم کہتے ہیں، اس کے علاوہ اُس کے اور بھی بہت سے نام ہیں مثلاً طیبہ، سیدہ، سالمہ، کافیہ مونسہ وغیرہ [۱]۔ یہ کنواں قدیم زمانہ سے موجود ہے اس کے جاری ہونے کی تاریخ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانہ کی طرف لوٹتی ہے جبکہ انھوں نے اپنے شیر خوار بیٹے حضرت اسمٰعیل اور ان کی والدہ حضرت ہاجرہ علیہما السلام کے ساتھ شام سے مکہ مکرمہ کی طرف ہجرت کی اس وقت یہ شہر آباد نہیں تھا۔ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام بحکم الٰہی حضرت ہاجرہ اور حضرت اسماعیل علیہما السلام کو اس جگہ جہاں اب بیت اللہ شریف ہے چھوڑ کر واپس چلے گئے اور حضرت اسماعیل پیاسے ہوئے تو ان کی والدہ پانی کی تلاش میں نکلیں اور صفا و مروہ کے دوران پانی کی تلاش میں سعی کی اور صفا و مروہ پر چڑھیں لیکن پانی نہ ملا، اللہ تعالیٰ کے حکم سے حضرت جبرئیل علیہ السلام نے اس جگہ جہاں اب چاہ زمزم ہے اپنے بازو یا ایڑی سے زمین کو دبایا یہاں تک کہ پانی جاری ہوگیا جب حضرت ہاجرہ واپس بچے کے پاس آئیں تو حضرت جبرئیل علیہ السلام کو بچے پر سایہ کئے ہوئے اور پانی کو جاری ہوتے ہوئے پایا آپ نے جلدی سے مینڈھ باندھ کر پانی کو حوض کی شکل میں روک لیا پھر بچے کو پلایا، خود بھی پیا اور وہاں آرام سے رہنے لگیں [۲]

(۲) اس مبارک کنوئیں کا پانی تمام پانیوں کا سردار اور سب میں اشرف و بزرگ اور لوگوں میں محبوب و قیمتی ہے [۳] علماء کا اجماع ہے کہ آبِ زمزم دنیا کے تمام پانیوں سے افضل اور عمدہ ہے اور تمام پانیوں کا سردار ہے البتہ جو پانی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی انگلیوں سے معجزہ کے طور پر جاری ہوا تھا وہ آبِ زمزم سے افضل تھا، اس بارے میں علماء کا اختلاف ہے کہ آبِ زمزم افضل ہے یا آبِ کوثر محققین کی رائے یہ ہے کہ زمزم کا پانی کوثر کے پانی سے افضل ہے۔ آبِ زمزم کے فضائل و فوائد میں بہت سی حدیثیں وارد ہوئی ہیں [۴]

---

[۱] معلم [۲] تاریخ الحرمین و دلیل الحجاج ملتقطاً و تصرفاً [۳] تاریخ الحرمین الشریفین [۴] معلم۔

ان میں سے ایک روایت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا روئے زمین پر سب سے بہتر پانی آب زمزم ہے کہ جس میں طعام کی مانند غذائیت بھی ہے اور مرض کے لئے شفا بھی ہے اس کو طبرانی نے کبیر میں روایت کیا ہے اس کے روات ثقہ ہیں اور اس کو ابن حبان نے بھی روایت کیا ہے [۱]۔ اور نیز حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ اس مقصد کیلئے ہے جس کے لئے اس کو پیا جائے، اگر تو اس کو بیماری سے شفا کے لئے پئے تو اللہ تعالیٰ تجھ کو شفا دے گا اور اگر اپنا پیٹ بھرنے کیلئے پئے تو اللہ تعالیٰ تیرا پیٹ بھر دیگا اور اگر پیاس بجھانے کے لئے پئے تو اللہ تعالیٰ تیری پیاس بجھا دے گا، یہ حضرت جبرئیل علیہ السلام کا کھودا ہوا کنواں ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس سے حضرت اسماعیلؑ کو سیراب فرمایا اس کو دارقطنی نے روایت کیا اور اس میں یہ الفاظ بھی ہیں کہ اگر تو نے اس کو اللہ تعالیٰ سے پناہ مانگنے کے ارادہ سے پیا تو اللہ تعالیٰ تجھ کو اپنی پناہ دے گا اور اسی لئے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما جب آب زمزم پیتے تو یہ کہتے: اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ عِلْمًا نَافِعًا وَّ رِزْقًا وَّاسِعًا وَّ شِفَاءً مِّنْ کُلِّ دَاءٍ [۲]۔ ایک روایت میں ہے کہ آب زمزم ہر اس کام کے لئے ہے جس کے لئے پیا جائے جو شخص کسی مرض سے شفا حاصل ہونے کے لئے پئے اللہ تعالیٰ اس کو شفا دے گا اور جو شخص بھوک کی وجہ سے پئے تو اللہ تعالیٰ اس کا پیٹ بھر دیگا اور جو شخص کسی اور ضرورت کے لئے پئے تو اللہ تعالیٰ اس کی وہ ضرورت پوری فرما دیگا [۳]۔ حضرت جابر سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آب زمزم اُس مقصد کے لئے ہے جس کے لئے اس کو پیا جائے پس اے اللہ! میں اس کو اپنی قیامت کے روز کی پیاس کے لئے پیتا ہوں [۴]۔ ان روایتوں سے معلوم ہوا کہ آب زمزم غذا و دوا اور ہر مقصد کے حاصل کرنے کے لئے بے نظیر ہے مگر اخلاص اور اعتقاد شرط ہے [۵]

(۳) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہو چکا ہے کہ آب زمزم جس مقصد کے لئے پیا جائے وہ پورا ہو جاتا ہے مریض کو اس سے شفا حاصل ہوتی ہے بھوکے کو اس سے سیری پیاسے کو سیرابی حاصل ہوتی ہے اس کے اور بھی بہت سے فوائد ہیں جو عہد رسالت سے آج تک لوگوں کے تجربے میں آتے رہے ہیں پس اس مبارک پانی کے بہت بڑی برکت والا بہت زیادہ خیر والا اور بہت بڑے فوائد والا ہونے کے باعث سنت یہ ہے کہ انسان اس کو خوب پیٹ بھر کر پئے اور اس کی برکت کی امید رکھے اور منافقین کی عادت کی مخالفت کرے کہ وہ بہت کم پیتے تھے کیونکہ ان کے دلوں میں نفاق و شک کا مرض تھا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہمارے اور منافقوں کے درمیان فرق کرنے والی نشانی یہ ہے کہ منافق لوگ پیٹ بھر کر آب زمزم نہیں پیتے اس کو ابن ماجہ نے روایت کیا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ جس شخص کو حج بیت اللہ کی توفیق عنایت فرمائے اس کو چاہئے کہ اس مبارک پانی کو خوب پیٹ بھر کر پیئے اور جتنا عرصہ مکہ مکرمہ میں قیام رہے اس کے پینے کی کثرت کرے اور پیتے وقت یہ نیت کرے کہ اللہ تعالیٰ اس کو جسمانی اور قلبی امراض سے شفا اور علم نافع و عمل مقبول عطا فرمائے اور ہر اس عمل کی توفیق دے جس سے اس کو اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل ہو [۶]

(۴) آب زمزم کو کثرت سے پینا مستحب ہے اور ایمان کی علامت ہے اور یہ پانی فرحت بخشنے اور غموں کو دور کرنے والا ہے [۷]

---

[۱] فتح و ارشاد [۲] فتح و ارشاد و تاریخ الحرمین الشریفین [۳] معلم [۴] فتح و ارشاد [۵] معلم [۶] تاریخ الحرمین الشریفین [۷] لباب و شرحہ۔

(۵) اس کے پینے کا طریقہ یہ ہے کہ اگر قدرت ہو تو چاہِ زمزم پر آکر خود کنوئیں سے پانی نکالے اور پیئے، پیتے وقت قبلہ کی طرف منھ کرے، کھڑا ہو کر پیئے یا بیٹھ کر پیئے دونوں طرح جائز ہے لیکن کھڑا ہو کر پینا افضل ہے، برتن کو دائیں ہاتھ میں لے کیونکہ ہر چیز کا بائیں ہاتھ سے کھانا پینا مکروہ ہے مبالغہ کے ساتھ خوب پیٹ بھر کر پیئے اور کئی دفعہ سانس لیکر پیئے اور ہر مرتبہ نگاہ کو بیت اللہ شریف کی طرف اُٹھائے اور ہر مرتبہ پینے کے شروع میں بسم اللہ اور اس کے آخر میں الحمد للہ کہے، نیز شروع و آخر میں دعا جو اوپر حضرت ابن عباسؓ سے روایت کی گئی ہے پڑھے (اور بھی جو دعا چاہے کرے) جو پانی بچ رہے (یا قدرے بچا کر) اس کو تبرک کے لئے اپنے چہرے، سر اور جسم پر مل لے اور میسر ہو تو جسم پر بھی ڈال لے [1]

(۶) آبِ زمزم سے استنجا کرنا اور اپنے کپڑے اور بدن سے نجاستِ حقیقی دور کرنا مکروہ ہے، بعض علما نے اس کو حرام کہا ہے اور نقل کیا گیا ہے کہ بعض لوگوں نے آبِ زمزم سے استنجا کیا تو ان کو بواسیر ہو گئی، اور برکت حاصل کرنے کے لئے آبِ زمزم سے غسل اور وضو کرنا امام احمدؒ کے سوا باقی تینوں اماموں کے نزدیک جائز ہے یعنی مکروہ نہیں ہے لیکن اس مقصد کے لئے اس کا استعمال طہارت کی حالت میں اور پاک چیز پر کرنا چاہئے مثلاً تبرک کے قصد سے چہرہ وغیرہ پر ملنا یا پاک چیز کو دھونا یا تجدید وضو کرنا وغیرہ پس اس سے ناپاک کپڑا وغیرہ کوئی چیز نہیں دھونا چاہئے اور جنبی یا بے وضو آدمی کو اس سے غسل وغیرہ نہیں کرنا چاہئے اور نہ ہی ناپاک جگہ میں اس کو استعمال کرے [2] لیکن ضرورت کے وقت رفع حدث یعنی غسل و وضو کے لئے استعمال کرنا بلا کراہت جائز ہے البتہ ناپاکی دور کرنے کے لئے اس کا استعمال ہر حال میں مکروہ ہے جیسا کہ در مختار اور رد المحتار شامی میں مذکور ہے۔ (مؤلف)

(۷) آبِ زمزم کو باہر لیجانا مباح ہے بلکہ اس کو دوسرے شہروں کی طرف تبرکاً لیجانا اور لوگوں کو پلانا اور مریضوں پر ڈالنا مستحب ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ وہ اپنے ہمراہ آبِ زمزم لیجاتی تھیں اور انھوں نے خبر دی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آبِ زمزم اپنے ہمراہ لے جاتے تھے اور ایک روایت میں ہے کہ آپؐ آبِ زمزم اپنے ہمراہ لے جاتے تھے اور اس کو مریضوں پر ڈالتے اور ان کو پلاتے تھے اور آپ نے آبِ زمزم سے حضرت امام حسن و امام حسین رضی اللہ عنہما کی تحنیک کی (ان کی پیدائش کے وقت ان کے تالو میں لگایا) [3]۔ قدیم زمانہ سے مسلمانوں کی عادت جاری ہے کہ وہ کچھ آبِ زمزم برتنوں میں بھر کر جو اس مقصد کے لئے تیار کئے جاتے ہیں اپنے ہمراہ اپنے شہروں میں لے جاتے ہیں تاکہ اپنے رشتہ داروں اور دوستوں کو ہدیہ کریں [4]

(۸) مستحب ہے کہ چاہِ زمزم کے اندر نظر کرے کیونکہ اس میں نظر کرنا خطاؤں اور گناہوں کو مٹا دیتا ہے اور روایت ہے کہ زمزم کی طرف دیکھنا عبادت ہے [5] اور یہ اس وقت ہے جبکہ قربت (ثواب) کی نیت سے دیکھے نہ کہ عادت کے طور پر جیسا کہ وارد ہوا ہے کہ خانہ کعبہ کو دیکھنا عبادت ہے اور بعض نے کہا کہ خانہ کعبہ کی طرف ایک ساعت دیکھنا نیکی (ثواب) کے کئی گنا ہونے کے اعتبار سے ایک سال کی عبادت کی مانند ہے [6] ——— (۹) حاجی کو چاہئے کہ آبِ زمزم پینے کے بعد چاہِ زمزم کے پاس کثرت سے دعا کرے کہ یہ دعا کی قبولیت کا مقام ہے، اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہوں کی مغفرت اور اپنی توبہ کی قبولیت اپنے درجات قرب کے

---

[1] بحر و حیات ملتقطاً [2] لباب و شرحہ ع در و ش و غنیۃ و حیات ملتقطاً [3] لباب و شرحہ و ش و غنیہ [4] تاریخ الحرمین الشریفین [5] حیات [6] لباب و شرحہ و غنیہ

بلند ہونے کی دعا کرے اور اپنے والدین و اقارب اور تمام مسلمان مردوں اور عورتوں کے لئے بھی دعا کرے اور ہر قسم کی جامع دعائیں مانگے۔[۱]

(۱۰) بہت سے عوام الناس کفن کے لئے لٹھا وغیرہ سفید کپڑے کے تھان آبِ زمزم سے تر کر کے سکھاتے اور اپنے ہمراہ لاتے ہیں اس بات کا سنت سے کوئی ثبوت نہیں ملتا اور نہ ہی سلفِ صالحین میں سے کسی نے ایسا کیا ہے۔[۲]

(۱۱) آبِ زمزم کی خرید و فروخت جائز ہے لیکن مسجد میں معاملہ کرنا، خریدنا اور بیچنا جائز نہیں ہے۔ اسی طرح آجکل جو عام طور سے رواج ہو گیا ہے کہ مسجدِ حرام اور مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں لوگ پانی پلاتے ہیں اور پینے والے اُن کو کچھ پیسے دیدیتے ہیں اور عام طور پر پانی پلانے والوں کی عادت یہی ہے کہ وہ معاوضے کے طالب ہوتے ہیں اور پینے والے اُن کو دیتے ہیں یہ بھی خرید و فروخت ہے اگرچہ خرید و فروخت کے الفاظ کے ساتھ نہ ہو، احناف کے نزدیک اس طرح پانی پلانا اور اس کا معاوضہ دینا بیع تعاطی میں داخل ہے اور مسجد کے اندر ایسا کرنا جائز نہیں ہے اس لئے حجاج و زائرین کو اس سے احتیاط کرنی چاہئے اس کے مقابلہ میں سبیل کی صراحیوں سے پانی پینا بہتر ہے اور بہتر یہ ہے کہ حاجی اپنے ہمراہ کوئی برتن رکھے، چاہ زمزم سے بھر کر لے آئے اور اس سے پیا کرے۔[۳]

مکہ مکرمہ کے تبرکات

(۱) حرم کی مٹی، پتھر، خشک لکڑی اور اذخر (ایک خوشبودار گھاس) کا حرم سے باہر حل کی طرف لیجانا اور اپنے گھر لانا مطلقاً جائز ہے اور اسی طرح حل کی مٹی کو حرم میں داخل کرنا جائز ہے اور اس میں کوئی کراہت نہیں ہے۔ حرم شریف کی مٹی باہر لانے کی اجازت اسوقت ہے جبکہ تبرک کے لئے تھوڑی سی ہو اور حرم شریف کی زمین میں کسی قسم کا نقصان واقع نہ ہو ورنہ جائز نہیں ہے، اور امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک حرم شریف کی مٹی کا باہر لیجانا حرام ہے اور کسی دوسری مٹی کا اس میں داخل کرنا مکروہ ہے[۴] اور اسی طرح ہر وہ چیز جس سے حرم میں نفع حاصل کرنا جائز ہے اس کا حرم سے باہر لیجانا بھی جائز ہے[۵] بیت اللہ شریف کی مٹی کے بارے میں بھی یہی کہا گیا ہے کہ اگر اس قدر تھوڑی سی مٹی تبرک کے لئے باہر لے جائے جس سے عمارت کو نقصان نہ ہو مثلاً گڑھا وغیرہ نہ بن جائے تو جائز ہے ورنہ جائز نہیں اور علامہ ابن وھبانؒ نے بیت اللہ شریف کی مٹی لیجانے سے منع کرنے کو درست کہا ہے کیونکہ جاہل لوگ اگر ذرا ذرا سی مٹی بھی اٹھائیں گے تو بیت اللہ شریف کی عمارت کو نقصان پہنچ جانے کا اندیشہ ہے اللہ تعالیٰ ہمیں اس غلط فعل سے بچائے[۶] حدودِ حرم کے پیلو (جال) یا کسی اور درخت کی مسواک بنانا جائز نہیں ہے[۷]

(۲) علماء کا اس بات پر اجماع ہے کہ آبِ زمزم اپنے ہمراہ باہر لیجانا جائز ہے بلکہ لوگوں کو تبرک کے طور پر دینے کے لئے اپنے شہروں کو لیجانا مستحب ہے[۸] (جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے)۔

(۳) خانہ کعبہ کے غلاف میں سے کاٹ لینا جائز نہیں ہے اگرچہ پرانا ہو گیا ہو اور اگر اس میں سے کچھ حصہ از خود گر گیا ہو وہ بھی فقراء کو دیدیا جائے اور پھر اُن سے خریدنا جائز ہے۔ بحر الزاخر میں ہے کہ غلافِ کعبہ میں سے کاٹنا، اس کو کسی دوسرے شہر کی طرف لیجانا، اس کی خرید و فروخت کرنا، اور اس کو قرآن مجید کے اوراق میں رکھنا جائز نہیں ہے، اگر کسی نے اس میں سے کاٹ لیا یا گرا ہوا ٹکڑا اُٹھا لیا تو اس پر اس کا واپس کرنا واجب ہے۔ بیت اللہ شریف کا پُرانا غلاف جو لوگ تبرک کے لئے خانہ کعبہ کے خادموں سے خریدتے ہیں اس کی

[۱،۲] تاریخ الحرمین الشریفین [۳] معلم ملخصاً [۴] لباب شرح شرح و غنیہ ملتقطاً [۵] فتح و فقہیات [۶] ش و غنیہ [۷] ع [۸] ش و لباب وغیرہما۔

خرید و فروخت کا حکم تین قسم پر ہے اوّل یہ کہ اس کو بادشاہ نے اپنے مال سے تیار کرایا ہو تو اس کا معاملہ بادشاہِ وقت کے اختیار میں ہے خواہ وہ اس کو بیچ کر بیت اللہ شریف کی ضروریات میں صرف کرے یا کسی ایک مسلمان کو مالک بنا دے جبکہ وہ مسکین ہو یا فقرا کی جماعت میں تقسیم کر دے خواہ وہ فقرا اہلِ مکہ میں سے ہوں یا غیر اہلِ مکہ ہوں اور خواہ بنو شیبہ اور اُن کے خادم ہوں یا کوئی اور ہوں، اب ان فقراء کا قبضہ ہو جانے کے بعد اُن سے دوسروں کو خریدنا جائز ہے۔ قسم دوم یہ کہ بادشاہ نے بیت المال کی رقم سے بنوایا ہے تو اس کا معاملہ بھی بادشاہِ وقت کے اختیار میں ہے لیکن اس صورت میں بادشاہ صرف ایسے شخص کو مالک بنا سکتا ہے جو بیت المال سے لینے کا مستحق ہو خواہ بنی شیبہ میں سے ہو یا اُن کے علاوہ کوئی اور ہو، اگر بادشاہ نے کسی ایسے شخص کو اس کا مالک بنا دیا جو بیت المال کا مستحق نہیں ہے تو اس کو اس کا لینا جائز نہیں ہے اور آگے بیچنا اور کسی دوسرے کو اس سے خریدنا بھی جائز نہیں ہے۔

قسم سوم یہ کہ غلافِ کعبہ بادشاہوں یا دوسرے لوگوں کے اوقاف کے مصارف سے بنایا گیا ہو پھر اس کی دو قسمیں ہیں ایک یہ کہ وقف کرنے والے کی شرط معلوم ہے دوسرے یہ کہ شرط معلوم نہیں ہے، پس اگر اس کی شرط معلوم ہو تو اس کی شرط کی پابندی کرنا ضروری ہے کیونکہ شرطِ واقف شارع کی نص کے مانند ہے اور اس میں بادشاہ یا کسی اور کو تصرف کرنے کا حق نہیں ہوگا جبکہ وہ خود وقف کرنے والا نہ ہو (پس وقف کرنے والے نے جس کے لئے معین کیا ہو اس کو ملے گا اور پھر اس سے دوسروں کو لینا جائز ہوگا)۔ اور اگر وقف کرنے والے کی شرط معلوم نہ ہو تو اس کو بنی شیبہ کو نہیں دیا جائے گا اور نہ اُن سے خریدا جائے گا بلکہ اس کو خانہ کعبہ کی ضروریات میں صرف کیا جائے گا جیسا کہ مسجد کی چٹائیوں وغیرہ کا حکم ہے، یہ حیات القلوب میں مناسک مرشدی سے نقل کیا ہے اور مرشدی نے ابن شحنہ سے نقل کیا ہے لیکن صاحبِ حیات القلوب نے آگے لکھا ہے کہ آجکل غلاف کعبہ وقف کی جانب سے آتا ہے اس کے باوجود اس کا بنی شیبہ کو دینا جائز ہے کیونکہ وہ خانہ کعبہ کے کلید بردار ہیں اور اُن سے خریدنا جائز ہے اور شامی میں ہے کہ اگر واقف کی شرط معلوم نہ ہو تو اس کو قدیم دستور کے مطابق صرف کیا جائے گا اور قدیم دستور یہ ہے کہ بنی شیبہ نیا غلاف وصول ہونے پر پرانا غلاف اپنے لئے لے لیتے ہیں پس اُن کے اس دستور کو باقی رکھا جائے گا اھ۔ حیات القلوب میں بنی شیبہ کے لئے غلافِ کعبہ لینے اور اُن سے دوسروں کے خریدنے کے جواز کی تین وجوہ لکھی ہیں پہلی وجہ یہ ہے کہ قدیم زمانے سے یہ عرف چلا آرہا ہے کہ وقف کرنے والے ہر سال نیا غلاف بھیجتے ہیں اور پرانا غلاف واپس نہیں مانگتے اور بنو شیبہ پرانے غلاف میں تصرف کرتے ہیں، دوسری وجہ یہ ہے کہ بادشاہ کے متولی جن کے سپرد غلاف کعبہ کا معاملہ کیا جاتا تھا وہ پرانا غلاف بنی شیبہ کے حوالے کر دیتے تھے اور وقف کا متولی واقف کا وکیل ہوتا ہے اس لئے اس کا فعل بادشاہ کا فعل شمار ہوگا۔ تیسری وجہ یہ ہے کہ واقف کی شرط معلوم نہ ہونے کی صورت میں پرانے غلاف کعبہ کو خانہ کعبہ کی ضروریات میں صرف کرنا چاہئے جیسا کہ بیان ہو چکا ہے اور خانۂ کعبہ کی ضروریات میں امام و مؤذن و خطیب اور دوسرے خادم شامل ہیں اس لئے بنو شیبہ جو کہ خانہ کعبہ کے کلید بردار ہیں وہ بھی ضروریات کعبہ میں شامل ہوں گے اور متولی کعبہ کو ان مصارف میں سے کسی ایک مصرف مثلاً بنو شیبہ میں صرف کرنا جائز ہے [1] یہ تو اس مسئلہ کی تفصیل تھی لیکن ہمارے زمانہ میں سلطان حکومت سعودیہ عربیہ حفظہ اللہ تعالیٰ

---

[1] حیات القلوب ولباب و شرحہ و ش و غنیہ و ارشاد تصرفا و ملتقطاً۔

اپنے ذاتی خزانے سے غلافِ کعبہ تیار کراتے ہیں اور انھوں نے پرانا غلافِ کعبہ بنی شیبہ کو دینے کا امر کیا ہے پس بنی شیبہ سے پرانے غلافِ کعبہ کا خریدنا جائز ہونے میں کوئی شک نہیں ہے واللہ اعلم [1]۔ پرانے غلافِ کعبہ کا کپڑا خریدنے والے کو اس کے پہننے اور استعمال کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں اگرچہ وہ جنبی یا حیض یا نفاس والی عورت ہو (لیکن ان تینوں کے لئے اس کا نہ پہننا افضل ہے ۔ حیات) مرد کے لئے یہ حکم اسوقت ہے جبکہ ریشمی نہ ہو اور اگر وہ کپڑا ریشمی ہو تو مرد کو پہننا ناجائز و حرام ہے البتہ عورت پہن سکتی ہے اور اسی طرح بچوں کے ولی سرپرستوں کے لئے اپنے بچوں کو پہنانا حرام ہے (البتہ بے ولی کے بچے کو پہنانا جائز ہے [2]) [3] اگر وہ کپڑا ریشمی نہ ہو تو سب کے لئے پہننا جائز ہے [4] نیز غلافِ کعبہ کا کپڑا پہننا اس وقت جائز ہے جبکہ اس پر کچھ لکھا ہوا نہ ہو پس اگر کوئی آیت یا کلمۂ توحید لکھا ہوا ہو (جیسا کہ آجکل ہے) تو اس کا استعمال ہرگز کسی کو بھی نہیں کرنا چاہئے [5]۔ پرانے غلافِ کعبہ کے کپڑے کو میت کے کفن کے اوپر ڈالنا جائز ہے اگرچہ ریشمی ہو کیونکہ یہ پہننے میں شمار نہیں ہوگا بلکہ رکھنے اور ڈالنے میں شمار ہوگا [6]

(۴) بیت اللہ شریف کی خوشبو کو لینا جائز نہیں ہے اگرچہ تبرک کے طور پر لیا ہو خواہ وہ خوشبو وقف کی ہو یا وقف کی نہ ہو اور خواہ وہ خوشبو بیت اللہ کے ساتھ لگی ہوئی ہو یا اس سے علیحدہ ہو پس جو عطر گلاب وغیرہ خانۂ کعبہ پر چھڑکا جائے اس کو خانۂ کعبہ تک پہنچنے سے پہلے پہلے لے لینا بھی جائز نہیں ہے جیسا کہ عوام اس کی طرف جلدی کرتے ہیں، اگر کسی شخص نے بیت اللہ شریف کی کچھ خوشبو لے لی اور وہ خوشبو بعینہٖ باقی ہے تو اس کو کعبہ شریف کی طرف یا خانۂ کعبہ کے خدام کی طرف واپس کرنا واجب ہے جبکہ خدام مقرر ہوں اور وہ اس کے لینے کے مستحق ہوں، اگر کوئی شخص تبرک کے طور پر خانۂ کعبہ سے خوشبو لینا چاہے تو اس کی صورت یہ ہے کہ اپنے پاس سے خوشبو کعبہ شریف کو لگائے پھر اس کو تبرک کے لئے لے لے [7]۔ خدام کعبہ کو یہ حق نہیں ہے کہ کسی کو ایسا کرنے سے روکیں اور اُن کا یہ دعویٰ صحیح نہیں ہے کہ جب اس کو کعبہ شریف کے لئے لایا ہے تو اس میں سے واپس لیجانے کا حق نہیں ہے۔ اسی طرح بیت اللہ شریف کی موم بتّی کا لینا بھی جائز نہیں ہے اگرچہ تبرک کے طور پر ہو، اگر کوئی شخص تبرک کے لئے لینا چاہے تو وہ ایسا کرے کہ اپنی موم بتّی لا کر بیت اللہ شریف کے دروازے وغیرہ پر جلائے پھر باقی کو تبرک کے لئے لے لے، خدام کعبہ و شیخ القراشین یا کسی اور سے موم بتّی یا حرم کا تیل خریدنا مطلقاً جائز نہیں ہے [8]

زیاراتِ مکہ مکرمہ

مکہ مکرمہ اور اس کے گرد و نواح کے تمام مقاماتِ متبرکہ ماثورہ کی زیارت کرنا مستحب ہے [9]، اور ان مقامات میں دعا مقبول ہے اگرچہ بلاشک و شبہ بیت اللہ شریف کا طواف و مسجد حرام میں نماز پڑھنا اور عمرہ کرنا اِن تمام مقاماتِ متبرکہ کی زیارت کرنے سے افضل ہے [10] (پھر بھی ان زیارات کے لئے وقت مل جائے گا کیونکہ ہر وقت تو انسان طواف یا عمرہ یا نماز میں مشغول نہیں رہتا، مؤلف)

اُن مقدس مقامات میں سے مکۂ معظمہ کے یہ گھر ہیں:- (۱) حضرت سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کا وہ مکان ہے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام اولاد یعنی حضرت قاسم رضی اللہ عنہ اور حضرت زینب، رقیہ، ام کلثوم اور فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہن کی ولادت ہوئی اور یہ مولدِ فاطمہؓ کے نام سے مشہور ہے کیونکہ ان کی پیدائش کی جگہ اسمیں آجتک معین و معروف ہے حضرت خدیجہؓ سے شادی ہو جانے کے بعد سے ہجرت سے پہلے تک آنحضرت

---

[1] ارشاد [2] حیات [3] شرح اللباب ش و غنیہ و حیات ملتقطاً [4] ش و غنیہ [5] حیات [6] لباب و شرح ع و غنیہ ملتقطاً [7] لباب و شرحہ و غنیہ و حیات [8] لباب و شرحہ و حیات وغیرہ [9] حیات [10] حیات۔

صلی اللہ علیہ وسلم کا قیام اسی مکان میں رہا حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا اپنی وفات تک اسی مکان میں رہیں اور اسی میں وفات پائی، اسی مکان میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم پر مکہ معظمہ کے تمام مقامات سے زیادہ وحی کا نزول ہوا ہے اور یہ مقام بلا اختلاف مسجد حرام کے بعد مکہ معظمہ کے تمام مقامات سے افضل ہے [1] اب اس جگہ ایک دینی مدرسہ تحفیظ القرآن قائم ہے اور جس کوچہ میں یہ واقع ہے اس کو آجکل زقاق الصاغہ (کوچۂ زرگران) کہتے ہیں [2] اور یہ مستشفی للغربا (ہسپتال) کے پیچھے واقع ہے [3] ——— (۲) مولد النبی یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش کی جگہ، یہ مکہ معظمہ میں مشہور جگہ ہے [4] جو دراصل آپ کے جد اعلیٰ ہاشم بن عبد مناف کی ملکیت تھی (یعنی شعب بنی ہاشم) وراثت میں آپ کے والد ماجد کے حصہ میں آئی صحیح روایت کے مطابق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش اسی مکان میں ہوئی اور حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا سے آپ کا نکاح ہونے سے پہلے تک آپ کا قیام اسی مکان میں رہا، نکاح کے بعد آپ حضرت خدیجہؓ کے مکان میں سکونت پذیر ہوگئے اور ہجرت تک وہیں مقیم رہے [5]۔ یہ مقام سوق اللیل شارع الملک میں واقع ہے قدیم عمارت منہدم ہوگئی تھی شیخ عباس قطان رحمہ اللہ نے اس جگہ نئی عمارت بنائی اور اس میں مکتبۂ مکہ کے نام سے ایک عوامی کتب خانہ (لائبریری) قائم کی [6] ——— (۳) حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا مکان، یہ مکہ مکرمہ میں زقاق الحجر میں جس کو اب زقاق الصاغہ کہتے ہیں مکان ابوبکر کے نام سے مشہور ہے۔ اس کو زقاق الحجر اس لئے کہتے ہیں کہ اس مکان میں دو پتھر تھے ایک کا نام متکلم تھا کیونکہ اس نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کیا تھا دوسرے کا نام متکا تھا کیونکہ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تکیہ لگایا تھا [7] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابتدائے ایام نبوت میں اس مکان میں بہت دفعہ تشریف لائے تھے، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی جائے پیدائش بھی یہی مکان ہے۔ ہجرت کی رات کو جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم غار ثور پر تشریف لے گئے تو اس مکان سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو ہمراہ لیکر گئے تھے [8] ——— (۴) حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی جائے پیدائش، کہتے ہیں کہ یہ اس پہاڑ میں واقع ہے جس کا نام نومی ہے وہ مکہ مکرمہ کے اسفل (نشیبی جانب) واقع ہے [9] ———

(۵) حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی جائے پیدائش، یہ مکہ مکرمہ میں مشہور جگہ ہے [10] شعب بنی ہاشم میں واقع ہے اور اب شعب علی کے نام سے مشہور ہے اور محلہ سوق اللیل میں واقع ہے اور اب وہاں مدرسۃ النجاح اللیلیۃ قائم کردیا گیا ہے اس کو سید حسن الشربتلی نے تبرعاً بنایا ہے [11]۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی پیدائش کے متعلق دو روایتیں ہیں ایک روایت کے مطابق تو یہی جگہ ہے جو بیان ہوئی۔ . . . . اور یہی مشہور ہے اور بعض نے کہا کہ ان کی پیدائش کعبہ معظمہ کے جوف میں ہوئی ہے [12] ——— (۶) دار الارقم، یہ صفا کے قریب واقع ہے اس کو دار خیزران بھی کہتے ہیں کیونکہ خلیفہ ہارون الرشید عباسی کی والدہ خیزران بنت حارث نے اس کو خرید کر برکت حاصل کرنے کے لئے مسجد بنا دیا تھا یہ وہ مکان ہے جہاں شروع زمانۂ اسلام میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک طویل عرصے تک کفار مشرکین کے خوف سے پوشیدہ رہے اور جو صحابۂ کرام رضی

---

[1] لباب وشرح وغنیہ ودلیل الحاج وحیات ملتقطاً [2] دلیل الحاج [3] غنیہ [4] لباب وشرح وحیات [5] حیات ملخصاً [6] دلیل الحاج
[7] لباب وشرح بزیادۃ عن حیات [8، 9] حیات [10] لباب وشرح [11] دلیل الحاج [12] حیات وشرح اللباب۔

اس وقت تک ایمان لاتے رہے وہ بھی آپ کے ساتھ اسی مکان میں پوشیدہ رہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی اسی مکان میں ایمان لائے اور اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہؓ کی جماعت کے ساتھ مسجد حرام میں آکر کھلم کھلا نماز ادا کرنے لگے، اسلام کو تقویت حاصل ہوئی اور یہیں پر یہ آیت نازل ہوئی یَا اَیُّھَا النَّبِیُّ حَسْبُکَ اللّٰہُ وَمَنِ اتَّبَعَکَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ۔ یہ مقام حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے مکان اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جائے پیدائش کے بعد مکہ مکرمہ میں سب سے افضل جگہ ہے اب یہ جگہ صفا میں شامل کرلی گئی ہے[1]

(۷) دارِ ابی سفیان، یہ شارع المدعی میں واقع ہے، یہ وہ مکان ہے جس کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے روز فرمایا تھا کہ جو شخص دارِ ابی سفیان میں داخل ہو جائے گا وہ امان میں ہوگا اور جو مسجد حرام میں داخل ہوگا وہ امان میں ہوگا، الحدیث۔ اب اس جگہ افتادہ زمین ہے جس پر حکومت سعودیہ مکتبۂ حرم مکی (لائبریری) کی عمارت بنانے کا پختہ ارادہ رکھتی ہے[2]

منجملہ زیاراتِ مقدسہ کے مکہ مکرمہ کے خاص غار اور پہاڑ ہیں اور وہ یہ ہیں: (۱) غارِ جبلِ ثور، یہ غار جبلِ ثور کی چوٹی کے پاس واقع ہے جو اسفل مکہ معظمہ کی جانب محلہ مسفلہ کے جنوب میں تقریباً تین میل کے فاصلہ پر واقع ہے اور اس کی بلندی تقریباً ایک میل کے اس غار کا ذکر قرآن مجید کی آیت ثَانِیَ اثْنَیْنِ اِذْ ھُمَا فِی الْغَارِ میں ہے کیونکہ مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت کرنے کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تین رات تک اس غار میں کفار سے پوشیدہ ہو کر رہے تھے۔ اس پہاڑ پر چڑھنے کیلئے قدمچے اور سیڑھیاں بنی ہوئی ہیں، اس پہاڑ کے اوپر سے سمندر نظر آتا ہے[3]

(۲) غارِ جبلِ حراء، یہ مکہ معظمہ کے مشرق کی جانب یعنی منیٰ و عرفات کی طرف جاتے ہوئے بائیں جانب تین میل کے فاصلہ پر واقع ہے، ظہورِ نبوت سے پہلے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم اس غار میں جا کر خلوت میں عبادت کرتے تھے یہاں تک کہ اس جگہ آپ پر نزولِ وحی شروع ہوا اور سورۂ اقرأ کی ابتدائی آیات مَا لَمْ یَعْلَمْ تک نازل ہوئیں[4] ظاہر یہ ہے کہ یہ غار غارِ ثور سے افضل ہے کیونکہ اس غار میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ماہ تک خلوت فرمائی اور غارِ ثور میں تین شب قیام رہا[5] اس کی چڑھائی جبل ثور سے کم ہے اور دامنِ کوہ تک سواریاں جاتی ہیں (مؤلف) ابو نعیم نے روایت کی ہے کہ حضرت جبرئیل و حضرت میکائیل نے یہاں آپ کا سینۂ مبارک چاک (شق صدر) فرمایا اور اس کو دھویا پھر کہا اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّکَ الَّذِیْ خَلَقَ اور اسی طرح آپ کے شق صدر کو طیالسی و حرث نے اپنی اپنی مسند میں ذکر کیا ہے جیسا کہ قسطلانی نے اس کو مواہبِ لدنیہ میں ذکر کیا ہے[6]

(۳) غارِ مرسلات، یہ غار منیٰ میں جبلِ ثبیر کے مقابل کے پہاڑ پر مسجدِ خیف کے قریب واقع ہے، اس غار میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر سورۃ المرسلات نازل ہوئی تھی اس لئے اس نام سے موسوم ہوا[7] ——— (۴) جبلِ ثبیر، یہ پہاڑ عرفات کی طرف جانے والے کے بائیں جانب واقع ہے، یہ وہ پہاڑ ہے جس پر حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے فدیہ کے لئے مینڈھا اترا تھا[8]

(۵) جبلِ ابو قبیس، یہ پہاڑ بیت اللہ شریف کے سامنے صفا سے متصل واقع ہے[9] کوہ صفا سے ہوتے ہوئے اس کے اوپر چڑھ جاتے ہیں زیادہ چڑھائی نہیں ہے، بعض کہتے ہیں کہ شق القمر کا معجزہ اسی جگہ ہوا تھا مگر بخاری کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ

[1] لباب و شرحہ و غنیۃ و دلیل الحجاج و حیات ملتقطاً [2] دلیل الحجاج [3] لباب و شرحہ و حیات و دلیل الحجاج وغیرہا ملتقطاً [4] ایضاً [5] حیات [6] شرح اللباب ۳۰۷ [7] دلیل الحجاج [8] دلیل الحجاج [9] دلیل الحجاج و معلم۔

منیٰ میں ہوا تھا، زمانۂ جاہلیت میں اس پہاڑ کا نام امین تھا کیونکہ حجرِ اسود طوفانِ نوح کے وقت سے اس جگہ رکھا ہوا تھا جب ایک شخص ابو قبیس نامی نے اس پہاڑ پر مکان بنایا تو لوگ اس کو جبل ابو قبیس کہنے لگے [۱]۔ کہتے ہیں کہ یہ پہاڑ زمین کے تمام پہاڑوں کی اصل ہے اللہ تعالیٰ نے سب پہاڑوں سے پہلے زمین پر اس پہاڑ کو پیدا فرمایا [۲]

مسجد حرام کے علاوہ مکہ مکرمہ اور اس کے آس پاس یعنی منیٰ و مزدلفہ و عرفات وغیرہ میں بہت سی مساجد ہیں جو قابلِ زیارت ہیں ان میں سے مشہور یہ ہیں: (۱) **مسجد الرایہ**، یہ مسجد جنت المعلی کے راستہ میں عماراتِ آلِ جفالی کے مقابل بئرِ مطعم بن جبیر کے قریب واقع ہے اور اب جودریہ کے نام سے مشہور ہے [۳] روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں نماز پڑھی اور فتح مکہ کے روز اس جگہ اپنا جھنڈا نصب فرمایا [۴] ——— (۲) **مسجد جنّ**، یہ وہ جگہ ہے جہاں جنّوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر قرآن شریف سنا تھا یا یہ وہ جگہ ہے جہاں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو چھوڑا تھا اور ان کے گرد ایک خط کھینچا اور فرمایا تھا کہ میرے واپس آنے تک اس دائرہ سے باہر نہ نکلنا واللہ اعلم [۵] یہ مسجد مکہ معظمہ میں خانۂ کعبہ سے مشرق کی جانب مقبرۂ جنت المعلی کے قریب واقع ہے سورۃ الجن یہیں نازل ہوئی تھی [۶] ——— (۳) **مسجد شجرہ**، یہ مسجد جن کے بالمقابل واقع ہے [۷] ——— (۴) **مسجد غنم**، شاید اس کی وجہِ تسمیہ یہ ہے کہ اس جگہ کے آس پاس بکریاں فروخت کی جاتی تھیں [۸] آجکل اس مسجد کو مسجد الاجابہ کہتے ہیں [۹]۔ یہ وادیٔ محصب کے پاس محلہ معابدہ میں واقع ہے [۱۰] ——— (۵) **مسجد باجیاد** أجیاد ہمزہ کی زبر کے ساتھ مکہ معظمہ میں ایک پہاڑ ہے کہ جس میں تبّع اور اس کی قوم کے گھوڑے رہتے تھے، اب وہاں مکہ مکرمہ کا ایک محلہ جیاد (جیم کی زیر کے ساتھ) آباد ہے [۱۱] ——— (۶) **مسجد جبل ابی قبیس**، یہ مسجد جبلِ ابو قبیس پر واقع ہے [۱۲] اس کو مسجد بلالؓ اور مسجد انشقاق القمر بھی کہتے ہیں [۱۳] ——— (۷) **مسجد ذی طوی**، یہ جحون کے قریب مشہور جگہ ہے جو تنعیم کے راستہ میں مکہ معظمہ کے قریب واقع ہے یہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے حج اور عمرہ میں احرام کی حالت میں اُترے تھے [۱۴] ——— (۸) **مسجد عائشہؓ** جو کہ تنعیم میں واقع ہے اس کو مسجد تنعیم بھی کہتے ہیں، یہ مکہ مکرمہ سے سب سے زیادہ قریب کی جگہ ہے جو حدودِ حرم سے باہر حل میں ہے مکہ مکرمہ سے تقریباً تین میل کے فاصلہ پر ہے یہاں سے عمرہ کا احرام باندھتے ہیں [۱۵] ——— (۹) **مسجد جعرانہ** یہ طائف کے راستہ میں مکہ معظمہ سے اٹھارہ میل کے فاصلہ پر ہے۔ فتح مکہ کے بعد جب طائف کو فتح فرمایا تو فتح طائف سے واپس تشریف لاتے ہوئے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جگہ سے عمرہ کا احرام باندھا تھا [۱۶] اس لئے یہاں سے عمرہ کا احرام باندھنا سنت ہے اور امام شافعی وغیرہ کے نزدیک افضل ہے لیکن احناف کے نزدیک تنعیم سے عمرہ کا احرام باندھنا افضل ہے [۱۷] ——— (۱۰) **مسجد عقبہ**، یہ منیٰ کے قریب واقع ہے [۱۸] لیکن منیٰ سے خارج ہے مکہ مکرمہ سے منیٰ کی طرف جاتے ہوئے بائیں جانب پڑتی ہے اور جمرۂ عقبہ سے مکہ مکرمہ کی جانب اتنی دور واقع ہے جتنی دور تیر جا سکتا ہے یا اس سے کچھ زیادہ فاصلہ پر ہے۔ اس مسجد کو مسجد البیعۃ بھی کہتے ہیں

---

[۱] معلم [۲] شرح اللباب و حیات [۳] دلیل الحاج وغیرہ [۴] شرح اللباب و حیات و معلم ملتقطاً [۵] لباب و شرح و حیات [۶] دلیل الحاج [۷] لباب و شرح و حیات [۸] ایضاً [۹] حیات و معلم [۱۰] معلم [۱۱] الفقہ [۱۲] لباب و شرح و حیات [۱۳] دلیل الحاج [۱۴] لباب و شرح و حیات [۱۵] لباب و شرح و معلم و دلیل الحاج ملتقطاً [۱۶] لباب و شرح و حیات [۱۷] عمدۃ الکتب [۱۸] لباب و شرح و حیات۔

جیسا کہ اہل مکہ میں اسی نام سے مشہور ہے کیونکہ اس جگہ انصار مدینہ منورہ نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ہجرت سے پہلے بیعت کی تھی جو بیعتِ عقبہ کے نام سے مشہور ہے [۱] ——— (۱۱) مسجد الکبش [۲] یہ مسجد منیٰ میں جبل ثبیر کے قریب واقع ہے یہ وہ جگہ ہے جہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کو ذبح کرنے کے لئے لٹایا تھا اور اُن کے فدیہ میں دنبہ نازل ہوا تھا جس کو اللہ تعالیٰ کے حکم سے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے وہاں ذبح کیا تھا [۳] ——— (۱۲) مسجد دار النحر، یہ مسجد منیٰ میں جمرۂ اولیٰ اور جمرۂ وسطیٰ کے درمیان عرفات کی طرف جاتے ہوئے دائیں طرف واقع ہے، کہتے ہیں کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مسجد میں نمازِ ضحیٰ ادا فرمائی اور حجۃ الوداع میں اس جگہ اپنی ہدی کے سو اونٹ نحر (قربانی) فرمائے جن میں سے تریسٹھ ۶۳ اونٹ اپنے دست مبارک سے نحر فرمائے جو کہ آپ کی عمر شریف کے عدد کے مطابق ہوتے ہیں اور باقی سینتیس ۳۷ اونٹ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو نحر کرنے کا امر فرمایا اور ان کو اپنی ہدی میں شریک فرمایا۔ ——— (۱۳) منیٰ میں مجزرۂ کبیر کے نزدیک ایک مسجد ہے جو مکہ مکرمہ کی طرف جانے والے کے دائیں جانب واقع ہے اس جگہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مغرب کی نماز ادا فرمائی ہے [۵] ——— (۱۴) مسجد خیف یہ منیٰ میں بہت بڑی مربع شکل کی مشہور و ماثور مسجد ہے [۶] جو جبل ثبیر کے بالمقابل پہاڑ کے قریب واقع ہے اس کے فضائل احادیث اور کتب مناسک و تواریخ میں مذکور ہیں اس کے صحن کے وسط میں ایک قُبّہ ہے جو انبیاء علیہم السلام کا مقام ہے، روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں نماز پڑھی ہے اور فرمایا ہے کہ اس میں ستر نبی مدفون ہیں، ایک روایت کے مطابق حضرت آدم علیہ السلام بھی یہیں مدفون ہیں، دوسری روایت کے مطابق حضرت آدم علیہ السلام کی قبر جبل ابی قبیس پر ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع میں مسجد خیف میں نماز پڑھی ہے اس کو ترمذی و نسائی و ابن حبان نے یزید بن الاسود سے روایت کیا ہے، قبہ مذکور میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نماز پڑھنے کی جگہ وہ محراب ہے جو قبہ میں ہے [۷] ——— (۱۵) مسجد نمرہ، یہ عرفات کے کنارہ پر واقع ہے اور بہت بڑی مسجد ہے، یہاں عرفہ کے روز یعنی ۹ ذی الحجہ کو امام ظہر و عصر کی نماز جمع تقدیم کے طور پر ظہر کے وقت میں پڑھاتا ہے اور نماز سے پہلے دو خطبے پڑھتا ہے جن میں لوگوں کو حج کے مناسک بتاتا ہے اس کو مسجد عرفہ و جامع ابراہیم بھی کہتے ہیں [۸] ——— (۱۶) عرفات میں مسجد نمرہ کے علاوہ ایک اور مسجد بھی ہے جو موقف عرفات کے دائیں جانب واقع ہے [۹] ——— (۱۷) مسجد مشعر الحرام، یہ مزدلفہ میں ہے، یہاں حاجی صاحبان عرفات سے روانگی کے بعد یوم قربانی کی رات کو مغرب و عشا کی نماز جمع تاخیر کے طور پر عشا کے وقت میں پڑھتے ہیں [۱۰]۔

مکہ مکرمہ کی زیارات میں سے زیارتِ جنّتُ المَعلیٰ ہے، یہ مکہ معظمہ کا قبرستان ہے اور مدینہ منورہ کے قبرستان جنت البقیع کے بعد مسلمانوں کے تمام قبرستانوں سے افضل ہے اس کی زیارت بھی مستحب ہے ان دونوں قبرستانوں کے فضائل میں بہت سی احادیث وارد ہیں [۱۱] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یعنی مقبرۃ المعلاۃ بہت اچھا قبرستان ہے اس کو امام احمدؒ نے روایت کیا ہے یہ مکہ مکرمہ کے شمال مشرق میں واقع ہے اور شمال و مغرب کی جانب دو پہاڑوں سے گھرا ہوا بہت وسیع قبرستان ہے جو عہدِ جاہلیت سے قائم ہے اس میں حضرت

[۱] حیات [۲] لباب و حیات [۳] حیات و معلم [۴] و [۵] حیات [۶] دلیل الحجاج و حیات [۷] حیات [۸] دلیل الحجاج و حیات [۹] لباب و شرحہ و حیات [۱۰] دلیل الحجاج

[۱۱] لباب و شرحہ و حیات وغیرہا۔

سیدہ خدیجۃ الکبریٰؓ و ابن زبیرؓ و اسماء بنت ابی بکرؓ ام ابن زبیرؓ بنی ہاشم اجدادِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور بہت سے صحابہؓ و تابعین کی قبریں ہیں [1] اس قبرستان کی زیارت کے وقت صحابہؓ و تابعین و اولیاء و صالحین کی زیارت کی مجملاً نیت کرے کہ اُن کی تعداد بہت زیادہ ہے جس کا احاطہ کرنا مشکل ہے اور کسی صحابی یا صحابیہ کی قبر متعین طور پر معلوم بھی نہیں ہے حتیٰ کہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی قبر کی جگہ جو متعین کی ہوئی ہے وہ بھی یقینی نہیں ہے بلکہ ظنی ہے، اسی طرح حضرت ابن عمرؓ و ابن زبیرؓ و ام ابن زبیرؓ وغیرہ کی قبروں کی تعیین بھی ظنی ہے یقینی نہیں ہے اس لئے تعیین کو یقینی جانے بغیر ان کی زیارت کرے۔ مشہور تابعین میں سے عطا بن ابی رباحؒ و سفیان بن عیینہؒ و فضیل بن عیاضؒ کی قبریں ہیں، مشہور یہ ہے کہ یہ سب حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ کے قبہ کے نزدیک ایک ہی جگہ مدفون ہیں اور امام یافعی وغیرہ بہت سے اکابر بھی ان کے نزدیک مدفون ہیں پس ان سب کی زیارت کرے اور ان کے ذریعہ سے برکت حاصل کرے، اُن پر سلام کہے ان کے نزدیک قرآن مجید کی بہت زیادہ تلاوت کرے اور ذکر و دعا کرے، اُن کے اور تمام مسلمانوں کے لئے مغفرت طلب کرے اور زیارتِ قبور کے آداب میں جو کچھ وارد ہوا وہ پڑھے جو شخص مکہ مکرمہ یا مدینہ طیبہ میں فوت ہوا اس کے حق میں فضل جمیل و اجر جزیل کی توقع ہے اللہ تعالیٰ ہمیں ان میں سے بنائے آمین [2]

زیارتِ قبور کے آداب و طریقہ

(۱) مطلق طور پر عام زیارتِ قبور کے آداب میں سے یہ ہے کہ جب کسی قبر پر جائے اگر گنجائش ہو تو صاحب قبر کے پاؤں کی جانب سے قبلہ کی طرف آکر اس کے سینہ کے سامنے اس طرح کھڑا ہو جائے کہ اس کا منھ صاحب قبر کی جانب ہو اور پیٹھ قبلہ کی طرف ہو اُس کے سر کی جانب سے اس کے سامنے نہ آئے اور اگر پاؤں کی جانب سے آنے کی گنجائش نہ ہو تو سر کی جانب سے آجائے اور اگر قبلہ کی طرف بھی آنے کی گنجائش نہ ہو تو جس طرف اور جس جگہ ممکن ہو کھڑا ہو جائے، بیٹھنا بھی جائز ہے لیکن کھڑے رہنا افضل ہے، کھڑا ہونے یا بیٹھنے میں قرب و بُعد کی مقدار کا اعتبار اس کی زندگی میں اس کے پاس کھڑا ہونے یا بیٹھنے کے قرب و بُعد کے مطابق ہونا چاہئے ——— (۲) آدابِ زیارت میں سے یہ ہے کہ صحیح قول کی بنا پر میت پر لفظ السلام علیکم کے لفظ سے سلام کہے علیکم السلام نہ کہے کیونکہ صحیح مسلم کی حدیث میں وارد ہوا ہے کہ جب زیارتِ قبور کیلئے آئے تو یہ الفاظ کہے اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ اَھْلَ الدِّیَارِ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُسْلِمِیْنَ وَاِنَّا اِنْشَاءَ اللّٰہُ بِکُمْ لَاحِقُوْنَ نَسْاَلُ اللّٰہَ لَنَا وَلَکُمُ الْعَافِیَۃَ یا یوں کہے اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ دَارَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِیْنَ وَاِنَّا اِنْشَاءَ اللّٰہُ بِکُمْ لَاحِقُوْنَ اس کے بعد کچھ دیر تک کھڑا رہ کر یا بیٹھ کر اس میت اور قبرستان کے دوسرے اموات کیلئے اور اپنے لئے اور اپنے والدین اور تمام مومن مردوں اور عورتوں کے لئے دعا مانگے اس کے بعد قرآن مجید میں سے جس قدر ہو سکے پڑھے پس سورۂ فاتحہ، سورۂ بقرہ کا پہلا رکوع المفلحون تک آیت الکرسی، سورۂ بقرہ کا آخر آمن الرسول سے آخر سورۃ تک، سورۃ یٰسٓ، سورۃ الملک، سورۃ التکاثر ایک ایک بار پڑھ کر سورۂ اخلاص بارہ یا گیارہ یا سات یا تین بار پڑھے اس کے بعد اس کا ثواب اس میت اور اس قبرستان کے تمام اہلِ قبور اور تمام مومنین و مومنات کو بہنچائے اور اس طرح کہے کہ یا اللہ یہ جو کچھ میں نے پڑھا ہے اس کا ثواب فلاں فلاں کو پہنچے (یا عربی میں یوں کہے اَللّٰھُمَّ اَوْصِلْ ثَوَابَ مَا قَرَأْنَا اِلٰی فُلَانٍ یا اِلٰی ھٰذِہِ الْمَقَابِرِ) ——— (۳) قبر پر بیٹھنا اور قبروں کے اوپر سے چلنا مکروہ ہے، بعض بزرگوں نے قبرستان میں ننگے پاؤں چلنے کو مستحب کہا ہے [3] (زیارتِ قبور کا مفصل بیان عمدۃ الفقہ کتاب الصلوٰۃ کے آخر میں مذکور ہے وہاں ملاحظہ فرمائیں۔ مؤلف)

[1] دلیل الحاج [2] لباب شرحہ و غنیہ و حیات [3] شرح اللباب و حیات۔

اصطلاحی الفاظ اور بعض خاص مقامات کی تشریح

فریضۂ حج میں بعض چیزوں کے نام عربی زبان میں خاص اصطلاح کے مطابق استعمال ہوتے ہیں اکثر حجاج عربی نہ جاننے کی وجہ سے اُن کو نہیں سمجھ سکتے، اس لئے جس جگہ بھی اس قسم کے الفاظ آئے ہیں ان کی وہیں تشریح کردی گئی ہے، مزید سہولت کے پیش نظر یہاں بھی ان کو حروفِ تہجی کے اعتبار سے بیان کیا جاتا ہے۔

احرام کے معنی شریعتِ مطہرہ کے مطابق اپنے لئے بعض چیزوں کو حرام کرلینا ہے، یعنی حاجی جس وقت حج یا عمرہ یا دونوں کی نیت کرکے تلبیہ پڑھ لیتا، یا تلبیہ کے قائم مقام فعل کرلیتا ہے تو اس کا احرام بندھ جاتا ہے اور اس پر احرام کی وجہ سے چند حلال اور مباح چیزیں حرام ہوجاتی ہیں اس لئے اس کو احرام کہتے ہیں، اور مجازاً ان دو چادروں کو بھی احرام کہتے ہیں جن کو حاجی احرام کی حالت میں استعمال کرتا ہے ——— **استلام**، حجرِ اسود کو بوسہ دینا یا ہاتھ سے چھونا اور رکنِ یمانی کو صرف ہاتھ لگانا ——— **اشعار**، ہدی یعنی قربانی کے جانور کی شناخت کے لئے اس کے داہنے شانے پر اتنا خفیف سا زخم کرنا جس سے صرف کھال کٹے اور گوشت نہ کٹے ——— **اضطباع**، احرام کی چادر کو داہنی بغل کے نیچے سے نکال کر بائیں کندھے پر ڈالنا ——— **آفاقی**، وہ شخص جو حدودِ میقات سے باہر رہتا ہو جیسے مدنی یا پاکستانی، ہندوستانی، مصری، شامی، ترکی اور عراقی وغیرہ ——— **افراد**، یعنی صرف حج کا احرام باندھنا اور صرف حج کے افعال ادا کرنا ———

ایامِ تشریق، تشریق کے معنی تکبیر کے ہیں اس بنا پر نویں ذی الحجہ سے تیرہ ذی الحجہ تک کے پانچ دن جن میں تکبیرِ تشریق پڑھی جاتی ہے ایامِ تشریق ہیں، اور تشریق گوشت خشک کرنے کو بھی کہتے ہیں اس لحاظ سے گیارہ ذی الحجہ سے تیرہ ذی الحجہ تک تین دن ایامِ تشریق کہلاتے ہیں ——— **ایامِ نحر**، دس ذی الحجہ سے بارہ ذی الحجہ تک تین دن، جن میں قربانی کی جاتی ہے

بطنِ عرنہ، عرفات کے قریب ایک وادی ہے جس میں وقوف درست نہیں ہے کیونکہ یہ حدودِ عرفات سے خارج ہے ——— **بیت اللہ شریف** یا خانہ کعبہ جس کو ہر مسلمان جانتا ہے، یہ سب سے پہلا عبادت خانہ ہے جس کو حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش سے پہلے اللہ تعالیٰ کے حکم سے فرشتوں نے بنایا تھا پھر حضرت آدم علیہ السلام نے خستہ ہوجانے کی وجہ سے اس کو تعمیر کیا بعد ازاں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس کی تعمیرِ نو کی، دنیا میں سب سے زیادہ مقدس، نہایت بابرکت مقام ہے اور مسلمانوں کا قبلہ ہے ———

تجلیل، ہدی و قربانی کے جانور پر جھول ڈالنا ——— **تحلیق**، بالوں کو منڈانا ——— **تسبیح**، سبحان اللہ کہنا ——— **تقصیر**، بالوں کو کتروانا ——— **تقلید**، بالوں یا کپڑے کی رسی بنا کر اس میں جوتی کا ٹکڑا یا کسی درخت کی چھال وغیرہ باندھ کر قربانی و ہدی کی گردن میں ڈال دینا تاکہ ہر شخص اس کو دیکھ کر سمجھ لے کہ یہ ہدی ہے اور اس سے مزاحمت نہ کرے اور اس رسی کو قلادہ کہتے ہیں ——— **تکبیر**، اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہنا ———

تلبیہ، لَبَّیْکَ اَللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ، لَبَّیْکَ لَا شَرِیْکَ لَکَ لَبَّیْکَ، اِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَۃَ لَکَ وَالْمُلْکَ، لَا شَرِیْکَ لَکَ پڑھنا ——— **تلبید**، احرام باندھنے سے پہلے گوند وغیرہ کا بالوں میں لگالینا تاکہ بال ٹوٹنے سے محفوظ رہیں ———

تمتع، اول عمرہ کا احرام باندھ کر حج کے مہینوں میں عمرہ کرنا پھر اسی سال اسی سفر میں حج کا احرام باندھ کر حج کرنا ——
تہلیل، کلمہ طیبہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کہنا —— جبلِ ثبیر، منیٰ میں ایک پہاڑ ہے ——
جبلِ رحمت، میدانِ عرفات میں ایک پہاڑ ہے —— جبلِ قزح مزدلفہ میں ایک پہاڑ ہے —— جُحفہ، رابغ کے
قریب مکہ معظمہ سے تین میل منزل پر ایک مقام ہے جو شام سے آنے والوں کی میقات ہے —— جمرات یا جمار، منیٰ میں
تین مقام ہیں جہاں تقریباً قدِ آدم ستون بنے ہوئے ہیں، اُن پر کنکریاں ماری جاتی ہیں، ان میں سے جو مسجدِ خیف کے قریب مشرق کی طرف ہے
اس کو جمرۃ الاولیٰ کہتے ہیں اور اس کے بعد مکہ مکرمہ کی طرف درمیان والے کو "جمرۃ الوسطیٰ" اور اس کے بعد والے کو "جمرۃ الکبریٰ"،
جمرۃ العقبہ اور جمرۃ الاخریٰ کہتے ہیں —— جنت المعلیٰ، مکہ مکرمہ کا بابرکت مشہور قبرستان ——
حاج، حج کرنے والے کو کہتے ہیں —— حج، ایک مخصوص زمانہ میں احرام باندھ کر بیت اللہ شریف کا طواف،
وقوفِ عرفہ وغیرہ افعالِ حج ادا کرنا —— حجرِ اسود، یہ ایک سیاہ رنگ کا پتھر ہے جو جنت سے نازل ہوا تھا، یہ پتھر
بیت اللہ شریف کے جنوبی مشرقی گوشہ میں قدِ آدم اونچائی پر بیت اللہ شریف کی دیوار میں بابِ کعبہ کے قریب نصب ہے ——
حرم، مکہ مکرمہ کے چاروں طرف کچھ دور تک زمین حرم کہلاتی ہے اس کے حدود پر نشانات لگے ہوئے ہیں، اس کے اندر شکار کھیلنا،
درخت کاٹنا، جانور کو گھاس چرانا حرام ہے —— حَرَمی، وہ شخص جو حدودِ حرم میں رہتا ہو، خواہ مکہ مکرمہ میں رہتا ہو
یا مکہ مکرمہ کے باہر حدودِ حرم میں رہتا ہو —— حطیم، بیت اللہ شریف سے ملحق شمال کی جانب وہ قطعۂ زمین ہے
جو تقریباً پانچ فٹ اونچی دیوار سے بشکل قوس گھرا ہوا ہے اس کو حِجر اور حظیرہ بھی کہتے ہیں، یہ قطعۂ زمین بیت اللہ شریف ہی کا حصہ ہے
جو حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کے عہد میں کعبہ کے اندر داخل تھا اور قریشِ مکہ کی تعمیر کے وقت سرمایہ کی کمی کے باعث
اس کو خانۂ کعبہ سے جدا کر دیا گیا تھا —— حِل، حدودِ حرم اور حدودِ مواقیت کے درمیان چاروں طرف جو زمین ہے
اس کو حل کہتے ہیں کیونکہ اس میں وہ چیزیں حلال ہیں جو حرم کے اندر حرام تھیں —— حِلّی، حدودِ حل کا رہنے والا ——
حلق، سر کے بال منڈانا —— دم، احرام کی حالت میں بعض ممنوع افعال سرزد ہو جانے سے بکری وغیرہ
ذبح کرنی واجب ہوتی ہے اس کو دم کہتے ہیں —— ذاتِ عرق ایک مقام کا نام ہے جو آج کل ویران ہو گیا ہے اس میں
عرق نامی ایک پہاڑ ہے مکہ مکرمہ سے تقریباً تین روز کی مسافت پر ہے، عراق سے مکہ مکرمہ آنے والوں کی میقات ہے ——
ذوالحلیفہ، مدینہ منورہ سے تقریباً چھ میل کے فاصلہ پر ایک جگہ کا نام ہے جو مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ آنے والوں کی میقات ہے، اسے
آجکل بیرِ علی کہتے ہیں —— رکنِ شامی، بیت اللہ شریف کا وہ گوشہ جو شام کی طرف ہے یعنی شمال مغربی گوشہ،
—— رکنِ عراقی، بیت اللہ شریف کا شمالی مشرقی گوشہ جو عراق کی طرف ہے ——
رکنِ یمانی، بیت اللہ شریف کا جنوبی مغربی گوشہ جو یمن کی جانب ہے اس کو چھونا سنت ہے —— رمل، طواف کے
پہلے تین چکروں میں اکڑ کر شانہ ہلاتے ہوئے قریب قریب قدم رکھ کر ذرا تیزی سے چلنا —— رمی، ایک خاص مقام پر
کنکریاں مارنا —— زمزم شریف، مسجدِ حرام میں بیت اللہ شریف کے قریب ایک مشہور چشمہ جو اب کنوئیں کی شکل
میں ہے جس کو حق تعالیٰ نے اپنی قدرت سے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام اور ان کی والدہ کے لئے جاری کیا تھا اس کے فضائل احادیث

شوط، حجرِ اسود سے شروع کرکے بیت اللہ شریف کے گرد ایک چکر لگانا ——— **سعی**، صفا اور مروہ کے درمیان سات چکر لگانا ——— بیں وارد ہیں ———

صفا، بیت اللہ شریف کے قریب جنوبی جانب ایک چھوٹی سی پہاڑی ہے جس سے سعی شروع کی جاتی ہے ——— **ضب**، منیٰ کی ایک پہاڑی کا نام ہے جو مسجدِ خیف سے ملی ہوئی ہے ———

طواف حجرِ اسود سے شروع کرکے بیت اللہ شریف کے گرد سات چکر لگانا ——— **عرفات یا عرفہ** مکہ مکرمہ سے تقریباً نو میل مشرق کی طرف ایک پہاڑ کا نام ہے اور وہاں ایک میدان ہے جہاں حج کے لئے حجاج ۹ ذی الحجہ کو جمع ہوتے ہیں ——— **عمرہ**، حل یا میقات سے احرام باندھ کر بیت اللہ شریف کا طواف کرنا، سعی صفا مروہ کرنا اور سر منڈانا ہے ——— **قارن**، حج قران کرنے والا ——— **قران**، حج اور عمرہ دونوں کا ایک ساتھ احرام باندھ کر پہلے عمرہ پھر حج کرنا ——— **قرن** نجد سے آتے ہوئے مکہ مکرمہ سے تقریباً ۴۲ میل پر ایک پہاڑ ہے جو نجدِ یمن، نجدِ حجاز اور نجدِ تہامہ سے آنے والوں کی میقات ہے ——— **قصر**، بال کتروانا ———

متمتع، حج تمتع کرنے والا ——— **مُحرِم** احرام باندھنے والا ——— **محصّب** مکہ مکرمہ کے متصل منیٰ کی جانب ایک مقام ہے آجکل اس کو معابدہ کہتے ہیں ——— **محسّر**، مزدلفہ سے ملا ہوا ایک میدان ہے جہاں سے جلدی گذرنا چاہئے کیونکہ اس جگہ اصحابِ فیل پر عذاب نازل ہوا تھا یہاں وقوفِ مزدلفہ کرنا جائز نہیں ہے ———

مدعیٰ، دعا مانگنے کی جگہ، اس سے مراد مسجدِ حرام اور مکۂ مکرمہ کے قبرستان کے درمیان ایک جگہ ہے جہاں مکہ مکرمہ میں داخل ہونے کے وقت دعا مانگنی مستحب ہے ——— **مروہ**، بیت اللہ شریف کے شرقی شمالی گوشہ کے قریب ایک چھوٹی سی پہاڑی ہے جس پر سعی ختم ہوتی ہے ——— **مُزدلفہ**، منیٰ اور عرفات کے درمیان ایک میدان ہے جو منیٰ سے تین میل مشرق کی طرف ہے، عرفات سے واپسی پر حاجی رات یہاں گذارتے ہیں ؎ ——— **مسجدِ خیف**، منیٰ کی بڑی مسجد کا نام ہے جو منیٰ کے شمالی جانب پہاڑ سے متصل ہے ——— **مسجدِ نمرہ**، عرفات کے کنارے پر ہے ———

مطاف، طواف کرنے کی جگہ جو بیت اللہ شریف کے چاروں طرف ہے ——— **معتمر**، عمرہ کرنے والا ——— **مفرد** صرف حج کرنے والا ——— **مقامِ ابراہیم**، یہ ایک جنتی پتھر ہے جس پر کھڑے ہو کر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بیت اللہ شریف کو تعمیر کیا تھا یہ مطاف کے مشرقی حصہ پر منبر اور زمزم کے درمیان ایک قبہ میں رکھا ہوا ہے، اس پتھر پر حضرت خلیل اللہ علیہ السلام کے دونوں مبارک قدموں کا نشان بن گیا ہے روایتوں میں ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے فرزندِ ارجمند حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کو دیکھنے مکہ مکرمہ آتے تھے تو اونٹ سے اسی پتھر پر اترتے تھے اور جب واپس جانے لگتے تو اسی پتھر پر کھڑے ہو کر اونٹ پر سوار ہوتے تھے ——— **مکی**، مکہ کا رہنے والا ——— **ملتزم**، حجرِ اسود اور بیت اللہ شریف کے دروازے کے درمیان کی دیوار جس پر لپٹ کر دعا مانگنا مسنون ہے ———

منیٰ مکہ معظمہ سے تین میل مشرق کی طرف ایک قصبہ ہے جہاں قربانی اور رمی کی جاتی ہے، یہ حدودِ حرم میں داخل ہے ———

موقف، ٹھہرنے کی جگہ، حج کے افعال میں اس سے مراد میدانِ عرفات یا مزدلفہ میں ٹھہرنے کی جگہ ہے ——— **میقات** وہ مقام جہاں سے مکہ معظمہ جانے والے کے لئے احرام باندھنا واجب ہے

؎ مستجار، رکن یمانی اور خانۂ کعبہ کے مسدود دروازے کے درمیان کی جگہ۔

میقاتی، میقات کا رہنے والا ——— **میلین اخضرین**، صفا و مروہ کے درمیان ایک خاص حصہ میں سبز پتھر کے دو ستون لگے ہوئے ہیں جن کے درمیانی حصہ میں سعی کرنے والے دوڑ کر چلتے ہیں ——— **وقوف**، لغت میں اس کے معنی ٹھہرنا ہیں اور احکام حج میں اس سے مراد میدانِ عرفات یا مزدلفہ میں خاص وقت میں ٹھہرنا ہے ——— **ہدی**، وہ جانور جو حرم میں قربانی کرنے کے لئے حاجی ساتھ لیجاتا ہے ——— **یوم الترویہ**، آٹھویں ذی الحجہ کو کہتے ہیں ——— **یوم عرفہ** نویں ذی الحجہ جس روز حج ہوتا ہے اور حجاج عرفات میں وقوف کرتے ہیں ——— **یلملم**، مکہ مکرمہ سے جنوب کی طرف دو منزل پر ایک پہاڑ ہے اس کو سعدیہ بھی کہتے ہیں، یہ پاکستان، ہندوستان اور یمن سے آنے والوں کی میقات ہے۔ (معلم الحجاج و علم الفقہ وغیرہما تسر قاً)

نقشہ افعالِ عمرہ و حج

افعالِ عمرہ	حکم	افعالِ حج افراد	حکم	افعالِ قِران	حکم	افعالِ تمتع (جبکہ ہدی ساتھ نہ ہو)	حکم
احرام عمرہ	شرط	احرام حج	شرط	احرام حج و عمرہ	شرط	احرام عمرہ	شرط
طوافِ عمرہ	رکن	طوافِ قدوم	سنت	طوافِ عمرہ	رکن	طواف عمرہ	رکن
اضطباع و رمل	سنت	وقوفِ عرفہ	رکن	طواف عمرہ میں اضطباع و رمل	سنت	طواف عمرہ میں اضطباع و رمل	سنت
سعی	واجب	وقوفِ مزدلفہ	واجب	سعی عمرہ	واجب	سعی عمرہ	واجب
سر منڈانا یا کتروانا	واجب	۱۰ ذی الحجہ کو رمی جمرۂ عقبہ	واجب	طواف قدوم مع اضطباع و رمل	سنت	سر منڈانا	واجب
		قربانی	مستحب (اختیاری)	سعی	واجب	۸ ذی الحجہ کو یا اس سے پہلے حج کا احرام باندھنا	شرط
		سر منڈانا یا کتروانا	واجب	وقوفِ عرفہ	رکن	وقوفِ عرفہ	رکن
		طواف زیارت	(رکن)	وقوفِ مزدلفہ	واجب	وقوف مزدلفہ	واجب
		سعی	(واجب)	۱۰ ذی الحجہ کو رمی جمرۂ عقبہ	واجب	۱۰ ذی الحجہ کو رمی جمرۂ عقبہ	واجب
		رمیٔ جمار (۱۱ تا ۱۲ ذی الحجہ)	واجب	قربانی	واجب	قربانی	واجب
		رمیٔ جمار (۱۳ ذی الحجہ)	واجب اختیاری	سر منڈانا یا کتروانا	واجب	سر منڈانا یا کتروانا	واجب
		طوافِ وداع	واجب	طوافِ زیارت	رکن	طوافِ زیارت	رکن
				رمیٔ جمار (۱۱ تا ۱۲ ذی الحجہ)	واجب	رمل	سنت
				رمیٔ جمار (۱۳ ذی الحجہ)	واجب اختیاری	سعی	واجب
				طوافِ وداع	واجب	رمیٔ جمار (۱۱ تا ۱۲ ذی الحجہ)	واجب
						رمیٔ جمار (۱۳ ذی الحجہ)	واجب اختیاری
						طواف وداع	واجب

فائدہ (۱)، قارن کیلئے سعی طوافِ قدوم کے بعد افضل ہے، اگر اس کے بعد سعی کرنے کا ارادہ نہ ہو تو اس طواف میں اضطباع اور رمل نہ کرے لو سعی طوافِ زیارت کے بعد کرے اور اس میں رمل کرے ——— (۲)، طوافِ صرف آفاقی حاجی پر واجب ہے۔

(۳)، حج افراد کرنے والا اگر طوافِ قدوم کے بعد سعی کرے تو طوافِ قدوم میں اضطباع اور رمل بھی کرے اسی طرح اگر حج تمتع والا سعی پہلے کرنا چاہے تو سات یا آٹھ ذی الحجہ کو حج کا احرام باندھنے کے بعد ایک نفلی طواف مع اضطباع و رمل کرے اور اس کے بعد سعی کرے، مگر ان دونوں کے لئے افضل یہ ہے کہ سعی طوافِ زیارت کے بعد کریں اور طوافِ زیارت میں رمل بھی کریں۔

احکامِ حج ایک نظر میں

اقسام افعال	اجمالی احکام
شرائط وجوبِ حج (تعداد ٧)	(١) اسلام (٢) دار الحرب میں ہو تو حج کی فرضیت کا علم ہونا (٣) بلوغ (٤) عقل (٥) آزاد ہونا (٦) استطاعت (٧) حج کا وقت ہونا۔
شرائط وجوبِ ادا (تعداد ٥)	(١) تندرستی و سلامتیٔ بدن (٢) راستہ کا پُر امن ہونا (٣) قید میں نہ ہونا اور بادشاہ کی طرف سے ممانعت نہ ہونا (یہ تین شرطیں مرد و عورت سب کیلئے ہیں) (٤) عورت کیلئے محرم یا خاوند کا ساتھ ہونا (٥) عورت کا عدت سے خالی ہونا (آخری دو شرطیں صرف عورتوں کیلئے ہیں)۔
شرائط صحتِ ادا (تعداد ٩)	(١) اسلام (٢) احرام (٣) حج کا زمانہ ہونا (٤) افعالِ حج کا ان کی جگہ میں ہونا (٥) تمیز ہونا (٦) عقل (٧) اگر عذر نہ ہو تو افعالِ حج خود ادا کرنا (٨) احرام باندھنے کے بعد سے وقوفِ عرفہ سے پہلے تک جماع کا واقع نہ ہونا (٩) جس سال احرام باندھے اسی سال حج کرنا۔
حج کے فرض کی ادائیگی کی شرائط (تعداد ٩)	(١) حج ادا کرتے وقت مسلمان ہونا (٢) موت تک اسلام پر باقی رہنا (٣) عاقل ہونا (٤) آزاد ہونا (٥) بالغ ہونا (٦) قدرت ہوتے ہوئے خود حج کرنا (٧) نفل کی نیت نہ کرنا (٨) کسی دوسرے کی طرف سے حج کی نیت نہ کرنا (٩) حج کو جماع سے فاسد نہ کرنا۔
ارکانِ حج (تعداد ٢)	(١) وقوفِ عرفات (یہ رکنِ اصلی ہے) (٢) طوافِ زیارت۔
فرائضِ حج (تعداد ٧)	(١) احرام (یہ شرط ہے اسلئے شرائط صحتِ ادا میں بھی مذکور ہے) (٢) وقوفِ عرفات (٣) طوافِ زیارت (یہ دونوں حج کے رکن ہیں جیسا کہ حج کے ارکان میں بیان ہو چکا ہے) (٤) مذکورہ بالا تینوں امور کو ترتیب وار ادا کرنا (٥) دونوں رکنوں کو ان کے وقت میں ادا کرنا (٦) دونوں رکنوں کو ان کی جگہ میں ادا کرنا (٧) احرام باندھنے کے بعد سے وقوفِ عرفات تک جماع نہ کرنا۔
واجباتِ حج (تعداد ٦)	(١) صفا و مروہ کے درمیان سعی کرنا (٢) وقوفِ مزدلفہ (٣) رمیٔ جمار (جمروں پر کنکریاں مارنا) (٤) قارن و متمتع کا قربانی کرنا (٥) سر کے بال منڈانا یا کترانا۔ (٦) آفاقی حاجی کا طوافِ وداع کرنا۔
سننِ حج (تعداد ١١)	(١) مفرد حج یا قران کرنے والے کو طوافِ قدوم کرنا (٢) امام کا تین مقامات پر (مکہ مکرمہ، عرفات اور منیٰ میں) خطبہ پڑھنا (٣) ٨ ذی الحجہ کو طلوعِ فجر کے بعد منیٰ میں جانا تاکہ پانچ نمازیں وہاں پڑھ سکے (٤) ٩ ذی الحجہ کی رات منیٰ میں گذارنا (٥) نویں ذی الحجہ کو طلوعِ آفتاب کے بعد منیٰ سے عرفات کو جانا (٦) عرفات میں زوالِ آفتاب کے بعد غسل کرنا (٧) عرفات سے امام کے بعد روانہ ہونا (٨) عرفات سے واپسی پر ٩ ذی الحجہ کے بعد کی رات مزدلفہ میں گذارنا (٩) ١٠ ذی الحجہ کو سورج طلوع ہونے سے ذرا پہلے مزدلفہ سے منیٰ کو روانہ ہونا (١٠) ایام قربانی کی راتوں کو منیٰ میں رہنا (١١) منیٰ سے واپسی پر وادیٔ محصب میں ٹھہرنا اگرچہ ایک لحظہ ہی ہو۔
مستحبات و آدابِ حج (تعداد ١٤)	(١) مردوں کو تلبیہ بلند آواز سے پڑھنا اور عورتوں کو بلند آواز سے نہ پڑھنا (٢) مفرد حج والے کا قربانی کرنا (٣) آفاقی کا مکہ مکرمہ میں داخل ہونے سے پہلے غسل کرنا (٤) عرفات میں جبلِ رحمت کے قریب قیام کرنا (٥) عرفات میں ظہر کے وقت میں ظہر و عصر کی نمازوں کو ان کی شرائط کے ساتھ جمع کرنا (٦) وقوفِ عرفات کے وقت کثرت سے دعا کرنا (٧) تلبیہ کی کثرت کرنا (٨) وقوفِ عرفات میں اگر ہو سکے تو امام کے قریب وقوف کرنا اور رونا کے وقت اگر جگہ مل سکے تو امام کے پیچھے کھڑا ہونا (٩) ١٠ ذی الحجہ کو صبح صادق طلوع ہونے کے بعد وقوفِ مزدلفہ و طوافِ زیارت اور رمیٔ جمار کیلئے غسل کرنا (١٠) مزدلفہ میں فجر کی نماز مسجد مشعر الحرام میں صبح صادق کے بعد جلدی یعنی اندھیرے میں پڑھنا (١١) وقوفِ مزدلفہ مسجد مشعر الحرام میں کرنا (١٢) ١٠ ذی الحجہ کو طلوعِ آفتاب کے بعد منیٰ میں پہنچنے پر پہلا کام جمرۂ عقبہ پر کنکریاں مارنا (١٣) طوافِ زیارت ١٠ ذی الحجہ کو کرنا (١٤) مختلف حالتوں میں مکرر آنے والے اذکار پر ہمیشگی کرنا (ان کے علاوہ اور بھی مستحبات ہیں جن کا ذکر افعالِ حج میں مذکور ہے)۔

مکروہاتِ حج (تعداد ۱۰)	(۱) عرفات کے مقام پر زوال سے پہلے امام کا خطبہ دینا۔ (۲) جمع بین الصلوٰتین کے بعد وقوفِ عرفات میں تاخیر کرنا یعنی میدانِ عرفات کے علاوہ کسی اور جگہ ٹھہرنا (۳) عرفات سے امام سے پہلے روانہ ہونا یا امام کے روانہ ہونے کے بعد تاخیر سے روانہ ہونا (۴) وادی عرنہ میں وقوفِ عرفات کرنا (۵) دور منیٰ کی رمی کی ہوئی کنکریاں لیکر رمی جمار کرنا (۶) مسجد کی کنکریوں سے رمی کرنا (۷) زیادہ بڑی کنکری سے رمی کرنا یا رمی کیلئے بڑی کنکری کو توڑ کر چھوٹی کنکریاں بنانا (۸) احرام سے باہر آنے کیلئے صرف چوتھائی سر کا حلق یا قصر کرانا (۹) ۹ ذی الحجہ کی رات اور ۱۰، ۱۱، ۱۲ ذی الحجہ کے دن کے بعد آنے والی راتوں کو منیٰ کے علاوہ کسی اور جگہ گزارنا (۱۰) منیٰ و عرفات جاتے وقت اپنا اسباب مکہ مکرمہ چھوڑ دینا مکروہ ہے جبکہ وہاں سامان محفوظ نہ ہو ورنہ مکروہ نہیں۔
محرمات و مفسداتِ حج	حج کے واجبات میں سے کسی واجب کو ترک کرنا محرمات میں سے ہے اور وقوفِ عرفات سے پہلے جماع کرنا حج کو فاسد کرتا ہے۔
شرائطِ صحتِ احرام (۲)	(۱) اسلام (۲) احرام کی نیت اور تلبیہ، یا تلبیہ کے قائم مقام کوئی اور ذکر یا ہدی کو پٹہ ڈالنا اور چلانا۔
واجباتِ احرام (تعداد ۲)	(۱) میقات سے احرام باندھنا (۲) ممنوعاتِ احرام سے بچنا۔
سنن احرام (تعداد ۹)	(۱) حج کا احرام حج کے مہینوں میں باندھنا (۲) اپنے ملک کے میقات سے احرام باندھنا جبکہ اس سے گذرے (۳) احرام کیلئے غسل یا وضو کرنا (۴) دو کپڑے یعنی چادر اور تہبند پہننا (۵) خوشبو اور تیل لگانا (۶) دو رکعت نماز سنت الاحرام یا نفل کی نیت سے پڑھنا جبکہ نماز کے لئے مکروہ وقت نہ ہو (۷) تلبیہ ماثورہ کے الفاظ میں کمی و بیشی نہ کرنا (۸) ہر مجلس میں تلبیہ تین بار پڑھنا (۹) مردوں کو تلبیہ بلند آواز سے پڑھنا اور عورتوں کو آہستہ پڑھنا۔
مستحباتِ احرام (تعداد ۸)	(۱) احرام کیلئے غسل سے پہلے میل کچیل کے موجبات کو دور کرنا یعنی ہاتھوں اور پاؤں کے ناخن اور لبیں کتروانا اور بغلوں اور زیرِ ناف کے بال دور کرنا (۲) غسل کرتے وقت غسلِ احرام کی نیت کرنا (۳) احرام کیلئے چادر اور تہبند نئے یا دھلے ہوئے سفید کپڑے کا ہونا (۴) نعلین یعنی چپل پہننا (۵) زبان سے بھی احرام کی نیت کرنا (۶) نماز دوگانہ احرام پڑھنے کے بعد وہیں بیٹھے ہوئے متصل ہی احرام کی نیت کرنا ان دونوں میں زیادہ فاصلہ نہ ہونا (۷) آفاقی کیلئے میقاتِ مکانی سے پہلے احرام باندھنا بشرطیکہ ممنوعاتِ احرام سے بچنے پر قادر ہو (۸) اگر بیوی ساتھ ہو اور کوئی امر مانع نہ ہو تو احرام باندھنے سے پہلے اس سے جماع کرنا۔
مباحاتِ احرام (تعداد ۲۸)	(۱) نہانا جبکہ میل دور کرنے کیلئے نہ ہو (۲) پانی میں غوطہ لگانا (۳) حمام میں داخل ہونا (۴) کپڑے دھونا (۵) انگوٹھی پہننا (۶) ہتھیار باندھنا (۷) دشمن سے شریعت کے حکم کے موافق جنگ کرنا (۸) ہمیانی یا پیٹی باندھنا (۹) گھر، خیمہ، چھتری، شغدف، عماری یا کسی اور چیز کے سایہ میں بیٹھنا (۱۰) بغیر خوشبو کا سرمہ لگانا جبکہ زینت کا قصد نہ ہو (۱۱) آئینہ دیکھنا (۱۲) مسواک کرنا (۱۳) دانت نکلوانا (۱۴) ٹوٹے ہوئے ناخن کو کاٹنا (۱۵) بال دور کئے بغیر فصد لینا یا پچھنے لگوانا (۱۶) ٹوٹا بال نکالنا (۱۷) بدن کھجانا لیکن بال نہ ٹوٹیں (۱۸) بغیر سلا ہوا ہر قسم کا مباح کپڑا پہننا (۱۹) ٹوٹے ہوئے عضو پر پٹی باندھنا (۲۰) انجکشن یا ٹیکہ لگوانا (۲۱) سر اور منہ کے علاوہ سب بدن کو ڈھانپنا (۲۲) چارپائی، طشت، توانچہ وغیرہ سر پر اٹھانا (۲۳) موذی جانوروں کو مارنا (۲۴) بغیر خوشبو کا پان کھانا (۲۵) ایسا شعر پڑھنا یا سننا جس میں گناہ کی بات نہ ہو (۲۶) گھریلو حلال جانوروں کا ذبح کرنا (۲۷) اپنا یا کسی کا نکاح کرنا (۲۸) عطر فروش کی دکان میں بیٹھنا۔
محرمات و ممنوعاتِ احرام و مفسدِ احرام (۸+۱)	(۱) سلا ہوا کپڑا پہننا (۲) خوشبو استعمال کرنا (۳) تیل لگانا (۴) بدن کے کسی حصے سے بال دور کرنا (۵) ناخن کاٹنا (۶) رفث، فسوق و جدال (۷) جماع اور اس کے محرکات (۸) خشکی کے شکار کو مارنا (۱) وقوفِ عرفہ سے پہلے جماع کرنے سے حج اور اس کا احرام فاسد ہو جاتا ہے اور طوافِ عمرہ کا اکثر حصہ ؎

؎ یعنی چار چکر ادا کرنے سے پہلے جماع کرنے سے عمرہ اور اس کا احرام فاسد ہو جاتا ہے۔

شرائطِ طواف (تعداد ۶)	(۱) اسلام (۲) نیت (۳) مکان یعنی مسجدِ حرام کے اندر خانہ کعبہ کے گرد طواف کا ہونا (یہ تینوں شرطیں ہر قسم کے طواف کیلئے ہیں) (۴) طواف زیارت کا وقتِ خاص میں ہونا (۵) طوافِ زیارت کا احرام کے بعد ہونا (۶) طوافِ زیارت کا وقوفِ عرفات کے بعد ادا ہونا۔
ارکانِ طواف (تعداد ۳)	(۱) طواف کے اکثر چکر (چار چکر) ادا کرنا (۲) بیت اللہ شریف کے باہر سے اُس کے گرد مسجدِ حرام کے اندر طواف کرنا (۳) طواف خود کرنا اگرچہ کوئی شخص اٹھائے ہوئے ہو یا اونٹ وغیرہ پر سوار ہو کر کرے لیکن بیہوش، مریض جو سویا ہوا ہو مجنوں جس کو احرام باندھنے سے پہلے جنون لاحق ہو، بے سمجھ بچے اور جو جنون کی حالت میں بالغ ہوا، ان پانچ شخصوں کے لئے طواف میں نیابت جائز ہے۔
واجباتِ طواف (تعداد ۷)	(۱) طہارت یعنی حدثِ اکبر و حدثِ اصغر سے پاک ہونا (۲) ستر ڈھانپنا (۳) اگر پیدل چلنے پر قادر ہو تو پیادہ پا طواف کرنا (۴) اپنی دائیں جانب سے طواف شروع کرنا یعنی حجرِ اسود سے دروازے کی طرف کو چلنا (۵) حطیم کو شامل کر کے طواف کرنا (۶) طواف کے چار چکروں کے ساتھ تین چکر اور ملا کر سات چکر پورے کرنا (۷) ہر طواف کے بعد دوگانہ طواف پڑھنا۔
سننِ طواف (تعداد ۱۰)	(۱) طوافِ حج و طوافِ عمرہ میں اضطباع کرنا (۲) طوافِ حج و طوافِ عمرہ کے پہلے تین چکروں میں رمل کرنا اور باقی تین چکروں میں رمل نہ کرنا (۳) طواف شروع کرنے وقت حجرِ اسود کے سامنے منہ کرنا (۴) ہر چکر میں حجرِ اسود کے سامنے تکبیر کہنا (۵) طواف شروع کرتے وقت حجرِ اسود کے سامنے کھڑے ہو کر تکبیر کہتے وقت دونوں ہاتھوں کو اٹھانا (۶) استلام یعنی ہر چکر میں حجرِ اسود کو بوسہ دینا (۷) طواف کے بعد سعی کیلئے جانے سے پہلے حجرِ اسود کو بوسہ دینا (۸) حجرِ اسود سے طواف کی ابتدا کرنا (۹) طواف کے تمام چکر پے در پے کرنا (۱۰) طواف کرنے والے کے بدن و لباس اور مکان طواف کا نجاستِ حقیقیہ سے پاک ہونا۔
مستحباتِ طواف (تعداد ۱۶)	(۱) طواف کو حجرِ اسود کے دائیں جانب سے شروع کرنا (۲) تین بار حجرِ اسود کو بوسہ دینا (۳) رکنِ یمانی کا استلام کرنا (چھونا) (۴) طواف کرتے ہوئے ماثورہ وغیر ماثورہ دعاؤں کا پڑھنا (۵) دعاؤں و اذکار کا آہستہ پڑھنا (۶) مردوں کا بیت اللہ شریف کے قریب سے طواف کرنا اور عورتوں کا بیت اللہ سے دور ہو کر یعنی مطاف کے کنارے کے قریب سے طواف کرنا (۷) بیت اللہ کے پشتہ کے باہر سے طواف کرنا (۸) اگر طواف کا اکثر حصہ یعنی چار یا چار سے زیادہ چکر ادا نہ کئے ہوں بلکہ ترک کر دیا ہو یا پورا طواف یا کچھ حصہ مکروہ طریقے پر کیا ہو تو نئے سرے سے اس طواف کو ادا کرنا (۹) غیر ضروری مباح کلام کو ترک کرنا (۱۰) خشوع و خضوع کے خلاف امور کا ترک کرنا (۱۱) حضورِ قلب میں خلل ڈالنے والے امور سے نظر کو بچانا (۱۲) طواف کو ہر اُس قول و فعل وغیرہ سے پاک رکھنا جسکو شرع پسند نہ کرتی ہو (۱۳) طواف کے ختم پر ملتزم سے لپٹنا (۱۴) ہر دفعہ نماز دوگانہ طواف کے بعد آبِ زمزم پینا۔ م
مباحاتِ طواف (تعداد ۱۲)	(۱) مباح کلام کرنا (۲) سلام کرنا (۳) چھینک آنے پر الحمد للہ کہنا (۴) شرعی مسائل کا بتانا اور دریافت کرنا (۵) کسی ضرورت کے باعث طواف کو درمیان میں چھوڑ کر چلے جانا (۶) پانی وغیرہ پینا یا کوئی اور تھوڑا سا کام کرنا (۷) پاک جوتے یا موزے پہن کر طواف کرنا (۸) اذکار اور دعاؤں کو ترک کرنا (۹) اپنے دل میں قرآن مجید پڑھنا (۱۰) مباح شعر پڑھنا یا نظم کرنا (۱۱) عذر کی وجہ سے سوار ہو کر یا کسی کے کندھے وغیرہ پر چڑھ کر طواف کرنا (۱۲) رکنِ یمانی کا استلام ترک کرنا۔
محرماتِ طواف (تعداد ۸)	(۱) حدثِ اکبر (جنابت یا حیض یا نفاس) کی حالت میں طواف کرنا سخت حرام ہے اور حدثِ اصغر (بے وضو ہونے کی حالت میں طواف کرنا اس سے کم درجہ کا حرام ہے (۲) بالکل ننگا ہونے یا چوتھائی عضو یا اس سے زیادہ ستر کھلا ہونے کی حالت میں طواف کرنا (۳) بلا عذر سوار ہو کر یا کسی کے کندھے وغیرہ پر چڑھ کر یا پیٹ یا گھٹنوں کے بل یا اُلٹا ہو کر یا اُلٹی جانب سے طواف کرنا (۴) طواف کرتے ہوئے حطیم کے بیچ میں سے گذرنا اور حطیم کو طواف میں شامل نہ کرنا (۵) طواف کا کوئی چکر یا چکر کا کوئی حصہ ترک کر دینا (۶) بعض فقہا کے نزدیک حجرِ اسود کے علاوہ کسی اور جگہ سے طواف شروع کرنا (۷) بیت اللہ کی طرف سینہ کر کے طواف کا کچھ بھی حصہ ادا کرنا (۸) طواف کے واجبات میں سے کسی واجب کو ترک کرنا۔
مکروہاتِ طواف (۲۲)	(۱) مباح کلام بلا ضرورت کرنا (۲) خرید و فروخت کرنا یا اس کے متعلق گفتگو کرنا (۳) ایسا شعر پڑھنا جو حمد و ثنا یا نصیحت و ترغیب و ترہیب سے

م (۱۵) طواف میں نزدیک نزدیک قدم رکھنا (۱۶) شدید گرمی اور بارش کی حالت میں طواف کرنا۔　　(حیات)

	خالی ہو (۴) ذکر یا دعا یا قرآن مجید بلند آواز سے پڑھنا یا کسی اور وجہ سے آواز بلند کرنا (۵) ناپاک کپڑوں میں طواف کرنا (۶) اضطباع و رمل کو بلا ضرورت ترک کرنا (۷) حجرِ اسود کا استلام ترک کرنا (۸) طواف کی نیت کرتے وقت حجرِ اسود کے مقابل آنے سے پہلے کسی اور جگہ دونوں ہاتھوں کا اٹھانا (۹) بیت اللہ کی طرف منھ ہونے کی حالت میں طواف شروع کر دینا (۱۰) طواف کے چکروں کو پے در پے نہ کرنا (۱۱) طواف کرتے ہوئے بیت اللہ کے کسی کونے پر دعا کے لئے کھڑا ہونا (۱۲) دورانِ طواف کھانا کھانا (۱۳) دو یا زیادہ طوافوں کو اس طرح ایک ساتھ کرنا کہ درمیان میں دوگانہ طواف نہ پڑھے لیکن جس وقت میں نماز پڑھنا مکروہ ہے اس میں لگاتار کئی طواف کرنا مکروہ نہیں ہے (۱۴) خطبہ کے وقت طواف کرنا خواہ خاموش رہ کر ہی کرے (۱۵) فرض نماز کی تکبیرِ اقامت کے وقت طواف شروع کرنا (۱۶) پیشاب، پاخانہ یا ریح کے غلبہ کے وقت اور بھوک اور غصے کی حالت میں طواف کرنا (۱۷) طواف کیلئے کمر میں پٹکا باندھنا (۱۸) طواف کی حالت میں دعا کیلئے ہاتھ اٹھانا، نماز کی طرح ہاتھ باندھنا اور کولھے یا گردن پر ہاتھ رکھنا (۱۹) بلا ضرورت طواف سے باہر نکلنا (۲۰) رکنِ یمانی کی طرف استلام کیلئے ہاتھ سے اشارہ کرنا لیکن امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک مکروہ نہیں (۲۱) حجرِ اسود اور رکنِ یمانی کے علاوہ کسی اور جگہ استلام کرنا (۲۲) بلا عذر جوتے پہن کر طواف کرنا لیکن بلا عذر موزے پہن کر طواف کرنا مکروہ نہیں۔
شرائطِ سعی (تعداد ۶)	(۱) سعی خود کرنا اگرچہ سواری یا کسی کے کندھے وغیرہ پر ہو (۲) پورا طواف یا اس کا اکثر حصہ یعنی چار یا زیادہ چکر ادا کرنے کے بعد سعی کرنا (۳) حج یا عمرہ کے احرام کا سعی پر مقدم ہونا (۴) سعی کا اکثر حصہ یعنی چار چکر ادا کرنا (۵) حج کی سعی اس کے وقت یعنی حج کے مہینوں میں کرنا۔ (۶) صفا اور مروہ کے درمیانی فاصلہ کا بیشتر حصہ طے کرنا۔
رکنِ سعی (۱)	سعی کا صفا و مروہ کے درمیان ہونا، یعنی صفا و مروہ کی اصل چوڑائی سے اِدھر اُدھر نکل کر سعی نہ کرے۔
واجباتِ سعی (تعداد ۶)	(۱) سعی کا ایسے طواف کے بعد ہونا جو حدثِ اکبر (جنابت و حیض و نفاس) سے پاک ہونے کی حالت میں کیا ہو (۲) سعی کے سات چکروں میں سے چار چکر سعی کی شرط اور باقی تین چکر واجب ہیں (۳) اگر کوئی عذر نہ ہو تو پیدل سعی کرنا (۴) عمرہ کی سعی کے اخیر تک عمرہ کا احرام باقی رہنا۔ (۵) صفا و مروہ کے درمیان پورا فاصلہ طے کرنا (۶) صفا سے شروع کرنا اور مروہ پر ختم کرنا۔
سننِ سعی (تعداد ۱۰)	(۱) طواف و دوگانۂ طواف کے بعد سعی کے لئے چلنے سے پہلے حجرِ اسود کا استلام کرنا (۲) سعی کا طواف کے متصل ہونا، کسی عذر کی وجہ سے تاخیر ہونے میں مضائقہ نہیں (۳) صفا اور مروہ پر چڑھنا (۴) صفا و مروہ پر چڑھنے کے بعد قبلہ رُو کھڑا ہونا (۵) سعی کی نیت کرنا (۶) سعی کے چکروں کو پے در پے کرنا (۷) مردوں کا ہر چکر میں میلین کے درمیان دوڑ کر چلنا اور باقی حصہ میں اطمینان سے چلنا، عورتوں کا تمام فاصلہ کو اطمینان سے طے کرنا (۸) ستر ڈھانپ کر سعی کرنا (۹) سعی کرتے وقت حدثِ اکبر (جنابت و حیض و نفاس) سے پاک ہونا (۱۰) سعی کا ایسے طواف کے بعد ہونا جو حدثِ اصغر اور نجاستِ حقیقیہ سے پاکی کی حالت میں کیا ہو۔
مستحباتِ سعی (تعداد ۷)	(۱) اذکار اور دعاؤں میں مشغول رہنا (۲) صفا و مروہ پر اذکار اور دعاؤں کا تین مرتبہ تکرار کرنا (۳) صفا و مروہ پر دیر تک ٹھہرنا (۴) خشوع و خضوع کے ساتھ سعی کرنا (۵) اگر سعی کے اکثر پھیرے ادا ہونے سے پہلے اس کے پھیروں میں زیادہ وقفہ ہو جائے تو نئے سرے سے سعی کرنا۔ (۶) سعی کے ختم ہونے پر مسجد الحرام میں آ کر دو رکعت نماز نفل پڑھنا (۷) حدثِ اصغر سے پاک ہونا اور بدن و لباس کا نجاستِ حقیقیہ سے پاک ہونا۔
مباحاتِ سعی (تعداد ۳)	(۱) ضرورت کے وقت جائز کلام کرنا (۲) پانی وغیرہ پینا یا کوئی تھوڑی سی چیز کھانا جس سے زیادہ وقفہ نہ ہونے پائے۔ (۳) کسی عذر کی وجہ سے چکروں کے پے در پے ہونے کو ترک کرنا مثلاً فرض نماز یا نمازِ جنازہ کی جماعت میں شمولیت وغیرہ کے باعث (واپس آ کر اس سے آگے سعی کرے جہاں سے چھوڑ گیا تھا۔)

مکروہاتِ سعی (تعداد ٧)	(١) سعی کے پھیروں میں بلاعذر پے در پے ہونے کو ترک کرنا (٢) بلاعذر سواری پر سعی کرنا (٣) سعی کے دوران خرید و فروخت یا بلاضرورت بات چیت کرنا (٤) صفا اور مروہ کے اوپر نہ چڑھنا (٥) مردوں کا میلین کے درمیان دوڑ کر نہ چلنا اور میلین کے علاوہ دوڑ کر چلنا (٦) سعی کو بلاعذر طواف یا ایام نحر سے مؤخر کرنا (٧) ستر کھلا ہونے کی حالت میں سعی کرنا۔
شرائطِ صحتِ وقوفِ عرفات (تعداد ٣)	(١) وقوف سے پہلے صحیح حج کا احرام ہونا یعنی وقوف بلا احرام یا حج فاسد یا عمرہ کے احرام کے ساتھ نہ ہو (٢) مکان بطنِ عرنہ کے سوا عرفات میں وقوف کرنا۔ (٣) وقوف کا وقت ہونا۔
رکنِ وقوف (١)	حدودِ عرفات میں کسی جگہ وقوف کا اپنے وقت میں ہونا وقوف کا رکن ہے اگرچہ ایک لحظہ ہی ہو، سوتے میں ہو یا جاگتے میں اور کھڑے ہوئے ہو یا بیٹھے یا چلتے ہوئے ہو، نیت ہو یا نہ ہو، عرفات کا علم ہو یا نہ ہو۔
واجباتِ وقوفِ عرفات (١)	جو شخص دن میں غروبِ آفتاب سے پہلے وقوف کرے اس کو غروبِ آفتاب سے ذرا بعد تک وقوف کو دراز کرنا واجب ہے۔
سننِ وقوفِ عرفات (تعداد ٧)	(١) وقوف کیلئے غسل کرنا (٢) امام کا مسجد نمرہ میں دو خطبے پڑھنا (٣) ان دونوں خطبوں کا زوال کے بعد ہونا (٤) ظہر و عصر کی نماز دونوں کو شرائط جمع کے ساتھ جمع کرنا (٥) نماز کے بعد وقوف میں جلدی کرنا (٦) عرفات سے امام کے ساتھ روانہ ہونا اور بلاعذر امام سے پہلے نہ چلنا (٧) غروبِ آفتاب سے تھوڑی دیر گذرنے کے بعد فوراً روانہ ہو جانا بلاعذر تاخیر نہ کرنا۔
مستحباتِ وقوفِ عرفات (تعداد ٢١)	(١) تلبیہ، تکبیر، تہلیل، دعا، ذکر، استغفار، قرأتِ قرآن اور درود شریف کثرت سے پڑھنا (٢) تضرع و زاری کرنا (٣) خشوع و خضوع ہونا (٤) دعا مناسک اور اذکار کی قبولیت کی قوی امید رکھنا (٥) اگر ہو سکے تو امام کے پیچھے اور اس کے قریب کھڑا ہونا (٦) اگر ہو سکے تو موقف نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں یعنی مسجد صخرات میں کھڑا ہونا (٧) لوگوں کے ساتھ وقوف کرنا (٨) قبلہ رو ہو کر وقوف کرنا (٩) زوال سے پہلے وقوف کی تیاری کرنا (١٠) وقوف کی نیت کرنا (١١) اگر میسر ہو تو سوار ہو کر وقوف کرنا (١٢) اگر سواری میسر نہ ہو تو کھڑے ہو کر قیام کرنا جبکہ قیام پر قادر ہو، جب تھک جائے تو بیٹھ جائے (١٣) دعا کیلئے دونوں ہاتھ اٹھانا جیسا کہ ہر دعا کیلئے مستحب ہے (١٤) دعا کو تین بار پڑھنا (١٥) دعا کے شروع میں اور دعا کے ختم پر حمد و صلوٰۃ پڑھنا اور ختم پر آمین کہنا جیسا کہ ہر دعا کیلئے مستحب ہے (١٦) ظاہر و باطن کی پاکی (١٧) اگر افعالِ عرفات کی ادائیگی میں کوتاہی کا باعث نہ ہو تو وقوفِ عرفہ کے دن روزہ رکھنا (١٨) اگر عذر نہ ہو اور اذکار و دعا میں بے توجہی کا باعث نہ ہو تو وقوف کیلئے دھوپ میں کھڑا ہونا (١٩) دنیوی امور میں جھگڑا نہ کرنا (٢٠) وقوف کے وقت صدقہ وغیرہ اعمالِ خیر بکثرت کرنا (٢١) دعا، تکبیر، تہلیل، تلبیہ، استغفار، تلاوتِ قرآن اور درود شریف کی کثرت میں کوئی کوتاہی نہ کرنا۔
محرماتِ وقوفِ عرفات (١)	صرف ایک ہے اور وہ واجب کا ترک ہے یعنی سورج غروب ہونے سے پہلے حدودِ عرفات سے نکل جانا۔
مکروہاتِ وقوفِ عرفات (تعداد ٨)	(١) جمع بین الصلوٰتین کے بعد وقوف میں تاخیر کرنا (٢) عام راستہ پر قیام اور وقوف کرنا (٣) امام کا زوال سے پہلے خطبہ پڑھنا (٤) غفلت کے ساتھ یعنی حضورِ قلب کے بغیر وقوف کرنا (٥) غروبِ آفتاب کے بعد عرفات سے روانہ ہونے میں بلاعذر تاخیر کرنا (٦) غروبِ آفتاب سے پہلے روانہ ہونا جبکہ عرفات کی حدود سے غروب سے پہلے نہ نکلے (٧) مغرب و عشا کی نماز عرفات میں یا مزدلفہ پہنچنے سے پہلے راستہ میں پڑھنا بلکہ ایسا کرنا حرام ہے (٨) عرفات سے واپسی پر راستہ میں ایسا تیز چلنا کہ جس سے دوسروں کو تکلیف ہو۔
شرائطِ صحتِ وقوفِ مزدلفہ (٤)	(١) تقدیم احرامِ حج (٢) تقدیمِ وقوفِ عرفہ (٣) زمانہ (٤) مکان۔
رکنِ وقوفِ مزدلفہ (١)	وقوفِ مزدلفہ کا رکن یہ ہے کہ وقوف طلوعِ فجر کے بعد مزدلفہ میں واقع ہو لیکن کسی عذر مثلاً ضعف یا مرض کی وجہ سے اس کا ترک کرنا جائز ہے عورت کے حق میں ہجوم بھی عذر ہے۔

واجباتِ وقوفِ مزدلفہ (۲)	(۱) مزدلفہ میں وقوف کے وقت ایک لمحہ وقوف کرنا جیسا کہ وقوفِ عرفات کا حکم ہے (۲) نمازِ مغرب و عشا کو شرائط جمع کے ساتھ جمع کرنا
سنن وقوفِ مزدلفہ (تعداد ۳)	(۱) دسویں ذی الحجہ (عید الاضحیٰ) کی رات صبح تک مزدلفہ میں گزارنا (۲) وقوفِ مزدلفہ کو طلوعِ آفتاب سے ذرا پہلے تک دراز کرنا (۳) مزدلفہ سے امام کیساتھ طلوعِ آفتاب سے کچھ پہلے منیٰ کی طرف روانہ ہونا۔
وقوفِ مزدلفہ کے مستحبات وآداب (تعداد ۸)	(۱) اگر ہو سکے تو پیدل چل کر مزدلفہ میں داخل ہونا (۲) اگر میسر ہو تو غسل کرنا (۳) اگر ممکن ہو تو وقوف کیلئے جبلِ قزح کے قریب راستہ سے دائیں یا بائیں جانب اترنا (۴) نمازِ مغرب و عشا کو عشا کے وقت میں بلا تاخیر شرائط کے ساتھ جمع کرنا (۵) صبح کی نماز طلوعِ فجر کے بعد اندھیرے میں پڑھنا (۶) ۱۰ ذی الحجہ کو صبح کی نماز مسجد مشعر الحرام میں امام کے ساتھ پڑھنا (۷) موقفِ مزدلفہ میں قبلہ رو ہو کر دعا، تکبیر، تہلیل، تحمید، ثنا اور درود شریف پڑھنا نیز تلبیہ کی کثرت کرنا اور اپنے دونوں ہاتھوں کو دعا کی طرح اٹھانا (۸) طلوعِ فجر کے بعد افضل یہ ہے کہ وقوفِ مزدلفہ نمازِ فجر کے بعد ہو۔
مکروہاتِ وقوفِ مزدلفہ (تعداد ۳)	(۱) راستہ پر قیام و وقوف کرنا (۲) سورج طلوع ہونے کے بعد منیٰ کی طرف روانہ ہونا (۳) امام سے پہلے روانہ ہونا یا امام کے بعد تاخیر سے روانہ ہونا۔
شرائطِ رمی (تعداد ۸)	(۱) کنکریوں کو پھینکا جائے رکھ دینا یا ڈال دینا کافی نہیں ہے (۲) ہاتھ سے رمی کرنا کمان وغیرہ سے نہیں (۳) کنکریوں کا جمرے کے متصل یا قریب گرنا یعنی جمرے سے تین ہاتھ کے فاصلہ سے زیادہ پر نہ گرنا (۴) کنکریوں کا جمرہ میں پھینکنے والے کے فعل سے گرنا (۵) ہر جمرہ پر سات کنکریاں علیحدہ علیحدہ مارنا۔ (۶) عذر نہ ہو تو رمی خود کرنا (۷) کنکریوں کا جنسِ زمین سے ہونا (۸) رمی کے وقت میں رمی کرنا۔
رکنِ رمی (۱)	اکثر عدد کی رمی کرنا یعنی پہلے دن سات کنکریوں میں سے چار یا زیادہ کنکریاں مارنا اور باقی دنوں میں اکیس میں سے گیارہ یا زیادہ کنکریاں مارنا (لباب المناسک و غنیۃ الناسک میں اس کو شرائطِ رمی میں شمار کیا ہے اور شارح لباب ملا علی القاری نے اس کو رکنِ رمی کہا ہے)
واجباتِ رمی (تعداد ۳)	(۱) رمی کو حلق پر مقدم کرنا (۲) عددِ رمی کے اکثر حصہ سے زائد کنکریاں مار کر تعداد پوری کرنا یعنی پہلے دن چار کنکریاں مارنا رکن ہے اور تین کنکریاں مزید مارنا واجب ہے اور باقی دنوں میں گیارہ کنکریاں مارنا رکن ہے اور دس کنکریاں اور مارنا واجب ہے (۳) رمی کا ادا کے وقت میں واقع ہونا اور اتنی تاخیر نہ کرنا کہ وقت قضا ہو جائے۔
سنن و مستحباتِ رمی (تعداد ۱۶)	(۱) کنکریاں پے در پے پھینکنا (۲) پہلے دن کے علاوہ باقی تین دنوں میں رمی کرنے میں جمروں کے درمیان ترتیب کا ہونا (۳) جمرۂ اولیٰ کے پاس قبلہ کی طرف منھ کر کے اس طرح کھڑا ہونا کہ جمرے کے ستون کا اکثر حصہ اس کے داہنی جانب رہے اور جمرۂ وسطیٰ کے پاس بھی جمرۂ اولیٰ کی طرح کھڑا ہونا لیکن یہاں بائیں جانب اور زیادہ میلان ہو اور جمرۂ عقبہ کے پاس اس طرح کھڑا ہو کہ منیٰ اس کے داہنی جانب ہو اور کعبہ معظمہ اس کے بائیں جانب اور جمرہ اس کے سامنے ہو۔ (۴) جمرۂ عقبہ پر سوار ہو کر رمی کرنا اور جمرۂ اولیٰ و وسطیٰ پر پیادہ یا کھڑے ہو کر رمی کرنا (۵) جمرے سے پانچ ہاتھ یا اس سے زیادہ فاصلہ پر کھڑے ہو کر رمی کرنا (۶) اپنے دائیں ہاتھ سے رمی کرنا (۷) ہر کنکری پھینکتے وقت بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُ اَكْبَرُ کہنا (۸) جمرۂ اولیٰ و وسطیٰ کی رمی کے بعد تکبیر، تہلیل، تحمید اور دعا کیلئے قبلہ کی طرف منھ کر کے کھڑا ہونا (۹) دعا کے وقت ہر دعا کی طرح دونوں ہاتھوں کو کندھوں کے برابر تک اٹھانا اور خشوع و خضوع کے ساتھ دعا و استغفار وغیرہ کرنا اور دیر تک قیام کرنا (۱۰) حدثِ اصغر و اکبر سے پاکی کی حالت میں رمی کرنا (۱۱) تمام ایامِ رمی میں مسنون وقت میں رمی کرنا (۱۲) کنکریوں کا باقلا یا کھجور کی گٹھلی کے برابر ہونا (۱۳) پہلے دن جمرۂ عقبہ پر رمی کرنے کے لئے مزدلفہ سے سات کنکریاں لینا (۱۴) کنکریوں کو رمی کرنے سے پہلے دھو لینا (۱۵) چوتھے روز کی رمی کیلئے منیٰ میں ٹھہرنا (۱۶) رمی کو مستحب طریقے سے ادا کرنا۔
محرماتِ رمی (۳)	(۱) پہلے دن جمرۂ عقبہ کی رمی پر حلق کو مقدم کرنا (۲) اکثر عدد سے زائد یعنی سات میں سے تین اور اکیس میں سے دس کنکریاں نہ مارنا (۳) رمی کو ادا کے وقت سے مؤخر کرنا یعنی قضا کر دینا۔
مکروہاتِ رمی (۵)	یہ سنن و مستحباتِ رمی کے بالمقابل ہیں (۱) پہلے دن کی رمی بلا عذر زوال کے بعد کرنا اور چوتھے دن کی رمی بلا عذر زوال سے پہلے کرنا

	(۲) بڑے پتھر یا کنکر سے رمی کرنا (۳) بڑے پتھر کو توڑ کر رمی کیلئے چھوٹے ٹکڑے کرنا (۴) جمرہ کے نزدیک کی کنکریاں لیکر رمی کرنا (۵) مسجد سے کنکریاں لیکر رمی کرنا (۶) کنکریوں کو نجس جگہ سے لینا (۷) مقررہ تعداد کے زیادہ رمی کرنا (۸) رمی کے وقت مسنون جہت کو ترک کرنا (۹) جمرہ سے بقدرِ مسنون فاصلہ پر کھڑا نہ ہونا (۱۰) جمرات کے درمیان ترتیب کا ترک کرنا (۱۱) کنکریوں کو پھینکنے کی بجائے رکھ دینا یا ڈال دینا (۱۲) پے درپے نہ پھینکنا (۱۳) مسنون وقت کا لحاظ نہ رکھنا (۱۴) جمرۂ اولیٰ و وسطیٰ کے پاس رمی کرنے کے بعد دعا وغیرہ کیلئے نہ ٹھہرنا (۱۵) رمی کی مستحب کیفیت کو ترک کرنا۔
شرطِ حلق و قصر (۱)	حلق کے صحیح و معتبر ہونے کیلئے حج کے احرام کی صورت میں قربانی کے پہلے دن کی طلوعِ فجر کے بعد اور عمرہ کے احرام کی صورت میں طوافِ عمرہ کا اکثر حصہ (چار چکر) ادا کرنے کے بعد اور محصر کے حق میں ہدی ذبح ہونے کے بعد حلق کرانا۔
واجباتِ حلق و قصر (تعداد ۵)	(۱) چوتھائی سر کا حلق یا قصر کرانا (۲) چوتھائی سر کا قصر کرانے کی صورت میں ایک سرِ انگشت (ایک پور) کی برابر بال کٹانا (۳) عورت کو سر کے بالوں کا قصر کرانا (۴) احرامِ حج والے کیلئے حلق کا اس کے مخصوص وقت میں یعنی قربانی کے تین دن اور اس کی راتوں میں ہونا (۵) حج و عمرہ کے احرام والے کیلئے حلق کا اس کی مخصوص جگہ یعنی حدودِ حرم میں ہونا۔
سنن و مستحبات و مباحاتِ حلق (تعداد ۹)	(۱) تمام سر کے بال منڈانا یا کترانا (سنت) (۲) مردوں کیلئے سر کا حلق کرانا (سنت) قصر کرانا (مباح) (۳) حلق و قصر کرانے کے وقت قبلہ رو بیٹھنا (سنت) (۴) حلق یا قصر کرانے والے کے دائیں جانب سے مونڈنا شروع کرنا (سنت) (۵) حلق یا قصر کے وقت اور حلق سے فارغ ہو کر تکبیر کہنا اور اپنے لئے اور والدین و مشائخ اور تمام مسلمانوں کیلئے دعا کرنا (مستحب) (۶) حلق یا قصر کے بعد اپنے بالوں کو دفن کرنا (مستحب) (۷) حلق یا قصر کے بعد اپنے لبوں اور ناخنوں کو کاٹنا اور زیرِ ناف کے بالوں کا مونڈنا (مستحب) (۸) استرے سے سر منڈانا (مستحب) (۹) تمام افعالِ حج یا عمرہ ادا کرنے کے بعد خود اپنا سر یا کسی احرام والے ایسے شخص کا سر مونڈنا جو افعالِ حج یا عمرہ ادا کر چکا ہے (مباح)۔
محرمات و مکروہاتِ حلق (۳)	(۱) عورتوں کیلئے بلا ضرورت سر منڈانا (۲) حلق و قصر کرانے میں صرف چوتھائی سر پر اکتفا کرنا۔
طوافِ زیارت و طوافِ وداع	طوافِ زیارت و طوافِ وداع کے شرائط و ارکان و واجبات وغیرہ مطلق طواف کے بیان میں مذکور ہیں البتہ طوافِ وداع کی شرائط میں سے بعض وجوب کی شرائط ہیں اور بعض شرائطِ جواز و صحت ہیں، شرائطِ جواز و صحت تو وہی ہیں جو طوافِ مطلق کی ہیں اور اس کی شرائطِ وجوب یہ ہیں (۱) وہ شخص آفاقی ہو (۲) اس کا حج پورا ادا ہو گیا ہو (۳) مکلف ہونا (۴) غیر معذور ہونا۔
وجوب و صحتِ عمرہ کی شرائط	عمرہ کے واجب اور صحیح ہونے کی شرائط وہی ہیں جو حج کی ہیں سوائے وقت کے کہ تمام سال عمرہ کرنے کا وقت ہے۔
رکنِ عمرہ (۱)	عمرہ کا طواف عمرہ کا رکن ہے۔
فرائضِ عمرہ (تعداد ۲)	(۱) احرامِ عمرہ (۲) طوافِ عمرہ، عمرہ کے احرام میں بھی حج کے احرام کی طرح نیت اور تلبیہ دو فرض ہیں اور اس کے رکن یعنی طواف کی شرائط سوائے وقت کے وہی ہیں جو حج کی ہیں
واجباتِ عمرہ (۲)	(۱) صفا و مروہ کے درمیان سعی کرنا (۲) چوتھائی سر کے بال منڈانا یا کٹانا۔
عمرہ کی سنتیں اور آداب	عمرہ کی سنتیں اور آداب وہی ہیں جو سعی سے فارغ ہونے تک حج کی ہیں، لیکن عمرہ میں طواف کی نیت کرنے کے بعد پہلا چکر شروع کرتے وقت حجرِ اسود کا استلام کرے تو تلبیہ کہنا موقوف کر دے۔
محرمات و مکروہاتِ عمرہ	محرمات و مکروہاتِ عمرہ وہی ہیں جو حج کے ہیں۔
مفسدِ عمرہ	عمرہ کے طواف کا اکثر حصہ (چار چکر) ادا کرنے سے پہلے جماع کرنا۔

مدینہ منورہ و روضۂ مطہرہ سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت

زیارتِ شریف کے احکام

(۱) ہمارے مشائخ رحمہم اللہ نے کہا ہے کہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ مطہرہ کی زیارت کرنا افضل المستحبات ہے بعض نے اس کو واجب ہونے کے قریب لکھا ہے [1] اور بعض نے کہا ہے کہ جس شخص کو وسعت ہو اس کے لئے واجب ہے [2] پس مسلمانوں کا اس بات پر اجماع ہے کہ روضۂ مقدسہ کی زیارت اعظم و افضل عبادت اور درجات کے حاصل کرنے کی کامیاب ترین کوشش ہے صاحب وسعت کے لئے وجوب کے قریب ہے اور اس کا ترک کرنا بہت بڑی غفلت اور ظلم ہے [3]۔ فرض نہ ہونے کے سبب سے یا روپیہ زیادہ خرچ ہونے کے خیال سے یا اس وہم سے کہ راستہ میں بدوی لوگ لوٹ لیتے ہیں مدینہ منورہ نہ جانا فخر کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں کمی کی نشانی ہے پس وسعت و طاقت ہونے کے باوجود زیارت روضۂ مطہرہ کو چھوڑ دینا نہایت ہی بڑی غفلت اور بہت ہی قبیح برائی ہے۔ مخدوم محمد ہاشم قدس سرہ سندھی نے حیات القلوب میں ابن عدی رحمہ اللہ علیہ سے روایت نقل کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے حج کیا اور میری زیارت نہ کی تو اس نے میرے ساتھ ستم کیا [4]

(۲) صحیح یہ ہے کہ عورتوں کے لئے روضۂ مطہرہ کی زیارت کرنا بلا کراہت مستحب ہے جبکہ اس کی شرائط کے ساتھ ہو [5] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ جس نے میری قبر کی زیارت کی اس کے لئے میری شفاعت واجب ہوگئی، دوسری حدیث میں ارشاد ہے کہ جس نے میری وفات کے بعد میری قبر کی زیارت کی تو وہ ایسا ہے جیسا کہ اس نے میری زندگی میں میری زیارت کی۔ نیز ایک اور حدیث میں فرمایا کہ جو شخص میری زیارت کے لئے آیا اور اس کو اس سے میری زیارت ہی مقصود ہو اور کوئی مقصد نہ ہو تو مجھ پر حق ہو گیا کہ میں قیامت کے روز اس کا شفیع ہوں گا۔ ان احادیث میں مرد و عورت سب کیلئے مطلق طور پر حکم ہے [6]۔ اور پہلی اور تیسری حدیث میں اس زائر کے لئے بشارت ہے کہ وہ مسلمان ہونے کی حالت میں مرے گا، ایک اور صحیح حدیث میں ہے کہ جب کوئی شخص مجھ پر سلام بھیجتا ہے تو میری روح مجھ پر واپس کر دی جاتی ہے حتیٰ کہ میں اس کے سلام کا جواب دیتا ہوں [7]

(۳) جس شخص پر حج فرض ہو اس کو پہلے حج کر لینا بہتر ہے اس کے بعد مدینہ منورہ کی زیارت کے لئے جائے اور اگر اس نے پہلے روضۂ اقدس کی زیارت کی تو یہ بھی جائز ہے اور نفل کو فرض پر مقدم کرنا بالاجماع جائز ہے جبکہ فرض کے فوت ہو جانے کا اندیشہ نہ ہو، اور اگر کسی آفاقی شخص کا حج نفلی ہو تو اس کو اختیار ہے خواہ پہلے حج کرے تاکہ طاہر و مطہر ہو کر زیارت کے لئے جائے یا پہلے مدینہ منورہ کی حاضری دیدے [8]۔ اور یہ حکم اس وقت ہے جبکہ اس کو مدینہ منورہ سے گذرنا نہ پڑتا ہو اور اگر مدینہ منورہ سے گذرنا پڑے جیسا کہ اہل شام کو گذرنا پڑتا ہے تو خواہ حج فرض ہو یا نفل ہر حال میں روضۂ اطہر کی زیارت پہلے کرے کیونکہ قریب ہونے کے باوجود زیارت کو ترک کرنا سنگدلی و بدنصیبی ہے اور اس صورت میں زیارت پہلے کرنا بمنزلہ وسیلہ ہے اور ایسا ہے جیسا کہ فرض نماز سے پہلے کی سنتیں ہیں [9]

(۴) جس شخص پر حج فرض ہو اگر وہ مکہ مکرمہ میں حج کے مہینوں سے پہلے آجائے تو اس کو حج کے مہینے شروع ہونے سے پہلے مدینہ منورہ جانا جائز ہے

---

[1] فتح و ع و غنیہ [2] شرح اللباب و در [3] لباب و شرحہ [4] حیات و زبدۃ مع عمدۃ الفقہ [5] شرح اللباب و غنیہ و ش [6] غنیہ و فتح - [7] غنیہ [8] لباب و شرحہ و فتح و ع و ش وغیرہا ملتقطاً [9] لباب و شرحہ و ش -

اور حج کے مہینے شروع ہونے کے بعد اگر مدینہ منورہ کے سفر کی وجہ سے حج فوت ہونے کا خوف ہو تو جانا جائز نہیں ہے اور اگر حج فوت ہونے کا خوف نہ ہو سواری قابلِ اطمینان ہو اور راستہ مامون ہو تو جانا جائز ہے [1] ——— (۵) جب مدینہ منورہ کا سفر شروع کرے تو روضۂ مطہرہ کی زیارت کی نیت کے ساتھ مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی نیت بھی کرلے، لیکن شیخ ابن الہمامؒ صاحبِ فتح القدیر لکھتے ہیں کہ میرے نزدیک صرف روضۂ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی نیت کرنا اولیٰ ہے مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت بھی اس کے ضمن میں حاصل ہوجائے گی، یا اگر اللہ تعالیٰ دوبارہ اس کو توفیق دے تو پھر دونوں کی نیت سے سفر کرے۔ حدیث مذکورہ بالا سے بھی بظاہر اس کی تائید ہوتی ہے نہر الفائق اور منسک الکبیر میں اسی طرح مذکور ہے [2] ——— (۶) احناف کے نزدیک مدینہ منورہ کے لئے حرم نہیں ہے اور دوسرے تینوں اماموں کے نزدیک مدینہ طیبہ کے لئے بھی حرم ہے اس لئے ان کے نزدیک وہاں کا شکار پکڑنا یا درخت وغیرہ کاٹنا جائز نہیں ہے کیونکہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ میں مدینہ کو حرم قرار دیتا ہوں، کافی میں ہے کہ ہم حدودِ مدینہ منورہ میں شکار کرنا نقض قاطع سے جانتے ہیں اور اس کے حرام ہونے کیلئے دلیل قطعی ہونی چاہئے جو کہ پائی نہیں گئی [3] اور ایک روایت میں حضرت علیؓ سے منقول ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مدینہ جبل عیر اور جبل ثور کے درمیان حرم ہے، جبل عیر مدینہ طیبہ کا مشہور پہاڑ ہے اور جبلِ ثور جبل احد کے قریب ایک چھوٹی سی پہاڑی ہے۔ احناف کے نزدیک حرم مدینہ کا حکم حرم مکہ کی طرح نہیں ہے بلکہ جن روایتوں سے حرم مدینہ کا تعین ثابت ہوتا ہے ان سے مراد مدینہ منورہ کی حرمت و تعظیم ہے یعنی مدینہ منورہ کی حدود میں جانوروں کو پکڑنا اور اس کے درختوں کو کاٹنا اگرچہ حرام نہیں ہے مگر ادب کے خلاف ہے [4]

مدینہ منورہ کا سفر

جب مدینہ منورہ کی طرف روانہ ہو تو تمام راستہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر کثرت سے درود شریف پڑھتا رہے[5] بلکہ فرائض و ضروریات سے جو وقت بچے سب اسی میں صرف کرے اور خوب ذوق و شوق پیدا کرے اور اظہارِ محبت میں کوئی کمی نہ کرے اگر خود بخود یہ حالات پیدا نہ ہوں تو بہ تکلف پیدا کرے، راستہ میں جو متبرک مقامات و مقابر آئیں ان کی زیارت کرے اور جو مساجد آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم یا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی طرف منسوب ہیں (جیسے مسجد ذوالحلیفہ) ان کی زیارت کرے اور ان میں نماز تحیۃ المسجد پڑھے، محض سیر و تفریح کی نیت سے مساجد میں نہ جائے، مکہ مکرمہ اور مدینہ طیبہ کے درمیان ایسی بیس مسجدیں ہیں [6] راستہ کے متبرک مقامات میں سے ام المؤمنین سیدنا ام میمونہ رضی اللہ عنہا کی قبر مبارک ہے جو مقام سرف میں ہے اور یہ موضع مکہ مکرمہ سے مدینہ طیبہ جاتے ہوئے تنعیم اور وادی کے درمیان میں ہے اس کی زیارت کرکے برکت حاصل کرے، راستہ میں جو متبرک کنوئیں آئیں اُن کا پانی تبرکاً پی لینا چاہئے، جوں جوں مدینہ طیبہ کے نزدیک ہوتا جائے اپنے ذوق و شوق میں اضافہ کرے اور جب مدینہ طیبہ کے قریب پہنچ جائے تو اور زیادہ خشوع و خضوع و ذوق و شوق پیدا کرے اگر اونٹ وغیرہ پر ہو تو اس وقت سواری کو ذرا تیز چلائے اور پیدل ہو تو بھی رفتار کو تیز کردے اور درود و سلام پڑھنے میں اور زیادہ کوشش کرے جب بطحا و ذوالحلیفہ میں پہنچے تو وہاں اُتر کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ کی اتباع کرتے ہوئے نماز پڑھے اور بہتر یہ ہے کہ اس جگہ کی عظمت کا خیال کرتے ہوئے سواری سے اُتر جائے اور توفیق ہو تو ننگے پاؤں روتا ہوا چلے اور حسبِ قدر ادب و تعظیم

[1] شرح اللباب و غنیہ و ارشاد ملتقطاً و ملخصاً [2] فتح و ش و غنیہ [3] در و ش بزیادۃ [4] معلم تصرفاً [5] فتح و ع و غنیہ و لباب وغیرہا [6] لباب و غنیہ و ع بزیادۃ۔

ممکن ہوسکے کرے بلکہ حق تو یہ ہے کہ اگر وہاں سر کے بل بھی چلے تو حق ادا نہیں ہوسکتا اس لئے جسقدر ہوسکتا ہے اس میں کوتاہی نہ کرے [1]

جب مدینہ منورہ پر نظر پڑے اور وہاں کے درخت نظر آئیں تو اور زیادہ درود شریف پڑھے اور دعا مانگے۔

مدینہ منورہ میں داخل ہونا

جب مدینہ منورہ پہنچ جائے اس کی فصیل و عمارات نظر آئیں تو درود شریف پڑھ کر یہ دعا پڑھے :- اَللّٰهُمَّ هٰذَا حَرَمُ نَبِيِّكَ فَاجْعَلْهُ وِقَايَةً لِّيْ مِنَ النَّارِ وَاَمَانًا مِّنَ الْعَذَابِ وَ سُوْءِ الْحِسَابِ ط اور اگر ہوسکے تو شہر میں داخل ہونے سے پہلے غسل کرے اور اگر داخل ہونے سے پہلے نہ ہوسکے تو داخل ہونے کے بعد غسل کرے، اگر غسل نہ کرسکے تو وضو کرلے مگر غسل افضل ہے پھر پاک صاف اور اچھے کپڑے پہنے، نئے اور سفید کپڑے پہننا افضل ہے پھر اپنے بدن اور کپڑوں پر خوشبو لگائے اور جب گنبدِ خضرا پر نظر پڑے تو اس کی عظمت و فضیلت اور مجد و شرف کا استحضار کرے کیونکہ بالاجماع یہ بزرگ ترین مقام اور بلا خلاف سید القبور ہے [2]۔ جب شہر کے دروازے میں داخل ہو تو یہ پڑھے: بِسْمِ اللّٰهِ مَا شَاءَ اللّٰهُ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ رَبِّ اَدْخِلْنِيْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّاَخْرِجْنِيْ مُخْرَجَ صِدْقٍ وَّاجْعَلْ لِّيْ مِنْ لَّدُنْكَ سُلْطَانًا نَّصِيْرًا ط اَللّٰهُمَّ افْتَحْ لِيْ اَبْوَابَ رَحْمَتِكَ وَارْزُقْنِيْ مِنْ زِيَارَةِ رَسُوْلِكَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا رَزَقْتَ اَوْلِيَاءَكَ وَاَهْلَ طَاعَتِكَ وَوَفِّقْنِيْ فِيْهِ بِحُسْنِ الْاَدَبِ وَفِعْلِ الْخَيْرَاتِ وَتَرْكِ الْمُنْكَرَاتِ وَانْقِذْنِيْ مِنَ النَّارِ وَاغْفِرْ لِيْ وَارْحَمْنِيْ يَا خَيْرَ مَسْئُوْلٍ ط اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لَّنَا فِيْهَا قَرَارًا وَّرِزْقًا حَسَنًا ط امین [3] اور یہ بھی پڑھے اَللّٰهُمَّ رَبَّ السَّمٰوٰتِ وَمَا اَظْلَلْنَ وَرَبَّ الْاَرَضِيْنَ وَمَا اَقْلَلْنَ وَرَبَّ الرِّيَاحِ وَمَا ذَرَيْنَ اَسْئَلُكَ خَيْرَ هٰذِهِ الْبَلْدَةِ وَخَيْرَ اَهْلِهَا وَخَيْرَ مَا فِيْهَا وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّهَا وَشَرِّ مَا فِيْهَا وَشَرِّ اَهْلِهَا ، اَللّٰهُمَّ هٰذَا حَرَمُ رَسُوْلِكَ فَاجْعَلْ دُخُوْلِيْ فِيْهِ وِقَايَةً لِّيْ مِنَ النَّارِ وَاَمَانًا مِّنَ الْعَذَابِ وَسُوْءِ الْحِسَابِ ط [4]۔ اور شہر میں داخل ہوتے وقت اس کی حرمت کے لئے نہایت تواضع اور خشوع و خضوع کی حالت میں ہو اس کی ہیبت سے پُر ہو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت کو جانتا ہو اور یہ استحضار کرے کہ یہ وہ شہر ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے دارِ ہجرت پسند فرمایا ہے اور یہ شہر وحی اور قرآن نازل ہونے کی جگہ اور ایمان و احکام شریعت کا منبع ہے، ادب اور حضورِ قلب کے ساتھ دعا اور درود شریف پڑھے اور اپنے دل میں یہ استحضار کرے کہ اس شہر کے چپہ چپہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم مبارک نے مس کیا ہے اور اسی لئے امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدینہ منورہ کے راستوں میں سوار نہیں ہوتے تھے اور فرماتے تھے کہ مجھ کو اللہ تعالیٰ سے شرم آتی ہے کہ سواری کے گھوڑوں سے اس زمین کو پامال کروں جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چلے پھرے ہوں [5]

مسجدِ نبوی میں داخل ہونے کے آداب

شہر میں داخل ہونے کے بعد سب سے پہلے مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہونے کی کوشش کرے لیکن اگر کوئی ضرورت ہو مثلاً سامان اور مستورات کو حفاظت کی جگہ پہنچانا ہو تو اس کام سے فارغ ہو کر فوراً مسجد شریف میں آجائے اور زیارت کرے البتہ عورتوں کو شام تک تاخیر کرنا اور رات کے وقت

[1] لباب و شرحہ و غنیہ و حیات ملخصاً [2] لباب و شرحہ و غنیہ و فتح و ع ملتقطاً [3] لباب و شرحہ و فتح و غنیہ و غیرہا [4] ع عن خانیہ [5] فتح و غنیہ و حیات۔

زیارت کرنا بہتر ہے [1]۔ جب مسجد میں داخل ہونے لگے تو اُن تمام آداب کی رعایت کرے جو مسجدوں میں داخل ہونے کے لئے مسنون ہیں یعنی نہایت خشوع وخضوع وانکسار کے ساتھ دایاں پاؤں پہلے داخل کرے اور یہ دعا پڑھے بِسْمِ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِیْ ذُنُوْبِیْ وَافْتَحْ لِیْ اَبْوَابَ رَحْمَتِكَ ۔ باب جبرئیل سے داخل ہونا افضل ہے، باب السلام یا کسی اور دروازے سے داخل ہونا بھی جائز ہے، داخل ہو کر ادھر اُدھر دیواروں، قندیلوں اور پردوں وغیرہ اور مسجد کی چھت کی طرف نہ دیکھے بلکہ خوب ادب کا لحاظ رکھتے ہوئے منبر کی طرف جائے اور منبر و قبر شریف (حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی آرام گاہ) کے درمیانی حصے میں جس کو روضۂ مبارک کہتے ہیں کھڑا ہو کر دو رکعت نماز تحیۃ المسجد پڑھے بشرطیکہ نماز کے لئے مکروہ وقت نہ ہو پس اگر باب جبرئیل سے داخل ہو تو حجرہ شریفہ کے پیچھے کی طرف سے جائے آگے کی طرف سے نہ جائے [2]۔ اگر مواجہ شریف کی طرف سے جائے تو مرقد مبارک کی طرف قدرے ٹھہر کر مختصر سلام نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور شیخین رضی اللہ عنہما کی خدمت مبارک میں پیش کرے پھر روضۂ مبارک میں آکر دو رکعت تحیۃ المسجد پڑھے پھر دوبارہ پوری طرح زیارت وسلام کے لئے حاضر ہو جائے [3]۔ روضۂ مبارکہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز پڑھنے کی جگہ میں تحیۃ المسجد پڑھنا افضل ہے جو محراب نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان سے قدرے داہنی طرف محراب کے اس پائے کے سامنے ہے جو منبر کی جانب ہے، محراب کے اس پائے پر "ھذا مصلی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم" لکھا ہوا ہے [4]۔ نماز کی جگہ لینے کے لئے کسی کو تکلیف نہ پہنچائے نہ خود تکلیف میں پڑے، اگر وہاں موقع نہ ملے تو منبر کے قریب یا پھر روضۂ شریفہ میں جہاں جگہ ملے پڑھ لے اگر وہاں بھی جگہ نہ ملے تو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کی مسجد شریف میں کہیں پڑھ لے کیونکہ پھر یہ جگہ افضل ہے ورنہ پھر موجودہ مسجد میں جہاں جگہ ملے پڑھ لے، پہلی رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد قل یاایھا الکافرون اور دوسری رکعت سورۂ قل ھو اللہ احد پڑھے دوسری سورتیں پڑھنا بھی جائز ہے پھر جب سلام پھیرے تو اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرے اور حمد و ثنا پڑھے اس کے بعد سجدۂ شکر ادا کرے کہ حق تعالیٰ نے اس کو یہ نعمت عظمیٰ نصیب کی اور تکمیل زیارات و قبولیت اور دوبارہ اس کے حصول اور سعادت دارین کے حصول کے متعلق اور دیگر جو دعا چاہے کرے، بہتر یہ ہے دو رکعت شکرانہ کی نیت سے پڑھ لے، شکر کے لئے صرف سجدہ نہ کرے اگرچہ صرف سجدہ کرنا بھی جائز ہے [5]۔ اگر اس کے مسجد نبوی میں داخل ہونے کے وقت فرض نماز کی جماعت ہو رہی ہو یا نماز کے قضا ہو جانے کا اندیشہ ہو تو پہلے فرض نماز پڑھے نماز تحیۃ المسجد بھی اس کے ضمن میں ہی ادا ہو جائے گی [6]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام پڑھنے کے آداب وطریقہ

نماز تحیۃ المسجد اور حمد و ثنا و دعا سے فارغ ہو کر توبہ و استغفار کرے اور پھر مرقد مبارک صلی اللہ علیہ وسلم پر حاضر ہو جائے اور دل کو تمام دنیاوی خیالات سے فارغ کر کے نہایت ادب و تواضع خشوع و خضوع ذلت و انکسار خشیت و وقار کے ساتھ مواجہ شریف میں سرہانے کی دیوار کے کونے والے ستون سے تین چار ہاتھ کے فاصلے سے کھڑا ہو جائے قبلہ کی طرف پشت ہو اور ذرا بائیں طرف کو مائل ہو جائے تاکہ چہرۂ انور صلی اللہ علیہ وسلم کے خوب سامنے ہو جائے، نظریں نیچی رکھے، وہاں کی زیب و زینت کی طرف نظر نہ کرے اور خلاف ادب کوئی حرکت نہ کرے زیادہ قریب بھی کھڑا نہ ہو نہ جھکے

[1] لباب و شرحہ و غنیہ [2] لباب و شرحہ و غنیہ و فتح ملتقطاً [3] غنیہ [4] لباب و شرحہ و فتح و غنیہ وغیرہ [5] لباب و شرحہ و فتح و در و غنیہ و معلم و زبدہ وغیرہا ملتقطات [6] لباب و شرحہ و غنیہ و حیات

نہ جالی مبارک کو ہاتھ لگائے نہ بوسہ دے نہ سجدہ کرے نہ حجرۂ مبارک کا طواف کرے نہ اُس کی طرف منھ کرکے نماز پڑھے، اپنا سینہ اور پشت بھی حجرہ شریف کی دیواروں سے نہ لگائے کیونکہ یہ سب باتیں ادب واحترام کے خلاف اور بالاتفاق ممنوع وناجائز ہیں اور یہ خیال کرے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لحد مبارک میں قبلہ کی طرف منھ کئے ہوئے آرام فرما ہیں، جانتے ہیں کہ فلاں شخص حاضر ہوکر سلام پڑھ رہا ہے سلام وکلام کو سنتے ہیں اور اس کی طرف نظر فرما رہے ہیں، اور دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھ کر اس طرح کھڑا ہو جس طرح نماز میں کھڑے ہوتے ہیں[1] لیکن اس بارے میں علماء کا اختلاف ہے علامہ کرمانی وملا رحمۃ اللہ سندھی نے اس کو جائز لکھا ہے اور ابن حجر مکی وغیرہ نے منع کیا ہے اور کہا ہے کہ ہاتھ چھوڑے رہے تاکہ نمازی کے ساتھ مشابہت نہ ہو۔ مولانا عبدالحیٔ لکھنوی نے سعایہ میں اس مسئلہ پر مفصل کلام کیا ہے اور علماء کی گفتگو نقل کرنے کے بعد جواز کو ترجیح دی ہے اور لکھا ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے وقت تو اس طرح ہاتھ باندھنا اولیٰ ہے مگر بعض نے دوسرے لوگوں کی زیارت کے وقت بالخصوص عوام کی قبروں پر ایسا کرنا اچھا نہیں ہے لکھا ہے۔ چونکہ اس مسئلہ میں علماء کا اختلاف ہے اور آجکل عوام کا عقیدہ خراب ہونے کا اندیشہ ہے اس لئے بہتر یہ ہے کہ ہاتھ نماز کی طرح نہ باندھے بلکہ چھوڑے رہے[2]

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت وجلال وقدر ومنزلت کو دل میں حاضر رکھتے ہوئے درمیانہ آواز سے سلام پڑھے نہ زیادہ بلند آواز ہو اور نہ بالکل آہستہ ہو اور یوں کہے " اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهٗ " اس قدر سلام پڑھنا حدیث شریف سے ثابت ہے اور بعض اکابر مثلاً حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اسی قدر پر کفایت کیا ہے اور بعض اکابر نے سلام کے طویل ہونے کو اختیار کیا ہے اور اسی پر اکثر اکابر ہیں اور اخبار وروایات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ وسلام کی کثرت کرنے کی فضیلت وارد ہوئی ہے اس سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے پس فضیلت حاصل کرنے کے لئے اس پر اضافہ کرتے ہوئے صلوٰۃ وسلام اس طرح پڑھے: " اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ السَّيِّدُ الْكَرِيْمُ وَالرَّسُوْلُ الْعَظِيْمُ وَالرَّءُوْفُ الرَّحِيْمُ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهٗ اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا سَيِّدَنَا وَنَبِيَّنَا وَحَبِيْبَنَا وَقُرَّةَ اَعْيُنِنَا يَا رَسُوْلَ اللهِ اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا نَبِيَّ اللهِ اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا حَبِيْبَ اللهِ اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا جَمَالَ مُلْكِ اللهِ اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا نُوْرَ عَرْشِ اللهِ اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا خَيْرَ خَلْقِ اللهِ اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا شَفِيْعَ الْمُذْنِبِيْنَ عِنْدَ اللهِ اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا مَنْ اَرْسَلَهُ اللهُ تَعَالٰى رَحْمَةً لِّلْعَالَمِيْنَ اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا سَيِّدَ الْمُرْسَلِيْنَ وَخَاتَمَ النَّبِيِّيْنَ وَاِمَامَ الْمُتَّقِيْنَ وَقَائِدَ الْغُرِّ الْمُحَجَّلِيْنَ اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا مَنْ وَصَفَهُ اللهُ بِقَوْلِهٖ وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ وَبِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا سَيِّدِيْ مُحَمَّدَ بْنَ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ بْنِ هَاشِمٍ يَا طٰهٰ يَا يٰسٓ يَا بَشِيْرُ يَا سِرَاجُ يَا مُنِيْرُ يَا مُقَدَّمَ جَيْشِ الْاَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِيْنَ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ وَعَلٰى سَائِرِ الْاَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِيْنَ وَعَلٰى اَهْلِ بَيْتِكَ الطَّيِّبِيْنَ الطَّاهِرِيْنَ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ وَعَلٰى اَزْوَاجِكَ الطَّاهِرَاتِ اُمَّهَاتِ الْمُؤْمِنِيْنَ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ وَعَلٰى اَصْحَابِكَ اَجْمَعِيْنَ وَعِبَادِ اللهِ الصَّالِحِيْنَ وَهَا اَنَا يَا سَيِّدِيْ يَا رَسُوْلَ اللهِ قَدْ جِئْتُكَ هَارِبًا مِّنْ ذَنْبِيْ وَمِنْ عَمَلِيْ وَمُسْتَشْفِعًا وَّمُسْتَجِيْرًا بِكَ

[1] لباب وشرحہ وغنیہ ودرع وفتح وغیرہا ملتقطاً [2] معلم مخصاً۔

إِلٰى رَبِّيْ فَاشْفَعْ لِيْ يَا شَفِيْعَ الْأُمَّةِ يَا كَاشِفَ الْغُمَّةِ يَا سِرَاجَ الظُّلْمَةِ أَجِرْنِيْ بِهٖ يَا اَللّٰهُ مِنَ النَّارِ يَا نَبِيَّ الرَّحْمَةِ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ أَتَيْنَاكَ زَائِرِيْنَ وَقَصَدْنَاكَ رَاغِبِيْنَ وَعَلٰى بَابِكَ الْعَالِيْ وَاقِفِيْنَ وَبِحَقِّكَ عَارِفِيْنَ فَلَا تَرُدَّنَا خَائِبِيْنَ وَلَا عَنْ بَابِ شَفَاعَتِكَ مَحْرُوْمِيْنَ يَا سَيِّدِيْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ أَسْأَلُكَ الشَّفَاعَةَ وَأَسْأَلُ اللّٰهَ تَعَالٰى لَكَ الْوَسِيْلَةَ وَالدَّرَجَةَ الرَّفِيْعَةَ وَالْمَقَامَ الْمَحْمُوْدَ وَالْحَوْضَ الْمَوْرُوْدَ وَالشَّفَاعَةَ الْعُظْمٰى فِي الْيَوْمِ الْمَشْهُوْدِ أَنْتَ الْحَبِيْبُ يَا حَبِيْبَ اللّٰهِ أَنْتَ الشَّفِيْعُ يَا شَفِيْعَ اللّٰهِ أَنْتَ الْمُشَفَّعُ أَنْتَ الَّذِيْ تُرْجٰى شَفَاعَتُكَ عِنْدَ الصِّرَاطِ إِذَا مَا زَلَّتِ الْقَدَمُ أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَأَشْهَدُ أَنَّكَ عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ وَأَمِيْنُهٗ عَلٰى وَحْيِهٖ وَخَيْرُ خَلْقِهٖ وَأَشْهَدُ أَنَّكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَدْ بَلَّغْتَ الرِّسَالَةَ وَأَدَّيْتَ الْأَمَانَةَ وَنَصَحْتَ الْأُمَّةَ وَكَشَفْتَ الْغُمَّةَ وَجَلَيْتَ الظُّلْمَةَ وَجَاهَدْتَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهٖ وَعَبَدْتَ رَبَّكَ حَتّٰى أَتَاكَ الْيَقِيْنُ فَصَلَّى اللّٰهُ عَلَيْكَ كَثِيْرًا أَفْضَلَ وَأَكْمَلَ وَأَطْيَبَ مَا صَلّٰى عَلٰى أَحَدٍ مِّنَ الْخَلْقِ أَجْمَعِيْنَ جَزَاكَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنَّا وَعَنِ الدُّنْيَا وَعَنِ الْإِسْلَامِ خَيْرَ الْجَزَاءِ وَنَسْأَلُكَ الشَّفَاعَةَ أَنْ تَشْفَعَ لَنَا عِنْدَ اللّٰهِ يَوْمَ الْعَرْضِ يَوْمَ الْفَزَعِ الْأَكْبَرِ يَوْمَ لَا يَنْفَعُ مَالٌ وَّلَا بَنُوْنَ إِلَّا مَنْ أَتَى اللّٰهَ بِقَلْبٍ سَلِيْمٍ اِشْفَعْ لَنَا وَلِوَالِدِيْنَا وَلِجِيْرَانِنَا وَلِمَشَائِخِنَا وَلِأَسَاتِذَتِنَا وَلِمَنْ أَوْصَانَا وَقَلَّدَنَا عِنْدَكَ بِدُعَاءِ الْخَيْرِ عِنْدَ الزِّيَارَةِ اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا سُلْطَانَ الْأَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِيْنَ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ [1] ۔ اور اگر وقت کی تنگی یا یاد نہ ہونے کے باعث اس قدر نہ پڑھ سکے تو جس قدر یاد ہو یا جتنا ہو سکے پڑھ لے اس کی کم سے کم مقدار "السلام علیک یا رسول اللہ" ہے اور اس کو بار بار کہہ سکتے ہیں [2]۔

(فائدہ: حضرت ابن ابی فدیک رضی اللہ عنہ نے جو کہ مدینہ طیبہ کے علما میں سے اور حضرت امام شافعی رضی اللہ عنہ کے شیوخ میں سے تھے فرمایا کہ ایک بزرگ سے میری ملاقات ہوئی میں نے ان کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ ہمیں یہ روایت پہنچی ہے کہ بلاشبہ جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کے پاس کھڑا ہو کر یہ آیت تلاوت کرے "إِنَّ اللّٰهَ وَمَلَائِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا" اس کے بعد ستر مرتبہ یہ درود شریف پڑھے صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْكَ وَسَلَّمَ يَا مُحَمَّدُ تو فرشتہ اس کو پکاریگا صلی اللہ علیہ وسلم وعلیک یا فلاں اور اس کی حاجتیں پوری کی جائیں گی [3]۔ منسک الکبیر میں ہے کہ اولیٰ یہ ہے کہ آپ کا نام مبارک لینے کی بجائے تعظیم کے طور پر یوں کہے صلی اللہ علیک وسلم یا رسول اللہ [4]

کسی شخص کی طرف سے سلام عرض کرنے کا طریقہ

اگر کسی شخص نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں سلام پیش کرنے کو کہا ہو تو اپنے سلام سے فارغ ہو کر اس شخص کی طرف سے سلام یوں عرض کرے: اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مِنْ فُلَانِ بْنِ فُلَانٍ يَسْتَشْفِعُ بِكَ إِلٰى رَبِّكَ (فلاں بن فلاں کی جگہ اس شخص کا اور اس کے باپ کا نام لے) اور اس کا نام یاد نہ ہو تو یوں عرض کرے اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مِنَ الَّذِيْ أَوْصَانِيْ بِالسَّلَامِ

---

[1] من عامۃ الکتب ملتقطاً۔ [2] فتح ولباب وشرحہ وغنیہ [3] فتح وغنیہ [4] غنیہ وحیات۔

عَلَيْكَ يَسْتَشْفِعُ بِكَ إِلٰى رَبِّكَ ۰ اور اگر بہت سے لوگوں نے سلام عرض کرنے کو کہا ہے اور نام یاد نہیں رہے تو ان سب کی طرف سے اس طرح سلام عرض کرے اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللهِ مِنْ جَمِيْعِ مَنْ اَوْصَانِيْ بِالسَّلَامِ عَلَيْكَ يَسْتَشْفِعُوْنَ بِكَ إِلٰى رَبِّكَ ۰ [1]

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پر سلام کا طریقہ

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام پڑھنے کے بعد ایک ہاتھ دائیں طرف ہٹ کر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے چہرۂ مبارک کے سامنے کھڑا ہو کر اس طرح سلام پڑھے [2]: اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا سَيِّدَنَا اَبَا بَكْرِنِ الصِّدِّيْقِ، اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا خَلِيْفَةَ رَسُوْلِ اللهِ عَلَى التَّحْقِيْقِ، اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا صَاحِبَ رَسُوْلِ اللهِ ثَانِيَ اثْنَيْنِ إِذْ هُمَا فِي الْغَارِ، اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا مَنْ اَنْفَقَ مَالَهٗ كُلَّهٗ فِيْ حُبِّ اللهِ وَحُبِّ رَسُوْلِهٖ حَتّٰى تَخَلَّلَ بِالْعَبَاءِ رَضِيَ اللهُ تَعَالٰى عَنْكَ وَاَرْضَاكَ اَحْسَنَ الرِّضَا وَجَعَلَ الْجَنَّةَ مَنْزِلَكَ وَمَسْكَنَكَ وَمَحَلَّكَ وَمَاوَاكَ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا اَوَّلَ الْخُلَفَاءِ وَتَاجَ الْعُلَمَاءِ وَصِهْرَ النَّبِيِّ الْمُصْطَفٰى وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهٗ -

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ پر سلام کا طریقہ

پھر ایک ہاتھ اور دائیں طرف کو ہٹ کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے چہرۂ مبارک کے سامنے کھڑا ہو کر اس طرح سلام پڑھے [3]: اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا نَاطِقًا بِالْعَدْلِ وَالصَّوَابِ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا حَفِيَّ الْمِحْرَابِ، اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا مُظْهِرَ دِيْنِ الْاِسْلَامِ اَلسَّلَامُ يَا مُكَسِّرَ الْاَصْنَامِ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا اَبَا الْفُقَرَاءِ وَالضُّعَفَاءِ وَالْاَرَامِلِ وَالْاَيْتَامِ، اَنْتَ الَّذِيْ قَالَ فِيْ حَقِّكَ سَيِّدُ الْبَشَرِ لَوْ كَانَ نَبِيٌّ مِنْ بَعْدِيْ لَكَانَ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ تَعَالٰى عَنْكَ وَاَرْضَاكَ وَاَحْسَنَ الرِّضَا وَجَعَلَ الْجَنَّةَ مَنْزِلَكَ وَمَسْكَنَكَ وَمَحَلَّكَ وَمَاوَاكَ، اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا ثَانِيَ الْخُلَفَاءِ وَتَاجَ الْعُلَمَاءِ وَصِهْرَ النَّبِيِّ الْمُصْطَفٰى وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهٗ ۰ اگر وقت تنگ ہو یا اس قدر یاد نہ ہو تو ان دونوں حضرات کے سلام کے الفاظ میں کمی کر سکتا ہے اور وقت ہو اور دیگر الفاظ یاد ہوں تو زیادہ بھی کر سکتا ہے اور اگر کسی نے سلام پہنچانے کے لئے کہا ہو تو اس کا سلام بھی دونوں حضرات کو پہنچا دے [4] -

دونوں حضرات پر مشترکہ سلام

بعض علما نے کہا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر سلام پڑھنے کے بعد نصف ہاتھ کے قریب واپس بائیں طرف ہٹ کر حضرت ابوبکر و حضرت عمر رضی اللہ عنہما دونوں حضرات کے درمیان کھڑا ہو کر پھر اس طرح مشترکہ سلام کرے [5] اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمَا يَا وَزِيْرَيْ رَسُوْلِ اللهِ اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمَا يَا مُعِيْنَيْ رَسُوْلِ اللهِ، اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمَا يَا ضَجِيْعَيْ رَسُوْلِ اللهِ وَرَفِيْقَيْهِ وَمُشِيْرَيْهِ وَالْمُعَاوِنَيْنِ لَهٗ عَلَى الْقِيَامِ فِي الدِّيْنِ وَالْقَائِمَيْنِ بَعْدَهٗ بِمَصَالِحِ الْمُسْلِمِيْنَ جَزَاكُمَا اللهُ اَحْسَنَ الْجَزَاءِ جِئْنَاكُمَا نَتَوَسَّلُ بِكُمَا اِلٰى رَسُوْلِ اللهِ لِيَشْفَعَ لَنَا وَيَسْئَلَ رَبَّنَا اَنْ يَّتَقَبَّلَ سَعْيَنَا وَيُحْيِيَنَا عَلٰى مِلَّتِهٖ وَيُمِيْتَنَا عَلَيْهَا وَيَحْشُرَنَا فِيْ زُمْرَتِهٖ اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمَا وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهٗ -

دوبارہ مواجہہ شریف میں حاضر ہونا

اس کے بعد بائیں طرف کو ہٹ کر دوبارہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے مواجہہ شریف میں کھڑے ہو کر اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان کرے اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم پر حسب سابق تمام یا مختصر

---

[1] لباب و شرحہ و غنیہ وغیرہا [2] لباب و شرحہ و فتح و غنیہ و کتب الادعیہ [3] ایضاً [4] ایضاً

صلوٰۃ وسلام پڑھے اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے توسل سے دعا مانگے اور شفاعت کی درخواست کرے، اور بہتر یہ ہے کہ سلام کے بعد یہ کہے یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ قَدْ قَالَ اللّٰہُ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی وَلَوْ اَنَّھُمْ اِذْ ظَّلَمُوْا اَنْفُسَھُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰہَ وَاسْتَغْفَرَ لَھُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰہَ تَوَّابًا رَّحِیْمًا۔ وَجِئْنَاكَ ظَالِمِیْنَ لِاَنْفُسِنَا مُسْتَغْفِرِیْنَ مِنْ ذُنُوْبِنَا فَاسْتَغْفِرْ لَنَا وَاشْفَعْ لَنَا اِلٰی رَبِّنَا وَاسْئَلْہُ اَنْ یَّمُنَّ عَلَیْنَا بِسَائِرِ مَطْلُوْبَاتِنَا وَاَنْ یَّمُنَّ عَلَیْنَا بِسَائِرِ مَطْلُوْبَاتِنَا اِلٰی یَمُنَّ مَعَ سُنَّتِكَ وَاَنْ یَّحْشُرَنَا فِیْ زُمْرَتِكَ وَاَنْ یُّوْرِدَنَا حَوْضَكَ وَاَنْ یَّسْقِیَنَا بِكَاْسِكَ غَیْرَ خَزَایَا وَلَا نَادِمِیْنَ۔ پھر تین بار کہے "اَلشَّفَاعَۃُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْكَ وَسَلَّمَ" اس کے بعد ہاتھ اٹھا کر اپنے لئے اور اپنے والدین، مشائخ، اقارب، احباب، برادران اور جس نے دعا کے لئے کہا ہے اور سب زندہ و مردہ مسلمان مردوں عورتوں کے لئے دعا کرے بعد میں بھی اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان کرے اور درود شریف پڑھے [1]

تنبیہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و شیخین کی زیارت کے بعد حجرۂ مقدسہ کے پیچھے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی زیارت کے لئے آنا جائز ہے بعض علما نے کہا ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی قبر اسی جگہ ہے اور بعض نے کہا کہ یہی اظہر الاقوال ہے [2] اور دعا کو حمد و ثنا اور درود شریف پر ختم کرے۔ حجرۂ معطرہ سے مشرق کی طرف حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں کے پیچھے جو دیوار اور جالی ہے لوگ (مرد و عورت) اس کے پاس آ کر اس جگہ دعائیں مانگتے ہیں اور اس جگہ کا نام مقام جبرئیل مشہور ہے اور یہاں فرشتوں پر سلام پڑھتے ہیں اس کا ثبوت نہیں ہے اور باب جبرئیل پر بقیع شریف کی طرف منہ کر کے اہلِ بقیع پر اور اہلِ احد کے شہدا پر سلام پڑھتے ہیں، ایسا نہیں کرنا چاہئے بلکہ بقیع شریف و احد شریف پر جا کر سلام کرنا چاہئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خود بنفس نفیس ان مقامات پر تشریف لیجا کر سلام پڑھتے تھے [3]

سلام کے بعد کی دعا و افعال

سلام کے بعد کی دعا یہ ہے: اَللّٰھُمَّ یَا رَبَّ الْعٰلَمِیْنَ یَا رَجَآءَ السَّائِلِیْنَ وَاَمْنَ الْخَائِفِیْنَ وَحِرْزَ الْمُتَوَكِّلِیْنَ یَا حَنَّانُ یَا مَنَّانُ یَا دَیَّانُ یَا سُلْطَانُ یَا سُبْحَانُ یَا قَدِیْمَ الْاِحْسَانِ اَللّٰھُمَّ لَا تَدَعْ لَنَا فِیْ مَقَامِنَا ھٰذَا الشَّرِیْفِ بَیْنَ یَدَیْ سَیِّدِنَا رَسُوْلِ اللّٰہِ ذَنْبًا اِلَّا غَفَرْتَہٗ وَلَا ھَمًّا یَا اَللّٰہُ اِلَّا فَرَّجْتَہٗ وَلَا دَیْنًا یَا اَللّٰہُ اِلَّا قَضَیْتَہٗ وَلَا عَیْبًا یَا اَللّٰہُ اِلَّا سَتَرْتَہٗ وَلَا مَرِیْضًا یَا اَللّٰہُ اِلَّا شَفَیْتَہٗ وَعَافَیْتَہٗ وَلَا مُسَافِرًا یَا اَللّٰہُ اِلَّا نَجَّیْتَہٗ وَلَا غَائِبًا یَا اَللّٰہُ اِلَّا رَدَدْتَہٗ وَلَا عَدُوًّا یَا اَللّٰہُ اِلَّا اَخَذْتَہٗ وَدَمَّرْتَہٗ وَلَا فَقِیْرًا یَا اَللّٰہُ اِلَّا اَغْنَیْتَہٗ وَلَا حَاجَۃً یَا اَللّٰہُ مِنْ حَوَائِجِ الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ لَنَا فِیْھَا صَلَاحٌ اِلَّا قَضَیْتَھَا وَیَسَّرْتَھَا اَللّٰھُمَّ یَا سَامِعَ الدُّعَآءِ اِسْمَعْ دُعَآئَنَا وَاقْضِ حَوَائِجَنَا وَیَسِّرْ اُمُوْرَنَا وَاشْرَحْ صُدُوْرَنَا وَتَقَبَّلْ زِیَارَتَنَا وَاٰمِنْ خَوْفَنَا وَاسْتُرْ عُیُوْبَنَا وَاغْفِرْ ذُنُوْبَنَا وَاكْشِفْ كُرُوْبَنَا وَارْحَمْ اَمْوَاتَنَا وَتَقَبَّلْ حَسَنَاتِنَا وَكَفِّرْ سَیِّئَاتِنَا وَاخْتِمْ بِالصَّالِحَاتِ اَعْمَالَنَا وَرُدَّ غُرْبَتَنَا اِلٰی اَھْلِنَا وَاَوْلَادِنَا سَالِمِیْنَ غَانِمِیْنَ مَسْتُوْرِیْنَ مِنْ عِبَادِكَ الصَّالِحِیْنَ وَاجْعَلْنَا یَا اَللّٰہُ عِنْدَكَ مِنَ الْعَائِذِیْنَ الْفَائِزِیْنَ الشَّاكِرِیْنَ الْمَجْبُوْرِیْنَ مِنَ الَّذِیْنَ لَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ۔ اَللّٰھُمَّ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِیْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِیْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِیْ

---

[1] لباب و شرحہ و فتح و غنیہ و حیات وغیرہا [2] غنیہ [3] زبدہ موعودہ۔

قُلُوبِنَا غِلًّا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَا اِنَّكَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۔ اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِكْ عَلَيْهِ ۔ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْئَلُكَ بِحُرْمَةِ هٰذَا النَّبِيِّ الْكَرِيْمِ اَنْ تَرْزُقَنِيْ اِيْمَانًا كَامِلًا ثَابِتًا يُبَاشِرُ بِهٖ قَلْبِيْ وَيَقِيْنًا صَادِقًا حَتّٰى اَعْلَمَ اَنَّهٗ لَا يُصِيْبُنِيْ اِلَّا مَا كَتَبْتَ لِيْ وَعِلْمًا نَافِعًا وَّقَلْبًا خَاشِعًا وَّلِسَانًا ذَاكِرًا وَّوَلَدًا صَالِحًا وَّرِزْقًا وَّاسِعًا وَّحَلَالًا طَيِّبًا وَّتَوْبَةً نَّصُوْحًا وَّصَبْرًا جَمِيْلًا وَّاَجْرًا عَظِيْمًا وَّعَمَلًا صَالِحًا مَّقْبُوْلًا وَّتِجَارَةً لَّنْ تَبُوْرَ يَا نُوْرَ النُّوْرِ يَا عَالِمًا بِمَا فِي الصُّدُوْرِ اَخْرِجْنِيْ وَجَمِيْعَ الْمُسْلِمِيْنَ مِنَ الظُّلُمَاتِ اِلَى النُّوْرِ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَتَوَفَّنِيْ مُسْلِمًا وَّاَلْحِقْنِيْ بِالصّٰلِحِيْنَ بِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ الرّٰحِمِيْنَ يَا رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ ۔ رَبَّنَا اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ ۔ رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ ۔ رَبِّ اغْفِرْ لِيْ وَلِوَالِدَيَّ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ يَوْمَ يَقُوْمُ الْحِسَابُ ۔ سُبْحَانَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۔

جب زیارت وصلوٰۃ وسلام ودعاء سے فارغ ہو جائے تو روضۂ کریمہ میں واپس آجائے اور یہ جو ستون کی مانند مستطیل جگہ ہے جو منبر اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کے درمیان واقع ہے، اس جگہ آکر حسب توفیق نماز نوافل بکثرت پڑھے بشرطیکہ مکروہ وقت نہ ہو، نماز کے لئے مکروہ وقت ہو تو اذکار واستغفار ودعا کرتا رہے اور حمد وثنا ودرود شریف اول وآخر میں پڑھتے ہوئے دعا مانگے۔ خاص طور پر منبر کے نزدیک اور فضیلت والے ستونوں کے نزدیک جن کی تفصیل آگے علیحدہ بیان میں مذکور ہے نفل نماز پڑھے اور دعا مانگے اور تسبیح وتحمید وتکبیر وتہلیل واستغفار ودرود شریف کی کثرت کرے، اور جب تک ہو سکے ان عبادات میں مشغول رہے پھر اپنی قیام گاہ پر آجائے اور جب تک مدینۂ منورہ میں قیام رہے ان ایام کو غنیمت جانے تلاوت قرآن وذکر وصلوٰۃ وسلام کی کثرت کرے، راتوں کو بہت جاگے اور عبادت کرے حتی الوسع مسجد نبوی کی نماز باجماعت ترک نہ کرے ہر نماز میں تکبیر اولیٰ اور پہلی صف میں شامل ہونے کی کوشش کرے اور بقیع شریف واُحد شریف ومساجد ومشاہد اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کنوؤں کی زیارت کرتا رہے، ان سب کی تفصیل آگے آتی ہے [1]

مدینۂ منورہ میں قیام وزیارت کے آداب

(۱) زیارت کے آداب میں سے یہ ہے کہ روضہ شریف کی دیوار اور جالی کو نہ چھوئے نہ بوسہ دے اور نہ ان سے جسم یعنی پیٹ یا پیٹھ وغیرہ کو لگائے بلکہ ادب یہ ہے کہ ان سے دور رہے جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ مبارکہ میں اس سے دور رہتا، اور حجرۂ مبارکہ کا طواف نہ کرے کہ یہ حرام و ممنوع ہے اور نہ ہی زمین کو بوسہ دے کہ یہ بدعت ہے، سر اور گردن نہ جھکائے، رکوع کی حد تک جھکنا اور سجدہ کرنا حرام ہے، قبرِ مقدس کی طرف ضرورتِ شدیدہ کے بغیر نہ نماز میں پیٹھ کرے اور نہ خارج نماز میں، مگر جماعت کی نماز میں جائز ہے کیونکہ صفیں وہاں تک بڑھ جاتی ہیں قبرِ مبارک کی جانب منھ کرکے نماز نہ پڑھے کہ یہ حرام ہے بلکہ اگر آپ کی عبادت یا آپ کی قبر اطہر کی تعظیم کے ارادہ سے ایسا کرے تو اس کے حق میں کفر کا فتویٰ دیا جائے گا اور یہ حکم اس وقت ہے جبکہ قبرِ مبارک اور نمازی کے درمیان کوئی دیوار وغیرہ حائل نہ ہو، لیکن اب

[1] لباب وشرحہ ودرمختار وشامی وغیرہا متصرفاً۔

قبر مبارک کے چاروں طرف دیواریں اور جالیاں حائل ہیں، اس لئے اب حجرۂ شریفہ کے پیچھے کی طرف کی صف جوڑ جاتی ہے اور حجرۂ مبارکہ کی طرف ان نمازیوں کا منھ ہو جاتا ہے یہ ان کے حق میں مکروہ نہیں ہے لیکن اس وقت قبر شریف کی طرف منھ کرنے کے قصد سے اس کی طرف منھ کر کے نماز پڑھنا ممنوع ہے، جب کبھی روضۂ مقدسہ کے برابر سے گذرے حسب موقعہ تھوڑا یا زیادہ ٹھہر کر مختصر یا طویل سلام پڑھے اگرچہ مسجد سے باہر ہی ہو۔

تنبیہ: بعض ناواقف لوگ روضۂ کریمہ یا مسجد نبوی کے کسی اور حصے میں بیٹھ کر صیحانی کھجوریں تقرب (ثواب) کی نیت سے کھاتے ہیں اور ان کی گٹھلیاں اس میں ڈالتے ہیں اور اپنے بال کاٹ کر قندیل میں ڈالتے ہیں اور بھی اسی طرح کے خرافات کام کرتے ہیں یہ سب کام بے اصل و بدعت اور برے ہیں اور بے ادبی میں داخل ہیں ان سے خود بھی بچنا چاہئے اور ایسا کرنے والوں کو نرمی سے روکنا چاہئے [۱]

(۲) مدینہ منورہ میں اپنے قیام کے دنوں کو غنیمت جاننا چاہئے ہر قسم کی عبادت مثلاً نوافل نماز و صدقات و خیرات و روزہ وغیرہ بہت کرے مسجدِ نبوی میں زیادہ سے وقت گذارنے پر حریص رہے خصوصاً پانچوں نمازیں جماعت کے ساتھ ادا کرے اور کوشش کرے کہ وہاں کے قیام کی مدت میں اس کی نماز مسجدِ نبوی سے فوت نہ ہو جائے، مسجدِ نبوی میں مستقل طور سے اعتکاف بھی کرے اور جس وقت بھی مسجد میں آنا ہو تو مستحب ہے کہ اس تھوڑے وقت کے لئے بھی اعتکاف کی نیت کر لیا کرے، اگر مسجد شریف کے خادموں سے اجازت مل سکے تو افضل ہے کہ رات کو مسجدِ نبوی میں عبادت نوافل وغیرہ پڑھنا اور اعتکاف کرنے کے لئے رہے اور بہتر یہ ہے کہ قدیم مسجد نبوی میں جس کو روضہ کہتے ہیں دوسروں کو ایذا دیئے بغیر کثرت سے نماز سنن و نوافل پڑھے اور عبادت کرے خاص طور پر فضیلت والے مخصوص ستونوں اور دوسرے مشاہد مثلاً محراب نبوی صلی اللہ علیہ وسلم و منبر کے قریب نوافل پڑھے اور دعا کرے، سب سے افضل جگہ محراب نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے پھر وہ جگہ ہے جو اس کے اور منبر کے قریب ہے، امام مالک رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نماز نوافل کے لئے سب سے افضل جگہ محراب نبوی ہے اور فرض نماز کے لئے سب سے افضل جگہ پہلی صف ہے پس اگر ہو سکے تو فرض نماز میں پہلی صف میں امام کے دائیں جانب کھڑا ہو اور سنن و نوافل کو روضۂ شریفہ میں ادا کرے تاکہ دونوں فضیلتیں حاصل کر سکے، مسجد نبوی میں کم سے کم ایک ختمِ قرآن مجید کرنے میں کوتاہی نہ کرے اور مدینہ طیبہ کے قیام کے دوران اکثر راتوں میں عبادت کے ساتھ شب بیداری کرے اور منبر و قبر مبارک کے نزدیک ان دونوں کے درمیان اور فضیلت والے مشہور ستونوں کے نزدیک اور دیگر متبرک مقامات پر نمازِ نوافل اور آہستہ و جہر کے ساتھ قراءتِ قرآن مجید و ذکر اللہ و درود شریف و دعا میں مشغول رہے [۲] ——— (۳) اگر میسر ہو تو قربت و ثواب کی نیت سے حجرۂ شریفہ کی طرف بہت نظر کرنا چاہئے کیونکہ جس طرح کعبۃ اللہ شریف کی طرف نظر کرنا عبادت ہے جیسا کہ روایت سے ثابت ہے اسی قیاس پر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حجرۂ مطہرہ کی طرف نظر کرنا بھی عبادت ہے پس مسجد شریف میں ہو یا کہیں باہر ہو جہاں سے بھی قبۂ خضرا (سبز گنبد) پر نظر پڑے اس کی ہیبت و ادب اور خشوع و خضوع اور دل کے حضور سے اس کی طرف دیکھنا چاہئے بلکہ ٹھہر کر صلوٰۃ و سلام کہے، مسجد نبوی میں آواز کو بلند نہیں کرنا چاہئے اگرچہ کلمۂ خیر کے ساتھ ہی ہو [۳]۔ ایک شخص نے آواز کو بلند کیا تھا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو تنبیہ فرمائی تھی،

---

[۱] لباب و شرحہ و غنیہ ملتقطاً [۲] لباب و شرحہ و غنیہ و فتح ورع وغیرہا ملتقطاً [۳] غنیہ و لباب و شرحہ۔

(۴) مدینہ طیبہ (و مکہ معظمہ) کے ــــــــــ نہایت ہی ادب کا مقام ہے حاجیوں اور زائرین کو اس کا خیال رکھنا چاہئے ۱؎ رہنے والوں سے محبت و دوستی رکھے ان سے دشمنی نہ رکھے اگرچہ ان سے کسی گناہ کا ارتکاب دیکھے کیونکہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قرب جوار کی برکت سے ان کے لئے خاتمہ بالخیر ہونے کی امید ہے ۲؎۔ اس لئے اگر ان کی طرف سے کوئی زیادتی بھی ہو جائے تو برداشت کرے اور شریفانہ برتاؤ کرے، خرید و فروخت میں بھی ان کی امداد کی نیت کرے تاکہ ثواب ملے، ان کو اپنی حسب حیثیت صدقات دینے چاہئیں، ان کو کسی قسم کی تکلیف و ایذا نہ دینی چاہئے اور ان کی شکایت و غیبت سے زبان کو بچانا چاہئے ۳؎ ــــــــــ (۵) حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کیلئے کثرت سے حاضر ہونا اور سلام عرض کرنا امام مالک رضی اللہ عنہ کے سوا باقی تینوں اماموں کے نزدیک جائز بلکہ مستحب ہے کیونکہ نیک کام کثرت سے کرنا نیکی ہے ۴؎ اس لئے ہمارے ائمہ کے نزدیک روزانہ پانچوں وقت یا جس وقت موقع ہو مواجہہ شریف میں حاضر ہو کر سلام پڑھنا چاہئے اور روزانہ ایک مرتبہ کی حاضری سے کم نہ کرے لیکن امام مالکؒ کے نزدیک ایک قول کے مطابق اہلِ مدینہ کے لئے زیارت کی کثرت کرنا مکروہ ہے اور اہلِ مدینہ کے علاوہ دوسرے لوگوں کے بارے میں امام مالکؒ کے دو قول ہیں ایک قول کے مطابق ہر روز ایک مرتبہ زیارت کے لئے حاضر ہونا کثرت میں داخل ہے ۵؎۔ اور شارح اللباب نے امام مالک رحمہ اللہ کے قول کی تائید اس حدیث سے کی ہے جس میں آپ کا ارشاد گرامی ہے کہ کبھی کبھی زیارت کیا کرو اس سے محبت بڑھے گی ۶؎۔ زیارت کے لئے حاضر ہونا تمام اوقات میں جائز ہے اگرچہ طلوع آفتاب یا غروب آفتاب یا کوئی اور وقت ہو ۷؎۔

(فائدہ) ہر دفعہ زیارت کے لئے حاضر ہونے کا وہی طریقہ ہے جو پہلی حاضری کے وقت کا اوپر بیان ہو چکا ہے، بعض لوگ مسجد شریف میں داخل ہوتے ہی پہلے حجرہ شریفہ کی طرف منہ کر کے سلام پڑھتے ہیں یہ سلف صالحین کے اس طریقہ میں داخل ہو کر مستحسن ہو جائے گا جو پہلے اس طرح بیان ہو چکا ہے کہ مسجد میں یا باہر جہاں کہیں حجرۂ شریفہ یا قبہ خضرا پر نظر پڑے تو ٹھہر کر سلام پڑھے، باقی رہی یہ بات کہ جب لوگ نماز کے بعد واپس جاتے ہیں، اکثر تو اس وقت خود مواجہہ شریفہ میں حاضر ہو کر سلام پڑھتے ہیں یہ اسی معمول طریقۂ زیارت و سلام میں داخل ہے لیکن بعض لوگ جہاں انھوں نے نماز پڑھی تھی وہیں کھڑے ہو کر سلام پڑھتے ہیں اور اس کو طریقۂ زیارت پر حاضر ہونے کی بجائے قرار دیتے ہیں، اس میں شک نہیں کہ یہ صورت جائز ہے لیکن سلف سے یہ طریقہ منقول نہیں ہے اس لئے اس صورت کو سلف کے طریقۂ زیارت پر مواجہہ شریف میں حاضر ہونے کی بجائے نہیں سمجھنا چاہئے بلکہ اس طریقہ کے بجائے سمجھنا چاہئے جبکہ دُور سے مسجد کے اندر یا باہر سے حجرۂ شریفہ پر نظر پڑنے کی صورت میں سلام پڑھا جاتا ہے، پس دُور سے سلام پڑھنا اور بات ہے اور مواجہہ مبارکہ میں جا کر زیارت کرنا اور سلام پڑھنا اور چیز ہے دُور سے سلام پڑھنے کو زیارت کے قائم مقام قرار دینا بعید از قیاس ہے، طریقۂ زیارت جس کی ترغیب دلائی گئی ہے اور جس کی کثرت و قلت میں امام مالک رحمہ اللہ کا دوسرے ائمہ سے اختلاف ہے وہ طریقۂ سلف کے مطابق مواجہہ شریفہ میں حاضری کے متعلق ہے کیونکہ امام مالک رضی اللہ عنہ اس لئے قلتِ حاضری کو پسند فرماتے ہیں کہ کثرت سے نفس اُکتا جاتا ہے اور قلت سے محبت بڑھتی ہے اور دوسرے ائمہ کثرتِ زیارت کو افضل فرماتے ہیں کیونکہ نیک کام میں کثرت کرنا نیکی ہے ورنہ امام مالک رحمہ اللہ بھی جب پانچوں نمازوں کے لئے مسجد نبویؐ

۱؎ زبدہ معہ عمدہ، تصرفاً ۲؎ غنیہ و حیات ۳؎ حیات و معلم ملتقطاً ۴؎ لباب غنیہ و حیات ۵؎ غنیہ ۶؎ غنیہ و شرح اللباب ۷؎ حیات۔

میں حاضر ہوتے ہوں گے تو حجرۂ شریفہ پر نظر پڑنے کی صورت میں مسجد کے باہر یا اندر سے ضرور صلوٰۃ و سلام پڑھتے ہوں گے اور اس صورت کو کثرت زیارت میں داخل نہیں فرماتے ہوں گے، پس اگر کوئی شخص کثرت زائرین یا اپنی کسی ضرورت وغیرہ کی وجہ سے زیارت کے لئے مواجہ شریفہ میں حاضر نہ ہو سکے تو وہ اس طریقہ پر ہی اکتفا کرلے کہ مسجد میں داخل ہو کر پہلے وہیں پر صلوٰۃ و سلام پڑھے کہ یہ صورت سلف سے منقول و معمول ہے واللہ اعلم۔ دوسری بات یہ ہے کہ موسم حج میں حجاج کی کثرت کی وجہ سے مواجہۂ مقدسہ میں حاضر ہونا مشکل ہو تو سرہانے شریف وغیرہ کی طرف سے حجرۂ منیفہ پر حاضر ہو کر سلام عرض کردے تو یہ حاضری بھی گویا قبر مطہرہ کی زیارت کی حاضری کی طرح متصور ہوگی کیونکہ شروع زمانہ میں مواجہ شریفہ کی طرف ازواجِ مطہرات کے حجرے تھے تو صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سرہانے کی طرف سے حاضر ہو کر سلام پڑھتے تھے، واللہ اعلم۔ جب کسی شخص کو زیارت کے لئے حاضر نہ ہونا ہو تو واپس جاتے وقت وہیں نماز کی جگہ سے ہی سلام پڑھنے کی بجائے بہتر یہ ہے کہ جب مسجد میں داخل ہو اس وقت چونکہ حجرۂ شریفہ پر نظر پڑے گی اس لئے وہیں کھڑے ہو کر صلوٰۃ و سلام پڑھ لے یہ طریقہ منقول بھی ہے اس لئے اس منقول کو ترک کر کے ابتدا میں سلام پڑھنے کی بجائے اخیر میں واپسی کے وقت دور سے پڑھنا پسندیدہ نہیں ہے اور نہ سلف سے منقول ہے، حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا پست آواز کو سننا اور بات ہے اور زیارت کے لئے مواجہ شریفہ میں حاضر ہونا اور بات ہے جس کے ہم مامور ہیں اس طریقہ کو بدلنا نہیں چاہئے یہی سب بزرگوں کا معمول ہے [1]۔ ——— (۶) مسجدِ نبوی میں کم سے کم چالیس نمازیں لگاتار جماعت کے ساتھ پڑھنے کا اہتمام کرے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص میری مسجد میں چالیس نمازیں اس طرح ادا کرے کہ اس کی کوئی نماز فوت نہ ہو تو اس کے لئے دوزخ سے برأت اور عذاب سے برأت اور نفاق سے برأت لکھی جائے گی [2]۔ ——— (۷) مسجدِ نبوی و مسجدِ حرام میں پانی پلانے والوں سے قیمتاً پانی لینا منع ہے کیونکہ یہ خرید و فروخت ہے جو کہ مسجد میں منع ہے، بہتر ہے کہ مسجد سے باہر اُن سے معاملہ کیا جائے اور ان کو قیمت پیشگی یا بعد میں مسجد سے باہر دی جائے پھر پانی مسجد میں ہی لے لے [3]۔

زیارتِ اہلِ بقیع

اہلِ بقیع اور دیگر مشاہد و مقامات مقدسہ و مساجد اور کنوؤں کی زیارت مستحب ہے، بقیع مدینۂ منورہ کا قبرستان ہے جو شہر سے متصل مشرق کی جانب ہے اس میں بیشمار صحابۂ کرام اور اولیاء و عامۃ المؤمنین مدفون ہیں اور اب بھی مدینۂ منورہ میں فوت ہونے والے اشخاص اسی میں دفن ہوتے ہیں [4]۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرات شیخین کی زیارت کے بعد اہل بقیع کی زیارت کرنا بھی روزانہ ورنہ ہفتہ میں ایک دفعہ اور خاص طور پر جمعہ کے روز خصوصاً اس کے اول حصہ میں مستحب ہے، پس جب بقیع شریف میں داخل ہو جائے تو تمام صحابۂ کرام و اولیائے عظام اور عام مسلمانوں کی جو وہاں مدفون ہیں زیارت کی نیت کرتے ہوئے اجمالی طور پر سلام پڑھے اور سنت کے مطابق یہ الفاظ کہے: اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ دَارَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِیْنَ وَاِنَّا اِنْ شَاءَ اللّٰہُ بِکُمْ لَاحِقُوْنَ، اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِاَھْلِ بَقِیْعِ الْغَرْقَدِ، اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لَنَا وَلَھُمْ [5]۔ پھر اس کے بعد جن اکابر حضرات کے نشانات بقیع شریف میں معین طور پر یا جہت کے لحاظ سے معلوم ہوں، ان کی زیارت کرے، امام مالک رحمہ اللہ نے فرمایا کہ مدینۂ منورہ میں دس ہزار صحابۂ کرام فوت ہوئے ہیں

[1] زبدہ مع عمدہ ملخصاً [2] رواہ احمد فی مسندہ والطبرانی فی معجم الاوسط ورجالہ ثقات [3] زبدہ مع عمدہ [4] معلم بزیادۃ [5] فتح ولباب و شرحہ و غنیہ۔

ان میں سے بعض حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ مبارکہ ہی میں فوت ہو گئے تھے اور بعض آپ کی رحلت کے بعد فوت ہوئے ہیں لیکن ان میں سے اکثر حضرات کی قبریں معین طور پر یا جہت کے لحاظ سے معلوم نہیں ہیں [1]۔ بقیع شریف میں جن حضرات صحابۂ کرام و دیگر اکابرین کے مزارات معین طور پر یا جہت کے لحاظ سے ثابت ہیں اُن کے مشاہد دس عدد ہیں اور ان میں سے ایک مشہد سیدنا حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کا ہے جو بقیع شریف کے مشرق میں ہے، بقیع شریف میں وہ سب حضرات سے افضل ہیں پس اس جگہ پہنچ کر ان کو اس طرح سلام کہے [2]

اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا سَيِّدَنَا عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ، اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا أَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ، اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا ثَالِثَ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِيْنَ، اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا ذَا النُّوْرَيْنِ، اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا صَاحِبَ الْهِجْرَتَيْنِ، اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا شَهِيْدَ الدَّارِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْكَ وَأَرْضَاكَ أَحْسَنَ الرِّضَاءِ وَجَزَاكَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْ رَسُوْلِهٖ وَعَنْ سَائِرِ الْمُسْلِمِيْنَ خَيْرَ الْجَزَاءِ وَجَعَلَ الْجَنَّةَ مَنْزِلَكَ وَمَسْكَنَكَ وَمَحَلَّكَ وَمَأْوَاكَ جِئْنَاكَ نَتَوَسَّلُ بِكَ إِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ لِيَشْفَعَ لَنَا وَيَسْئَلَ رَبَّنَا أَنْ يَتَقَبَّلَ سَعْيَنَا وَيُحْيِيَنَا عَلٰى مِلَّتِهٖ وَيُمِيْتَنَا عَلَيْهَا وَيَحْشُرَنَا فِيْ زُمْرَتِهٖ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ ط

——— دوسرا مشہد سیدنا حضرت ابراہیم ابن حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے اس مشہد میں سات صحابہ مدفون ہیں ان کے اسمائے گرامی یہ ہیں: بی بی رقیہ رضی اللہ عنہا بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ عثمان بن مظعونؓ جو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے رضاعی بھائی تھے، فاطمہ بنت اسد والدہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ، عبدالرحمٰن بن عوفؓ، سعد بن ابی وقاص رضؓ یہ دونوں عشرہ مبشرہ میں سے ہیں، عبداللہ بن مسعودؓ جو کہ چاروں خلفا کے بعد سب صحابہ میں بڑا رتبہ رکھتے اور سب سے زیادہ فقیہ تھے خنیس بن حذافہ السہمیؓ جو مشہور صحابی ہیں، اسعد بن زرارہؓ جو کہ انصار میں سے بہت بڑے صحابی ہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔ اور حضرت علیؓ کی والدہ ماجدہ کی جو قبر بقیع شریف کے آخری حصہ میں مشہور ہے اس کی کوئی اصل نہیں ہے بلکہ وہ سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کا مشہد ہے، پس جب حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی زیارت سے واپس آئے تو سیدنا ابراہیم رضی اللہ عنہ کے مشہد پر حاضر ہو کر ان تمام حضرات کو سلام کہے اور اُن کے لئے دعا کرے ——— تیسرا مشہد سیدنا عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہے جو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا ہیں اس مشہد میں بھی کئی مزارات ہیں، حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے قدموں کے نزدیک حضرت امام حسن بن علی رضی اللہ عنہما کی قبر مبارک ہے اور اسی میں حضرت امام زین العابدینؒ اور اُن کے صاحبزادے حضرت امام محمد باقرؒ اور اُن کے صاحبزادے امام جعفر صادقؒ کی قبریں ہیں بعض کے نزدیک حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کی قبر شریف بھی اسی مشہد میں حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پہلو میں ہے، اور بعض کے نزدیک مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں حجرۂ مطہرہ کے پیچھے اپنے حجرہ میں مدفون ہیں بعض نے اس کو اظہر کہا ہے ابن جماعہ نے اسی کو ترجیح دی ہے، بعض کہتے ہیں کہ بقیع شریف میں بیت الاحزان میں اپنی مسجد میں مدفون ہیں۔ کہا گیا ہے کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا سر مبارک بھی اسی مشہد میں ان کی والدہ صاحبہ حضرت فاطمہؓ کے نزدیک مدفون ہے اور کہا گیا ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو بھی کوفہ سے اسی جگہ میں منتقل کر دیا گیا تھا، پس ان سب پر سلام کہنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے ——— چوتھا مشہد ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ اور دیگر ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن کا ہے، اس میں حضرت خدیجۃ الکبریٰ اور حضرت میمونہ رضی اللہ عنہما کے سوا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

[1] لباب و شرحہ و غنیہ تصرفاً۔ [2] عامۂ کتب الادعیہ۔

کی باقی سب ازواج مطہرات مدفون ہیں، حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی قبر مبارک مکہ معظمہ کے قبرستان معلاۃ (جنت المعلیٰ) میں ہے اور حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کی قبر مبارک مکہ مکرمہ سے دس میل دور مدینہ طیبہ کے راستے میں وادی کے نزدیک سرف کے مقام پر ہے، ___ پانچواں۵ مشہد حضرت عقیل بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کا ہے، اس مشہد میں سفیان بن الحارث ابن عبد المطلب مدفون ہیں یہ دونوں حضرات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچازاد بھائی ہیں اور اسی مشہد میں حضرت عبد اللہ بن جعفر طیار بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بھی مدفون ہیں جو کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چچازاد بھائی کے بیٹے ہیں، البتہ حضرت عقیلؓ کی قبر میں اختلاف ہے بعض کے نزدیک ان کی وفات ملک شام میں ہوئی اور وہیں قبر بتائی جاتی ہے اور بعض کے نزدیک ان کی قبر بقیع یا مدینہ میں ان کے مکان (دارِ عقیل) میں ہے ___

چھٹا۶ مشہد جو کہ مشہد امہات المؤمنین و مشہد عقیل کے نزدیک ہے کہتے ہیں کہ اس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تین اولادیں مدفون ہیں (حیات القلوب میں ہے کہ ظاہر یہ ہے کہ ان سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تین صاحبزادیاں حضرت زینب و حضرت رقیہ و حضرت کلثوم رضی اللہ عنہن مراد ہیں سوائے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے کیونکہ یہ بات تحقیق شدہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد اصح قول کی بنا پر تین فرزند اور چار صاحبزادیاں تھیں پس حضرت قاسم رضی اللہ عنہ جو اولادمیں سب سے بڑے تھے اور حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ جن کا لقب طیب و طاہر ہے ان دونوں کی وفات مکہ مکرمہ میں ہوئی تھی اور حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کا مشہد جنت البقیع میں علیحدہ ہے جیسا کہ اوپر مذکور ہوا اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی قبر مبارک کے مکان میں اختلاف ہے جو کہ اوپر مذکور ہوا اور وہ اس مشہد میں یقیناً نہیں ہے اس سے معلوم ہوا کہ اس مشہد میں باقی تین صاحبزادیوں زینب، رقیہ و کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہن ہیں، زبدہ مع عمدہ) ___

ساتواں۷ مشہد فاطمہ بنت اسد رضی اللہ عنہا والدہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی طرف منسوب ہے بعض نے کہا کہ یہ مشہد سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کا ہے جو کہ اکابر انصار میں سے ہیں فاطمہ بنت اسد رضی اللہ عنہا کا نہیں ہے، ان کی قبر کے بارے میں تین قول ہیں، ایک قول یہی ہے کہ اسی مشہد میں ہے لیکن ملا علی قاری و علامہ مناوی رحمہما اللہ نے اس کو بے اصل کہا ہے، دوسرا قول یہ ہے کہ ان کی قبر سرائے عقیل میں حضرت عباسؓ کی قبر کے نزدیک ہے، تیسرا قول یہ ہے کہ ان کی قبر سیدنا ابراہیمؑ بن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کے نزدیک ہے جیسا کہ اوپر دوسرے مشہد میں بیان ہو چکا ہے ___ آٹھواں۸ مشہد بی بی صفیہ رضی اللہ عنہا بنت عبد المطلب کا ہے جو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کی ماں ہیں اور یہ بقیع کے دروازے کے پاس باہر جانے والے کے بائیں جانب ہے ___ نواں۹ مشہد امام مالک بن انس رضی اللہ عنہما کا ہے جو کہ صاحب مذہب اور مشہور تابعی ہیں ___ دسواں۱۰ مشہد امام مالکؒ کے مشہد کے قریب مشرق کی جانب حضرت نافع رضی اللہ عنہ کا ہے جو کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے غلام تھے اور تابعین میں بڑے اکابرین میں شمار ہوتے تھے امام مالکؒ انہی امام نافعؒ سے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایات بیان کرتے ہیں، مدینہ طیبہ میں اس مشہد کو امام نافعؒ کی طرف جو کہ قرار سبع میں سے تھے منسوب و مشہور کر رکھا ہے یہ صحیح نہیں ہے ___ ان دس مشاہد کے علاوہ کچھ اور اکابر کے مزارات ہیں ان کی تفصیل یہ ہے کہ بقیع شریف کی فصیل سے باہر مشرق کی جانب ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ مشہور صحابی کا مزار ہے لیکن اس کی متعین جگہ معلوم نہیں ہے اُدھر فصیل کے پاس کھڑا ہو کر ان کی خدمت میں سلام پڑھے۔ بقیع شریف میں بیت الاحزان کی مسجد میں جو کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا

کی طرف منسوب ہے نماز نفل پڑھے اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا پر سلام پڑھے کیونکہ ایک روایت کے مطابق وہ یہاں مدفون ہیں، مشہد حضرت اسمٰعیل بن جعفر صادق رضی اللہ عنہما مدینہ منورہ کی شہر پناہ کے اندر ہے جو کہ مدینہ طیبہ کی شرقی جانب ہے۔ مشہد حضرت مالک بن سنان رضی اللہ عنہ جو کہ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کے والد ہیں اور شہدائے احد میں سے ہیں ان کا مزار مبارک مدینہ منورہ میں شہر کے اندر مغرب کی جانب فصیل کے اندر متصل ہی واقع ہے اور حضرت نفس زکیہ یعنی سیدنا محمد بن عبداللہ بن الحسن بن علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہم کا مزار مبارک شہر کے قریب شامی دروازہ کی طرف ہے، یہ خلیفہ ابو جعفر منصور کے زمانہ میں شہید ہوئے تھے، بقیع شریف سے واپسی پر ان سب کی بھی زیارت کرے، اور سیدنا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ و دیگر شہدائے احد کی زیارت بھی کیا کرے ان کا بیان آگے الگ آتا ہے۔ جاننا چاہئے کہ اس بارے میں علمائے کرام کا اختلاف ہے کہ بقیع شریف کے کس مشہد سے زیارت کی ابتدا کرنا افضل ہے، بعض حضرات کہتے ہیں کہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی زیارت سے ابتدا کرنا افضل ہے کیونکہ وہ اہلِ بقیع میں سب سے افضل اور ثالث الخلفا ہیں، اور بعض نے کہا ہے کہ سیدنا ابراہیمؑ بن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے ابتدا کرنا افضل ہے کیونکہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے گوشہ جگر ہیں، اور ہمارے حضرات میں سے علامہ فضل اللہ بن الغوری نے ذکر کیا ہے کہ حضرت عباسؓ بن المطلب کے مشہد سے ابتدا کرنا اور حضرت صفیہ بنت عبد المطلب رضی اللہ عنہا کے مشہد پر ختم کرنا اولیٰ ہے اس لئے کہ باہر سے اندر آنے والے کو مشہد حضرت عباس رضی اللہ عنہ پہلے آتا ہے اس لئے ان پر سلام پڑھے بغیر گذرنا ایک گونہ ستم ہے اور یہ اس وقت ہے جبکہ کسی اور قبر کے پاس سے نہ گذرے پس اولیٰ یہ ہے کہ ان (حضرت عباسؓ) سے شروع کرے یعنی پہلے اُن پر اور ملن تمام حضرات پر جو اس مشہد میں مدفون ہیں جن کا ذکر اوپر ہو چکا ہے سلام کہے اس کے بعد اُن حضرات پر یکے بعد دیگرے پر سلام پڑھتا جائے جو جاتے وقت اس کے راستہ میں آتے جائیں، اور اسی طرح لوٹتے وقت جو راستہ میں آتے جائیں اُن پر سلام پڑھتا رہے اور واپسی میں حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا پر ختم کرے، ملا رحمۃ اللہ سندھی اور ملا علی قاری رحمہما اللہ نے اسی کو اختیار کیا ہے اور کہا ہے کہ زائر کے لئے یہ سہل ہے اور تعظیم کے لحاظ سے بھی یہ صورت بہتر ہے، اور علامہ ابن حجر مکی رحمہ اللہ نے ایضاح المناسک میں لکھا ہے کہ بقیع شریف کی زیارات کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے ابتدا کرے اس کے بعد مشہد حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی زیارت کرے اس کے بعد جس پر گذر ہوتا ہو اس کی زیارت کرے اور ختم حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا پر کرے، یہ صورت اس وقت ممکن ہے جبکہ بقیع شریف کے آخر کے دروازے سے داخل ہو اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے مشہد پر پہلے گذر ہو ورنہ چونکہ پہلے مشہد حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے قریب سے گذر ہوتا ہے اس لئے پہلے قدرے ٹھہر کر ان پر سلام کہے اس کے بعد جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی زیارت سے لوٹے تو مشہد عباسؓ پر آکر اس مشہد کے تمام حضرات کو پوری طرح سلام کہے پھر جب بقیع شریف کی زیارت سے فارغ ہو کر باہر جانے لگے تو دروازہ کے پاس واقع بلند جگہ پر ٹھہر کر مقابر کی طرف منہ کرکے اجمالی طور پر ان سب اصحاب و آلِ اطہار و اکابر امت و جملہ مؤمنین و مومنات پر سلام کہے[۱] مثلاً یوں کہے: اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ يَا اٰلَ وَاَصْحَابَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْمُهَاجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَاَكَابِرَ الْاُمَّةِ وَالْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ سَلَامٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ ..... پھر حسب توفیق کچھ قرآن شریف پڑھ کر ان سب کی ارواح کو ایصالِ ثواب کرے، پھر بقیع شریف سے باہر نکل کر اُن تین حضرات کی زیارت کرے جو شہر پناہ فصیل کے اندر مدفون ہیں یعنی سیدی حضرت اسمٰعیل بن جعفر صادقؓ و مالک بن سنانؓ و

[۱] جو اس قبرستان میں مدفون ہیں

نفس زکیہ رضی اللہ عنہم جن کے مزارات کی تفصیل اوپر بیان ہو چکی ہے [1]

زیارتِ شہدائے احد

شہدائے اُحد اور اس کی مساجد اور خود جبلِ اُحد کی زیارت کرنا مستحب ہے، جبلِ اُحد مدینہ منورہ سے شمال کی جانب تین میل کے قریب ایک پہاڑ ہے اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھے ہیں اور اس کے بارے میں سردارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے اُحُدٌ جَبَلٌ یُحِبُّنَا وَنُحِبُّہٗ [2] [احد ایک پہاڑ ہے جو ہم کو محبوب رکھتا ہے اور ہم اس کو محبوب رکھتے ہیں] اور طیالسی نے اپنی روایت میں جو حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے یہ الفاظ زائد کہے ہیں کہ تبرک حاصل کرنے کے لئے وہاں کے درختوں میں سے کچھ کھا لو اگرچہ کانٹے والا درخت ہی ہو اس لئے وہاں کی چیزوں میں سے کچھ کھا لینا مستحب ہے۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ اُحد جنت کے ارکان میں سے ایک رکن ہے اور ایک دوسری روایت میں آیا ہے کہ بیشک اُحد جنت کے دروازوں میں سے ایک دروازہ پر ہے، مستحب یہ ہے کہ جبلِ اُحد و شہدائے اُحد و مساجدِ اُحد کی زیارت کے لئے جمعرات کے روز پاک وصاف ہو کر فجر کی نماز مسجدِ نبوی میں جماعت کے ساتھ ادا کرنے کے بعد سویرے سویرے جائے تاکہ واپس آکر ظہر کی نماز مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں جماعت کے ساتھ پڑھ سکے (آجکل تو موٹریں کثرت سے ملتی ہیں اور جلد ہی واپسی ہو جاتی ہے) چونکہ بقیع شریف کی زیارت جمعہ کے روز اور مسجد قبا کی زیارت سنیچر (ہفتہ) کے روز افضل ہے اور زیارتِ قبور کے لئے پیر و جمعرات و جمعہ و ہفتہ کے دن افضل ہیں جیسا کہ روایات سے ثابت ہے اس لئے شرع شریف نے احد کی زیارت کے لئے جمعرات کے دن کو افضل قرار دیا، واللہ اعلم۔ جب احد پر پہنچ جائے تو پہلے مسجدِ حمزہ میں دو رکعت نفل پڑھے اس کے بعد اولیٰ یہ ہے کہ سب سے پہلے سید الشہداء حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ عمِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کرے اور نہایت خشوع وخضوع سکون و وقار و ادب و اجلال کا پورا پورا خیال رکھتے ہوئے سلام عرض کرے، آدابِ زیارت کا پورا پورا لحاظ رکھے۔ حضرت حمزہؓ کے پاس ہی عبد اللہ بن جحش و مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہما بھی مدفون ہیں اُن پر بھی سلام عرض کرے۔ حضرت عبد اللہ بن جحش رضی اللہ عنہ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کے صاحبزادے ہیں جو کہ حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کی بہن اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی ہیں اس لئے حضرت عبد اللہ بن جحش آپ کے پھوپھی زاد بھائی ہوئے اور بی بی زینب بنت جحش کے بھائی تھے جو کہ امہات المومنین میں سے تھیں، روایت ہے کہ یہ دونوں صحابہ کرام یعنی عبد اللہ بن جحش و مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہما حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے ہمراہ ایک ہی قبر میں مدفون ہیں [3]۔ پھر اور باقی شہدائے اُحد پر سلام پڑھے، شہدائے احد میں سے ایک سہل بن قیس رضی اللہ عنہ ہیں کہا گیا ہے کہ ان کی قبر حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کی قبر کی پشت کی طرف یعنی شمال میں جبلِ اُحد اور حضرت امیر حمزہؓ کے درمیان ہے اور شہدائے احد میں سے حضرت عبد اللہ و عمرو و عبد اللہ بن حسحاس و ابو ایمن و خلاد و خارجہ و سعد اور نعمان رضی اللہ عنہم ہیں، یہ آٹھ حضرات حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی قبر مبارک سے تقریباً پانسو گز کے فاصلہ پر مغرب کی جانب جاری چشمہ کے قریب بلند کنارہ پر مدفون ہیں، ان آٹھوں حضرات پر بھی سلام پڑھے، باقی جو شہدائے احد ہیں ان کی قبریں معلوم نہیں ہیں لیکن ظاہر یہ ہے کہ یہ حضرات بھی چشمہ کے قریب اسی بلند جگہ پر اُن آٹھ حضرات کے قرب میں مدفون ہیں، مشہور یہ ہے کہ وہاں ستّر شہدا آرام فرما ہیں جن میں چار مہاجرین اور باقی انصار ہیں۔ ایک قبر جو حضرت سیدنا حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قدموں کے نزدیک ہے

---

[1] لباب و شرحہ و غنیہ۔ فتح و حیات و زبدہ مع عمدہ و معلم ملتقطاً [2] رواہ البخاری [3] لباب و شرحہ و غنیہ و فتح و ع و حیات وغیرہ ملتقطاً۔

یہ شہدائے احد میں سے کسی کی نہیں ہیں بلکہ یہ اسفر نامی ایک شخص کی ہے جو حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی قبر کی تعمیر کے لئے بھیجے گئے تھے اسی طرح جو قبر مسجد کے صحن میں ہے وہ بھی شہدائے احد میں سے کسی کی نہیں ہے بلکہ وہ اشراف میں سے کسی امیر مدینہ کی قبر ہے اور جو قبریں حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ اور جبلِ اُحد کے درمیان ایک احاطہ میں ہیں یہ قبریں اعراب کی ہیں، یہ سب شہدائے اُحد میں سے نہیں ہیں، اور اُحد کی مسجدوں میں سے ایک مسجد الفتح ہے جو شعب جہراس کی طرف جاتے ہوئے دائیں طرف جبل اُحد سے متصل ہے اس مسجد کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ کہا گیا ہے یہاں آیتِ مبارکہ یَا أَیُّهَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا إِذَا قِیْلَ لَکُمْ تَفَسَّحُوْا فِی الْمَجَالِسِ فَافْسَحُوْا یَفْسَحِ اللّٰهُ لَکُمْ نازل ہوئی تھی اور کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے احد کے قتال سے فارغ ہونے کے بعد ظہر و عصر کی نماز یہاں پڑھی تھی۔ (ابن جماعہ نے لکھا ہے کہ اس مسجد سے قبلہ کی طرف جبل میں ایک جگہ آدمی کے سر کی مقدار گڑھا تراشا ہوا ہے، کہتے ہیں کہ اس جگہ کے نیچے جو پتھر ہے اس پر پیغمبرِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھے تھے [1]) دوسری مسجد رکن جبلِ عینین ہے جو اس پہاڑ کے شرقی جانب ہے، یہ پہاڑ حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کے مشہد سے قبلہ کی جانب ہے اور کہا جاتا ہے کہ یہ وہ جگہ ہے جہاں حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے نیزہ لگا تھا اور یہ کہ اس جگہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی ہے۔ تیسری مسجد وادی ہے جو کہ مسجد مذکورہ [2] کے قریب جبلِ عینین کے شمال کی جانب وادی کے کنارہ پر واقع ہے، کہا جاتا ہے کہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ پہلی جگہ (نیزہ لگنے کی جگہ) سے چل کر اس جگہ گر گئے تھے اور بعض نے کہا ہے کہ جب آپ کو شہید کر دیا گیا تو اسی جگہ جبل الرماۃ کے نیچے دفن کر دیا گیا تھا پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے بطنِ وادی سے اٹھا کر موجودہ مشہد میں دفن کر دیا گیا [2]۔

مساجدِ مدینۂ منورہ

مدینۂ منورہ میں مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ شہر کے اندر اور شہر کے آس پاس بہت سی مساجد ہیں جن میں سید المرسلین محبوبِ ربّ العالمین صلی اللہ علیہ وسلم یا آپ کے اصحاب نے نماز پڑھی ہے ان کی زیارت بھی مستحب ہے، ان مساجد ماثورہ میں کوئی مسجد بھی زمانۂ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی تعمیر و ہیئت پر اس وقت موجود نہیں ہے اکثر منہدم ہو گئی ہیں اور جو باقی ہیں ان کی بہت دفعہ تجدید ہو چکی ہے، تقریباً چودہ سو سال کی ریخت و تعمیر سے زمین کی سطح بھی وہ نہیں رہی مگر چونکہ محلِ وقوع بہر حال وہی ہے اس لئے برکت و رحمت کے آثار سے خالی نہیں ہیں اور یہ خصوصیت صرف امتِ محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کو حاصل ہے کہ اپنے پیغمبر خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اس کے ہر طبقہ اور ہر ملک کو ہر زمانہ اور ہر قرن میں اتنی محبت رہی ہے کہ آثارِ نبویہ کے محفوظ رکھنے میں جان و مال نچھاور کرنے کو منتہائے آرزو سمجھتے رہے، دیگر امتیں اپنے پیغمبروں کا مدفن اور مزار بھی اتنا محفوظ نہ کر سکیں جتنا امتِ محمدیہ نے اپنے پیغمبر کی نماز کی جگہ تک کو محفوظ کیا۔ وکفیٰ بہ فخراً۔

اب ہم ناظرین کے فائدہ کے خیال سے مشہور مساجدِ ماثورہ کا بیان کرتے ہیں:۔

---

[1] جذب القلوب [2] لباب و شرح و حیات۔

(۱) مسجدِ نبوی علیٰ صاحبہا الصلوۃ والسلام

تعمیر و اضافات کے متعلق مختصر بیان

یہ مسجدِ مبارک قلبِ مدینۂ منورہ میں واقع ہے، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ سے ہجرت فرماکر چند روز قبا میں قیام فرمانے اور وہاں مسجدِ قبا تعمیر فرمانے کے بعد مدینۂ منورہ میں تشریف فرما ہوئے اور حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے مکانِ مبارک پر نزولِ اجلال فرمایا، مکان مذکور کے سامنے ایک میدان تھا جو دو یتیم بچوں سہل اور سہیل کی ملکیت تھا۔ اس میں کھجوریں خشک کی جاتی تھیں اور مدینۂ طیبہ کے جو لوگ آپ کی تشریف آوری سے قبل اسلام لاچکے تھے اس جگہ نماز بھی ادا کرتے تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں یتیم بچوں کو بلایا تاکہ ان سے یہ جگہ مسجد کے لئے خرید لی جائے، ان دونوں نے حاضر ہو کر عرض کیا کہ یا رسول اللہ! آپ یہ زمین ہم سے بلاقیمت قبول فرمالیجئے لیکن آپ نے بلاقیمت لینے سے انکار فرمایا، آخر اس قطعۂ زمین کی قیمت دس دینار اندازہ کی گئی جس کی ادائیگی کے لئے آپ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو فرمایا اور انھوں نے دس دینار ان بچوں کو ادا کردیئے، پھر زمین کو صاف و ہموار کرکے اِس مسجدِ مبارک کی بنیاد رکھی گئی اور اس مقدس ترین مسجد کی تعمیر میں صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی بہ نفسِ نفیس شریک ہوئے، کچی اینٹوں سے دیواریں بنائی گئیں اور دروازے کے بازو پتھر سے بنائے گئے کھجور کے تنوں کے ستونوں پر کھجور کی شاخوں اور پتوں سے چھت تیار کی گئی جس کو گارے سے لیپ دیا گیا، یہ چھت اسقدر کمزور تھی کہ بارش کا پانی اندر ٹپکتا تھا، فرش کچا ہونے کی وجہ سے کیچڑ ہوجاتی تھی اور چھت کی گیلی مٹی لوگوں کے سروں پر گرتی تھی، یہ مسجد جس کی شان میں لَمَسْجِدٌ اُسِّسَ عَلَی التَّقْوٰی مِنْ اَوَّلِ یَوْمٍ وارد ہوا ہے اور جو اسلامی عظمتوں کا مرکز ہے اپنی سادگی میں بے مثال تھی، مسجد کے اس چھت والے حصے کے علاوہ باقی کھلا صحن تھا، اس وقت اس مسجد شریف کا طول و عرض تقریباً ستر ذراع × ساٹھ ذراع تھا، فتح خیبر کے بعد ۷ھ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مسجد میں توسیع فرمائی حتیٰ کہ مربع شکل کی ہوگئی جس کا رقبہ ۱۰۰ × ۱۰۰ سو ذراع یا اس سے کم تھا، پہلی تعمیر کے وقت قبلہ بیت المقدس کی سمت تھا اس لئے اس سمت کو چھوڑ کر باقی تینوں جانب کی دیواروں میں ایک ایک دروازہ بنایا گیا یعنی ایک جنوب کی جانب جو باب عاتکہ کہلاتا تھا اور موجودہ باب الرحمۃ کے محاذی تھا، اور دوسرا مغرب کی جانب اور تیسرا مشرق کی جانب جو بابِ آلِ عثمان کہلاتا ہے اور اب اس کو بابِ جبرئیل کہا جاتا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسی دروازے سے مسجد میں آتے جاتے۔ ہجرت سے سولہ یا سترہ ماہ بعد جب بیت المقدس کا قبلہ منسوخ ہوکر بیت اللہ شریف کو قبلہ بنانے کا حکم نازل ہوگیا تو جنوبی دروازہ بند کرکے اس کے بالمقابل شمال میں دروازہ بنادیا گیا، تعمیرِ مسجد سے فارغ ہوکر آپ نے مسجد کی بائیں جانب یعنی مشرقی سمت پر ازواجِ مطہرات کے لئے حجروں کی بنیاد ڈالی، پہلے صرف دو حجرے تیار کرائے ایک حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے لئے جس میں آپ کا مرقدِ مبارک ہے اور دوسرا اس کے متصل شرقی جانب حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا کے لئے، کیونکہ اس وقت آپ کی صرف یہی دو بیویاں تھیں پھر جیسے جیسے دوسری ازواجِ مطہرات حرم میں شامل ہوتی گئیں اُن کے لئے علیحدہ مکان بنتے گئے کچھ جنوب کی جانب موجودہ محرابِ نبوی کے سامنے تک اور کچھ مشرق کی جانب باب النساء سے چند قدم آگے تک اور کچھ شمال کی جانب موجودہ منبرِ نبوی کی محاذات تک باب الرحمۃ و باب النساء کے درمیان تھے

لیکن مسجد کے مغرب کی جانب کسی زوجۂ مطہرہ کا مکان نہیں تھا باقی حجروں کی تعمیر بعد میں ہوتی رہی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال فرمانے کے بعد حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے زمانۂ خلافت میں مسجدِ نبویؐ اسی طرح رہی اس میں کوئی توسیع نہیں ہوئی صرف یہ کیا گیا کہ جو ستون بوسیدہ ہو کر گر گئے تھے ان کی جگہ کھجور کے تنے ہی کے نئے ستون نصب کر دیئے گئے۔ سب سے پہلے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے دورِ خلافت میں ۱۷ھ میں تین طرف یعنی سمتِ قبلہ اور مغربی اور شمالی جانب کے حصہ میں اضافہ کیا اور چھ دروازے قائم کئے پھر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے ۲۹ھ میں انہی تین جانب میں اضافہ فرمایا جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اضافہ سے زیادہ ہے، زیادہ اضافہ شمال کی جانب ہوا اور مسجد کی تعمیر بھی نئے سرے سے کرائی یہ کام دس ماہ کے بعد ۳۰ھ میں مکمل ہوا اس کے بعد مختلف خلفا اور بادشاہوں کے دور حکومت میں تجدیدِ تعمیر و اضافہ و مرمت کا کام سرانجام پاتا رہا۔ مہدی عباسی کے اضافہ کے بعد مسجد نبویؐ کے چھوٹے بڑے چوبیس دروازے ہو گئے تھے مگر بعد کی تعمیرات میں سوائے چار یعنی باب السلام و باب الرحمۃ و باب جبریل اور باب النساء کے سب بند کر دیئے گئے۔ مسجد کی آخری تعمیر جو اب تک موجود ہے سلطان عبد المجید عثمانی ترکی کے زمانہ کی ہے جو ۱۲۶۵ھ میں شروع ہو کر پورے بارہ سال کے بعد ۱۲۷۷ھ میں مکمل ہوئی اور مسجد کی شمالی جانب میں مزید ایک دروازہ سلطان عبد المجید کے نام پر قائم کیا گیا جس کو باب المجیدی کہتے ہیں، اس طرح پانچ دروازے ہو گئے، اس کے بعد مملکتِ عربیہ سعودیہ کے دورِ حکومت میں مسجد کے صحن اور اس کے دونوں جانب کے برآمدوں میں توسیع کر کے ان کو از سر نو تعمیر کیا گیا، اس اضافہ سے قبل مسجدِ نبوی کا رقبہ ۱۰۳۰۳ مربع میٹر تھا سعودی اضافہ ۶۰۲۴ مربع میٹر ہوا اور اب اس کا کل رقبہ ۱۶۳۲۷ مربع میٹر ہو گیا، اور مزید بیرونی جوانب میں جو توسیع اب کی جا رہی ہے وہ اس کے علاوہ ہے، اس مسجد مبارک کی توسیع و تعمیر و تجدید و تزئین و تحسین میں مسلمانوں اور ان کے حاکموں کی طرف سے جس قلبی تعلق کی وسعت کا مظاہرہ ہوتا رہا ہے دنیا کے کسی عبادت خانے کے متعلق کسی مذہب والوں سے اس کا عشرِ عشیر بھی ظہور میں نہیں آیا۔

محرابیں

مسجد نبوی میں چھ محرابیں ہیں (۱) **محرابِ نبوی**: روضۂ جنت میں منبر کے مشرقی جانب محرابِ نبوی ہے، محراب کی پیشانی پر ان اللہ وملئکتہ یصلون علی النبی یا ایھا الذین اٰمنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیماo لکھا ہوا ہے اور اس کے نیچے دائیں جانب محراب النبی اور بائیں جانب صلی اللہ علیہ وسلم اور محراب کی غربی جانب "ھذا مصلی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم" لکھا ہوا ہے اس کی تعمیر محرابِ سلیمانی کے طرز کی ہے اور اس میں فخری پاشا کے زمانہ میں ترمیم ہوئی ہے —— (۲) **محرابِ عثمانی**: مسجد کی جنوبی یعنی قبلہ والی دیوار کے وسط میں حضرت عثمان ذی النورین رضی اللہ عنہ کا مصلی ہے جب آپ نے مسجدِ نبوی میں اضافہ فرمایا تو آپ یہاں کھڑے ہو کر امامت فرمایا کرتے تھے، آپ کے وقت میں یہ کچی اینٹوں کا مقصورہ تھا جس میں روشندان تھا اب یہ سنگِ مرمر کی بنی ہوئی کھلی محراب ہے جس میں سنگ موسیٰ کی پچیکاری کی ہوئی ہے —— (۳) **محرابِ سلیمانی**: یہ منبر و محرابِ نبوی کے غربی جانب میں ہے اور تعمیر میں محرابِ نبوی کے ہمشکل ہے اس کو محرابِ حنفی بھی کہتے ہیں کیونکہ کسی زمانہ میں مسجدِ نبویؐ میں یکے بعد دیگرے دو جماعتیں حنفی و شافعی اماموں کے پیچھے ہونے لگی تھیں اور حنفی امام اس محراب میں کھڑا ہوتا تھا۔ ۹۳۸ھ میں سلطان سلیمان عثمانی ترکی نے اس محراب کو سنگِ مرمر و سنگِ موسیٰ سے تعمیر کرایا اس لئے اس کا نام محرابِ سلیمانی پڑ گیا، فخری پاشا کے زمانہ میں اس کی عام ترمیم کی گئی ——

(۴) **محرابِ تہجدؐ**، یہ محراب مقصورہ شریفہ (مزارِ مقدس) کی شمالی شباک (جالی) سے ملے ہوئے چبوترہ پر بنی ہوئی ہے کہتے ہیں کہ یہ جگہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نمازِ تہجد پڑھنے کی جگہ ہے واللہ اعلم بالصواب۔ سلطان عبدالمجید کے زمانہ میں اس کی تجدید کی گئی ہے —— (۵) **محرابِ فاطمہؓ**، یہ محراب مقصورۂ شریفہ کے اندر محرابِ تہجد کے جنوب میں اس ستون میں بنی ہوئی ہے جو بیتِ بتولؓ یا تربتِ بتولؓ سے ملا ہوا ہے اور اندر ہونے کی وجہ سے زائرین کو نظر نہیں آتا —— (۶) **محرابِ مشائخِ حرم**، یہ محراب اغوات کے چبوترہ کے شمالی جانب ہے یہ جگہ شیخ الحرم (ناظمِ خدماتِ مسجدِ نبویہ) کے بیٹھنے اور نماز پڑھنے کی تھی آخر تعمیر میں یہاں محراب بنادی گئی۔

زمانۂ نبویؐ کی مسجد کی حدود

حضور انور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ کی مسجدِ نبویؐ کے متعلق آیتِ مبارکہ لَمَسْجِدٌ اُسِّسَ عَلَی التَّقْوٰی الآیہ وارد ہوئی ہے موجودہ تعمیر میں اس کی حدود یہ ہیں مشرق میں حجرۂ مقدسہ کی دیوار (شباک) اور مغرب میں منبر سے پانچویں ستون تک اور جنوب یعنی قبلہ کی جانب حدِ مسجدِ نبویؐ پر تین فٹ اونچا سنہرا کٹہرا قائم کیا گیا ہے اور محرابِ نبویؐ کے دائیں بائیں دو دروازے رکھے گئے ہیں جن سے اضافۂ فاروقی میں داخلہ ہوتا ہے اور شمال کی جانب قبلہ کی جانب کے جنگلے سے جہاں سو ذراع پورے ہو جائیں وہی قدیم مسجد کی حد ہے، مغرب اور شمال کی حدود کے ستونوں پر حدِ مسجدِ نبوی لکھا ہوا ہے۔

روضۂ جنت میں ستون ہائے رحمت

قدیم مسجدِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں روضۂ جنت کے اندر آٹھ ستون ہیں ان کو اسطواناتِ رحمت کہا جاتا ہے کیونکہ نماز و دعا کے ساتھ ان سے برکت حاصل کرنا مندوب و ماثور ہے۔ پہلی قطار میں چار ستون سنگِ سرخ کے ہیں اور امتیاز کے لئے ان پر اُن کا نام کندہ ہے اُن کی تفصیل یہ ہے (۱) **اسطوانۂ حنانہ**: یہ ستون اُس کھجور کے تنہ کے ستون کی جگہ پر ہے جس کے پاس کھڑے ہو کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ پڑھتے تھے اور منبر بن جانے کے بعد جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس منبر پر خطبہ پڑھا تو وہ کھجور کا تنہ زور زور سے رویا تھا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو بچہ کی طرح اپنے جسدِ اطہر سے لگایا تو وہ سسکیاں لیتا ہوا چپ ہو گیا، یہ کھجور کا ستون اسی جگہ زمین میں دفن کر دیا گیا تھا اس کی جگہ جو پختہ ستون تعمیر کیا گیا ہے وہ اسطوانۂ حنانہ کہلاتا ہے، یہ محرابِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی دائیں طرف ہے اور محراب کے اس پائے پر یہ لکھا ہوا ہے "ھٰذا مصلّٰی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم" —— (۲) **اسطوانۂ عائشہ**: حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ میری مسجد میں ایک ایسی جگہ ہے کہ اگر لوگوں کو وہاں نماز پڑھنے کی فضیلت معلوم ہو تو آپس میں ترجیح کے لئے انھیں قرعہ اندازی کی نوبت آئے، اسوقت سے صحابۂ کرامؓ کو اس جگہ کے معلوم کرنے کی جستجو رہی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنے بھانجے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کو یہ جگہ بتائی جہاں اب یہ ستون ہے اور اسی لئے حضرت عائشہؓ کی طرف منسوب ہے اور اس کو اسطوانۂ قرعہ بھی کہتے ہیں، یہ ستون منبر سے مشرق کی جانب تیسرا ہے اور قبرِ معطرہ سے بھی تیسرا ہے اور روضۂ کریمہ میں صفِ اول میں جبکہ امام محرابِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں کھڑا ہو پشتِ امام کے ستون سے حجرۂ مبارکہ کی طرف دوسرا ہے۔ روایت ہے کہ تحویلِ قبلہ کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دس ماہ سے چند دن اوپر اس جگہ نماز پڑھائی اس کے بعد مصلّٰی نبوی (محرابِ نبوی) کی جگہ مقرر فرمائی (تحویلِ قبلہ سے پہلے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم جس جگہ بیت المقدس کی طرف نماز پڑھتے تھے اس کی پہچان یہ ہے کہ روضۂ مقدسہ میں اسطوانۂ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس آکر پھر اس کی طرف پیٹھ کر کے شام (شمال) کی طرف

چلیں جب باب جبرئیل کے سامنے اس طرح ہو جائیں کہ آپ کا دایاں کندھا اس کی طرف ہو تو وہاں کا جو ستون باب کی سیدھ میں ہے وہی تحویل قبلہ سے قبل نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مصلیٰ کی جگہ ہے اور وہ گنتی میں اسطوانہ عائشہ سمیت ساتواں ہے سلہ) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اسطوانہ عائشہؓ سے ٹیک لگاتے تھے اور حضرت ابوبکر صدیقؓ و حضرت عمر فاروقؓ و دیگر اکابر صحابہ اس کی طرف نماز پڑھتے تھے اور روایت ہے کہ اس کے پاس دعا قبول ہوتی ہے پس یہاں نفل نماز پڑھنی اور دعا مانگنی چاہئے اور اس کے ساتھ ٹیک لگانی چاہئے۔ ——

(۳) اسطوانہ توبہ: اس کو اسطوانہ ابی لبابہ بھی کہتے ہیں، کیونکہ حضرت ابولبابہ صحابی رضی اللہ عنہ سے غزوۂ تبوک میں بتقاضائے بشریت ایک خطا سرزد ہو گئی تھی جس کا ذکر قرآن مجید کے پارہ ۱۱ میں تفصیل کے ساتھ ہے اس کی وجہ سے حضرت ابولبابہؓ نے اپنے آپ کو اس ستون سے باندھ دیا اور کہا تھا کہ جب تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم خود نہیں کھولیں گے بندھا رہوں گا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی یہ فرمادیا کہ جبتک مجھے حق تعالیٰ کی طرف سے حکم نہیں ہو گا میں بھی نہیں کھولوں گا چنانچہ پچاس روز کی طویل مدت کے بعد اللہ تعالیٰ نے ابولبابہ کی توبہ قبول کی اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دست مبارک سے اُن کو کھولا، یہ ستون روضۂ مقدسہ میں منبر سے چوتھا اور قبر مطہرہ سے دوسرا ہے یعنی اسطوانہ عائشہ رضی اللہ عنہا اور اُس اسطوانہ کے درمیان ہے جو حجرۂ معطرہ کی شباک سے متصل ہے، اس سطوانہ کے ساتھ قبلہ والی جانب سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ٹیک لگائی ہے اور اس کے پاس اعتکاف بھی فرمایا ہے اور آپ اس کی طرف نوافل نماز بھی پڑھتے تھے، اس لئے زائر یہاں بھی نوافل پڑھے اور دعا مانگے ——

(۴) اسطوانہ سریر: یہ ستون اسطوانہ توبہ سے مشرق کی طرف حجرۂ شریفہ کی شباک سے متصل ہے یعنی یہ تینوں ستون ایک ہی صف میں ہیں، اس کے پاس حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اعتکاف فرمایا کرتے تھے کہا گیا ہے کہ کسی مرتبہ یہاں اور کسی مرتبہ اسطوانۂ توبہ کے پاس اور کبھی کسی اور جگہ اعتکاف فرماتے تھے اور رات کو آرام کے لئے آپ کا بستر مبارک یہاں بچھا دیا جاتا تھا ——

(۵) اسطوانہ علی رضی اللہ عنہ: اس کو اسطوانۂ حرس یا محرس بھی کہتے ہیں، یہ اسطوانہ سریر کے پیچھے شمال کی طرف شباک کے ساتھ ملا ہوا ہے، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دولت کدہ میں تشریف لیجاتے تو کوئی صحابی خصوصاً حضرت علی کرم اللہ وجہہ پہرہ دینے کی غرض سے یہاں آکر بیٹھ جاتے تھے، یہ جگہ اس کھڑکی کے مقابل تھی جس سے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم حجرۂ شریفہ سے روضۂ کریمہ (مسجد) کی طرف نکلتے تھے ——

(۶) اسطوانہ وفود: باہر سے جو وفود ملاقات کے لئے آتے تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم یہاں تشریف فرما کر ان سے ملاقات کرتے اور ان کی حاجات پوری فرماتے تھے۔ یہ اسطوانہ علیؓ کے پیچھے شمال کی طرف واقع ہے اسطوانہ وفود اور اسطوانہ سریر کے درمیان اسطوانہ علی ہے (یوں سمجھو کہ یہ تینوں شباکِ حجرہ کے متصل ہیں اس طرح پر کہ جنوب میں اسطوانۂ سریر اور درمیان میں اسطوانۂ علی اور اس کے شمال میں اسطوانۂ وفود ہے) ان سب کے نزدیک دعا کرے، باب حجرۂ شریفہ جس سے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم مسجد شریف میں تشریف لاتے تھے یہ اسطوانۂ علی و اسطوانۂ وفود کے درمیان مقفل ہے، ان سب ستونوں پر ان کے نام بھی لکھے ہوئے ہیں ——

(۷) اسطوانہ مربعۃ القبر: اس کو اسطوانۂ جبرئیل علیہ السلام اور مقام جبرئیل علیہ السلام بھی کہتے ہیں، جب حضرت جبرئیل علیہ السلام حضرت دحیہ کلبی صحابی رضی اللہ عنہ کی صورت میں وحی لیکر تشریف لاتے تھے تو اکثر اس جگہ بیٹھے نظر آتے، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا دروازہ اسی ستون کے

پاس تھا، اس کے اور اسطوانۂ وفود کے درمیان ایک اور ستون ہے جو شباک کے اندر کی جانب ہے ، شباک کے دروازے بند ہونے کی وجہ سے لوگ ان دونوں ستونوں (اسطوانۂ مربعۃ القبر اور اس کے اور اسطوانۂ وفود کے درمیانی ستون) کے ساتھ برکت حاصل کرنے سے محروم ہو گئے ہیں لیکن جس شخص کو شباک کے اندر داخل ہونے کا شرف حاصل ہو جائے اور وہ دونوں ستون تک پہنچ جائے تو اس کو ان دونوں ستونوں سے برکت کا شرف حاصل ہو سکتا ہے ——— (۸) **اسطوانۂ تہجد**: آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم رات کے وقت نماز (یعنی تہجد) اس کی طرف پڑھتے تھے اور یہ بیتِ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پیچھے ہے، یہ جگہ مسجدِ قدیم یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین کے زمانہ کی مسجد سے خارج تھی ولید بن عبد الملک کے زمانہ میں یہ جگہ مسجد میں شامل کر دی گئی اور اب اس جگہ ستون کی بجائے ایک محراب ہے (جس کو محراب تہجد کہتے ہیں) جب نمازی اس کی طرف منھ کرے تو اس کے بائیں جانب بابِ جبرئیل ہو گا ——— پس یہ خاص خاص ستون ہیں جن کو اہل تاریخ وغیرہ نے ذکر کیا ہے ورنہ مسجد شریف کے تمام ستونوں کو فضیلت حاصل ہے، اور ان سب کے نزدیک نماز پڑھنا اور دعا مانگنا مستحب ہے کیونکہ ان سب کی جگہ پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نظرِ مبارک پڑی ہے اور صحابۂ کرام نے ان سب کے پاس نماز پڑھی ہے [1]

روضۂ جنت

یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کی مسجد مبارک میں مقصورۂ شریفہ کے مغرب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک اور منبر کے درمیان کی جگہ ہے جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے "ما بین بیتی و منبری روضۃ من ریاض الجنۃ" اور بعض روایات میں بیتی کی بجائے قبری کا لفظ ہے یعنی میری قبر یا میرے گھر اور میرے منبر کے درمیان کی جگہ بہشت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے، یہ مستطیل شکل کی جگہ ہے جس کا طول جانبِ مشرق سے جانبِ مغرب تک ۲۲ میٹر اور اس کا عرض ۱۵ میٹر ہے۔

منبر

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم طویل خطبہ دیتے وقت محراب نبوی کے قریب کھجور کے تنہ والے ستون کے سہارے کھڑے ہو جاتے تھے، پھر آپ کے لئے جھاؤ کی لکڑی کا منبر تیار کیا گیا جس کی تین سیڑھیاں تھیں۔ جس روز آپ نے اس منبر پر جلوہ افروز ہو کر خطبہ دیا تو وہ کھجور کا تنہ فراق کے غم میں اونٹنی کی طرح بلک کر رویا۔ آپ نے منبر سے اُتر کر اس کو سینہ سے لگایا جس سے آہستہ آہستہ اس کو سکون ہوا اور اس کو آپ نے منبر اور محراب کے درمیان دفن کرا دیا، امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنے دورِ خلافت میں اس منبر کے بوسیدہ ہو جانے کے خوف سے ایک اور منبر اس کی جگہ رکھوایا جس کی چھ سیڑھیاں تھیں اور اس منبرِ نبوی کو اس کے اوپر نصب کرا دیا چنانچہ دونوں کی سیڑھیاں مل کر نو ہو گئیں، خلفا و سلاطین خطبہ پڑھتے تو ساتویں سیڑھی پر کھڑے ہوتے تھے جو کہ منبرِ نبوی کی پہلی یعنی سب سے نیچے کی سیڑھی تھی، بعد ازاں مختلف ادوار میں منبر بدلے جاتے رہے موجودہ منبر سلطان مراد خاں ثالث نے ۹۹۸ھ میں بنوا کر نصب کرایا جیسا کہ اس کے دروازہ پر لکھے ہوئے اشعار سے معلوم ہوتا ہے، یہ سونے کے تاروں سے منقش سنگ مرمر کا نہایت عمدہ اور پائیدار، عالیشان، خوبصورت اور صناعی کا شاہکار ہے اس کے اوپر ایک نفیس قبہ ہے جو سنگِ مرمر کے چار خوبصورت پایوں پر قائم ہے، اس منبر کی بارہ سیڑھیاں (درجے) ہیں اوپر کے تین درجے باہر کی طرف کو نکلے ہوئے ہیں جو منبرِ نبوی کی حیثیت کو ظاہر کرتے ہیں اور باقی نو درجے اندر کی طرف ہیں، یہ منبر اسی جگہ نصب کیا گیا ہے جہاں منبرِ نبوی تھا۔

[1] لباب، شرح و غنیہ و حیات ملتقطاً۔

مسجدِ نبوی کے دروازے

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی تعمیر و اضافہ میں اس مسجد مبارک کے چھ دروازے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ کے مطابق رکھے گئے ان کے بعد کے اضافہ میں شمالی سمت کے دونوں دروازے بند کر دیئے گئے اور کئی صدی تک مسجد کے چار ہی دروازے رہے حتیٰ کہ آخری تعمیر میں فرمانروائے ترکی سلطان عبدالمجید خاں عثمانی نے شمالی جانب بابِ مجیدی کھولا اور مسجد کے پانچ دروازے ہو گئے اس کے بعد سعودی حکومت نے پانچ دروازوں کا اضافہ کیا اور اب دروازوں کی تفصیل اس طرح ہے:۔ مشرقی سمت میں تین دروازے ہیں بابِ جبریل (علیہ السلام) بابُ النساء، بابُ العزیز یہ (اس کے تین در ملے ہوئے ہیں)۔ شمالی سمت میں تین دروازے ہیں شمال مشرق میں بابِ عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ، درمیان میں بابُ المجیدی اور شمال مغرب میں بابِ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ اور مغربی سمت میں چار دروازے ہیں بابُ السعود (اس کے تین در ملے ہوئے ہیں) بابُ الرحمۃ، بابُ الصدیق (یہ باب الرحمۃ و باب السلام کے درمیان میں تین ملے ہوئے دروں کا ہے)، بابُ السلام۔ ان سب دروازوں کے کواڑ نہایت عمدہ خوبصورت اور مضبوط بنے ہوئے ہیں اور یہ سب دروازے رمضان المبارک کے علاوہ تمام سال عشا کی نماز کے بعد بند کر دیئے جاتے ہیں اور صبح صادق سے کچھ پہلے (نماز تہجد کے وقت) کھول دیئے جاتے ہیں یہ طریقہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ سے جاری ہے۔

مسجد کے مینارے

سب سے پہلے حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے ہر گوشہ پر مینارہ قائم کیا۔ اس وقت مسجد نبوی کے پانچ مینارے ہیں جن پر بلند آواز والے خوش گلو مؤذن کھڑے ہو کر بیک وقت اذانیں دیتے ہیں (۱) مینارۂ الرئیسیۃ یہ مسجد کے جنوب مشرقی گوشہ پر قائم ہے اس میں شیخ المؤذنین اذان دیتا ہے اور اس کی اذان پر دوسرے میناروں کے مؤذنین کلماتِ اذان ادا کرتے ہیں — (۲) مینارۂ باب السلام، یہ جنوب مغربی گوشہ پر قائم ہے — (۳) مینارۂ عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ یہ شمال شرقی گوشہ پر قائم ہے — (۴) مینارۂ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ یہ شمال مغربی گوشہ پر قائم ہے — (۵) مینارۂ باب الرحمۃ، یہ باب الرحمۃ پر ہے اور سب سے نیچا مینارہ ہے اور اس کے سوا سب میناروں میں تجدید و اصلاح و ترمیم ہوئی ہے۔

مُکبّریہ

منبر کے سامنے آٹھ فٹ اونچا مربع شکل کا چھتا ہوا ایک چبوترہ ہے جو آٹھ خوبصورت پایوں پر قائم ہے جس پر مکبرین کھڑے ہو کر تکبیر پڑھتے ہیں کیونکہ امام کی آواز ساری مسجد میں نہیں پہنچ سکتی اس کے اوپر پیتل کی محراب بنی ہوتی ہے جس کو محرابِ بلال کہتے ہیں۔

اصحابِ صفہ کا چبوترہ اور شیخ الحرم و اغوات کی نشستگاہ

محرابِ تہجد کے شمال میں باب جبریل سے داخل ہونے والے کے دائیں جانب ایک بلند چبوترہ ہے جو پیتل کے نہایت حسین کٹہرہ سے گھرا ہوا ہے وہاں اغوات بیٹھتے ہیں، یہ زمانۂ نبوی میں اصحابِ صفہ کی جگہ تھی، اس چبوترہ کے سامنے محرابِ تہجد اور مقصورہ شریفہ سے ملا ہوا دوسرا چبوترہ ہے جو اس سے چھوٹا ہے اور نمازِ تہجد کا چبوترہ کہلاتا ہے، دونوں چبوتروں کے درمیان باب جبریل میں جانے کا راستہ ہے اور باب جبریل سے داخل ہونے والے کے دائیں جانب ایک چھوٹا سا چبوترہ اور ہے جو شیخ الحرم کے بیٹھنے کی جگہ ہے اس کو محرابِ شیخ الحرم

کہتے ہیں اور اس کے قریب اغوات کے چبوترہ کے مشرق میں ایک کوٹھڑی ہے جس میں اغوات اپنا سامان رکھتے ہیں۔

حجرۂ شریفہ سردارِ دو عالم سید بنی آدم حضرت محمد مصطفےٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے ۱۲ ربیع الاول ۱۱ھ یوم دوشنبہ کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرۂ مبارک میں اس دارِ فانی سے پردہ فرمایا اور اسی جگہ لحد شریف بنا کر آپ کے جسمِ اطہر کو اس میں رکھا گیا، زمین کا یہ ٹکڑا اپنی سعادتِ ابدی پر جتنا بھی ناز کرے بجا ہے، پھر ۲۲ جمادی الاولیٰ ۱۳ھ کو سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی تو آپ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پشت کی جانب اس طرح دفن کیا گیا کہ ان کا سر مبارک حضور انور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سینۂ مبارک یا پاؤں کے بالمقابل رہا۔ پھر ۲۷ ذی الحجہ ۲۳ھ یوم چہار شنبہ کو سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی تو ان کو بھی یہاں اس طرح دفن کیا گیا کہ آپ کا سر مبارک حضرتِ صدیق رضؓ کے سینۂ مبارک یا پاؤں کے مقابل رہا۔ اصح روایت کے مطابق ان تینوں قبور شریفہ کی وضع اسی صفت پر ہے واللہ اعلم۔ جب امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے مسجد نبویؐ میں اضافہ کرایا تو حجرۂ شریفہ کی بھی تجدید کی اور اس کی دیواروں کو دوبارہ کچی اینٹوں سے سابقہ بنیادوں پر تعمیر کرایا، یہ حجرۂ مبارکہ پہلے کسی احاطہ اور عمارت میں بند نہیں کیا گیا تھا سب سے پہلے حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے حجرۂ مبارکہ کو بحالہا قائم رکھتے ہوئے ان قبور مبارکہ کے گرد ایک احاطہ قائم کیا جو پانچ گوشوں پر مشتمل تھا غالباً مربع اس لئے نہیں بنایا کہ بیت اللہ شریف کے ساتھ مشابہت نہ ہو جائے، اس کی بنیادیں بہت گہری رکھی گئیں اور اس میں مضبوط قسم کے پتھر لگائے گئے یہ احاطہ اصل حجرۂ مبارکہ کے لئے محافظ رہا اور آجتک مقصورۂ شریفہ ان ہی بنیادوں اور خطوط پر قائم ہے، اس حجرہ میں ایک قبر کی مزید گنجائش ہے اور مروی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جب اخیر زمانہ میں آسمان سے دنیا میں نزول فرمائیں گے اور دنیا میں ایک عرصہ رہ کر وفات پائیں گے تو اس جگہ دفن کئے جائیں گے، شروع میں حجرۂ مقدسہ پر قبہ (گنبد) نہیں تھا مسجد شریف کی چھت پر جو کہ حجرۂ مبارکہ کے برابر تھی پکی اینٹوں کی نصف قد اونچی چار دیواری بنادی گئی تھی تاکہ حجرۂ مبارکہ مسجد کی چھت سے ممتاز ہو جائے اور اگر کوئی شخص کسی ضرورت سے مسجد کی چھت پر چڑھے تو روضۂ مبارکہ کے اوپر نہ جائے۔ سب سے پہلے سلطان قلاوون صالحی نے ۶۷۸ھ میں حجرۂ شریفہ پر ایک چوبی قبہ نصب کرایا اس کے بعد مختلف زمانوں میں قبۂ مبارکہ کی تجدید ہوتی رہی حتیٰ کہ فرمانروائے ترکی سلطان محمود بن عبدالحمید عثمانی نے ۱۲۳۳ھ میں نئے سرے سے بہت مضبوط اور پختہ قبہ بنوایا جو آجتک اسی حالت پر موجود ہے اس پر گہرا سبز روغن پھیرا گیا جس کی وجہ سے اس کا نام قبۂ خضرا، یا گنبدِ خضرا ہو گیا، جب کبھی دھوپ یا بارش سے اس کا رنگ ہلکا ہو جاتا ہے تو اس پر سبز رنگ کا روغن دوبارہ کر دیا جاتا ہے، وہ جگہ جو مقامِ جبرئیل کے نام سے موسوم ہے بیتِ عائشہؓ کے شمال مغربی گوشہ میں ہے مخمس مقصورۂ شریفہ کے ساتھ شمال کی جانب ملا ہوا ایک مقصورہ ہے جس میں ایک ضریح بنی ہوئی ہے اور مشہور یہ ہے کہ یہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا مزار مبارک ہے پیتل کی ایک جالی دار دیوار سے اس کو مخمس مقصورہ شریفہ سے جدا کر دیا گیا ہے اس میں شرقاً و غرباً دو دروازے ہیں، اتنا صحیح ہے کہ یہ حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا مکان و مسکن تھا مگر آپ کی قبر کے متعلق اختلاف ہے۔

شباک و برآمدۂ مقصورۂ مطہرہ دیوارِ مخمس اور بیت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گرد چاروں طرف محرابوں میں جالیاں لگی ہوئی ہیں مواجہہ شریفہ میں یہ جالی پیتل کی ہے اور باقی تین طرف تانبہ کی ہے جس پر گہرا پختہ سبز روغن

چڑھایا ہوا ہے، اس جالی کو شباک کہتے ہیں اس میں چار دروازے ہیں، ایک دروازہ مواجہ شریف میں ہے جس کا نام باب التوبہ ہے وہ کسی اہم حادثہ پر دعا کے لئے کھولا جاتا ہے، دوسرا دروازہ روضۂ جنت کی طرف ہے جس کا نام باب الوفود ہے اب لوگ اسی کو باب التوبہ کہنے لگے ہیں غالباً یہ اسی جگہ ہے جہاں سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا حجرۂ مبارکہ سے آنے جانے کا دروازہ تھا، تیسرا دروازہ شمالی سمت میں ہے جس میں محرابِ تہجد ہے اس کو باب تہجد کہتے ہیں اور یہ غالباً اس جگہ ہے جہاں حجرۂ عائشہؓ کا شمالی دروازہ واقع تھا، چوتھا دروازہ شرقی رُخ پر ہے جو باب فاطمہ کہلاتا ہے شباک مستطیل شکل کی ہے، یہ شباک اپنے اندرونی حصہ کے ساتھ مقصورۂ شریفہ کہلاتی ہے، حجرۂ مبارک کے گرد مخمس مقصورۂ شریفہ اور شباک (جالیدار مقصورۂ شریفہ) کے درمیان چاروں طرف سات اور دس فٹ کے درمیان برآمدہ چھوڑا ہوا ہے جس کا فرش سنگِ مرمر کا ہے، سلطان نورالدین زنگی شہید کے زمانہ میں ایک عیسائی بادشاہ کے حکم سے دو عیسائیوں نے مسلمان صوفیوں کے بھیس میں مدینۂ منورہ میں رہ کر حجرۂ مبارکہ میں ایک زمین دوز سرنگ بنائی جو جسدِ اطہر کے قریب تک پہنچ چکی تھی ان کا منشا جسدِ اطہر کو وہاں سے نکال کر عیسائی بادشاہ کو پیش کرنا تھا، سلطان نورالدین زنگی کو خواب میں اس بارے میں ہدایت ہوئی اور اس نے مدینۂ منورہ آکر تحقیق حال کی تو یہ دونوں عیسائی پکڑے گئے اور سُرنگ کا حال معلوم ہوا، سلطان نے ان دونوں کو قتل کرا دیا اور مخمس دیوار کے گرد اتنی گہری خندق کھدوائی کہ پانی نکل آیا پھر لاکھوں من سیسہ پگھلوا کر اس میں ڈلوایا اور سطحِ زمین تک گویا سیسہ کی ایک زمین دوز ٹھوس دیوار قائم کر دی تاکہ کسی رُخ سے بھی کوئی دشمن جسدِ اطہر تک نہ پہنچ سکے [1] (مسجد نبوی و قبۂ خضراء کے متعلق مزید تفصیلات کتب تاریخ حرمین میں ملاحظہ فرمائیں)۔

(۲) مسجدِ قبا

فضائل یہ وہ پیاری مسجد ہے جس کو اسلام کی پہلی مسجد اور محبوبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے دستِ مبارک کی پہلی بنیاد ہونے کا فخر حاصل ہے آیۂ کریمہ لَمَسْجِدٌ اُسِّسَ عَلَی التَّقْوٰی مِنْ اَوَّلِ یَوْمٍ اَحَقُّ اَنْ تَقُوْمَ فِیْهِ [بیشک جس مسجد کی بنیاد اول دن سے (یعنی روزِ تجویز سے) تقویٰ (و خلوص) پر رکھی گئی ہے وہ اس لائق ہے کہ آپ اس میں (نماز کے لئے) کھڑے ہوں] صحابۂ کرامؓ کی ایک جماعت اس طرف گئی ہے کہ اس آیۂ کریمہ میں لمسجد اسس علی التقویٰ سے مراد مسجدِ قبا ہے حضرت ابن عباسؓ و عروۃ ابن الزبیرؓ و سعد بن جبیرؓ و قتادہؓ وغیرہم کا یہی قول ہے جن حدیثوں میں اس سے مراد مدینۂ منورہ میں مسجد نبوی ہے ان کا مطلب یہ ہے کہ مسجد نبوی بھی اسی آیت کا مصداق ہے کیونکہ دونوں مسجدیں اسس علی التقویٰ ہیں، پس مدلول بعبارۃ النص تو مسجدِ قبا ہے جیسا کہ اس آیت سے پہلے مسجد ضرار کی برائی کا بیان ہے اور حکم ہے کہ آپ اس میں کبھی بھی کھڑے نہ ہوں اس کے بعد مسجدِ تقویٰ کا بیان ہے کہ وہاں آپ نماز کے لئے کھڑے ہوں، اور یہ ظاہر ہے کہ مسجدِ قبا ہی کے بالمقابل مسجدِ ضرار کفار و مشرکین و منافقین نے بنائی تھی، مگر مدلول بدلالۃ النص مسجدِ نبوی بھی اس آیت کے حکم میں ہے کیونکہ جس مسجد کے بانی حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم ہوں گے ظاہر ہے کہ وہ بدرجۂ اولیٰ اس آیت کا مصداق ہوگی، نیز اس آیت میں عموم لفظ کے اعتبار سے ہر وہ مسجد جس کی بنیاد تقویٰ پر رکھی گئی ہو دوسری کے مقابلہ میں زیادہ مستحق ہے کہ اس میں نماز پڑھی جائے واللہ اعلم بالصواب [2]۔

[1] زیارۃ الحرمین و جذب و آثار المدینہ و تاریخ حرمین وغیرہا ملخصاً۔　[2] مظہری و بیان القرآن ملتقطاً۔

امام بخاری و امام نسائی رحمہما اللہ نے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر شنبہ (ہفتہ) کے دن کبھی سواری پر اور کبھی پیدل مسجد قبا تشریف لاتے تھے، صحیح مسلم میں ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے الفاظ میں کچھ کمی بیشی ہے اور صحیح مسلم میں یہ بھی روایت ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہ ہر شنبہ کو مسجدِ قبا آتے تھے اور کہتے تھے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے کہ آپ ہر شنبہ کو ضرور تشریف لاتے تھے۔ امام نسائی و ترمذی رحمہما اللہ نے اسید بن ظہیر الانصاری سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اَلصَّلٰوۃُ فِیْ مَسْجِدِ قُبَا کَعُمْرَۃٍ" [مسجدِ قبا میں نماز ادا کرنا عمرہ کرنے کی مانند ہے] ابن ماجہ و ابن شعبہ نے سندِ جید کے ساتھ سہل بن حنیف سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "مَنْ تَطَهَّرَ فِیْ بَیْتِهٖ ثُمَّ اَتٰی مَسْجِدَ قُبَاءَ فَصَلّٰی فِیْهِ صَلٰوۃً کَانَ کَاَجْرِ عُمْرَۃٍ" [جس شخص نے اپنے گھر میں وضو کیا پھر وہ مسجد قبا میں آیا اور اس میں نماز پڑھی تو اس کو عمرہ ادا کرنے کی مانند اجر ملے گا]، امام بخاری نے صحیح بخاری میں روایت کیا ہے کہ حضرت سالم مولی آلِ حذیفہ مہاجرینِ اولین کی مسجد قبا میں امامت کرتے تھے اور ان مقتدیوں میں حضرت ابوبکر و حضرت عمر رضی اللہ عنہما بھی ہوتے تھے اور حضرت سالم رضی اللہ عنہ کی فضیلت میں صحیح بخاری میں روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا چار آدمیوں سے قرآن حاصل کرو ان میں سے ایک حضرتِ سالم ہیں۔ طبرانی نے اپنی معجم میں سہل بن حنیف سے روایت کیا ہے اور اس نے اپنے باپ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مَنْ تَوَضَّاَ فَاَحْسَنَ وُضُوْءَهٗ ثُمَّ دَخَلَ مَسْجِدَ قُبَاءَ یَرْکَعُ فِیْهِ اَرْبَعَ رَکَعَاتٍ کَانَ ذٰلِکَ عَدْلُ رَقَبَۃٍ [جس نے اچھی طرح وضو کیا پھر مسجد قبا میں داخل ہوا اور چار رکعت نماز پڑھی تو اس کو ایک غلام آزاد کرنے کی برابر ثواب ہوگا) وفی روایۃ مَنْ خَرَجَ مِنْ بَیْتِهٖ حَتّٰی یَاْتِیَ مَسْجِدَ قُبَاءَ وَیُصَلِّیَ فِیْهِ کَانَ عَدْلَ عُمْرَۃٍ اخرجہ احمد والنسائی وقال الترمذی حدیث حسن صحیح" [جو شخص اپنے گھر سے نکلا اور مسجد قبا میں آکر اس نے نماز پڑھی تو اس کو عمرہ کا ثواب ملے گا] غرضکہ یہ مسجد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اسقدر پیاری رہی کہ اکثر مدینہ طیبہ سے یہاں تشریف لایا کرتے اور نماز ادا فرماتے تھے آپ کے بعد حضراتِ شیخین اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بھی اس کا اسی طرح اہتمام رہا ہے۔

مسجد کی تعمیر کا بیان

یہ مسجد مسلمانوں کی سب سے پہلی مسجد ہے، جس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ماہ ربیع الاول میں مکہ مکرمہ سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ تشریف لائے تو چند روز قریہ قبا میں بنی عمرو بن عوف میں قیام پذیر ہوئے اور آپ نے مع صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اپنے دستِ مبارک سے بہ نفسِ نفیس کام کر کے اس مسجد کو تعمیر کیا تینں مساجد یعنی مسجدِ حرام مسجدِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اور مسجد اقصٰی کے بعد یہ تمام مساجد سے افضل ہے، اس مسجد مبارک کی مختلف زمانوں میں تجدید و تعمیر ہوتی رہی ہے اب آخر میں شاہ فیصل کے زمانہ (غالباً ۱۳۸۹ھ) میں اس کی اصلاح و مرمت ہوئی ہے، دیواروں پر سنگِ مرمر وغیرہ لگایا گیا ہے اور صحن میں ٹائل لگائے گئے ہیں جنوبی برآمدہ دوہرا کر دیا گیا ہے، تجدید از سرِ نو تعمیر کا گمان پیدا کرتی ہے ؎۲

مسجد کی موجودہ کیفیت

موجودہ مسجد مربع شکل کی ہے، اس کے ستونوں کی تعداد انتیس ۲۹ ہے جن پر تین دالانوں کی چھتیں قائم ہیں اس مسجد کی چھت قبوں پر قائم ہے" مسجد کے بیچ میں ایک خوبصورت محراب ہے اور اس کے قریب

؎۱ و ؎۲ آثار المدینہ و زیارۃ الحرمین و تحقیق النصرہ و فصول من تاریخ المدینہ وغیرہا

پرانے سنگِ مرمر کا بنا ہوا وہ منبر ہے جو مسجد نبویؐ میں آگ لگنے اور منبر جل جانے کے بعد ۸۸۶ھ میں سلطان اشرف قایتبائی نے مسجد نبوی کے لئے ہدیۃً بھیجا تھا کہ جلے ہوئے منبر کی جگہ اس کو رکھا جائے اور جب سلطان مراد عثمانی (ترکی) کی طرف سے ۹۹۸ھ میں وہ منبر آیا جو آجکل مسجد نبوی میں رکھا ہوا ہے تو یہ اشرف قایتبائی کا منبر مسجد قبا میں منتقل کردیا گیا جو آجتک وہاں موجود ہے، مسجد قبا میں ایک مئذنہ (اذان دینے کا مینار) ہے، مبرکِ ناقہ پر ایک قبہ بنا ہوا تھا کہا جاتا ہے کہ یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ناقہ (اونٹنی) کے بیٹھنے کی جگہ ہے، صحن میں ایک کنواں تھا جو حضرت ابوایوب کی طرف منسوب کیا جاتا تھا، اس مسجد کی دیوارِ قبلہ کے مشرقی حصہ میں ایک محراب تھی جس کو طاقۃ الکشف کہا جاتا تھا لیکن اس کی وجہ تسمیہ معلوم نہیں ہوسکی کہ کس چیز کا انکشاف ہوا تھا، حالیہ اصلاح و ترمیم میں اونٹنی کے بیٹھنے کی جگہ کا نشان زائل کردیا گیا ہے صحن کا کنواں مسدود کردیا ہے اور طاقۃ الکشف بھی زائل کردیا گیا ہے، اس مبارک مسجد کی ایک جگہ پتھر پر قدیم کوفی خط میں عبارت منقوش ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس مسجد کی تعمیر ۴۳۵ھ میں اشراف میں سے کسی کی طرف سے ہوئی ہے اور گویا کہ اس مسجد کی کسی وقت کی تعمیر میں اس کے دروازہ سے اس محراب تک یہ پتھر منتقل ہوا ہے وہ عبارت یہ ہے: ــــ

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیمؕ انما یعمر مساجد اللہ (الآیۃ) امر بعمارۃ مسجد قبا الشریف ابو یعلی احمد بن الحسن بن احمد بن الحسن رضی اللہ عنہ ابتغاء ثواب اللہ وجزیل عطائہ ..... علی بن الشریف حسن المسلم ..... ابن عبداللہ بن مسالک فی سنۃ خمس وثلاثین واربعمائۃ" ؎۱

مدینہ منورہ سے فاصلہ و راستہ

مسجد نبوی سے مسجد قبا تقریباً تین کیلومیٹر یعنی دو میل سے کچھ زائد ہے اور معتدل رفتار کے ساتھ تقریباً ۴۰ منٹ کا فاصلہ ہے ؎۲

نوٹ:۔ مسجد قبا کے مقابلہ میں کفار و مشرکین نے جو مسجد ضرار مسلمانوں کے خلاف اپنے خفیہ مشوروں کے لئے بنائی تھی جس کی مذمت کا ذکر قرآن مجید میں ہے اب اس کا کوئی اثر و نشان باقی نہیں ہے

(۳) مسجد الجمعہ

اس مسجد کے تین نام مشہور ہیں: ۱ مسجد الجمعہ، ۲ مسجد الوادی، ۳ مسجد عاتکہ، کیونکہ پہلے نام میں مسمی پر دلالت وقوت ہے اس لئے مسجد پر اس کا اطلاق غالب ہے اور اسی نام سے آجتک مشہور ہے ؎۳

ـــــ یہ مسجد وادی رانونا میں مسجد قبا کی طرف جانے والے جدید راستہ کے مشرق میں واقع ہے اور مدینہ منورہ سے مسجد قبا جانے والے شخص کے بائیں طرف پست و ہموار زمین پر بستان الجزع سے کچھ پہلے آتی ہے یہاں انصار میں سے بنو سالم بن عوف آباد تھے ؎۴

ـــــ یہ مسجد ماثورہ مساجد میں سے ہے اور اس کی فضیلت کے لئے یہی کافی ہے کہ مدینہ منورہ میں یہ پہلی مسجد ہے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابۂ کرامؓ کے ساتھ پہلا جمعہ ادا فرمایا اور یہ اس وقت کا واقعہ ہے جب آپ ایام ہجرت میں قبا سے مدینہ منورہ تشریف لیجارہے تھے۔ اس مسجد کی سڈول پتھروں کی تعمیر کردہ دیواروں پر قبہ (گنبد) ہے، اس قبہ میں روشنی اور ہوا کے لئے چار روشندان کھلے ہوئے ہیں اس کے شمال میں صحن ہے جو تقریباً دو میٹر بلند دیواروں سے گھرا ہوا ہے ؎۵ ـــــ آجکل جو سڑک مدینہ منورہ سے

ــــــــــــــــ

؎۱ تا ؎۵ آثار المدینہ و زیارۃ الحرمین وغیرہا۔

قبا کو جاتی ہے اس پر قبا کو جاتے ہوئے بستان سے کچھ پہلے بائیں طرف نگاہ ڈالنے سے چند چھوٹی بڑی عمارتوں کے درمیان مسجدِ جمعہ نظر آجاتی ہے
(فائدہ) مسجدِ جمعہ کے قریب بجانب مدینہ منورہ ہاشم جلیدان کے مکان کے پیچھے کی طرف مسجدِ جمعہ کو جانے والے کے بائیں جانب مسجد بنی نجار ہے یہ وہ قبیلہ ہے جس کی بچیاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کے موقع پر اپنے دف بجا کر خوشی کے گیت گاتی تھیں (مؤلف)

(۴) مسجد الفضیخ یا مسجد الشمس

یہ مسجد قریۃ العوالی (قبا) کے قریب مشرق میں قدرے شمال کی طرف الحرۃ الشرقیہ کے قریب بستان حاجزہ کے جوار میں بلندی پر واقع ہے [۱] ——— ابن شبہ نے حضرت جابر ابن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہودِ بنی نضیر کا محاصرہ کیا تو اس مسجد کے قریب اپنا خیمہ نصب فرمایا اور اس مسجد کی جگہ پر چھ دن نماز پڑھی بعد ازاں اس جگہ مسجد بنا دی گئی، اس لئے یہ ماثورہ مساجد میں سے ہے [۲] ——— اس مسجد کو مسجد الفضیخ کہنے کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ فضیخ بفتح الفاء و کسر الضاد المعجمہ بعدہا مثناۃ تحتیہ و خاء معجمہ کھجور کی شراب یا ایک قسم کی شراب کو کہتے ہیں، ابنِ شبہ و ابنِ زبالہ سے روایت ہے کہ حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ حِلّتِ خمر (شراب کے حلال ہونے کے زمانے میں انصار کی ایک جماعت کے ساتھ اس مسجد کی جگہ پر مسجد تعمیر ہونے سے پہلے کسی وقت شراب نوشی میں مشغول تھے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم پر تحریم خمر کی آیت کا نزول ہوا اور ان لوگوں کو بھی اس کی اطلاع پہنچی، انھوں نے فوراً اسی وقت شراب کے تمام مشکے انڈیل کر دیئے اور جو شراب ان مشکوں میں تھی وہ سب اس جگہ بہہ گئی اس لئے اس جگہ پر مسجد بننے کے بعد اس کو مسجد فضیخ کہنے لگے [۳]
بعض علما نے کہا ہے کہ یہ واقعہ اس جگہ مسجد بننے سے پہلے پیش آیا جیسا کہ حدیث اس پر دلالت کرتی ہے یا پھر (مسجد ہونے کی صورت میں) اُن کو حرمت و نجاستِ خمر کا علم بعد میں حاصل ہوا، اور امام احمدؒ نے اپنی مسند میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے حدیث نقل کی ہے کہ اس جگہ پر لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے فضیخ کا پیالہ لائے اور آپ نے اس کو پیا اسی لئے اس کو مسجد فضیخ کہتے ہیں اور بعض علما نے اس حدیث کو ضعیف کہا ہے۔ (واللہ اعلم)۔ (فضیخ انگور کے عرق کو بھی کہتے ہیں ممکن ہے وہ پیالہ انگور کے عرق (رس) کا ہو واللہ اعلم، مؤلف) ——— اس مسجد کو مسجدِ شمس بھی کہا جاتا ہے اور آجکل اسی نام سے زیادہ مشہور ہے، علامہ سمہودی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ اس کے مسجدِ شمس مشہور ہونے کا ماخذ نہیں معلوم ہو سکا۔ شیخ مجد الدین فیروز آبادی نے کہا ہے کہ اس مسجد کے مسجدِ شمس کے نام سے مشہور ہونے کی وجہ سوائے اس کے اور کچھ ظاہر نہیں ہے کہ یہ مسجد قریب کے مکانات سے بہت زیادہ بلند جگہ پر ہے اس لئے دوسرے مکانات سے پہلے اس مسجد پر شمس (سورج) کا طلوع نظر آتا ہے اور کہا ہے کہ یہ گمان نہ کیا جائے کہ یہ وہ جگہ ہے جہاں پر (حضرت علی رضی اللہ عنہ کے زانو پر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے استراحت فرمانے کی وجہ سے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعائے مبارک سے) حضرت علی کے لئے اعادہ شمس واقع ہوا تھا کیونکہ محدثین کے نزدیک یہ روایت صحیح نہیں ہے اس کے باوجود ضعیف روایت کی بنا پر یہ واقعہ صہبا میں پیش آیا تھا جو کہ خیبر کے علاقہ میں ہے چنانچہ قاضی عیاض نے اس کی تصریح کر دی ہے [۴]

---

[۱] اثار المدینہ و فصول و غیرہما [۲] جذب و فصول و آثار [۳] فصول و آثار و جذب [۴] جذب القلوب و شرح اللباب۔

(۵) مسجد المصلی یا مسجد الغمامہ یہ مسجد مناخہ کے جنوب مغرب میں واقع ہے، مناخہ بضم المیم وفتح النون، اونٹوں کے بیٹھنے کی جگہ کو کہتے ہیں اس کی جمع مناخات ہے، یہاں حجاج کرام کے قافلوں کے اونٹ بیٹھا کرتے تھے ـــــ یہ بھی ماثورہ مساجد میں سے ہے، تواریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ مسجد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں نہیں بنی تھی بلکہ آپ کے زمانہ میں یہ کھلا میدان تھا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس میدان میں مختلف مقامات پر اور آخر میں وفات تک بالالتزام اس جگہ جہاں اب مسجدِ غمامہ ہے عیدین کی نماز ادا فرماتے رہے ـــــ اس مسجد کو مسجد المصلی یا مسجد مصلی العید بھی کہتے ہیں [۱] ـــــ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سفر سے تشریف لاتے اور مسجد المصلی کے پاس سے گذرتے تو قبلہ رُخ کھڑے ہو کر دعا فرماتے تھے [۲] ـــــ دوسری صدی ہجری میں جب حضرت عمر بن عبد العزیز اموی خلیفہ ولید بن عبد الملک اموی کی طرف سے (۹۱-۹۳ھ) مدینہ منورہ کے والی مقرر ہوئے تو انھوں نے یہاں پر مسجد تعمیر کرائی، اس کے بعد مختلف اوقات میں اس کی دوبارہ تعمیر یا مرمت واصلاح ہوتی رہی حتیٰ کہ چودہویں صدی میں سلطان عبد الحمید ثانی عثمانی رحمہ اللہ نے اس کو ازسرِ نو تعمیر کرایا، یہ تعمیر آج تک قائم ہے چنانچہ اس کی قبلہ والی دیوار پر اندر کے رُخ لٹکی ہوئی چوبی مستطیل تختی پر یہ کتبہ لکھا ہوا ہے:۔

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم انما یعمر مساجد اللہ (الآیہ) اللہم شفع النبی فی مجددہ السلطان عبد الحمید خان عز نصرہ" [۳]

ـــــ یہ شاندار مسجد چھ بلند قبوں (گنبدوں) پر مشتمل ہے جن کے نیچے عمدہ سفید ستون ہیں ان ستونوں پر دالان کی محراب دار ڈاٹیں ہیں اس کے دو برآمدے ہیں اور شمال مغربی کونے پر چھوٹا سا مئذنہ (اذان کا منارہ ہے) اس کے اندر کی طرف محراب ومنبر ہے [۴] ـــــ اس مسجد میں نویں صدی کے آخر (یا دسویں صدی کے شروع) تک نماز عیدین کا قیام جاری رہا۔ مسجد المصلی کی طرف مناخہ وعنبریہ اور شہر کی ہر جانب سے راستہ آسان ہے کیونکہ یہ مسجد مناخات ثلاثہ کے وسط میں واقع ہے مکانات گرا کر اس کے گرد خوبصورت گولائی دار سڑک (راؤنڈ اباؤٹ) بنائی گئی ہے جس سے موٹریں گھوم کر آتی جاتی ہیں۔ [۵]

(۶) مسجد ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ یہ مسجد، مسجد المصلی کے قریب شمال کی جانب ہے جہاں پہلے باغ حدیقۂ عریضی ہوتا تھا اور اب اس باغ کی جگہ آبادی ہو گئی جو قبیلۂ عریضیہ کے نام سے مشہور ہے اس کے قریب ہی عین الزرقاء کا قدیم اور غیر مستعمل گھاٹ ہے، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی طرف اس مسجد کے منسوب ہونے کی وجہ یہ ہے کہ یہ جگہ بھی مناخہ کی ان جگہوں میں سے ہے جہاں کبھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عید کی نماز ادا فرمائی ہے اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بھی اپنی خلافت کے زمانہ میں یہاں پر نماز عید ادا فرمائی ہے [۶] ـــــ سید سمہودی رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ اس مسجد کو حضرت عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ نے تعمیر کرایا اور سلطان محمود الغثمانی نے ۱۲۵۴ھ میں اس کی تجدید کی جو اب تک موجود ہے [۷] ـــــ یہ مسجد، مسجد المصلی کے قریب اس سے شمال مغرب کی جانب واقع ہے جب زائر مسجد المصلی پہنچ جائے تو وہاں سے اس مسجد کا راستہ واضح ہے [۸]

---

[۱] فصول وآثار المدینہ وغیرہما [۲] فصول وشرح اللباب [۳] فصول وغیرہ [۴] آثار المدینہ وزیارۃ الحرمین [۵] فصول [۶] فصول وتحقیق النصرۃ – [۷] و [۸] فصول –

(۷) مسجد علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ

یہ بڑی مسجد بھی مسجد المصلی کے قریب شمال مغرب کی جانب قبیلہ عریقیہ کے شمال میں واقع ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جن مختلف مقامات پر نماز عید ادا فرماتے رہے انھیں میں سے ایک مقام یہ بھی ہے جہاں اب یہ مسجد واقع ہے جو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی طرف منسوب ہے کیونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس زمانہ میں جبکہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ محصور تھے اس جگہ عید کی نماز لوگوں کے ساتھ پڑھی تھی ـــــ سید سمہودی رحمہ اللہ نے روایت کی ہے کہ یہ تین مسجدیں یعنی مسجد علی رضی اللہ عنہ و مسجد المصلی و مسجد ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ولید بن عبد الملک کے زمانہ خلافت میں حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ نے اس کی جانب سے حاکم مدینہ منورہ مقرر ہونے پر مسجد نبوی کی توسیع و تعمیر کے دوران (سنہ ۹۱-۹۳ھ) تعمیر کرائی تھیں، پھر امیر مدینہ زین الدین ضیغم المنصوری نے سنہ ۸۸۱ھ میں اس کی تجدید کی اور موجودہ تعمیر عہد عثمانی کی ہے جیسا کہ اس کی تعمیری علامات سے معلوم ہوتا ہے یہ سڈول پتھروں سے مضبوط بنی ہوئی اور چونہ گچ ہے ـــــ جب مناخہ کے جنوب یا شمال کی جانب سے مناخہ میں پہنچ جائیں تو اس مسجد تک پہنچ جائیں گے کیونکہ یہ مسجد مناخہ کے مغربی جانب کو چطیار کے سرے پر ہے [۱]

(۸) مسجد عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ

یہ مسجد کبیرہ وادی بطحان شرقی کے کنارے مسجد المصلے سے قبلہ کی طرف واقع ہے ـــــ یہ مسجد حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب ہے لیکن تواریخ میں اس کا کوئی ذکر نہیں ملتا تاہم ممکن ہے کہ یہ بھی مناخہ کی ان جگہوں میں سے ہو جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی عید کی نماز پڑھی ہو اور کبھی حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے بھی اپنے زمانۂ خلافت میں یہاں پر عید کی نماز پڑھی ہو اس لئے ان کی طرف یہ مسجد منسوب ہو گئی ہو [۲] ـــــ اس مسجد کی تعمیر مسجد ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے مشابہ ہے جس کو سلطان محمود عثمانی نے سنہ ۱۲۵۴ھ میں تعمیر کیا تھا۔

(۹) مسجد سقیا

یہ مسجد آجکل باب عنبریہ کے قریب ریلوے اسٹیشن کی چار دیواری کے اندر اسٹیشن سے جنوب مشرق کی طرف بئر السقیا کے قریب واقع ہے اور آجکل یہاں پر مسجد کی بجائے ایک قبہ ہے جو قبۃ الرؤس کے نام سے مشہور ہے جیسا کہ آگے اس کا ذکر آتا ہے، اس کے جنوب میں ایک کنواں ہے جو بئر السقیا کہلاتا ہے ـــــ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ بدر میں تشریف لیجاتے ہوئے اس مسجد کی جگہ نماز پڑھی اور دعا فرمائی تھی کہ بارِ الٰہا تیرے بندے اور پیغمبر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے تجھ سے اہل مکہ کے لئے برکت کی دعا کی تھی اور میں تیرا بندہ اور پیغمبر اہل مدینہ کے لئے دعا کرتا ہوں کہ ان کے مُد اور صاع میں مکہ مکرمہ سے دو چند برکت عطا فرما اور یہیں پر آپ نے فرمایا کہ مدینہ منورہ بھی حرم مکہ کی طرح حرم ہے ـــــ اس جگہ یادگار کے طور پر مسجد بنادی گئی تھی جو امتداد زمانہ سے منہدم ہو کر اس کی جگہ بھی نامعلوم ہو گئی تھی، حتیٰ کہ سید سمہودی رحمہ اللہ نے یہاں آکر اس مسجد کا کھوج لگوایا تو مسجد کی محراب اور مربع چاردیواری چونے سے جڑے ہوئے پتھروں سے بنی ہوئی ظاہر ہوئی جو زمین کے اندر نصف ذراع سے کچھ زیادہ باقی تھی۔ سید سمہودی موصوف نے انہی سابقہ بنیادوں پر اس کو نئے سرے سے بنوایا، اس کے بعد یہ مسجد پھر نامعلوم ہو گئی اور پھر اس کی جگہ قبۃ الرؤس بن گیا اس لئے کہ ترکوں کے زمانۂ خلافت میں بردہ ہزنوں کے چند سردار یہاں

[۱] و [۲] فصول

مقتول ومدفون ہوئے تھے، اب یہ جگہ بیکار پڑی ہے یعنی اب یہاں نماز قائم نہیں ہوتی۔ سلطان عبدالحمید عثمانیؒ کے زمانہ میں یہ تعمیر اسٹیشن کے اندر آگئی [1] ـــ مناخہ سے شارع عنبریہ پھر میدان عنبریہ آکر یہ مسجد (یعنی قبۃ الروس) آجاتی ہے پس جب باب العنبریہ سے باہر نکل کر جدہ ومکہ مکرمہ کے راستہ پر چلیں تو ریلوے اسٹیشن کے اندر یہ قبہ نظر آتا ہے [2]

(۱۰) مسجدِ فتح یا مسجدِ احزاب و مساجد خمسہ

یہ مسجد جبل سلع کے غربی کنارے کی بلندی پر واقع ہے [3] اور یہ مسجد خندق کے جنوب مغرب کی جانب قدرے جنوب کی طرف واقع ہے۔ غزوۂ خندق کے دوران اس مقام پر جہاں اس وقت مسجد الفتح ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی اور تین دن متواتر یعنی دوشنبہ (پیر) سہ شنبہ (منگل) اور چہار شنبہ (بدھ) کو فتح ونصرت کی دعا فرمائی۔ پس بدھ کے روز بین الصلاتین آپ کی دعا قبول ہوئی اور آپ کے چہرۂ انور میں خوشی جھلکنے لگی، آخر تائید غیبی سے طوفان اور آندھی کے باعث حملہ آور لشکر میں افراتفری مچ گئی اور وہ بے نیل ومرام پسپا ہو گئے۔ اسی مقام پر مسجد بنا دی گئی جو دعائے فتح ونصرت وقبولیت کی مناسبت سے مسجد الفتح کے نام سے مشہور ہے اور غزوۂ احزاب کی وجہ سے مسجد الاحزاب اور بلندی پر واقع ہونے کی وجہ سے مسجد الاعلیٰ بھی کہلاتی ہے۔ ابن زبالہ نے بروایت عمر بن الحکم وہ دعا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مقام پر نماز کے بعد مانگی تھی یہ بیان کی ہے، اَللّٰھُمَّ لَکَ الْحَمْدُ ھَدَیْتَنِیْ مِنَ الضَّلَالَۃِ فَلَا مُکْرِمَ لِمَنْ اَھَنْتَ وَلَا مُھِیْنَ لِمَنْ اَکْرَمْتَ وَلَا مُعِزَّ لِمَنْ اَذْلَلْتَ وَلَا مُذِلَّ لِمَنْ اَعْزَزْتَ وَلَا نَاصِرَ لِمَنْ خَذَلْتَ وَلَا خَاذِلَ لِمَنْ نَصَرْتَ وَلَا مُعْطِیَ لِمَا مَنَعْتَ وَلَا مَانِعَ لِمَا اَعْطَیْتَ وَلَا رَازِقَ لِمَنْ حَرَمْتَ وَلَا حَارِمَ لِمَنْ رَزَقْتَ وَلَا رَافِعَ لِمَنْ خَفَضْتَ وَلَا خَافِضَ لِمَنْ رَفَعْتَ وَلَا خَارِقَ لِمَنْ سَتَرْتَ وَلَا سَاتِرَ لِمَنْ خَرَقْتَ وَلَا مُقَرِّبَ لِمَا بَاعَدْتَ وَلَا مُبَاعِدَ لِمَا قَرَّبْتَ ؕ خندق جو قوسی شکل میں مدینہ طیبہ کے تمام شمالی حصہ کو محیط تھی مدت مدید ہوئی کہ ملبہ سے بھر کر معدوم و گمنام ہو چکی ہے، شیخ عبدالقدوس مدنیؒ نے نہایت جدوجہد سے اس کی تقریبی حد ظاہر فرمائی ہے [4] ـــ یہ مسجد اُن مساجد میں سے ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں تعمیر ہوئیں۔ ابن زبالہ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ جب کبھی مجھے کوئی اہم کام درپیش ہوا تو میں نے بدھ (چہار شنبہ) کے روز بین الصلاتین اس ساعت میں دعا کی تو میں نے اس کی قبولیت ضرور معلوم کی، واللہ اعلم ـــ دیگر حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد فتح کی طرف تشریف لے گئے جو کہ پہاڑ پر واقع ہے اور وہاں عصر کی نماز کا وقت ہو گیا آپ مسجد میں تشریف لے گئے اور وہاں عصر کی نماز ادا کی [5] ـــ دیگر حضرت جعفر بن محمدؒ نے اپنے باپ سے روایت کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مسجد فتح میں داخل ہوئے آپ نے ایک قدم رکھا پھر دوسرا قدم رکھا پھر آپ نے کھڑے ہو کر دونوں ہاتھ اللہ تعالیٰ کے سامنے بلند کئے یہاں تک کہ آپ کی بغلوں کی سفیدی نظر آنے لگی پھر آپ نے دعا مانگی یہاں تک کہ آپ کی چادر مبارک آپ کی پیٹھ سے نیچے گر گئی تو اس کو بھی نہ اٹھایا اور بہت دیر تک دعا مانگتے رہے پھر آپ وہاں سے واپس ہو گئے [6] ـــ روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ خندق کے روز مسجدِ فتح میں

[1] زیارۃ الحرمین وآثار وغیرہا [2] فصول وآثار وغیرہا [3] زیارۃ الحرمین [4] ایضاً [5] تحقیق النصرہ [6] فصول۔

اسطوانۂ وسطی کی جگہ نماز پڑھی تھی۔ (لیکن اب مسجد کی کئی دفعہ تجدید کے باعث اسطوانۂ وسطیٰ وغیرہ موجود نہیں ہے [۱] اب یہ جگہ محراب مسجد کے بالمقابل صحن مسجد میں ہے [۲] ـــــ موجودہ عمارت پتھروں اور چونے کی بنی ہوئی ہے اس کے جنوب کی جانب ایک ستون ہے تاکہ عمارت کو تقویت و سہارا رہے اور اس کے آگے ایک صحن ہے جو ایک چھوٹی سی دیوار سے محصور ہے یہ مسجد گنبد دار ہے، اس پر جانے کے لئے پتھر کی سیڑھیاں بنی ہوئی ہیں جن کے بارہ (۱۲) درجے ہیں ـــــ یہ مسجد مدینۂ منورہ کے باب البرابخ سے تقریباً ۲½ کیلومیٹر ہے۔

مساجدِ اربعہ: مسجد فتح کی جنوبی سمت میں چار مسجدیں تھوڑے تھوڑے فاصلہ پر اور بھی ہیں یہ مسجدیں بھی مسجد فتح سمیت مساجدِ فتح کہلاتی ہیں اور ان کو مساجدِ خمسہ بھی کہتے ہیں، ان میں سے تین مسجدوں کے یہ نام مشہور ہیں: مسجد سلمان الفارسیؓ، مسجد علی بن ابی طالبؓ، مسجد ابوبکر صدیقؓ (رضی اللہ عنہم) چوتھی مسجد کا نام معلوم نہیں ہوسکا، اور ان مذکورہ ناموں کی وجہ تسمیہ کی بھی کوئی سند نہیں ہے، اکثر زیارت کرانے والے مزوّر حاجیوں کو زیارت کراتے وقت ان ناموں سے ان مساجد کا تعارف کراتے ہیں کیونکہ وہ ان کے تاریخی نام نہیں جانتے تاہم مشہور یہ ہے کہ غزوۂ خندق کے وقت مسلمانوں کا لشکر اس خطہ میں خیمہ زن تھا اور ان کے لئے اس جگہ نماز کی چند جگہیں بنائی گئی تھیں اور ان چار جگہوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خندق کے معرکہ کے دنوں میں نماز پڑھی ہے۔ (۱) مسجد سلمان الفارسیؓ، یہ مسجد الفتح کے سب سے زیادہ قریب جنوب کی طرف واقع ہے۔ (۲) مسجد علی بن ابی طالبؓ، یہ مسجد سلمان الفارسیؓ کے تقریباً جنوب میں قریب ہی واقع ہے۔ (۳) مسجد ابوبکر صدیقؓ، یہ مسجد علی بن ابی طالب کے قریب اس کے جنوب میں قدرے مائل بمشرق واقع ہے، لیکن ان مسجدوں کے ان ناموں کی طرف منسوب ہونے کی وجہ متحقق نہیں ہوئی، اور ان مساجدِ اربعہ کی موجودہ عمارتیں عثمانی ترکی عہد کی ہیں انھوں نے نئے سرے سے بنائی ہوں گی یا ترمیم وغیرہ کی ہوگی واللہ اعلم [۳]

(۱۱) مسجد ذباب ذباب یا ذوباب، یہ ایک چھوٹا کالا پہاڑ ہے جو جبل احد کی طرف جاتے ہوئے ثنیۃ الوداع سے اترتے وقت جبلِ اُحد کے راستہ کے بائیں طرف سامنے پڑتا ہے، اس پہاڑ کے اوپر ایک مسجد ہے جو ماثورہ مساجد میں سے ہے سید سمہودی رحمہ اللہ نے ابن شبہؒ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جگہ نماز پڑھی تھی اور غزوۂ خندق میں اس پہاڑ پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے خیمہ نصب ہوا تھا ـــــ موجودہ تعمیر بشکل مربع سڈول پتھروں سے بنی ہوئی ہے جو آٹھویں صدی میں تعمیر ہوئی اور آج تک اسی طرح ہے یہ اندر باہر سے چونہ گچ ہے، اس کے اوپر گول مضبوط قبہ (گنبد) ہے، اس مسجد کا نام مسجد الرایہ بھی ہے کیونکہ یزید بن ہرمز کا پھریرا یہاں لہرایا تھا [۴]

(۱۲) مسجد بنی حرام مسجد فتح کو جاتے ہوئے جبل سلع کی گھاٹی میں داہنی طرف ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جگہ بھی نماز پڑھی ہے اس کے قریب ایک غار ہے جو کہف سلع (غار سلع) کے نام سے مشہور ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس غار میں جلوس و سجدہ فرمایا اور وہاں آپ پر وحی نازل ہوئی ہے اور ایام غزوۂ خندق میں آپ رات کو اس غار میں آرام فرماتے تھے، اس غار کی بھی زیارت کرنی چاہیے [۵]

[۱] تحقیق النصرۃ [۲] شرح اللباب [۳] فصول [۴] زبدۃ الحرمین و آثار المدینہ [۵] لباب و شرح و حیات۔

(۱۳) مسجد قبلتین

یہ مسجد مدینۂ منورہ کے شمال مغرب میں مسجد الفتح سے دور اس کے مغرب میں وادی عقیق کے کنارے حرۃ الوبرہ کے پہاڑی سلسلہ پر منازل بنی سلمہ میں واقع ہے [۱] ـــــ مواہب و سبیل الرشاد میں مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبیلہ بنی سلمہ میں براء بن معرور کی وفات کے بعد ام بشر بن براء کے پاس تشریف لے گئے تو اس نے آپ کے لئے کھانا تیار کیا اور وہاں آپ کو نماز ظہر کا وقت ہو گیا پس آپ نے وہاں مسجد بنی سلمہ میں اپنے اصحاب کے ساتھ ظہر کی نماز ادا فرمائی، جب آپ دو رکعت ادا فرما چکے تو حضرت جبرئیل علیہ السلام نازل ہوئے اور آپ کو اشارہ فرمایا کہ بیت اللہ (خانہ کعبہ) کی طرف نماز پڑھیں پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نماز ہی میں خانۂ کعبہ کی طرف گھوم گئے اور میزاب کعبہ کی طرف رخ کر لیا اور آپ کے مقتدی بھی گھوم گئے کہ عورتیں مردوں کی جگہ اور مرد عورتوں کی جگہ آ گئے، اسی لئے اس مسجد بنی سلمہ کا نام مسجد القبلتین ہو گیا، واحدی نے کہا کہ یہ ہمارے نزدیک اثبت ہے پس آپ نے نماز ظہر کی چار رکعتوں میں سے پہلی دو رکعتیں بیت المقدس کی طرف ادا فرمائیں اور آخری دو رکعتیں بیت اللہ (خانہ کعبہ) کی طرف ادا فرمائیں، عبادہ بن بشر رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھنے کے بعد وہاں سے نکلے اور بنی حارثہ میں انصار کی ایک جماعت کے پاس سے گذرے جو عصر کی نماز کے رکوع میں تھے عبادہ بن بشر نے کہا میں اللہ تعالیٰ کی گواہی دیتا ہوں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بیت اللہ کی طرف نماز پڑھی ہے پس وہ لوگ بھی (نماز میں بیت اللہ کی طرف) گھوم گئے۔ یہ واقعہ ہجرتِ مدینۂ منورہ کے سولہ ماہ اور چند دن بعد اور غزوۂ بدر سے دو ماہ قبل پیش آیا بعض کہتے ہیں کہ تحویل قبلہ کا واقعہ مسجد قبا میں ہوا تھا لیکن اصح یہ ہے کہ مسجد القبلتین میں پیش آیا تھا [۲] ـــــ روایت مذکورہ بالا سے ظاہر ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بھی یہ مسجد تعمیر شدہ اور چھت والی تھی اس لئے کہ میزاب چھت والی عمارتوں ہی میں ہوتا ہے [۳]۔ اور آپ کے زمانۂ مبارک میں غالباً یہ مسجد پتھروں کچی اینٹوں اور کھجور کی شاخوں و تنوں وغیرہ کی بنی ہوئی تھی کیونکہ اس زمانہ میں زیادہ تر اسی قسم کا تعمیری سامان ہوتا تھا، اس کی تجدیدات کے متعلق تواریخ سے اس کے سوا اور کچھ معلوم نہیں ہو سکا کہ شاہین الجمالی نے ۸۹۳ھ میں (اس کو تعمیر کرایا یا صرف) اس کی مرمت کرائی اور چھت تبدیل کی گئی اور یہ احتمال ہے کہ سلطان سلیمان العثمانی کے زمانہ تک اس کی عمارت باقی تھی پس سلطان سلیمان العثمانی نے ۹۵۰ھ میں اس کو نئے سرے سے تعمیر کرایا اور وہ عمارت آج تک باقی ہے جیسا کہ سنگ مرمر پر منقوش ہے جو کہ اُس دروازے کے اوپر لگا ہوا ہے جس سے مسجد میں داخل ہوتے ہیں [۴] ـــــ پھر ملک عبدالعزیز آل سعود نے اس کی عمارت کی تجدید کا حکم دیا اور اس کے صحن میں اضافہ کیا اور اس میں ایک مینارہ اذان کیلئے بنایا جس پر چڑھنے کیلئے سیمنٹ کی سیڑھیاں بنائیں [۵] ـــــ یہ مسجد موجودہ صورت میں دو حصوں میں منقسم ہے داخلی و خارجی، چھت قبہ (گنبد) والی ہے اس داخلی حصہ کی محراب بجانب کعبہ مکرمہ ہے اور اغلباً اسی جگہ میزاب تھا جس کی طرف نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا منہ تحویل قبلہ کے وقت ہوا، خارجی حصہ کی محراب مسجد اقصیٰ (شام) کی جانب ہے یہ دونوں حصے تراشیدہ پتھروں سے تعمیر ہوئے ہیں اور اندر و باہر چونا گچ ہے جو اس بات کی دلیل ہے کہ یہ موجودہ عمارت بنی عثمان کے آثار میں سے ہے [۶] ـــــ مدینہ منورہ سے اس مسجد کا فاصلہ تقریباً چار کیلو میٹر یعنی تقریباً چالیس منٹ کا ہے۔

[۱] آثار المدینہ و زیارۃ وغیرہما [۲] مظہری وغیرہ [۳] آثار المدینہ [۴] ایضاً [۵] فصول [۶] آثار المدینہ و زیارۃ الحرمین و فصول ملتقطاً۔

(۱۴) مسجد بنی ظفر یا مسجد البغلہ

یہ مسجد ماثورہ مسجدوں میں سے ہے اور آجکل مسجد البغلہ کے نام سے مشہور ہے، اس کے آثار و نشانات آجتک باقی ہیں، یہ مسجد مدینہ منورہ کے شرقی جانب بقیع شریف کے مشرق میں حرہ واقم کے کنارے ایک چٹان پر واقع ہے ـــــ اوس کا قبیلہ بنو ظفر یہاں آباد تھا۔ سید سمہودی رحمہ اللہ نے طبرانی سے روایت کی ہے کہ ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہاں تشریف لائے عبداللہ بن مسعودؓ و معاذ بن جبلؓ و دیگر صحابہؓ ساتھ تھے بنی ظفر کی مسجد میں نماز ادا کرنے کے بعد وہیں ایک پتھر پر آپ تشریف فرما ہوئے اور ایک صحابی کو قرآن مجید پڑھنے کے لئے ارشاد فرمایا چنانچہ انھوں نے تلاوت شروع کی جب وہ اس آیت پر پہنچے فَكَيْفَ إِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ بِشَهِيدٍ وَجِئْنَا بِكَ عَلَى هَؤُلَاءِ شَهِيدًا ۝ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر گریہ طاری ہو گیا ریش مبارک ہلنے لگی اور آپ نے روتے ہوئے فرمایا: اے میرے رب! جو لوگ میرے سامنے موجود ہیں ان پر تو میں گواہی دیدوں گا مگر جن کو میں نے دیکھا ہی نہیں (کہ وہ بعد میں پیدا ہوں گے) ان پر میں کیسے گواہی دونگا [۱] ـــ زبیر ابن بکار نے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد بنی ظفر میں ایک پتھر پر بیٹھے، اور روایت کی کہ زیاد بن عبیداللہ نے اس پتھر کو اکھاڑنے کا حکم دیا حتیٰ کہ بنی ظفر کے بوڑھے لوگ آئے اور اس کو اس پتھر پر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے تشریف رکھنے کا واقعہ سنایا تو اس نے اپنا حکم واپس لے لیا اور وہ پتھر وہیں رہنے دیا [۲] ـــ مسجد کے قریب قبلہ کی جانب ایک حرہ (پتھر) میں سُم کا نشان ہے کہتے ہیں کہ یہ آپ کی سواری بغلہ کے سُم کا نشان ہے اسی وجہ سے اس کو مسجد البغلہ بھی کہتے ہیں [۳] اس کے مغرب میں ایک پتھر دوسرے پتھر پر اس طرح واقع ہے گویا کہ وہ کہنی ہے (یعنی پتھر پر کہنی کی مانند نشان ہے) کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر سہارا لگایا اور اپنی کہنی مبارک اس پر رکھی [۴] اور ایک دوسرے پتھر پر انگلیوں کے نشانات ہیں لوگ ان سب کے ساتھ برکت حاصل کرتے ہیں واللہ اعلم [۵]

(۱۵) مسجد الاجابہ یا مسجد بنی معاویہ

یہ مسجد مدینہ منورہ کے شرقی جانب کی اردگرد کی آبادی میں بقیع شریف کے شمال میں شہداء کے احاطہ کے سامنے سے عریض کی طرف جانے والے کے بائیں طرف بستانِ سمان کے سامنے واقع ہے، یہ مسجد اپنے اردگرد کی آبادی سے اونچی جگہ پر واقع ہے اور ان ٹیلوں کے وسط میں ہے جو کہ بنو معاویہ بن مالک کے قریہ کے آثار ہیں، آجکل یہ مسجد غیر آباد ہے اور اس کے سامنے سیڑھیوں والا کنواں ہے جو آجکل خشک پڑا ہے [۶] ـــــ ابن النجار کے قول سے معلوم ہوتا ہے کہ اس مسجد کا اصلی نام جو حدیث میں وارد ہے مسجد بنی معاویہ ہے اس لئے کہ قبیلہ اوس کے بنو معاویہ بن مالک بن عوف یہاں آباد تھے جن کے کھنڈرات اب بھی نظر آتے ہیں یہاں ان کی مسجد تھی، اب یہ مسجد الاجابہ کے نام سے مشہور ہے کیونکہ صحیح مسلم میں روایت ہے جس کا ماحصل یہ ہے کہ ایک دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عوالی سے تشریف لاتے ہوئے یہاں (مسجد بنی معاویہ میں) دو رکعت نماز پڑھی اور آپ کے ساتھ جو صحابہ کرامؓ کی جماعت تھی انھوں نے بھی نماز پڑھی اور نماز کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر دیر تک دعا مانگی اس کے بعد فرمایا کہ میں نے اپنے رب سے تین درخواستیں کیں ایک یہ کہ بارالٰہا! میری امت کو قحط سالی سے

[۱] آثار المدینہ و زیارت الحرمین و معلم الحجاج و جذب وغیرہا [۲] تحقیق النصرۃ و جذب [۳] زیارۃ و معلم و تحقیق وغیرہا [۴] جذب [۵] تحقیق و جذب [۶] آثار المدینہ و زیارت الحرمین وغیرہا۔

عذاب سے تباہ نہ کیجئے، دوسری یہ کہ میری امت کو غرقِ عام سے ہلاک نہ کیجئے، میری یہ دونوں درخواستیں مقبول ہوگئیں اور تیسری درخواست منظور نہ فرمائی وہ یہ تھی کہ ان میں باہم اختلاف خانہ جنگی وخونریزی بھی نہ ہو پس ان دعاؤں کی قبولیت کی وجہ سے اس مسجد کا نام مسجد الاجابہ ہوگیا ١ مؤطا امام مالک رضی اللہ عنہ میں "میری امت کی ہلاکت غرقِ عام سے نہ ہو" کی بجائے یہ ہے کہ "کافروں کو میری امت پر غلبہ حاصل نہ ہو" اور سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت کی گئی ہے کہ نماز کے بعد آپ نے کھڑے ہو کر دعا فرمائی اور محمد بن طلحہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نماز پڑھنے کی جگہ محراب کے دائیں طرف دو گز کے فاصلہ پر ہے ٢ — یہ مسجد سلطنتِ عثمانیہ کی تعمیرات کی طرز پر پتھروں اور چونے سے بنی ہوئی ہے، اس میں محراب ہے اور یہ مسجد گنبد والی تھی ٣

(١٦) مسجد البحیر یا مسجدِ سجدہ علامہ السمہودی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ یہ بحیر نام کے نخلستان کے قریب ہے یعنی اس کے ایک جانب کھجوروں کا باغ ہے جو آجکل بحیری کے نام سے مشہور ہے اسی وجہ سے اس مسجد کو بھی مسجد البحیر کہتے ہیں اور دوسری جانب بھی باغات ہیں جو بساتین الصدقہ کے نام سے مشہور ہیں اور اس کے جنوب وشمال کی طرف دو راستے ہیں جو عریض تک جاتے ہیں، یہ مسجد بستان البحیری وبستان الصدقہ کے درمیان واقع ہے — مسجد سجدہ کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ امام بیہقی رحمہ اللہ نے شعب الایمان میں عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جگہ دو رکعت نماز پڑھی اور نماز کے بعد بہت طویل سجدہ کیا اس بنا پر اس مسجد کا نام مسجد السجدہ بھی ہے۔ بعض لوگوں نے آجکل اس مسجد کا نام مسجد ابی ذر رضی اللہ عنہ رکھ دیا ہے یہ غلط ہے کیونکہ مؤرخین نے اس کا کوئی ذکر نہیں کیا — یہ مسجد چھوٹی سی ہے عہدِ سعودی میں اس کی عمارت نئے سرے سے تعمیر ہوئی ہے اور اس کے شمال مغربی رکن میں ایک مینارہ بنا دیا گیا ہے۔

(١٧) مسجدِ اُبَیّ یا مسجد البقیع جب کوئی شخص بقیع شریف کے دروازے سے باہر نکلے تو یہ مسجد اس کے دائیں جانب امہات المومنین وحضرت عقیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ وعنہن اجمعین کے مزارات سے غربی جانب پڑتی ہے ٥ — سید سمہودی رحمہ اللہ بعض علامات ودلائل کی بنا پر کہتے ہیں کہ ظاہر یہ ہے کہ یہ مسجد ابی بن کعب کی ہے کہ جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اکثر اوقات تشریف لاتے اور نماز ادا فرماتے تھے اور فرماتے تھے کہ اگر مجھے یہ خوف نہ ہوتا کہ لوگوں کا رجوع اس طرف بڑھ جائے گا تو میں اس میں اکثر نماز ادا کرتا، واللہ اعلم ٦ غالباً اس جگہ حضرت ابی بن کعب کا مکان تھا یا مکان کے متصل ان کی مسجد تھی، عرصہ سے ویران پڑی تھی اور گورکنوں نے اس کو اپنے آلات کا مخزن بنا رکھا تھا، ترکی حکومت میں محراب بنا کر اس کی تعمیر بصورت مسجد کردی گئی ٧

(١٨) مسجدِ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا یہ مسجد بقیع شریف میں ہے اور بیت الاحزان کے نام سے مشہور ہے، کہا گیا ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی قبر اسی میں ہے ٨

(١٩) مسجد بنی قریظہ قریظہ یہود کے ایک قبیلہ کا نام ہے بنی قریظہ کے محاصرہ کے وقت رسول اللہ علیہ وسلم نے اس جگہ قیام فرمایا تھا اور حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کو یہود نے حَکَم قرار دیا تھا انھوں نے اس جگہ فیصلہ سنایا تھا

١ زیارۃ الحرمین ومعلم وآثار ٢ جذب ٣ آثار المدینہ وزیارۃ ٤ فصول ٥ جذب وزیارۃ ٦ جذب وشرح اللباب وغیرہا ٧ زیارۃ الحرمین ٨ لباب وشرحہ۔

کہ مردوں کو قتل کیا جائے بچوں اور عورتوں کو قید کیا جائے اس لئے یہ مسجد ان کی طرف منسوب ہے، یہ مسجد مسجدِ فضیخ کے تھوڑے فاصلہ پر مشرق کی طرف واقع ہے۔ روایت کی گئی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں بمنارہ کی جگہ پر جو کہ منہدم ہو چکا ہے نماز پڑھی ہے [1]

(۲۰) مسجد امِ ابراہیمؑ یہ مسجد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادے سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی والدہ ماجدہ ماریہ قبطیہ کی طرف منسوب ہے جو کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی لونڈی تھیں، یہ مسجد مدینہ منورہ سے باہر عوالی میں مسجد بنی قریظہ سے شمال کی جانب واقع ہے روایت کی گئی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں نماز پڑھی ہے اور یہ آپ کے صاحبزادے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی جائے پیدائش ہے [2]

مدینہ منورہ کے مبارک وماثور کنوئیں

قبل از اسلام حتی کہ قرونِ اولیٰ میں بھی اہل مدینہ منورہ کا گذران کنوؤں کے پانی پر تھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی وہی پانی پیتے تھے، کوئی کنواں قریب تھا اور کوئی دُور، بعض کا پانی نہایت میٹھا تھا اور بعض میں ہلکی شوریت تھی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ میں اور آپ کے بعد خلافت راشدہ کے دور میں بھی ان ہی کنوؤں کا پانی استعمال ہوتا تھا، بعد ازاں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں عین الزرقا جاری ہوئی تو پینے کے لئے بھی اس کا پانی استعمال ہونے لگا، جن کنوؤں کا پانی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پیا اور استعمال فرمایا ہے وہ ماثور ہیں اور ان میں سے اکثر اب تک محفوظ ہیں ان کی زیارت کرنے والے کو چاہئے کہ تبرکاً ان کا پانی پئے اور اس سے وضو بھی کرے، مساجدِ ماثورہ ومبارکہ کی طرح آبارِ ماثورہ ومبارکہ بھی بہت ہیں لیکن ان میں سے بعض منہدم ومعدوم ہو گئے ہیں یہاں تک کہ ان کا نام ونشان بھی متعین نہیں ہے، سید سمہودی رحمہ اللہ نے اپنی تاریخ میں بیس سے زیادہ کنوؤں کا ذکر کیا ہے بعض نے انیس اور بعض نے سترہ بتائے ہیں، لیکن اب ان میں سے سات کنوئیں مشہور ومتعارف ہیں جن کی زیارت کی جاتی ہے۔ ان کنوؤں کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے۔

(۱) بیرِ اَرِیس یا بیرِ خاتم یہ کنواں مسجد قُبا کے مغرب میں تقریباً دو سو گز کے فاصلہ پر (۲۴۴ میٹر تقریباً) واقع ہے [3]۔ اَرِیس ایک یہودی کا نام ہے جو غالباً اس کنوئیں کا بانی یا مالک ہوگا یہ کنواں اسی کے نام کی طرف منسوب ہے۔ اور اُس کا نام بیرِ خاتم اس لئے ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مہرِ مبارک جس پر محمد رسول اللہ کندہ تھا اور آنسرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم اس کو اپنے دستِ مبارک میں رکھتے تھے آپ کے بعد وہ مہرِ مبارک حضرت ابوبکر صدیقؓ کے پاس رہی بعدہ حضرت عمرؓ فاروق وبعدہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہم کے پاس منتقل ہوتی رہی، جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت کے چھ سال گذر گئے تو ایک روز حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اس کنوئیں (بیرِ اریس) کی منڈیر پر بیٹھے تھے انگشتری مہرِ مبارک انگلی سے نکال اچھالنے لگے کہ وہ انگشتری کنوئیں میں گر گئی۔ اور صحیح مسلم میں حضرت ابن عمرؓ سے نافع کی ایک روایت کے مطابق وہ انگشتری مبارک حضرت معیقیب دوسی کے

[1,2] لباب وشرحہ [3] زیارۃ وفصول وغیرہما۔

ہاتھ سے گری تھی جو کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا خادم تھا، تین دن تک غوطہ خوروں نے اس کی تلاش میں کوشش کی اور کنوئیں کا تمام پانی بھی نکلوایا مگر یہ انگشتریِ مبارک نہ ملی، اس وقت سے اس کنوئیں کا نام بیرِ خاتم مشہور ہوگیا [۱] اور اس انگشتریِ مبارک کے گم ہو جانے کی وجہ سے اس روز سے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی خلافت میں فتنہ و آزمائش و اختلاف و جھگڑے رونما ہو گئے [۲]۔ شاید آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خاتمِ مبارک میں اسی طرح کا سر پنہاں تھا جس طرح حضرت سلیمان علیہ السلام کی انگشتری کے کھو جانے سے ان کی مملکت میں خلل واقع ہوا تھا اور بعض نے کہا کہ وہ کنواں دوسرا تھا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض صدقات میں سے تھا اور اس میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا حصہ تھا جو کہ بنی نضیر کے اموال میں سے خاص اُن کے لئے مقرر فرمایا تھا اور دوسرا مال عبدالرحمٰن بن عوف رضؓ سے چالیس ہزار دینار میں خرید کر امہات المومنین وغیرھن پر تصدق کر دیا تھا اور اس مال کو بھی بیرِ اریس کا نام دیتے تھے واللہ اعلم [۳] -

اس کنوئیں کا پانی نہایت شیریں و لطیف تھا، متعدد روایتوں میں آیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا لعابِ دہنِ مبارک اس میں ڈالا تھا جس کی وجہ سے اس کا پانی اتنا شیریں و لطیف و پاکیزہ ہو گیا ورنہ اس سے پہلے میٹھا نہیں تھا۔ کہتے ہیں کہ اس کے پانی میں بھوک پیاس اور بیماری وغیرہ جس چیز کے لئے پیا جائے اس کے لئے شفا ہے۔ بیہقی نے روایت کی ہے کہ انس بن مالک رضی اللہ عنہ جب قبا میں تشریف لائے تو اس کنوئیں کا پتہ دریافت کیا ایک شخص ان کو چاہ اریس کے پاس لایا حضرت انس رضی اللہ عنہ نے روایت کی ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کنوئیں کے پاس تشریف لائے اور ایک شخص سے جو کہ پانی نکال رہا تھا پانی کا ڈول طلب فرمایا اور نوش فرمایا، باقی پانی میں اپنا لعابِ دہنِ مبارک ڈال کر کنوئیں میں ڈال دیا پھر آپ نے ایک طرف جا کر پیشاب کیا اور اس کنوئیں پر آ کر وضو فرمایا اور موزوں پر مسح کیا اور نماز پڑھی اور بعض نے اس واقعہ کو بیرِ غرس کے متعلق بیان کیا ہے واللہ اعلم۔ اور بیرِ اریس کے متعلق جو روایت صحت کو پہنچی ہے اور صحیحین میں مذکور ہے وہ یہ ہے کہ ابوموسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے اپنے گھر میں وضو کیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہونے کیلئے گھر سے نکلا اور اپنے دل میں عہد کیا کہ آج کا دن آپ کے ساتھ گذاروں گا اور آپ کی خدمت سے جدا نہیں ہوں گا۔ جب میں مسجدِ نبوی میں آیا تو آپ کو وہاں نہ پایا جب لوگوں سے دریافت کیا تو انھوں نے بتایا کہ آپ ابھی ابھی نکل کر قبا کی طرف تشریف لے گئے ہیں پس میں بھی آپ کے نقشِ قدم پر چل دیا اور لوگوں سے پوچھتا رہا، لوگوں نے مجھے بتایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بیرِ اریس پر تشریف رکھتے ہیں میں بھی وہاں پہنچا اور جس چار دیواری کے اندر کنواں تھا اس کے دروازہ پر بیٹھ گیا اس کا دروازہ کھجور کی شاخوں کا تھا، یہاں تک کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قضائے حاجت سے فارغ ہو کر وضو ادا فرمایا پھر میں اندر آیا تو دیکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس کنوئیں کی منڈیر پر بیٹھے ہیں اور اپنی پنڈلیاں کھولے ہوئے ان کو کنوئیں میں لٹکائے ہوئے ہیں۔ میں نے سلام عرض کیا اور واپس لوٹ کر دروازہ پر بیٹھ گیا اور اپنے دل میں کہا کہ میں آج آنسرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا دربان رہوں گا۔ ایک ساعت کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور دروازہ کھٹکھٹایا، میں نے پوچھا کون ہے؟ انھوں نے کہا ابوبکرؓ، میں نے کہا آپ یہیں ٹھہریئے تاکہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر کر دوں، پھر میں گیا اور عرض کیا یا رسول اللہ! ابوبکر رضی اللہ عنہ آئے ہیں اور اندر آنے کی اجازت

---

[۱] زبارۃ وفصول وتحقیق النصرۃ [۲] تحقیق النصرۃ [۳] زبارۃ وغیرہ

چاہتے ہیں، آپ نے فرمایا آنے دو اور ان کو جنت کی بشارت دیدو۔ میں حضرت ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کے پاس آیا اور ان کو اندر جانے کیلئے کہا اور جنت کی بشارت دی، وہ اندر آئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو میں داہنی طرف بیٹھ گئے، اور آپ کی متابعت کرتے ہوئے اسی طرح اپنے دونوں پاؤں کنوئیں میں لٹکائے اور اپنی دونوں پنڈلیوں کو کھول لیا، میں واپس اپنی جگہ پر آکر بیٹھ گیا اور اپنے بھائی کا انتظار کرنے لگا جس کو میں گھر پر چھوڑ کر آیا تھا وہ آنے والا تھا کیونکہ وہ وضو کر رہا تھا، میں نے اپنے دل میں کہا کہ آج جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک خاص کیفیتِ وقت حاصل ہے کاش وہ بھی آجائے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بشارت حاصل کرے، اسی اثنا میں کسی شخص نے دروازہ کھٹکھٹایا میں نے کہا کون ہے؟ انھوں نے کہا عمرؓ، میں نے کہا یہیں ٹھہریئے تاکہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر کردوں، میں گیا اور سلام کے بعد عرض کیا یا رسول اللہ! عمرؓ آئے ہیں اور اجازت چاہتے ہیں، آپ نے فرمایا آنے دو اور ان کو جنت کی بشارت دیدو۔ میں حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) کے پاس آیا، ان کو اندر جانے کے لئے کہا اور جنت کی بشارت دی، حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) اندر داخل ہوئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بائیں پہلو میں اسی طرح پنڈلیاں کھول کر دونوں پاؤں کنوئیں میں لٹکا کر بیٹھ گئے جس طرح حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف رکھتے تھے، میں پھر واپس آکر دروازہ پر بیٹھ گیا اور اپنے دل میں کہا کہ کاش میرا بھائی آجائے، کچھ دیر کے بعد پھر کسی نے دروازہ کھٹکھٹایا میں نے کہا کون ہے انھوں نے کہا عثمان بن عفانؓ، میں نے کہا آپ یہیں ٹھہریئے تاکہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر کردوں، پس میں نے ان کے آنے کی اطلاع بھی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیدی، آپ نے فرمایا اندر آنے دو اور ان کو جنت کی بشارت دیدو اور اس آزمائش کی اطلاع بھی دیدو جو ان کو پہنچے گی، میں نے حضرت عثمان (رضی اللہ عنہ) سے کہا کہ اندر آجایئے آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جنت کی بشارت دیتے ہیں اور اس آزمائش کی اطلاع بھی دیتے ہیں جو آپ کو پہنچے گی۔ حضرت عثمان (رضی اللہ عنہ) اندر تشریف لے گئے اور دیکھا کہ جدھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما تھے وہ جگہ پُر ہو چکی ہے پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کی طرف منڈیر پر بیٹھ گئے۔" شریک فرماتے ہیں کہ حضرت سعید بن المسیب نے فرمایا کہ میں نے اس واقعہ کی تاویل ان کی قبروں سے کی ہے [1] (یعنی یہ کہ حضرت ابوبکر و حضرت عمر رضی اللہ عنہما کی قبور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متصل پہلو میں اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی قبر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے فاصلہ پر واقع ہوگی واللہ اعلم، مؤلف) —— اس کنوئیں کی ابتدائی تعمیر کا حال نامعلوم ہے، یہ عہدِ نبوت سے پہلے کا بنا ہوا تھا اس کے پانی سے چرس کے ذریعہ باغ کو سیراب کرتے تھے اور پھل و ترکاریاں خوب پیدا ہوتی تھیں [2] لیکن اب یہ کنواں بالکل بند کر دیا گیا ہے اور اس کا کوئی نشان باقی نہیں رہا اس لئے اب زائرین اس کی زیارت سے محروم ہوگئے کاش کہ حکومت اس کو نئے سرے سے کھدوا کر لوگوں کے لئے اس کی برکات سے مستفید ہونے کا موقع مہیا کرے کیونکہ علما نے لکھا ہے کہ اس کے پانی سے وضو یا غسل کرے اور اس میں سے پیئے اور بعض نے کہا ہے کہ اس کا پانی بھی زمزم کے پانی کی طرح جس مقصد کی نیت کر کے پیا جائے وہ پورا ہو جاتا ہے۔ (مؤلف)

---

[1] زیارۃ و تحقیق النصرۃ وغیرہما [2] آثار المدینہ وغیرہ

(۲) بیرِ غرس

مسجد قبا سے شمال مشرق کی جانب تقریباً نصف میل کے فاصلہ پر موضع قربان میں بستان غرس میں واقع ہے[۱] غرس بفتح غین وسکونِ را اُن چند مواضع کا نام ہے جو اس کنوئیں کے اردگرد آباد ہیں اسی لئے اس کنوئیں کا نام بھی بیرِ غرس ہوگیا[۲]۔ یہ کنواں حضرت سعد بن خثیمہ انصاری رضی اللہ عنہ کی ملکیت تھا جن کا مکان ہجرت کے وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مردانہ نشستگاہ تھی[۳]۔ یہ بات ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کنوئیں کے پانی سے وضو فرمایا اور وضوء سے بچے ہوئے پانی کو اسی کنوئیں میں ڈالدیا۔ ابن حبان رضی اللہ عنہ نے ثقات سے نقل کی ہے کہ انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیرِ غرس کا پانی منگاتے تھے اور فرماتے تھے کہ میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے کہ اس کا پانی نوش فرماتے تھے اور اس سے وضو فرماتے تھے اور ابراہیم بن اسمٰعیل بن مجمع سے روایت کی گئی ہے کہ ایک روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے آج رات دیکھا کہ میں نے بہشت کے کنوؤں میں سے کسی کنوئیں پر صبح کی ہے، پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بیرِ غرس پر صبح کی اور وضو کیا اور اپنا لعابِ دہن اس میں ڈالا، رواہ ابن النجار اور ابن زبالہ نے یہ زیادہ کیا ہے کہ لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس شہد ہدیۃً لائے تھے پس آپ نے اس کو اس کنوئیں میں ڈال دیا۔ ابنِ ماجہ نے سندِ جید کے ساتھ روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وصیت فرمائی تھی کہ میری وفات کے بعد مجھے میرے کنوئیں سے جو کہ بیرِ غرس ہے سات قربہ پانی کے ساتھ غسل دیا جائے چنانچہ آپ کی وصیت کے مطابق آپؐ کو اس کنوئیں کے پانی سے غسل دیا گیا۔ بیرِ اریس کے پانی سے بھی آپ کو غسل دینا مروی ہے ہوسکتا ہے کہ دونوں جگہ کا پانی لاکر غسل دیا گیا ہو۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی حیاتِ مبارکہ میں بھی اس کنوئیں کا پانی نوش فرماتے تھے۔ اس قسم کی اور بھی بہت سی روایتیں ہیں[۴] ــــ یہ کنواں ماثور وکثیر الماء اور سطحِ زمین سے بہت قریب ہونے کے باوجود آجکل معطل وبیکار پڑا ہے، یہ سڈول پتھروں سے مضبوط بنا ہوا ہے اور اس کے اوپر چرس چلانے کے لئے عمارت بنی ہوئی ہے۔ اس کنوئیں کے پاس ایک باغ ہے جس کا نام حدیقۃ الغرس ہے اور یہ باغ وقف ہے ــــ اس کنوئیں کے متصل اس کے شمال مشرق میں ایک مسجد بھی ہے۔

(۳) بیرِ رُومہ یا بیرِ عثمان

یہ کنواں مدینہ منورہ کے شمال مغرب میں اور مسجدِ قبلتین کے شمال میں دور وادیٔ عقیق کے کنارے کھلے میدان میں ہے جہاں ساری وادیاں جمع ہوتی ہیں ــــ یہ کنواں ایک یہودی کی ملکیت تھا مسلمانوں کو اس کا پانی خریدنا پڑتا تھا ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو شخص بیر رومہ کو خرید کر مسلمانوں کے لئے وقف کرے گا اس کے لئے جنت میں چشمہ ہوگا۔ جب حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے سُنا تو اس یہودی کے پاس گئے پہلے نصف کنواں اور بعد میں پورا کنواں خرید کر مسلمانوں کے لئے وقف کردیا۔ یہ بہت زیادہ پانی والا کنواں ہے اور اس کنوئیں کا پانی نہایت پاکیزہ وصاف و شیریں ہے[۵] اس کی تعمیر سڈول تراشیدہ پتھروں کی ہے جو نہایت مضبوط ہے[۶]۔ اس کنوئیں سے چرس کے ذریعہ کھیتوں کو پانی دیا جاتا تھا آجکل یہ کنواں اور اس کے متعلق کھیت اور زمین مسجد نبوی کے اوقاف میں سے ہے اور شیخ الحرم کے زیر اہتمام ہے اور ادارہ اوقاف اس کو متاجری پر دیتا ہے، آجکل وزارتِ زراعت نے ایک طویل مدت کے لئے متاجری پر لیا ہوا ہے اور اس باغ کو زراعتی تجربہ گاہ (زراعتی فارم)

---

[۱] جذب، زیارۃ وآثار [۲] جذب، غیرہ [۳] زیارۃ وآثار [۴] جذب، وتحقیق النصرۃ وغیرہما ملتقطاً [۵] زیارۃ وتحقیق النصرۃ وغیرہما۔

اور پالتو جانوروں کی پرورش گاہ بنایا ہے۔ آجکل بیر رومہ بالکل خشک پڑا ہے اور اس کے شمال میں قریب ہی وزارتِ زراعت نے باغ کی سیرابی کے لئے دو ٹیوب ویل لگائے اور پانی کی ٹنکی بنائی ہے، اس کنوئیں کے نزدیک ایک پختہ حوض بنا ہوا ہے اور اس کے قریب ایک خستہ و منہدم شدہ عمارت ہے کہا جاتا ہے کہ یہ یہودی کا دیر (عبادت گاہ) تھا[1]

(۴) بیرِ حاء

باب مجیدی کے سامنے مدینہ منورہ کی شمالی فصیل سے باہر واقع ہے[2] اور قلعہ کی دیوار کے متصل ہے[3]۔ (یہ کنواں ابھی تک موجود ہے اور اصطفا منزل کے برابر والی گلی میں مکان کے گوشہ میں آیا ہوا ہے آس پاس مکان بن گئے ہیں۔ مؤلف) اور اب بیر نور یہ کے نام سے مشہور ہے کیونکہ مکہ مکرمہ کے خطیبوں نور بین کی کسی عورت نے اس کو خرید کر فقراء و مساکین پر وقف کر دیا تھا[4] ـــــ یہ کنواں اور اس کی زمین جس کو بیرِ حاء کہتے ہیں حضرت ابو طلحہ بن سہل انصاری کا باغ تھا اور اس میں کنواں تھا۔ صحیح بخاری میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ابو طلحہؓ انصار میں کھجوروں کے باغات کے لحاظ سے سب سے زیادہ مالدار تھے اور ان کا سب سے زیادہ محبوب مال بیرِ حاء تھا اور وہ مسجدِ نبوی کے سامنے تھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اکثر اوقات اس باغ میں تشریف لاتے، اس کے درختوں کے سایہ میں تشریف رکھتے اور اس کنوئیں کا پاکیزہ پانی نوش فرماتے تھے پس جب آیتِ مبارکہ لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوا مِمَّا تُحِبُّونَ نازل ہوئی تو حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ نے اس کو اللہ تعالیٰ کے راستہ میں دینا چاہا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مشورہ کے مطابق اس کو اپنے اقارب اور بنی عم میں تقسیم کر دیا[5] ـــــ یہ کنواں مدینہ منورہ کے کنوؤں سے مختلف شکل کا ہے کیونکہ مدینہ منورہ کے سب کنوئیں مدور ہیں مگر یہ مربع ہے[6]۔ اس کا پانی بہت شیریں اور ہوا نہایت راحت بخش اور مقام پر حضور ہے اور اس میں ایک چھوٹی سی مسجد بھی ہے[7]

(۵) بیرِ بُضاعہ

بُضاعہ مشہور قول کی بنا پر ب کی پیش اور ض کی زبر کے ساتھ ہے، یہ کنواں بیرِ حاء کے عین شمال میں مدینہ منورہ کے باب الشامی کے قریب حضرت سیدنا حمزہ بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ کے مشہد مبارک کی طرف جانے والے راستہ کے دائیں طرف واقع ہے اب ایک پختہ عمارت کے اندر آ گیا ہے مگر اندر جانے کی اجازت مل جاتی ہے۔ روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بیرِ بُضاعہ پر تشریف لائے اور اس کا پانی طلب فرمایا اور اس سے وضو ادا کیا اور باقی پانی میں اپنا لعابِ دہن مبارک کنوئیں میں ڈال دیا، آپؐ کے زمانہ مبارک میں جو شخص بیمار ہو جاتا اس کو بیرِ بضاعہ کے پانی سے غسل دیتے اس کی برکت سے اس کو شفائے عاجل حاصل ہو جاتی۔ حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جو شخص بیمار ہو جاتا ہم اس کو تین روز بیرِ بُضاعہ کے پانی سے غسل دیتے تو وہ صحت یاب ہو جاتا، یہی وہ کنواں ہے جس کی بابت صحابہ کرامؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مسئلہ پوچھا تھا کہ لوگ اس میں خون آلود کپڑے اور نجاستیں ڈال جاتے ہیں ہم لوگ اس سے وضو کریں یا نہ کریں؟ آپؐ نے فرمایا کہ جب تک اس کے پانی کا مزہ یا بو یا رنگ نہ بدل جائے کچھ حرج نہیں ہے اس کا پانی پاک ہے[8] یہ بہت بڑا کنواں تھا جو جاری پانی کے حکم میں تھا یہ کنواں بنی ساعدہ کی ملکیت تھا جن کا وہ سقیفہ (چبوترہ، بیٹھک) تھا جس میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر مسلمانوں نے خلافت کی بیعت کی تھی، اس کے آس پاس تمام کنوؤں کا پانی کھاری ہے مگر اس کا پانی شیریں ہے

---

[1] فصول [2] زیارۃ و آثار [3] جذب [4] فصول و تحقیق النصرۃ [5] زیارۃ و آثار المدینہ و فصول و غیرہا [6] آثار المدینہ و غیرہ [7] زیارۃ و جذب۔

[8] رواہ ابو داؤد و غیرہ

پاکیزہ، بہت گہرا اور وافر ہے [1]۔ بیر بضاعہ اور سقیفہ بنی ساعدہ میں صرف ایک تنگ کوچہ حائل ہے اور کوچہ سے ۲۲۔۲۳ گز کے فاصلہ پر سقیفہ ہے جو دو طرفہ کھلا ہوا ہے، یہ سقف چھتہ کی طرح کی بیٹھک کا نام ہے، یہ کنواں اور سقیفہ دونوں بنی ساعدہ کی ملکیت تھے [2]۔ یہ کنواں سیاہ سڈول پتھروں سے مضبوط بنا ہوا ہے، یہ کنواں اب بھی موجود ہے اور بستانِ بضاعہ اس کنوئیں کے سامنے قبلہ کی طرف ہے۔ بُضاعہ کا لفظ باغ اور کنواں دونوں کے لئے اہلِ مدینہ میں تواتر کے ساتھ مشہور ہے۔ آجکل یہ کنواں محفوظ اور اوپر سے چھتا ہوا ہے اور سیمنٹ سے بنا ہوا ہے اس کے منھ میں ایک کھڑکی ½ میٹر مربع بنی ہوئی ہے جس کا دروازہ لوہے کا ہے اس کنوئیں پر مشین لگی ہوئی ہے جس کے ذریعہ اس کا پانی نکال کر حوض اور دو باغوں کو سیراب کرتے ہیں [3]۔

(۶) بیرِ بُصّہ بُصّہ ب کی پیش اور ص کی تشدید کے ساتھ ہے، یہ کنواں بقیع غرقد کے قریب قبا کے اس راستہ کے بائیں طرف ہے جو کہ بقیع کی جانب سے مدینہ منورہ کے قلعہ کے نیچے سے جاتا ہے [4]۔ ابن عدی رحمہ اللہ نے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ ایک روز آنسرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے مکان پر تشریف لائے اور فرمایا کہ کیا تیرے پاس سِدر (بیری کے پتے) ہیں؟ تاکہ میں ان سے اپنا سر دھولوں کیونکہ آج جمعہ کا دن ہے انھوں نے کہا جی ہاں ہیں چنانچہ وہ بیری کے پتے لائے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ بیرِ بُصّہ پر گئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وہاں اپنا سرِ مبارک دھویا اور سر کا دھوون (غسالہ) اور سر کے اکھڑے ہوئے موئے مبارک اس کنوئیں میں ڈالدیئے اور آپ نے وہاں غسل بھی فرمایا [5]۔

بُصّہ ایک باغ کا نام ہے جو مدینہ منورہ کا مشہور باغ ہے اس باغ میں داخل ہو کر دو کنوئیں آتے ہیں ایک پہلے آتا ہے جو بڑا کنواں ہے اس کے شمال میں قریب ہی ایک اور کنواں ہے یہ دونوں کنوئیں اسی باغ کے اندر ہیں اس میں اختلاف ہے کہ ان میں سے بیرِ بُصّہ ماثورہ کونسا ہے مشائخ مدینہ نے اس کی تصحیح کی ہے کہ بیر بصہ ماثورہ وہ بڑا کنواں ہے جو باغ میں داخل ہو کر پہلے آتا ہے، بہتر یہ ہے کہ دونوں کنوؤں کی زیارت اور ان کے پانی سے برکت حاصل کرے [6]۔ آجکل اس کی حالت خستہ وخراب ہے اور دن بدن گرتا جا رہا ہے حالانکہ اس کا پانی بہت زیادہ تھا حتیٰ کہ چھوٹے کنوئیں سے بہت زیادہ تھا اور اب بالکل ضائع ہوتا جا رہا اس کو نئے سرے سے بنانے اور مضبوط کرنے اور اس کا پانی نکالنے کی ضرورت ہے تاکہ اس اسلامی ماثورہ کنوئیں کی محافظت ہو سکے [7]۔

(۷) بیرِ العِہن عِہن بکسر عین مہملہ وسکون ہا و نون۔ یہ کنواں عوالی مدینہ میں مسجد قبا کے مشرق میں مسجد شمس کے قریب ایک بہت بڑے باغ بستان العہن میں چٹان کے اندر کھود کر بنایا گیا ہے [8]۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس کنوئیں پر تشریف لائے اور وضو کر کے یہاں پر نماز ادا فرمائی [9] اور آپ نے اپنا لعابِ دہن مبارک اس کنوئیں میں ڈالا اور اس کے حق میں برکت کی دعا فرمائی۔ اس کنوئیں کا نام بیر الیسیرہ بھی ہے [10] اس کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ زمانۂ قدیم میں اس کا نام بیر العسیرہ تھا چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایسا کوئی نام پسند نہیں فرماتے تھے جس میں عُسر وغیرہ کی بدفالی ہو اس لئے جب آپ یہاں تشریف لائے تو آپ نے اس کا نام بدل کر بیر الیسیرہ رکھدیا، اب اس کا پانی کھاری ہے [11] پہلے اس کنوئیں کا پانی بہت زیادہ تھا دن رات

---

[1] جذب و زیارۃ و آثار ملتقطاً [2] فصول وغیرہ [3] جذب و زیارۃ و فصول [4] جذب و زیارۃ و فصول و تحقیق [5] فصول و آثار و تحقیق وغیرہا [6] فصول [7] لباب و شرحہ و جذب و فصول [8] جذب و فصول ولباب و شرحہ [9] لباب و شرحہ و فصول وغیرہا [10] زیارت و فصول [11]۔

پانی نکالتے تب بھی ختم نہ ہوتا تھا [1]

(فائدہ ۱) جاننا چاہئے کہ ان مذکورہ بالا کنوؤں کا پانی بعض زمانوں میں مذکورہ مقدار سے زیادہ ہو جاتا تھا اور بعض اوقات کم ہو جاتا تھا اور کبھی اس کی تہ میں سے پٹی ہوئی مٹی نکال کر صاف کر دیا جاتا تھا [2] ـــــ (فائدہ ۲) ان سات کنوؤں کو جن کا ذکر اوپر ہو چکا ہے آبارِ سبعہ کہتے ہیں ان کے علاوہ اور بھی کنوئیں تھے جن کے پانی کا استعمال پینے یا وضو وغیرہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے اور آج ان میں سے اکثر کا نام و نشان باقی نہیں رہا اُن میں سے چند کنوؤں کا حال مختصراً درج کیا جاتا ہے ان سب کی تفصیل تواریخ مدینہ منورہ سے معلوم کریں (مولف)

(۸) **بیرِ آنا** ۔ یہودِ بنی قریظہ کے محاصرہ کے وقت یہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خیمہ نصب ہوا تھا اور اب یہ کنواں معدوم ہو گیا ہے [3]

(۹) **بیرِ اعواف** ۔ یہ کنواں صدقاتِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں سے تھا [4]

(۱۰) **بیرِ انس بن مالک رضؓ** ۔ ایک دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم انس بن مالکؓ بن نضر کے گھر تشریف لائے تو انھوں نے بکری کا دودھ دوہ کر (نکال کر) اپنے اس کنوئیں کا پانی ملا کر لسّی پیش کی اور حضرتؐ نے اس کو نوش فرمایا اور اس میں اپنا لعابِ دہن ڈالا تھا اب اس کا نام بیرِ الحضادم ہے آجکل یہ زناطیہ کے نام سے مشہور ہے ۔ یہ کنواں مسجدِ نبویؐ کے شمال مغرب میں باغ عینیہ (حدیقہ رومیہ) کے شمال میں دار النخل کے قریب رباط کے اندر واقع ہے، یہی رباط حضرت انسؓ کا مکان تھا ۔ کنوئیں کے قریب ایک قبہ ہے جس کے متعلق مشہور ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے والد ماجد کی قبر ہے، واللہ اعلم [5]

(۱۱) **بیرِ السقیا (بیر حرۃ الغربیہ)** حجاز ریلوے اسٹیشن کی جنوبی سمت اس رقبہ میں ہے جس کو آجکل فلیجان کہتے ہیں کنوئیں اور اسٹیشن کے درمیان مکہ مکرمہ کو جانے والی سڑک واقع ہے جو دونوں کو ایک دوسرے سے جدا کرتی ہے اور یہ کنواں مکہ مکرمہ وجدہ کو جانے والے کے بائیں طرف ہے [6] اس کو بیر حرۃ الغربیہ بھی کہتے ہیں [7] ۔ روایت ہے کہ غزوہ بدر کو جاتے وقت اسی فلیجان میں اسلامی لشکر کی ترتیب دی گئی اور جائزہ لیا گیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کنوئیں کا پانی نوش فرمایا ہے اور اس کے پانی سے وضو بھی فرمایا ہے پس یہ کنواں ماثور ہے اس کے قریب مسجد سقیا ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز ادا فرمائی ہے اور اس میں اہلِ مدینہ کے لئے دعا فرمائی ہے کہ اللہ پاک ان کے مُد اور صاع میں برکت عطا فرما [8] اس مسجد کا ذکر مساجد کے بیان میں ہو چکا ہے ۔ (مؤلف) ـــــ اب یہ کنواں معطل و بیکار ہے بلکہ اس کو دفن کر کے برابر کر دیا گیا ہے اس کو دوبارہ بنانے اور اس کی محافظت کی ضرورت ہے اور اس کے پانی سے باغاتِ عنبریہ کی سیرابی کی جا سکتی ہے [9]

(۱۲) **بیرِ ابی ایوب** ۔ یہ کنواں جنت البقیع کے شمال میں اور رومیہ کے مشرق میں ایک چھوٹے سے باغ میں واقع ہے [10] ـــــ اس کنوئیں کی نسبت حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کی طرف صحیح ہے، ظاہر یہ ہے کہ مدینہ منورہ کے جو دو یا تین کنوئیں ابو ایوبؓ کی طرف

[1] فصول [2] تحقیق [3] و [4] زیارۃ [5] باب و شرح و حیات و زیارۃ وغیرہ [6] زیارۃ و آثار [7] فصول و تحقیق [8] آثار و تحقیق و فصول و زیارۃ ملتقطاً [9] فصول [10] آثار ۔

منسوب ہیں وہ حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے ہیں جن کے ہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کے وقت نزولِ اجلال فرمایا تھا یہ کنواں پتھروں سے بنا ہوا ہے اس میں پانی تک پہنچنے کے لئے سیڑھیاں بنی ہوئی ہیں اس کا اوپر کا حصہ شکستہ ہو گیا ہے، اس کا پانی قدرے کھاری ہے یعنی نہ زیادہ کھاری ہے اور نہ ہی میٹھا ہے بلکہ درمیانہ درجہ کا ہے حالانکہ یہ شور زمین میں واقع ہے [1]

(۱۳) بیر عروۃ بن الزبیرؓ۔ یہ کنواں مدینہ منورہ کے مغرب میں وادی عقیق (حرۃ الوبرۃ المغربی) کے کنارے واقع ہے [2] اور مکہ مکرمہ کی طرف جانے والے کے دائیں طرف ہے [3]۔ یہ کنواں حضرت عروہ بن زبیرؓ کی ملکیت تھا، اس کا پانی اتنا شیریں ہاضم اور ہلکا تھا کہ تحفہ کے طور پر بغداد میں خلیفہ ہارون الرشید کو بھیجا جاتا تھا، اب بھی اس کا پانی بے نظیر ہے اور ایک خاص لذت رکھتا ہے۔ ابن خلکان لکھتا ہے کہ مدینہ منورہ میں اس سے زیادہ شیریں پانی کا کنواں کوئی نہیں ہے [4]

(۱۴) بیر ذروان۔ یہ کنواں محلہ نخاولہ کے سامنے مدینہ منورہ کی جنوبی فصیل کے ایک برج کے نیچے پٹا پڑا ہے، ذروان اس محلہ کا قدیمی نام ہے جو اس کنوئیں کے مالکان بنی زریق کی منازل میں سے ہے اور آجکل مدینہ منورہ کی داخلی فصیل اس محلہ کو کنوئیں سے جدا کرتی ہے [5] یہ وہی کنواں ہے جس میں لبید بن الاعصم یہودی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر سحر کر کے آپؐ کے بال کنگھی میں باندھ کر اس کنوئیں میں دفن کئے تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی کے ذریعہ اس کی اطلاع دی گئی تھی تو آپ نے اس کو نکلوایا اور سورۂ معوذتین پڑھ کر اس کی ایک ایک گرہ کھولی چنانچہ آپ سے سحر کا اثر زائل ہو گیا، پہلے اس کنوئیں کا پانی کثیر و شیریں تھا اس کے مالک انصارِ بنی زریق تھے اور ان کا گذران اسی کے پانی پر تھا مگر انھوں نے ایذاءِ رسولؐ کے اس خبیث فعل سے نفرت کھا کر اس کنوئیں کو پاٹ دیا اور اب تک اسی طرح پٹا پڑا ہے اس میں اور اس کے اطراف میں کوڑا کرکٹ اور شہر کا میلا پھینکا جاتا ہے [6]

(۱۵) بیر ابی عنبہ۔ روایت کیا گیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ بدر میں بیر ابی عنبہ پر اپنے لشکر کا جائزہ لیا اور اس کو ترتیب دیا تھا [7]

(۱۶) بیرِ اھاب، اھاب بن عمرو کی زیر کے ساتھ مدینہ منورہ کے قریب حرۃ غربیہ میں ایک موضع ہے یہاں ایک کنواں ہے جو اہلِ مدینہ کے نزدیک زمزم کے نام سے مشہور ہے، روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں اپنا لعابِ دہن ڈالا تھا اور کہا گیا ہے کہ لوگ مکہ مکرمہ کے آب زمزم کی طرح اس کا پانی بھی اطراف و اکناف میں اپنے اپنے شہروں کو لیجاتے ہیں [8]

(۱۷) بیرِ جمل۔ اس کنوئیں کے متعلق کچھ معلوم نہیں کہ کہاں ہے اور اس کا ذکر حدیث شریف میں صرف اس قدر ملتا ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیرِ جمل کی طرف سے تشریف لائے اور ابن زبالہ نے بھی عطاء بن یسار عن عبداللہ و اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے ان دونوں حضرات نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیرِ جمل کی طرف تشریف لے گئے اور ہم لوگ بھی آپ کے ساتھ گئے پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اندر داخل ہوئے اور آپ کے ساتھ حضرت بلال رضی اللہ عنہ داخل ہوئے ہم نے کہا کہ ہم اس وقت تک وضو نہیں کریں گے جب تک کہ ہم حضرت بلالؓ سے نہ پوچھ لیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کس طرح

[1] آثار [2] زیارۃ و آثار [3] آثار [4] زیارۃ و آثار ملتقطاً [5] آثار [6] آثار و زیارۃ و غیرہما [7] تحقیق و لباب [8] لباب و شرح و حیات۔

وضو کیا پس حضرت بلال رضؓ نے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کیا اور خفین (موزوں) اور خمار پر مسح کیا ۱؎
مدینہ منورہ کے جنوبی حصہ میں بیر القویم[۱۸] ہے جو کہ سب سے بڑا کنواں ہے نیز بیر الصفیہ[۱۹] و بیر بو بیطہ[۲۰] اور بیر فاطمہ[۲۱] بھی مشہور و معروف ہیں۔ ۲؎
(فائدہ) ذوالحلیفہ کے مقام پر جو کنواں بیر علی کے نام سے مشہور ہے اس کو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی طرف منسوب کرنا صحیح نہیں ہے
بلکہ یہ علی نام کا کوئی دوسرا شخص ہے اسی لئے اس کو ماثورہ کنوؤں میں شمار کیا اور لکھا نہیں جاتا ۳؎

مدینہ طیبہ اور مکہ معظمہ کے درمیانی راستے کی مساجدِ ماثورہ

جاننا چاہئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اکثر مدینہ طیبہ سے مکہ مکرمہ جاتے اور وہاں سے واپس تشریف لاتے وقت اس تمام شاہی راستے سے جو کہ آجکل معروف و مستعمل ہے نہیں آتے جاتے تھے بلکہ اس قدیم راستے سے آتے جاتے تھے جو کہ شام کی طرف سے مکہ مکرمہ جانے کے لئے تمام انبیاء کرام کا راستہ رہا ہے اور یہ پرانا راستہ موجودہ مدینہ منورہ سے روحاء کے مابعد اور مسجد غزالہ تک شاہی راستہ کے مطابق ہے پھر وہاں سے الگ ہو جاتا ہے، پھر جحفہ سے پہلے رابغ کے قریب دونوں راستے موافق ہو جاتے ہیں۔ نیز جاننا چاہئے کہ مکہ معظمہ و مدینہ منورہ کے درمیانی راستے میں جو مساجد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب ہیں بکثرت ہیں ان میں سے جو مشہور اور موجودہ راستہ پر واقع ہیں اُن کی تفصیل یہ ہے:—

(۱) **مسجد ذوالحلیفہ**: ذوالحلیفہ اہلِ مدینہ کا میقات ہے اس جگہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اُترنا اور اس مسجد کی جگہ میں نماز پڑھنا اور وہاں سے حج اور عمرہ کا احرام باندھنا روایت کیا گیا ہے، اس کو مسجد شجرہ بھی کہتے ہیں کیونکہ اس جگہ ایک ببول (کیکر) کا درخت تھا جس کے نیچے مسجد بننے سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھتے تھے—

(۲) **مسجد معرس**، یہ بھی ذوالحلیفہ میں واقع ہے اور پہلی مسجد کے قریب ہے اس میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے احرام باندھا اور نماز پڑھی ہے اور اس مسجد میں آخر شب میں نزول اور آرام فرمایا ہے اسی لئے اس کا نام معرس اسم مفعول کے صیغہ پر مصدر میمی ہے—

(۳) **مسجد عرق الظبیہ**، یہ روحاء سے دو میل قبل ایک جگہ ہے امام ترمذی رحمہ اللہ نے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مسجد میں نماز پڑھی ہے اور فرمایا ہے کہ اس مسجد میں ستّر انبیاء علیہم السلام نے نماز پڑھی ہے—

(۴) **مسجد شرف الروحاء**، یہ مسجد روحاء کے قریب واقع ہے اور روحاء، مکہ مکرمہ و مدینہ منورہ کے درمیان مدینہ منورہ سے تیس یا چالیس میل کے فاصلہ پر ایک مقام ہے وہاں ایک کنواں ہے جو بئر روحاء کے نام سے مشہور ہے اور اس جگہ دو مسجدیں ہیں ایک چھوٹی اور دوسری بڑی، کہا روایت کیا گیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چھوٹی مسجد میں نماز پڑھی ہے جو مدینہ شریف سے مکہ شریف جانے والے کے دائیں جانب واقع ہے اور اس جگہ شہداء کی قبریں ہیں، مولانا رحمۃ اللہ سندھیؒ نے منسک الکبیر میں کہا ہے کہ یہ ان شہداء کی قبریں ہیں جو کہ غزوۂ سویقہ میں اہل بیت میں سے شہید ہوئے تھے، اور سویقہ ایک موضع کا نام ہے جو کہ مدینہ منورہ کے نواح میں واقع ہے اور اس میں آل علی بن ابی طالب سکونت رکھتے ہیں، چھوٹی اور بڑی مسجد میں تقریباً ایک فرلانگ کا فاصلہ ہے—

(۵) **مسجد الغزالہ**، یہ مسجد وادیٔ روحاء کے

۱؎ تحقیق ۲؎ زبدہ ۳؎ شرح اللباب وغیرہ

آخر میں ہے اور بعض نے کہا کہ روحاء سے تین میل کے فاصلہ پر ہے اور یہ مسجد مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ جانے والے کے بائیں جانب پہاڑ کے کنارے کے نزدیک واقع ہے۔ اس مسجد میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نزول فرمانا، وضو کرنا اور نماز پڑھنا مروی ہے ——

(۶) **مسجدِ صفراء**، لوگ اس مسجد سے برکت حاصل کرتے ہیں، یہ مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ جاتے ہوئے تین روز کی مسافت پر ایک سرسبز وادی میں ہے اور اس وادی میں ایک گاؤں ہے اس کا نام بھی صفراء ہے یہاں حضرت عبیدہ بن حارث رضی اللہ عنہ کی قبر مبارک ہے جو غزوہ بدر میں زخمی ہوئے اور اس مقام پر فوت ہو کر مدفون ہوئے ہیں ان کی قبر کی بھی زیارت کرنی اور اس سے برکت حاصل کرنی چاہئے آجکل لوگ اس قبر کو حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کرتے ہیں یہ غلط ہے بلکہ ان کی قبر مبارک ربذہ میں ہے ——

(۷) **مسجد بدر**، بدر مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ جاتے ہوئے چار منزل کے فاصلہ پر ایک بستی ہے۔ مسجد عریش کے نزدیک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا عریش یعنی خیمہ نما چھت تھی جو کہ آپ کے گرمی سے بچنے کے لئے صحابہ کرامؓ نے کھجور کی شاخوں سے غزوہ بدر کے وقت بنایا تھا، عریش کی وہ جگہ آج تک کھجور کے باغ کے نزدیک مشہور ہے اور اس کے قریب پانی کا چشمہ ہے اور اس کے قریب ایک اور مسجد اس سے قبلہ کی جانب ہے جس کو اہل بدر مسجد النصر کہتے ہیں لیکن مورخین کے نزدیک اس کی کوئی اصل نہیں ہے جب زائر بدر پہنچے تو صحابہ کرام شہدائے بدرؓ پر اجمالی طور پر سلام کہے اور بدر کے کل شہداء کی تعداد چودہ ہے ان میں سے چھ مہاجرین اور آٹھ انصار ہیں، سوائے عبیدہ ابن حارث رضی اللہ عنہ کے باقی سب شہدائے بدر وہیں بدر ہی میں دفن کئے گئے تھے، عبیدہ بن حارث رضی اللہ عنہ کے زخمی ہونے کے بعد ان کی وفات واپسی کے وقت صفراء میں واقع ہوئی اور وہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو دفن فرمایا جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا ہے۔ البتہ جو شگاف کہ بدر کے بعد مکہ شریف کی طرف جانے والے کے دائیں جانب ایک پہاڑ میں ہے اور لوگ اس پہاڑ پر چڑھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شگاف میں نماز پڑھی ہے اس کی کوئی اصلیت نہیں ہے اور یہ پہاڑ پر چڑھنا وغیرہ بدعت ہے اور اسی طرح اس جگہ مکان میں کوئی آہستہ آواز سنی جاتی ہے اور لوگ دعویٰ کرتے ہیں کہ فرشتے اس جگہ نقارہ بجاتے ہیں یہ بھی باطل ہے ——

(۸، ۹، ۱۰) **تین مساجدِ جحفہ**، ایک مسجد مدینہ منورہ کی طرف سے آتے ہوئے جحفہ کے اول میں ہے اور دوسری مسجد جحفہ کے آخر میں ان دو علامتی ستونوں کے نزدیک ہے جو میقات کی حد بتانے کے لئے نصب کئے گئے ہیں اور تیسری مسجد جحفہ سے تین میل کے فاصلہ پر مدینہ شریف کی طرف سے آنے والے کے بائیں جانب ہے، یہ مسجد غدیر خم کے قریب واقع ہے اس لئے غالباً یہی مسجدِ غدیر خم ہے جس جگہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع سے واپسی پر نزول فرمایا اور اس کے قریب ایک درخت کے نیچے ظہر کی نماز ادا فرمائی اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا کہ جس سے میں دوستی رکھتا ہوں علیؓ بھی اس سے رکھتا ہے، اے اللہ! جو شخص علی (کرم اللہ وجہہ) سے دوستی رکھے تو اس کو دوست رکھ اور جو ان سے دشمنی رکھے تو اس سے دشمنی رکھ الحدیث ——

(۱۱) مدینہ شریف کی طرف سے آتے ہوئے خلیص سے تین میل قبل عقبہ خلیص کے نزدیک ایک مسجد ہے ——

(۱۲) **مسجد خلیص**، یہ خلیص میں واقع ہے جو کہ مکہ معظمہ سے تین روز کی مسافت پر مدینہ شریف کی طرف ایک بستی ہے ——

(۱۳) **مسجد مر الظہران**، مر الظہران بفتح میم وتشدید را مہملہ وفتح ظا معجمہ مکہ مکرمہ سے ایک منزل پہلے ایک وادی ہے جو مدینہ طیبہ سے مکہ شریف کی طرف جانے والے کے بائیں جانب ہے آج کل یہ

وادی، وادی فاطمہ کے نام سے مشہور ہے اور یہ نسبت حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کی طرف نہیں بلکہ کسی اور فاطمہ نام کی عورت کی طرف منسوب ہے۔ اس مسجد کو مسجد فتح کہتے ہیں، شاید فتح مکہ کے سال آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں نماز پڑھی ہو ——— (۱۴) **مسجد سرف** سرف س کی زبر اور را کی زیر کے ساتھ ایک موضع ہے جو مکہ معظمہ سے دس میل کے فاصلہ پر مدینہ شریف کی طرف ہے، اس میں ام المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کی قبر مبارک ہے اور مسجد مذکور بھی اس کے قریب ہی ہے، اس جگہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کا گھر تھا وہاں پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نکاح آپ سے ہوا اور ان کے گھر میں ہی شب زفاف واقع ہوئی اور اسی گھر میں حضرت میمونہؓ کی وفات و تدفین بھی واقع ہوئی اور یہ تاریخ کے عجائب میں سے ہے کہ ایک ہی موضع میں تہنیت و تعزیت اور وصال و فراق واقع ہوئے۔ منسک الکبیر میں کہا ہے کہ مکہ معظمہ اور اس کے نواح میں میمونہ رضی اللہ عنہا کی قبر کے سوا کسی صحابی کی قبر متعین طور پر معلوم نہیں ہے

(۱۵) **مسجد تنعیم**، اس کو مسجد عائشہ رضی اللہ عنہا بھی کہتے ہیں کیونکہ انھوں نے حجۃ الوداع میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت سے عمرہ کا احرام اس جگہ سے باندھا تھا اور یہ حدودِ حل کی مکہ معظمہ سے سب سے زیادہ قریب کی جگہ ہے اور احناف کے نزدیک عمرہ کے احرام کے لئے سب سے افضل میقات ہے حتیٰ کہ جعرانہ سے بھی افضل ہے۔ تنعیم ایک موضع ہے جو سرف سے مکہ معظمہ کی طرف جاتے ہوئے سات میل کے فاصلہ پر ہے اور مکہ معظمہ سے تقریباً تین میل کے فاصلہ پر مدینہ شریف کی طرف ہے۔ اس جگہ کو تنعیم اس لئے کہتے ہیں کہ اس کے دائیں طرف جبلِ نعیم اور بائیں طرف جبلِ ناعم ہے اور وادی کا نام نعمان ہے [1]

(فائدہ) جاننا چاہئے کہ ان مساجد اور کنوؤں اور آثار کی زیارت کرنا مستحب ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب ہیں خواہ ان کو متعین طور پر جانتا ہو یا ان کی جہت کا متعین ہونا عام طور پر مشہور ہو، احناف کی ایک جماعت اور شافعیہ و مالکیہ و حنابلہ و محدثین کے ایک گروہ نے اس کے مستحب ہونے کی تصریح کی ہے، اور حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہما اس بات کی کوشش کرتے تھے کہ جس جگہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی یا نزول فرمایا یا گذرے ہیں یہ بھی اسی جگہ نماز پڑھتے اور اُترتے اور گذرتے تھے، قاضی عیاض نے کتاب الشفا میں کہا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام اشیا و اجزا اور آپ کے تمام مقامات و جائے سکونت و جائے نزول یا جن چیزوں کو آپ کے دستِ مبارک یا پاؤں یا پہلو یا کسی اور عضو نے مس کیا ان سب کی تعظیم کرنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم کرنے کے مترادف ہے خواہ وہ امر صحیح روایت سے ثابت ہو یا روایات و آثار کے بغیر لوگوں میں درجۂ تواتر تک مشہور ہو گیا ہو [2]

مکہ اور مدینہ کے راستہ کے کنوئیں مکہ مکرمہ و مدینہ منورہ کے راستہ میں مشہور کنوئیں یہ ہیں:- (۱) بیر خلیص۔ (۲) بیر قضیمہ (۳) بیر مستورہ (۴) بیر شیخ (۵) بیر غار (۶) بیر روحا، (۷) بیر حسانی (۸) بیر الاشہب (۹) بیر ہاشمی [3]

[1] و [2] لباب و شرحہ ملخصاً و حیات۔ [3] معلم۔

مدینۂ طیبہ سے وطن کی واپسی کے آداب

جب مناسکِ حج و زیاراتِ مکہ معظمہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ اقدس و مسجدِ نبوی اور دیگر مقاماتِ مقدسہ مدینہ منورہ کی زیارات سے فارغ ہو کر اپنے وطن کی طرف واپسی کا ارادہ ہو تو مستحب یہ ہے کہ مسجدِ نبوی میں محرابِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں یا اُس کے قریب جہاں جگہ ملے دو رکعت نماز پڑھے اور جو چاہے دعا مانگے، بعد ازاں مرقدِ اطہر صلی اللہ علیہ وسلم پر مواجہ شریفہ میں حاضر ہو کر درد و غم اور گریہ و زاری کے ساتھ ادب و احترام کو ملحوظ رکھتے ہوئے حسبِ سابق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اور آپ کے ہر دو صحابہ کرام خلفائے راشدین پر سلام پڑھے، پھر ان مقدس مقامات سے جدائی پر افسوس اور رنج و غم کا اظہار کرتے ہوئے اور اپنی تقصیرات اور غفلتوں پر نادم ہو کر توبہ و استغفار کرتے ہوئے دین و دنیا کی حاجتوں کے لئے اور حج و زیارات کے قبول ہونے اور اپنے اہل و عیال میں خیر و عافیت کے ساتھ پہنچنے کی دعائیں مانگے اور اپنے والدین و مشائخ، برادران و اولاد، اعزہ و اقارب، احباب و ہمسائیگان کیلئے اور جس جس نے دعا کیلئے کہا ہو اُن سب کیلئے اور تمام مسلمان مردوں اور عورتوں کیلئے بھی دعا کرے، بعد ازاں یہ کہے غَیْرُ مُوَدِّعٍ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم پھر الوداعی سلام پیش کرے وھو ہذا:- اَلْوَدَاعُ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ اَلْفِرَاقُ یَانَبِیَّ اللّٰہِ اَلْاَمَانُ یَاحَبِیْبَ اللّٰہِ لَاجَعَلَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی اٰخِرَ الْعَھْدِ لَا مِنْکَ وَلَا مِنْ زِیَارَتِکَ وَلَا مِنَ الْوُقُوْفِ بَیْنَ یَدَیْکَ اِلَّا مِنْ خَیْرٍ وَّعَافِیَۃٍ وَّصِحَّۃٍ وَّسَلَامَۃٍ اِنْ عِشْتُ اِنْشَاءَ اللّٰہُ تَعَالٰی جِئْتُکَ وَاِنْ مِتُّ فَاَوْدَعْتُ عِنْدَکَ شَھَادَتِیْ وَاَمَانَتِیْ وَعَھْدِیْ وَمِیْثَاقِیْ مِنْ یَّوْمِنَا ھٰذَا اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَۃِ وَھِیَ شَھَادَۃُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَاشَرِیْکَ لَہٗ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِکْ عَلَیْہِ۔ اس کے بعد قبلہ کی طرف رُخ کر کے یہ دعا پڑھے: اَللّٰھُمَّ یَارَبَّ الْعٰلَمِیْنَ یَاحَنَّانُ یَامَنَّانُ یَادَیَّانُ یَاسُلْطَانُ یَاسُبْحَانُ یَاقَدِیْمَ الْاِحْسَانِ۔ اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا۔ اَللّٰھُمَّ بِحُرْمَۃِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّاَزْوَاجِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّذُرِّیَّاتِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّسَیِّدِنَا اَبِیْ بَکْرِ نِ الصِّدِّیْقِ وَسَیِّدِنَا عُمَرَ الْفَارُوْقِ وَسَیِّدِنَا عُثْمَانَ ذِی النُّوْرَیْنِ وَسَیِّدِنَا عَلِیِّ نِ الْمُرْتَضٰی وَاَنْتَ یَا اَللّٰہُ الرَّبُّ الْاَعْلٰی فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاَنْتَ یَا اَللّٰہُ سَامِعَ الدُّعَاءِ اِسْمَعْ دُعَآئَنَا وَتَقَبَّلْ زِیَارَتَنَا اَللّٰھُمَّ اِنِّیْٓ اَسْئَلُکَ بِحُرْمَۃِ ھٰذَا النَّبِیِّ الْکَرِیْمِ اَنْ تَرْزُقَنِیْ اِیْمَانًا کَامِلًا ثَابِتًا یُّبَاشِرُ قَلْبِیْ وَیَقِیْنًا صَادِقًا وَّعِلْمًا نَّافِعًا وَّقَلْبًا خَاشِعًا وَّلِسَانًا ذَاکِرًا وَّوَلَدًا صَالِحًا وَّرِزْقًا وَّاسِعًا وَّحَلَالًا طَیِّبًا وَّتَوْبَۃً نَّصُوْحًا وَّصَبْرًا جَمِیْلًا وَّاَجْرًا عَظِیْمًا۔ اَللّٰھُمَّ اقْضِ حَوَآئِجَنَا وَیَسِّرْ اُمُوْرَنَا وَاشْرَحْ صُدُوْرَنَا وَتَقَبَّلْ زِیَارَتَنَا وَاٰمِنْ خَوْفَنَا وَاسْتُرْ عُیُوْبَنَا وَاغْفِرْ ذُنُوْبَنَا وَاکْشِفْ کُرُوْبَنَا وَاخْتِمْ بِالصَّالِحَاتِ اَعْمَالَنَا وَرُدَّ غُرْبَتَنَا اِلٰٓی اَھْلِنَا وَاَوْلَادِنَا سَالِمِیْنَ غَانِمِیْنَ مَسْتُوْرِیْنَ وَاجْعَلْنَا مِنْ عِبَادِکَ الصّٰلِحِیْنَ مِنَ الَّذِیْنَ لَاخَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَاھُمْ یَحْزَنُوْنَ بِرَحْمَتِکَ یَآ اَرْحَمَ الرّٰحِمِیْنَ یَارَبَّ الْعٰلَمِیْنَ رَبَّنَآ اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَۃً وَّفِی الْاٰخِرَۃِ حَسَنَۃً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ۔ رَبَّنَا لَاتُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ ھَدَیْتَنَا وَھَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْکَ رَحْمَۃً اِنَّکَ اَنْتَ الْوَھَّابُ۔ رَبِّ اغْفِرْ لِیْ وَلِوَالِدَیَّ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ یَوْمَ یَقُوْمُ الْحِسَابُ۔ اَللّٰھُمَّ لَاتَجْعَلْ ھٰذَا اٰخِرَ الْعَھْدِ

بِنَبِیِّکَ وَمَسْجِدِہٖ وَحَرَمِہٖ وَیَسِّرْ لِی الْعَوْدَ اِلَیْہِ وَالْعُکُوْفَ لَدَیْہِ وَارْزُقْنِی الْعَفْوَ وَالْعَافِیَۃَ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ وَرُدَّنَا اِلٰی اَھْلِنَا سَالِمِیْنَ غَانِمِیْنَ اٰمِنِیْنَ بِفَضْلِکَ وَکَرَمِکَ یَارَبَّ الْعٰلَمِیْنَ وَبِرَحْمَتِکَ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ ۔ اٰمِیْنَ، سُبْحَانَ رَبِّکَ رَبِّ الْعِزَّۃِ عَمَّا یَصِفُوْنَ وَسَلَامٌ عَلَی الْمُرْسَلِیْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۔

اور اس وقت جسقدر حزن و ملال اور رنج و غم کا اظہار ہو سکے کرے اور آنسو نکالنے کی کوشش کرے، اُسوقت آنسو کا نکلنا اور قلب پر حزن کا غلبہ ہونا قبولیت کی علامت ہے، پھر روتا ہوا دربارِ دُربارِ عالیہ کی مفارقت پر حسرت و افسوس کرتا ہوا مسجدِ نبویؐ سے باہر آئے اور روانگی کے وقت گنبدِ خضرا کو اس طرح دیکھتا جائے کہ وہ نظارہ تا دمِ زیست دل و دماغ میں پیوست ہو کر رہے باہر آ کر اپنے وطن واپس آنے کی تیاری کرے۔ روانگی کے وقت جو کچھ میسر ہو فقرائے مدینۂ طیبہ پر صدقہ کرے اور سفر کی دعائیں (جن کا بیان طریقۂ حج میں ہو چکا ہے) اور ذکر و اذکار کرتا ہوا مدینۂ طیبہ سے روانہ ہو جائے۔ مدینۂ طیبہ سے کھجور، خاکِ شفا، وہاں کے کنوؤں کا پانی وغیرہ تبرکاً اپنے ساتھ لیجانا جائز ہے۔ بحری یا ہوائی جہاز جس سے سفر کرنا ہے اس کی روانگی سے مناسب عرصہ قبل جدہ پہنچکر کاغذات کی تکمیل کرائے تاکہ وقت پر روانگی ہو سکے، سفر کی دعائیں حسبِ موقع پڑھتا رہے اور جب اپنے شہر یا گاؤں کے قریب پہنچے تو یہ دعا پڑھے: لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَاشَرِیْکَ لَہٗ لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ اٰئِبُوْنَ تَائِبُوْنَ عَابِدُوْنَ سَاجِدُوْنَ سَائِحُوْنَ لِرَبِّنَا حَامِدُوْنَ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ صَدَقَ اللّٰہُ وَعْدَہٗ وَنَصَرَ عَبْدَہٗ وَھَزَمَ الْاَحْزَابَ وَحْدَہٗ ۔ اور گھر پہنچنے سے قبل اپنے آنے کی اطلاع اپنے گھر والوں کو کسی آدمی یا تار وغیرہ کے ذریعے سے دیدے کہ ایسا کرنا مسنون ہے اور مناسب ہے کہ رات کے وقت شہر میں داخل نہ ہو بلکہ صبح کے وقت یا شام کے وقت داخل ہو (لیکن آجکل ہوائی جہاز اور بسیں وغیرہ اپنے حساب سے پہنچتے ہیں اسلئے مجبوری ہے مؤلف) شہر میں داخل ہونے کے بعد محلہ کی یا گھر کے قریب کی مسجد میں جا کر دو رکعت نماز تحیۃ المسجد یا سنت القدوم یا دونوں کیلئے دو دو رکعت پڑھے بشرطیکہ نماز کیلئے وقت مکروہ نہ ہو اور جب گھر میں داخل ہو تو یہ دعا پڑھے تَوْبًا تَوْبًا لِرَبِّنَا اَوْبًا لَا یُغَادِرُ عَلَیْنَا حَوْبًا، پھر گھر میں داخل ہو کر بھی دو رکعت نماز پڑھے تاکہ یہ تحیتِ منزل ہو جائے اور یہ مبارک سفر افضل عبادت کے ساتھ تمام ہو اور حق سبحانہٗ و تعالیٰ کا شکر ادا کرے کہ اس نے عبادات و زیارات کی تکمیل کراتے ہوئے سلامتی اور عافیت کے ساتھ سفر پورا کرایا اور اس سعادتِ کبریٰ اور نعمتِ عظمیٰ سے مشرف فرمایا۔ وطن پہنچنے کے بعد غربا و فقرا اور ہمسایوں کیلئے حسبِ توفیق طعام تیار کرا کر کھلانا مستحب ہے لیکن حد سے تجاوز نہ کرے ریا کے لئے نہ ہو اور اس کیلئے قرض بھی نہ لے۔ اب ہمیشہ تا دمِ زیست اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا رہے اور اچھے اعمال کی کوشش کرتا اور گناہوں سے بچتا رہے، نیک کاموں میں زیادتی و ترقی ہونا حج و زیارات کے قبول ہونے کی علامت ہے۔

حجاج کا استقبال

جب کوئی شخص حج و زیارات سے واپس آئے تو اس کا استقبال کرنا اس سے ملاقات کرنا سلام و مصافحہ کرنا اور ان کے گھر پہنچنے سے پہلے یا جب ملاقات ہو اپنے لئے دعا کرانا صحابۂ کرام اور سلفِ صالحین کا طریقہ رہا ہے، حاجی کی دعا قبول ہوتی ہے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب حاجی سے ملاقات کرو تو سلام و مصافحہ کرو اور اس کے گھر میں داخل ہونے سے پہلے اپنے لئے دعا کی درخواست کرو کیونکہ اس کے گناہ بخش دیئے گئے ہیں لیکن آج کل استقبال کرنے والوں کی طرف سے کچھ خرابیاں پیدا ہو گئی ہیں مثلاً بے جا شان و شوکت، ریا اور فخر کا اظہار، کثرتِ ہجوم کی وجہ سے دوسروں کو تکلیف پہنچنا، بے پردگی وغیرہ ان کا تدارک کرنا چاہیے۔ (لباب و شرحہ و حیات و زبدہ مع عمدہ وغیرہا ملتقطاً)

— تمت بالخیر —

فقیہ العصر حضرت مولانا سید زوار حسین شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ۱۳۹ نثری تقاریر اور علمی مقالات کا ضخیم مجموعہ

مقالاتِ زواریہ



ترتیب: سید فضل الرحمٰن

قیمت: ۲۵۰ روپے
صفحات: ۵۶۸

طلبا، علما، مقررین اور واعظین کے لئے ایک بیش بہا تحفہ۔
عوام و خواص کے لئے یکساں مفید

ابواب

۱۔ قرآنی تعلیمات ۲۔ ایمان و دعوت اسلام ۳۔ احکام دین
۴۔ تجارت و معیشت ۵۔ اخلاق و حقوق ۶۔ تصوف و سلوک ۷۔ سیرت و سوانح

زوار اکیڈمی پبلی کیشنز
زوار اکیڈمی پبلیکیشنز
اے-۴/۱۷/۱، ناظم آباد نمبر ۴، کراچی۔ ۷۴۶۰۰ فون: ۶۶۸۴۷۹۰
www.zawwaracademy.org
Designed & Printed by: IMAGINE Tel: +92-21-6684388, 6602588